وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے تو وہی لوگ کامیاب ہیں (القرآن)

نزهة القارى

شرح

صحيح البخارى

تصنیف

فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)

ناشر

فرید بک سٹال (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۳۸- اردو بازار لاہور

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (القرآن ۲۴/۵۲)

نزہۃ القاری

شرح

صحیح البخاری

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ الصَّلٰوۃ

کِتَابُ الصَّلٰوۃ

صلوۃ۔ سے یہاں اس کے خاص شرعی معنی مراد ہیں۔ یعنی اسلام کا دوسرا رکن جو مخصوص ہیئت کے ساتھ مخصوص افعال کی ادائیگی ہے۔ زمانۂ جاہلیت قبل از اسلام میں بھی یہ لفظ مستعمل تھا۔ جس کے متعدد معانی تھے۔ انگاروں پر سینک کر لکڑی کو سیدھا کرنا۔ بولتے ہیں۔ صلیت العود علی النار۔ صلوۃ۔ صلا۔ سے ماخوذ ہے۔ صلا۔ سرین کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ اسی سے مُصَلّی اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو گھڑ دوڑ میں سب سے آگے نکل جانے والے کے پیچھے ہو۔ اس مناسبت سے کہ اس گھوڑے کا منہ اگلے گھوڑے کی سرین کے پاس ہوتا ہے۔ ان معانی میں اور معنی شرعی میں مناسبت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر میرے خیال میں اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ عہد رسالت میں صلوۃ بمعنی دعا شائع وذائع تھا۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ۔ ان کیلئے دعا کیجئے۔ حدیث میں ہے۔ من صام فلیصل۔ جو روزہ رکھے وہ دعا کرے۔ دعا اور نماز کی مناسبت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس سے بھی ہٹ کر آپ غور کریں۔ خود قریش کی زبان میں ایسے ارکان کی ادائیگی کو کہتے ہیں جو تقرب الی اللہ کیلئے کیا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً۔ (انفال) ۳۵ — بیت اللہ کے پاس ان کی نماز صرف سیٹی اور تالی تھی۔

اس کے علاوہ نماز بمعنی رحمت، اظہار عظمت، استغفار یعنی طلب رحمت بھی مستعمل تھا۔ صلوٰۃ کی اسناد اگر اللہ عزوجل کی جانب ہو۔ تو اس کے معنی انزال رحمت کے آتے ہیں۔ اور اگر فرشتوں کی طرف ہو اور متعلق نبی ہو تو دعاء رحمت، اور اگر متعلق غیر نبی ہو تو استغفار کے معنی میں اور اگر اس کی نسبت اللہ عزوجل اور فرشتوں کے علاوہ امتی کی جانب ہو تو، صلوٰۃ کے معنی طلب رحمت کے آتے ہیں۔ اور نماز پڑھنے کے معنی میں اس وقت آتا ہے جب اس کا متعلق اللہ عزوجل ہو۔

حدیث الاسراء (۲۴۲)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ اَبُوْذَرٍّ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ابوذر حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِيْ وَاَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ

نے فرمایا۔ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور میں مکے میں تھا۔ (اس سے) جبریل علیہ السلام اترے

جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِيْ ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ

اور میرے سینے کو شق کیا پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر حکمت وایمان سے لبریز

تشریحات (۲۴۲)

لغات اسودۃ۔ یہ سواد کی جمع ہے۔ جیسے زمان کی جمع ازمنہ۔ سواد کے معنی شخص کے ہیں۔ متعدد اور عوام کے معنی میں بھی آتا ہے۔ صالح۔ وہ شخص ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو کما حقہ ادا کرتا ہو۔ یہ اپنے معنی کی جامعیت کے لحاظ سے تمام پسندیدہ قابل ستائش صفات کو شامل ہے۔ اسی لئے۔ ہر نبی نے "نبی صالح" کے ساتھ خوش آمدید کہا۔ امین اور صادق نہیں کہا اس لیئے کہ صالح ان دونوں کو بھی شامل ہے۔ نسم۔ کے معنی روح کے ہیں۔ ظہرت کے معنی ہیں۔ میں چڑھا۔ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے۔ وَالشمس فی حجرتھالم تظھر۔ دھوپ ان کے حجرے میں ہوتی اور دیوار پر ابھی چڑھی نہ ہوتی۔ مُستوی۔ استواء کا اسم ظرف ہے۔ صریف فعیل کے وزن پر مصدر ہے۔ اس کے معنی آواز کرنا ہے یہاں یہ مراد ہے۔ کہ فرشتے حکم الٰہی کو لکھتے ہیں۔ اس لکھنے سے قلم میں جو آواز پیدا ہوتی ہے میں وہاں پہنچ کر ان کو سننے لگا تھا۔ ارجع الیٰ ربک۔ اللہ عزوجل شہید و بصیر ہے۔ مکان سے منزہ ہے۔ اس لئے اس سے مراد یہ ہے کہ لوٹ کر وہاں جائیے جہاں آپ کلام الٰہی سے مشرف ہوئے۔ شَطر کے معنی۔ آدھے کے ہیں۔ اور مطلق بعض کے بھی۔ یہاں مطلق بعض ہی مراد ہے۔ اَلسِّدْرَۃُ المُنتَھیٰ۔ بیری کے درخت کو سدرہ کہتے ہیں۔ المنتھیٰ۔ انتہاء کا ظرف ہے۔ یعنی انتہائی حد۔ ساتویں آسمان پر بیر کا ایک درخت ہے جس کی جڑیں چھٹے آسمان میں ہیں۔ جس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح چوڑے اور بڑے ہیں اور جس کے پھل ہجر کے بڑے مٹکوں کے برابر ہیں۔ جس کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ وہ تمام آسمانوں اور جنت تک کو گھیرے ہوئے ہے۔

بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُّمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّإِيمَانًا فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ

سونے کا طشت لائے اور اسے میرے سینے میں انڈیل دیا اس کے بعد سینے کو درست کر دیا

ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ، فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ

پھر میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف لے چلے جب میں آسمان دنیا تک پہنچا تو جبریل نے

جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ اِفْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا

آسمان کے خازن سے کہا۔ کھولو۔ اس نے پوچھا کون ہے؟ جبریل نے کہا میں جبریل ہوں اس نے

جِبْرَئِيْلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ، قَالَ نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ فَقَالَ أُرْسِلَ

پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور ہے جبریل نے کہا ہاں میرے ساتھ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں اس نے

اس کے آگے نہ کوئی فرشتہ جا سکتا ہے نہ کوئی نبی۔ یہ عام انبیاء کرام کیلئے ہے۔ رہ گئے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو حضور سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے تشریف لیگئے۔ انشاء اللہ کتاب المناقب میں اسے مفصل بیان کیا جائے گا۔ اس کی شاخیں ساتویں آسمان کو گھیرے ہوئے ہیں بلندی ساتویں آسمان سے بھی اوپر ہے۔ جو کچھ اوپر جاتا ہے سب کی آخری حد یہی ہے۔ حَبَائِلُ اللُّؤْلُؤ۔ حبائل۔ یا، حبل۔ کی جمع ہے جس کے معنی لمبائی میں پھیلی ہوئی ریت کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جنت میں موتی اتنے کثیر و وافر ہیں جیسے ریگستان میں ریت ہوتی ہے۔ یا یہ۔ حبلۃ۔ کی جمع ہے۔ جس کے معنی گلے کے ہار۔ کے ہیں۔ مگر اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ لکھنے والوں کی غلطی ہے۔ صحیح ۔جنابذ۔ ہے۔ جیسا کہ کتاب الانبیاء وغیرہ میں ہے بلکہ یہاں بھی ابوذر کی روایت یہی ہے۔ جنابذ۔ جُنْبُذٌ۔ کی جمع ہے جس کے معنی قبے کے ہیں۔ مگر تصحیف (لکھنے میں غلطی)، کے قول کی کوئی حاجت نہیں۔ مراد یہ ہے کہ جیسے زینت و آرائش کیلئے کھڑکیوں اور مسہریوں کے اردگرد موتی کی لڑیاں لٹکا دیتے ہیں۔ اسی طرح جنت میں بھی کھڑکیوں پر اور تخت کے اردگرد موتی کی لڑیاں ہیں۔ اس حدیث پر تفصیلی گفتگو کتاب الانبیاء میں آئے گی۔ یہاں نماز سے متعلق چند ضروری باتیں معروض ہیں۔

قبل معراج نماز

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ نماز پنجگانہ معراج میں فرض ہوئی۔ اور یہ بھی تواتر سے ثابت ہے کہ معراج سے پہلے بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نماز پڑھتے تھے۔ حدیث حراء کے بعض طرق میں یہ ہے۔ کہ نزول، اقرأ کے بعد جبریل امین نے پاؤں زمین پر مارا جس سے چشمہ جاری ہو گیا اور اس سے

اِلَیْہِ قَالَ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا فُتِحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْیَا فَاِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلٰی
پھر پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے جبریل بولے ہاں جب دروازہ کھولا گیا تو ہم آسمان دنیا پر چڑھے تو کیا
یَمِیْنِہٖ اَسْوِدَۃٌ وَّعَلٰی یَسَارِہٖ اَسْوِدَۃٌ اِذَا نَظَرَ قِبَلَ یَمِیْنِہٖ ضَحِکَ وَاِذَا
دیکھتے ہیں ایک صاحب بیٹھے ہیں ان کی داہنی طرف بہت سے لوگ ہیں اور بائیں طرف بھی جب داہنی طرف دیکھتے تو
نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِہٖ بَکٰی فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ
ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں انھوں نے مجھے دیکھکر فرمایا صالح نبی صالح فرزند کو خوش آمدید ہو۔ میں نے
لِجِبْرِئِیْلَ مَنْ ھٰذَا قَالَ ھٰذَا آدَمُ وَھٰذِہِ الْاَسْوِدَۃُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَشِمَالِہٖ
جبریل سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں انھوں نے بتایا یہ آدم ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو لوگ ہیں یہ انکی اولاد کی روحیں ہیں

وضو کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے رہے۔ پھر جبریل علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ بھی وضو کرلیں۔ حضور نے بھی وضو فرمایا۔ پھر جبریل امین نے دو رکعت کعبے کی جانب منہ کرکے نماز پڑھی۔ ان کے ساتھ حضور نے بھی پڑھی۔ پھر دولت کدہ پر تشریف لائے۔ اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم دیا۔ انھوں نے بھی وضو کیا اور حضور کے ساتھ نماز پڑھی۔ امتیوں میں نماز پڑھنے کا شرف سب سے پہلے حضرت خدیجہ کو حاصل ہوا اور ان کے بعد اسد اللہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوشنبے کو اول روز میں نماز پڑھی۔ اور حضرت خدیجہ نے اسی روز آخری حصے میں۔ اور حضرت شیر خدا نے سہ شنبہ کو۔[2]

اب یہاں چند سوالات ہیں۔ ① معراج سے پہلے کتنے وقت کی نماز پڑھتے تھے۔ ② اور یہ سب فرض تھیں یا ان میں کچھ فرض اور کچھ نفل یا سب نفل ③ ان نمازوں کے شرائط اور ارکان علیحدہ تھے یا یہی تھے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے رسالے "جمان التاج فی بیان الصلوۃ قبل المعراج" میں ان سب پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ بعض علما نے فرمایا کہ معراج سے پہلے دو وقت کی نماز فرض تھی طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب سے قبل[3] یا نماز چاشت اور نماز عصر۔ اصابہ میں ہے کہ نماز پنجگانہ کے فرض ہونے سے پہلے مسلمان نماز چاشت اور عصر پڑھا کرتے تھے۔ عصر کے

---

[1] المواہب اللدنیہ و شرحہا للزرقانی جلد اول باب مبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۴۹ [2] جمان التاج بحوالہ الطبرانی [3] الدر المختار جلد اول کتاب الصلاۃ۔

نَسَمُ بَنِیْہِ فَاَھْلُ الْیَمِیْنِ مِنْھُمْ اَھْلُ الْجَنَّۃِ وَالْاَسْوِدَۃُ الَّتِیْ عَنْ شِمَالِہٖ

ان میں داہنی طرف والے جنتی ہیں۔ بائیں طرف کی پرچھائیاں جہنمی ہیں۔ اس لئے جب داہنے دیکھتے ہیں

اَھْلُ النَّارِ، فَاِذَا نَظَرَ عَنْ یَّمِیْنِہٖ ضَحِکَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِہٖ بَکٰی۔ حَتّٰی

تو ہنس پڑتے ہیں۔ اور جب بائیں دیکھتے ہیں تو رو پڑتے ہیں اس کے بعد مجھے دوسرے آسمان پر لے گئے

عَرَجَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ الثَّانِیَۃِ فَقَالَ لِخَازِنِھَا اِفْتَحْ فَقَالَ لَہٗ خَازِنُھَا مِثْلَ

اس کے خازن سے فرمایا کھولو۔ اس کے خازن نے بھی ویسی ہی گفتگو کی جیسی پہلے والے نے

مَا قَالَ الْاَوَّلُ فَفُتِحَ، قَالَ اَنَسٌ، فَذَکَرَ اَنَّہٗ وَجَدَ فِی السَّمٰوٰتِ آدَمَ

کی تھی پھر کھولا گیا۔ انس نے کہا۔ حضرت ابوذر نے یہ بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وقت پہاڑ کی گھاٹیوں میں جا جا کر الگ الگ پڑھتے تھے[1] ان اقوال میں تطبیق یہ ہے کہ چاشت بھی پڑھتے تھے۔ اور فجر بھی اور عصر بھی۔ صحیحین میں ہے کہ ابتداء بعثت میں جب جن حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے[2] مگر اصح یہ ہے کہ قبل معراج صرف تہجد فرض تھا۔ وہ بھی بعد میں امت کے حق میں منسوخ ہوگیا[3]۔ بربنائے تحقیق قبل معراج کی نمازیں بھی ایسی تھیں جیسی اب پنجگانہ نمازیں ہیں[4]۔ یعنی اس کے لئے وضو اور بدن اور کپڑے کی طہارت بھی تھی اور استقبال قبلہ اور تکبیر تحریمہ بھی تھی۔ قیام رکوع سجود، بلند آواز سے قرأت بھی تھی اور جماعت بھی۔ علامہ احمد خطیب قسطلانی اور علامہ عبد الباقی زرقانی لکھتے ہیں۔

ثم ان اللہ تعالیٰ اقرھا ای شرعھا علی ھیئۃ ما کان یصلی قبل فی السفر کذلک رکعتین واتمھا فی الحضر اربعا[5]۔

معراج سے پہلے جس ہیئت پر نماز پڑھتے تھے اسی ہیئت کے ساتھ سفر میں دو رکعت اور حضر میں چار رکعت۔ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا۔

رکوع اس امت کے خصائص سے نہیں

عام طور پر علماء لکھتے ہیں کہ اگلی امتوں میں، رکوع نہیں تھا مگر

[1] جلد رابع تذکرہ عزیزہ بنت نجراۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ص۳۶۳۔ [2] بخاری جلد ثانی تفسیر باب قل اوحی الی نفر من الجن ص۷۳۲، مسلم جلد اول صلوٰۃ باب الجہر بالقرآن ص۱۸۴۔ [3] المواہب اللدنیہ جلد اول باب مبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۲۵۔ [4] المواہب اللدنیہ وشرحہا للزرقانی جلد اول باب مبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۳۵۔

وَاِدْرِیْسَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی وَاِبْرَاھِیْمَ وَلَمْ یُثْبِتْ کَیْفَ مَنَازِلُھُمْ غَیْرَ

نے آسمانوں میں آدم، ادریس، موسیٰ، عیسیٰ، اور ابراہیم کو پایا۔ انھوں نے ان حضرات کے مقامات نہیں بتائے۔

اَنَّہٗ ذَکَرَ اَنَّہٗ وَجَدَ اٰدَمَ فِی السَّمَاءِ الدُّنْیَا وَاِبْرَاھِیْمَ فِی السَّمَاءِ

ہاں یہ بتایا کہ آدم کو آسمان دنیا میں اور ابراہیم کو چھٹے آسمان میں پایا۔

السَّادِسَۃِ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

انس نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لیکر جبریل علیہ السلام جب ادریس کے پاس گذرے تو

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاِدْرِیْسَ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ

انھوں نے کہا نبی صالح برادر صالح کو خوش آمدید ہو۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں

یہ بظاہر متعدد نصوص قرآنیہ کے معارض ہے۔ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا گیا۔

طَھِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّائِفِیْنَ وَالْعَاکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ۔ بقرہ ١٢٥ | طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں سجدہ کرنے والوں کے لئے میرا گھر پاک رکھنا۔

حضرت سیدنا ابراہیم سے خطاب ہے۔ وَطَھِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّائِفِیْنَ وَالْقَائِمِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ۔ ج ٢٦ میرا گھر پاک رکھو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لیئے۔ حضرت داؤد کے احوال میں ہے۔ خَرَّ رَاکِعًا وَّاَنَابَ۔ ص ٢٣۔ رکوع کرتے ہوئے جھک گیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ حضرت مریم سے فرمایا۔ یَامَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرَّاکِعِیْنَ آل عمران ٤٢۔ اے مریم اپنے رب کے حضور ادب سے کھڑی ہو اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ ان آیات میں رکوع سے اس کا لغوی معنی مراد لینا قاعدے کے خلاف اور عدول عن الظاہر ہے۔ یہی علماء تصریح فرماتے ہیں۔ ان النص یحمل علی حقیقۃ الشرعیۃ مھما امکن۔ جہاں تک ممکن ہو گا قرآن وحدیث سے، شرعی معنی مراد لیا جائے گا۔ پھر دو پہلی والی اور چوتھی آیتوں میں رکوع اور سجود دونوں مذکور ہیں۔ سجدے سے شرعی معنی مراد لینا اور رکوع سے لغوی یقیناً خروج عن الظاہر ہے۔ علاوہ ازیں حدیث معراج میں یہ بھی ہے۔ ثم دخلت المسجد فعرفت النبیین مابین قائم وراکع وساجد۔[1]

---

[1] جمع الفوائد۔ عن ابی الحسن بن عرفہ وابو نعیم۔

الصَّالِحِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰى

جبریل نے بتایا — یہ ادریس علیہ السلام ہیں — اس کے بعد میں — موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے

فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا

گذرا تو انھوں نے فرمایا — نبی صالح — برادر صالح کو — مرحبا ہو۔ — میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟

مُوْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ

تو جبریل نے بتایا کہ یہ موسیٰ ہیں اس کے بعد عیسیٰ کے قریب سے گذرا تو انھوں نے فرمایا — نبی صالح — اور برادر صالح کو — مرحبا ہو

قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا عِيْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِاِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ مَرْحَبًا

میں نے پوچھا کون ہیں — یہ بزرگ — تو جبریل نے بتایا — یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں اس کے بعد میں حضرت ابراہیم

اس کے بعد میں مسجد اقصیٰ گیا میں نے انبیاء کو پہچانا کچھ قیام میں کچھ رکوع میں کچھ سجدے میں تھے۔

اس حدیث پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بات انبیاء کرام کی ہے۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ رکوع اگلی امتوں میں نہ تھا۔

مَزِید افادہ طبرانی اور بزار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث ہے۔ سب سے پہلے ہم نے جس نماز میں رکوع کیا وہ عصر تھی۔ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ، یہ کیا ہے فرمایا مجھے اس کا حکم دیا گیا۔ خاتم الحفاظ علامہ سیوطی نے فرمایا۔ کہ عصر سے پہلے، ظہر پڑھی تھی۔ اور نماز پنجگانہ کے فرض ہونے سے پہلے، تہجد وغیرہ پڑھتے تھے۔ ان نمازوں کا رکوع سے خالی ہونا اس پر قرینہ ہے کہ انبیاء کرام کی نماز میں رکوع نہ تھا۔ امام احمد نے مسند میں حضرت عفیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں، میں بغرض تجارت مکہ آیا اور حضرت عباس کے یہاں ٹھہرا۔ ایک دن کعبے کے سامنے بیٹھا تھا دن خوب روشن ہوچکا اور سورج بلند ہوچکا تھا۔ ایک جوان آئے اور آسمان کو دیکھ کر کعبے کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوگئے اس کے بعد ایک لڑکے تشریف لائے یہ انکی داہنی طرف کھڑے ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک خاتون آئیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں۔ پھر جوان نے رکوع کیا تو یہ دونوں رکوع میں چلے گئے۔ پھر جوان نے سر اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے۔ پھر میں نے حضرت عباس سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے بتایا۔ یہ جوان اور یہ لڑکے میرے بھتیجے ہیں۔ اور یہ خاتون خدیجہ بنت خویلد ان جوان کی زوجہ ہیں میرے بھتیجے فرماتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انھیں اس دین کا حکم دیا ہے۔ ان کے ساتھ ابھی یہی دونوں مسلمان ہیں[1]

[1] جمع الجوامع، بحوالہ کامل ابن عدی وابن عساکر۔

بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِبْرَاهِيْمُ

کے قریب سے گذرا تو انھوں نے بھی فرمایا نبی صالح اور فرزند صالح کو مرحبا ہو میں نے دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِيْ ابْنُ حَزْمٍ اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَا حَبَّةَ

فرمایا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ابن شہاب نے کہا مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس اور ابو حبہ انصاری کہتے تھے کہ نبی

الْاَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر مجھے اور اوپر لے گئے یہاں تک کہ میں مقام

اس حدیث کے ایک راوی معبد بن خیثم ازدی، قدرے متکلم فیہ، ہیں اور پہلی والی بزار وطبرانی کا حال معلوم نہیں۔ اگر وہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔ تو اس سے استدلال درست ورنہ نہیں۔ اس تقدیر پر نصوص قرآنیہ کے معارض کوئی لائق استدلال حدیث نہ رہے گی۔ تو رکوع کا اس امت کے خصائص سے ہونا ثابت نہ ہو سکے گا۔

قال ابن شہاب اخبرنی ابن حزم ابوبکر بن محمد بن عمرو بن ابی حزم کو بھی ابن حزم کہتے تھے۔ اور ان کے والد محمد بن عمرو کو بھی۔ یہاں ابوبکر بن محمد، مراد ہیں۔ اس لئے کہ ان کے باپ محمد بن عمرو سے امام زہری کا سماع ثابت نہیں۔ کیونکہ امام زہری ۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ۶۳ھ واقعہ حرہ میں شہید ہو چکے تھے۔ مگر ابوبکر بن حزم کی ملاقات ابوحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں۔ حضرت ابوحبہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ اس وقت ابوبکر بن حزم بلکہ ان کے والد محمد بن حزم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس لئے کہ ان کی ولادت ۱۰ھ ہے۔ اس لئے یہ حدیث منقطع ہوئی۔[1]

قال ابن حزم وانس بن مالک قال ابن حزم میں یہ طے ہے کہ مراد یہ ہے کہ ابن حزم نے اپنے شیخ سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ یہ شیخ حضرت ابن عباس بھی ہو سکتے ہیں اور حضرت ابوحبہ بھی۔ جیسا کہ اس کے قبل والی سند میں ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ان دونوں کے علاوہ کوئی اور ہو۔ بہر تقدیر یہ مرسل ہوئی۔ اسی طرح حضرت انس کے بارے میں دو احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے یہ روایت بواسطہ ابوذر ہو یا کسی اور صاحب کے واسطے سے ہو اب بھی مرسل ہوئی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھوں نے براہِ راست حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہو اس تقدیر پر متصل ہوئی۔

فوضع شطرها یہاں روایتیں تین طرح آئی ہیں۔ ایک یہ جس میں تین بار مراجعت کا تذکرہ ہے اور پہلی مراجعت

[1] فتح الباری جلد اول کتاب الصلوٰۃ ص۴۶۰ عینی جلد رابع کتاب الصلوٰۃ ص۴۴ بدایہ نہایہ جلد تاسع ص۳۴

عُرِجَ بِیْ حَتّٰی ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًی اَسْمَعُ فِیْهِ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ - قَالَ
«مستوی» تک پہنچ گیا اور قلموں کی آواز سننے لگا. ابن حزم اور انس بن
اِبْنُ حَزْمٍ وَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
مالک نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا. اس کے بعد اللہ عزوجل نے میری امت پر

میں جو بھی تخفیف ہوئی اس کو شطرھا سے تعبیر کی گئی۔ دوسری روایت جو مالک بن صعصعہ سے ہے۔ اور تیسری روایت جو بطریق شریک خود حضرت انس سے بلا واسطہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانچ بار مراجعت ہوئی۔ چار بار دس دس کی تخفیف ہوئی اور آخر میں پانچ کی۔ اسی میں۔ فجعلها اربعین ہے۔ اس سے قبل شریک کی بھی روایت میں ہے اور ثابت کی روایت میں بھی فحط عنی خمسا ہے۔

حضرت علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ بقیہ تمام روایتوں کو، ثابت والی روایت پر حمل کرنا متعین ہے۔ یہ ثقہ کی زیادتی ہے۔ جو مقبول ہے۔ تو راجح اور محقق یہ ہوا کہ نماز میں تخفیف کیلئے مراجعت نو بار ہوئی اور ہر بار، پانچ پانچ نمازوں کی تخفیف ہوئی۔

اِسْتَحْیَیْتُ مِنْ رَبِّیْ ابن منیر نے کہا۔ یہ حیا فرمانا اس وجہ سے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمالیا تھا کہ ہر دفعہ پانچ پانچ کی تخفیف ہو رہی ہے۔ اس اسلوب کے مطابق اب مراجعت کا مطلب یہ ہوگا کہ گویا یہ سوال ہوگا کہ نماز بالکلیہ معاف کردی جائے اس لئے حیا فرمایا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی یہی تھی کہ معراج کا تحفہ امت کیلئے کچھ نہ کچھ ضرور پہونچے۔ نیز اخیر دفعہ فرمایا۔ یہ پانچ عمل میں ہیں مگر ثواب میں پچاس ہیں۔ وَمَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ تعداد قطعی ہے۔ اس لئے اب تخفیف کی درخواست کیلئے واپس جانے سے حیا فرمایا۔

لَا اَدْرِیْ مَا هِیَ فرمایا۔ سدرۃ المنتہی پر نامعلوم طرح طرح کے رنگ چھائے ہوئے تھے۔ مسلم میں ہے فراش من ذهب۔ سونے کے پتنگے تھے[۲] یہ مسلم ہی میں ہے فلما غشیها من امر الله ما غشی تغیرت فما احد من خلق الله یستطیع ان ینعتها من حسنها۔

---

۱ مسلم ج اول. ایمان صلوۃ ۲ مسلم ج اول ایمان باب الاسراء ص ۹۷

فَفَرَضَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى اُمَّتِىْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ

پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ میں یہ لیکر لوٹا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے دریافت

حَتّٰى مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَكَ عَلٰى اُمَّتِكَ قُلْتُ

فرمایا آپ کیلئے آپ کی امت پر اللہ عزوجل نے کیا فرض فرمایا۔ میں نے بتایا

جب سدرہ پر اللہ کے امر سے چھاگیا جو چھاگیا تو وہ اتنا حسین ہوگیا کہ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی اسے بیان نہیں کرسکتا۔ تفسیر درمنثور میں ہے۔ کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ ملائکہ تھے یہ اسی میں ہے کہ سلمہ بن وہرام نے کہا۔ فرشتوں نے اللہ عزوجل سے عرض کیا ہمیں اجازت مرحمت فرما کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھیں۔ انھیں اجازت ملی تو یہ پروانہ وار ٹوٹ پڑے۔ اور سدرہ پر چھاگئے یہ تفسیر قرطبی میں ہے کہ امام حسن نے فرمایا۔ کہ سدرہ رب العلمین کا نور چھایا تھا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ سدرہ پر اللہ عزوجل کا نور چھایا ہوا تھا۔ کسی میں استطاعت نہیں کہ اسے دیکھ سکے۔ جس پر فرشتے نثار ہورہے تھے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے سدرے کے ہر پتے پر فرشتوں کو دیکھا کہ وہ کھڑے تسبیح میں مصروف تھے۔ درمنثور میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ آپ نے سدرے کے صحن میں کیا دیکھا۔ تو فرمایا۔ سونے کے پتنگے یہ تفسیر کبیر اس قول کو کہ سدرے پر انوار الٰہی محیط تھے، ظاہر فرمایا۔ اس قول کی بھی تائید کی کہ یہ فرشتے تھے۔ ان سب میں کوئی تخالف نہیں یہ بظاہر مختلف اجزا ایک سلسلے کی منتظم کڑیاں ہیں۔ ہوا یہ کہ سدرۃ المنتہیٰ پر اس خاص الخاص انوار ربانی کی تجلی ہوئی۔ حضور کی آمد آمد کی خبر سن کر فرشتوں نے زیارت کی درخواست پیش کی جو منظور ہوئی۔ فرشتے پروانوں کی طرح زیارت کے لئے امنڈ آئے۔ سونے کے پتنگوں کی طرح نظر آئے۔ سدرے پر اس وقت ایسے خاص الخاص انوار کی تجلیات محیط تھیں کہ انھیں حضور بھی نہ پہچان سکے۔ تو وہ فرمایا جو اس حدیث میں ہے۔ کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل کی صفات غیر متناہیہ میں سے کن صفات کے ہیں یا اس کی ذات کے۔ اس کو کبھی من امر اللہ سے تعبیر فرمایا۔ اسی کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا۔

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى

جب سدرے پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔

جلد سادس صلا۔ تہ ایضاً۔ تہ جلد سابع عشر صلا۹۔ تہ جلد سادس صلا۱۱۷۔ ھ تفسیر سورہ النجم جلد ثالث وعشرین صلا۲۹۲۔

فَرَضَ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً قَالَ فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ

پچاس نمازیں۔ انھوں نے فرمایا اپنے رب کی بارگاہ میں جایئے اس لئے کہ آپ کی امت اس کی طاقت

فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى قُلْتُ وَضَعَ شَطْرَهَا

نہیں رکھتی۔ یہ سن کر میں لوٹ کر حاضر بارگاہ ہوا تو اللہ عزوجل نے اس کا ایک حصہ کم کردیا میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا

ایضاح البخاری کا رد

ایضاح البخاری کے مصنف وہابی دیوبندی ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں یہ اپنے خاتمے کا بھی حال معلوم نہیں جیسے یہاں حدیث میں ان کو لا ادری مل گیا۔ بس کیا تھا طلبہ پر دھونس جمانے کی پرانی عادت رنگ لائی اور یہ فرما دیا۔

آپ طرح طرح کے رنگوں کا مشاہدہ فرمارہے ہیں لیکن یہ فرماتے ہیں۔ کہ ان رنگوں کی حقیقت معلوم نہ ہوسکی حیرت ہے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا دعویٰ کرنے والے ترمذی کی روایت۔ فتجلی لی کل شیء۔ سے استدلال کرتے ہیں کہ خواب میں خداوند قدوس نے آپ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا اور آپ کے سامنے ہر چیز روشن ہوگئی۔ یہ تو خواب کا معاملہ تھا۔ آپ بیداری میں مشاہدہ کے بعد بھی حقیقت کے ادراک سے انکار فرمارہے ہیں۔ اسی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ فتجلی لی کل شیء سے علم غیب پر استدلال کی کیا حقیقت ہے جبکہ چیزوں کے سامنے آنے اور مشاہدہ ہوجانے کے بھی ان چیزوں کی حقیقت کا علم ضروری نہیں۔ جلد ۱۳ ص ۲۷

ان شیخ الحدیث صاحب کے ارشاد پر پورا کلام کرنے کے لئے دفتر چاہئے۔ ہم ناظرین کے اطمینان کیلئے چند باتیں عرض کئے دیتے ہیں۔

اولاً۔ کسی مقابل پر اعتراض کرنے سے پہلے اس کے عقیدے کو اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے۔ جلد اول میں حدیث جبریل کے ضمن میں ہم نے واضح کردیا ہے، کہ علم غیب کے عقیدے میں ہمارے عقیدے کے دو جز ہیں۔ ایک نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے۔ اس درجے میں ہم جمیع ماکان ومایکون کا اعتقاد نہیں رکھتے بلکہ اتنے کثیر اور وافر کا جو عالم کہنے کیلئے کافی ہو یعنی قدر معتدبہ۔ اس درجے میں دو چار چیزوں کا علم نہ ہونا غیب دانی کے منافی نہیں۔ جیسے آپ

لہ براہین قاطعہ ص مصنفہ خلیل احمد صاحب انبیٹھی مصدقہ رشید احمد گنگوہی ۔ تقویۃ الایمان ص مصنفہ اسمٰعیل دہلوی۔

فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ ، فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ

اور انھیں بتایا کہ ایک حصہ کم کردیا گیا انھوں نے پھر کہا اپنے رب کی طرف جائیے۔ آپ کی امت اس کی بھی قوت نہیں

شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ

رکھتی۔ میں نے پھر رجوع کیا تو کچھ اور کم کردیا اب میں پھر حضرت موسیٰ کے پاس آیا تو پھر فرمایا پھر اپنے پروردگار کی

خود شیخ الحدیث ہیں کیا آپ تمام احادیث اس طرح جانتے ہیں کہ کوئی ایک حدیث آپ سے کسی وقت مخفی نہ ہو؟ یقیناً آپ تو آپ، آپ کے اساتذہ بھی اس کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ بلکہ آپ کے کفش بردار تلامذہ بھی یہ نہیں کہہ سکتے پھر آپ شیخ الحدیث کیسے ہیں؟ صرف اس ادعا کی وجہ سے نہ کہ آپ قدر معتدبہ احادیث کو جانتے ہیں۔ ہزاروں احادیث کی آپ کو ہوا بھی نہیں لگی۔ ہزاروں احادیث سے جاہل رہتے ہوئے بھی آپ حدیث دانی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تو دو ایک باتوں کا اگر بالفرض کسی وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم نہ تھا تو یہ ان کی غیب دانی کے منافی نہیں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ واقعہ معراج مکہ معظمہ میں ہجرت سے ایک سال قبل ہوا۔ اس وقت تک آدھا قرآن مجید بھی نازل نہ ہوا تھا۔ اس لئے اس وقت اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان الوان کے بارے میں فرمادیا۔ لا ادری۔ تو یہ بھی حضور کے غیب داں ہونے کے منافی نہیں۔

ثانیاً۔ جمیع ماکان ومایکون کی تفصیل اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ اپنی تصنیفات میں فرماچکے ہیں کہ اس سے مراد صرف وہ ممکنات ہیں جو پہلے وجود ہوچکے یا اس وقت موجود ہیں یا آئندہ قیامت تک موجود ہوں گے۔ وہ ممکنات جو ابھی موجود نہیں ہوئے اور نہ آئندہ ہوں گے ازلاً ابداً معدوم ہیں وہ اس میں داخل نہیں۔ اور نہ ممتنعات داخل ہیں۔ اور نہ باری تعالیٰ کی ذات وصفات داخل ہیں۔ یہ ہمارا عقیدہ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کی ذات اور اس کی صفات بتمامہا جانتے ہیں۔ یا اللہ عزوجل کی حقیقت کما حقہ جانتے ہیں۔ اللہ عزوجل کی ذات وصفات کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کی ذات وصفات کا جتنا علم ہے۔ اس کے مقابلے میں تمام مخلوقات حتی کہ انبیاء کرام کے مجموعی علم کو بھی وہ نسبت نہیں جو قطرے کو سمندر سے اور ذرے کو پوری دنیا کے ریگستان سے ہے۔ مگر اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اللہ عزوجل کی ذات وصفات کو محیط نہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم کثیر وکثیر وسیع در وسیع ہونے کے باوجود متناہی ہے۔ اور اللہ عزوجل کی ذات اور صفات غیر متناہی۔ جس کا جی چاہے الدولۃ المکیہ اور خالص الاعتقاد وغیرہ دیکھے۔

ﺳﻨﻴﺌﮯ ! ترمذی میں یہ حدیث دو صحابہ کرام سے مروی ہے۔ ایک حضرت ابن عباس سے دوسرے حضرت معاذ بن جبل سے

ذٰلِكَ۔ فَرَاجَعْتُهٗ فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُوْنَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ

جانب رجوع کیجئے آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ چنانچہ میں نے رجوع کیا تو اب اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا یہ پانچ

لَدَيَّ۔ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ، فَقُلْتُ اسْتَحْيَيْتُ

ہیں اور حقیقت میں پچاس ہیں ہماری بارگاہ میں بات بدلی نہیں جاتی۔ اب پھر جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو فرمایا پھر اپنے

حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فعلمت مافی السمٰوٰت وما فی الارض — آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ سب میں نے جان لیا۔

مشکوٰۃ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عائش کی حدیث میں بھی یہی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

فعلمت مابین المشرق والمغرب — مشرق و مغرب کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب میں نے جان لیا۔

مشکوٰۃ میں بحوالہ امام احمد اور ترمذی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

فتجلی لی کل شی و عرفت — مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔

اب جبکہ اس حدیث میں فعلمت مافی السمٰوٰت ومافی الارض بھی ہے اور فعلمت مابین المشرق والمغرب اور فتجلی لی کل شی۔ بھی اور عرفت بھی ہے اور فعلمت بھی۔ یعنی فرمایا مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ ان سب کو میں نے جان لیا پہچان لیا۔ تو آپ تو دنیا سے چلے گئے۔ مگر آپ کے تلامذہ سے سوال ہے کہ بولیں وہ کیا بولتے ہیں۔ کیا آپ لوگوں کے شیخ صاحب کے ارشاد کی اس حدیث میں کوئی گنجائش رہی۔ جو فرمایا۔

فتجلی لی کل شی سے استدلال کی کیا حقیقت ہے

حریف کی پوری بات اور پورا استدلال سنکر سمجھ کر الجھنا چاہئے۔ اپنے حریف کے اصل استدلال میں کتربیونت کر کے اپنے جی سے نیا استدلال گڑھ کر حریف کے منہ لگنے والے کا یہی حال ہوتا ہے۔ ناظرین کے اطمینان مزید کے لئے اس حدیث کے جو معنی علمائے اہل سنت نے بیان فرمائے اس کو بھی ملاحظہ کریں۔ حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

قال ابن حجر ای جمیع الکائنات — سندالحفاظ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ مراد یہ ہے کہ میں نے

لہ باب المساجد و مواضع السجود صفحہ



الطبع الاول: ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ / جولائی ۲۰۰۰ء

الطبع الثانی: رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ / اکتوبر ۲۰۰۷ء

مطبع: [illegible] پرنٹرز لاہور

قیمت: ۲۰۰۰/= روپے (مکمل سیٹ)

Farid Book Stall®

Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فون نمبر: ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵

فیکس نمبر: ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹

ای میل: info@faridbookstall.com

ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

مِنْ رَبِّی ثُمَّ انْطَلَقَ بِیْ حَتّٰی انْتَهٰی بِیْ اِلَی السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰی وَغَشِیَهَا

سب کی طرف رجوع کیجئے میں نے کہا (اب) اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے اس کے بعد جبریل مجھے لیکر چلے یہاں تک کہ

اعنی فی السمٰوٰت بل وما فوقها وجمیع مافی الارض السبع بل وما تحتها کما افاده اخباره علیه السلام عن الثور والحوت الذین علیهما الارضون کلها اھ۔

تمام کائنات کو جو کچھ آسمانوں میں بلکہ ان کو بھی جو اس کے اوپر ہیں اور ان تمام کائنات کو جو ساتوں زمین میں ہیں بلکہ ان کو بھی جو زمین کے اندر ہیں میں نے جان لیا اس بیل اور مچھلی سے حضور نے خبر دی جن کے اوپر ساتوں زمینیں ہیں اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری اپنی ایک توجیہ پیش کرتے ہیں۔

ویمکن ان یراد بالسمٰوٰت الجهة العلیا وبالارض الجهة السفلی فیشمل الجمیع[1]

یہ ہو سکتا ہے کہ سموٰت سے اوپر کی جہت اور ارض سے نیچے کی جہت مراد لی جائے۔ تو سب کو شامل ہوگا۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

پس دانستم ہرچہ در آسمان و ہرچہ در زمین بود عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزئی و کلی و احاطۂ آں[2]

جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو میں نے جان لیا۔ یہ تمام علوم کلی اور جزئی کے حاصل ہونے اور انھیں محیط ہونے کی تعبیر ہے

رابعاً۔ یہ سب گفتگو اس تقدیر پر تھی کہ۔ لا ادری۔ کے ظاہر معنی مراد ہوں۔ ورنہ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ لا ادری ما ہی۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد۔ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی (جب سدرہ پر چھا رہا تھا وہ جو چھا رہا تھا) کے مثل ابہام کے لئے ہے۔ اس سے مقصود اس کی عظمت کا بیان۔ اسے لازم نہیں کہ وہ معلوم نہ ہوں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

هذا کقوله اذ یغشی السدرة ما یغشی فی ان الابهام للتفخیم والتهویل وان کان معلوما

یہ لا ادری فرمانا ایسے ہی ہے جیسے، اذ یغشی السدرة ما یغشی، ہے۔ یہ ابہام تفخیم و تہویل کے لئے ہے۔ اگرچہ معلوم ہو۔

ایک نکتہ مراجعت کا مشورہ دینے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتخاب میں یہ حکمت تھی۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی درخواست پیش کی تھی۔ تو ابتداءً منع فرما دیا گیا اور چالیس دن روزہ رکھنے کے بعد جو دیدار کرایا گیا اس کا حال معلوم ہے۔ آج موسیٰ علیہ السلام سے بار بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات

[1] مرقاۃ جلد اول ص

اَلْوَانٌ لَآ اَدْرِیْ مَاھِیَ ، ثُمَّ اُدْخِلْتُ الْجَنَّۃَ فَاِذَا فِیْھَا حَبَائِلُ

سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچادیا اس پر نا معلوم طرح طرح کے رنگ چھائے ہوئے تھے پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا کیا دیکھتا ہوں کہ

کرائی جاتی ہے کہ وہ دیکھ لیں۔ کہ ایک یہ ہیں انھوں نے جی بھر کر بقدر ظرف جلوہ دیکھا ہے آپ اس تجلی کی تاب نہ لاسکے۔ تو اس جلوے سے سرفراز ہونے والے کو دیکھیں اور ایک بار نہیں بار بار دیکھیں۔

لعلی اس اھم اوادی من راٰھم میں دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہا ہوں۔

مسائل امام بخاری نے اس حدیث پر باب کا عنوان یہ قائم فرمایا۔

کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء اسراء میں نماز کیسے فرض کی گئی۔

اور پھر یہ حدیث ذکر کی جس میں۔ فعرج بی الی السماء۔ مذکور ہے یعنی پھر مجھے آسمان کی طرف لے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک۔ اسرار اور معراج ایک ہی ہے۔ اس پر پوری بحث مناقب میں آئے گی اور وہیں یہ ثابت کروں گا کہ یہ معراج جسمانی تھی اور بیداری کی حالت میں تھی۔ اور معراج متعدد بار ہوئی ہے۔ ② شوافع وغیرہ کہتے ہیں کہ وتر اور عیدین واجب نہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں تصریح ہے کہ نماز یں صرف پانچ ہی فرض ہوئیں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ اس وقت وتر اور عیدین کی نماز تھی ہی نہیں۔ یہ بعد میں واجب کی گئی۔ حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ امدکم بصلوٰۃ ھی خیر لکم من اللہ عزوجل نے ایک نماز زائد کرکے تمہاری مدد فرمائی یہ تمہارے

حمر النعم الوتر[1] لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے یہ وتر ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ فرمایا۔

الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا ثلثا[2] وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ تین بار یہی فرمایا۔

ایک حدیث میں ہے۔[3] زادکم صلوٰۃ۔ اللہ عزوجل نے ایک نماز زیادہ فرمائی ہے۔ مگر چونکہ وتر کا وجوب خبر واحد سے ثابت ہے جو مفید قطعیت نہیں اس لئے ہم نے اسے واجب کہا فرض نہیں کہا۔ ③ ثابت ہوا کہ آسمان میں دروازے ہیں اور ان پر فرشتے مقرر ہیں۔ جو اس کے محافظ ہیں ④ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت

---

[1] ابوداؤد۔ جلد اول۔ صلوۃ، باب استحباب الوتر ص۲۰۱۔ ترمذی۔ جلد اول۔ صلوۃ، باب فی فضل الوتر۔ ص۶۱ [2] ابوداؤد۔ جلد اول۔ صلوۃ۔ باب استحباب الوتر ص۲۰۱ [3] عینی جلد رابع۔ صلوۃ۔ باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء ص۴۰۔

اللُّؤْلُؤُ وَاِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ ؏

اس میں موتی کے ہار ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اس لئے کہ انھوں نے، ابن صالح، کہہ کے خوش آمدید کہا۔ ⑤ اپنی اولاد اور متعلقین کی اچھی حالت پر خوش ہونا انبیاء کرام کی سنت ہے ⑥ اگر اس کا اندیشہ نہ ہو کہ آدمی گھمنڈ میں مبتلا ہو جائے گا تو اس کے سنہ پر اس کی تعریف جائز ہے ⑦ جنت اور دوزخ پیدا ہو چکے ہیں اور موجود ہیں ⑧ پہلے پچاس وقت کی نماز فرض کی گئیں۔ پھر تخفیف کے بعد پانچ وقت کی رہ گئیں۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا کہ عبادت کا اس پر عمل سے پہلے بلکہ مامورین کے علم میں آنے سے پہلے منسوخ ہونا جائز ہے۔ مگر حقیقت میں یہ نسخ ہے ہی نہیں بلکہ اپنے مقصود کو تھوڑا تھوڑا رفتہ رفتہ بیان کرنا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم لوگ جنتیوں کے چوتھائی ہو۔ اس پر، خوشی میں، ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا کیا تم لوگ یہ پسند کرتے کہ جنتیوں کی تہائی ہو۔ اس پر ہم نے تکبیر کہی۔ پھر فرمایا کیا تم لوگ پسند کرتے کہ تم لوگ جنتیوں کے آدھے ہو۔ اس پر ہم نے تکبیر کہی۔ اظہار محبت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ کہ کسی سے مقصود ہوتا ہے ہلکا کام لینا مگر پہلے بڑے کام کو کہتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ یہ کچھ عذر کر رہا ہے تو اور ہلکا کر دیتے ہیں پھر اور ہلکا کر دیتے ہیں یہاں تک کہ مقصود پر معاملہ رک جاتا ہے۔ اسی قبیل سے یہ بھی ہے۔ ⑨ ملاقات کرنے والے کا استقبال اس کے شایان شان کرنا چاہئے۔ اور اس کے اوصاف و کمال کا تذکرہ کر کے اس کا استقبال کرنا چاہئے ⑩ اللہ عزوجل کے احکام لکھے جاتے ہیں اس سنت پر عمل کرتے ہوئے ہمیں بھی چاہئے کہ علمی باتوں کو قلمبند کر لیا کریں۔



ع بخاری جلد اول صلوٰۃ باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء ص۵۰ بخاری جلد اول بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ ص۴۵۵ بخاری جلد اول الانبیاء ذکر ادریس ص۴۷۰ بخاری جلد اول الانبیاء قول اللہ عزوجل ہل اتاک حدیث موسیٰ ص۴۸۱ بخاری جلد اول مناقب باب کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ ص۵۰۴ بخاری جلد اول الانبیاء باب قول ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا ص۴۸۸ جلد ثانی توحید باب قول اللہ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما ص۱۱۲۰ مسلم جلد اول ایمان باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۹۱ تا ص۹۴ ترمذی جلد ثانی تفسیر باب سورہ بنی اسرائیل ص۱۴۰ نسائی جلد اول صلوٰۃ باب فرض الصلوٰۃ ص۴۹ تا ص۵۱۔ ۲ مسلم جلد اول۔ ایمان باب کون ہذہ الامۃ شطر اھل الجنۃ ص۱۱۴ ترمذی جلد ثانی۔ صفۃ الجنۃ۔ باب کم صف اہل الجنۃ ص۸۲ ترمذی تفسیر سورہ حج ص۱۴۶ ابن ماجہ باب صفۃ امۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۳۲۶

حدیث ۲۴۳ فرض اللہ الصلوٰۃ حین فرضہا رکعتین رکعتین

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ فَرَضَ اللّٰہُ

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اللہ عزوجل نے جب نماز فرض کی

تشریحات ۲۴۳

مناسبت ——— حدیث اسراء سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نماز پانچ وقت فرض ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اب جو رکعتوں کی تعداد ہے وہی تعداد اسراء میں بھی تھی یا کم و بیش تھی۔ امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کرکے بتادیا کہ اسراء میں تمام نمازیں صرف دو دو رکعت تھیں جو اضافہ ہے وہ بعد کا ہے۔ البتہ بروایت مشہور مغرب پہلے بھی تین رکعت تھی اب بھی ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ مغرب بھی پہلے دو ہی رکعت تھی۔ بعد میں ایک رکعت کا اضافہ ہوا۔ مگر راجح وہی ہے کہ مغرب ابتدا ہی سے تین رکعت ہے۔ سنن بیہقی میں ہے۔ کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا۔ ابتداء میں نماز دو دو رکعت تھی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور اطمینان ہوگیا تو مغرب کے علاوہ اور نمازوں میں دو رکعت کا اضافہ فرمایا مغرب میں اس لیے نہیں اضافہ فرمایا کہ یہ دن کی نماز کا وتر ہے۔ اسی طرح مسند امام احمد میں بھی ہے۔ ام المومنین نے فرمایا مغرب کے علاوہ بقیہ نمازوں میں اضافہ ہوا یہ شروع ہی سے تین ہے۔ یہ اضافہ ہجرت کے کم و بیش ایک سال کے بعد ہوا۔

احناف اور ائمہ ثلثہ کے مابین اس سلسلے میں یہ اختلاف ہے کہ سفر میں دو رکعت پڑھنی عزیمت ہے یا رخصت۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ مسافر کو دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کوئی چار پڑھے تو چاروں فرض ہونگی یا دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ یہ عزیمت ہے۔ اس لیے مسافر کو چار رکعت فرض پڑھنا جائز نہیں۔ اگر پڑھے گا تو فرض دو ہی رکعت ہوں گی اور بقیہ دو نفل۔ احناف کی دلیل یہ حدیث زیر بحث ہے۔ اس طرح کہ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ فرض دو دو رکعتیں ہوئی تھیں۔ سفر میں یہی باقی رکھی گئیں۔ حضر میں دو کا اضافہ ہوا۔ تو ثابت کہ سفر میں فرض دو ہی رکعت ہے۔ اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہماری مستدل ہیں۔ مسلم[1]، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس

---

[1] جلد اول۔ صلوٰۃ المسافرین باب فرضت الصلوٰۃ رکعتین ص ۲۴۱ نسائی جلد اول صلوٰۃ باب کیف فرضت الصلوٰۃ ص ۵۹ نسائی جلد اول صلوٰۃ کتاب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر ص ۲۱۱ ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ باب تقصیر الصلوٰۃ ص ۷۶۔

الصَّلٰوۃَ حِیْنَ فَرَضَھَا رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَاُقِرَّتْ

نماز	جب	فرض کیں	دو دو رکعتیں	سفر اور حضر	دونوں میں	فرض کیں	سفر کی نماز	(دو رکعت) باقی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

فرض اللہ الصلوۃ علی لسان نبیکم فی الحضر اربع رکعات وفی السفر رکعتین

اللہ عزوجل نے تمہارے نبی کی زبان پر، حضر میں چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعتیں فرض فرمائی ہیں۔

یہی حدیث طبرانی نے ان الفاظ میں روایت کی ہے۔

افترض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکعتین فی السفر کما افترض فی الحضر اربعا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں دو رکعتیں فرض فرمائیں جیسے حضر میں، چار فرض فرمائیں۔

نیز نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ انھوں نے فرمایا۔

صلوۃ السفر رکعتان وصلوۃ الاضحی رکعتان وصلوۃ الفطر رکعتان وصلوۃ الجمعۃ رکعتان تمام غیر قصر علی لسان نبیکم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سفر میں نماز دو رکعت ہے بقر عید کی نماز دو رکعت ہے عید الفطر کی نماز دو رکعت ہے جمعہ کی نماز دو رکعت ہے کامل ناقص نہیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر۔

ائمہ ثلثہ امام مالک امام شافعی امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں جو یعلی بن مرہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ مجھے تعجب ہے کہ لوگ آج بھی نماز میں قصر کرتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل نے یہ فرمایا ہے۔

"تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ کافر کہیں ایذا نہ دیں"

یہ اندیشہ آج نہیں رہا۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ مجھے بھی اس پر تعجب ہوا تھا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا۔

صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقتہ

اللہ عزوجل کا عطیہ ہے جو اس نے تم کو دیا اسے قبول کرو۔

المعجم جلد رابع ص۹۵ جلد اول عیدین باب عدد صلاۃ العیدین ص۱۳۳ اقامۃ الصلوۃ باب تقصیر الصلوۃ فی السفر ص۷۶ مسلم جلد اول صلوۃ المسافرین
ابن ماجہ جلد الصلوۃ رکعتین ص۱۳۳ ابو داؤد جلد اول صلوۃ باب صلوۃ السفر ص۱۷۱ ابن ماجہ اقامۃ الصلوۃ باب تقصیر الصلوۃ فی
السفر ... جلد ثانی تفسیر باب سورۃ النساء ص۱۲۳ نسائی جلد اول کتاب تقصیر الصلوۃ فی السفر ص۲۱۱

صَلٰوۃُ السَّفَرِ وَزِیْدَ فِیْ صَلٰوۃِ الْحَضَرِ
رکھی گئی اور حضر کی نماز میں زیادتی کردی گئی۔

ت (۸۱) وَیُذْکَرُ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

نیز حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں قصر بھی کرتے تھے اور
یقصر فی الصلوۃ ویتم ویفطر ویصوم۔ ؎ — پوری بھی پڑھتے تھے اور روزہ چھوڑتے بھی تھے اور رکھتے بھی تھے۔ (بحوالہ دارقطنی)

ہمارا جواب پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ "اقبلوا صدقتہ" فرمایا۔ اللہ کا عطیہ قبول کرو۔ یہ صیغہ امر ہے۔ اور امر وجوب کیلئے ہے۔ اب بندے کو یہ اختیار نہ رہا کہ اسے قبول کرے یا نہ کرے بلکہ بندے پر واجب ہے کہ اسے ضرور قبول کرے۔ اس لئے اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ سفر میں قصر واجب ہے یہ حدیث ہماری دلیل ہے نہ کہ ان حضرات کی۔

حضرت عائشہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کے معارض بخاری اور مسلم وغیرہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد ہے۔ انھوں نے فرمایا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں رہا۔ اور حضرت ابوبکر کے ساتھ حضرت عمر کے ساتھ حضرت عثمان کے ساتھ بھی رہا مگر کسی نے دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا۔ ؎

تشریحات ت (۸۱)

توضیح باب یہاں باب کے پانچ عنوان ہیں۔ پہلا اور دوسرا عنوان یہ ہے۔ وجوب الصلوۃ فی الثیاب

ع۔ بخاری جلد اول صلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ ص۵۳ بخاری ایضاً تقصیر الصلوۃ باب یقصر اذا خرج من موضعہ ص۱۴۸ بخاری ایضاً بیان الکعبہ باب بلا عنوان ص۵۴۰ مسلم جلد اول صلوۃ المسافرین باب فرضت الصلوۃ رکعتین ص۲۴۱ ابوداؤد جلد اول صلوۃ باب صلوۃ المسافر ص۱۶۹ نسائی جلد اول صلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ ص۴۹ موطا امام مالک صلوۃ باب قصر الصلوۃ فی السفر ص۵۹ دارمی صلوۃ ۔ ص۱۷۹ ؎ مغنی جلد رابع ص۲۴ بحوالہ دارقطنی۔ ؎ بخاری جلد اول تقصیر الصلوۃ باب ماجاء فی التقصیر ص۱۴۷ مسلم جلد اول صلوۃ المسافرین باب فرضت الصلوۃ رکعتین ص۲۴۲ ترمذی جلد اول سفر باب التقصیر فی السفر ص۷۱ نسائی جلد اول کتاب تقصیر الصلوۃ ص۲۱۱ ابن ماجہ اقامۃ الصلوۃ باب تقصیر الصلوۃ فی السفر ص۷۶۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَزُرُّهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ ۔ وَفِي
کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وقول اللہ عزوجل، خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ کپڑوں میں نماز کے واجب ہونے اور اللہ عزوجل کے اس قول کا بیان۔ اے بنی آدم جب مسجد میں جاؤ تو اپنی زینت لو۔ یعنی کپڑے پہن لیا کرو یہ دونوں عنوان ایک ہی ہیں۔ یہ اس آیت کریمہ کے شان نزول کی جانب اشارہ ہے جیسا کہ مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

(زمانہ جاہلیت میں) عورت ننگی ہو کر طواف کرتی اور کہتی مجھے کوئی طواف کا کپڑا دے۔ اگر کوئی دیدیتا تو اسے اپنی شرمگاہ پر ڈال لیتی۔ (اور کہتی) آج کچھ یا کل کھلا ہے اور جو کھلا ہے۔ اسے کسی کے لیے حلال نہیں کرتی تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ لے

اس سے ظاہر ہوگیا کہ اس آیت میں زینت سے مراد، ستر عورت ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں زینت سے مراد، ستر عورت ہے۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نماز میں فرض ہے یا سنت۔ ہمارا اور امام شافعی اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ ستر عورت نماز میں بھی فرض ہے۔ البتہ امام مالک کے نزدیک نماز میں سنت ہے۔ اختلاف کا اثر یہ ہوگا کہ اگر کوئی گھر کے اندر تنہائی میں بغیر ستر عورت نماز پڑھے گا تو ہمارے اور جمہور کے نزدیک نماز نہ ہوگی۔ اور امام مالک کے یہاں ہو جائے گی اگرچہ کراہت کے ساتھ۔

تکمیل تعلیق ⑧١ پوری یہ ہے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں شکار کرتا ہوں تو کیا صرف کرتا پہنے پہنے نماز پڑھ لوں۔ فرمایا پڑھ لے۔ اور اس میں گھنڈی لگالے اگرچہ ایک کانٹے ہی سے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے تعلیقاً صیغہ تمریض یعنی یذکر۔ سے ذکر کرنے کی وجہ خود ہی ظاہر فرمادی کہ۔ اس کی اسناد میں نظر ہے۔ نظر یہ ہے۔ کہ اس حدیث کی ایک سند تو یہ ہے۔ عن موسى بن ابراهيم عن سلمة بن الاكوع۔ دوسری سند خود امام بخاری نے بطریق عطاف یہ ذکر کی۔ حدثنا موسى بن ابراهيم قال حدثنا سلمة۔ اس میں یہ تصریح ہے کہ موسیٰ بن ابراہیم نے حضرت سلمہ سے خود براہ راست سنا ہے۔ اب یہاں یا تو اسماعیل بن ابی ادریس کی سند میں ایک راوی کا اضافہ، وہم ہے۔ یا عطاف کی سند میں تحدیث کی تصریح

لے ابوداؤد جلد اول صلوۃ باب الرجل یصلی فی قمیص واحد ۹۳ ، نسائی جلد اول صلوۃ باب الصلوۃ فی قمیص واحد ص۱۲۳ جلد ثانی تفسیر ص۴۲۲

اِسْنَادِہٖ نَظَرٌ

اس میں گھنڈی لگائے اگرچہ ایک ہی کانٹے سے۔

ت (۸۲) وَ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا یَطُوْفَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا۔ کوئی برہنہ ہو کر،

وہم ہے۔ ایک الجھن یہ بھی ہے کہ امام طحاوی نے بطریق دراوردی ہی جو سند ذکر کی اس میں۔ موسی بن محمد بن ابراہیم۔ ہے اس نام سے دو راوی مشہور ہیں۔ ایک تیمی۔ دوسرے مخزومی تیمی کا، سلسلۂ نسب یہ ہے۔ موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث۔ اور مخزومی کا یہ ہے۔ موسیٰ بن ابراہیم ابن عبد الرحمٰن ابن ابی ربیعہ۔ شہرت دونوں کی ہے موسیٰ بن ابراہیم۔ ہی سے ہے۔ تیمی اپنے دادا کی طرف اور مخزومی اپنے باپ کی طرف منسوب ہیں موسی بن محمد بن ابراہیم یقیناً تیمی ہیں۔ امام بخاری اور ابن حبان نے بطریق دراوردی ہی۔ موسیٰ بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن ابی ربیعہ کہا جس سے متعین ہو رہا ہے کہ یہ مخزومی ہیں اور امام طحاوی کی سند سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ تیمی ہیں۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ موسیٰ بن ابراہیم تیمی اور مخزومی دونوں نے حضرت سلمہ سے یہ حدیث اخذ کی ہے اور دراوردی نے دونوں سے روایت کیا۔ امام طحاوی کی روایت کو شاذ کہنا غلط ہے۔ اس لئے کہ امام طحاوی ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔

چوتھا عنوان یہ ہے۔ ومن صلی فی الثوب الذی یجامع فیہ مالم یر فیہ اذی۔ اور جو اس کپڑے میں نماز پڑھے جسمیں جماع کیا گیا اگر اس میں نجاست نہ دیکھے۔ یہ [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انھوں نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کپڑے میں نماز پڑھتے تھے جس میں جماع کرتے انھوں نے کہا اگر اس میں ناپاکی نہ دیکھتے تو اس میں نماز پڑھتے[1]

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ منی ناپاک ہے اور دوسرے یہ جب معلوم ہو کہ کپڑا پاک ہے تو جب تک یہ ظن غالب نہ ہو جائے کہ اس میں نجاست لگ گئی ہے وہ پاک ہے۔ باب کے اس عنوان سے ظاہر ہوا کہ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس زمانے کے غیر مقلدین اور حقیقت میں امام بخاری کے مقلدین ذرا اس جگہ دیکھ لیں۔

---

[1] ابو داؤد جلد اول طہارت باب الصلوٰۃ فی الثوب الذی یصیب اھلہ فیہ ص۔ نسائی جلد اول طہارت باب المنی یصیب الثوب ص۔ ابن ماجہ طہارت باب الصلوٰۃ فی الثوب الذی یجامع فیہ ص۔

	بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ	
	بیت اللہ کا طواف ننگا کرے	

حدیث - صلی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ازار قد عقدہ من قبل قفاہ (۲۴۴)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلَّى جَابِرٌ فِي إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ

محمد بن منکدر نے کہا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے ایک تہبند میں اس طرح نماز پڑھی کہ اسے گدی پر باندھ

قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهُ مَوْضُوعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ تُصَلِّي

لیا تھا۔ حالانکہ ان کے کپڑے مشجب پر رکھے ہوتے۔ اس پر کسی نے ان سے کہا آپ صرف ایک تہبند میں نماز پڑھتے

فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ فَقَالَ إِنَّمَا صَنَعْتُ ذَالِكَ لِيَرَانِي أَحْمَقُ مِثْلُكَ۔

ہیں۔ تو فرمایا۔ میں نے یہ اس لیے کیا ہے کہ تمہارے جیسا احمق دیکھے۔

تشریح :- یہ عنوان بھی ایک حدیث کا جزء ہے جسے خود امام بخاری نے اس کے بعد والے آٹھویں باب میں سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حج میں اعلان کرنے والوں کے ساتھ مجھے منیٰ میں بھیجا کہ یہ اعلان کر دیں اس سال کے بعد، کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا اور نہ کوئی ننگا طواف کر سکتا ہے۔[1]

اس حج سے مراد اسلام کا پہلا حج ہے جو ۹ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں ہوا تھا۔

تشریحات (۲۴۴) (۲۴۵)

مشجب کا ترجمہ کسی نے کھونٹی کیا ہے۔ کسی نے تپائی۔ کسی نے اسٹینڈ۔ مگر یہ سب غلط۔ اردو میں اس کے لیے کوئی لفظ نہیں۔ فتح الباری اور عینی میں اس کے معنیٰ یہ لکھے ہیں۔ تین لکڑیوں کے سرے ملا کر کھڑی کر دیتے تھے

---

[1] بخاری جلد اول صلوۃ باب مایستر من العورۃ ص۵۳

وَاَيُّنَا كَانَ لَهٗ ثَوْبَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے تھے

حدیث ۲۴۵ ایضاً

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَاَيْتُ جَابِرًا يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَ

محمد بن منکدر نے کہا میں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھ

قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ ؏

رہے ہیں۔ اور کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

اور نیچے پھیلائے رکھتے۔ اسے مشجب کہتے۔ یہ کپڑا رکھنے کے کام میں آتا تھا۔

وثیابہ موضوعۃ کپڑا رہتے ہوئے صرف ایک کپڑے میں نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ اور حضرت جابر کا یہ عمل بیان جواز کے لئے ہے۔ حدیث سے ظاہر ہے کہ عہد رسالت میں لوگوں کے پاس کپڑے بہت کم تھے اس لئے صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھتے تھے۔

فقال قائل یہ کہنے والے "عبادہ بن الولید بن عبادہ بن صامت تھے۔ جیسا کہ مسلم میں حضرت جابر کی حدیث طویل میں تصریح ہے۔

مطابقت یہاں باب یہ ہے۔ عقد الازار علی القفا فی الصلوٰۃ۔ نماز کی حالت میں تہبند کو "گدی" پر باندھنا۔

دوسری حدیث کو باب سے تعلق نہیں۔ امام بخاری اس حدیث کو اثبات باب کے لئے لائے ہی نہیں کہ مطابقت تلاش کی جائے اس کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ پہلی والی حدیث کا مرفوع ہونا صریح نہیں۔ اور یہ صراحۃً مرفوع ہے۔ یہ حدیث لا کر پہلی والی حدیث کے رفع کو موکد کر دیا۔ مگر ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے لئے یہ لازم نہیں کہ اسے گدی پر باندھ کر پڑھیں۔ ہو سکتا ہے کہ اسے گدی پر باندھے بغیر لپیٹ کر نماز پڑھیں۔ مگر سائل کو حیرت اس

؏ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب عقد الازار علی القفا فی الصلوٰۃ ص۵۱۔ ؏ ایضاً۔

فہرست مضامین

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلد دوئم)

(۸۳) قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ اَلْمُلْتَحِفُ الْمُتَوَشِّحُ۔ وَهُوَ

امام زہری نے اپنی حدیث میں کہا۔ ملتحف۔ متوشح، ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو کپڑے کے دونوں

الْمُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ وَهُوَ الْاِشْتِمَالُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ۔

کنارے ان کے مخالف کندھوں پر ڈالے اور یہی کندھوں پر لپیٹنا بھی ہے۔

پر نہیں تھی کہ گدی پر کیوں باندھا ایک کپڑے میں نماز پڑھنے پر تھی۔ اس کا جواب ہوگیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے۔

تشریحات (۸۳)

مُلْتَحِفٌ۔ مِلْحَفٌ۔ مِلْحَفَةٌ سے اسم فاعل ہے۔ ملحف اور ملحفہ چادر یا اوپر کے لباس کو کہتے ہیں۔ التحاف کے لغوی معنی چادر کو پورے جسم پر لپیٹنے کے ہیں۔ المتوشح۔ توشح کا اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں کپڑے کو بغل کے نیچے سے نکال کر کاندھے پر ڈالنا اشتمال کے معنی لپیٹنے کے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ چادر کے داہنے کنارے کو بائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال کر اور بائیں کنارے کو داہنی بغل سے نکال کر داہنے کندھے پر ڈال کر سینے پر لاکر باندھنا۔ اور اگر کپڑا بڑا ہو تو اسے بغیر باندھے چھوڑ دینا۔

تکمیل ۔ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ اور طحاوی میں پوری یوں ہے۔ محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے اپنی اس حدیث میں جو التحاف کے بارے میں عن سالم عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کیا ہے یہ کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ چادر میں لپٹ کر نماز پڑھ رہا ہے تو اس سے کہا۔ تم لوگ چادر لپیٹ کر نماز نہ پڑھو۔ اور یہودیوں سے مشابہت نہ کرو۔ اگر کسی کے پاس ایک سے زائد کپڑا نہ ہو تو اس کا تہبند بنالے۔ اسی کے مثل مسند امام احمد میں بھی امام زہری سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

---

۱ نزہۃ القاری جلد ثانی، ص۱۰۰۔ شیخ الاسلام جلد ثانی ص۳۶۲۔
۲ طحاوی جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۲۳۱۔

حدیث:۔ رایت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یصلّی فی ثوب واحد (۲۳۶)

عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ

عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُشْتَمِلاً

ام سلمہ کے گھر میں ایک کپڑے میں لپٹ کر نماز پڑھتے دیکھا۔ اس کے

تشریحات (۲۳۶)

ابھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث بطریق ابن شہاب گذری ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک چادر میں لپٹ کر، نماز پڑھنی ممنوع ہے۔ اس کا ایک محمل تو وہی ہے کہ جب دو کپڑے ہوں۔ اور دوسرا محمل یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس دو کپڑے نہ ہوں تو صرف ایک کپڑے کو اس طرح لپیٹ کر نماز مکروہ ہے جیسے یہود لپیٹتے تھے۔ بلکہ چاہئے کہ اسے ٹانک لے۔ اس کی تائید ابن عمر ہی کی دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ انھوں نے نافع کو دو کپڑے عطا فرمائے پھر دیکھا کہ وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہیں اور اسے لپیٹے ہوئے ہیں۔ ان سے ابن عمر نے فرمایا۔ اگر تم گھر کے باہر کسی کام سے جاؤ گے تو دونوں کو پہنو گے یا نہیں۔ نافع نے عرض کیا دونوں کو پہنوں گا۔ تو فرمایا اللہ کے حضور زیب وزینت زیادہ ضروری ہے۔ یا لوگوں کے سامنے۔ نافع نے عرض کیا۔ اللہ کی بارگاہ میں زیب و زینت زیادہ لائق ہے اب حضرت ابن عمر نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہودیوں کیطرح کپڑا لپیٹ کر نماز نہ پڑھو جس کے پاس دو کپڑے

عه. بخاری جلد اول	صلوٰۃ	باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ملتحفا بہ	ص۵۲
مسلم جلد اول	"	باب الصلوٰۃ فی ثوب واحد	ص۱۹۸
ترمذی	"	باب فی الصلوٰۃ فی الثوب الواحد	ص۴۵
ابن ماجہ	"	باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد	ص۴۳، مسند امام احمد

بِهٖ فِىْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ ؏

کناروں کو اپنے کندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔

حدیث ۔ لا یصلی احدکم فی الثوب الواحد الخ (۲۴۷)

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّىْ اَحَدُكُمْ فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقِهٖ شَىْءٌ ؏

تم لوگ ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھو کہ کاندھے پر کپڑے کا کچھ حصہ نہ ہو۔

حدیث (۲۴۸)

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُهٗ اَوْ كُنْتُ سَاَلْتُهٗ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ

عکرمہ نے کہا میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ فرمارہے تھے۔

ہوں تو ایک کا تہبند بنائے اور ایک کو اوڑھ لے اور اگر ایک ہی کپڑا ہو تو اس کا تہبند بنا کر نماز پڑھے ؎

تشریحات (۲۴۷) (۲۴۸)

یہاں باب کا عنوان یہ ہے۔ جب ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کا کچھ حصہ اپنے کاندھے پر ڈال لے۔ پہلی حدیث کو باب سے صراحۃً مطابقت ہے اور دوسری کو لزوماً۔ اس طرح کہ کپڑے کے دونوں

؎ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۵۲۔ ؏ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب اذا صلے فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقیہ ؏ مسلم جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۱۹۸۔ ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب جماع الثوب ما یصلی فیہ ص۹۲۔ نسائی جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۱۲۵۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۷۳۔ مسند امام احمد

يَا جَابِرُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِحَاجَتِيْ فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ مَا هٰذَا الْاِشْتِمَالُ الَّذِيْ رَاَيْتُ

جب حضور نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا اے جابر رات میں آنے کی وجہ کیا ہے میں نے اپنی ضرورت عرض کی جب میں ضرورت

قُلْتُ كَانَ ثَوْبًا قَالَ فَاِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهٖ وَاِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهٖ[1]

عرض کر چکا تو فرمایا یہ جو میں نے دیکھا کپڑے میں لپٹنا کیوں ہے میں نے عرض کیا کپڑا ایک ہی تھا۔ تو فرمایا اگر کپڑا چوڑا ہو تو اسے لپیٹا کرو اور تنگ ہو تو تہبند بنالو

حدیث ۔ يصلون عاقدي ازرهم على اعناقهم (۲۵۰)

عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ لوگ بچوں کی طرح

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِيْ اُزُرِهِمْ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ

اپنے تہبند گردنوں پر باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ عورتوں سے کہا جاتا اپنے

میں مدینہ طیبہ سے چار منزل کے فاصلے پر ہے۔ یہ غزوہ ۲ھ میں ہوا تھا۔ ہجرت کے تیرہ مہینہ بعد ربیع الاول یا ربیع الآخر میں۔

ماھذا الاشتمال اس سے مراد اشتمال الصما ہے یعنی کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ باہر نہ ہو اس طرح نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کسی کے پاس صرف ایک ہی کپڑا چادر تہبند کی قسم سے ہو تو اگر وہ اتنا لمبا چوڑا ہے کہ اسے اس طرح اوڑھا جا سکتا ہے کہ پورا بدن مع "عورت" کے چھپ جائے تو اسے اوڑھ لے اور اگر چھوٹا ہے تو تہبند باندھ لے تاکہ ستر عورت ہو جائے۔

تشریحات (۲۵۰)

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ جہاں تک ممکن ہو، عورت کے علاوہ اور جسم کو بھی چھپائے۔ دوسرا یہ کہ اگر

---

[1] بخاری جلد اول صلوٰۃ باب اذا کان الثوب ضیقا ص۵۲۔ مسلم جلد ثانی زہد حدیث جابر الطویل ص۴۱۷۔ ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب اذا کان الثوب ضیقا ص۹۳۔ مسند امام احمد۔ [2] زرقانی علی المواہب جلد اول ص۳۹۳

وَيُقَالُ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا۔

سروں کو اس وقت تک نہ اٹھاؤ جب تک مرد سیدھے بیٹھ نہ جائیں۔

ت (۸۴) وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الثِّيَابِ يَنْسِجُهَا الْمَجُوسُ لَمْ يَرَ بِهَا بَاسًا

امام حسن بصری نے فرمایا مجوس جو کپڑے بنتے ہیں ان کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔

ت (۸۵) وَقَالَ مَعْمَرٌ رَأَيْتُ الزُّهْرِيَّ يَلْبَسُ مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صُبِغَ بِالْبَوْلِ

اور معمر نے کہا میں نے امام زہری کو دیکھا کہ وہ یمن کے وہ کپڑے پہنتے تھے جو پیشاب سے رنگے جاتے تھے

مصلی نے عورت، چھپالی ہے۔ مگر پھر بھی اس پر کسی دوسرے کی نظر پڑ جائے تو نماز میں کوئی خلل نہیں پڑیگا۔

یقال للنساء فتح الباری میں جو نسخہ ہے اس میں یقال کے بجائے قال ہے اس سے ظاہر ہو گیا کہ بعد والا جملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ وکیع کی روایت میں ہے۔ فقال قائل یا معشر النساء کسی کہنے والے نے کہا۔ اے عورتوں کی گروہ۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے۔ کہ ہو سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ہو۔ اس نے یہ اعلان کیا ہو۔ علامہ ابن حجر کا اندازہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے۔ یہ حضرت بلال ہوں

تشریح (۸۴) نعیم بن حماد نے سند متصل کے ساتھ ان الفاظ میں روایت کیا

لا باس بالصلوۃ فی الثوب الذی ینسجہ المجوس قبل ان یغسل۔ جس کپڑے کو مجوسی بنیں انھیں دھونے سے پہلے ان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

لم یرہا میں دونوں روایت ہے۔ معروف بھی اور مجہول بھی۔ معروف کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت امام حسن اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے اور مجہول کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے زمانے میں کوئی حرج نہیں جانا جاتا تھا۔ یعنی اس عہد کے فقہاء اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

تشریح (۸۵) امام زہری کا یہ فعل اس پر محمول ہے کہ اسے دھو کر پہنتے تھے یا یہ کہ یہ پیشاب حلال جانوروں کا ہوتا تھا۔ حلال جانوروں کا پیشاب انکے نزدیک پاک ہے۔

عہ بخاری جلد اول صلوۃ باب اذا کان الثوب ضیقا ص۵۲ بخاری جلد اول۔ اذان۔ باب عقد الثیاب وشدہا ص۱۱۳ مسلم جلد اول صلوۃ باب امر النساء ان لا یرفعن رؤسہن حتی یرفع الرجال ص۱۸۲ ابو داؤد جلد اول صلوۃ باب الرجل یعقد الثوب فی قفاہ ص۹۲ نسائی جلد اول صلوۃ باب الصلوۃ فی قمیص واحد ص۱۲۳ مسند امام احمد عہ مصنف عبد الرزاق

ت (۸۶) وَصَلَّى عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فِي ثَوْبٍ غَيْرِ مَقْصُورٍ للع

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ نے بغیر دھلے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھی۔

تشریح (۸۶) مراد یہ ہے کہ نیا کپڑا بغیر دھوئے پہنتے تھے۔

مطابقت امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا ہے۔ جبہ شامیہ میں نماز کا بیان۔ اس سے مراد یہ ہے کہ غیر مسلموں کے تیار کئے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ جبہ شامیہ اگرچہ مذکور ہے مگر جبے کی تخصیص ہے نہ شامی کی۔ شام اس عہد میں دار الحرب تھا اس لئے بطور لزوم ثابت کہ ہر کافر کے تیار کئے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنی جائز ہے۔ اب امام حسن بصری کا ارشاد باب کے مطابق ہو گیا۔ رہ گئے حضرت زہری اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے اثر ان کو باب سے مطابقت نہیں۔ یہ دونوں اثر ضمناً استطراداً ذکر فرما دیے۔ وہ بھی اس بنا پر کہ ان دونوں کو اس سے یک گونہ مناسبت ہے۔ وہ یہ کہ حضرت حسن کے اثر سے ثابت ہوا کہ کپڑوں میں اصل طہارت ہے۔ اور یہی ان دونوں اثر کا بھی مفاد ہے۔

مسائل ان تعلیقات سے یہ ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں طہارت ہے۔ جب تک دلیل سے نجس ہونا ثابت نہ ہو اسے پاک ہی مانا جائے گا۔ دلیل دو ہے۔ ایک اپنا مشاہدہ۔ دوسرے عادل ثقہ کی خبر۔ بغیر اس کے کسی چیز کو ناپاک کہنا شریعت پر زیادتی ہے۔

کفار کے تیار کئے ہوئے اور استعمال کردہ کپڑوں کے بارے میں ائمہ کے مابین اختلاف ہے ہمارا اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب تک نجاست کا ثبوت شرعی نہ ملے ان کا پہننا بھی جائز اور ان میں نماز بھی بلا کراہت درست۔ امام مالک نے فرمایا کہ انھیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ، واجب الاعادہ ہے۔

مولانا انور شاہ کا اجتہاد امام بخاری نے جو باب یہاں منعقد کیا ہے۔ اس پر فیض الباری میں ہے اس باب سے یہ ظاہر ہے کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غیر عرب کے وضع کے کپڑے میں نماز جائز ہے۔ افسوس ہے کہ ان کی نظر اس طرف نہیں گئی کہ اس عہد میں غیر عرب کفار تھے۔ اور کفار کی وضع کے کپڑے پہننا بحکم حدیث ممنوع۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم وزی الاعاجم۔ عجمیوں کی وضع سے بچو! اور فرمایا۔ من تشبہ بقوم فھو منھم۔ جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ انھیں میں سے ہے۔ اس لئے امام بخاری سے یہ مستبعد ہے کہ وہ کفار

حدیث - فما رُأی بعد ذالك عریانًا (۲۵۱)

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ یُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْکَعْبَةِ وَعَلَیْهِ

علیہ وسلم، مکہ والوں کے ساتھ کعبے کے لئے پتھر ڈھوتے تھے اور حضور صرف تہبند پہنے تھے۔

کی وضع کے کپڑوں کو جائز کہدیں گے اور ان میں نماز کی اجازت دیدیں گے۔ یہاں کشمیری صاحب کو دھوکا لگا۔ جبہ شامیہ شام میں بنتا تھا مگر اہل عرب میں بکثرت رائج تھا۔ اس لئے وہ کفار کی وضع نہ تھا۔

تشریحات (۲۵۱)

اس میں علمائے سیر کا اختلاف ہے کہ یہ کب کا واقعہ ہے۔ ابن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ اس وقت عمر مبارک پینتیس سال کی تھی محمد بن جبیر اور مجاہد کا قول ہے کہ پچیس سال تھی موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں اسی کو اختیار کیا۔ ایک قول ہے کہ پندرہ سال تھی۔ زیادہ مشہور قول اول ہے۔

ہوا یہ کہ کعبے میں ایک عورت دھونی دے رہی تھی چنگاری اڑ کر کعبے کے کپڑوں پر جا پڑی جس سے کعبہ جل گیا۔ جلنے سے دیواریں کمزور ہو گئیں پھر سیلاب سے اور زیادہ خستہ ہو گئیں۔ اسی اثنا میں چوری بھی ہو گئی۔ کعبے کی غزال زریں اور نذرانے کی کعبہ میں جمع شدہ رقوم کوئی چرا لے گیا۔ تو قریش نے نئی عمارت بنائی۔

راجح اور مختار یہی ہے کہ انبیاء کرام خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل بعثت بھی ہر قسم کے گناہ سے معصوم ہیں خواہ وہ صغائر ہوں خواہ کبائر۔ جیسا کہ شفا اور اس کی شروح وغیرہ میں مفصل مذکور ہے۔

اب یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ ستر عورت معصیت ہے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے تہبند کاندھے پر رکھ لیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت وحی نہیں آتی تھی اس لئے اس وقت نہ اصول کی تشریع تھی نہ فروع کی۔ حلال کی نہ حرام کی۔ اس لئے اسے معصیت نہیں کہہ سکتے۔ شفا اور اس کی حضرت ملا علی کی شرح میں ہے۔

والصحیح ان شاء اللّٰه تنزیههم من کل — صحیح یہ ہے کہ انبیاء کرام ہر عیب سابق اور لاحق سے منزہ ہیں

إِزَارَهُ، فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ يَا ابْنَ أَخِي لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَ
حضور سے حضرت عباس حضور کے چچا نے کہا اے بھتیجے کاش کہ تم تہبند کھول کر پتھر کے نیچے کاندھے
عَلَى مَنْكِبَيْكَ دُونَ الْحِجَارَةِ قَالَ فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ فَسَقَطَ مَغْشِيًّا
پر رکھ لیتے۔ راوی نے کہا حضور نے تہبند کھول کر اپنے کاندھے پر رکھ لیا۔ حضور فوراً بیہوش ہو کر
عَلَيْهِ فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ عُرْيَانًا ؎
گر پڑے۔ اس کے بعد کبھی ننگے نہیں دیکھے گئے۔

عیب ای سابق ولاحق وعصمتهم من كل مايوجب الريب فكيف والمسئلة تصورها كالمستنع فان المعاصى كالكبائر والنواهى كالصغائر انما يكون بعد تقرير الشرع ؎

اور ہر اس چیز سے جس میں اللہ عزوجل کی نافرمانی کا شبہ ہو معصوم ہیں کیسے نہیں ہوں گے حالانکہ اس کا تصور محال کے مثل ہے اس لئے کہ گناہ کا حکم تقریر شریعت کے بعد ہی ہوگا خواہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔

یہ ضرور ہے کہ حضور کی شان ارفع واعلیٰ کے منافی ہے۔ اسی لئے من جانب اللہ فوراً بلا تاخیر غشی طاری ہوگئی جس سے تنبہ ہوگیا۔ علامہ عینی لکھتے ہیں۔ کہ اللہ عزوجل نے حضور کو شروع ہی میں اعلیٰ اخلاق کامل حیاء رکھی تھی۔ کنواری پردہ نشین سے زیادہ حیاء فرماتے تھے۔ اسی لئے ستر کھلتے ہی بے ہوش ہوگئے۔ پھر اس کے بعد کبھی بے پردہ نہیں دیکھے گئے۔ ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا کوئی صورت ہوتی تو میں اپنے اندرونی کپڑوں سے بھی اپنی شرمگاہ چھپاتا ؎

مطابقت یہاں باب یہ ہے۔ برہنہ رہنے کی کراہت کا بیان نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ یہاں شبہ یہ ہے کہ یہ واقعہ ہے قبل نزول وحی کا۔ اور ابھی گذرا کہ اس وقت تقریر شریعت نہیں تھی پھر اس سے کسی حکم پر استدلال کیسے درست ہے۔ پھر اس حدیث کو باب سے کیا مطابقت ہے۔ جواب یہ ہے کہ مطابقت اس جملے سے ہے۔ مارئی بعد ذلک عریانا اس کے بعد کبھی برہنہ نہیں دیکھے گئے۔ یہ نزول وحی کے بعد کو بھی عام ہے اور حالت نماز وغیرہ حالت نماز دونوں کو

؎ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب کراهة التعرى ص۵۳۔ بخاری جلد اول مناسک باب قوله تعالیٰ واذ جعلنا البيت ص۲۱۵۔ بخاری جلد اول باب بنیان الکعبہ ص۵۴۰۔ مسلم جلد اول طہارت باب الاعتناء بحفظ العورة ص۱۵۴۔ مسند امام احمد۔ شرح شفاء للملا علی قاری جلد ثانی ص۲۶۵۔ عمدۃ القاری جلد رابع کتاب الصلوٰۃ ص۶۰

حدیث۔ اوکلکم یجد ثوبین (۲۵۲)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، قَالَ قَامَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ایک صاحب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَہٗ عَنِ الصَّلٰوۃِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ

میں کھڑے ہوئے اور ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا۔ تو فرمایا کیا تم میں

عام ہے۔

امام بخاری پر تطفل البتہ باب کے عنوان پر یہ شبہ رہ جاتا ہے کہ انھوں نے باب میں صرف کراہت فرمایا ہے۔ حالانکہ برہنہ ہونا حرام ہے صرف مکروہ نہیں اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے صرف مکروہ ہی نہیں ہوتی جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام بخاری کی مراد کراہیت سے، لغوی معنی ہے۔ یعنی ناپسند ہونا اور ناپسند ہونا حرام ومعصیت کو بھی عام ہے۔

تشریحات (۲۵۲)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس نے سوال کیا تھا اس کے بارے میں علامہ ابن حجر نے لکھا: ان کے نام سے واقف نہ ہو سکا۔ مگر قسطلانی میں ہے کہ امام سرخسی نے مبسوط میں فرمایا یہ حضرت ثوبان تھے۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کرنے والے کے بارے میں علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ ہو سکتا ہے یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ اس پر قرینہ یہ ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت اُبَیّ بن کعب میں اختلاف ہوا۔ حضرت اُبَیّ نے کہا ایک کپڑے میں نماز بلا کراہت درست ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا یہ اس وقت کی بات ہے جب کپڑوں کی کمی تھی۔ حضرت عمر نے سنا تو فرمایا بات وہی ہے جو اُبَیّ نے کہا وابن مسعود لم یقصر۔ ابن مسعود نے پوری بات کہی۔ اس پر علامہ عینی نے فرمایا اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ سائل حضرت ابن مسعود ہی ہوں ہو سکتا ہے کہ حضرت اُبَیّ ہوں

اقول ۔ حدیث کا سیاق اس کی دلیل ہے کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں۔ اس حدیث میں ہے کہ ثم سئل پھر ان صاحب نے حضرت عمر سے پوچھا۔ تو معلوم ہوا ان صاحب نے حضور سے پوچھا تھا انھوں نے ہی حضرت عمر سے بھی

فقال أوكلكم يجد ثوبين ثم سأل رجل عمر رضي الله تعالى

ہے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔ اس کے بعد اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

عنه فقال إذا وسع الله فأوسعوا جمع رجل عليه ثيابه صلى رجل

پوچھا تو انھوں نے فرمایا۔ جب اللہ وسعت دے تو تم بھی وسعت کرو۔ آدمی اپنے جسم پر چند کپڑے جمع کرے

پوچھا تھا۔ حدیث میں سوال کرنے کا ذکر ہے جس پر حضرت عمر نے وہ جواب دیا۔ اور مصنف عبدالرزاق میں سوال کا تذکرہ نہیں پھر دونوں حدیثوں میں حضرت عمر کے ارشادات علیحدہ علیحدہ ہیں اس حدیث میں مذکور ارشاد سے حضرت ابن مسعود کی تائید ہوتی ہے اور مصنف عبدالرزاق کی روایت میں تصریح ہے کہ حضرت اُبی کا قول صحیح ہے۔ اس لئے مصنف عبدالرزاق کی حدیث کو سامنے رکھ کر ان دونوں بزرگوں میں سے کسی کو سائل متعین کرنا بلا دلیل ہے۔ حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ بدرجہ مجبوری ایک کپڑے میں نماز بلا کراہت درست ہے اور اگر کسی کے پاس چند کپڑے ہوں تو کم از کم دو کپڑے نماز کیلئے ضرور استعمال کرے۔ بہتر تین ہیں۔ ایک عمامہ یا ٹوپی۔ دوسرے کرتا یا چادر ایسا لباس جس سے کمر کے اوپر کا حصہ چھپ جائے۔ تیسرے تہبند پائجامہ وغیرہ جس سے شرمگاہ اور کمر کے نیچے کا حصہ ڈھک جائے ابو داؤد میں ہے۔

نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان يصلي في لحاف ولا يتوشح به والاخران يصلي في سراويل وليس عليه رداء[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر میں لپٹے بغیر نماز پڑھنے سے اور صرف پائجامے میں بغیر چادر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

پائجامہ انبیاء کا لباس ہے

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عہد مبارک میں پائجامے پہنے جاتے تھے۔ پائجامہ بہت قدیمی لباس ہے جو حضرات انبیاء کرام پہنتے آئے ہیں۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ہمارے شیخ علامہ زین الدین عراقی نے مرفوعاً یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ سب سے پہلے پائجامہ ابراہیم علیہ السلام نے پہنا اسے ابو نعیم اصبہانی نے بھی روایت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے انھیں لباس پہنایا جائے گا جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے چونکہ انھوں نے اس لباس کو جو سب سے زیادہ عورت چھپانے والا ہے سب سے پہلے پہنا تو انھیں یہ انعام ملا۔[2]

---

[1] جلد اول صلوٰۃ باب من قال یتزر به اذا کان ضیقا
[2] عینی جلد ۱۰ کتاب اللباس باب السراویل ص ۳۰۶

فِی اِزَارٍ وَّرِدَاءٍ ، فِی اِزَارٍ وَّقَمِیصٍ ، فِی اِزَارٍ وَّقَبَاءٍ فِی سَرَاوِیلَ وَرِدَاءٍ

تہبند اور چادر ، تہبند اور کرتے تہبند اور قبا ، پاجامے اور چادر پاجامے اور کرتے پاجامے اور

فِی سَرَاوِیلَ وَقَمِیصٍ فِی سَرَاوِیلَ وَقَبَاءٍ فِی تُبَّانٍ وَّقَبَاءٍ فِی تُبَّانٍ

قبا ، جانگیہ اور قبا ، جانگیہ اور کرتے میں نماز پڑھے راوی نے کہا میں گمان کرتا

وَّقَمِیصٍ قَالَ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ فِی تُبَّانٍ وَّرِدَاءٍ ؏

ہوں کہ یہ بھی فرمایا جانگیے اور چادر میں ۔

ترمذی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے کلام فرمایا تھا تو وہ اون کا کمبل اون کی چھوٹی ٹوپی اون کا جبہ اون کا پائجامہ اور مرے ہوئے گدھے کی کھال کی نعلین پہنے ہوئے تھے ۔

حضور نے پائجامہ پہنا یا نہیں

ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پائجامہ پہنا یا نہیں ۔ اس بارے میں کوئی حدیث صریح نہیں ۔ ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث لائے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں ۔ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بازار گیا حضور بزازوں کے پاس بیٹھے چار درہم میں ایک پائجامہ خریدا ۔ یہ کہتے ہیں ۔ میں نے دریافت کیا یارسول اللہ آپ پائجامہ پہنیں گے ۔ فرمایا ہر اور سفر میں بھی پہنونگا اور حضر میں بھی رات میں بھی اور دن میں بھی ۔ اس لئے کہ مجھے ، عورت چھپانے کا حکم دیا گیا اور اس سے زیادہ ستر پوش کوئی لباس میں نے نہیں پایا ۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اسے موضوع بھی کہا ہے ۔ لیکن پائجامے کا خریدنا بروایت صحیح دو صحابہ کی حدیث سے ثابت ہے ۔ ایک حضرت سوید بن قیس کی حدیث سے دوسرے حضرت ابو صفوان بن عمیر کی حدیث سے ۔ حضرت سوید بن قیس کہتے ہیں کہ ہجر سے میں اور مخرفہ نے میں کپڑا لائے ۔ منیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو حضور نے ایک پائجامہ خریدا[۲] حضرت ابو صفوان نے کہا کہ ہجرت سے پہلے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پائجامہ بیچا تو مجھے قیمت

؏ بخاری جلد اول ، صلوٰۃ ۔ باب الصلوٰۃ فی القمیص والسراویل والتبان والقباء ص۵۲ ۔ لے ترمذی جلد اول لباس ماجاء فی لبس الصوف ص۲۰۶
۲ مسند ابی علی النسائی بحوالہ حاشیہ ابوداؤد للسیوطی ص۲۲ ۔ ۳ ابوداؤد ۔ ثانی بیوع ۔ باب الرجحان فی الوزن ص۲۳ ۔ ترمذی ۔ اول بیوع ۔ باب ماجاء فی الرجحان فی الوزن ص۱۵۶
نسائی ۔ ثانی بیوع ۔ باب الرجحان فی الوزن ۔ ص۲۲۳ ۔

حدیث ۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن اشتمال الصماء (۲۵۳)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ،، اشتمال صماء

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اِشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَاَنْ یَّحْتَبِیَ الرَّجُلُ

سے منع فرمایا اور ایک کپڑے میں احتباء سے منع فرمایا۔ اس صورت میں کہ

فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ لَیْسَ عَلٰی فَرْجِہٖ مِنْہُ شَیْءٌ۔

شرمگاہ پر کچھ کپڑا نہ ہو۔

کچھ زیادہ دی۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ پہننے ہی کے لئے خریدا تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ تہبند کی بہ نسبت پائجامہ پہننا بہتر ہے اس لئے کہ اس میں ستر پوشی زیادہ ہے۔

تشریحات (۲۵۳) (۲۵۴)

اشتمال الصماء۔ اشتمال کے معنی ہیں پورے جسم پر کپڑا لپیٹنا۔ صمّاء اس چٹان کو کہتے ہیں جس میں کوئی سوراخ نہ ہو۔ یہاں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے۔ یعنی ایسے ،، اشتمال سے منع فرمایا جو صماء ہو۔ امام بخاری نے کتاب اللباس میں اس کے یہ معنی بتائے ہیں۔ علا یہ ایک کاندھے پر کپڑا ڈالے دوسرا کھلا رہے۔ صحاح میں جوہری نے اس کے معنی یہ بتائے۔ چادر یا کمبل پورے جسم پر اس طرح لپیٹنا کہ داہنی طرف سے بائیں ہاتھ اور کاندھے پر لے جا کر داہنے ہاتھ اور کاندھے پر لا کر پورے جسم کو چھپا لینا ابن عبید نے کہا۔ فقہاء کہتے ہیں کہ ،، جسم پر صرف ایک کپڑا لپیٹنا پھر اس کے کسی کنارے کو شانے پر رکھ لینا جس سے شرمگاہ کھل جائے۔ مگر کتب فقہ کے مطالعے سے ظاہر ہے کہ فقہاء نے پہلے معنی بھی مراد لئے ہیں۔ اور دوسرا معنی یہ بتایا ہے کہ بغیر تہبند کے صرف ایک چادر لپیٹ لے۔ یہ نماز میں بھی مکروہ ہے اور نماز کے باہر بھی یہ پہلی صورت میں ہاتھ اندر رہیگا

ایضاً ابو داؤد ثانی بیوع باب رجحان فی الوزن [illegible] ردالمحتار جلد اول۔ مکروہات [illegible] بخاری جلد اول صلوٰۃ باب ما یستر من العورۃ [illegible] بخاری جلد اول صوم [illegible] صوم یوم الفطر [illegible] ایضاً بیوع باب بیع الملامسۃ [illegible] ایضاً باب بیع المنابذۃ [illegible] جلد ثانی لباس باب اشتمال الصماء [illegible] ایضاً باب الاحتباء فی ثوب واحد۔ ایضاً استیذان [illegible] مسلم بیوع باب ابطال بیع الملامسۃ والمنابذۃ [illegible] ابو داؤد جلد اول صیام باب فی صوم العیدین [illegible] ابو داؤد جلد ثانی۔ بیوع باب فی بیع الغرر [illegible] نسائی جلد ثانی بیوع باب بیع المنابذۃ [illegible] نسائی جلد ثانی زینت باب النھی عن اشتمال الصماء [illegible]

حدیث (۲۵۴) ایضاً

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، قَالَ نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو بیع لماسس اور

توکسی خطرے کے وقت نکالنے میں دشواری ہوگی اور بے ستری کا بھی اندیشہ ہے۔ دوسری صورت میں ذراسی غفلت میں بے ستری کا خطرہ ہے۔

احتباء۔ یہ ہے کہ سرین پر بیٹھ کر گھٹنے کھڑے کرکے ہاتھ یا کپڑے کو پنڈلی میں حمائل کردے۔ اس طرح بیٹھنے کو "حبوۃ" کہتے ہیں۔ جب شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہوگا تو شرمگاہ کے کھلنے کا اندیشہ ہوگا۔ اور یہ حرام ہے۔ اس لئے یہ بھی اس صورت میں منع ہے جب شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہو۔ ورنہ نہیں۔

باب کی توضیح اس جگہ باب کا عنوان ہے۔ مایستر من العورۃ۔ عورت کا چھپانا۔ جسم کا وہ حصہ جسے کھولنے سے شرم محسوس ہو "عورت" ہے۔ یہاں "من" تبعیض ہے یا بیانیہ۔ رضی نے تشریح کی ہے کہ من بیانیہ کے مدخول کے تمام افراد پر حکم عام ہوتا ہے۔ اور من تبعیضیہ کے صرف بعض افراد کو شامل ہوتا ہے اس لئے یہ متعین ہے کہ یہ من بیانیہ ہے۔ کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ پوری عورت کا چھپانا واجب ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ عورت کی تعیین میں کچھ اختلاف ہے۔ مگر جو صاحب جن جن اعضاء کو عورت مانتے ہیں وہ ان سب کے چھپانے کو واجب کہتے ہیں۔ اب باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ اشتمال صما سے ممانعت کی خاص وجہ یہی ہے کہ کسی ناگہانی ضرورت کے وقت ہاتھ نکالنے میں اعضاء عورت کے کھلنے کا قوی امکان ہے۔ جب ایسا لباس منع ہے جس میں ستر عورت کے کھلنے کا امکان ہے تو ثابت کہ کشف عورت ممنوع ہے اور عورت کا چھپانا ضروری۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ شرمگاہ ضرور ہی کھلے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف ران یا سرین ہی کھلے۔ تو ثابت ہوا کہ پوری عورت کا چھپانا واجب ہے۔ رہ گیا احتباء کا ذکر یا تو اس لئے ہے کہ یہی حدیث کا جز ہے۔ اس لئے اسے ذکر کردیا۔ اس سے اثبات باب مقصود نہیں۔ یا اس لئے ہے کہ احتباء صرف اس صورت میں ممنوع ہے جب شرمگاہ پر کپڑا نہ ہو جس سے شرمگاہ کے کھلنے کا اندیشہ ہے۔ تو تقریر سابق کے مطابق ثابت کہ شرمگاہ کا چھپانا فرض۔ اور یہ صرف اس لئے ہے کہ شرمگاہ "عورت" ہے۔ تو جب عورت ہونے کی وجہ سے شرمگاہ کا چھپانا فرض ہوا تو ثابت کہ جو اعضاء بھی عورت ہیں سب کا چھپانا فرض ہے۔ اس لئے کہ حکم علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے۔ رہ گیا یہ کہنا کہ اس سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ وہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ وَاَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ
بیانے اور دو طرح کے لباس پہننے سے منع فرمایا ہے اشتمال صماء سے
وَاَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ۔
اور ایک کپڑے میں احتباء کرنے سے۔

یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ عورت صرف سبیلین ہیں۔ میرے خیال میں درست نہیں۔ اگر بالفرض امام بخاری کا مذہب یہی مان لیا جائے کہ وہ صرف سبیلین ہی کو عورت مانتے ہیں پھر بھی۔ یہاں کی ذکر کردہ احادیث سے اس کا اثبات متعذر ہے۔ حدیث سے تو یہ صراحۃً ثابت ہے کہ سبیلین عورت ہیں۔ مگر ان کے علاوہ اور کوئی عضو عورت نہیں اس کا کہیں اشارہ تک نہیں۔

باب سے مطابقت ظاہر ہے کہ اشتمال صماء اور احتباء کی ممانعت نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ نماز میں احتباء ہوتا بھی نہیں اور ان کی ممانعت کشف عورت کے مظنہ کی بناء پر ہے۔ تو ثابت ہوگیا کہ نماز کے باہر بھی کشف عورت ممنوع اور ستر عورت فرض۔

بیع ملامسہ و منابذہ ملامسہ اور لماس کا مادہ لمس ہے جس کے معنی چھونے کے ہیں۔ ملامست اور لماس دونوں باب مفاعلت کے مصدر ہیں۔ اسی طرح، منابذہ اور نباذ کا مادہ "نبذ" ہے اس کے معنی پھینکنے کے ہیں اور یہ دونوں باب مفاعلت کے مصدر ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں خرید و فروخت کے یہ دو طریقے رائج تھے۔ ایک ملامست یا لماس کہ اندھیرے میں یا آنکھ بند کر کے یا بیٹھا ہوا یا لیٹا ہوا کپڑا چھو دیتے اور بیع کو لازم مانتے۔ قبول و رد کا اختیار ختم ہو جاتا۔ دوسرے منابذت یا نباذ۔ اس کی صورت یہ تھی کہ بائع اور مشتری کپڑا اچھی طرح دیکھے بغیر ایک دوسرے کی طرف پھینک دیتے اور بیع لازم مانتے، قبول و رد کا اختیار نہ ہوتا۔ ان دونوں قسم کی خرید و فروخت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمادیا اس لئے کہ ان دونوں میں طرفین کی رضامندی کے بغیر بیع کو لازم قرار دینا تھا۔ حالانکہ بیع میں طرفین کی رضامندی جزو لاینفک ہے۔

بخاری جلد اول صلوۃ باب ما یستر من العورۃ ص۵۳ ایضاً مواقیت الصلوۃ باب الصلوۃ بعد الفجر ص۸۲۔ بخاری جلد اول صوم باب صوم یوم الفطر ص۲۶۷ بیوع باب بیع الملامسۃ ص۲۸۷ ایضاً باب بیع المنابذہ ص۲۸۸ بخاری جلد ثانی لباس باب اشتمال الصماء ص۸۶۶ ایضاً باب الاحتباء فی ثوب واحد ص۸۶۶ ... باب لبسۃ الصماء ... موطا امام مالک باب ما جاء فی لبس الثیاب ص۳۶۶ مسلم شریف جلد ثانی کتاب البیوع ص۲ رد المحتار جلد رابع باب البیع الفاسد ص۱۰۹۔

حدیث ۔ بعثنی ابوبکر فی موذنین یوم النحر (۲۵۵)

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ابوبکر نے مجھے اس حج میں اعلان کرنیوالوں میں یوم النحر

فِي مُؤَذِّنِينَ يَوْمَ النَّحْرِ نُؤَذِّنُ بِمِنًى أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ

کو بھیجا کہ ہم منیٰ میں یہ اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا

تشریحات (۲۵۵)

تکمیل بربنائے قول مختار، حج ۹ سنہ ھ میں فرض ہوا۔ اس وقت تک مکہ معظمہ فتح ہوچکا تھا۔ پورا عرب اس انتظار میں تھا کہ قریش کیا کرتے ہیں۔ جب قریش بھی دامن اسلام میں آگئے تو اب پورا عرب شمع رسالت پر، پروانہ وار نثار ہونے کیلئے ٹوٹ پڑا۔ پورے عرب سے فوج درفوج قبائل کے وفود خدمت اقدس میں آآکر حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ اس مصروفیت کیوجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفس نفیس حج کے لئے نہ جاسکے۔ اور اخیر ذوقعدہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج بناکر تین ہزار افراد کے ساتھ بھیجا قربانی کے بیس اونٹ ساتھ کردیے۔ پانچ اونٹ حضرت صدیق اکبر نے اپنالیا۔ اکابر صحابہ مثلاً حضرت سعد بن وقاص، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہمراہ تھے۔ بعد میں سورہ برأت نازل ہوئی۔ اس میں خصوصی اعلانات تھے اور بعض معاہدوں کو اٹھانا تھا اور بعض کی تحدید تھی اور عرب کا دستور تھا کہ کوئی معاہدہ کرتا ہو یا اسے توڑتا ہو، یہ کام قوم کا سردار کرتا یا اس کا قریبی عزیز۔ حضور خود جا نہیں سکتے تھے۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ناقہ مبارکہ عضباء پر سوار کرکے سورہ برأت کی چالیس یا اسی آیتیں دے کر بعد میں بھیجا کہ اسے ایام حج میں پڑھ کر سنادیں اور ساتھ ہی ساتھ مزید ان باتوں کا بھی اعلان کردیں۔ جنت میں سوائے مومن کے اور کوئی نہیں جائیگا۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرپائے گا کوئی ننگا طواف نہیں کرسکے گا۔ کافروں میں سے جس کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے وہ مدت معاہدہ تک باقی رہے گا اس کے بعد ختم۔ اسے مسلمان ہونا لازم ہے۔ اور جن سے معاہدہ نہیں انہیں چار مہینے کی مہلت ہے۔ اس کے بعد انہیں اسلام قبول کرنا لازم ہوگا۔ یہ اس لئے کیا کہ مشرکین کو سرکشی اور حکم عدولی کا موقع نہ ملے۔ کہ یہ اعلان نہ خود حضور نے کیا اور نہ ان کے قریبی عزیز نے اس لئے اس کی پابندی ہم پر ضروری نہیں۔

حضرت صدیق اکبر عرج یا ضجنان مکہ معظمہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ صبح کی نماز کے لئے صدیق اکبر کھڑے ہوچکے تھے ابھی نماز نہیں شروع کی تھی کہ ناقہ مبارکہ کی آواز سنی۔ دیکھا تو حضرت شیر خدا تھے۔ دریافت فرمایا۔ امیر ہو یا مامور۔ شیر خدا نے

وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ ۔ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، ثُمَّ اَرْدَفَ

ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے ۔ راوی حدیث حمید بن عبد الرحمٰن نے کہا اس کے بعد رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا فَاَمَرَہٗ اَنْ یُّؤَذِّنَ بِبَرَاءَۃٍ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو ان (ابو بکر) کے پیچھے بھیجا ۔ اور انھیں حکم دیا کہ سورہ برارت کی

قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ فَاَذَّنَ مَعَنَا عَلِیٌّ فِیْ اَھْلِ مِنًی یَوْمَ النَّحْرِ، لَا یَحُجُّ

منادی کر دیں ۔ ابو ہریرہ نے کہا ۔ ہمارے ساتھ حضرت علی نے بھی منیٰ والوں میں یوم النحر کو اعلان فرمایا

فرمایا مامور ہوں مگر حکم یہ ہوا ہے کہ سورہ برارت میں خود پڑھ کر سناؤں ۔ اسی کے مطابق عمل درآمد ہوا ۔ دسویں ذوالحجہ یوم النحر کو حضرت علی نے سورہ برارت پڑھ کر سنائی ۔ اور دو چار احکام بھی، مزید براں کچھ حضرات کو مقرر کیا گیا کہ وہ گھوم گھوم کر پورے مجمع میں یہ احکام پہنچا دیں ۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں ۔ اعلان کرتے کرتے میری آواز پڑ گئی تھی ۔ ۶ سنہ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش سے جو معاہدہ ہوا تھا ۔ اس کے دفعات میں یہ بھی تھا فریقین میں سے جو معاہدہ کی خلاف ورزی کرے اس سے امان اٹھ جائے گا ۔ قبائل عرب کو اختیار ہوگا وہ فریقین میں سے جن کے ساتھ چاہیں رہیں ۔ اس کے مطابق بنو خزاعہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا اور بنو بکر نے قریش کے ساتھ ۔ سال بھر کے بعد بنو بکر نے بنو خزاعہ پر شبخون مارا جبیں قریش نے ہر طرح ان کی مدد کی ان کو اسلحہ دیئے ۔ بعض رؤسا بنو خزاعہ سے لڑے بھی ۔ جب قریش نے خود اس معاہدے کی خلاف ورزی کی تھی تو مکہ پر حملہ ہوا اور مکہ فتح ہوا ۔ اس اعلان کے وقت قبائل عرب کے تین گروہ تھے ۔ ایک وہ جنھوں نے کسی مدت تک کیلئے معاہدہ کیا تھا اور وہ اس معاہدے پر قائم تھے ۔ اس اعلان کی رو سے اس مدت تک ان سے کوئی تعرض نہ ہوگا ۔ البتہ مدت پوری ہونے کے بعد ضروری ہوگا کہ وہ اسلام قبول کریں ورنہ ان کی جاں بخشی نہ ہوگی ۔ دوسرے وہ جو معاہدہ کر کے توڑ چکے تھے ۔ مثلاً قریش ۔ تیسرے وہ جن سے کوئی معاہدہ نہ تھا ۔ ان دونوں کو چار مہینے کی مہلت دی گئی ۔ اگر اس اثنا میں وہ مسلمان ہو جائیں تو بہتر ورنہ پھر ان کی جان انکے مال محفوظ نہ رہیں گے ۔ مشرکین عرب سے جزیہ نہیں قبول کیا جائے گا ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

لا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب[1]

جزیرہ عرب میں دو دین نہیں رہ سکتے ۔

حج اکبر علما کا اس میں اختلاف ہے کہ یوم الحج الاکبر سے کیا مراد ہے ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد، یوم النحر یعنی دسویں ذوالحجہ ہے ۔ جیسا کہ خود بخاری میں حمید بن عبد الرحمٰن کا قول کتاب الجہاد میں اور تفسیر میں اور ابو داؤد

[1] موطا امام مالک باب ماجاء فی اجلاء الیہود من المدینۃ ص ۳۶۰

بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ ؏

کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی شخص ننگا ہو کر طواف کرے۔

ت (۸۸) قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَرْهَدٍ

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ حضرت ابن عباس اور حضرت جرہد اور محمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ

وَمُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ

عنہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ران عورت ہے۔ اور حضرت انس

میں مذکور ہے بلکہ ابوداؤد میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بھی یہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے یوم عرفہ ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حج اکبر سے حج مراد ہے۔ اس لئے کہ اہل عرب عمرے کو حج اصغر کہتے تھے اس کے بالمقابل حج کو حج اکبر کہتے۔ پہلے قول اور اس میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ حج کو حج اکبر کہتے تھے۔ اور دسویں ذوالحجہ یوم النحر حج کے ایام میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس لئے اس کو یوم الحج الاکبر کہا گیا۔

باب سے مطابقت لا یطوف بالبیت عریان سے ہے کہ طواف نماز نہیں تو ثابت کرنا کہ باہر بھی ستر عورت فرض ہے۔

تشریحات ت (۸۷) (۸۸)

اعضاء عورت مرد کے کتنے اعضاء عورت ہیں اس بارے میں مذہب متعدد ہیں۔ اول داؤد ظاہری اور ابن حزم ظاہری کا۔ کہ صرف سبیلین عورت ہیں۔ بقیہ اعضاء میں کوئی عورت نہیں۔ ثانی۔ ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے تک سب اعضاء عورت ہیں مگر ناف اور گھٹنے نہیں۔ یہ امام مالک، امام زفر، امام شافعی کا مذہب ہے۔ اور یہی حضرت امام احمد بن حنبل کا صحیح ہے۔ ثالث ناف چھوڑ کر ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے تک تمام اعضاء عورت ہیں اور گھٹنہ بھی عورت ہے۔ یہ احناف کا مذہب صحیح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ناف بھی عورت ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ ظاہریہ کو چھوڑ کر ائمہ اربعہ متفق ہیں کہ ران عورت ہے۔ امام بخاری کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام

؏ بخاری جلد اول صلوۃ باب ما یستر من العورۃ ص۵۳ ایضاً مناسک باب لا یطوف بالبیت عریان ولا یحج مشرک ص۲۲۰ باب کیف ینبذ الی اہل العہد ص۴۵۱ ایضاً جلد ثانی مغازی باب حج ابی بکر بالناس سنۃ تسع ص۶۲۶ ایضاً تفسیر سورہ برأت باب قولہ فاعلموا ... عاھدتم من المشرکین ص۶۷۰ مسلم جلد اول باب لا یحج البیت مشرک ص۴۳۵ ابوداؤد جلد اول مناسک باب یوم الحج الاکبر ص۲۶۸ نسائی جلد ثانی مناسک ...

وَقَالَ اَنَسٌ حَسَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ فَخِذِہٖ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰہِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ران کھولی ۔ ابوعبداللہ ۔ امام بخاری)

وَحَدِیْثُ اَنَسٍ اَسْنَدُ وَحَدِیْثُ جَرْھَدَ اَحْوَطُ حَتّٰی نَخْرُجَ مِنْ اِخْتِلَافِھِمْ۔

نے کہا حضرت انس کی حدیث سند کے اعتبار سے قوی ہے اور جرہد کی حدیث میں زیادہ احتیاط ہے تاکہ صحابہ کے اختلاف سے بچ جائیں

نے تعلیقاً تین صحابہ سے ذکر فرمائی ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ الفخذ عورۃ ۔ ران عورت ہے ۔ یہ حدیث ان تینوں حضرات سے مختلف کتابوں میں مذکور ہے ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ترمذی[1] میں یہ حدیث مذکور ہے ۔ اس کے بارے میں امام ترمذی نے یہ فرمایا ۔ یہ حدیث حسن غریب ہے ۔ اس کے ایک راوی ابویحییٰ قتات ضعیف ہیں حضرت جرہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام مالک نے موطا میں اسے ذکر فرمایا ۔ نیز امام ترمذی[2] نے اسے تین طریقوں سے بیان فرمایا ۔ ان میں سے ایک طریقے کے بارے میں فرمایا ۔ یہ حدیث حسن ہے میں اس کی اسناد کو متصل نہیں جانتا ۔ دوسرے طریقے کو فرمایا یہ حسن ہے ۔ تیسرے طریقے کو فرمایا یہ حدیث اس طریقے سے حسن غریب ہے ۔ اس کے علاوہ ابن عساکر ابن حبان اور امام شافعی نے بھی اس کی تخریج کی ہے ۔ ابن قطان نے اسے مضطرب بتایا اور جرہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنیوالے کی حالت نامعلوم ہونے کی وجہ سے اس پر طعن کیا ۔ امام بخاری نے تاریخ میں کہا یہ صحیح نہیں[3] اور حضرت محمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث ان کتابوں میں موجود ہے ۔ مسند امام احمد، طبرانی، مستدرک للحاکم، اس حدیث کے ایک راوی ابن کثیر، کو ابن حزم ظاہری نے مجہول کہا ۔ امام بخاری نے تاریخ میں اس پر کلام فرمایا ۔

فیصلہ آخیر میں امام بخاری یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ حضرت انس کی حدیث باعتبار سند کے قوی ہے ۔ مگر حضرت جرہد کی روایت پر عمل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے ۔ تاکہ اختلاف سے بچیں اس کی توضیح یہ ہے کہ محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ دو متعارض احادیث میں ترجیح اس کو دیتے ہیں ۔ جو سند کے اعتبار سے زیادہ قوی ہو ۔ یہ قاعدہ اس کا مقتضی ہے کہ حضرت انس کی حدیث کو ترجیح دی جائے اور یہ کہا جائے کہ ،، ران عورت نہیں ۔ مگر اختلاف کے وقت اس صورت پر عمل کرنا جو متفق علیہ ہو زیادہ بہتر ہے ۔ اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ ران کو عورت کہا جائے ۔ اس لئے کہ اگر ران کو چھپائے رہیں تو فریقین میں کسی کے نزدیک گناہ نہیں اور نماز بالاتفاق ہو جائے گی ۔ لیکن اگر ران کھلی رکھیں تو جو لوگ ران کو عورت مانتے ہیں ان کے نزدیک یہ گناہ بھی ہے اور ران کھول کر نماز پڑھنے سے نماز بھی نہ ہوگی تو احتیاط اسی میں ہے کہ ران چھپائے رکھیں ۔

---

[1] جلد ثانی ابواب الادب ۔ باب الفخذ عورۃ ص۱۰۲ [2] ایضاً [3] عینی جلد رابع باب ما ذکر فی الفخذ ص۸۰

ت ⑧٩ قَالَ اَبُوْمُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ غَطَّى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ۔

نے اپنے گھٹنے چھپالیا جب حضرت عثمان داخل ہوئے۔

حدیث جرہد صحیح ہے امام بخاری نے فرمایا۔ کہ انس کی حدیث اسند ہے یعنی باعتبار سند زیادہ قوی ہے۔ اس سے اشارہ فرمایا کہ جرہد کی بھی حدیث صحیح ہے۔ زیادہ قوی ہونے کی نفی سے مطلقاً قوی ہونے کی نفی لازم نہیں رہ گیا اس کی سند پر جو تھوڑا بہت کلام ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ متعدد طرق سے مروی ہے۔ تعدد طرق کی وجہ سے اس کا ضعف دور ہوگیا پھر اسے تلقی بالقبول حاصل ہے جمہور امت بلکہ اب پوری امت کا اس پر عمل ہے۔ اس لئے وہ کم از کم حسن ضرور ہوگئی۔ جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا۔ کہ یہ حسن ہے یا حسن غریب ہے۔ علاوہ ازیں ابن حبان نے حضرت جرہد کی حدیث کو صحیح کہا نیز امام حاکم نے بھی۔[1]

ایک قاعدہ کلیہ امام بخاری کے اس فیصلے سے سمجھ میں آیا کہ اختلاف علماء کے موقع پر اختلاف علماء سے بچنے ہی میں احتیاط ہے۔ مگر اس میں یہ قید لگانی ضروری ہے جبکہ کوئی شرعی خرابی نہ لازم آئے اور یہاں علماء سے مراد فقہاء مجتہدین ہیں۔ ہر کس وناکس خصوصاً اس زمانے کے بدمذہب گمراہ فرقوں کے علماء مراد نہیں۔

تشریحات ⑧٩ ⑨٠

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث امام بخاری نے کتاب المناقب باب فضائل عثمان ص ۵۲۳ میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے۔ کہ حضور ایک باغ میں ایسی جگہ بیٹھے تھے جہاں پانی تھا۔ حضور کے دونوں گھٹنے یا ایک گھٹنہ کھلا تھا۔ حضرت ابو بکر حضرت عمر آئے اور حضور یوں ہی رہے۔ جب حضرت عثمان آئے تو حضور نے گھٹنہ ڈھانک لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھٹنہ عورت نہیں۔ گھٹنے کا ایک حصہ ران کی ہڈی بھی ہے۔ جب گھٹنہ عورت نہیں تو ران کا وہ حصہ جو گھٹنے کا جز ہے وہ بھی عورت نہیں۔ جب جز عورت نہیں تو کل بھی عورت نہیں۔

تکمیل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بخاری میں دو جگہ ہے۔ ایک کتاب الجہاد ص ۳۹۷ اور تفسیر سورہ نساء ص ۶۶۰ دونوں جگہ باب قول تعالیٰ لایستوی القاعدون من المومنین، میں مفصل یوں ہے۔ زید بن ثابت

---

[1] اصابہ جلد اول ص ۲۴۳ اس کے علاوہ یہ ان دو کتابوں میں بھی ہے ترمذی جلد ثانی تفسیر سورہ نساء ص ۱۳۷ نسائی جلد ثانی جہاد باب فضل المجاہدین علی القاعدین ص ۵۳

ت ۹۰ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى

اور زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ

پر وحی نازل فرمائی اس وقت حضور کی ران میری ران پر تھی۔ اس کا اتنا بوجھ ہوا۔ ص ۱۰۲

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے یہ آیت کریمہ لکھوا رہے تھے۔ لایستوی القٰعدون من المومنین والمجٰھدون فی سبیل اللہ۔ جہاد چھوڑ کر بیٹھنے والے مومن اور راہ خدا میں جہاد کرنے والے برابر نہیں۔ اتنے میں ابن ام مکتوم آگئے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ بخدا اگر مجھے استطاعت ہوتی تو میں ضرور جہاد کرتا۔ وہ نابینا تھے۔ اس پر پھر اللہ نے وحی نازل فرمائی اور حضور کی ران میری ران پر تھی۔ میں نے اس کا بوجھ اتنا محسوس کیا کہ میں ڈرا کہیں میری ران ٹوٹ نہ جائے پھر یہ کیفیت دور ہوگئی اور اللہ عزوجل نے غیر اولی الضرر نازل فرمایا۔

مطابقت اس حدیث میں استدلال اس جملے سے ہے۔ فخذہ علی فخذی۔ حضور کی ران میری ران پر تھی۔ مگر حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس پر دلالت کرتا ہو کہ دونوں حضرات یا ان میں سے کسی کی ران کھلی تھی۔ ہوسکتا ہے اور یہی ظاہر ہے کہ رانیں چھپی ہوئی ہوں۔ ہاں اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ کپڑا حائل ہوتے ہوئے بھی اعضاء عورت کا چھونا جائز نہیں۔ تو استدلال درست ہوسکتا ہے۔ مگر یہ مفروضہ ہی غلط ہے۔ اس عہد میں سواری پر لوگ آگے پیچھے ساتھ ساتھ بیٹھتے تھے اور آج ٹرین بس وغیرہ پر اس سے احتراز تقریباً ناممکن ہے۔

حضرت جرہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جرہد بن زراح بن عدی۔ یہ مدنی صحابی ہیں۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے بھی ہیں۔ ان کا ایک واقعہ یہ ہے کہ۔ یہ بائیں ہاتھ سے کھا رہے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا۔ داہنے ہاتھ سے کھا۔ انھوں نے عرض کیا اس میں تکلیف ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ پر دم فرمایا پھر اس ہاتھ میں زندگی بھر کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ یزید کے تسلط کے زمانے میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ [1]

محمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے اور ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے بھتیجے تھے مگر منسوب اپنے دادا کی طرف ہیں۔ ان کے والد اور والدہ دونوں صحابی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت ابی جیش تھا۔ ان کے والد ماجد، احد میں شہید ہوئے۔ شہادت کے

---

[1] اصابہ جلد اول۔

عَلٰی حَتّٰی خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِیْ۔

کر میں ڈرا کہیں ٹوٹ نہ جائے۔

حدیث۔ ثم حسر الازار عن فخذه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم (۲۵۶)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وقت، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں وصیت کر گئے تھے۔ حضور نے ان کے لئے خیبر میں زمین خریدی اور مدینہ طیبہ سوق الرقیق میں ایک گھر عطا فرمایا۔ بدر میں جو مہاجرین شریک تھے۔ ان کے صاحبزادگان کیلئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہزار وظیفہ مقرر فرمایا تھا۔ یہ بھی ان میں تھے۔ ہجرت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے لے جب انکے والد ماجد ہجرت کر کے حبشہ گئے تو یہ بھی ساتھ تھے۔ پھر والد کے ساتھ مدینہ طیبہ آئے ہے

حضرت زید بن ثابت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری خزرجی ہیں بنی النجار کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد جنگ بعاث میں کام آگئے تھے جو ہجرت سے قبل اوس اور خزرج کے مابین ہوئی تھی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ آئے تو یہ گیارہ سال کے تھے۔ ان کو خدمت اقدس میں پیش کیا گیا اور بتایا گیا کہ ان کو سترہ سورتیں یاد ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن کر سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔ سولہ سترہ دن میں سیکھ لی۔ اسے لکھنے اور پڑھنے لگے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو کتابت وحی کی خدمت سپرد فرمائی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں بھی اس جماعت میں شامل فرمایا جو قرآن جمع کرنے کیلئے مقرر فرمائی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں جب قرآن مجید کے نقل کی ضرورت ہوئی تو انھیں اس پر مامور کیا گیا۔ فقہاء صحابہ میں تھے۔ علم فرائض کے ماہر تھے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں فرائض کے سب سے زیادہ ماہر زید بن ثابت ہیں۔ فرائض کے علاوہ فتوی قرأت قضا میں بھی یدطولی رکھتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو انھیں اپنا نائب بناتے اور واپسی پر انھیں کھجور کا ایک باغ عطا فرماتے۔ اس درجے کے عالم تھے کہ جب سوار ہونے لگتے تو حضرت ابن عباس ان کی رکاب تھامتے۔ یہ فرماتے اے رسول اللہ کے چچا کے صاحبزادے کیا کر رہے ہیں۔ تو یہ عباس کہتے ہم علماء اور بزرگوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ وصال پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حبر امت چل بسا۔ امید ہے کہ ابن عباس ان کے جانشین ہوں گے۔ چھپن سال کی عمر پا کر مدینہ طیبہ میں وفات پائی ۴۵ھ سن وفات ہے سے

لے اصابہ جلد ثالث ص ۳۹۸ ۔ ۲ے الاستیعاب جلد ثالث ۔ ۳ے اصابہ جلد اول ص ۵۶۳ اکمال ۔

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزَا خَیْبَرَ فَصَلَّیْنَا عِنْدَھَا صَلٰوۃَ الْغَدَاۃِ بِغَلَسٍ

سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر پر جہاد کیا۔ ہم لوگوں نے خیبر کے قریب صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ لی۔

فَرَکِبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَکِبَ اَبُوْطَلْحَۃَ وَاَنَا رَدِیْفُ

نماز کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہوئے اور ابوطلحہ بھی سوار ہوئے میں ابوطلحہ

اَبِیْ طَلْحَۃَ فَاَجْرٰی نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ زُقَاقِ خَیْبَرَ

ہی کی سواری پر پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی گلیوں میں سواری کو دوڑایا۔ اس

وَاِنَّ رُکْبَتِیْ لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَسَرَ الْاِزَارَ

وقت میرا گھٹنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ران سے چھو جاتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد تہبند حضور کی

عَنْ فَخِذِہٖ حَتّٰی اَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی بَیَاضِ فَخِذِ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ

ران سے ہٹ گیا اور ران کھل گئی۔ اتنا کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی دیکھ رہا ہوں

وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْیَۃَ قَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَۃِ

اور جب آبادی میں داخل ہو گئے تو تین بار فرمایا اللہ اکبر۔ خیبر تباہ ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کے صحن میں

قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ قَالَھَا ثَلٰثًا قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ اِلٰی اَعْمَالِھِمْ

اترپڑیں تو ان ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح اچھی نہیں ہوتی۔ راوی نے کہا خیبر والے اپنے کاموں

تشریحات (۲۵۶)

ثم حسر الازار اس کا ترجمہ عام طور پر یہ کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ران پر سے تہبند ہٹایا۔ لیکن یہ ترجمہ اس حدیث کے دوسرے طرق کے خلاف ہے۔ مسلم میں ہے فانحسر۔ یعنی تہبند سرک گیا۔ اور یہی امام احمد نے مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں طبرانی نے امام بخاری کے شیخ یعقوب بن ابراہیم ہی سے اور اسماعیلی نے بواسطہ قاسم بن زکریا انھیں یعقوب سے اس حدیث کی ان الفاظ میں تخریج کی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی گلیوں میں سواری دوڑائی تو ران سے تہبند گیا اس لئے صحیح ترجمہ وہی ہے جو ہم نے کیا۔ تہبند ران سے سرک گیا۔ ان لوگوں کی غلطی کی بنا اس پر ہے کہ حسر صرف

فَقَالُوا مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا وَالْخَمِيْسُ يَعْنِي

کے لئے نکلے تو چیخے۔ محمد اور لشکر۔ حضرت انس نے کہا۔

الْجَيْشَ قَالَ فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً فَجُمِعَ السَّبْيُ فَجَاءَ دِحْيَةُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ،

ہم نے خیبر طاقت سے فتح کیا۔ فتح کے بعد قیدی جمع کئے گئے تو دحیہ آئے اور عرض کیا یا

أَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ فَقَالَ اِذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً فَأَخَذَ صَفِيَّةَ

نبی اللہ ان قیدیوں میں سے مجھے ایک کنیز عطا فرمائیں۔ فرمایا جاؤ اور ایک کنیز لے لو۔ انھوں نے صفیہ

بِنْتَ حُيَيٍّ فَجَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ

بنت حیی کو لیا۔ اس کے بعد ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا

اللّٰهِ أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ لَا تَصْلُحُ

یا نبی اللہ صفیہ بنت حیی بنی قریظہ و نضیر کی سیدہ دحیہ کو دیدی۔ وہ صرف حضور ہی کے لائق ہے

اِلَّا لَكَ قَالَ ادْعُوْهُ بِهَا فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ اِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

فرمایا دحیہ کو اس کے ساتھ بلا لاؤ وہ انھیں لیکر آئے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا قَالَ فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

صفیہ کو دیکھا۔ تو دحیہ سے کہا۔ قیدیوں میں سے اس کے علاوہ اور کوئی کنیز لیلو۔ حضرت انس نے کہا

متعدی آتا ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں قاموس میں ہے یہ لازم اور متعدی دونوں آتا ہے۔ البتہ اس پر شبہ وارد ہوگا کہ پھر باب کے مطابق یہ حدیث نہ رہے گی۔ یہ کہنا قلت تدبر کی بنا پر ہوگا۔ اس لئے کہ امام بخاری نے باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے۔ ران کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔ اور یہ قصہ ران ہی سے متعلق ہے اگر امام بخاری نے باب کا عنوان یہ قائم کیا ہوتا کہ ران عورت ہے یا عورت نہیں تو اس شبہے کی گنجائش تھی۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ اس سے ران کا عورت نہ ہونا۔ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ پھر حضور نے فوراً اسے ڈھانک کیوں نہ لیا۔ یا بعد میں اس پر تنبیہ کیوں نہ فرمادی اس پر عرض ہے کہ ذہن میں موقع کی اہمیت اور نزاکت کو رکھنا ضروری ہوتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دشمن کی آبادی کے اندر گلیوں میں چل رہے ہیں جہاد سر پر ہے

تعالیٰ علیہ وسلم وتزوجہا فقال لہ ثابت یا اباحمزۃ ما اصدقہا قال

انھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آزاد کیا۔ اور ان سے شادی کرلی اس پر ثابت نے پوچھا اے ابوحمزہ

نفسہا اعتقہا وتزوجہا حتی اذا کان بالطریق جہزتہا لہ ام سلیم

حضور نے مہر کیا عطا فرمایا تو کہا خود ان کی ذات کو، ان کو آزاد کیا اور ان سے شادی کرلی۔ راستے

فاھدتہا لہ من اللیل فاصبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عروسا

ہی میں ام سلیم نے انھیں دلہن بنایا۔ اور رات میں حضور کی خدمت میں بھیج دیا۔ صبح کے وقت

فقال من کان عندہ شیئ فلیجیٔ بہ وبسط نطعا فجعل الرجل

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دولہا تھے۔ فرمایا جس کے پاس کچھ بھی ہو تو لے آئے۔ چمڑے کا دسترخوان

یجیئ بالتمر وجعل الرجل یجیئ بالسمن، قال واحسبہ

بچھا دیا۔ کوئی کھجور لایا۔ اور کوئی گھی لایا۔ راوی نے کہا میرا گمان ہے کہ تو

قد ذکر السویق قال فحاسوا حیسا فکانت ولیمۃ رسول اللہ صلی

ستو بھی ذکر فرمایا تھا۔ حضرت انس نے کہا اس کے بعد سب کو ملا کر لوگوں نے مالیدہ بنایا یہی رسول

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ولیمہ ہوا۔

دل ودماغ کی پوری توجہ اس طرف ہے۔ اس وقت اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی خبر نہ ہوئی ہو تو کیا استبعاد۔

ہمارا جواب :- اگر بالفرض اس سے کسی طرح یہ ثابت بھی ہوجائے کہ " ران عورت نہیں " تو عرض ہے کہ یہ ایک مخصوص ہنگامی حالت کا فعل خاص ہے اور ارشاد " الفخذ عورۃ " قول ہے اور یہ طے ہے کہ ارشاد رسول اور فعل رسول میں

عہ بخاری جلد اول صلوۃ باب مایذکر فی الفخذ ص۵۳۔ ایضا صلوۃ الخوف باب التکبیر والغلس بالصبح والصلوۃ عند الاغارۃ ص۱۲۹۔ ایضا جہاد باب التکبیر عند الحرب ص۴۲۰۔ ایضا مغازی باب غزوۃ خیبر ص۶۰۳۔ ایضا جلد ثانی نکاح باب من جعل عتق امۃ صداقہا ص۷۶۱۔ مسلم جلد اول نکاح باب فضیلۃ اعتاق امۃ ثم تزوجہا ص۴۶۰۔ ایضا جلد ثانی باب غزوۃ خیبر ص۱۱۱۔ ابوداؤد جلد ثانی خراج باب ماجاء فی سہم الصفی ص۴۱۸۔ ایضا خراج باب ماجاء فی حکم ارض خیبر ص۴۲۹۔ نسائی جلد ثانی نکاح باب التزویج علی العتق ص۷۶۔ ایضا باب البناء فی السفر ص۹۲

ت (۹۱) وَقَالَ عِكْرِمَةُ لَوْ وَارَتْ جَسَدَهَا فِي ثَوْبٍ جَازَ

اور عکرمہ نے کہا اگر عورت کا جسم ایک کپڑے میں چھپ جائے تو جائز ہے۔

تعارض ہو تو ترجیح قول کو ہوگی۔ علاوہ ازیں۔ یہ واقعہ حال ہے اور واقعہ حال کے لئے عموم نہیں۔ اور وہ ارشاد ایک حکم کلی ہے۔ اس لئے ترجیح اسی کو ہوگی۔ اس حدیث سے متعلق بقیہ ابحاث کتاب النکاح اور مغازی میں آئیں گی۔

تشریحات (۹۱)

عکرمہ ان کی کنیت "ابوعبداللہ" ہے تابعین کرام کے اجلہ فقہاء مفسرین میں سے ہیں۔ ان سے بکثرت احادیث بھی مروی ہیں۔ خود فرمایا میں نے اس مسجد میں دو سو صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری سے احادیث روایت کیں۔ یہ افریقہ کے بربر قوم میں سے تھے۔ حضرت ابن عباس کے غلام اور ان کے تلمیذ خاص تھے۔ حضرت ابن عباس نے اپنی حیات ہی میں ان کو فتوی دینے کی اجازت مرحمت فرمادی تھی۔ جس کے بعد یہ ان کی حیات ہی میں فتوی دینے لگے تھے۔ انھیں ہدایت تھی۔ جو شخص تم سے ایسا سوال کرے جو اسے مفید ہو تو جواب دینا ورنہ مت دینا۔ کچھ سائلین دماغی عیاشی یا امتحان کے لئے سوالات کرتے ہیں انھیں جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ جو حلال و حرام وغیرہ کے بارے میں سوال کرے جس کا وہ ضرورت مند ہو اسے جواب دینا۔ ایک دفعہ فرمایا۔ تم نے میرا دو تہائی کام اپنے سر لے لیا ہے۔ حضرت ابن عباس کے تلامذہ میں، عطاء، طاؤس، سعید بن جبیر شہید اور عکرمہ سب سے ممتاز ہیں۔ ایک مرتبہ، حضرت سعید اور مجاہد ان سے ایک ایک آیت کی تفسیر پوچھتے جاتے جتنی آیتوں کی تفسیر ان دونوں کو معلوم تھی پوچھ چکے تو پھر عکرمہ نے بتانا شروع کیا اس آیت کا شان نزول یہ ہے اور اس آیت کا شان نزول یہ۔ جابر بن زید نے کہا۔ اعلم الناس عکرمہ ہیں۔ امام شعبی نے کہا۔ کتاب اللہ کا ان سے زیادہ علم رکھنے والا اب کوئی نہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ قتادہ نے کہا۔ تفسیر کے سب سے بڑے عالم عکرمہ ہیں۔ ان پر کچھ بزرگوں نے بہت سخت طعن بھی کیا ہے۔ یہاں تک کہ قاسم نے کہا۔ عکرمہ کذاب ہیں۔ مگر یہ طعن صحیح نہیں۔ امام بخاری نے فرمایا۔ ہمارے تمام اساتذہ عکرمہ سے احتجاج کرتے ہیں۔ چالیس سال مسلسل علم حاصل کرتے رہے تمام بلاد اسلامیہ مثلاً افریقہ، مصر، شام، عراق، خراسان میں گشت کر کے علم دین پھیلایا۔ اسّی سال کی عمر پائی ۱۰۵ھ میں وصال فرمایا۔

مصنف عبدالرزاق میں یہ الفاظ وارد ہیں۔ اگر عورت کوئی کپڑا لیکر اس طرح اپنے جسم پر ڈال لے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے تو اسے کافی ہے۔

ع مصنف عبدالرزاق لے ہدایہ نہایہ جلد ششم ص ۲۳۳۰۵ اکمال حاشیہ اکمال۔

حدیث ۔ لقد کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر (۲۵۷)

اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی نماز

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْفَجْرَ فَيَشْهَدُ مَعَهُ نِسَاءٌ مِّنَ الْمُؤْمِنَاتِ

پڑھتے اور مومن عورتیں بھی حضور کے ساتھ حاضر ہوتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوتیں۔ نماز سے

غایت باب امام بخاری کا یہاں مقصود یہ ہے کہ چونکہ چہرہ اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں کے ماسوا عورت کا پورا جسم عورت ہے۔ تو گیا عورت کے لئے نماز صحیح ہونے کے واسطے کچھ کپڑوں کی تعداد ضروری ہے یا صرف پورے جسم کا چھپ جانا ہی کافی ہے۔ اگرچہ ایک ہی کپڑا ہو۔ حضرت عکرمہ کا قول ذکر کرکے امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا۔ کہ کپڑوں کی گنتی ضروری نہیں جسم کا چھپ جانا کافی ہے۔ ایک کپڑے سے عورت کا پورا جسم ڈھک جائے تو نماز ہوجائے گی۔ اس لئے کہ مطلوب ستر عورت تھا اور وہ حاصل ہوگیا۔

اس بارے میں علماء کے مذاہب مختلف ہیں۔ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی نے فرمایا۔ کہ کم از کم دو کپڑا ضروری ہے۔ کرتا اور اوڑھنی۔ امام عطاء نے فرمایا تین ضروری ہیں۔ دو یہ اور ایک تہبند۔ امام ابن سیرین نے فرمایا چار چاہئے تین یہ اور ایک بڑی چادر۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ دو یا تین یا چار کی تحدید استحباب کے لئے ہے۔ یہ خادم تھوڑی تفصیل ضروری جانتا ہے۔ اگر وسعت ہے تو عورت عادۃً جتنے کپڑے پہنتی ہے اتنے پہن کر نماز پڑھے۔ اور اگر وسعت نہیں تو ایک میں بھی نماز ہوجائے گی۔ جبکہ اس سے بدن چھپ جائے بلکہ بدرجہ مجبوری اس قید کی بھی حاجت نہیں جیسا کہ مردوں کا حکم ہے۔

تشریحات (۲۵۷)

مطابقت یہاں باب ہے۔ کتنے کپڑوں میں عورت نماز پڑھے۔ اس حدیث سے باب کا اثبات ظاہر حال اور اس زمانے کی عادت کے اعتبار سے ہے کہ اگر یہ عورتیں پورے کپڑے پہنے ہوتیں تو اس طرح چادروں میں لپٹی نہ ہوتیں۔ مایعرفھن احد، مراد یہ ہے کہ چادریں لپٹے رہنے کی وجہ سے کوئی یہ نہیں پہچان سکتا تھا۔ کہ یہ کون عورت ہے۔

فجر کا وقت مستحب اس روایت کے علاوہ خود بخاری میں بھی اور دوسری کتابوں میں۔ من الغلس۔ یا بالغلس کا اضافہ ہے۔ غلس۔ اخیر رات کی تاریکی کو کہتے ہیں۔ اس سے امام مالک امام شافعی امام احمد نے یہ استدلال کیا کہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنی مستحب ہے۔ ہمارے یہاں اسفار یعنی جب اجالا ہوجائے اس وقت

مُتَلَفِّعَاتٍ فِیْ مُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَرْجِعْنَ اِلٰى بُيُوْتِهِنَّ مَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ

فارغ ہوکر اپنے گھروں کو لوٹتیں انھیں کوئی پہچان نہیں پاتا۔

حدیث ۔ ان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم صلی فی خمیصة لھا اعلام (۲۵۸)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی چادر میں

فِیْ خَمِيْصَةٍ لَّهَا اَعْلَامٌ فَنَظَرَ اِلٰى اَعْلَامِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْهَبُوْا

نماز پڑھی جس میں نقش تھے۔ آپ کی ایک نظر اس کے نقوش پر پڑی۔ جب نماز سے

بِخَمِيْصَتِیْ هٰذِهٖ اِلٰى اَبِیْ جَهْمٍ وَّاْتُوْنِیْ بِاَنْبِجَانِيَّةِ اَبِیْ جَهْمٍ فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِیْ

فارغ ہوئے تو فرمایا میری یہ چادر ابو جہم کے پاس لیجاؤ اور ابو جہم کی انبجانیہ لاؤ۔

پڑھنا مستحب ہے۔ یعنی اتنی تاخیر کہ بقدر مسنون قرأت کی جائے بطریق مسنون نماز ادا کی جائے۔ اور فراغت کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر نماز میں کوئی نقص ظاہر ہو تو دوبارہ قرأت مسنونہ کے ساتھ بطریق مسنون پڑھی جاسکے۔

تشریحات (۲۵۸)

تکمیل یہ شامی چادر تھی۔ جسے حضرت ابوجہم نے نذر کی تھی۔ اسی لئے انہیں کے واپس کردیا اور اس لئے کہ ان کی دلشکنی نہ ہو۔ انبجانیہ منگالیا۔ جیسا کہ موطا امام مالک میں ہے۔ خمیصة۔ کا مادہ خمص ہے جس کے معنی پیٹ کا دبلا ہونا ہے۔ پتلی ریشمی یا اونی کالی منقش چادر کو کہتے ہیں۔ انبجانیہ۔ غیر منقش سادے موٹے اون کے کمبل کو کہتے ہیں۔ انبجان ایک بستی ہے۔ جس کی طرف یہ منسوب ہے۔

عہ بخاری جلد اول صلوۃ باب فی کم تصلی المرأة فی الثیاب ص۵۳۔ ایضا مواقیت باب وقت الفجر ص۸۲۔ ایضا جلد اول اذان باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس ص۱۲۰۔ ایضا باب سرعة انصراف النساء من الصبح ص۱۲۰۔ مسلم جلد اول مساجد باب استحباب التبکیر بالصبح باول وقتہا ص۲۳۰۔ ابوداؤد جلد اول صلوۃ باب وقت الصبح ص۶۱۔ ترمذی جلد اول صلوۃ باب ماجاء فی التغلیس بالفجر ص۲۲۔ نسائی جلد اول صلوۃ باب وقت التغلیس فی الحضر ص۹۳۔ نسائی جلد اول صلوۃ باب الوقت الذی ینصرف فیہ النساء ص۹۳۔ ابن ماجہ صلوۃ باب وقت صلوۃ الفجر ص۴۹۔ موطا امام مالک وقوت الصلوۃ ص۳۔ مسند امام احمد۔

أَنِفًا عَنْ صَلٰوتِی۔ وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ

اس نے ابھی مجھے اپنی نماز سے غافل کردیا تھا۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے توسط سے حضرت

رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت کیا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نماز

أَنْظُرُ إِلٰى عَلَمِهَا وَأَنَا فِی الصَّلٰوةِ فَأَخَافُ أَنْ تَفْتِنَنِی عہ

کی حالت میں اس کے نقوش دیکھنے لگا۔ تو مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے فتنے میں نہ ڈال دے۔

مسائل

① منقش پھولدار کپڑے پہن کر نماز پڑھنی جائز ہے۔ ② تھوڑی بے توجہی سے نماز میں کوئی خلل نہیں ہوتا۔ ③ جو چیز بھی حضور قلب میں حارج ہو اس سے نماز میں بچنا افضل ہے۔ قال ھشام علامہ کرمانی نے فرمایا۔ ہوسکتا ہے کہ سند میں مذکور، ابن شہاب پر عطف ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابراہیم بن سعد نے یہ حدیث دو صاحبوں سے سنی ہے۔ ایک ابن شہاب سے دوسرے ہشام بن عروہ سے اس تقدیر پر یہ حدیث مسند ہوگی۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ تعلیق ہو۔

فانها الهتنی آنفا عن الصلوٰۃ

اس سے مراد یہ ہے کہ قریب تھا کہ یہ مجھے غافل کردیتی۔ اسی کے افادے کیلئے امام بخاری، ہشام، والی روایت لائے ہیں جیسیں یہ تصریح ہے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مجھے فتنے میں نہ ڈال دے۔ مطلب یہ ہوا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ اس کے نقش ونگار مجھے اس استغراق اور شہود سے جو نماز میں میری شان کے لائق ہے۔ ہٹا دیں۔ یعنی حضور اس عالم سے نیچے نہیں آئے۔ اس کا صرف اندیشہ پیدا ہوگیا تھا۔ اس لئے کہ خوبصورت نقش ونگار کی جانب انسانی رجحان نظری ہے۔ حضرت شیخ نور الحق بن حضرت شیخ عبد الحق دہلوی قدس سرہ، تیسیر القاری میں فرماتے ہیں۔ کہ حضور کے درجات غیر متناہی ہیں۔ وہ مرتبہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ اگر بالفرض اس سے کچھ تنزل بھی ہوجائے پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مقام پر رہیں گے کہ دوسرے مقربین ہزار کوشش وفنا کے بعد بھی وہاں تک رسائی نہیں کرسکتے مگر حضور نے یہ بھی پسند نہ فرمایا۔ کہ اس اپنے مخصوص درجے سے بھی تنزل فرمائیں۔

عہ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب اذا صلی فی ثوب له اعلام فنظر الی اعلامها ص۵۴۔ بخاری جلد اول اذان باب رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ ص۱۰۳۔ جلد ثانی لباس باب الاکسیة والخمائص ص۸۶۴۔ مسلم جلد اول صلوٰۃ باب کراهیته فی ثوب له اعلام ص۲۰۸۔ ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب النظر فی الصلوٰۃ ص۱۳۰۔ ابوداؤد جلد ثانی لباس باب الرخصة فی العلم وخط الحریر ص۲۰۵۔ نسائی جلد اول قبلہ باب الرخصة فی الصلوٰۃ فی خمیصة لها اعلام ص۱۲۵۔ ابن ماجہ لباس باب لباس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۶۲۔ موطا امام مالک صلوٰۃ باب النظر فی الصلوٰۃ الی ما یشغلک ص۳۶۔ مسند امام احمد

حدیث ۔ کان قرام لعائشۃ سترت بہ جانب بیتھا (۲۵۹)

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ، قَالَ کَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَۃَ، سَتَرَتْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت عائشہ کے پاس ایک (تصویر دار) پردہ تھا۔ جسے

بِہٖ جَانِبَ بَیْتِھَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمِیْطِیْ

انھوں نے گھر کے ایک گوشے میں لگایا تھا۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ان سے)

اس لئے یہ چادر واپس کردی ــــ شیخ الاسلام نبیرہ حضرت شیخ عبدالحق قدس سرہٗ نے فرمایا۔ یہ امت کی تعلیم کیلئے تھا اور یہی اس خادم کے نزدیک بھی ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیثیت شارع کی بھی تھی۔ رہ گئی یہ بات کہ جب اپنے لئے نہیں پسند فرمایا تو حضرت ابوجہم کو کیوں دیا۔ گزرچکا کہ یہ انھیں کی نذر تھی اس لئے انھیں عطا فرمائی یہ کیا ضروری ہے کہ حضرت ابوجہم اسے استعمال ہی کریں۔ ہو سکتا ہے کہ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے صرف میں لائے ہوں۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ان کی چشمان مبارک سفید ہوگئی تھیں اس لئے انھیں اندیشہ مذکور نہ تھا۔

تشریحات (۲۵۹)

قرام باریک رنگین اونی پردے کو کہتے ہیں۔ نسائی میں ہے[۱] کہ ام المومنین فرماتی ہیں میں نے اس پردے کو روشندان پر لٹکا دیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس روشندان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے کہ وہ دیوار قبلہ میں تھا۔ مجھ سے فرمایا اے عائشہ اسے ہٹا دے تو میں نے اسے اتار دیا اور اس کے تکیے بنادے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اس پر میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹیک لگایا کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ تصویر اگر اہانت کی جگہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اتنی چھوٹی ہو کہ اگر زمین پر رکھی ہو تو کھڑے ہو کر دیکھنے سے اعضاء کی تفصیل نہ دکھائی دیتی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اس تصویر کا رکھنا حرام ہے۔ جو اتنی بڑی ہو کہ کھڑے ہو کر دیکھنے سے اعضاء کی تفصیل دکھائی دیتی ہو اور اہانت کی جگہ نہ ہو۔ مثلاً دیوار میں ٹنگی ہو ــــ اہانت کی جگہ سے مراد یہ ہے کہ شلاً فرش پر ہے کہ پاؤں سے روندی جائے گی اس پر بیٹھا جائے گا یا تکیے میں ہے کہ اس پر ٹیک لگایا جائے گا ــــ اس کی دلیل نسائی کی یہ حدیث ہے۔ رہ گیا تصویر کا بنانا وہ بلاشبہ حرام ہے خواہ ہاتھ سے بنائیں یا کیمرہ وغیرہ مشینوں سے۔ تفصیل اپنی جگہ آئے گی۔

[۱] نسائی جلد ثانی تصاویر ص ۲۹۸

عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا فَاِنَّهٗ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْرُهٗ تَعْرِضُ فِيْ صَلٰوتِيْ [ع۱]

فرمایا۔ ہمارے سامنے سے اپنا پردہ ہٹالو۔ اس لئے کہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آتی رہیں۔

حدیث۔ صلّی النبیؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی فروج حریر فنزعہ (۲۶۰)

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔ قَالَ اُهْدِيَ اِلَى النَّبِيِّ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسا ریشمی

مناسبت باب یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے ۔۔۔ ان صلی فی ثوب مصلب او تصاویر هل تفسد صلاته وما ینهی عن ذلك ۔۔۔ اگر ایسے کپڑے میں نماز پڑھی جس میں صلیب یا تصویر ہو تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی اور اس سے ممانعت کا بیان ۔۔۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کپڑا انہیں پہنے تھے جس میں تصویریں تھیں بلکہ حضور کے سامنے جو پردہ تھا اس میں تصویریں تھیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نمازی کے آگے اگر تصویر ہو وہاں نماز پڑھنا منع ہے۔ مناسبت یہ ہے کہ جب ایسے پردے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا منع ہے تو اگر کپڑے پر تصویریں ہوں تو بدرجہ اولی ممانعت ہوگی۔ صلیب اور تصویر میں وجہ اشتراک یہ ہے ۔۔۔ صلیب کی بھی پوجا ہوتی ہے اور تصویر کی بھی۔ اس لئے جیسے وہ کپڑا پہن کر نماز ممنوع ہے جس پر تصویریں بنی ہوں اوسیطرح وہ کپڑا بھی پہن کر نماز ممنوع ہے جس پر صلیب بنی ہو نیز جب اس کے ہٹائے جانے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ ایسے کپڑوں کا استعال مطلقاً منع ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر نمازی کے آگے ایسی چیز ہو جس سے حضور قلب میں خلل کا اندیشہ ہو تو وہاں نماز ممنوع ہے۔ اسی لئے فقہاء نے فرمایا کہ قبلے کی دیوار میں نقش و نگار بنانا ممنوع اور اسی کے حکم میں مقامات مقدسہ کے نقشے بھی ہیں۔ اسی لئے ہمارے علماء نے فرمایا کہ قیام کی حالت میں نظر موضع سجود پر رکھنی چاہئے۔

تشریحات (۲۶۰)

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ عالم قاری اور فرائض کے ماہر نہایت ہی فصیح و بلیغ شاعر کاتب بزرگ تھے۔ اپنے ہاتھ سے ایک مصحف انھوں نے بھی لکھا تھا۔ یہ

ع۱ بخاری جلد اول صلوۃ باب ان صلی فی ثوب مصلب او تصاویر هل تفسد صلاته وما ینهی عنه ص۵۳۔

بخاری جلد ثانی لباس باب کراهية الصلوة فی التصاویر ص۸۸۰

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ فَلَبِسَهٗ فَصَلّٰى فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ

قبا نذر کی گیا جس کا چاک پشت پر تھا حضور نے اسے پہنا اور اس میں نماز پڑھی پھر جب نماز سے فارغ

خود اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو میں اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ اسے چھوڑ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بیعت کرلی۔ شام کے معرکوں میں شریک رہے۔ دمشق کے فتح کی خوشخبری حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں یہی لائے تھے۔ واقعہ صفین میں حضرت امیر معاویہ کے ساتھ تھے۔ بعد میں حضرت معاویہ نے انھیں مصر کی ولایت مطلقہ تفویض کی۔ یہاں تک کہ امور مذہبی اور وصولی خراج دونوں انکے سپرد کردئے پھر ۴۴ھ میں انھیں معزول کردیا۔ ۵۸ھ میں وصال، مصر ہی میں ہوا۔ ان سے پچپن احادیث مروی ہیں۔ امام بخاری نے تین لی ہیں۔

فَرُّوْجِ حریر

یہاں روایت دو طرح ہے اضافت کیساتھ فَرُّوْجُ حَرِیْرٍ۔ اور صفت کے ساتھ فَرُّوْجٌ حَرِیْرٌ فروج کا مادہ فرج ہے۔ یہ مصدر بھی ہے۔ کھولنے اور کشادہ کرنے کے معنی میں اور حاصل مصدر بھی، شگاف کے معنی میں۔ فروج۔ ایسی قبا، کو کہتے ہیں جس کا چاک پیٹھ کی جانب ہو۔ ایسی قبا سب سے پہلے فرعون نے پہنی تھی۔ یہ قبا، دومۃ الجندل کے رئیس، اُکیدر بن مالک نے پیش کی تھی۔ جب غزوہ تبوک کے بعد حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے گرفتار کرکے خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس نے صلح کرلی تھی۔ دومۃ الجندل۔ شام اور عراق کا سرحدی مقام ہے۔ دمشق سے چھ منزل اور مدینہ طیبہ سے تیرہ منزل ہے۔

تطبیق

ریشمی کپڑا پہننا مردوں کو حرام ہے اور عورتوں کو جائز ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داہنے ہاتھ میں ریشم لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا، پھر فرمایا

ان ھذین حرام علی ذکور امتی وحل لاناثھم[۳] — یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں کیلئے حلال۔

اور یہی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

دوسری حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ہے۔

حرم لباس الحریر والذھب علی ذکور — ریشم اور سونے کا پہننا میری امت کے مردوں پر حرام

---

[۱] شرح تراجم للشاہ ولی اللہ دہلوی۔ [۲] نسائی جلد ثانی لباس باب لبس الدیباج المنسوج بالذھب ص۲۹۹۔ [۳] ابوداؤد جلد ثانی ص ۵۶۱ باب فی الحریر للنساء و ص۲۹۵ نسائی جلد ثانی لباس باب تحریم الذھب للرجال ص۲۸۵ ابن ماجہ لباس باب لبس الحریر والذھب للنساء ص۲۶۵

فَنَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيْدًا كَالْكَارِهِ لَهُ وَقَالَ لَا يَنْبَغِي هٰذَا لِلْمُتَّقِيْنَ عه

ہوئے تو اسے جلدی سے اتار دیا جیسے اسے ناپسند فرماتے ہوں اور فرمایا یہ متقیوں کے لائق نہیں۔

حدیث (۲۶۱) عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے بطحاء مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

امتی واحل لاناثهم ؎

کیا گیا اور عورتوں کے لئے حلال کیا گیا۔

رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہنا۔ اور ناپسند فرما کر اتارا تو یہ ارشاد فرمایا کہ یہ متقیوں کے لائق نہیں۔ یہ اس پر محمول ہے۔ کہ اس وقت تک حرام نہیں کیا گیا تھا۔ جیسا کہ مسلم، میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، دیباکی قبا میں نماز پڑھی۔ پھر اسے اتار دیا اور فرمایا ابھی جبریل نے مجھے اس سے منع کیا ہے۔

تصحیح مولانا کشمیری صاحب نے، فروج، کا ترجمہ "کوٹ" کیا ہے جبکہ تمام شارحین اور اہل لغت اس پر متفق ہیں کہ فروج۔ اس قبا کو کہتے ہیں جس میں چاک پشت پر ہوتا ہے۔ حتی کہ المنجد کے ترجمے مصباح اللغات میں بھی یہی ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ کوٹ آگے کی طرف کھلا رہتا ہے۔

اشکال وجواب اس حدیث میں یہ ہے کہ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فروج کو ناپسند فرما کر اتار دیا۔ اور فرمایا یہ متقیوں کے لائق نہیں۔ ابھی جو حضرت جابر کی حدیث بحوالہ مسلم گذری۔ اسمیں یہ ہے کہ مجھے جبریل نے ابھی اس سے منع کیا ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں یا ایک۔ اگر دو ہیں تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے یہ پہلے کا ہے۔ جیسا کہ کشمیری صاحب کا خیال ہے۔ اب اشکال یہ ہے کہ جب ایکبار ریشمی کپڑا ناپسند فرما کر اتار دیا اور یہ فرمایا کہ یہ متقیوں یعنی ان مسلمانوں کے لائق نہیں جو گناہ سے بچتے ہیں تو دوبارہ کیوں پہنا۔ اس لئے کہ یہ ارشاد اس کی حرمت پر دلالت کر رہا ہے۔ اس طرح کہ گناہ سے بچنے والوں کے لائق کیوں نہیں۔ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ یہ گناہ ہے اس لئے اس خادم کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث ام المؤمنین اور مسلم کی حدیث جابر دونوں میں مذکور ایک ہی واقعہ ہے۔ مضامین میں اجمال وتفصیل ہے۔

تشریحات (۲۶۱)

تکمیل ۔ اسی بخاری باب سترة الامام سترة من خلفه، میں ہے۔ یہ مکہ کے بیرونی حصہ بطحاء میں پیش آیا

عه بخاری جلد اول صلوٰۃ باب من صلی فی فروج حریر ثم نزعہ ص۵۳۔ بخاری جلد ثانی لباس باب القباء وفروج حریر ص۸۶۶۔ مسلم جلد ثانی لباس باب تحریم اناء الذهب والفضة ص۱۹۲۔ نسائی جلد اول قبلہ باب الصلوٰۃ فی الحریر ص۹۳۔ مسند امام احمد ۔ ترمذی جلد اول لباس باب ص۳۰۳۔ نسائی جلد ثانی لباس باب تحریم الذهب للرجال ص۳۴۳۔ ؎ مسلم جلد ۔

اَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا اَخَذَ عَنَزَةً لَهٗ فَرَكَزَهَا
کے ہاتھ کی تری لے لیتا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ بلال چھوٹا نیزہ لائے اور اسے گاڑا اور رسول اللہ
وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمِّرًا صَلّٰى اِلَى
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرخ جوڑا پہنے تہبند اٹھائے برآمد ہوئے اس نیزے کی طرف
الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّوْنَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الْعَنَزَةِ
منہ کرکے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ اور میں نے انسانوں اور چوپایوں کو دیکھا کہ اس نیزے کے آگے سے گزرتے تھے

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ مرد زعفران سے رنگے۔ دوسری کسی چیز سے اگر کپڑا سرخ رنگا گیا ہے اور شوخ ہے تو مکروہ تنزیہی ہے ورنہ نہیں۔ ناپسند ہونا ان احادیث سے ثابت ہوا جو ہم نے ابوداؤد اور ترمذی کی نقل کیں۔ اور اس باب میں امام بخاری جو حدیث لائے اس سے بلاکراہت جواز ثابت ہوتا ہے دونوں میں تطبیق کی ایک صورت یہی ہے کہ ناپسندیدگی شوخ سرخ رنگ سے تھی اور جو حلہ زیب تن فرمایا یہ ہلکے سرخ رنگ کا رہا ہوگا۔ بیان جواز کے لئے زیب تن فرما لیا۔ ویسے علامہ عینی وغیرہ احناف نے فرمایا۔ کہ یہ حلہ سرخ دھاری دار تھا اس کی زمین سفید تھی۔ جیسا کہ ابن عربی کی احکام القرآن میں تفصیل مذکور ہے۔

اَخَذَ وَضُوْءً اس سے مراد یہ ہے کہ وضو کے لئے پانی لائے۔ اس کی دلیل مسلم کی یہ روایت ہے جس میں اس کے بعد مذکور ہے۔ فتوضا۔ پھر حضور نے وضو فرمایا۔

ذٰلِكَ الْوَضُوْءِ اس سے مراد وہ پانی ہے جو وضو فرماتے وقت گرتا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام اولیائے عظام کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا سنت صحابہ ہے۔ نیز اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحراء میں نماز پڑھتے وقت سترہ گاڑ لینا چاہئے۔ امام کا سترہ تمام مقتدیوں کا سترہ ہے۔ مقتدیوں کو اپنے اپنے آگے سترہ قائم کرنے کی حاجت نہیں۔ سترہ کے آگے سے گذرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث کا کچھ حصہ کتاب الطہارۃ میں گذر چکا ہے۔ سرخ کپڑے کی بحث کے لیے اس کو میں نے دوبارہ ذکر کیا۔

مع بخاری جلد اول صلوٰۃ باب فی الثوب الاحمر ص۵۵ ایضا وضو، باب استعمال فضل وضوء الناس ص۳۱۔ ایضا باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ ص۷۱ ایضا باب الصلوٰۃ الی العنزۃ ص۷۱۔ ایضا جلد ثانی لباس التشمیر فی الثیاب ص۸۶۷ ایضا باب القبۃ الحمراء ص۸۶۶۔ مسلم جلد اول صلوٰۃ باب سترۃ المصلی ص۱۹۶۔ ابوداؤد جلد اول باب مایستر المصلی ص۱۰۱۔ ترمذی جلد اول باب ماجاء فی ادخال الاصبع اذن عند الاذان ص۲۷۔ نسائی جلد اول قبل باب الصلوٰۃ فی الثیاب الحمر ص۸۹ ایضا جلد ثانی زینت۔ باب اتخاذ القباب الحمر ص۳۰۲۔ ابن ماجہ اذان۔ باب السنۃ فی الاذان ص۵۲۔

ت ۹۲:- وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى الْجَمْدِ وَالْقَنَاطِيرِ وَإِنْ جَرَى
امام حسن بصری نے اس میں کوئی حرج نہیں جانا کہ جم کر برف ہوجانے والے پانی یا پلوں پر نماز پڑھی
تَحْتَهَا بَوْلٌ أَوْ فَوْقَهَا أَوْ أَمَامَهَا إِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ عه
اگرچہ ان کے نیچے یا اوپر یا آگے پیشاب (یا اور کوئی نجاست) بہ رہی ہو۔

ت ۹۳:- وَصَلَّى أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کی چھت پر امام
بِصَلٰوةِ الْإِمَامِ عه۔
کی اقتدا میں نماز پڑھی۔

ت ۹۴:- وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى الثَّلْجِ سه
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برف پر نماز پڑھی۔

تشریح ۹۲، ۹۳، ۹۴:- ثلج۔ اس برف کو کہتے ہیں جو فضا سے گرتی ہے۔ اگر یہ جم کر اتنی سخت ہوگئی ہے کہ سجدہ کرنے میں پیشانی اس پر ٹک جائے تو اس پر نماز صحیح ہے۔ اور اگر اتنی سخت نہیں ہے، تو جائز نہیں۔ یہی حکم گدے، قالین وغیرہ سب کا ہے۔

تشریحات ۲۶۲

الیٰ فلانۃ - یہ علم سے کنایہ ہے اس وجہ سے کہ یہ علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ ان کا نام کیا تھا۔ اس کی یقینی طور پر تعیین نہیں ہوسکی۔ علامہ عینی کا رجحان یہ ہے کہ ان کا نام عائشہ تھا۔ جیسا کہ طبرانی کی معجم اوسط میں ہے۔ جس بڑھئی نے بنایا تھا ان کا نام کسی نے، قبیصہ مخزومی کسی نے میمون، کسی نے صلاح کسی نے مینا، کسی نے یاقوم بتایا۔

مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ - کتاب الصلوٰۃ میں ہے من اثل الغابۃ۔ طرفاء اور اثل۔ دونوں، جھاؤ کے درخت کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ خطابی نے کہا۔ ابن سیدہ نے کہا کہ اثل، طرفاء کے مشابہ ہوتا ہے مگر اس سے بڑا ہوتا ہے۔

عه بخاری جلد اول ۵۵ باب الصلوٰۃ فی السطوح والمنبر والخشب ۵۴ عه ایضا ابن ابی شیبہ وسعید بن منصور۔
سه بخاری جلد اول باب الصلوٰۃ فی السطوح ۵۵۔

حدیث ۲۶۲ صفة منبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حَدَّثَنَا اَبُوْحَازِمٍ بْنِ دِیْنَارٍ اَنَّ رِجَالاً اَتَوْا سَھْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِیَّ

ابو حازم بن دینار نے یہ حدیث بیان کی - کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں

وَقَدِ امْتَرَوْا فِی الْمِنْبَرِ مِمَّ عُوْدُہٗ، فَسَأَلُوْہُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ وَاللہِ اِنِّیْ

حاضر ہوئے ان لوگوں کو یہ یقین سے معلوم نہیں تھا کہ منبر اقدس کس لکڑی کا تھا - ان لوگوں نے حضرت سہل

لَاَعْرِفُ مِمَّا ھُوَ وَلَقَدْ رَأَیْتُہٗ اَوَّلَ یَوْمٍ وُضِعَ وَاَوَّلَ یَوْمٍ جَلَسَ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللہِ

سے اس کے بارے میں دریافت کیا - اس پر انھوں نے فرمایا - بخدا میں جانتا ہوں کہ وہ کس لکڑی کا تھا - اور

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ

میں نے اسے اسی دن دیکھا تھا جس دن رکھا گیا تھا - اور جس دن رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے

سَلَّمَ اِلٰی فُلَانَۃَ اِمْرَأَۃٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَدْ سَمَّاھَا، سَھْلٌ، مُرِیْ

اس پر بیٹھے تھے - رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے انصار کی ایک عورت فلانہ کے پاس کہلایا - حضرت سہل

غابہ - مدینہ طیبہ سے نو میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے - جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اونٹ چرتے تھے - عکل وعرینہ نے ڈاکہ ڈالا تھا - یاقوت نے کہا یہ مدینہ سے چار میل دوری پر ہے - زمخشری نے ایک برید کا فاصلہ بتایا - ان سب میں تنافی نہیں - مدینے سے اس کا ابتدائی حصہ کہیں چار میل کہیں ایک برید اور انتہائی حصہ نو میل ہے - غابہ کے معنی جھاؤ کے بھی ہیں - اس منبر کی تین سیڑھیاں تھیں اور ایک درجہ بیٹھنے کے لئے تھا - حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے اونچے والے درجے پر قیام فرماتے - حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے درجے اور حضرت فاروق اعظم سب سے نیچے والے تیسرے پر - حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لئے اب کوئی درجہ ہی نہ رہا تو اوپر والے درجہ پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جب لوگوں نے دریافت کیا، ایسا کیوں کیا؟ تو فرمایا - اگر دوسرے پر کھڑا ہوتا تو لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں - تیسرے پر کھڑا ہوتا تو حضرت فاروق کے ساتھ برابری کا وہم ہوتا - اس لئے وہاں کھڑا ہوا جہاں برابری کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہو سکتا -

فائدہ باب: - یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے "چھتوں اور منبر پر نماز کا بیان" اس کی ضرورت یہ پڑی کہ حدیث گذر چکی - کہ فرمایا - زمین میرے لئے مسجد یعنی نماز پڑھنے کی جگہ بنائی گئی ہے - اور چھت، منبر، تخت وغیرہ زمین نہیں -

---

لہ عمدۃ القاری ثانی - مسند امام احمد سے رد المحتار جلد اول جز صفحہ ۵۵۲ - فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ -

غُلَامَكِ النَّجَّارَ اَنْ يَعْمَلَ لِيْ اَعْوَادًا اَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ اِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ

نے ان کا نام لیا تھا۔ کہ اپنے غلام کو جو بڑھئی ہے یہ حکم دے کہ میرے لئے ایسی لکڑیاں بنادے کہ جب مجھے لوگوں سے

فَاَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَاَرْسَلَتْ اِلٰى رَسُوْلِ

کچھ کہنا ہو تو اس پر بیٹھوں۔ ان عورت نے اپنے غلام کو حکم دیا۔ اس نے "غابہ کے جھاؤ" سے بنایا اور اسے لایا۔ ان

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هٰهُنَا

عورت نے منبر رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجدیا۔ حضور نے حکم دیا تو منبر یہاں رکھا گیا۔ اسکے بعد

ثُمَّ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، صَلّٰى

میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ اس پر نماز پڑھی۔ اسی پر

تو شبہ ہوتا ہے کہ شاید ان پر نماز درست نہ ہو۔ اس کے ازالے کے لئے یہ باب قائم فرمایا ہے۔

مسائل ۱۔ امام مقتدیوں سے اونچی جگہ کھڑا ہو۔ یہ جائز ہے۔ اگر کوئی ضرورت ہو تو کراہت بھی نہیں۔ مثلاً یہاں امت کی تعلیم مقصود تھی۔ بلا ضرورت مکروہ ہے۔ مگر میرا وجدان کہتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا یہ فعل خاص میں سے تھا۔ حضرات خلفائے راشدین کو بار بار تعلیم کی ضرورت پیش آئی مگر کبھی یہ منقول نہیں کہ ان حضرات نے منبر یا کسی اونچی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھی ہو اور نہ کسی صحابی سے منقول ہے۔ ۲۔ نماز میں ایک دو قدم چلنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ ۳۔ عمل قلیل مفسد نماز نہیں۔ ۴۔ علماء مشائخ کا اونچی جگہ بیٹھنا جائز ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدُ اللّٰهِ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام احمد نے علی بن مدینی سے فرمایا آپ کی روایت کردہ اس حدیث سے اس نے یہ سمجھا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ السلام الجمدی یعنی منبر پر تھے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ امام مقتدیوں سے اونچی جگہ ہو۔ علی بن مدینی نے فرمایا۔ کیا آپ نے سفیان بن عیینہ سے یہ حدیث نہیں سنی۔ ان سے اکثر اس بارے میں سوالات ہوتے اور وہ یہی حدیث بیان کرتے۔ امام احمد نے فرمایا۔ نہیں۔ یعنی یہ حدیث پوری نہیں سنی ہے۔ میں نے پوری کی قید اس لئے لگائی کہ مسند امام احمد میں اس حدیث کا جز سفیان بن عیینہ ہی سے اسی سند کے ساتھ مذکور ہے۔ بس اتنا۔ قال کان المنبر من اثل الغابة۔

تشریحات ۲۶۳ :

فجحشت :۔ علامہ خطابی نے فرمایا۔ کہ جحش کے معنی کھال چھل جانے کے ہیں۔ لیکن اندازہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ کچھ چوٹ بھی آئی تھی۔ اور تکلیف بھی تھی۔ جسکی وجہ سے حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکے۔ امام احمد نے حضرت انس ہی سے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت کی۔ انفکت قدمه۔ قدم پاک اکھڑ گیا۔ اور یہی اسماعیلی کے یہاں بشر بن المفضل

عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ

تشریف رکھتے ہوئے تکبیر پڑھی پھر اسی پر رہتے ہوئے رکوع فرمایا پھر الٹے قدم اتر کر منبر کی جڑ میں سجدہ کیا۔ پھر

ثُمَّ عَادَ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ۔ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا صَنَعْتُ

منبر پر تشریف لے گئے جب نماز سے فارغ ہو چکے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے لوگو! یہ میں نے

هٰذَا لِتَأْتَمُّوا بِي وَلِتَعَلَّمُوا صَلٰوتِي ؏ه

اس لیے کیا ہے تاکہ تم لوگ میری اتباع کرو اور میری نماز سیکھ لو۔

حدیث ۲۶۳:۔ فَجَلَسَ فِي مَشْرَبَةٍ لَهُ۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھوڑے سے

عن حمید بھی ہے۔ بلکہ بخاری باب اذا انما جعل الامام... فصوموا۔ میں بھی ہے۔ دونوں روایتوں کو جمع کرنے سے حاصل یہ نکلا کہ شدید خراش بھی آئی تھی۔ اور پاؤں بھی اکھڑ گیا تھا۔ یہاں شکِ راوی ہے کہ یہ خراش پنڈلی میں تھی یا شانے میں۔ مگر دوسری روایتوں میں شقہ الایمن ہے، یعنی داہنی کروٹ میں۔ یہ پنڈلی اور شانہ دونوں کو شامل ہے۔ اسی لئے علامہ ابن حجر نے فرمایا یہ اشمل ہے۔

یہ واقعہ کب ہوا تھا گھوڑے سے گر کر چوٹ لگنے کا واقعہ ۵ھ میں واقع ہوا۔ جیسا کہ عینی میں ہے۔ اور ابن حبان نے بھی لکھا ہے[۱] حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی ضرورت سے غابہ تشریف لے جا رہے تھے۔ کسی ناگہانی افتاد کی وجہ سے ایک کھجور کے درخت کی جڑ میں گر پڑے۔ اور داہنا پاؤں اکھڑ گیا۔ اور داہنی جانب شدید خراش آئی۔ پنڈلی میں بھی اور شانے میں بھی۔

وَآلٰى مِنْ نِسَائِهِ ایلاء کا مادہ الیۃ ہے۔ اس کے معنی قسم کے ہیں۔ شریعت میں ایلاء اسے کہتے ہیں کہ کوئی یہ قسم کھائے کہ میں چار مہینے

؏ه بخاری جلد اول۔ جمعہ باب الخطبۃ علی المنبر ص۱۲۵ ایضاً صلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ علی السطوح والمنبر ص۵۵ ایضاً باب الاستعانۃ بالنجار والصناع فی اعواد المنبر ص۶۴ جلد ثانی ھبہ باب من استوھب من اصحابہ شیئاً ص۳۴۹ مسلم جلد اول مساجد باب جواز الخطوۃ والخطوتین فی الصلوٰۃ ص۲۰۶ ابو داؤد جلد اول جمعہ باب اتخاذ المنبر ص۱۵۵ نسائی جلد اول مساجد باب الصلوٰۃ علی المنبر ص۱۲۰ ابن ماجہ صلوٰۃ باب بدء شان المنبر ص۱۰۳ ۔ دارمی صلوٰۃ ص۴۵۔

[۱] فتح الباری جلد ثانی باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص۱۳۹ ؏ ابن خزیمہ وابو داؤد۔

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسِہٖ فَجُحِشَتْ سَاقُہٗ اَوْ کَتِفُہٗ وَآلیٰ مِنْ نِسَائِہٖ

زخمی ہو گئے۔ جس سے آپ کی پنڈلی یا کاندھا چھل گیا اور حضور نے قسم کھائی کہ ایک مہینے

یا اس سے زائد مدت تک اپنی بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا۔ یہاں حدیث میں ایلاء سے فقہی معنی مراد نہیں۔ لغوی معنی مراد ہے۔ یعنی صرف قسم کھانا۔ مطلب ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ قسم کھائی کہ ایک مہینے تک اپنی ازواج کے قریب نہیں جاؤں گا۔ یہ قسم کس وجہ سے کھائی تھی اس کے مختلف اسباب، احادیث و کتب سیر میں مذکور ہیں۔ اس کی تفصیل کتاب النکاح میں آئے گی۔

یہ ایلاء کا واقعہ کب ہوا اس حدیث کے ظاہر سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ اس چوٹ لگنے اور ایلاء کا واقعہ ایک ہی ساتھ پیش آیا تھا۔ یہ دھوکہ شبلی صاحب کو بھی ہو گیا[1]۔ چونکہ دونوں واقعے میں یہ دو بات مشترک ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ایام میں بالاخانے پر تشریف رکھتے تھے۔ اور یہ قیام ۲۹ دن رہا۔ اس لئے بعض رواۃ نے یہ سمجھ لیا کہ یہ دونوں ایک ہی واقعے ہیں۔ مگر درحقیقت یہ دو الگ الگ واقعے ہیں اور الگ الگ سن میں رونما ہوئے۔ اس پر سب سے پہلے علامہ زیلعی کی نظر گئی۔ اس پر مندرجۂ ذیل دلائل ہیں۔ اس چوٹ کا واقعہ ۵ھ میں پیش آیا۔ اور واقعہ ایلاء ۹ھ میں۔ اس چوٹ والے واقعے میں حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بالاخانہ سے نیچے تشریف نہیں لاتے تھے۔ نیچے تشریف لانا تو بہت دور ہے، ابتداء میں کھڑے بھی نہیں ہو سکتے تھے۔ بالاخانہ ہی پر نمازیں ادا فرماتے وہ بھی بیٹھ کر۔ صحابۂ کرام عیادت کے لئے حاضر ہوتے رہتے۔ صحابۂ کرام ازواج مطہرات میں کسی بچینی کا کوئی ذکر نہیں۔ برخلاف واقعۂ ایلاء کے، اس میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالاخانہ سے نیچے اترتے، مسجد میں آکر نمازیں پڑھتے، دن میں ایک کنوئیں میں تشریف لیجاتے جس میں ایک پیلو کا درخت تھا، اس کے سایے میں آرام فرماتے۔ صحابۂ کرام میں شدید اضطراب تھا۔ ازواج مطہرات کا سکون رخصت تھا۔ آگے حدیث ایلاء کتاب النکاح میں مفصل آئیگی۔ جس میں یہ ہے کہ حضرت عمر کے دوست نے ان سے کہا۔ ایک بہت بڑا حادثہ ہو گیا ہے غسان کے حملے سے بھی بڑھ کر۔ حضرت عمر نے فجر کی نماز حضور کے پیچھے پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر حضور بالاخانے پر تشریف لے گئے۔ صحابۂ کرام مسجد میں بیٹھے رو رہے تھے۔ ازواج مطہرات الگ رو رہی تھیں۔ دروازے پر دربان تھا، کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ حضرت عمر کو بھی بمشکل اجازت ملی۔

فتح الباری میں ہے۔ کہ واقعۂ ایلاء میں رات کے وقت بالاخانہ پر تشریف رکھتے اور دن میں قریب ہی کے ایک کنوئیں میں پیلو کے درخت کے نیچے تنہا قیلولہ فرماتے۔ اور یہی وفاء الوفاء میں بھی ہے۔ ان سب سے ظاہر ہو گیا کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں۔

اس چوٹ کے وقت جب کہ حضور بالاخانے سے نیچے اترتے نہ تھے تو مسجد نبوی میں ان دنوں نماز کس نے پڑھائی، یہ اب تک کہیں میری نظر سے نہیں گذرا۔

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۵۵۱۔

ثُمَّ جَلَسَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ دَرَجَتُهَا مِنْ جُذُوعِ النَّخْلِ . فَأَتَاهُ

تک اپنی ازواج کے پاس نہیں جائیں گے اسکے بعد اپنے ایک بالاخانے میں قیام فرمایا جسکے زینے کھجور کی لکڑی کے تھے

أَصْحَابُهُ يَعُودُونَهُ فَصَلَّى بِهِمْ جَالِسًا وَهُمْ قِيَامٌ فَلَمَّا سَلَّمَ

خدمت اقدس میں صحابہ کرام عیادت کے لئے حاضر ہوئے تو حضور نے انھیں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھائی اور صحابہ کھڑے تھے

اِن صلی قائما فصلوا قیاما

بعض حدیثوں میں یہ بھی ہے۔ واذا صلی جالسا فصلوا جلوسا[1] اور جب امام بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھیں۔ حالانکہ ہمارا اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے۔ کہ اگر کسی عذر کیوجہ سے امام بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے۔ تو مقتدی بیٹھیں گے نہیں کھڑے ہو کر پڑھیں گے۔ اس کا جواب خود امام بخاری نے یہ دیا ہے۔ کہ حمیدی نے کہا۔ کہ یہ ارشاد پہلے کا ہے۔ یعنی اس واقعے کے وقت ۵ھ کا اور مرض وصال میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور تمام صحابہ کرام کھڑے تھے۔ اس وقت حضور نے صحابہ کو کھڑے ہونے کا حکم نہیں دیا۔ اور اعتبار آخر فالآخر کا ہوتا ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ مرض وصال والی حدیث میں اضطراب ہے۔ بعض میں یہ ہے کہ امام حضرت صدیق اکبر تھے۔ اور حضور مقتدی۔ جیسا کہ ترمذی اور نسائی میں حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ نیز نسائی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ اس لئے اس حدیث سے نسخ نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب علامہ عینی نے امام بیہقی سے یہ نقل کیا۔ کہ مرض وصال میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنانے کے بعد دوبارہ مسجد میں نماز کے لئے تشریف لائے۔ پہلی بار ہفتہ یا اتوار کو نماز ظہر میں۔ اس میں حضور امام تھے اور حضرت صدیق سمیت تمام صحابہ مقتدی دوسری بار ٹھیک وصال کے روز دوشنبہ کے دن نماز فجر میں جبکہ ایک رکعت ہو چکی تھی دوسری رکعت میں شامل ہوئے۔ اس میں حضرت صدیق امام تھے اور حضور مقتدی۔ رہ گئی وہ روایت کہ یوم وصال پردہ اٹھا کر لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور پردہ چھوڑ دیا۔ یہ پہلی رکعت تھی۔ بعد میں افاقہ اور کچھ طاقت محسوس ہوئی تو مسجد میں تشریف لائے اور دوسری رکعت میں شریک ہو گئے[2]۔ علاوہ ازیں سقوط عن الفرس والی حدیث بھی اضطراب سے خالی نہیں۔ بخاری[3] اور مسلم[4] دونوں میں ایک روایت ہے۔ فصلی بنا قاعدا فصلینا وراءہ قعودا۔ حضور نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی ہم لوگوں نے حضور کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

اقول باللہ التوفیق۔ یہ نماز فرض تھی جب تو ان ابحاث کی گنجائش ہے جو شارحین نے یہاں شرح و بسط کے ساتھ تحریر کی ہیں۔ اور اگر نفل تھی تو پھر بحث ہی ختم ہے۔ علامہ قرطبی کی رائے ہے کہ یہ نماز فرض تھی۔ علامہ ابن حجر[5] کا بھی یہی رجحان معلوم ہوتا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے۔ کہ ایک روایت میں یہ ہے فحضرت الصلوٰۃ۔ اس کا مرجع معلوم یہ ہے

۱؎ بخاری جلد اول اذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص۹۶ ۲؎ جلد رابع باب الصلوٰۃ علی السطوح ص۱۰۶ موسیٰ بن عقبہ فی المغازی
۳؎ اول اذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص۹۶ ۴؎ جلد اول صلوٰۃ باب ائتمام المأموم الامام ص۱۲۶ ۵؎ فتح الباری
جلد ثانی اذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص۱۵۱

قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا

سلام پھیرنے کے بعد حضور نے فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اسکی اقتدا کرو جب تکبیر کہے تو تم لوگ بھی تکبیر کہو اور جب رکوع

رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَإِنْ صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَنَزَلَ لِتِسْعٍ

کرے تو رکوع کرو اور جب سجدہ کرے تو سجدہ کرو۔ اور اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھو اور حضور انتیس

وَعِشْرِيْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّكَ آلَيْتَ شَهْرًا، فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ

دن پر نیچے اترے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے ایک مہینے کیلئے قسم کھائی تھی۔ فرمایا یہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔

کہ لوگ نماز کے لئے اکٹھے ہو گئے اور جماعت کا وقت ہو گیا۔ جسکی تعبیر بہ عادت عرف میں یہ ہوتی ہے کہ جماعت تیار ہے۔ صحابہ کرام فرض ہی کے لئے اکٹھے ہوتے تھے۔ اس سے ثابت کہ یہ نماز فرض تھی۔ علاوہ ازیں ابوداؤد[1] میں تصریح ہے کہ صحابہ کرام نے ان ایام میں دو بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ ایک مرتبہ نفل اور دوبارہ فرض میں اقتدا کی۔ لیکن اس خادم کی نظر میں امام قاضی عیاض کا قول راجح ہے کہ یہ نماز نفل تھی۔ کیونکہ ان ایام میں مسجد میں نماز ضرور ہوتی تھی۔ مسجد میں نماز پڑھنا صحابہ نے چھوڑ نہیں دیا تھا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام مسجد میں جماعت سے نماز فرض پڑھ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہونگے۔ اور جب دیکھا کہ حضور نماز پڑھ رہے ہیں تو حصول برکت کے لئے بہ نیت نفل شریک ہو گئے۔ تو اگرچہ حضور فرض پڑھ رہے تھے مگر صحابہ کرام کی نماز نفل تھی۔ اور نفل قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر پڑھنا بالاتفاق جائز ہے۔ اب حدیث کا مفاد یہ ہوا کہ جب امام کے پیچھے نفل پڑھو اور امام بیٹھا ہو تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ اور ہمارے اور دوسرے ائمہ کے جو اختلاف ہے وہ فرض کے بارے میں ہے۔ اسطرح دونوں حدیثوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ نسخ کے قول کی حاجت نہیں رہی۔

یہ نماز کون تھی فیض الباری میں ادعا ہے کہ یہ نماز ظہر تھی۔ مگر اس پر کوئی سند نہیں پیش کی۔ اس لئے یہ محض ادعا ہی ادعا ہے۔ حضرت انس کی ایک روایت میں فصلی بنا یومئذ ہے اس دن ہمیں نماز پڑھائی۔ علامہ ابن حجر[2] نے اس سے استدلال فرمایا کہ یہ دن کی نماز تھی۔ خواہ ظہر ہو خواہ عصر۔ لیکن اگر یہ نماز نفل تھی جیسا کہ اس خادم کا رجحان ہے۔ تو یہ استدلال تام نہیں۔

مرض وصال میں کتنی نمازیں مسجد میں پڑھیں مرض وصال میں کتنی بار مسجد میں تشریف لاکر نمازیں پڑھیں؟ اس سلسلے میں علامہ عینی کی تحقیق گذری کہ دو بار۔ ایک مرتبہ ہفتہ یا اتوار کو نماز ظہر کے لئے۔ دوبارہ دوشنبہ کو نماز فجر میں۔ لیکن حدیث کے تمام طرق پر جب نظر وتحقیق ڈالی جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ چار بار مسجد میں تشریف لائے۔ ایک تو جمعہ کے بعد ہفتہ کی رات میں عشا کی نماز کے وقت جبکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنایا تھا۔ مسلم شریف[3] میں ہے — فلما دخل فی الصلوٰۃ وجد من نفسہ خفۃ فقام یھادی بھا الخ جب ابوبکر نے نماز شروع کر لی تو حضور نے اپنی طبیعت ہلکی پائی اور کھڑے ہو کر دو آدمیوں کے مابین دوسری

---

[1] جلد اول صلوٰۃ باب الامام یصلی من قعود ص ٨٩ [2] فتح الباری جلد ثانی اذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص ١٥١
[3] جلد اول صلوٰۃ باب استخلاف الامام ص ١٩٥ — ع ... اس کا حاشیہ اگلے صفحہ پر آ رہا ہے

ت ۹۵:- وَصَلّٰى جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ فِي السَّفِيْنَةِ قَائِمًا عہ

حضرت جابر بن عبد اللہ اور ابو سعید رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

بار سنیچر یا اتوار کو نماز ظہر میں۔ جیسا کہ گذر چکا۔ تیسری بار دوشنبے کو نماز فجر میں۔ جیسا کہ پہلے بھی اور ابھی عینی کے حوالے سے گذرا۔ ان تینوں بار نماز میں شرکت فرمانے کی تصریح ہے۔ چوتھی بار پیشانی اقدس پر پٹی باندھ کر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے۔ خطبہ دیا جیسا کہ بخاری ہی میں[1] حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ اس روایت میں صراحت کے ساتھ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز بھی پڑھی۔ مگر قیاس یہی کہتا ہے کہ ایسے ہی وقت مسجد میں تشریف لائے ہوں گے کہ نماز کے لئے صحابہ کرام جمع ہوئے ہوں گے۔ اس لئے اغلب یہ ہے کہ نماز بھی پڑھی ہوگی۔ اس سے ان تمام روایتوں میں تطبیق ہو جائے گی جن میں سہارا دینے والوں کے نام مختلف آئے ہیں۔ جیسا کہ گذر چکا۔

انما جعل الامام ليؤتم به ہمارے یہاں اقتداء صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ امام کی نماز مقتدی کے مساوی ہو یا اعلیٰ ادنیٰ نہ ہو۔ اس لئے فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل پڑھنے والا اقتداء کر سکتا ہے جیسا کہ ابھی ابو داؤد کی حدیث گذری کہ حضور فرض پڑھ رہے تھے اور صحابہ کرام نے حضور کے پیچھے نفل پڑھی۔ مگر نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والا اقتداء نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ ادون پر اعلیٰ کی بنا درست نہیں

تشریحات ۹۵-۹۶:-

یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے۔ باب الصلوٰة على الحصير۔ چٹائی پر نماز پڑھنے کا بیان ——— یہ باب قائم کرنے کی ضرورت یہ پیش آئی، کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا عَفِّرْ وَجْهَكَ فِي التُّرَابِ۔ اپنے چہرے کو دھول سے لتھیڑ اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ اگر زمین اور نمازی کے مابین جنس ارض کے علاوہ کوئی چیز حائل ہو تو نماز درست نہ ہوگی۔ باب قائم کرکے امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا۔ نماز صحیح ہونے کے لئے استقرار

(بچھلے صفحہ کا حاشیہ) عہ بخاری جلد اول اذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص۹۲ ایضاً صلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی السطوح والمنبر ص۵۵ ایضاً باب اذا کان بین الامام والقوم حائط ص۱۰۱ ایضاً باب یہوی بالتکبیر حین یسجد ص۱۱۰ ایضاً باب تقصیر الصلوات باب صلوٰۃ القاعد ص۱۵۰ ایضاً صوم باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا رایتم الہلال فصوموا ص۲۵۶ ایضاً مظالم باب الغرفۃ والعلیۃ المشرفۃ وغیر المشرفۃ ص۳۳۵-۳ ایضاً طلاق باب قولہ تعالٰی للذین یؤلون من نسائہم تربص اربعۃ اشہر ص۷۹۶ ایضاً ایمان ونذور۔ باب من حلف لا یدخل علی اہلہ شہرا ص۹۸۹ مسلم جلد اول باب ائتمام الماموم بالامام ص۱۷۶ ابو داؤد جلد اول صلوٰۃ باب الامام یصلی من قعود ص۸۹ ترمذی جلد اول صلوٰۃ۔ باب اذا صلی الامام قعودا فصلوا قعودا ص۴۲ نسائی جلد اول امامۃ۔ باب الائتمام بالامام یصلی قاعدا ص۱۳۳ ابن ماجہ باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص۸۸ موطا باب صلوٰۃ الامام وہو جالس ص۵۵ دارمی صلوٰۃ ۴۴ مسند امام احمد۔

---

[1] جلد اول علامات النبوۃ ص۵۱۲۔

عہ جلد اول باب الصلوٰۃ علی الحصیر ص۵۵ ابن ابی شیبہ۔

[2] ایضاً جلد ثانی نکاح باب قول اللہ تعالٰی الرجال قوامون علی النساء ص۷۸۳

ت ٩٦ :- وَقَالَ الْحَسَنُ تُصَلِّيْ۔

اور امام حسن بصری نے فرمایا (کشتی) میں کھڑے ہوکر۔

علی الارض شرط ہے اگرچہ نمازی اور زمین کے مابین کوئی چیز حائل ہو۔ جیسے چٹائی۔

مُطَابَقَتُ دونوں اثر اور باب میں مطابقت یہ ہے۔ چٹائی کھجور کے پتیوں یا کسی اور نباتات سے بنائی جاتی ہے۔ اور کشتی بھی لکڑی سے بنتی ہے۔ جب لکڑی کی کشتی پر نماز درست ہے۔ حالانکہ کشتی اور زمین کے مابین پانی حائل ہے تو چٹائی پر بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگی۔ کیونکہ یہ بھی لکڑی ہی کی جنس سے بنی ہے۔ اور اس کے اور زمین کے مابین کچھ حائل نہیں۔ اَقُوْلُ۔ کشتی پر نماز اس وقت جائز ہے کہ وہ بیچ دریا میں ہو۔ اگر اتریں تو بھی پانی ہی ملے گا۔ یا کنارے اور زمین پر ٹکی نہیں ہے اور کنارے پر باسانی اترنا ممکن ہے تو نماز نہ ہوگی۔ اس لئے کشتی پر چٹائی کا قیاس، قیاس مع الفارق ہے۔ ان حضرات نے جو کشتی میں نماز پڑھی اس کا محمل یہی ہے کہ وہ کشتی بیچ دریا میں تھی۔ فرض و واجب اور ملحق بواجب سنت فجر کے لئے دو شرطیں ہیں۔ ایک استقرار علی الارض، یعنی زمین پر ٹکا ہونا۔ دوسرے اتحاد مکان، یعنی تمام ارکان ایک ہی جگہ ادا کئے جائیں۔ اگر ان شرطوں میں سے ایک بھی فوت ہوگئی نماز صحیح نہ ہوگی۔ مثلاً استقرار علی الارض نہیں تو اگرچہ مکان متحد ہو نماز نہ ہوگی۔ استقرار علی الارض ہے مگر مکان بدلتا رہتا ہے۔ تو بھی نماز نہ ہوگی۔ یہ اس وقت ہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو۔ مثلاً درندے یا دشمن کا خوف۔ یا یہ کہ اگر سواری سے اترے تو بھی زمین نہ ملے۔ اور اگر موقع ایسا ہے کہ اترے اور آسانی سے زمین پر نماز پڑھ سکتا ہے تب بھی عذر نہیں۔ مثلاً کوئی ایسی گاڑی پر سوار ہے۔ اسکے چار پہیے ہیں دو آگے دو پیچھے یا تین ہیں دو آگے ایک پیچھے یا بالعکس۔ اب اگر یہ گاڑی کھڑی ہے، چل نہیں رہی ہے تو اس پر نماز صحیح ہے۔ اس لئے کہ دونوں شرطیں یہاں پائی جارہی ہیں۔ استقرار علی الارض بھی، اتحاد مکان بھی۔ اور اگر چل رہی ہے تو صحیح نہیں۔ اس لئے کہ گاڑی مستقر علی الارض نہیں۔ یا گاڑی ایسی ہے کہ اگر اس کا جوا جانور کی گردن سے اتار دیا جائے تو گاڑی ٹکی نہ رہے تو ایسی گاڑی پر نماز درست نہیں۔ خواہ وہ کھڑی ہو خواہ چل رہی ہو۔ کھڑی ہونے کی صورت میں اس لئے کہ بالکلیہ استقرار علی الارض نہیں۔ اسکا جوا جانور کی گردن پر ہے جانور زمین کے تابع نہیں۔ دوسری صورت میں اس لئے کہ استقرار علی الارض قطعاً نہیں۔

کوئی شخص کشتی پر سوار ہے یا بحری جہاز پر تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ کشتی چل نہیں رہی ہے اور زمین پر ٹکی ہے، تو اس پر نماز بلاشبہ درست۔ استقرار علی الارض بھی ہے اور اتحاد مکان بھی۔ کشتی چل رہی ہے اگرچہ زمین پر ٹکی ہے کہ کشتی ہو کنارے پر ہے۔ کشتی سے اتر کر زمین پر نماز پڑھنا آسان ہے تو کشتی پر نماز نہ ہوگی۔ اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں رہا۔ کشتی زمین پر ٹکی نہیں ہے اور کھڑی ہے اور زمین پر اتر کر نماز پڑھنا آسان بھی ہے تو بھی کشتی پر نماز صحیح نہیں۔ اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں۔ کشتی زمین سے ٹکی نہیں ہے اور چل رہی ہے اور زمین پر اتر کر نماز پڑھنا آسان ہے یعنی کشتی اگر روک دی جائے تو باسانی زمین پر اتر کر نماز پڑھ سکتا ہے تو بھی نماز درست نہیں، اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں۔ کشتی بیچ دریا میں ہے کہ اگر روک دی جائے تو بھی اترنے کے بعد زمین نہ ملے گی پانی ہی پانی ہے۔ اور پانی ڈوباؤ ہے اور یہ تیرنا نہیں جانتا تو کشتی پر نماز پڑھ لے اگرچہ کشتی زمین پر ٹکی نہ ہو اگرچہ چل رہی ہو

ـــــــــــــــــــ
[1] جلد اول فضیل صلوٰۃ التطوع ص ۱۴۰ نول کشور [2] فضیل واشد من الفرائض ص ۲۰۵ [3] ہو۔ فتح القدیر [4] اور شرح منیہ [5] میں ہے۔

قَآئِمًا مَّالَمْ یَشُقَّ عَلٰی

نماز پڑھو اگر تمہارے ساتھیوں پر شاق

فی الایضاح فان کانت موقوفۃ فی الشط وھی علی قرار الارض صلی قائما یجوز لانھا اذا استقرت علی الارض فحکمھا حکم الارض فان کانت مربوطۃ ویمکنہ الخروج لم یجز الصلوۃ فیھا لانھا اذا لم یستقر فھی کالدابۃ انتھی بخلاف ما اذا استقرت فانھا حینئذ کالسریر (زاد فی الغنیۃ) وعلی ھذا ینبغی اَلَّا تجوز الصلوۃ فیھا اذا کانت سائرۃ مع امکان الخروج الی البر وھذہ المسئلۃ الناس عنھا غافلون۔

ردالمحتار میں ہے ظاھر ما فی الھدایۃ وغیرھا الجواز قائما مطلقا ای استقرت علی الارض اولا — وصرح فی الایضاح بمنعہ فی الثانی حیث امکنہ الخروج الحاقا لھا بالدابۃ (نھر) واختارہ فی المحیط والبدائع (بحر) وعزاہ فی الامداد ایضا الی مجمع الروایات عن المصفی وجزم بہ فی نور الایضاح وعلی ھذا ینبغی ان لا تجوز الصلوۃ فیھا سائرۃ مع امکان الخروج الی البر وھذہ المسئلۃ الناس عنھا غافلون [۱]

تنویر الابصار میں اور الدّ المختار میں ہے۔

ولو صلی علی دابۃ فی شق محمل وھو یقدر علی النزول بنفسہ لا تجوز الصلوۃ علیھا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحتہ خشبۃ واما الصلوۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر لا فی غیرھا ومن العذر المطر وطین یغیب فیہ الوجہ

ایضاح میں ہے کشتی اگر کنارے کھڑی ہو اور وہ زمین پر ٹکی ہو اس پر نماز درست ہے اس لئے کہ جب وہ زمین پر ٹکی ہے تو اس کا حکم زمین کا ہے۔ اور اگر بندھی ہوئی ہے اور کشتی سے نکلنا ممکن ہے تو اس میں نماز جائز نہیں اس لئے کہ جب وہ زمین پر ٹکی نہیں ہے تو وہ چوپائے کے مثل ہے۔ اور جبکہ وہ زمین پر ٹکی ہو تو تخت کے مثل ہے ——— غنیہ میں زائد ہے۔ اس بنیاد پر کشتی اگر چل رہی ہو اور اس سے نکل کر خشکی پر آنا ممکن ہو تو کشتی میں نماز صحیح نہ ہوگی۔ اس مسئلہ سے لوگ غافل ہیں۔

ہدایہ وغیرہ کے ظاہر سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کشتی اگر کھڑی ہو تو نماز مطلقا جائز ہے۔ یعنی زمین پر ٹکی ہو یا نہ ٹکی ہو۔ اور ایضاح میں یہ تصریح کی، کہ اگر زمین پر ٹکی نہ ہو تو جائز نہیں جبکہ خشکی پر نکلنا ممکن ہو۔ کشتی کو چوپائے کے حکم میں مانتے ہوئے (نہر) اسے بدائع اور محیط میں اختیار فرمایا (بحر) اسے امداد میں مجمع الروایات کی طرف منسوب کیا اس میں مصفی سے ہے۔ اس پر نور الایضاح میں جزم فرمایا۔ اس بنیاد پر کشتی اگر چل رہی ہو تو نماز جائز نہیں جبکہ خشکی پر نکلنا ممکن ہو۔ اس مسئلے سے لوگ غافل ہیں۔

اگر چوپائے پر کجاوہ کے ایک طرف نماز پڑھا اور وہ خود اتر سکتا ہے تو نماز نہ ہوگی جبکہ چوپایہ کھڑا ہو۔ مگر یہ کہ محمل کی لکڑیاں زمین پر ہوں۔ اس

[۱] جلد اول صلوٰۃ المریض ص۵۱۳۔ ۱۲ منہ۔

اَصحابکَ تَدُوْرُ

نہ ہو - گھومتے رہو اس کے

وذھاب الرفقاء وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ بتجاذلو واقفۃ لتعلیلھم بانھا کالسریر ھذا کلہ فی الفرض والواجب بانواعہ وسنۃ الفجر بشرط ایقافھا للقبلۃ ان امکنہ والافبقدر الامکان لئلا یختلف بسیر المکان واما فی النفل فتجوز علی المحمل والعجلۃ مطلقا -

طرح کہ اس کے نیچے گاڑی گئی ہو گاڑی پر نماز کا حکم یہ ہے کہ اگر گاڑی کا جوا چوپائے پر ہو تو عذر کی حالت میں صحیح ہے ورنہ نہیں۔ اور بارش اور ایسا کیچڑ جس میں چہرہ دھنس جائے۔ اور ساتھیوں کا چلا جانا عذر ہے۔ اور اگر گاڑی کا جوا چوپائے پر نہیں تو نماز صحیح ہے۔ اگر گاڑی کھڑی ہو۔ اس لئے کہ یہ اب تخت کے مثل ہے۔ یہ حکم فرض اور واجب اور فجر کی سنت کا ہے۔ اگر قبلہ رخ کھڑی ہو جب اگر ممکن ہو تو۔ ورنہ قبلہ رخ ہونا بقدر امکان ہے تاکہ جگہ نہ بدلے۔ نفل محمل اور گاڑی دونوں پر جائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے۔ والحاصل ان کلا من اتحاد المکان واستقبال القبلۃ شرط فی صلاۃ غیر النافلۃ عند الامکان لا یسقط الا بعذر فلو امکنہ ایقافھا مستقبلا فعل [2]

حاصل یہ ہے کہ نفل کے علاوہ اور نمازوں میں جگہ کا ایک ہونا اور قبلہ رو ہونا شرط ہے جبکہ ممکن ہو۔ عذر کی وجہ سے ساقط ہو سکتا ہے۔ اگر قبلہ رخ کھڑا کرنا ممکن ہو تو ایسا ہی کرے۔

اسی میں غنیہ سے ہے۔

ھذا بناء علی ان اختلاف المکان مبطل ما لم یکن لاصلاحھا [3]

یہ حکم اس بنیاد پر ہے کہ جگہ بدلنا نماز کو باطل کرنے والا ہے۔ جبکہ نماز کی اصلاح کے لئے نہ ہو۔

شامی میں بحرالرائق اور فتاویٰ ظہیریہ سے ہے۔

ان جذبتہ الدابۃ حتی ازالتہ عن موضع سجودہ تفسد [4]

اگر چوپائے نے کھینچ کر سجدہ کی جگہ سے ہٹا دیا تو نماز فاسد ہو گی۔

ان تمام ارشادات سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ سواری پر نماز صحیح ہونے کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں۔ اتحاد مکان اور استقرار ارض۔ یعنی جہاں نماز شروع کی ہے وہیں پوری کرے۔ اور سواری پوری کی پوری زمین پر ٹکی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ چل رہی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کل کی کل یا اس کا کچھ حصہ زمین کے علاوہ کسی ایسی چیز پر ہو جو زمین کے تابع نہ ہو۔ ہاں اگر یہ سواری ایسی جگہ ہو کہ اگر سواری سے باہر آئے تو بھی زمین نہ ملے یا ایسی زمین ملے کہ اس پر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو جیسے دلدل یا اتنی کیچڑ کہ سجدہ کرنے میں منہ کیچڑ میں دھنس جائے تو ایسی صورت میں سواری پر نماز ہو جائے گی۔ ساتھ ہی ساتھ ایک اور قاعدہ کلیہ ذہن نشین کر لیں۔ نماز کی شرائط وارکان کی ادائیگی سے مانع اگر کوئی سماوی سبب ہو تو جس حال میں ہو نماز پڑھ لے اعادہ نہیں جیسے وہ بیمار جسے پانی نقصان کرتا ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے گا۔

---

[1] علی ہامش ردالمحتار آخر باب النوافل [2] نعایہ [3] آخر باب النوافل ص۴۹۲ [4] جلد اول مفسدات ص۲۰۷ [5] مفسدات الصلوٰۃ ص۴۲۳ -

معہا و اِلّا

ساقط — ورنہ

نماز ہو جائے گی۔ صحت کے بعد اعادہ نہیں۔ اور اگر یہ مانع بندوں کی طرف سے ہے تو بدرجہ مجبوری جتنی قدرت ہے اس کے مطابق نماز پڑھے۔ اور عذر دور ہونے کے بعد اس کا اعادہ واجب ہے۔ مثلاً کسی کو قید کر دیا گیا۔ اس کے لئے پانی نہیں وہ تیمم کر کے نماز پڑھے۔ اور جب پانی ملے اعادہ کرے۔ درمختار میں ہے۔

صلی المحبوس بالتیمم ان فی المصر اعاد و الالا

قیدی نے تیمم کر کے نماز پڑھی اگر شہر میں ہے تو لوٹائے ورنہ نہیں۔

اسی کے تحت شامی میں ہے

وعلله بان الغالب فی السفر عدم الماء فی الحلیة وهذا یشیر الی انه لو کان بحضرته یقرب منه ماء تجب الاعادة لتمحض کون المنع من العبد۔

فقہاء نے اس میں تفریق کی علت یہ بیان فرمائی کہ سفر میں غالب یہی ہے کہ پانی نہ ہو۔ حلیہ میں کہا کہ اگر سامنے یا قریب میں پانی ہو تو اعادہ واجب ہے اس لئے اب پانی پر قدرت نہ ہونا صرف بندے کی طرف سے ہے۔

اسی میں ہے۔ قوله ولا یعید فی سقوط الشرائط والارکان لعذر سماوی بخلاف ما لو کان من قبل العبد [1]

اور اگر شرائط اور ارکان عذر سماوی کی وجہ سے ساقط ہوں تو نماز نہیں لوٹائے گا۔ بخلاف اس کے کہ جب بندے کی طرف سے ہو۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے۔

لزمه القضاء وان طالت لانه بصنع العباد کالنوم۔

اس پر قضاء لازم ہے کتنا ہی زمانہ گزر جائے۔ اس لئے کہ یہ بندوں کے فعل کی وجہ سے ہے۔

اسی کے تحت شامی میں ہے۔

وسقوط القضاء عرف بالاثر اذا حصل بآفة سماویة فلا یقاس علیه ما حصل بفعله [2]

مدتِ قضاء کا ساقط ہونا اس وقت ثابت ہے کہ آفتِ سماوی ہو۔ اس پر خود اس کے فعل سے جو آفت آئے، اسے قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ریل وغیرہ میں نماز کا حکم

ا۔ ریل گاڑی، بس، اگر پلیٹ فارم پر یا کہیں کھڑی ہے تو اس میں نماز صحیح ہے، اور اگر چل رہی ہے تو اس میں نماز درست نہیں۔ اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں پایا گیا۔ اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ نماز قضاء ہو جائے گی تو چلتی ٹرین میں نماز پڑھ لے۔ پھر اعادہ کرے۔ اس لئے کہ ٹرین سے اترنا بآسانی ممکن ہے اور اترے گا تو نماز پڑھنے کے لائق زمین ملے گی۔ مگر چلتی ٹرین سے اترنا ناممکن ہے۔ مگر یہ دشواری، سماوی نہیں۔ خود بندوں کی طرف سے ہے۔ اس لئے چلتی ٹرین میں جو نمازیں پڑھیں ان کا اعادہ واجب ہے۔

---

[1] جلد اول صلوٰۃ المریض ص۵۱۱

[2] ایضاً ص۵۱۲

فَقَاعِدًا ۔

بیٹھ کر

ہوائی جہاز پر نماز کا حکم

ہوائی جہاز اگر اڈے پر کھڑا ہے تو ہوائی جہاز میں نماز صحیح ہے اور اگر فضا میں پرواز کر رہا ہے تو بھی اس میں نماز درست ہے ۔ اس لئے کہ اگر ہوائی جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں ، ہوا میں آئے گا ۔ جہاں نماز پڑھنی ممکن نہیں ۔ جیسے کشتی اور پانی کے جہاز کا حکم ہے کہ اگر بیچ دریا میں ہو تو ، اگرچہ چل رہا ہے تو اس میں نماز درست ہے ۔ اس لئے اگر کشتی اور بحری جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں ملے گی بلکہ پانی جس پر نماز پڑھنی ممکن نہیں وہی حال جہاز ہے ۔

مسائل

کشتی ، ہوائی جہاز ، ریل ، بس ، کسی بھی چلتی ہوئی سواری میں نماز پڑھے تو بھی استقبال قبلہ شرط ہے ۔ افتتاح کے وقت بھی ، اور درمیان میں بھی ۔ جیسے قبلہ بدلتا جائے یہ اپنی نماز میں گھومتا جائے ، جبکہ کوئی عذر نہ ہو ۔

نماز خواہ فرض ہو خواہ نفل اور اگر کوئی عذر ہو تو جدھر قدرت ہو ادھر منہ کرکے نماز پڑھے ۔ (درمختار ، ردالمحتار)

اسی طرح قیام ، رکوع ، سجدہ بھی فرض ہے بشرطیکہ عاجز نہ ہو ، ورنہ جیسے قدرت ہو پڑھے ۔

حدیث ۲۶۴:- قوموا فلاصلی لکم :-

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ جَدَّتَهٗ مُلَیْکَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انکی دادی مُلَیکہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهٗ فَاَکَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّیَ لَکُمْ

کو کھانے کیلئے بلایا جو خاص حضور ہی کیلئے انھوں نے بنایا تھا۔ حضور نے اسمیں سے کچھ تناول فرمایا پھر فرمایا۔ اٹھو تمھارے لئے نماز

قَالَ اَنَسٌ فَقُمْتُ اِلٰی حَصِیْرٍ لَّنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهٗ بِمَاءٍ فَقَامَ

پڑھ دوں حضرت انس نے کہا میں اٹھا اور ایک چٹائی لی جو زمانہ دراز تک استعمال کرنیکی وجہ سے کالی ہوگئی تھی میں نے اسے پانی سے دھویا

تشریحات ۲۶۴:-

مَا لُبِسَ ۔ لبس کے معنی پہننے کے بھی ہیں اور مطلق استعمال کرنے کے بھی ۔ اس کا مفعول ثوب (کپڑا) ہو تو پہننے کے معنی میں آتا ہے ۔ اور اگر اس کا مفعول ثوب کے علاوہ کچھ اور ہو تو اس کے معنی مطلق استعمال اور نفع اٹھانے کے آتے ہیں ۔ بولتے ہیں لَبِسْتُ اِمْرَأَةً اُمْتِعْتُ بِهَا زَمَانًا ، اس سے زمانہ تک نفع حاصل کیا ۔

اَنَّ جَدَّتَهٗ بخاری کی مختلف روایتوں سے یہی ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دعوت دینے والی ام سُلَیم ہی تھیں ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے حضرت ام سُلَیم کا نام مُلَیکہ تھا ۔ اس تقدیر پر جَدَّتَهٗ کی ضمیر اسناد میں مذکور اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ کی طرف لوٹے گی ۔ اسی پر علامہ ابن عبد البر ، عبد الحق ، قاضی عیاض نے جزم فرمایا ۔ اور اسی کو نووی نے صحیح کہا ۔ بخاری کی جملہ مرویات کو سامنے رکھ کر یہی زیادہ مناسب ہے تاکہ کم از کم بخاری کی مرویات میں تطابق رہے ۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ ملیکہ حضرت ام سلیم کی والدہ کا نام ہو ۔ اس تقدیر پر ۔ جدتہ کی ضمیر حضرت انس کی طرف راجع ہے ۔ اسی پر ابن سعد ، ابن مندہ ، اور ابن الحصار نے جزم کیا ۔ امام الحرمین کے کلام کا بھی یہی مقتضی ہے ۔ بہاں مثل کے سیاق سے یہی ظاہر ہے ۔ وہ یتیم جنھوں نے اس وقت حضور کے پیچھے نماز پڑھی تھی ان کا نام ضمیرہ تھا ۔ ان کے والد حضرت ابو ضمیرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے ۔

مرد اور عورت کی محاذات کا حکم احناف کے یہاں اگر مرد عورت کے محاذات میں ہو تو مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے ۔ جبکہ ان میں سے ایک امام ہو یا دونوں ایک امام کے مقتدی ہوں ۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے ۔ وہ اس طرح کہ کسی کے اکیلے صف میں کھڑے ہونے کی ممانعت احادیث میں وارد ہے ۔ حتیٰ کہ حضرت امام احمد فرماتے ہیں ، اس سے نماز فاسد ہو جائے گی پھر بھی کیا وجہ تھی کہ حضرت ام سلیم اگلی صف میں حضرت انس وغیرہ کے ساتھ نہیں کھڑی ہوئیں ، پیچھے اکیلے کھڑی ہوئیں ۔ حضور نے بھی انھیں اگلی صف میں نہیں کھڑا کیا ۔ بچوں کے بارے میں تو ثابت ہے کہ جب کوئی نہ ہو تو مردوں کے ساتھ صف میں کھڑا فرمایا مگر عورتوں کو کبھی ایک بار بھی مردوں کے ساتھ کھڑا نہیں فرمایا جیسے اسی واقعہ میں حضرت ام سلیم اکیلی تھیں پھر بھی انھیں اکیلے کھڑا کیا اور بچے کو الگ نہیں کھڑا کیا ۔ حضرت انس کے ساتھ کھڑا کیا ۔ آخر ایسا کیوں ہوا ۔ یہ اسی وجہ سے کہ عورت کی محاذات مرد کی نماز کو فاسد کر دیتی ہے ۔ اس کے مزید دلائل اپنی جگہ پر آئیں گے ۔ نماز سے فارغ ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھر بھر کے لئے دنیا اور آخرت کی دعا

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ وَالْیَتِیْمُ وَرَاءَهٗ وَالْعَجُوْزُ

اب حضور کھڑے ہوئے۔ میں نے اور یتیم نے حضور کے پیچھے اور بوڑھی ماں نے ہمارے

مِنْ وَّرَائِنَا فَصَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ عہ

پیچھے صف لگائی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہماری (برکت) کیلئے دو رکعت نماز پڑھی اسکے بعد تشریف لیگئے۔

کی۔ حضرت ام سلیم نے عرض کیا، حضور آپ کا چھوٹا خادم (انس) تو حضور نے حضرت انس کے لئے ہر خیر کی دعا کی خصوصیت سے یہ دعا کی اللّٰھم کثر مالہٗ وولدہٗ وبارک لہ فیہ۔ اے اللہ اس کے مال و اولاد کو زیادہ کر اور اس کی ذات میں برکت عطا فرما۔[1] اس کی برکت یہ تھی، ان کا باغ سال میں دو بار پھلتا تھا۔ اولاد میں اتنی برکت ہوئی کہ خود ان کے صلب سے اسّی یا اس سے بھی زائد اولاد ہوئی جن میں صرف دو بیٹیاں بقیہ سب بیٹے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں ۱۰۸ اپنی نسل کو دفن کر چکا ہوں۔ سو سال سے زائد کی عمر پائی۔

جماعت سے نمازِ نفل

جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ نفل نماز جماعت سے پڑھنا جائز ہے ان کا مستدل یہی حدیث ہے۔ احناف کے یہاں تداعی کے ساتھ نفل نماز مکروہ ہے۔ احناف اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ تداعی کے ساتھ نہ تھی۔ اور حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کے طریقے کی تعلیم کے لئے یہ نماز پڑھائی تھی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دن کی نوافل دو رکعت پڑھ سکتے ہیں۔ اگرچہ ہمارے یہاں افضل یہ ہے کم از کم چار رکعت پڑھی جائے۔ اگر مقتدی دو ہوں تو امام آگے کھڑا ہو۔ عورتوں کی امامت صحیح نہیں اس لئے کہ امام کی جگہ سب سے آگے ہے۔ اور عورتوں کی جگہ سب سے پیچھے ہے۔

عہ جلد اول صلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ علی الحصیر ص۵۵ ایضاً باب المرأۃ وحدہا تصف ص۱۰۱ ایضاً باب صلوٰۃ النساء خلف الرجال ص۱۲۰ تہجد باب التطوع مثنیٰ مثنیٰ ص۱۵۶ مسلم جلد اول صلوٰۃ باب جواز الجماعۃ فی النافلۃ ص۲۳۴ ابو داؤد جلد اول صلوٰۃ باب اذا کانوا ثلٰثۃ کیف یقومون ص۹۰ ترمذی جلد اول مواقیت باب فی الرجل یصلی ومعہ رجال ونساء ص۳۲ نسائی جلد اول امامت باب اذا کانوا ثلٰثۃ وامرأۃ ص۲۹۔

لہ مسلم اول مسافرین باب جواز الجماعۃ فی النافلۃ ص۲۳۴۔

حدیث ۹۴۷ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیُحَجَّنَّ الْبَیْتُ وَلَیُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوْجِ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ شُعْبَةَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی لَایُحَجَّ الْبَیْتُ وَالْاَوَّلُ الْاَکْثَرُ وَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعَ قَتَادَةُ عَبْدَ اللّٰهِ وَسَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ اَبَا سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یاجوج و ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی بیت اللہ کا حج اور عمرہ کیا جائے گا۔ اور عبد الرحمٰن نے شعبہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے، جب تک بیت اللہ کا حج نہیں چھوڑا جائے گا قیامت نہیں آئے گی۔ (امام بخاری نے کہا) پہلی روایت اکثر ہے اور حضرت امام بخاری نے کہا، قتادہ نے عبد اللہ سے اور عبد اللہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی ہے۔

حدیث ۹۴۸ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ مَعَ شَیْبَةَ عَلَی الْکُرْسِیِّ فِی الْکَعْبَةِ فَقَالَ لَقَدْ جَلَسَ هٰذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لَّا اَدَعَ فِیْهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَیْضَاءَ اِلَّا قَسَمْتُهُ قُلْتُ اِنَّ صَاحِبَیْکَ لَمْ یَفْعَلَا قَالَ هُمَا الْمَرْءَانِ اَقْتَدِیْ بِهِمَا۔ عـه

حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں شیبہ کے ساتھ کرسی پر کعبے میں بیٹھا تو شیبہ نے کہا یہاں عمر بیٹھے اور فرمایا، میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اس میں جتنا زرد اور سفید ہے سب کو بانٹ دوں۔ میں نے کہا آپ کے دو ساتھیوں نے ایسا نہیں کیا، تو فرمایا، ان دونوں کی میں بھی اقتدا کروں گا۔

تشریح

والاول الاکثر امام بخاری کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہی ہے۔ یہ جو فرمایا کہ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد بھی حج و عمرہ ہوتے رہیں گے، اس کا مفاد بھی یہی ہے کہ قیامت تک حج و عمرہ بند نہیں ہوں گے، کعبہ اور انسان رہیں گے۔ حج ہوتا رہے گا، اور یہی اس حدیث کا مطلب ہے کہ قیامت تک حج ہوتا رہے گا۔ قیامت اس وقت آئے گی جب حج بند ہو جائے گا۔ مگر پہلی روایت اکثر راویوں سے مروی ہے۔ دونوں روایتیں قتادہ سے مروی ہیں، مگر دوسری صرف شعبہ نے روایت کی ہے۔ قتادہ کے دوسرے تلامذہ نے یہ الفاظ نہیں روایت کیے، اور پہلی قتادہ کے متعدد تلامذہ سے مروی ہے۔

قتادہ مدلس ہیں، اور مدلس کا عنعنہ امام بخاری کے یہاں مقبول نہیں، جب تک کہ سماع ثابت نہ ہو، اور اس حدیث کی سند میں عنعنہ ہے۔ اس کے لیے امام بخاری نے فرمایا کہ قتادہ نے اس حدیث کے راوی عبد اللہ بن عتبہ سے حدیث سنی ہے اور انھوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

عـه مناسک باب قول اللّٰه تعالٰی جعل اللّٰه الکعبة البیت الحرام ص ۲۱۷، عـه المناسک باب کسوة الکعبة ص ۲۱۷، ثانی الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ص ۱۰۸۱، مسلم الحج، ابوداؤد، ابن ماجه مناسک، مسند امام احمد حنبل ثالث ص ۴۱۰۔

۹۳۹ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا

ٹانگیں پھیلا کر چلنے والے حبشی کو دیکھ رہا ہوں جو کعبے کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑے گا۔

۹۳۸ تشریحات زمانہ جاہلیت میں نقد سونا چاندی کعبے پر نذر کرتے تھے جو کعبے میں جمع رہتی تھی۔ اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ یہ جو کچھ ہے اس کو تقسیم کردوں تو حضرت شیبہ نے وہ کہا۔

مطابقت: اس حدیث پر یہ باب ہے۔ کعبے کے لباس کا بیان۔ اسکے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ کعبے پر غلاف چڑھانے کا حکم کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس غلاف کا کیا حکم ہے آیا اسے کعبے پر رہنے دیا جائے یا اسے اتار کر فقراء اور مساکین پر تقسیم کر دیا جائے ان دونوں معنوں میں سے کسی کے ساتھ حدیث کو مطابقت نہیں۔ علامہ عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا۔ اس حدیث کے بعض طرق میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لا اخرج حتی اقسم مال الکعبۃ۔ میں اس وقت تک باہر نہیں جاؤنگا جب تک کعبے کا مال تقسیم نہ کرونگا۔ اور مال کا اطلاق لباس پر خود حدیث میں آیا ہے۔ ارشاد ہے هل لك من مالك الا مالبست فابليت او تصدقت فامضيت۔ تیرے لئے صرف وہ ہے جو تو نے پہنا اور پرانا کر لیا۔ آخر حدیث تک۔

اب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک اندر جو جمع ہے وہ اور باہر جو غلاف ہے سب کو تقسیم نہ کروں گا یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اب باب کے دونوں اجزاء سے مطابقت ہو گئی۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کعبے پر غلاف ڈالنا جائز ہے۔ کیونکہ اگر جائز نہ ہوتا تو وہ کعبے کا مال نہ ہوتا۔ ڈالنے والے کی ملک رہتا۔ اور یہ بھی کہ خلیفۃ المسلمین سلطان اسلام کو یہ حق حاصل ہے کہ کعبے کے پرانے غلاف فقراء و مساکین کو دیدے اور یہ امام بخاری کی عادت معلوم ہے کہ وہ بہت ایسا کرتے ہیں۔ کہ باب کے ضمن میں جن الفاظ سے حدیث درج کرتے ہیں وہ باب کے مناسب نہیں ہوتی مگر دوسرے طرق سے جو الفاظ مروی ہوتے ہیں ان سے مطابقت ہو جاتی ہے۔

۹۳۹ تشریحات

بہ۔ اس ضمیر کا مرجع یا تو بیت اللہ ہے۔ اور قرینہ حالیہ ہے اور متعلق ہے متلبس محذوف کے۔ یاء کا مرجع قلعہ ہے اس پر بھی قرینہ حالیہ ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ یہ ضمیر مبہم ہے۔ بعد کا جملہ اس کی تفسیر اور تمیز ہے جیسے آیہ کریمہ فقضٰهن سبع سموٰت میں هن ہے۔ اس حدیث کا اگلا حصہ محذوف ہے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ جسے ابو عبیدہ نے غریب الحدیث میں ذکر کیا ہے کہ فرمایا۔ کعبے کا زیادہ سے زیادہ طواف کرو قبل اس کے کہ تمہارے اور کعبے کے مابین کچھ حائل ہو جائے۔ گویا میں اس حبشی گنجے یا چپٹے سر کھوچی ہوئی پنڈلیوں والے کو دیکھ رہا ہوں جو اس پر بیٹھا ہے اور اسے ڈھا رہا ہے[۴]

---

[۱] مدار سابق باب هدم الکعبة ص ۲۱۷ [۲] مسلم جلد ثانی ص ۳۰ کتاب الزهد [۳] عمدة القاری ص ۲۳۸

ت ۹۷ - وَصَلّٰی اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَلٰی الْفِرَاشِ عه

حضرت انس بن مالک نے بچھونے پر نماز پڑھی۔

حدیث ۲۶۵ :- کنت انام بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ میں رسول اللہ

بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهٖ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے سوئی رہتی - اور میرے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف ہوتے

تشریحات ۹۷ - ۲۶۵ :-

مطابقت :- امام بخاری نے یہاں باب کا عنوان یہ قائم کیا۔ باب الصلوٰۃ علی الفراش۔ بچھونے پر نماز کا بیان۔ ظاہر ہے کہ ام المومنین کا پاؤں اتنے قریب ہو تاکہ سجدے کے وقت اسے ہٹانا پڑتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بچھونے ہی پر نماز پڑھتے۔ جیسا کہ یہیں اس حدیث کے دوسرے طریقے میں ہے علی فراش اھلہ۔ سونے والے کے پیچھے نماز ممنوع ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا تصلوا خلف النائم والمتحدث[۱]۔ سونے والے اور بات کرنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ یہ ممانعت کراہت تنزیہی کی حد تک ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل بیان جواز کے لئے ہے۔

حدیث مذکور کے بارے میں خود امام ابو داؤد نے کہا کہ یہ حدیث کئی طریقوں سے مروی ہے مگر سب واہی ہیں[۲]، مگر جب متعدد طرق سے مروی ہے تو کم از کم حسن ضرور ہے۔ اس لئے احکام میں لائق احتجاج ہے۔ کم از کم کراہت تنزیہہ کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ بچھونے پر نماز پڑھنا بلا شبہ جائز ہے جبکہ وہ اتنا دبیز اور نرم نہ ہو کہ اس پر پیشانی ٹک نہ سکے۔ ورنہ نماز نہ ہوگی۔ گدا، قالین وغیرہ سب میں یہی تفصیل ہے۔

تشریح ۹۸ ، پورا اثر یہ ہے۔ ان اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانوا یسجدون وایدیھم فی ثیابھم ویسجد الرجل منھم علی قلنسوتہ وعمامتہ ، صحابۂ کرام اس حالت میں سجدہ کرتے کہ ہاتھ کپڑوں میں ہوتے اور ان میں کچھ لوگ اپنی ٹوپی اور عمامہ پر سجدہ کرتے۔ سخت سردی اور سخت گرمی میں اس کی اجازت ہے۔ اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

تشریحات ۲۶۶ :-

یہی احناف کا مذہب ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں۔ ان کی دلیل یہ دو حدیثیں ہیں۔ اول ایک یہ ہے

عه ابن ابی شیبہ و سعید بن منصور۔

[۱] ابوداؤد اول صلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ الی المتحدثین والنیام ص۱۰۱ [۲] عینی جلد رابع ص۱۱۳

فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ وَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا، قَالَتْ وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ

جب سجدہ فرمانا چاہتے تو مجھے دبا دیتے اور میں اپنے پاؤں سکوڑ لیتی پھر جب کھڑے ہوتے پھیلا دیتی۔ گھروں میں اس وقت

لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ ؏

چراغ نہیں تھے۔

ت ۹۸:- قَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُونَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِي كُمِّهِ ؏

امام حسن بصری نے فرمایا۔ لوگ عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے اور انکا ہاتھ آستین میں ہوتا (اور نماز پڑھتے)

حدیث ۲۶۶:- فیضع احدنا طرف ثوبہ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ نماز

آیا ہے کہ ہم میں کوئی کنکریوں کو ہاتھ میں لے کر ٹھنڈا کرتا پھر سجدہ کرتا۔ اور اگر اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا جائز ہوتا تو صحابہ یہ طول عمل کیوں کرتے۔ ہمارا جواب یہ ہے۔ ہوسکتا ہے ان صحابہ کے پاس اتنا کپڑا نہ رہا ہو کہ اگر اس پر سجدہ کرتے تو ستر عورت باقی رہتا۔ یا ایسا کپڑا نہ رہا ہو جسے بچھا کر سجدہ کرسکیں۔ ثانی، حضرت خباب رضی اللہ تعالٰے عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے خدمت اقدس میں کنکریوں کی گرمی کی شکایت کی تو حضور نے ہماری شکایت نہیں سنی۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ ان دیار میں کیا خود ہمارے دیار میں بھی گرمیوں میں عصر کے وقت تک زمین تپتی رہتی ہے۔ اگر زمین کے ٹھنڈی ہونے تک ظہر مؤخر کردیا جاتا۔ تو پھر ظہر کا وقت ہی نہ رہتا۔

تشریحات ۲۶۷:-

ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا

خالفوا الیهود فانهم لا یصلون فی نعالهم ولا فی خفافهم ؎ یہود کی مخالفت کرو وہ اپنے نعل اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر حاضر ہوئے تو انہیں حکم ہوا

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ؎ اپنے نعلین اتار دو تم طوی کی مقدس وادی میں ہو۔

اس سے یہود نے سمجھا کہ چپل جوتے پہن کر نماز جائز نہیں۔ یہود کا یہ گمان غلط تھا۔ اس کے ازالہ کیلئے فرمایا کہ یہود کے اس گمان فاسد کے علی الرغم تم لوگ جوتوں میں نماز پڑھو۔ یہ صرف جواز کی حد تک ہے۔ وہ بھی ان جوتوں میں جو اتنے نرم ہوں کہ بجا طور بآسانی مڑ سکیں تاکہ انگلیوں کے پیٹ بچھ سکیں۔ ورنہ نماز نہ ہوگی، اس لئے کہ سجدے میں دونوں پاؤں کی کم از کم ایک انگلی کا پیٹ

؎ جلد اول باب الصلوٰۃ علی الفراش تین طریقے سے ص۵۶ ایضاً باب الصلوٰۃ خلف النائم و باب التطوع خلف المرأۃ ص۷۳ باب ہل یغمز امرأتہ عند السجود ص۷۴ بعد باب ما یجوز من العمل فی الصلوٰۃ ص۱۶۱، مسلم جلد اول صلوٰۃ باب سترۃ المصلی ص۱۹۶ ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب المرأۃ لا تقطع الصلوٰۃ ص۱۰۳ نسائی جلد اول طہارت باب ترک الوضوء من مس الرجل امرأتہ ص۳۸ موطا امام مالک صلوٰۃ الليل ۲- مسند امام احمد۔

؎ ابن ابی شیبہ و عبد الرزاق۔ ؎ جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی النعال ص۹۵۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَضَعُ اَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ مِنْ شِدَّۃِ الْحَرِّ فِیْ مَکَانِ السُّجُوْدِ عہ

پڑھتے تو ہم میں کوئی گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے کپڑے کے کنارے کو سجدے کی جگہ رکھ دیتا

حدیث ۲۶۷ :- کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ نَعْلَیْہِ

سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ

ابو سلمہ سعید بن یزید ازدی نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے پوچھا - کیا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی

زمین لگنا فرض ہے - اور ہر پاؤں کی کم از کم تین انگلیوں کے پیٹ لگنے واجب اور سب کے لگنے سنت - جیساکہ فتاوی رضویہ جلد سوم ۲۲۰ لغایت ۲۴۳ میں انتہائی محققانہ طور پر اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ثابت فرمایا ہے - اس عہد میں عرب کے نعل یا چپل بہت نرم تلے چمڑے کے ہوتے تھے - وہ بھی اکہرے پرت کے زیادہ پسند کرتے تھے - رؤسا و ملوک اسی کو پہنتے تھے - ایک حدیث میں ہے - اَنَّ رَجُلًا شَکَا اِلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ یَا خَیْرَ مَنْ یَمْشِیْ بِنَعْلٍ فَرْدٍ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے ایک صاحب نے ایک انصاری کی شکایت کی تو یوں عرض کیا اے وہ ذات جو اکہری چپل پہن کر چلنے والوں میں سب سے بہتر ہے - اسی کے تحت مجمع بحار الانوار میں ہے -

اَلْفَرْدُ وَہِیَ الَّتِیْ تَخْصِفُ وَلَمْ تَطَارَقْ وَاِنَّمَا ہِیَ طَاقٌ وَاحِدٌ وَالْعَرَبُ یَمْتَدِحُ بِرِقَّۃِ النِّعَالِ وَیَجْعَلُہَا مِنْ لِبَاسِ الْمُلُوْکِ -

فرد سے مراد وہ نعل ہے جو ہلکی ہو اور اس کے تلوے میں کئی پرت نہ ہو صرف ایک پرت ہو ، عرب پتلی چپلوں کو پسند کرتے ہیں اور اسے بادشاہوں کا لباس جانتے ہیں -

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے نعلین مبارک چپل کی طرح تھیں - نیچے صرف تلا اور اوپر صرف دو تسمے لگے تھے - ایسے نرم قائم جوتے اور چپل پہن کر نماز درست ہے جو بآسانی مڑ جاتے ہوں جسکی وجہ سے انگلیاں بچھ جاتی ہیں - جبکہ ان میں کوئی نجاست نہ لگی ہو - اور اگر نجاست لگی ہو تو نماز قطعاً نہ ہوگی - اس لئے کہ مصلّی کے بدن اور کپڑے کا نجاست قدر مانع سے پاک ہونا شرط ہے - حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی عادت یہی تھی کہ نماز کے لئے نعل اتار لیا کرتے تھے - ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا -

اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلَا یَضَعْ نَعْلَیْہِ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَلَا عَنْ یَسَارِہٖ فَتَکُوْنَ عَنْ یَمِیْنِ غَیْرِہٖ اِلَّا اَنْ لَا یَکُوْنَ عَنْ یَسَارِہٖ اَحَدٌ وَلْیَضَعْہُمَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ سلہ

جب تم لوگ نماز پڑھو تو اپنی چپلیں نہ اپنے داہنے رکھو نہ اپنے بائیں کہ کسی کے داہنے ہوں گی - ہاں اس کے بائیں کوئی نہ ہو تو بائیں طرف رکھو - اپنی چپلیں اپنے پاؤں کے درمیان رکھو -

مسجد میں جوتا چپل پہن کر جانا ممنوع ہے - اس لئے کہ یہ خلاف ادب ہے - کیا چیز ادب ہے ، کیا نہیں ہے - اس کا مدار عُرف ہے - اس زمانے میں کا عُرف یہی ہے کہ لوگ جس فرش پر بیٹھتے ہوں اس پر جوتا چپل پہن کر جانے کو بے ادبی جانتے ہیں -

---

عہ اول صلوٰۃ باب السجود علی الثیاب فی شدۃ الحر ۵۶ مواقیت باب وقت الظہر عند الزوال ۷۷ مسلم اول مساجد - باب استحباب تقدیم الظہر فی اول الوقت ابو داؤد - اول صلوٰۃ باب الرجل یسجد علی ثوبہ ۹۶ ترمذی اول سفر باب الرخصۃ علی الثوب فی الحر والبرد نسائی اول - افتتاح باب السجود علی الثیاب ۱۳۲ ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ باب السجود علی الثیاب فی الحر والبرد ۷۴ -

سلہ جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی النعال ۹۶

سَلَّمَ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ قَالَ نَعَمْ - عہ ،

نہیں پہنے نماز پڑھتے تھے، تو انھوں نے بتایا - ہاں -

حدیث ۲۶۸- بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ

عَنْ هَمَّامِ بْنِ حَارِثٍ قَالَ رَأَيْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ - بَالَ ثُمَّ

ہمام بن حارث نے کہا - میں نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کو دیکھا

تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى فَسُئِلَ فَقَالَ رَأَيْتُ

انھوں نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اس کے بعد کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو ان سے سوال کیا گیا

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هٰذَا - قَالَ

تو فرمایا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے ایسا ہی کیا حضرت ابراہیم نخعی

إِبْرَاهِيمُ فَكَانَ يُعْجِبُهُمْ لِأَنَّ جَرِيرًا كَانَ مِنْ آخِرِ مَنْ أَسْلَمَ - عہ

نے کہا یہ حدیث لوگوں کو بہت پسند تھی اس لئے کہ جریر آخر میں مسلمان ہونے والوں میں ہیں -

تشریحات ۲۶۸

اس حدیث اور اس موضوع پر کلام ہو چکا ہے

کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ موزوں پر مسح کا جواز سورۂ مائدہ سے منسوخ ہو گیا

ہے - اس شبہہ کے ازالے کے لئے یہ حدیث بہت محکم دلیل ہے - اس لئے کہ سورۂ مائدہ کا نزول،

غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر ہوا ہے جو ۵ھ یا ۶ھ میں پیش آیا تھا -

اور حضرت جریر رضی اللہ تعالٰے عنہ، ایک قول کی بنا پر، حضور اقدس صلی اللہ

عہ جلد اول صلوٰۃ - باب الصلوٰۃ فی الخفاف ص۵۶ مسلم اول طہارت باب المسح علی الخفین ص۱۳۲-۳

ترمذی جلد اول طہارت - باب المسح علی الخفین ص۱۴ نسائی اول طہارت باب المسح علی الخفین ص۳۱ م

ابن ماجہ طہارت - باب المسح علی الخفین ص۴۱ عہ اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی النعال ص۵۶ ثانی لباس باب النعال السبتیہ وغیرہا ص۸۷۰

مسلم اول مساجد باب الصلوٰۃ فی النعلین ص۲۰۸ ترمذی اول صلوٰۃ باب فی الصلوٰۃ فی النعال ص۵۳ نسائی اول باب الصلوٰۃ فی النعلین ص۱۲۵

حدیث ٢٦٩ :- رَأَی رَجُلاً لَا یُتِمُّ رُکُوعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ

عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ رَأٰی رَجُلاً لَا یُتِمُّ رُکُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا تھا۔ جب

فَلَمَّا قَضٰی صَلَاتَهٗ قَالَ لَهٗ حُذَیْفَةُ مَا صَلَّیْتَ قَالَ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ لَوْ مُتَّ

وہ نماز پوری کر چکا تو اس سے حضرت حذیفہ نے فرمایا تو نے نماز نہیں پڑھی اور ابو وائل نے کہا میرا گمان ہے

مُتَّ عَلٰی غَیْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عہ۔

کہ حضرت حذیفہ نے یہ فرمایا کہ اگر اسی حال میں مرےگا تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے کے علاوہ کسی اور طریقے پر مرے گا

حدیث ٢٧٠ :- کَانَ اِذَا صَلّٰی فَرَّجَ بَیْنَ یَدَیْهِ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بُحَیْنَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

حضرت عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے

وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا صَلّٰی فَرَّجَ بَیْنَ یَدَیْهِ حَتّٰی یَبْدُوَ بَیَاضُ اِبْطَیْهِ عہ۔

تو (سجدوں میں) اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا کشادہ رکھتے کہ بغل کی سپیدی ظاہر ہو جاتی۔

علیہ وسلم کے وصال سے چالیس دن پہلے اور بربنائے تحقیق رمضان ۱۰ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور وہ فرما رہے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔ تو ثابت ہوا کہ موزوں پر مسح منسوخ نہیں ہوا ابو داؤد میں ہے۔ میں نے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے تو موزوں پر مسح کرنے سے مجھے کون چیز روک سکتی ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا حضور کا مسح کرنا مائدہ کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت جریر نے فرمایا میں مائدہ کے نازل ہونے کے بعد مسلمان ہوا ہوں۔ حضرت جریر نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے حجۃ الوداع میں دیکھا لہ

تشریح ٢٦٩ کتاب الاذان باب، اذا لم یتم الرکوع کے تحت زید بن وہب سے جو روایت ہے اس میں واحسبہٗ، نہیں ہے، اور اخیر میں یہ ہے لو مت مت علی غیر الفطرۃ فطر اللہ محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر اسی پر مرے گا تو اس دینِ فطرت کے غیر پر مرے گا جس پر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ نے پیدا فرمایا ہے۔

لہ فتح الباری بحوالہ طبرانی جلد اول ص۲۱۶

عہ اول صلوٰۃ باب اذا لم یتم السجود ص۵۶ ایضاً اذان باب اذا لم یتم الرکوع ص۱۰۹ ایضاً باب اذا لم یتم السجود ص۱۱۲۔

عہ اول صلوٰۃ باب یبدی ضبعیہ ص۵۶ اذان باب یبدی ضبعیہ ص۱۱۲ صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۰۳۔ مسلم اول صلوٰۃ باب الاعتدال فی السجود ص۱۹۴۔ نسائی اول صلوٰۃ باب صفۃ السجود ص۱۶۶۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ت ۹۹ :- یَسۡتَقۡبِلُ بِاَطۡرَافِ رِجۡلَیۡہِ الۡقِبۡلَۃَ قَالَہٗ اَبُوۡ حُمَیۡدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ عہ

اپنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رو رکھے نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یہ ابوحمید نے کہا۔

حدیث ۲۷۱ :- مَنۡ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسۡتَقۡبَلَ قِبۡلَتَنَا

عَنۡ اَنَسِ بۡنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ نے کہا، رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا جو ہماری طرح

لَا یُتِمُّ رُکُوۡعَہٗ اگر اس سے یہ مراد ہے کہ فرض ادا نہ کرتا تھا۔ تو "ما صلیت" سے حقیقی معنی مراد ہیں۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ فرض تو ادا کرتا تھا واجب یا سنت کو چھوڑ دیتا تھا تو اس سے مراد یہ ہے کہ تو نے کامل نماز نہیں پڑھی۔

عَلٰی غَیۡرِ سُنَّۃٍ میں سنت سے فقہی اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ لغوی ہے۔ یعنی طریقہ جو فرض واجب اور سنت تینوں کو شامل ہے۔

تشریح ۲۷۰ :- عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ یہاں مالک حضرت عبد اللہ کے باپ ہیں اور بحینہ عبد اللہ کی ماں۔ عام دستور سے ہٹ کر یہ اپنے ماں اور باپ دونوں کی طرف منسوب ہیں۔ علامہ نووی نے فرمایا کہ قرات میں مالکٍ کو تنوین پڑھنی چاہیے۔ اور "ابن بحینہ" میں ابن کے الف کو لکھنا بھی چاہیے۔ حضرت عبد اللہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ عالم فاضل تھے۔ ہمیشہ روزہ سے رہتے۔ حضرت معاویہ کے زمانے میں وصال فرمایا۔

فَرَّجَ بَیۡنَ یَدَیۡہِ سے مراد یہ ہے کہ بازوؤں کو کروٹ سے دور رکھتے، تا کہ بغل کی سپیدی نظر آتی۔ امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں تحریر کیا، کہ بغل کی سپیدی حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔

تشریحات ۹۹ :- یہ ابوحمید رضی اللہ تعالٰی عنہ، صحابی ہیں۔ ان کا نام عبد الرحمٰن یا منذر ہے۔ ان کے باپ کا نام سعد ہے۔ بنی ساعدہ کے فرد صحابی انصاری ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالے عنہ کے عہد تک باحیات رہے۔ انھیں کے عہد میں وصال ہوا۔

یہ ایک طویل حدیث کا جزؤ ہے، جو باب سنۃ الجلوس میں مفصل مذکور ہے۔ ہم اوپر بتا آئے کہ سجدے میں دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں میں سے کم از کم ایک کا پیٹ زمین پر لگنا فرض ہے، اور ہر پاؤں کی کم از کم تین انگلیوں کے پیٹ کا زمین پر لگنا

عہ اول صلوٰۃ فضل استقبال القبلۃ ص۵۶۔

مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذٰلِکَ الْمُسْلِمُ

نماز پڑھے (نماز میں) ہمارے قبلہ کو منہ کرے، ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہ وہ مسلمان ہے۔

اَلَّذِیْ لَہٗ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وَذِمَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰہَ فِیْ ذِمَّتِہٖ ؏

جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے۔ اللہ کے ذمہ میں رخنہ اندازی مت کرو۔

حدیث ۲۷۲ ۔ ایضاً

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِذَا قَالُوْہَا وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا وَ

کہ لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔ جب یہ لوگ کہہ دیں اور ہماری طرح نماز پڑھیں

اسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا وَاَکَلُوْا ذَبِیْحَتَنَا فَقَدْ حَرُمَتْ دِمَاءُہُمْ وَاَمْوَالُہُمْ اِلَّا بِحَقِّہَا

ہمارے قبلہ کی جانب (نماز) میں منہ کریں اور ہمارا ذبیحہ کھائیں تو ہم پر ان کے خون اور ان کے مال حرام ہو گئے مگر اسکے حق کی

وَحِسَابُہُمْ عَلَی اللّٰہِ ؏ ۔

بنا پر اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

واجب ہے اور دوسروں کا سنت۔ حضرت امام بخاری کا مقصود یہاں یہ ہے کہ سجدے کی حالت میں جن جن اعضا کا قبلہ رو کرنا ممکن ہو سب کو قبلہ رو رکھنا ضروری ہے۔

تشریحات ۲۷۱ - ۲۷۲ - ۲۷۳ :-

فلا تخفروا، کا مادہ خفر ہے، جس کے معنی امان دینے، پناہ دینے، امان کا معاہدہ کرنے کے ہیں۔ باب افعال میں جاکر اسکے معنی نقض امان کے ہو گئے۔ پہلی روایت میں کلمہ طیبہ کے اقرار یا شہادت کا تذکرہ نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر ایمان لائے ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے کوئی نماز پڑھنے لگے، ہمارا ذبیحہ کھانے لگے تو وہ مسلمان ہے۔ ایک روایت دوسری روایت کی ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر ہوتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو ایمان لانے کے بعد ہماری طرح اور ہمارے قبلہ کو منہ کر کے نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے، وہ مسلمان ہے۔ چونکہ ہماری طرح ہمارے قبلہ کی جانب منہ کر کے نماز وہی پڑھتا تھا جو مسلمان ہوتا تھا۔ اور ہمارا ذبیحہ وہی کھاتا تھا جو مسلمان ہوتا تھا۔ اس لئے صرف اعمال ظاہرہ پر مسلمان ہونے کا حکم لگا یا گیا۔ اہل کتاب کا قبلہ بیت المقدس ہے۔ اور

(؏) اول صلوٰۃ فضل استقبال القبلۃ ص۵۶ ؏ ایضاً ص۵۶ ۔

حدیث ایضاً - قَالَ سَأَلَ مَیْمُوْنُ بْنُ سِیَاہٍ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ فَقَالَ یَا اَبَا حَمْزَۃَ وَمَا یُحَرِّمُ دَمَ الْعَبْدِ وَمَالَہٗ

:- میمون بن سیاہ نے حضرت انس سے پوچھا اور کہا اے ابو حمزہ! بندے کے خون اور مال کو کیا چیز حرام

فَقَالَ مَنْ شَہِدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَصَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا

کردیتی ہے تو فرمایا جو اس بات کی گواہی دے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور (نماز میں) ہمارے قبلے کی جانب منہ کرے

فَہُوَ الْمُسْلِمُ لَہٗ مَا لِلْمُسْلِمِ وَعَلَیْہِ مَا عَلَی الْمُسْلِمِ - قَالَ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا

اور ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے اسکے وہی حقوق ہیں جو اور مسلمان کے ہیں

اَنَسٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ عہ

اس پر وہی ذمہ داریاں ہیں جو دوسرے پر ہیں۔ حمید نے کہا ہم سے حضرت انس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔

حدیث ۲۷۴ - سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَیْتِ بِالْعُمْرَۃِ

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَیْتِ

عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا ایسے شخص کے بارے میں جس نے

یہود کی نماز میں رکوع نہیں۔ یہ ہمارا ذبیحہ نہیں کھاتے۔ مشرکین اور مجوس نماز ہی نہیں پڑھتے تھے۔ اس لئے یہ چیزیں مسلمانوں کی خاص علامت قرار دی گئیں۔ اسی سے اہل قبلہ کی اصطلاح اختراع ہوئی۔ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان تمام باتوں کو حق کہتے اور مانتے ہوں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عز وجل کی طرف سے لائے ہیں۔ اور ضروریات دین میں سے کسی کا بھی انکار نہ کرتے ہوں۔ جو شخص اپنے کو مسلمان کہلاتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتا ہے مگر ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہے، وہ اہل قبلہ میں سے نہیں۔ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لا نکفر اھل القبلۃ۔ ہم اہل سنت اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔ اس لئے مراد اہل قبلہ یہی مذکور ہیں۔ اس لئے قادیانی۔ رافضی، نیچری، وہابی وغیرہ جو ضروریات دین کا انکار کرتے ہیں، ان کا مرتد کافر کہا جائے گا۔ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مذکور انہیں قطعاً نفع نہ دے گا۔ کتاب الایمان میں گذر چکا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کلمہ طیبہ کا علم ہے، اس سے مراد پورا کلمہ طیبہ ہے۔ وہیں اس حدیث پر مکمل گفتگو بھی ہو چکی ہے۔ اعادہ کی حاجت نہیں۔

قَالَ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ اس متابعت کے ذکر کے دو فائدے ہیں۔ پہلی سند میں صرف یہ ہے کہ حمید نے یہ کہا کہ میمون بن سیاہ نے حضرت انس سے پوچھا۔ اس میں یہ تصریح نہیں کہ حمید اس مجلس میں موجود تھے۔ اور انھوں نے خود اسکو سنا ہے۔ مگر دوسری سند میں اسکی تصریح ہے کہ حمید نے یہ کہا۔ ہم سے حضرت انس نے حدیث بیان کی۔ پہلی روایت حضرت انس پر موقوف ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت انس نے فرمایا۔ دوسری روایت میں یہ ہے عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو اس کے مرفوع ہونے پر نص ہے۔

تشریحات ۲۷۴ -

مقام سے مراد مقام ابراہیم ہے۔ یعنی وہ پتھر جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم پاک کے نشان ہیں۔ آیت کریمہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ

لِلْعُمْرَةِ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

عمرے کا طواف بیت اللہ کر لیا اور صفا مروہ کے درمیان سعی نہیں کی۔ کیا وہ اپنی عورت کے پاس جائے؟ تو انہوں نے جواب دیا نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا

نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا اور مروہ کے درمیان

وَالْمَرْوَةِ وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ

سعی کی اور بیشک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات میں پیروی ہے اور ہم نے جابر بن

اللّٰهِ فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتّٰى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ع‍ہ۔

عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہرگز قریب نہ جائے جب تک صفا اور مروہ کی سعی نہ کرلے۔

اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى، میں مقام سے کیا مراد ہے! اس میں ائمہ مفسرین کے چند قول ہیں۔ حضرت ابن عباس امام مجاہد اور امام عطاء کا قول یہ ہے کہ پورا حرم، مقام ابراہیم ہے۔ امام مجاہد کا دوسرا قول یہ ہے کہ عرفہ مزدلفہ منیٰ مراد ہے۔ امام عطا سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ مقام ابراہیم سے عرفات مزدلفہ منیٰ کے ساتھ ساتھ جمرات بھی لیتے ہیں۔ ان اقوال کی بنا پر مُصَلّٰی سے مراد، دعا کی جگہ ہوگی سدی نے کہا اس سے مراد وہ پتھر ہے جسے حضرت اسمٰعیل کی اہلیہ نے حضرت ابراہیم کے قدم کے نیچے رکھکر ان کا سر دھویا تھا۔ امام رازی نے اپنی تفسیر میں یہی امام حسن اور قتادہ سے روایت کیا۔ مگر صحیح اور راجح یہ ہے کہ مقام ابراہیم مراد وہ مقدس پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبے کی تعمیر کی تھی جس پر نشان قدم پڑ گئے تھے۔ اور آج بھی باقی ہیں۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مقام ابراہیم سے گذرے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اسے نماز کی جگہ بنالیں؟ اس پر آیۃ کریمہ نازل ہوئی سلہ اس قول کی بنا پر مُصَلّٰی سے مراد نماز پڑھنے کی جگہ ہے یعنی مقام ابراہیم پر نماز پڑھو رہ گئی اس حدیث کی بات تو اس میں متعین ہے کہ اس سے مراد وہی مشہور و معروف پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم ہیں۔ ازرقی نے اخبار مکہ میں صحیح سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ جہاں اسوقت مقام ابراہیم ہے وہیں حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی رکھا ہوا تھا۔ اور یہیں حضرات صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں بھی اسی طرح تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد میں ایک مرتبہ سیلاب آیا اور اس پتھر کو بہالے گیا۔ تلاش کے بعد مکہ معظمہ کے نیچے ملا۔ لوگ اسے وہاں سے اٹھالائے اور کعبے کے پردے میں باندھ دیا۔ جب حضرت عمر مکہ معظمہ آئے تو پہلے یہ تفتیش کی کہ یہ کہاں تھا۔ جب یقینی طور پر متعین ہو گیا کہ وہ جگہ یہ ہے تو پھر وہیں رکھا اور اس کے ارد گرد عمارت بنوادی وہیں آج تک ہے سلہ۔

ع‍ہ اول صلوٰۃ باب جہلۃ اہل المدینۃ ص‍ ۵۸ مناسک باب طاف النبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وصلی لاسبوعہ رکعتین ص‍ ۲۲۰ باب من صلی رکعتی الطواف خلف المقام ص‍ ۲۲۰ باب ما جاء فی السعی بین الصفا والمروۃ ص‍ ۲۳۱ عمرہ باب متی یحل المعتمر ص‍ ۲۴۱ مسلم اول حج باب بیان ان المحرم لا یحل بالطواف قبل السعی ص‍ ۴۰۵ نسائی ثانی مناسک باب این یصلی رکعتی الطواف ص‍ ۳۴ باب طواف ... سنن ابی ماجہ العمرۃ ص‍ ۳۶ باب ذکر خروج النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم الی الصفا ص‍ ۳۴ ابن ماجہ ... الرکعتین بعد الطواف ص‍ ۲۱۹

سلہ اول صلوٰۃ باب التوجہ الی القبلۃ حیث کان ص‍ ۵۸ بخاری کتاب التفسیر باب قولہ وقالوا ...

سلہ فتح الباری جلد اول باب قولہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی ص‍ ۱۶۹

باب ۲۷۵: صلوٰۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی داخل البیت

سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ فَقِيلَ لَهُ هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مجاہد نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے پاس کوئی آیا اور اس نے جا یا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دَخَلَ الْكَعْبَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَجِدُ بِلَالًا قَائِمًا

کعبے کے اندر تشریف لیگئے ابن عمر نے کہا یہ سنتے ہی میں جب آگے بڑھا، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لا چکے تھے اور

بَيْنَ الْبَابَيْنِ فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ

میں نے بلال کو دونوں دروازوں کے درمیان کھڑا پایا۔ میں نے بلال سے پوچھا کیا نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کعبے میں نماز

قَالَ نَعَمْ رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلَى يَسَارِهِ إِذَا دَخَلْتَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى

پڑھی ہے انھوں نے کہا ہاں دو رکعت ان دونوں ستونوں کے درمیان۔ جب تم کعبے کے اندر جاؤ تو بائیں

فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ عہ۔

جانب ہیں۔ اس کے بعد باہر نکلے اور دو رکعت کعبے کے سامنے پڑھیں۔

مسائل:- اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ عمرے میں سعی واجب ہے۔ عمرہ کرنے والا صفا اور مروہ کی سعی سے پہلے ممنوعات احرام کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔ ہر طواف کے بعد دو رکعت پڑھنی چاہئے۔ ہمارے یہاں مستحب ہے۔ آیت میں امر استحباب کے لئے ہے۔ بعض علماء کے نزدیک واجب ہے بعض کے نزدیک سنت۔ بعض نے کہا کہ طواف اگر واجب ہے تو یہ بھی واجب وہ سنت تو یہ بھی سنت۔

تشریحات ۲۷۵-۲۷۶

تکمیل:- کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، میں اسکی تفصیل یہ ہے۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنی اونٹنی، قصواء پر سوار ہوکر مسجد حرام تشریف لائے۔ اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے۔ حضور کے ساتھ بلال، عثمان بن طلحہ حجبی بھی تھے۔ اونٹنی بیت اللہ کے قریب بٹھائی اور عثمان سے کہا کنجی لاؤ۔ وہ کنجی لائے اور کعبے کا دروازہ کھولا۔ حضور، اسامہ، بلال اور عثمان اندر گئے۔ پھر دروازہ بند کر لیا گیا۔ بہت دیر تک یہ لوگ اندر رہے پھر باہر نکلے۔ اس کے بعد لوگ بہت تیزی کے ساتھ کعبہ کے اندر جانے کی کوشش کرنے لگے۔ میں سب سے پہلے اندر گیا۔ دروازے کے پیچھے بلال کھڑے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی ہے۔ انھوں نے بتایا، ان دونوں اگلے ستونوں کے درمیان پڑھی ہے۔ کعبے کی چھت چھ ستون پر قائم تھی جنکی دو قطاریں تھیں۔ حضور نے اگلی قطار کے دونوں ستونوں کے درمیان نماز

عہ اول صلوٰۃ باب قول اللہ عزوجل واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی ص۵۷ باب الابواب والغلق للکعبۃ والمساجد ص۶۶ باب الصلوٰۃ بین السواری ص۷۲ حج باب اغلاق البیت ص۲۱۷ ثانی مغازی باب حجۃ الوداع ص۶۳۱ مسلم اول حج باب استحباب دخول الکعبۃ ص۴۲۹ ابوداؤد اول مناسک باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ ص۲۷۶ نسائی اول مساجد باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ ص۱۱۲ قبلہ باب مقدار ذلک ص۷۷ ثانی مناسک باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ ص۳۲ موطا امام مالک حج باب الصلوٰۃ فی البیت مسند امام اعظم

حدیث ۲۷۶ ۔ ایضاً ۔

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ

عطاء نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا انھوں نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ حَتَّىٰ خَرَجَ

جب کعبے میں داخل ہوئے تو اس کے ہر طرف دعا مانگی اور نماز نہیں پڑھی ۔ جب باہر تشریف

مِنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي قُبُلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ عه

لائے تو کعبے کے سامنے دو رکعتیں پڑھیں ۔ اور فرمایا یہ قبلہ ہے ۔

پڑھی تھی ۔ کعبے کے دروازے کو اپنے پیچھے کر لیا تھا ۔ اور روئے انور اس سمت کیا تھا کہ جب تم کعبے میں داخل ہو تو وہ تمھارے سامنے ہوگی ۔ دیوار اور حضور کے مابین تین ہاتھ کا فاصلہ تھا ۔ ابن عمر نے کہا میں بلال سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ حضور نے کے رکعت نماز پڑھی تھی ۔ جہاں حضور نے نماز پڑھی تھی وہاں سرخ سنگ مرمر کا فرش ہے ۔

قریش کی تعمیر سے پہلے کعبے کی کوئی چھت نہیں تھی ۔ دیواریں بھی بہت نیچی صرف قد آدم تھیں ۔ حطیم کعبے کے اندر تھا ۔ اس میں صرف دو رکن ، یعنی کونے تھے ۔ حطیم کی طرف گول دائرہ نما تھا ۔ اس کی لمبائی ستائیس ہاتھ تھی ۔ قریش نے اس کی دیواریں اونچی کر دیں اور اس پر چھت ڈال دی ۔ اخراجات کی کمی کی وجہ سے حطیم کو باہر کر دیا ۔ اور صرف اٹھارہ ہاتھ لمبائی رکھی اور چوکور بنا دیا ۔ چھت چھ ستونوں پر تھی جن کی دو قطاریں تھیں ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگلی قطار کے ستونوں کے مابین نماز پڑھی تھی ۔ دو ستون داہنی طرف اور ایک ستون بائیں طرف تھا ۔ بین الساریتین علی یسارہ اذا دخلت ۔ جب تم کعبے میں داخل ہو تو بائیں ہاتھ والے دونوں ستونوں کے درمیان " کا یہی مطلب متعین ہے ۔ نیز ابوداؤد اور مؤطا میں یہی تفصیل مذکور ہے کہ حضور نے ایک ستون بائیں طرف اور دو ستون داہنی طرف کر لیا تھا ۔ بخاری باب الحج میں بین العمودین الیمانیین مذکور ہے ، وہ بھی اسی کی نشان دہی کرتا ہے ۔

حضور نے کعبے میں دو رکعت پڑھی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر کعبے میں دو رکعت نماز پڑھی ۔ اور یہی راجح ہے ۔ رہ گئی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث اس میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبے میں نماز نہیں پڑھی ۔ صرف دعائیں کیں ۔ یہ یا تو اس بنا پر ہے کہ حضرت ابن عباس کو نماز پڑھنے کی روایت نہیں ملی ۔ یا یہ کسی اور موقع کا ذکر ہے ۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث اصل میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔ یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کعبے میں گئے تھے ۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت اسامہ حضور سے دور رہے ہوں ۔ دروازہ بند تھا اندھیرا تھا حضور نے نماز بہت مختصر پڑھی تھی ۔ انھوں نے نہیں دیکھا ۔ حضرت بلال چونکہ قریب تھے اس لئے انھوں نے دیکھا ۔ علاوہ ازیں علم حدیث کا مسلّم قاعدہ ہے کہ نفی پر اثبات مقدم ہوتا ہے ۔ حضرت ابن عباس کی حدیث میں نفی ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث میں اثبات ہے ۔ اس لئے اسے ترجیح ہوگی ۔ علاوہ ازیں خود حضرت عثمان بن طلحہ اور حضرت ابوہریرہ ، حضرت شیبہ بن عثمان ، اور حضرت عبد الرحمٰن بن صفوان سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبے میں دو رکعت نماز پڑھی ۔

عه اول صلوٰۃ باب قول اللہ عز وجل واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی ص ۵۷ ۔ مسلم اول حج باب استحباب دخول البیت ص ۴۲۹ ۔ نسائی ثانی مناسک باب موضع الصلوٰۃ فی البیت ص ۳۲

حدیث ۲۷۷ :- تحویل قبلہ -

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَاقَدِمَ

حضرت براء رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا - کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب پہلے پہل مدینہ

الْمَدِیْنَۃَ نَزَلَ عَلٰی اَجْدَادِہٖ اَوْقَالَ اَخْوَالِہٖ مِنَ الْاَنْصَارِ

تشریف لائے - تو اپنی نانیہال انصار میں اُترے اور بیت المقدس

وَاَنَّہٗ صَلّٰی قِبَلَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّۃَ عَشَرَ شَہْرًا اَوْسَبْعَۃَ

کی جانب منہ کرکے سولہ یا سترہ مہینے نماز پڑھی - اور حضور کی خواہش

عَشَرَ شَہْرًا وَکَانَ یُعْجِبُہٗ اَنْ تَکُوْنَ قِبْلَتُہٗ قِبَلَ الْبَیْتِ وَاَنَّہٗ صَلّٰی اَوَّلَ

یہ تھی کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ (کعبہ) ہوتا - حضور نے کعبے کی

صَلٰوۃٍ صَلَّاھَا صَلٰوۃَ الْعَصْرِ وَصَلّٰی مَعَہٗ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ صَلّٰی

طرف سب سے پہلی جو نماز پڑھی تھی وہ عصر تھی - حضور کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی تھی - ان میں سے

اشکال اور جواب البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی حدیث پر یہ اشکال ہے کہ خود انھیں سے یہ روایت ہے کہ فرمایا - میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ حضور نے کے رکعت پڑھی - جیسا کہ خود بخاری ہی میں ص ۶۰ اور ص ۱۳۱ پر ہے - اس کا جواب یہ ہے کہ عمر بن ابی شیبہ نے کتاب مکہ میں بطریق عبد العزیز بن ابی داؤد عن نافع عن ابن عمر یہ روایت کی ہے - وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال سے پوچھا کہ حضور نے کیا کیا - تو انھوں نے کلمے اور بیچ والی انگلیوں سے اشارہ فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھیں[۱] - اب ان روایتوں کا محمل "کہ میں پوچھنا بھول گیا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں" یہ ہوا کہ میں یہ بھول گیا کہ ان سے زبانی کہلوا لیتا کہ دو رکعتیں پڑھیں - اشارہ کرکے تو انھوں نے بتایا کہ دو رکعتیں پڑھیں۔

مطابقت باب :- یہ تینوں حدیثیں امام بخاری اس باب کے ضمن میں لائے ہیں - باب قول اللّٰہ عزّ وجلّ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی ــــ یعنی اللہ عز وجل کے اس ارشاد ، مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ - کا بیان - بالکل سامنے کی بات ہے - اس باب کا مقصد یہ ہے کہ مقام ابراہیم کے قریب نماز پڑھنا مامور ہے -

پہلی حدیث تو باب کے صریح مطابق ہے ، کہ اس میں بالتصریح مذکور ہے کہ حضور نے طواف سے فارغ ہوکر مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی - بقیہ دو حدیثوں میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو باب کے مطابق ہوتا - اس لئے شراح نے بڑی عرق ریزی سے مناسبت نکالی ہے - لیکن ہماری ناقص رائے یہ ہے کہ بادی النظر میں آیت مذکورہ سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید حرم پاک میں صرف مقام ابراہیم کے پیچھے ہی نماز درست ہوگی اور کہیں نہیں ہوگی - اس شبہے کے ازالہ کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے اور یہ تین حدیثیں لاکر یہ افادہ فرمایا کہ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنی مستحب ضرور ہے مگر حرم پاک میں کہیں بھی نماز پڑھو ، درست ہے - حتیٰ کہ کعبہ کے اندر بھی جائز ہے -

---

[۱] عینی جلد رابع ص ۱۳۳

مَعَهُ فَمَرَّ عَلَى أَهْلِ مَسْجِدٍ وَهُمْ رَاكِعُونَ فَقَالَ أَشْهَدُ بِاللهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ

ایک صاحب ایک مسجد کے قریب گذرے وہ لوگ رکوع میں تھے۔ انھوں نے کہا میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ

وَكَانَتِ الْيَهُودُ قَدْ أَعْجَبَهُمْ إِذْ كَانَ يُصَلِّي قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَأَهْلَ

الْكِتَابِ فَلَمَّا وَلَّى وَجْهَهُ قِبَلَ الْبَيْتِ أَنْكَرُوا ذٰلِكَ قَالَ زُهَيْرٌ

نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ لوگ جس حال میں تھے اسی حال میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور یہودیوں

حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي حَدِيثِهِ هٰذَا أَنَّهُ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ

اہل کتاب کو یہ بات پسند تھی کہ حضور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے، تو جب حضور نے بیت اللہ شریف کی طرف منہ پھیر لیا تو انھیں برا لگا۔ تحویل قبلہ سے پہلے کچھ لوگ

تشریحات ۲۷۷ :-

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما | مشہور انصاری صحابی ہیں۔ غزوۂ احد کے موقع پر کم سنی کی وجہ سے یہ بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ شرکت سے روک دیے گئے تھے۔ سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شریک ہوئے، اس کے بعد تمام مشاہد میں شریک رہے۔ سنہ ۲۴ھ میں رے، موجودہ طہران، انھوں نے کچھ صلح سے اور کچھ لڑ کر فتح کیا۔ جنگ تستر میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ مشاجرات میں یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی تھے، ان کے ساتھ تمام لڑائیوں میں رہے۔

حضرت مصعب بن زبیر کے عہد ولایت میں کوفہ میں جاں بحق ہوئے سن وصال سنہ ۷۲ھ ہے۔ ان کے والد ماجد حضرت عازب بھی صحابی ہیں۔ صحابہ میں عازب نام کا سوائے ان کے اور کوئی نہیں اور نہ براء بن عازب نام کا ان کے صاحبزادے کے علاوہ کوئی اور ہے۔ ان سے تین سو پانچ احادیث مروی ہیں جن میں بائیس متفق علیہ ہیں اور پندرہ افراد بخاری سے اور چھ افراد مسلم سے۔

نَزَلَ عَلَى أَجْدَادِهِ أَوْ أَخْوَالِهِ :- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردادا حضرت ہاشم نے انصار کے مشہور قبیلے بنی عدی بن نجار میں، سلمیٰ سے نکاح کیا تھا۔ جن سے حضرت عبد المطلب ہیں۔ اس قبیلے کے جو افراد تھے ان کو اس قرابت کی وجہ سے نانا یا ماموں کہدیا۔ اسی وجہ سے میں نے ان دونوں کا ترجمہ ننہال کیا ہے۔

اشکال :- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے قبا میں بنی عمرو بن عوف کے سردار کلثوم بن الهدم کے یہاں اترے تھے۔ چوبیس دن یہاں قیام فرما کر جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر قیام فرمایا۔ یہ مالک بن نجار کے قبیلے سے تھے۔ اور حضور کے جد امجد کی ننہال بنی عدی میں تھی۔ نہ بنی عمرو بن عوف میں تھی، نہ حضرت ابو ایوب کے قبیلے میں تھی۔ جواب ظاہر ہے کہ عدی اور مالک دونوں بھائی تھے۔ ایک بھائی کے رشتے کو دوسرے بھائی کی طرف منسوب کرنا پوری دنیا کا عرف ہے۔

قبل ہجرت قبلہ :- ہجرت سے قبل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، اس بارے میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ مگر یہ مرجوح ہے۔ اس

قَبْلَ اَنْ تُحَوَّلَ رِجَالٌ وَّقُتِلُوْا فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ

فوت ہو چکے تھے۔ اور کچھ شہید ہو گئے تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان کے بارے میں کیا کہیں اس پر اللہ عزوجل

اِيْمَانَكُمْ عہ۔

نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ اور اللہ عزوجل تمہارے ایمان (نماز) کو اکارت نہیں فرمائے گا۔

لے کہ اس قول کی بنا پر تکرار نسخ لازم آئے گا۔ دوسرے یہ کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ یہ خلاف ظاہر ہے۔ تیسرا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کا ہے، کہ اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ کعبہ اور بیت المقدس، دونوں کی طرف منہ ہو۔ یعنی کعبے کے جنوب میں کھڑے ہو کر شمال کی طرف منہ کر کے اور یہی صحیح ہے۔ امام حاکم وغیرہ نے اس کی تصحیح کی۔ نیز اس میں اور قول ثانی میں منافات نہیں۔ یہ شارحین کی ترجمانی تھی اب خادم کو اس میں کلام ہے۔ اس لئے کہ اولاً امامت جبرئیل والی حدیث کے بعض طرق میں ہے وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ بَابِ الْبَيْتِ عہ حضور نے جبریل کے ساتھ بیت اللہ کے دروازے کے پاس نماز پڑھی اور دروازہ پورب جانب ہے۔ ثانیاً یہ خود ابن عباس کی اس روایت کے معارض ہے جو طبری نے بواسطہ علی بن طلحہ ذکر کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینے آئے تو اللہ نے انہیں حکم دیا کہ بیت المقدس کی جانب منہ کریں عہ۔ فا، تعقیب کیلئے آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیت المقدس کی جانب منہ کرنے کا حکم مدینۂ منورہ آنے کے بعد ہوا ہے۔ ثالثاً سیرت ابن اسحٰق، سیرت ابن ہشام، مواہب لدنیہ، افضل القریٰ لقراء ام القریٰ، حاشیہ کنز علامہ سید ابو السعود ازہری اور حاشیہ در مختار سید احمد طحطاوی میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ مکہ یعنی جبل حرا پر تھے کہ جبریل، حضور کے سامنے عمدہ ترین خوشبو کے ساتھ بہترین شکل میں ظاہر ہوئے اور عرض کیا، اے محمد! اللہ عزوجل آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ سے فرماتا ہے کہ آپ تمام جن و انس کی جانب رسول ہیں۔ ان کو لا الٰہ الا اللہ کی طرف بلائیے۔ اس کے بعد اپنا پاؤں زمین پر مارا، جس سے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ اس سے جبریل نے وضو کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد حضور کو حکم دیا کہ وضو کریں۔ جبریل نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور حضور سے کہا کہ میرے ساتھ نماز پڑھیں۔ ابو نعیم کی روایت میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ زائد ہے۔ کہ کعبے کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز پڑھی۔ جبریل نے حضور کو وضو اور نماز کا طریقہ سکھایا اور آسمان پر چلے گئے۔ حضور جب گھر واپس ہونے لگے تو شجر و حجر، دیوار و در عرض کرنے لگے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! پھر حضرت خدیجہ کو حضور نے حکم دیا تو انہوں نے بھی وضو کر کے نماز پڑھی۔ یہ واقعہ متعدد طرق سے مروی ہے۔ سند میں کچھ کلام کیا گیا ہے، مگر متعدد طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے قوی ہو گیا ہے عہ

گذر چکا ہے کہ حرا مکہ معظمہ سے شمال مشرق میں ہے، وہاں کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں بیت المقدس کی طرف کسی طرح منہ نہیں ہو سکتا۔ ایک حدیث میں ہے۔ نماز پنجگانہ فرض ہونے سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے تھے۔ اخیر دن (عصر) کی نماز کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ پہاڑی گھاٹیوں میں متفرق ہو جاتے۔ ان پہاڑی گھاٹیوں میں پابندی کسی طرح ممکن نہیں۔ حضرت عفیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گذر چکی ہے کہ انہوں نے ایک بار منیٰ میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ و حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ اور ظاہر ہے کہ منیٰ میں یہ ممکن نہیں کہ کعبے کے ساتھ بیت المقدس کی طرف بھی منہ ہو سکے۔ اس لیے سب سے قوی اور راجح یہی قول ہے کہ ہجرت سے قبل قبلہ، کعبہ تھا۔ اس سلسلے میں علامہ طبری نے، ابن جریج سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ابتداء میں حضور کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے پھر بیت المقدس کی

عہ اول ایمان، باب الصلوٰۃ من الایمان ص ۱۱۔ ایضاً صلوٰۃ باب التوجہ الی القبلۃ حیث کان ص ۵۷۔ ثانی تفسیر باب قولہ سیقول السفہاء من الناس ص ۶۴۵۔ ایضاً باب قولہ تعالیٰ وکذلک جعلناکم [illegible]۔ مسلم اول صلوٰۃ تحویل القبلۃ من القدس الی الکعبۃ ص ۲۰۰۔ ترمذی، اول صلوٰۃ باب ما جاء فی ابتداء القبلۃ [illegible]

عہ مؤطا [illegible] اخبار الآحاد باب ما جاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق ص ۱۰۷۲ [illegible] ایضاً باب استقبال القبلۃ [illegible] ابن ماجہ صلوٰۃ باب القبلۃ [illegible] ۱۹۰

عہ ثانی تفسیر سورۃ البقرۃ ص ۱۲۰ نسائی اول صلوٰۃ باب فرض القبلۃ [illegible]

حدیث ۲۷۸ - كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهِ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ، قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا - نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنی سواری ہی پر

وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ فَإِذَا أَرَادَ الْفَرِيضَةَ نَزَلَ

نماز (نفل) پڑھتے تھے - جدھر بھی وہ حضور کا منہ کئے ہو - جب فرض کا ارادہ فرماتے تو اترتے

فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ - عہ -

اور قبلہ کو منہ کرکے نماز پڑھتے -

طرف منہ کرنے کا حکم ہو گیا۔ مکے میں تین سال تک بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے ۔[1]

تکرار نسخ کا یہ جواب ہے کہ ابتداءً اس بنا پر کہ اہل عرب کا مرکز عقیدت ہے ، اپنے اجتہاد سے کعبے کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے ۔ پھر مکے ہی میں یا مدینہ طیبہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز کا حکم ہوا ۔ یہ اس موقع پر منسوخ ہو گیا ۔ علاوہ ازیں ابن عربی نے کہا تین چیزوں میں نسخ دو بار ہوا ۔ تعیین قبلہ ، متعہ ، دیسی گدھوں کی حرمت ۔ ابو العباس عزفی نے کہا ، اس سلسلے کی چوتھی کڑی ، آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے وضو بھی ہے ۔ یعنی عام قاعدے سے یہ تین یا چار چیزیں مستثنیٰ ہیں ۔[2]

سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا تحویل قبلہ ، ہجرت کے کتنے دنوں کے بعد ہوئی ، اس بارے میں چھ اقوال ہیں ۔ دو سال ، سترہ مہینے ، سولہ مہینے ، دس مہینے ، نو مہینے ، ڈیڑھ مہینے کچھ دن ۔ مہینہ کون تھا ، اس بارے میں چار اقوال ہیں ۔ جمادی الآخرہ ، رجب ، شعبان ، ذو قعدہ ۔ صحیح اور راجح یہ ہے کہ ہجرت کے سولہ مہینے تین دن بعد ۱۵ رجب دوشنبے کو تحویل ہوئی ۔ یہی امام احمد نے ابن عباس سے روایت کیا ۔[3] امام واقدی نے فرمایا ، یہی اثبت ہے ۔ علامہ عینی اور علامہ ابن حجر نے اسے صحیح کہا ۔ اسی پر جمہور کا جزم ہے ۔ بر بنائے قول صحیح حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اٹھائیس صفر کو مکے سے نکلے ۔ تین دن غار ثور میں رہے ۔ پندرہویں دن دوشنبے کے روز ۱۲ ربیع الاول کو دوپہر کے قریب مدینہ منورہ پہنچے ۔ چودہ دن قبا میں قیام فرمایا ۔ چوبیس دن کے بعد جمعہ کو مدینہ طیبہ تشریف لائے ۔ راستے میں بنی سالم کے محلے میں جمعہ کا وقت ہو گیا ۔ وہیں نماز جمعہ ادا فرمائی اور سال بھر کے بعد پندرہ رجب کو نماز ظہر میں عین حالت نماز میں جبکہ دو رکعت نماز ہو چکی تھی تحویل قبلہ کی آیت نازل ہوئی ۔ سولہ اور سترہ مہینے کی تردید حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعض روایتوں میں ہے ۔ یہ تردید انھیں کی طرف سے ہے جیسا کہ عینی میں ہے ۔ مگر نسائی میں ہے کہ یہ شک سفیان کو ہوا ۔ شک سفیان ۔[4] ، اور صحیح ابو عوانہ میں ، مسلم میں ابو الاحوص کی روایت میں اور نسائی میں ابو زکریا بن زائدہ اور شریک کی روایت میں بغیر تردید کے " ستۃ عشر شہرا " ہے ۔ بنظر تحقیق ان دونوں میں تعارض بھی نہیں ۔ ربیع الاول اور رجب دونوں کو جوڑیں تو سترہ مہینے ہوتے ہیں ۔ اور ایک کو چھوڑ دیں جیسا کہ چاہئے تو سولہ ہوتے ہیں ۔ عام طور پر یہ دونوں طریقے رائج ہیں ۔ مؤطا میں ہے ، بدر سے دو مہینے قبل تحویل قبلہ ہوئی تھی ۔ غزوۂ بدر اٹھارہ رمضان کو ہوا تھا ۔ اس حساب سے بھی تحویل قبلہ رجب ہی میں ہوئی ۔ صرف دو دن کا فرق ہے ۔ یہ فرق کوئی قابل لحاظ فرق نہیں ۔ مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بحکم ربانی ، بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے ۔ جیسا کہ طبری وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کی

[1] زرقانی علی المواہب جلد اول ص[illegible] [2] ایضاً
[3] فتح الباری اول صلوٰۃ ص۴۲۱ ۔

عہ اول صلوٰۃ باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان ص۵۸ تقصیر الصلوٰۃ ، باب صلوٰۃ التطوع علی الدابۃ ، باب ینزل للمکتوبۃ ص۱۴۸ ثانی مغازی باب غزوۃ بنی المصطلق ص[illegible] [illegible]

حدیث ۲۷۹:- أنسىٰ كما تنسون -

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی

إِبْرَاهِيمُ لَا أَدْرِي زَادَ أَوْ نَقَصَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَحَدَثَ

ابراہیم نخعی نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ زیادہ کیا تھا یا کم کیا تھا، جب سلام پھیر چکے تو عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ

فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ. قَالُوا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا. فَثَنَّى رِجْلَيْهِ وَ

کیا نماز میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے۔ فرمایا کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کیا حضور نے ایسے ایسے نماز پڑھی ہے تو حضور نے

ہے۔ امرہ اللہ ان یستقبل بیت المقدس۔ اللہ عزوجل نے یہ حکم دیا کہ بیت المقدس کی طرف منہ کریں۔ اس میں یہود کی تالیف قلب بھی تھی۔ مگر چونکہ اسلام ملت ابراہیمی ہے اس لئے دلی آرزو یہ تھی کہ قبلہ کعبہ ہوتا۔ اس میں اہل عرب کے لئے ایک کشش بھی تھی۔ اکثر نماز کی حالت میں آسمان کی طرف متمنیانہ نظر سے دیکھا کرتے۔ اللہ عزوجل کو خوب معلوم تھا کہ محبوب کی دلی خواہش کیا ہے۔ ایک بار جبریل آسمان کی طرف جاتے ہوئے بہ ادائے محبوبانہ دیکھ لی۔ اس پر یہ آیت کریمہ عین حالت نماز میں نازل ہوئی [1]

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً — تمہارے آسمان کی طرف بار بار دیکھنے کو ہم دیکھ رہے ہیں تو ہم ضرور تم کو

تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (رکوع) — اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جو تمہیں پسند ہے۔ تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو۔

صلوۃ العصر: یہ تحویل قبلہ کس نماز اور کس مسجد میں ہوئی۔ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز عصر میں ہوئی۔ المواہب اللدنیہ اور اس کی شرح زرقانی میں ہے [2] کہ ابو سعید بن المعلی کی حدیث ہے کہ نماز ظہر میں ہوئی۔ اور یہی طبرانی اور بزار کی حدیث میں بھی ہے۔ جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ لیکن خود بخاری، مسلم، نسائی میں حضرت ابن عمر سے جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ لوگ قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آنے والے نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن اتارا گیا ہے۔ اور کعبے کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لوگ شام کی طرف منہ کرکے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ سنتے ہی کعبے کی طرف پھر گئے۔ نیز مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی یہی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے یہ تطبیق دی کہ صحیح یہی ہے کہ تحویل قبلہ کی آیت بنی سلمہ کی مسجد میں نماز ظہر کی حالت میں اتری تھی اسی لئے اس مسجد کا نام مسجد قبلتین ہے۔ اور سب سے پہلے پوری نماز کعبے کی طرف مسجد نبوی میں عصر کی پڑھی گئی۔ اور اندرون شہر کی مساجد میں یہ خبر عصر ہی کے وقت پہنچ گئی۔ قبا چونکہ مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ہے وہاں دوسرے دن نماز فجر میں پہنچی۔ [3]

فخرج رجل: یہ صاحب کون تھے، اس بارے میں تین نام آتے ہیں۔ عباد بن نہیک، عباد بن بشر، عباد بن وہب۔ [4]

واھل الکتاب: اہل کتاب میں نصاریٰ بھی داخل ہیں۔ مگر مراد یہود ہیں۔ اس لئے کہ نصاریٰ کا قبلہ بیت المقدس نہیں [5]

قتلوا: شارحین کا اس پر اتفاق ہے کہ ہجرت و تحویل قبلہ کے مابین کوئی مسلمان قتل نہیں ہوا ہے۔ یہ صرف زہیر کی روایت

---

[1] ابن ماجہ اقامۃ الصلوات باب القبلۃ ص ۷۲ [2] جلد اول تحویل قبلہ ص ۳۵۱ [3] فتح الباری جلد اول ص ۱۹۰ [4] ایضاً

اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ، فَلَمَّا اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ

اپنے دونوں پاؤں موڑے اور قبلے کو منہ کیا اور دو سجدے کیا اس کے بعد سلام پھیرا۔ اس کے بعد جب ہماری طرف منہ کیا

ہے بقیہ طرق میں صرف ہات مذکور ہے۔

مسائل ۱۔ قرآن مجید سے حدیث کا منسوخ ہونا درست ہے۔ ۲۔ نماز میں قبلہ رو ہونا فرض ہے۔ ۳۔ قبلہ کعبہ ہی ہے۔ ۴۔ خبر واحد کا قبول کرنا واجب ہے جب مخبر عادل ہو۔ ۵۔ ایک نماز چاروں سمت میں پڑھنی درست مثلاً تحری کرکے ایک سمت نماز پڑھ رہا تھا، نماز ہی میں دوسری سمت پر دل جما تو فرض ہے کہ بلا تاخیر اس سمت پھر جائے۔ اسی طرح چاروں طرف پھرا، پھر بھی نماز ہوگئی۔ ۶۔ تحری کرکے کسی سمت نماز پڑھ رہا تھا پھر دل کسی اور سمت پر جا اور ادھر پھر گیا تو نماز کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ ۷۔ کہیں جائے تو بہتر یہ ہے کہ اگر وہاں اپنا کوئی عزیز ہو تو اس کے وہاں قیام کرے۔ ۸۔ اس سے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بارگاہ رب العلمین میں عظمت ظاہر ہوئی کہ اگلے حکم کے خلاف جب حضور کی مرضی ہوئی تو بغیر سوال کے اسی کے مطابق اجازت دے دی۔

تشریحات ۲۷۸ ؎

۱۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نفل نماز سواری پر جائز ہے، اگرچہ قیام اور رکوع و سجود نہ ہو سکے۔ اور قبلے کو منہ نہ ہو۔ البتہ فرض اور اس کے مثل وتر اور فجر کی سنت درست نہیں۔ ان کے علاوہ تمام نمازیں درست ہیں۔

۲۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ تحریمہ باندھتے وقت قبلہ کو منہ ہو۔

۳۔ یہ شرط ہے کہ مدت قصر پر سفر کے لئے نکلا ہو۔

۴۔ اس حالت میں جدھر سواری کا منہ ہے، اگر ادھر رخ نہیں ہوگا تو نماز نہ ہوگی

تشریحات ۲۷۹ ؎

یہ واقعہ نماز ظہر میں ہوا تھا[1]۔ اور بجائے چار کے پانچ پڑھ لی تھی۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ نماز میں کلام مطلقاً مفسد نماز ہے۔ خواہ وہ کلام دنیوی ہو یا دینی۔ نماز کی اصلاح کے لئے ہو یا کچھ اور۔ جیسا کہ خود حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ان ھذہ الصلوٰۃ لا یصلح فیھا شیء من کلام الناس انما ھو التسبیح والتکبیر وقراءۃ القرآن[2]

نماز میں کسی قسم کا کلام درست نہیں۔ نماز صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن کی تلاوت ہے۔

اگر نماز میں سہو ہو جائے تو اس بارے میں فرمایا۔

ایھا الناس ما لکم حین نابکم شیء فی الصلوٰۃ اخذتم فی التصفیق انما التصفیق للنساء من نابہ شیء فی صلوٰتہ فلیقل سبحان اللہ فانہ لا یسمعہ احد حین یقول سبحان اللہ الا التفت[3]

اے لوگو! جب نماز میں کچھ ہو جاتا ہے تو تم لوگ تالی کیوں بجانے لگتے ہو۔ تالی صرف عورتوں کے لئے ہے۔ جب نماز میں کچھ ہو جائے تو سبحان اللہ کہو۔ جو بھی سبحان اللہ کہتے سنے گا، متوجہ ہوگا۔

امام طحاوی نے فرمایا، ابتداءً نماز میں کلام کی اجازت تھی۔ بعد میں منسوخ ہو گئی۔ **اقول**، یہاں خاص بات یہ ہے

[1] بخاری جلد اول صلوٰۃ، باب ما جاء فی القبلۃ ص ۵۸

[2] مسلم اول مساجد باب جواز الاقعاء علی العقبین ص ۲۰۳ ابو داؤد۔ اول صلوٰۃ باب تشمیت العاطس فی الصلوٰۃ ص ۱۳۲ نسائی اول صلوٰۃ۔ الکلام فی الصلوٰۃ ص ۱۷۹ ۔

قَالَ إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ لَنَبَّأْتُكُمْ بِهِ وَلٰكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ

فرمایا ۔ اگر نماز میں کوئی نئی بات پیدا ہوتی تو تمہیں ضرور بتاتا ۔ میں بھی بشر ہوں جیسے تم لوگ بشر ہو

أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهٖ

مجھے بھلا دیا جاتا جیسے تم لوگ بھولتے ہو ۔ جب مجھے بھول جائے تو مجھے یاد دلا دیا کرو اور جب تمہیں نماز میں شک ہو جائے

فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ ع۵ ۔

تو بس پر دل جمے اسی کے مطابق پوری کرو پھر سلام پھیرو پھر دو سجدے کر لو۔

ت ۱۰۰ ۔ وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَكْعَتَيِ الظُّهْرِ

اور نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے نماز ظہر میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا ۔

کہ کلام خود حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے ہوا تھا ۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ، سے کلام مفسد نماز نہیں ۔ جیسے سلام کسی اور کو نماز میں سلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو مخاطب کر کے سلام کہنا مُكَمِّلِ نماز ہے ۔ اسی طرح عامۂ مومنین کا آپس میں کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے ۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ میں بھی بشر ہوں جیسے تم لوگ بشر ہو ۔ علامہ عینی نے فرمایا ، إِنَّمَا حصر کے لئے آتا ہے ، کبھی مطلق حصر کے لئے ، کبھی خاص حصر کے لئے ۔ قرائن اور سباق سے اس کو معلوم کیا جاتا ہے ۔ یہاں حصر مطلق بداہتہً باطل ہے ۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے ایسے اوصاف کثیرہ ہیں جن میں کوئی بشر آپ کا شریک نہیں ۔ مراد صرف بھولنے کے اعتبار سے ہے ۔ یعنی بھولنا عوارض بشری میں سے ہے ۔ جیسے تم کبھی بھول جاتے ہو ۔ اسی طرح بتقاضائے بشری میں بھی بھول جاتا ہوں

أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ اس پر اول دلیل ہے کہ یہاں تشبیہ صرف بھولنے میں ہے ۔ مجمع ، راجح ، محقق یہ ہے کہ اقوال اور افعال میں انبیاء کرام سے نسیان اور سہو محال ہے ۔ افعال میں بالکل وقتاً ، وہ بھی کسی دینی مصلحت کی بنا پر ممکن بلکہ واقع ہے ۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے ۔ اس میں مصلحت ، سجدہ سہو کی شریعت کی تعلیم ہے ۔

وَإِذَا شَكَّ اگر کسی کو نماز میں یہ شبہ ہو جائے کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں ، تو وہ سوچے ۔ جتنے پر دل جمے اس کے مطابق نماز پوری کرے اور سجدہ سہو کرے ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سجدہ سہو سے پہلے سلام پھیرے پھر سجدہ سہو کرے ۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ سلام کے بعد اگر ایسے سہو پر اطلاع ہوئی جس سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے اور سلام کے بعد کوئی ایسی بات نہیں پائی گئی جو منافی نماز ہو تو سجدہ سہو کرے ۔ اور اگر نماز کے منافی کوئی فعل پایا جائے تو اعادہ واجب ہے

ع۵ اول الصلوٰۃ باب التوجہ الی القبلۃ ص۵۸ ۔ باب ما جاء فی امر القبلۃ ص۵۸ ثانی الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ص۹۸۶ مسلم اول باب من شک فی صلوتہ فلم یدر کم صلی ص۲۱۲ ابو داؤد اول صلوٰۃ ۔ باب اذا صلی خمسا ص۱۴۶ نسائی صلوٰۃ باب ما یفعل من صلی خمسا ص۱۸۵ ابن ماجہ ۔ باب السہو فی الصلوٰۃ ص۸۵

وَاَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهٖ ثُمَّ اَتَمَّ مَا بَقِیَ۔

اور لوگوں کی جانب اپنا چہرۂ اقدس کر لیا تھا اسکے بعد مابقیہ پوری فرمائی۔

تشریحاتُ ۱۰۰ :۔

یہ تعلیق المشہور و معروف حدیث ذُوالیدَین کا جزء ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی ابھی گذری ہوئی حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے۔ وہ اور ہے اور اس حدیث میں جو مذکور ہے یہ اور ہے۔ اُس میں یہ ہے کہ پانچ رکعت پڑھ لی تھی۔ اور اِس میں یہ ہے کہ دو رکعت پر سلام پھیر اتھا۔

تَوضِیحِ بَاب یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے، باب ماجاء فی القبلۃ و من لم یر الاعادۃ علی من سہی فصلی الی غیر القبلۃ ۔ اس کا بیان کہ قبلے کے بارے میں کیا کیا وارد ہے۔ اور جس نے بھول کر قبلے کے علاوہ کسی اور طرف منہ کرکے نماز پڑھ لی۔ اس نماز کے اعادے کو جو واجب نہ جانے ——— یعنی اگر کوئی شخص بھول کر قبلے کے علاوہ کسی اور طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ اس نماز کے اعادے کی حاجت نہیں۔ امام بخاری نے اسے مطلق رکھا۔ احناف کے یہاں یہ حکم اس قید کے ساتھ ہے کہ قبلے کی صحیح سمت اسے معلوم نہ ہو اور کوئی بتانے والا بھی نہ ہو اور یہ تحری کرکے نماز پڑھے یعنی خوب سوچے غور کرے جس طرف دل جمے اس طرف منہ کرکے نماز پڑھ لے۔

مُطَابَقَت علامہ عینی نے فرمایا۔ باب سے اس تعلیق کی مطابقت اس حصے سے ہے کہ سلام پھیر کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبلے سے منہ پھیر کر مصلیوں کی جانب لیا تھا پھر اسی پر بنا کر کے بقیہ نماز پوری کر لی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی نماز ہی میں تھے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ فعل سہواً ہوا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ نماز میں سہواً قبلے کے علاوہ کسی اور طرف منہ ہو جائے تو نماز ہو گئی اعادے کی حاجت نہیں۔

اَقُولُ ——— اس واقعے میں قبلے سے انحراف، سہواً نہیں تھا قصداً تھا۔ اس بنیاد پر کہ نماز پوری ہو گئی۔ اس لئے باب سے مطابقت کی یہ تقریر درست نہیں۔ حقیقت یہ ہے اس تعلیق کو باب کے پہلے جزء سے مطابقت ہے۔

یعنی قبلے کے بارے میں کیا کیا منقول ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قبلے کے متعلقات کی ایک کڑی یہ بھی ہے۔ اس تعلیق سے ثابت ہوا کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں امام سلام کے بعد قبلے سے انحراف کرے۔

کتنی بار سہو واقع ہوا

پوری حیاتِ طیبہ میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے نماز میں پانچ بار سہو ہوا۔ اوّل، نماز ظہر یا بروایت بعض عصر کی نماز پانچ رکعتیں پڑھیں۔

حدیث ۲۸۰ :- وافقت ربی ثلاثا -

قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَافَقْتُ رَبِّیْ فِیْ ثَلَاثٍ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے تین باتوں میں

جیساکہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث ابھی گذری ۔ دوم نماز ظہر میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا ۔ جیساکہ حضرت ابوہریرہ سے مروی ذوالیدین والی حدیث میں مذکور ہے ۔ اور زیر بحث حدیث میں ہے ۔ سوم ، قعدہ اولی ترک ہوگیا ۔ جیساکہ ابوداؤد میں حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عبداللہ بن بحینہ سے مروی ہے ۔ چہارم ، اثنائے قرأت آیت چھوٹ گئی ۔ نماز کے بعد حضرت ابن مسعود سے فرمایا ۔ کیا تم نماز میں نہیں تھے ۔ عرض کیا ۔ تھا ۔ فرمایا پھر یاد کیوں نہیں دلایا ۔ یہ علامہ تقی الدین بن دقیق العید نے بیان فرمایا ۔ ایک بار مغرب میں دو ہی رکعت پر سلام پھیر دیا تھا

تشریحات ۲۸۰

مُطَابَقت یہاں باب ہے ماجاء فی القبلۃ ۔ جو قبلے کے بارے میں منقول ہے ۔ یہاں مطابقت حدیث کے پہلے جزء سے ہے ۔ اب یہاں تین احتمال ہیں ۔ اگر مقام ابراہیم سے کعبہ مراد ہو تو مطابقت پوری اور صریح ہے ۔ اور اگر مقام سے مراد حرم ہو تو مطابقت کی تقریر کے لئے باب کی توضیح یہ ہوگی کہ قبلہ اور قبلے کے متعلقات کے بارے میں جو کچھ آیا ہے اس کا بیان اور ظاہر ہے کہ حرم کعبے کے متعلقات میں سے ہے ۔ اور یہی تقریر اس تقدیر پر ہوگی جب مقام ابراہیم سے مراد وہ مخصوص پتھر لیا جائے جس پر حضرت خلیل اللہ کے نشان قدم ہیں ۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاری کا مختار یہ ہو کہ مقام ابراہیم سے کعبہ مراد ہے ۔ اسکی طرف اشارہ کرنے کے لئے اس باب میں یہ حدیث لائے ۔

وافقتُ ربّی یہاں بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ پہلے حضرت عمر نے اپنی رائے ظاہر فرمائی ۔ اس کے بعد اس کے مطابق آیت نازل ہوئی ۔ اب واقعے کے پیش نظر یہ کہنا زیادہ مناسب تھا کہ میرے پروردگار نے میری موافقت کی ۔ علامہ عینی وغیرہ نے فرمایا کہ از راہ ادب حضرت عمر نے یہ فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے موافقت کی ۔ مگر بنظر دقیق دیکھیں تو واقعہ یہی ہے ۔ کہ حضرت عمر نے قرآن مجید کی موافقت کی ۔ وہ اس طرح کہ قرآن مجید اللہ عزوجل کا کلام ہے اور اس کی صفت ہے جو قدیم ہے ۔ جو نازل ہوا وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا ۔ نہ اس کی ابتدا ہے نہ اس کی انتہا ۔ حضرت عمر نے جو کچھ اپنی رائے دی یہ موافقت تھی واقعہ کے اعتبار سے قرآن سے انھوں نے موافقت کی ۔

ثَلَاث اس حدیث میں تین ہے ، مگر کتب حدیث و تفسیر کے ادنٰی تتبع سے ان کی تعداد بیس تک ہے ۔ تین موافقت یہ ہوئی ۔ چوتھی بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرت عمر کی رائے یہ تھی ، ان سب کو قتل کر دیا جائے ۔ مگر حضرت صدیق اکبر کی رائے تھی کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے ۔ رحمت عالم نے اسی کو پسند فرمایا ۔ قیدیوں سے چار چار ہزار درہم فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا ۔ جو لوگ ناداری کی وجہ سے فدیہ نہیں دے سکتے تھے وہ یوں ہی چھوڑ دیے گئے ۔ ان میں جو لکھنا جانتے تھے ان کو حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں[۱] حضرت زید بن ثابت نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا ۔[۲] اس پر حضرت عمر کی تائید میں یہ آیت کریمہ اتری[۳]

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ

نبی کے لئے مناسب نہ تھا کہ وہ کافروں کو قیدی بنائے جب تک زمین میں خوب خون نہ بہالے ۔ (اے مومنو) تم دنیا کا مال چاہتے

[۱] مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۲۴۷ ۔ ثانی تفسیر سورۃ الانفال ص ۱۳۴ ۔ [۲] طبقات ابن سعد ص ۱۲ ۔ [۳] مسلم ثانی ، جہاد سیر باب امداد الملائکۃ فی غزوہ بدر ص ۹۳ ۔ ترمذی

«…مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى» فَنَزَلَتْ «وَاتَّخِذُوْا

…موافقت کی۔ میں نے کہا اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا لیتے۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی، اور مقام

مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى» وَاٰيَةُ الْحِجَابِ،

ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔ اور آیت حجاب ہیں، میں نے عرض کیا

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَ نِسَاءَكَ اَنْ يَّحْتَجِبْنَ فَاِنَّهٗ،

یا رسول اللہ! آپ اپنی بیویوں کو پردے کا حکم دے دیتے

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ (انفال)

ہو۔ اور اللہ آخرت چاہتا ہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے یہ نوشتہ نہ ہو چکا ہوتا تو تم قیدیوں سے جو مال لیا اس پر بھاری عذاب آتا۔

پانچویں، شراب کی حرمت کے بارے میں، حضرت عمر نے یہ عرض کی اللھم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا۔ اے اللہ شراب کے بارے میں شافی بیان فرما دے۔ اس پر اس کی حرمت نازل ہوئی [1] چھٹی، جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ تک۔ ہم نے انسان کو چھنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ اس کے بعد اس کو دوسری صورت میں بنا دیا۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر نے بے ساختہ کہا فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ (مومنون) اس کے بعد یہ حصہ [2] نازل ہوا۔ تو اللہ بہت برکت والا ہے سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ ساتویں، ایک یہودی نے حضرت عمر سے کہا جبریل جو تمہارے صاحب کو سکھاتے ہیں ہمارے دشمن ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۔ جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا دشمن ہو اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔ انہیں الفاظ میں قرآن مجید نازل ہوا [3] آٹھویں، پہلی شریعتوں میں روزے کے دنوں میں بعد عشاء رات میں بھی کھانا پینا جماع ممنوع تھا۔ ابتدائے اسلام میں بھی یہ حکم باقی تھا۔ ایک بار حضرت عمر نے عشاء کے بعد جماع کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی [4]

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ

روزے کی راتوں میں عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے۔ اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف کر دیا اب ان سے صحبت کرو۔ اور تمہارے نصیب میں جو لکھا ہے اسے طلب کرو۔

نویں: ایک منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہوا۔ یہودی نے کہا، میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم مانتا ہوں۔ منافق نے کہا میں کعب بن اشرف کو مانتا ہوں۔ پھر دونوں خدمت میں حاضر ہوئے، قصہ سنایا۔ اس معاملے میں حق یہودی کے ساتھ تھا۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ منافق نے کہا یہ فیصلہ تسلیم نہیں۔ ہم عمر سے فیصلہ کرائیں گے۔ دونوں حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں آئے۔ یہودی نے سب ماجرا سنایا۔ حضرت عمر نے اس منافق سے دریافت فرمایا، کیا یہ سچ ہے؟ منافق

[1] ابو داؤد ثانی اشربہ باب تحریم الخمر ص۱۶۱ نسائی ثانی اشربہ باب تحریم الخمر ص۳۲۲ ترمذی ثانی تفسیر سورۂ مائدہ ص۱۳۰۔
[2] تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ و تاریخ الخلفاء ص۸۷
[3] تاریخ الخلفاء بحوالہ تفسیر ابن ابی حاتم و ابن جریر وغیرہ ص۸۸
[4] تاریخ الخلفاء بحوالہ مسند امام احمد ص۸۸۔

بِکَلِمِہِنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَنَزَلَتْ اٰیَۃُ الْحِجَابِ وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

کیونکہ ان سے اچھے اور بُرے کلام کرتے ہیں۔ اس پر آیت حجاب اُتری اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیبیاں رشک کے جوش میں

نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا تم دونوں اپنی جگہ رہو۔ اندر سے تلوار لائے اور منافق کی گردن اڑا دی اور فرمایا جو رسول اللہ کا فیصلہ نہ مانے اس کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سُنا تو فرمایا۔ میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ عمر ایک مسلمان کے قتل کی جرأت کریگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی [1]

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّہُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّہُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ۝ نساء

کیا تم نے انھیں نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو اتارا گیا تمہاری طرف اور جو تم سے پہلے اتارا گیا۔ پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو پنچ بنائیں حالانکہ شیطان کے ساتھ کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دور بہکا دے۔

خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے تاریخ الخلفاء [2] میں اسی قسم کے ایک واقعے پر اس آیت کریمہ کے نزول کی روایت کی ہے

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَہُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِہِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ نساء

اے محبوب! تمھارے رب کی قسم یہ لوگ اسوقت تک مومن نہ ہونگے جبتک کہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تمھیں حکم نہ بنائیں اور تم جو کچھ حکم دو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔

مرقات کی روایت میں ایک فریق کو یہودی بتایا، اور تاریخ الخلفاء میں اس میں سے کسی کے یہودی ہونے کی تصریح نہیں۔ اگر یہ دونوں دو واقعے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے تو موافقات کی تعداد بجائے بیس کے اکیس ہو جائے گی۔

دسویں، راس المنافقین ابن اُبی جب مرا۔ اس کے فرزند مومن مخلص تھے۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور التجا کی، حضور اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں۔ حضور نے قبول فرمائی۔ جب نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ کے دشمن ابن اُبی کی نماز جنازہ پڑھیں گے! اس نے ایسا ایسا کہا ہے!! یہ منافق ہے۔ حضور نے پھر بھی اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی [3]

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْہُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ ۔ سورہ توبہ ۔ آیت ۸۴

ان میں سے کوئی مرجائے تو اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

گیارھویں، حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بعض منافقین کے لئے استغفار کرتے تھے۔ اس پر حضرت عمر نے عرض کیا سَوَاءٌ عَلَیْہِمْ۔ سب برابر ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی [4]

سَوَاءٌ عَلَیْہِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَہُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَہُمْ لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَہُمْ ۔ منافقون ۔ آیت ۶

تم ان کے لئے مغفرت چاہو یا نہ چاہو، یکساں ہے۔ اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا۔

بارھویں، غزوہ بدر کے موقع جب ابو سفیان اپنا کاروان تجارت بچا کر نکل گئے۔ اور ابوجہل کی لشکر کے ساتھ آمد کی خبر ملی تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوجہل کے مقابلے کے سلسلہ میں مشورہ فرمایا۔ کچھ صحابہ نے

---

[1] مرقاۃ جلد پنجم ص ۲۸ ۔ [2] ص ۸۸ بحوالہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ ۔ [3] بخاری اول جنائز باب ما یکرہ من الصلوٰۃ علی المنافقین ص ۱۸۲ [4] تاریخ الخلفاء بحوالہ طبرانی ص ۸۸ ۔

وَتَسْتَدَّ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُنَّ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ

(ازواج مطہرات نے) حضور کے خلاف ایکا کر لیا، میں نے ان سے کہا۔ اگر حضور تم کو طلاق دے دیں

...رائے دی کہ مقابلہ نہیں کرنا چاہئے۔ ہم قافلے کے لئے آئے تھے۔ تیاری بھی نہیں ہے۔ تعداد بھی تھوڑی ہے۔ مگر حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے مقابلے کے لئے آگے بڑھنے کا مشورہ دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی[1]

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ (انفال ۵) جیسے تمہارے رب نے تم کو تمہارے گھر سے نکالا اور مومنوں کا ایک گروہ اسے پسند نہیں کرتا تھا۔

تیرہویں، واقعہ افک کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت عمر نے یہ عرض کیا۔ یا رسول اللہ، عائشہ کے ساتھ کس نے آپ کی شادی کی ہے۔ فرمایا۔ اللہ نے۔ عرض کیا، کیا حضور کا گمان یہ ہے کہ اللہ ان کے عیب کو پوشیدہ رکھے گا۔ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ الٰہی تیرے لئے پاکی ہے، یہ بھاری بہتان ہے۔ اس کے بعد یہی کلمات نازل ہوئے[2]

چودھویں، حضرت عمر اپنے مکان پر سو رہے تھے کہ ان کا غلام اندر آ گیا۔ اس پر حضرت عمر نے عرض کیا اے اللہ، بلا اجازت اندر آنے کو حرام فرما دے۔ اس پر آیت استیذان نازل ہوئی۔

پندرھویں، ایک شخص نے ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ اے قاریو! تمہارا کیا حال ہے، جب تم سے سوال کیا جاتا ہے تو تم بزدلی اور بخل کرتے ہو اور جب کھانے بیٹھتے ہو تو بڑے بڑے لقمے اڑاتے ہو۔ حضرت ابوالدرداء تو خاموش رہے، مگر جب حضرت عمر کو اس کی خبر ہوئی تو اس کی گردن دبوچ کر خدمت اقدس میں لائے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا میں نے یوں ہی مذاق میں کہدیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ تم اگر ان سے باز پرس کرو گے تو کہدیں گے، ہم تو ہنسی دل لگی کرتے تھے۔[3]

سولہویں، مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واقعہ ایلاء میں جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالکل خاموش بیٹھے ہیں۔ اور ازواج مطہرات حضور کے ارد گرد بیٹھی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری بیوی بنت خارجہ اگر مجھ سے نفقہ مانگے تو میں اس کی گردن پر ہاتھ ماروں۔ اس پر حضور ہنس پڑے اور فرمایا یہ سب میرے ارد گرد اسی لئے جمع ہیں، مجھ سے نفقہ مانگ رہی ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر (جو پہلے سے حاضر تھے) اٹھے اور عائشہ کی گردن پر ہاتھ مارا۔ اور عمر اٹھے اور حفصہ کی گردن پر ہاتھ مارا۔ دونوں یہ کہتے جاتے تھے تم لوگ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ مانگتی ہو جو حضور کے پاس نہیں۔ اس پر ازواج مطہرات نے عرض کیا۔ بخدا ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کبھی بھی ایسی چیز نہیں مانگیں گی جو حضور کے پاس نہ ہو۔ اس کے بعد حضور انتیس دن ازواج مطہرات سے الگ رہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص[illegible]
[2] عینی ربع [illegible]

[3] تاریخ الخلفاء ص[illegible]
[4] ایضاً ص۸۹ ازالۃ الخفاء جلد اول ص۳۰۵
[5] اول طلاق باب تخییرہ امراتہ لا یکون طلاقاً الا بالنیۃ ص۴۸۰

اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ؏ ٥ -

تو ان کا رب انھیں تمھارے بدلے تم سے اچھی بیبیاں عطا فرمائے گا جو فرمانبردار ہونگی - تو یہ آیت نازل ہوئی -

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ـــــ احزاب - ۲۸، ۲۹ -

اے نبی! اپنی بیبیوں سے فرمادو اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو میں تمھیں مال دوں اور تم کو اچھی طرح چھوڑ دوں - اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں نیکی والوں کے لئے بہت ثواب مہیا فرمایا ہے -

تیرھویں، مسلم[۱] میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر فرماتے ہیں، میں جب خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے روئے انور پر جلال دیکھا - میں نے عرض کیا - یارسول اللہ عورتوں کے معاملہ کی وجہ سے حضور پریشان نہ ہوں - اگر حضور نے انھیں طلاق دیدیا تو کیا ہوا، اللہ آپ کے ساتھ ہے اور اس کے فرشتے جبرئیل، میکائیل میں اور ابوبکر اور تمام ایمان والے حضور کے ساتھ ہیں - میں اس پر اللہ کا شکر کرتا ہوں کہ میں نے کوئی بات کہی تو اللہ سے یہی امید رہتی ہے کہ اللہ عزوجل میری تصدیق نازل فرمائے گا - اس پر یہ آیت تخییر یعنی عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اور یہ آیت[۲] نازل ہوئی -

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ـــــ تحریم - ۴ -

اور اگر ان پر زور باندھو تو یقیناً اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل - اور نیک مسلمان بھی اور اس کے بعد فرشتے ان کے حامی ہیں -

اٹھارھویں، اسی حدیث کے آخر میں ہے - حضرت عمر فرماتے ہیں کہ - میں نے حضور سے دریافت کیا - کیا حضور نے انھیں (ازواج) کو طلاق دیدیا ہے - فرمایا - نہیں تو - میں نے عرض کیا - میں جب مسجد میں آیا تو دیکھا لوگ غم زدہ بیٹھے کنکریوں سے کھیل رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دیدیا ہے - اگر اجازت ہو تو انھیں بتادوں - فرمایا اگر تم چاہو تو بتادو - میں اتر کر مسجد میں آیا اور حضور بھی نیچے اتر آئے - میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر بلند آواز میں کہا - حضور نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی ہے - اور یہ آیت نازل ہوئی -

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ـــــ نساء - ۸۳ -

جب انھیں اطمینان یا ڈر کی کوئی خبر ملتی ہے تو اسے پھیلا دیتے ہیں اگر اسے رسول کے پاس یا اپنے سرداروں کے پاس لے جائیں تو معاملہ فہمی کی صلاحیت رکھنے والے اس کی تحقیق کر لیتے -

انیسویں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک موقع پر ایک شخص خدمت اقدس میں آیا اور دیر تک بیٹھا رہا - حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کئی مرتبہ اٹھے، تاکہ وہ حضور کی اکتاہٹ کو سمجھ جائے

ؑ۵ اول صلوٰۃ باب ما جاء فی القبلۃ ص ۵۸ ثانی تفسیر سورہ بقرہ باب قولہ واتخذ اللہ ولدا ص ۶۴۳ ثانی تفسیر سورہ احزاب باب قولہ لا تدخلوا بیوت النبی ص ۷۰۶ ثانی تفسیر سورہ تحریم باب قولہ عسی ربہ ان طلقکن ص ۷۳۱، ترمذی ثانی تفسیر سورہ بقرہ ص ۱۲۰ ابن ماجہ صلوٰۃ باب القبلۃ ص ۷۲

[۱] مسلم اول طلاق باب تخییر امرأتہ لا یکون طلاقا الا بالنیۃ ص ۴۸۰ [۲] ایضا ص ۴۸۱

باب بینا الناس بقباء اذ جاءهم آت فقال قد امر ان یستقبل الکعبة

حدیث ۲۸۱ - عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالی عنهما قال بینا الناس بقباء فی صلوة

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، لوگ مسجد قباء میں صبح کی نماز میں تھے کہ ایک

اور واپس ہو جائے، مگر وہ بیٹھا رہا۔ اتنے میں حضرت عمر آئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کبیدگی کو محسوس کیا اور اس سے کہا۔ تم نے رسول اللہ کو تکلیف دی۔ اس پر وہ اٹھا اور اٹھ کر چلا گیا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ پردے کا حکم دیتے تو بہت اچھا ہوتا۔ اس پر یہ آیت[۱] نازل ہوئی۔

یایها الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام غیر نظرین انه ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم والله لا یستحی من الحق ــــ احزاب - ۵۳ -

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ جاؤ جب تک تم کو اجازت نہ دی جائے۔ مثلاً کھانے کے لئے بلائے جاؤ۔ نہ یہ کہ پکنے کا انتظار کرو۔ پس جب کھا چکو تو چل دو نہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ۔ بیشک یہ نبی کو ایذاء پہنچاتی ہے۔ وہ تمہارا لحاظ فرماتے ہیں اور اللہ حق بات بیان فرمانے سے حیا نہیں فرماتا۔

بیسویں: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب سورہ واقعہ کی یہ آیت نازل ہوئی ثلة من الاولین وقلیل من الاخرین (۱۴) اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں تھوڑے یعنی جنت میں اگلی امت کے افراد زیادہ ہوں گے اور اس امت کے کم اور تھوڑے۔ یہ صحابہ کرام کو بہت شاق ہوا۔ حضرت عمر نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ، اگلے زیادہ اور ہم کم۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش رہے سال بھر کے بعد سورہ واقعہ کے آخری اجزاء نازل ہوئے تو اس میں یہ آیت بھی اتری۔ ثلة من الاولین وثلة من الاخرین (۴۰) اگلے سے ایک گروہ اور پچھلے سے ایک گروہ۔ جب یہ آیت اتری تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو بلایا اور فرمایا یہ بشارت سن لو۔ حضرت آدم سے لیکر مجھ تک ایک گروہ ہے اور میری امت ایک گروہ۔ ہمارا گروہ پہلوں کے برابر اس وقت تک نہ ہوگا جب تک سوڈان کے حبشی اونٹ چرانے والوں کو بھی ہم اپنے گروہ میں شامل نہ کر لیں، اگر وہ بھی توحید کی شہادت دیں[۲]

یہ بیس موافقتیں ہوئیں۔ مزید تتبع و تلاش کیا جائے تو یہ تعداد اور بھی بڑھ سکتی ہے۔ میں نے ایک بار اس کی کوشش کی تو پچیس موافقتیں ملیں۔ مجھے وہ سب یاد نہ رہیں اور جو لکھا تھا وہ کہیں غائب ہے۔ یہ موافقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت عظیم فضیلت ہے اس سے ایک طرف ان کی فراست صادقہ اور جبلت سلیمہ کا پتہ چلتا ہے کہ وہ جو کچھ سوچتے حق ہوتا دوسری طرف ان کے اعلیٰ درجہ کا فصیح و بلیغ ہونے کا ثبوت ملتا ہے کہ جو کلمات انہوں نے عرض کئے بعینہ وہی قرآن مجید میں نازل ہوئے۔

یہ بیس یا پچیس موافقتیں تو وہ ہیں جو قرآن مجید کے ساتھ ہیں۔ اس کے علاوہ توراۃ کے ساتھ الگ ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ الگ۔ ان سب کو تلاش کیا جائے تو ایک طویل فہرست تیار کی جا سکتی ہے۔ حضرت فاروق اعظم

---

۱ ازالۃ الخفاء جلد اول ص ۵۵ ۲ تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ ص ۸۵

۳ بخاری اول مناقب، مناقب عمر ص ۵۲۱ عن ابی ہریرۃ مسلم ثانی فضائل باب فضائل عمر ص ۲۷۶ ترمذی ثانی مناقب مناقب عمر ص ۲۱۰ عن عائشہ مسند امام احمد عن کلیھما۔

الصُّبْحِ اِذْ جَاءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آنے والے آئے اور یہ کہا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر رات قرآن

قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَّقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَ

نازل کیا گیا ہے اور حضور کو حکم دیا گیا ہے کہ (نماز میں) کعبے کی جانب منہ کریں اس لئے تم

رضی اللہ تعالے عنہ کا یہ وہ خصوصی فضل و کمال ہے جسے حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اپنے ان کلمات طیبات میں بیان فرمایا ہے

لقد کان فیما کان قبلکم من الامم ناس محدثون — پہلی امتوں میں کچھ لوگ ہوتے تھے جنھیں الہام ہوتا تھا۔ اگر
فان یک فی امتی احد فانہ عمر[1] — میری امت میں کوئی ایسا ہے تو عمر ہیں۔

بطریق زکریا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ ہی سے یہ روایت ہے۔

قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر — تم سے پہلے بنی اسرائیل میں انبیائے کرام کے علاوہ ایسے بزرگ ہوتے تھے
ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر[2] — جن سے فرشتے کلام کرتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر ہیں۔

محدثون کی تفسیر خود مسلم شریف میں مُلْهَمُوْن ہے۔ یعنی جنھیں من جانب اللہ الہام کیا جائے۔ یکلمون مجہول کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی جن سے کلام کیا جاتا ہے، یعنی جن سے فرشتے کلام کرتے ہیں۔ ورنہ کوئی خصوصیت نہ رہے گی۔ ان دونوں حدیثوں میں حرف شرط شک کے لئے نہیں بلکہ تاکید و تقریر کے لئے ہے۔ جیسے اپنے بہت گہرے اور سچے دوست کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر میرا کوئی دوست ہے تو فلاں ہے، یا کسی بڑے عالم کی عظمت بیان کرنا مقصود ہو تو کہتے ہیں اگر کوئی عالم ہے تو فلاں ہے۔

اسی من جانب اللہ الہام اور فرشتوں سے ہمکلامی کا یہ اثر تھا کہ حضرت شیر خدا نے فرمایا۔ قرآن مجید میں حضرت عمر کی بہت سی رائے کے ساتھ تطابق ہے[3]۔ امام مجاہد نے فرمایا۔ حضرت عمر ایک رائے دیتے تھے قرآن اس کے مطابق اترتا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عز وجل نے حق عمر کی زبان اور دل پر کر دیا ہے اور جب کبھی اور لوگ ایک رائے دیں اور حضرت عمر دوسری رائے دیں تو قرآن حضرت عمر کی رائے کے مطابق نازل ہوتا[4]۔

تشریحات ۲۸۱ فی صلوٰۃ الصبح۔ حدیث ۲۷۷ میں تفصیلی بحث گذر چکی کہ تحویل قبلہ کا حکم نماز ظہر میں نازل ہوا تھا۔ اور یہ خبر قبا میں دوسرے دن نماز فجر میں پہنچی۔ اب تک علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ آنے والے عباد بن بشر تھے۔ اور یہی ابن طاہر وغیرہ نے بھی نقل کیا۔ مگر علامہ ابن حجر کو اس میں کلام ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ عباد بن بشر نے بنی حارثہ کو نماز عصر میں اس کی خبر دی تھی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عباد بن بشر نے پہلے بنی حارثہ کو اس کی خبر دی پھر صبح کو اہل قبا کو نماز فجر کے وقت خبر دی۔ مگر مسلم کی جو حضرت انس سے روایت ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ خبر دینے والے دونوں جگہ دو ہیں۔ اس روایت میں ہے۔ بنی سلمہ میں سے ایک صاحب گذرے اور وہ لوگ نماز فجر کے رکوع میں تھے۔ بنو حارثہ اور بنو سلمہ دو الگ الگ قبیلے ہیں۔ اصابہ میں ہے کہ عباد بن بشر بنی حارثہ کے فرد ہیں۔ واللہ اعلم۔

اللیلۃ۔ گذر چکا کہ تحویل قبلہ کی آیت دن ہی میں ظہر کی نماز میں نازل ہوئی تھی۔ اس لئے علماء نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ اللیلۃ سے مراد مجازاً کل گذشتہ ہے۔ بعلاقۂ مجاورت۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دینیات میں ایک عادل ثقہ کی

---

[1] بخاری اول مناقب، مناقب عمر ص۵۲۱۔ [2] [3] تاریخ الخلفاء ص۸۶ بحوالہ ابن مردویہ [4] ایضاً بحوالہ ابن عساکر [5] ترمذی ثانی مناقب مناقب عمر ص۲۰۹۔ ([6] اس کا حوالہ پچھلے صفحہ پر ہے)

كانت وجوههم الى الشام فاستداروا الى الكعبة ع‍ه

لوگ کعبے کی جانب منہ کرلو اور ان لوگوں کے رخ شام کی طرف تھے وہ لوگ کعبے کی طرف پھر گئے۔

حدیث ۲۸۲ ۔ رأى نخامة فى القبلة فشق عليه

عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم رأى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبلے میں رینٹ

نخامة فى القبلة فشق ذلك عليه حتى رؤى فى وجهه فقام فحكه بيده فقال ان

دیکھی۔ یہ حضور کو شاق ہوا اتنا کہ اس کا اثر روئے انور پر دیکھا گیا۔ حضور کھڑے ہوئے اور اسے اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا پھر

احدكم اذا قام فى صلوته فانه يناجى ربه وبينه وبين القبلة فلا يبزقن احدكم قبل

فرمایا جب تم نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہو تو اپنے رب سے مناجات کرتے ہو یا یہ فرمایا کہ بیشک اسکا رب اسکے اور قبلے کے مابین ہے اس لئے

خبر مبتدا ہے۔ مثلاً نماز کا وقت ہو گیا۔ نماز کا وقت ختم ہو گیا۔ پانی پاک ہے یا ناپاک ہے۔ قبلہ کدھر ہے۔

تشریحات

۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-

نخامة: وہ بلغم جو ناک یا حلق کے ذریعہ باہر آئے۔ **البصاق:** تھوک۔ **مخاط:** ناک سے جو رطوبت نکلے۔ **مناجاة:** اس کا مادہ نجوی ہے جس کے معنی کان میں بات کہنے کے ہیں۔ یعنی کسی سے رازدارانہ بات چیت کرنی۔ امام نووی نے فرمایا، یہاں مناجات سے اخلاص اور حضور قلب کے ساتھ ذکر الٰہی میں ہمہ تن مشغول ہونا مراد ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ تحقیق یہ ہے کہ یہ باب تشبیہ سے ہے۔ نماز میں بندے کا خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ عزوجل کی طرف قرأت وذکر کرتے ہوئے متوجہ ہونے کو اس غلام کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو اپنے آقا سے سرگوشی کرتا ہے۔ کہ اس حالت میں غلام پورے طور سے حسن ادب کا لحاظ کرتا ہے۔ اسی طرح نمازی کو لازم ہے کہ نماز میں حسن ادب کو ملحوظ رکھے۔

ان بينه وبين القبلة اس سے مراد خصوصی تجلی ہے، ورنہ اللہ عزوجل اس سے منزہ ہے کہ وہ دو جگہوں کے درمیان محصور ہو۔ یا کسی جگہ متمکن ہو۔ اس لئے کہ اس کے لئے متناہی ہونا لازم ہے، اور اللہ عزوجل کی ذات تناہی سے منزہ اور غیر متناہی بالفعل ہے۔ خود ارشاد فرماتا ہے وكان الله بكل شئ محيطا۔ اور فرمایا الا انه بكل شئ محيط۔ اللہ عزوجل ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہ اس کے منافی کہ اسے کوئی چیز گھیرے۔ محیط، محاط نہیں ہو سکتا۔ بعض معتزلہ نے یہ کہکر اس حدیث کا انکار کیا۔ کہ اللہ عزوجل ہر جگہ ہے۔ پھر تخصیص کی کیا وجہ۔ ان جہلا نے یہ نہیں جانا کہ یہ متشابہات میں سے ہے۔ جیسے ارشاد ہے الرحمن على العرش استوى اور فرمایا يد الله فوق ايديهم۔ اور ارشاد ہوا وهو معكم اينما كنتم۔ جیسے یہ آیات اپنے ظاہری معنی پر نہیں اسی طرح اس حدیث کا ارشاد بھی ظاہر معنے سے ماؤل ہے۔ جو تاویل ان آیات کی ہے وہی اس حدیث کی بھی ہوگی۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ اللہ

قِبْلَتِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ، ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ فَبَصَقَ

کوئی قبلے کی جانب ہرگز نہ تھوکے اپنے بائیں جانب تھوکے یا اپنے پاؤں کے نیچے۔ اسکے بعد حضور نے اپنی چادر کا کنارہ

فِيْهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا [ع ه] -

لیا اور اسمیں تھوکا پھر بعض کو بعض پر مل دیا پھر فرمایا، یا اس طرح کرے۔

عزوجل ہر جگہ ہے۔ غلط ہے۔ کسی جگہ جو چیز ہوتی ہے جگہ اس چیز کو ہر طرف سے گھیرے رہتی ہے۔ ابھی گذرا کہ اللہ عزوجل کو کوئی چیز گھیر نہیں سکتی۔ اسی لئے حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ میں فرمایا، کہ جو یہ کہے "نہ تو در ہیچ مکانے ورنہ تو خالی ست مکان" کافر ہے۔ اس لئے کہ اس نے اللہ عزوجل کے لئے مکان ثابت کیا۔ مگر اس کے حاشیے میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا۔ صحیح یہ ہے کہ اس قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ مگر خاطی ضرور ہے۔

فلا یبزق احناف کے نزدیک قبلے کی جانب تھوکنا مطلقاً منع ہے، خواہ نماز میں ہو خواہ نماز کے باہر۔ نماز میں کراہت زیادہ سخت ہے۔ اسی طرح مسجد میں تھوکنا منع ہے خواہ نماز میں ہو خواہ نماز کے باہر۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اس کی تصریح ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا البزاق فی المسجد خطیئۃ وکفارتھا دفنھا۔ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا۔ اور نماز میں کراہت زیادہ ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ یہ جو ارشاد ہے کہ اپنے بائیں طرف تھوکے، یہ نماز کے علاوہ اور مسجد سے باہر کا حکم ہے۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا کہ یہ حدیث کے سیاق کے منافی ہے۔ **اقول** - نماز میں اگر بلغم آجائے یا ناک صاف کرنے کی حاجت پیش آجائے۔ تو اسے اپنے رومال یا کسی کپڑے میں لیکر مل ڈالے۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا۔ لیکن اگر کوئی کپڑا نہ ہو تو نماز کو فساد سے بچانے کیلئے تھوکنے کی اجازت ہے اگر بائیں طرف کوئی نہ ہو تو بائیں طرف، ورنہ اپنے قدم کے نیچے۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر اسے یا تو یہیں دفن کر دے یا صاف کر دے۔ یہ حکم جوانان کا ہے جو بغیر تھوکے تحمل لے۔

فحکہ بیدہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہاتھ میں کنکری یا لکڑی لے کر اسے کھرچ دیا۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے، کہ حضور نے کنکری لی اور اس سے دور فرمایا۔ یا جیسا کہ ابوداؤد میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری مسجد میں تشریف لائے اور حضور کے دست اقدس میں "ابن طاب" کے کھجور کی شاخ تھی۔ حضور نے مسجد میں نظر ڈالی تو مسجد کے قبلے میں، بلغم دیکھا تو اسے اس کھجور کی شاخ سے کھرچ دیا۔

فان عن یمینہ داہنی طرف تھوکنے کی ممانعت کی علت، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ اس کی داہنی جانب فرشتہ ہے۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ بائیں طرف بھی فرشتہ ہے۔ اس کا ایک جواب علامہ عینی نے یہ دیا۔ بائیں طرف جو فرشتہ ہے وہ گناہ لکھتا ہے اور نماز کی حالت میں وہ علٰحدہ ہو جاتا ہے۔ اس پر یہ شبہ وارد ہوا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قضائے حاجت اور جماع کے علاوہ کبھی بھی کراماً کاتبین بندے سے علٰحدہ نہیں ہوتے۔ اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے لائق حجت نہیں۔ **اقول** - تطبیق بھی ممکن ہے۔ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ دونوں کبھی علٰحدہ نہیں ہوتے یہ ممکن ہے کہ ایک رہے دوسرا علٰحدہ ہو جائے۔

مگر اس پر بھی یہ ایراد ہے کہ نماز کے باہر بھی تھوکنے کا یہی ادب ہے کہ بائیں طرف تھوکے۔ پھر یہی علامہ عینی نے اپنے جواب مذکور کو ناپسند فرمایا۔ اور حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کے تحت جو دفن النخامۃ فی المسجد کے تحت لائے

ع اول صلوٰۃ باب حک البزاق بالید من المسجد ص۵۸ ایضاً باب لا یبصق عن یمینہ فی الصلوٰۃ ص۵۹ مسلم اول مساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد ص۲۰۷ ھ ابو داؤد اول صلوٰۃ باب فی کراہیۃ البزاق فی المسجد ص۶۹

حدیث ۲۸۳ اَیْضًا عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے قبلے کی دیوار میں تھوک

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی بُصَاقًا فِیْ جِدَارِ الْقِبْلَۃِ فَحَکَّہٗ ثُمَّ اَقْبَلَ

دیکھا تو اسے کھرچ دیا پھر لوگوں کی طرف رخ انور کرکے فرمایا جب تم نماز پڑھتے رہو تو اپنے سامنے

عَلَی النَّاسِ فَقَالَ اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ یُصَلِّیْ فَلَا یَبْصُقْ قِبَلَ وَجْہِہٖ

نہ تھوکو اس لئے کہ جب تم نماز پڑھتے ہو تو اللہ سبحانہ

فَاِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ قِبَلَ وَجْہِہٖ اِذَا صَلّٰی ؏

تمہارے سامنے ہوتا ہے

حدیث ۲۸۴ اَیْضًا عَنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عائشہ ام المومنین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم

عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی فِیْ جِدَارِ

نے قبلے کی دیوار میں رینٹ (ناک کی رطوبت) یا تھوک

الْقِبْلَۃِ مُخَاطًا اَوْ بُصَاقًا اَوْ نُخَامَۃً فَحَکَّہٗ ؏

دیکھا تو اسے کھرچ دیا

ف وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِنْ وَطِئْتَ عَلٰی قَذَرٍ رَطْبٍ فَاغْسِلْہُ وَاِنْ کَانَ یَابِسًا فَلَا

حدیث ۲۸۵ رَاٰی نُخَامَۃً فِیْ جِدَارِ الْمَسْجِدِ۔

اَنَّ اَبَا ہُرَیْرَۃَ وَاَبَا سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حَدَّثَاہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالٰے عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم

وَسَلَّمَ رَاٰی نُخَامَۃً فِیْ جِدَارِ الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَ حَصَاۃً فَحَتَّہَا فَقَالَ اِذَا تَنَخَّمَ اَحَدُکُمْ فَلَا

نے مسجد کی دیوار میں کھنکھار دیکھا تو کنکری لی اور اسے کھرچ دیا اس کے بعد فرمایا

یَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْہِہٖ وَلَا عَنْ یَمِیْنِہٖ وَلْیَبْصُقْ عَنْ یَسَارِہٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِہِ الْیُسْرٰی ؏

جب تم کھنکھارو یا تھوکو تو اپنے سامنے یا اپنے داہنے طرف نہ تھوکو بلکہ بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھوکو

؏ اول صلوٰۃ باب حک البزاق الید من المسجد مسلم اول مساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد ... ایضاً اذان باب لا یبصق ... ایضاً مسجد باب ما یجوز من البصاق والنفخ فی الصلوٰۃ ۱۶۲ ... النسائی اول باب البصاق فی المسجد ؏ اول صلوٰۃ باب حک البزاق بالید من المسجد مسلم اول مساجد ... ایضاً باب لیبصق عن یسارہ فی الصلوٰۃ مسلم باب النہی عن البصاق فی المسجد ۲۰۷

حدیث ٢٨٦ :- البزاق فی المسجد خطیئة

قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْبُزَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِیْئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا ؏

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مسجد میں تھوکنا گناہ ہے۔ اور اس کا کفارہ اسے دفن کردینا ہے۔

حدیث ٢٨٧ :- اذا قام احدکم الی الصلوٰة فلا یبصق امامه

عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَلَا یَبْصُقْ اَمَامَهٗ فَاِنَّمَا یُنَاجِی اللّٰهَ مَادَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ وَلَا عَنْ یَّمِیْنِهٖ فَاِنَّ عَنْ یَّمِیْنِهٖ مَلَكًا وَلْیَبْصُقْ عَنْ یَّسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ فَیَدْفِنُهَا ؏

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو، تو اپنے آگے مت تھوکو اسلئے کہ وہ جبتک نماز پڑھنے کی جگہ ہے اپنے پروردگار سے مناجات کررہا ہے اور نہ داہنی طرف تھوکے اسلئے کہ اسکے داہنی طرف بھی فرشتہ ہے۔ اپنے بائیں تھوکے یا قدم کے نیچے تھوکے۔ پھر دفن کردے۔

ہیں۔ فرمایا۔ کہ بہترین جواب یہ ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے جسے قرین کہتے ہیں۔ اسکی جگہ بائیں طرف ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں وارد ہے۔ جسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بائیں طرف تھوکنے میں تھوک اسی قرین پر پڑتا ہو۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں بائیں طرف تھوک کر خنزب (شیطان) کو دفع کرنے کا حکم ہے۔

قبلے کی طرف تھوکنے کی ممانعت کی علت کیا ہے؟ اس سلسلے میں وارد احادیث پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مختلف اسباب ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ عزوجل سے مناجات۔ دوسرے احترام قبلہ۔ تیسرے احترام مسجد۔ چوتھے احترام فرشتہ۔ پانچویں ایذا حدیث ٢٨٣ کے بعد یہ تعلیق مذکور ہے۔ ابن عباس نے کہا اگر گیلی نجاست کو روندو تو اسے دھو اور سوکھی ہو تو نہیں۔

تعلیق مذکور کو ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اخیر میں ہے، وان کان یابسا فلم یضرہ۔ اگر سوکھی ہے تو یہ کچھ ضرر نہیں دے گی۔ اس تعلیق کے لانے سے امام بخاری کا مقصد ان بعض ائمہ کرام کا رد ہے جو رینٹھ کو ناپاک کہتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ حضرت ابن عباس کی تعلیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر نجاست گیلی کسی چیز کو لگ جائے تو اس کا دھونا ضروری ہے۔ دھوئے بغیر پاک نہ ہوگی۔ رینٹھ اگر ناپاک ہوتی تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف کھرچنے پر اکتفا نہ کرتے۔ اسے دھونے بھی فرور۔ تو معلوم ہوا یہ پاک ہے۔

تشریحات ٢٨٨-٢٨٩ :-

علامہ عینی اور علامہ عسقلانی، دونوں نے فرمایا۔ اس حدیث سے یہاں یہ باتیں ثابت ہوئیں کہ آگے کی طرح پیچھے بھی دیکھنا

؏ اول صلوٰة باب دفن النخامة فی المسجد ص ٥٩ ؏ ایضاً

حدیث ۲۸۸ - انی لاراکم من وراء ظہری

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا

قال ھل ترون قبلتی ھھنا فواللہ ما یخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم

کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ ادھر ہے۔ قسم خدا کی مجھ پر تمہارا خشوع، تمہارا رکوع پوشیدہ نہیں

انی لاراکم من وراء ظہری ع۵

میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھ رہا ہوں۔

حدیث ۲۸۹ - انی لاراکم من وراءکم

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ قال صلی لنا النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے ہمیں ایک

صلوۃ ثم رقی المنبر فقال فی الصلوۃ وفی الرکوع انی لاراکم من

نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف لے گئے اور نماز اور رکوع کے بارے میں فرمایا میں تم لوگوں کو پیچھے سے بھی

وراءکم کما اراکم ع۶

ویسے ہی دیکھتا ہوں جیسے آگے سے۔

حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے جو بطور اعجاز حاصل ہے۔ یہاں حقیقی دیکھنا مراد ہے۔ صرف علم نہیں۔ یہ حدیث اہل سنت کی دلیل ہے کہ دیکھنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ شے مرئی، دیکھی جانے والی چیز مقابلے میں ہو۔ نہ یہ ضروری ہے کہ شے مرئی کا عکس آنکھ میں پہنچے۔ نہ اس کے لئے کسی عضو، آنکھ وغیرہ کی احتیاج ہے۔ چونکہ دنیا میں ہم اسی طرح دیکھتے ہیں اس لئے دیکھنے کے لئے ان چیزوں کو لازم جانتے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں ان میں کوئی چیز ضروری نہیں۔ اس لئے حضرات انبیاء کرام نے دنیا میں اگر دیدار الٰہی کیا یا قیامت کے دن ہر مسلمان کرے گا، اس پر کوئی استحالہ نہیں۔

یہ حدیث روافض اور مجسمہ، دونوں کی رد ہے۔ روافض رؤیت باری تعالے کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دیکھنے کے لئے شے مرئی کا دیکھنے والے کے سامنے اور قریب ہونا لازم ہے۔ اور مجسمہ یہ کہتے ہیں کہ دیدار الٰہی ہوگا مگر اس طرح کہ اللہ عزوجل ہمارے سامنے کسی جگہ ہوگا۔ انھیں میں ابن تیمیہ بھی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جیسے سورج ہمارے سروں پر ہے اور ہم دیکھتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن اللہ عزوجل ہمارے اوپر ہوگا اور ہم دیکھیں گے۔ ابن تیمیہ نے یہ بھی لکھا ہے، کہ اللہ عزوجل کے لئے جسم ہے، اگرچہ

ع۵ اول صلوۃ باب عظۃ الامام الناس صـ۵۹ اذان باب الخشوع فی الصلوۃ صـ۱۰۲ مسلم صلوۃ باب الامر بتحسین الصلوۃ صـ۱۸۰

ع۶ اول صلوۃ باب عظۃ الامام الناس صـ۵۹ اذان باب الخشوع فی الصلوۃ صـ۱۰۲

حدیث ۲۹۰ :- سابق بین الخیل

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَابَقَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کے درمیان جو

بَیْنَ الْخَیْلِ الَّتِیْ اُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْیَاءِ وَاَمَدُہَا ثَنِیَّۃُ الْوَدَاعِ وَسَابَقَ بَیْنَ الْخَیْلِ الَّتِیْ لَمْ تُضْمَرْ مِنَ

تیار کئے گئے تھے حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک، دوڑ کرائی۔ اور جو تیار نہیں کرائے گئے ان کی ثنیۃ الوداع سے بنی زریق کی

الثَّنِیَّۃِ اِلٰی مَسْجِدِ بَنِیْ زُرَیْقٍ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ کَانَ فِیْمَنْ سَابَقَ بِہَا ع

مسجد تک دوڑ کرائی اور عبداللہ بن عمر نے بھی حصہ لیا تھا۔

نوع بشر جیسا نہیں۔ اس کے عقائد باطلہ و خیالات فاسدہ معلوم کرنے کے لئے تحفۃ الفتاوی وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ آج کل غیر مقلدین ابن تیمیہ کو سر پر لئے گھوم رہے ہیں۔ ان پر تو زیادہ تعجب نہیں۔ تعجب ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ پر ہے کہ انھوں نے بھی اپنی کتاب "دعوت وعزیمت" میں ابن تیمیہ کو آسمان پر اٹھایا ہے۔ افسوس، حنفیت کا دعوی اور غیر مقلدوں کے امام کی حمایت۔

دوسرے یہ کہ دیکھنا صرف نماز کے ساتھ خاص تھا کہ ہمیشہ تھا۔ حق یہ ہے کہ یہ نماز میں بھی تھا اور نماز کے باہر ہمیشہ تھا۔ جیساکہ امام مجاہد سے منقول ہے۔ اور امام بقی بن مخلد نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندھیرے میں بھی ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے روشنی میں۔ تیسرے یہ کہ دیکھنا صرف پیچھے کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ شش جہت یکساں دیکھتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا "صواب آنست کہ چنانچہ قلب شریف آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم احاطہ دو کرد درک وعلم معقولات دادند حواس لطیف او را احاطہ در درک محسوسات بخشیدند و جہات ستہ را در حکم یک جہت گردانیدند" لہ مطلب یہ ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب شریف کو معقولات پر احاطہ عطا فرمایا ہے اسی طرح آپ کے حواس لطیف کو علم محسوسات پر احاطہ بخشا ہے، اور شش جہت کو ایک جہت کے حکم میں کر دیا ہے۔

چوتھے یہ کہ اس ارشاد سے کہ فرمایا: تمہارا رکوع تمہارا خشوع مجھ پر پوشیدہ نہیں۔ یہ افادہ فرمایا کہ شش جہت میں دیکھنا صرف ظاہر چیزوں کے ساتھ خاص نہیں۔ باطنی چیزیں بھی حتیٰ کہ دلوں کے احوال بھی ملاحظہ فرماتے تھے۔ پانچویں یہ کہ جو بعض حضرات نے کہا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گردن میں سوئی کے ناکے کے برابر سوراخ تھا جس سے دیکھتے تھے۔ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہیں کوئی ایسی روایت نہیں۔

چھٹے یہ کہ امام پر لازم ہے کہ اگر مقتدیوں کی نماز میں کوئی خامی دیکھے تو انھیں خبردار کردے۔ مسلم شریف میں پوری حدیث یہ ہے کہ ہمیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف چہرۂ اقدس کیا اور فرمایا صفیں سیدھی رکھو خوب مل کر گنجان ہوکر کھڑے ہو۔ میں تمہارا امام ہوں مجھ سے پہلے نہ رکوع کرو نہ سجدہ نہ سلام۔ میں تم کو آگے سے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے سے بھی

ع اول صلوٰۃ باب ہل یقال مسجد بنی فلاں ص۵۹ جہاد۔ باب الفرس الغطوف باب اضمار الفرس للسبق باب غایۃ السبق للفرس المضمر ص۴۰۲ ثانی اعتصام باب ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۰۹۰ مسلم امارۃ باب المسابقۃ بین الخیل ص۱۳۲ ابوداؤد جہاد باب فی السبق ص۳۴۳ ترمذی اول جہاد باب فی الرہان ص۲۰۳ نسائی۔ خیل باب غایۃ السبق التی لم تضمر باب اضمار الخیل للسبق ص۱۲۴ ابن ماجہ باب السبق والرہان ص۲۰۳ موطا مالک باب ماجاء فی الخیل والمسابقۃ ص۱۸۴ دارمی جہاد ۳۵ مسند امام احمد۔

لہ مدارج سائز خورد اول ص۹۔

حدیث ۲۹۱: اتی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بمال من البحرین۔

عن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال اُتی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بمال

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں بحرین سے مال آیا

من البحرین فقال انثروہ فی المسجد وکان اکثر مال اُتی بہ

فرمایا اسے مسجد میں پھیلا دو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں اس سے زیادہ مال کبھی نہیں آیا تھا

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فخرج رسول اللہ صلی اللہ

رسول اللہ نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو اس کی

تعالی علیہ وسلم الی الصلوۃ ولم یلتفت الیہ فلما قضی الصلوۃ جاء

طرف دیکھا بھی نہیں۔ جب نماز ادا فرما چکے تو تشریف لائے تو

فجلس الیہ فما رای احدا الا اعطاہ اذ جاءہ العباس فقال

مال کے پاس بیٹھے۔ جس کسی کو دیکھتے تو اسے دیتے۔ اتنے میں حضرت عباس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

اس کے بعد فرمایا۔ اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو کچھ میں نے دیکھا اگر تم لوگ دیکھ لیتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ حضور نے کیا دیکھا۔ فرمایا۔ جنت اور دوزخ۔

تشریحات ۲۹۰:

مسابقت، کا مادہ سبق ہے۔ اس کے معنی آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔ مسابقت کے لغوی معنی "ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا" یہاں گھوڑ دوڑ کا مقابلہ مراد ہے۔ اضمرت کا مادہ ضمر ہے۔ اس کے معنی دبلا ہوا چھریرے بدن کا ہونا۔ اضمار اور تضمیر ایک عمل ہے۔ گھوڑوں کو پہلے خوب کھلاتے ہیں۔ جب خوب موٹا ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کی خوراک گھٹاتے جاتے ہیں یہاں تک کہ پہلی مقدار دینے لگتے ہیں۔ اور گھر میں باندھ کر جھل پہنا کر رکھتے ہیں جس سے پسینہ کافی نکلتا ہے۔ اس کے نتیجے میں گھوڑا تیز رو ہو جاتا ہے۔ اور سینے کی قوت بڑھ جاتی ہے۔ جس سے اس کا بدن چھریرا ہو جاتا ہے۔ یہ عمل چالیس دن میں پورا کرتے ہیں۔ اس سے گھوڑا چاق چوبند اور تیز رفتار ہو جاتا ہے۔ حفیاء عوالی مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ ثنیۃ الوداع، مدینہ طیبہ سے جانب شمال ایک گھاٹی کا نام ہے۔ اہل مدینہ کا طریقہ یہ تھا کہیں جانے والے کو یہاں تک پہنچا کر رخصت ہوتے تھے۔ حفیاء اور ثنیۃ الوداع کا فاصلہ پانچ یا چھ یا سات میل کا ہے۔ بنی زریق انصار کا ایک قبیلہ ابن عامر حارثہ بن غضب بن جشم بن الخزرج ہے۔ ثنیۃ الوداع اور بنی زریق کی مسجد کا فاصلہ ایک میل ہے۔

ابن عمر نے کہا کہ اس مسابقت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یمن سے آئے ہوئے حلے انعام عطا فرمائے پہلے نمبر پر تین، دوسرے نمبر پر دو، اور تیسرے نمبر پر ایک حلہ۔ چوتھے نمبر پر ایک دینار۔ پانچویں نمبر پر درہم۔ اور

يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَعْطِنِي فَإِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيلًا فَقَالَ لَهُ

یارسول اللہ! مجھے بھی دیجئے۔ اس لئے کہ میں نے اپنا بھی اور عقیل کا بھی فدیہ (جنگ بدر کے موقع پر) دیا ہے۔ رسول اللہ صلی

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ فَحَثَا فِي ثَوْبِهِ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ خود لے لیں۔ انھوں نے دونوں ہاتھوں سے کپڑے میں لے لیا

فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ قَالَ لَا

پھر اسے اٹھانے لگے تو اٹھا نہ سکے تو عرض کیا یارسول اللہ! کسی کو حکم دیں یہ اٹھادے۔ فرمایا۔ نہیں

قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ، فَقَالَ

عرض کیا آپ ہی اٹھادیں۔ فرمایا نہیں۔ تو اس میں سے کچھ گرادیا پھر اٹھانے لگے تو نہ اٹھاسکے۔ پھر عرض کیا۔

چھٹے منبر پر کچھ چاندی عطا فرمایا تھا۔ علامہ عینی نے تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اس مسابقت میں شریک ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس گھوڑے پر سوار تھے یہ سب سے آگے نکل گیا تھا اس گھوڑے کا نام "سکب" تھا اسے بنی فزارہ کے ایک آدمی سے دس اوقیہ میں خریدا تھا۔ اس نے اس کا نام ضرس رکھا تھا۔ حضور نے بدل کر "سکب" رکھا۔ سکب کے معنی لگاتار بارش اور تیز دوڑنے والے گھوڑے کے ہیں اور ضرس کے معنی سخت مزاج، تجربہ کار جنگجو ہے۔ یہ سب سے پہلا گھوڑا ہے جس پر حضور سوار ہوئے اور جسے خرید ا اور جس پر مسابقت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے آگے بڑھنے پر مسلمان بھی خوش ہوئے اور حضور بھی خوش ہوئے۔

مسائل (۱) اس پر اجماع ہے کہ گھوڑوں کی تضمیر اور مشق کے لئے اسے دوڑانا اور گھوڑدوڑ کا مقابلہ کرنا جائز ہے۔ بلکہ امام شافعی نے فرمایا کہ سنت ہے (۲) معلوم ہوا ہے کہ ضرورت کے لئے اور جانوروں کی بھی تضمیر یا ان کے مناسب ان میں چستی اور قوت لانے کے لئے کوئی عمل کرنا جائز ہے (۳) گھوڑدوڑ یا کوئی بھی مقابلہ کسی اچھے مقصد کے لئے کرانا جائز ہے (۴) اس پر انعام بھی دینا جائز ہے۔ البتہ مقابلہ کرنے والوں کا آپس میں جیتنے والوں کو کچھ دینے کی شرط کے ساتھ ناجائز ہے۔ (۵) کسی مسجد کو مخلوق کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔ مثلاً بانی کی طرف یا اہل محلہ کی طرف وغیرہ وغیرہ۔

تشریحات ۲۹۱:-

مطابقت:- یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ تعليق القنو والقسمة في المسجد۔ مسجد میں کھجور کے گچھے لٹکانا اور تقسیم کرنا۔ اور جو حدیث ذکر کی ہے اس سے صرف تقسیم کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اس میں گچھے لٹکانے کا کوئی ذکر نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ابو محمد بن قتیبہ نے غریب الحدیث میں اس حدیث کے ابتداء میں یہ اضافہ کیا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب (حجرے) سے نکلے تو دیکھا کہ مسجد میں کھجور کے گچھے لٹکائے ہوئے ہیں۔ حضور نے یہ حکم دیا تھا کہ ہر دو ستون کے درمیان کھجور کا گچھا لٹکا دیا جائے تاکہ جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ کھائے۔ حضور کے عہد میں اس پر حضرت معاذ مقرر تھے۔ یہ امام بخاری کی عادت ہے کہ جس حدیث میں کوئی بات ہوتی ہے تو کبھی کبھی اس کے بعض حصے کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں اور جو جزء باب کے مناسب ہوتا ہے اسے ترک کردیتے ہیں، خواہ باب کو کسی جزء سے مطابقت ہو رہی ہو، وہ ان کی شرط پر ہو یا نہ ہو۔ اس پر بار بار گزارش ہو چکی کہ یہ ایراد اپنی جگہ رہا ہے۔ کہ جز باب کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ وہ باب کے مناسب نہیں۔

يَا رَسُولَ اللّٰهِ مُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ۔ قَالَ

یا رسول اللہ کسی کو حکم دیں اٹھادے۔ فرمایا نہیں۔ عرض کیا تو آپ ہی اٹھادیں۔ فرمایا

لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ احْتَمَلَهُ فَأَلْقَاهُ عَلَى كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا زَالَ

نہیں پھر کچھ نکال دیا پھر اسکے بعد اٹھایا اور اپنے کاندھے پر رکھا پھر تشریف لے گئے۔ جب تک

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ حَتَّى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَبًا

وہ نظر آتے رہے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ان کی حرص پر تعجب کرتے ہوئے دیکھتے رہے

مِنْ حِرْصِهِ فَمَا قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ ؏

رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم وہاں سے اسوقت تک نہیں اٹھے جبتک کہ اسمیں کا ایک درہم بھی رہا۔

ہم مقدمے میں بتا آئے کہ حدیث سے اثبات باب کبھی التزاماً ہوتا ہے۔ یہی یہاں بھی ہے۔ اس حدیث سے صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں عارضی طور پر اس لئے مال جمع کرنا کہ اسے تقسیم کر دیا جائے، جائز ہے۔ اور کھجوروں کے گچھے اسی لئے رکھے تھے۔ کہ اسے حاجتمند کھائیں۔ یہ رکھنا بھی عارضی ہوا اور حقیقت میں ایک طرح تقسیم کرنے کے لئے ہوا۔ اسلئے یہ بھی جائز۔

بحرین :۔ بصرہ اور عمان کے مابین مشہور آبادی تھی۔ بصرہ سے اس کا فاصلہ چوراسی فرسخ یعنی دو سو پچیس میل ہے۔ اس کا دوسرا نام ہجر بھی ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جعرانہ میں حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے بعد، حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے، علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالے عنہ کو بحرین منذر بن ساوی عبدی کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔

بخاری مغازی میں ہے کہ حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالے عنہ نے بیان کیا، کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے جب اہل بحرین کے ساتھ صلح کر لی تو ان پر علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالے عنہ کو والی بنا کر بھیجا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ بن جراح امین الامۃ رضی اللہ تعالے عنہ کو جزیہ وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ یہ جب مال لے کر واپس ہوئے اور انصار نے سنا تو صبح کی نماز حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی حضور جب نماز سے فارغ ہوئے، تو انصار سامنے حاضر ہوئے۔ یہ دیکھکر حضور نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ شاید تم نے سنا ہے کہ ابو عبیدہ کچھ مال لائے ہیں۔ انصار نے عرض کیا۔ ایسا ہی ہے یا رسول اللہ! تو ارشاد فرمایا تمھیں بشارت ہو۔ اور خوشی ہی کی امید رکھو۔ میں اس کا اندیشہ نہیں کرتا کہ تم محتاج ہو جاؤگے۔ اندیشہ یہ ہے کہ دنیا تمھارے لئے پھیلا دی جائے گی اور تم آپس میں منافست کروگے جیسے تم سے پہلے والوں نے کیا اور ہلاک ہو جاؤگے جیسے وہ ہلاک ہوئے۔

یہ صلح ۸ھ میں ہوئی تھی۔ اور یہ پہلا جو یہ خدمت اقدس میں آیا تھا (اور میرا خیال ہے کہ آخری بھی) یہ ایک لاکھ کی رقم تھی ۵؎

؏ اول صلوٰۃ باب القسمۃ و تعلیق القنو فی المسجد۔ جہاد باب فداء المشرکین ص ۴۳۸ باب ما اقطع النبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم من البحرین ص ۴۴۸

۱؎ ثانی المغازی جلد ... ص ... ۔ ۵؎ عینی جلد رابع ص ۱۲۳-۴

حدیث ۲۹۲: اَرْسَلَكَ اَبُوطَلْحَةَ

تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟

اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسًا قَالَ وَجَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ

حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو مسجد میں پایا

وَمَعَهُ نَاسٌ فَقُمْتُ فَقَالَ لِي اَرْسَلَكَ اَبُوطَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِطَعَامٍ قُلْتُ

اور حضور کے ساتھ بہت سے لوگ تھے میں کھڑا ہوا تو مجھ سے فرمایا تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی۔ فرمایا کھانے کیلئے؟ میں نے عرض

نَعَمْ فَقَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ قُومُوا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيهِمْ عه

کیا۔ جی۔ تو حضور نے تمام موجودین سے فرمایا چلو۔ اس کے بعد حضور بھی چلے اور میں بھی لوگوں کے آگے چلا۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰے عنہ۔ یہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا تھے۔ حضور سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام نتلہ یا نتیلہ تھا۔ یہ بنی نمر کی چشم و چراغ تھیں۔ بڑے صاحبزادے فضل کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کی کنیت اَبُوالفضل ہے۔ یہ صغر سن میں ایک بار غائب ہو گئے تھے ان کی ماں نے منت مانی۔ اگر میرا بچہ مل جائے گا تو کعبے پر پردہ چڑھاؤں گی۔ جب مل گئے تو ریشمی پردہ چڑھایا۔ یہ پہلی عرب خاتون ہیں جنھوں نے کعبے پر ریشمی غلاف چڑھایا۔ یہ فتح مکہ سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ مدینہ طیبہ حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو حضور نے مکے ہی میں قیام کا حکم دیا۔ اہل مکہ کی خبریں حضور کو پہنچاتے رہتے تھے۔ نیز ان کی وجہ سے ان کمزور مسلمانوں کو جو ہجرت کی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے مکہ میں رہتے تھے تقویت تھی۔ اسلام کا اظہار فتح مکہ کے موقع پر کیا۔ بدر میں مشرکین کے ساتھ شریک تھے۔ اور گرفتار ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ کوئی عباس کو قتل نہ کرے وہ مجبور کر کے شریک کئے گئے ہیں۔ گرفتاری کے بعد ان کی مشکیں حسب عادت دوسرے قیدیوں کی طرح سخت باندھی گئی تھیں جس سے کراہتے تھے۔ ان کی کراہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نیند اچاٹ ہو گئی۔ ایک صاحب نے دریافت کیا یا رسول اللہ! نیند کیوں اچاٹ ہو گئی ہے؟ فرمایا۔ عباس کی کراہ سے! ایک صاحب نے حضرت عباس کی بندش ڈھیلی کر دی جس سے انھوں نے کراہ بند کر دی۔ حضور کو جب معلوم ہوا تو فرمایا سارے قیدیوں کی مشکیں ڈھیلی کر دی جائیں۔ چنانچہ سب کی مشکیں ڈھیلی کر دی گئیں۔

بہت قد آور بزرگ تھے۔ اس موقع پر ننگے تھے۔ کسی کا کرتا بدن پر نہ آیا۔ عبد اللہ بن ابی لمبا تھا۔ اس کا کرتا درست آیا۔ اس نے اپنا کرتا پہنایا۔ اسی کی مکافات میں اسکے مرنے کے بعد حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنا مبارک پیرہن اسکے کفن میں شامل کرنے کے لئے دیا تھا۔ فتح مکہ سے کچھ پہلے ہجرت کی کو کبۂ نبوی مکہ کی تسخیر کے لئے جا رہا تھا راستے میں ملے۔ حضور نے انھیں ہمراہ لے لیا۔ اور فرمایا تم سب سے آخر مہاجر ہو۔ اس کے بعد تمام غزوات فتح مکہ، حنین، طائف، تبوک میں ہم رکاب تھے۔ غزوۂ حنین کے ابتدائی مرحلے میں جب طلقاء بھاگ گئے تو جو جاں نثار حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے ان میں یہ بھی تھے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں میں بہت معزز اور محترم تھے۔ حجاج کو پانی پلانا۔ اور مسجد حرام کی خدمت انھیں کے ذمے تھی۔ جمعہ کے دن ۱۲ رجب ۳۲ھ میں وصال فرمایا۔ وصال کے وقت عمر مبارک ستاسی سال تھی۔ بقیع میں مزار پر انوار مشہور و معروف ہے۔

عه جلد اول صلوۃ باب من دعی لطعام فی المسجد ص ۶۱ مناقب، علامات النبوۃ ص ۵۰۵ جلد ثانی نذور باب اذا حلف لا یاتدم ص ۹۸۹ مسلم ثانی الاشربہ باب استتباعہ غیرہ الی دار من یثق بہ ص ۱۷۸ موطا امام مالک جامع ما جاء فی الطعام والشراب ص ۳۰۸

فتلاعنا فی المسجد وانا شاهد

حدیث ۲۹۳:- عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلا قال یا رسول اللہ ارأیت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمایئے

رجلا وجد مع امرأته رجلا ایقتله فتلاعنا فی المسجد وانا شاهد عه

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پائے تو کیا اسے قتل کردے۔ اسکے بعد دونوں نے مسجد میں لعان کیا اور میں حاضر تھا۔

ت ۱۱۱:- وصلی البراء بن عازب فی مسجد دارہ جماعۃ عه

اور براء بن عازب نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی۔

تشریحات ۲۹۲:-

تکمیل باب علامات النبوۃ میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں۔ حضرت ابو طلحہ نے ام سلیم سے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں ایسی کمزوری محسوس کی جس سے اندازہ ہوا کہ حضور بھوکے ہیں تمہارے پاس کچھ ہے؟ ام سلیم نے کہا۔ ہے۔ انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں اور اوڑھنی لیا۔ اور اوڑھنی کے بعض حصے سے روٹیاں لپیٹ دیں۔ اور روٹیاں میرے ہاتھ میں چھپادیں۔ اور اوڑھنی کا جو حصہ روٹیوں کے لپیٹ سے بچ گیا تھا، اسے میرے جسم پر لپیٹ دیا اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مجھ بھیجا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں جب خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور مسجد میں تھے۔ اور حضور کے ہمراہ کچھ لوگ تھے۔ میں حاضر ہو کر کھڑا ہو گیا۔ تو حضور نے دریافت فرمایا، تم کو ابو طلحہ نے بھیجا؟ میں عرض کیا۔ جی۔ پھر دریافت فرمایا۔ کھانا دیکر؟ میں نے عرض کیا جی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا چلو۔ سب لوگ چلے۔ سب کے آگے آگے میں چلا۔ اور ابو طلحہ کے پاس جاکر انہیں قصہ سنایا۔ ابو طلحہ نے کہا۔ اے ام سلیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو لیکر آگئے اور ہمارے پاس اتنا نہیں کہ سب لوگوں کو کھلا سکیں۔ ام سلیم نے کہا۔ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ ابو طلحہ نے آگے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی رسول اللہ اور ابو طلحہ ساتھ ساتھ آئے۔ تشریف لاکر رسول اللہ نے فرمایا۔ اے ام سلیم جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ لاؤ۔ ام سلیم نے وہ روٹیاں حاضر کیں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان روٹیوں کے بارے میں حکم دیا۔ تو ان کو توڑ دیا گیا اور ام سلیم نے گھی کا کپہ نچوڑا۔ جو کچھ نکلا اسے ان روٹیوں میں ملا دیا گیا۔ اسکے بعد جو اللہ نے چاہا رسول نے پڑھ کر دم فرمایا۔ پھر فرمایا۔ دس آدمیوں کو کھانے کی اجازت دو۔ دس آدمیوں کو اجازت ملی وہ لوگ پیٹ بھر کھایا اور چلے گئے۔ اسی طرح دس دس آدمیوں کو اجازت ملتی رہی اور باری باری دس دس آدمی آکر شکم سیر ہو کر کھا کر جاتے رہے۔ یہاں تک کہ سب لوگوں نے کھایا اور شکم سیر ہو گئے اور یہ لوگ اسی آدمی تھے۔

مسائل (۱) حاجب بنانا جائز ہے۔ یعنی یہ جائز ہے کہ علماء مشائخ حکام کے آگے آگے کوئی خادم چلا کرے (۲) مسجد میں بیٹھنے والوں کو دنیا کی بات جائز نہیں۔ مگر انہیں کھانے کے لئے بلانا جائز ہے اور جو مسجد میں ہو اسے مسجد کے حاضرین سے یہ کہنا جائز کہ چلو کھانا کھا آئیں (۳) اگر مہمان معزز ہو اور دعوت ایسی جگہ ہو جہاں اعتماد ہو کہ اگر مہمان اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو مزید لے لیگا

عه مسلم باب الصلوۃ والعیان [illegible] فی المسجد [illegible] ثانی تفسیر باب قولہ والذین یرمون ازواجهم ۲۹۵ طلاق۔ باب اللعان ومن طلق بعد اللعان ۲۹۰ ایضا باب التلاعن فی المسجد [illegible] ایضا محاربین باب من التعریض والحدود والادب ۱۰۱۳ ایضا احکام باب من قضی ولاعن فی المسجد ۱۰۶۲ [illegible]

حدیث ۲۹۴ حدیث عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

أخبرني محمود بن الربيع الأنصاري أن عتبان بن مالك رضي الله تعالى عنه

حضرت محمود بن ربیع انصاری نے مجھے خبر دی کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول اللہ صلے

وهو من أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وممن شهد بدرا

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان انصاری اصحاب میں سے تھے جو بدر میں شریک

من الأنصار أنه أتى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال يا رسول الله قد

ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ!

أنكرت بصري وأنا أصلي لقومي فإذا كانت الأمطار سال الوادي الذي بيني

میری نظر کمزور ہوگئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں۔ جب بارش ہوتی ہے تو وہ نالہ جو میرے اور ان کے درمیان ہے

وبينهم لم أستطع أن آتي مسجدهم فأصلي بهم ووددت يا رسول الله

بہنے لگتا ہے۔ تو میں ان کی مسجد تک نہیں جا سکتا کہ انھیں نماز پڑھاؤں۔ میں چاہتا ہوں یا رسول اللہ کہ آپ میرے

أنك تأتيني فتصلي في بيتي فأتخذه مصلى قال فقال له رسول الله صلى الله

گھر چلیں اور میرے گھر میں نماز پڑھ دیں کہ میں اسے نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں۔ اس پر رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تعالى عليه وسلم سأفعل إن شاء الله تعالى قال عتبان فغدا على رسول

ان شاء اللہ میں ایسا کروں گا۔ حضرت عتبان نے بتایا کہ دوسرے دن صبح کو رسول اللہ

تو میزبان برا نہ مانے گا نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانا بافراط ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ مہمان کچھ ایسے لوگوں کو بھی لیلے جو مدعو نہ ہوں۔ ورنہ عام حالات میں فرمایا کہ بغیر دعوت کے کھانے کے لئے جانے والا چور ہے اور کھا کر واپس ہونے والا لٹیرا۔

تشریحات ۲۹۳

تکمیل:- پورا واقعہ یہ ہے کہ عویمر بن حارث عاصم بن عدی کے پاس آئے جو بنی عجلان کے سردار تھے۔ اور کہا۔ کیا فرماتے ہیں اس مسئلے میں کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس کسی کو پائے تو کیا قتل کردے پھر تم لوگ اسے قتل کردو۔ وہ کیا کرے۔ اس کے بارے میں رسول اللہ سے میرے لئے دریافت کردو۔ حضرت عاصم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا۔ مگر حضور کو ناگوار ہوا۔ عویمر نے حضرت عاصم سے پوچھا انھوں نے بتایا کہ حضور کو یہ سوال ناگوار ہوا۔ اب عویمر نے کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ضرور پوچھوں گا۔ اب عویمر حاضر ہوئے اور انھوں نے خود دریافت کیا۔ حضور نے جواب دیا۔ تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن مجید نے جو طریقہ بتایا ہے اس طرح ان دونوں کو لعان کا حکم دیا۔ حکم کے مطابق دونوں نے لعان کیا۔ اس کے بعد عویمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں اسے نکاح میں روکے رکھوں تو اس پر ظلم کروں گا۔ انھوں نے اسے طلاق دیدیا۔

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابوبکر حین ارتفع النہار فاستأذن رسول

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر دن چڑھے کے بعد تشریف لائے ۔ رسول اللہ صلی اللہ

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاذنت لہ فلم یجلس حین دخل البیت

علیہ وسلم نے اجازت طلب فرمائی میں نے حضور کو اجازت دی گھر میں تشریف لانے کے بعد حضور بیٹھے نہیں

ثم قال این تحب ان اصلی من بیتک قال فاشرت لہ الی ناحیۃ من

فرمایا کہاں پسند کرتے ہو کہ میں تمہارے گھر میں نماز پڑھوں تو میں نے گھر کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا

البیت فقام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکبر فقمنا فصففنا فصلی

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی ہم بھی کھڑے ہو گئے اور صف لگائی ۔ حضور

رکعتین ثم سلم قال وحبسناہ علی خزیرۃ صنعناھا لہ قال فثاب فی البیت

نے دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیر دیا ہم نے حضور کے لئے خزیرہ تیار کیا تھا اسکے لئے روک لیا ۔ اب گھر میں محلے والوں

رجال من اہل الدار ذو عدد فاجتمعوا فقال قائل منہم این مالک بن

میں سے کثیر تعداد جمع ہو گئے ۔ ان میں سے کسی نے کہا مالک بن دخیشن یا دخشن

الدخیشن او ابن الدخشن فقال بعضہم ذلک منافق لا یحب اللہ ورسولہ

کہاں ہے ؟ کسی نے کہا وہ منافق ہے اللہ اور اسکے رسول سے محبت نہیں رکھتا ۔

ان دونوں کے بعد لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ ہو گیا ۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر یہ عورت کالا ، آنکھوں کے سیاہ ڈھیلے والا ، بڑی سرین والا ، بڑی پنڈلیوں والا بچہ جنے تو میرا گمان یہ ہے کہ عویمر نے اس پر سچ الزام لگایا اور اگر سرخ بچہ جنے گویا وہ وحرہ ہے تو میں گمان کروں گا کہ عویمر نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے ۔ اس عورت نے ویسا ہی بچہ جنا جیسا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عویمر کی تصدیق کے لئے فرمایا تھا ۔ یہ بچہ ماں کی طرف نسبت کیا جاتا تھا ۔ وحرہ چھپکلی کی قسم کا زہریلا جانور ہے ۔

ان رجلا اس سے مراد یا تو عویمر بن حارث عجلانی ہیں یا ہلال بن امیہ ۔ علامہ عینی نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ ہلال بن امیہ کا واقعہ حضرت عویمر کے پہلے کا ہے ۔ اور آیت ملاعنت ہلال بن امیہ کے واقعہ میں نازل ہوئی ہے ۔ جیسا کہ خود بخاری کی اس روایت سے ظاہر ہے جو شہادات اور تفسیر میں مذکور ہے ۔

لعان باب تفعیل کا مصدر ہے ۔ اس کے لغوی معنی آپس میں ایک دوسرے پر لعنت کرنا ، یہاں مخصوص شرعی معنی مراد ہیں یعنی شوہر جب اپنی زوجہ پر زنا کا الزام لگائے ۔ اور زوجہ اس سے انکار کرے اور معاملہ قاضی کے یہاں جائے تو قاضی بشرائط مرد اور عورت دونوں کو حکم کرے کہ پہلے شوہر قسم کے ساتھ چار مرتبہ شہادت دے یعنی کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے جو اس عورت کو زنا کی تہمت لگائی ۔ اس میں خدا کی قسم میں سچا ہوں ، پھر پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر خدا کی لعنت

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذٰلِکَ اَلَا تَرَاہُ قَدْ قَالَ لَا اِلٰہَ

تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا - یہ مت کہو کیا تم نہیں جانتے کہ اس نے اللہ عزوجل کی

اِلَّا اللّٰہُ یُرِیْدُ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ قَالَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّا نَرٰی وَجْہَہٗ

رضا کے لئے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے - اس شخص نے عرض کیا اللہ اور اسکے رسول خوب جانتے ہیں ہم اس کی توجہ اور اس کی

وَنَصِیْحَتَہٗ اِلَی الْمُنَافِقِیْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ

خیر خواہی منافقین کی جانب دیکھتے ہیں - رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا - جس نے اللہ کی رضا کی

قَدْ حَرَّمَ عَلَی النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ ؏

طلب کے لئے لا الٰہ الا اللہ کہا - اللہ نے اسے جہنم پر حرام فرما دیا ہے -

اگر اس امر میں کہ اس کو زنا کی تہمت لگائی جھوٹ بولنے والوں سے ہوا اور ہر بار لفظ "اس" سے عورت کی طرف اشارہ کرے پھر عورت چار مرتبہ یہ کہے کہ میں شہادت دیتی ہوں کہ خدا کی قسم اس نے جو مجھے زنا کی تہمت لگائی ہے اس بات میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اس پر خدا کا غضب ہو اگر یہ اس بات میں سچا ہو جو مجھے زنا کی تہمت لگائی - لعان میں شہادت شرط ہے - اگر یہ کہا کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ سچا ہوں، لعان نہ ہوا - لعان کے بعد قاضی زوجین میں تفریق کر دیگا اور جو اولاد پیدا ہوگی اس کا نسب اس شوہر سے ثابت نہ ہوگا - لعان کرنے والوں کے مابین تفریق کے لیے طلاق کی حاجت نہیں - لعان ہی تفریق کے لئے کافی ہے - بشرطیکہ قاضی تفریق کا حکم کرے - اور حضرت عویمر کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ انھوں نے طلاق دیا - یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے حکم سے نہیں تھا - جیسا کہ بخاری ہی کی دوسری روایتوں میں تصریح ہے کہ خود اپنی طبیعت سے دیا تھا - لعان کے بقیہ احکام اس کے باب میں آئیں گے -

مسجد میں قضا مسجد میں مقدمات دیکھنا اور فیصلے کرنا سلف میں مختلف فیہ رہا ہے - قاضی شریح قاضی ابن ابی لیلیٰ مسجد ہی میں مقدمات دیکھتے تھے - امام مالک نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں - امام شافعی نے فرمایا اگر مسجد میں قضا کے لئے کوئی جگہ مقرر کر لی جائے تو مکروہ ہے - اور اتفاقیہ کبھی ہو جائے تو حرج نہیں - حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا، یہ مکروہ ہے، اگر مجھے کوئی اختیار ہوتا تو لوگوں کو مسجد میں جھگڑنے نہ دیتا -

حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا - قاضی مسجد میں نہ بیٹھے، کافر مشرک بھی مسجد میں آئیں گے - حالانکہ ارشاد خداوندی ہے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ - مشرکین نجس ہیں - فی زمانہ مسجد میں مقدمات دیکھنے سے احتراز ہی چاہئے -

---

؏ جلد اول صلوۃ باب المساجد فی البیوت ص ٦٠ ایضاً باب اذا دخل بیتاً یصلی حیث شاء ص ٦١ ایضاً اذان باب من قال فلیؤذن فی السفر مؤذن واحد ص ٨٩ ایضاً اذان باب الرخصۃ فی المطر والعلۃ ان یصلی فی رحلہ ص ٩٢ ایضاً باب من لم یرد السلام علی الامام ص ١١٦ تہجد باب صلوۃ النوافل جماعۃ ص ١٥٨ جلد ثانی اطعمہ باب الخزیرۃ ص ٨١٣ رقاق باب العمل الذی یبتغی بہ وجہ اللہ ص ٩٥٠ استتابۃ المرتدین باب ما جاء فی المتأولین ص ١٠٢٥ -

ت ۱۰۲:۔ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنٰى فَإِذَا خَرَجَ بَدَأَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما جب مسجد میں جاتے تو پہلے داہنا قدم مسجد میں رکھتے

بِرِجْلِهِ الْيُسْرٰى۔

اور جب نکلتے تو بایاں پاؤں نکالتے۔

ت ۱۰۳:۔ وَرَاٰى عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ، اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّىْ عِنْدَ قَبْرٍ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالے عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ کو ایک قبر

فَقَالَ الْقَبْرَ الْقَبْرَ وَلَمْ يَاْمُرْهُ بِالْاِعَادَةِ ؏

کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا قبر، قبر۔ انھیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔

حدیث ۲۹۵:۔ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ وَاُمَّ سَلَمَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ اور ام المؤمنین

ذَكَرَتَا كَنِيْسَةً رَاَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَذَكَرَتَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالے عنہما نے ایک گرجا کا تذکرہ کیا جو انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس میں تصویریں تھیں اسکا ذکر ان دونوں

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُولٰٓئِكَ اِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا

نے نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے کیا۔ تو حضور نے فرمایا ان میں جب کوئی نیک آدمی ہوتا اور مرجاتا تو اسکی قبر پر مسجد بناتے

عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ وَاُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؏

اور اس میں یہ تصویریں بناتے۔ قیامت کے دن اللہ عزوجل کی بارگاہ میں یہ لوگ بدترین خلق ہوں گے۔

تشریحات ۲۹۴:۔

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ یہ انصاری سالمی مدنی بدری صحابی ہیں۔ ان سے دس احادیث مروی ہیں۔ بخاری میں صرف ایک ہے۔ یہ عہد رسالت ہی سے اپنی قوم کے امام تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالے عنہ کے زمانے میں مدینہ طیبہ ہی میں وصال

؏ دیکھ بجر ج فی مصنفہ فیما حکاہ ابن حزم و ابو نعیم۔ عینی۔

؏ جلد اول صلوٰۃ باب ہل ننبش قبور مشرکی الجاہلیۃ صہ ۶۱ باب الصلوٰۃ فی البیعۃ صہ ۶۳ جنائز باب بناء المسجد علی القبر صہ ۱۷۹

مسلم جلد ۱ مساجد صہ ۲۰۱

فرمایا۔ ان کی بینائی کمزور ہو گئی تھی ۔ بلکہ بعض روایتوں سے ہے کہ بینائی بالکل جاتی رہی تھی ۔

خزیرہ :- اس کا ترجمہ بعض لوگوں نے حلیم (کھچڑا) کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ۔ گوشت کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں کاٹ کر پانی میں پکاتے تھے پھر اس پر آٹا چھڑک دیتے تھے ۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حریرہ ہے ۔ حائے حطی کے بعد رائے مہملہ کے بجائے رائے مہملہ ۔ آٹے کو دودھ میں ڈال کر پکاتے تھے ۔ اسے حریرہ کہتے تھے ۔

اتی عام روایات یہی ہیں کہ وہ خود خدمت اقدس میں حاضر ہوئے مگر مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے خدمت اقدس میں کوئی قاصد بھیجا تھا ۔ شارحین نے یہ تطبیق دی ۔ ہو سکتا ہے کہ پہلے قاصد بھیجا ہو پھر خود بھی حاضر ہو کر عرض کی ہو ۔ طبرانی میں ہے کہ حضرت عتبان نے جمعہ کو درخواست پیش کی تھی اور ہفتے کے دن حضور ان کے گھر گئے تھے ۔

قد انکرت بصری عام روایات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت عتبان کی نظر کمزور ہو گئی تھی ۔ بالکلیہ ختم نہیں ہوئی تھی ۔ البتہ بخاری کی باب الرخصۃ فی المطر والعلۃ کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت محمود بن ربیع کہتے ہیں ۔ یَؤُمُّ قَوْمَهُ وَهُوَ اَعْمٰی ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت محمود بن ربیع نے ان سے ملاقات کی تھی اس وقت ان کی حالت تھی ۔ ہاں مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ وہ اسی وقت نابینا تھے ۔ لا محالہ یہ کہنا پڑے گا کہ قَدْ عَمِیَ (وہ نابینا ہو گئے تھے) سے مراد کہ قریب قریب نابینائی کو پہنچ گئے تھے ۔

والبوبکر معہ حضرت ابن شہاب نے صرف ابو بکر کا ذکر کیا ہے ۔ مگر صحیح یہ ہے کہ حضرت عمر بھی ہمراہ تھے اور دوسرے صحابہ بھی ۔ جیسا کہ دوسری روایات میں تصریح ہے ۔ ابو اویس کی روایت میں حضرت عمر کا اضافہ ہے ۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عتبان نے کہا حضور بھی تشریف لائے اور صحابہ میں سے جن جن کو اللہ نے چاہا وہ بھی آئے ۔ طبرانی میں ۔ فی نفر من اصحابہ ۔ ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ ابتدا صرف حضرت ابو بکر رہے ہوں پھر حضرت عمر بھی آ گئے ہوں پھر مزید صحابہ شریک ہو گئے ہوں ۔

مالک بن الدخیشن او ابن الدخشن یہ بدری صحابی ہیں ۔ بدر کے موقع پر سہیل بن عمرو کو انھوں نے ہی گرفتار کیا تھا ۔ مسجد ضرار کو جلانے کی خدمت ان کے سپرد ہوئی تھی ۔ جسے انھوں نے انجام دیا ۔ جن صاحب نے ان کے بارے میں شک پیش کیا ، ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی مصلحت یا دینی ضرورت کے تحت منافقین سے خلط ملط رکھتے ہوں ۔ اور یہ منافقین سے قطع تعلق و بیزاری کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا قصہ ہے ۔

قد حرم علی النار اس سے مراد یہ ہے کہ جو سچے دل سے ایمان لایا اور کوئی عمل ایسا نہ کیا جو استحقاق جہنم کا موجب ہو ۔

مسائل ۱ ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عہد رسالت ہی میں مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے علاوہ ایسی مساجد تھیں جن میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی تھی ۔ ۲ ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جن متبرک مقامات پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے ان سے برکت حاصل کرنا بالقصد وہاں نماز پڑھنی صحابہ کرام کی سنت ہے ۔ ظالم گمراہ نجدی دیکھے اس نے کتنا بڑا ظلم کیا ہے کہ مدینہ طیبہ کی بے شمار مسجدوں کو ویران کر ڈالا ہے ۔ اور وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا کا مصداق ہے ۔ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا ذکر کرنے سے روک دیا اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کی ۔

---

[1] جلد اول ایمان باب الدلیل علی من مات علی التوحید دخل الجنۃ ص ۴۶ ۔

[2] ایضاً ۔

[3] ایضاً ص ۱۳۸

۳۔ اگر کسی عالم یا شیخ سے کوئی التماس کرے کہ برکت کے لئے ہمارے گھر چلیں تو قبول کرنا سنت ہے۔ ۴۔ بارش کیچڑ راستے میں ہو، تیز دھوپ جس سے ضرر کا اندیشہ ہو، اسی طرح سخت سردی، برف باری جس سے نقصان کا اندیشہ ہو، جماعت چھوڑنے کے اعذار میں سے ہیں۔ ۵۔ بہتر ہے کہ گھر میں نماز کے لئے کوئی خاص جگہ بنالی جائے۔ ۶۔ جو ضروریات دین کا منکر ہو اسکی تکفیر جائز نہیں جب تک کہ اس سے کوئی کفر سرزد نہ ہو۔ ۷۔ اور محلے یا شہر میں کوئی عالم یا بزرگ تشریف لائے تو مسلمان کو چاہئے کہ اسکی زیارت کریں۔ اس سے برکت حاصل کریں۔

تشریح ۱۰۲ :-

اس کی تائید حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اس ارشاد سے بھی ہو رہی ہے جسے امام حاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے۔

سنت یہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو داہنا پاؤں پہلے رکھے اور جب باہر ہو تو بایاں پاؤں نکالے۔ عملی طور پر اس سنت پر عمل کرنے میں ایک دشواری ہے۔ جوتا پہننے میں سنت یہ ہے کہ پہلے داہنے پاؤں میں پہنا جائے اور اتارنے میں سنت یہ ہے کہ پہلے بائیں پاؤں سے نکالا جائے۔ ظاہر ہے کہ مسجد میں قدم رکھنے سے پہلے جب بائیں پاؤں سے جوتا اتاریں گے تو دو صورت ہے۔ یا تو اسے مسجد میں رکھیں تو داخلہ مسجد کی سنت چھوٹتی ہے اور اگر زمین پر رکھیں تو پاؤں گندا ہو جاتا ہے اور یہی دشواری مسجد سے نکلتے وقت بھی ہوگی۔ اگر بایاں پاؤں نکال کر جوتا پہن لیتے ہیں تو سنت ترک ہوتی ہے۔ زمین پر رکھنے میں پاؤں گندا ہوتا ہے۔

اس کا حل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ نکالا، کہ مسجد میں داخلے کے وقت بائیں جوتے سے پاؤں نکال کر اسی جوتے پر رکھ لے۔ پھر داہنے جوتے سے داہنا پاؤں نکال کر مسجد میں رکھے۔ اور نکلتے وقت مسجد سے بایاں پاؤں نکال کر بائیں جوتے پر رکھ لے۔ پھر داہنا پاؤں نکال کر جوتے میں ڈالے۔ اس طرح دونوں سنتوں پر عمل ہوگیا۔

تشریح ۱۰۳ فتح الباری میں ابو نعیم شیخ بخاری کے حوالے سے یہ تصریح ہے کہ حضرت انس کے سامنے قبر تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تنبیہ پر قبر سے آگے بڑھ کر نماز پوری کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر نماز کی حالت میں کوئی قبر سامنے ہو تو نماز اس معنی کر ہو جاتی ہے کہ فرض ذمے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر نماز مکروہ ہوتی ہے

تشریحات ۲۹۵ :-

اس گرجا کا نام ماریہ تھا۔ جیسا کہ باب الصلوٰۃ فی البیعۃ میں تصریح ہے۔ اُمہات مومنین نے یہ تذکرہ مرض وصال میں کیا تھا۔ جیسا کہ کتاب الجنائز کی روایت میں بصراحت ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خاص قبر کو

حدیث (۲۹۶) فقدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المدینۃ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ، قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ اَعْلَى الْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيٍّ يُقَالُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ آئے تو مدینے کے بالائی حصہ میں ایک قبیلے کے پاس اترے

بنا جائے اس طرح کہ قبر ہی پر سجدہ ہو یا قبر کی طرف منہ ہو اور کوئی چیز سترہ نہ ہو اور اگر قبر داہنے بائیں یا پیچھے ہو یا سامنے ہو مگر کوئی چیز سترہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح کسی نبی ولی یا دینی پیشوا کے مزار کے قریب مسجد بنانا بلا شبہ جائز مستحسن ہے۔ علامہ عینی اور علامہ عسقلانی قاضی بیضاوی سے ناقل ہیں لکھتے ہیں۔

لماکانت الیہود والنصاری یسجدون لقبور الانبیاء تعظیما لشانہم ویجعلونہا قبلۃ یتوجہون فی الصلوۃ نحوہا واتخذوہا اوثانا لعنہم ومنع المسلمین عن مثل ذلک — فامامن اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منہم لا التعظیم لہم ولا التوجہ نحوہ فلایدخل فی ذلک الوعید

چونکہ یہود و نصاری انبیاء کرام کے مزارات پر اُن کی تعظیم کے لئے سجدہ کرتے تھے اسے قبلہ بناتے تھے نماز میں اس کی جانب منہ کرتے تھے اور انکے مزارات کو بُت بنا لیا تھا اس لئے ان پر لعنت ہوئی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا لیکن کسی بزرگ کے مزار کے قریب برکت حاصل کرنے کی نیت سے مسجد بنائے اس قبر کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھے تو اس وعید میں داخل نہیں۔

مسائل

(۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر پر مسجد بنانا یا قبر پر نماز پڑھنا منع ہے۔ (۲) جاندار کی تصویر بنانا خصوصاً بزرگان دین کی حرام ہے۔

تشریحات (۲۹۶) قدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ نے مدارج[1] میں تحریر فرمایا ہے — حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے صفر کی ستائیسویں شب کو بہ نیت ہجرت نکلے تھے۔ تین دن غار میں رہے۔ پہلی ربیع الاول کو غار سے نکلے اور یوم دوشنبہ بارہ ربیع الاول کو قبا پہنچے۔ قبا میں کتنے دن رہے یہ مختلف فیہ ہے، چار دن، چودہ دن، بیس دن، چوبیس دن، یہی قرین قیاس ہے۔ کہ چوبیس دن قبا میں قیام فرمایا، اس لئے کہ اس پر اتفاق ہے کہ قبا سے روانگی جمعہ کے دن ہوئی تھی۔ اور بنی سالم کے محلے میں پہنچتے پہنچتے جمعہ کا وقت ہو گیا وہیں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ قبا میں پہنچنے کا دن اور وہاں سے روانگی کا دن نکالیں تو چونکہ پہنچنے کا دن دوشنبہ اور روانگی کا دن جمعہ متعین ہے۔ اب درمیان کے چوبیس دن ہوئے۔ چار دن قیام کی بھی توجیہ ہو سکتی ہے مگر اسی اثناء میں مسجد قبا کی تعمیر بھی ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ تین چار دن میں مسجد کی تعمیر مکمل نہیں ہو

[1] مدارج جلد دوم ص ۸۹

لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جسے بنی عمرو بن عوف کہا جاتا تھا — ان میں چوبیس دن قیام فرمایا — پھر

فِيهِمْ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَجَاءُوا

بنی نجار کو بلوایا — تو وہ لوگ

مُتَقَلِّدِينَ السُّيُوفَ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

تلواریں لٹکائے ہوئے آئے — گویا میں — نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَأَبُو بَكْرٍ رِدْفُهُ وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتَّى أَلْقَى

اپنی سواری پر — اور ابوبکر کو آپ کے ساتھ پیچھے — اور بنی نجار کے لوگوں کو ارد گرد

سکتی۔ علاوہ ازیں ابن جریر نے لکھا ہے کہ حضور کے قبا پہنچنے کے بعد حضرت اسمار مکہ سے چلیں اور حضور ابھی قبا ہی میں قیام پذیر تھے کہ وہ آگئیں۔ اور ظاہر ہے کہ صرف دو تین دن میں اتنی لمبی مسافت طے نہیں ہو سکتی۔ پھر قیاس یہ چاہتا ہے کہ حضرت زبیر قبا کے قریب حضور سے ملے تھے اور کپڑے نذر کئے تھے۔ یہ مکہ معظمہ پہنچے ہوں گے پھر حضرت اسمار مکہ سے چلی ہوں گی اس لئے قبا میں چار دن قیام کی روایت بہت ہی ضعیف ہے۔ ہاں خوارزمی[1] نے کہا ہے کہ قبا میں داخلہ پنجشنبہ کو ہوا تھا اب چودہ دن والی روایت کو ترجیح ہوگی۔

دیہات میں جمعہ

قبا میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہ دن یا چوبیس دن رہے۔ دو یا تین جمعہ قبا میں پڑا مگر حضور نے قبا میں نماز جمعہ نہ پڑھی۔ روانگی کے اثنا جب شہر میں داخل ہو گئے تو پڑھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ دیہات میں جمعہ صحیح نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ حضور نے جمعہ بالقصد چھوڑا۔

بنی النجار

یہ انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ ہے۔ اسی قبیلے میں حضرت عبد المطلب کی ننہال تھی۔ زمانہ طفولیت میں والدہ ماجدہ کے ہمراہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے۔ تو اسی قبیلے میں اسی رشتے کی بنا پر قیام فرمایا۔ انھیں خصوصیت سے بلوانے کا سبب بھی یہی رشتہ تھا۔ عرب کا دستور تھا کہ شرفا کے استقبال میں ہتھیار سج کر جاتے۔ اسی کے مطابق بنی النجار تلواریں حمائل کر کے آئے تھے۔

حتی القی بفناء

شہر میں داخلہ ہوتے ہی انصار کرام کے قبائل خدمت اقدس میں اپنے اپنے گھر قیام کی درخواست پیش کرنے لگے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کو دعائے خیر دیتے اور فرماتے۔ میری اونٹنی مامور ہے۔ جہاں حکم خداوندی ہوگا وہیں بیٹھے گی۔ بالآخر اونٹنی حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے صحن میں جہاں اب مسجد ہے خود بخود بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اٹھی اور کچھ دور جا کر پھر لوٹی اور وہیں آکر بیٹھ گئی۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ

[1] عینی جلد چہارم صلاۃ باب هل ينبش قبور مشركي الجاهلية ص ١٨٥

بِفِنَاءِ اَبِیْ اَیُّوْبَ وَکَانَ یُحِبُّ اَنْ یُّصَلِّیَ حَیْثُ اَدْرَکَتْہُ الصَّلٰوۃُ وَیُصَلِّیْ

ابوایوب کے صحن میں اپنا سامان اتارا حضور کو یہ بات پسند تھی کہ جہاں بیٹھ رہا ہوں

فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَاَنَّہٗ اَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَاَرْسَلَ اِلٰی مَلَاءِ بَنِیْ

نماز کا وقت ہو جائے وہیں نماز پڑھیں اور بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ حضور نے مسجد بنانے کا

النَّجَّارِ فَقَالَ یَا بَنِی النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِیْ بِحَائِطِکُمْ ھٰذَا قَالُوْا لَا وَاللّٰہِ

حکم دیا اور بنی نجار کے لوگوں کو بلوایا اور فرمایا اس باغ کو میرے ہاتھ بیچ دو انھوں نے عرض کیا جی نہیں

لَا نَطْلُبُ ثَمَنَہٗ اِلَّا اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ اَنَسٌ فَکَانَ فِیْہِ مَا

بخدا ہم اس کی قیمت صرف اللہ عز وجل سے لیں گے انس نے کہا اس باغ میں یہ سب تھا

تعالیٰ عنہ اجازت لے کر سامان اپنے گھر لے گئے۔

شرف المصطفیٰ میں ہے کہ جب ناقہ مبارکہ حضرت ابوایوب کے مکان کے صحن میں بیٹھ گئی تو جبار بن صخر نے اپنے پاؤں سے اونٹنی کو ٹھوکا دیا تاکہ ناقہ مبارکہ وہاں سے اٹھ جائے۔ حضرت ابوایوب نے ان سے فرمایا میرے دروازے سے اونٹنی کو اٹھا رہا ہے اگر اسلام کا رشتہ نہ ہوتا تو تلوار سے تیری خبر لیتا۔

امام مغازی محمد بن اسحاق نے کتاب المبتدا و قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ تبع اول تبع بن حسان ولادت اقدس سے ہزار سال پہلے مکہ معظمہ حاضر ہوا تھا تو وہاں سے مدینہ طیبہ بھی آیا۔ اس کے ساتھ چار سو علماء تھے انھوں نے طے کر لیا تھا کہ اب ہم کو یہیں رہنا ہے یہاں سے جانا نہیں ہے۔ تبع نے وجہ دریافت کی تو ان لوگوں نے بتایا کہ ایک نبی تشریف لانے والے ہیں جن کا نام نامی محمد ہے، یہ ان کے ہجرت کی جگہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں ان کی زیارت نصیب ہو جائے۔ ہمیں نہیں تو ہماری نسل کو حاصل ہو گی۔ تبع نے ان سب علماء کے لئے مکان بنوا دیا۔ ان کی شادیاں کر دیں۔ انھیں گزارے کے لئے کثیر مال دیا، اور ایک خط لکھ کر ان علماء کے سردار کو دیدیا۔ کہ یہ ان نبی منتظر کو دیدیا جائے جس میں اس نے اسلام لانے کا ذکر کیا ہے، اس کا ایک شعر یہ ہے۔

شہدت علی احمد انہ — رسول من اللہ باری النسم ؛ میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد اللہ کے رسول ہیں — اور ایک مکان اس مقصد سے بنوادیا کہ وہ نبی جب یہاں تشریف لائیں تو اسی میں قیام کریں۔ وہی حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا[1]

ثامنونی بحائطکم ایک روایت میں ہے کہ وہ کھجوروں کا کھلیان لگانے کی جگہ تھی۔ جہاں کھجوریں سکھائی جاتیں مطلب یہ ہے کہ اس باغ میں یہ سب تھا۔ کچھ قبریں بھی تھیں۔ کچھ کھنڈر تھا کچھ درخت تھے کچھ میدان تھا جہاں کھلیان لگتا تھا۔ یہ باغ سہل اور سہیل نام کے دو یتیموں کا تھا جو حضرت اسعد بن زرارہ یا حضرت معاذ بن عفراء کی پرورش میں تھے۔ ان کی پیشکش کے باوجود حضور نے حضرت صدیق اکبر سے اس کی قیمت دس دینار دلوائی۔

[1] عینی جلد چہارم صلوٰۃ باب ہل ینبش قبور مشرکی الجاہلیہ ص ۱۷۶،

أَقُوْلُ لَكُمْ قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ وَفِيْهِ خَرِبٌ وَفِيْهِ نَخْلٌ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
جو بتاتا ہوں کچھ مشرکین کی قبریں تھیں کچھ حصہ کھنڈر تھا کچھ میں کھجور کے درخت تھے نبی صلے اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ
تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کے بارے میں حکم دیا تو وہ ادھیڑ دی گئیں اور کھنڈر برابر کر دیا گیا

وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ
اور کھجور کے درخت کاٹ ڈالے گئے درختوں کو مسجد کے قبلے میں گاڑ دیا گیا اور اس کے دونوں طرف

فنبشت :- یعنی ان قبروں کو کھود کر اس کی ہڈیاں تک اسمیں سے نکال کر پھینکوا دیں۔ اب وہ جگہ قبر ہی نہ رہی، اسلئے اس جگہ اور اس کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ورنہ قبر پہ یا قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی مطلقا ممنوع ہے۔ خواہ وہ قبر مومن کی ہو یا کافر کی۔ نبی کی یا امتی کی صالح کی یا فاسق کی۔

فصفوا النخل :- اس کی توجیہ یہ ہے کہ کھجور کے درختوں کو دیوار قبلہ میں بطور ستون کھڑا کیا گیا اور بنیاد تک اسکی درمیانی جگہوں کو پتھروں سے بھر دیا گیا۔ اس لئے کہ صحیح روایات سے جو ثابت ہے وہ یہ ہے کہ مسجد اقدس کی بنیاد تین ہاتھ گہری تھی اسے پتھروں سے بھر گیا تھا۔ کھجور کے ستون تھے اور کچی اینٹوں کی دیواریں اور چھت کھجور کے پتوں کی تھی۔ تین دروازے تھے۔ ایک قبلہ کے مقابل جانب جنوب اور دوا دور، ایک باب رحمت جسے باب عاتکہ کہتے تھے اور ایک وہ جس سے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آتے اور لے جاتے۔ دیوار قد آدم اونچی تھی، اس کا قبلہ جانب شمال بیت المقدس تھا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر نہ کچھ اضافہ کیا اور نہ ترمیم کی۔ سب سے پہلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ زیادہ فرمایا مگر طرز تعمیر وہی رہی۔ لکڑی کے ستون کچی اینٹوں کی دیواریں، کھجور کے پتوں کی چھت پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت زیادہ توسیع فرمائی اور عمارت بھی بدل دی منقش پتھروں کی دیواریں بنوائیں۔ منقش پتھر کے ستون لگائے، ساکھو کی چھت ڈالی۔

پھر ولید بن عبد الملک کے زمانۂ تسلط میں مسجد مبارک کی کافی توسیع بھی ہوئی اور عمارت بھی بہت شاندار بنی اسی دور میں ازواج مطہرات کے حجرات برابر کر کے مسجد میں داخل کر لئے گئے۔ حجرات مبارکہ برابر کرنے میں ایک پاؤں ظاہر ہو گیا جو بالکل تر و تازہ تھا۔ کہرام مچ گیا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پائے اقدس ہے۔ مگر حضرت عروہ بن زبیر تابعی نے پہچانا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں ہے تو لوگوں کے جان میں جان آئی۔ ولید کے بعد مہدی نے عمارت کی تجدید کی پھر مامون نے کچھ اضافہ کیا۔ ابتداءً مسجد اقدس چون ہاتھ اتر دکھن چوڑی اور پورب پچھم ساٹھ ہاتھ لمبی تھی پھر بعد میں خیبر کے بعد اس کی توسیع ہوئی اور سو ہاتھ لمبی اور سو ہاتھ چوڑی ہو گئی اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ حضور نے مسجد کے ایک پڑوسی انصاری سے فرمایا یہ زمین مسجد پر وقف کر دو۔ انھوں نے عرض کیا میں عیالدار ہوں، پھر حضرت عثمان نے دس ہزار درہم میں اسے خرید کر

لے عمدۃ القاری جلد دوم ص ۹۷

الحِجَارَةَ وَجَعَلُوا يَنقُلُونَ الصَّخرَ وَهُم يَرتَجِزُونَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ

پتھر لگا دیئے۔ اور سب لوگ پتھر ڈھوتے تھے اور رجز پڑھتے جاتے تھے۔ خود نبی صلی اللہ تعالی

عَلَيهِ وَسَلَّمَ مَعَهُم وَهُوَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ لَا خَيرَ اِلَّا خَيرُ الاٰخِرَة

علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضور فرماتے اے اللہ بھلائی صرف آخرت کی بھلائی ہے

فَاغفِرِ الاَنصَارَ وَالمُهَاجِرَة ؏

انصار اور مہاجر سب کو بخش دے۔

مسجد پر وقف کر دیا[۱] اور یہ طے ہے کہ وصال اقدس کے وقت مسجد اقدس سو ہاتھ لمبی سو ہاتھ چوڑی تھی تو ثابت کہ اس اضافے سے پہلے چھوٹی تھی۔ واللہ تعالی اعلم۔

وھویقول: تحقیق یہ ہے کہ رجز بھی شعر کی ایک قسم ہے۔ ایک دو شعر کبھی کبھار کہہ دینے سے کوئی شاعر نہیں ہو جاتا، اس لئے یہ آیت کریمہ وماعلمنہ الشعر وماینبغی لہ اور ہم نے انہیں شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان کی شان کے لائق ہے۔ کے منافی نہیں۔ اس لئے کہ آیت کریمہ میں مراد شعر گوئی کا ملکہ ہے علم کی نسبت جب کسی فن کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد ملکہ ہوتا ہے، نفس علم نہیں۔

توضیح باب یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیۃ و یتخذ مکانھا مسجدا زمانہ جاہلیت کے مشرکین کی قبروں کو ادھیڑ کر وہاں مسجد بنائی جائے۔ اس عبارت میں ھل تحقیق کیلئے بھی قد ہے۔ جیسے آیت کریمہ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر میں۔ اس کے بعد فرمایا لقول النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لعن اللہ الیھود اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ یہود پر لعنت فرمائے جنھوں نے انبیاء کرام کی قبروں کو مسجدیں بنالیں۔ اب سوال یہ ہے کہ دعوی اور دلیل میں مناسبت کیا ہے، اس کی توجیہ یہ کی گئی ہے۔ انبیاء کرام اور جو ان کے ساتھ لاحق ہیں اصلحاء امت کی قبروں کو مسجد بنانا موجب لعنت ہے، خواہ ان کی نعش قبر میں رہنے دیں یا نکال کر پھینک دیں مگر کفار کی قبروں پر مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں جبکہ ان کی ہڈیاں نکال کر پھینک دی گئی ہوں۔ یہ دونوں احکام تو اپنی جگہ درست ہیں مگر ایک مدعی دوسری دلیل نہیں بنا لقول۔ میں لام تعلیلیہ بتاتا ہے کہ یہ علت ہے اور اس کا ماقبل اس کا مدعی ہے۔ اقول۔ اس عاجز کی سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں۔ اگر کہیں مشرکین کا فرن کی قبریں ہوں اور ضرورت اس بات کی ہو کہ وہاں مسجد بنائی جائے

؏ جلد اول۔ صلوٰۃ باب ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیہ ص ۶۱ فضائل مدینہ۔ باب حرم المدینۃ۔ ص ۲۵۱ بنیان الکعبۃ باب مقدم النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ص ۵۵۸۔ بیوع۔ باب صاحب السلعۃ احق بالسوم ص ۲۸۳۔ وصایا۔ باب وقف الارض للمسجد ص ۳۸۹۔ ایضا باب اذا قال الواقف لا نطلب ثمنہ الا الی اللہ ص ۳۸۹۔ [۱] مدارج جلد ۲ ص ۹۶

حدیث ۲۹۷ الصلوٰۃ الی البعیر

عَنْ نَافِعٍ قَالَ رَأَیْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یُصَلِّیْ اِلٰی بَعِیْرِہٖ وَقَالَ
نافع نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اونٹ کی طرف منہ کئے نماز پڑھتے دیکھا

رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُہٗ ع۵
اور انھوں نے بتایا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

تو ضروری ہے کہ قبروں کو اُدھیر کر ہڈیاں نکال کر کہیں پھینک دی جائیں تاکہ وہ جگہ قبر ہی نہ رہے۔ ایسا اس لئے کرنا ضروری ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیں۔ تو جب انبیاء کے مزارات کو مسجد بنانا موجب لعنت ہے تو مشرکین کی قبروں کو مسجد بنانا بدرجہ اولیٰ موجب لعنت ہوگا۔ اس لئے ان کی قبروں کو اُدھیڑ کر ہڈیاں باہر نکال کر پھینک دو کہ وہ قبر ہی نہ رہے کہ وہاں نماز پڑھنا قبر پر نماز پڑھنا کہلائے۔ جب قبر اُدھیڑ کر ہڈیاں پھینک دیں تو وہ عام زمین کی طرح ہوگئی وہاں نماز پڑھنا عام زمین پر نماز پڑھنے کے مثل ہوگیا۔

تشریحات ۲۹۷

بعض احادیث میں آیا ہے کہ اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو۔ اس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے اور قطعی ہے۔ امام بخاری یہ باب باندھ کر "اونٹوں کے رہنے کی جگہ نماز کا بیان" یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ ممانعت مطلقاً نہیں۔ بلکہ اس وقت ہے۔ جبکہ معلوم ہو کہ اونٹ شریر خطرناک ہے یا کچھ معلوم نہ ہو تو یہ کھٹکا رہے گا کہیں شریر نہ ہو کوئی خطرہ کر بیٹھے۔ لیکن اگر معلوم ہو کہ اونٹ سیدھا سادھا شریف ہے تو اس کے قریب نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں خواہ وہ اکیلا ہو یا کہیں باڑے میں ہو جیسا کہ حضور نے پڑھا اور حضور کی دیکھا دیکھی حضرت ابن عمر نے بھی پڑھا۔ ایک شبہ یہ ہوجاتا ہے کہ باب ہے۔ اونٹوں کے رہنے کی جگہ نماز کا بیان۔ اور حدیث میں ایک اونٹ کیطرف منہ کرکے نماز کا ذکر ہے۔ اس سے اثبات باب نہیں ہوا۔ اقول: مواضع ابل، اونٹوں کے رہنے کی جگہ نماز سے ممانعت صرف اونٹوں کے قرب کیوجہ سے ہے۔ جگہ یا زمین کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں۔ اور اس باب کی حدیث سے ثابت کہ ایک اونٹ کا قرب نماز میں مخل نہیں تو اسی پر قیاس کرکے یہ بھی ثابت کر دس بیس اونٹوں کا بھی قرب مخل نہیں۔

یہ حدیث باب الصلوٰۃ الی الراحلۃ والبعیر۔ میں تھوڑے تغیر کے ساتھ ہے۔ وہاں یہ ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی سواری کو عرض میں آڑے بٹھاتے اور اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے۔ عبیداللہ بن عمر نے نافع سے پوچھا۔ بتائیے سواریاں حرکت کرنے لگتیں تو کیا کرتے۔ نافع نے بتایا کہ پھر کجاوہ لے لیتے اور اسے سیدھا کرکے اس کی اس لکڑی کی جانب منہ کرکے نماز پڑھتے جس پر سوار ٹیک لگاتا ہے۔ اور ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

ع۵ جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی مواضع الابل ص ۶۱ – ایضاً باب الصلوٰۃ الی الراحلۃ والبعیر ص ۷۲ –

حدیث ۲۹۸ فلا تسئلونی عن شیء الا اخبرتکم

أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ
سورج ڈھل گیا تو باہر تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھی اس کے بعد

عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ أَنَّ فِيهَا أُمُورًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ
منبر پر تشریف لے گئے اور قیامت کا تذکرہ فرمایا کہ قیامت کے دن بڑے بڑے حوادث ہونگے اسکے بعد فرمایا

تشریحات ۲۹۸

اس پر امام بخاری نے کتاب الصلوۃ میں یہ باب باندھا ہے ۔ من صلی وقدامہ تنور اونار او شی یعبد فاراد بہ وجہ اللہ عز وجل ۔ جس نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ اس کے آگے تنور یا آگ یا کچھ اور ہو جس کی پوجا کی جاتی ہو مگر نمازی نے اللہ عز وجل کی عبادت کی نیت کی ـــ حسب عادت باب میں سوال کر کے چھوڑ دیا ہے۔ مراد ان کی یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں ۔ اس کے تحت جو حدیثیں لائے ہیں ان سے بھی وہ یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں ۔ پہلی حدیث تو یہی اختصار کے ساتھ ہے جو ہم نے ذکر کی ہے ۔ صرف اتنا حصہ کہ ارشاد فرمایا ۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میرے سامنے جہنم لائی گئی ۔ دوسری حدیث صلوۃ کسوف کی ہے ۔ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے ۔ جس کا ایک حصہ کتاب الایمان میں گذر چکا ہے اور پوری حدیث صلوۃ الکسوف میں آئے گی ۔ یہاں صرف بقدر ضرورت یہ حصہ ذکر فرمایا ۔ سورج میں گہن لگا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور مجھے جہنم دکھائی گئی اتنا خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا ۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت کہ نماز کی حالت میں سامنے آگ تھی اور آگ کو مجوسی پوجتے ہیں ۔ تو ثابت ہو گیا کہ نمازی کے آگے کوئی ایسی چیز ہو جس کی پرستش ہوتی ہو مگر نمازی کی نیت خالص اللہ کی عبادت کی ہو تو کوئی حرج نہیں ۔ احناف فرماتے ہیں کہ اگر نمازی کے آگے معبودان باطلہ میں سے کچھ ہوں تو نماز مکروہ ہے ۔ اگرچہ نیت خالص اللہ عز وجل کی ہو ۔ بلکہ اگر معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ معبود باطل کی نیت ہو تو نماز کی صحت تو الگ رہی سرے سے ایمان ہی رخصت ۔ اور اس کراہت کی وجہ مشرکین کے ساتھ مشابہت اور عوام کو غلط فہمی میں ڈالنا ہے ۔

اس حدیث سے امام بخاری کا استدلال تام نہیں ۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے روبرو جہنم کا پیش کیا جانا خرق عادت کے طور پر عالم غیب کی بات تھی ۔ صحابہ کرام نے کہاں دیکھا عالم غیب کے جو احوال بطور خرق عادت ظاہر ہوں ان پر عالم شہادت کے معتاد احوال کا قیاس صحیح نہیں ۔ مثلاً اسی واقعے میں لے لیجئے ، نمازی کے آگے ایسی چیز ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے جس سے دل بٹے ۔ یہ خود امام بخاری کو تسلیم ہے[1] ۔ اور یہاں جنت اور دوزخ کے سامنے آنے سے

---

[1] بخاری صلوۃ باب استقبال الرجل الرجل ص ۷۳

أَحَبَّ أَنْ يَّسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ فَلَا تَسْأَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ

کوئی کچھ پوچھنا چاہے تو پوچھے میں جب تک یہاں ہوں تم لوگ جو بھی پوچھو گے بتاؤں گا

مَادُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ وَأَكْثَرَ أَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ

یہ سن کر لوگ زار و قطار رونے لگے اور حضور بار بار فرماتے رہے مجھ سے پوچھو

فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ أَبِيْ قَالَ أَبُوْكَ حُذَافَةُ

تو عبد اللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے اور دریافت کیا میرا باپ کون ہے ارشاد فرمایا حذافہ ہے

ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَبَرَكَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ

اس کے بعد بھی بار بار فرماتے رہے مجھ سے پوچھو اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنے کے بل کھڑے

فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا فَسَكَتَ ثُمَّ

ہوئے اور عرض کیا ہم اللہ کے پروردگار ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد کے نبی ہونے پر دل و جان

قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفًا فِيْ عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ فَلَمْ أَرَ

سے راضی ہیں اب حضور نے خاموشی اختیار فرمائی اس کے بعد فرمایا ابھی اس دیوار کے

كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ

گوشے میں میرے سامنے جنت اور دوزخ پیش کی گئی میں نے (کبھی اتنا) اچھا اور برا منظر نہیں دیکھا

حضور کا دل بٹا، ایک[۱] روایت میں ہے کہ حضور آگے بڑھے کہ جنت سے ایک خوشہ لے لوں۔ پھر پیچھے ہٹے نیز جنت میں جنتیوں کو اور جہنم میں جہنمیوں کو دیکھا جہنم کی خوفناکی سے متاثر بھی ہوئے۔ اس کا بھی امکان قوی ہے کہ جنتیوں، جنت اور جہنمیوں میں سے کسی کا منہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رہا ہو۔ حالانکہ نمازی کا کسی مرد یا عورت کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے۔ تو کیا۔ ان عالم غیب کے احوال پر قیاس کر کے یہ حکم دینا درست ہوگا کہ نمازی کے آگے کچھ بھی ہو اس سے اس کا کتنا ہی دل بٹے۔ لوگ نمازی کی طرف منہ کئے ہوں نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی۔

ثانیاً حضرت انس والی حدیث میں یہ تصریح ہے فی عُرض هذا الحائط۔ جنت اور دوزخ اس دیوار کے گوشے میں دکھائی گئی۔ اس دیوار سے مراد دیوار قبلہ ہے۔ تو جب جہنم دیوار قبلہ کے ایک گوشے میں تھی اور حضور بیچ مسجد میں تو جہنم حضور کے سامنے کہاں ہوئی؟ رہ گئی حضرت ابن عباس کی حدیث۔ اس میں صرف یہ ہے۔ وارأیت النار

عہ جلد اول مواقیت باب وقت الظہر عند الزوال ص ۷۷ ایضا صلوٰۃ باب من صلی وقد امامہ تنور او نار ص ۶۲ جلد ثانی اعتصام۔ باب ما یکرہ من کثرۃ السوال ص ۱۰۸۳

۵ کتاب الکسوف باب صلوٰۃ الکسوف جماعۃ ص ۱۴۴

حدیث ۲۹۹	اجعلوا فی بیوتکم من صلوتکم

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے

وَسَلَّمَ قَالَ اِجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِّنْ صَلٰوتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا ع

فرمایا اپنے گھروں میں بھی کچھ نماز پڑھا کرو گھروں کو قبر نہ بنا لو۔

ت ۱۰۴

وَیُذْکَرُ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَرِہَ الصَّلٰوۃَ بِخَسْفِ بَابِلَ

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بابل کے کھنڈر میں نماز پڑھنی مکروہ جانا۔

مجھے جہنم دکھائی گئی۔ یہ نہیں کہ میرے سامنے لائی گئی تھی۔ ہو سکتا ہے یہاں بھی کسی گوشے ہی میں دکھائی گئی ہو۔ ثالثاً جہنم کی آگ کسی کی معبود نہیں۔ آتش پرست اپنی بھڑکائی ہوئی آگ کو پوجتے ہیں جہنم کی آگ کو نہیں۔ جہنم ما یعبد میں داخل ہی نہیں۔ اسلئے جو بعض روایات میں آیا ہے فی قبلۃ ھذ الجدار۔ اس سے بھی استدلال تام نہیں کہ اس سے استدلال میں بھی پہلا اور تیسرا سقم بہر حال باقی رہے گا۔

تشریحات ۲۹۹ اس پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے کراھیۃ الصلوۃ فی المقابر۔ قبرستان میں نماز کے مکروہ ہونے کا بیان ـــ ظاہر ہے کہ حدیث سے باب کا اثبات نہیں ہو رہا ہے۔ علامہ سفاقسی نے یہ توجیہ کی۔ یہی حدیث مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے، لاتجعلوا بیوتکم مقابر ہے۔ اس سے باب کی مطابقت ظاہر ہے۔ اس پر علامہ عینی نے بہت عمدہ بات کہی۔ کتنی عجیب بات ہے باب کا عنوان قائم کریں۔ امام بخاری اور مطابق ہو ان کے اس باب سے وہ حدیث جو کوئی اور صاحب روایت کریں۔

اقول۔ معمولی غور کے بعد مطابقت ظاہر ہے۔ اس حدیث کے اخیر کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ قبر نماز پڑھنے کی جگہ نہیں۔ اور مقبرہ اسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں قبریں ہوتی ہیں، اس لئے مقبرے میں نماز مکروہ ہوئی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ ثابت یہ ہوا کہ قبرستان میں جہاں قبریں ہوں وہاں ممنوع ہے۔ اور جہاں قبریں نہیں وہاں ممنوع نہیں۔ یہ مطابقت میں حارج نہیں۔

تشریحات ۱۰۴ اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ عبد اللہ بن ابی المحلی العامری نے کہا ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ اور بابل کے کھنڈرات پر گذرے تو انھوں نے وہاں نماز نہیں پڑھی، اس سے گذرنے کے بعد پڑھی۔ اسی کے ہم معنی ابو داؤد میں بھی ہے کہ حضرت علی سیر کرتے ہوئے بابل پر گذرے تو مؤذن نے عصر کی اذان کہی۔ جب اس سے گذر گئے تو مؤذن کو حکم دیا اس نے اقامت کہی۔ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا مجھے میرے حبیب نے مقبرے میں نماز پڑھنے سے اور سرزمین بابل پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ اس لئے کہ یہ زمین ملعون لعنت زدہ ہے۔

ع عمدہ جلد اول صلوۃ [illegible] المقابر ص ۶۲

لاتدخلوا علی ہولاء المعذبین الا ان تکونوا باکین

حدیث ۳۰۰

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَدْخُلُوْا عَلٰی ہٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِیْنَ اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا

نے فرمایا ان لوگوں پر جن پر عذاب ہوا ہے مت داخل ہو مگر یہ کہ

بَاکِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَیْہِمْ لَایُصِیْبُکُمْ مَا اَصَابَہُمْ

روتے ہوئے اور اگر روتے نہ ہو تو مت داخل ہو کہیں تمھیں بھی وہی مصیبت نہ آئے جو ان پر آئی۔

۱۰۵ ت

قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّا لَانَدْخُلُ کَنَائِسَکُمْ مِنْ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم تمھارے گرجاؤں میں نہیں جاتے ان مجسموں

اَجْلِ التَّمَاثِیْلِ الَّتِیْ فِیْہَا الصُّوَرُ۔

کی وجہ سے جو ان میں ہیں۔

اس حدیث کی سند پر محدثین نے کئی طرح کلام کیا ہے، اور یہ حدیث صحیح کے معارض ہے کہ فرمایا جعلت لی الارض مسجدًا۔ اسی لئے خطابی نے کہا کہ علماء میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے بابل میں نماز کو حرام بتایا ہو۔ اقول ابھی حدیث آرہی ہے کہ جس جگہ عذاب ہوا ہے وہاں جانے سے منع فرمایا۔ جب جانا منع ہے تو نماز بدرجہ اولیٰ منع ہونی چاہئے۔

بابل بابل عراق میں ایک بستی کا نام ہے جہاں کا جادو اور شراب مشہور ہے۔ کبھی پورے عراق کو بابل کہدیتے ہیں۔ اسے نمرود نے بسایا تھا۔ اس نے یہاں ایک محل بنایا تھا جو پانچ ہزار ہاتھ اونچا تھا۔ اس نے یہ محل اسلئے بنوایا تھا کہ آسمان پر جاکر آسمان والوں سے لڑکر آسمان کی بھی حکومت حاصل کرلے۔ اللہ عزوجل نے یہ محل ڈھا دیا۔ اسی کا تذکرہ اس آیت کریمہ میں ہے

فَاَتَی اللّٰہُ بُنْیَانَہُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ۔ سورۂ نحل (۲۶) تو اللہ نے انکی عمارت کو بنیاد سے ڈھا دیا۔

یہاں کے باشندوں کی زبان سریانی تھی مگر ایک رات سوئے تو قدرت خداوندی سے یہ لوگ بہتر قسم کی زبانیں بولنے لگے۔ ہر شخص اپنی زبان میں بل بل کرتا۔ اسلئے اس کا نام بابل پڑگیا۔ بلبلانے والے لہ

تشریحات ۳۰۰ ہولاء المعذبین سے قوم ثمود کی بستی حجر کی طرف اشارہ ہے۔ جیساکہ مغازی اور تفسیر کی روایت میں تصریح ہے اس حدیث میں اگرچہ ایسی جگہ نماز پڑھنے سے بصراحت ممانعت نہیں مگر سیاق حدیث بتاتا ہے کہ ایسی جگہ جانا ممنوع ہے۔ مگر بطاری ہونا شاذ و نادر ہی ہے۔ شاذ و نادر پر احکام کی بنیاد نہیں ہوتی اور جب جانا ممنوع اور نماز

عہ اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی مواضع الخسف والعذاب ص ۶۲ جلد ثانی مغازی باب نزول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحجر ص ۶۳۸ تفسیر سورہ حجر باب قولہ ولقد کذب اصحاب الحجر المرسلین ص ۶۸۳ لہ عینی جلد رابع صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی مواضع الخسف والعذاب ص ۱۸۹

ت ۱۰۶	كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا يُصَلِّي فِي الْبِيعَةِ إِلَّا بِيعَةً فِيهَا تَمَاثِيلُ.
	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرجا میں نماز پڑھتے تھے مگر اس گرجا میں نہیں پڑھتے تھے جس میں مجسمے ہوتے

حدیث ۳۰۱	لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد
	أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمْ قَالَا لَمَّا نُزِلَ بِرَسُولِ اللّٰهِ
	ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ
	پر مرض (وصال) کی شدت ہوئی تو بار بار اپنی چادر اپنے چہرے پر ڈالتے جب دم گھٹنے لگتا تو
	بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَىٰ
	چہرے سے ہٹادیتے اسی حالت میں فرمایا یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو انھوں نے
	اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا. ع۵
	اپنے انبیا کی قبروں کو مسجدیں بنالیں۔ یہود و نصاریٰ نے جو کیا تھا اس سے لوگوں کو ڈرا رہے تھے۔

حدیث ۳۰۲	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جانے کی ذرع ہے تو یہ بھی ممنوع ہے۔

تشریحات (۱۰۵)(۱۰۶) اثر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام عبدالرزاق نے موصولاً روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابن عباس کے اثر کو بغوی نے جعدیات میں اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں کفار کے معابد میں مطلقاً جانا ممنوع ہے اولاً ان کے معابد بتوں مجسموں تصویروں سے خالی نہیں ہوتے۔ ثانیاً وہ محل لعنت ہیں۔ ثالثاً عوام الناس کو بدگمانی میں مبتلا کرنا ہے۔ ہاں سلطان اسلام بضرورت جاسکتا ہے، جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس فتح کرنے کے بعد اسکے گرجا میں گئے مگر نماز باہر آکر پڑھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو منقول ہے اسمیں بیعۃ سے مراد پادریوں کی رہائشگاہ ہے عبادت خانہ نہیں اسلئے کہ ہر گرجا میں حضرت عیسیٰ و حضرت مریم کی فرضی تصویر ہوتی ہے۔

تشریحات (۳۰۱)(۳۰۲) یہود و نصاریٰ کو اپنے انبیاء کرام کے ساتھ جو محبت و عقیدت تھی۔ صحابہ کرام اور اس امت کو، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اس لئے یہ خطرہ تھا کہ میری امت بھی مزار پاک کو مسجد بناکر اس کی پرستش کرنے لگے۔ اسی لئے دنیا سے جاتے جاتے اس اذیت ناک

ع۵ اول صلوٰۃ باب ص ۶۲ الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل ص ۴۹۱ جلد دوم مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۶۳۹ دو طریقے سے لباس۔ باب الاکسیۃ والخمائص ص ۸۶۵

تعالٰی علیہ وسلم قال قاتل اللہ الیھود اتخذوا قبور انبیائھم مساجد ع۵

نے فرمایا یہود کو اللہ مار ڈالے انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیں۔

حدیث ۳۰۳ یوم الوشاح من تعاجیب ربنا

عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا اَنَّ ولیدۃ کانت سوداء لحیّ مّن

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ ایک حبشیہ لونڈی عرب کے ایک قبیلے

العرب فاعتقوھا فکانت معھم قالت فخرجت صبیّۃ لھم علیھا وشاح

کی تھی ان لوگوں نے اسے آزاد کردیا پھر بھی وہ انھیں کے ساتھ رہی ان کی ایک لڑکی نکلی

احمر من سیور قالت فوضعتہ او وقع منھا فمرّت بہ حدیّاۃ وّھو

سرخ رنگ کا جڑاؤ حمائل پہنے ہوئے تھی اب یا تو لڑکی نے کہیں رکھدیا یا گر پڑا کہ ایک چیل گذری وہ

ملقی فحسبتہ لحما فخطفتہ قالت فالتمسوہ فلم یجدوہ ، قالت ، فاتھمونی

پڑا ہوا تھا چیل نے اسے گوشت جانا اور اسے اچک لیا قبیلے والوں نے ہار تلاش کیا مگر انھیں نہیں ملا۔ اس لونڈی

بہ قالت فطفقوا یفتشوننی حتی فتشوا قبلھا قالت ، واللہ انی لقائمۃ مّعھم

نے بتایا پھر اسکے چرانے کا مجھ پر الزام لگایا اور میری تلاشی لینے لگے حتی کہ اس کی شرمگاہ کی بھی تلاشی لی لونڈی

اذ مرّت الحدیاۃ فالقتہ قالت فوقع بینھم قالت فقلت ھذا الذی اتھمتمونی

نے بتایا بخدا میں انکے ساتھ کھڑی تھی کہ وہ چیل گذری اور ہار کو پھینک دیا۔ انکے درمیان وہ ہار گرا۔ میں نے کہا۔ یہی ہے وہ جسکے

حال میں بھی اس فعل شنیع سے روکا۔ اس کا نتیجہ بھی خاطر خواہ نکلا، آج چودہ سو برس ہورہے ہیں مگر مزار اقدس ہی ہے مسجد نہوا

تشریحات ۳۰۳

ولیدہ - ولید، اس بچے اور بچی کو کہتے ہیں جو ابھی پیدا ہوئے ہیں۔ عرف میں چھوٹے بچے کو بھی کہتے ہیں نیز لونڈی اور غلام کو بھی اگرچہ معمر ہوں۔ وشاح۔ اس حمائل کو کہتے ہیں جو مرصع اور جڑاؤ ہو۔ اگر مرصع نہ ہو تو وشاح نہیں کہلائیگا۔ کمربند کے بھی معنی میں آتا ہے۔ ثابت نے دلائل میں یہ اضافہ کیا، کہ یہ لڑکی دلہن تھی۔ غسلخانے میں نہانے گئی اور اسے اتار کر رکھدیا۔ اس تقدیر پر اب وشاح کے دونوں معانی درست ہو سکتے ہیں۔ حمائل اور کمربند۔ جب ان بیوی کا مسجد ہی میں خیمہ یا حجرہ تھا تو یہ مسجد ہی میں سوتی بھی تھیں۔ تو حدیث سے ثابت ہوگیا کہ عورت کا مسجد میں سونا جائز ہے مگر یہ قید ضروری ہے جبکہ وہ بے ٹھکانہ مسافر ہو اور حیض ونفاس کی حالت میں نہ ہو۔

ع۵ اول صلوۃ ص ۶۲

بِهٖ زَعَمْتُمْ وَاَنَا مِنْهُ بَرِيْئَةٌ وَهُوَ ذَا هُوَ قَالَتْ فَجَاءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

چرانے کا تم لوگوں نے مجھپر الزام لگایا تھا حالانکہ میں اس سے بری ہوں وہ یہ ہے۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ لَهَا خِبَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور مشرف باسلام ہوگئیں۔ حضرت عائشہ نے کہا اس لونڈی

اَوْ حِفْشٌ قَالَتْ فَكَانَتْ تَاْتِيْنِيْ فَتَحَدَّثُ عِنْدِيْ قَالَتْ فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِيْ

کا مسجد میں ایک خیمہ یا چھوٹا سا حجرہ تھا۔ وہ میرے پاس آیا کرتی تھی اور میرے پاس باتیں کرتی

مَجْلِسًا اِلَّا قَالَتْ — وَيَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيْبِ رَبِّنَا اَلَا اِنَّهٗ مِنْ

جب کبھی آکر بیٹھتی تو یہ ضرور کہتی۔ اور حمائل کا دن میرے پروردگار کے عجائب میں سے ہے سنو

بَلْدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِيْ - قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا مَا شَاْنُكِ لَا تَقْعُدِيْنَ

اسی دن نے کفر کی بستی سے مجھے نجات دی۔ حضرت ام المومنین نے اس سے پوچھا کیا بات ہر تم

مَعِيَ مَقْعَدًا اِلَّا قُلْتِ هٰذَا قَالَتْ فَحَدَّثَتْنِيْ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ع‍ه

جب بھی آکر بیٹھتی ہو تو یہ ضرور پڑھتی ہو اس پر اس نے یہ واقعہ بیان کیا۔

۱۰۷	عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمَ رَهْطٌ مِّنْ عُكْلٍ
ت	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "عکل" کے کچھ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ
	عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوْا فِي الصُّفَّةِ -
	علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ صفہ میں رہتے تھے۔
۱۰۸	وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ كَانَ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءَ
ت	اور عبد الرحمن بن ابو بکر نے کہا۔ اصحاب صفہ محتاج تھے۔

تشریحات (۱۰۷) (۱۰۸)

یہاں باب کا عنوان ہے۔ مرد کا مسجد میں سونا۔ ان دونوں تعلیقوں سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کوئی مرد یا چند مرد محتاج ہوں جن کے گھر بار نہ ہوں وہ مسجد میں سو سکتے ہیں پہلا اثر حدیث طویل کا حصہ ہے جو کتاب الطہارت میں گذر چکی ہے۔ یہاں جتنا مذکور ہے وہ محاربین کی روایت کا جز ہے، دوسرا اثر بھی ایک حدیث کا جز ہے جو آگے آئے گی۔ مسجد نبوی میں ایک طرف ایک چبوترہ تھا اس پر چھپر پڑی تھی اس کو صفہ کہتے تھے وہ مہاجرین جن کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوتا یہیں رہتے تھے۔

عہ اول صلوٰۃ باب نوم المرأۃ فی المسجد ص ۶۳ -

ان ابن عمر ینام فی المسجد	حدیث ۳۰۴

اَخْبَرَنِی عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّہٗ کَانَ یَنَامُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ وہ جوان غیر شادی شدہ تھے۔

وَھُوَ شَابٌّ اَعْزَبُ لَا اَھْلَ لَہٗ فِی مَسْجِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد میں سوتے تھے۔

اور

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ	حدیث ۳۰۵ قم یا ابا تراب
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا	

جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْتَ فَاطِمَۃَ فَلَمْ یَجِدْ عَلِیًّا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے اور حضرت علی

فِی الْبَیْتِ فَقَالَ اَیْنَ ابْنُ عَمِّکِ قَالَتْ کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ شَیْءٌ فَغَاضَبَنِیْ

کو گھر موجود نہیں پایا تو حضرت فاطمہ سے پوچھا تمہارے چچا کا فرزند کہاں ہے، انھوں نے عرض کیا

فَخَرَجَ فَلَمْ یَقِلْ عِنْدِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میرے اور ان کے درمیان کچھ بات ہوگئی جس پر وہ خفا ہو کر باہر چلے گئے، اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا

لِاِنْسَانٍ اُنْظُرْ اَیْنَ ھُوَ فَجَاءَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھُوَ فِی الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ فَجَاءَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا دیکھو وہ کہاں ہیں وہ صاحب آئے اور بتایا کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَاءُہٗ

یا رسول اللہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لائے وہ

تشریحات	تکمیل
۳۰۴	۳۰۶
۳۰۵	

مناقب علی میں یہ زائد ہے ایک صاحب حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ شکایت کی کہ مدینے کا موجودہ حاکم حضرت علی کو برسر منبر برا کہتا ہے حضرت سہل نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ ان کو ابو تراب کہتا ہے۔ اس پر حضرت سہل ہنسے اور فرمایا۔ یہ نام تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رکھا ہوا ہے اور حضرت علی کو اس سے زیادہ کوئی نام پسند نہ تھا اس نے حضرت سہل سے اس سلسلے کی حدیث سننے کی خواہش کی تو انھوں نے مذکورہ بالا حدیث بیان فرمائی۔

عمدۃ اول۔ صلوٰۃ نوم الرجل فی المسجد ص ۶۳۔

عَنْ شِقِّهٖ وَاَصَابَهٗ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُهٗ

لیٹے ہوئے تھے، انکی چادر ان کے پہلو سے گر پڑی تھی اور انھیں دھول لگ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان کے

عَنْهُ وَیَقُوْلُ قُمْ اَبَا تُرَابٍ قُمْ اَبَا تُرَابٍ عہ

جسم سے دھول پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے اٹھو اے ابو تراب اٹھو اے ابو تراب (مٹی والے)

۳۰۶ حدیث اصحاب الصفة

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَقَدْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے بتایا میں نے ستر اصحاب صفہ

رَاَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَیْهِ رِدَاءٌ اِمَّا اِزَارٌ

کو دیکھا۔ ان میں ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جس کے پاس چادر ہو۔ یا صرف تہبند تھا یا صرف کمبل جسے وہ

وَاِمَّا کِسَاءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ وَمِنْهَا مَا

اپنی گردنوں میں باندھے رہتے کسی کے آدھی پنڈلی تک پہنچتا کسی کے ٹخنوں تک اسے

یَبْلُغُ الْکَعْبَیْنِ فَیَجْمَعُهٗ بِیَدِهٖ کَرَاهِیَةَ اَنْ تُرٰی عَوْرَتُهٗ عہ

اپنے ہاتھ سے جمع رکھتا اس ڈر سے کہ اس کی شرمگاہ نہ دکھائی دے۔

ان تینوں حدیثوں سے ثابت کہ مردوں کو بھی مسجد میں سونا مطلقاً جائز ہے۔ عام اس سے کہ وہ معتکف ہوں یا نہ ہوں مسافر ہوں یا نہ ہوں محتاج ہوں یا نہ ہوں۔ مگر بنظر دقیق ایسا نہیں۔ اصحاب صفہ کی تنگدستی ظاہر ہے۔ رہ گئے حضرت ابن عمر تو یہ ابتداء کی بات ہے اور اس کا بھی امکان ہے کہ وہ اعتکاف کرلیتے ہوں۔ اور یہی توجیہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں بھی ہے کہ انھوں نے اعتکاف کی نیت کرلی ہوگی۔ حکم یہی ہے کہ معتکف اور مسافر کے علاوہ کسی کو مسجد میں سونا جائز نہیں۔

این ابن عمک:۔ یہ عرب کے عرف کے لحاظ سے فرمایا کہ ددھیمر میں سے ہر ایک کو ابن عم کہتے ہیں، ورنہ رشتہ کے لحاظ سے یہ صحیح نہیں۔ حضور نے حضرت علی کے غائب ہونے سے اندازہ کرلیا تھا کہ کچھ شکر رنجی ہوگئی ہے اسلئے پیار دلانے کیلئے ابن عمک فرمایا۔

قم یا اباتراب:۔ اس سے معلوم ہوا کہ کنیت کیلئے اولاد کیطرف نسبت ضروری نہیں۔ غیر اولاد کیطرف بھی نسبت کرکے کنیت رکھی جا سکتی ہے جیسے ابو جہل ابو لہب وغیرہ۔ اس حدیث سے ظاہر ہوگیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو حضرت علی کیسا کتنی محبت تھی۔ اس سے ان کا فضل وکمال ظاہر ہوا۔

عہ اول صلوۃ باب نوم الرجال فی المسجد ص ۶۳ مناقب علی ص ۵۲۵ جلد ثانی الاستیذان باب القائلة فی المسجد ص ۹۲۹

عہ جلد اول صلوۃ باب نوم الرجل فی المسجد ص ۶۳

ت ۱۰۹ وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ

جب کسی سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اس میں نماز پڑھتے۔

حدیث ۳۰۷ صلی رکعتین قبل ان یجلس

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، قَالَ مِسْعَرٌ اُرَاهُ قَالَ ضُحًى فَقَالَ صَلِّ

حاضر ہوا حضور مسجد میں تھے مسعر نے کہا میں گمان کرتا ہوں کہ چاشت کے وقت تو

رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لِيْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ ع٥

حضور نے فرمایا بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے اور حضور کے ذمے میرے کچھ پیسے تھے انکو ادا فرمایا اور کچھ زیادہ دیا۔

سبعین :- یہ ستر ان ستر حضرات کے علاوہ ہیں جنھیں سریہ "بیر معونہ" کے موقع پر تبلیغ کیلئے بھیجا تھا جو سب کے سب شہید ہوگئے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ کے مشرف باسلام ہونے سے پہلے کا قصہ ہے

تشریح ۱۰۹ یہ اثر ایک طویل حدیث کا جزء ہے جو مغازی غزوہ تبوک اور کتاب التفسیر وغیرہ میں مذکور ہے۔

تشریحات ۳۰۷ تکمیل پورا واقعہ یہ ہے کہ ایک غزوہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کیساتھ گئے تھے۔ انکا اونٹ کمزور اور سست رفتار تھا۔ حضور نے اسے ایک گھونسہ مارا جس سے تیز رو ہوگیا۔ پھر حضور نے فرمایا، اے جابر اسے اس شرط پر بیچو گے کہ مدینہ تک سوار ہو کر جاؤ۔ میں نے فروخت کر دیا۔ جب مدینہ طیبہ واپس ہو تو اونٹ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور نے اونٹ کی قیمت بھی دی اور اونٹ بھی دیدیا اور مال غنیمت کا حصہ بھی دیا۔ قیمت بھی زیادہ دی۔ اس میں سے کچھ نقد میرے پاس تھا۔ یہاں تک کہ یوم حرہ کے موقع پر اہل شام اسے لوٹ لے گئے۔ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں پیش آیا تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضور نے حضرت جابر سے دریافت فرمایا، گھر لوٹنے کی جلدی کیا ہے تو انھوں نے بتایا کہ میں نے شادی کرلی ہے۔ دریافت فرمایا، کنواری سے کہ شادی شدہ سے۔ عرض کیا شادی شدہ سے۔ فرمایا کنواری سے کیوں نہیں کیا، تم اسکے

ع٥ جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ اذا قدم من سفر ص ۶۳ کتاب الاستقراض - باب من اشتری بالدین ص ۳۲۱ - ایضا باب حسن القضاء ص ۳۵۵ باب الشفاعۃ فی وضع الدین ص ۳۴۴ ھبۃ باب الھبۃ المقبوضۃ وغیر المقبوضۃ ص ۳۵۵ وطریقیہ۔ الشروط۔ باب اذا اشترط البائع ظہر الدابۃ الی مکان ص ۳۷۵ - الجہاد باب من ضرب دابۃ غیرہ ص ۴۸۱ باب استیذان الرجل الامام ص ۴۱۶ باب من غزا وھو حدیث عہد بعرس ص ۴۱۶ باب الصلوٰۃ اذا قدم من سفر ص ۴۳۴ جلد ثانی باب الثیب ص ۷۶۰ وطریقہ عہ باب طلب الولد ص ۷۹۰ تین طریقے نفقات باب عون المرأۃ زوجھا فی ولدہ ص ۸۰۸ دعوات باب الدعاء

حدیث ۳۰۸

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ السَّلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو قتادہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ

علیہ وسلم نے فرمایا جب مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لیا کرو۔

ت ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲

وَاَمَرَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ اَکِنَّ

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد مبارک کی تعمیر کا حکم دیا اور فرمایا

ساتھ کھیلتے وہ تمہارے ساتھ کھیلتی۔ تم اس سے ہنسی مذاق کرتے وہ تم سے ہنسی مذاق کرتی۔ عرض کیا۔ میرے باپ نے سات یا نو لڑکیاں چھوڑی ہیں، مجھے یہ پسند نہ ہوا کہ انھیں جیسی کوئی لڑکی لاؤں اس لئے میں نے ایسی عورت سے شادی کی ہے جو ان کی دیکھ بھال اور تربیت کرے۔ فرمایا اللہ عزوجل تمہیں برکت دے۔ جب سفر سے آؤ تو اچانک گھر نہ جاؤ اتنا موقع دو کہ جس کا شوہر غائب ہے وہ استرہ استعمال کرے اور بال کو کنگھا کرے۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل متخرج ہوئے (۱) سفر سے آنے کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھے (۲) مسجد میں جاؤ تو پہلے نماز پڑھو پھر بیٹھو (۳) بہتر ہے کہ کنواری عورت سے شادی کی جائے مگر کسی ضرورت اور مصلحت کی بنا پر ثیب سے بھی نکاح بہتر ہے۔ (۴) شادی کرنے والوں کو دعا دینا سنت ہے۔ کم از کم اتنا ضرور کہدے بارک اللہ علیک (۵) سفر سے گھر آئے تو پہلے اطلاع دیدے تاکہ گھر والی اپنے آپ کو درست کرے۔

تشریحات ۳۰۸ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکا نام حارث بن ربعی ہے۔ یہ فارس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مشہور ہیں۔ عبد الرحمٰن فزاری کے قاتل یہی ہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے بارے میں فرمایا۔ خیر فرساننا ابو قتادۃ مدینہ طیبہ ہی میں وصال فرمایا۔ سنہ وصال ۵۴ھ ہے انسے ایک سو ستر حدیثیں مروی ہیں۔ بخاری میں تیرہ ہیں اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص مسجد میں جائے وہ کم از کم دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے، اور یہ مستحب ہے اسلئے کہ کبار صحابہ مسجد میں جاتے مگر یہ نماز نہیں پڑھتے تھے اگر واجب ہوتی تو صحابہ ترک نہ فرماتے۔ علاوہ ازیں ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھ رہا ہے تو فرمایا بیٹھ جا تو نے ایذا پہنچائی۔ اسے تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ قبل ان یجلس سے کچھ لوگوں نے استدلال کیا کہ بیٹھنے کے بعد تحیۃ المسجد کا وقت جاتا رہا۔ مگر ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور نے ان سے فرمایا، دو رکعتیں پڑھ لیں، عرض کیا، نہیں۔ فرمایا اٹھو اور انھیں پڑھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑی دیر بیٹھنا مخل نہیں جبکہ کوئی فعل منافی صلوٰۃ نہ کرے۔

تشریحات ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں مرفوعاً روایت کیا ہے۔ مسجد کے آباد رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اسمیں نمازیں پڑھی جائیں اللہ عزوجل کا ذکر کیا

عہ جلد اول صلوٰۃ۔ باب اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین ص ۶۳ تہجد باب ما جاء فی التطوع مثنیٰ مثنیٰ ص ۱۵۶

النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ وَإِيَّاكَ أَنْ تُحَمِّرَ أَوْ تُصَفِّرَ فَتَفْتِنَ النَّاسَ - قَالَ أَنَسٌ

میں بارش سے لوگوں کو بچانا چاہتا ہوں اور سرخ اور زرد رنگنے سے بچو! اس سے لوگ فتنے میں پڑ جائیں گے

يَتَبَاهَوْنَ بِهَا ثُمَّ لَا يَعْمُرُوْنَهَا إِلَّا قَلِيْلًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا

حضرت انس نے فرمایا۔ مسجد کی عمدہ عمارت پر فخر کریں گے اور اسے آباد نہیں رکھیں گے مگر تھوڑے لوگ۔ حضرت ابن

كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى -

عباس نے تشیید المساجد کی تفسیر میں فرمایا اسے سنوارو، جیسے یہود و نصاریٰ نے سنوارا۔

حدیث بناء المسجد النبوی ٣٠٩

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ

عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد اقدس

مراد یہ ہے کہ مسجدوں کی عمارتیں بہت عالیشان ہوں گی خوبصورت ہوں گی مگر نمازی اور ذاکر تھوڑے ہوں گے۔ اسی کو ایک حدیث میں فرمایا مساجدھم عامرۃ ظاھرھا باطنھا خراب۔ ان کا ظاہر بہت شاندار اور اندر ویران ہوگا۔

حضرت ابن عباس کا اثر ابوداؤد میں یوں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما امرت بتشیید المساجد قال ابن عباس لتزخرفنھا کما زخرفت الیھود والنصاری مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا ہے کہ مسجدوں کو اونچی بناؤں اور انھیں پختہ کراؤں۔ ابن عباس نے اس کی شرح میں فرمایا یعنی مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا کہ جیسے گرجاؤں کو یہود و نصاریٰ نے سنوارا ہے ویسے میں مسجدوں کو سنواروں حتی کہ ایک حدیث میں فرمایا کہ مسجدیں منڈی بناؤ یعنی مینار اور کنگرہ نہ بناؤ یہ حکم اس عہد مبارک کیلئے تھا جبکہ محض کسی جگہ کا مسجد ہونا اس کی تعظیم و تکریم کے لئے کافی تھا مگر اب مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جبکہ عوام اپنے گھروں کو بہت عالیشان بناتے ہیں اگر مسجدیں عالیشان نہ بنائی جائیں تو انکی عظمت دلوں میں نہ ہوگی نیز غیر ہنسیں گے۔ اسلئے اب وسعت کے مطابق مساجد بھی جتنی عظیم الشان ہو سکیں بنوائی جائیں۔ فقہاء نے فرمایا کہ کم من احکام تختلف باختلاف الزمان والمکان۔ بہت سے احکام وقت اور جگہ کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں، انھیں میں ایک یہ مسئلہ بھی ہے۔

تشریحات ٣٠٩ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک مسجد اقدس اسی حالت میں رہی جو عہد نبوی میں تھی جب عہد فاروقی میں تنگی ہوگئی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لمبائی اور چوڑائی میں بھی اضافہ کیا، ستون کھوکھلے ہوگئے تھے تو انھیں بدل دیئے۔ مگر طرز تعمیر وہی رہی۔ وہی کچی اینٹوں کی دیواریں کھجور کی ٹہنیوں کی چھت، مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اضافہ بھی کافی فرمایا اور طرز تعمیر بھی بدل دیا۔ دیواریں منقش پتھر اور چونے سے بنوائیں، منقش پتھر کے ستون لگوائے، ساکھو کی لکڑی کی چھت ڈلوائی، مگر اس سے زائد زیب وزینت آرائش

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيدُ وَعُمُدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ فَلَمْ

کچی اینٹ کی بنی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخ کی تھی اور اس کے ستون کھجور کی لکڑیوں کے تھے

يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بُنْيَانِهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ

اس میں ابو بکر نے کچھ اضافہ نہیں کیا اور عمر نے زیادہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جیسے

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ وَأَعَادَ عُمُدَهُ خَشَبًا

بنی تھی ویسے ہی کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے بنائی اور اس کے کھمبوں کو بدل دیا

ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةً كَثِيرَةً وَبَنَى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ

پھر عثمان نے اس میں بہت زیادہ بدلا۔ اور بہت زیادہ بڑھایا اس کی دیواریں منقش پتھر اور گچ سے

وَالْقَصَّةِ وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوشَةٍ وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ ؏

بنوائیں اور منقش پتھر کے ستون لگائے اور ساکھو کی چھت ڈالی۔

حدیث ۳۱۰ ويح عمار تقتله الفئة الباغية

عَنْ عِكْرِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ

عکرمہ نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے فرمایا اور اپنے بیٹے علی سے

نہیں کی۔ سب سے پہلے ولید بن عبد الملک نے مسجد اقدس کو کافی بڑھائی بھی اور زمانے کے لحاظ سے بہت خوبصورت اور عالیشان بنوایا۔ چار مینارے بھی بنوائے۔ مگر پوری امت خاموش رہی۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ناپسند سب نے کیا مگر فتنے کے اندیشے سے خاموش رہے۔ لیکن یہ بات نہیں۔ ناپسند فرماتے تو یہ لوگ چپ رہنے والے نہیں تھے۔ پھر یہ تعمیر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اہتمام ہوئی تھی۔ بات وہی ہے جو ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ صحابہ کرام کا اخیر دور تھا تابعین کا دور شروع ہو چکا تھا۔ لوگوں نے اپنے رہائشی مکانات بہت شاندار بنوائے تھے۔ تو اب ضروری ہوا کہ مسجدیں بھی عالیشان بنوائی جائیں تاکہ عوام کی نظر میں ان کی تحقیر نہ ہو۔

تشریحات (۳۱۰)

عکرمہ مشہور ائمہ تابعین میں سے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص تلامذہ میں ہیں۔ یہ ان کے غلام تھے جنھیں بعد میں آزاد کر دیا تھا۔ ان کی اصل بربر سے تھی۔ مکہ کے فقہا میں سے ہیں۔ یہ اس درجہ کے عالم تھے کہ کسی نے حضرت سعید بن جبیر سے پوچھا کہ آپ سے بھی بڑا کوئی عالم ہے۔ فرمایا۔ ہاں عکرمہ۔ اسی سال کی عمر پاکر ۱۰۵ھ میں واصل بحق ہوئے۔

علی بن عبد اللہ بن عباس ابو السلاطین، یہ مشہور زمانہ خونخوار درندے، سفاح کے دادا ہیں۔ جس دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے، اسی دن پیدا ہوئے۔ اسی تقریب سے ان کا نام علی رکھا گیا۔ بڑے عابد زاہد شب زندہ دار تھے۔

؏ جلد اول صلوۃ باب بنیان المسجد ص ۶۴

انطلقا الی ابی سعید فاسمعا من حدیثه فانطلقنا فاذا ھو فی حائط

تم دونوں ابو سعید خدری کے یہاں چلو ان کی حدیث سنو تو دونوں چلے وہ اپنے باغ میں ملے

یصلحه فاخذ رداءه فاحتبی ثم انشا یحدثنا حتی اتی علی ذکر بناء

جس میں کام کر رہے تھے انھوں نے اپنی چادر لی اور جبوہ مار کر بیٹھ گئے پھر حدیث بیان کرنے لگے جب

المسجد فقال کنا نحمل لبنة لبنة وعمار لبنتین لبنتین فراٰه النبی

مسجد اقدس بنانے کی بات آئی تو فرمایا ہم لوگ ایک ایک اینٹ ڈھوتے تھے اور عمار دو دو انھیں نبی

صلی اللہ تعالی علیه وسلم فجعل ینفض التراب عنه ویقول ویح

صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دیکھ لیا تو ان کے جسم سے غبار صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے عمار پر افسوس ہے

عمار تقتله الفئة الباغیة یدعوھم الی الجنة ویدعونه الی النار

اسے باغی جماعت شہید کرے گی یہ انھیں جنت کی طرف بلاتا ہوگا اور وہ لوگ اسے جہنم کی طرف

قال یقول عمار اعوذ باللہ من الفتن عہ

بلاتے ہوں گے۔ عمار یہ دعا مانگا کرتے میں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

ان کا ایک باغ تھا جس میں زیتون کے پانچ سو درخت تھے۔ ہر درخت کے پاس دو رکعت نماز روزانہ پڑھتے تھے۔ اس طرح ایک ہزار رکعت روز پڑھتے تھے۔ اسی لیے ان کو سجاد بھی کہا جاتا تھا۔ اٹھہتر یا اناسی سال کی عمر میں ۱۱۰ھ لغایت ۱۲۰ھ میں دار فانی سے کوچ فرمایا۔

تقتله الفئة الباغیة اسی ارشاد کی وجہ سے حضرت عمار کی ذات مصیب و مخطی کے مابین معیار جلی بن گئی۔ جنگ صفین میں حضرت شیر خدا کی فوج میں تھے۔ انھیں شامیوں نے شہید کیا۔ حضرت علی نے ان کے شہید ہوتے ہی اعلان فرما دیا، صواب و خطا کا من جانب اللہ فیصلہ ہو چکا مگر شامی افواج کے کمانڈر انچیف نے تلوار نیام میں نہیں کی۔ حضرت عمار کی شہادت کے بعد حضرت علی کے مخالفین کا شک دور ہو گیا حتی کہ حضرت عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ سے کہا کہ معاویہ اب فیصلہ ہو گیا۔ تمہارے آدمیوں نے عمار کو شہید کیا ہے، یہ دلیل ہے کہ تم باغی ہو۔ مگر حضرت معاویہ نے یہ کہکر بات بدل دی کہ ان کا قاتل وہ ہے جو انھیں میدان جنگ میں لایا تھا۔ فسبحان الملک الصمد الذی غنی عن العلمین۔

مسائل (۱) مسجد کی تعمیر میں خود کام کرنا یا کسی قسم کا تعاون کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ (۲) ہر صاحب علم سے علم طلب کرنا چاہیے اگرچہ طالب علم ہو (۳) اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا سنت ہے اور اس میں تکبر اور نخوت کا ازالہ بھی ہے (۴) جب کوئی علم طلب کرنے آئے تو شیخ کو چاہیے کہ پوری توجہ و انہماک سے پڑھائے اسے بتائے (۵) اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا یہ بھی معلوم تھا کہ کون کب اور کہاں اور کیسے مریگا۔

عہ [illegible] باب التعاون فی بناء المسجد ص ۶۴ جہاد باب مسح الغبار عن الراس فی سبیل اللہ ص ۳۹۴

حدیث ۳۱۱ من بنی للّٰہ مسجداً

اَنَّہٗ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِیْہِ

انھوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا اسوقت جبکہ مسجد نبوی کی تعمیر کے

حِیْنَ بَنٰی مَسْجِدَ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ اَکْثَرْتُمْ وَاِنِّی

وقت لوگ انھیں جو جی میں آتا تھا کہہ رہے تھے۔ تم لوگ بہت کچھ کہہ چکے اور میں نے

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے جو شخص مسجد بنوائے اور اس سے صرف

قَالَ بُکَیْرٌ حَسِبْتُ اَنَّہٗ قَالَ یَبْتَغِیْ بِہٖ وَجْہَ اللّٰہِ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ مِثْلَہٗ فِی الْجَنَّۃِ[ع]

اللہ کی رضا مقصود ہو تو اللہ عزوجل اس کے لئے اس کے مثل جنت میں گھر بنائے گا۔

حدیث ۳۱۲ امسك بنصالها

حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرٍو اَسَمِعْتَ

سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی کہ میں نے عمرو بن دینار

جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ مَرَّ رَجُلٌ فِی الْمَسْجِدِ وَمَعَہٗ سِہَامٌ فَقَالَ لَہٗ

سے کہا کیا آپنے حضرت جابر بن عبد اللہ سے یہ نہیں سُنا ہے؟ وہ کہتے تھے کہ ایک شخص مسجد

تشریحات ۳۱۱

یہ حدیث تھوڑے سے الفاظ کے رد و بدل کے ساتھ تئیس صحابۂ کرام سے مروی ہے جنہیں چاروں خلفاء راشدین بھی ہیں۔ بعض میں یہ زائد ہے اگرچہ قطاۃ کے گھونسلے کے برابر بنائے۔ کسی میں یہ زائد ہے، جنت میں اس سے زیادہ وسیع مکان بنائے گا۔ مراد یہ ہے کہ اگر کوئی چھوٹی سی بھی مسجد بنائے یا کسی مسجد میں تھوڑا سا بھی اضافہ کردے، اللہ عزوجل جنت میں اس کے لئے وسیع و کشادہ مکان بنائے گا۔

عند قول الناس فیہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد اقدس کی توسیع کے ساتھ ساتھ اس کو از سر نو منقش پتھروں اور چونے سے بنانا چاہا تو کچھ لوگوں نے اسے ناپسند کیا اور چاہا کہ جیسے ہے ویسے ہی رہنے دیا جائے[لہ] اس موقع پر لوگوں نے چہ میگوئیاں کی تھیں تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ بالا جواب دیا۔

تشریحات (۳۱۲) (۳۱۳) حضرت عمرو بن دینار کا جواب مذکور نہیں مگر کتاب الفتن میں ہے کہ سُنکر انھوں نے فرمایا۔ ہاں۔ ان دو حدیثوں سے استخراج کر کے فقہاء یہ حکم دیتے ہیں کہ ہر ایسی چیز مسجد میں لے جانا منع ہے جس سے ضرر کا اندیشہ ہو۔

ع جلد اول صلوٰۃ باب من بنی مسجداً ص ۶۴ لہ مسلم ثانی زھد باب فضل بناء المساجد ص ۴۱۱

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْسِکْ بِنِصَالِھَا۔ ع۹

رہے گزرا اور اس کے ساتھ تیر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پھل پکڑے رہ۔

حدیث ۳۱۳ فلیاخذ بنصالھا

سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

ابو بردہ اپنے باپ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

مَنْ مَرَّ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ مَّسَاجِدِنَا اَوْ اَسْوَاقِنَا بِنَبْلٍ فَلْیَاْخُذْ عَلٰی نِصَالِھَا

وسلم نے فرمایا جو ہماری مسجدوں ہمارے بازاروں کے کسی حصہ سے تیر لے کر گذرے تو ان کے

لَا یَعْقِرْ بِکَفِّہٖ مُسْلِمًا عہ

پھلوں کو پکڑے رہے۔ اپنے ہاتھ سے کسی مسلمان کو زخمی نہ کردے۔

حدیث ۳۱۴ اللھم ایدہ بروح القدس

اَنَّہٗ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَسْتَشْھِدُ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گواہی طلب کر

اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنْشُدُکَ اللّٰہَ ھَلْ سَمِعْتَ النَّبِیَّ صَلَّی

رہے تھے۔ کہہ رہے تھے میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں تم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَا حَسَّانُ اَجِبْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

یہ فرماتے نہیں سنا ہے اے حسان! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے

تشریحات ۳۱۴ تکمیل

اس حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ حضرت حسان حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مسجد نبوی میں اشعار پڑھ رہے تھے کہ حضرت فاروق اعظم گذرے اور اس پر انکار فرمایا تو حضرت حسان نے حضرت ابوہریرہ سے گواہی دلوائی۔ یہاں بھی امام بخاری نے حسب عادت حدیث کا اتنا حصہ لائے جو باب کے مناسب نہیں۔ باب کا عنوان یہ ہے۔ باب الشعر فی المسجد، مسجد میں شعر پڑھنا۔ حدیث کا جتنا حصہ یہاں ذکر کیا ہے اس میں نہ شعر کا ذکر ہے نہ مسجد کا۔ مگر اسی حدیث کی تکمیل جو ہم نے ذکر کی اسمیں شعر کا بھی ذکر ہے اور مسجد میں پڑھنے کا بھی۔ اس لئے امام بخاری پر یہ اعتراض بہرحال قائم ہے کہ باب کے تحت جتنی حدیثیں لائے ہیں وہ باب کے مطابق نہیں۔ ایک حدیث میں فرمایا لان یمتلی جوف احد کم قیحا خیر من ان یمتلی شعرًا کسی کا پیٹ

عہ جلد اول صلوٰۃ باب یاخذ بنصول النبل ص ۶۳ ثانی۔ فتن باب من حمل علینا السلاح ص ۱۰۴۷

عہ جلد اول صلوٰۃ باب المرور فی المسجد ص ۶۳ جلد ثانی فتن باب من حمل علینا السلاح ص ۱۰۴۷

تعالیٰ علیہ وسلم اللھم ایدہ بروح القدس قال ابو ھریرۃ نعم ؏
جواب دے اے اللہ حسان کی روح القدس سے مدد فرما۔ ابو ہریرہ نے فرمایا۔ ہاں میں نے سنا ہے
حدیث ۳۱۵ والحبشۃ یلعبون فی المسجد
ان عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
تعالیٰ علیہ وسلم یوما علی باب حجرتی والحبشۃ یلعبون فی المسجد
ایک دن اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا کہ مجھے اپنی چادر کا پردہ بنا کر آڑ کئے ہوئے ہیں اور حبشی
ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسترنی بردائہ انظر الی لعبہم ؏
مسجد میں نیزہ بازی کر رہے ہیں میں اسے دیکھ رہی تھی۔

پیپ سے بھر جائے یہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ شعر سے بھرے۔ اور پھر حضرت حسان کو اجازت بھی دی اہتمام بھی کیا کہ ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور دعائے خیر بھی دی۔ یہ سب شعر پڑھنے کی وجہ سے ہوا۔ اس کا جواب انتہائی واضح ہے کہ شعر اچھا بھی ہوتا ہے برا بھی ہوتا ہے۔ اچھے اشعار کا مسجد میں پڑھنا جائز مستحسن بلکہ سنت اور برے اشعار کا مسجد میں پڑھنا ممنوع برے اشعار کے لئے وہ وارد ہوا۔ ورنہ خود فرمایا اِنَّ من الشعر لحکمۃ بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ جو اشعار حمد، نعت منقبت، دین کی تائید، دینی باتوں پر مشتمل ہوں وہ اچھے ہیں۔ اور جھوٹ، فریب، لغو، بیہودہ فرضی معشوقوں کے لب و رخسار وغیرہ خرافات پر مشتمل ہوں وہ برے ہیں۔ انھیں کہیں بھی پڑھنا جائز نہیں۔ مسجد میں خصوصیت سے منع ہے۔

تشریحات ۳۱۵ تکمیل کتاب العیدین میں ہے کہ یہ عید کا دن تھا اور حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے ام المومنین فرماتی ہیں اب یا تو میں نے خواہش ظاہر کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں تو مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا۔ میرا رخسار حضور کے رخسار پر تھا۔ حضور حبشیوں کو للکارتے جاتے تھے۔ جب میرا جی بھر گیا تو مجھے فرمایا بس۔ میں نے عرض کیا بس۔ فرمایا جا۔ مناقب قریش میں ہے کہ یہ ایام منی تھے۔ حضرت عمر تشریف لائے اور حبشیوں کو ڈانٹا تو حضور نے فرمایا۔ رہنے دو۔

مسائل (۱) مشق و تمرین کے لئے آپس میں ہتھیاروں سے مقابلہ جائز ہے بلکہ باعث اجر ہے اگرچہ مسجد میں ہو (۲) ایسے مقابلہ کو دیکھنا بھی جائز ہے (۳) جس طرح مردوں کو جائز ہے ویسے ہی عورتوں کو بھی دیکھنا جائز ہے (۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر خصوصی کرم اور بارگاہ نبوت میں انکی عظمت اس حدیث سے ظاہر ہے۔

؏ جلد اول صلوۃ باب الشعر فی المسجد ص ۶۴ بدء الخلق باب ذکر الملئکۃ ص ۴۵۶ جلد ثانی ادب باب ھجو المشرکین ص ۹۰۹

؏ جلد اول۔ صلوۃ باب اصحاب الحراب فی المسجد ص ۶۵ عیدین باب الحراب والدرق یوم العید ص ۱۳۰ مناقب قریش باب قصۃ الحبشۃ ص ۵۰۰

انما الولاء لمن اعتق

حدیث ۳۱۶

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَتَتْهَا بَرِيْرَةُ تَسْأَلُهَا فِيْ كِتَابَتِهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ان کے پاس بریرہ آئیں بدل کتابت ادا کرنے

فَقَالَتْ اِنْ شِئْتِ اَعْطَيْتُ اَهْلَكِ وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لِيْ وَقَالَ اَهْلُهَا اِنْ شِئْتِ

کے سلسلے میں کچھ رقم کا سوال کیا اس پر ام المومنین نے فرمایا اگر تو چاہے تو تیری پوری قیمت تیرے مالک

اَعْطَيْتِهَا مَا بَقِيَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً اِنْ شِئْتِ اَعْتَقْتِهَا وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ

کو دے دوں اور حق ولاء میرے لئے رہے گا اور بریرہ کے مالک نے کہا (اے) ام المومنین بریرہ کو باقیہ

لَنَا. فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْهُ ذٰلِكَ فَقَالَ

قیمت دیجئے اور سفیان کبھی یہ کہتے کہ بریرہ کے مالک نے کہا اگر آپ چاہیں تو اسے آزاد کردیں اور حق ولاء ہمارے لئے رہیگا

تشریحات ۳۱۶
تکمیل

حضرت بریرہ، ام المومنین حضرت صدیقہ کی بارگاہ میں امداد حاصل کرنے حاضر ہوئیں۔ اس سلسلے میں کہ وہ کسی کی کنیز تھیں۔ اس نے ان سے نو اوقیہ چاندی کے عوض عقد کتابت کرلیا تھا کہ ایک ایک اوقیہ سال بسال نو سال میں ادا کرو دو تو تم آزاد ہو۔ بریرہ حضرت ام المومنین کو پسند آگئیں فرمایا اگر میں ایک مشت پوری رقم ادا کردوں تو تمہارا مالک میرے ہاتھ تم کو بیچ دے گا، خرید کر میں تمہیں آزاد کردوں گی۔ اس پر بریرہ کے مالک نے کہا، منظور ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ رشتہ ولاء ہم سے رہے گا۔ یہ سنکر حضرت ام المومنین خاموش ہو گئیں۔ جب حضور تشریف لائے تو سارا قصہ سنایا۔ اس پر حضور آخر دن میں منبر پر تشریف لے گئے اور وہ فرمایا۔ بریرہ شادی شدہ تھیں جب حضرت ام المومنین نے خرید کر انھیں آزاد کردیا تو اپنے شوہر کے نکاح میں رہنے نہ رہنے کا اختیار انھیں مل گیا۔ انھوں نے کچھ مطالبہ کیا جو ان کے شوہر پورا نہ کر سکے اس لئے بریرہ نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا اور ان کے نکاح سے باہر ہو گئیں۔ ان کے شوہر کا حال یہ تھا کہ وہ بریرہ کے پیچھے پیچھے گلیوں میں روتے ہوئے چلتے، اتنا روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت عباس سے کہا دیکھو بریرہ کے شوہر کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو کتنی نفرت ہے۔ حد یہ ہے کہ رحمت عالم نے حضرت عباس کی فہمائش پر حضرت بریرہ سے فرمایا، رجعت کرلے۔ حضرت بریرہ نے عرض کیا، کیا حضور حکم دیتے ہیں فرمایا نہیں سفارش کرتا ہوں۔ عرض کیا تو نہیں۔ ان کے شوہر کا نام مغیث تھا۔ یہ بھی حبشی غلام تھے۔ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام المومنین کے گھر تشریف لائے، سوکھی روٹی پیش کی گئی۔ فرمایا کہ ہانڈی کو گوشت سے ابل رہی ہے۔ عرض کیا گیا یہ صدقے کا گوشت ہے جو بریرہ کو دیا گیا ہے۔ فرمایا یہ اس کے لئے صدقہ ہے میرے لئے ہدیہ ہے۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا۔ بریرہ کی ذات سے تین احکام معلوم ہوئے وہ آزاد ہوئیں تو اسے اختیار دیا گیا۔ حضور نے فرمایا ولاء صرف اس کے لئے ہے جو آزاد کرے۔ اور بریرہ کو جو صدقہ کا گوشت دیا گیا تھا اسے یہ فرمایا، اس کے لئے صدقہ ہے میرے لئے ہدیہ ہے۔ ایک اوقیہ میں دس دینار کا یا چالیس درم چاندی ہوتی ہے۔ انگریزی چہرہ دار

اِبْتَاعِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ام المومنین فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے حضور سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَصَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اسے خرید لے پھراسے آزاد کردے اسلئے کہ ولاء صرف اسکے لئے ہے جس نے آزاد کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَ

تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے سفیان نے کبھی کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور ارشاد فرمایا

فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ. مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهٗ وَاِنِ

کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں۔ جو ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ میں نہیں

اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ عہ

تو اس شرط کا اسے حق نہیں اگرچہ سو مرتبہ شرطیں لگائے۔

روپے سے ایک اوقیہ گیارہ روپے سے کچھ زائد ہوتا ہے۔

مسائل اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوئے۔ (۱) مکاتبت جائز ہے (۲) لونڈی کا نکاح درست ہے (۳) ولاء کا حق آزاد کرنے والے کے لئے ہے مطلقاً۔ ولاء مثل ایک رشتے کے ہوتا ہے جو آقا اور آزاد شدہ غلام کے مابین قائم ہوتا ہے حتی کہ آقا، غلام میں سے کوئی مرجائے اور کوئی دوسرا وارث نہ ہو تو آقا غلام کا غلام آقا کا وارث بھی ہوگا۔ مطلقاً شرط سے بیع فاسد نہیں ہوتی۔ بیع ایسی شرط سے فاسد ہوتی ہے جو مقتضائے عقد کے خلاف بھی ہو، اس کے مناسب بھی نہ ہو اور اس پر عرف بھی جاری نہ ہو۔ جیسے یہ غلام اس شرط پر بیچتا ہوں کہ نہ اسے ہبہ کر سکتا ہے نہ فروخت کر سکتا ہے۔ (۵) اپنی زوجہ کو جو باندی ہو بدل کتابت جمع کرنے سے نہیں روک سکتا (۶) لونڈی جب آزاد ہو جائے تو اس پر طلاق نہیں پڑتی۔ البتہ اسے خیار عتق حاصل ہو جاتا ہے وہ چاہے تو اسی شوہر کے نکاح میں رہے۔ چاہے اپنے نفس کو اختیار کر کے اسکے نکاح سے باہر ہو جائے (۷) بوقت ضرورت حیلہ کر کے صدقات واجبہ زکوٰۃ فطرہ وغیرہ غیر مستحق پر صرف کیا جا سکتا ہے اگر

عہ جلد اول صلوٰۃ باب ذکر البیع والشراء علی المنبر فی المسجد ص ۶۵ زکوٰۃ باب الصدقۃ علی موالی ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۰۲ العتق باب بیع الولاء وھبۃ ص ۳۴۲ المکاتب۔ چھ طریقے سے ص ۳۴۸ ص ۳۴۹ ھبہ باب قبول الھدیۃ ص ۳۵۰ بیوع باب الشراء والبیع مع النساء دو طریقے سے ص ۲۸۹ باب اذا اشترط فی البیع شروطاً ص ۲۹۰ کتاب الشروط تین طریقے سے ص ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷ جلد ثانی طلاق باب لایکون بیع الامۃ طلاقاً ص ۷۹۵ باب ص ۷۹۵ فرائض باب الولاء لمن اعتق ص ۹۹۹ اطعمہ باب الادم ص ۸۱۶ الایمان والنذور باب اذا اعتق عبداً ص ۹۹۴۔

حدیث ۳۱۷ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ تقاضی ابن ابی حدرد دینا کان علیہ فی المسجد

عَنْ كَعْبٍ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ابو حدرد سے اس قرض کا تقاضہ کیا جو حضرت

فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کعب کا ان پر تھا۔ تو ان کی آوازیں بلند ہو گئیں یہاں تک کہ رسول اللہ نے سن لیا اور حضور اپنے گھر

وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ فَنَادَى يَا كَعْبُ

کے اندر تھے۔ حضور باہر تشریف لائے یہاں تک کہ اپنے حجرے کا پردہ ہٹایا اور پکارا اے کعب۔ انھوں نے

قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا وَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَيِ الشَّطْرَ

عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ! تو فرمایا اپنے قرض سے اتنا معاف کر دے، اشارہ فرمایا آدھے کی طرف۔ کعب نے کہا

قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ قُمْ فَاقْضِهِ۔ ع

یا رسول اللہ! میں نے کر دیا۔ اب حضور نے ابو حدرد سے فرمایا جاؤ ادا کر دو۔

حدیث ۳۱۸ ان رجلا اسود کان یقم المسجد

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَسْوَدَ أَوِ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک حبشی مرد یا ایک حبشی عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی

دو شرط ضروری ہے ایک ضرورت، ضرورت شرعیہ تک پہنچی ہو۔ دوسرے غیر مستحق پر صرف بھی کار خیر ہو اسلئے کہ حیلے کی اجازت بوجہ ضرورت دی گئی اور جو چیز ضرورۃً ثابت ہوئی ہے وہ بقدر ضرورت مباح ہو گی۔

تشریحات ۳۱۷ مسجد میں آواز بلند کرنا منع ہے ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ فرمایا جنبوا مساجدکم صبیانکم وخصوماتکم اور ایک روایت میں ہے ولا ترفع فیھا الاصوات، اپنی مسجدوں کو بچوں اور جھگڑوں سے بچاؤ۔ ان میں آواز بلند نہ کرو۔ پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کیسے مسجد میں خصومت بھی کی اور آواز بھی اونچی کی۔ جواب یہ ہے کہ ممنوع وہ خصومت ہے جسمیں جھگڑے، فحش کلامی کی نوبت آ جائے یہ بلند آواز کرنا وہ منع ہے کہ بہت زیادہ چیخ وپکار ہو۔ یہاں رفع صوت سے مراد صرف یہ ہے کہ صحابہ کرام عام طور پر جتنی آواز سے بات چیت کرتے تھے آواز اس سے کچھ اونچی ہو گئی تھی۔ یہاں صرف اتنا ہی ہے اور باب میں والملازمۃ بھی ہے۔ یہاں حدیث میں ملازمہ نہیں مگر ابن فصل یعقوب نے ملازمہ کہ ابو حدرد سے اور انکے ساتھ چپک گئے اس سے باب کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے۔

تشریحات ۳۱۸ علامہ جلال الدین سیوطی نے التوشیح اللبیب میں لکھا ہے۔ بعض احناف نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ

ع صلوۃ باب التقاضی والملازمۃ فی المسجد ص ۶۵ باب رفع الصوت فی المسجد ص ۶۷ الخصومات باب کلام الخصوم بعضہم بعضا ص ۳۲۶ باب الطروۃ ص ۳۷۳ الصلح باب ھل یشیر الامام بالصلح ص ۳۷۳ باب الصلح بالدین والعین ص ۳۷۷۔

يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فَقَالُوا مَاتَ

پھر وہ مرگیا (یا وہ عورت مرگئی) تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ مرگئے

فَقَالَ أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي بِهِ دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ أَوْ قَالَ قَبْرِهَا فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهَا

فرمایا مجھے تم لوگوں نے اس کی خبر کیوں نہیں کی مجھے اسکی قبر بتاؤ تو حضور اسکی قبر پر تشریف لے گئے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

حدیث ۳۱۹

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتِ الْآيَاتُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ

ام المومنین حضرت عائشہ نے فرمایا جب سود کے بارے میں سورہ بقرہ کی آیتیں نازل ہوئیں تو

فِي الرِّبَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَأَهُنَّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور اسے پڑھ کر لوگوں کو سنایا

عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ عه

اس کے بعد شراب کی تجارت حرام فرمادی۔

ت ۱۱۳

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا لِلْمَسْجِدِ يَخْدِمُهُ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا (کہ آیہ کریمہ) میں نے تیرے لئے منت مانی ہے کہ*

علیہ وسلم پر ہر اس امتی کی نماز جنازہ پڑھنا فرض عین ہے جو ظاہری حیات میں فوت ہوا اور اسکی نماز جنازہ پڑھنی بے دشواری کے میسر ہو سکے یہ بات محل نظر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ مگر اتنی بات ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی حدیث کے اختتام میں یہ فرمایا ہے۔ ان هذه القبور مملوءة ظلمة على اهلها وان الله ينورها لهم بصلوتي عليهم قبریں تاریک تھی ہیں میرے نماز پڑھنے سے اللہ عزوجل اسے روشن کر دیتا ہے۔

تشریحات ۳۱۹ سورہ بقرہ کی آیات ربوا سے مراد یہ آیات ہیں اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ سے لیکر لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ تک پانچ آیتیں ہیں علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ شراب کی حرمت، سود کی حرمت سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ البتہ شراب کی تجارت کے حرام ہونے کا اعلان مسجد میں ان آیات کے نزول کے بعد ہوا۔

تشریحات ۱۱۳ یہ منت عمران کی اہلیہ حنّہ کی ہے۔ یہ ساٹھ سال کی معمر ہو گئی تھیں اور کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ ایکدن انھوں نے ایک چڑیا کو دیکھا جو اپنے بچے کو دانہ بھرا رہی تھی۔ اس سے بچے کا شوق ہوا دعا کی جو قبول ہوئی اور حنّہ حاملہ ہوئیں تو یہ منت مانی۔ اس تعلیق اور آیت کے لانے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مسجد کی خدمت کرنا امم سابقہ میں بھی عبادت تھا۔

۱۶۸

عه جلد اول صلوٰۃ۔ باب کنس المسجد ص ۶۵ باب الخدم للمسجد ص ۶۶ جنائز باب الصلوٰۃ علی القبر بعد ما یدفن ص

عه جلد اول صلوٰۃ باب تحریم تجارۃ الخمر فی المسجد ص ۶۵۔ بیوع باب اکل الربا و موکلہ ص ۲۷۹۔ باب تحریم تجارۃ الخمر ص ۲۹۷۔ جلد ثانی تفسیر سورہ بقرہ چار طریقے سے ص ۶۵۱ سه مسلم اول جنائز باب الصلوٰۃ علی القبر ص ۳۱۰

★ میرے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ محرر ہے یعنی مسجد کے لئے آزاد ہے کہ صرف مسجد کی خدمت کریگا۔

حدیث ۳۲۰

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عِفْرِیْتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَیَّ الْبَارِحَۃَ اَوْ کَلِمَۃً نَّحْوَھَا لِیَقْطَعَ عَلَیَّ الصَّلٰوۃَ فَاَمْکَنَنِی اللّٰہُ مِنْہُ وَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبِطَہٗ اِلٰی سَارِیَۃٍ مِّنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ حَتّٰی تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا اِلَیْہِ کُلُّکُمْ فَذَکَرْتُ قَوْلَ اَخِیْ سُلَیْمٰنَ رَبِّ ھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّہٗ خَاسِئًا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گذشتہ رات ایک سرکش جن اچانک میرے پاس آگیا یا اس کے ہم معنی کوئی کلمہ فرمایا تاکہ میری نماز میں خلل ڈال دے تو اللہ نے مجھے اس پر قابو دیدیا اور میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون میں باندھ دوں یہاں تک کہ صبح ہو اور تم سب لوگ اسے دیکھو پھر مجھے میرے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آئی جو انھوں نے کی تھی اے پروردگار مجھے ایسی سلطنت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو روح نے کہا کہ حضور نے اس شیطان کو نامراد واپس فرما دیا۔

تشریحات ۳۲۰

عفریت کے معنی سرکش کے ہیں۔ جن ابلیس کی اولاد کو کہتے ہیں جو اپنی فطرت میں ناری لطیف جسم رکھتے ہیں۔ انھیں یہ قدرت ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔

مسائل (۱) اس حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ قیدی اور مقروض کو مسجد میں باندھنا قیدی کے باندھنے کا ثبوت ظاہر ہے رہ گیا غریم کے باندھنے کا ثبوت تو اس سلسلے میں یہ عرض ہے کہ یہ جائز ہے کہ مقروض قرض نہ ادا کرے تو اسے قید کر لیا جائے، اس منزل پر وہ بھی قیدی ہو جائے گا۔ (۲) جنات پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبضہ و اختیار حاصل ہے۔ حضور تو حضور صحابہ کرام کو بھی حاصل ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صدقہ والی حدیث سے ظاہر ہے (۳) جنات خواہ اپنی فطری شکل میں ہوں خواہ کسی اور شکل میں خواص ان کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں۔ آیہ کریمہ اِنَّہٗ یَرٰکُمْ ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ (اعراف ۲۷) وہ اور اس کا کنبہ تم کو وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھتے۔ میں مراد عوام ہیں۔ (۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے وہ بلی کی شکل میں آیا تھا جیسا کہ عبد الرزاق کی روایت میں ہے مگر مسلم میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ آگ کا شعلہ کر آیا تھا کہ روئے انور پہ ڈالدے۔ یہی راجح ہے (۵) یہ حدیث اس کے منافی نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہنشاہ کونین و مالک السموات والارض ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ عیاناً کھلے بند ظاہری طور پر کسی کو ایسی سلطنت عطا فرما۔ تنبیہ۔ قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کے الفاظ یہ مذکور ہیں۔ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًا۔

عنہ جلد اول۔ صلوۃ۔ باب الاسیر والغریم یربط فی المسجد ص ۶۶ الانبیاء باب قول اللہ عز وجل ووھبنا لداؤد سلیمٰن ص ۴۸۷ بدء الخلق۔ باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص ۴۶۳ جلد ثانی تفسیر سورہ ص۔ باب قولہ رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی ص ۷۱۰۔ تہجد۔ باب ما یجوز من العمل فی الصلوۃ ص ۱۶۱

۱۱۴ ت	وَكَانَ شُرَيْحٌ يَامُرُ الْغَرِيْمَ اَنْ يُّحْبَسَ اِلٰى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ
	اور قاضی شریح اس کا حکم دیتے کہ مقروض کو مسجد کے ستون کے پاس قید کیا جائے۔

حدیث ۳۲۱ ثمامہ بن اثال	اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ
	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ

نے نجد کی جانب کچھ سوار بھیجے تھے۔ یہ لوگ بنی حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو پکڑ کر لائے اور انھیں مسجد کے

حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ

ایک ستون میں باندھ دیا ان کے پاس رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا ثمامہ کو

فَخَرَجَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ

کھول دو۔ کھلتے ہی

مگر بخاری شریف کے عام نسخوں میں ہے۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا کہ امام بخاری نے یہ آیت نہیں نقل کی ہے بلکہ یہ اقتباس ہے۔ صرف ابوذر — کی روایت میں۔ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا ہے۔

تشریحات ۱۱۴ قاضی شریح جب کسی پر ثبوت حق کا حکم دیدیتے تو اسے مسجد میں (جسمیں وہ فیصلہ کرتے تھے) قید رکھتے جب تک وہ ادا نہ کردے۔ اگر ادا نہ کر پاتا تو جیل خانے بھیجدیتے۔

تشریحات ۳۲۱ تکمیل ۵ھ یا ۶ھ میں دس محرم کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں تیس آدمیوں کی ٹولی، قرطا بھیجی تھی جو نجد کی طرف ہے۔ مقصد ثمامہ بن اثال کو گرفتار کرنا تھا۔ یہ اپنے علاقے کے بڑے ذی اقتدار سردار تھے۔ انیس دن بعد یہ سریہ ثمامہ کو گرفتار کرکے کامیاب وکامراں مدینہ طیبہ واپس آگیا۔ ثمامہ کو مسجد کے ایک ستون میں باندھ دیا گیا۔ صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثمامہ کے پاس تشریف لائے، اور پوچھا اے ثمامہ تیرے جی میں کیا ہے۔ ثمامہ نے عرض کیا۔ بھلائی ہے۔ اے محمد اگر تم مجھے قتل کروگے تو قاتل کو قتل کروگے۔ اگر احسان کروگے تو شکر گزار پر احسان کروگے اور اگر مال چاہتے ہو تو بتاؤ جتنا کہوگے پیش کیا جائے گا۔ صحابہ کرام کی یہی رائے تھی کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، اس کو قتل کرنے سے کیا ملے گا۔ حضور نے انھیں نہیں چھوڑا۔ دوسرے دن پھر صبح کو یہی گفتگو ہوئی۔ تیسرے دن بھی ہوئی۔ اب حکم دیا ثمامہ کو کھول دو۔ لوگوں نے کھول دیا۔ وہ قریب ہی حضرت ابوطلحہ کا باغ تھا وہاں گئے غسل کیا پھر مسجد میں آئے اور کلمہ پڑھ کر مشرف باسلام ہوگئے اور عرض کیا۔ اے محمد آپ کی ذات سے زیادہ کوئی ذات مجھے مبغوض نہ تھی اور اب آپ کی ذات سب سے زیادہ محبوب ہوگئی۔ آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین مجھے ناپسند نہ تھا مگر اب تمام دینوں سے زیادہ پیارا ہوگیا۔ کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا مگر اب سارے شہروں سے زیادہ محبوب ہوگیا ہے

إِلَىٰ نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ

قریب کے ایک کھجور کے باغ میں گئے غسل کیا پھر مسجد میں آئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں

أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ع۵

کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

حدیث ۳۲۲ طوفی من وراء الناس

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

قَالَتْ شَكَوْتُ إِلَىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّيْ أَشْتَكِيْ

(حجۃ الوداع کے موقع پر) اپنی بیماری کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا۔ فرمایا

قَالَ طُوْفِيْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تم سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کر لو۔ فرماتی ہیں میں نے اسی طرح طواف کیا اور رسول اللہ

تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ إِلَىٰ جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ ع۵

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے۔ سورہ والطور وکتاب مسطور پڑھ رہے تھے۔

یا رسول اللہ! آپ کے سواروں نے پکڑ لیا میں عمرہ کرنے جا رہا تھا اب کیا حکم دیتے ہیں؟ انہیں عمرہ کرنے کی اجازت دیدی۔ جب مکہ آئے تو کسی کہنے والے نے کہا۔ صابی ہو گئے ہو۔ تو ثمامہ نے فرمایا نہیں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ سن لو! یمامہ سے ایک دانہ کر نہیں آ سکتا جبتک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت نہ دیں گے۔

قبل نجد جزیرہ عرب کے پانچ حصے یا صوبے ہیں۔ یمن، حجاز، تہامہ، عروض، نجد۔ جنوبی ساحلی علاقے کو یمن۔ اسکے بعد جانب شمال حجاز۔ حجاز کے پورب عراق تک نجد، عروض۔ یمامہ و بحرین کا علاقہ ہے۔ اسلام لانے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

تشریحات ۳۲۲ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بوجہ علالت طواف نہ کر سکی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہونے لگے۔ حضور نے ان کو یہ ترکیب بتائی کہ جب لوگ نماز فجر پڑھ رہے ہوں تو تم اونٹ پر بیٹھ کر طواف کر لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بوجہ علالت یا نقاہت طواف نہ کر سکے تو سواری پر طواف کر سکتا ہے۔ رہ گیا امام بخاری کا اس حدیث سے استدلال کہ مسجد میں ضرورۃً اونٹ داخل کرنا جائز ہے۔ اسلئے ساقط ہے کہ عہد مبارک میں مسجد صرف مطاف تک تھی اور مسجد حرام کی کوئی چہار دیواری نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے حضرت ام المومنین نے یہ طواف مسجد کے باہر کیا ہو۔

ع۵ جلد اول صلوٰۃ باب الاغتسال ص ۶۶ باب دخول المشرک فی المسجد ص ۶۷ خصومات باب التوثق ممن تخشی معرتہ ص ۳۲۶، باب الربط والحبس فی الحرم ص ۳۲۷ - ع۵ جلد اول صلوٰۃ باب ادخال البعیر فی المسجد ص ۶۶ مناسک باب طواف النساء مع الرجال ص ۲۱۹ - المریض یطوف راکباً ص ۲۲۱ - من صلی رکعتی الطواف خارجا من المسجد ص ۲۲۰ جلد ثانی تفسیر سورہ والطور ص ۷۲۰

حدیث ۳۲۳

حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلَیْنِ مِنْ اَصْحَابِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

اصحاب میں سے دو صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے اندھیری رات میں چلے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَدُھُمَا عَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ وَّاَحْسِبُ الثَّانِیَ اُسَیْدُ بْنُ

ایک عباد بن بشر اور گمان کرتا ہوں کہ دوسرے صاحب اُسید بن

حُضَیْرٍ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّظْلِمَۃٍ وَّمَعَھُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَیْنِ یُضِیْئَانِ بَیْنَ

حضیر تھے اور ان دونوں کے ساتھ دو چراغوں کے مثل تھا جو

اَیْدِیْھِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا وَاحِدٌ حَتّٰی اَتٰی اَھْلَہٗ عہ

ان کے آگے روشنی کئے ہوئے تھے جب یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک ہوگیا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچ گئے۔

حدیث ۳۲۴

ان اللہ سبحانہ خیر عبدا بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ما عند اللہ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَطَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ

اللہ سبحانہ نے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا۔ اس بندے نے آخرت اختیار کر لی۔

تشریحات ۳۲۳ مشکوٰۃ باب الکرامات میں بخاری کے حوالے سے یہ تشریح ہے کہ ان دو حضرات میں سے ایک کا عصا روشن ہوگیا تھا اور جب ایک دوسرے سے جُدا ہونے لگے تو دوسرے صاحب کا عصا بھی روشن ہوگیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کرامات اولیاء حق ہیں۔

تشریحات ۲۳۴ اس حدیث سے حضرت صدیق اکبر کے مندرجہ ذیل فضائل ومناقب ثابت ہوئے:۔

(۱) یہ تمام صحابہ کرام سے زیادہ ذہین وفطین وذکی اور سب سے زیادہ علم والے خاص رازدان نبوت تھے۔ (۲) حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات خاص اور اسلام کی جان ومال سے جتنی مدد انھوں نے کی کسی نے نہیں کی۔ (۳) پوری امت میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ سب سے زیادہ محبوب تھے (۴) حضور اقدس

عہ جلد اول صلوۃ باب ص ۶۶ علامات النبوۃ باب ص ۵۱۴ مناقب اسید بن حضیر وعباد بن بشر ص ۵۳۷

مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ فَبَكٰى اَبُوْ بَكْرٍ فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ مَا يُبْكِيْ هٰذَا

اس کے پاس — ابوبکر روئے — میں نے اپنے جی میں کہا — ان شیخ کو کس چیز نے رلایا

الشَّيْخَ اِنْ يَّكُنِ اللّٰهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ مَا

اگر اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے مابین اختیار دے دیا اور اس بندے نے آخرت اختیار کرلی

عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْعَبْدُ

(تو اس میں رونے کی کیا بات ہے) — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی وہ بندے تھے اور ابوبکر ہم سب سے زیادہ

وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ اَعْلَمَنَا فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكِ اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهٖ

علم والے تھے۔ ابوبکر کے رونے پر حضور نے ان سے فرمایا مت رو۔ رفاقت اور مال کے اعتبار سے سب سے زیادہ

وَمَالِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اُمَّتِيْ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ وَلٰكِنْ اُخُوَّةُ

مجھ پر احسان ابوبکر کا ہے۔ اگر اپنی امت میں میں کسی کو خلیل بناتا تو — ابوبکر کو بناتا — مگر اسلام کا رشتہ

الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهٗ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابَ اَبِيْ بَكْرٍ ع۵

اور محبت (کافی) مسجد میں جتنے دروازے نکلتے ہیں سب بند کردیے جائیں — مگر ابوبکر کا باقی رکھا جائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بلا فصل خلافت کی طرف اشارہ فرمایا۔ دروازہ باقی رہنا اسی مقصد کے لئے تھا کہ نمازوں کے لئے اور کاروبار خلافت کو سرانجام دینے کے لئے بار بار مسجد میں آنے کی ضرورت پڑے گی۔ مسجد میں دروازہ رہے گا تو آسانی ہوگی۔ حدیث سدوا الابواب الا باب علی۔ سوائے علی کے سب کے دروازے بند کردو۔ بھی علمائے محققین کی تصریح کے بموجب حسن ہے۔ موضوع نہیں جیسا کہ ابن جوزی نے تعود او حجدا قائل ہے۔ اس کی توجیہہ علماء نے دو کی ہے ایک یہ کہ ابتداً پڑوسیوں کے بہت سے دروازے مسجد میں کھلتے تھے۔ تو حضور نے فرمایا علی کے علاوہ سب کے دروازے بند کردیئے جائیں۔ اس حکم میں حضرت صدیق اکبر کا دروازہ بھی آگیا وہ بھی بند کردیا گیا، صرف ایک کھڑکی باقی رہ گئی پھر جب یہ فرمایا کہ سوائے ابوبکر کے سب کے دروازے بند کردئے جائیں، تو حضرت علی کا دروازہ بھی بند ہوگیا۔ اس توجیہہ میں کئی وجہ سے سقم ہے۔ دوسری توجیہہ یہ کی گئی کہ چونکہ حضرت علی کے گھر میں سوائے اس دروازے کے جو مسجد میں کھلتا تھا کوئی اور دروازہ نہیں تھا۔ اس لئے بدرجہ مجبوری ان کا دروازہ آمد ورفت کی آسائش کے لئے مسجد میں رہنے دیا گیا اور حضرت صدیق اکبر کا دروازہ امور خلافت کی انجام دہی کے لئے رکھا گیا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر کے مکان کا دروازہ مسجد کے باہر بھی تھا۔ خاص مسجد میں کھڑکی کی اجازت صرف کاروبار خلافت میں آسانی کے لئے دی گئی تھی۔

ع۵ جلد اول صلوٰۃ باب الخوخۃ والممر فی المسجد ص ۶۶ مناقب باب سدوا الابواب الا باب ابی بکر ص ۵۱۶

حدیث ۳۲۵ — سدو عنی کل خوخة فی ھذ المسجد الا خوخة ابی بکر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ عَاصِبًا رَّاسَہٗ بِخِرْقَةٍ

مرض وصال میں سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے

فَقَعَدَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنَ النَّاسِ

اللہ کی حمد و ثنا کی۔ اس کے بعد فرمایا کوئی بھی ابوبکر سے زیادہ مجھ پر اپنی جان و

اَحَدٌ اَمَنَّ عَلَیَّ فِیْ نَفْسِہٖ وَمَالِہٖ مِنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ قُحَافَةَ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا

مال کے اعتبار سے زیادہ احسان کرنے والا نہیں۔ اور اگر میں لوگوں میں کسی کو

مِّنَ النَّاسِ خَلِیْلًا لَّاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَّلٰکِنْ خُلَّةُ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ

خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلام کا تعلق کافی ہے۔

سُدُّوْا عَنِّیْ کُلَّ خَوْخَةٍ فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرَ خَوْخَةِ اَبِیْ بَکْرٍ [عہ]

مسجد میں جتنی بھی کھڑکیاں ہیں سب بند کر دو سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔

حدیث ۳۲۶

قَالَ لِیْ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ یَا عَبْدَ الْمَلِکِ لَوْ رَأَیْتَ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبْوَابَھَا [عہ]

ابن ابی ملیکہ نے کہا اے عبد الملک اگر تم ابن عباس کی مسجدوں اور ان کے دروازوں کو دیکھتے۔

تشریح ۳۲۵

پہلے میں "باب" اور دوسرے میں "خوخہ" ہے۔ خوخہ اس چھوٹے دروازے کو کہتے ہیں جو ایک گھر سے دوسرے گھر میں جانے کے لئے بنایا جائے۔ یہ حدیث پہلے والے کی تفسیر ہے یعنی اس حدیث میں باب سے مراد کھڑکی ہے۔

تشریح ۳۲۶

یہ حدیث اس پر نص ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا جائز نہیں۔ خصوصًا مسجد نبوی میں کہ وہاں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ جس طرح حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں حضور کے سامنے آواز بلند کرنا حرام تھا۔ ارشاد ہے، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اے ایمان والو نبی کی آواز پر اپنی آواز اونچی نہ کرو۔ اسی طرح بعد وصال بھی مواجہ اقدس میں آواز اونچی کرنی حرام ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد میں فی مسجد رسول اللہ کی قید احترازی نہیں۔ واقعی ہے۔ ان کے فعل کی شناعت کو مزید واضح کرنے کے لئے فرمایا ہے۔

عہ جلد اول باب الخوخة والممر فی المسجد ص ۶۷ عہ باب الابواب والغلق للکعبة ص ۶۷

حدیث ۳۲۷

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِيْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا میں مسجد اقدس میں کھڑا تھا کہ مجھے

إِلَيْهِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ

کسی صاحب نے کنکری ماری میں نے مڑکر انہیں دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب تھے۔ مجھ سے فرمایا جاؤ ان دونوں

فَجِئْتُهُ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا

کو بلالاؤ۔ میں ان کو لایا ان سے فرمایا کس قبیلے کے ہو یا یہ فرمایا کہاں رہتے ہو۔ ان دونوں نے بتایا کہ ہم لوگ طائف

مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کے ہیں۔ فرمایا اگر تم لوگ اس شہر کے باشندے ہوتے تو میں تم لوگوں کو ضرور مارتا رسول اللہ صلے اللہ تعالی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ع۵

علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔

حدیث ۳۲۸ صلوة اللیل مثنی مثنی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا ایک صاحب نے نبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا تَرٰى فِيْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيَ

دریافت کیا اور حضور منبر پر تھے۔ کہ رات کی نماز نفل (تہجد) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا دو دو رکعت

مسائل

اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل ثابت ہوئے

(۱) تعلیم و تعلم اور ذکر کے لیے مسجد میں حلقہ باندھ کر بیٹھنا سنت ہے۔ (۲) خطیب خطبہ پڑھتے وقت مسائل شرعیہ بتا سکتا ہے۔ (۳) جو تہجد کا عادی ہو یا اسے اعتماد ہو کہ پچھلے پہر جاگ جائیگا اسے بہتر یہی ہے کہ وتر بعد میں رات کے پچھلے پہر پڑھے (۴) وتر کی تین رکعتیں ہیں اس پر تھوڑی سی بحث گذر چکی اور بقیہ آئندہ آئے گی۔

تشریحات ۳۲۹

ایک حدیث میں آیا ہے کہ چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پر رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے۔ حدیث باب اور اس حدیث کے مابین تطبیق میں علماء کے دو گروہ ہیں۔ ایک یہ کہتا ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے جبکہ اس طرح لیٹے جس سے ستر عورت کھلنے کا اندیشہ ہو۔ اور اگر اس کا اندیشہ نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ نہی منسوخ ہے۔ علاوہ وسطین یعنی حضرت عمر اور حضرت عثمان کے اور

ع۵ باب رفع الصوت فی المسجد ص ۶۷

اَحَدُکُمُ الصُّبْحَ صَلّٰی وَاحِدَۃً فَاَوْتَرَتْ لَہٗ مَا صَلّٰی وَاَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ اِجْعَلُوْا

جب تم کو صبح ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لو۔ جو کچھ پڑھ چکے ہو اسے وتر بنا دے۔ نیز ابن عمر

اٰخِرَ صَلٰوتِکُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِہٖ [ع ۵]

فرماتے تھے کہ رات کی نمازوں میں سب سے آخر میں وتر پڑھو۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔

حدیث ۳۲۹ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستلقیا فی المسجد

عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِیْمٍ عَنْ عَمِّہٖ اَنَّہٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِیًا فِی الْمَسْجِدِ وَاضِعًا اِحْدٰی رِجْلَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی [ع ۶]

وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے اور ایک قدم کو دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے دیکھا۔

۱۱۵ ت	عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ کَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ یَفْعَلَانِ ذٰلِکَ
	سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی ایسا کرتے تھے۔
۱۱۶ ت	صَلّٰی ابْنُ عَوْنٍ فِیْ مَسْجِدٍ فِیْ دَارٍ یُغْلَقُ عَلَیْہِمُ الْبَابُ
	ابن عون نے ایسے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی جسمیں دروازہ تھا جو بند ہوتا تھا۔

دیگر صحابہ کرام سے بھی منقول ہے کہ وہ چت لیٹے لیٹے ایک پاؤں دوسرے پر رکھتے تھے۔ مثلاً حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم [ا]

تشریحات ۱۱۶ علامہ کرمانی نے کہا: چونکہ احناف گھر کے اندر مسجد بنانے کو ناجائز کہتے ہیں۔ یہ اثر ان پر تعریض کے لئے امام بخاری لائے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کرمانی نے صحیح سمجھا ہو اور کرمانی کی طرح امام بخاری کو بھی غلط فہمی ہوئی ہو جیسے کہ انھیں بہت سے مسائل میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ بات یہ ہے کہ، ایک ہے نماز کا صحیح ہونا کسی جگہ بھی آدمی نماز پڑھے اگر وہاں نماز پڑھنے سے شرعاً ممانعت نہیں تو نماز ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی گھر کے اندر کوئی جگہ مخصوص بنام مسجد نامزد کر دے تو وہاں بھی نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہو جائے گی نیز اسے مسجد بیت کہنا بھی صحیح ہے۔ وہ فقہی اصطلاح کے مطابق مسجد نہ ہوگی اور نہ اس میں نماز پڑھنے کا وہ ثواب ہے جو مسجد میں پڑھنے کا ہے۔ جب تک اسے برائے مسجد وقف کر کے اس کا راستہ گھر کے راستے سے الگ کر کے ایسا نہ کر دے کہ مسلمان جب چاہیں نماز پڑھیں۔ ہمارے اس مسلک کے خلاف یہ اثر نہیں۔ اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ ابن عون مسجد دار مسجد بیت میں نماز پڑھتے تھے۔ وہ نماز بلاشبہ ہمارے نزدیک بھی صحیح ہے۔

[ع ۵] جلد اول صلوٰۃ باب الحلق والجلوس فی المسجد ص ۶۸ الوتر، باب ما جاء فی الوتر ص ۱۳۵ دو طریقے سے۔ تہجد باب کیف صلوٰۃ اللیل ص ۱۵۳۔

[ع ۶] جلد اول صلوٰۃ باب الاستلقاء فی المسجد ص ۶۸ جلد ثانی لباس باب الاستلقاء ووضع الرجل علی الاخری ص ۸۸۲ الاستیذان باب الاستلقاء ص ۹۳۰

باب صلوٰۃ الجمع تزید علی صلوٰتہ فی بیتہ خمسا وعشرین درجۃ

حدیث ۳۳۰۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا۔ اپنے

قال صلوٰۃ الجمع تزید علی صلوٰتہ فی بیتہ وصلوٰتہ فی سوقہ خمسا وعشرین

گھر یا اپنے بازار میں تنہا نماز پڑھنے کے بہ نسبت جماعت سے نماز پڑھنے پر پچیس گنا

درجۃ فان احدکم اذا توضأ فاحسن الوضوء واتی المسجد لا یرید

زیادہ ثواب ملتا ہے۔ جب تم وضو کرو اور اچھی طرح وضو کرو اور مسجد آؤ۔ اور صرف نماز ہی

الا الصلوٰۃ لم یخط خطوۃ الا رفعہ اللہ بہا درجۃ او حط عنہ بہا

کے ارادے سے آؤ تو ہر قدم پر اللہ تعالیٰ ایک درجہ بلند فرمائے گا یا اس کا ایک گناہ مٹائے گا

خطیئۃ حتی یدخل المسجد واذا دخل المسجد کان فی صلوٰۃ ما کانت

یہاں تک کہ وہ مسجد میں آجائے اور جب مسجد آگیا تو جب تک مسجد میں رہے گا نماز میں رہے گا

تحبسہ وتصلی الملٰئکۃ علیہ ما دام فی مجلسہ الذی یصلی فیہ

فرشتے اس کے لئے دعائے خیر کرتے رہیں گے جب تک وہاں بیٹھا رہے گا

اللھم اغفر لہ اللھم ارحمہ ما لم یؤذ یحدث فیہ عہ۔

اے اللہ اسے بخش دے اے اللہ اس پر رحم فرما جب تک ایذا نہ دے حدث نہ کرے۔

تشریحات ۳۳۰ ۔ ا

عام روایات میں یہی ہے کہ نماز باجماعت بہ نسبت تنہا کے پچیس درجہ زائد ہے۔ مگر بعض روایتوں میں ستائیس درجے بھی آیا ہے۔ بلکہ ایک روایت میں چھبیس درجے بھی وارد ہے۔ بعض میں پچاس بھی۔ علماء نے اسکی مختلف توجیہات کی ہیں۔ سب میں عمدہ توجیہ یہ ہے کہ، یہ نمازی اور وقت اور حالت کے اعتبار سے مختلف ہے۔

عہ بخاری اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی مسجد السوق ص ۶۹ باب الحدث فی الصلوٰۃ ص ۶۳ اذان باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ص ۸۹ بیوع باب ما ذکر فی الاسواق ص ۲۸۴

حدیث ۳۳۱:- شبک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصابعہ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَوِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ شَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهٗ

حضرت عبداللہ بن عمر یا ابن عمرو نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو آپس میں گتھ لیا۔

ت ۱۱۷:- قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا اے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو كَيْفَ بِكَ اِذَا بَقِيْتَ فِيْ حُثَالَةٍ

عبداللہ بن عمر! تیرا کیا حال ہوگا - جب تم خراب لوگوں میں رہ جاؤ گے

مِّنَ النَّاسِ بِهٰذَا

حدیث ۳۳۲:- اِنَّ المؤمن للمؤمن کالبنیان -

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالے عنہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

اَنَّهٗ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ - يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا

کہ حضور نے فرمایا مومن کے لئے مومن مثل عمارت کے ہے بعض بعض کو تقویت پہنچاتا

وَشَبَّكَ اَصَابِعَهٗ ؏

ہے۔ اور انگلیاں آپس میں گتھ لیں

حدیث ۳۳۳:- حدیث ذی الیدین -

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى صَلٰوتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ قَدْ

نے دن کے پچھلے پہر کی دو نمازوں میں ایک پڑھائی - ابن سیرین نے فرمایا - حضرت

؏ مشکوٰۃ باب تشبیک الاصابع ص ۶۹ المظالم باب نصر المظلوم ص ۳۳۱ جلد ثانی ادب) باب تعاون المؤمنین ص ۸۹۰

سَمَّاهَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيتُ أَنَا قَالَ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ

ابو ہریرہ نے اس کا نام لیا تھا لیکن میں بھول گیا اور حضور نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا

فَقَامَ إِلٰى خَشَبَةٍ مَعْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَأَنَّهُ غَضْبَانُ وَ

مسجد میں ایک لکڑی آڑی رکھی ہوئی تھی۔ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس پر ٹیک لگا لیا۔ ایسا معلوم ہوتا

وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ

تھا کہ حضور غضبناک ہیں اپنا داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا اور انگلیوں کو گتھ لیا۔ اور اپنا رخسار بائیں ہتھیلی

عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوا

کی پیٹھ پر رکھا۔ جلد باز لوگ مسجد کے دروازے سے نکل گئے۔ لوگوں نے آپس میں کہا

أَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ وَفِي الْقَوْمِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَهَابَاهُ أَنْ يُكَلِّمَاهُ وَفِي الْقَوْمِ

نماز میں کمی کر دی گئی ہے اور قوم میں ابو بکر و عمر بھی تھے۔ ان پر ہیبت تھی۔ حضور سے بات نہ کر سکے

رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طُولٌ يُقَالُ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَسِيتَ أَمْ

قوم میں ایک صاحب جن کے ہاتھ لمبے تھے انہیں ذو الیدین کہا جاتا تھا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور بھول گئے

قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ أَكَمَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوا

یا نماز میں قصر کا حکم ہو گیا ہے۔ فرمایا نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں قصر کا حکم آیا ہے۔ پھر حاضرین سے دریافت فرمایا کہ ذو الیدین نے جو کہا

نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ

صحیح ہے۔ سب نے کہا جی ہاں۔ اب حضور آگے بڑھے اور جتنا چھوٹ گیا تھا اسے پڑھا اس کے بعد سلام پھیرا پھر تکبیر کہی پہلے سجدے کے برابر

أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ

یا اس سے بھی زیادہ لمبا اس کے بعد سر اٹھایا اور تکبیر کہی پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا پہلے سجدے کے برابر یا اس سے لمبا پھر سر اٹھایا

رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ فَرُبَّمَا سَأَلُوهُ ثُمَّ سَلَّمَ فَيَقُولُ نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ

اور تکبیر کہی۔ کبھی کبھی ابن سیرین سے لوگ پوچھتے۔ اس کے بعد سلام پھیرا تو وہ جواب دیتے مجھے خبر دی گئی ہے کہ عمران

حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ عه۔

بن حصین نے کہا اس کے بعد سلام پھیرا۔

عه بخاری جلد اول صلوٰۃ باب تشبیک الاصابع فی المسجد وغیرہ ص ۶۹ اذان باب ہل یأخذ الامام بقول الناس اذا شک ص ۹۹ تہجد باب اذا سلم فی رکعتین ... باب یکبر فی سجدتی السہو ص ۱۶۴ جلد ۲ فی ادب باب ما یجوز من ذکر الناس نحو قولہم الطویل والقصیر ص ۸۹۴

حدیث ٣٣٤ انه رای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی فی تلک الامکنة

رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَتَحَرّٰى أَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيقِ فَيُصَلِّي فِيهَا

موسیٰ بن عقبہ نے کہا میں نے سالم بن عبد اللہ کو دیکھا کہ وہ (حرمین) کے راستے میں کچھ جگہوں کو ڈھونڈھتے تھے اور وہاں

وَيُحَدِّثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيهَا وَأَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ بیان کرتے تھے کہ ان کے والد بھی ان جگہوں میں نمازیں پڑھا کرتے تھے اور یہ بھی بیان کرتے

وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ قَالَ وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ

کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ان جگہوں میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے مجھ سے نافع نے حضرت

يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ وَسَأَلْتُ سَالِمًا فَلَا أَعْلَمُهُ

ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے بارے میں بیان کیا کہ وہ ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے اور سالم سے پوچھا تو شرف روحاء

إِلَّا وَافَقَ نَافِعًا فِي ۔ ⁘

تشریحات ٣٣٣ :-

مجھ یہ ہے کہ ذوالیدین ذوالشمالین اور خرباق ایک ہی صاحب کے القاب ہیں۔ ان کا نام عمیر تھا ان کے ہاتھ بہت لمبے لمبے تھے۔ اس لئے، یا اس وجہ سے کہ دونوں ہاتھوں سے یکساں کام کر لیا کرتے تھے۔ ان کو ذوالشمالین کہا جاتا تھا۔ حضور نے بدل کر ذوالیدین نام رکھا۔ یہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ بنی خزاعہ کی ایک شاخ سلیم بن ملکان سے اسی قبیلے سے تھے۔ اس طرح یہ سلمی بھی ہیں اور خزاعی بھی۔

ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ | نماز پوری کر کے سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا۔ اس سے شوافع یہ دلیل لاتے ہیں کہ سجدہ سہو میں تشہد نہیں۔ ہم کہتے ہیں ثُمَّ تراخی کے لئے ہے۔ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ کے بعد اور سلام کے درمیان کیا حضور خاموش رہے؟ اس جملے سے احناف یہ دلیل لاتے ہیں کہ سجدہ سہو میں سلام سجدے سے پہلے ہے۔ حضور نے پہلے سلام پھیرا پھر سجدہ سہو کیا۔

تنبیہ { یہاں جو حدیث مروی ہے وہ بواسطہ حضرت ابوہریرہ ہے۔ اس روایت میں بعد والا جملہ ثُمَّ سَلَّمَ۔ نہیں مگر حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت میں ہے۔ کچھ لوگوں نے بلا وجہ کی یہ بحث کھڑی کر دی کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عمران والی دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں یا دو واقعے ہے۔ حالانکہ اس اختلاف کے تحت کوئی خاص فائدہ نہیں۔ سجدہ سہو میں سلام کے بھی قائل ہیں۔ ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے

تشریحات ٣٣٤ :- شرف روحا، شرف کے معنی بلندی۔ بلہ، روحا مدینہ طیبہ سے دو دن کی دوری پر ایک بہت بڑی بستی کا نام ہے۔ مشہور ہے مضر بن نزار کی قبر یہیں ہے۔

الْأَمْكِنَةِ كُلِّهَا إِلَّا أَنَّهُمَا اخْتَلَفَ فِي مَسْجِدٍ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ

کی مسجد چھوڑ کر بقیہ تمام جگہوں میں انہوں نے نافع کی موافقت کی

حدیث ۳۳۴ (۱) أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب عمرے کیلئے

كَانَ يَنْزِلُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حِينَ يَعْتَمِرُ وَفِي حَجَّتِهِ حِينَ حَجَّ تَحْتَ سَمُرَةٍ

جاتے اور جب حج کیا تھا تو حج کے لئے جاتے ہوئے اس ببول کے درخت کے نیچے قیام فرمایا تھا،

فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَكَانَ إِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوَةٍ وَكَانَ

جو مسجد ذی الحلیفہ کی جگہ ہے۔ اور جب کسی غزوہ سے لوٹتے اور راستہ یہی ہوتا یا حج یا عمرے سے

فِي تِلْكَ الطَّرِيقِ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ هَبَطَ بَطْنَ وَادٍ فَإِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ أَنَاخَ

واپس ہوتے تو وادی (عقیق) کے اندر اترتے، اور جب وادی کے نشیب سے اوپر آجاتے تو

بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي عَلَى شَفِيرِ الْوَادِي الشَّرْقِيَّةِ فَعَرَّسَ ثَمَّ حَتَّى يُصْبِحَ

وادی کے مشرقی کنارے بطحا میں اونٹنی بٹھاتے اور پچھلی رات کو اتر کر وہیں صبح کرتے ۔ اس

لَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِحِجَارَةٍ وَلَا عَلَى الْأَكَمَةِ الَّتِي عَلَيْهَا الْمَسْجِدُ

مسجد کے پاس نہیں جو پتھر کی بنی ہے اور نہ ٹیلے والی مسجد کے پاس ۔

كَانَ ثَمَّ خَلِيجٌ يُصَلِّي عَبْدُ اللهِ عِنْدَهُ فِي بَطْنِهِ كُثُبٌ كَانَ رَسُولُ

وہاں ایک گہرا نالا تھا عبد اللہ وہاں نماز پڑھتے تھے اس کے نشیب میں بہت سے ٹیلے تھے۔ رسول اللہ صلی

اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَّ يُصَلِّي فَدَحَا فِيهِ السَّيْلُ بِالْبَطْحَاءِ حَتَّى

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں نماز پڑھا کرتے تھے سیلاب کنکریاں وہاں بہاکر لایا اور وہ جگہ پٹ

دَفَنَ ذَلِكَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّي فِيهِ ۔

گئی جہاں عبد اللہ نماز پڑھتے تھے۔

(۲) وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبد اللہ بن عمر نے نافع سے یہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روحا کے ٹیلے

صَلَّى حَيْثُ الْمَسْجِدُ الصَّغِيرُ الَّذِي دُونَ الْمَسْجِدِ

والی مسجد کے [illegible]

الَّذِی بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ وَقَدْ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُعْلِمُ الْمَكَانَ الَّذِی

اور عبد اللہ اس جگہ کے نشانات بتاتے تھے جہاں حضور نے نماز پڑھی تھی

كَانَ صَلّٰی فِيهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ثَمَّ عَنْ

فرماتے تھے یہاں تیری داہنی

يَمِينِكَ حِينَ تَقُومُ فِی الْمَسْجِدِ تُصَلِّی وَذٰلِكَ الْمَسْجِدُ عَلٰی حَافَّةِ الطَّرِيقِ

جانب جب تو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو اور یہ مسجد راستے کے داہنے کنارے ہے جب تو مکہ جائے

الْيُمْنٰی وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلٰی مَكَّةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الْأَكْبَرِ رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ

اس میں اور بڑی مسجد میں پتھر پھینکنے کا یا اس سے قریب فاصلہ ہے۔

أَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ۔

(٣) وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّی إِلَی الْعِرْقِ الَّذِی عِنْدَ مُنْصَرَفِ الرَّوْحَاءِ

اور ابن عمر اس چھوٹی پہاڑی پر نماز پڑھتے تھے جو روحا کے اخیر کنارے پر ہے

وَذٰلِكَ الْعِرْقُ انْتَهٰی طَرَفُهُ عَلٰی حَافَّةِ الطَّرِيقِ دُونَ الْمَسْجِدِ الَّذِی

اور اس پہاڑی کا سرا راستے کے کنارے پر ختم ہوتا ہے۔ اس مسجد کے قریب جو روحا

بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُنْصَرَفِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلٰی مَكَّةَ وَقَدِ ابْتُنِیَ ثَمَّ مَسْجِدٌ فَلَمْ

کے آخری حصے کے درمیان ہے جبکہ تو مکہ جا رہا ہو وہاں مسجد بنا دی گئی ہے۔ عبد اللہ

يَكُنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّی فِی ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ كَانَ يَتْرُكُهُ عَنْ يَسَارِهٖ

ابن عمر اس میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور اسے بائیں ہاتھ اور اپنے پیچھے چھوڑ

وَوَرَاءَهٗ وَيُصَلِّی أَمَامَهٗ إِلَی الْعِرْقِ نَفْسِهٖ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوحُ مِنَ

دیتے تھے۔ اس کے آگے پہاڑی کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ عبد اللہ سورج ڈھلنے کے بعد

الرَّوْحَاءِ فَلَا يُصَلِّی الظُّهْرَ حَتّٰی يَأْتِیَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ فَيُصَلِّی فِيهِ الظُّهْرَ

روحا سے کوچ کرتے مگر ظہر اس وقت تک نہیں پڑھتے جب تک اس جگہ نہ پہنچ جاتے۔ یہاں

وَإِذَا أَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ فَإِنْ مَرَّ بِهٖ قَبْلَ الصُّبْحِ بِسَاعَةٍ أَوْ مِنْ آخِرِ السَّحَرِ

پہنچ کر ظہر پڑھتے۔ اور جب مکہ سے واپس ہوتے تو اگر صبح سے کچھ پہلے یا آخر سحر میں پہنچتے تو اتر

عَرَّسَ حَتّٰى يُصَلِّيَ بِهَا الصُّبْحَ۔

رات گزارتے یہاں تک کہ وہاں صبح کی نماز پڑھتے۔

(۴) وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

اور عبداللہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بڑے موٹے درخت کے نیچے

يَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُوْنَ الرُّوَيْثَةِ عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ وَ

اترتے جو رویثہ کے قریب ہے راستہ کے داہنے اور راستے کے سامنے

وِجَاهَ الطَّرِيْقِ فِيْ مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ حَتّٰى يُفْضِيَ مِنْ أَكَمَةٍ دُوَيْنَ بَرِيْدِ

نرم کشادہ ہموار جگہ میں یہاں تک کہ رویثہ سے دو میل کے قریب جو

الرُّوَيْثَةِ بِمِيْلَيْنِ وَقَدِ انْكَسَرَ أَعْلَاهَا فَانْثَنٰى فِيْ جَوْفِهَا وَهِيَ

ٹیلے ہے اس سے گزر جاتے اس درخت کے اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا ہے بیچ میں دوہرا ہو گیا

قَائِمَةٌ عَلٰى سَاقٍ وَفِيْ سَاقِهَا كُثُبٌ كَثِيْرَةٌ۔

ہے اور وہ ایک جڑ پر کھڑا ہے اور اس کی جڑ میں بہت سے ٹیلے ہیں۔

تشریحات ۳۳۴

لُغات: ذوالحلیفہ، مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی جانب چار میل کے فاصلے پر ایک قدیم مشہور بستی ہے، جو اہل مدینہ کی میقات ہے۔ اس کو اب بئر علی کہا جاتا ہے۔ میقاتوں میں سب سے دور یہی میقات ہے۔ **سَمُرَہ**، ببول کا درخت جو عرب میں بہت بڑا ہوتا ہے۔ **بطحاء**، وہ کشادہ نالہ جس میں ریت اور کنکریاں ہوں۔ **شفیر**، کنارہ۔ **تعریس**، مسافر کا آخر رات میں آرام کرنے کے لیے پڑاؤ کرنا۔ **خلیج**، بڑے دریا یا سمندر سے جو پانی کی چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں، اکمۃ، پہاڑی، ٹیلہ۔ کثب کثیبۃ کی جمع ہے، ریت کا ٹیلہ **فَدَحَا**، دحو کا فعل ماضی۔ **دحا** پر فاء داخل ہے۔ بہالے گیا، برابر کر دیا۔ **حَافَّۃٌ**، کنارہ۔ **عِرَاق**، چھوٹا پہاڑ۔ **سَرْحَۃٌ**، بڑا گنجان درخت۔ **ضَخْمَۃٌ**، موٹا بڑا۔ **رُوَيْثَۃٌ**، مدینہ سے سترہ فرسنگ کے فاصلہ پر ایک بستی کا نام۔ **وِجَاہ** سامنے۔ **بَطْحٌ**، کشادہ ریت کنکریلی زمین۔ **سَهْلٌ**، نرم ہموار زمین۔ **يُفْضِيْ** کا مصدر افضاء ہے۔ افضاء کے معنی واپس ہونا، پلٹنا ہے۔ چلے جانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ **تَلْعَۃ**، اونچی زمین۔ **عَرْج**، حرمین کے راستے میں ایک بستی ہے۔ رویثہ سے چودہ میل کے فاصلے پر۔ **هَضْبَۃ** زمین کے برابر ایک پہاڑی ہے۔ **رَضْم**، بڑا پتھر یا اس کا کچھ حصہ۔ **سَلِمَاتٌ**، سلمۃ کی جمع ہے۔ اس کے معنی اٹے ہوئے ہیں۔ **ذوحاء**، مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلے پر ایک بڑی آبادی ہے۔ **هَرْشٰى**،

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۵) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَہٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اور عبد اللہ بن عمر نے نافع سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ٹیلے

صَلّٰی فِیْ طَرَفِ تَلْعَۃٍ مِّنْ وَّرَاءِ الْعَرْجِ وَاَنْتَ ذَاھِبٌ اِلٰی ھَضْبَۃٍ عِنْدَ

کے کنارے نماز پڑھی جو عرج کے پیچھے ہے جب تم ہضبہ کو جارہے ہو۔ اس مسجد کے

ذٰلِکَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ اَوْ ثَلٰثَۃٌ عَلَی الْقُبُوْرِ رَضْمٌ مِّنْ حِجَارَۃٍ عَنْ

پاس دو یا تین قبریں ہیں۔ ان قبروں پر پتھر کے ٹکڑے پڑے ہیں

یَمِیْنِ الطَّرِیْقِ عِنْدَ سَلَمَاتِ الطَّرِیْقِ بَیْنَ اُوْلٰئِکَ السَّلَمَاتِ کَانَ

راستے کے داہنی جانب، راستے کے پتھروں کے قریب۔ عبد اللہ بعد زوال

عَبْدُ اللّٰہِ یَرُوْحُ مِنَ الْعَرْجِ بَعْدَ اَنْ تَمِیْلَ الشَّمْسُ بِالْھَاجِرَۃِ

دوپہر میں "عرج" سے چلتے تو اسی مسجد میں ظہر پڑھتے۔

فَیُصَلِّی الظُّھْرَ فِیْ ذٰلِکَ الْمَسْجِدِ

(۶) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اور عبد اللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نَزَلَ عِنْدَ سَرَحَاتٍ عَنْ یَّسَارِ الطَّرِیْقِ فِیْ مَسِیْلٍ دُوْنَ ھَرْشٰی ذٰلِکَ

ان درختوں کے پاس اترے جو راستے کے بائیں ہرشی کے قریب والے نالے میں ہیں جو نالہ

الْمَسِیْلُ لَاصِقٌ بِکُرَاعِ ھَرْشٰی بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الطَّرِیْقِ قَرِیْبٌ مِّنْ غَلْوَۃٍ وَکَانَ

ہرشی کے کنارے سے مل گیا ہے۔ راستے اور اس کے درمیان ایک تیر پھینکنے کے قریب کا فاصلہ

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ یُصَلِّیْ اِلٰی سَرْحَۃٍ ھِیَ اَقْرَبُ السَّرَحَاتِ اِلَی الطَّرِیْقِ وَھِیَ

اور عبد اللہ اس درخت کے پاس نماز پڑھتے تھے جو راستے میں سب سے قریب ہے اور سب سے

(ذو الحلیفہ) مدینہ طیبہ اور شام کے راستے میں ایک پہاڑ ہے جو جحفہ کے قریب ہے۔ کراع، اطراف، غلوۃ، درمیانی قوت سے کمان سے تیر چلایا جائے تو جہاں جاکر گرے۔ صفر اوات، مر الظہران کے بعد کچھ پہاڑیوں یا وادیوں کا نام ہے

اَطْوَلُهُنَّ۔

زیادہ لمبا ہے۔

(۷) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَہٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ

اور عبد اللہ بن عمر نے نافع سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اس نالے میں

یَنْزِلُ فِی الْمَسِیْلِ الَّذِیْ فِیْ اَدْنٰی مَرِّ الظَّهْرَانِ قِبَلَ الْمَدِیْنَۃِ حِیْنَ تَهْبِطُ

اترتے تھے جو مدینہ کی جانب سے مر الظہران کے قریب ہے۔ جب تو صفراوات سے نیچے آئے

مِنَ الصَّفْرَاوَاتِ یَنْزِلُ فِیْ بَطْنِ ذٰلِكَ الْمَسِیْلِ عَنْ یَّسَارِ الطَّرِیْقِ وَ اَنْتَ

تو اس وادی کے نشیب میں اترے گا راستے کے بائیں جانب۔ جب تو مکہ جائے

ذَاهِبٌ اِلٰی مَكَّۃَ لَیْسَ بَیْنَ مَنْزِلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منزل اور راستے کے درمیان

وَبَیْنَ الطَّرِیْقِ اِلَّا رَمْیَۃٌ بِحَجَرٍ۔

ایک پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہے۔

(۸) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَہٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اور عبد اللہ بن عمر نے نافع سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کَانَ یَنْزِلُ بِذِیْ طُوًی وَیَبِیْتُ حَتّٰی یُصْبِحَ یُصَلِّی الصُّبْحَ حِیْنَ

ذی طویٰ میں اترے تھے اور صبح تک قیام فرماتے اور صبح کی نماز یہیں پڑھتے

یَقْدَمُ مَكَّۃَ وَمُصَلّٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ عَلٰی

مکہ جاتے ہوئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ

اَكَمَۃٍ غَلِیْظَۃٍ لَیْسَ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ بُنِیَ ثَمَّۃَ وَلٰكِنْ اَسْفَلَ مِنْ

ذی طویٰ میں ایک بڑے ٹیلے پر ہے۔ وہ مسجد نہیں جو وہاں بنائی گئی ہے

ذٰلِكَ عَلٰی اَكَمَۃٍ غَلِیْظَۃٍ۔

اس سے نیچے بڑے ٹیلے پر۔

(۹) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ
اور عبداللہ بن عمر نے نافع کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سَلَّمَ اِسْتَقْبَلَ فُرْضَتَی الْجَبَلِ الَّذِیْ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجَبَلِ الطَّوِیْلِ نَحْوَ
نے اس پہاڑ کے دونوں کونوں کی طرف رُخ کیا جو آپ کے اور کعبے کی طرف والے لمبے

الْكَعْبَةِ فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ الَّذِیْ بُنِیَ ثَمَّ یَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْاَكَمَةِ
پہاڑ کے درمیان ہے۔ جو مسجد وہاں بنی ہوئی ہے۔ اسے اس مسجد کے بائیں جانب کیا جو ٹیلے

وَمُصَلَّی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْفَلَ مِنْهُ عَلَی الْاَكَمَةِ
کے کنارے پر بنی ہے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ اس کے نیچے کالے

السَّوْدَاءِ تَدَعُ مِنَ الْاَكَمَةِ عَشَرَةَ اَذْرُعٍ اَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ تُصَلِّیْ
ٹیلے پر ہے۔ ٹیلے سے دس ہاتھ کے قریب چھوڑ کر اس پہاڑ کے دونوں

مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَیْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَ الْكَعْبَةِ عہ
کونوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو جو تیرے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

۱ - امام بخاری نے تناسب کیوجہ سے نو احادیث کو اکٹھا ذکر کر دیا ہے۔ ناظرین غور کریں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان مقامات پر نماز پڑھنے کا کتنا اہتمام فرمایا کرتے تھے، جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں یہ سوائے حصول برکت کے اور کس مقصد سے ہو سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام، صحابہ عظام و اولیائے امت و صالحین امت نے جہاں نماز پڑھی ہو، عبادت کی ہو، قیام کیا ہو، وہاں سے برکت حاصل کرنا صحابہ کرام کی سنت اور کم از کم مستحب ضرور ہے۔ یہی تمام علماء سلف و خلف کا مذہب ہے۔ علامہ عینی و علامہ عسقلانی و علامہ قسطلانی نے یہی لکھا ہے۔ امام قاضی عیاض فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و اجلال شان ہی میں سے یہ بھی ہے کہ حضور کے تمام متعلقات کی تعظیم کرے۔ حضور کی طرف منسوب ان تمام جگہوں کی اور مشاہد و معابد کی جو حرمین طیبین کے راستے میں ہیں اکرام کرے۔ بلکہ کہیں بھی ہوں سب کی تعظیم و تکریم کرے۔ بلکہ ان چیزوں کی بھی جن کو دست مبارک نے مس کیا ہو۔ حضرت صفیہ بنت نجدہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سر مبارک کے اگلے حصے کے بال نہیں مونڈاتے تھے، دریافت کیا گیا تو فرمایا، ان کو کس دل سے الگ کراؤں، ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک نے مس کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما منبر اقدس کے اس حصے پر ہاتھ رکھ کر چوم لیتے جہاں سرکار بیٹھتے تھے۔ تفصیل کے لئے شفاء قاضی عیاض کا مطالعہ کریں۔ ہم نے بخاری کی ان تمام احادیث پر تنبیہ کر دی ہے اور کرتے جائیں گے جن میں آثار صالحین سے تبرک کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

عہ جلد اول صلوٰۃ باب المساجد التی علی طرق المدینۃ ص۶۹۔

حدیث ٣٣٥

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی بمنیٰ الی غیر جدار

اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ اَقْبَلْتُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ اور

رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ اَتَانٍ وَّاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ

میں اس دن بلوغ کے قریب تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ

منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے دیوار کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف

بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ

منہ کرکے۔ میں صف کے کچھ حصے سے گذرا اور اترا اور گدھی چھوڑ دیا وہ

فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ ۵

چرنے لگی اور میں صف میں داخل ہو گیا۔ اس معاملہ کی وجہ سے کسی نے مجھے کچھ نہیں کہا۔

● — علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان نو احادیث میں جن جن مساجد کا تذکرہ ہے ان میں سے اکثر کے جاننے والے نہیں رہے۔ صرف مسجد ذوالحلیفہ اور روحاء کے جاننے والے ہیں، لوگ جنھیں پر نشان بتا دیتے ہیں۔ یہ نویں ہجری کی بات ہے۔ اب کیا حال ہے خدا جانے۔ مومن کا اضطراب کیسے موقع دیتا ہے کہ تلاش کرے۔ اگر کوئی تلاش بھی کرنا چاہے تو ظالم نجدی کیوں تلاش کرنے دیں گے۔ جن کے نشانات تھے بھی انھیں بھی ان درندوں نے مٹا دیا ہے۔ مساجد ڈھا دی ہیں یا ان کو بند کرکے پہرہ بٹھا دیا ہے۔ کہ کوئی ان میں نماز نہ پڑھنے پائے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا۔ ان سے بڑھ کر کون ظالم جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کو یاد کرنے سے روکے اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے۔

● — علامہ عینی مراسیل ابوداؤد کے حوالے سے مدینہ طیبہ میں ایسی نو مساجد کا ذکر کیا ہے جن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔ مسجد قبا، مسجد بنی قریظہ، مسجد فضیخ۔ یہ قبا کے مشرق میں واقع ہے۔ مسجد مشربہ ام ابراہیم، مسجد بنی ظفر یہ بقیع کے مشرق میں واقع ہے۔ مسجد بنی معاویہ، جسے مسجد اجابت بھی کہتے ہیں۔ مسجد فتح، جو سلع پہاڑ کے نزدیک ہے۔ مسجد قبلتین، جو بنی سلمہ کے محلے میں ہے۔ مسجد غمامہ، جو مسجد نبوی کے شمال مغرب میں واقع ہے۔

۵ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ صـ ١٧ العلم باب متی یصح السماع الصغیر صـ ١٧

حدیث ۳۳۶ :- إذا خرج یوم العید أمر بالحربة فتوضع بین یدیه

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَرَجَ یَوْمَ الْعِیْدِ اَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوْضَعُ بَیْنَ یَدَیْهِ

وسلم جب عید کے دن نمازِ عید کے لئے (عیدگاہ) تشریف لیجاتے تو حکم دیتے چھوٹا نیزہ حضور کے

فَیُصَلِّیْ اِلَیْهَا وَالنَّاسُ وَرَاءَهٗ وَکَانَ یَفْعَلُ ذٰلِكَ فِی السَّفَرِ

سامنے کھڑا کیا جاتا اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے بقیہ لوگ حضور کے پیچھے ہوتے

فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْاُمَرَاءُ [ع]

سفر میں بھی حضور ایسا ہی کرتے تھے اسی وجہ سے حکام نے نیزہ رکھنا شعار بنا لیا ہے۔

تشریحات ۳۳۵

مُطابقت باب یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے، سُتْرَةُ الْاِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهٗ، امام کا سُترہ مقتدیوں کا سُترہ ہے۔ بظاہر حدیث میں نہ سُترے کا صراحۃً بیان ہے نہ کوئی ایسا لفظ ہے جس سے سُترے پر استدلال کیا جاسکے۔ اس لئے علامہ ابن حجر نے لکھا کہ حدیث سے باب کے اثبات میں نظر ہے۔ اسی وجہ سے امام بیہقی نے اس حدیث پر جو باب قائم کیا ہے وہ یہ ہے، من صلی الی غیر سترۃ۔ مگر علامہ عینی کی دقیق نظر نے سراغ لگا لیا جہاں سے امام بخاری نے استدلال کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں الی غیر جدار" ہے۔ غیر ہمیشہ صفت ہوتا ہے تو اب تقدیر عبارت یہ ہوئی، الی شئی غیر الجدار، دیوار کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہی چیز سُترہ تھی۔ یہ لاٹھی ہو، نیزہ ہو، کچھ بھی ہو۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے ۱۔ نابالغ بچہ اگر کامل سمجھ رکھتا ہو تو اس کا سماع درست ہے۔ خصوصاً جو قریب بلوغ ہو۔ ۲۔ امام کا سُترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے ہر مقتدی کو سُترہ کی حاجت نہیں۔ ۳۔ گدھی یا کسی بھی چیز کے آگے گذرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

تشریحات ۳۳۶

فتوضع :- اس کا ترجمہ ہم نے یہ کیا کہ "کھڑا کیا جاتا" اس لئے کہ

ع جلد اول صلوٰۃ باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ ص۷۱، باب الصلوٰۃ الی الحربۃ ص۷۱۔ عیدین باب الصلوٰۃ الی الحربۃ یوم العید ص۱۳۳، باب حمل العنزۃ اوالحربۃ بین یدی الامام ص۱۳۳۔

حدیث ۳۳۷ كَانَ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي وَالْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ

حدیث (۳۳۷) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلّٰى

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ عه

مصلی اور دیوار کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ بکری گذر جاتی۔

حدیث ۳۳۸ كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ

عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا كَادَتِ الشَّاةُ تَجُوْزُهَا عه

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مسجد کی دیوار منبر کے بالکل قریب تھی دونوں کے درمیان بکری کا گذر مشکل تھا۔

ت ۱۱۸ - وَقَالَ عُمَرُ الْمُصَلُّوْنَ أَحَقُّ بِالسَّوَارِيْ مِنَ الْمُتَحَدِّثِيْنَ إِلَيْهَا

ت ۱۱۸ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نماز پڑھنے والے بات کرنیوالوں کے بہ نسبت ستونوں کے زیادہ مستحق ہیں۔

ت ۱۱۹ - وَرَأَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَجُلًا يُصَلِّيْ بَيْنَ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک شخص کو دو ستونوں کے بیچ میں نماز پڑھتے دیکھا

فَأَدْنَاهُ إِلٰى سَارِيَةٍ فَقَالَ صَلِّ إِلَيْهَا۔

تو اسے ایک ستون کی طرف کر دیا اور فرمایا اسکی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

"بیدین میں" حضرت ابن عمر کی جو روایت ہے اس میں یوکز، وینعصب کا لفظ آیا ہے، بلکہ ابھی حدیث آرہی ہے ایک لکڑی یوکز ہے • گھر سب کے اپنی حفاظت کا سامان رہتا ہی ہے، مگر گھر سے باہر نکلے تو بھی ضرور اپنے ساتھ رکھ لے۔
• میدان میں نماز پڑھے تو سترہ کھڑا کر لینا چاہئے۔ سترے کی موٹائی ایک انگل اور لمبائی کم از کم ایک ہاتھ بھی ضروری ہے۔ سترے کا کھڑا ہونا ضروری ہے۔ آڑے ترچھے رکھنا غیر مفید ہے۔

تشریح (۳۳۷) اس حدیث میں "مصلی" سے مراد شارحین نے موضع قدم بھی لیا ہے اور موضع سجود بھی۔ میری رائے یہ ہے کہ موضع سجود مراد لینا ضروری ہے۔ اس لئے کہ موضع قدم سے ممر الشاۃ

عه جلد اول صلوٰۃ باب قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلی والسترۃ ص۷۱ عه ایضا

حدیث ۳۳۹ ؛- يصلي عند الاسطوانة التي عند المصحف

قَالَ كُنْتُ آتِي مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ فَيُصَلِّي عِنْدَ الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ

یزید بن عبید نے کہا میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مسجد نبوی میں حاضر ہوتا تھا وہ اس

الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ أَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْأُسْطُوَانَةِ قَالَ

ستون کے پاس جہاں مصحف رکھا تھا نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اے ابو مسلم میں دیکھتا ہوں کہ آپ

فَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَهَا

کوشش کرکے بالقصد اس ستون کے پاس نماز پڑھتے ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بالقصد اس کے پاس نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

حدیث ۳۴۰ ؛- يبتدرون السواري عند المغرب

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ كِبَارَ أَصْحَابِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے بڑے بڑے صحابہ کرام کو دیکھا

کے فاصلے میں رکوع اور سجدہ نہ ہو سکے گا۔ بکری کے گذرنے کے لئے ایک ہاتھ کی چوڑائی کافی ہے۔ موضع قدم سے دیوار تک ایک ہاتھ کے فاصلے میں نہ رکوع ہو پائے گا نہ سجدہ۔

تشریحات ؛- ۳۳۸ یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے دوسری ہے۔ پہلی کی طرح یہ بھی حضرت مکی بن ابراہیم، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ کے ذریعہ ملی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث سلمہ پر موقوف ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ مرفوع ہے۔ اسماعیلی نے بطریق ابو عاصم عن یزید بن عبید جو روایت کی ہے اسمیں یہ لفظ ہے۔ کان المنبر علی عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

مطابقت باب ؛- اس طرح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر کے پہلو میں کھڑے ہوتے، تو لازم کہ فاصلہ منبر اور دیوار قبلہ میں تھا وہی فاصلہ مصلائے نبوی اور دیوار قبلہ میں ہو۔ مصلے اور دیوار قبلہ میں جو فاصلہ ہوتا تھا وہی سترہ اور مصلے میں ہونا چاہئے۔ گذر چکا کہ منبر اقدس کی تین سیڑھیاں اور ایک مستراح تھا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ منبر اقدس کی لمبائی ایک ہاتھ سے زیادہ تھی اس لئے اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ابتدائے منبر سے دیوار قبلہ تک کا فاصلہ اتنا تھا کہ بکری بمشکل گذر سکتی تھی، لامحالہ یہ مراد متعین ہے کہ منبر اقدس دیوار قبلہ سے بالکل متصل نہیں تھا بلکہ اتنے فاصلہ پر تھا کہ بکری بمشکل گذر لیتی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حدیث اول میں مصلے سے موضع سجود مراد لینا متعین ہے۔

تشریحات ۱۱۸ و ۱۱۹ ؛- دونوں تعلیقوں کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ پہلی تعلیق کا مفاد یہ ہے مسجد کی تعمیر کی غرض وغایت ذکر الٰہی اور نماز ہے۔ اس لئے جو نماز و ذکر الٰہی کرنا چاہتے ہیں وہ لوگ

عہ جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ الی الاسطوانۃ۔ صـ۷۲

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ وَزَادَ

(مغرب کے وقت ستونوں کی طرف تیزی سے (نماز پڑھنے کیلئے) لپکتے یہاں تک کہ

شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَنَسٍ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے

حدیث ۳۴۱ - ان عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہما کان اذا دخل الکعبۃ

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ كَانَ إِذَا دَخَلَ مَشٰى قِبَلَ وَجْهِهِ حِيْنَ يَدْخُلُ وَجَعَلَ الْبَابَ

نافع نے کہا کہ عبد اللہ (ابن عمر) جب کعبے کے اندر جاتے تو سامنے سیدھے چلتے اور دروازہ اپنی پیٹھ پر

قِبَلَ ظَهْرِهِ فَمَشٰى حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهِ

کر لیتے اسی طرح اور آگے بڑھتے رہتے یہاں تک کہ جب سامنے والی دیوار اور ان میں

سجد کے بات کرنے والوں کے بہ نسبت زیادہ مستحق ہیں۔ نیز بات کرنے والے کہیں بھی بات کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر نمازی ستونوں کی آڑ لیکر نماز نہ پڑھیں تو مسجد میں رہنے والوں کو دشواری ہوگی۔ دوسری تعلیق کا حاصل یہی ہے کہ دو ستونوں کے مابین نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے اسے ستون کے پیچھے کھڑا کر دیا۔

تشریحات ۳۳۹

عند المصحف علامہ عینی اور علامہ عسقلانی، دونوں نے اس ستون سے، اسطوانۂ مہاجرین مراد لیا ہے۔ مگر علامہ عسقلانی کے تلمیذ علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء میں دلائل قویہ سے ثابت کیا ہے، کہ یہ اسطوانہ مصلی الشریف ہے۔ ابتداءً مصلائے نبوی شمال کی جانب تھا جبکہ قبلہ بیت المقدس تھا۔ ۱۶ یا ۱۷ مہینے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہیں نمازیں پڑھائیں تحویل قبلہ کے بعد، چند روز اسطوانۂ عائشہ کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھی پھر اسی کے متصل جانب غرب اسطوانہ علَم مصلے الشریف کے قریب کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے رہے۔ اور اخیر تک یہی مصلے مبارک رہا۔ اسکے داہنی طرف صندوق میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مصحف کبیر رکھدیا تھا۔

تحری الصلوٰۃ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اس جگہ کو تلاش کرکرکے صحابہ کرام نمازیں پڑھتے تھے۔ اگر اس میں کوئی خاص بات نہ ہوتی تو ایسا کیوں کرتے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ انبیاء کرام وصلحائے امت جہاں عبادت وذکر الٰہی کریں وہاں تبرکاً نمازیں پڑھنی عبادت کرنی کم از کم مستحب ضرور ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز پڑھے تو ستون وغیرہ کی آڑ میں پڑھے۔

تشریحات ۳۴۰

اس حدیث کا سیاق بتا رہا ہے کہ جب حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف نہ رکھتے تو صحابہ کرام

ے بخاری اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ الی الاسطوانۃ ص ۷۲

نحواً من ثلٰثةِ اذرعٍ صلّى يتوخّى المكانَ الّذى اخبرهُ بلالٌ

تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا تو نماز پڑھتے۔ بالقصد وہیں نماز پڑھتے جہاں کے بارے میں حضرت

انّ النّبيّ صلّى اللهُ تعالٰى عليهِ وسلّم صلّى فيهِ قال وليس على احدنا

بلال نے انھیں بتایا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں نماز پڑھی ہے اور فرمایا اس میں

بأسٌ ان صلّى فى اىّ نواحى البيت شاءَ ؏

ہم کوئی حرج نہیں کہ بیت اللہ کے جس گوشے میں چاہے نماز پڑھے۔

حدیث ۳۴۲ - اعتدلتمونا بالكلب والحمار

عن عائشةَ رضى اللهُ تعالٰى عنها قالت اعتدلتمونا بالكلبِ والحمارِ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا، تم لوگوں نے ہم عورتوں کو کتے اور گدھے کے

لقد رأيتنى مضطجعةً على السّرير فيجيئُ النّبيّ صلّى اللهُ تعالٰى عليهِ وسلّم

برابر کر دیا ہے میں چارپائی پر لیٹی رہتی اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لاتے۔ چارپائی

ستونوں کی آڑ میں جلدی سے دو رکعت نماز پڑھ لیتے۔ اور اگر حضور مسجد میں تشریف رکھتے تو بظاہر یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اس وقت نہیں پڑھتے تھے۔ احناف کے یہاں اذان مغرب اور فرض کے مابین نفل مکروہ ہے۔ البتہ امام ابن ہمام نے دو رکعت خفیف کی اجازت دی ہے۔ (دلائل مواقیت الصلوٰۃ میں آئیں گے)

تشریحات ۳۴۱

ان ذکی الحس موحدین سے پوچھے جنھیں ہر چیز میں شرک کا جھٹکا لگتا ہے کہ جب بیت اللہ میں ہر جگہ نماز کی اجازت ہے اور ہر جگہ نماز پڑھنا یکساں ہے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو کیا ہو گیا تھا کہ تلاش کر کے قصداً وہیں نماز پڑھتے جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پڑھی تھی۔ ماننا پڑے گا کہ کم از کم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو اس خاص جگہ کوئی خاص کشش محسوس ہوتی تھی، اسی خاص کشش کی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ جہاں جہاں انبیائے کرام، صلحائے امت نے عبادت کی ہے، قیام کیا ہے، وہاں سے برکت حاصل کرنی مستحب ہے۔

مطابقتِ باب اکثر کی روایت باب بلا عنوان ہے۔ البتہ اصیلی کی روایت میں باب بھی نہیں۔ اب یہ حدیث بھی پہلے باب کی ہوئی۔ اس تقدیر پر مطابقت کی تقریر یہ ہوگی، کہ جب حضرت ابن عمر اپنے سامنے دیوار سے تین ہاتھ کی دوری پر دروازے کے بالمقابل کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے تو لامحالہ دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی

؏ جلد اوّل صلوٰۃ باب ۳۰۲

فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيْرَ فَيُصَلِّيْ فَأَكْرَهُ أَنْ أَسْنَحَهُ فَأَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ

کتھ میں کھڑے نماز پڑھتے۔ مجھے برا معلوم ہوتا کہ حضور کے سامنے لیٹی ہوں اس لئے چارپائی کی

السَّرِيْرِ حَتّٰى أَنْسَلَّ مِنْ لِحَافِيْ ۔ عہ

پائنتی کی طرف سے کھسک کر لحاف سے باہر آجاتی۔

ت ۱۲۰ :- وَرَدَّ ابْنُ عُمَرَ الْمَارَّ بَيْنَ يَدَيْهِ فِي التَّشَهُّدِ وَفِي الْكَعْبَةِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے آگے گذرنے والے کو تشہد میں اور کعبہ میں

وَقَالَ إِنْ أَبٰى إِلَّا أَنْ يُقَاتِلَهُ قَاتَلَهُ ۔

لوٹایا اور فرمایا اگر وہ نہ مانے اور لڑنے پر آمادہ ہوجائے تو اس سے لڑے۔

اور یہاں باب تھا۔ بغیر جماعت کے دو ستونوں کے بیچ میں نماز پڑھی۔ جماعت کے ساتھ ستونوں کے درمیان یا در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ اس سے قطع صف لازم آتا ہے۔ منفرد کو کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۳۴۲ :-

تکمیل پوری حدیث یہ ہے کہ ام المومنین حضرت سیدہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی نے یہ کہا کہ کتے گدھے عورت اگر نمازی کے آگے سے گذر جائیں تو نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ اس پر حضرت ام المومنین نے یہ محققانہ جواب ارشاد فرمایا۔ تم لوگوں نے ہم عورتوں کو کتے اور گدھے کے مشابہ کر دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ فرمایا۔ ہم کو کتا اور گدھا بنا دیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے اور میں اسی چارپائی پر حضور اور قبلے کے مابین لیٹی رہتی۔ جب مجھے کوئی ضرورت درپیش ہوتی تو یہ نہیں پسند کرتی کہ حضور کے سامنے بیٹھوں اور حضور کو ایذا پہنچاؤں۔ میں پائنتی سے سرک لیتی۔ بعض میں یہ بھی ہے کہ جب سجدہ کرنا چاہتے میرے پاؤں کو ہاتھ لگا دیتے، میں سمٹ لیتی۔ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں تھے۔

پس منظر :- اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا۔

اذا لم يكن بين يديه مثل اٰخرة الرحل فانه يقطع صلوته الحمار والمرأة والكلب الاسود

جب نمازی کے آگے کجاوے کے پچھلے حصے کے مثل نہ ہو تو اس کی نماز گدھا عورت کالا کتا توڑ دے گا۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ مروی ہے، جیسا کہ ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْكَلْبُ الْاَسْوَدُ وَالْمَرْأَةُ الْحَائِضُ
کالا کتا اور حائض عورت نماز کو توڑ دیتی ہے۔

عہ جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ الی السریر ص۷۲، باب من لا یقطع الصلوٰۃ شیٔ ص۷۳، باب استقبال الرجل الرجل وھو یصلی ص۷۳، باب یغمز الرجل امرأته عند السجود ص۷۳، جلد ثانی۔ الاستیذان باب السریر ص۹۲۹

حدیث ۱۳۴۲۔ اذا اراد احد ان یجتاز بین یدیه فلیدفعه

قَالَ رَأَیْتُ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ فِیْ یَوْمِ جُمُعَةٍ

ابو صالح السمان نے کہا میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمعہ کے دن سُترہ کی طرف

یُصَلِّیْ اِلٰی شَیْءٍ یَّسْتُرُهٗ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ شَابٌّ مِّنْ بَنِیْ اَبِیْ مُعَیْطٍ اَنْ

نماز پڑھتے دیکھا۔ اتنے میں بنی ابی معیط کے ایک جوان نے چاہا کہ سُترے اور حضرت ابو سعید کے

اَنْ یَّجْتَازَ بَیْنَ یَدَیْهِ فَدَفَعَ اَبُوْ سَعِیْدٍ فِیْ صَدْرِهٖ فَنَظَرَ الشَّابُّ

درمیان میں گذرجائے تو حضرت ابو سعید نے اس کے سینے میں دھکا دیا۔ اس جوان نے ادھر ادھر

فَلَمْ یَجِدْ مَسَاغًا اِلَّا بَیْنَ یَدَیْهِ فَعَادَ لِیَجْتَازَ فَدَفَعَهٗ اَبُوْ سَعِیْدٍ

نگاہ دوڑائی مگر سوائے ان کے سامنے کے اور کہیں راستہ نہیں پایا۔ اس لئے پھر آیا کہ گذرجائے۔ اب کی بار

اَشَدَّ مِنَ الْاُوْلٰی فَنَالَ مِنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ ثُمَّ دَخَلَ عَلٰی مَرْوَانَ فَشَکَا اِلَیْهِ

حضرت ابو سعید نے پہلے سے سخت دھکا دیا۔ اس بدتمیز نے حضرت ابو سعید کو گالی دی۔ اسکے بعد مروان کے پاس

اسی بنا پر یہ شہرت تھی کہ ان تین چیزوں کے آگے گذرنے سے، اگر سُترہ نہ ہو، نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ دونوں میں تطابق کی کوئی صورت نہیں۔ لا محالہ ان احادیث کو منسوخ ماننا جائے گا۔ حضرت ام المومنین کو یہ حدیثیں نہیں پہنچی ہوں گی۔ اس لئے بر ہمی کا اظہار فرمایا۔

تشریحات ۱۳۴۲

امام نووی نے فرمایا کہ فلیدفعه میں امر ندب کے لئے ہے۔ دفع بھی تسبیح اور اشارے سے کرے اس کو دفع کرنے کے لئے چلے نہیں بلکہ اگر نماز جہری ہے تو قرأت اور زیادہ بلند آواز سے کرے۔ سری ہے تو ایک آیت بلند آواز سے پڑھے۔ اور اگر قرأت کے علاوہ اور کوئی موقع ہے تو بلند آواز سے تسبیح پڑھے۔ نماز میں لڑائی ہرگز نہ کرے، اس میں نماز کے فاسد ہو جانے اندیشہ ہے اور حدیث میں جو فرمایا فلیقاتله، یہ مبالغے کے لئے ہے۔ اور اسے شیطان کہنا یا تو لغوی معنی کے اعتبار سے ہے یعنی وہ متمرد و سرکش ہے۔ یا جو قرآن میں فرمایا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔ اس لحاظ سے شیطان فرمایا گیا۔ یا یہ کہ چونکہ اسے شیطان نے بہکایا تھا اس لئے اسے شیطان کہہ دیا گیا۔ یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ، واقعی وہ شیطان ہے جو انسان کی شکل اختیار کر کے نمازی کے آگے گذر رہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَدَخَلَ أَبُوْ سَعِيْدٍ خَلْفَهُ عَلَى مَرْوَانَ فَقَالَ مَا لَكَ وَ

لِابْنِ أَخِيْكَ يَا أَبَا سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُوْلُ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ

يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَإِنْ أَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ ۔ع

مالقی من ابی سعید ۔ اور حضرت ابو سعید سے اسے جو تکلیف پہنچی تھی اس کی شکایت کی ۔ اور حضرت ابو سعید بھی اس کے پیچھے ہی وہاں پہنچے ۔ مروان نے کہا اے ابو سعید تمہارا اور تمہارے بھتیجے کا کیا قصہ ہے ۔ حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے ، جب تم سترے کی طرف نماز پڑھو اور کوئی اس کے سامنے سے گذرنا چاہے تو اسے ہٹا دے ، اگر نہ مانے تو اس سے لڑے اس لئے کہ وہ شیطان ہے ۔

حدیث ۳۴۴ ۔ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ

عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَرْسَلَهُ إِلٰى أَبِيْ جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ

مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَارِّ

بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ فَقَالَ أَبُوْ جُهَيْمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ

بسر بن سعید نے کہا کہ زید بن خالد نے انہیں ابو جہیم کے پاس یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ انہوں نے نمازی کے آگے گذرنے والے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے کیا سنا ہے تو ابو جہیم نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر نمازی کے آگے گذرنے والا جانتا کہ اس پر کیا وبال ہے ، تو چالیس تک کھڑے رہنے کو

تشریحات ۳۴۴ ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے گذرنا گناہ ہے ۔ گذرنے والا ضرور گنہگار ہوتا ہے ۔ آگے سے کیا مراد ہے اس میں تفصیل ہے ۔ اگر سامنے سترہ ہے تو سترے کے اندر اندر گزرنا ، سترہ نہیں ۔ میدان یا مسجد کبیر میں نماز پڑھ رہا ہے تو موضع سجود کے اندر اندر ، اور مسجد صغیر ہے جیسے عام مساجد تو دیوار قبلہ تک کہیں سے گزرنا ناجائز و گناہ ہے ۔

تشریح (۱۲۱) ۔ مصنف عبد الرزاق و ابن ابی شیبہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے اس پر ایک شخص کو زجر کیا تھا ۔ احناف کا خلفاء راشدین کے مطابق یہی مذہب ہے کہ نمازی کو کسی کے

لكان ان يقف اربعين خيرا له من ان يمر بين يديه - قال

گزرنے سے بہتر جانتا -

ابو النضر لا ادری قال اربعین یوما او شهرا او سنة ؏

ابو النضر نے کہا میں نہیں جانتا کہ چالیس دن، کہا کہ مہینہ کہ سال - ؟

ت ۱۲۱ :- وكره عثمان ان يستقبل الرجل وهو يصلي -

اور حضرت عثمان نے اسے مکروہ جانا کہ نماز پڑھنے کی حالت میں کسی کی طرف منہ کیا جائے -

ت ۱۲۲ :- قال زيد بن ثابت ما باليت ان الرجل لا يقطع صلوة الرجل -

مجھے کوئی پرواہ نہیں مرد، مرد کی نماز کو قطع نہیں کرتا -

حدیث ۳۴۵ :- اذا اراد ان یوتر ایقظنی

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نماز پڑھتے رہتے

يصلي وانا راقدة معترضة على فراشه فاذا اراد ان يوتر ايقظني فاوترت

اور میں حضور کے سامنے آڑے حضور کے بچھونے پر سوتی رہتی جب وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے جگاتے تو میں وتر پڑھتی -

منہ کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے - البتہ امام بخاری کا مذہب، اس میں تفصیل ہے - وہ فرماتے ہیں، اگر کسی کے چہرے کی طرف منہ کرنے سے دل بٹے تو مکروہ ہے ورنہ نہیں - ان کی دلیل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ ارشاد ہے -

تشریح ۱۲۲ :- گویا امام بخاری دونوں اثر میں تطبیق دے رہے ہیں مگر حقیقت میں یہ تطبیق کچھ نہیں اس لئے کہ دل کا بٹنا یہ مصلی کا فعل ہے وہ بھی خفی ہے - دل پھیرے نہ حضرت عثمان نے دیکھا نہ حضرت عمر نے - اس لئے ان حضرات کا حکم عام ہر حال میں ماننا لازم ہے - اور یہ دونوں حضرات بہرحال حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ سے بدرجہا لائق ترجیح ہیں - ارشاد ہے -

علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین تم پر میری اور خلفاء راشدین کی سنت کی اتباع لازم ہے -

تشریحات ۳۴۵ :-

اس مضمون کی امام بخاری نے گیارہ احادیث ذکر کی ہیں کہ حضرت ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

عہ جلد اول صلوٰت، باب الصلوۃ خلف النائم ص۳۳، وتر باب ایقاظ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اهله بالوتر ص۱۳۶ -
عہ جلد اول صلوۃ باب اثم المار بین یدی المصلی ص۷۳

باب ۳۴۶ كان يصلي وهو حامل امامة بنت زينب رضي الله تعالى عنهما

عن ابي قتادة الانصاري رضي الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله تعالى

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

عليه وسلم كان يصلي وهو حامل امامة بنت زينب بنت رسول

نماز پڑھتے ہوئے اور امامہ بنت زینب، بنت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے آگے لیٹی رہتی، سوتی رہتی اور حضور نماز پڑھتے رہتے۔ کہیں یہ ہے کہ اس بچھونے پر ہوتی۔ کہیں ہے کہ اس چارپائی پر ہوتی۔ کہیں ہے کہ چارپائی کے بیچ حضور نماز پڑھتے۔ مگر اس کے برخلاف دوسری احادیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بات کرنے والے اور سونے والے کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ علامہ عینی نے تحقیق فرمائی کہ اس باب میں جتنی احادیث وارد ہیں وہ سب ضعیف الاحکام میں ناقابل اعتماد ہیں۔ مگر بایں ہمہ سونے والے کے قریب نماز پڑھنے سے بچنا ہی بہتر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سونے کی حالت میں کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے کہ یہ مجبوراً نماز توڑ بیٹھے۔ اسی طرح جب آگے کوئی بات کر رہا ہو تو بھی نماز نہ پڑھے۔ خشوع وخضوع نہ ہوگا۔ رہ گئے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو حضور اس سے مامون تھے، کہ اپنی نماز توڑ بیٹھیں۔ نیز ام المومنین سے ایسی کوئی بات صادر ہو جو نماز توڑنے کی طرف مفضی ہو مستبعد ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ایک بار کا نہیں۔ تقریباً دس سال خدمت اقدس میں حاضر رہیں۔ ہمیشہ حضور کا یہی معمول تھا مگر کبھی کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو نماز توڑنے کا سبب بنے۔ یا خشوع وخضوع میں مخل ہو۔ حدیث گذر چکی اگر کسی ضرورت کے لئے اٹھنا ہوتا تو یہ حضور کے سامنے تخت پر بیٹھتیں۔ پائنتیں سے سرک لیتیں کہ حضور کو کسی قسم کا خلل نہ ہو۔ اس خادم کی رائے یہ ہے کہ اسے بھی خصائص میں شمار کیا جائے۔

تشریحات ۳۴۶ -

چھوٹے بچے کو گود میں لے کر نماز پڑھنے کے بارے میں یہی خیال ہے کہ نماز نہیں ہوگی۔ اس واہمہ کو ختم کرنے کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا اور یہ حدیث ذکر فرمائی۔ اگر چھوٹے بچے کا جسم اور کپڑے پاک ہوں اور اتارنے اور گود لینے میں عمل کثیر نہ ہوتا ہو تو چھوٹے بچے کو گود میں لیکر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہی رشتہ ہے جو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔

روافض کو جانے دیں۔ انہیں اہل بیت سے کوئی غرض ہے نہ مطلب، ان کو تو اپنی ہزار سالہ مجوسی سلطنت کی پامالی کا انتقام لینے کے لئے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا ہے۔

افسوس اہل سنت کے واعظین پر ہے کہ یہ لوگ واقعہ کربلا میں گرمی پیدا کرنے کے لئے یہ روایت بے دھڑک بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین سجدے میں پشت اقدس پر بیٹھے مگر حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلِاَبِی الْعَاصِ بْنِ رَبِیْعَۃَ بْنِ

دبنت ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس کو گود میں اٹھائے رہتے ۔ جب

عَبْدِ شَمْسٍ فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَاِذَا قَامَ حَمَلَهَا عه ۔

سجدہ کرتے رکھدیتے ، جب کھڑے ہوتے اٹھا لیتے ۔

کے بارے میں یہ صحیح روایت کبھی کوئی سُنّی مقرر نہیں بیان کرتا ۔ اس لئے کہ اس کا واقعۂ کربلا سے کوئی جوڑ نہیں ۔

حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو بے پناہ محبت تھی اس کا ایک اندازہ اس حدیث کے علاوہ اور بھی احادیث سے ہوتا ہے ۔ ایک مرتبہ کسی نے خدمت اقدس میں ہار پیش کیا ۔ تو فرمایا ۔ اپنے اہل میں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اسے یہ ہار دونگا ۔ عورتوں نے کہا اب یہ ہار ابن ابی قحافہ کی بیٹی (عائشہ) لیجائیگی ۔ حضور نے حضرت امامہ کو بلایا اور انھیں پہنا دیا ۔ ایک بار نجاشی نے کچھ زیور بھیجے جس میں سونے کی انگوٹھی تھی یہ بھی حضرت امامہ کو عطا کی ۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد یہ حضرت شیر خدا کے حبالۂ عقد میں آئیں ۔ اور حضرت کی شہادت کے بعد حضرت معاویہ نے پیغام اور ایک لاکھ دینار کی پیشکش کی ۔ حضرت شیر خدا کی وصیت کے مطابق رد کر دیا ۔ اور مغیرہ بن نوفل بن حارث سے نکاح فرمایا اور انھیں کے ساتھ یہیں وصال بھی ہو گیا ۔

قَدْ تَمَّ الْجُزْءُ الثَّانِی بِحَوْلِ اللّٰہِ وَقُوَّتِہٖ یَوْمَ الْاَحَدِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا ، سنہ ۱۴۰۰ھ

۱۹ رمضان المبارک

سنہ ۱۴۰۰ھ

۱ر جون

سنہ ۱۹۸۰ء

عه جلد اول صلوٰۃ باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ ص ۷۴ ۔ جلد ثانی ادب رحمۃ الولد و تقبیلہ و معانقتہ ص ۸۸۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب مواقیت الصلوٰة

حدیث (۳۴۷) (۳۴۸)

اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ یَوْمًا فَدَخَلَ

حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایک دن نماز میں تاخیر کردی۔ تو ان کے پاس

عَلَیْہِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَخْبَرَہٗ اَنَّ الْمُغِیْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ

عروہ بن زبیر آئے اور انھیں بتایا کہ مغیرہ بن شعبہ نے ایک دن نماز

یَوْمًا وَّھُوَ بِالْعِرَاقِ فَدَخَلَ عَلَیْہِ اَبُوْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ

میں تاخیر کردی جب کہ وہ عراق میں تھے تو ان کے پاس حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ مَا ھٰذَا یَا مُغِیْرَةُ اَلَیْسَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ

عنہ تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا ہے؟ اے مغیرہ! کیا تم نہیں جانتے؟ کہ جبرئیل

السَّلَامُ نَزَلَ فَصَلّٰی، فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

علیہ السلام اترے۔ اور نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ثُمَّ صَلّٰی۔ فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰی فَصَلّٰی

بھی نماز پڑھی۔ اس کے بعد پھر جبرئیل نے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی نماز

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلّٰی فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ

پڑھی۔ اس کے بعد پھر جبرئیل نے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی۔ اسکے بعد پھر جبرئیل نے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰی فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی ــــ اس کے بعد فرمایا مجھے اس کا

وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِھٰذَا اُمِرْتُ۔ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَةَ اِعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ بِہٖ

حکم دیا گیا ہے۔ اس پر عمر بن عبد العزیز نے عروہ سے کہا تم جانو کیا بیان کرتے ہو کیا جبرئیل علیہ السلام نے

اَوْ اَنَّ جِبْرَئِيلَ هُوَ اَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نماز کے اوقات مقرر فرمائے تھے

الصَّلٰوةِ قَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ

تو عروہ نے کہا کہ بشیر بن ابی مسعود اپنے والد سے اسی طرح حدیث بیان کرتے تھے

قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

عروہ نے کہا مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا قَبْلَ

علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت پڑھتے جب دھوپ ان کے حجرے میں رہتی

اَنْ تَظْهَرَ ؏

ابھی اوپر نہ چڑھی ہوتی

تشریحات ۳۴۷-۳۴۸

اس حدیث میں بیان اختصار ہے۔ ابوداؤد نسائی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور نسائی میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز کے اوقات بتانے کے لئے حاضر ہوئے ـــــ حضرت جبرئیل آگے کھڑے ہوئے ـــــ ان کے پیچھے حضور اقدس کھڑے ہوئے ـــــ حضور کے پیچھے صحابہ کرام صف باندھ کر کھڑے ہوئے ـــــ ظہر کی نماز سورج ڈھلنے کے بعد پڑھی۔ اور جب سایہ ایک مثل ہوگیا تو آئے اور ویسے ہی کیا جیسے (پہلے) کیا تھا جبرئیل علیہ السلام آگے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور صحابہ حضور کے پیچھے ـــــ اس وقت عصر پڑھی پھر جب سورج چھپ گیا تو جبرئیل آئے وہ آگے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے ـــــ اب مغرب پڑھی ـــــ پھر شفق ڈوبنے کے بعد آئے وہ آگے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے۔ اب انھوں نے عشار کی نماز پڑھی۔ فجر طلوع ہوتے وقت جبرئیل پھر آئے اور وہ آگے کھڑے

ع جلد اول مواقیت الصلوۃ ص۷۵، بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ ص۴۵۸، جلد ثانی مغازی باب ص۵۷۱، مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے ـــ اب انھوں نے صبح کی نماز پڑھی ـــ پھر دوسرے دن اس وقت آئے جب ہر شخص کا سایہ اس کے برابر ہوگیا ـــ کل کی طرح آج بھی کیا ـــ اور ظہر پڑھی۔ پھر اس وقت آئے جب مرد کا سایہ دو مثل ہوگیا اور ویسے ہی کیا اور عصر پڑھی اس کے بعد پھر اس وقت آئے جب سورج ڈوب گیا اور کل کی طرح کیا اور مغرب پڑھی ـــ اس کے بعد ہم سوگئے پھر اٹھے پھر سوئے پھر اٹھے اس کے بعد جبرئیل آئے۔ اور کل کی طرح کیا اور عشا پڑھی اس کے بعد جب فجر پھیل گئی اور اجالا ہوگیا مگر ستارے ابھی گتھے ہوئے موجود تھے کہ پھر آئے اور کل کی طرح کیا اور صبح کی نماز پڑھی پھر عرض کیا ان وقتوں کے درمیان نمازوں کے اوقات ہیں۔

ان عمر بن عبد العزیز : نماز عصر تھی جیسا کہ بخاری بدء الخلق میں ہے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ وہ ولید بن عبد الملک کی جانب سے مدینہ منورہ کے والی تھے۔ اور یہ تاخیر بہت تھوڑی تھی جیسا کہ وہیں ہے اخر العصر شیئا عصر تھوڑی سی موخر کردی۔ مراد یہ ہے کہ جس وقت مستحب پر نماز پڑھنے کی ان کی عادت تھی کسی اہم مصروفیت کی وجہ سے اس وقت نہ پڑھی کچھ دیر کے بعد پڑھی ـــ اور طبرانی میں یہ ہے کہ نماز پڑھنے سے پہلے شام ہوگئی تھی اس سے مراد یہ ہے کہ شام قریب ہوگئی تھی۔

یوما اس سے معلوم ہوا کہ اہم مصروفیت کی وجہ سے ایک دن یہ تاخیر ہوگئی تھی ـــ بنی امیہ کے دیگر افراد کی طرح ان کی یہ عادت نہ تھی ـــ حضرت عروہ کی تنبیہہ اس بنا پر تھی، کہ بنی امیہ نمازوں کو عموماً قضا کرکے پڑھتے تھے۔ جیسا کہ ولید نے ایک بار شام کے وقت جمعہ پڑھایا۔ اور حجاج کی بھی یہی عادت تھی جس پر حضرت ابن عمر نے اسے ایک بار ٹوکا بھی کہ سورج تیرا انتظار نہ کرے گا ـــ ولید بن عقبہ عصر ہمیشہ دیر کرکے پڑھتا تھا۔ جس پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے ٹوکا کرتے ـــ اس ماحول میں حضرت عمر بن عبد العزیز سے ایک بار ایسا ہوگیا جو ان کی شان کے مناسب نہ تھا۔ اس لئے حضرت عروہ نے تنبیہ فرمائی۔

اخر الصلوۃ یوما یہ بھی نماز عصر ہی تھی جیسا کہ بخاری کی مغازی والی روایت میں ہے ـــ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے کوفے کے گورنر تھے ان سے اتفاقیہ ایک بار تھوڑی سی تاخیر ہوگئی تھی ـــ

نزل فصلی امام ابن اسحاق نے مغازی میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ شب معراج کی صبح کو پیش آیا یعنی معراج کی شب گزرنے کے بعد جو دن تھا اس دن ـــ صبح سے مراد، بعد میں آنے والا دن ہے ـــ اس لئے کہ واقعہ صبح کو نہیں پیش آیا تھا بلکہ سورج ڈھلنے کے بعد ـــ ترمذی میں حضرت ابن عباس کی حدیث

لہ نسائی جلد اول صلوۃ آخر وقت العصر صہ ۸۵

میں ہے کہ جبرئیل امین نے بیت اللہ شریف کے پاس امامت کی تھی ـــ صحیح یہی ہے کہ ان نمازوں میں جبرئیل علیہ السلام امام تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے مقتدی ـــ جیسا کہ بخاری ہی کی بدء الخلق والی حدیث میں ہے ـــ فامنی جبرئیل ـــ جبرئیل نے میری امامت کی ـــ نیز ترمذی میں حضرت ابن عباس کی حدیث میں بھی یہی ہے۔ نیز نسائی کی جو تفصیلی حدیث ہم نے ذکر کی اس سے بھی یہی ظاہر ہے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ مفضول اپنے سے افضل کی امامت کرے۔ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقتدا میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ـــ اور غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم امامت فرماتے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے۔ اخیر زمانے میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکٹھے ہوں گے تو امام حضرت امام مہدی ہوں گے ـــ میں نے ـــ فصلی ـــ کا ترجمہ، اور نماز پڑھی، کیا ہے اس لئے کہ فاء واؤ کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ امرأ القیس کے پہلے شعر بین الدخول فحومل میں ہے اس لئے کہ تعقیب مراد لینا خلاف واقعہ ہے اور سببیت میں بُعد ہے ـــ

بھذا اُمِرتُ اس میں دونوں روایتیں ہیں ـــ تاء کو ضمہ واحد متکلم کا صیغہ ـــ مجھے اس کا حکم دیا گیا اور تاء کو فتحہ واحد مخاطب کا صیغہ آپ کو اس کا حکم دیا گیا ہے ـــ یعنی نمازوں کے اوقات کی یہ تحدید من جانب اللہ ہے ـــ

اِعلم ما تحدث بہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ ارشاد اس وجہ سے تھا کہ حضرت عروہ نے حدیث کی سند نہیں بیان کی تھی ـــ اس لئے بعد میں حضرت عروہ نے سند بیان کر دی ـــ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تک اس سے پہلے یہ حدیث نہ پہنچی ہو اور یہ کہنا کہ یہ ان کی جلالت شان کے مناسب نہیں۔ ایسی مشہور و معروف حدیث اور انھیں نہ پہنچی ہو صحیح نہیں ـــ ہر ذی علم جانتا ہے کہ ایک دو حدیث سے ناواقف ہونا کسی کی عظمت کے منافی نہیں ـــ

اقول ـــ پہلا جواب بھی خلل سے خالی نہیں ہے ـــ اس لئے کہ حضرت عروہ نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا تھا کہ وہ حضرت مغیرہ کے پاس گئے۔ حضرت عروہ ۲۲ھ میں پیدا ہوئے اور یہ واقعہ حضرت معاویہ کے زمانے کا ہے۔ ان کی حکومت ۴۳ھ میں قائم ہوئی۔ اس وقت حضرت عروہ کم از کم بیس سال کے تھے ـــ وہ اس واقعے کے چشم دید گواہ ہو سکتے ہیں اور اس حدیث کو براہ راست حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سن سکتے ہیں۔ پھر یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ انہوں نے یہ حدیث بلا سند بیان کی تھی ـــ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عروہ مدینہ طیبہ رہتے تھے اور حضرت ابو مسعود انصاری کوفے میں بس گئے تھے ـــ اس وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو یہ شبہ ہوا ـــ کہ تم کس طرح یہ بیان کرتے ہو۔ جب کہ تم اس وقت موجود بھی نہ تھے ـــ اور تمہاری ان سے ملاقات بھی

نہیں تو انھوں نے بیچ کا واسطہ بیان کر دیا کہ میں نے ان کے صاحبزادے بشیر سے سنا ہے وہ اپنے والد مسعود سے روایت کرتے ہیں

کان بشیر بن ابی مسعود

امامت جبرئیل والی حدیث جتنے بھی صحابہ کرام سے مروی ہے ان میں کسی کا بھی اس نماز میں شریک ہونا تو بڑی بات ہے اس وقت ان میں سے کوئی صاحب وہاں موجود بھی نہ تھے۔ حضرت ابوہریرہ حضرت انس حضرت جابر حضرت ابو مسعود انصاری حضرت ابو موسیٰ اشعری حضرت ابوسعید خدری حضرت براء حضرت عمرو بن حزم، ان میں سے کوئی بھی اس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے اور حضرت ابن عباس ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے ـــــ اس لئے یہ حدیث مرسل ہے ـــــ مگر صحابی کی مرسل حدیث بالاتفاق متصل کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ ان صحابی نے یا تو اسے خود حضور سے سنا ہے یا کسی صحابی سے سنا ہے جو شریک واقعہ تھے اس سے جناب شبلی صاحب نعمانی اور ان کے تلمیذ رشید سید ندوی صاحب کی اس تحقیق کی حقیقت معلوم ہو گئی جو انھوں نے کثیر احادیث کو صرف اس بنا پر رد کر دیا ہے کہ اس کا راوی شریک واقعہ نہ تھا ـــــ

عصر کا وقت

ہم نے نسائی کی جو مفصل روایت ذکر کی ہے اس میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پہلے دن مثل اول میں پڑھی۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ مثل اول میں عصر کا وقت ہو جاتا ہے۔ اور ظہر کا وقت نکل جاتا ہے جب کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مفتی بہ جو ظاہر روایت ہے یہ ہے کہ ظہر کا وقت مثلین تک ہے اور عصر کا وقت مثلین کے بعد شروع ہوتا ہے ـــــ ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تین احادیث صحیحہ کے معارض ہے ـــــ ایک حدیث ابردوا کے دوسرے حتی اذا ساوی ظل التلول کے تیسرے وہ حدیث جس میں اس امت کی اگلی امتوں سے تفضیل بیان کی گئی جو مفصلا بہت جلد مذکور ہوگی ـــــ اس تعارض کے دفع کی کوئی صورت نہیں ـــــ لا محالہ امامت جبرئیل والی حدیث ان احادیث سے منسوخ ہے۔ اس لئے کہ امامت جبرئیل کی حدیث ان سب پر مقدم ہے

اشکال وجواب

اس حدیث پر ایک اشکال یہ ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دوسرے دن ظہر کی نماز مثل اول ہونے پر پڑھی یعنی مثل ثانی میں تو ثابت ہو گیا کہ ظہر کا وقت مثل ثانی تک ہے اور پہلے دن عصر کی نماز مثل اول ختم ہونے کے بعد مثل ثانی میں پڑھی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ مثل ثانی کے شروع ہوتے ہی عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے ـــــ اسی لئے بہت سے ائمہ نے یہ قول کیا ہے کہ مثل ثانی ظہر اور عصر کا مشترک وقت ہے مگر ان کا یہ قول مسلم شریف کی اس حدیث کی بنا پر ناقابل قبول ہے کہ فرمایا وقت الظهر ما لم تحضر العصر[1] جب تک عصر کا وقت نہ آجائے ظہر کا وقت ہے اسی حدیث سے

[1] جلد اول باب اوقات الصلوات الخمس ص ۲۲۳

حدیث ۳۴۷

حدثنی شقیق قال سمعت حذیفۃ قال کنا جلوسا عند

شقیق نے کہا میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا انھوں نے بتایا

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال ایکم یحفظ قول رسول اللہ صلی اللہ

کہ ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ انھوں نے فرمایا کہ فتنے

تعالیٰ علیہ وسلم فی الفتنۃ قلت انا کما قالہ ۔ قال انک علیہ او علیھا

کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سب سے زیادہ تم میں سے کس نے یاد رکھا

لجری ۔ قلت فتنۃ الرجل فی اھلہ ومالہ وولدہ وجارہ تکفرھا الصوم

ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں نے اسی طرح یاد رکھا ہے جیسے حضور نے ارشاد فرمایا ہے۔ فرمایا تم اس پر جری ہو

والصوم والصدقۃ والامر والنھی ۔ قال لیس ھذا ارید ولکن الفتنۃ

میں نے عرض کیا مرد کا فتنہ جو اس کے اہل اور اس کے مال اور اس کی اولاد میں ہوتا ہے، نماز روزہ صدقہ امر بالمعروف

التی تموج کما یموج البحر قال لیس علیک منھا باس یا امیر المومنین

نہی عن المنکر اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا میری مراد ایسا فتنہ نہیں ہیں اس فتنے کو پوچھنا چاہتا ہوں جو سمندر کی موج کی طرح اٹھے گا حذیفہ

ان بینک وبینھا لبابا مغلقا قال یکسر ام یفتح ۔ قال یکسر ۔ قال

نے کہا امیر المومنین اس سے آپ کو کوئی ضرر نہ ہوگا اس کے اور آپ کے درمیان بند دروازہ ہے فرمایا دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائیگا عرض کیا توڑا جائے گا

بعض شوافع اور داؤد ظاہری کا یہ قول بھی باطل ہو گیا۔ کہ ظہر اور عصر کے مابین کچھ وقفہ ہے جس میں کسی نماز کا وقت نہیں ہے۔ حضرات شوافع اس کی تاویل کرتے ہیں ۔۔ کہ ۔۔ حین کان ظل الرجل مثل شخصہ سے مراد یہ ہے کہ قریب تھا کہ سایہ ایک مثل ہو جاتا۔

دوسرا اشکال اور جواب فرشتوں پر نماز پنجگانہ فرض نہیں ۔۔ اس لئے حضرت جبرئیل کی نماز نفل تھی ۔۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ نمازیں فرض تھیں ۔۔ تو لازم آیا کہ فرض پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے صحیح ہو ۔۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ان دو دن کی نماز پنجگانہ حضرت جبرئیل پر فرض تھیں۔ جیسا کہ ان کے ارشاد۔ ھذا امرت ۔۔ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے، سے ظاہر ہے ۔۔ اگرچہ فرضیت صرف اس لئے تھی کہ وہ حکم الٰہی کی تبلیغ کردیں اور نماز پڑھ کے نماز کے اول و آخر اوقات کی تعیین کردیں۔

والشمس فی حجرھا کی تقریر حدیث ۳۶۱ میں آرہی ہے۔

تشریحات ۳۴۵-۳۵۰

الفتنۃ اس کے اصل معنی آزمائش اور امتحان کے ہیں۔ مگر اس کا استعمال کفر و شرک معاصی جنگ وجدال اور کبھی مطلق شر و فساد کے معنی میں ہوتا ہے ۔۔ اور اب اردو

اِذًا لَا یُغْلَقُ اَبَدًا قُلْنَا اَکَانَ عُمَرُ یَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ کَمَا اَنَّ دُوْنَ

فرمایا تو کبھی بند نہ کیا جا سکے گا۔ ہم نے حضرت حذیفہ سے عرض کیا۔ کیا حضرت عمر دروازے کو جانتے تھے فرمایا ہاں ایسے جیسے

الْغَدِ اللَّیْلَۃَ اِنِّیْ حَدَّثْتُہٗ بِحَدِیْثٍ لَیْسَ بِالْاَغَالِیْطِ فَھِبْنَا اَنْ نَسْئَلَ

تم جیسے کل سے پہلے رات ہے۔ میں نے ان سے وہ حدیث بیان کی جو غلط نہیں (دروازہ کون تھا) یہ دریافت کرنے

حُذَیْفَۃَ فَاَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَئَلَہٗ فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ[۱]

میں ہم حضرت حذیفہ سے مرعوب ہو گئے تو ہم نے مسروق سے کہا انھوں نے پوچھا۔ تو فرمایا دروازہ حضرت عمر تھے۔

حدیث ۳۵۰

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَأَۃٍ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا

قُبْلَۃً فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ

اس کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بتایا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ

دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کرو۔ بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں

فَقَالَ الرَّجُلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلِیْ ھٰذَا قَالَ لِجَمِیْعِ اُمَّتِیْ کُلِّھِمْ[۲]

اس پر ان صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ صرف خاص میرے لئے ہے؟ فرمایا میری تمام امت کے لئے۔

میں شر و فساد ہی کے معنی میں مستعمل ہے۔

تکفیرھا الصلوٰۃ معتزلہ نے اس قسم کی احادیث سے استدلال کیا ہے کہ طاعات و عبادات صغیرہ و کبیرہ ہر گناہ کا کفارہ ہیں۔ اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ طاعات و عبادات صرف صغائر کے لئے کفارہ ہیں کبائر بغیر توبہ و ادائے حقوق کے معاف نہیں ہوں گے۔ ارشاد ہے

اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْھَوْنَ عَنْہُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ۔ نساء ۳۱

اگر ایسی منہیات سے بچو گے جو کبیرہ ہوں تو ہم تمہارے گناہوں کا کفارہ (نیکیوں) کو بنا دیں گے۔

[۱] جلد اول مواقیت باب الصلوٰۃ کفارۃ ص۷۵ جلد اول صیام باب الصوم کفارۃ ص۲۵۴ جلد اول زکوٰۃ باب الصدقۃ تکفر الخطیئۃ ص۱۹۳ جلد ثانی فتن باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر ص۱۰۵۱ مسلم۔ ترمذی ابن ماجہ۔

[۲] جلد اول مواقیت باب الصلوٰۃ کفارۃ ص۷۵ جلد ثانی تفسیر سورہ ہود باب قولہ ان الحسنات یذھبن السیئات ص۶۸۴۔ مسلم توبہ ترمذی، تفسیر، نسائی، ابن ماجہ صلوٰۃ۔

حدیث ۳۵۱

سَمِعْتُ اَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ

ابو عمرو شیبانی کہتے ہیں کہ اس گھر کے مالک نے مجھ سے حدیث بیان کی اور اشارہ

وَاَشَارَ اِلٰى دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - اَيُّ الْعَمَلِ

حضرت عبد اللہ کے گھر کی طرف انہوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اللہ کو

مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ارشاد فرمایا۔

الصلوٰۃ الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینهن اذا اجتنب الکبائر[1]

نماز پنجگانہ اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے جب تک کبائر سے بچے۔

باب مکسور اس سے مراد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہے اس کی تصدیق تاریخ کی ایک ایک سطر کر رہی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اسلام کا کلمہ متحد تھا۔ مسلمان شیر وشکر تھے نہ کوئی مذہبی اختلاف تھا، نہ کوئی سیاسی۔ ان کی شہادت کے بعد ہی سے جو فتنے پیدا ہونے شروع ہوئے تو آج چودہ سو برس گزرے ختم نہیں ہوئے۔ ختم کیا ہوں گے ایک کچھ ٹھنڈا پڑتا ہے تو دوسرا سر اٹھاتا ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

کما یموج البحر اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی کے قابو کا نہ ہوگا اور جیسے سمندر کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں یہ بھی ایک دوسرے سے ٹکراتے رہیں گے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام بھی علم غیب رکھتے تھے حتیٰ کہ یہ بھی تفصیل جانتے تھے کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۰ میں جو آیت کریمہ ہے اس میں طرفی النہار سے بربنائے قول راجح نماز فجر اور نماز عصر مراد ہے۔ یہی امام مجاہد اور محمد بن کعب کا قول ہے۔ علامہ عینی نے اس سے استدلال فرمایا۔ کہ فجر میں اسفار اور عصر میں تاخیر مستحب ہے وہ اس طرح کہ دن کے دو کنارے طلوع اور غروب ہیں۔ طلوع آفتاب کے وقت یا اس کے بعد فوراً کوئی نماز نہیں۔ اس لئے مجازاً اس سے مراد قریب طلوع ہوگا۔ جب کہیں معنی حقیقی متعذر ہو تو معنی مجازی متعین ہوتا ہے تو ثابت ہوا کہ نماز فجر طلوع آفتاب کے قریب پڑھی جائے یعنی اسفار میں۔ اسی طرح وقت غروب سے مراد قریب غروب ہے غروب سے قبل آفتاب میں زردی پیدا ہونے کے بعد وقت مکروہ ہے تو مراد یہ ہوگی کہ وقت مکروہ سے پہلے اس کے قریب پڑھو اسی طرح زلفا من اللیل سے نماز وتر کا بھی اثبات ہوتا ہے اس طرح کہ زلفا جمع ہے اور اقل جمع تین ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ رات کے تین حصوں میں نماز پڑھو مغرب اور عشا سب کو معلوم ہے۔ تیسری نماز وتر ہے۔

تشریحات ۳۵۱

الی دار عبد اللہ یہاں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں جیسا کہ جہاد اور توحید میں تصریح ہے۔

---

[1] جلد اول طہارت صد ۱۲۲

اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ۔ قَالَ اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِہَا۔ قَالَ ثُمَّ اَیٌّ۔ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ۔ قَالَ

سب سے زیادہ کون سا عمل محبوب ہے فرمایا اپنے وقت پر نماز۔ انھوں نے پوچھا پھر کون سا؟ فرمایا پھر ماں باپ کے ساتھ

ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَلْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ قَالَ حَدَّثَنِیْ بِہِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّہٗ لَزَادَنِیْ ؏

بھلائی انھوں نے پوچھا پھر کون سا فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد۔ انھوں نے کہا انہیں حضور نے بیان فرمایا اگر میں مزید پوچھتا تو اور بھی بتاتے۔

حدیث ۳۵۲

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا بتاؤ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَہْرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسًا

اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر دریا ہو جس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے بارے میں کیا کہتے ہو اس کے میل میں

مَا تَقُوْلُ ذٰلِکَ یُبْقِیْ مِنْ دَرَنِہٖ قَالُوْا لَا یُبْقِیْ مِنْ دَرَنِہٖ شَیْئًا۔ قَالَ فَذٰلِکَ

سے کچھ رہ جائے گا؟ لوگوں نے عرض کیا اس کے میل میں سے کچھ نہیں باقی رہے گا۔ فرمایا یہی پانچوں نمازوں

مَثَلُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰہُ بِہَا الْخَطَایَا ؏

کی مثال ہے ان کی وجہ سے اللہ عزوجل گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

احب الی اللہ اکثر روایتوں میں افضل ہے۔ مراد ایک ہی ہے۔ اس لئے کہ دونوں میں تلازم ہے۔ جو عمل اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ پیارا ہوگا وہ فی نفسہٖ سب سے افضل ہوگا اور جو افضل ہوگا وہ سب سے زیادہ پیارا ہوگا احادیث میں مختلف اعمال کو افضل الاعمال فرمایا گیا ہے اس کی توجیہ جلد اول حدیث ۱۲ میں دیکھیں۔

الصلوٰۃ علی وقتہا مراد یہ ہے کہ نماز وقت کے اندر اندر ادا کرے قضا نہ کرے۔ بعض شارحین نے یہ کہا کہ وقت مستحب میں ادا کرنا مراد ہے۔ اور دلیل میں ترمذی کی یہ حدیث لائے۔

اَلْوَقْتُ الْاَوَّلُ مِنَ الصَّلٰوۃِ رِضْوَانُ اللّٰہِ وَالْوَقْتُ الْاٰخِرُ عَفْوُ اللّٰہِ۔	نماز کا اول وقت اللہ کی رضا مندی ہے اور آخر وقت معافی ہے۔

ابن حبان نے کہا کہ اس کی روایت تنہا۔ یعقوب بن ولید نے کی ہے اور یہ حدیثیں گڑھا کرتا تھا۔ ابوحاتم رازی نے کہا یہ حدیث موضوع ہے۔ میمونی نے کہا اس مضمون کی کوئی حدیث ثابت نہیں۔

؏ جلد اول، صلوٰۃ، باب مواقیت الصلوٰۃ ص۷۶۔ جلد اول، جہاد، باب فضل الجہاد ص۳۹۰۔ جلد ثانی، ادب، باب قولہ تعالیٰ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ ص۸۸۲ جلد ثانی، توحید باب وسمی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلوٰۃ عملا ص۱۱۲۴ مسلم، ایمان، ترمذی، صلوٰۃ، البر والصلۃ، نسائی، صلوٰۃ۔ ۱؎ جلد اول ص۲۴ ۲؎ عینی جلد خامس ص۱۴۔

؏ جلد اول، مواقیت الصلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ الخمس کفارۃ للخطایا ص۷۶ مسلم، صلوٰۃ، ترمذی امثال، نسائی، صلوٰۃ۔

حدیث ۳۵۳

سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ وَهُوَ

امام زہری کہتے ہیں کہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا جب وہ دمشق تشریف

يَبْكِيْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكَ فَقَالَ لَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا اَدْرَكْتُ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ

لائے تھے (تو دیکھا) وہ رو رہے ہیں میں نے عرض کیا آپ کے رونے کا سبب کیا ہے فرمایا میں نے (حضور اقدس صلی اللہ

وَهٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَدْ ضُيِّعَتْ ؎

علیہ وسلم کے عہد مبارک میں) جو کچھ دیکھا تھا ان میں نماز کے سوا کچھ نہیں پاتا اور یہ نماز بھی ضائع کردی گئی ہے۔

حدیث ۳۵۴

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اَنَّهٗ قَالَ اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ كَالْكَلْبِ وَاِذَا

سجدوں میں اعتدال رکھو اور اپنی کلائیاں کتے کی طرح نہ بچھاؤ اور جب تھوکو تو سامنے اور داہنی

بَزَقَ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ فَاِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ۔

طرف نہ تھوکو اس لئے کہ وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔

تشریحات ۳۵۳ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق شہنشاہ وقت ولید بن عبدالملک کے پاس ظالم حجاج کی زیادتیوں سے تنگ آکر فریاد لے کر گئے تھے خصوصاً نماز کے بارے میں، مگر ولید نے بھی کچھ تدارک نہیں کیا۔ غالباً اسی وجہ سے حضرت انس رو رہے تھے۔ ویسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ رہتے تھے وہیں مدفون بھی ہیں۔ دمشق حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخیر ایام خلافت میں فتح ہوا۔ جب سے آج تک وہ مسلمانوں ہی کے قبضے میں ہے اور شام کا صدر مقام رہا۔ حضرت معاویہ نے جب اپنی سلطنت قائم کی تو اسی کو دارالسلطنت بنایا۔ بنی امیہ کی جب تک حکومت رہی یہی ان کا دارالسلطنت رہا۔ آج کل بھی دمشق ہی دارالسلطنت ہے۔

تشریحات ۳۵۴ سجدے میں اعتدال سے مراد یہ ہے کہ زمین پر صرف ہتھیلیاں رکھے کلائیاں اٹھائے رکھے۔ انھیں بازوؤں سے اور بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھے۔ اسی طرح پنڈلیاں زمین سے اٹھائے رکھے اور انھیں زانوؤں سے اور رانوں کو پیٹ سے علحدہ کئے رہے۔ یہ حکم مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں کو ضروری ہے کہ سمٹ کر سجدہ کریں یعنی بازو کروٹوں سے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے ملائے ہوئے سجدہ کریں ؎ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ عورتوں کے لئے پاؤں کی انگلیوں

حدیث ۳۵۵

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَکَتِ النَّارُ اِلٰی رَبِّهَا فَقَالَتْ یَا رَبِّ اَکَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَیْنِ نَفَسٍ فِی الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِی الصَّیْفِ وَهُوَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِیْرِ عہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی حضور نے فرمایا جب گرمی سخت ہو تو نماز ٹھنڈی کرکے پڑھو اس لئے کہ سخت گرمی جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے جہنم نے اپنے رب سے یہ شکایت کی کہ میرے بعض نے بعض کو کھا لیا تو اسے دو سانسوں کی اجازت دے دی ایک سانس کی جاڑے میں اور ایک سانس کی گرمی میں اور یہی وہ سخت گرمی ہے جسے تم محسوس کرتے ہو اور وہ سخت سردی ہے جسے تم محسوس کرتے ہو۔

حدیث ۳۵۶

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ عہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وقت ٹھنڈا کرکے ظہر پڑھو اس لئے کہ سخت گرمی جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔

کے پیٹ زمین پر لگانا ضروری نہیں ورنہ پنڈلیاں مل نہ پائیں گی۔

تلا یبزقن اس پر جلد ثانی میں تفصیلی کلام ہو چکا ہے۔ یہاں اس نکتے پر روشنی ڈالنی ہے کہ فَاِنَّهُ یُنَاجِیْ رَبَّهُ۔ آگے نہ تھوکنے کی علت بن سکتا ہے مگر داہنی طرف تھوکنے سے ممانعت کی علت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جلد ثانی میں حدیث گزر چکی کہ فرمایا وَاِنَّ رَبَّهُ بَیْنَهُ وَبَیْنَ الْقِبْلَةِ۔ نیز حدیث گزری کہ داہنی طرف اس لئے نہ تھوکو کہ اس جانب فرشتہ ہے، اقول حل کے لئے سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ روایت بالمعنی کی وجہ سے جملوں میں تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ یُنَاجِیْ رَبَّهُ پہلے تھا جیسے کہ حدیث ۴۸۳ میں ہے۔ یہاں راوی نے بعد میں ذکر کر دیا۔ اگر حدیث ۴۸۵ میں فان ربه بینه وبین القبلة نہ ہوتا تو یہ کہہ سکتے تھے کہ حکم واحد کی دو علتیں ہو سکتی ہیں۔ داہنی جانب تھوکنے کی ممانعت مناجاۃ بھی ہے اور فرشتے کا ہونا بھی۔

عہ اولہ مواقیت۔ باب الابراد بالظہر ص ۷۶ عہ جلد اول مواقیت۔ باب الابراد بالظہر فی شدۃ الحر ص
اذان للمسافر بدء الخلق باب صفۃ النار ص ۴۶۲۔ جلد اول مواقیت باب الابراد بالظہر فی السفر ص ۷۷ ایضا۔

حدیث ۳۵۷

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ نِ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ یُّؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَہٗ اَبْرِدْ حَتّٰی رَاَیْنَا فَیْءَ التُّلُوْلِ فَقَالَ

ٹھنڈا کر پھر کچھ دیر کے بعد اذان کا ارادہ کیا تو پھر اس سے فرمایا ٹھنڈا کر یہاں تک کہ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ شِدَّۃَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ

ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے جب گرمی سخت ہو

فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوۃِ؂ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَتَفَیَّؤُا یَتَمَیَّلُ؂

تو وقت ٹھنڈا کر کے نماز پڑھو حضرت ابن عباس نے فرمایا یَتَفَیَّؤُا کے معنی یَتَمَیَّلُ کے ہیں یعنی جھکتی ہیں۔

تشریحات ۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷

اذا اشتد الحر یہاں رَاَیْنَا فَیْءَ التُّلُوْلِ ہے اور باب اذان المسافر میں حتی ساوی ظل التلول ہے؛ یہ حدیث اس پر نص ہے کہ ظہر کا وقت مستحب مثل ثانی ہے، نیز اس پر نص ہے کہ مثل ثانی تک ظہر کا وقت رہتا ہے وہ اس طرح کہ اس میں صریح حکم موجود ہے کہ ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو۔ کتنا ٹھنڈا کرنا چاہیئے وہ حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مذکور ہے کہ حضرت بلال نے اذان کہنی چاہی تو فرمایا ٹھنڈا کر۔ تین بار یہی فرمایا جیسا کہ اذان المسافر میں ہے بلکہ حتی ساوی ظل التلول کا ظاہر یہ بتارہا ہے کہ یہ تین ہی بار میں منحصر نہیں اس سے زیادہ بھی ارادۂ اذان اور حکم ابراد ہوا ہوگا۔ اور یہی یہاں کی روایت اور اذان المسافر کی روایت میں وجہ تطبیق ہے۔ یہاں دو بار مذکور ہے بلکہ اس سے پہلی روایت میں ایک ہی بار مذکور ہے اور اذان المسافر میں تین بار ہے۔ وجہ تطبیق یہ ہے کہ ایک یا دو یا تین تحدید کے لئے نہیں۔ حضرت بلال اذان کا ارادہ بار بار فرماتے اور حضور بار بار اِبْرَادْ کا حکم دیتے جب ٹیلوں کے سائے نظر آنے لگے اور ٹیلوں کے برابر ہو گئے تو اذان ہوئی اور اگر سیاق حدیث سے صرف نظر کر کے تین ہی بار مانیں تو بھی کیا کم ہے اسی سے تاخیر کے مبالغہ کا اندازہ کرنا چاہیئے۔ ہر دو ارادوں میں اس قدر فاصلہ یقیناً تھا جس کو ابراد کہہ سکیں اور دوسرا وقت بہ نسبت پہلے وقت کے ٹھنڈا ہو ورنہ لازم آئے گا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے تعمیل حکم نہ کی۔ جب اذان میں یہ تاخیر ہوئی تو نماز تو اور بعد میں ہوئی۔ علماء فرماتے ہیں کہ ٹیلے

؂ ابن ابی حاتم فی تفسیرہ۔ ؂ جلد اول اذان ص۸۷

عموماً پھیلے ہوئے ہوتے ہیں ان کے سائے دوپہر کے بہت بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ امام احمد خطیب قسطلانی شافعی ارشاد الساری[۱] شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔ ٹیلوں کا سایہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب ظہر کا اکثر وقت نکل جاتا ہے یعنی اکثر مثل اول۔ اس لئے کہ امام شافعی کے یہاں ظہر کا وقت صرف مثل اول تک ہے۔ ظاہر ہے جب ٹیلوں کے سائے اکثر مثل اول گزرنے کے بعد شروع ہوں گے تو ٹیلوں کے برابر مثل ثانی کے اخیر حصے میں ہوں گے۔ اس وقت تک حضور نے اذان نہ ہونے دی۔ نماز تو یقیناً اس کے بھی بعد ہی ہوئی۔ اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ مثل ثانی بھی وقت ظہر ہے۔ اس حدیث کو جمع بین الصلوٰتین پر محمول کرنا خود اسی حدیث سے باطل۔ اولاً حضور یہاں ابراد کا حکم ارشاد فرمارہے ہیں یعنی یہ کہ نماز اپنے وقت کے ٹھنڈے حصے میں پڑھی جائے نہ یہ کہ وقت نکال کر دوسری نماز کے وقت میں پڑھی جائے۔ ثانیاً یہاں ایک حکم عام ارشاد فرمارہے ہیں کہ جب گرمی سخت ہو تو یوں نہیں ٹھنڈے وقت میں پڑھو یہ نہیں فرماتے کہ جب مسافر ہو تو ظہر کو عصر سے ملا کر پڑھو۔

نانوتوی صاحب پر تعقب

مطبوعہ ہند بخاری کے حاشیے پر (خ) کا رمز دیکر ہمارے استدلال مذکور پر یہ ریمارک ہے لیکن قَدْ قِیْلَ مقدار الفئ کان باقیاً بعد۔ غالباً اس کا مطلب یہ ہے کہ سایہ اصلی نکالنے کے بعد یہ وقت دو مثل نہ رہے گا۔ اقول افسوس اس کا ہے کہ محشی صاحب اپنے کو حنفی کہتے ہیں۔ بلکہ دیوبندیوں کا دعویٰ ہے کہ یہ حاشیہ نانوتوی صاحب کا لکھا ہے جو اپنے استاذ کے نام سے انھوں نے ازراہِ انکساری چھپایا ہے اور مذہب حنفی کو مجروح کرنے کے لئے یہ رکیک بات ـــ محشی صاحب نے اسے سہارنپور پر قیاس کیا ہے۔ وہ بھی اپنے گھر کی دیوار پر۔ حرمین طیبین اور ان کے بلاد میں گرمیوں میں سایۂ اصلی کبھی کبھی دو انگل سے زائد نہیں ہوتا اور مکہ مکرمہ میں کبھی کبھی بالکل نہیں ہوتا۔ بجائے شمال کے جانب جنوب ہو جاتا ہے ابوداؤد[۲] اور ترمذی[۳] میں امامت جبرئیل کی حدیث میں ہے فَصَلّیٰ بِیَ الظُّھْرَ حِیْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَکَانَ قَدْرَ الشِّرَاکِ سورج ڈھلنے کے بعد مجھے ظہر پڑھائی اور سایہ تسمہ کی مقدار تھا۔ البحر الرائق[۴] میں مبسوط سے ہے۔

واعلم ان لکل شئ ظلا وقت الزوال الا بمکۃ والمدینۃ فی اطول ایام السنۃ۔	زوال کے وقت ہر چیز کا سایہ ہے مگر سال کے سب سے لمبے دنوں میں حرمین میں نہیں۔

اس کے حاشیے پر اعلیحضرت امام احمد رضا قدس نے فرمایا۔

کانہ رحمہ اللہ تعالیٰ اطلق العدم واراد القلۃ والا فالمدینۃ الطیبۃ عرضھا الکہ اشد علیٰ لمیل	حضرت امام رحمہ اللہ بولے عدم ہیں اور مراد لیا ہے قلت (کالعدم) ورنہ مدینہ طیبہ کا عرض الکہ ہے میل کلی پر ایک

---

۱ جلد اول مواقیت باب الابراد بالصلوٰۃ فی شدۃ الحر ص ۳۹۷

۲ ابوداؤد۔ اول صلوٰۃ۔ باب المواقیت ص ۵۶۔

۳ اول صلوٰۃ۔ باب مواقیت الصلوٰۃ ص ۲۱

۴ جلد اول صلوٰۃ ص ۲۰۸۔

...المیل بدرجة وثلث وثلثين دقيقة فكيف ينعدم فيها الظل ومكة عرضها - كا م - اقل من الميل الاعظم بدرجة وسبع واربعين دقيقة فلا ينعدم فيها الظل فى اطول الايام بل يكون جنوبيا وانما ينعدم حيث ماذكرنا والله تعالى اعلم۔	درجہ تینتیس دقیقہ زائد ہے تو وہاں سایۂ اصلی کیسے معدوم ہوگا۔ اور مکہ مکرمہ کا عرض۔ کام ہے میل اعظم سے ایک درجہ سینتالیس دقیقے کم ہے۔ اس لئے یہاں سایہ اصلی سب سے بڑے دنوں میں بھی معدوم نہ ہوگا بلکہ جنوبی ہوگا معدوم اس وقت ہوگا جس وقت ہم نے ذکر کیا۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا یہ ارشاد اس پر ہے کہ فرمایا۔ اطول ایام میں سایہ نہیں ہوتا۔ ورنہ اس سے اتفاق ہے کہ بعض ایام میں مکہ معظمہ میں سایہ اصلی بالکل نہیں ہوتا۔ فتاویٰ رضویہ جلد دوم [1] میں فرمایا۔ مکہ معظمہ میں تو بعض اوقات یعنی جب آفتاب سمت الراس سے گزرے..... مطلقاً سایۂ اصلی نہیں ہوتا۔ یہ بات وہاں اس وقت ہوتی ہے جب آفتاب ہشتم جوزات یا بست و دوم سرطان پر ہو یعنی ۳۰ مئی اور ۲۰ جولائی کو۔

مولوی محمود الحسن اور کشمیری صاحبان پر تعقب

دیوبند کے شیخ الہند صاحب نے تقریر ترمذی میں کہا۔ بعض راسخ فی الحنفیت نے کہا۔ ساوی فیئ التلول کے معنی یہ ہیں کہ سائے ٹیلوں کے طول و عرض میں برابر ہو گئے۔ مثلاً ٹیلہ اگر دس ہاتھ لمبا ہے تو سایہ بھی زمین پر دس ہاتھ لمبا ہو جائے۔ یہ درست نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز غروب کے قریب پڑھی۔ غالباً اپنے استاذ محترم کی تحقیق انیق کی بناء پر انور شاہ کشمیری نے فرمایا اگرچہ میرے نزدیک مساواۃ فیئ التلول سے حنفیہ کو بھی استدلال نہ کرنا چاہیے کیونکہ بظاہر راوی کا ارادہ حقیقی مساواۃ کا نہ ہوگا اور نہ مثل و مثلین ثابت کرنا تھا [2]۔

اس ترقی پسندانہ منطق کی بنیاد غالباً اس پر ہے کہ علماء نے فرمایا کہ سایہ زمین پر مثل اول کے اکثر حصے گزرنے کے بعد نظر آئے گا۔ تو لازم کہ برابر ہوگا مثل ثانی کے بعد اس لئے کہ زمین پر نظر آنے کے لئے ایک دو انگل سائے کا زمین پر پڑنا کافی ہے۔ تو جب ایک دو انگل سایہ مثل اول کے اکثر حصے کے گزرنے کے بعد زمین پر پڑا تو ٹیلوں کے برابر ہوتے ہوتے ضرور آفتاب غروب ہونے کے قریب ہو جائے گا۔ بلکہ اس حساب سے غروب ہو جانا چاہیے۔ اقول۔ سایہ کے زمین پر آتے آتے مثل اول کے اکثر حصے گزر جانے کی وجہ یہ ہے کہ ٹیلوں کی ساخت ترچھی ہوتی ہے۔ مثلاً زمین پر اس کی چوڑائی دس ہاتھ ہے تو اس کی چوٹی پانچ ہاتھ یا اس سے بھی کم ہوگی۔ اب ایک ٹیلہ پانچ ہاتھ اونچا ہی مان لیجئے تو لامحالہ چوٹی کا سایہ پہلے ٹیلے کی ڈھال پر پڑے گا اسے طے کرکے زمین پر آئے گا ڈھال پر سایہ کے سرکنے کا وہ تناسب نہ ہوگا جو سطح زمین پر ہوتا ہے بلکہ اس سے کم ہوگا۔ اس لئے زمین پر آتے آتے مثل اول کا اکثر حصہ گزر جائے گا مگر زمین پر آجانے کے

[1] صـ ۲۴۳ [2] انوار الباری جلد دوازدہم صـ ۱۷۱۔

بعد اس کا تناسب وہی ہوگا جو عمودی اشیاء کا ہوتا ہے۔ اس لئے مثل ثانی گزرنے سے پہلے پہلے نیلے کے برابر ہوجائے گا۔ اور جب حدیث میں صراحۃً ساوی ظل التلول۔ ہے۔ تو یہ کہنا کہ راوی کا ارادہ حقیقی مساواۃ کا نہ ہوگا۔ بلا وجہ نص صریح میں تشکیک پیدا کرنا ہے۔

دوسری دلیل ساوی ظل التلول۔ سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف ابرد۔ یا ابردوا۔ پر انصاف کے ساتھ غور کریں تو اسی سے ثابت ہے کہ مثل ثانی تک ظہر کا وقت ہے۔ گرمیوں میں تجربہ کرکے دیکھ لیں۔ زوال کے وقت گرمی میں جو شدت ہوتی ہے۔ مثل اول تک اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اگرچہ زوال کے بعد سورج کی کرنیں زمین پر آڑی ترچھی پڑنے لگتی ہیں۔ مگر چونکہ زمین، پہاڑ، دیواریں تپی رہتی ہیں اس لئے گرمی کا احساس دوپہر کے برابر ہوتا ہے۔ گرمی کی شدت مثل ثانی ہی میں کم ہونا شروع ہوتی ہے۔ اس لئے۔ اگر ساوی ظل التلول۔ نہ بھی ہوتا اور وقفہ وقفہ کے بعد تین بار۔ ابرد۔ ابرد۔ نہ ہوتا تو بھی ثابت تھا کہ ظہر کا وقت مثل ثانی تک ہے۔ مگر اس میں معاند مجادل کے لئے گنجائش ہے لیکن حضرت ابوذر کی حدیث نے اس گنجائش کو بالکلیہ ختم کردیا۔ فالحمد علی ذالک۔

کشمیری صاحب پر تعقب ظاہر الروایہ یہی ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہ ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک ہے اور عصر کا وقت اس کے بعد شروع ہوتا ہے جیساکہ تمام متون میں ہے اور متون ہی نقل مذہب کے لئے موضوع ہیں۔ امام محمد نے کتاب الاصل یعنی مبسوط میں یہی قول امام لکھا نہایہ میں ہے۔ امام سے یہی۔ ظاہر الروایہ ہے۔ غایۃ البیان میں ہے۔ یہی امام کا مذہب مشہور ماخوذ ہے۔ محیط میں ہے مذہب امام یہی ہے۔ ینابیع میں ہے صحیح یہ ہے کہ یہی امام کا قول ہے[1] اس کے برخلاف۔ کشمیری صاحب فرماتے ہیں کہاں سے لوگوں نے اسے ظاہر الروایت کردیا حالانکہ آخر وقت ظہر کو نہ جامع کبیر میں ذکر کیا اور نہ صغیر میں اور نہ زیادات میں اور نہ مبسوط میں۔ سرخسی نے تصریح کی ہے کہ محمد نے آخر وقت ظہر کا ذکر ہی نہیں کیا۔ اس طرح سیر کبیر میں بھی اس کا ذکر نہیں اور میں نے سیر صغیر دیکھی نہیں ہے[2]

اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں تحقیق فرمائی کہ ہمارے بلاد میں فصول کی تقسیم یہ ہے۔ جب آفتاب بروج، حوت، حمل، ثور میں ہو تو موسم بہار ہوگا۔ اور جب جوزا، سرطان، اسد میں ہو تو گرمی اور جب سنبلہ، میزان، عقرب میں ہو تو خریف اور جب قوس، جدی، دلو میں ہو تو جاڑا۔ انگریزی مہینوں سے شدت گرمی کا وقت ۲۲ مئی سے ۲۴ اگست تک ہے[3]

---

[1] البحرالرائق جلد اول۔ صلوٰۃ ص ۲۵۷، ۸

[2] فیض الباری جلد ثانی ص ۹۴

[3] ص ۲۷۶

دوسرا تعقب کشمیری صاحب نے اس پر بھی بہت زور دیا ہے کہ مثل ثانی ظہر اور عصر کا مشترک وقت ہے یہ اس حدیث صحیح سے باطل ہے جسے امام مسلم[1] اور ابوداؤد[2] و نسائی[3] نے اپنی اپنی سنن اور امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ کہ فرمایا۔ وقت الظهر مالم تحضر العصر۔ جب تک عصر کا وقت نہ آئے ظہر کا وقت ہے۔ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ ظہر اور عصر کے مابین کوئی وقت مشترک نہیں۔

دوسرے یہ کہ ظہر اور عصر کے مابین کوئی ایسا وقت نہیں جس میں نماز فرض کا وقت نہ ہو۔ رہ گئیں کمزور روایات بارده تو اس سے کون سی نص محفوظ رہ سکتی ہے اس لئے وہ مسموع نہیں۔

فاذن لها بنفسين اس حدیث پر آج کل یہ بہت اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔ تو یہ ضروری ہونا چاہئیے تھا کہ گرمیوں میں دن رات چوبیس گھنٹے یکساں گرمی ہوتی اسی طرح جاڑوں میں جاڑا بھی۔ نیز پوری دنیا میں ایک ہی ساتھ گرمی اور ایک ہی ساتھ جاڑا رہتا۔ حالاں کہ خط استواء کے جانب شمال جب گرمی پڑتی ہے تو جانب جنوب جاڑا رہتا ہے اور جب اُدھر جاڑا رہتا ہے تو اِدھر گرمی۔ نیز خط استواء پر ہمیشہ موسم معتدل رہتا ہے۔ حالاں کہ وہاں بھی گرمی اور جاڑا دیگر بلاد کی طرح رہنا چاہئیے۔ اقول وباللہ التوفیق۔ اگر جہنم ایک ہی سانس لیتا تو خطِ استواء کے شمالی اور جنوبی بلاد میں موسم کے تضاد سے استحالہ درست تھا۔ حدیث میں ہے۔ دو سانس لیتا ہے۔ یعنی پوری دو سانس ایسا نہیں کہ سانس ایک ہی لیتا ہے۔ اندر باہر کرنے کو دو سے تعبیر کر دیا۔ پوری سانس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ باہر سے اندر کھینچے اور اندر سے باہر پھینکے۔ جو بلاد اندر کھینچتے وقت اس کی زد میں آتے ہیں وہاں جاڑا پڑتا ہے۔ جو باہر پھینکنے کی زد میں آتے ہیں وہاں گرمی۔ کبھی شمالی بلاد کی طرف باہر پھینکنے کا رخ ہوتا ہے تو اِدھر گرمی ہوتی ہے اور کبھی جنوبی بلاد کی طرف باہر پھینکنے کا رخ ہوتا ہے تو اُدھر گرمی اسی طرح جاڑا بھی۔

نفس فی الشتاء یہاں "الشتاء" اور "الصیف" سے مدینہ طیبہ اور اس کے نواح کا جاڑا اور گرمی مراد ہے یعنی وہ بلاد جو خط استواء کے شمال میں واقع ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اس نواح کے جاڑے میں ایک سانس لیتا ہے اس کی پوزیشن یہ ہوتی ہے۔ کہ اس نواح کے بلاد کے رخ سے سانس اندر کھینچتا ہے اور بلاد جنوبی

---

[1] جلد اول مساجد۔ اوقات الصلوات الخمس ص۲۲۳

[2] ابوداؤد۔ اول۔ صلوٰۃ باب المواقیت ص۵۸

[3] جلد اول۔ صلوٰۃ۔ تعجیل المغرب ص۹۱۔

حدیث ۳۵۸

أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ أَنَّ فِيهَا أُمُورًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ فَلَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هٰذَا فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ - وَأَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي فَقَامَ

امام زہری نے فرمایا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورج ڈھلتے ہی باہر تشریف لائے اور ظہر پڑھی۔ اس کے بعد منبر پر کھڑے ہوئے اور قیامت کا ذکر فرمایا۔ اور یہ بیان فرمایا کہ اس میں بڑے بڑے حوادث ہونگے اس کے بعد فرمایا۔ جو شخص بھی مجھ سے کچھ پوچھنا چاہے تو پوچھ لے جب تک میں یہاں ہوں اس وقت تک جو چیز بھی پوچھوگے میں اُسے بتاؤں گا۔ اس پر لوگ بہت زیادہ رونے لگے اور حضور اقدس بار بار فرماتے مجھ سے پوچھو تو

کی جانب پھینکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بلاد شمالی میں جاڑا رہتا ہے۔ اور بلاد جنوبی میں گرمی۔ اسی طرح نواح مدینہ طیبہ یعنی بلاد شمالی کے گرمیوں کے دنوں میں بلاد جنوبی سے سانس اندر کھینچتا ہے اور بلاد شمالی کی طرف نکالتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بلاد جنوبی میں جاڑا اور بلاد شمالی میں گرمی رہتی ہے۔ هٰذا غاية ما قيل في هذا الباب والعلم بالحق جل مجده وعند رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم۔

یتفیّؤا ایتمیل قرآن مجید میں ہے۔ يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ (النحل ۴۸) اس کی پرچھائیاں دائیں بائیں جھکتی ہیں اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے یَتَفَیَّؤُا کا مادہ فیئی ہے۔ فیئی کا لفظ اس حدیث میں آیا ہے اس لئے حسب عادت امام بخاری نے اس سے مشتق یتفیؤا کی جو قرآن مجید میں آیا ہے۔ تفسیر فرمائی۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ فیئی کے معنی جھکنے کے ہیں پرچھائیں کو فیئی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک طرف سے دوسری طرح جھکتی رہتی ہے یعنی معنی عرفی اور لغوی میں مناسبت بتائی۔

تشریحات ۳۵۸ تکمیل یہاں صرف اتنا ہی ہے کہ حضرت عبداللہ نے سوال کیا۔ لیکن کتاب العلم اور

عبد اللہ بن حذافۃ السہمی فقال من ابی - قال ابوک حذافۃ -

عبد اللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے اور دریافت کیا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے -

ثم اکثر ان یقول سلونی فبرک عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی رکبتیہ

اس کے بعد بار بار فرماتے رہے مجھ سے پوچھو تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھٹنوں پر کھڑے ہو کر

فقال رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا فسکت ثم

عرض کیا اللہ کے پروردگار ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد کے نبی ہونے پر ہم راضی ہیں

قال عرضت علی الجنۃ والنار انفا فی عرض ھذا الحائط

آپ حضور نے سکوت فرمایا۔ پھر فرمایا۔ جنت اور دوزخ ابھی اس دیوار کے گوشے میں پیش کی گئی۔ ایسی

فلم ار کالخیر والشر ع٥

بھلی اور بری چیز میں نے کبھی نہیں دیکھی۔

کتاب الاعتصام میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ ایک اور صاحب بھی جن کا نام "سعد بن سالم" تھا، کھڑے ہوئے اور یہی سوال کیا تو فرمایا۔ تمھارے باپ کا نام سالم مولیٰ شیبہ ہے نیز کتاب الاعتصام میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ بھی زائد ہے۔ کہ کسی نے پوچھا۔ میں کہاں جاؤں گا (جنت یا دوزخ میں) تو فرمایا جہنم میں۔ دوسری روایت میں یہ بھی زائد ہے۔ کہ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

یاایھا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم (مائدہ ۱۰۱) | اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کردی جائیں تو تم کو بری لگیں۔

حین زاغت الشمس اس سے ہمیں انکار نہیں۔ کہ سورج ڈھلتے ہی ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہ اول وقت میں نماز بلا کراہت درست ہے۔ نیز یہ کہ جاڑوں میں یہی مستحب ہے کہ ظہر کی نماز اول وقت پڑھی جائے۔ اختلاف اس میں ہے کہ گرمیوں کے موسم میں ظہر کا مستحب وقت کیا ہے ہمارے نزدیک۔ ابراد۔ مستحب ہے۔ اس کی پوری بحث ابھی گزر چکی۔ ابن بطال نے کرخی سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ اول وقت میں نماز نفل ہو گی۔ علامہ عینی نے

ع٥ اول۔ مواقیت باب وقت الظہر عند الزوال ص۷۷ - العلم - باب من برک علی رکبتیہ عند الامام او المحدث ص۲۰ الصلوٰۃ -
ابن ابی حاتم و قدامہ تنور او نار ص۶۳ جلد ثانی اعتصام باب ما یکرہ من کثرۃ السوال ص۱۰۸۳ دو طریقے سے۔

حدیث ۳۵۹

عَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الصُّبْحَ

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی نماز ایسے وقت

وَاَحَدُنَا یَعْرِفُ جَلِیْسَہٗ وَیَقْرَأُ فِیْہَا مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلَی الْمِائَۃِ وَیُصَلِّی

پڑھتے کہ ہم اپنے برابر بیٹھنے والے کو پہچان لیتے اور اس میں ساٹھ سے لے کر سو آیت تک پڑھتے

الظُّہْرَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَاَحَدُنَا یَذْہَبُ اِلٰی اَقْصَی الْمَدِیْنَۃِ

اور جب سورج ڈھل جاتا تو ظہر پڑھتے اور عصر اس وقت پڑھتے کہ ہم سے کوئی لوٹ کر مدینے کے کنارے

رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَیَّۃٌ وَنَسِیْتُ مَا قَالَ فِی الْمَغْرِبِ وَلَا یُبَالِیْ بِتَاْخِیْرِ الْعِشَاءِ

تک چلا جاتا۔ اور سورج متغیر نہیں ہوتا۔ راوی ابو المنہال نے کہا میں بھول گیا کہ حضرت ابوبرزہ نے مغرب کے بارے میں کیا کہا تھا اور

اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ ثُمَّ قَالَ اِلٰی شَطْرِ اللَّیْلِ وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَۃُ ثُمَّ

رات تک عشاء کی تاخیر کی پرواہ نہیں کرتے تھے پھر فرمایا کہ آدھی رات تک کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ شعبہ نے کہا میں نے ایک بار

فرمایا امام اعظم کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں۔ امام سرخسی نے مبسوط میں فرمایا۔ کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ کہ سورج ڈھلتے ہی ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ ہاں کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ظہر کا وقت اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ سایہ تسمے کی مقدار نہ ہو جائے اقول غالباً اس قول کی بنیاد اس حدیث پر ہے جو ابوداؤد[1] وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جبرئیل امین نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سایہ تسمے کے برابر ہو گیا۔ مگر ظاہر ہے یہ کچھ مخصوص ایام کی بات ہے پورے سال کی بات نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث میں ہے کہ گرمی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز ظہر پڑھنے کے وقت سایہ کی مقدار تین قدم سے پانچ قدم تھی اور جاڑے میں پانچ قدم سے سات قدم تک[2] اس لئے حدیث ابن عباس سے یہ استدلال کہ جب تک سایہ تسمے کے برابر نہ ہو جائے ظہر کا وقت نہیں ہوتا ساقط ہے۔

تشریحات ۳۵۹

تکمیل اس کے بعد وقت صلوٰۃ العصر اور اذان میں یہ زائد ہے کہ عشاء سے پہلے سونے کو اور عشاء کے بعد بات کو ناپسند فرماتے تھے۔ اسی روایت میں یہ ہے کہ ایسے وقت نماز فجر پڑھتے کہ ہم اپنے برابر والے کو پہچان لیتے اور ان دونوں جگہوں میں یہ ہے۔ کہ۔ نماز سے فارغ

---

[1] اول صلوٰۃ۔ باب مواقیت الصلوٰۃ ص۵۹ ترمذی۔ اول صلوٰۃ باب مواقیت الصلوٰۃ ص۲۱

[2] ابوداؤد باب وقت صلوٰۃ الظہر ص۵۹۔ نسائی اول صلوٰۃ باب آخر وقت الظہر ص۸۸

...مرّۃً فقال اَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ عہ

...سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا یا تہائی رات تک۔

...نے تو ہم اپنے برابر بیٹھنے والے کو پہچان لیتے۔ احناف کے یہاں نماز فجر میں اسفار مستحب ہے۔ اس کی ...ثیں آگے آئے گی یہاں قابل بحث حدیث کا یہ حصہ ہے والعصر واحدنا یذھب الی اقصی المدینۃ رجع والشمس حیۃ۔ ہم عصر پڑھ کر مدینے کے کنارے لوٹ کر جاتے اور سورج متغیر نہیں ہوتا۔ بعض مترجمین نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ ہم سے کوئی مدینے کے کنارے تک جاکر لوٹ آتے۔ مگر یہ ترجمہ اس حدیث کے دوسرے ...ن کے معارض ہے۔ ثم یرجع احدنا الی رحلہ فی اقصی المدینۃ والشمس حیۃ کتاب الاذان میں بھی اسی طرح ہے البتہ رحلہ۔ نہیں۔ یعنی ہم مدینے کے کنارے اپنے گھر لوٹتے تو بھی سورج متغیر نہ ہوتا۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ رجع کا متعلق محذوف "الی رحلہ" ہے نہ کہ مسجد نبوی۔ اس لئے صحیح ترجمہ وہی ہوا جو ہم نے کیا۔ لوٹ کر مدینے کے کنارے تک جاتے اور سورج متغیر نہ ہوتا۔

اس حدیث سے یہ استدلال باطل کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل ثانی کے شروع ہوتے ہی عصر کی نماز پڑھتے۔ اس لئے کہ ہمارے دیار میں مثل ثانی ختم ہونے کے بعد گرمی کے دنوں میں دو[٢] گھنٹے کبھی اس سے زائد بھی وقت رہتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث ابوداؤد وغیرہ میں ہے اس میں اقصی المدینۃ کے بجائے العوالی ہے۔ اس میں وہیں امام زہری کا قول منقول ہے کہ عوالی مدینہ کا فاصلہ دو[٢] یا تین[٣] میل تھا۔ یا زیادہ سے زیادہ چار میل۔ اوسط درجے کی رفتار سے ایک گھنٹے میں چار میل طے کیا جا سکتا ہے اس صورت میں مسجد نبوی میں نماز عصر پڑھ کر عوالی مدینہ پہنچنے کے بعد بھی سورج متغیر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ سورج میں تغیر بیس منٹ غروب سے پہلے ہوتا ہے فرض کیجئے پندرہ[١٥] منٹ میں نماز ہوئی ایک گھنٹے میں عوالی پہونچ گئے۔ تو ابھی سورج ڈوبنے میں پینتالیس[٤٥] منٹ باقی رہتا ہے۔ ہمارے یہاں عصر میں تاخیر مستحب ہے ایسے وقت پڑھے کہ وقت مکروہ آنے سے پہلے سنن و مستحبات کے ساتھ نماز ادا کرنے کے بعد اگر نماز میں کسی وجہ سے فساد پیدا ہو جائے تو دوبارہ سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ پڑھی جا سکے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا

عہ اول، مواقیت الصلوۃ۔ باب وقت الظہر الی الزوال ص٧٧ ایضا باب وقت العصر ص٧٨ ایضا۔ باب ما یکرہ من النوم قبل العشاء ص٨٠ ایضا باب ما یکرہ من السمر بعد العشاء ص٨٤ ایضا۔ اذان باب القراءۃ فی الفجر ص١٠٦ مسلم۔ صلوۃ ابوداؤد، صلوۃ۔ نسائی۔ صلوۃ۔ ابن ماجہ۔ صلوۃ

لہ اول صلوۃ۔ باب وقت العصر ص٥٩۔

حدیث ۳۶۰

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِالْمَدِیْنَۃِ سَبْعًا وَّ ثَمَانِیًا اَلظُّھْرَ وَالْعَصْرَ

نے سات رکعت اور آٹھ رکعت مدینے میں نماز پڑھی۔ ظہر اور عصر

وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فَقَالَ اَیُّوْبُ لَعَلَّہٗ فِیْ لَیْلَۃٍ مَّطِیْرَۃٍ قَالَ

اور مغرب اور عشار کی۔ ایوب نے جابر سے پوچھا شاید بارش والی رات میں ہوا ہو

عَسٰی [ع]

انہوں نے کہا ہو سکتا ہے

حدیث ۳۶۱

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ

کہ عشار سے پہلے سونا اور عشار کے بعد دنیوی باتیں کرنی ممنوع ہے۔ میزبان کا مہمان سے، زوجین کا آپس میں بات کرنا مستثنیٰ ہے۔ اسی طرح دینی باتیں بھی۔ بلکہ بربنائے تحقیق مسلمانوں کے مفاد کے لئے دنیوی باتوں کی بھی اجازت ہے۔

تشریح ۳۶۰

مطلب یہ ہے ظہر اور عصر ایک ساتھ ملا کر آٹھ رکعت اور مغرب وعشار ملا کر سات رکعت پڑھی۔ اس کے معارض حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے بخاری [ل] اور مسلم [۲] نے روایت کیا کہ مزدلفہ کے علاوہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نماز کو اس کے وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں پڑھی ہو۔ اس لئے اس سے مراد جمع صوری ہے۔ یعنی ظہر کو مؤخر فرمایا اور اخیر وقت میں ادا فرمایا اور عصر اول وقت میں پڑھی۔ ظہر اپنے وقت میں۔ عصر اپنے وقت میں۔ اسی طرح مغرب کی نماز اخیر وقت میں اور عشار اول وقت میں ادا فرمائی۔

تشریحات ۳۶۱

ابوذر، اور اصیلی اور کریمہ کی روایت میں باب کے عنوان میں یہ تعلیق بھی ہے۔ وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ ھِشَامٍ۔ عَنْ قَعْرِ حُجْرَتِھَا یعنی ابو اسامہ نے ہشام

ع اول۔ مواقیت الصلوۃ۔ باب تاخیر الظہر الی العصر صے ۷۷ مسلم۔ صلوۃ۔ ابوداؤد۔ صلوۃ۔ نسائی۔ صلوۃ۔

ل اول مناسک باب متی یصلی الصبح بجمع صے ۲۲۸

۲ اول حج باب الافاضۃ من عرفات الی المزدلفۃ صے ۴۱۷

تعالیٰ علیہ وسلم یُصَلِّی الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِھَا

عصر کی نماز اس وقت پڑھتے کہ دھوپ (ابھی) ان کے حجرے

(وَفِی رِوَایَۃٍ اُخْرٰی) وَالشَّمْسُ فِی حُجْرَتِھَا لَمْ یَظْھَرِ الْفَیْئُ مِنْ

تعالیٰ علیہ وسلم دھوپ ان کے حجرے میں رہتی اس کا سایہ حجرے (کی زمین سے)

حُجْرَتِھَا (وَفِی اُخْرٰی) وَالشَّمْسُ طَالِعَۃٌ فِی حُجْرَتِی وَلَمْ یَظْھَرِ

سے باہر نہیں ہوتی۔ اور دھوپ ان کے حجرے میں چمکتی رہتی اور سایہ

الْفَیْئُ بَعْدُ (وَفِی اُخْرٰی) وَالشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ تَظْھَرَ۔

اوپر چڑھا ہوتا اس وقت تک اوپر نہ چڑھا ہوتا۔ دھوپ اوپر ہونے سے پہلے۔

روایت کی اس میں حُجرتھا سے پہلے قعر کا لفظ زائد ہے۔ اس پر شارحین کا اتفاق ہے کہ ان احادیث میں بھی شمس سے مراد دھوپ ہے۔ اور ان سب سے مراد یہ ہے کہ دھوپ حجرے کی زمین پر ہوتی دیوار پر چڑھی نہ ہوتی اور دھوپ کے بعد جو سایہ ہوتا وہ بھی زمین ہی پر ہوتا۔ اس لئے کہ دھوپ کے ساتھ ساتھ سایہ بھی آگے پیچھے ہوتا رہتا ہے۔ جب دھوپ دیوار پر نہیں چڑھی تھی تو اس سے متصل جو سایہ ہوگا وہ بھی نہیں چڑھے گا اب مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لم یظھر الفیئ بعد سے مراد مسجد اقدس کی دیوار کا سایہ ہو یا اگر حجرہ مبارکہ کے آگے کوئی آنگن رہا ہو۔ اس کی غربی دیوار کا سایہ مراد ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ فرماتی ہیں دھوپ میرے حجرے میں رہتی۔ بیرونی دیوار کا سایہ حجرے کی شرقی دیوار پر ابھی چڑھا نہ ہوتا۔ ہو سکتا ہے بیرونی دیوار اور دروازے کا فاصلہ یہ رہا ہو کہ جب بیرونی دیوار کا سایہ حجرے کی شرقی دیوار پر چڑھتا تو حجرہ مبارکہ سے دھوپ غائب ہو جاتی۔ میرے خیال میں یہ دوسرا معنی زیادہ ظاہر ہے۔

شوافع کا استدلال

اس حدیث سے شوافع نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز مثل اول میں پڑھتے تھے۔ اس لئے کہ حجرہ مبارکہ بہت چھوٹا تھا مثل ثانی کے بعد دھوپ ضرور دیوار پر چڑھ جاتی۔

جواب

حضرات شوافع کے استدلال کے جواب سے پہلے چند تنقیح طلب امور کی تحقیق ضروری ہے ① حجرہ مبارکہ مسجد اقدس سے بالکل متصل تھا۔ حدیث گزر چکی ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ اعتکاف کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر اقدس میری طرف بڑھا دیتے۔ میں اس میں کنگھا کر دیتی اور میں حالت حیض میں ہوتی۔ علاوہ ازیں مسجد اقدس کا نقشہ دیکھنے سے بھی یہی ظاہر ہے کہ مسجد مبارک حظیرہ اقدس کی مغربی دیوار تک ہے اور جانب مغرب جالیاں مسجد میں لگائی گئیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسطوانہ سریر اور اسطوانہ محرس تک جالیاں ہیں ② مسجد اقدس پر چھت تھی۔

(۳) حظیرۂ اقدس اور حجرہ مبارکہ کی غربی دیواریں بالکل متصل ہیں۔ درمیان میں کوئی خلا نہیں۔ جیسا کہ علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء میں اپنا مشاہدہ تحریر کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حظیرہ مقدسہ کے بنائے جانے سے پہلے مسجد مبارک حجرۂ اقدس کی غربی دیوار تک تھی۔ (۴) اس سے ظاہر ہو گیا کہ حجرہ مبارک کے جانب غرب کوئی صحن نہیں تھا۔ نہ اندرونی جسے آنگن کہتے ہیں نہ بیرونی۔ (۵) حضرت عائشہ کے حجرۂ مبارکہ کی جانب جنوب قبلے کی طرف دیگر ازواج مطہرات کے حجرے تھے۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ اسی طرف تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حجرہ مبارکہ میں دھوپ کدھر سے آتی تھی۔ اقول وباللہ التوفیق مسجد اقدس ابتداءً پورب پچھم ساٹھ ہاتھ چوڑی تھی۔ غزوۂ خیبر کے بعد اس میں اضافہ ہوا۔ اور سو ہاتھ چوڑی اور سو ہاتھ لمبی کی گئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پورب پچھم چالیس[۴۰] ہاتھ کا اضافہ ہوا۔ یہ اضافہ پورب بھی ہوا اور پچھم بھی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ غزوۂ خیبر سے پہلے مسجد اقدس اور حجرہ مبارکہ میں فصل تھا۔ ہو سکتا ہے یہ فصل بیس[۲۰] ہاتھ کے قریب ہو۔ ہو سکتا ہے اس سے کم ہو۔ ہو سکتا ہے ان ایام میں پچھم جانب کچھ آنگن بھی رہا ہو۔ اس سے حجرہ مبارکہ میں دھوپ آتی تھی۔ ہو سکتا ہے کوئی آنگن نہ رہا ہو۔ درمیانی فاصلے سے دھوپ آتی ہو۔ جو لوگ اسلوب کلام سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان پر ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین کے ارشاد والشمس فی حجرتھا۔ لم یظھر اور لم یظھر الفیٔ بعد۔ سے یہ ظاہر ہے کہ دھوپ شرقی دیوار کے بہت قریب پہنچی ہوتی البتہ دیوار پر چڑھی نہ ہوتی۔ اگر حضرت ام المومنین کی مراد یہ نہ ہوتی تو یوں فرماتیں۔ دھوپ حجرے کے بیچ میں ہوتی۔ چوتھائی میں ہوتی۔ اس وقت سایہ دو[۲] مثل کے اندر اندر رہتا یا دو مثل سے زائد ہوتا۔ اس کا فیصلہ اس پر موقوف ہے کہ حجرہ مبارکہ کتنا چوڑا تھا دروازہ کتنا اونچا تھا اور اگر آنگن تھا تو اس کی دیوار کتنی اونچی تھی۔ آنگن کتنا چوڑا تھا۔ حجرہ مبارکہ کی پورب پچھم چوڑائی کا اندازہ حظیرہ مقدسہ سے لگانا مشکل ہے اس لئے کہ حظیرہ مقدسہ کے دیواروں کی چوڑائی حجرہ مبارکہ کی دیواروں کی چوڑائی اور ان کے درمیان کتنی دوری ہے اس میں مورخین کا اتنا اختلاف ہے کہ کسی ایک بات کا اب فیصلہ بہت مشکل ہے۔ پھر اسے مدار حکم ٹھہرانا کسی طرح صحیح نہیں اور قیاسات سے جو اندازہ ہوتا ہے وہ شوافع کے خلاف اور ہمارا مؤید ہے۔ (۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرقد مبارک میں پائنتی کی جانب سے اتارا گیا تھا[۱] اس سے معلوم ہو گیا کہ مزار مبارک کے پورب جانب قد آدم جگہ تھی (۲) مرقد اقدس قد آدم سے کچھ زیادہ ضرور ہو گی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرقد اطہر کے سرہانے سے شرقی دیوار تک لگ بھگ دس[۱۰] فٹ کا فاصلہ ضرور تھا (۳) ذوق سلیم بتاتا ہے کہ مرقد اطہر غربی دیوار کے بالکل متصل ہی سے نہیں کھودی گئی ہو گی بلکہ حجرہ

---

[۱] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۵۶۸۔

مبارک کے بیچوں بیچ میں کھودی گئی ہوگی۔ مواجہہ اقدس کا نشان بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ اس سے قیاس ہوتا
ہے کہ جانب مغرب بھی قد آدم جگہ چھوٹی تھی۔ اس تقدیر پر حجرہ مبارکہ چودہ پندرہ فٹ شرقاً غرباً چوڑا
تھا۔ (۴) حجرہ مبارکہ کی چھت قد آدم سے ایک ہاتھ زائد تھی۔ لمبے قد کا آدمی پانچ فٹ ہوتا ہے تو
چھت کی بلندی زیادہ سے زیادہ ساڑھے چھ ہاتھ تھی (۵) اس عہد میں دروازے بہت نیچے ہوتے تھے
حجرہ مبارکہ کی دیوار بھی اسی کی مقتضی ہے۔ ہوسکتا ہے چار فٹ رہا ہو، ہوسکتا ہے پانچ فٹ رہا ہو (۶)
اگر جانب غرب کوئی آنگن تھا تو اس کی بھی مغربی دیوار حجرے کی چھت سے اونچی نہ رہی ہوگی کچھ کم ہی
رہی ہوگی یا زیادہ سے زیادہ برابر رہی ہوگی۔

اب جب کہ حجرہ مبارکہ چودہ پندرہ فٹ چوڑا تھا اور دروازہ پانچ فٹ مان لیجئے تو مثل ثانی ہو
جانے کے بعد بھی دھوپ شرقی دیوار سے دور رہے گی۔ شرقی دیوار پر مثل ثالث کے اختتام کے قریب پہنچے گی
اسی طرح اگر کوئی آنگن تھا اور اس کی بلندی چھت کے برابر ساڑھے چھ فٹ مانیں تو اس کی دیوار کا
سایہ مثل ثانی تک شرقی دیوار کے قریب نہیں پہنچے گا بلکہ بیچ حجرے کے قریب رہے گا۔ اس لئے کہ آخر
آنگن بھی کچھ چوڑا رہا ہوگا۔ مدینہ طیبہ میں گرمیوں کے دنوں میں کبھی کبھی سایہ اصلی انگل دو انگل رہتا ہے۔

غرض کہ کسی تقدیر پر شوافع کا استدلال اس حدیث سے دونوں مدعا میں سے کسی پر صحیح
نہیں۔ نہ اس پر کہ مثل ثانی میں نماز پڑھی اور نہ اس پر کہ اول وقت پڑھی۔ اس لئے کہ ان کے یہاں
اول وقت مثل ثانی کے شروع میں ہے۔ اور تقدیر مذکور پر حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ
وسلم نے مثل ثالث میں نماز پڑھی۔ ہمارے مذہب کے مطابق بھی یہ نماز اول وقت میں نہ ہوئی
اس لئے کہ حجرہ مبارکہ کے آگے آنگن نہ ہونے کی صورت میں مثل ثانی کے اختتام تک دھوپ
تہائی حجرے سے کچھ آگے ہوگی شرقی دیوار تک پہنچنے کے لئے ایک تہائی کے قریب حجرہ طے کرنا
باقی ہے اور آگے آنگن مانئے تو آنگن جتنا چوڑا مانیں گے مثل ثانی کے بعد شرقی دیوار تک پہنچنے
کے لئے اتنی اور مسافت طے کرنا باقی رہے گی۔ ہم اوپر بتا آئے کہ حضرت ام المومنین کے
ارشاد کا اسلوب بتا رہا ہے کہ دھوپ شرقی دیوار تک پہنچی ہوتی البتہ ابھی دیوار پر چڑھی نہیں
ہوتی۔ اس سے ثابت کہ یہ نماز مثل ثالث کا معتد بہ حصہ گزرنے کے بعد پڑھی جاتی تھی نہ کہ اول
وقت میں۔ اگرچہ ہمارے اس معروض میں کلام کی بہت گنجائش ہے مگر ہم مستدل نہیں مانع ہیں۔
مستدل امام شافعی ہیں۔ ایک مخالف احتمال بھی استدلال کی پوری عمارت ڈھا
دیتا ہے۔



حدیث ۳۶۲

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَخْرُجُ الْاِنْسَانُ اِلٰى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُهُمْ يُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ عـه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم عصر کی نماز پڑھ لیتے پھر کوئی انسان بنی عمرو بن عوف میں جاتا تو انھیں نماز عصر پڑھتے ہوئے پاتا۔

حدیث ۳۶۳

سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ يَقُوْلُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَقُلْتُ يَا عَمِّ مَا هٰذِهِ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ صَلَّيْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَهٰذِهٖ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَهٗ عـه

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی اس کے بعد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں نماز عصر پڑھتے پایا۔ میں نے عرض کیا اے چچا آپ نے یہ کون سی نماز پڑھی ہے فرمایا عصر۔ یہی وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس نماز کے پڑھنے کا ہے ہم اسی وقت حضور کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔

حدیث ۳۶۴

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا اِلٰى قُبَاءَ فَيَاْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ ـ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم عصر کی نماز پڑھ لیتے پھر جانے والا قبا تک جاتا اور وہاں پہنچ جاتا اور سورج بلند رہتا۔

حدیث ۳۶۵

حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلٰى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ لیتے تو بھی سورج بلند روشن رہتا اس کے بعد جانے والا

عـه اول مواقیت باب وقت صلوٰۃ العصر ص۷۸ مسلم صلوۃ نسائی صلوٰۃ

عـه اول مواقیت الصلوٰۃ وقت العصر ص۷۸ مسلم صلوۃ نسائی صلوٰۃ

الْعَوَالِي فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ - وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ
عوالی تک جاتا وہاں پہنچ جاتا اور سورج بلند رہتا (امام زہری نے) کہا کہ مدینے سے بعض عوالی

عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهِ ؎
تقریباً چار میل یا اس کے مثل ہے۔

تشریحات (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵)

کنا نصلی: یہ حدیث موقوف یا مرسل ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ اس پر علامہ عینی نے لکھا ہے۔ بعض .... تھے مرفوع کے حکم میں ہے۔
صحابی کا یہ قول ہم ایسا کرتے تھے مرفوع کے حکم میں ہے یہی امام حاکم کا مختار ہے۔ امام بخاری نے اسے جس طرح ذکر کیا ہے۔ وہ لوگوں نے کہا یہ حکماً مرفوع ہے یہی امام حاکم کا مختار ہے۔ اگرچہ صراحۃً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اضافت اس کی جانب مشعر ہے کہ یہ مسند ہے۔ دار قطنی خطیب اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ یہ موقوف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ لفظاً موقوف نہیں۔ اس لئے کہ یہاں حضرت انس اسے استدلال کے لئے لائے ہیں۔ اس لئے اس پر ہے مگر حکماً مرفوع ہے۔ اس لئے کہ یہاں حضرت انس اسے استدلال کے لئے لائے ہیں۔ اس لئے اس پر محمول کرنا ضروری ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا کرتے تھے۔ اس مخصوص حدیث کے مرفوع ہونے پر یہ بھی دلیل ہے۔ کہ نسائی میں حضرت عبداللہ بن مبارک تمید امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ حدیث یوں مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کی نماز ایسے وقت پڑھ لیتے۔ الخ

بنی عمرو بن عوف: یہ قبیلہ قبا میں رہتا تھا۔ اس طرح اس حدیث اور حدیث ۳۶۴ کا حاصل ایک ہوا۔ فرق اس کے بعد ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ وہاں پہنچنے کے بعد دیکھتے کہ وہ لوگ عصر کی نماز پڑھ رہے ہیں اور حدیث ۳۶۵ میں ہے کہ سورج بلند رہتا۔ نسائی میں حضرت انس سے دو صاحبان نے روایت کی ہے۔ امام زہری نے اور امام اسحق بن عبداللہ نے دونوں "الی قباء" تک متفق ہیں آگے یہ ہے کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ انھیں نماز پڑھتے ہوئے پاتا۔ دوسرے نے کہا۔ اور سورج بلند رہتا۔ ان دونوں میں تعارض نہیں۔ دونوں باتیں صحیح ہو سکتی ہیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد انہیں نماز پڑھتے بھی پایا اور سورج بھی بلند تھا۔ قبا شریف مسجد نبوی سے تین میل ہے۔ ہم پہلے بتا آئے کہ متوسط رفتار سے تین میل پینتالیس منٹ میں طے کیا جا سکتا ہے۔ تو اگر فرض کریں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عہ اول مواقیت الصلوٰۃ باب وقت العصر ص ۷۸، مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

لہ جلد اول صلوٰۃ باب تعجیل العصر ص ۸۸۔

مثل ثانی ختم ہونے کے بعد نماز پڑھی پھر کوئی قبا گیا تو بھی سورج بلند اور روشن ہوگا اور وہ وقت بھی عصر کا وقت غیر مکروہ ہے۔ اس وقت اگر اہل قبا عصر کی نماز پڑھتے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ پھر یہ بھی تصریح نہیں کہ جانے والا پیدل ہی جاتا تھا۔ ہو سکتا ہے سواری سے جاتا ہو اور سواری کو دوڑا کر لے جاتا ہو۔ تو اور بھی کوئی الجھن نہیں رہتی۔

والشمس حیۃ اس کی تفسیر حضرت امام زہری سے ابو داؤد میں یہ مروی ہے کہ اس کی گرمی محسوس ہو۔ مراد یہی ہے کہ اس میں زردی پیدا نہ ہوئی ہوتی۔

والعوالی عوالی، عالیہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی بلند کے ہیں۔ اس سے مراد مدینہ طیبہ کے نواحی کا وہ حصہ ہے جو اپنے مقابل کے اعتبار سے بلند ہے۔ مدینہ طیبہ سے "نجد" کی جانب یعنی مشرقی حصے کو عالیہ کہتے ہیں اور اس کے مقابل تہامہ کی جانب جو مغربی حصے ہیں اسے "سافلہ" کہتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ امام زہری کا ارشاد ہے کہ "عوالی مدینہ طیبہ سے چار میل یا اس کے مثل ہے۔ یعنی کم و بیش چار میل ہے۔ ابو داؤد میں ہے کہ انھوں نے دو یا تین بتایا۔ راوی نے یہ بھی کہا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ انھوں نے یہ بھی کہا۔ یا چار میل ہے۔ یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ عوالی مدینہ طیبہ سے دو میل سے لے کر آٹھ میل تک ہے۔ قبا شریف بھی عوالی میں ہے۔ ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے اس لئے یہاں بولے تو العوالی ہیں مگر غالبا مراد قبا شریف ہی ہے اس لئے ان روایات میں کوئی تعارض نہیں۔ اور نہ ہمارے مذہب کے معارض۔

کشمیری صاحب پر تعقب انوار الباری میں کشمیری صاحب کا یہ قول نقل کیا۔ مؤطا امام مالک میں سیر راکب کا ذکر آتا ہے اور بعض روایات میں سیر عنق بھی وارد ہے یعنی نماز عصر پڑھ کر سوار تیز رفتاری کے ساتھ دو تین فرسخ تک غروب سے قبل پہنچ سکتا تھا لہ اتنی اونچی دوکان سے اتنا پھیکا پکوان۔

گفتگو ہو رہی ہے بخاری کی اس حدیث پر ــــ کہ عصر پڑھ کر جانے والا العوالی تک جاتا اور سورج بلند رہتا۔ آپ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ جانے والا پیدل نہ جاتا سوار ہو کر جاتا وہ بھی تیز رفتاری سے جاتا اور پیش کر رہے ہیں مؤطا کی وہ حدیث جس میں یہ ہے کہ ایک سوار دو فرسنگ یا تین فرسنگ تک جاتا سورج ڈوبنے سے پہلے۔ کہاں عوالی کی بات اور کہاں فرسنگ دو فرسنگ چلنے کی بات کہاں یہ کہ سورج بلند چمکتا رہتا اور کہاں سورج ڈوبنے سے پہلے کی بات۔ اور سیر عنق والی حدیث میں نہ فرسنگ کا تذکرہ ہے اور نہ عوالی کا اور نہ سورج کے بلند اور روشن رہنے کا اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ عصر

لہ حصہ دوازدہم صد ۱۸۹

پڑھ کر سوار تیز رفتاری سے چلتا اور سورج ڈوبنے سے پہلے ذوالحلیفہ پہنچ جاتا[1] مگر تحقیق شی دیگر ہے اور خام کار طلبہ پر دھونس جمالینا اور بات ہے۔

احناف کا مذہب

احناف کا مذہب یہ ہے کہ عصر میں تاخیر مستحب ہے اتنی کہ تمام سنن و مستحبات کے ساتھ ادا کی جاسکے پھر بھی وقت مکروہ کے علاوہ اتنا وقت بچے کہ اگر نماز میں کوئی فساد پیدا ہو جائے تو دوبارہ سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ ادا کی جاسکے ہماری مستدل یہ احادیث ہیں۔

(۱) حضرت علی بن شیبان کہتے ہیں ہم مدینہ طیبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضور عصر کی نماز دیر کر کے پڑھتے جب تک سورج سفید ستھرا رہتا[2]

(۲) بیہقی نے رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں عصر کے مؤخر کرنے کا حکم دیتے (۳) ترمذی[3] میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں تم سے زیادہ جلدی کرتے تھے۔ اور تم عصر میں جلدی کرتے ہو۔

امام حاکم زیاد بن عبداللہ نخعی سے راوی ہیں کہ ہم کوفے کی مسجد اعظم میں حضرت علی کے ساتھ بیٹھے تھے مؤذن آیا اور عرض کیا اے امیرالمومنین نماز عصر۔ فرمایا بیٹھ جا تو وہ بیٹھ گیا پھر آیا اور وہی کہا۔ اس پر فرمایا یہ کتا ہم کو سنت سکھاتا ہے اس کے بعد ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ عصر سے فارغ ہو کر ہم اسی جگہ آئے جہاں پہلے بیٹھے تھے تو ہم گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے کہ شاید سورج ڈوب گیا ہے۔

موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ عصر اس وقت پڑھو کہ سورج میں زردی نہ آئے وہ سفید چمکتا ہوا ہو[4]

رہ گئیں وہ احادیث جن سے تعجیل مستفاد ہوتی ہے وہ عصر کا اول وقت بتانے کے لیے ہیں اور پھر ہمارے معارض بھی نہیں ہم نے کب یہ کہا ہے کہ اول وقت میں عصر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے اس کا بھی احتمال ہے کہ یہی بتانے کے لیے کہ اول وقت میں عصر کی نماز مکروہ نہیں کبھی کبھی اول وقت میں عصر کی نماز پڑھ لی ہے۔



[1] نسائی اول مواقیت الصلوٰۃ باب آخر وقت المغرب ص۹۱

[2] ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب صلوٰۃ العصر ص۵۹

[3] ترمذی جلد اول صلوٰۃ باب ماجاء فی تاخیر صلوٰۃ العصر ص۲۳

[4] وقت الصلوٰۃ ص۳

حدیث ۳۶۶

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَّذِیْ تَفُوْتُہٗ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ فَکَاَنَّمَا وُتِرَ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ [عہ] قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ یَتِرَکُمْ وَتَرْتُ الرَّجُلَ اِذَا قَتَلْتَ لَہٗ قَتِیْلًا اَوْ اَخَذْتَ مَالَہٗ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی نماز عصر فوت ہو گئی۔ گویا اس کے اہل، مال برباد ہو گئے۔ ابو عبداللہ یعنی امام بخاری نے فرمایا۔ قرآن مجید میں آیا ہے لن یترکم اعمالکم سورہ محمد ۳۵ اور اللہ تمہارے اعمال ہرگز ہرگز برباد نہ کرے گا۔) وترت الرجل اس وقت بولتے ہیں جب تو اس کے کسی آدمی کو قتل کرے یا اس کے مال کو لے لے۔

حدیث ۳۶۷

عَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ قَالَ کُنَّا مَعَ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فِیْ غَزْوَۃٍ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ غَیْمٍ فَقَالَ بَکِّرُوْا بِصَلٰوۃِ الْعَصْرِ فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَکَ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ [عہ]

ابو الملیح نے کہا کہ ہم حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک جنگ میں بدلی والے دن میں تھے تو انھوں نے فرمایا۔ عصر کی نماز جلد پڑھ لو اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عصر کی نماز چھوڑی اس کا عمل اکارت ہو گیا۔

تشریح ۳۶۶

امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حدیث میں جو لفظ (وُتِرَ) آیا ہے اس کے معنی ہیں کسی کو نقصان پہنچانا بے دست و پا کرنا۔

تشریح ۳۶۷

ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ اگر بدلی ہو تو عصر کی نماز جلد پڑھنی مستحب ہے۔ بلکہ عشاء میں بھی تعجیل مستحب ہے۔

عہ اول مواقیت الصلوٰۃ باب اثم من فاتتہ العصر ص ۷۸ مسلم صلوٰۃ ابو داؤد صلوٰۃ ۔ ترمذی مواقیت، نسائی مواقیت ابن ماجہ صلوٰۃ۔

عہ اول صلوٰۃ مواقیت باب اثم من فاتتہ صلوٰۃ العصر ص ۷۸ ایضا باب التبکیر بالصلوٰۃ فی یوم غیم ص ۸۳ نسائی صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

حدیث ۳۶۸

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ

حضرت جریر بن عبد اللہ (بجلی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم ایک دن نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے حضور نے چاند کی طرف نظر فرمائی اور ارشاد فرمایا تم اپنے

رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ

پروردگار کو یقیناً اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کے دیکھنے میں ذرا بھی شک نہ کروگے

لَا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ

پس اگر تم سے ہو سکے کہ آفتاب نکلنے سے پہلے کی اور آفتاب ڈوبنے سے پہلے کی نماز پر مغلوب نہ ہو تو ضرور انھیں ادا کرلو

قَرَأَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ قَالَ

پھر حضور نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی آفتاب نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اپنے پروردگار کی تسبیح کرو اسکی حمد کے

إِسْمَاعِيْلُ إِفْعَلُوْا لَا تَفُوْتَنَّكُمْ عه

ساتھ۔ اسماعیل یعنی امام بخاری نے کہا افعلوا کا مطلب یہ ہے کہ تم سے یہ نمازیں فوت نہ ہوں۔

تشریحات ۳۶۸

تضامون اس میں دو روایتیں ہیں۔ ایک تار کا ضمہ اور میم ساکن (اس کا مادہ ضیم ہے) جس کے معنی تعب زحمت، دقت، مشقت ہے۔ دوسرے تاء کے فتحہ کے ساتھ اور میم مشدد اس کا مادہ ضم ہے۔ ملنا۔ معنی یہ ہوئے کہ ایک دوسرے پر گرو پڑو گے نہیں۔

لیلۃ بخاری ہی کی دوسری روایت میں یہ زائد ہے لیلۃ البدر اور تفسیر میں لیلۃ اربع عشرۃ زائد ہے۔ یعنی چودہویں رات کو۔ نیز مسلم میں بھی اسی کے مثل ہے۔ باب فضل صلوٰۃ الفجر میں ابن شہاب زہری سے اور کتاب التوحید میں ہے ستروں ربکم عیانا۔ تم لوگ اپنے پروردگار کو کھلے بند دیکھو گے۔

سترون ربکم اہل سنت وجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ قیامت کے دن مومنین کو اللہ عزوجل

عہ جلد اول صلوٰۃ مواقیت باب فضل صلوٰۃ العصر ص۷۷ ایضا باب فضل صلوٰۃ الفجر ص۸۱ جلد ثانی تفسیر باب قولہ فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ص۷۱۹ توحید باب قولہ عزوجل وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ ص۱۱۰۵ مسلم صلوٰۃ ابو داؤد سنۃ نسائی ابن ماجہ سنۃ۔

۱؎ بخاری جلد اول مواقیت الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الفجر ص۸۱۔

۲؎ مسلم جلد اول باب بیان ان اول وقت المغرب عند غروب الشمس ص۲۲۸۔

کا دیدار ہوگا۔ اور چشم سر سے ہوگا۔ روافض معتزلہ بعض مرجیہ اس کے منکر ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ رویت باری تعالیٰ کی احادیث بیس صحابہ کرام سے مروی ہے۔ جو لفظاً نہیں تو معنی ضرور مشہور ہیں۔ علاوہ ازیں اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ نیز قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ ارشاد ہے۔

وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ بہت سے منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھنے والے ہوں گے۔

كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ہاں یہ لوگ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔

جب کفار دیدار خداوندی سے محروم ہوں گے تو ثابت کہ مومن فیضیاب ہوں گے

روافض کے مستدلات

۱: قرآن مجید میں ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ

اس کا جواب یہ ہے کہ۔ اس سے مراد احاطہ بالبصر ہے۔ یعنی آنکھیں اللہ عزوجل کو اپنی شعاعوں سے مکمل طور پر گھیر نہیں سکتیں۔

۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھنے کی تمنا پیش کی تو ارشاد ہوا۔ لَنْ تَرٰىنِیْ ۔۔۔ اور لَنْ دوامی نفی کے لئے ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہی غلط ہے کہ لَنْ دوامی نفی کے لئے آتا ہے۔ ارشاد ہے ولن یتمنوہ۔ بقرہ ۹۵ یہود موت کی ہرگز تمنا نہیں کریں گے۔ حالانکہ قیامت کے دن دیگر کفار کی طرح یہ بھی تمنا کریں گے۔ عرض کریں گے۔ یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا۔ اے کاش کہ میں مٹی ہو جاتا۔

۳: ارشاد ہے۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا۔ شوریٰ ۵۱

کسی بشر کی طاقت نہیں کہ اللہ عزوجل سے کلام کرے سوائے اس کے کہ بطور وحی ہو یا یہ کہ یہ بشر پردہ جلال کے ادھر ہو یا یہ کہ کوئی فرشتہ بھیجے۔ جب کلام کرنے کے وقت کوئی انسان اللہ عزوجل کو نہیں دیکھ سکتا تو دوسرے اوقات میں بدرجہ اولیٰ نہیں دیکھ سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دنیا کے ساتھ خاص ہے۔

۴: بنی اسرائیل نے جب یہ خواہش کی۔ اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً۔ النساء ۔ اللہ عزوجل کو ہمیں کھلے بند دکھایئے ان پر عذاب آیا۔ اگر یہ ممکن تھا تو عذاب کیوں آیا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ ان کا یہ سوال سرکشی اور عناد کی بنیاد پر تھا اس لئے مبتلائے عذاب ہوئے۔ ان کا یہ سوال بالکل اسی طرح ہے جیسے ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا تھا۔ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓىٕكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِیْرًا۔ فرقان ۔ کیوں نہیں ہم پر فرشتے اتارے گئے یا ہم اپنے رب کو دیکھتے۔ یہ اپنے جی میں بہت اونچی اڑان اڑے۔ حد درجہ سرکشی کی۔

کیا فرشتوں کا اترنا بھی ناممکن ہے۔

روافض وغیرہ اپنے اس عقیدے پر نقلی دلیلوں سے عاجز آکر یہ کہتے ہیں کہ عقلاً دیکھنے کے لئے آٹھ باتیں ضروری

حدیث ۳۶۹ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

...یٰ۔ نظر کا درست رہنا۔ دیکھی جانے والی چیز ایسی ہو کہ اس کا دیکھنا صحیح ہو سکے۔ رائی مرئی آمنے سامنے ہوں یا آمنے سامنے کے حکم میں ہوں۔ جیسے اعراض کہ یہ جسم کے مقابل نہیں۔ اس لئے کہ عرض جسم کے مقابل نہیں ہو سکتا مگر چونکہ اعراض جسم میں حلول کئے ہوئے ہیں اور جسم رائی کے مقابل ہے تو اعراض پر یہ حکم کرنا کہ وہ بھی رائی کے مقابل ہیں صحیح ہے۔ مرئی چیز رائی کے بہت قریب نہ ہو۔ اور غایت دوری پر بھی نہ ہو۔ اور نہ بہت زیادہ چھوٹی ہو اور نہ بہت زیادہ باریک اور یہ کہ رائی اور مرئی کے مابین حجاب نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اخیر کی شرطیں جسم اور جو چیزیں جسم کے حکم میں ہوں۔ انھیں دیکھنے کے لئے شرط ہیں اور اللہ عزوجل نہ جسم ہے اور نہ جسم کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اس کے دیدار کے لئے ان شرائط کی حاجت نہیں ہے۔ البتہ دو پہلی والی شرط ضروری ہے یعنی آنکھ کا صحیح وسالم ہونا اور مرئی کا ایسا ہونا کہ اس کا دیکھنا صحیح ہو۔ رویت باری تعالیٰ میں یہ دونوں شرطیں حاصل ہیں اس لئے باری عز اسمہ کی رویت کے امکان پر کوئی استحالہ نہیں۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ اس کا دیدار بلا کیف ہوگا۔ دیکھیں گے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے جس چیز کو دیکھتے ہیں وہ دیکھنے والے سے کچھ فاصلے پر ہوتی ہے۔ وہاں یہ نہیں۔ نیز اس کا دیدار بلا جہت ہوگا۔ جس چیز کو دیکھتے ہیں وہ دیکھنے والے کے آگے اوپر نیچے دائیں بائیں ہوتی ہے۔ رویت باری اس سے منزہ اور پاک ہے۔ رہا یہ کہ پھر کیسے دیکھیں گے۔ یہی تو کہا جا رہا ہے کہ اس کے دکھائی دینے میں کیسے کیوں کر کو کوئی دخل نہیں۔ انشاء اللہ جب دیکھیں گے تو بتا دیں گے۔ حاصل یہ کہ جیسے اللہ عزوجل تک عقل کی رسائی نہیں اسی طرح اس کے صفات تک رسائی نہیں۔

دنیا میں اللہ عزوجل کا دیدار بیداری میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے اور آخرت میں ہر سنی مسلمان کے لئے ممکن بلکہ واقع ہوگا۔ قلبی دیدار یا خواب میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بلکہ اولیاء کے لئے بھی حاصل ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں سو بار زیارت ہوئی[1] کافروں کو اللہ عزوجل کا دیدار نصیب نہ ہوگا اور اصح یہ ہے کہ منافقین کو بھی نصیب نہ ہوگا اگرچہ اس امت کے منافق ہوں۔

ثم قرأ اس کے فاعل حضرت جریر ہیں جیسا کہ مسلم شریف میں ہے، ثم قرأ جریر[2]

تشریحات ۳۶۹ **یتعاقبون** جمہور کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بندوں کی حفاظت اور ان کے نامۂ اعمال لکھنے کے لئے مقرر ہیں لیکن قاضی عیاض نے فرمایا

[1] بہار شریعت حصہ اول ص۸ [2] مسلم جلد اول ص۲۲۸

تعالٰی علیہ وسلم قال یتعاقبون فیکم ملائکۃ باللیل وملٰئکۃ بالنہار
علیہ وسلم نے فرمایا کچھ فرشتے رات میں اور کچھ فرشتے دن میں یکے بعد دیگرے
ویجتمعون فی صلوٰۃ الفجر وصلوٰۃ العصر ثم یعرج الذین باتوا
آتے رہتے ہیں۔ اور نماز فجر اور نماز عصر میں اکٹھے ہوتے ہیں پھر وہ فرشتے جو تم میں رات
فیکم فیسئلہم ربہم وھو اعلم بہم کیف ترکتم عبادی فیقولون
بھر رہے اوپر جاتے ہیں تو ان سے ان کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کے حال کو خوب جانتا ہے تم نے میرے بندوں
ترکناھم وھم یصلون واتیناھم وھم یصلون عہ
کو کس حال میں چھوڑا تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو چھوڑا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے پاس جب گئے تو بھی وہ نماز میں مشغول تھے

کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ حافظین اور کاتبین کے علاوہ اور فرشتے ہوں ان کا قیاس اس پر قائم ہے کہ حضرت آدم کی تخلیق کے وقت فرشتوں نے بنی آدم پر تعریض کرتے ہوئے یہ کہا تھا۔ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ۔ بقرہ ۳۰ کیا زمین میں ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد مچائیں گے اور خوں ریزیاں کریں گے۔ اسی پر توبیخ کے لئے اللہ عز وجل ان سے پوچھے گا کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں پایا۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کا غایت کرم اور اس کی انتہائی مہربانی ہے کہ ان فرشتوں پر ہمارے معاصی کی اطلاع نہیں ہوتی اب یہ بات کراما کاتبین پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ کراما کاتبین میں سے ایک برائیاں لکھتا ہے تو کم از کم ان میں سے ایک انسان کے معاصی پر ضرور مطلع ہوتا ہے رہ گئے محافظین تو کسی وقت انسان سے جدا نہیں ہوتے لامحالہ وہ بھی برائیوں پر مطلع ہوتے ہوں گے۔ اس لئے اس حدیث سے نہ تو مراد محافظین ہیں اور نہ کراما کاتبین ــــ

اقول وباللّٰہ التوفیق ــــ اس حدیث کی اس پر قطعاً کوئی دلالت نہیں۔ کہ یہ فرشتے معاصی پر مطلع نہیں ہوتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ ہم پر شفقت کی وجہ سے اللہ عز وجل کی بارگاہ میں عرض نہیں کرتے۔ حدیث میں اللہ عز وجل کا جو سوال مذکور ہے وہ یہ ہے "تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا۔ چوں کہ نمازیوں کو انھوں نے نماز پڑھتے چھوڑا تھا وہی عرض کر دیں گے اگر اللہ عز وجل کا سوال یہ ہوتا کہ میرے بندوں نے دن بھر کیا کیا؟ یا رات بھر کیا کیا؟ پھر وہ اتنا ہی عرض کرتے تو امام قاضی عیاض اور علامہ قرطبی کے استدلال کی گنجائش تھی ــــ پھر غور طلب بات یہ ہے کہ فرض

عہ اول صلوٰۃ مواقیت الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ العصر ص ۷۹ ذکر الملائکۃ ص ۴۵۷ ثانی توحید باب قول اللہ عز وجل تعرج الملائکۃ والروح الیہ ص ۱۱۰۵ ایضاً باب کلام الرب مع جبرئیل ص ۱۱۱۵ مسلم صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

یعنی کوئی بندہ اس وقت گناہ کر رہا ہو تو وہ فرشتے اس کے بارے میں کیا عرض کریں گے اور بے نمازیوں یا جس نے عصر کی نماز قضا کی اس کے بارے میں کیا عرض کریں گے اس لئے خادم کے نزدیک جمہور کی رائے صحیح ہے۔

اس کی تائید اس آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے۔

لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللهِ (رعد ۱۱) آدمی کے آگے اور پیچھے کچھ فرشتے ہیں جو بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

ان کی تعداد کتنی ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں دو چار پانچ، دس، ایک سو ساٹھ، وغیرہ۔ حدیث میں ذکر جمع ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں معقبات بھی جمع وارد ہے۔ اقل جمع تین ہے اس لئے دو کا قول ساقط اگرچہ کبھی کبھی جمع کا اطلاق ما فوق الواحد پر بھی ہوتا ہے مگر یہ خلاف اصل ہے [1]

مشہور یہ ہے کہ کاتب سیئات، جماع اور قضائے حاجت اور نماز کے وقت علیحدہ ہو جاتے ہیں بلکہ شرح جوہر کبیر میں علامہ لقانی نے لکھا ہے کہ اس حالت میں دونوں فرشتے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے یہ بھی لکھا کہ اس حالت میں بندہ جو کچھ کرتا ہے اسے خاص علامتوں کے ذریعے لکھ لیتے ہیں۔ اس پر علامہ شامی نے فرمایا کہ اس پر انھوں نے کوئی دلیل نہیں پیش کی اور یہی حلیہ میں علامہ حلبی نے بھی لکھا ہے۔ اس پر کچھ لوگوں نے اس حدیث سے دلیل پیش کی تھی کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے اپنی چادر بچھا دیتے اور فرماتے اے مجھ پر مقرر کئے ہوئے فرشتو! یہاں بیٹھو میں نے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ بیت الخلاء میں کوئی بات نہیں کروں گا اس کے جواب میں صاحب حلیہ نے فرمایا کہ ہمارے شیخ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

باتو اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر صرف وہی فرشتے جاتے ہیں جو رات کو بندوں کے ساتھ رہتے ہیں لیکن واقع میں ایسا نہیں کلام کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ دو متقابل باتوں میں سے ایک کو ذکر کر دیتے ہیں۔ اور دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں جب کہ ایک کے ذکر سے دوسرا مستفاد ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ہے سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ (النحل آیت ۸۱) اور تمھارے لئے لباس بنائے جو تم کو گرمی سے بچائے۔ حالاں کہ لباس جاڑے سے بھی بچاتا ہے مگر صرف گرمی سے بچانے کو ذکر فرمایا جس سے بطور التزام جاڑے سے بچانا ثابت ہو گیا۔ اسی طرح یہاں صرف رات کے فرشتوں کے جانے کا ذکر فرمایا مگر جب کہ پہلے یہ مذکور ہو چکا ہے کہ دن کے فرشتے اور رات کے فرشتے باری باری آتے جاتے ہیں تو اس سے بھی بطور التزام یہ ثابت ہو گیا کہ دن کے فرشتے بھی عصر کے وقت بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو جاتے ہیں۔

[1] شامی جلد اول باب صفۃ الصلوٰۃ ص ۳۷۰

اس حدیث سے نماز فجر اور عصر کی یہ عظیم فضیلت ثابت ہوئی کہ ان دونوں نمازوں کے وقت رات اور دن کے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں۔ نیز اس سے بھی عظیم یہ فضیلت ثابت ہوئی کہ ان نمازوں کے وقت اللہ عزوجل کی بارگاہ میں نمازیوں کا ذکر خیر ہوتا ہے۔

وھو اعلم بھم اس سے معلوم ہوا کہ سوال اس کی دلیل نہیں ہے کہ سائل مسئول عنہ سے ناواقف ہے۔ واقف ہوتے ہوئے بھی کبھی کبھی کچھ مصلحتوں کی بنا پر سوال کیا جاتا ہے۔ اسی سے وہابیوں کی جہالت ظاہر ہوئی کہ احادیث میں اگر کہیں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی سوال کیا تو کہہ دیتے ہیں کہ اگر حضور کو علم ہوتا تو کیوں پوچھتے۔ اس سوال میں حکمت یہ ہے کہ فرشتے خیر کی شہادت دیں اور فرشتوں کو یہ تلقین بھی کرنا ہے کہ ان بندوں پر مہربانی کریں۔ نیز یہ کہ جو انھوں نے کہا تھا۔ کیا تو زمین میں ایسے لوگوں کو اپنا نائب بنائے گا جو زمین میں فساد مچائیں گے اور خوں ریزیاں کریں گے حالاں کہ ہم تیری تسبیح و تقدیس اور حمد کرتے ہیں اس کا فرشتوں کو جواب دینا مقصود ہے کہ تم علائق دنیوی سے منزہ ہو کر تسبیح و تقدیس کرتے ہو اور میرے یہ بندے علائق دنیوی کے باوجود میری تسبیح و تقدیس اور حمد کرتے ہیں۔

کشمیری صاحب پر تعقب کشمیری صاحب نے فرمایا۔ جب فجر کی فضیلت کا باب قائم کیا تو وہاں بھی اس حدیث کو نہیں لائے اور صرف آیت کریمہ "اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا" ذکر کیا[1] آپ حضرات بخاری شریف مطالعہ کریں انگشت بدنداں رہ جائیں گے۔ اس باب میں اس آیت کا بھی ذکر نہیں۔ اور اگر کشمیری صاحب کی مراد، کتاب الاذان میں جو باب "فضل صلوٰۃ الفجر بالجماعۃ" ہے وہ ہے — تو وہاں یہ حدیث بھی ہے اگرچہ بالاختصار ہے — اور آیت امام بخاری نے نہیں ذکر کی ہے بلکہ حضرت ابو ہریرہ نے خود حدیث بیان کرکے فرمایا کہ — اگر تم چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھو — دیکھئے ص ۹۱ کشمیری صاحب کی دونوں باتیں غلط ہوئیں — انھوں نے کہا کہ امام بخاری یہ حدیث نہیں لائے حالانکہ لائے — انھوں نے کہا کہ صرف آیت مذکورہ ذکر کی — حالانکہ امام بخاری نے یہ آیت نہیں ذکر کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے بیان فرمایا ہے —



[1] انوار الباری دوازدہم ص ۱۸۵

حدیث ۳۷۰

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدْرَكَ اَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے عصر کا ایک سجدہ پالو تو اپنی نماز

تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْیُتِمَّ صَلٰوتَهٗ وَاِذَا اَدْرَكَ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ
پوری کرو۔ اور جب تم سورج نکلنے سے پہلے پہلے صبح کی نماز کا ایک سجدہ پالو تو اپنی نماز

قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْیُتِمَّ صَلٰوتَهٗ ؎
پوری کرو۔

تشریحات ۳۷۰

سجدۃ اس سے مراد رکعت ہے جیسا کہ بخاری ہی میں خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے بجائے ''سجدۃ'' کے ''رکعۃ'' بھی مروی ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کا کچھ بھی حصہ ملا تو اس کے لئے یہ حکم ہے۔ نماز عصر کے بارے میں اجماع ہے کہ اگر کسی نے سورج ڈوبنے سے پہلے شروع کی اور نماز پوری ہونے سے پہلے پہلے سورج ڈوب گیا تو وہ اپنی نماز پوری کرے نماز فاسد نہ ہوگی۔ اس میں سِر یہ ہے کہ اس نے نماز وقت مکروہ میں شروع کی تھی اور وقت مکروہ ہی میں پوری کی۔ ناقص شروع کی تھی ناقص ادا ہوئی۔ نماز صبح کے بارے میں بھی امام مالک، امام شافعی، امام احمد وغیرہ کا یہی مذہب ہے مگر ہمارے یہاں حکم یہ ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ ان لوگوں کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اس مسئلے کو لے کر آج کل کے غیر مقلدین احناف کے متعلق بہت کچھ زہر اگلتے ہیں۔ اس لئے ہم اس کی تھوڑی سی تفصیل عرض کر رہے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان اوقات میں نماز سے ممانعت اتنی کثرت سے مروی ہے کہ اتنی کثرت ان اوقات میں نماز کے مباح ہونے کی روایات کی نہیں ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ان اوقات میں نماز کا مباح ہونا ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں ممانعت وارد ہے وہ اس طرح کہ یہاں محرِّم اور مبیح دونوں اکٹھے ہیں اور جب محرِّم اور مبیح اکٹھے ہوں گے تو ترجیح محرِّم کو ہوگی وہ اس طرح کہ ناسخ کا متاخر ہونا ضروری ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حرمت اباحت سے متاخر ہے۔ اس لئے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور تحریم عارض ہے اس لئے تحریم متاخر ہوگی اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ مبیح اور محرِّم میں اجتماع کے وقت مبیح محرِّم سے متاخر ہو ورنہ دو مرتبہ نسخ لازم آئے گا۔

؎ اول مواقیت باب من ادرک رکعۃ من العصر ص۷۹ من ادرک رکعۃ من الفجر ص۸۲ نسائی صلوٰۃ۔
؎ اول مواقیت باب من ادرک من الفجر رکعۃ ص۸۲

یہ اس طور پر کہ جب اصل اشیاء میں اباحت ہے تو وہ چیز پہلے مباح رہی ہوگی پھر تحریم کے حکم کے بعد اباحت منسوخ ہوگئی اب اس کے بعد پھر اگر کوئی اباحت کا حکم آئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حرمت منسوخ ہوگئی اب ہوا یہ کہ ایک مرتبہ محرِّم نے اباحت اصلیہ کو منسوخ کیا پھر محرِّم کو بعد والے مبیح نے منسوخ کیا اس طرح نسخ دو دفعہ لازم آیا۔

اقول وباللہ التوفیق ــ یہی تقریر امام ابوجعفر طحاوی نے بھی شرح معانی الآثار میں کی ہے۔ مگر مجھے اس میں کلام ہے اوّلاً اباحت اصلیہ کا ارتفاع نسخ نہیں۔ کہ مبیح کے بعد محرِّم ہو تو نسخ مرتین لازم آئے گا جیسا کہ قبلہ کے بارے میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ آنے سے پہلے کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے جیسا کہ اہل عرب کا دستور تھا۔ پھر جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حکم ہوا کہ بیت المقدس کو قبلہ بنائیں پھر یہ منسوخ ہوگیا۔ یہاں نسخ مرتین نہیں۔ صرف اس لئے کہ مکہ معظمہ میں کعبے کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا بغیر حکم خداوندی کے تھا اس کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ مدینہ طیبہ میں جب بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم ہوا تو اس نے پہلے حکم کو منسوخ کر دیا بلکہ یہ کہا جائے گا کہ پہلے من جانب اللہ کوئی قبلہ متعین نہیں تھا مدینہ طیبہ میں اس کا تصریحی حکم نازل ہوا پھر یہ حکم بعد میں منسوخ ہوگیا اس کو یوں سمجھئے کہ نسخ کے لئے کوئی سابق حکم ضروری ہے اور یہاں پہلے سے کوئی حکم تھا ہی نہیں کہ منسوخ ہوتا۔ ثانیاً جب یہ حدیث اوقات ثلثہ میں نماز سے ممانعت والی حدیث سے منسوخ ہوگئی اور منسوخ پر عمل جائز نہیں تو چاہیئے کہ اس صورت میں عصر کی بھی نماز صحیح نہ ہو فاسد ہو جائے حالانکہ ہمارے ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ نماز عصر اس صورت میں بھی صحیح ہے۔

صحیح توجیہ یہ ہے کہ یہ احادیث اوقات ثلثہ میں نماز سے ممانعت والی حدیث کے معارض ہیں اور دونوں کی تطبیق کی کوئی صورت نہیں تو ہم نے قیاس پر عمل کیا جیسا کہ ہم احناف کا اصول ہے اور جس کی صحت دلائل سے ثابت ہے جیسا کہ اصول فقہ میں مبرہن ہے قیاس اس کا مقتضی ہے کہ فجر کی نماز اس صورت میں فاسد ہو جائے اور عصر کی نماز صحیح ہو جائے وہ اس طرح کہ فجر کی نماز میں کوئی وقت مکروہ نہیں یعنی اس کا کوئی وقت ناقص نہیں۔ پورا کا پورا کامل ہے بخلاف عصر کے کہ اس کا اخیر وقت جبکہ سورج میں زردی پیدا ہو جائے مکروہ اور ناقص ہے اور نماز کا سبب وجوب وقت کا وہ جز ہے جو ادا کے مقارن ہو وہ اس طرح کہ اوقات نماز کے لئے معیار نہیں بلکہ ظرف ہیں یعنی جیسے روزہ دن بھر رکھنا فرض ہے اس طرح نماز پورے اوقات میں پڑھنا فرض نہیں۔ بلکہ وقت کے کسی بھی جز میں پڑھیں نماز صحیح ہو جائے گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اگر نماز کو اوقات کے لئے معیار مانیں تو ادا کی وقت سے تاخیر لازم آئے گی۔ اس لئے یہ متعین ہے کہ وقت کا کچھ جز سبب وجوب ہے اور یہ ابتداءً وقت کا پہلا جز ہے اب اگر ۔ ادا اسی جز سے متصل رہی تو سببیت جزء اول کی باقی رہی ورنہ یہ سببیت جزء اول سے

حدیث ۳۷۱

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا بَقَاءُكُمْ فِيْمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِّنَ الْاُمَمِ

تعالیٰ علیہ وسلم سے انھوں نے سُنا فرماتے تھے۔ تمہارا دنیا میں رہنا اگلی امتوں کی بہ نسبت ایسے ہی ہے

كَمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ اُوْتِيَ اَهْلُ التَّوْرَاةِ

جیسے عصر سے سورج ڈوبنے تک کا وقت توراۃ والوں کو توراۃ دی گئی

التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوْا حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا فَاُعْطُوْا قِيْرَاطًا

انھوں نے عمل کیا یہاں تک کہ دوپہر کا وقت ہوا تو تھک گئے ان کو ایک ایک قیراط

جزو ثانی پھر جزو ثانی سے جزو ثالث حتی کہ درجہ بدرجہ وقت آخر تک منتقل ہوتی رہے گی یہاں تک کہ وقت کا اتنا جزو باقی رہ جائے جسمیں تحریمہ باندھی جا سکے اب اگر یہ جزو اخیر کامل ہے ناقص اور مکروہ نہیں جیسا کہ فجر میں ہے تو مصلی پر نماز کا کامل طور پر ادا کرنا واجب ہے۔ اب اگر سورج نکل آیا اور نماز پوری نہیں ہوئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ نماز واجب ہوئی تھی کامل ___ اور سورج نکلنے کے بعد وقت آگیا ناقص تو اب بقیہ نماز ادا ہوگی ناقص ___ جو چیز کامل واجب ہوتی ہے تو ناقص ادا کرنے سے ادا نہیں ہوتی جیسے کسی نے روزے کی مطلق منت مانی یا اس کے ذمہ قضا کا روزہ تھا یہ روزہ عید کے دن یا ایام نحر و تشریق میں کوئی رکھے تو روزہ ادا نہ ہوگا ___ اور عصر میں چونکہ نماز وقت ناقص اور مکروہ میں شروع کی اور یہی اس کا سبب بنا تو ناقص واجب ہوئی اس لئے کہ نقصان سبب نقصان مسبب میں موثر ہے جب سورج ڈوب گیا تو وقت ناقص ختم ہو گیا وقت کامل آگیا تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ واجب ہوئی تھی ناقص اور اس کا کچھ جزو وقت کامل میں ادا کیا گیا یہ فساد کا موجب نہیں جیسے کسی نے صوم نحر کی منت مانی اور اسے علاوہ ایام ممنوعہ کے کسی دن ادا کر لیا۔ یہ قیاس پر عمل نہیں بلکہ قیاس سے عصر کے بارے میں زیر بحث حدیث کو ترجیح دی گئی اور فجر کے بارے میں اُس حدیث کو جن میں اوقات ثلثہ میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے یہ ترک حدیث نہیں ہوا بلکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو گیا اپنے اپنے موقع کے اعتبار سے بخلاف غیر مقلدین کے کہ وہ اس حدیث پر تو عمل کرتے ہیں اور اوقات ثلثہ میں نماز سے ممانعت والی احادیث کو ترک کرتے ہیں ___

تشریحات ۳۷۱ ــ ۳۷۲

۱ انما بقاء کم فی ظرفیت کے لئے آتا ہے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس امت کی بقاء امم سابقہ کے زمانہ میں واقع ہوئی حالانکہ ایسا نہیں۔ علامہ ابن حجر نے یہ توجیہ فرمائی کہ فی معنی میں الیٰ کے ہے اور

قِيْرَاطًا ثُمَّ أُوْتِيَ أَهْلُ الْإِنْجِيْلِ الْإِنْجِيْلَ فَعَمِلُوْا إِلَى صَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوْا

دیا گیا پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی۔ انھوں نے عصر کی نماز تک کام کیا پھر تھک گئے

فَأُعْطُوْا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا ثُمَّ أُوْتِيْنَا الْقُرْاٰنَ فَعَمِلْنَا إِلَى غُرُوْبِ الشَّمْسِ

تو ان کو بھی ایک ایک قیراط دیا گیا پھر ہم کو قرآن دیا گیا اور ہم نے سورج ڈوبنے تک

فَأُعْطِيْنَا قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ أَيْ رَبَّنَا أَعْطَيْتَ هٰؤُلَاءِ

کام کیا۔ تو ہمیں دو دو قیراط دیا گیا۔ اس پر اہل توریت و انجیل کہنے لگے اے ہمارے رب تو نے ان لوگوں کو دو دو

قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ وَأَعْطَيْتَنَا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا وَنَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ

قیراط عطا فرمائے اور ہم لوگوں کو (صرف) ایک ایک قیراط عطا فرمایا حالانکہ ہم نے ان لوگوں سے زیادہ

عَمَلًا۔ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ قَالُوْا

کام کیا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کیا میں نے تمہاری مزدوری میں کچھ کمی ہے انھوں نے عرض کیا نہیں۔ اللہ تعالیٰ

لَا قَالَ وَهُوَ فَضْلِيْ أُوْتِيْهِ مَنْ أَشَاءُ عـه

نے فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہتا ہوں عطا فرماتا ہوں۔

حدیث ۳۷۲

عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُوْنَ لَهٗ

کہ مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے کچھ لوگوں کو مزدوری پر رکھا کہ اس کے

عَمَلًا إِلَى اللَّيْلِ فَعَمِلُوْا إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ

لئے رات تک کام کریں انھوں نے دو پہر تک کام کیا پھر کہا ہمیں تیری مزدوری کی ضرورت نہیں۔ اب اس شخص نے

بقار اور کما سے پہلے نسبت محذوف ہے مطلب یہ ہوا کہ تمہاری بقار کی نسبت امم ماضیہ کے اعتبار سے وہی ہے جو عصر کے وقت کو پورے دن سے حاصل ہے یہ حدیث احناف کی مؤید ہے کہ عصر کا وقت

عـه جلد اول مواقیت باب من ادرك ركعة من العصر قبل الغروب ص۷۹ اجارہ باب الاجارۃ الی صلوٰۃ العصر ص۳۰۲ الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ص۴۹۱ ثانی۔ فضائل القرآن باب فضل القرآن علی سائر الکلام ص۷۵۱ توحید باب قول عزوجل قل فأتوا بالتوراۃ فاتلوها ان کنتم صادقین۔ مسلم ترمذی۔

فَاسْتَاجَرَ اٰخَرِيْنَ فَقَالَ اَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمُ الَّذِيْ شَرَطْتُ فَعَمِلُوْا

پھر دوسرے لوگوں کو مزدوری پر رکھا اور کہا جتنا دن باقی ہے تم اس میں کام کرو اور تمہارے لئے وہی مزدوری ہے جو میں نے

حَتّٰى اِذَا كَانَ حِيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَالُوْا لَكَ مَا عَمِلْنَا فَاسْتَاجَرَ قَوْمًا فَعَمِلُوْا

مقرر کی ہے۔ انھوں نے بھی کام کیا یہاں تک کہ جب عصر کا وقت ہوا تو انھوں نے کہا۔ جو کچھ ہم نے کیا وہ تمہارا (ہم کچھ نہیں لیتے) دو

بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَكْمَلُوْا اَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ عہ

پھر ایک قوم کو مزدوری پر رکھا انھوں نے باقی دن کام کیا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا انھوں نے دونوں فریقوں کے برابر مزدوری حاصل کی۔

دو مثل گزرنے کے بعد ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دن کی تین تقسیم فرمائی۔ ایک صبح سے دوپہر تک دوسرے دوپہر سے عصر تک اور تیسرے عصر سے کر مغرب تک۔ یہود نے دوپہر تک کام کیا اور نصاریٰ نے دوپہر سے عصر کے وقت تک اور ان دونوں نے یہ شکایت کی کہ ہم نے اس امت کی بہ نسبت زیادہ کام کیا۔ یہ اسی وقت درست ہوگا جب ظہر کا وقت عصر سے زیادہ مانا جائے اس کی صورت کی سبیل صرف یہی ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد ہو ورنہ اگر ظہر کا وقت صرف مثل اول تک مانا جائے اور عصر کا وقت مثل ثانی سے غروب آفتاب تک تو بعض موسموں میں عصر کا وقت ظہر سے زیادہ ہو جائے گا یا کم از کم برابر ہوگا اور یہ تاویل کرنی کہ محض اکثر عملاً اپنے مشترکہ وقت کے لحاظ سے کہا ہے یا یہ کہا کہ اکثر عملاً سے مراد تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرنا ہے سیاقِ حدیث کے خلاف ہے۔

التوراۃ بعض لوگوں نے کہا یہ الوراء سے مشتق ہے تَفْعِلَةٌ کے وزن پر اور انجیل نجل سے مشتق ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ یہ دونوں عجمی کلمے ہیں، عربی نہیں۔ امام حسن بصری کی قرارت اَنجیل ہے ہمزہ کے فتح کے ساتھ یہ اس کے عجمی ہونے کی دلیل ہے اس لئے کہ اَفعیل کا وزن عرب کی زبان میں نہیں۔

عجزوا اس سے مراد یہ ہے کہ ان سے طے یہ تھا کہ دن بھر کام کریں گے اور ان لوگوں نے دن بھر کام نہیں کیا۔ ایک فریق نے دوپہر تک کام کیا پھر انکار کر دیا دوسرے نے عصر کے وقت تک کام کیا اور انکار کر دیا۔

قیراط قیراط اصل میں قِرّاط تھا اس لئے کہ اس کی جمع قراریط آتی ہے جیسے دینار اصل میں دِنّار تھا اس کی جمع دنانیر آتی ہے۔ قیراط میں را اول کو، دینار میں نون اول کو خلاف قیاس یاء سے بدل دیا۔ قاموس میں ہے کہ قیراط کا وزن مختلف بلاد میں مختلف ہے۔ مکہ معظمہ میں دینار کا چوبیسواں حصہ ہوتا ہے اور ایک دینار ساڑھے چار ماشے کا تو قیراط ڈیڑھ رتی کا ہوا اور عراق میں قیراط دینار کا

عہ اول مواقیت باب من ادرک رکعۃ من العصر قبل الغروب ص ٧٩ اجارہ باب الاجارۃ الی صلوۃ العصر ص ٣٠٢

بیسواں حصہ ہے اب قیراط پونے دو رتی سے کچھ زیادہ ہوگا۔ غیاث اللغات میں ہے کہ اکثر کا مختار یہ قول ہے کہ قیراط آدھے دانگ کا ہے اور ایک دانگ آٹھ جو کا، اس حساب سے قیراط چار جو کا ہوا۔ علامہ عینی نے بھی یہی لکھا ہے کہ قیراط نصف دانگ ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر ایک کام کرنے والے کو ایک ایک قیراط چاندی دی گئی۔

ایک شبہے کا ازالہ بعض محدثین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس امت کا زمانہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت سے لے کر ہزار سال ہے وہ اس طرح کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دن کے دو حصے کئے۔ نصف اول یہود کے لئے ان کی مدت ایک ہزار چھ سو سال اور کچھ زیادہ تھی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نصف آخر کو نصاریٰ اور مسلمانوں کیلئے کیا۔ نصاریٰ کی مدت چھ سو سال ہے مسلمانوں کیلئے ہزار سال بچا۔ علامہ عینی نے اس پر اعتراض فرمایا کہ مدت فترت میں اختلاف ہے امام حاکم نے اکلیل میں فرمایا کہ ایک سو پچیس سال ہے اور کچھ لوگوں نے ذکر کیا کہ چار سو سال۔ ایک قول یہ ہے کہ پانچ سو چالیس سال۔ امام ضحاک سے مروی ہے کہ چار سو تیس سے کچھ اوپر۔ جب فترت کا زمانہ ہی متعین نہیں تو نصاریٰ کے مدت کی تعیین مشکل ہے۔

اقول۔ اگر حدیث کا مذکورہ بالا مطلب لیا جائے تو قول مذکور اس حدیث کے معارض ہوگا اسلئے کہ یہ حدیث صراحۃً دلالت کر رہی ہے کہ اس امت کا زمانہ نصاریٰ سے کم ہے اور اس استدلال کی بنا پر لازم آئے گا کہ اس امت کا زمانہ نصاریٰ سے زیادہ ہو۔ نصاریٰ کا زمانہ صرف چھ سو سال اور مسلمانوں کا ایک ہزار سال۔ ویسے علامہ سہیلی نے حضرت ابن عباس سے ایک حدیث موقوف ذکر کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ دنیا سات دن ہے اور ہر دن ایک ہزار سال کا۔ ایک دوسری حدیث میں بھی ایسے ہی آیا ہے کہ دنیا سات ہزار سال کی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے آخر میں مبعوث ہوئے۔ اسی بنا پر ایک ہزار سال پورے ہونے سے پہلے کچھ لوگوں نے یہ کہا تھا کہ ۱۰۰۰ھ کے اختتام پر قیامت آجائے گی جس کے رد میں علامہ جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ لکھا تھا " الکشف بتجاوز الامۃ عن الالف " اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل اپنے کرم سے میری امت کو نصف یوم اور عطا فرمائے گا۔ اس حساب سے پندرہویں صدی کے اختتام پر قیامت آنی چاہیئے۔ پندرہویں صدی شروع ہو بھی گئی لیکن اشراط کبریٰ میں سے کسی ایک کا بھی ظہور نہیں ہوا۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کا جواب یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کے کرم سے بعید نہیں کہ وہ اس امت کو اور بھی مدت عطا فرمائے۔

عن ابی موسیٰ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ اہل توراۃ نے دوپہر تک کام کیا اور عاجز ہو گئے اور اہل انجیل نے دوپہر سے عصر کے وقت تک کام کیا

اور عاجز آ گئے اس پر ہر ایک کو ایک ایک قیراط دیا گیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ یہود نے یہ کہا کہ تمہاری مزدوری کی ہمیں حاجت نہیں اور نصاریٰ نے کہا جو ہم نے کیا وہ تیرے لئے ہے یعنی ہمیں مزدوری نہیں چاہیئے یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ دونوں دو حدیثیں الگ الگ ہیں یہی علامہ ابن حجر عسقلانی کی رائے ہے اور یہی ظاہر بھی ہے ابن رشد نے کہا کہ حضرت ابن عمر کی حدیث کا مفاد یہ ہے کہ وہ کام کرنے سے عاجز آ گئے تھے اس لئے ان کو کچھ اجرت ملی اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اگر عذر کی وجہ سے مامور بہ ادا نہ ہو سکے تو کوئی مواخذہ نہیں بلکہ تھوڑے بہت اجر کا بھی مستحق ہوگا۔

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا مفاد یہ ہے کہ وہ کام کرنے سے عاجز نہیں ہوئے تھے کاہلی یا سستی کی وجہ سے کام سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے ان کو مزدوری نہیں ملی۔ اس سے ثابت ہوا کہ شرارت یا کاہلی کی وجہ سے جو مامور بہ ادا نہیں کرے گا وہ ثواب کا مستحق نہیں ہے ـــ اقول وباللہ التوفیق۔ علامہ ابن حجر قدس سرہٗ کے اس ارشاد سے کہ یہ دونوں دو حدیثیں ہیں۔ اصل اشکال دفع نہ ہوا کہ دونوں میں تعارض ہے۔ اس لئے اصل جواب یہ ہے کہ دونوں میں کچھ اختصار۔ اور کچھ تفصیل ہے۔ حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ تو مذکور ہے کہ ان دونوں کو کتنی مزدوری ملی مگر یہ مذکور نہیں کہ عاجز آنے کے بعد کیا کہہ کے کام چھوڑا۔ اور حضرت ابو موسیٰ کی حدیث میں مزدوری کا ذکر نہیں مگر یہ مذکور ہے کہ انھوں نے کام کیا کہہ کے چھوڑا تھا۔ دونوں کو ملائیے تو پوری حدیث یہ ہوئی۔ کہ یہود صبح سے دوپہر تک اور نصاریٰ دوپہر سے عصر کے وقت تک کام کر کے تھک گئے اور یہ کہا کہ تمہاری مزدوری کی ہم کو حاجت نہیں۔ ہم نے جو کچھ کیا وہ تمہارا ہے۔ مستاجر نے ازراہ کرم ان لوگوں کو ایک ایک قیراط دیا۔

باب سے مطابقت

امام بخاری نے یہاں یہ باب باندھا ہے من ادرک رکعۃ من العصر قبل المغرب۔ جس نے مغرب سے پہلے پہلے عصر کی ایک رکعت پائی (اس کا حکم کیا ہے) اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث کو باب سے کیا مناسبت ہے؟ علامہ ابن حجر نے یہ مناسبت بیان فرمائی کہ مھلب نے کہا۔ امام بخاری اس حدیث کو اس ترجمے میں اس لئے لائے ہیں کہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ کبھی تھوڑا کام کرنے پر پورا اجر ملتا ہے جیسے اس امت نے عصر سے غروب آفتاب تک کام کیا اور مزدوری دن بھر کے کام کی ملی۔ اسی کی مثل یہ بھی ہے کہ کسی نے عصر کی ایک رکعت پائی اور سورج ڈوب گیا۔ تو بقیہ تین رکعتیں قضا ہو گئیں مگر اس کو ثواب پوری نماز کا ملا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس میں یہ بھی اضافہ کر لیا جائے کہ اللہ عزوجل کے جس فضل نے عصر کے وقت سے غروب آفتاب تک کے کام کو پورے دن کے کام کے قائم مقام کیا وہی اس کا مقتضی ہے کہ عصر کی ایک رکعت پوری نماز کے قائم مقام کر دے۔ دونوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ بعض عمل پورے کے قائم مقام ہے۔

۱۲۲ ت

وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ[ع]

امام عطاء نے فرمایا۔ بیمار مغرب اور عشاء کے مابین جمع کرے۔

کشمیری صاحب پر تعقب

فیض الباری[۱] میں ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ میری امت کے لئے نصف یوم ہے۔ میں نے ابن ماجہ کا ایک ایک ورق دیکھ ڈالا مگر ابن ماجہ میں اس مضمون کی کوئی حدیث نہیں۔ ہاں ابوداؤد[۲] میں ہے صرف اتنا۔ کہ اللہ عزوجل اس امت کو نصف یوم سے عاجز نہیں فرمائے گا نیز یہ بھی ہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ میری امت اپنے رب کے حضور اس سے عاجز نہیں ہوگی کہ اسے نصف یوم تک موخر فرمائے۔ راوی حدیث حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ نصف یوم کتنا ہے؟ فرمایا۔ پانچ سو برس۔

اس کی معذرت کرتے ہوئے انوار الباری میں لکھا کہ میری یادداشت میں ابوداؤد کا حوالہ ہے اور یہی صحیح ہے۔ ہوسکتا ہے فیض الباری کے کاتب سے یہ غلطی ہوئی ہو۔ مگر آپ نے ابوداؤد کا حوالہ دیا۔ وہ بھی تو صحیح نہیں۔ آپ کے حضرت نے تو حدیث یہ بتائی ہے ۔۔ میری امت کے لئے نصف یوم ہے۔ یہ کہاں ابوداؤد میں ہے۔ ابوداؤد کی حدیث کا جو ترجمہ آپ نے کیا ہے وہ یہ ہے ۔۔ حق تعالیٰ اس امت کو آدھے دن کی مزدوری سے عاجز یا محروم نہ کرے گا۔ دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے توقع ہے کہ میری امت حق تعالیٰ کی جناب میں اتنی وجاہت پانے سے عاجز نہیں ہے کہ آدھے دن تک سربلندی کا موقع میسر کرے اس میں اور فیض الباری میں بنام حدیث منقول عبارت میں کتنا فرق ہے۔

تشریح ۱۲۲

اس سے مراد یہ ہے کہ مغرب کو مغرب کے اخیر وقت میں اتنی دیر میں پڑھے کہ نماز سے فارغ ہوتے ہی مغرب کا وقت ختم ہوجائے اور عشاء کا شروع ہوجائے اب فوراً عشاء کو اول وقت میں پڑھ لے۔ اسے جمع صوری کہتے ہیں۔ یہ بظاہر جمع ہے حقیقت میں جمع نہیں۔ مغرب اپنے وقت میں پڑھی ہے اور عشاء کو اس کے وقت میں ۔۔ یہاں امام بخاری نے باب کا عنوان یہ رکھا ہے ۔۔ **وقت المغرب** ۔۔ اس تعلیق میں اگر جمع سے حقیقی مراد لیا جائے تو نہ مغرب کے اول وقت کا پتہ چلتا ہے نہ آخر وقت کا۔ اس طرح تعلیق کو باب سے کوئی مناسبت نہ رہے گی ۔۔ لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ امام بخاری نے بھی یہاں جمع سے جمع صوری ہی سمجھا ہے۔ اسطرح اس تعلیق کو باب سے یہ مناسبت ہوجائے گی۔ کہ اس سے ثابت ہوگا کہ مغرب کا وقت عشاء تک ہے۔ اس سے مغرب کے آخر وقت کا اثبات ہوگیا۔

---

[۱] ثانی صہ ۱۲۵ [۲] جلد ثانی فتن باب قیام الساعۃ صہ ۲۴۲ [ع] مصنف عبدالرزاق

حدیث ۳۷۳

قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ

ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے پھر لوٹتے تو اپنے تیر کے گرنے کی جگہ دیکھ لیتے۔

حدیث ۳۷۴

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ

محمد بن عمرو بن حسن بن علی نے فرمایا۔ کہ حجاج (مدینہ طیبہ میں) آیا تو ہم نے

فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کو پڑھتے تھے اور عصر کی ایسے وقت کہ

وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا إِذَا رَآهُمْ اجْتَمَعُوْا

سورج چمکتا ہوتا اور مغرب جب سورج ڈوب جاتا اور عشاء کی کبھی کسی وقت کبھی کسی وقت جب حضور دیکھتے کہ لوگ جمع

تشریحات ۳۷۳ **فینصرف** اس حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ کہاں پلٹتے مگر دوسری احادیث میں ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہم اپنے اہل میں بنی سلمہ کے محلے میں جاتے۔ اور یہی حضرت جابر کی حدیث میں بھی ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز مغرب میں تعجیل فرماتے تھے یعنی وقت ہوتے ہی بلا تاخیر پڑھ لیا کرتے تھے۔

تشریحات ۳۷۴ **قَدِمَ الْحَجَّاجُ** حجاج مشہور ظالم سفاک ہے جس کے بارے میں کسی نے کہا ہے کہ اگر قیامت کے دن حجاج کی مغفرت ہوگئی تو پھر کوئی مسلمان جہنم میں نہ جائے گا حجاج کی عادت تھی کہ وہ نماز بہت دیر میں پڑھا کرتا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہید کرنے کے بعد جب عبد الملک نے حرمین طیبین بھی اس کی ولایت میں دے دیا تو یہ مدینہ طیبہ آیا اور حسب عادت دیر میں نماز پڑھا کرتا اس بنا پر لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ کیا تھی اس پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ

عہ اول مواقیت باب وقت المغرب ص ۷۹ ۔ مسلم صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ

عَجَّلَ وَإِذَا رَآهُمْ أَبْطَأُوا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ كَانُوا أَوْ كَانَ النَّبِيُّ

ہو گئے ہیں تو جلد پڑھ لیتے اور جب دیکھتے کہ لوگوں نے دیر کر دی تو دیر میں پڑھتے اور صبح کی نماز لوگ یا یہ کہا کہ حضور

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهَا بِغَلَسٍ عہ

اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

عنہ نے یہ ارشاد فرمایا۔

ھاجرہ یہ ہجرت سے مشتق ہے جس کے معنی چھوڑنے کے ہیں مراد زوال کے بعد کا وقت ہے۔ اس کو ہاجرہ اس لئے کہتے ہیں کہ گرمی کی شدت کیوجہ سے لوگ اپنے کاروبار چھوڑ کر آرام کرتے تھے۔ یہ حدیث ابراد کے معارض نہیں۔ اس لئے کہ وہ مخصوص وقت کے لئے ہے یعنی گرمی کے دنوں کے لئے ہے اور یہاں عام دنوں کی عادت کریمہ کا بیان مقصود ہے۔ علاوہ ازیں ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ ہاجرہ کے معنی یہ نہیں کہ زوال کے بعد فورًا بلکہ جب تک گرمی میں شدت ہو وہ سب وقت اس کے مفہوم میں داخل ہے۔

واذا راٰھم ابطأوا ہم پہلے بھی بتا آئے کہ عشاء یا کسی بھی نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا بلاکراہت درست ہے۔ اس کے افادے کے لئے کبھی کبھی عشاء بھی اول وقت میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ عشاء کا مستحب وقت تہائی رات ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ظاہر حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ لیا کرتے تھے نمازیوں کے اکٹھا ہونے کا انتظار نہیں فرماتے تھے۔ احناف کے یہاں مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز اجالا ہونے پر پڑھی جائے جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے۔ ترمذی[1]، نسائی[2] میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر — فجر کی نماز اجالے میں پڑھو اس میں زیادہ ثواب ہے

حضرت شوافع نے اس کی تاویل یہ کی کہ مراد یہ ہے کہ جب فجر کے طلوع ہونے کا یقین ہو جائے اس وقت فجر پڑھو لیکن یہ تاویل صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اعظم اسم تفضیل ہے جو مفضل منہ چاہتا ہے تو بالمقابل کوئی ایسا وقت ہونا چاہئے جس میں اگر نماز پڑھی جائے تو وہ صحیح بھی ہو اور باعث اجر بھی ہو اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب نماز کے وقت ہونے میں شک ہو تو نماز صحیح نہیں اگر شوافع کی تاویل درست مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ فجر کے طلوع میں اگر شک ہو تو بھی نماز فجر صحیح بھی ہو اور باعث اجر بھی ہو۔ اس لئے یہ حدیث اپنے ظاہر معنی پر محمول ہے یعنی اگر تم نماز، فجر کے طلوع ہوتے ہی پڑھوگے تو بھی نماز صحیح ہوگی اور اس پر بھی اجر ملے گا۔

عہ اول مواقیت باب وقت المغرب ص۶۹ ایضا باب وقت العشاء ص۸۰ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ۔

[1] ترمذی جلد اول باب ماجاء فی الاسفار بالفجر ص۲۲ [2] نسائی اول مواقیت باب الاسفار ص۹۴

حدیث ۳۷۵

عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ عـہ۔

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز جب سورج پردے میں چھپ جاتا تو پڑھتے۔

حدیث ۳۷۶

قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلٰى اِسْمِ صَلٰوتِكُمُ الْمَغْرِبِ قَالَ وَيَقُوْلُ الْأَعْرَابُ هِيَ الْعِشَاءُ عـہ

حضرت عبداللہ المزنی رضی اللہ تعالے عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری نماز مغرب کے نام پر دیہاتی غالب نہ ہو جائیں راوی نے کہا دیہاتی لوگ اسے عشار کہتے تھے۔

لیکن اگر خوب اجالا ہونے پر پڑھو تو اس میں زیادہ ثواب ہے۔

تشریح ۳۷۵ یہ چوتھی ثلاثی حدیث ہے یہ بھی حضرت مکی بن ابراہیم سے امام بخاری کو ملی جو سیدنا امام الائمہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے تلمیذ ہیں۔

تشریحات ۳۷۶ عشار کے لغوی معنی رات کی ابتدائی تاریکی کے ہیں۔ دیہاتی لوگ مغرب کو عشار کہنے لگے تھے اس پر تنبیہ فرمانے کے لئے حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ مغرب کو مغرب ہی کہا کرو۔ دیہاتیوں سے متاثر ہو کر اسے عشار نہ کہنے لگنا۔

ھی العشاء اس حدیث کے متن میں اختلاف ہے۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابونعیم نے اپنے مستخرج میں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ایسے ہی روایت کیا ہے۔ لیکن ابومسعود رازی نے عبدالصمد سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ ”دیہاتی تمہاری نماز کے نام پر غالب نہ ہوں دیہاتی اس کو عتمہ کہتے ہیں“۔ ایسے ہی علی بن عبدالعزیز بغوی نے امام بخاری کے استاذ ابومعمر سے اور طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ اسماعیلی نے ابومسعود رازی کی روایت کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہما کی اس حدیث کے موافق ہے۔ جسے امام مسلم نے بطریق ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ ”دیہاتی تمہارے نماز کے نام پر تم پر غالب نہ ہو جائیں۔ یہ اللہ کی کتاب میں عشار ہے وہ اندھیرے میں پڑھی جاتی ہے اونٹوں کے دودھ دوہنے تک۔ نیز

عـہ جلد اول مواقیت باب وقت المغرب ص۷۹ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ۔

عـہ اول مواقیت باب من کرہ ان یقال للمغرب العشاء ص۰۸ لہ مسلم اول مساجد باب وقت العشاء ص۲۲۹

ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث بھی اسی کے مثل ہے۔ اور ابویعلیٰ اور بیہقی میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں بھی یوں ہی ہے ــــ یعنی بخاری کی اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دیہاتی مغرب کو عشار کہتے تھے۔ اس پر صحابہ کرام کو متنبہ کیا گیا۔ لیکن دوسری حدیثوں سے نیز اسی حدیث کا جو متن دوسری کتابوں میں ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیہاتی عشار کو عتمہ کہتے تھے۔ اسی لئے صحابہ کرام کو اس کی تاکید کی گئی کہ تم لوگ دیہاتیوں سے سن کر عشار کو "عتمہ" مت کہنے لگنا۔ عشار کو عشار ہی کہنا ــــ عتمہ کے معنی سخت اندھیرے کے ہیں چونکہ دیہاتیوں کی عادت تھی کہ سورج ڈوبنے کے بعد جب اندھیرا پھیل جاتا تو وہ اونٹوں کو دوہتے تھے اس کے بعد عشار پڑھتے تھے۔ اس لئے عشار کو عتمہ کہتے تھے۔ حالانکہ قرآن مجید میں اس کو عشار فرمایا گیا "وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ"۔

بعض احادیث میں عتمہ کا اطلاق عشار پر آیا ہے۔ اس کی توجیہ امام نووی نے یہ فرمائی کہ اس حدیث میں نہی تحریم کے لئے نہیں۔ تنزیہ کے لئے ہے یا اس بنا پر ہے کہ اس وقت لوگ عشار کو عتمہ ہی زیادہ تر کہتے تھے۔ ان کے بولنے کا لحاظ کرتے ہوئے عتمہ ارشاد فرمایا تاکہ وہ لوگ صحیح طور پر سمجھ لیں۔

کشمیری صاحب کا خبط

فیض الباری جلد ثانی ص ۱۲۹ پر اس باب کے تحت ہے ــــ والعرب یعکسون فی التسمیۃ فکانوا یسمون العشاء العتمۃ ــــ اور اہل عرب اُلٹا نام رکھتے تھے۔ عشار کو عتمہ کہتے تھے یہاں باب تو یہ ہے ــــ جو مغرب کو عشار کہنے کو مکروہ جانے ــــ پھر توضیح میں اس کے ذکر سے کیا فائدہ کہ ــــ عشار کو عتمہ کہتے تھے۔ ایک اور تک بندی ملاحظہ ہو لکھتے ہیں ــــ ولذا یوجد اطلاق العتمۃ فی الاحادیث الخ ــــ اسی وجہ سے ــــ عتمہ ــــ کا اطلاق احادیث میں وارد ہے۔ اس سے اس باب کا کیا تعلق ؟ عتمہ کا اطلاق عشار پر آیا ہے۔ نہ کہ مغرب پر ــــ اس حدیث میں تنبیہ اس پر ہے کہ دیہاتی مغرب کو عشار کہتے تھے ــــ نہ اس پر ہے کہ عشار کو عتمہ کہتے تھے ــــ اس قسم کے لطائف و ظرائف سے فیض الباری بھری ہوئی ہے ــــ اگر ہم تمام پر قلم بند کریں تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی اس لئے صرف کہیں کہیں ذکر کر دیتے ہیں ــــ یہ اپنی جماعت کے وہ بزرگ ہیں جن کی تعریف میں زمین و آسمان ہی نہیں تحت الثریٰ اور عرش کے قلابے ملائے جاتے ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ ایسی بے تکی بلکہ اَن ملی بے جوڑ باتیں کرتے ہیں کہ معمولی طالب علم بھی متحیر ہو جاتا ہے۔ بات وہی ہے کہ ہنگام درس جو جی میں آئے زیادہ سے زیادہ بول کر دھونس جمانے کی ان بزرگوں کی عادت تھی۔ جو بات سمجھ کی ہو تو ٹھیک اور بے تکی ہو تو یہ پروپیگنڈا کر دیا جاتا تھا کہ اتنی دقیق بات کرتے تھے کہ طلبہ کے فہم سے بالاتر تھی۔

حدیث ۳۷۷

أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَاءِ وَهِيَ الَّتِيْ يَدْعُو النَّاسُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء کی نماز پڑھائی وہی جسے لوگ عتمہ کہتے ہیں

الْعَتَمَةَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَإِنَّ

جب حضور نے رخ انور ہماری طرف کیا اور فرمایا کیا تم نے اس رات کو دیکھا اس رات

رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ عہ

سے سو برس گزرنے پر جتنے لوگ آج زمین پر ہیں ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔

تشریحات ۳۷۷

یہ حدیث کتاب العلم باب السمر بالعلم میں گزر چکی ہے وہاں اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔ یہاں چونکہ یہ زائد تھا کہ عشاء کی نماز پڑھی جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں اس لئے اس کو ذکر کیا گیا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ عہد رسالت میں بہت سے لوگ عشاء کو عتمہ کہتے تھے۔ اسی لئے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اعراب تمہاری نماز کے نام پر تم پر غالب نہ ہو جائیں۔ دیہاتی اس کو عتمہ کہتے ہیں۔ غالباً ممانعت سے قبل اُس کو لوگ عتمہ کہتے ہوں گے۔ بلکہ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء کو عتمہ کہا۔ عتمہ کے معنی ہم نے پہلے ذکر کیا، رات کی سخت تاریکی کے ہیں۔ یہ امام نووی نے ارشاد فرمایا خلیل نے کہا کہ شفق ڈوبنے کے بعد کا وقت ہے نیز عتمہ کے معنی دیر کرنے کے ہیں نیز اس دودھ کو بھی کہتے ہیں، جو اونٹنی کے تھن میں چھوڑ دیا جاتا تھا کہ رات میں دوہا جائے، رات کی پہلی تہائی۔ ان سب کا حاصل ایک ہی ہوا چونکہ اونٹنی کا دودھ اسی وقت دوہا جاتا تھا اس لئے اس وقت کا نام عتمہ پڑ گیا اور اسی مناسبت سے اس وقت پڑھی جانے والی نماز کو دیہاتی عتمہ کہنے لگے اس وقت اندھیرا ابھی خوب پھیل جاتا تھا اور رات کا ثلث اول بھی ہو جاتا تھا۔



عہ باب ذکر العشاء والعتمۃ ومن راٰہ واسعا۔ ص۸۰

حدیث ۲۷۸

عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ کُنْتُ اَنَا وَاَصْحَابِیْ
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں اور میرے وہ ساتھی جو کشتی

الَّذِیْنَ قَدِمُوْا مَعِیَ فِی السَّفِیْنَۃِ نُزُوْلًا فِیْ بَقِیْعِ بُطْحَانَ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
میں میرے ساتھ تھے، بقیع بطحان میں اترے تھے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے میں تھے

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَکَانَ یَتَنَاوَبُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز عشاء کے وقت ان میں کچھ لوگ باری باری حاضر ہوتے تھے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ کُلَّ لَیْلَۃٍ نَفَرٌ مِّنْھُمْ فَوَافَقْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ
ایک بار میں اور میرے ساتھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور اپنے کسی کام میں

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَصْحَابِیْ وَلَہٗ بَعْضُ الشُّغْلِ فِیْ بَعْضِ اَمْرِہٖ فَاَعْتَمَ
مصروف تھے اس لیے نماز میں دیر کر دی یہاں تک کہ رات نصف کے قریب ہو گئی

بِالصَّلٰوۃِ حَتّٰی اِبْھَارَّ اللَّیْلُ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو لوگوں کو نماز

فَصَلّٰی بِھِمْ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ قَالَ لِمَنْ حَضَرَہٗ عَلٰی رِسْلِکُمْ اَبْشِرُوْا اِنَّ
پڑھائی جب نماز پڑھ چکے تو حاضرین سے فرمایا اپنی جگہ بیٹھے رہو تمہیں بشارت ہو تم پر

مِنْ نِّعْمَۃِ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اَنَّہٗ لَیْسَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ یُصَلِّیْ ھٰذِہِ
اللہ کی نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے سوا کوئی بھی نہیں جو اس وقت نماز پڑھتا ہو

السَّاعَۃَ غَیْرُکُمْ اَوْ قَالَ مَا صَلّٰی ھٰذِہِ السَّاعَۃَ اَحَدٌ غَیْرُکُمْ لَا یَدْرِیْ
یا یہ فرمایا کہ تمہارے سوا کسی نے بھی اس وقت نماز نہ پڑھی معلوم نہیں

اَیَّ الْکَلِمَتَیْنِ قَالَ، قَالَ اَبُوْ مُوْسیٰ فَرَجَعْنَا فَرِحٰی بِمَا سَمِعْنَا مِنْ
ان دونوں جملوں میں کیا فرمایا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا ہم نے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ع
سنا اس پر خوش خوش لوٹے۔

ع اول مواقیت باب فضل العشاء ص۸۰ مسلم صلوٰۃ

حدیث ۳۷۹

عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَاءِ حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ اَلصَّلٰوةَ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ

علیہ وسلم نے ایک بار عشار کی نماز میں تاخیر فرمائی یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کو آواز دی نماز۔ عورتیں اور بچے سو گئے اب حضور باہر تشریف لائے فرمایا تمہارے سوا کوئی بھی روئے زمین پر اس کا انتظار

فَخَرَجَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ قَالَ وَلَا يُصَلّٰى يَوْمَئِذٍ

اِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ

نہیں کر رہا ہے۔ راوی نے کہا۔ اس وقت سوائے مدینے کے کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی راوی نے کہا لوگ شفق

اللَّيْلِ الْاَوَّلِ ؏

ڈوبنے اور رات کی پہلی تہائی تک نماز پڑھتے تھے۔

تشریحات ۳۷۸

لغات نزولاً، یہ مصدر نہیں، نازل کی جمع ہے جیسے شاھد کی جمع شہود ہے۔ بقیع ـ لمبی چوڑی وسیع زمین کے معنی میں ہے۔ بُطحان مدینہ طیبہ کے متصل جنوب کی جانب ایک جگہ کا نام ہے جو اس وقت میدان تھا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ستر ساتھیوں کے ساتھ حبشہ سے چل کر بحری راستے سے خیبر کے موقع پر خیبر ہی میں حاضر خدمت ہوئے تھے۔ حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذوالجناحین بھی ہمراہ تھے۔ حضرت ابو موسیٰ یمن کے باشندے تھے مکہ معظمہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے جب یہ اطلاع ملی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی ہے تو یہ یمن سے بذریعہ کشتی مدینہ طیبہ کے ارادے سے چلے مگر آندھی اور طوفان کی وجہ سے کشتی حبشہ پہنچ گئی، سات سال وہاں قیام فرمایا۔ پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور یہیں سکونت اختیار کر لی[1] حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تاخیر کرنے کا سبب یہ تھا کہ ایک لشکر کی تیاری فرما رہے تھے جیسا کہ معجم طبرانی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

؏ جلد اول مواقیت باب النوم قبل العشاء لمن غلب ص۸۱ ایضا باب فضل العشاء ص۸۰ ایضا اذان باب وضوء الصبیان ص۱۱۹ مسلم

[1] الاستیعاب وغیرہ

[2] عینی جلد خامس ص۶۵

حدیث ۳۸۰

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہم سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْہَا لَیْلَۃً فَاَخَّرَہَا حَتّٰی رَقَدْنَا فِی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک رات عشاء کے وقت کسی کام میں مصروف ہو گئے اور اسے مؤخر کر

الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَیْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَیْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ

دیا۔ یہاں تک کہ ہم مسجد میں سو گئے پھر ہم جاگے پھر سو گئے پھر جاگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَیْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَہْلِ الْاَرْضِ یَنْتَظِرُ

علیہ وسلم باہر تشریف لائے پھر فرمایا اہل زمین میں سوائے تمہارے کوئی بھی (اس وقت)

الصَّلٰوۃَ غَیْرُکُمْ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا یُبَالِیْ اَقَدَّمَہَا اَمْ اَخَّرَہَا اِذَا کَانَ لَا

نماز کا انتظار نہیں کر رہا ہے اور ابن عمر اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ اسے اول وقت میں پڑھ لیا یا دیر

یَخْشٰی اَنْ یَّغْلِبَہُ النَّوْمُ عَنْ وَّقْتِہَا وَقَدْ کَانَ یَرْقُدُ قَبْلَہَا قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ

کرکے پڑھی جب اس کا اندیشہ نہیں ہوتا کہ نیند کی وجہ سے قضا ہو جائے اور عشاء کے پہلے سوتے تھے۔ ابن جریج

قُلْتُ لِعَطَاءٍ فَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَقُوْلُ اَعْتَمَ

نے کہا میں نے عطاء سے اس بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً بِالْعِشَاءِ حَتّٰی رَقَدَ النَّاسُ

سنا وہ کہتے تھے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں اتنی تاخیر کردی کہ لوگ سو

وَاسْتَیْقَظُوْا وَرَقَدُوْا وَاسْتَیْقَظُوْا فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

گئے اور پھر جاگے اور پھر سو گئے پھر جاگے۔ تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے (اور جاکر

عَنْہُ فَقَالَ الصَّلٰوۃَ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَخَرَجَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضور سے عرض کیا) نماز۔ عطاء نے کہا۔ ابن عباس نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِ الْاٰنَ یَقْطُرُ رَاْسُہٗ مَاءً وَّاضِعًا یَدَہٗ عَلٰی

تشریف لائے گویا میں آپ کو اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے اور آپ اپنا ہاتھ سر پر

رَأْسِهٖ فَقَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ یُّصَلُّوْهَا هٰكَذَا

رکھے ہوئے ہیں پھر فرمایا اگر میں یہ نہ سمجھتا کہ اپنی امت کو مشقت میں ڈالوں گا تو انھیں حکم دیتا کہ عشاء کی نماز

فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی

اس طرح (یعنی اس وقت) پڑھا کریں (ابن جریج نے کہا) پھر میں نے عطاء سے تحقیق حال کے لئے پوچھا کہ نبی

رَأْسِهٖ يَدَهٗ كَمَا اَنْبَأَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَبَدَّدَ لِیْ عَطَاءٌ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ شَيْئًا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سر پر ہاتھ کس طرح رکھا تھا جیسے ان کو ابن عباس نے بتایا تھا تو عطاء نے مجھے

مِنْ تَبْدِيْدٍ ثُمَّ وَضَعَ اَطْرَافَ اَصَابِعِهٖ عَلٰی قَرْنِ الرَّأْسِ ثُمَّ ضَمَّهَا

دکھانے کیلئے اپنی انگلیوں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھا اس کے بعد انگلیوں کے سرے سر کے ایک جانب رکھ دیا

يُمِرُّهَا كَذٰلِكَ عَلَی الرَّأْسِ حَتّٰی مَسَّتْ اِبْهَامُهٗ طَرَفَ الْاُذُنِ مِمَّا

پھر ان کو ملا کر اس طرح سر پر کھینچا کہ حضور کا انگوٹھا حضور کے کان کی لو سے اور چہرہ کے قریب ڈاڑھی کا جو

يَلِی الْوَجْهَ عَلَی الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ لَا يُقَصِّرُ وَلَا يَبْطُشُ اِلَّا كَذٰلِكَ

کنارا ہے اس سے مل گیا حضور جب کبھی بالوں سے پانی نچوڑتے اور انھیں پکڑتے تو ایسے ہی کیا کرتے اور فرمایا اگر میری

وَقَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْا هٰكَذَا عـه

امت پر شاق نہ ہوتا تو انھیں حکم دیدیتا کہ عشاء کی نماز اسی طرح (یعنی اسی وقت) پڑھا کریں۔

تشریحات ۳۷۹/۳۸۰

یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ النوم قبل العشاء لمن غلب۔ جو نیند سے مغلوب ہو جائے اسے عشاء سے پہلے سونا۔ چونکہ عشاء کے پہلے سونے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔ جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی حالت میں سونے کی اجازت نہیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس کی توضیح کر دی جائے۔ اس مقصد کے لئے یہ باب قائم کیا اور یہ بتایا کہ جو شخص نیند سے مغلوب ہو جائے اسے سونے کی اجازت ہے۔

حتی ناداہ عمر مسلم میں یہ زائد ہے۔ کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز کے لئے اصرار کرنا تمہیں مناسب نہیں۔

عـه جلد اول مواقیت باب النوم قبل العشاء لمن غلب ص۸۱ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد طہارت نسائی۔

لـه جلد اول مساجد باب وقت العشاء وتاخیرها ص۲۲۸۔

مالینتظرھا اس کی توجیہ خود اس حدیث کے راوی نے کردی۔ کہ اس وقت سوائے مدینے کے اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ یعنی علانیہ جماعت کے ساتھ۔ اس لئے کہ مکہ مکرمہ میں جو کمزور مسلمان تھے وہ تنہا تنہا چھپ چھپا کر نماز پڑھتے تھے۔ **اقول** ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری ۷ھ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اس وقت مدینہ طیبہ میں کئی مسجدیں تھیں۔ دار قطنی نے فرمایا کہ نو مساجد تھیں جن میں باجماعت نماز ہوتی تھی اور مسجد قبا تو اول روز سے موجود تھی۔ مگر ان مساجد کے لوگ اس وقت تک نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ اب اس توجیہ کی توضیح یہ ہے کہ ان دنوں مدینہ طیبہ کے علاوہ اور کہیں علانیہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں ہوتی تھی اور مدینہ طیبہ کی دوسری مساجد میں اس وقت سے پہلے نماز ہو چکی تھی۔ اس لئے یہ ارشاد اپنے ظاہر معنی کے اعتبار سے بھی درست ہے۔

ان یغیب الشفق امام مالک امام شافعی امام احمد امام محمد امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ شفق اس سرخی کا نام ہے جو غروب کے بعد افق پر رہتی ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہ ہے کہ شفق اس سفیدی کو کہتے ہیں جو سرخی کے بعد افق پر اتر دکھن پھیلی رہتی ہے۔ اور یہی حضرت سیدنا صدیق اکبر معاذ بن جبل ابو ہریرہ اُبی بن کعب، ام المومنین حضرت عائشہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ایک روایت کی بنا پر ابن عباس کا بھی مذہب ہے۔ نیز عمر بن عبد العزیز، عبد اللہ بن مبارک امام زفر امام اوزاعی (فی روایۃ) مزنی ابن منذر، ابو ثور اور مبرد، فراء اور ثعلب کا بھی قول ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے امام ابن ہمام نے فتح القدیر[1] میں بحوالہ ترمذی بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وان آخر وقت المغرب حین یغیب الافق وان اول وقت العشاء حین یغیب الافق	بے شک مغرب کا آخر وقت وہ ہے جب افق غائب ہو جائے اور عشاء کا اول وقت وہ ہے جب افق غائب ہو جائے۔

اور یہ سب کو معلوم ہے کہ جب تک سفیدی رہے گی افق غائب نہ ہوگا۔ تو ثابت کہ سپیدی کے غروب ہونے تک مغرب کا وقت ہے۔ ترمذی کے ہندوستانی مطبوعہ نسخے میں حدیث کے اول جز میں بجائے "افق" کے "شفق" ہے مگر اخیر کا حصہ بعینہٖ موجود ہے۔ اس لئے مدعا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ اس پر اتفاق ہے کہ مغرب اور عشاء کے مابین نہ کسی اور نماز کا وقت ہے اور نہ کوئی وقت نماز سے خالی ہے۔ تو جب یہ موجود ہے کہ عشاء کا اول وقت "افق" غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ مغرب کا وقت افق غائب ہونے تک ہے۔ بلکہ اس نسخے نے واضح

---

[1] جلد اول باب الاوقات ص۱۹۸ نول کشور۔

کردیا کہ بعض احادیث میں "شفق" آیا ہے۔ اس سے مراد "سپیدی" ہے سرخی نہیں۔

امام برہان الدین مرغینانی قدس سرہٗ نے ہدایہ[1] میں اس پر اس حدیث سے استدلال فرمایا۔ وآخر وقت المغرب اذا اسود الافق مغرب کا وقت وہ ہے جب افق تاریک ہو جائے۔ اس پر درایہ میں فرمایا ہے نے اس کو نہیں پایا۔ اقول۔ امام ابن ہمام نے ترمذی کے حوالے سے جو روایت مذکورہ ذکر فرمائی ہے وہ اسی کے ہم معنی ہے۔ اس لئے کہ افق کے غائب اور تاریک ہونے کا مطلب ایک ہی ہے اور روایت بالمعنی شائع ذائع ہے۔ ہو سکتا ہے امام مرغینانی کی مراد یہی حدیث ہو علاوہ ازیں ہم مقدمہ میں بتا آئے ہیں۔ کہ اس کا قوی امکان ہے کہ ہزار ہا ہزار احادیث مدونین سے رہ گئی ہوں۔ صاحب درایہ کا مطلب واضح ہے کہ انھوں نے اپنے عہد کی کتابوں میں اسے نہیں پایا۔ ان کے عہد میں کتنی کتب حدیث ناپید ہو گئی تھیں۔ اس لئے ان کے اس فرمانے سے "کہ میں نے نہیں پایا" یہ لازم نہیں کہ یہ حدیث بے اصل ہے۔ پھر ہم مقدمہ ہی میں بتا آئے کہ فقیہ جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ حدیث اس کے نزدیک صحیح اور ثابت لائق استدلال ہے۔ اس کی مثال بخاری کی تعلیقات ہیں۔ کتنی تعلیقوں کا حدیث کی کتابوں میں کہیں پتہ نہیں۔ مگر سب کا اتفاق ہے کہ جب امام بخاری نے اسے اپنی جامع صحیح میں ذکر فرمایا ہے تو ضرور اس کی اصل ہے۔ ہمارے نزدیک فقہاء کا کسی حدیث سے استدلال اس کی دلیل ہے کہ وہ ضرور ضرور لائق استدلال ہے۔ یعنی صحیح ورنہ حسن ضرور ہے۔

کشمیری صاحب کا خبط

فیض الباری[2] میں ہے۔ کہ ہماری دلیل ترمذی کی یہ حدیث ہے — حتی یسود الافق — آج کل ایسے حوالے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بعینہٖ یہ لفظ موجود ہے۔ گزر چکا کہ ترمذی میں یہ لفظ نہیں۔ ترمذی کیا کسی حدیث کی کتاب میں یہ لفظ نہیں۔

قیاس سے استدلال

احادیث میں تصریح ہے کہ مغرب کا آخری وقت غروب شفق ہے۔ اور شفق کا اطلاق سرخی اور سپیدی دونوں پر ہوتا۔ سورج ڈوبتے ہی مغرب کا وقت یقینی طور پر شروع ہو گیا تھا۔ سرخی کے غروب سے وقت نکلا یا نہیں۔ یہ مشکوک ہے۔ اور شک یقین کو زائل نہیں کرتا۔

نماز مغرب، نماز فجر کے مماثل ہے اس معنی کر کہ وہ طلوع آفتاب سے پہلے کی نماز ہے اور یہ غروب کے بعد کی۔ فجر کا وقت سپیدی و سرخی دونوں کا مجموعہ ہے تو مغرب کا بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ شفق کے اصلی معنی رقت کے ہیں اسی لئے شفقت قلب بمعنی رقت قلب کے ہے۔ معنی منقول اور منقول عنہ میں مناسبت ضروری ہے۔ سرخی میں رقت نہیں غلظت ہوتی ہے۔ رقت سپیدی میں ہوتی ہے۔ اس لئے شفق سپیدی

[1] جلد اول ص ۶۶ [2] جلد ثانی ص ۱۳۱

کا ہے یہ کہ سرخی کا۔ امام شافعی وغیرہ کا استدلال اس حدیث سے ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شفق سرخی ہے۔ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا۔ مگر بیہقی اور نووی نے فرمایا۔ صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔ جو حدیث مرفوع اور دیگر جلیل صحابۂ عظام کے ارشاد کے معارض بھی ہے۔[1]

فاخرھا اس سے مراد یہ ہے کہ جس وقت عموماً عشاء پڑھتے تھے اس سے موخر فرمایا۔

حتی رقدنا اس سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ نیند ناقض وضو نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں یہ نہیں کہ ان حضرات نے جاگنے کے بعد وضو فرمایا ہو۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ وہ اس طرح بیٹھے بیٹھے سوئے تھے کہ ٹیک لگائی تھی۔ نہ ان کی بیٹھک ایک یا دونوں زمین سے جدا ہوئی تھی۔ کہ وضو ٹوٹتا۔ اس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے۔

کان ابن عمر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عشاء کی نماز کبھی ابتداء ہی میں پڑھ لیتے تھے کبھی تاخیر سے پڑھتے۔ اس لئے کہ آدھی رات تک عشاء کا وقت کراہت سے خالی ہے۔ کبھی عشاء سے پہلے سو بھی جاتے جب انھیں قضا ہو جانے کا خطرہ نہیں رہتا۔ اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ اس لئے کہ عشاء سے پہلے سونا مکروہ تنزیہی ہے وہ بھی اس کے لئے جسے عشاء قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو اور کوئی جگانے والا نہ ہو۔

قال ابن جریج چونکہ یہ بات مشہور تھی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء سے پہلے سونے کو ناپسندیدہ فرمایا ہے۔ اور حضرت ابن عمر کی اس حدیث اور ان کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ عشاء کے پہلے سونے میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے ابن جریج نے حضرت عطا سے اسے بیان کر کے اس کی تصدیق چاہی۔ تو امام عطاء نے حضرت ابن عباس کی حدیث بیان کر کے اس کی تائید کر دی۔

اعتم ۔ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔ اس لئے کہ ہر راوی واقعے کو اس طرح بیان کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چشم دید بیان کر رہا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں اپنی حاضری کے ابتدائی دنوں کا واقعہ بیان کر رہے ہیں۔ یہ ۷ھ میں مدینہ حاضر ہوئے تھے حضرت ابن عباس ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔ البتہ ام المومنین حضرت صدیقہ اور حضرت ابن عمر ابتداء ہجرت ہی سے مدینہ طیبہ میں تھے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں کافی مماثلت ہے۔ دونوں میں تاخیر کی علت کسی اہم معاملے میں مشغولیت مذکور ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عرض کا ذکر نہیں۔ ہو سکتا ہے یہ دونوں ایک ہی واقعہ ہو۔ مگر ام المومنین اور ابن عباس کی احادیث یقیناً دو واقعے ہیں۔ اس کا بھی

---

[1] فتح القدیر جلد اول باب الاوقات صد۸۷ نول کشور

امکان ہے کہ ابو موسیٰ اشعری ام المومنین اور ابن عمر کی احادیث ایک واقعے سے متعلق ہوں۔ روایت میں تفصیل و اجمال ہوگیا۔ مگر ابن عباس کی حدیث یقیناً الگ واقعہ ہے۔

ولا ان اشق اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو انھیں حکم دیتا کہ اسی طرح یعنی اس وقت عشا پڑھیں مراد یہ ہے کہ یہی عشار کا وقت مقرر کر دیتا۔ یہی ہماری دلیل ہے کہ عشار میں تاخیر مستحب ہے۔ اگر تقلیل جماعت کا اندیشہ نہ ہو۔

حضور شارع ہیں اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار حاصل تھا کہ نمازوں کے اوقات جو چاہیں مقرر فرمائیں۔ یہ دلیل ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ میں ترمیم و تبدیل کا حق عطا فرمایا۔ جسے اس کی پوری تفصیل دیکھنی ہو وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب" کا مطالعہ کرے۔ یہ رسالہ "الامن والعلی" کے ساتھ اور علیحدہ بھی چھپ چکا ہے۔

عشار کا آخری وقت عشار کا وقت کب تک ہے۔ اس سلسلے کی تمام احادیث پر جب نظر کرتے ہیں تو اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ غروب شفق سے لے کر پوری رات عشار کا وقت ہے۔ حضرت ابن عباس حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ روایت کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تہائی رات تک موخر فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ و حضرت انس رضی تعالیٰ عنہما نے یہ روایت کی کہ آدھی رات تک موخر فرمایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ روایت کیا کہ رات کی دو تہائی تک موخر فرمایا۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ روایت کی کہ اتنی تاخیر فرمائی کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا۔ ان سب کے مجموعے سے ظاہر ہوگیا کہ پوری رات عشار کا وقت ہے۔ اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا۔ رات میں جس وقت چاہو عشار پڑھو البتہ اس سے غافل ہوکر مت سو جانا۔ اوقات صلوٰۃ مالا یدرک الا بالسماع ہیں یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا اسی وقت فرمایا۔ کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے۔ کہ پوری رات عشار کا وقت ہے۔ حدیث ہی سے ثابت ہے کہ فجر و ظہر کے علاوہ بقیہ نمازوں کے اوقات میں ایسا تسلسل ہے کہ جب تک دوسری نماز کا وقت نہیں آجاتا۔ سابقہ نماز کا وقت باقی رہتا ہے۔ مسلم میں ہے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لیلۃ التعریس کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیند میں تفریط نہیں۔ تفریط اس پر ہے جو نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت

لے جلد اول مساجد باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ صفحہ ۲۳۹۔

حدیث ۱۲۳

وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَحِبُّ تَاْخِیْرَھَا۔

اور حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشار کی تاخیر کو پسند فرماتے تھے۔

حدیث ۳۸۱

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَخَّرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الْعِشَاءِ اِلٰی نِصْفِ اللَّیْلِ ثُمَّ صَلّٰی ثُمَّ قَالَ قَدْ صَلّٰی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشار کی نماز میں آدھی رات تک تاخیر فرمائی۔ اس کے بعد پڑھی پھر فرمایا لوگ نماز پڑھ کر

آجائے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ جب تک دوسری نماز کا وقت نہ آجائے پہلی نماز کا وقت باقی ہے صاحب ہدایہ اس پر اس حدیث سے دلیل لائے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا طلوع فجر تک عشار کا وقت ہے۔ یہ حدیث موجودہ کتب حدیث میں نہیں۔ مگر ہم بتا آئے ہیں کہ فقیہ جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو یہ اس کے لائق استدلال ہونے کے لئے کافی ہے جیسے امام بخاری کی تعلیقات ہیں۔ عشار کے وقت میں یہ تفصیل ہے کہ تہائی رات تک افضل ہے اور اس کے بعد آدھی رات تک بلا کراہت صحیح، آدھی رات کے بعد مکروہ۔

تشریح ۱۲۳ یہ حدیث ۳۵۹ کے اخیر حصے کی ایک روایت ہے۔ گذشتہ روایت کے الفاظ یہ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشار کی نماز تہائی یا آدھی رات تک اگر موخر ہو جائے تو کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان دونوں روایتوں کو ذہن میں رکھنے کے بعد اس تعلیق کی باب سے مطابقت واضح ہو جاتی ہے۔ یہاں باب کا عنوان ہے عشار کا وقت آدھی رات تک ہے۔

تشریحات ۳۸۱ الی نصف اللیل اس کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس روز عشار کی نماز آدھی رات کے بعد پڑھی۔ مگر مسلم کی روایت اس پر نص ہے کہ اس سے مراد آدھی رات کا قرب ہے۔ اس میں بطریق قتادہ یہ الفاظ ہیں۔ حتی کان قریبا من نصف اللیل۔

النَّاسُ وَنَامُوْا اَمَا اِنَّكُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُوْهَا وَزَادَ ابْنُ

ہوگئے سنو تم لوگ جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے نمازہی میں تھے۔ ابن ابی مریم نے یہ روایت کیا (کہ حضرت

اَبِیْ مَرْیَمَ۔ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِیْصِ خَاتَمِهٖ لَیْلَتَئِذٍ عـه

انس نے یہ بھی فرمایا تھا) گویا میں اس رات حضور کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں

حدیث ۳۸۲

عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰى عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ عـه

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو دونوں ٹھنڈی نمازیں پڑھے گا جنت میں داخل ہوگا۔

حدیث ۳۸۳

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَهٗ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے

اَنَّهُمْ تَسَحَّرُوْا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامُوْا

حدیث بیان فرمائی کہ ان لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز کے لئے کھڑے

تشریحات ۳۸۲ بردین سے مراد نماز عصر و فجر ہے اور مراد پابندی کے ساتھ پڑھنا ہے۔ ان دونوں نمازوں کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ فجر کا وقت سونے کا ہے اور عصر کے بعد لوگ بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں یا دوسرے کاموں میں۔ نیز گزر چکا کہ ملائکہ ان دونوں اوقات میں بدلتے ہیں جو ان نمازوں کا پابند ہوگا اس کا آخری عمل جو خدا کی بارگاہ میں پیش ہوگا وہ نماز ہوگی۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر موقوف ایک حدیث میں ہے۔ نماز صبح کے وقت منادی ندا دیتا ہے۔ اے بنی آدم! اٹھو اور اپنے اوپر جو جلا رہے ہو بجھاؤ۔ اسی طرح نماز عصر کے بعد بھی یہ ندا دیتا ہے اس پر جو لوگ طہارت کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں تو جب سوتے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں رہتا۔[1]

تشریحات ۳۸۳ تسحروا کا مادہ سحر ہے۔ جس کے معنی وہ کھانا اور مشروب ہے جو سحری کے وقت کھایا جائے۔ سُحر سین کے ضمہ کے ساتھ بھی آتا ہے۔ یہ مصدر بھی

عـه جلد اول مواقیت باب وقت العشاء الی نصف اللیل ص ۸۱ اذان باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ ص ۹۰ جلد ثانی لباس باب ص ۸۷۲ مسلم صلوٰۃ۔ ابوداؤد صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ مسند امام احمد عـه جلد اول مواقیت باب فضل صلوٰۃ الفجر ص ۸۱ مسلم صلوٰۃ دارمی مسند احمد بن حنبل [1] عینی جلد خامس ص ۴۲ بحوالہ طبرانی وابوالقاسم جوزی۔

إِلَى الصَّلٰوةِ قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ قَدْرُ خَمْسِينَ أَوْ سِتِّينَ يَعْنِي آيَةً ؏

ہوئے۔ حضرت انس نے فرمایا میں نے پوچھا دونوں کے مابین کتنا فصل تھا۔ فرمایا۔ پچاس یا ساٹھ آیت پڑھنے کا۔

ہے اور حاصل مصدر بھی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سحری دیر کرکے طلوع فجر کے وقت کھانی مستحب ہے احناف کے یہاں فجر میں اسفار اگرچہ رمضان میں بھی مستحب ہے۔ مگر یہ حدیث اس کے معارض نہیں۔ اس لیے کہ اول وقت بھی فجر کی نماز بلاکراہت درست ہے۔ سحری کھانے کے بعد سونے سے غفلت کی نیند آجاتی ہے۔ جس سے جماعت بلکہ بعض اوقات نماز کے چھوٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے ــــ اور آج مسلمانوں کا جو حال ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ اس لیے اس خادم نے اپنے یہاں اسی حدیث کے مطابق اول وقت میں نماز فجر پڑھنی رائج کی ہے۔ اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ اسے ہر طبقے نے پسند کیا اور اب اس پر عمل بہت دور تک ہو رہا ہے۔

اسی حدیث کو اس کے بعد امام بخاری نے حضرت انس ہی سے ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ اللہ عزوجل کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور زید بن ثابت نے سحری کھائی۔ سحری سے فارغ ہو کر نماز کے لیے کھڑے ہوگئے۔ اخیر میں یہ ہے۔ کہ سحری اور نماز میں اتنا وقفہ تھا کہ کوئی پچاس آیت پڑھ لیتا ــــ دونوں روایتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت کی بنا پر یہ حدیث مسانید زید بن ثابت سے ہے اور دوسری کی بنا پر مسانید انس سے۔ نیز پہلی میں تردید ہے کہ پچاس یا ساٹھ آیتیں پڑھنے کی مقدار کا وقفہ تھا۔ دوسری میں تعیین ہے کہ پچاس آیتوں کا وقفہ تھا۔ امام مسلم نے صرف پہلی روایت ذکر کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ پہلی روایت راجح ہے۔ طحاوی میں بطریق ہشام دستوائی حضرت انس اور حضرت زید بن ثابت دونوں سے یوں روایت ہے کہ ہم نے سحری کھائی۔



؏ جلد اول مواقیت باب وقت الفجر ص۸۱ صوم باب قدر کم بین السحور وصلوٰۃ الفجر ص۲۵۷ مسلم۔ صوم ترمذی صوم نسائی صوم ابن ماجہ۔ دارمی۔ مسند امام احمد۔

۱؎ جلد اول صیام باب فضل السحور ص۳۵۰۔

۲؎ جلد اول الصلوٰۃ باب الوقت الذی یصلی فیہ الفجر ص۱۰۴۔

حدیث ۳۸۴

عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ اَنَّہٗ سَمِعَ سَھْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

ابو حازم سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عَنْہُ یَقُوْلُ کُنْتُ اَتَسَحَّرُ فِیْ اَھْلِیْ ثُمَّ تَکُوْنُ سُرْعَتِیْ اَنْ اُدْرِکَ

کو یہ فرماتے ہوئے سنا میں اپنے اہل کے ساتھ سحری کھاتا پھر مجھ کو جلدی ہوتی کہ رسول اللہ

صَلٰوۃَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؎

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پالوں۔

تشریح ۳۸۴ یہاں امام بخاری نے باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے۔ وقت الفجر۔ اس حدیث سے فجر کا اول وقت اس طرح سمجھ میں آتا ہے۔ کہ حضرت سہل کی جلدی اسی بنا پر تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر طلوع ہوتے ہی نماز فجر شروع فرما دیتے تھے تو معلوم ہوا کہ فجر کا اول وقت طلوع فجر ہے۔ ان احادیث سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنی افضل ہے۔ اگرچہ باب سے یہ ظاہر نہیں اس کی توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ رمضان المبارک میں یہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی۔

اسفار کے استحباب پر ایک نیا استدلال

مگر ان سب کے معارض حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے جسے امام بخاری نے مناسک ؎ میں ذکر فرمایا ہے۔ کہ جب فجر طلوع ہوگئی تو فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت (طلوع فجر کے وقت) کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے مگر صرف یہ نماز اس جگہ اس دن یہ نمازیں اپنے وقت سے ہٹا دی گئی ہیں۔ مغرب مزدلفہ میں آنے کے بعد اور فجر، فجر طلوع ہونے پر۔ عن وقتھا سے مراد جس وقت عادۃً پڑھی جاتی تھیں ورنہ ظاہر ہے کہ طلوع فجر کے بعد فجر کا وقت ہوگیا تو وقت سے کہاں ہٹائی گئیں۔ نفی کا استغراق یہ چاہتا ہے۔ رمضان میں بھی فجر کی نماز اول وقت نہیں پڑھتے تھے۔ اس لئے دونوں میں تطبیق کی یہی صورت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں نفی سے مراد عادت ہے یعنی اس وقت نماز پڑھنے کی عادت مستمرہ نہیں تھی نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں۔ اور ان احادیث کا محمل یہ ہے کہ کبھی کبھار رمضان میں اول وقت پڑھ لیا کرتے تھے یہ بالکل ظاہر ہے۔ اس لئے کہ حضرت انس کی حدیث میں صرف ایک بار کا واقعہ

؎ جلد اول مواقیت باب وقت الفجر ص ۸۲ صوم باب تعجیل السحور ص ۲۵۷

؎ اول۔ باب من اذن واقام لکل واحدۃ منہما ص ۲۵۷

حدیث ۳۸۵

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز کی ایک رکعت پالی اس نے نماز پالی۔

حدیث ۳۸۶

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ شَهِدَ عِنْدِیْ رِجَالٌ مَّرْضِیُّوْنَ وَاَرْضَاهُمْ عِنْدِیْ عُمَرُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ مجھے پسندیدہ لوگوں نے یہ بتایا اور ان سب میں سب سے زیادہ میرے نزدیک پسندیدہ عمر ہیں۔ کہ نبی صلے اللہ

مذکور ہے۔ البتہ حضرت سہل کی حدیث میں استمرار کا پہلو ظاہر ہے مگر وہ اس پر نص نہیں کہ نماز فجر اول وقت ہوتی تھی۔ ہوسکتا ہے ان کا گھر میل دو میل کی دوری پر رہا ہو۔ اس لئے وہ جلدی کرتے تھے امام نووی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کر دیا کہ عرفہ میں عصر وقت سے پہلے پڑھی جاتی ہے پھر یہ حصر درست نہیں۔ اس وجہ سے یہ حدیث معنًا معلول ہے لائق اعتبار نہیں ___ اقول۔ موقع کے اعتبار سے روایت میں اختصار پسندی راویوں کی عام عادت ہے اسی کے مطابق یہاں بھی اختصار ہے ورنہ نسائی[1] میں یہی حدیث حضرت ابن مسعود ہی سے یوں ہے۔

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الصلوٰۃ لوقتها الا بجمع وعرفات۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نمازیں اپنے وقت میں ادا فرماتے تھے مگر جمع (مزدلفہ) اور عرفات میں۔

تشریح ۳۸۵

یعنی اس نے جماعت پالی۔ اسے جماعت کا ثواب ملے گا۔ رکعت سے پوری رکعت مراد نہیں۔ بلکہ مطلقاً نماز کا جزء مراد ہے اس لئے اگر کوئی قعدہ اخیرہ میں سلام سے قبل شامل ہوا اور ایک تسبیح کی مقدار نماز مل گئی تو وہ بھی شامل جماعت ہوگیا اسے بھی جماعت کا ثواب ملے گا۔ اسی طرح اگر کوئی رکوع میں شامل ہوا تو اسے وہ رکعت مل گئی۔

تشریح ۳۸۶

نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک صرف نوافل مکروہ ہیں۔ فرائض مثلاً قضا بلاکراہت درست ہے۔ عصر کے بعد غروب آفتاب تک بھی پورا وقت مکروہ ہے۔ مگر اس میں تفصیل ہے۔ غروب سے بیس منٹ پہلے تک صرف نوافل مکروہ ہیں فرائض نہیں اور

---

[1] نسائی۔ مناسک باب الجمع بین الظهر والعصر بعرفة ص۴۲

[2] باب من ادرک من الصلوٰۃ رکعۃ صفحہ ۸۲

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تُشْرِقَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ سورج چمکے اور عصر

الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ [۱]

کے بعد یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔

حدیث ۳۸۷

حَدَّثَنِیْ اِبْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِکُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ

فرمایا بالقصد آفتاب نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نماز نہ پڑھو۔

وَلَا غُرُوْبَھَا قَالَ وَحَدَّثَنِیْ اِبْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ

(عروہ نے کہا) اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب سورج کا کنارہ نکل جائے تو اس وقت

فَاَخِّرُوا الصَّلٰوۃَ حَتّٰی تَرْتَفِعَ وَاِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوا الصَّلٰوۃَ

نماز نہ پڑھو جب تک کہ بلند نہ ہو جائے اور جب ڈوبنے لگے تو بھی نہ پڑھو یہاں

حَتّٰی تَغِیْبَ [۲]

تک کہ پورا غروب ہو جائے۔

بیس منٹ سے لے کر غروب تک نوافل، فرائض سبھی مکروہ ہیں۔ اور وہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بعد عصر دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں ہے ممانعت کی احادیث تیئیس ۲۳ صحابۂ کرام سے مروی ہیں جن کے مشہور ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس حدیث میں شَھِدَ کے معنی اخبر کے ہیں جیسے آیۂ کریمہ شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ میں ہے جلالین میں ہے بین لخلقہ۔ اللہ نے اپنی مخلوق پر واضح کر دیا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

تشریح ۳۸۷: تکمیل۔ صفۃ جنود ابلیس میں بجائے تحرّوا تحیّنوا ہے یعنی وقت بنالو یعنی

[۱] اول۔ مواقیت باب الصلوٰۃ بعد الفجر ص ۸۲ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔

[۲] اول۔ مواقیت۔ باب الصلوٰۃ بعد الفجر حتی ترتفع ص ۸۲۔ بدء الخلق۔ باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص ۴۶۳
مسلم صلوٰۃ۔ نسائی۔ صلوٰۃ۔

حدیث ۳۸۸

اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَاصَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ
ہوئے میں نے سنا کہ صبح کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر

حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَاصَلٰوۃَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ عہ
کے بعد (بھی) کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔

حدیث ۳۸۹

عَنْ مُعَاوِیَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّکُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوۃً
حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تم لوگ ایک ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ

لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَیْنَاہُ یُصَلِّیْہِمَا
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، ہم نے حضور کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اس سے

وَلَقَدْ نَہٰی عَنْہُمَا یَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عہ
منع بھی فرمایا ہے یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں۔

حدیث ۳۹۰

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اُصَلِّیْ کَمَا رَاَیْتُ
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ جیسے میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھتے

بلا عذر بالقصد نماز کو موخر نہ کرو۔ اور طلوع وغروب کے وقت پڑھو۔ اتنا زائد ہے اس لئے کہ سورج شیطان کی دونوں سینگوں کے مابین نکلتا ہے۔ حاجب کے تین معنی ہیں۔ کنارہ۔ وہ کرنیں جو طلوع سے پہلے افق پر نظر آتی ہیں۔ الاثر۔ یہاں مراد کنارہ ہے۔ طلوع سے مراد سورج کے بالائی کنارے کے چمکنے سے بیس منٹ تک ہے۔ اسی طرح غروب سے مراد سورج کے بالائی کنارے کے ڈوبنے کے وقت سے بیس منٹ پہلے تک ہے۔ ان دونوں اوقات میں نہ نفل کی اجازت ہے نہ فرض کی۔ بعض لوگوں نے یہ وقت پندرہ منٹ رکھا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ بیس منٹ ہے۔ اس کی مکمل تحقیق فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمائی ہے۔

تشریحات ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ تکمیل۔ اسماعیلی نے اس حدیث کی ابتدا میں یہ زیادہ کیا۔

عہ اول مواقیت۔ باب لا تتحری الصلوٰۃ قبل غروب الشمس ص۸۲ مسلم صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

عہ اول مواقیت۔ باب لا تتحری الصلوٰۃ قبل غروب الشمس ص۸۳۔

أَصْحَابِي يُصَلُّونَ لَا أَنْهَى أَحَدًا يُصَلِّي بِلَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ مَا شَاءَ غَيْرَ أَنْ لَا

اپنے ساتھیوں کو جیسے دیکھا ہے میں بھی پڑھوں گا میں کسی کو رات یا دن میں جب چاہے کسی وقت بھی نماز سے منع نہیں کرتا۔ ہاں

تَحَرَّوْا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا [عه]

سورج کے طلوع اور غروب کے وقت بالقصد نماز نہ پڑھو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دن کے ابتدائی حصے میں زوال کے وقت تک کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے مطلب یہ ہوا کہ وہ زوال کے وقت نماز پڑھتے تھے۔ حضرت امام مالک کے یہاں زوال کے وقت نماز مکروہ نہیں۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔

احناف کی دلیل احناف کے نزدیک زوال کے وقت بھی نماز مکروہ ہے۔ ان کی دلیل حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے۔

ثلث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینھانا ان نصلی فیھن او ان نقبر فیھن موتانا، حین یطلع الشمس بازغۃ حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظہیرۃ حتی تمیل الشمس وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب [له]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں تین وقتوں میں نماز پڑھنے اور مُردوں کو دفن کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جب سورج چمکتا ہوا نکلے یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔ اور ٹھیک دوپہر کو یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے۔ اور جب سورج ڈوبنے کے لئے جھکے یہاں تک کہ ڈوب جائے۔

حین یقوم قائم الظہیرۃ کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ جب دوپہر کو کھڑے ہونے والے کا سایہ سیدھا قائم ہو جائے نہ پورب جھکا ہو نہ پچھم۔ اس کا حاصل ٹھیک دوپہر ہے۔ ان نقبر فیھن موتانا۔ سے مراد نماز جنازہ ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں یہ تفصیل ہے۔ ان نصلی فیھن او ان نقبر فیھن موتانا۔ یعنی ان اوقات میں مردے پر نماز پڑھنے اور انھیں دفن کرانے سے منع فرمایا۔ یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ جنازہ پہلے سے تیار ہو اور کسی وجہ سے دیر ہو گئی مثلاً کسی کے انتظار میں، اور زوال کا وقت آ گیا۔ اور اگر جنازہ اسی وقت تیار ہوا۔ تو کراہت نہیں۔ اب زوال کے وقت کے نکلنے کے وقت تک انتظار ممنوع ہے۔ اس لئے کہ جنازے کے تیار ہو جانے کے بعد دفن میں جلدی

عه اول مواقیت۔ من لم یکرہ الصلوٰۃ الا بعد العصر والفجر ص ۸۳

له مسلم اول باب الاوقات التی نھی عن الصلوٰۃ فیھا ص ۲۷۶ ابوداؤد ثانی جنائز باب الدفن عند طلوع الشمس وغروبھا ص ۹۸ ترمذی اول جنائز باب فی کراھیۃ الصلوٰۃ علی الجنازۃ عند طلوع الشمس وعند غروبھا ص ۱۲۲ نسائی اول صلوٰۃ باب النھی عن الصلوٰۃ نصف النھار ص ۹۶ ابن ماجہ دارمی صلوٰۃ ۱۴۲ مسند امام احمد۔

کرنے کا تاکیدی حکم احادیث میں آیا ہے اس لئے تاخیر ان احادیث کے معارض ہے۔

زوال سے مراد عوام اس وقت کو زوال کہتے ہیں حالانکہ اس کا صحیح نام نصف النہار ہے ہم نے عرف کا لحاظ کرتے ہوئے اسے زوال سے تعبیر کیا۔ ورنہ حقیقت میں زوال کے معنی ڈھلنا ہے۔ اس وقت ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور مکروہ وقت ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے مراد ضحوہ کبریٰ ہے یعنی نصف النہار شرعی اور نصف النہار حقیقی کے درمیان کا وقت۔ شرعی دن صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک ہے اور عرفی دن سورج نکلنے سے لے کر سورج ڈوبنے تک۔ صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک کا جو وقت ہے اس کے نصف سے ضحوۂ کبریٰ شروع ہوتا ہے اور خط استواء سے سورج کے ڈھلنے تک رہتا ہے۔ یہ پورا وقت نصف النہار ہے۔ اس وقت نماز مکروہ ہے ضحوۂ کبریٰ ہمارے بلاد میں کم از کم ۳۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ۴۷ منٹ ہوتا ہے[1] نصف النہار سے ضحوۂ کبریٰ مراد ہے۔ یہ قول ائمہ خوارزم کی جانب منسوب ہے۔ امام رکن الدین صباغی نے اسی پر فتویٰ دیا اس لئے کہ نصف النہار عرفی کے بعد بلا کسی فصل کے زوال ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی بھی نماز ممکن نہیں۔ اور اس وقت نماز کی ممانعت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت نماز پڑھی جا سکتی ہے نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا ظاہر منطوق بھی یہی ہے۔ کہ فرمایا۔

نھی عن الصلوٰۃ نصف النھار حتی تزول الشمس[2] — حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصف النہار کے وقت نماز سے منع فرمایا یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کے علاوہ اور بھی احادیث احناف کی مؤید ہیں۔ مثلاً حضرت عمرو بن عبسہ اور حضرت عبداللہ بن الصنابحی حضرت ابوہریرہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احادیث۔

یوم جمعہ وقت زوال نماز کا استثناء حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوقتادہ کی حدیث میں وقت استواء نماز کی ممانعت سے جمعہ کا دن مستثنیٰ ہے۔ اسی کے مطابق امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ حاوی میں ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ در مختار میں اشباہ سے نقل فرمایا کہ یہی صحیح اور معتمد ہے۔ مگر علامہ شامی نے اس پر یہ اعتراض نقل فرمایا کہ متون اور شروح اس کے خلاف ہیں۔ یعنی حکم ممانعت جمعہ کے دن کو بھی شامل ہے اور ان احادیث کا جواب علماء احناف سے یہ نقل فرمایا۔ کہ یہاں مبیح و محرم میں تعارض ہے اس لئے ترجیح محرم کو ہوگی۔

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۲۱۶ [2] مشکوٰۃ ص ۹۵

ت ۱۲۴

وَقَالَ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ شَغَلَنِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ ؎

کریب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھی۔ اور فرمایا عبد القیس کے کچھ لوگوں نے مجھے مشغول رکھا اور میں ظہر کے بعد کی دو رکعت نہیں پڑھ سکا تھا۔

مکہ معظمہ میں استثنار کا جواب

اسی طرح ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بنی عبد مناف! کوئی کسی وقت بھی کعبے کا طواف کرے یا نماز پڑھے تو اسے منع نہ کرو لہ اس سے ثابت ہوا کہ مکہ معظمہ میں کوئی نماز کسی وقت پڑھنی ممنوع نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سابقہ احادیث پر نظر کرتے ہوئے اس سے مراد یہ ہے کہ غیر اوقات مکروہہ میں جس وقت جس کا جی چاہے طواف کرے نماز پڑھے اسے نہ روکو۔ تاکہ احادیث میں تطبیق ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے جد الممتار میں فرمایا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اس قبیل سے ہو جو فرمایا گیا۔ کہ عوام اگر اوقات مکروہہ میں نماز پڑھیں تو منع نہ کیا جائے۔ عدم جواز اور ہے اور منع اور چیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ واقف کار خود ان اوقات میں مکہ معظمہ میں بھی نماز نہ پڑھیں لیکن اگر کوئی پڑھتا ہے تو اسے منع نہ کیا جائے۔ نماز ایسا فعل حسن ہے جس سے روکا نہ جائے ؎

تشریحات ۱۲۴

تکمیل۔ ابواب السہو اور مغازی میں یہ تعلیق امام بخاری نے پوری سند کے ساتھ مفصل تحریر فرمائی ہے۔ کریب کہتے ہیں کہ مجھے ابن عباس اور مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمن بن ازہر نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجا کہ حاضر ہو کر ان کی خدمت میں ہم سب کا سلام عرض کرو پھر عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں ان سے سوال کرو اور عرض کرو کہ ہم لوگوں کو یہ خبر ملی ہے کہ آپ عصر کے بعد دو رکعت پڑھتی ہیں۔ حالانکہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور ابن عباس نے بتایا کہ حضرت عمر کے ساتھ

؎ اول مواقیت باب ما یصلی بعد العصر من الفوائت ونحوہا ص ۸۳ تہجد باب اذا کلم وہو یصلی فاشار بیدہ واستمع ص ۱۶۴ ثانی مغازی باب وفد عبد القیس ص ۶۲۷ مسلم۔ ابوداؤد۔

لہ مشکوۃ ص ۹۵ ؎ جد الممتار ص ۲۴۹

میں لوگوں کو یہ نماز پڑھنے پر مارا کرتا تھا۔ کریب نے کہا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان لوگوں کا پیغام پہنچا دیا۔ انھوں نے فرمایا۔ ام سلمہ سے پوچھو! میں وہاں سے ان حضرات کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حضرت عائشہ کا ارشاد بتایا اب ان حضرات نے مجھے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے ہوئے سن چکی تھی۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ عصر پڑھنے کے بعد جب میرے گھر میں تشریف لائے تو انھیں پڑھ رہے ہیں۔ میرے پاس بنی حرام کی کچھ انصار کی عورتیں تھیں اس لئے میں نے اپنی خادمہ کو حضور کے نزدیک بھیجا اور سکھایا کہ پہلو میں کھڑی ہو جا اور عرض کر، ام سلمہ خدمت اقدس میں عرض کرتی ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ کو ان رکعتوں سے منع کرتے ہوئے میں نے سنا ہے اور دیکھ رہی ہوں کہ حضور انھیں پڑھ رہے ہیں اگر ہاتھ سے اشارہ فرمائیں تو پیچھے ہٹ جانا خادمہ نے ایسا ہی کیا۔ تو حضور نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا تو وہ ہٹ آئی۔ جب حضور نماز سے فارغ ہو چکے تو فرمایا۔ اے ابو امیہ کی بیٹی! عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں تو نے پوچھا ہے۔ بات یہ ہوئی کہ عبد القیس کے کچھ لوگ میری خدمت میں حاضر ہوئے اور مجھے مشغول رکھا جس کی وجہ سے ظہر کے بعد والی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا یہ وہی دونوں ہیں۔

شبہ اور جواب:۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نوافل کی قضا ہے مگر آگے مفصل آرہا ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

مطابقت:۔ یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ عصر کے بعد فوت شدہ نمازوں اور اس کے مثل کو پڑھنا۔ مگر جب یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے تو اس سے باب ثابت نہ ہوگا۔ اس مسئلہ میں ہمارے یہاں تفصیل ہے۔ غروب سے بیس منٹ پہلے تک صرف نوافل مکروہ ہیں، فرائض واجبات بلا کراہت درست ہیں۔ پھر غروب آفتاب تک کوئی نماز جائز نہیں۔ سوائے اس دن کی عصر کے اور اس نماز جنازہ کے جو اسی وقت تیار ہوا ہو اور اس سجدۂ تلاوت کے جو اس وقت تلاوت سے واجب ہوا ہو۔

نحوھا:۔ باب میں نحوھا، تھا۔ ابن منیر نے فرمایا۔ اس میں نوافل راتبہ یعنی سنن موکدہ داخل ہیں۔ اور حدیث میں ممانعت ان نوافل سے ہے جن کے لئے کوئی سبب نہ ہو۔ یعنی جو اپنی مرضی سے پڑھی جائیں۔ اس پر علامہ عینی نے یہ تعقب فرمایا ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ نحوھا۔ نوافل راتبہ کو داخل کرنے کے لئے بڑھایا۔ بلکہ اس سے مراد وہ نماز جنازہ ہے جو اس وقت تیار ہوا ہو اور سجدۂ تلاوت ہے جو اسی وقت واجب ہوا ہو، یعنی واجبات و فرائض۔ اور حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اور دیگر احادیث سے اس وقت مطلقاً ہر نفل کی ممانعت ثابت ہے خواہ ان کا کوئی سبب ہو خواہ نہ ہو۔ وہ احادیث اپنے

حدیث ٣٩١

اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ قَالَتْ وَالَّذِیْ ذَهَبَ بِهٖ مَا تَرَكَهُمَا حَتّٰی لَقِیَ اللّٰهَ وَمَا لَقِیَ اللّٰهَ حَتّٰی ثَقُلَ عَنِ الصَّلٰوةِ وَكَانَ یُصَلِّیْ كَثِیْرًا مِّنْ صَلَاتِهٖ قَاعِدًا تَعْنِیْ الرَّكْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْهِمَا وَلَا یُصَلِّیْهِمَا فِی الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ اَنْ یُّثَقِّلَ عَلٰی اُمَّتِهٖ وَكَانَ یُحِبُّ مَا یُخَفِّفُ عَنْهُمْ ؏

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جو حضور کو دنیا سے لے گئی عصر کے بعد کی دو رکعتیں حضور نے کبھی نہیں چھوڑی یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملاقات کی اور اللہ عزوجل سے ملاقات اس وقت کی جب آپ نمازیں پڑھنے سے نماز میں محسوس فرمانے لگے تھے اور حضور اکثر نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے یعنی عصر کے بعد کی دونوں رکعتیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں پڑھتے تھے اور مسجد میں نہیں پڑھتے تھے اس اندیشے کی وجہ سے کہ امت پر گراں نہ ہو جائے اور یہ پسند فرماتے تھے کہ امت پر تخفیف رہے۔

حدیث ٣٩٢

قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا ابْنَ اُخْتِیْ مَا تَرَكَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِیْ قَطُّ۔

عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اے بھانجے! نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعتیں میرے پاس کبھی نہیں چھوڑیں۔

حدیث ٣٩٣

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَكْعَتَانِ لَمْ یَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَعُهُمَا سِرًّا وَّلَا عَلَانِیَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا دو رکعتیں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کبھی نہیں چھوڑتے تھے نہ خفیہ نہ علانیہ۔ نماز صبح سے پہلے دو رکعت اور نماز عصر کے بعد دو رکعت۔

عموم کے لحاظ سے تمام نوافل کو شامل ہیں۔ اقول۔ علامہ عینی کے اس ارشاد کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ اس کو ابن منیر نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ فوائت سے مراد فوت شدہ فرائض ہیں تو ان کے مثل وہی نمازیں ہوں گی جو فرض یا کم از کم واجب ہوں جیسے نماز جنازہ جو فرض ہے اور سجدہ تلاوت جو واجب ہے اور نوافل کی قضا بالاتفاق نہ فرض نہ واجب۔ اس لئے وہ نحوھا میں داخل نہیں ہو سکتیں۔

تشریحات ٣٩١-٣٩٢-٣٩٣-٣٩٤

صحیح یہی ہے کہ عصر بعد نفل مطلقا مکروہ ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پڑھنا

؏ اول مواقیت باب ما یصلی بعد العصر من الفوائت ص ٨٣۔ مسلم۔

حدیث ۳۹۴ قَالَ رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ وَمَسْرُوْقًا شَهِدَا عَلٰى عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْنِيْ فِيْ يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ عـه

اسود اور مسروق نے حضرت عائشہ پر گواہی دی کہ انہوں نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی عصر بعد میرے پاس تشریف لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔

حضور کے خصائص میں سے ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) ابھی گزری ہوئی بخاری کی حدیث ۳۹۱ میں یہ تصریح ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں ان دو رکعتوں کو اس لئے نہیں پڑھتے تھے کہ امت پر بوجھ نہ پڑے اور یہ پسند فرماتے تھے کہ امت پر تخفیف رہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوگیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ پسند نہ تھا کہ امت اس نماز کو پڑھے۔ یہی دلیل تخصیص ہے۔

(۲) حضرت ذکوان مولی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کے بعد نماز پڑھتے تھے اور اس سے منع فرماتے تھے۔ صوم وصال رکھتے تھے اور اس سے منع فرماتے تھے۔[1]

(۳) ابھی حدیث گزری کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لوگوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے پر مارا کرتا تھا۔ علاوہ ازیں امام طحاوی[2] نے شرح معانی الآثار میں متعدد سندوں کے ساتھ یہ ذکر فرمایا اور یہ تمام صحابہ کی موجودگی میں ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

(۴) نیز حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بعض روایتیں اس کے خلاف بھی آئی ہیں مثلاً ست عـ۱۲۴ کہ جب کریب نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا۔ ام سلمہ سے پوچھو۔ اگر ام المومنین حضرت عائشہ کو اس بارے میں کچھ معلوم تھا تو خود کیوں نہیں بتایا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس کیوں بھیجا۔ بلکہ امام طحاوی[3] نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت معاویہ نے انھیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے بھیجا تو فرمایا "لا ادری" میں نہیں جانتی۔ نیز حضرت معاویہ کی دوسری حدیث میں ہے۔ کہ فرمایا۔ لیس

عـه اول مواقیت باب مایصلی من الفوائت ص۸۲ ابوداؤد نسائی۔

[1] ابوداؤد اول صلوٰۃ باب من رخص فیہا ص۱۸۱۔

[2] شرح معانی الآثار اول باب الرکعتین بعد العصر ص۱۸۰

[3] شرح معانی الآثار اول باب الرکعتین بعد العصر ص۱۷۷-۸

عندی صلاهما۔ میرے پاس ان دونوں رکعتوں کو نہیں پڑھا۔ غالبا اسی معنوی سقم کی بنا پر امام ترمذی[1] نے پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ذکر کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت صرف اس وجہ سے پڑھی تھی۔ کہ خدمت اقدس میں کچھ مال آگیا تھا اس میں مشغولیت کی وجہ سے ظہر کے بعد کی دو رکعت نہیں پڑھی تھیں انھیں کو عصر کے بعد پڑھا۔ ثم لم یعد لهما۔ پھر کبھی نہیں پڑھی۔ اس کے بعد فرمایا—

وقد روی غیر واحد عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ صلی بعد العصر رکعتین وهذا خلاف ما روی عنہ انہ نهی عن الصلوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس وحدیث ابن عباس اصح حیث قال لم یعد لهما۔

متعدد حضرات نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ روایت کیا ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھی ہے۔ یہ اس حدیث کے خلاف ہے جو مروی ہے کہ حضور نے عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز سے منع فرمایا ہے اور ابن عباس کی حدیث زیادہ صحیح ہے کہ انھوں نے فرمایا پھر کبھی نہیں پڑھی۔

ایک اشکال کا حل

متعدد احادیث میں آیا ہے کہ عصر کے بعد جو دو رکعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی وہ ظہر کے بعد کی سنت کی قضا تھی۔ نیز دار قطنی کی ایک روایت میں ہے کہ عصر کے وقت بلال نے اقامت جلدی کہہ دی اور میں عصر کے پہلے کی سنت نہ پڑھ سکا تھا۔ یہ عصر کے بعد جو پڑھ رہا ہوں یہ اسی کی قضا ہے۔ حالانکہ سنتوں کی قضا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ اس کی دلیل دار قطنی کی یہ روایت ہے کہ حضرت ام المومنین نے جب دریافت فرمایا۔ کیا ہم لوگ بھی قضا کریں۔ تو فرمایا نہیں[2]۔

علامہ عسقلانی پر تطفل

حضرت علامہ ابن حجر نے بعد والی روایت کو ضعیف کہا ہے مگر تلخیص میں امام احمد سے روایت کرکے سکوت اختیار فرمایا۔ علاوہ ازیں ابن حبان نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ المزمالد جلد ثانی صفحہ ۳۲۴ میں ہے۔ کہ امام احمد کی اس حدیث کے رجال صحیح ہیں۔ اس لئے علامہ ابن حجر کی تضعیف ساقط۔ پھر یہ کہ علامہ کی جرح مبہم ہے۔ اور جرح مبہم عند التحقیق لائق استناد ہونے میں حارج نہیں۔ غالبا علامہ ابن حجر کا ضعیف کہنا یزید بن ہارون عن حماد بن سلمہ — کی وجہ سے ہے اگر یہی بات ہے۔ تو ان کا اس حدیث کو ضعیف کہنا غلط ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں ثقہ رجال مسلم سے ہیں۔ امام بخاری پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ انھوں نے حماد بن سلمہ سے کم درجے کے لوگوں کی روایت لی اور ان کی نہیں لی۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

[1] اول صلوۃ باب ما جاء فی الصلوۃ بعد العصر ص ۲۶
[2] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۸۴

کشمیری صاحب کا رد

علامہ ابن حجر نے حضرت ابن عباس کی مذکورہ بالا حدیث پر یہ تنقید کی۔ وفیہ جریر عن عطاء وسماعہ منہ بعد الاختلاط۔ مگر فیض الباری جلد ثانی ص۱۴۱ میں کشمیری صاحب نے اسے حضرت عائشہ کی حدیث پر فٹ کر دیا ہے۔

کشمیری صاحب کا تہور

انوار الباری جلد سیزدہم ص۳۴ پر حدیث ۵۹۱ کے بارے میں ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔ اصل مضمون حدیث کا اس طرح تھا۔ ماترکہما حتی لقی اللہ، تعنی الرکعتین بعد العصر۔ وما لقی اللہ تعالیٰ حتی ثقل عن الصلوٰۃ وکان یصلی کثیرا من صلوتہ قاعدا وکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ۔ راوی نے، قاعدا کے ساتھ "تعنی" والے جملے کو جوڑ کر ترتیب و معنی بگاڑ دیا۔ اس پر بجنوری صاحب نے یہ عنوان قائم کیا۔ امام بخاری کا تسامح۔ اقول۔ اولا راوی نے ترتیب بگاڑی۔ تو یہ امام بخاری کا تسامح کیسے ہو گیا۔ یہ ان کی اعلیٰ درجے کی دیانت ہے کہ جیسے سنا ویسے ہی یاد رکھا ویسے ہی تحریر فرمایا۔ ثانیا راوی نے ترتیب بدل دی اس پر کیا دلیل ہے۔ صحیح ترتیب کا آپ کو علم کیسے ہوا۔ ثالثا معنی بگاڑنے کا الزام بھی غلط ہے۔ آپ یہی نہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخیر عمر مبارک میں اکثر نوافل بیٹھ کر پڑھتے تھے خواہ وہ بعد عصر کی ہوں خواہ کوئی اور۔ اور بخاری میں مذکورہ ترتیب سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ صرف عصر کے بعد والی نفل اکثر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ کسی خاص موقع پر کسی خاص چیز کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے حکم عام کو ایسے بیان کیا جاتا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ حکم اس خاص چیز کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔ لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً۔ دونا دون سود نہ کھاؤ۔ اور فرمایا۔ لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا اپنی باندیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاک دامنی چاہیں حالانکہ سود مطلقا حرام ہے اگرچہ دونا دون نہ ہو۔ زنا پر کسی کو مجبور کرنا بہرحال حرام ہے۔ اسی طرح حضرت ام المومنین عصر کے بعد کی نفل کی اہمیت بتانے کے لئے فرماتی ہیں کہ حضور کا جسم اقدس جب بھاری ہو گیا اور نوافل بیٹھ کر پڑھنے لگے تھے۔ اس وقت بھی انھیں نہیں چھوڑا۔ پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ اثناء کلام میں کوئی مبہم بات کہہ دی جاتی ہے۔ اور توجہ نہ ہونے کی وجہ سے سلسلہ کلام آگے بڑھ جاتا ہے۔ پھر خیال آتا ہے کہ فلاں بات مبہم تھی۔ اب تفسیر کر دی جاتی ہے۔

تتمہ

امام لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے طبقات میں لکھا ہے۔ کہ وہ ایام حج میں مکہ معظمہ حاضر ہوئے۔ عصر بعد سورج میں گہن لگا مگر کسی نے بھی "نماز کسوف" نہیں پڑھی۔ دریافت کرنے پر لوگوں نے بتایا کہ چونکہ اس وقت نماز مکروہ ہے۔ اس لئے نماز کسوف نہیں پڑھی گئی یہ صحابہ کا اخیر دور تھا تابعین کا اول، ہزاروں تابعین موجود تھے۔ مگر کسی نے بھی نہیں پڑھی۔ اس سے

ثابت ہوگیا کہ جمہور تابعین کا بھی یہی مذہب ہے کہ عصر کے بعد نماز نفل مطلقاً مکروہ ہے اسی سے حضرات شوافع کا یہ کہنا بھی ساقط ہوگیا۔ کہ عصر بعد صرف وہ نمازیں مکروہ ہیں جو ذوات الاسباب نہ ہوں۔ اور ذوات الاسباب مکروہ نہیں اس لئے نماز کسوف ذوات الاسباب میں سے ہے۔ یہ امام لیث بن سعد اس درجے کے مقتدا ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا۔ یہ امام مالک سے کم نہیں مگر ان کے تلامذہ نے انہیں ضائع کردیا۔

تکملہ:۔ احناف کے یہاں طلوع۔ استوار، غروب کے وقت کوئی بھی نماز جائز نہیں۔ نہ فرائض نہ واجبات نہ نوافل۔ بقیہ اوقات مکروہہ میں صرف نوافل مکروہ ہیں۔ فرائض اور واجبات مثلاً نماز جنازہ وسجدہ تلاوت مکروہ نہیں۔ اس پر امام ابن ہمام نے فرمایا۔ مبہم ہے۔ پھر ان تین کے علاوہ بقیہ اوقات میں فرائض اور واجبات کی تخصیص کس وجہ سے ہے۔ **اقول۔** ان تینوں اوقات میں نماز کی ممانعت کی علت خود شارع علیہ السلام نے بیان فرمادی کہ طلوع، غروب کے وقت آفتاب شیطان کی سینگوں کے درمیان رہتا ہے۔ اور استوار کے وقت جہنم بھڑکایا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان تینوں اوقات میں ممانعت ایسی وجہ سے ہے جو وقت میں پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ اوقات نماز کے اوقات ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ اس لیے ان اوقات میں کسی نماز کی اجازت نہیں۔ بخلاف دیگر اوقات کے کہ ان میں ممانعت کی علت شارع نے نہیں بتائی۔ مگر احادیث ہی سے ثابت کہ دیگر اوقات نماز کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز پڑھی۔ اس لیے ان اوقات میں ہم نے تفصیل کی کہ فرائض وواجبات جائز اور نوافل ممنوع۔ اس میں ایک خاص لم ہے۔ فرائض وواجبات اللہ عزوجل کے فرض وواجب کرنے سے ہیں۔ اگر ادا نہ ہوئے تو ذمے رہ جائیں گے اور بندہ ماخوذ ہوگا۔ ان سے جلد از جلد بری الذمہ ہونا ضروری ہے۔ پہلے توفیق نہ ہوئی انہیں اوقات میں توفیق ہوئی تو دیر کیوں کرے بخلاف نوافل کے کہ وہ اختیاری ہیں۔ اور ان اوقات میں نماز سے جب ممانعت ہے تو اس کا مورد کوئی نہ کوئی نماز ضرور ہونی چاہیے۔ ہم نے نوافل کو اس کا مورد بنانا زیادہ مناسب جانا۔ ثانیاً علاوہ ازیں طلوع وغروب اور استوار کے وقت ممانعت کی احادیث اتنی کثیر ہیں کہ معنیً متواتر ہیں۔ اور ان کے معارض کوئی حدیث نہیں یہ اپنی قوت کے اعتبار سے فرائض وواجبات کو بھی عام ہوگئیں۔ بخلاف دوسرے اوقات میں ممانعت کی احادیث کے کہ وہ اتنی کثیر نہیں اور ان کے مزاحم دوسری احادیث بھی ہیں۔ اور فرائض وواجبات قوی اس لئے ان احادیث کو نوافل کے ساتھ ہی خاص رکھا گیا۔ ثالثاً دوسرے اوقات میں ممانعت کی احادیث میں تعارض ہے۔ ان میں تطبیق کی احناف نے یہ صورت پیدا کی کہ احادیث اجازت کو فرائض وواجبات کے ساتھ خاص کیا اور احادیث ممانعت کو نوافل کے ساتھ۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی

حدیث ۳۹۵

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَخَافُ اَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ بِلَالٌ اَنَا اُوْقِظُکُمْ فَاضْطَجَعُوْا وَاَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهٗ اِلٰی رَاحِلَتِهٖ فَغَلَبَتْهُ عَیْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَیْقَظَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ یَا بِلَالُ اَیْنَ مَا قُلْتَ قَالَ مَا اُلْقِیَتْ عَلَیَّ نَوْمَةٌ مِثْلُهَا قَطُّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَکُمْ حِیْنَ شَاءَ وَرَدَّهَا عَلَیْکُمْ حِیْنَ شَاءَ یَا بِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ فَتَوَضَّأَ فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْیَاضَّتْ قَامَ فَصَلّٰی [1]

حضرت قتادہ نے فرمایا ہم ایک رات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چلے۔ یہاں تک کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر رات کے اخیر میں ہم سب کے ساتھ قیام فرما لیتے (تو اچھا تھا) فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم لوگ نماز سے غافل ہو کر سو نہ جاؤ۔ بلال نے عرض کیا میں آپ سب کو جگا دوں گا اب سب لوگ لیٹ گئے اور بلال نے اپنے اونٹ پر پیٹھ لگا لیا ان کی آنکھیں ان پر غالب آگئیں اور سو گئے۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے اس وقت کہ سورج کا کنارہ نکل چکا تھا حضور نے فرمایا اے بلال! کہاں ہے وہ جو تو نے کہا تھا۔ عرض کیا ایسی نیند مجھ پر کبھی نہیں ڈالی گئی۔ فرمایا۔ بے شک جب اللہ نے چاہا تمہاری روحوں کو قبض کر لیا اور جب چاہا واپس کر دیا۔ اے بلال اٹھو اور نماز کے لئے اذان دو۔ اب حضور نے وضو فرمایا اور جب سورج بلند ہوا اور سفید ہو گیا تو حضور اٹھے اور نماز پڑھی۔

وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ ان اوقات میں طواف کے بعد کی نماز بھی صحیح نہیں حالانکہ وہ واجب ہے وجہ فرق یہ ہے کہ ان اوقات میں فرائض اور ان واجبات کی اجازت ہے جو فرائض کے مثل واجب لعینہ ہوں۔ اور طواف کے بعد کی نماز واجب لعینہ نہیں بلکہ طواف کی وجہ سے واجب ہوئیں۔

تشریحات ۳۹۵

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث ۲۲ کی شرح میں ہم بتا آئے کہ اخیر رات میں قیام کر کے سو جانے کی وجہ سے نماز فجر کئی بار قضا ہوئی ہے اگرچہ کشمیری صاحب اس کا انکار کرتے ہیں۔ صرف ایک بار مانتے ہیں۔ فیض الباری جلد ثانی ص ۱۴۳۔

[1] اول مواقیت الصلوٰۃ باب الاذان بعد ذہاب الوقت ص ۸۲ ثانی توحید باب فی المشیئۃ والارادۃ ص ۱۱۱۲۔ ابو داؤد، نسائی۔

تھیں۔ ان کا خیال خام ہے۔ واقعات میں اتنا تفاوت ہے کہ یہ سب واقعات ایک نہیں ہو سکتے۔ مثلاً حضرت عمران والی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر جاگے اور پھر فلاں اور فلاں پھر حضرت عمر جاگے۔ ان کی بلند آواز سے تکبیر سن کر حضور بیدار ہوئے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ بیدار ہونے کے بعد وہاں سے کچھ دور جا کر نماز فجر پڑھی۔ اس حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ وہیں نماز پڑھی۔ اس حدیث میں ہے کہ انہیں دھوپ کی گرمی نے جگایا۔ اس میں یہ ہے۔ جب حضور بیدار ہوئے تو سورج کا کنارہ نکلا تھا۔ اور نماز کا مکروہ وقت تھا۔ اس لئے حضور نے توقف فرمایا۔ جب سورج اتنا بلند ہو گیا کہ زردی ختم ہو گئی اور سورج سفید ہو گیا تو نماز پڑھی۔

مؤطا امام مالک میں حضرت زید بن مسلم[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ مکہ معظمہ کے راستے میں فجر قضا ہوئی تھی۔ اور حضرت عمران والی حدیث[2] کا قصہ خیبر سے واپسی پر ہوا تھا۔ حضرت قتادہ والی حدیث میں مذکور اور حضرت زید بن مسلم والی حدیث میں مذکور واقعہ بھی ایک نہیں۔ اس لئے کہ اس میں یہ ہے کہ ارشاد فرمایا۔ یہاں سے چلو اس وادی میں شیطان ہے[3]۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر پوری جماعت کی نماز قضا ہو جائے تو اس کے لئے اذان بھی کہہ سکتے ہیں اور اسے باجماعت پڑھ بھی سکتے ہیں۔ اگر انسان نماز کا پابند ہے اور سو جانے کی وجہ سے نماز قضا ہو گئی تو کوئی گناہ نہیں۔ ایسے وقت سونے سے بچنا چاہیئے کہ نماز قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ ہاں اگر کوئی جگانے کا ذمہ لے تو کوئی حرج نہیں۔ ان احادیث میں فجر کی سنت پڑھنے کا ذکر نہیں مگر دوسری احادیث میں ہے۔ مثلاً مسلم شریف[4] اور طحاوی[5] میں حضرت ابو قتادہ ہی کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر فجر کی نماز پڑھی۔ حضرت ابو مریم اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے۔ پہلے حضور نے فجر کے پہلے والی دو رکعتیں پڑھیں۔ نیز طحاوی[6] ہی میں حضرت عمران والی حدیث میں ہے۔ اذان کے بعد ہم نے دو رکعتیں پڑھیں پھر اقامت کہی گئی۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ ہمارے یہاں صحیح و مختار یہ ہے کہ اگر زوال سے پہلے قضا پڑھے تو فجر کی سنت بھی پڑھے۔ آفتاب نکلنے کے بعد جب تک اس میں زردی باقی رہے قضا نماز جائز نہیں جب تک کہ سفید نہ ہو جائے۔ گزر چکا اس کی مقدار بیس منٹ ہے۔

---

1 باب النوم عن الصلوٰۃ ص۶۔
2 اول باب قضاء الفائتۃ ص۲۳۹۔
3 اول باب الرجل یدخل فی صلوٰۃ الغداۃ الخ ص۲۳۳۔
4 اول باب کیف یقضی الفائت ص۱۰۲۔
5 مسلم اول باب مذکور۔ نسائی اول باب مذکور۔
6 طحاوی اول باب مذکور ص۲۳۳۔

حدیث ۳۹۶

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جَاءَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورج ڈوبنے کے بعد غزوۂ خندق کے دن آئے۔ اور کفار قریش کو برا

یَسُبُّ کُفَّارَ قُرَیْشٍ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا کِدْتُ اُصَلِّی الْعَصْرَ حَتّٰی

کہنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں عصر نہیں پڑھ سکا تھا کہ سورج ڈوبنے لگا (یعنی عصر نہیں پڑھ

کَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ

سکا)۔ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا میں نے بھی عصر نہیں

مَا صَلَّیْتُہَا فَقُمْنَا اِلٰی بُطْحَانَ فَتَوَضَّاَ لِلصَّلٰوۃِ وَتَوَضَّاْنَا لَہَا فَصَلَّی الْعَصْرَ

پڑھی ہے اس کے ہم سب بطحان پر گئے حضور نے بھی نماز کے لئے وضو کیا اور ہم نے

بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی بَعْدَہَا الْمَغْرِبَ ۔[ع]

بھی سورج ڈوبنے کے بعد ہم نے عصر پڑھی اس کے بعد مغرب پڑھی۔

تشریحات ۳۹۶

اس حدیث میں دو اشکال ہیں۔ اول یہ کہ — ماکدت ان اصلی العصر الخ کے کیا معنی ہیں۔ یعنی حضرت عمر نے عصر کی نماز پڑھی تھی یا نہیں۔ علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ علامہ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ پڑھ لی تھی۔ اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ کاد اثبات ونفی میں دوسرے افعال کی طرح ہے یا اس کی نفی اثبات اور اثبات نفی ہے۔ علامہ عینی کا مختار یہ مذہب ہے کہ یہ اثبات ونفی میں دوسرے افعال کی طرح ہے اسی کو علامہ ابن حاجب نے کافیہ میں اصح کہا ہے۔ اور یہی راجح ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

اِذَا اَخْرَجَ یَدَہٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰاہَا۔ نور ۵ جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے نہ دیکھ سکے۔

علامہ ابن حجر کا مختار یہ مذہب ہے کہ کاد کی نفی اثبات کے لئے اور اثبات نفی کے لئے ہوتا ہے۔ تو

ع اول مواقیت الصلوٰۃ باب من صلی بالناس جماعۃ بعد ذہاب الوقت صـ۸۳ ایضا باب قضاء الصلوات الاولی فالاولی صـ۸۴ اذان باب قول الرجل ماصلینا صـ۸۹ صلوۃ الخوف باب الصلوۃ عند مناہضۃ الحصون صـ۱۲۹ مغازی باب غزوۃ الخندق صـ۵۹۰ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی، صلوٰۃ۔

حضرت عمر کے ارشاد کا حاصل یہ نکلا کہ میں نے نماز اس وقت پڑھی کہ سورج ڈوبنے کے قریب تھا مگر ابھی ڈوبا نہیں تھا۔ مگر چونکہ یہ مذہب قرآنی محاورے کے خلاف ہے اس لئے مرجوح ہے۔ اور صحیح مطلب وہی ہے کہ حضرت عمر کی مراد یہ ہے کہ میں نماز عصر نہ پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہوگیا یعنی ڈوبنے لگا اور اس وقت چونکہ نماز ممنوع ہے اس لئے میں نے نہیں پڑھی اس کی دلیل اس کے بعد والی روایت ہے جس میں ہے حتی غربت الشمس۔ یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ اس لئے کہ حضرت عمر سے یہ بعید تھا کہ حضور نماز نہ پڑھیں اور تنہا حضرت عمر پڑھ لیں جب کہ قرآن مجید میں اس کی ممانعت وارد ہے۔ ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ حجرات ① اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

اس پر قرینہ یہ ہے کہ وہ کفار قریش کو برا کہہ رہے تھے۔ اگر نماز پڑھ لی تھی تو برا کہنے کی کوئی خاص وجہ نہ تھی۔

دوسرا اشکال

یہ ہے کہ غزوہ خندق میں کتنی نمازیں قضا ہوئی تھیں۔ اور قضا ہونے کا سبب کیا تھا۔ اس سلسلے میں روایتیں مختلف آئی ہیں۔

① ترمذی[1] اور نسائی[2] میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ چار وقت کی نمازیں قضا ہوئی تھیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔

② حضرت ابو سعید[3] خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں ہے۔ ظہر، عصر، مغرب نہیں پڑھ سکے تھے یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔

③ صرف عصر قضا ہوئی تھی جیسا کہ حدیث زیر بحث سے بظاہر متبادر ہوتا ہے۔ نیز بخاری[4] مسلم[5] نسائی[6] ابن ماجہ[7] ترمذی[8] مسند امام احمد[9] میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ ان (کفار قریش) کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے انھوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ (عصر) نہیں پڑھنے دیا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔

توجیہ:۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں عشاء کا بھی ذکر ہے۔ مگر عشاء کے قضا

---

۱ اول صلوٰۃ باب فی النوم عن الصلوٰۃ ص ۲۵۔ ۲ اول اذان الاجتزاء لذلک کلها باذان واحد ص ۱۰۶، ۱۰۸۔ ۳ مسند امام احمد ثالث ص ۴۹ نسائی ص ۱۰۷۔ ۴ اول جہاد، الاحزاب ص ۵۹۰۔ ۵ اول مساجد باب الدلیل لمن قال الصلوٰۃ الوسطی ہی صلوٰۃ العصر ص ۲۲۶، ۲۲۷۔ ۶ اول صلوٰۃ باب المحافظة علی صلوٰۃ العصر ص ۸۳۔ ۷ باب المحافظة علی الصلوٰۃ الوسطی ص ۵۰۔ ۸ ثانی تفسیر سورۃ بقرہ ص ۱۲۳۔ ۹ اول ص ۷۹

ہونے کا سوال ہی نہیں۔ اس لئے کہ وہ رات میں کسی وقت بھی پڑھی جائے قضا نہ ہوگی۔ مراد یہ ہے کہ وقت مشہود پر نہیں پڑھ سکے۔ اس لئے اس حدیث کا بھی مفاد یہی ہوا کہ تین نمازیں قضا ہوئی تھیں۔ ظہر، عصر، مغرب جن روایتوں میں صرف عصر کا ذکر ہے جس میں دعاء ہلاکت مذکور ہے۔ اس کی توجیہ بعض حضرات نے یہ کی کہ اس کی اہمیت کی وجہ سے اسی کو ذکر فرمایا۔ اور دعاء ہلاکت کی وجہ اسے قرار دیا۔ مگر ہم بتا آئے کہ حدیث زیر بحث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف عصر قضا ہوئی تھی۔ اس لئے صحیح توجیہ یہی ہے۔ کہ حادثہ دو بار ہوا ایک دفعہ صرف عصر قضا ہوئی اور ایک بار۔ ظہر، عصر، مغرب تینوں۔

نماز قضا ہونے کا سبب

مسند امام احمد میں ابن لہیعہ کی حدیث میں ہے۔ کہ۔ ابو جمعہ حبیب بن سباع نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احزاب کے دن مغرب پڑھی۔ پھر دریافت فرمایا کہ کسی کو معلوم ہے کہ میں نے عصر پڑھی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ حضور نے نہیں پڑھی ہے۔ تو حضور نے پھر اقامت کہلائی اور عصر پڑھی پھر دوبارہ مغرب پڑھی۔ اس سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ نسیان کی وجہ سے نماز قضا ہوئی تھی۔ اقول۔ مگر اس نسیان کا سبب دشمنوں کا سخت ہجوم اور خطرناک یورش کی مدافعت میں مصروفیت تھی۔ اس لئے اصل سبب کفار کا ہجوم عام اور سخت حملہ تھا۔

مطابقت باب

یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ وقت گزر جانے کے بعد جو لوگوں کو نماز پڑھائے۔ امام بخاری جو حدیث لائے ہیں اس میں جماعت کا دور تک کہیں پتہ نہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہاں حدیث کے سیاق میں اختصار ہے۔ مفصل حدیث امام بخاری نے باب کا مضمون اخذ کیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس کی تائید میں فرمایا کہ اسماعیلی کی روایت میں، فصلی بنا العصر۔ موجود ہے۔ اقول۔ صحیح یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز قضا جماعت سے پڑھی تھی جیسا کہ مسند امام احمد اور نسائی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مفصل یہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا تو انھوں نے ظہر کے لئے اقامت کہی تو حضور نے ظہر ویسے ہی پڑھا جیسے وقت پر پڑھتے تھے۔ الخ۔ نیز نسائی ہی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جو حدیث ہے۔ اس میں اس طرح ہے فاقام لصلوٰۃ الظہر فصلینا۔ ظہر کی اقامت کہی تو ہم نے ظہر پڑھی۔ الخ اور حضرت ابو عبیدہ کی حدیث میں بھی قریب قریب یہی ہے۔ اور اقامت جماعت کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے اس سے بھی ثابت کہ قضا با جماعت ہوئی تھی۔ بلکہ مسند امام احمد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح ہے۔

۱؎ ثالث ص ۲۵۔ ۲؎ اول صلوٰۃ۔ الاذان للفائتۃ من الصلوٰۃ ص ۱۰۷-۱۰۸

۳؎ ایضا بعدہ ص ۱۰۷ ۴؎ اول ص ۴۲۳۔

ت ۱۲۵	قَالَ اِبْرَاهِيمُ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً وَاحِدَةً عِشْرِيْنَ سَنَةً لَمْ يُعِدْ اِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ۔
	ابراہیم نے فرمایا جو ایک نماز بیس سال چھوڑے تو صرف اسی نماز کو لوٹائے۔

حدیث ۳۹۷	عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ اِذَا ذَكَرَ لَا كَفَّارَةَ
	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی نماز بھول جائے تو جب یاد آجائے اس وقت پڑھے۔ اس کا کفارہ

حضور نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھائی۔

نصلی بنا الظہر۔

مسائل ۱:۔ اگر جان و مال کی حفاظت میں نماز قضا ہو جائے تو گناہ نہیں۔ ۲:۔ اگر دشمن کا ہجوم اتنا زبردست ہو کہ نماز خوف پڑھنے میں بھی ان کے غالب آنے کا اندیشہ صحیح ہو تو نماز موخر کی جاسکتی ہے۔ ویسے غزوہ خندق کے وقت تک نماز خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ گزر چکا کہ یہ ۵ھ میں نازل ہوئی۔ ۳:۔ اگر پوری جماعت کی نماز قضا ہو جائے تو اذان و اقامت اور جماعت کے ساتھ قضا کی جا سکتی ہے۔ ۴:۔ اگر چہ نمازیں اکٹھی پوری جماعت کے ساتھ فوت ہو جائیں تو پہلی کے لئے اذان کہے اور بقیہ کے لئے اقامت۔ یہ اختیار ہے کہ سب کے لئے الگ الگ اذان بھی کہے اور اقامت بھی۔ ۵:۔ اگر کسی کی چند نمازیں قضا ہو جائیں اور وہ صاحب ترتیب ہو تو ترتیب سے ادا کرنا فرض ہے۔ اگر قضا شدہ ادا کئے بغیر وقتیہ پڑھے تو وہ ۔۔۔ ہوگی۔ اگر ۔۔۔ وقت میں تنگی ہو یا وہ اگر صاحب ترتیب نہیں تو قضا میں ترتیب ضروری نہیں۔ صاحب ترتیب وہ ہے جس کے ذمے پانچ سے زائد نمازیں نہ ہوں۔

تشریح ۱۲۵ یہ اثر جامع ثوری میں منصور وغیرہ سے سند متصل کے ساتھ مذکور ہے اس اثر کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی کے نزدیک فوت شدہ نمازوں میں ترتیب فرض نہیں۔ اس لئے کہ اگر ترتیب فرض ہوتی۔ تو مسلسل پانچ نمازیں صحیح نہ ہوتیں۔ تو کم از کم اس فوت شدہ کے علاوہ پانچ مزید نمازوں کی قضا فرض ہوتی صرف اسی ایک ہی کی فرض نہ ہوتی۔

تشریحات ۳۹۷ مسلم میں یہ زائد ہے۔ ادنام عنھا۔ یعنی بھول گیا یا سو گیا اور نہیں پڑھی تو یہی حکم ہے۔

ل اول مساجد، باب قضاء الفائتۃ ص ۲۴۱

لَهَا اِلَّا ذٰلِكَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ عہ

سوائے اس کے کچھ نہیں (اللہ عزوجل نے فرمایا) میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔

انوار الباری کا رد:۔ یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے۔ جو کوئی نماز بھول جائے۔ جب یاد آئے تو اسے پڑھے۔ اور صرف اس کے علاوہ کسی کا اعادہ نہ کرے یہ احناف پر کھلی ہوئی تعریض ہے اس پر شاہ ولی اللہ صاحب نے شرح تراجم بخاری میں لکھا ہے۔ کہ۔ اس باب کا مقصود یہ ہے کہ وقتیہ اور فوت شدہ نمازوں کے درمیان ترتیب نہیں۔ اس کے خلاف جو امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ اس پر انوارالباری میں ہے۔ حضرت شاہ صاحب کا یہ ارشاد اس لئے صحیح نہیں کہ حنفیوں کے نزدیک ترتیب کا وجوب تین وجہوں سے ساقط ہے۔ بھولنے سے۔ تنگی وقت سے۔ اور پانچ سے زیادہ نمازوں کے قضا ہو جانے سے۔ جب ایسی بات ہے تو یہاں امام بخاری نسیان والی صورت ذکر کر کے امام صاحب کا رد کیسے کر سکتے تھے۔ ان بزرگ نے امام بخاری کے ارشاد کا مطلب یہ سمجھا ہے۔ کہ کوئی نماز پڑھنا بھول گیا اور یاد آنے سے پہلے اس نے دوسرے وقت کی نماز پڑھ لی۔ پھر فوت شدہ یاد آئی۔ تو اب اس پر صرف اسی فوت شدہ نماز کی قضا ہے۔ اس وقتیہ کی نہیں۔ امام بخاری کے ظاہر کلام سے یہی مستفاد ہوتا ہے مگر امام بخاری کی مراد تعمیم ہے۔ اور۔ من نسی کا تعلق صرف فائتہ سے ہے۔ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی نماز پڑھنا بھول گیا اور اس کے بعد وقتیہ پڑھی تو وقتیہ ہو گئی۔ خواہ اسے فوت شدہ یاد ہو خواہ نہ یاد ہو۔ اس پر قرینہ حضرت ابراہیم نخعی کا اثر ہے۔ کہ فرمایا۔ جس نے ایک نماز بیس سال تک چھوڑ دی تو صرف اسی ایک کی قضا کرے۔ اور ظاہر ہے بھولی ہوئی نماز بیس سال کے بعد یاد آئے بیس سال تک یاد نہ آئے۔ عادۃً قریب محال ہے۔ پھر۔ ترک۔ کا مدلول یہ ہے کہ بالقصد چھوڑے اب اگر امام بخاری کے ارشاد کا وہ مطلب لیا جائے جو آپ نے سمجھا تو پھر اس اثر کو باب سے مناسبت نہیں رہے گی۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ۔ نسی۔ کی قید صرف تبعا للحدیث ہے۔ احترازی نہیں امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اگر کوئی قصداً بھی نماز چھوڑے اور اس کے بعد وقتیہ پڑھ لے تو بھی صرف اسی ایک فوت کردہ کی قضا واجب ہے۔ اور اگر یہ امام بخاری کی مراد کوئی نہ مانے تو سوال یہ ہو گا کہ جس کی سونے کی وجہ سے نماز قضا ہوئی یا بالقصد چھوڑی اور یاد آتے ہوئے وقتیہ پڑھ لی تو امام بخاری کا کیا فتویٰ ہے۔

عہ اول مواقیت باب من نسی صلوٰۃ فلیصل اذا ذکرہا ص۸۴ مسلم، ابوداؤد کلاہما فی الصلوٰۃ۔

لہ سیزدہم ص۴۲۔

ت ۱۲۶ قَالَ مُوْسیٰ قَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ بَعْدُ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔

موسیٰ بن اسمٰعیل نے کہا کہ ہمام نے کہا اس کے بعد میں نے سنا کہ حضرت قتادہ کہتے تھے اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔

مسائل ۔ ۱۔ اس ارشاد سے ۔ اس کا کفارہ سوائے اس کے کچھ نہیں۔ یہ مستنبط ہوتا ہے کہ نماز میں نیابت نہیں کہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھ دے۔ ۲۔ قضا نماز کے عوض فدیہ نہیں کہ کچھ مال دے کر بری الذمہ ہو جائے۔ ہمارے فقہاء نے یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی کے ذمہ نمازیں رہ گئیں ہیں اور وہ مرض الموت میں وصیت کر گیا کہ میری نمازوں کے عوض فدیہ دینا اور وارثین نے فدیہ دیدیا تو امید ہے کہ وہ بری الذمہ ہو جائے گا۔ بلکہ اگر بلا وصیت بھی وارث فدیہ دیدے تو امید قبول ہے۔

ہدایت خاص جو لوگ فاتحہ میں خرچ کرتے ہیں ان کو چاہئے کہ میت کی فوت شدہ نمازوں روزوں کے فدیے کی نیت سے مساکین کو کھلائیں تو یہ ایصال ثواب سے زیادہ ان کے لئے مفید ہوگا۔ ایک نماز اور ایک روزے کا فدیہ صدقہ فطر کی مقدار ہے۔

تشریح ۱۲۶ پہلی روایت میں آیت کریمہ کا اخیر حصہ للذکری تھا۔ الف لام کے ساتھ یہ ابن شہاب زہری کی قرأت ہے۔ قرأت متواترہ 'لذکری' بغیر الف لام کے ہے۔ موسیٰ بن اسمٰعیل جو پہلی روایت کے بھی دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ قتادہ نے جو حضرت انس کے تلمیذ ہیں للذکری' روایت کیا۔ جیسا کہ ابن شہاب کی قرأت ہے۔ پھر کچھ دن کے بعد میں نے قتادہ ہی سے قرأت متواترہ کے مطابق لذکری سنا۔ اس کے بعد امام بخاری نے باب کا یہ عنوان قائم فرمایا۔ قضا نمازوں کو ترتیب سے پڑھنے کا بیان۔ اس کے ثبوت میں وہی حضرت جابر والی حدیث ۳۹۶ ذکر فرمائی ہے کہ حضور نے غزوہ خندق کے موقع پر پہلے فوت شدہ عصر پڑھی پھر مغرب پڑھی۔ اقول۔ اس حدیث سے مختلف قضا شدہ نمازوں کے مابین ترتیب نہیں ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث میں صرف عصر کے فوت ہونے کا ذکر ہے بلکہ اس کے پہلے والے باب کے خلاف ثابت یہ ہوتا ہے کہ فائتہ اور وقتیہ میں ترتیب ضروری ہے۔

نیز فائتہ اور وقتیہ میں اور متعدد فوت شدہ نمازوں کے مابین ترتیب کا ضروری ہونا ان احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے جو حدیث ۳۹۶ کے ضمن میں حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت ابو سعید خدری حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گزر چکی ہیں جن میں تصریح ہے کہ پہلے ظہر پڑھی پھر عصر پڑھی پھر مغرب پڑھی پھر عشاء پڑھی۔ نیز مسند امام احمد[1] میں ابو جمعہ حبیب بن سباع کی حدیث بھی اس کی دلیل ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغرب پڑھنے کے بعد دریافت فرمایا۔

[1] جلد رابع صـ ۱۰۶

حدیث ۳۹۸

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ اَصْحَابَ
حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اصحاب صفہ غریب لوگ تھے

الصُّفَّۃِ کَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ
(ایکبار) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے

کَانَ عِنْدَہٗ طَعَامُ الْاِثْنَیْنِ فَلْیَذْھَبْ بِثَالِثٍ وَاِنْ اَرْبَعٌ فَخَامِسٌ اَوْسَادِسٌ
کو لے جائے۔ اور اگر چار کا کھانا ہو تو پانچویں کو پانچ کا ہو تو چھٹے کو۔ اور ابوبکر تین شخص

وَاَنَّ اَبَا بَکْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَۃٍ وَانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَۃٍ
کو لے گئے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دس کو ——— حضرت عبدالرحمن نے کہا

قَالَ فَھُوَ اَنَا وَاَبِیْ وَاُمِّیْ وَلَا اَدْرِیْ ھَلْ قَالَ وَامْرَاَتِیْ وَخَادِمٌ بَیْنَ
(گھر میں) میں اور میرے باپ اور میری ماں تھیں (راوی حدیث ابو عثمان نہدی نے کہا) میں

بَیْتِنَا وَبَیْتِ اَبِیْ بَکْرٍ وَاَنَّ اَبَا بَکْرٍ تَعَشّٰی عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
نہیں جانتا کہ یہ بھی کہا تھا یا نہیں۔ اور میری بیوی اور ایک خادم جو میرے اور ابوبکر کے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَیْثُ صُلِّیَتِ الْعِشَاءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰی تَعَشّٰی
گھر میں مشترک تھا۔ اور ابوبکر نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر شام کا کھانا کھایا پھر وہیں رہے یہاں تک

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰی مِنَ اللَّیْلِ مَا شَاءَ اللّٰہُ
کہ عشاء کی نماز بھی پڑھ لی گئی۔ اس کے بعد لوٹ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات

تم میں سے کوئی جانتا ہے کہ میں نے عصر پڑھ لی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ حضور نے عصر نہیں پڑھی ہے۔ تو مؤذن کو اقامت کا حکم دیا۔ عصر پڑھی پھر مغرب لوٹائی۔

مولانا عبدالحئی لکھنوی پر تعقب مولانا موصوف نے التعلیق الممجد میں ترتیب کے مسئلے میں مذہب شوافع کو ترجیح دی ہے۔ شاید انھیں یہ احادیث نہیں ملیں۔

تشریحات ۳۹۸ تکمیل۔ اس حدیث کی دوسری روایتوں میں نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میں اختصار بھی ہے اور الٹ پھیر اور ادل بدل بھی ہے۔ مثلاً کتاب الادب میں ہے۔ کہ ابوبکر صدیق نے کچھ لوگوں کو مہمان بنایا۔ اور عبدالرحمن سے کہا اپنے

قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ مَا حَبَسَكَ عَنْ أَضْيَافِكَ أَوْ قَالَتْ ضَيْفِكَ قَالَ أَوَ

کھانا تناول فرمایا۔ اس کے بعد جب اتنی رات گزر گئی جتنی اللہ نے چاہا۔ تو گھر آئے اور اپنی بیوی سے کہا۔ اپنے مہمانوں کی خبر گیری

مَا عَشَّيْتِهِمْ قَالَتْ أَبَوْا حَتَّى تَجِيءَ قَدْ عُرِضُوا فَأَبَوْا قَالَ فَذَهَبْتُ أَنَا

سے کس چیز نے تم کو روک لیا۔ ابوبکر نے کہا کیا ان کو شام کا کھانا نہیں کھلایا ہے۔ ان کی بیوی نے کہا۔ آپ کے آئے بغیر کھانے

فَاخْتَبَأْتُ فَقَالَ يَا غُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ كُلُوا لَا هَنِيئًا لَكُمْ فَقَالَ وَاللَّهِ

سے انھوں نے انکار کر دیا۔ ان کے سامنے کھانا پیش کیا گیا مگر انھوں نے منع کر دیا۔ عبدالرحمن نے کہا میں وہاں سے ٹل گیا

لَا أَطْعَمُهُ أَبَدًا وَايْمُ اللَّهِ مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ إِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ

اور چھپ گیا تو ابوبکر نے کہا او پاجی! جدعک اللہ انفک اللہ تیری ناک کاٹے اور سخت سست کہا اور کہا کھاؤ تمہیں گوارا نہ

مِنْهَا قَالَ شَبِعُوا وَصَارَتْ أَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذَلِكَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ

ہو اور کہا بخدا میں یہ کھانا کبھی نہیں کھاؤں گا اور بخدا ہم جو بھی لقمہ لیتے اس کے نیچے سے اس سے زیادہ بڑھ جاتا۔

فَإِذَا هِيَ كَمَا هِيَ أَوْ أَكْثَرُ فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ مَا هَذَا قَالَتْ

عبدالرحمن نے کہا مہمانوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور کھانا جتنا پہلے تھا اس سے زیادہ ہو گیا۔ اب ابوبکر نے اسے دیکھا تو جوں کا

لَا وَقُرَّةِ عَيْنِي لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذَلِكَ بِثَلَاثِ مِرَارٍ فَأَكَلَ مِنْهَا

توں یا زیادہ نظر آیا اب اپنی زوجہ سے کہا اے بنی فراس کی بہن یہ کیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم یہ

أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِي يَمِينَهُ ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا

تو پہلے سے تین گنا زیادہ ہے اب ابوبکر نے اس میں سے کھایا۔ اور کہا وہ شیطان کے وسوسے سے تھی۔ یعنی ان کی

لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ

قسم۔ اس کے بعد ایک لقمہ اس سے کھایا پھر لے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ وہاں صبح تک رہا۔

وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فَمَضَى الْأَجَلُ فَفَرَّقَنَا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا

اور ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا اس کی میعاد ختم ہو گئی تھی ہم نے بارہ آدمی الگ کر لئے اور ہر آدمی کے

مہمانوں کو دیکھنا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ میرے آنے سے پہلے ان کی مہمانداری
سے فارغ ہو لینا۔ عبدالرحمن گئے اور جو کچھ ان کے پاس تھا مہمانوں کے سامنے لائے۔ اور کہا۔ آپ لوگ

مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أُنَاسٌ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَأَكَلُوا مِنْهَا

ساتھ بہت سے لوگ تھے اللہ ہی کو معلوم ہے ایک آدمی کے ساتھ کتنے آدمی تھے۔ ان سب نے اس کھانے

أَجْمَعُونَ أَوْ كَمَا قَالَ ؏

میں سے کھایا (ابو عثمان نے کہا) حضرت عبدالرحمن نے ایسے ہی فرمایا تھا یا پھر اس کے مثل کچھ اور فرمایا تھا۔

کھائیے۔ مہمانوں نے کہا۔ گھر کے مالک کہاں ہیں۔ عبدالرحمن نے کہا آپ لوگ کھا لو۔ انھوں نے کہا جب تک گھر کے مالک نہیں آجائیں گے ہم لوگ نہیں کھائیں گے۔ عبدالرحمن نے کہا۔ ہماری مہمانداری قبول کرو کیوں کہ اگر تم نے نہیں کھایا اور وہ آئے تو ہمیں بہت کچھ بھگتنا پڑے گا پھر بھی مہمان نہیں لمنے۔ اب میں جان گیا کہ والد صاحب مجھ پر خفا ہوں گے۔ جب ابوبکر گھر آئے تو میں وہاں سے ہٹ گیا۔ انھوں نے پوچھا تم نے کیا کیا تو ان کو لوگوں نے بتایا۔ اب فرمایا اے عبدالرحمن! میں چپ رہا۔ پھر پکارا اے عبدالرحمن! میں اب بھی چپ رہا تو فرمایا اے پاجی! میں تم کو قسم دیتا ہوں اگر تم میری آواز سن رہے ہو تو کیوں نہیں آتے۔ اب میں نکلا اور عرض کیا۔ اپنے مہمانوں سے دریافت فرمالیں۔ اس پر مہمانوں نے کہا انھوں نے سچ کہا وہ کھانا لائے تھے فرمایا تو تم لوگوں نے میرا انتظار کیا۔ قسم خدا کی آج رات میں نہیں کھاؤں گا۔ دوسروں نے بھی کہا۔ قسم خدا کی ہم بھی نہیں کھائیں گے جب تک آپ نہیں کھائیں گے۔ فرمایا۔ اس رات جیسی برائی کبھی نہیں دیکھی۔ تم لوگوں کے لئے خرابی ہو۔ کیا ہوا کہ تم لوگ ہماری مہمانداری نہیں قبول کرتے۔ (مجھ سے فرمایا) اپنا کھانا لا۔ تو میں کھانا لایا۔ اب اس میں ہاتھ رکھا اور پڑھا بسم اللہ۔ پہلی بات (قسم) شیطان کی وجہ سے تھی اب انھوں نے بھی کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا۔

اس روایت سے جہاں یہ معلوم ہو گیا کہ زیر بحث روایت میں بہت اختصار ہے وہیں بہت سی الجھنیں بھی دور ہو گئیں۔ اس حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق مہمانوں کو لا کر حضرت عبدالرحمن کے حوالے کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس چلے گئے تھے۔ اور ان سے کہہ گئے تھے کہ مہمانوں کو کھانا کھلا دینا۔ میرا انتظار نہ کرنا۔ خفگی کا سبب یہی تھا اور اسی لئے حضرت عبدالرحمن چھپ گئے تھے۔ اور سخت سست انھیں کو کہا تھا۔ نہ مہمانوں کو کہا تھا نہ اپنی زوجہ کو۔

اصحاب الصفہ:۔ مسجد نبوی کے شمال مشرق کے گوشے میں ایک چبوترہ تھا اور اب بھی ہے

؏ اول مواقیت باب السمر مع الاہل والضیف ص۸۴ علامات النبوۃ ص۵۰۶ ثانی ادب باب ما یکرہ من الغضب والجزع عند الضیف ص۹۰۶ باب قول الضیف لصاحبہ لا آکل حتی تاکل ص۹۰۷ مسلم۔ اطعمہ۔ ابوداؤد الایمان والنذور۔ مسند امام احمد اول ص۱۹۷۔

پڑی ہوئی تھی۔ اس میں وہ لوگ رہتے تھے جن کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ اور نہ ذریعہ معاش
جس پر چھپر پڑی ہوئی تھی۔ ان کی کفالت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کرتے تھے۔ بخاری۔ رقاق۔ میں ہے
اہل الصفۃ اضیاف الاسلام[1]۔ عموماً ان کی تعداد ستر رہتی۔ بخاری کتاب الصلوٰۃ[2] میں ہے۔
رأیت سبعین من اصحاب الصفۃ۔ مگر یہ تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی۔ ابونعیم استاذ امام بخاری نے حلیہ
میں سو سے زائد نام گنائے ہیں[3]۔

تعشی مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔ عرب کی عادت تھی کہ سورج ڈوبنے سے پہلے
کھالیتے اسے عشاء کہتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر مہمانوں کو اپنے گھر پہنچا کر پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے
اور یہیں شام کا کھانا کھالیا۔ کسی اہم معاملے میں تبادلہ خیال کرنا تھا اس لئے رک گئے۔ اور جب نماز
عشاء کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرمانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو گھر واپس آئے۔

حتی تعشی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔ مسلم شریف میں یہاں تعشی کے بجائے نعس
ہے امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ یہ اصوب ہے۔ یعنی زیادہ درست ہے۔ علامہ عسقلانی نے اسے اوجہ۔ فرمایا
اس لئے کہ جب پہلے آچکا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شام
کا کھانا کھالیا تھا تو اس سے ظاہر ہے کہ اس وقت حضور نے بھی تناول فرمالیا تھا۔ پھر اس کا کیا
مطلب کہ نماز عشاء کے بعد رکے رہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شام کا کھانا کھالیا
اگرچہ علامہ ابن حجر وغیرہ نے اس کی تاویل کی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر خدمت اقدس میں اتنی
دیر رکے کہ وہیں شام کا کھانا کھایا۔ اور عشاء کی نماز پڑھی۔ اور کچھ رات گزرنے کے بعد واپس ہوئے
مگر کلام کی سلاست ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے حتی نعس النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی روایت کو اصوب کہنے کے بجائے صواب کہنا ہی صواب ہے۔

ماکنا ناخذ لقمۃ:۔ یہاں تقدیم و تاخیر ہے۔ نیز حذف بھی۔ جیسا کہ کتاب الادب
کی روایت سے ظاہر ہے۔ کہ جب حضرت صدیق اکبر نے اس رات کو کھانا نہ کھانے کی قسم کھالی
تو ان کی اہلیہ اور ان کے مہمانوں نے بھی قسم کھالی۔ تو حضرت صدیق اکبر نے کھانا منگایا۔ اور سب نے
کھایا۔ اس کے بعد ہے کہ لوگ جو لقمہ بھی اٹھاتے اس کے نیچے سے اس سے زیادہ بڑھ جاتا۔

یا اخت بنی فراس:۔ اس سے مراد حضرت عبدالرحمٰن اور ام المومنین حضرت صدیقہ کی ماں
ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ بنی کنانہ کی چشم و چراغ تھیں۔ ان کا نام زینت تھا یا دعد۔

---

[1] باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ ص ۹۵۵۔
[2] باب نوم الرجال فی المسجد ص ۶۳۔ [3] عینی جلد خامس ص ۹۹۔

یہ پہلے عبد الرحمن بن حارث ازدی کی زوجیت میں تھیں۔ اس کے انتقال کے بعد حضرت صدیق اکبر نے نکاح کر لیا۔ انھیں کے بطن سے ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت عبد الرحمن ہیں۔ قدیم الاسلام خاتون ہیں۔

جب مدینہ طیبہ پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع کو بھیجا کہ وہ حضور کے اہل وعیال کو لے آئیں تو حضرت صدیق اکبر نے بھی عبد اللہ بن اریقط کو بھیجا کہ وہ ان کے اہل وعیال کو لے آئے۔ چنانچہ دونوں حضرات کے اہل وعیال حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے ساتھ مدینہ طیبہ آئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا جو حور عین کو دیکھنا چاہے وہ ام رومان کو دیکھے ان کے تاریخ وسن وصال کے بارے میں کثیر اختلافات ہیں۔ ابو عمرو نے کہا کہ ذوالحجہ ۴ھ یا ۵ھ خندق کے سال ہوا۔ امام واقدی نے کہا ذوالحجہ ۶ھ میں ہوا۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حدیث زیر بحث سے ثابت کہ حضرت عبد الرحمن کے مدینہ طیبہ آنے کے بعد تک یہ زندہ تھیں۔ اور حضرت عبد الرحمن صلح حدیبیہ کے بعد قبل فتح مشرف باسلام ہوکر مدینہ طیبہ آئے ہیں۔ صلح حدیبیہ ذوقعدہ ۶ھ میں ہوئی تھی اور فتح مکہ رمضان المبارک ۸ھ میں۔ بلکہ یہاں تک تصریح ملتی ہے کہ واقعہ تخییر کے وقت تک باحیات تھیں۔ اس لئے کہ مسند امام احمد[1] میں ہے — کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت صدیقہ سے فرمایا تھا۔ یہ معاملہ والدین ابوبکر اور ام رومان کے سامنے پیش کرو۔ جب حضور نے آیت تخییر سنائی تو ام المومنین نے عرض کیا۔ میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔ حضور کے معاملے میں ابوبکر اور ام رومان سے مشورہ نہیں کروں گی۔ اور واقعہ تخییر ۹ھ میں ہوا تھا۔ امام بخاری نے تاریخ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی زمانے تک زندہ رہیں — اس لئے کہ امام مسروق نے ان سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ — حدثتنی ام رومان — مجھ سے ام رومان نے حدیث بیان کی۔ ابراہیم حربی نے کہا۔ کہ جب امام مسروق نے ام رومان سے یہ حدیث سنی تو ان کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ اس کا مطلب ہوا کہ یہ حضرت عمر کے عہد تک زندہ رہیں۔ بہرحال اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تک زندہ رہیں۔ اس لئے کہ امام مسروق وصال اقدس کے بعد مدینہ آئے ہیں خطیب وغیرہ نے اس پر اعتراضات کئے ہیں۔ مگر علامہ ابن حجر کی رائے یہی ہے۔ جو امام بخاری نے فرمایا کہ صحیح ہے[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لا وقرۃ عینی: یہ لا، زائدہ ہے۔ جو قسم کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ جیسے آیت کریمہ فلا وربک

---

[1] جلد سادس ص ۲۱۲ [2] الاستیعاب۔ الاصابہ جلد رابع ص ۴۵۰ تا ۴۵۲

لا نافیہ بھی ہو سکتا ہے۔ جس کا اسم محذوف ہے۔ یعنی لاشی غیر ما اقول ۔ علامہ داؤدی
نے فرمایا۔ کہ ام رومان کی قرۃ عینی سے مراد، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس کا بھی احتمال
ہے کہ اس سے مراد خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ یہ فقہی قسم نہیں۔ اظہار محبت کے
لئے ہے۔

کان بیننا وبین قوم عقد:۔ یعنی ہمارا مشرکین کی ایک قوم سے مدت معین تک کے لئے معاہدہ
تھا وہ میعاد پوری ہو گئی تھی۔ اس قوم کے لوگ حاضر ہوئے تھے۔ ہم نے ان میں سے بارہ آدمی چن لئے
تھے۔ علامات النبوۃ کی روایت میں تعرفنا ہے۔ یعنی بارہ آدمی عریف بنا دئے یعنی نگراں۔ جو ان کے
احوال وضروریات کی خبر رکھے۔ مطلب یہ ہوا کہ ان بارہ آدمیوں کو ان لوگوں کے حصے کا کھانا دے دیا گیا۔
جو ان کے ماتحت تھے جیسا کہ علامات النبوۃ وبعث معہد سے مستفاد ہوتا ہے۔

مسائل

(۱) عشاء کے بعد مہمان اور اپنے گھر والوں سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں۔
(۲) مہمانوں کی خدمت بہت بڑی سعادت ہے۔
(۳) گھر کا مالک نہ موجود ہو تو جو لوگ گھر پر ہیں انھیں لازم ہے کہ مہمانوں کی خدمت کریں۔
(۴) جس قسم کا توڑنا بنسبت قسم پوری کرنے کے زیادہ اچھا ہو تو قسم توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔
(۵) اس حدیث سے حضرت صدیق اکبر کی کرامت معلوم ہوئی کہ کھانے سے وہ کم نہ ہوا زیادہ ہو گیا۔
اور اسے کثیر آدمیوں نے کھایا۔

كِتَابُ الْاَذَانِ

حدیث ۳۹۹

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوسَ فَذَكَرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ عه

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ لوگوں نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا تو لوگوں نے یہود و نصاریٰ کا ذکر کیا اس کے بعد بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار کہیں اور اقامت کے ایک ایک بار۔

حدیث ۴۰۰

اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ لَيْسَ يُنَادِيْ لَهَا فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمُ اتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے کہ مسلمان جب مدینہ آئے تو اندازہ کرکے نماز کے لئے اکٹھا ہو جاتے تھے۔ نماز کے لئے ندا نہیں ہوتی تھی۔ تو لوگوں نے آپس میں اس بارے میں ایک دن گفتگو کی۔ بعض نے کہا۔ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح ایک ناقوس بنا لو۔ اور بعض نے کہا۔ یہودیوں کے سنکھ کی طرح ایک سنکھ بنا لو۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا کیوں نہیں کسی آدمی کو بھیجدیتے

اذان کے معنی:۔ اذان۔ باب تفعیل کا مصدر قیاسی ہے کلام وسلام کے وزن پر اس کا مادہ اَذَنٌ ہے۔ سننے کے معنی میں۔ اس کے لغوی معنی۔ اِعلام۔ یعنی خبر دینے کے ہیں۔ اور شریعت میں اعلام مخصوص کا نام ہے جو خاص الفاظ اور خاص ہیئت کے ساتھ کیا جائے۔ جو سب کو معلوم ہیں۔ اذان سلھ میں مشروع ہوئی

تشریحات ۳۹۹۔۴۰۰

تکمیل۔ حدیث ۳۹۹ مختصر ہے پوری حدیث یوں ہے۔ لوگوں نے کہا اگر ہم ناقوس بنا لیں۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نصاریٰ

عه اول اذان باب بدء الاذان ص۸۵ ذکر بنی اسرائیل ص۴۹۱ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

يُنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ۔[۱]

…نماز کے لئے ندا کرے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال! اٹھو اور نماز کے لئے ندا دے۔

کے لئے ہے۔ تو لوگوں نے کہا اگر ہم سنکھ بنالیں تو فرمایا یہ یہودیوں کے لئے ہے۔ اب لوگوں نے کہا اگر ہم کسی اونچی جگہ آگ جلائیں تو فرمایا یہ مجوس کے لئے ہے[۲]۔ دوسرا اختصار یہ ہے کہ اس میں یہود کے سنکھ کا ذکر نہیں۔ تیسرا یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے کا تذکرہ نہیں۔ اسی طرح حدیث ۶۰۰ میں۔ نادِ بالصلوٰۃ۔ میں ابہام ہے یہ نہیں ہے۔ کن الفاظ میں ندا کریں۔ علامہ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ ابتدا میں حضرت بلال گلیوں میں پکارتے تھے۔ الصلوٰۃ جامعۃ۔ جیسا کہ طبقات ابن سعد میں مراسیل سعید بن مسیب سے ہے۔ اس کے بعد اذان مشروع ہوئی۔ مگر اسماعیلی نے اس حدیث کی جو تخریج کی ہے۔ اس میں فناد بالصلوٰۃ۔ کی جگہ۔ فاذن۔ ہے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ فناد بالصلوٰۃ سے اذان مشروع مراد ہے اگرچہ یہ احتمال ہے کہ یہاں اذان کے لغوی معنی مراد ہوں۔ اور یہی ظاہر ہے۔ احادیث میں باحسن وجوہ تطبیق کے لئے یہ ضروری ہے۔

اذان کیسے مشروع ہوئی

اس بارے میں احادیث اتنی مختلف اور بظاہر متعارض ہیں کہ سب کو ذکر کرنا اور سب کی تنقیح اور سب میں تطبیق کے لئے دفتر چاہیئے۔ اس لئے میرے خیال میں جو راجح اور صحیح ہے اس کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس خصوص میں سب سے صحیح وہ روایت ہے جسے ابوداؤد[۳] اور ترمذی و ابن ماجہ نے ذکر کیا۔ کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناقوس بنائے جانے کا حکم دیا۔ تاکہ لوگوں کو نماز کے لئے اکٹھا کرنے کے لئے بجایا جائے۔ تو میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں ناقوس لئے ہوئے میرے پاس گھوم رہا ہے۔ انھوں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے! اسے بیچو گے؟ اس نے پوچھا تم اسے کیا کرو گے انھوں نے کہا ہم اس سے لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں گے۔ اس نے کہا۔ کیا میں اس سے عمدہ بات نہ بتا دوں۔ انھوں نے کہا ضرور بتاؤ۔ تو اس نے کہا یوں کہو۔ (اور اس نے پوری اذان بتائی)۔ حضرت زید کہتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے جو خواب دیکھا تھا۔ عرض کیا۔ ارشاد فرمایا۔ یہ خواب حق ہے۔ بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ

[۱] اول اذان۔ باب بدء الاذان ص۸۵ مسلم صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

[۲] عینی جلد خامس ص۱۰۳ بحوالہ ابوالشیخ۔ مسلم اول صلوٰۃ باب بدء الاذان ص۱۶۴ باختصار۔

[۳] اول صلوٰۃ باب بدء الاذان ص۷۱ ترمذی اول باب بدء الاذان ص۲۶ ابن ماجہ ایضاً ص۵۱۔

اور جو خواب میں دیکھا ہے انھیں بتاؤ۔ وہ اذان دیں اس لئے کہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔ اب میں بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ میں انھیں بتاتا وہ اذان دیتے۔ اسے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر سنا تو اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے یہ کہتے ہوئے نکلے یا رسول اللہ! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے بھی وہی دیکھا ہے جو اس نے دیکھا ہے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فللّٰہ الحمد۔

دوسری حدیث ابوداؤد[1] میں یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس معاملے میں بہت متردد تھے کہ نماز کے لئے لوگوں کو کیسے اکٹھا کیا جائے۔ عرض کیا گیا۔ نماز کا وقت ہو جانے کے بعد ایک جھنڈا نصب کیا جائے۔ کہ لوگ جب اسے دیکھیں تو ایک دوسرے کو بتا دیں۔ یہ حضور کو پسند نہیں آیا۔ لوگوں نے یہود کے سنکھ کا ذکر کیا۔ تو یہ بھی پسند نہ آیا۔ اور فرمایا۔ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ اور لوگوں نے ناقوس کا تذکرہ کیا تو فرمایا یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ عبداللہ بن زید وہاں سے لوٹے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی الجھن کی وجہ سے خود بھی پریشان تھے۔ تو خواب میں اذان دیکھی اور صبح کو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ میں سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں تھا۔ کہ ایک آنے والا آیا اور مجھے اذان بتائی۔ اور حضرت عمر بن خطاب نے بھی اس کے پہلے اسے دیکھا تھا۔ اور بیس دن چھپائے رہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی۔ ارشاد فرمایا۔ مجھے بتانے سے کس چیز نے روکا۔ تو انھوں نے عرض کیا۔ بتاتے میں عبداللہ بن زید مجھ سے سبقت کر گئے تو مجھے حیا آئی۔ ان دونوں حدیثوں کا مضمون ایک ہی ہے۔

تنقیحات

(۱) ابوداؤد کی پہلی حدیث کے ابتدائی حصے پر یہ اشکال ہے۔ کہ جب نصاریٰ کی وجہ سے ناقوس کو ناپسند فرما لیا تھا۔ تو اس کے بنانے کا حکم کیسے دیا۔ اقول۔ ہو سکتا ہے۔ کہ پھر یہ خیال فرما کر کہ کفار میں ہم سے سب سے زیادہ قریب نصاریٰ ہیں۔ اس کا حکم دے دیا ہو۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ جب تک ممانعت نہ ہوا اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے۔

(۲) پہلی حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ اذان سن کر حضرت عمر تیزی سے حاضر ہوئے اور بتایا کہ میں نے بھی یہی خواب میں دیکھا۔ اس سے بظاہر یہی متبادر ہوتا ہے۔ کہ اسی رات خواب دیکھا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ بیس دن پہلے دیکھا تھا۔ اور حیا کی وجہ سے نہیں بتایا۔ کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں۔ عمر اتنے بڑے ہو گئے کہ خواب میں انھیں احکام کا القا ہوتا ہے اور واقعہ بالکل ابتدا کا ہے لوگ حضرت عمر کی جلالت شان سے واقف نہ تھے۔ اقول۔ کوئی تعارض نہیں۔ خواب بیس دن پہلے دیکھا تھا۔ مگر حیا کی وجہ سے نہیں بتایا۔ جب اذان سنی تو تیزی سے حاضر ہوئے اور بتایا

---

[1] اول باب کیف الاذان صہ ۔

واسمیت میں تاخیر ہے۔ اس کا تعلق پہلے سے ہے یعنی جب حضور نے دریافت فرمایا کہ تمہیں بتانے سے کیا چیز مانع ہوئی۔ تو عرض کیا۔ مجھے حیا آئی جب عبداللہ بن زید نے بتایا تو اب میں بھی بتاتا ہوں۔ راویوں میں حذف، اختصار، تقدیم و تاخیر کی کثیر مثالیں ہیں۔ (۳) طبقات ابن سعد سے گزر چکا کہ ابتدا میں حضرت بلال الصلوۃ جامعۃ۔ گلیوں میں پکارتے تھے۔ پھر ناقوس بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ اقول۔ اس میں بہت زحمت تھی۔ پورے شہر میں پانچوں وقت ہر ہر محلے میں جا جا کر آواز لگانا بہت مشکل کام ہے۔ اس دشواری کو دور کرنے کے لئے یہ مشورہ ہوا تھا۔ اس پر زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا۔ کہ مشورہ دوبار ہوا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۴) غیر نبی کا خواب حجت شرعی نہیں۔ پھر حضرت عبداللہ بن زید کے خواب پر کیوں عمل ہوا۔ اقول۔ صرف ان کے خواب پر بنا نہیں۔ بنا اس پر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انہا لرویا حق۔ یہ خواب حق ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں حضور کا قول حجت ہے۔ اس کے علاوہ مصنف عبدالرزاق و مراسیل ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور نے حضرت عمر سے فرمایا سبقك بذالك الوحی تمہارے کہنے سے پہلے وحی آچکی ہے[1] اس کا حاصل یہ ہوا کہ حضور کا یہ ارشاد۔ یہ خواب حق ہے۔ وحی تھا۔ اور وحی حجت ہے۔

فَاُمِرَ بلال :۔ صیغہ مجہول کے ساتھ یعنی بلال کو حکم دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم دینے والے وہی ہو سکتے ہیں۔ جنہیں یہ حق تھا۔ اور وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں۔ جیسا کہ نسائی[2] میں تصریح ہے۔ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر بلالا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا۔

کشمیری صاحب کی نکتہ آفرینی اسی سے کشمیری صاحب کا وہ نکتہ ہوا ہو گیا۔ جو برسہا برس کی عرق ریزی کے بعد ان کو ہاتھ آیا تھا۔ جسے فیض الباری جلد ثانی ص ۱۵۹ پر درج کیا گیا ہے جس پر ان کے تلمیذ بدر عالم صاحب نے بہت فخریہ انداز میں نقل کیا ہے۔ اس لئے کہ اس کی بنیاد اُمِرَ بلال۔ صیغہ مجہول پر تھی اور جب بروایت صحیحہ صیغہ معروف موجود ہے وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف صریح اسناد کے ساتھ تو اس کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی۔ ویسے بھی وہ نکتہ صرف بے پڑھے لکھے لوگوں پر دھونس کے سوا اور کچھ نہیں۔

ان یوتر الاقامۃ :۔ حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو بار کہیں اور اقامت کے ایک ایک بار۔ احناف کے یہاں اقامت بھی اذان کی طرح ہے۔ اس کے کلمات بھی دو بار کہے جائیں گے

---

[1] عمدۃ القاری خامس ص ۱۰۱

[2] اول باب بدء الاذان ص ۱۰۳۔

احناف کی مستدل یہ احادیث ہیں۔

(۱) امام ترمذی[1] بطریق عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ روایت کی۔ کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اذان اور اقامت دو دو بار ہوتی تھی۔ اس پر امام ترمذی نے یہ جرح کی کہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے حضرت عبداللہ بن زید سے حدیث نہیں سنی۔ اس جرح کا حاصل ہوا کہ یہ حدیث منقطع ہے۔ مگر ثقہ کا انقطاع ہمارے اور جمہور کے یہاں قادح نہیں جیسا کہ مقدمہ میں گزر چکا۔

(۲) یہی امام ترمذی[2] اور ابوداؤد[3] نسائی[4] ابن ماجہ[5] حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان کے انیس کلمے اور اقامت کے سترہ کلمے سکھائے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا۔

(۳) بیہقی نے سنن کبریٰ میں ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن زید سے روایت کیا۔ کہ انھوں نے اذان کے کلمات بھی دو بار کہے اور اقامت کے بھی[6]

(۴) امام طحاوی[7] نے روایت کیا کہ حضرت سلمہ بن اکوع اذان کے کلمات بھی دو دو بار کہتے اور اقامت کے بھی۔

(۵) نیز اسی میں ہے امام اسود روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال اذان کے بھی کلمات دو دو بار کہتے اور اقامت کے بھی۔

(۶) اسی میں ہے کہ حضرت محذورہ نے فرمایا۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اقامت کے کلمات دو دو بار سکھائے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔

(۷) اسی میں ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کے کلمات دو دو بار کہتے اقامت کے بھی۔

(۸) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ایک مؤذن پہ ہوا تو اسے حکم دیا کہ اقامت کے کلمات بھی دو دو بار کہہ۔ تیری ماں نہ رہے[8]

(۹) طحاوی میں ہے۔ امام مجاہد نے اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہنے کے بارے میں فرمایا کہ اسے بعض بادشاہوں نے گڑھ لیا حاصل یہی ہے کہ دو دو بار کہی جائے۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب فی افراد الاقامۃ ص۲۶
[2] اول صلوٰۃ باب فی الترجیع ص۲۶۔
[3] باب کیف الاذان ص۷۱۔
[4] نسائی باب کم للاذان کلمۃ ص۱۰۲۔
[5] ابن ماجہ باب الترجیع فی الأذان ص۵۲
[6] عینی جلد خامس ص۱۰۳۔
[7] شرح معانی الآثار باب الاقامۃ کیف ہو ص۶۶۔
[8] عینی جلد خامس ص۱۰۴۔

ان سب سے ظاہر ہوگیا کہ اذان کی طرح اقامت کے بھی کلمات دو دو بار کہے جائیں علامہ عینی نے فرمایا۔ اسی پر اہل مکہ کا عمل ہے۔ حالانکہ وہاں پوری دنیا کے مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ حنین کے موقع پر ہوا تھا۔ اس لئے یہی ارجح ہے۔ یہاں تک کہ بعض احناف نے فرمایا کہ حضرت انس کی یہ حدیث حضرت ابو محذورہ کی حدیث سے منسوخ ہے۔ اس پر امام احمد نے فرمایا اگر منسوخ ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے واپس ہوکر حضرت بلال کو یہ حکم دیتے کہ اقامت کے کلمات دو دو بار کہو۔ علامہ عینی نے اس پر فرمایا۔ کہ عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ نے فرمایا۔ کہ حضرت عبداللہ بن زید نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اذان اور اقامت دونوں شفعہ تھی یعنی ان کے کلمات دو دو بار تھے اس لئے نسخ کے دعوی میں کوئی قباحت نہیں۔

ترجیع کی بحث

امام شافعی کے یہاں اذان میں ترجیع ہے یعنی پہلے شہادتین پست آواز سے کہی جائے پھر دوبارہ بلند آواز سے۔ ہمارے یہاں ترجیع نہیں۔

ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث ہے۔ اس میں فرشتے نے جو اذان سکھائی اس میں ترجیع نہیں۔ اسی کے مطابق حضور نے حضرت بلال کو اذان کہنے کا حکم دیا۔ امام شافعی کی دلیل حضرت محذورہ کی حدیث ہے۔ جو پوری تفصیل سے نسائی اور ابن ماجہ میں یوں مذکور ہے۔ حضرت ابو محذورہ کہتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حنین سے واپس ہو رہے تھے تو میں دس نفر[۱] کے ساتھ نکلا۔ راستے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مؤذن کی آواز سنی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اذان دے رہا تھا۔ اور ہم اس سے بیزار تھے۔ اس لئے اس کی نقل اتارنے کے لئے چیخے۔ ہم اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن لیا۔ اور ہمارے پاس کچھ لوگوں کو بھیجا ان لوگوں نے ہمیں پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بٹھا دیا حضور نے ارشاد فرمایا۔ تم میں کس کی آواز بلند ہے۔ سب نے میری طرف اشارہ کیا۔ اور انھوں نے صحیح اشارہ کیا تھا۔ حضور نے سبھوں کو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا۔ اور فرمایا کھڑا ہو اور اذان کہہ۔ میں کھڑا ہو گیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ جس کا مجھے حکم دے رہے تھے۔ اس سے زیادہ مجھے کوئی چیز ناپسند نہ تھی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو کھڑا ہو گیا۔ حضور نے بنفس نفیس مجھے اذان سکھائی۔ فرمایا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر۔ شہادتین تک کہلانے کے بعد فرمایا۔ اپنی آواز بلند کر اور پھر شہادتین دو دو بار کہلائی آخر اذان تک۔ اذان پوری ہونے

۱ الاستیعاب جلد رابع ص ۱۷۹۔

کے بعد مجھے بلایا اور مجھے ایک تھیلی دی جس میں کچھ چاندی تھی پھر اپنا دست مبارک ابو محذورہ کے اگلے
سر کے بالوں پر رکھا اور اسے چہرے اور سینے پر پھیرتے ہوئے ناف تک لے گئے۔ پھر فرمایا۔ اللہ
تیرے لئے اور تیرے اوپر برکت دے۔ اب میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مکے میں اذان کہنے پر مجھے مقرر
فرما دیں۔ فرمایا۔ ٹھیک ہے میں نے تم کو وہاں اذان دینے پر مقرر فرمایا۔۔۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی ناپسندیدگی بالکلیہ ختم ہو گئی اور اس کی جگہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت آ گئی۔۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکے کے عامل عتاب بن اُسید کے پاس آیا اور رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے وہاں اذان دی۔۔۔ ابوداؤد[1] میں ہے کہ ابو محذورہ سر کے اگلے حصے کے
اس بال کو نہ کاٹتے تھے نہ اپنی جگہ سے کھسکاتے تھے جب تک یہ باحیات رہے اذان دیتے رہے
ان کے بعد یہ منصب ان کے صاحبزادے عبد اللہ کو ملا۔ ان کی آواز بہت ہی دل کش تھی اور اتنی بلند
کہ ایک بار حضرت فاروق اعظم نے سنی تو ان سے فرمایا۔ ایسا لگتا ہے کہ تمہارا حلق پھٹ جائے گا[2]۔ اس
کا جواب علمائے احناف نے یہ دیا۔ کہ شہادتین کی تکرار ان کی تعلیم کے لئے تھی۔ ظاہر ہے کہ انھوں نے
اذان کی نقل اتاری تھی۔ یقیناً ڈرتے رہے ہوں گے پھر وہ اس وقت حالت کفر میں تھے۔ اور حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور اذان کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ تو اس کا قوی امکان ہے۔ کہ
شہادتین کے وقت جھجکے ہوں گے جس کی وجہ سے آواز پست کر دی ہو گی تو حضور نے انہیں تنبیہ فرمائی
آواز بلند کر کے شہادتین ادا کرو۔۔ اگر واقعی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصود ترجیع کی تعلیم
تھی تو بعد میں حضرت بلال کو کیوں حکم نہیں دیا کہ اب ترجیع کیا کرو۔ یہ اس پر قرینہ واضحہ ہے کہ وہ صرف
ان کی تعلیم کے لئے تھا حضرت بلال نے برسہا برس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق
اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور اذان دی اور اس میں ترجیع نہ تھی۔۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ اصل
اذان میں ترجیع نہیں۔ بلکہ طبرانی نے[3] معجم اوسط میں خود حضرت ابو محذورہ سے روایت کیا کہ انہوں نے
فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اذان کا ایک ایک حرف سکھایا۔۔ اللہ اکبر اللہ اکبر
اس میں ترجیع نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی اذان دی یا نہیں:۔ سہیلی نے لکھا ہے کہ۔ ایک
مرتبہ سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان دی۔ اس حالت میں صحابہ کو نماز پڑھائی کہ وہ اپنی
سواریوں ہی پر تھے۔ اوپر سے بارش ہو رہی تھی۔ اور نیچے کیچڑ تھا۔ اسے امام ترمذی[4] نے ایسے طریقے

---

[1] اول باب کیف الاذان ص۷۳۔ [2] الاستیعاب جلد رابع ص۱۷۸۔ [3] عینی جلد خامس ص۱۱۱۔
[4] اول صلوٰۃ باب فی الصلوٰۃ علی الدابۃ فی الطین والمطر ص۵۵۔

حدیث ۴۰۱

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے یہاں

لَا یَسْمَعَ التَّاْذِیْنَ فَاِذَا قُضِیَ النِّدَاءُ اَقْبَلَ حَتّٰی اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ
تک کہ اذان نہیں سنتا جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو آجاتا ہے یہاں تک کہ جب اقامت کہی جاتی ہے تو بھاگتا

اَدْبَرَ حَتّٰی اِذَا قُضِیَ التَّثْوِیْبُ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطُرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ یَقُوْلُ
ہے یہاں تک کہ جب اقامت پوری ہو جاتی ہے تو پھر آجاتا ہے اور آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ کہتا

اُذْکُرْ کَذَا اُذْکُرْ کَذَا لِمَا لَمْ یَکُنْ یَذْکُرُ حَتّٰی یَظَلَّ الرَّجُلُ لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی۔[ع]
ہے یہ یاد کر یہ یاد کر جو باتیں اسے یاد نہیں تھیں یہاں تک کہ آدمی بھول جاتا ہے کہ کتنی پڑھیں۔

ے تخریج کی ہے جو عمر بن رماح کے گرد گھومتا ہے۔ یہ اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک
پہنچاتے ہیں۔ امام نووی نے بھی لکھا ہے کہ حضور نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی۔ اسے امام ترمذی کی
طرف منسوب کیا۔ اور اس کی تقویت کی۔ علامہ ابن حجر نے اس پر یہ تعقب فرمایا۔ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ
سے نہیں بلکہ حضرت یعلیٰ بن مرہ سے مروی ہے۔ ساہم نے اسے مسند احمد میں اسی طریقے سے جس سے امام ترمذی
نے تخریج کی ہے یوں پایا۔ فامر بلالا فاذن۔ اس سے معلوم ہوا کہ ترمذی کی روایت میں اختصار ہے
اور حکم کرنے کی وجہ سے حضور کی طرف مجازاً اسناد ہے۔ جیسے اعطی الملک فلانا۔ میں ہے مسند
امام احمد میں ہے۔[له] فامر المؤذن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تشریحات ۴۰۱

تکمیل۔ سہو اور بدء الخلق میں یہ زائد ہے فاذا لم یدر کم صلی ثلثا او اربعا فلیسجد سجدتین پس یہ نہ یاد رہے تین پڑھی کہ چار تو دو سجدے کرلے۔

حتی لا یسمع التاذین: مسلم[٢] میں حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ روحا تک بھاگتا ہے

ع اول اذان باب فضل التاذین ص۸۵ العمل فی الصلوۃ باب یفکر الشی فی الصلوۃ ص۱۶۳ السہو باب اذا لم یدر کم صلی ص۱۶۴ بدء الخلق۔ باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص۴۶۴ مسلم۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ دارمی۔ موطا۔ مسند امام احمد۔

له مسند امام احمد جلد رابع ص۱۷۳۔ ٢ه اول صلوۃ باب فضل الاذان ص۱۶۷۔

حضرت جابر ہی نے بتایا کہ روحا مدینے سے چھتیس میل دور ہے۔ یہاں ایک اشکال ہے کہ اذان اور اقامت سنکر شیطان بھاگتا ہے۔ اور قرآن مجید و اذکار نماز کے وقت آجاتا ہے۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ بات یہ ہے کہ۔ اذان کے بارے میں ایک حدیث[1] میں آیا ہے کہ۔ جہاں تک اذان کی آواز جاتی جن وانس اور جو چیز بھی اذان سنتی ہے وہ قیامت کے دن موذن کے لئے گواہی دے گی۔ شیطان اس ڈر سے بھاگتا ہے کہ مجھے بھی گواہی نہ دینی پڑے۔ وہ اگرچہ شہادت کا اہل نہیں۔ مگر اپنے آپ کو شاید اہل سمجھا ہے۔ پھر یہ شہادت بمنزلہ خبر متواتر ہوگی اور خبر متواترہ میں مخبرین کا عادل ہونا بلکہ مسلمان ہونا بھی شرط نہیں۔

حتی اذا ثوب:۔ تثویب کے اصل معنی کسی چیز کے بتلانے اور اس کے وقوع سے ڈرانے کے ہیں پھر اکثر اس کا استعمال بلند آواز سے بتانے کے معنی میں ہو گیا۔ نیز کسی چیز کو ایک بار بتلانے کے بعد دوبارہ بتانے کے معنی میں بھی ہے۔ یہاں اقامت مراد ہے جیسا کہ مسلم میں ہے۔ کیوں کہ اذان بھی نماز کے بتلانے کے لئے ہے اور یہ بھی۔ تو اعلام بعد اعلام ہو گیا۔ ویسے اُس عہد میں تثویب الصلوۃ خیر من النوم کو کہتے تھے۔ اور اب اذان و اقامت کے مابین متعارف الفاظ کے ساتھ نماز کے وقت کے اعلان کو کہتے ہیں۔ جیسے بہت سی جگہ صلوۃ وسلام اس کے لئے مقرر ہے حتی کہ اس کو بہت سی جگہ صلوۃ کہتے بھی ہیں۔ یہ باتفاق متاخرین فقہاء احناف مستحسن ہے جیسا کہ ہدایہ سے لے کر شامی تک میں تصریح ہے۔

اذکر کذا وکذا:۔ فتح الباری[2] میں ہے۔ کہ ایک شخص گھر میں مال دفن کر کے بھول گیا ہر چند سوچا مگر یاد نہیں آیا کہ کہاں ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت امام نے فرمایا۔ گھر جا کر رات بھر نفل نماز پڑھ۔ اس کی پوری کوشش کرنا کہ حضور قلب رہے۔ ادھر ادھر دل نہ بٹے۔ اس نے گھر جا کر نفلیں پڑھنی شروع کیں۔ شیطان نے سوچا کہ یہ اس خشوع وخضوع کے ساتھ نفلیں پڑھ کر ایک رات میں اللہ کا مقرب بندہ بن جائے گا۔ اس لئے اس کو جلدی سے اس کے دفینے کی جگہ یاد دلادی۔ اس نے نماز ختم کر کے اس جگہ کھودا اور دفینہ نکل آیا۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شیطان کو بھگانے کے لئے اذان بہت ہی موثر ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اثر صرف اسی اذان کے لئے ہے جو نماز کے لئے کہی جاتی ہے یا جب بھی کہی جائے یہی اثر ہوگا۔ نیز یہ کہ اذان نماز ہی کے ساتھ خاص ہے یا نماز کے علاوہ دوسرے وقت بھی مشروع ہے۔ ہم جب احادیث اور اقوال صحابہ و اسلاف پر نظر ڈالتے

---

[1] بخاری اول اذان باب رفع الصوت بالنداء ص۸۶۔

[2] جلد ثانی ص۶۰۔

ہیں تو ثابت یہ ہوتا ہے کہ اذان صرف نماز کے ساتھ خاص نہیں۔ دوسرے مواقع پر بھی مشروع ہے۔ مثلاً بچے کی پیدائش کے بعد۔ حدیث میں ہے۔ حضرت ابورافع کہتے ہیں کہ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن بن علی جب پیدا ہوئے تو ان کے کان میں نماز والی اذان کہی[1]۔ امام ترمذی نے فرمایا۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اس پر عمل ہے۔ اسد الغابہ[2] میں ہے۔ کہ جب حضرت حسین پیدا ہوئے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے کان میں اذان کہی۔ مرقاۃ[3] میں شرح السنۃ سے ہے۔ کہ عمر بن عبد العزیز جب بچہ پیدا ہوتا تو داہنے کان میں اذان دیتے اور بائیں میں اقامت کہتے۔ مسند ابو یعلیٰ موصلی میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ جس کے بچہ پیدا ہو اور اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہے تو ام الصبیان اسے ضرر نہیں پہنچائے گی۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ جب بھوت پریشان کریں تو اذان دو[4]۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غمگین دیکھا تو فرمایا۔ اے ابن ابی طالب کیا بات ہے۔ کہ میں تم کو غمگین دیکھ رہا ہوں۔ اپنے کسی اہل سے کہو تمہارے کان میں اذان دے یہ غم کو دور کرنے والی ہے۔ حضرت علی نے فرمایا۔ میں نے اس کا تجربہ کیا۔ تو ایسا ہی پایا۔ اس حدیث کے تمام راویوں نے کہا میں نے اس کا تجربہ کیا تو ویسا ہی پایا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی انسان یا جانور بدخلقی کرے تو اس کے کان میں اذان کہو۔

دیوبندی اکابر کی شہادت

اوجز المسالک جلد اول ص۱۸۳ میں ہے۔ حدیث نبوی سے بعض سلف نے اذان غیر وقت صلوٰۃ بھی دفع اثرات شیاطین وجنات کے لئے ثابت کی ہے۔ مسلم شریف[5] میں سہیل بن ابی صالح کی روایت ہے۔ جس میں یہ ہے انھوں نے کسی نظر نہ آنے والے کی آواز سننے کا ذکر اپنے والد ماجد سے کیا تو فرمایا۔ جب کوئی ایسی آواز سنو تو اذان کہو۔ علامہ ابن عبد البر نے امام مالک سے نقل کیا۔ کہ زید بن اسلم[6]، معدن بنی سلیم پر عامل بنا کر بھیجے گئے جہاں لوگوں کو جن ستاتے تھے۔ جب ان لوگوں نے شکایت کی۔ تو حضرت زید نے انھیں بلند آواز سے اذان دینے کا مشورہ دیا۔ انھوں نے ایسا کیا۔ تو پھر جنوں نے نہیں ستایا۔ حضرت عمر کی خدمت میں بھوت پریت کا ذکر کیا گیا۔ تو آپ نے بھی اذان کا حکم دیا۔ سعایہ میں ہے کہ اذان کی اصل وضع تو نماز ہی

---

[1] ابوداؤد ثانی۔ ادب باب فی المولود یؤذن فی اذنہ ص۳۴۰ ترمذی اول اضاحی باب الاذان فی اذن المولود ص۱۸۳

[2] جلد ثانی ص۱۸۔ [3] جلد رابع الفصل الثالث ص۳۶۰۔ [4] مسند امام احمد جلد اول ص۱۵-۱۴-۱۲۔

[5] اول باب الاذان وھرب الشیطان ص۱۶۷۔ [6] فتح الباری ثانی ص۴۳۔

ت ۱۲۷ قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَذِّنْ اَذَانًا سَمْحًا وَاِلَّا فَاعْتَزِلْنَا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا سیدھی سادھی اذان کہہ ورنہ ہم سے دور ہو۔

کے لئے تھی پھر دوسرے مواضع میں مستعمل ہوئی۔ مثلاً ولادت مولود پر دائیں کان میں اذان بائیں میں اقامت مسنون ہوئی۔ جن بھوت پریت کا جہاں اثر ہو وہاں بھی اذان دی جاتی ہے۔ جب سواری کا جانور سرکشی کرے یا کسی بدکردار بداخلاق آدمی سے واسطہ پڑے تو اس کے کان میں اذان دی جائے غمزدہ، مرگی کے مریض، اور غضبناک آدمی کیلئے بھی اذان اس کے کان میں دینا مفید ہے۔ لڑائی کے میدان میں۔ جنگ کے وقت آگ لگ جانے پر اور جنگل میں راستہ گم ہوجانے پر بھی اذان دینی چاہیے علامہ ابن عابدین شامی نے دس مواقع شمار کرائے ہیں [1]

اذان قبر کا اثبات

ان سب کا حاصل یہ ہے کہ اذان نماز ہی کے ساتھ خاص نہیں۔ نماز کے علاوہ بہت سے ایسے مواقع ہیں۔ جہاں اذان مشروع ہے۔ خصوصاً جہاں شیاطین کا دخل ہو۔ سہیل بن ابی صالح کی جو روایت مسلم شریف کے حوالے سے مذکور ہوئی۔ اس کے اخیر میں ہے۔ میں نے اس وقت اذان کا حکم اس لئے دیا۔ کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ شیطان جب اذان سنتا ہے۔ تو منھ پھیر کر بھاگتا ہے اور اس کا گوز نکلتا رہتا ہے۔ یہ اس پر نص جلی ہے کہ جہاں شیطان کا دخل ہو اسے بھگانے کے لئے اذان تیر بہدف ہے۔ اب آئیے اذان قبر کے متعلق غور کیجئے۔ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس سے سوال ہوتا ہے۔ تیرا رب کون ہے؟ تو شیطان وہاں پہنچ کر اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی مجھے بتا مجھے بتا۔ جب قبر میں بھی شیطان کی مداخلت ہے تو اس کو بھگانے کے لئے اگر قبر پر اذان کہی جاتی ہے تو یہ جرم کیسے ہے؟ عقل میں آنے والی بات نہیں۔

تشریح ۱۲۷

مصنف ابن ابی شیبہ میں پورا اثر یوں ہے۔ کہ ایک موذن نے اذان دی اور اس نے اپنی اذان میں لے نکالی۔ تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا۔ سیدھی سادھی اذان دے ورنہ ہم سے علیحدہ ہو جا اس سے ظاہر ہو گیا کہ ممانعت کی وجہ گانا ہے۔ یعنی وہ آواز لمبی کرتے اور بلند کرتے وقت گانے والوں کی طرح سے لے اور نغمہ پیدا کرتا تھا۔ جسکی وجہ سے کلمات کی فصاحت ختم ہو جاتی تھی۔ مد کی جگہ قصر اور قصر کی جگہ مد کرتا تھا۔

عہ مواقیت باب رفع الصوت بالنداء ص ۸۵۔

[1] انوار الباری جلد ۱۳ ص ۵۸۔

حدیث ۴۰۲

أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ

عبد اللہ بن عبد الرحمن بن صعصعہ نے خبر دی کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان

إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ أَوْ بَادِيَتِكَ

سے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تم بکری اور جنگل پسند کرتے ہو۔ جب تم اپنی بکریوں یا جنگل میں رہو۔

فَأَذَّنْتَ لِلصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ

اور اذان دو تو اپنی اذان کے ساتھ اپنی آواز بلند کرو۔ اس لئے کہ جہاں تک موذن کی آواز پہنچتی

الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ أَبُو

ہے وہاں تک جو بھی جن اور انسان یا کوئی چیز بھی اذان سنے گی وہ قیامت کے دن موذن کے لئے

سَعِيدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؏

گواہی دے گی۔ ابو سعید نے کہا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

تشریحات ۴۰۲

مسائل (۱) اذان بلند آواز سے دی جائے (۲) اکیلا آدمی اگرچہ جنگل میں ہو اسے اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے (۳) جنگل میں بھی اذان پوری آواز سے دینی چاہیئے (۴) جن ایک مخلوق ہے جو انسان کی آواز سنتے ہیں (۵) ہر چیز میں ایک قسم کی زندگی ہے جس کی وجہ سے وہ انسان کی آواز سنتے ہیں۔ ابو داؤد میں یہ حدیث ہے کہ جنگل میں ایک نماز پر پچاس نماز کا ثواب ملتا ہے۔ بلکہ دوسری روایت میں ہے کہ نماز باجماعت کا پچاس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص نماز باجماعت کا پابند ہو اور کسی ضرورت سے جنگل میں چلا گیا۔ یا وہ اپنی کسی دینی یا دنیاوی ضرورت سے جنگل میں رہتا ہو۔



؏ اول اذان باب رفع الصوت بالنداء ص۸۴ باب ذکر الجن وثوابهم وعقابهم ص۲۶۵ ثانی توحید باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۱۲۶ نسائی اذان۔ ابن ماجہ اذان۔ موطاء امام مالک نداء مسند امام احمد۔

لہ باب فضل المشی الی الصلوٰۃ ص۸۳

حدیث ۴۰۳

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بتایا کہ حضور ایسے

اِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ یَکُنْ یُغِیْرُ بِنَا حَتّٰی یُصْبِحَ وَیَنْظُرَ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا کَفَّ

تھے کہ جب کسی قوم پر جہاد کرتے تو جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے اور انتظار فرماتے۔ اگر اذان سنتے تو رک جاتے

عَنْهُمْ وَاِنْ لَمْ یَسْمَعْ اَذَانًا اَغَارَ عَلَیْہِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا خَیْبَرَ فَانْتَہَیْنَا

اور اگر اذان نہ سنتے تو ان پر حملہ کرتے۔ حضرت انس نے کہا ہم خیبر کے لئے نکلے اہل خیبر تک رات میں پہنچ گئے

اِلَیْہِمْ لَیْلًا فَلَمَّا اَصْبَحَ وَلَمْ یَسْمَعْ اَذَانًا رَکِبَ ؏ الحدیث

جب حضور نے صبح کی اذان نہیں سنی تو سوار ہوئے۔ اس کے بعد حدیث ۲۵۷ کا مضمون اختصار کے ساتھ

تشریحات ۴۰۳

یغیر۔ قاعدے کے اعتبار سے یُغِرْ۔ حذف یار اور رائے ساکن کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ اور ایک نسخہ یہی ہے۔ اور مذکورہ بالا نسخہ اصیلی کا ہے۔ یہاں مزید دو اور نسخے ہیں۔ لَمْ یُغِرْ و لَمْ یَغِرْ۔ لم یغدو۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے۔ خرجوا الینا بمکاتیلھم و مساحیھم۔ خیبر کے باشندے ہمارے سامنے اپنی ٹوکریاں اور پھاوڑے لے کر نکلے۔ خمیس کی طرح جیش بھی اس لشکر کو کہتے ہیں۔ جس کے یہ حصے ہوں۔ میمنہ۔ میسرہ۔ قلب۔ مقدمہ۔ ساقہ۔

مسائل

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اذان شعائر اسلام سے ہے جو قوم باوجود قدرت کے اذان چھوڑے اس سے قتال واجب ہے۔ اور جو قوم اذان کہے اس کو مسلمان سمجھا جائے گا۔ بشرطیکہ اس سے کوئی کفر سرزد نہ ہوا ہو اور اگر معلوم ہے کہ یہ قوم اذان کہنے کے باوجود کفر کا ارتکاب کرتی ہے تو اذان کے بعد بھی اس سے قتال کیا جائے گا جیسا کہ فتح الباری میں عیسویہ فرقہ کے بارے میں تصریح ہے یہ یہودیوں کا ایک ایسا فرقہ ہے۔ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رسول مانتا ہے مگر صرف عرب کے لئے۔ اس کا بانی ابو عیسیٰ ہے جو بنی امیہ کے اخیر دور میں پیدا ہوا تھا۔ اس طرح باغیوں سے بھی قتال کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ اذان کہیں۔ جیسا کہ شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔ دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت تکبیر مستحب ہے۔

؏ اول اذان باب ما یحقن بالاذان من الدماء ص ۸۶ جہاد باب دعوۃ الیہود والنصاریٰ علی ما یقاتلون ص ۴۱۱ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد جہاد۔ ترمذی سیر دارمی سیر۔

حدیث ۴۰۴

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ عہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم اذان سنو تو جو مؤذن کہے وہی کہو۔

حدیث ۴۰۵

حَدَّثَنِیْ عِیْسٰی بْنُ طَلْحَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ مُعَاوِیَۃَ یَوْمًا فَقَالَ

عیسیٰ بن طلحہ نے حدیث بیان کی۔ انھوں نے ایک دن معاویہ کو سنا کہ جو

بِمِثْلِہٖ اِلٰی قَوْلِہٖ وَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ عہ

مؤذن کہتا تھا وہی یہ بھی کہتے تھے۔ اشہد ان محمدا رسول اللہ تک۔

حدیث ۴۰۶

قَالَ یَحْیٰی وَحَدَّثَنِیْ بَعْضُ اِخْوَانِنَا اَنَّہٗ قَالَ لَمَّا قَالَ حَیَّ

یحییٰ نے کہا میرے بعض بھائیوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مؤذن نے حی علی الصلوٰۃ

عَلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَقَالَ ھٰکَذَا سَمِعْتُ نَبِیَّکُمْ

کہا تو معاویہ نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کہا۔ اور کہا میں نے تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ سہ

یہ پڑھتے ہوئے سنا۔

تشریحات ۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶

فقولوا:۔ یہ امر کا صیغہ ہے جس میں اصل وجوب ہے۔ اس لئے اس سے ثابت ہوا کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے۔ حتی کہ اگر تلاوت یا وظیفے میں ہو تو اسے بند کرکے اذان سنے اور اسکا جواب دے۔

مثل ما یقول:۔ یہ باعتبار اغلب واکثر کے ہے۔ ورنہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کہے۔ اور صبح کو۔ الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت

عہ اول اذان باب ما یقول اذا سمع المؤذن ص۸۶ مسلم صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔ الیوم واللیلۃ۔ ترمذی صلوٰۃ۔ ابوداؤد صلوٰۃ۔ ابن ماجہ۔ عہ اول باب ما یقول اذا سمع المنادی ص۸۶ نسائی۔ الیوم واللیلۃ۔ سہ اول اذان باب ما یقول اذا سمع المنادی ص۸۶

حدیث ۴۰۷	عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا۔ اَنَّ رَسُوْلَ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ النِّدَاءَ اَللّٰهُمَّ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی اذان سنے اور یہ کہے۔ اے اس دعوت تام اور نماز قائم

رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَةَ
کے مالک۔ (حضرت) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما۔ اور اس مقام محمود پر انہیں

وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ؑ
قائم فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ تو وہ قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔

دبر رت۔ کہے۔

قَالَ یَحْیٰی:۔ یہ تعلیق نہیں مسند ہے۔ اور اس کے قبل جو سند یحییٰ تک مذکور ہے۔ اسی سند کے ساتھ یہ بھی امام بخاری کو پہنچی ہے۔ یعنی حدثنا اسحق بن راھویہ۔ الخ اس میں بعض اخواننا سے مراد یا تو علقمہ بن وقاص لیثی ہیں۔ یا ان کے صاحبزادوں، عبد اللہ اور عمر میں سے کوئی ایک مراد ہے اس لئے کہ یہ حدیث طحاوی، نسائی، ابن خزیمہ، دارمی، طبرانی وغیرہ میں حضرت علقمہ سے ان کے دونوں صاحبزادوں کے ذریعہ مروی۔ اب اگر یحییٰ بن کثیر کی علقمہ سے ملاقات ہے۔ تو وہ مراد ہیں۔ ورنہ ان کے دونوں لڑکوں میں سے کوئی ایک۔

کشمیری صاحب پر تعقب فیض الباری صفحہ ۱۶۴ / ۲ میں ہے کہ مسلم صفحہ ۱۶۷ پر ہے کہ اذان میں شہادتین کے وقت حضور فرماتے ۔ وانا انا۔ حالانکہ یہ حدیث مسلم میں اس صفحے پر کیا کہیں نہیں ہے۔ البتہ ابوداؤد جلد اول صفحہ ۷۴ پر ہے۔ بجنوری صاحب نے اس سے کشمیری صاحب کو بری بتایا ہے اور اسے بدر عالم صاحب کے پلے باندھا ہے بجنوری صاحب کا یہ کہنا ہے کہ حضرت نے یہ فرمایا تھا۔ ایک حدیث میں آیا ہے جامع یعنی بدر عالم صاحب نے اپنی طرف سے یہ حوالہ حضرت کے سر تھوپ دیا ہے اگر یہ صحیح ہے تو بدر عالم صاحب نے دو غلطی کی ایک حوالہ غلط دیا۔ دوسرے اسے اپنے شیخ کی طرف منسوب کر دیا نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اپنے شیخ کی دھونس باقی رکھنے کیلئے بلکہ جمانے کیلئے اپنی وضع کردہ باتیں بھی اپنے مشائخ کے نامہ اعمال میں درج کر دیتے ہیں۔ تو ثابت ہو گیا کہ فیض الباری تنہا کشمیری صاحب کی امالی نہیں ان کے تلامذہ کی بھی تحقیقات کا مجموعہ ہے جو انکی طرف منسوب ہے۔

تشریحات ۴۰۷:۔ وسیلۃ۔ کے معنی یہ ہیں۔ ہر وہ چیز جس کے ذریعہ کسی کی قربت حاصل کی جائے

ؑ اول اذان باب الدعاء عند النداء صفحہ ۸۶۔ ثانی تفسیر سورہ بنی اسرائیل صفحہ ۶۸۶ ابوداؤد صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔ الیوم واللیلۃ۔ ابن ماجہ۔

بادشاہ کے حضور بلند منصب ـــ یہاں جنت کا خاص الخاص درجہ مراد ہے۔ جیسا کہ مسلم[1] میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو۔ اس لئے کہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ عزوجل اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔ پھر میرے لئے وسیلے کا سوال کرو۔ یہ جنت میں ایک درجہ ہے۔ اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک کے لئے ہے مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا جو میرے لئے وسیلے کا سوال کرے گا وہ میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔

الفضیلۃ :- یعنی ایسا رتبہ جو سارے خلائق سے بڑھ کر ہو۔

مقام محمود :- یعنی ایسا مقام جس پر فائز ہونے والے کی ہر شخص حمد کرے۔ اسے ایسے ایسے فضائل و مناقب سے نوازا جائے جو موجب ستائش ہوں۔ علامہ ابن جوزی نے کہا اکثر علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد شفاعت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ عرش پر جلوس مراد ہے۔ ایک قول ہے کہ کرسی پر جلوس مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ وہ مقام ہے جہاں اولین و آخرین سب حضور کی حمد کریں گے جس کی وجہ سے تمام مخلوقات پر حضور کی برتری ظاہر ہوگی۔ جو مانگیں گے دیا جائے گا۔ جس کی شفاعت کریں گے قبول کی جائے گی سب ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے[2] صحیح ابن حبان میں حضرت کعب بن مالک کی حدیث مرفوع ہے کہ فرمایا: اللہ عزوجل مجھے سبز حلہ پہنائے گا تو اللہ جو چاہے گا میں کہوں گا۔ یہی مقام محمود ہے[3]

ان اقوال میں تنافی نہیں۔ ہو سکتا ہے عرش پر کرسی رکھی جائے جس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف رکھیں اسی وقت اللہ عزوجل سبز حلہ پہنائے۔ اور حضور اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کریں۔ پھر اذن شفاعت ملے۔ وہیں رونق افروز ہو کر شفاعت فرمائیں۔ اور اسی موقع پر اولین و آخرین حضور کی حمد و ثنا کریں۔ اسی سے ظاہر ہو جائے گا کہ خدائی میں سب سے جہتر و افضل یہی ہیں۔

وعدتہ :- یہ آیت کریمہ ـــ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ـــ کی طرف اشارہ ہے ـــ یعنی تمہارا پروردگار جلد ہی تم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ عزوجل نے وعدہ فرما لیا۔ تو دعا سے کیا فائدہ ـــ اس دعا کا فائدہ دعا کرنے والے کو ملے گا کہ وہ شفاعت کا حقدار ہو جائے گا۔

حلت لہ :- اس کا ترجمہ امام نووی نے فرمایا ـــ وجبت۔ طحاوی میں حضرت ابن مسعود

---

[1] اول صلوۃ باب استحباب القول مثل قول المؤذن ص۱۶۶ نیز ابوداؤد۔ نسائی۔ طحاوی۔

[2] عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۲۳۔ [3] فتح الباری جلد ثانی ۵۴۔

کی حدیث میں یہی ہے۔ اس کی شفاعت میرے ذمے واجب ہو گئی۔ اور علامہ عینی نے فرمایا۔ استحقت سے خاص شفاعت مراد ہے۔ مثلاً جنت میں بلاحساب وکتاب داخل کرانا۔ درجے بلند کرانا۔ ورنہ مطلق شفاعت کے لئے تو خود ارشاد فرمادیا ہے۔ شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ میری امت کے گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے لئے میری شفاعت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اذان کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ اس خصوص میں صریح احادیث بھی وارد ہیں۔ فرمایا۔ ساعتان لایرد فیھما الدعاء حضرۃ النداء بالصلوۃ وحضرۃ الصف فی سبیل اللہ۔ دو وقت دعا رد نہیں ہوتی نماز کے لئے اذان کے وقت اور راہ خدا میں جہاد کے لئے صف بندی کے وقت[۱] اور فرمایا۔ لایرد الدعاء بین الاذان والاقامۃ اذان و اقامت کے مابین دعا رد نہیں کی جاتی[۲]

نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انسان کتنا ہی بلند مرتبہ ہو اسے چاہیئے کہ مسلمانوں سے دعا کے لئے کہے خصوصاً صالحین سے خصوصاً اوقات اجابت میں۔

کشمیری صاحب کا رد

فیض الباری میں ہے کہ اذان کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا بدعت ہے۔ اس لئے کہ اس دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں۔ اور عمومات کا سہارا لینا لغو ہے۔ اس کے بعد ہے کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاص فعل وارد ہے۔ ہاں اگر اس میں حضور کا خاص فعل وارد نہ ہوتا تو عمومات کا سہارا مفید ہوتا۔ مگر جبکہ حضور کا خاص فعل منقول ہے تو وہی اسوۂ حسنہ ہے۔ جلد ثانی ص ۱۹۷۔

مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ ارشاد کشمیری صاحب ہی کا ہے۔ مگر جب ان کے تلامذہ نے ان کی طرف منسوب کیا ہے تو یقین ہی کرنا پڑتا ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ شاید کشمیری صاحب کے نزدیک ایسی کوئی روایت ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذان کے بعد والی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ اس لئے عمومات سے استدلال صحیح نہیں۔ اقول۔ شاید کشمیری صاحب کے خزانہ عامرہ میں بند کسی صندوق میں ایسی کوئی حدیث ہو۔ جو دست بُرد زمانے سے برباد ہو گئی ہو۔ ورنہ احادیث کی کسی کتاب میں ایسی کوئی روایت نہیں جس میں یہ تصریح ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان کے بعد کی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اور جب ایسی کوئی روایت نہیں تو بقول کشمیری صاحب عمومات سے استدلال حق۔ احادیث میں مطلقاً دعا کا طریقہ یہ ارشاد ہوا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگو۔ ابوداؤد[۳] میں ہے کہ

۱؎ عمدۃ القاری جلد خامس ص ۱۲۳ ۲؎ ابوداؤد اول اذان باب الدعاء بین الاذان والاقامۃ۔ ترمذی اول باب لایرد الدعاء بین الاذان والاقامۃ ص ۲۹ ثانی الدعوات باب ص ۱۹۹۔
۳؎ جلد اول باب الدعاء ص ۲۰۹۔

ت ۱۲۸ وَيُذْكَرُ اَنَّ قَوْمًا اِخْتَلَفُوْا فِي الْاَذَانِ فَاَقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ عہ

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک قوم نے اذان دینے کے لئے اختلاف کیا تو ان میں حضرت سعد نے قرعہ ڈالا۔

اِذَا سَئَلْتُمُ اللّٰہَ فَاسْئَلُوْا ببطون اکفکم ولا تسئلوا بظہورہا۔ — اللہ سے جب سوال کرو تو ہتھیلیوں سے مانگو پشت دست سے مت مانگو۔

اسی میں وہیں چند احادیث کے بعد ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اَنَّ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا دعا فرفع یدیہ مسح وجہہ بیدیہ۔ — نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ان کو چہرے پر ملتے۔

مشکوٰۃ[1] میں بیہقی کی دعوات کبیر کے حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یرفع یدیہ فی الدعاء حتی یری بیاض ابطیہ — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا میں اپنے ہاتھ اٹھاتے اتنا کہ بغل کی سفیدی دکھائی دیتی۔

ابوداؤد میں وہیں ایک حدیث کے پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد منقول ہے۔

المسألۃ ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحوھما۔ — سوال یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کو اپنے مونڈھوں تک اٹھاؤ یا اس کے قریب۔

حدیث فعلی اور قولی دونوں سے ثابت ہو گیا۔ کہ مطلقاً دعا کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں اوپر کر کے مونڈھوں تک اٹھائی جائیں اور بعد دعا منہ پر مل لی جائیں۔ اس میں نہ کسی دعا کی تخصیص ہے نہ دعا بعد اذان کا استثناء۔ اس لئے کشمیری صاحب کے علی الرغم یہ ثابت کہ بعد اذان والی دعا میں بھی سنت یہی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے۔ کوئی صاحب اس دعا کا استثناء کہیں دکھا دیں تو ہم ان کے مشکور ہوں گے۔

کلمات دعا: اذان کے بعد کی دعا میں دوسرے بہت سے کلمات وارد ہیں۔ مگر امت کا معمول مذکورہ بالا دعا کا پڑھنا ہے۔ الدرجۃ الرفیعۃ — کا بھی علماء نے اضافہ فرمایا ہے۔ بیہقی[2] کی روایت میں۔ انک لا تخلف المیعاد۔ زائد ہے۔ اس کا بھی اضافہ کرے دعا سے پہلے درود شریف پڑھے جیسا کہ مسلم وغیرہ کی حدیث گزری۔ شامی[3] میں ہے۔

قولہ یدعو ای بعد ما یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما رواہ مسلم وغیرہ۔ — دعا کرے اس کے بعد کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھ لے۔ کیوں کہ مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۱۲۸: یہ واقعہ ۱۵ ہجری میں فتح قادسیہ کے دن پیش آیا تھا۔ مؤذن اس جنگ میں

عہ باب الاستہام فی الاذان ص ۸۶۔ [1] کتاب الدعوات فصل ثالث ص ۱۹۶۔ [2] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۱۳۳

حدیث ۴۰۸

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ یَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّسْتَهِمُوْا عَلَیْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی التَّهْجِیْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَیْهِ وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر لوگ جانتے کہ اذان کہنے اور صف اول میں کتنا ثواب ہے اور قرعہ اندازی کے بغیر نہ پاتے تو ضرور قرعہ ڈالتے۔ اگر لوگ جانتے کہ دوپہر کی نماز میں کتنا ثواب ہے تو اس کی طرف دوڑکے آتے اور اگر لوگ جانتے کہ عشاء اور صبح کی نماز میں کتنا ثواب ہے تو گھسٹتے ہوئے آتے۔

شہید ہوگئے تھے۔ دوپہر سے پہلے پہلے قادسیہ فتح ہوگیا۔ ظہر کے وقت چند حضرات اس منصب کے اُمیدوار ہوئے اور بات بڑھ گئی تو معاملہ حضرت سعد کی خدمت میں پیش ہوا تو انھوں نے قرعہ اندازی کر کے فیصلہ کیا۔ قادسیہ حاجیوں کے راستے پر کوفے سے ایک منزل کے فاصلے پر ہے۔ یہیں ۱۵ھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ایرانیوں سے مجاہدین اسلام کا سب سے بڑا اور فیصلہ کن معرکہ پیش آیا تھا۔ جو تین دن تک مسلسل جاری رہا۔ چوتھے دن اللہ عزوجل نے مجاہدین اسلام کو زبردست فتح عطا فرمائی۔ ایرانیوں کا سپہ سالار رستم مارا گیا۔ اس اثر کو سعید بن منصور، بیہقی اور سیف بن عمر نے الفتوح میں اور ابن جریر طبری نے روایت کیا۔

تشریحات ۴۰۸

ابو الشیخ کی روایت میں — من الخیر والبرکۃ — زائد ہے۔ یہ ما کی تفسیر ہے — لاستھموا علیہ — استھام کا مادہ سھم ہے۔ اس کا ترجمہ ہوگا۔ حصہ طلب کرنا۔ عرف میں اس کے معنی قرعہ ڈالنے کے ہیں۔ علیہ کا مرجع بتاویل مذکور نداء اور صف اول دونوں ہیں۔ جیسے آیت کریمہ — وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ فرقان — اوپر شرک قتل ناحق، زنا، تین جرائم کا ذکر تھا۔ ان تینوں کی طرف — ذٰلِکَ — واحد کے صیغے سے اشارہ کیا گیا جو ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب کرے وہ سزا پائے گا۔ تہجیر — کے معنی اول وقت آنا۔ اور ہاجرہ — میں آنا۔ پہلی تقدیر پر مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے اول میں آنا یا یہ کہ مسجد میں حاضر ہوکر

عہ اول اذان باب الاستھام فی الاذان ص۸۶ باب فضل التھجیر بالظہر ص۹۰ باب الصف الاول ص۹۰ شہادات باب القرعۃ فی المشکلات ص۳۶۰ مسلم صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

نماز کا انتظار کرنا۔ ورنہ یہ حدیث ان احادیث کے معارض ہوگی جن میں فجر میں اسفار۔ ظہر میں ابراد۔ عشاء میں تاخیر کا حکم ہے۔ دوسری تقدیر پر چونکہ ہاجرہ کا اطلاق دوپہر سے لے کر قبل عصر تک ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے۔ تو یہ حدیث ابراد کے معارض نہیں۔ لاستبقوا سے واقعی دوڑنا مراد نہیں۔ اس لئے کہ نماز کے لئے دوڑ کر چلنا ممنوع ہے۔ تیزی سے لپکنا مراد ہے۔ حبوا۔ کے معنی ہیں بچے کا گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل چلنا یا سرین پر گھسٹنا۔

فضائل صف اول

مسلم[۱] میں ہے کہ فرمایا۔ مردوں کی سب سے بہتر صف پہلی ہے طبرانی[۲] کی معجم اوسط میں ہے کہ فرمایا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صف اول کے لئے تین بار دعا مغفرت فرمائی۔ اور صف ثانی کے لئے دو بار ثالث کے لئے ایک بار۔ مسلم[۳] میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ صف اول سے پیچھے ہوتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ان کو پیچھے کر دے گا۔ ابن ماجہ[۴] میں حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ ابن حیان[۵] نے بھی حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ مسلم[۶] میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور نے فرمایا۔ تم لوگ اس طرح کیوں نہیں صف لگاتے جیسے فرشتے اللہ عزوجل کے حضور صف لگاتے ہیں۔ وہ پہلی صف پوری کرتے ہیں۔ اور خوب مل کے کھڑے ہوتے ہیں۔

---

[۱] اول صلوٰۃ باب امر النساء المصلیات ص۱۸۲۔
[۲] عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۲۵۔
[۳] اول صلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف واقامتہا ص۱۸۲۔
[۴] باب اقامۃ الصفوف ص۷۱۔
[۵] عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۲۵
[۶] اول صلوٰۃ باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ ص۱۸۱۔

ت ۱۲۹

وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِي أَذَانِهِ۔

اور سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اذان میں کلام کیا۔

ت ۱۳۰

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يَضْحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ۔

اور حضرت حسن بصری نے کہا اذان دیتے اور اقامت کہتے وقت ہنسنے میں حرج نہیں۔

حدیث ۴۰۹

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ رَزْغٍ فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ فَأَمَرَهُ أَنْ يُنَادِيَ، اَلصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ فَعَلَ هٰذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کیچڑ والے دن ہم کو خطبہ دیا، جب موذن حی علی الصلوۃ پر پہنچا تو اسے حکم دیا۔ یہ اعلان کر دے۔ اپنے اپنے ٹھکانوں پر لوگ نماز پڑھ لیں۔ اس پر حاضرین نے ایک دوسرے کو دیکھا تو فرمایا یہ اس ہستی نے کیا ہے جو اس سے بہتر تھی۔ اور یہ بھی جمعہ فرض ہے

تشریحات ۱۲۹-۱۳۰-۴۰۹

اثر ۱۲۹ کو امام بخاری نے تاریخ میں، ان کے استاد ابو نعیم نے کتاب الصلوٰۃ میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان بن صرد لشکر میں تھے اور اذان کہتے تھے۔ اور اپنی ضروریات کے لئے اذان ہی کی حالت میں خادم کو حکم دیا کرتے تھے۔ علامہ عینی نے فرمایا اثر ۱۳۰ کو باب سے کوئی مطابقت نہیں۔ اس لئے کہ باب یہ ہے اذان میں کلام کا بیان۔ اور ضحک کلام نہیں۔ اس لئے کہ ضحک اس طرح ہنسنے کو کہتے ہیں کہ خود سنے اور بغل والا نہ سنے۔ اگر بجائے اس کے اس اثر کو ذکر کرتے تو باب کے زیادہ مطابق ہوتا کہ ابن علیہ نے اذان یا اقامت میں کلام کے بارے میں یونس سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ مجھ سے عبید اللہ بن غلاب نے حضرت حسن بصری کے بارے میں بتایا۔ کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔ **اقول** ـ لیکن فقہاء نے ضحک کو مفسد صلوٰۃ اسی بنا پر ٹھہرایا۔ کہ یہ ملحق بالکلام ہے اس لئے اس اثر کی بھی باب سے مطابقت ظاہر ہے۔

تکمیل:۔ باب ھل یصلی الامام لمن حضر میں اتنا زائد ہے میں نے یہ پسند نہیں کیا۔ کہ تم کو حرج میں ڈالوں۔ وہیں دوسری روایت میں ہے۔ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ تم کو گنہگار

تعم اول اذان باب الکلام فی الاذان ص۸۶ باب ھل یصلی الامام لمن حضر ص۹۲۔ جمعہ۔ باب الرخصۃ ان لم یحضر الجمعۃ فی المطر ص۱۲۳ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

تم لوگ گھٹنوں تک کیچڑ میں دھنستے ہوئے آؤ۔ کتاب الجمعہ میں یوں ہے کہ حضرت ابن عباس نے اپنے موذن سے بارش والے دن میں کہا۔ جب تو' اشہد ان محمد رسول اللہ' کہہ چکے تو حی علی الصلوۃ مت کہنا۔ یہ کہنا۔ اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔ اخیر میں ہے۔ میں نے یہ پسند نہیں کیا۔ کہ تم کو حرج میں ڈالوں اور تم لوگ کیچڑ اور پھسلن میں آؤ۔

رزغ کے معنی۔ الغیم البارد۔ ٹھنڈک پیدا کرنے والے بادل کے بھی ہیں۔ اور کیچڑ کے بھی۔ عام طور پر اس کا ترجمہ، جاڑے اور بادل۔ کیا جاتا ہے۔ مگر........ دوسرے طریق میں جب یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ میں نے یہ نہیں پسند کیا کہ تم لوگ کیچڑ میں گھٹنوں تک دھنستے ہوئے آؤ۔ یہ اس پر نص ہے۔ کہ رزغ سے مراد کیچڑ ہی ہے۔ اس دن بارش ہوگئی تھی جس کی وجہ سے کیچڑ پیدا ہوگئی تھی۔ ایک روایت میں۔ اُدَثِّمکم بھی آیا ہے۔ یعنی میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ تم کو گنہگار کروں۔ اس کی توجیہ یہ ہے۔ کہ کیچڑ میں چلنے سے تکلیف ہوگی۔ تو ناگواری کے ساتھ نماز کے لئے آؤ گے۔ یہ گناہ ہے۔ دوسرے یہ کہ کیچڑ سے سنے ہوئے پیروں کے ساتھ مسجد میں آؤ گے جس سے مسجد آلودہ ہوگی۔

الصلوۃ فی الرحال:۔ کتاب الجمعہ میں ہے۔ فی البیوت۔ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ قصہ کسی شہر میں پیش ہوا۔ وہیں یہ بھی ہے۔ کہ موذن کو حکم دیا حی علی الصلوۃ مت کہنا۔ صلوا فی بیوتکم۔ کہنا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ نظم اذان میں تبدیلی کا حکم دیا۔ اور اثنار اذان میں یہ کہلایا آگے باب الاذان للمسافر۔ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان کے بعد یہ اعلان کرایا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل بلاشبہ لائق ترجیح ہے علاوہ ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں اضطراب بھی ہے۔ کتاب الصلوۃ کی دونوں روایتوں میں ہے کہ جب مؤذن حی علی الصلوۃ پر پہنچا تو فرمایا۔ کہو الصلوۃ فی الرحال۔ پکار دو۔! اور کتاب الجمعہ کی جو روایت ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اذان شروع کرنے سے پہلے ہی مؤذن کو ہدایت کردی تھی۔ کہ حی علی الصلوۃ، مت کہنا۔ صلوا فی بیوتکم۔ کہنا۔ اگرچہ یہ اضطراب دور ہوسکتا ہے تو ترجیح کی اصل وجہ وہی ہوتی کہ ارشاد رسول فعل صحابی پر مقدم ہوگا۔

اثنار اذان میں کلام باب سے مطابقت ظاہر ہے۔ کہ موذن نے حضرت ابن عباس کے حکم کے مطابق۔ الصلوۃ فی الرحال۔ یا صلوا فی بیوتکم۔ ضرور پکارا ہوگا۔ یہ کلمات اذان سے نہیں۔ عوام سے خطاب ہے۔ تو ثابت کہ اثنار اذان میں کلام جائز ہے۔ ہمارے یہاں مکروہ تنزیہی ہے۔ اس لئے کہ عہد نبوی میں کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ موذنوں نے اثنار اذان میں کلام کیا ہو۔ رہ گیا حضرت ابن عباس اور حضرت سلیمان بن صرد کا ارشاد و

حدیث ۴۱۰

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا یُؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُنَادِیَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ قَالَ وَکَانَ رَجُلًا اَعْمٰی لَا یُنَادِیْ حَتّٰی یُقَالَ لَہٗ اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ ؎

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلال رات میں اذان دیتا ہے اس کی اذان کے بعد کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دینے لگے حضرت عبداللہ نے کہا اور وہ نابینا تھے وہ اس وقت تک اذان نہیں دیتے جبتک ان سے یہ کہا جاتا صبح ہوگئی صبح ہوگئی۔

عمل یہ مکروہ تنزیہی کے منافی نہیں۔ کتاب الصلوٰۃ کی دونوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ موذن اذان کے درمیان بات کرسکتا ہے اور ہمارے یہاں ممنوع ہے۔ اس کا جواب کتاب الجمعہ کی روایت ہے جس سے ظاہر ہے کہ اذان سے پہلے یہ ہدایت دی تھی۔ جب اس حدیث کی روایات متعارض تو اس سے استدلال ساقط۔

وانھا عزمۃ:۔ ضمیر منصوب کا مرجع جمعہ ہے۔ جو خطبنا سے مفہوم ہوتا ہے یہ دلیل ہے کہ جمعہ فرض ہے۔

تشریحات ۴۱۰

اذان قبل فجر۔ ائمہ ثلثہ وغیرہ اور امام ابو یوسف اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ فجر کی اذان قبل فجر درست ہے ہمارے یہاں درست نہیں۔ اگر کوئی وقت سے پہلے اذان کہے تو وقت ہونے کے بعد اس کا اعادہ ضروری ہے ہماری دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا۔ ایک بار بلال نے طلوع فجر سے پہلے اذان دے دی۔ تو انھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جا کر اوپر پکار دو۔ بندہ سوگیا تھا[۱] اس حدیث پر امام ترمذی کی تنقید کا محققانہ جواب عمدۃ القاری میں ملاحظہ کریں۔[۲] بعینہ یہی مضمون حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے[۳] ابوداؤد[۴] میں ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موذن نے ایک بار طلوع فجر سے پہلے اذان دیدی تو اسے وہی حکم دیا۔ ابوداؤد ہی میں حضرت بلال رضی اللہ

؎ اول اذان باب اذان الاعمیٰ ص۸۶ باب الاذان بعد الفجر ص۶۷ باب الاذان قبل الفجر ص۸۷ الصوم۔ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یمنعکم من سحورکم اذان بلال ص۲۵۷ جلد ثانی۔ آحاد باب اول ص۱۰۶ مسلم الصیام۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

[۱] ابوداؤد باب فی الاذان قبل دخول الوقت ص۷۹ طحاوی اول باب التاذین ای وقت ھو ص۶۸

[۲] عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۳۱ [۳] اول باب الاذان قبل دخول الوقت ص۷۹ [۴] ایضا

حدیث ۴۱۱	عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ اَخْبَرَتْنِیْ
	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مجھے حفصہ نے خبر دی
حَفْصَۃُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اعْتَکَفَ الْمُؤَذِّنُ	
جب موذن صبح کی اذان کے لئے کھڑا ہوجاتا اور صبح ظاہر ہو جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	
لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ تُقَامَ الصَّلٰوۃُ۔ عہ	
ہلکی دو رکعت اقامت سے پہلے پڑھتے تھے۔	
حدیث ۴۱۲	عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ بَیْنَ النِّدَاءِ وَالْاِقَامَۃِ مِنْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ عہ	
صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان ہلکی دو رکعت پڑھتے تھے۔	

تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک اس طرح فجر ظاہر نہ ہو جائے اذان نہ دے اور حضور نے ہاتھ کو چوڑائی میں پھیلایا۔ رہ گئی زیر بحث حدیث تو آگے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث آرہی ہے۔ جس میں یہ فرمایا۔ کہ بلال اس لئے اذان دیتے ہیں تاکہ تمہارا تہجد پڑھنے والا لوٹے اور سونے والا جاگ جائے۔ اس سے ظاہر کہ حضرت بلال کی اذان نماز کے لئے نہ تھی بلکہ تہجد اور سحری کے لئے تھی۔ اس کی مکمل بحث شرح معانی الآثار اور عمدۃ القاری و فتح القدیر میں مطالعہ کریں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نابینا کی اذان بلا کراہت درست ہے۔ اگر کوئی اسے وقت بتانے والا ہو۔ ہاں اگر کوئی وقت بتانے والا نہ ہو تو مکروہ ہے۔

تشریحات ۴۱۱-۴۱۲

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ فجر میں فرض سے پہلے دو رکعت سنت ہے اور یہ کہ اسے بہت مختصر پڑھنی چاہیے۔

عہ باب الاذان بعد الفجر ص ۸۷ تہجد۔ باب التطوع بعد المکتوبۃ ص ۱۵۷ مسلم صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ ابن ماجہ۔

عہ باب الاذان بعد الفجر ص ۸۷ مسلم صلوٰۃ۔

حدیث ۴۱۳

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَمْنَعَنَّ اَحَدَکُمْ اَوْ اَحَدًا مِّنْکُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِّنْ سُحُوْرِہٖ فَاِنَّہٗ

نے فرمایا۔ تم میں سے کسی کو سحری سے بلال کی اذان نہ روکے۔ اس لئے کہ وہ رات میں

یُؤَذِّنُ اَوْ یُنَادِیْ بِلَیْلٍ لِیَرْجِعَ قَائِمَکُمْ وَلِیُنَبِّہَ نَائِمَکُمْ وَلَیْسَ اَنْ یَّقُوْلَ الْفَجْرُ

اذان دیتا ہے تاکہ تہجد پڑھنے والا لوٹے اور سونے والا جاگ جائے۔ یہ نہیں کہ کوئی کہے فجر یا صبح ہو گئی اور

اَوِ الصُّبْحُ وَقَالَ بِاَصَابِعِہٖ وَرَفَعَہُمَا اِلٰی فَوْقُ وَطَأْطَأَ اِلٰی اَسْفَلَ حَتّٰی یَقُوْلَ ہٰکَذَا

حضور نے اپنی انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔ اور انھیں اوپر اٹھایا اور نیچے جھکایا۔ یہاں تک کہ ایسے ہو جائے

وَقَالَ زُہَیْرٌ بِسَبَّابَتَیْہِ اِحْدٰہُمَا فَوْقَ الْاُخْرٰی ثُمَّ مَدَّہُمَا عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَشِمَالِہٖ ؏

اور زہیر نے اپنی کلمے کی دونوں انگلیوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھا۔ پھر ان کو داہیں بائیں کھینچا۔

حدیث ۴۱۴

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اَنَّ بِلَالًا کَانَ

حضرت ابن عمر اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ بلال رات

تشریحات ۴۱۳-۴۱۴ :- پہلی حدیث اس پر نص ہے کہ حضرت بلال طلوع فجر سے پہلے جو اذان کہتے تھے وہ نماز کے لئے نہ تھی بلکہ یہ بتانے کے لئے تھی کہ فجر کا وقت قریب آ رہا ہے۔ جو لوگ تہجد پڑھ رہے ہوں وہ اب کچھ دیر آرام کر لیں۔ تاکہ فجر کی نماز نشاط کے ساتھ ادا کریں۔ وتر نہیں پڑھی ہے تو پڑھ لیں۔ سحری نہیں کھائی ہے تو کھا لیں۔ سونے والے جاگ جائیں ضروریات سے فارغ ہو لیں۔ نماز فجر کے لئے تیار ہو جائیں۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ صبح کاذب رات کا جز ہے۔ مقابلتہً یہ ثابت ہوا کہ صبح صادق دن کا جز ہے۔ نیز یہ ثابت ہوا کہ صبح کاذب کی سفیدی لمبائی میں ہوتی ہے۔ یعنی افق سے اوپر کی جانب اور صبح صادق جنوباً و شمالاً پھیلی ہوتی ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ صبح کاذب کے نیچے افق تاریک ہوتا ہے۔ اور صبح صادق افق کی جڑ سے ابھرتی ہے۔ اور بلند ہونے کے ساتھ ساتھ کنارہ افق پر پھیلتی ہے۔ دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال اور حضرت

؏ باب الاذان قبل الفجر صـ۸۷ ثانی۔ طلاق باب الاشارۃ فی الطلاق والامور صـ۷۹۸ الآحاد باب اول صـ۱۰۷۶ مسلم صوم نسائی صلوٰۃ۔ صوم۔ ابو داؤد صوم۔ ابن ماجہ۔

يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا وَاشْرَبُوا

اذان دیتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ

حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ لَا يُؤَذِّنُ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ ـ قَالَ

ابن ام مکتوم اذان دیں۔ اس لئے کہ جب تک فجر طلوع نہیں ہو جاتی۔ یہ اذان نہیں دیتے۔

الْقَاسِمُ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ أَذَانِهِمَا إِلَّا أَنْ يَرْقَى ذَا وَيَنْزِلَ ذَا

قاسم نے فرمایا۔ ان دونوں کی اذان میں فرق اتنا ہی تھا کہ یہ چڑھتے اور وہ اترتے۔

حدیث ۴۱۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ

حضرت عبد اللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ثَلَاثًا لِمَنْ شَاءَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ جو چاہے۔

ابن ام مکتوم کی اذانوں کے مابین بہت زیادہ فصل نہیں ہوتا تھا۔

قال القاسم:۔ حضرت قاسم عہد رسالت کے بعد ۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اس لئے یہ روایت مرسل ہوئی۔ اقول۔ جمہور اور ہمارے یہاں ثقہ کی مرسل حدیث حجت ہے۔ علاوہ ازیں نسائی کی جو روایت ہے اس میں یہ ہے قالت عائشۃ فلم یکن بین اذانیہما الا ان یترل ھذا ویصعد ھذا۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ یہاں بخاری میں۔ قال القاسم کا مطلب یہ ہے۔ عن عائشۃ۔

تشریحات ۴۱۵ اس عموم سے نماز مغرب مستثنیٰ ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام خصوصاً خلفاء اربعہ مغرب سے پہلے فرض سے پہلے نفل نہیں پڑھتے تھے۔ مگر صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد صحابہ تیزی سے مسجد کے ستونوں کی طرف بڑھتے۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے تو وہ اسی طرح نماز پڑھتے رہتے۔ دو رکعت مغرب کے فرض سے پہلے پڑھتے۔ اذان اور اقامت کے درمیان بہت مختصر فصل رہتا۔

۱۔ الصوم باب لا یمنعکم من سحورکم اذان بلال ص ۲۵۷ اذان باب الاذان قبل الفجر ص ۸۷

۲۔ باب کم بین الاذان والاقامۃ ص ۸۷ باب بین کل اذانین صلوٰۃ ص ۸۷ مسلم صلوٰۃ۔ ابو داؤد تطوع۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی اذان۔ ابن ماجہ اقامت۔

حدیث ۴۱۶

اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جب فجر کی پہلی اذان کہہ کے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَکَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْاُوْلٰی مِنْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَکَعَ

موذن چپ ہو جاتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوتے۔ اور نماز فجر سے پہلے

رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ بَعْدَ اَنْ یَّسْتَبِیْنَ الْفَجْرُ ثُمَّ اضْطَجَعَ

فجر کے ظاہر ہو جانے کے بعد دو رکعت مختصر پڑھتے۔ اس کے بعد داہنی کروٹ پر لیٹے یہاں

عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْمَنِ حَتّٰی یَاْتِیَہُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَۃِ عہ

تک کہ اقامت کی اجازت لینے کے لئے موذن حاضر ہوتا۔

حدیث ۴۱۷

عَنْ مَالِکِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِیْ فَاَقَمْنَا عِنْدَہٗ عِشْرِیْنَ لَیْلَۃً وَّکَانَ

کی خدمت میں اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا بیس رات وہاں حاضر رہا

تشریح ۴۱۶:- اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سنتیں گھر میں پڑھنی بہتر ہیں۔ اور یہ کہ گھر میں رہ کر بھی نماز کا انتظار درست ہے خواہ وہ امام ہو خواہ مقتدی۔ لیکن گھر پر انتظار کرنے میں اگر صف اول میں جگہ ملنا مشتبہ ہو تو مسجد میں آکر انتظار کرے۔ جو شخص تہجد کا عادی ہو وہ فجر کی سنت پڑھ کر کچھ دیر لیٹ لے تو بہتر ہے اگر گھر میں۔ مسجد میں غیر مقلدین کی طرح نہ لیٹے کہ نمازی بیٹھے اوراد میں مشغول ہوتے ہیں سنتیں پڑھتے ہیں اور یہ ٹانگ پھیلا کر لیٹ جاتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ قرآن مجید ہاتھ میں لئے تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ قرآن مجید کی طرف پاؤں کرکے پھیل جاتے ہیں۔

تشریحات ۴۱۷ مالک بن الحویرث لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں سکونت پذیر تھے۔ وہیں ۹۴ھ میں وصال فرمایا۔ یہ بھی ان صحابہ کرام میں سے ہیں۔ جن کا زمانہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پایا ہے۔ اغلب یہ ہے کہ زیارت بھی کی ہے۔

تکمیل:- بخاری شریف کے متعدد ابواب میں اس حدیث کے اندر جو زیادتیاں ہیں

عہ باب من انتظر الاقامۃ ص۸۷ نسائی صلوٰۃ۔

رحیما رفیقا فلما رأی شوقنا الی اھلینا قال ارجعوا فکونوا فیھم وعلموھم

حضور بہت مہربان مشفق تھے چنانچہ جب اپنے اہل کی جانب ہمارے اشتیاق کو محسوس فرمایا تو ارشاد فرمایا۔ اپ

وصلوا فاذا حضرت الصلوٰۃ فلیؤذن لکم احدکم ولیؤمکم اکبرکم عه

جاؤ اور ان میں رہو اور انھیں تعلیم دو اور نماز پڑھتے رہنا جب نماز کا وقت آجائے تو کوئی اذان کہے اور تم لوگوں میں جو سب سے بڑا ہو وہ امامت کرے

سب کو ملانے کے بعد یہ حدیث یوں ہے۔ حضرت مالک بن الحویرث کہتے ہیں۔ میں اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ہم سب جوان ہم عمر تھے ہم وہاں بیس دن اور بیس رات رہے۔ اور حضور بہت مہربان مشفق تھے۔ ہمیں اپنے اہل کا اشتیاق ہوا جب حضور نے یہ محسوس فرمالیا تو ہم سے پوچھا۔ اپنے گھر کس کو چھوڑا ہے۔ ہم نے بتایا۔ تو فرمایا۔ اپنے اہل میں جاؤ۔ اور انھیں میں رہو اور انھیں حکم دو۔ حضور نے کچھ باتیں بیان فرمائی تھیں۔ جنھیں بھول گیا۔ جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے ویسے ہی نماز پڑھنا اور انھیں تعلیم دو اور فلاں وقت فلاں نماز پڑھو۔ اور فلاں وقت فلاں نماز۔ جب نماز کا وقت آجائے تو کوئی اذان کہے اور جو تم میں زیادہ عمر کا ہو وہ امامت کرے۔ یہ سب لوگ علم میں مساوی تھے۔ اس لئے کہ ساتھ ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ واپس ہوئے۔ اس لئے امامت کے لئے زیادہ عمر والے کو ترجیح کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امامت اذان سے افضل ہے۔

مطابقت یہاں باب تھا۔ جس نے یہ کہا سفر میں ایک مؤذن اذان دے۔ اس سے مطابقت یوں ہوئی کہ انھیں رخصت فرماتے ہوئے فرمایا۔ جب نماز کا وقت آجائے تو کوئی اذان کہے۔ تو رخصتی کے بعد یہ حکم نافذ ہوگیا۔ اس لئے راستے کے لئے بھی حکم ہوگیا۔ اور جب تک گھر نہیں پہنچیں گے مسافر رہیں گے تو ثابت کہ مسافر بھی اذان کہے۔

عه باب من قال لیؤذن فی السفر موذن واحد ص۸۷ باب الاذان للمسافر ص۸۸ باب اثنان فما فوقھما جماعۃ ص۹۰ باب اذا استووا فی القراءۃ فلیؤمھم اکبرھم ص۹۴ الجھاد باب سفر الاثنین ص۳۹۹ ثانی الادب باب رحمۃ الناس والبھائم ص۸۸۸ الآحاد باب اول ص۱۰۷۶ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

حدیث ۴۱۸

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَتَى رَجُلَانِ

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ دو شخص نبی صلی اللہ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ سفر کا ارادہ رکھتے تھے۔ تو ان سے نبی صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَأَذِّنَا ثُمَّ أَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا۔

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دونوں نکلو تو اذان دو پھر اقامت کہو اور تم میں جو زیادہ عمر کا ہو وہ امامت کرے۔

حدیث ۴۱۹

حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ قَالَ أَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ

نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ضجنان میں جاڑے کی حالت میں

ثُمَّ قَالَ صَلُّوْا فِيْ رِحَالِكُمْ وَأَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اذان دی پھر کہا تم لوگ اپنے پڑاؤ میں نماز پڑھ لو۔ اور ہمیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُوْلُ عَلٰى أَثَرِهٖ أَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ

وسلم کسی موذن کو اذان کا حکم دیتے پھر فرماتے۔ پڑاؤ میں نماز پڑھو۔ جاڑے یا بارش کی

فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيْرَةِ فِي السَّفَرِ۔

رات میں سفر کی حالت میں۔

تشریح ۴۱۸

یہ حدیث حقیقت میں پہلی والی ہی ہے ان دو شخصوں سے مراد مالک بن حویرث اور ان کے ساتھی ہیں۔ جیسا کہ کتاب الجہاد میں ہے۔ مگر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو شخص ان کے علاوہ تھے۔ اس لئے ہم نے اسے مع متن کے لکھا۔ اذنا۔ اقیما۔ تثنیہ کا صیغہ ہے۔ مگر مراد یہ ہے کہ تم دونوں میں سے ایک اذان کہے اور اقامت کہے۔ یہ مراد نہیں کہ تم دونوں ساتھ ساتھ یا باری باری اذان و اقامت کہو۔ اس لئے کہ ایک اذان و اقامت پوری جماعت کے لئے کافی ہے۔

تشریح ۴۱۹

ضجنان۔ مکہ معظمہ سے پچیس میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ جاتے ہوئے پڑتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ۔ سنت یہی ہے کلمات اذان

ﻋﻪ باب الاذان للمسافر ص ۸۸۔

ﻋﮧ باب الاذان للمسافر ص ۸۸ ابن ماجہ صلوۃ۔

ت ۱۳۱	وَیُذْکَرُ عَنْ بِلَالٍ اَنَّہٗ جَعَلَ اِصْبَعَیْہِ فِیْ اُذُنَیْہِ۔ حضرت بلال کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی انگلیاں کانوں میں کرتے تھے۔
ت ۱۳۲	وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا یَجْعَلُ اِصْبَعَیْہِ فِیْ اُذُنَیْہِ۔ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں نہیں کرتے تھے۔
ت ۱۳۳	قَالَ اِبْرَاھِیْمُ لَا بَاْسَ اَنْ یُّؤَذِّنَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ۔ ابراہیم نخعی نے فرمایا۔ بغیر وضو اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔

میں کچھ داخل نہ کیا جائے۔ بعد میں صلوا فی الرحال۔ پکارا جائے۔ فی السفر کی قید واقعی ہے احترازی
نہیں۔ سخت جاڑا۔ بارش کیچڑ ہو تو آبادی میں اور مقیم ہوتے ہوئے بھی مسجد میں حاضری اور جماعت
معاف ہے۔

اثبات باب:- یہاں باب ہے۔ مسافر کے لئے اذان واقامت جب جماعت ہو۔ ایسے ہی عرفہ
اور جمع یعنی مزدلفہ میں بھی۔ اور بارش اور سردی کی رات میں مؤذن کا یہ کہنا کہ اپنے ٹھکانوں پر نماز
پڑھ لو۔ جتنی حدیثیں اس باب میں مذکور ہیں۔ ان میں عرفہ اور مزدلفہ کا ذکر نہیں۔ یعنی کسی حدیث میں
یہ مذکور نہیں۔ کہ عرفہ اور مزدلفہ میں بھی اذان واقامت سے نماز پڑھو۔ مگر چونکہ عرفات اور مزدلفہ میں
حجاج حالت سفر ہی میں رہتے ہیں۔ اور مطلق سفر میں اذان واقامت ثابت تو ان دونوں جگہوں میں
بھی ثابت۔

تشریح ۱۳۱ اس تعلیق کو ابن ماجہ اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت کیا ہے۔

تشریح ۱۳۲ اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے نسیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو
دیکھا کہ اپنے اونٹ پر بیٹھے اذان دے رہے تھے۔ سفیان نے پوچھا وہ اپنے کانوں
میں انگلیاں ڈالے تھے یا نہیں؟ تو نسیر نے کہا نہیں مگر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور
حضرت بلال نے کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان کہی تو یہی سنت ہوئی۔ ہو سکتا ہے حضرت ابن عمر نے اس
لئے کانوں میں انگلیاں نہیں ڈالیں کہ ان کے ہاتھ میں اونٹ کی نکیل رہی ہو۔

تشریح ۱۳۳ اس اثر کو بھی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ ہمارے یہاں بغیر وضو
اذان دینا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی بغیر وضو اذان دیدے تو اذان ہو
جائے گی۔

ت ١٣٤	وَقَالَ عَطَاءٌ اَلْوُضُوْءُ حَقٌّ وَسُنَّةٌ ۔
	اور امام عطاء نے کہا کہ وضو ثابت ہے اور سنت ہے۔
ت ١٣٥	عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ عـه

وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

حدیث ٤٢٠	عَنْ عَوْنِ ابْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ رَاٰى بِلَالًا يُؤَذِّنُ
	حضرت ابو جحیفہ نے کہا کہ انھوں نے بلال کو اذان کہتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ پھر

فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا بِالْاَذَانِ عـه

میں بھی ان کے ساتھ ساتھ ادھر ادھر منہ کرنے لگا۔

ت ١٣٦	وَكَرِهَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اَنْ يَّقُوْلَ فَاتَتْنَا الصَّلٰوةُ وَلْيَقُلْ لَمْ نُدْرِكْ
	ابن سیرین اس کو مکروہ جانتے تھے کہ کوئی یہ کہے ہماری نماز فوت ہو گئی یہ کہے ہم نے نہیں

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَحُّ ۔

پائی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح ہے۔

تشریح ١٣٤: اس تعلیق کو عبدالرزاق نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ عطاء نے کہا یہ ثابت اور سنت ہے کہ مؤذن باوضو ہی اذان دے۔ یہ نماز سے ہے یہ نماز کا فاتح ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرت عطاء ہی کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ بغیر وضوء اذان دینے کو مکروہ جانتے تھے۔ اور یہ حدیث سے بھی ثابت ہے۔ ابوالشیخ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا باوضو شخص ہی اذان دے۔

تشریح ١٣٥ مناسبت باب: یہاں باب یہ ہے۔ کیا مؤذن اپنا منھ ادھر ادھر پھیرے کیا ادھر ادھر دیکھ سکتا ہے؟ اور ظاہر ہے کہ ان چاروں تعلیقات کو باب سے

عـه باب هل يتتبع المؤذن فاه ههنا وههنا ص٨٨۔ مسلم، اول طہارت باب ذكر الله في حال الجنابة وغيرها ص١٦٢۔

عـه باب هل يتتبع المؤذن فاه ههنا وههنا ص٨٨۔ عـه باب قول الرجل فاتتنا الصلوٰة ص٨٨

حدیث ۴۲۱

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّیْ
حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ سَمِعَ جَلَبَةَ رِجَالٍ فَلَمَّا
ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ حضور نے کچھ لوگوں کے دوڑنے کی آواز سنی جب
صَلّٰی قَالَ مَا شَاْنُکُمْ قَالُوْا اسْتَعْجَلْنَا اِلَی الصَّلٰوةِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا اِذَا
نماز پڑھ چکے تو دریافت فرمایا۔ تمہارا کیا حال ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ نماز کے لئے ہم نے جلدی کی فرمایا ایسا مت
اَتَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةُ فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا عـه
کرو۔ جب نماز کے لئے آؤ تو اطمینان وسکون کے ساتھ آؤ امام کے ساتھ جتنی پاؤ پڑھو اور جو فوت ہو جائے اسے بعد میں پوری کرو۔

حدیث ۴۲۲

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْاِقَامَةَ فَامْشُوْا اِلَی الصَّلٰوةِ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةُ
فرمایا جب اقامت سنو تو نماز کے لئے سکون ووقار کے ساتھ چلو۔ دوڑو مت۔ جو امام کے ساتھ
وَالْوَقَارُ وَلَا تُسْرِعُوْا فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا عـه
پاجاؤ اسے امام کے ساتھ پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے بعد میں پوری کرو۔

کوئی تعلق نہیں قصہ صرف یہ ہے کہ اذان کے سلسلے میں چار باتوں میں اختلاف ہے (۱) موذن اپنی انگلیاں کانوں میں کرے گا یا نہیں (۲) حیعلتین کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرے گا یا نہیں (۳) اذان میں ادھر ادھر دیکھ سکتا ہے یا نہیں (۴) بلا وضو اذان دینا جائز ہے یا نہیں۔ ان چاروں باتوں میں سے صرف ایک کا عنوان قائم کیا۔ اور بیان چاروں کو کر دیا۔ امام بخاری کا مسلک کیا ہے وہ معلوم نہیں ہو سکا ہمارا مذہب یہ ہے کہ صرف حیعلتین کے وقت دائیں بائیں منہ کرے۔ بقیہ اوقات میں نہیں۔ کانوں میں انگلیاں دے کر اذان کہے اور باوضو کہے۔

تشریحات ۴۲۱ - ۴۲۲ :- یہاں ایک اختلاف یہ ہے کہ مسبوق نے امام کے ساتھ جو نماز

عـه باب قول الرجل فاتتنا الصلوٰة ص۸۸ مسلم صلوٰة۔ عـه باب ما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا ص۸۸ الجمعة باب المشي الی الجمعة ص۱۲۴ مسلم۔ ترمذی نسائی جمعه۔ ابن ماجه مساجد۔

حدیث ۴۲۳

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ وَعَلَیْكُمُ السَّكِیْنَةُ عه

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب اقامت ہی جائے تو تم لوگ کھڑے نہ ہو جاؤ جب تک مجھے دیکھ نہ لو کہ (میں حجرے سے باہر آگیا) اور سکون کے ساتھ رہو۔

پڑھی ہے۔ یہ مسبوق کی ابتدائی نماز ہے یا انتہائی۔ امام شافعی وغیرہ کا قول ہے کہ یہ اس کی ابتدائی نماز ہے۔ احناف اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ انتہائی ہے۔ امام شافعی وغیرہ کا استدلال اس حدیث کے ارشاد۔ فاتموا۔ سے ہے۔ اس لئے کہ اتمام کو لازم ہے کسی چیز کی سابقیت جو ناقص رہ گئی ہو۔ جسے پورا کرنا چاہتا ہے۔ ہمارا استدلال اسی حدیث کے دوسرے طرق میں وارد۔ لفظ۔ فاقضوا۔ سے ہے۔ جسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ نیز مسلم میں بھی یہ ہے۔ واقض ما سبقک۔ نیز ابوداؤد میں بھی ہے۔ نیز بیہقی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا۔ اور قضا چاہتا ہے فوت کو۔ تو اس ارشاد کی صحت کے لئے لازم ہے کہ مسبوق کو جتنی نماز امام کے ساتھ نہیں ملی۔ وہ فوت ہو گئی۔ اس کی نماز اس وقت سے شروع ہو رہی ہے جس وقت وہ امام کے ساتھ شریک ہوا ہے۔ اس لئے مسبوق کی ابتدائی نماز وہ ہوئی جو اس نے امام کے ساتھ پائی۔ اور امام کے سلام کے بعد جو پڑھے گا وہ اخیر اور انتہائی نماز ہوگی۔ ما فاتکم نے بتادیا ہے۔ کہ اسے جو نماز نہیں ملی ہے۔ وہ فوت ہو گئی تو امام کی فراغت کے بعد اسے جو پڑھنی ہے وہ بھی فوت شدہ پڑھنی ہے۔ اور وہ ابتدائی نماز ہے اور فاتموا کا جواب یہ ہے۔ انہی روایت کے لفظ ما فاتکم سے ثابت کہ اس کی نماز کا وہ حصہ جو اسے نہیں ملا۔ فوت ہو گیا ہے۔ اس لئے نماز ناقص ہے۔ اسے قضا پڑھ کر نماز پوری کر لو۔

تشریحات ۴۲۳

جب صحابہ کرام نماز کے لئے جمع ہو جاتے اور جماعت کا وقت ہو جاتا تو حضرت بلال اجازت لے کر اقامت شروع کر دیتے۔ ابتداء میں صحابہ کرام شروع اقامت ہی سے کھڑے ہو جاتے اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ

عه لا تقوموا الی الصلوٰۃ مستعجلا ص ۸۹ جمعہ باب المشی الی الجمعۃ ص ۱۲۴ مسلم مساجد ابوداؤد صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی اذان۔ امامت۔ دارمی صلوٰۃ۔ مسند امام احمد جلد خامس۔

له اول باب استحباب اتیان الصلوٰۃ بوقار وسکینۃ ص ۲۲۰

سه اول باب السعی الی الصلوٰۃ ص ۸۴-۸۵۔

حدیث ۴۲۴

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَاجِیْ رَجُلًا فِیْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ فَمَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ حَتّٰی نَامَ الْقَوْمُ ؎

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اقامت کہی جا چکی تھی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک شخص سے مسجد کے کنارے سرگوشی کرتے رہے۔ نماز کے لئے اس وقت کھڑے ہوئے جب لوگ سو گئے۔

جب تک یہ دیکھ نہ لو کہ میں حجرۂ مبارکہ سے باہر آ گیا کھڑے نہ ہو اگرچہ اقامت ختم ہو جائے۔ اسی بنا پر علماء نے فرمایا۔ کہ اگر اقامت کے وقت امام مسجد میں نہ ہو تو جب تک امام کو دیکھ نہ لیں کھڑے نہ ہوں اگرچہ اقامت پوری ہو جائے۔ اور جب امام و مقتدی مسجد ہی میں ہوں تو اقامت کے وقت سب بیٹھے رہیں۔ جب موذن حی علی الصلوٰۃ تک پہنچے تو کھڑے ہونا شروع کریں۔ حی علی الفلاح پر سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ کھڑے ہو کر اقامت سننا مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات، عالمگیری، شامی میں ہے۔

دیوبندیوں کا عناد دیوبندی عوام و خواص علماء جہلاء سبھی اہل سنت و جماعت کے ساتھ عناد کی وجہ سے کھڑے ہو کر اقامت سنتے ہیں جب کہ حنفی ہونے کے مدعی بھی ہیں یہاں تک کہ قریب قریب یہ مسئلہ اہل سنت کے شعار کی حد تک پہنچ گیا ہے۔

---

۸۹ اذا اقیمت الصلوۃ ص باب الکلام اذا اقیمت الصلوۃ

؎ باب الامام تعرض لہ الحاجۃ بعد الاقامۃ و باب الکلام اذا اقیمت الصلوۃ ص ۸۹ ۔ ثانی الاستیذان باب طول النجوی ص ۹۳۱ ۔ مسلم حیض ۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۲۰ ابوداؤد صلوۃ ۔ نسائی ۔ امامت ۔

ت ۱۳۷

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ مَنَعَتْهُ أُمُّهُ عَنِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَمْ يُطِعْهَا۔

اور حضرت حسن بصری نے فرمایا۔ اگر عشاء کی جماعت سے شفقت کی وجہ سے اس کی ماں روکے تو ماں کی یہ بات نہ مانے۔

حدیث ۴۲۵

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ لِيُحْطَبَ ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِينًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا کہ کچھ لوگوں کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پھر نماز کے لئے اذان کہنے کا حکم دوں پھر کسی کو حکم دوں کہ وہ امامت کرے اس کے بعد انہیں چھوڑ کر ان لوگوں کی طرف جاؤں جو جماعت میں حاضر نہیں اور ان کے گھروں کو جلا ڈالوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ لوگ اگر یہ جانتے کہ فربہ ہڈی اور عمدہ گوشت بھری ہڈیاں پائیں گے تو ضرور عشاء میں شریک ہوتے۔

تشریح ۴۲۴ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ اس کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔ ہو سکتا ہے یہ شخص اپنی قوم کا رئیس رہا ہو۔ حضور نے اس کی تالیف قلب کے لئے دیر تک سرگوشی فرمائی۔ علامہ عینی نے فرمایا ہو سکتا ہے فرشتہ رہا ہو۔ اقول۔ ہو سکتا ہے وہ شخص کوئی اہم بات بتا رہا ہو جس کی تحقیق و تفتیش کیلئے سوالات و جوابات نیز آئندہ کے لئے ہدایات دینے میں تاخیر ہو گئی ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ کسی اہم دینی و قومی کام میں مجمع عام میں بھی کسی خاص آدمی سے سرگوشی کی جا سکتی ہے۔

تشریحات ۴۲۵:۔ الی رجال۔ دوسری روایتوں میں ہے۔ پھر میں ان کو جو بلا کسی سبب کے

عہ باب وجوب الجماعۃ ص۸۹ خصومات باب اخراج اہل المعاصی والخصوم من البیوت ص۳۲۶ ثانی الاحکام باب اخراج الخصوم واہل الریب من البیوت ص۱۰۷۲ نسائی صلوٰۃ۔

ت ۱۳۸	وَكَانَ الْاَسْوَدُ اِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ اِلٰى مَسْجِدٍ آخَرَ عـه اور اسود رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت جب چھوٹ جاتی تو دوسری مسجد میں جاتے۔
ت ۱۳۹	وَجَاءَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلٰى مَسْجِدٍ قَدْ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسجد میں آئے جس میں نماز
	صُلِّيَ فِيْهِ فَاَذَّنَ وَاَقَامَ وَصَلّٰى جَمَاعَةً عـه ہو چکی تھی تو اذان اور اقامت کہی اور جماعت سے نماز پڑھی۔
حدیث ۴۲۶	عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
	تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً سه فرمایا۔ نماز باجماعت اکیلے نماز پڑھنے پر ستائیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔

گھروں میں نماز پڑھتے ہیں جلا دوں لہ۔ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں عشاء کی اقامت کہلاتا اور اپنے جوانوں کو حکم دیتا کہ گھروں کو جلا دیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ جماعت سے نماز واجب ہے۔ اور بلا عذر جماعت چھوڑنا گناہ ہے۔ اور جو جماعت چھوڑنے کا عادی ہو وہ فاسق معلن ہے۔

تشریحات ۱۳۸-۱۳۹ اپنی مسجد میں جماعت چھوٹ جائے تو دوسری مسجد میں جماعت کے لئے جانا ضروری نہیں۔ چاہے تو جائے یہ بہتر ہے مگر مسجد حرام مسجد نبوی سے نہ جائے۔ اسی طرح بیت المقدس سے۔ اس لئے کہ ان مساجد میں جو ثواب ہے وہ دوسری مساجد میں نہیں جس مسجد میں جماعت ہو چکی ہو تو اس میں اذان و اقامت کے ساتھ نماز و جماعت اس وقت جائز ہے جبکہ وہ بازار یا عام گزرگاہ کی مسجد ہو جس میں کوئی امام اور موذن مقرر نہ ہو۔ جس مسجد میں امام اور موذن مقرر ہوں اس میں ہیئت اولیٰ پر جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔ ہیئت اولیٰ بدل کر بلا کراہت درست ہے۔ محراب سے ہٹنے کے بعد ہیئت اولیٰ بدل جاتی ہے۔ ردالمحتار۔ عالمگیری وغیرہ۔

تشریحات ۴۲۶-۴۲۷: حدیث ۳۴۳ کے ضمن میں ہم بتا آئے کہ یہ پچیس، ستائیس، یا پچاس

عـه ایضا۔

عـه باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ص۸۹ ابن ابی شیبہ۔

سه باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ص۸۹ مسلم، نسائی صلوٰۃ۔

له ابوداؤد اول صلوٰۃ باب التشدید فی ترک الجماعۃ ص۸۱

۲ـه مسند امام احمد

حدیث ۴۲۷ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً عہ

فرماتے ہوئے سنا کہ نماز باجماعت تنہا کی نماز پر پچیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔

حدیث ۴۲۸ سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُوْلُ دَخَلَ عَلَیَّ اَبُوالدَّرْدَاءِ

سالم نے کہا میں نے ام الدرداء سے سنا وہ کہہ رہی تھیں کہ میرے پاس ابوالدرداء آئے اور

وَھُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ مَا اَغْضَبَکَ قَالَ وَاللّٰہِ مَا اَعْرِفُ مِنْ اَمْرِ مُحَمَّدٍ

وہ غضبناک تھے میں نے پوچھا غصے کا کیا سبب ہے۔ تو فرمایا خدا کی قسم میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنَّھُمْ یُصَلُّوْنَ جَمِیْعًا عــہ

کی کوئی بات اب نہیں دیکھتا سوائے اس کے کہ لوگ جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں۔

درجے کا فرق نمازی کے اخلاص حضور قلب خشوع وخضوع کی بنا پر ہے۔

تشریحات ۴۲۸ ام الدرداء سے مراد ام الدرداء صغریٰ ہیں۔ جن کا نام جُھَیمہ ہے۔ یہ تابعیہ ہیں۔ ام الدرداء کبریٰ جن کا نام خیرہ ہے وہ مراد نہیں۔ اس لئے کہ سالم بن ابی الجعد راوی کی ان سے ملاقات نہیں۔ ام الدرداء کبریٰ حضرت ابوالدرداء کی حیات ہی میں وفات پاچکی تھیں۔

من امر اکثر نسخوں میں امر کی جگہ، امۃ ہے۔ اسماعیلی اور ابونعیم کی روایت میں ما اعرف کے بعد فیھم کا اضافہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس شہر کے لوگوں میں اس سے مراد، دمشق ہے، جہاں حضرت ابوالدرداء رہتے تھے۔ مراد یہ ہے کہ دین کی جو پابندی اور لحاظ عہد نبوی میں اور شیخین کے زمانے میں تھا وہ اب اس درجہ باقی نہ رہا۔

حضرت ابوالدرداء کا وصال حضرت عثمان غنی کے عہد میں ۳۲ھ میں ہوا ہے۔

عہ باب فضل صلوۃ الجماعۃ ص۸۹۔

عــہ باب فضل صلوۃ الفجر فی جماعۃ ص۹۰۔

حدیث ۴۲۹	عَنْ اَبِی مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
	تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْظَمُ النَّاسِ اَجْرًا فِی الصَّلٰوۃِ اَبْعَدُھُمْ فَاَبْعَدُھُمْ ارشاد فرمایا نماز کا سب سے زیادہ ثواب اسے ہے جو مسجد سے سب سے زیادہ دور ہو
	مَمْشًی وَّالَّذِیْ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی یُصَلِّیَھَا مَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ پھر اس کا جو اس سے بھی زیادہ دور ہو۔ اور جو شخص نماز کا انتظار کرتا ہے تاکہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اس کا
	اَجْرًا مِّنَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَنَامُ ؏ ثواب اس سے زیادہ ہے جو نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔
حدیث ۴۳۰	عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
	اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَّمْشِیْ بِطَرِیْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْکٍ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص راستے پر چل رہا تھا کہ کانٹے کی شاخ راستے پر
	عَلَی الطَّرِیْقِ فَاَخَّرَہٗ فَشَکَرَ اللّٰہُ لَہٗ فَغَفَرَ لَہٗ۔ ثُمَّ قَالَ الشُّھَدَاءُ خَمْسَۃٌ پائی تو اسے ہٹا دیا۔ اللہ نے اسے قبول فرمایا اور اسے بخش دیا۔ پھر فرمایا شہید پانچ ہیں
	اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِیْقُ وَصَاحِبُ الْھَدْمِ وَالشَّھِیْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؏ طاعون میں مرنے والا اور پیٹ کی بیماری میں مرنے والا۔ اور ڈوب کر مرنے والا اور کسی میں دب کر مرنے والا۔ اور راہ خدا میں شہید

تشریحات ۴۲۹:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز یا کسی کار خیر کے لئے چلنا بھی باعث ثواب ہے۔ اسی وجہ سے مسجد جتنی زیادہ دور ہوگی اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔ امام کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے بہ نسبت تنہا پڑھنے کے۔

مطابقت باب:- یہاں باب ہے فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت۔ اس حدیث کی باب سے مطابقت حدیث کے عموم سے ہے۔

تشریحات ۴۳۰ بینما یہ اصل میں بین تھا اشباع کے لئے الف کا اضافہ کیا۔ پھر میم زائد

عہ باب فضل التھجیر الی الظہر صفحہ ۹۰ اول

عہ باب فضل صلوۃ الفجر فی جماعۃ صفحہ ۹۰ مسلم صلوۃ۔ عہ باب فضل صلوۃ الفجر فی جماعۃ صفحہ ۹۰ مسلم صلوۃ۔ ابو داؤد۔ ادب۔ ترمذی البر۔ موطا امام مالک جماعت۔ مسند امام احمد۔

جہاد۔ باب الشہادۃ سبع صفحہ ۳۹۷، مسلم۔ امارۃ۔ البر۔ ابو داؤد۔ ادب۔

کی گئی اس طرح بینما ہو گیا۔ کبھی بغیر میم کے بینا بھی آتا ہے۔ یہ ظرف زمان ہے جو مفاجاۃ کے لئے آتا ہے۔

والشہداء:۔ یہ شہید کی جمع ہے۔ اس کا مصدر شہادۃ ہے۔ جس کے معنی حاضر ہونے کے ہیں۔ یہ یا تو شہود کے معنی میں ہے۔ اس بنا پر کہ اس کی موت کے وقت مخصوص ملائکہ رحمت حاضر ہوتے ہیں۔ یا اس وجہ سے کہ اس کے لئے جنت کی گواہی دی جاتی ہے۔ یا شاہد کے معنی میں ہے اس لئے کہ یہ زندہ ہے اور بارگاہ قدس میں حاضر ہے۔ یا اس بنا پر کہ اس کے لئے اللہ عز وجل نے جو مدارج مہیا فرمائے تھے وہاں پہنچ گیا۔

خمس:۔ اس روایت میں پانچ کی تعداد ہے مؤطا امام مالک[1] اور ابو داؤد، نسائی طبرانی ابن حبان کی حدیث میں شہید فی سبیل اللہ کے علاوہ سات کی تعداد ہے۔ جاریہ۔ ہنونیے میں فوت ہونے والا، جل کر فوت ہونے والا، جو عورت بچے کی پیدائش میں فوت ہو۔ ابن ماجہ[2] میں مسافرت میں فوت ہونے والے کا اضافہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک حدیث میں ہے وہ عاشق جو پاک دامن رہا اور چھپائے رکھا اور اسی میں مر گیا۔ وہ بھی شہید ہے مسند امام احمد میں چوپائے سے گر کر مرنے والے کو بھی شہید[3] فرمایا۔ علاوہ ازیں ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا شرق[4] اور جسے درندے نے پھاڑ ڈالا ہو وہ بھی شہید ہے۔ یہ کل چودہ ہوئے۔ مگر اس میں بھی حصر نہیں۔ بہار شریعت میں حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے چھتیس گنایا مگر یہ بھی حصر کے لئے نہیں۔ مشہور حدیث ہے۔

من قتل دون مالہ فھو شہید[5] من قتل دون اھلہ او دون دمہ فھو شہید من قتل دون دینہ فھو شہید[6] — جو مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے جو اپنے اہل کو بچانے کے لئے مارا جائے وہ شہید ہے جو اپنا دین بچانے کے لئے مارا جائے وہ شہید ہے۔

---

[1] جنائز باب النھی عن البکاء علی المیت ص۸۸۔ ابو داؤد۔ ثانی جنائز باب فی فضل من مات فی الطاعون ص۸۴۔ نسائی اول۔ جنائز باب النھی عن البکاء علی المیت ص۲۶۱۔ [2] جنائز باب فیمن مات غریبا۔ ص۱۱۷۔ [3] عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۷۱ [4] جلد ثانی ص۲۲۱۔

[5] بخاری اول۔ مظالم باب من قتل دون مالہ ص۳۳۷ مسلم۔ ایمان۔ ابو داؤد سنت ترمذی دیات، نسائی تحریم، ابن ماجہ حدود، مسند امام احمد۔

[6] ابو داؤد۔ ثانی۔ سنت باب فی قتال اللصوص ص۳۰۲ ترمذی اول۔ دیات باب من قتل دون مالہ فھو شہید ص۱۷۰ — [7] پانی وغیرہ پیتے وقت گلے میں پھنس جانے سے جو مر جائے

حدیث ۴۳۱ حَدَّثَنِیْ اَنَسٌ اَنَّ بَنِیْ سَلِمَةَ اَرَادُوْا اَنْ يَتَحَوَّلُوْا عَنْ

حمید نے کہا۔ مجھ سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بنی سلمہ نے

علامہ جلال الدین سیوطی نے اس پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔ علامہ اجہوری مالکی نے ساٹھ تک پہونچایا ہے۔ شہداء کے سلسلے میں جو احادیث وارد ہیں ان پر نظر کرنے سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جو کسی وبائی بیماری سے مرے جو کسی حادثے کی وجہ سے مرے جو سخت اذیت ناک بیماری سے مرے جو اپنی یا کسی مسلمان کی جان، مال، آبرو بچانے میں مرے وہ شہید ہے۔

المبطون:۔ صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد پیٹ کی ہر بیماری ہے خواہ وہ استسقا ہو، اسہال ہو یا قبض شدید یا درد شدید ہو۔

شہید کا حکم باعتبار احکام شہید کی دو قسمیں ہیں۔ اول شہید فقہی، یہ وہ شہید ہے جسے جنگ کے موقع پر کافروں نے مار ڈالا ہو، یا میدانِ جنگ میں مردہ ملا اور اس کے جسم پر زخم ہو۔ یا اسے مسلمانوں نے ظلماً قتل کیا ہو اور اس کے قتل سے قصاص یا دیت واجب نہ ہو۔ اسے بغیر غسل دیئے ہوئے نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے گا۔ دوسرے شہید غیر فقہی۔ مذکورہ بالا شہداء کے علاوہ بقیہ تمام شہداء کو غسل دینا فرض ہے۔ ان کے شہید ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انھیں شہداء کے مثل ثواب ملے گا۔

مطابقت باب یہاں باب ہے۔ ظہر کی نماز کے لئے جلد جانے کی فضیلت کا بیان۔ مذکورہ متن کے آگے وہ حصہ ہے جو حدیث [illegible] ہے جس کے اخیر میں یہ ہے اگر لوگ جانتے کہ اول وقت نماز کے لئے جانے میں کیا ثواب ہے تو لوگ سبقت کرتے۔ غالبًا امام بخاری نے تہجیر کے معنی زوال کے فوراً بعد جانے کے سمجھ رکھا تھا اس لئے اسے اس باب میں بھی لائے۔ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ یہ ہاجرہ سے مشتق ہے ہاجرہ کے معنی زوال کے بعد کا وقت ہے یہ دو وجہ سے صحیح نہیں اولاً ہروی نے کہا کہ تہجیر کے معنی تبکیر ہے۔ یعنی اول وقت جانا۔ یا آنا۔ دوپہر کے وقت کی تخصیص نہیں۔ دوسرے ہم پہلے بتا آئے کہ ہاجرہ کے معنی تیز گرمی کے ہیں اس لحاظ سے یہ دوپہر سے لے کر عصر تک پر صادق۔ امام بخاری نے تہجیر کے جو معنی سمجھے ہیں اس سے مطابقت ظاہر ہے۔ اور معنی صحیح کے لحاظ سے مطابقت اس کی دلالت عام سے ہے۔ مگر اس حکم عام سے گرمیوں کی ظہر اور عصر عشا فجر دوسری احادیث سے خاص ہے۔

تشریحات ۴۳۱:۔ تکمیل۔ مسلم[1] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ مسجد نبوی

[1] مساجد باب فضل الصلوٰۃ المکتوبۃ فی الجماعۃ ص ۲۳۵۔

مَنَازِلِهِمْ فَيَنْزِلُوا قَرِيبًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَرِهَ

ارادہ کیا کہ اپنے محلے منتقل ہو جائیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہیں حضرت انس نے کہا نبی

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُعْرُوا الْمَدِيْنَةَ فَقَالَ اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ پسند نہیں فرمایا۔ کہ مدینے کو کھلا ہوا چھوڑ دیں۔ اس لئے فرمایا۔ کیا

آثَارَكُمْ قَالَ مُجَاهِدٌ خُطَاهُمْ آثَارُ الْمَشْيِ فِي الْاَرْضِ بِاَرْجُلِهِمْ عـه

چل کر آنے کو ثواب نہیں سمجھتے۔ امام مجاہد نے فرمایا 'خطاھم' کے معنی وہ نشانات ہیں جو زمین پر پیدل چلنے سے پڑتے ہیں۔

کے اردگرد کچھ زمینیں خالی ہوئیں تو بنو سلمہ نے چاہا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ اس کی اطلاع جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو ان سے دریافت فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا ہمارے گھر مسجد سے دور ہیں ہم نے یہ چاہا کہ انھیں بیچ کر مسجد کے قریب آجائیں تو حضور نے فرمایا تمہارے لئے ہر قدم پر ایک درجہ ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ یٰس ۱۲ جو پہلے کر چکے اور ان کے نشان قدم ہم لکھ رہے ہیں۔ مسند السراج میں ہے کہ ان کے گھر "سلع" کے پاس تھے۔ سلع مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ ؎۱

مسائل :- صراحۃً یہ ثابت ہوا کہ نماز کے لئے چلنے پر ہر قدم پر نیکی ہے۔ اور لزوماً یہ ثابت ہوا کہ کسی بھی کار خیر کے لئے چلنے میں بھی یہی فضیلت ہے۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دور کی مسجد میں بہ نسبت قریب کے زیادہ ثواب ہے۔ مگر پڑوسی کا حق مقدم ہے۔ اس لحاظ سے قریب کی مسجد میں نماز افضل ہے، خصوصاً جب کہ مسجد کے ویران ہونے کا اندیشہ ہو مسجد کو ویران کرنا ممنوع ہے۔ ؎۲

قال مجاهد :- آیہ کریمہ۔ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ۔ میں آثارہم کی تفسیر میں امام مجاہد نے فرمایا خُطَاهُمْ۔ یعنی ان کے قدم کے نشانات۔

عـه باب احتساب الآثار ص۹۰ اول۔ فضائل المدینہ باب کراھیۃ ان یعری المدینۃ ص۲۵۲ مسلم مساجد۔ ابن ماجہ۔ مساجد۔ مسند امام احمد ثالث۔

؎۱ مساجد باب الابعد فالابعد من المسجد ص۵۷

؎۲ عمدۃ القاری۔ خامس ص۱۷۳

حدیث ۴۳۲

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ

منافقین پر فجر اور عشاء سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں۔ اگر وہ جانتے

مَا فِیْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَیُقِیْمَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا یَؤُمُّ

کہ ان دونوں میں کیا ثواب ہے تو ان دونوں میں ضرور آتے۔ اگرچہ گھسٹتے ہوتے۔ میں نے ارادہ فرمایا ہے کہ مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم

النَّاسَ ثُمَّ اٰخُذَ شُعَلًا مِنْ نَارٍ فَاُحَرِّقَ عَلٰی مَنْ لَا یَخْرُجُ اِلَی الصَّلٰوةِ بَعْدُ[1]

دوں پھر کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے پھر آگ کے انگارے لیکر ان لوگوں کو جلا ڈالوں جو اس وقت تک نماز کیلئے گھر سے نہیں نکلے۔

حدیث ۴۳۳

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اَلْاِمَامُ

فرمایا سات آدمیوں کو اللہ عزوجل اس دن اپنے سائے میں رکھے گا۔ جس دن اس کے سائے کے

تشریح ۴۳۲

حدیث ۴۲۵ میں یہ تہدید عام ہے۔ اور یہاں خاص منافقین کے لئے ہے ہو سکتا ہے یہ ارشاد کسی ایسے موقع کا ہو جس میں منافقین غیر حاضر رہے ہوں۔ واقعہ یہی تھا کہ یہ دونوں نمازیں منافقین پر شاق تھیں اس وجہ سے وہ غائب رہتے۔ ہو سکتا ہے انھیں دیکھ کر بعض مخلصین مومنین میں بھی کچھ سستی ملاحظہ فرمائی ہو تو زجر و توبیخ کے لئے یہ فرمایا ہو۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حدیث ۴۲۵ میں بھی روئے سخن منافقین ہی کے لئے ہو جیسا کہ لو یعلم احدھم انہ یجد عرقا سمینا الخ سے اس طرف خیال جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

تشریحات ۴۳۳

"سبعۃ" سات ہی کی تخصیص نہیں، مفہوم عدد معتبر نہیں اس لئے کہیں بھی عدد کا ذکر حصر کا افادہ نہیں کرتا۔ جب تک حصر پر قرینہ نہ ہو۔ مسلم میں حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو کسی تنگدست مقروض کو مہلت دے یا اسے معاف کردے اسے اللہ اپنے سایہ میں رکھے گا جب اسکے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا	من انظر معسرا او وضع لہ اظلہ اللہ فی ظلہ۔

[1] باب فضل صلوٰۃ العشاء فی الجماعۃ ص۹۰۔ [2] ثانی الزھد باب حدیث جابر الطویل ص۴۱۶

الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ

دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ انصاف کرنے والا سلطان۔ اور وہ جوان جو اپنے پروردگار کی عبادت میں بچپن سے جوان ہوا۔

وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ

اور وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے۔ اور وہ دو شخص جنہوں نے آپس میں اللہ کے لئے محبت کی۔ اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے۔

مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ إِخْفَاءً حَتّٰى لَا تَعْلَمَ

اور وہ شخص جسے کسی معزز خوبصورت عورت نے بلایا تو اس نے کہدیا میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جس نے پوشیدہ صدقہ کیا

شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ۔ ؏

یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں کہ اس کا داہنا ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے اور وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کی یاد کی تو اس کی آنکھیں بہ گئیں۔

یوم لا ظل:۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے نیز کتاب الحدود میں حضرت عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم و استاذ الاستاذ امام بخاری سے جو روایت ہے اس میں اس کی تصریح ہے۔ سایہ صرف جسم کثیف کا پڑتا ہے اللہ عزوجل کثافت اور جسم سے منزہ ہے اس لئے علماء نے اس کی تاویلیں کی ہیں یہ اضافت اظہار عظمت وشرافت کے لئے ہے جیسے بیت اللہ۔ مراد عرش کا سایہ ہے جیسا کہ سعید بن منصور نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

سبعة يظلهم الله في ظل عرشه۔ | سات اشخاص کو اللہ عزوجل اپنے عرش کے سایہ میں رکھے گا۔

یا جیسا کہ دعاء طواف میں ہے۔

اللهم اظلني تحت ظل عرشك يوم لا ظل الا ظلك۔ | اے اللہ مجھے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے جس دن تیرے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں۔

یا مراد پناہ اور رحمت ہے جیسے کہتے ہیں انا فی ظل فلان۔ میں فلاں کی پناہ میں ہوں۔ یا جنت کا سایہ مراد ہے یا طوبیٰ کا۔

مطابقت باب:۔ یہاں باب یہ ہے۔ جو مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرے اور مسجدوں کی

؏ باب من جلس في المسجد ينتظر الصلوٰة ص٩١ اول۔ زکوٰۃ۔ باب الصدقة باليمين ص١٩١۔ ثانی۔ رقاق۔ باب البكاء من خشية الله ص٩٥٩ محاربين باب فضل من ترك الفواحش ص١٠٠٥۔ مسلم زکوٰۃ۔ ترمذی۔ زهد۔ نسائی۔ قضا۔ رقاق۔

؎ عمدۃ القاری جلد خامس ص١٧٧۔

حدیث ۴۳۴ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کو یا شام کو مسجد

قَالَ مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ نُزُلَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ عـه

جائے تو اللہ عزوجل جنت میں اس کی مہمانی کا سامان مہیا فرماتا ہے جب جب جائے۔

حدیث ۴۳۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بُحَیْنَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ

حضرت عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فضیلت۔ اس حدیث کے اس جز۔ وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے۔ کو باب کے دوسرے جز سے مطابقت ہے۔ اگر مسجد میں کوئی فضیلت نہ ہوتی تو مسجد سے دل لگائے رکھنے والا اتنی بڑی عزت کا مستحق کیوں ہوتا۔

افادہ: اس کے بعد حدیث ۸۴۱ مذکور ہے۔ یہاں یہ زائد ہے۔ ثم اقبل علینا بوجهه بعد ما صلّٰی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور نے ہماری جانب رخ انور کیا۔ یہ نماز عشاء تھی جس کے بعد سنت ہے اس سے ثابت ہوا کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں و نوافل ہیں ان کے بعد بھی امام سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف پیٹھ کئے نہ بیٹھا رہے۔ یہی سنت ہے۔

تشریح ۴۳۴ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ بعض روایتوں میں غدا اَوْ راح۔ کے بجائے غدا وراح ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہوا کہ او۔ والی روایت میں اعداد ان دونوں میں سے ایک پر بھی ہوگا اور۔ واو۔ کی روایت کی بنا پر دونوں کے مجموعے پر۔ بعض حضرات نے فرمایا۔ کہ غدا اور راح۔ صبح و شام گیا۔ کنایہ ہے لگاتار پابندی کے ساتھ جانے سے۔ جیسا کہ آیت کریمہ۔ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا۔ ان کے لئے جنت میں صبح و شام کھانا ہے۔ میں دوام و ہمیشگی مراد ہے۔

تشریحات ۴۳۵ لغات۔ ازد۔ زائے معجمہ ساکن۔ ایک مشہور قبیلے کا نام ہے۔ ان کو اسد بھی کہا جاتا ہے۔ ان کو ازد شنوءہ۔ بھی کہتے ہیں۔ لاث۔ کے معنی دار احاطہ کے ہیں۔ یعنی انھیں گھیر لیا۔ بہ۔ کی ضمیر کا مرجع۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ یہاں کی روایت کا سیاق یہ بتا رہا ہے۔ کہ اس ضمیر کا مرجع رجل ہے۔ یعنی ان صاحب کو لوگوں نے گھیر لیا

عـه باب فضل من خرج الی المسجد ومن ۱/۲۳۶ ص ۹۱ مسلم۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ يُقَالُ لَهٗ مَالِكُ ابْنُ

ایک صاحب کے قریب سے گزرے۔ بطریق حفص بن عاصم یوں روایت ہے کہ میں نے ازد کے ایک صاحب مالک ابن

بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى رَجُلًا وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ

بحینہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ دو رکعتیں پڑھ رہے ہیں حالانکہ اقامت

يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاثَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ

ہو چکی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگوں نے انھیں گھیر لیا۔ ان سے رسول اللہ

لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آلصُّبْحَ اَرْبَعًا ، اَلصُّبْحُ اَرْبَعًا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا صبح چار ہے؟ کیا صبح چار ہے؟

علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ صاحب خود مالک ابن بحینہ تھے۔ جیسا کہ مسند امام احمد میں انھیں کی روایت کردہ حدیث سے ظاہر ہے۔ اقول۔ مسند امام احمد کی جس روایت کا علامہ عینی نے حوالہ دیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے قریب سے گزرے یہ نماز فجر سے پہلے والی سنت پڑھ رہے تھے جب یہی پڑھا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اس نماز کو ظہر سے پہلے اور بعد والی کے مثل نہ بنالو۔ ان دونوں کے مابین فصل رکھو۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ وہ نہیں جو زیر بحث حدیث میں ہے اس لئے اس سے یہ استدلال کہ اس حدیث میں ' رجل ' سے مراد خود راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ ہی ہیں صحیح نہیں۔ خود مسند امام احمد میں یہ حدیث متعدد طریقوں سے مروی ہے۔ سب سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اور کوئی صاحب تھے۔

آلصبح اربعا:۔ الصبح۔ تصلی فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الصبح مرفوع ہو اور تصلی محذوف بعد میں ہو۔ یعنی الصبح مبتدا اور تصلی اربعا اس کی خبر۔ دونوں تقدیر پر معنی یہ ہوں گے۔ کیا صبح چار رکعت پڑھتا ہے؟ یہ استفہام توبیخ کے لئے ہے۔

اقامت کے بعد سنت:۔ اس پر اتفاق ہے کہ فجر کے علاوہ بقیہ نمازوں میں اقامت کے بعد سنتیں پڑھنی جائز نہیں۔ البتہ فجر میں اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام احمد کا مذہب یہ ہے۔ سنت فجر بھی اقامت کے بعد جائز نہیں۔ ان کی دلیل حدیث مذکور ہے۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا۔

ع باب اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ ص۲۴۹ مسلم صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ مسند امام احمد جلد خامس ص۳۴۵ لے جلد خامس ص۳۴۵

تو اگر اسے یقین ہو کہ دوسری رکعت مل جائے گی تو مسجد کے باہر پڑھے جامع صغیر اور بدائع میں امام صاحب کا یہی مذہب مذکور ہے۔ ہدایہ میں اسی کو اختیار فرمایا۔ البتہ اتنی توسیع کی۔ کہ مسجد کے دروازے پر پڑھے۔ امام محمد نے فرمایا۔ کہ اسے یہ یقین ہو کہ قعدہ اخیرہ میں امام کو پالے گا تو سنت پڑھے یہی قول مفتی بہ ہے۔ امام طحاوی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ البتہ یہ وسعت دی کہ جس حصے میں جماعت ہو رہی ہو اس میں نہ پڑھے۔ اگر جماعت اندر ہو رہی ہو تو باہر پڑھے۔ باہر ہو رہی ہو تو اندر پڑھے۔ مزید یہ کہ اسے تینوں ائمہ امام اعظم امام ابو یوسف امام محمد کا مذہب بتایا۔[1] ذخیرہ میں اسی کو اختیار فرمایا۔ ہمارے دلائل یہ ہیں۔ اول وہ حدیث جسے امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ الا رکعتی الفجر۔ — جب اقامت کہی جائے تو فرض کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں سوائے فجر کی دو رکعتوں کے۔

اس پر امام بیہقی نے یہ فرمایا۔ اس زیادتی یعنی سنت فجر کے استثناء کی کوئی اصل نہیں۔ اور حجاج اور عباد ضعیف ہیں۔ علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا۔ کہ امام ابن معین نے فرمایا کہ حجاج بن نصیر صدوق ہیں۔ امام ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا۔ اور عباد صالحین میں سے ہے[3]

دوم۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں آئے اقامت ہو چکی تھی۔ انھوں نے ایک ستون کے آڑ میں سنت پڑھی۔ حضرت ابو حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ موجود تھے[4]

سوم۔ ابو مجاز کہتے ہیں کہ میں ابن عمر اور ابن عباس کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا۔ امام نماز پڑھا رہا تھا۔ ابن عمر تو نماز میں شامل ہو گئے مگر ابن عباس نے دو رکعتیں (سنت فجر) مسجد کے اندر پڑھیں پھر جماعت میں شامل ہوئے۔

چہارم۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ آیا ہے کہ مسجد میں جاتے اور لوگ نماز فجر پڑھتے ہوتے۔ یہ مسجد کے کسی گوشے میں فجر کی سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہوتے۔

پنجم۔ ابو عثمان نہدی کہتے ہیں۔ ہم حضرت عمر کے پاس اگر فجر کی سنت پڑھے بغیر آتے وہ نماز میں ہوتے تو ہم لوگ مسجد کے آخری حصے میں سنت پڑھ کر نماز میں شریک ہوتے۔

ششم۔ حضرت ابن عمر ایک بار مسجد میں آئے جماعت ہو رہی تھی وہ حضرت حفصہ کے گھر میں

---

[1] شرح معانی الآثار اول باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوٰۃ الفجر ص ۱۸۴۔
[2] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۱۸۴۔ [3] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۱۸۴۔
[4] شرح معانی الآثار باب مذکور ص ۱۸۳۔

میں گئے اور سنت پڑھنے کے بعد جماعت میں شریک ہوئے ۔

سنت فجر کی خصوصیت

دیگر سنتوں کے برخلاف سنت فجر کی یہ خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ اس کے بارے میں بہت تاکید آئی ہے۔ ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لاتدعوهما وان طردتكم الخيل۔ | ان دونوں کو مت چھوڑنا اگرچہ تم کو دشمن کے گھوڑے روند ڈالیں۔

اسی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا۔

لم تكن على شئ من النوافل اشد معاهدة منه على الركعتين قبل الفجر۔ | کسی نفل کے حضور اتنے پابند نہ تھے جتنے زیادہ فجر کی سنت کے پابند تھے۔

نوافل کی قضا نہیں اور اگر ہے بھی تو جو بات ادا میں ہے وہ قضا میں کہاں۔ اب اگر فرض سے پہلے نہ پڑھے گا تو یہ قضا ہو جائیں گی۔ اس لئے ہمارے علماء نے اس کے پڑھنے کا حکم دیا تاکہ اس کی فضیلت بھی پالے۔ اور جماعت کی بھی۔

اور اگر کسی کی فجر کی سنت قضا ہو جائے تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے پہلے پڑھ لے جیسا کہ ابو داؤد میں ہے کہ ایک صاحب کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلوع آفتاب کے بعد اس کی قضا پڑھتے ہوئے دیکھا تو سکوت فرمایا۔

حدیث باب کی توجیہ

رہ گئی حدیث باب تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ وہ صف کے متصل پڑھ رہے تھے بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صف میں داخل ہو کر پڑھ رہے ہوں۔ اس لئے انھیں منع فرمایا۔ اس سلسلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث ہے کہ جب اقامت ہو جائے تو سوائے فرض کے اور کوئی نماز نہیں۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ پر موقوف ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ابھی بیہقی کی حدیث گزری کہ اس سے سنت فجر مستثنیٰ ہے۔

سند میں تسامح

مقدمے میں بتا آئے ہیں۔ کہ اس حدیث کی سند میں تین تسامح ہیں۔ ایک یہ کہ اس حدیث کا راوی مالک کو بتایا۔ حالانکہ مالک ایمان سے محروم رہا۔ راوی بتانے سے گمان کیا یقین ہوتا ہے کہ صحابی تھا۔ دوسرے یہ راوی نہیں راوی اس کے

---

۱ شرح معانی الآثار اول ص ۱۸۳ — ۲ اول باب رکعتی الفجر ص ۱۷۹

۳ اول باب رکعتی الفجر — ۴ اول باب من فاتتہ متی یقضیھا ص ۱۸۰

صاحبزادے عبداللہ ہیں جو صحابی تھے۔ تیسرے یہ کہ مالک بن بحینہ کہنے سے شبہ ہوتا ہے کہ مالک بحینہ
کا بیٹا ہے حالانکہ وہ شوہر ہے۔ ابن بحینہ عبداللہ کی صفت ہے۔ بحینہ ان کی ماں ہیں۔ اسی لیے
ابن بحینہ میں ابن کے ہمزے کو لکھا جاتا ہے جیسے محمد بن علی ابن حنفیہ۔

جواب اقول وباللہ التوفیق۔ اگر امام بخاری نے صرف ایک ہی سند ذکر کی ہوتی جس میں
مالک بن بحینہ ہے تو قطعی تھا کہ ضرور امام بخاری سے لغزش ہوئی۔ مگر یہاں متابعات
کرکے اس کی پانچ سندیں بیان فرمائی ہیں۔ دو صحیح ہیں جن میں عبداللہ بن مالک ابن بحینہ راوی ہیں۔
اور تین میں عبداللہ نہیں مالک بن بحینہ ہے۔ یہ دلیل ہے کہ یہ تسامح امام بخاری سے نہیں ہوا۔ اوپر
کے راویوں سے ہوا ہے۔ امام بخاری نے جیسا اپنے اساتذہ سے سنا نقل کر دیا۔ اب امام بخاری پر
یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ پھر ایسی غلط سند اپنی صحیح میں ذکر کیوں کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو
سکتا ہے اس تسامح کی طرف ان کا ذہن نہ گیا ہو۔ یا اس بارے میں تحقیق نہ ہو کہ اصل راوی کون ہے
عبداللہ یا مالک اور مالک مسلمان ہوا یا نہیں۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ بحینہ عبداللہ کی ماں
ہیں یا مالک کی۔ ابونعیم اصبہانی نے کہا کہ یہ مالک کی ماں ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر نے بھی اس میں اختلاف
بتایا ہے۔ صحیح یہی ہے کہ بحینہ مالک کی زوجہ اور عبداللہ کی ماں ہیں۔ حضرت بحینہ، حارث بن
عبدالمطلب کی صاحبزادی ہیں اور قدیم الاسلام صحابیہ ہیں۔

تصحیح مقدمے کے ص۹۲ کی سترہویں اٹھارہویں سطروں میں کاتب صاحب سے یہ غلطی
ہوگئی ہے کہ۔ اٹھارہویں سطر میں یہ لکھا۔ دوسرے یہ کہ تحویل سند کے
بعد ہے۔ سمعت رجلا من الازد یقال له مالك بن بحينة ان رسول الله صلى الله
تعالیٰ علیہ وسلم رای رجلا — الحدیث — دوسرے یہ کہ کو چھوڑ کر پوری عبارت سترہویں
سطر کے ابتدا کی ہے کاتب صاحب نے اصلاح کر کے اسے اٹھارہویں سطر میں لکھ دیا۔ ایسی
مہربانی کاتب صاحب نے کئی جگہ کی ہے ناظرین اس کی تصحیح کر لیں۔ صحیح عبارت یہ ہے۔
تحویل سند کے بعد ہے سمعت رجلا من الازد یقال له مالك بن بحينة ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
رای رجلا الحدیث۔ اس میں امام بخاری سے دو تسامح ہوا۔ ایک تو یہ کہ مالک بن بحینہ نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحینہ
مالک کی ماں ہیں۔ حالانکہ یہ مالک کی زوجہ ہیں اور عبداللہ کی ماں۔ دوسرے یہ کہ اس سند میں حدیث کا راوی مالک کو بتایا حالانکہ
اس کے راوی مالک کے بیٹے عبداللہ ہیں۔ مالک کو تو ایمان بھی نصیب نہیں ہوا۔

حدیث ۴۳۶

قَالَ الْاَسْوَدُ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَذَكَرْنَا

اسود نے کہا ہم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے۔ ہم نے نماز

الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلٰوةِ وَالتَّعْظِيْمَ لَهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

کی پابندی اور عظمت کا تذکرہ کیا تو حضرت ام المومنین نے فرمایا۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مرض

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاُذِّنَ فَقَالَ

میں مبتلا ہوئے جس میں وصال فرمایا۔ (ایک دن ایسا ہوا) کہ نماز کا وقت ہوگیا اور اذان کہی جاچکی تو فرمایا

مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيْفٌ اِذَا قَامَ

ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر عرض کیا گیا کہ ابوبکر نرم دل انسان ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے

مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَاَعَادَ فَاَعَادُوْا لَهٗ فَاَعَادَ الثَّالِثَةَ

ہوں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ حضور نے پھر وہی فرمایا تو حاضرین نے پھر اپنی بات دہرائی

فَقَالَ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ

تیسری بار حضور نے پھر اسی کا اعادہ فرمایا اور یہ بھی فرمایا تم یوسف کو گھیرے میں لینے والیوں کی شل ہو ابوبکر

يُصَلِّيْ فَوَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ

کو حکم دو وہ نماز پڑھائیں اب ابوبکر نکلے اور نماز پڑھانی شروع کی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرض میں

يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ الْاَرْضَ مِنَ الْوَجَعِ

کچھ افاقہ محسوس کیا۔ تو دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے گویا میں دیکھ رہی ہوں کہ حضور کے پاؤں بیماری کی

فَاَرَادَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنْ يَّتَاَخَّرَ فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

وجہ سے زمین پر لکیر بناتے ہیں۔ ابوبکر نے چاہا کہ پیچھے ہوجائیں تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا۔ اپنی جگہ

وَسَلَّمَ اَنْ مَكَانَكَ ثُمَّ اُتِيَ بِهٖ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِهٖ فَقِيْلَ لِلْاَعْمَشِ

رہو۔ پھر حضور کو ان کے قریب لایا گیا یہاں تک کہ حضور ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اعمش سے پوچھا گیا کہ

وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلٰوتِهٖ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور ابوبکر حضور کی اقتدار کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر کی

وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِیْ بَكْرٍ فَقَالَ بِرَاْسِهٖ نَعَمْ۔ زَادَ مُعَاوِيَةُ

ابتدا میں نماز پڑھ رہے تھے۔ تو انھوں نے سر سے اشارہ کیا۔ ہاں۔ معاویہ نے یہ زیادہ روایت

جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ اَبِیْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُّصَلِّیْ قَائِمًا

کیا کہ حضور ابو بکر کے بائیں بیٹھے اور ابو بکر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

تشریحات ۴۳۶ **تکمیل۔** مرض وصال کی ابتدا یوں ہوئی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیع کسی جنازے میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر اقدس میں درد تھا۔ جب حضور جنازے سے واپس ہوئے تو ام المومنین کو دیکھا کہ وہ تکلیف کی شدت کی وجہ سے۔ وا راساہ۔ ہائے میرا سر کہہ رہی ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ بل انا وا راساہ .... اور فرمایا تمہارا کیا نقصان ہے۔ اگر تم مجھ سے پہلے مرو اور میں تم کو غسل دوں اور کفن پہناؤں تمہارا جنازہ پڑھوں تم کو دفن کروں۔ ام المومنین نے ناز محبوبانہ کے ساتھ عرض کیا۔ پھر اس کے بعد حضور میرے گھر میں اپنی کسی زوجہ کے ساتھ رہیں۔ اس پر حضور مسکرا دیے۔ اسی کے بعد وہ مرض شروع ہوا جس میں وصال فرمایا[1] یہ بالکل ابتدائی بات ہے۔ ورنہ مرض مبارک کی شدت چہارشنبہ[2] کے دن حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری میں ہوئی[3] کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آدھی رات میں بقیع تشریف لے گئے۔ واپس ہوئے تو شدید بخار اور دردِ سر شروع ہو گیا۔ بعض جہلا نے یہ لکھ دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نمونیہ ہو گیا تھا۔ یہ غلط ہے۔ ام المومنین حضرت سلمہ و حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی یہی شبہ ہو گیا تھا۔ انھوں نے اسی پر قسط ہندی دی تھی۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا۔ نمونیہ شیطان کی جانب سے ہے اور اللہ تعالیٰ شیطان کو مجھ پر قابو نہ دے گا[4]۔ پانچ دن دیگر ازواج مطہرات کے گھر رہے۔ دوشنبہ کو ام المومنین حضرت صدیقہ کی باری تھی۔ دوسری ازواج کی اجازت سے آٹھ دن انھیں کے

ـــہ باب حد المریض ان یشھد الجماعۃ ص۹۱ باب من اسمع الناس تکبیر الامام ص۹۸ باب الرجل یأتم بالامام ویأتم الناس بالماموم ص۹۹ مسلم، نسائی، ابن ماجہ۔ کلھم فی الصلوٰۃ۔

[1] مسند امام احمد جلد سادس ص۲۲۸ ابن ماجہ جنائز باب فی غسل الرجل امرأتہ ص۱۰۷۔

[2] زرقانی علی المواہب اول ص۱۰۸۔

[3] مسلم اول باب استخلف الامام اذا عرض لہ عذر ص۱۷۸۔

[4] مدارج اول خورد ص۵۴۱۔

ٹھہرے۔ کل ایام علالت تیرہ دن ہوئے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ایام علالت کل پانچ دن ہوں، بیماری شنبہ کو ابتدا ہوئی، پنجشنبہ کو حضرت صدیقہ کے گھر تشریف لائے اور دوشنبے کو وصال ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ واقعہ پنجشنبہ کو رات میں عشاء کے وقت ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں تین دن سترہ وقتوں کی نمازیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائیں جن میں ایک جمعہ بھی تھا۔

فقیل :۔ حدیث ۴۴۴ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ کہ ام المومنین حضرت صدیقہ کو یہ خیال ہوا۔ انھوں نے ام المومنین حضرت حفصہ سے کہا۔ حضرت حفصہ نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا۔

انکن صواحب یوسف۔ صواحب، صاحبۃ کی خلاف قیاس جمع ہے۔ اس سے مراد تنہا زلیخا ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی مصلحت کی بنا پر جمع بولتے ہیں اور مراد واحد ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ **فلان یمیل الی النساء۔** حالانکہ اس کا میلان کسی ایک ہی کی طرف ہوتا ہے۔ خطاب بظاہر حضرت حفصہ سے ہے۔ مگر مراد حضرت صدیقہ ہیں۔ کیوں کہ انھوں نے ہی حضرت حفصہ سے کہلایا تھا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت صدیقہ اور حضرت حفصہ دونوں مراد ہوں۔ حضرت زلیخا کے قصے اور اس قصے میں قدر مشترک یہ ہے کہ زلیخا نے مصری عورتوں کو ضیافت کے بہانے بلایا تھا۔ اور مقصود حضرت یوسف علیہ السلام کا جلوہ دکھانا اور اپنا عذر ظاہر کرنا تھا۔ ظاہر میں ضیافت کیا اور دل میں کچھ اور تھا۔ اسی طرح حضرت صدیقہ نے کہلایا تھا تو یہ کہ ابو بکر رقیق القلب ہیں حضور کو مصلی پر نہ دیکھیں گے تو ضبط نہ کر سکیں گے رونے لگیں گے اور نماز نہ پڑھا سکیں گے اور دل میں یہ تھا کہ لوگ کہیں حضرت ابو بکر کی امامت کی وجہ سے بد فالی نہ لیں۔ جیسا کہ بخاری[1] ہی میں ہے کہ مجھے بار بار عرض پر اس خیال نے ابھارا کہ جو شخص حضور کی جگہ نماز پڑھائے گا اسے لوگ پسند نہیں کریں گے۔ اس سے لوگ فال بد لیں گے یعنی یہ کہ یہ کھڑا ہوا اور حضور کا وصال ہو گیا۔ اس لئے میں چاہتی تھی کہ نماز کوئی اور پڑھائے۔ ظاہر کچھ کیا اور دل میں کچھ اور تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ جیسے مصری عورتیں حضرت یوسف کو ان کی مرضی کے خلاف عمل کرنے کو کہتی تھیں ویسے تم مجھ سے میری مرضی کے خلاف حکم صادر کرانا چاہتی ہو۔ یا یہ کہ مصر کی ان عورتوں کی طرح تم بھی اپنی بات منوانا چاہتی ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مریض مسجد نہ جا سکے تو اس پر جماعت واجب نہیں۔

---

[1] ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۶۳۹۔

حدیث ۴۳۷

سمعت انسا يقول قال رجل من الانصار اني لا استطيع الصلوة

حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں حضور کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا

معك وكان رجلا ضخما فصنع للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم طعاما فدعاه

اور وہ موٹے تھے۔ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور حضور کو گھر بلایا۔ اور

الى منزله فبسط له حصيرا ونضح طرف الحصير فصلى عليه ركعتين فقال رجل

حضور کے لئے چٹائی بچھائی اور چٹائی کے کنارے کو دھویا۔ حضور نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی۔ آل جارود کے

من آل الجارود لانس اكان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي الضحى

ایک شخص نے حضرت انس سے پوچھا۔ کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز چاشت پڑھتے تھے؟ تو حضرت انس نے

قال ما رأيته صلاها الا يومئذ عه

بتایا اس روز کے علاوہ کبھی اسے پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ت ۱۴۰

وقال ابو الدرداء من فقه المرء اقباله على حاجته حتى

اور حضرت ابو الدرداء نے فرمایا۔ انسان کی عقلمندی یہ ہے کہ اپنی حاجت پوری کرلے تاکہ جب نماز کی

يقبل على صلوته وقلبه فارغ عه

جانب متوجہ ہو تو اس کا دل مطمئن رہے۔

تشریحات ۴۳۷: نماز چاشت۔ صحیح یہی ہے کہ نماز چاشت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارہا پڑھی ہے۔ البتہ پابندی کے ساتھ نہیں پڑھی ہے اور یہ مستحب ہے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ اور حضرت ابن عمر سے جو انکار مروی ہے وہ اس بنا پر کہ انھوں نے حضور کو پڑھتے ہوئے دیکھا نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ موٹاپا بھی جماعت چھوڑنے کے اعذار میں سے ہے۔ جبکہ اتنا ہو کہ مسجد میں جانا دشوار ہو۔

تشریح ۱۴۰: ایسے وقت نماز مکروہ ہے۔ کہ انسان کو ایسی کوئی حاجت درپیش ہو جس کے ساتھ دل کا شدید تعلق ہو جس سے نماز میں حضور نہ ہو سکے دل بٹے۔

عه باب هل يصلي الامام بمن حضر ص۹۲ باب صلوة الضحى في الحضر ص۱۵۷ ثاني الادب باب الزيارة ص۸۹۸ ابوداؤد۔ عه باب اذا حضر الطعام واقيمت الصلوة ص۹۲۔

حدیث ۴۳۸

سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَابْدَءُ وْا بِالْعَشَاءِ ؎

حضرت عروہ نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب رات کا کھانا رکھا جائے اور اقامت کہی جائے۔ تو پہلے کھانا کھالو۔

حدیث ۴۳۹

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَءُ وْا بِہٖ قَبْلَ اَنْ تُصَلُّوْا صَلٰوۃَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ ؎

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کا کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے کھانا کھالو۔ کھانا چھوڑ کر نماز کے لئے جلدی مت کرو۔

حدیث ۴۴۰

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ عَشَاءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَابْدَءُ وْا بِالْعَشَاءِ وَلَا یَعْجَلْ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْہُ ۔ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ یُوْضَعُ لَہُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلٰوۃُ فَلَا یَاْتِیْھَا حَتّٰی یَفْرُغَ وَاِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قِرَاءَۃَ الْاِمَامِ ؎

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے سامنے تمہارے شام کا کھانا رکھ دیا جائے اور اقامت کہی جائے۔ تو پہلے کھانا کھالو۔ نماز کے لئے جلدی نہ کی جائے جب تک کھانے سے فارغ نہ ہولے۔ اور ابن عمر کے آگے کھانا رکھا جاتا اور اقامت کہی جاتی پھر وہ نماز کے لئے نہ آتے جب تک کھانے سے فارغ نہ ہو جاتے حالاں کہ وہ امام کی قراءت سنتے رہتے۔

تشریحات ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱ : ان تینوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کھانا سامنے

؎ باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوٰۃ ص ۹۲ ثانی الاطعمۃ باب اذا حضر العشاء فلا تعجل عن عشاءہ ص ۸۱۲ مسلم۔ ابو داؤد اطعمہ ترمذی صلوٰۃ نسائی امامت ابن ماجہ اقامت۔ مسند امام احمد ثالث۔

؎ باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوٰۃ ص ۹۲ ثانی۔ الاطعمۃ باب اذا حضر العشاء فلا یعجل عن عشائہ ص ۸۱۲۔

؎ باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوٰۃ ص ۹۲ مسلم۔

حدیث ۴۱	عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم کھانے پر
	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ وَإِنْ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ
	ہو تو جلدی نہ کرو۔ یہاں تک کہ اپنی حاجت پوری کر لو اگرچہ اقامت ہو گئی ہو۔
حدیث ۴۲	عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَا كَانَ النَّبِيُّ
	امام اسود نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے
	صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ تَعْنِي
	گھر میں کیا کرتے تھے۔ انھوں نے بتایا اپنے اہل کے کام میں رہتے۔ اور جب نماز کا وقت
	خِدْمَةَ أَهْلِهِ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ ؎
	ہو جاتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

رکھدیا گیا ہو یا وہ کھا رہا ہو کہ جماعت شروع ہو گئی۔ تو کھانا چھوڑ کر جماعت کے لئے جانا واجب نہیں۔ اور اسی کے حکم میں وہ صورت بھی ہے کہ بھوک شدت کی لگی ہو اور کھانا تیار ہو۔ سیدنا امام اعظم نے فرمایا۔ نماز کو کھانا بنا دوں کہ نماز کے وقت دل کھانے میں لگا رہے اس سے بہتر کہ کھانے کو نماز بنا دوں کہ کھانے وقت دل نماز میں لگا رہے۔ یہ اس وقت ہے جب نماز کے وقت میں گنجائش ہو۔ اور اگر اس کا اندیشہ ہو کہ کھاتے کھاتے نماز کا وقت نکل جائے گا یا وقت مکروہ آجائے گا تو بہر حال نماز پہلے پڑھے

صلوۃ المغرب:۔ حدیث ؎۴۳۹ میں مغرب کے وقت کی قید ہے۔ مگر یہ حکم تمام نمازوں کے لئے عام ہے۔ مغرب کے وقت کی قید کی وجہ صرف یہ ہے کہ مغرب کا وقت غیر مکروہ بہت کم ہے۔ اس میں اسکا شدید خطرہ ہے کہ کھاتے کھاتے مکروہ وقت آجائے۔ یا اس وجہ سے کہ اس عہد میں اہل عرب سورج ڈوبتے ہی کھاتے تھے۔ اس لئے اس میں کھانے اور نماز کا تصادم اکثر ہوتا تھا۔

تشریح ۴۴۱: مھنۃ۔ کے معنی کام کاج کے ہیں۔ اس کی تفصیل شمائل ترمذی وغیرہ میں یہ ہے۔ بکری دوہ لینا۔ کپڑے سی لینا۔ نعلین درست کر لینا۔ ڈول میں پیوند لگانا۔ وغیرہ وغیرہ۔

؎ باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوٰۃ ص۹۲ مسلم۔ باب خدمۃ الرجل فی اھلہ ص۸۰۶
؎ باب من کان فی حاجۃ اھلہ فاقیمت الصلوٰۃ ص۹۳ ثانی النفقات باب
الادب باب کیف یکون الرجل فی اھلہ۔ ترمذی زھد۔

حدیث ۴۴۲

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ قَالَ مَرِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیمار ہوئے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُہٗ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ

اور حضور کی بیماری سخت ہوگئی۔ تو فرمایا۔ ابو بکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عائشہ نے

قَالَتْ عَائِشَۃُ اِنَّہٗ رَجُلٌ رَقِیْقٌ اِذَا قَامَ مَقَامَکَ لَمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یُّصَلِّیَ

کہا۔ یہ نرم دل انسان ہیں۔ جب حضور کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ فرمایا

بِالنَّاسِ قَالَ مُرِیْ اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِیْ اَبَا بَکْرٍ

ابو بکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ نے پھر وہی لوٹایا تو فرمایا ابو بکر سے کہو کہ وہ

فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ فَاَتَاہُ الرَّسُوْلُ فَصَلّٰی بِالنَّاسِ

لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تم یوسف پر گھیرا ڈالنے والیوں کی طرح ہو اب حضرت ابو بکر کے پاس قاصد

فِیْ حَیٰوۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؎

آیا اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں نماز پڑھائی۔

حدیث ۴۴۳

عَنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّہَا قَالَتْ اِنَّ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ مَرَضِہٖ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ یُّصَلِّیْ

نے اپنی بیماری میں فرمایا۔ ابو بکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَۃُ قُلْتُ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ اِذَا قَامَ مَقَامَکَ لَمْ یُسْمِعِ النَّاسَ

عائشہ نے کہا میں نے کہا ابو بکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو

تشریحات ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴:۔ مروا ابا بکر۔ اس سلسلے میں دو باتیں قابل توجہ ہیں۔ پہلی یہ کہ اگر اس

؎ باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ ص۹۳ الانبیاء باب قول اللہ عزوجل لقد کان فی یوسف واخوتہ ص۴۷۹ مسلم صلوٰۃ۔

مِنَ الْبُکَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَۃُ قُلْتُ لِحَفْصَۃَ قُوْلِیْ لَہٗ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ

سنا نہیں پائیں گے۔ آپ عمر کو حکم دیں وہ نماز پڑھائیں عائشہ نے کہا میں نے حفصہ سے کہا تم عرض کرو۔ ابوبکر جب

اِذَا قَامَ فِیْ مَقَامِکَ لَمْ یُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُکَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْیُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَۃُ

آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہیں پائیں گے حضور عمر کو حکم دیں وہ نماز پڑھائیں

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَہْ اِنَّکُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ مُرُوْا

حفصہ نے ایسا کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑو تم یوسف پر گھیرا ڈالنے والیوں کی طرح ہو۔ ابوبکر کو

اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَۃُ لِعَائِشَۃَ مَا کُنْتُ لِاُصِیْبَ مِنْکِ خَیْرًا عہ

کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اب حفصہ نے عائشہ سے کہا تمہاری جانب سے مجھے کوئی بھلائی نہیں پہنچی۔

وقت امامت کا حکم بغیر کسی خاص مقصد کے صرف اس لئے ہوتا کہ جماعت ہوجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا کہ حضرت عمر یا اور کوئی صاحب نماز پڑھا دیتے۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے بار بار عرض معروض کے بعد بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی فرمانا کہ ابوبکر سے کہو نماز پڑھائیں۔ پھر اپنی سب سے زیادہ چہیتی رفیقہ حیات کو جھڑک دینا وہ بھی اتنی سختی سے یہ بتا رہا ہے کہ اس وقت امامت کی تقرری اور اس کے لئے حضرت ابوبکر کا تعین کسی بہت اہم مقصد کے پیش نظر تھا۔ اور یہ مقصد اپنی مستقل اور مکمل جانشینی تھی۔ مصلی پر کھڑا کرنا حقیقت میں اپنی جگہ قائم کرنا۔ اور یہ حکم اصل میں من جانب اللہ تھا۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں فرمایا۔

ادعی لی ابابکر اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا اولی ویابی اللہ والمومنون الا ابابکر لہ

میرے پاس اپنے باپ ابوبکر اور بھائی کو بلاؤ تاکہ میں لکھ دوں مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کوئی کہنے والا کہے میں زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ اور مومنین سوائے ابوبکر کے کسی کو پسند نہیں کریں گے۔

بخاری کا مضمون یہ ہے۔ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ ابوبکر اور ان کے بیٹے (عبدالرحمن) کو بلاؤں اور ابوبکر کو ولی عہد کر دوں۔ کہ کہیں کوئی کہنے والا کہے یا آرزو کرنے والا آرزو کرے۔ پھر میں نے کہا۔۔۔

عہ باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ ص۹۳ ثانی الاعتصام باب ما یکرہ من التعمق والتنازع والغلو فی الدین والبدع ص۱۰۸۵ ترمذی مناقب۔ موطأ۔

لہ مسلم ثانی فضائل صحابۃ باب من فضل ابی بکر ص۲۷۳۔ مسند امام احمد۔

اللہ اور مومنین سوائے ابوبکر کے کسی اور کو نہیں پسند کریں گے۔ ان کے سوا کوئی بھی ہو دفع کر دیں گے۔ باب مدینۃ العلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نکتے کو خوب سمجھا۔ ارشاد فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ حالانکہ میں موجود تھا کہیں گیا نہیں تھا۔ اور نہ مریض تھا۔ اس لئے اپنی دنیا کے لئے ہم نے اسے پسند کیا جسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا[۲]

یہ حدیث اس مسئلے میں مُسْتَدَلُ ہے کہ امامت کا حق اسے ہے جو سب سے زیادہ علم والا ہو اور یہی امام بخاری کا بھی مذہب ہے۔ انھوں نے اس پر باب کا عنوان یہ قائم کیا۔ اہل العلم والفضل احق بالامامۃ، صحابہ کرام میں سب سے زیادہ اعلم حضرت صدیق اکبر تھے۔ اس لئے حضور نے انھیں امام بنایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ماصب اللہ فی صدری الا صببت فی صدر ابی بکر۔ اللہ نے جو کچھ میرے سینے میں انڈیلا میں نے وہ سب ابوبکر کے سینے میں انڈیل دیا۔ مسلم شریف وغیرہ کی حدیث میں جو اقرا کی تقدیم آئی ہے اس سے مراد اعلم ہی ہے۔ اس لئے کہ اس عہد میں جو اقرأ ہوتا تھا وہ اعلم ہوتا تھا۔

اس سلسلے میں ایک خاص بات یہ بھی نوٹ کر لیجئے۔ جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علی کو مدینے میں چھوڑا اور انتظامی امور ان کے سپرد فرمایا۔ مگر امامت نہیں سپرد فرمائی امامت حضرت ابن ام مکتوم کو عطا فرمائی۔ کیوں اس لئے کہ یہ اخیر سفر تھا اس وقت امام بنانے سے ہو سکتا تھا کوئی ان کی خلافت بلا فصل پر دلیل لائے۔

دوسرے یہ کہ پہلے حج اسلام کے لئے اپنا نائب حضرت ابوبکر کو بنایا۔ بعد میں سورۂ برأت کے اعلان کے لئے حضرت علی کو بھیجا مگر ان کو حضرت ابوبکر کے ماتحت رکھا۔ اس میں بھی اشارہ ہے۔ کہ ان دونوں میں سے منصب امامت و امارت کا حق حضرت ابوبکر ہی کو ہے۔



---

[۱] بخاری ثانی احکام باب الاستخلاف ص ۱۰۷۲۔
[۲] تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن عساکر ص ۴۷۔

حدیث ۴۴۴

أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی اور یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

تَبِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَدَمَهُ وَصَحِبَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّي
تابعدار اور خادم اور صحابی تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس بیماری میں

لَهُمْ فِي وَجَعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ حَتّٰى إِذَا
جس میں حضور کا وصال ہوا۔ حضرت ابوبکر نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب دوشنبہ

كَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوفٌ فِي الصَّلٰوةِ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
کا دن ہوا اور صحابہ صف باندھے نماز میں تھے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ ہٹایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَأَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ
اور ہماری طرف دیکھنے لگے اور حضور کھڑے تھے۔ حضور کا چہرہ انور ایسا لگتا تھا گویا وہ مصحف

ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَهَمَمْنَا أَنْ نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
کا ورق ہے پھر حضور مسکراتے ہوئے ہنسے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیکھنے کی خوشی کی وجہ سے ہم قریب

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
تھے کہ نماز چھوڑ بیٹھتے ابوبکر اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹے تاکہ صف میں آجائیں اور انھوں نے یہ سمجھا کہ نبی صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ إِلَى الصَّلٰوةِ فَأَشَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتِمُّوا
تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے لئے باہر تشریف لا رہے ہیں اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا۔ اپنی نماز

صَلٰوتَكُمْ وَأَرْخَى السِّتْرَ فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؏
پوری کرو، اور پردہ چھوڑ دیا۔ اسی دن وصال فرمایا۔

حدیث ۴۴۵

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین دن تک حجرے سے باہر

؏ باب اهل العلم والفضل احق بالامامة ص ۹۳ ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ووفاتہ ص ۶۴۰ مسلم صلوٰۃ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثًا فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَذَهَبَ اَبُوْبَكْرٍ يَّتَقَدَّمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ

تشریف نہیں لائے۔ اقامت کہی گئی اور ابوبکر آگے بڑھ رہے تھے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهٗ فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

پردہ اٹھایا جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ انور ظاہر ہوا۔ تو اسے دیکھا اور کوئی بھی

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا مِنْ وَّجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

منظر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے انور سے اچھا ہم نے نہیں دیکھا

وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا فَاَوْمَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوبکر کی جانب اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا

يَّتَقَدَّمَ وَاَرْخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ۔

کہ وہ آگے بڑھیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردہ لٹکا دیا۔ اس کے بعد حضور کھڑے نہ ہو سکے یہاں تک کہ وصال فرمایا

تشریحات ۴۴۴، ۴۴۵: یہ قصہ دوشنبے کو نماز فجر میں ہوا جیسا کہ یہاں بھی اور مغازی کی روایت میں یوم الاثنین ہے۔ بخاری میں۔ فہممنا ہے۔ اور مسلم میں فبہتنا ہے۔ فہممنا کے معنی ہیں۔ ہم نے ارادہ کر لیا۔ اور فبہتنا کے معنی ہیں ہم مبہوت ہو گئے۔ ان نفتتن۔ فتنے کے معنی آزمائش کے ہیں۔ یہاں آزمائش یہ تھی کہ اقامت ہو چکی تھی امام مصلی پر کھڑا ہو چکا تھا۔ نماز شروع ہو رہی تھی اس وقت صحابۂ کرام کو نماز میں مشغول ہونا لازم تھا۔ ادھر صحابۂ کرام کو تین دن ہو گیا تھا اس جمال جہاں آرا کی زیارت سے محروم تھے۔ جب پردہ ہٹا کر جان ایمان عالم کھڑے ہو گئے تو دیدار کی پیاسی نظریں بے اختیار اس جانب اٹھ گئیں۔ دل کیا کہہ رہا تھا یہ تو صحابۂ کرام ہی جانیں۔ وقت کا تقاضا تھا کہ نماز میں مشغول ہو جائیں کسی طرف نہ دیکھیں۔ اور جذبات کا تلاطم اس پر مجبور کر رہا تھا کہ جی بھر کر نظارہ کر لو حضرت جامی فرماتے ہیں ؎

صبح دم چوں رخ نمودی شد نماز من قضا ✽ سجدہ کے گردد روا چوں آفتاب آید بروں

فاومأ۔ اس سے رافضیوں کا رد ہو گیا جو یہ کہتے ہیں۔ کہ جب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنانے کے بعد خود حضور نے تشریف لا کر نماز پڑھا دی تو استخلاف ختم ہو گیا۔ جواب ظاہر ہے کہ یہ اشارہ

ہ باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ ص ۹۴ التہجد۔ باب من رجع القہقری فی صلوتہ ص ۱۶۰ مسلم صلوٰۃ۔

حدیث ۴۴۶

عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ

حمزہ بن عبداللہ (ابن عمر) نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قِيلَ لَهُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ

تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت سخت ہو گئی تو حضور سے نماز کے بارے میں عرض کیا گیا۔ فرمایا ابو بکر سے کہو نماز پڑھائیں

قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ قَالَ مُرُوهُ فَلْيُصَلِّ

عائشہ نے کہا ابو بکر نرم دل انسان ہیں جب قرأت کریں گے تو ان پر رونے کا غلبہ ہو جائے گا۔ فرمایا ان سے کہو نماز

فَعَاوَدَتْهُ فَقَالَ مُرُوهُ فَلْيُصَلِّ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ عہ

پڑھائیں اب پھر حضرت صدیقہ نے وہی بات لوٹائی تو پھر فرمایا ان سے کہو نماز پڑھائیں۔ تم سب یوسف پر گھیرا ڈالنے والیاں ہو۔

وَقَالَ عُقَيْلٌ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور عقیل اور معمر نے زہری سے وہ حمزہ سے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

بمنزلہ حکم کے ہے اور استخلاف ہے۔

فنکص :- اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہو گئے تھے۔ دوسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی امام کی جگہ پہنچے نہیں تھے۔ تطبیق یہ ہے کہ "ذھب یتقدم" کے معنی یہاں یہ ہیں کہ حضرت ابو بکر کچھ آگے بڑھ چکے تھے۔ اور "فنکص علی عقبیہ" کے معنی ہیں کہ جہاں تک پہنچے تھے وہاں سے پلٹے یہ مراد نہیں ... کی جگہ سے پلٹے۔ مغازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ ... حضرت صدیق اکبر کے پیچھے نماز بھی پڑھی۔ ایک رکعت اخیر کی ملی۔ پہلی رکعت میں مسبوق ہو گئے تھے ... صحاح کی روایتوں میں المسجد میں آنے کا ذکر نہیں۔ پردہ ہٹا کر دروازے پر کھڑے کھڑے دیکھنے کا تذکرہ ہے تو دونوں روایتوں میں تطبیق کے لئے یہی کہا جائے گا کہ حجرہ مبارکہ میں اقتدار فرمائی۔

تشریحات ۴۴۶ :- یہ حدیث بعض طرق میں متصل ہے بعض میں مرسل۔ اسی کو بتانے کے لئے امام بخاری نے یہ متابعت ذکر کی بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ان دونوں طریقوں سے یہ مرسل ہے۔ اس لئے کہ حمزہ کی ملاقات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں ہوئی۔ ذھلی نے زہریات میں عقیل کے طریقے کو موصول ذکر کیا ہے اور معمر والے طریقے کو حضرت عبداللہ بن مبارک بن سعد اور ابو یعلیٰ نے مرسل ہی ذکر کیا ہے البتہ عبدالرزاق نے موصول ذکر کیا ہے مگر بجائے ابن عمر کے حضرت عائشہ کے واسطے سے۔ اور مسلم میں بھی اسی طرح ہے۔

عہ باب اهل العلم والفضل أحق بالامامة ص۹۴ نسائی عشرة النساء۔

حدیث ۴۴۷

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِيْ مَرَضِهٖ فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ فَاِذَا اَبُوْ بَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْ بَكْرٍ اِسْتَاْخَرَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ اَنْ كَمَا اَنْتَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِذَاءَ اَبِيْ بَكْرٍ اِلٰى جَنْبِهٖ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (مرض کی) علالت میں ابوبکر کو حکم دیا کہ نماز پڑھائیں۔ تو وہ نماز پڑھانے لگے۔ عروہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ محسوس فرمایا۔ اور مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا۔ ابوبکر امامت کر رہے ہیں جب ابوبکر نے حضور کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے اس پر حضور نے اشارہ فرمایا جیسے ہو ویسے ہی رہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابوبکر کے برابر ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ تو ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے۔ اور لوگ ابوبکر کی۔

تشریحات ۴۴۷

ان کما انت۔ اس میں ما اسم موصول اور انت مبتدا ہے جس کی خبر علیہ یا نیز وغیرہ ہے۔ یعنی جس حال میں ہو اسی حال میں رہو جبکہ کاف کو زائدہ مانیں اور اگر تشبیہ کے لئے مانیں تو لفظی ترجمہ یہ ہوگا جس حال پر پہلے تھے اسی کے مثل یا اسی طرح اب بھی رہو۔ تشبیہ زیادہ انسب ہے اس لئے کہ اب کچھ تغیر ہوا بعینہٖ وہی حال نہیں رہا پہلے امام مستقل تھے اور اب حضور کے مقتدی ہو گئے صرف قوم کے امام رہے۔

قال عروۃ:۔ اس سے علامہ کرمانی کو شبہ ہو گیا کہ یہ حصہ تعلیق ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ ابن ماجہ میں پورا متن اسی سند کے ساتھ مذکور ہے۔ اس لئے پورا متن موصول ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ عذر کی وجہ سے امام کے پہلو میں اس کے برابر کھڑا ہونا درست ہے۔ انھیں عذروں میں جگہ کی تنگی بھی ہے۔

مناسبت باب: یہاں عنوان ہے۔ جو کسی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو۔ اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت کھڑے نہیں تھے بیٹھے تھے۔ علامہ عینی نے یہ توجیہ فرمائی ہے کہ حضور ابتداءً

عہ من قام الی جنب الامام لعلۃ۔ صفحہ ۹۲۔ مسلم صلوٰۃ، ابن ماجہ صلوٰۃ۔

حدیث ۴۷۸

عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدِ نِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ اِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ

علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے مابین صلح کرانے کے لئے (قبا) تشریف لے گئے تھے کہ نماز کا وقت

الصَّلٰوةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ اَتُصَلِّيْ لِلنَّاسِ فَاُقِيْمُ قَالَ نَعَمْ فَصَلّٰى

ہو گیا تو موذن ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ نماز پڑھائیں گے تو میں اقامت کہوں۔ ابو بکر

اَبُوْ بَكْرٍ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلٰوةِ

نے فرمایا پڑھا دوں گا نماز ہو ہی رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے۔ اور صفوں میں

فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ

ہو کر آگے بڑھے یہاں تک کہ پہلی صف میں کھڑے ہو گئے یہ دیکھ کر لوگوں نے تالی بجائی اور ابو بکر نماز کی حالت میں کسی

صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

طرف نہیں دیکھتے تھے جب لوگوں نے کثرت سے تالی بجائی تو نظر گھمائی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ امْكُثْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ رہو۔ اس پر ابو بکر

مَكَانَكَ فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا اَمَرَهُ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوٰى فِي الصَّفِّ

ارشاد پر اللہ کی حمد کی۔ اس کے بعد ابو بکر پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور

کھڑے ہوئے پھر بیٹھے۔ یا یہ کہا جائے کہ حضور اور ابو بکر میں امام حضور ہی تھے اور ابو بکر حضور کے مقتدی اور یہ کھڑے تھے۔ اقول۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیام سے مراد لیا جائے، کون یعنی ہونا۔ یہ کھڑے ہونے اور بیٹھنے دونوں کو عام ہے۔ یا یہ کہ قیام کو عام کر دیا جائے حقیقی ہو یا حکمی اور ظاہر ہے۔ بیماری کی وجہ سے قیام کے وقت بیٹھنا قیام کے حکم میں ہے۔

وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے بڑھے اور نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہو گئے تو

یَا اَبَا بَکْرٍ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُکَ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ مَا کَانَ لِاِبْنِ

فرمایا اے ابو بکر جب میں نے حکم دیدیا تھا تو اپنی جگہ کیوں نہ رہے۔ اس پر ابو بکر نے عرض کیا ابو قحافہ کے

اَبِیْ قُحَافَۃَ اَنْ یُّصَلِّیَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بیٹے کی مجال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں نماز پڑھائے۔ اس

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالِیْ رَأَیْتُکُمْ اَکْثَرْتُمُ التَّصْفِیْقَ

کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے اتنی زیادہ تالیاں کیوں بجائیں۔ جب نماز میں کوئی

مَنْ نَابَہٗ شَیْءٌ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَلْیُسَبِّحْ فَاِنَّہٗ اِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ اِلَیْہِ اِنَّمَا التَّصْفِیْقُ لِلنِّسَاءِ

حادثہ ہو جائے تو سبحان اللہ پڑھو کیوں کہ جب سبحان اللہ پڑھے گا تو امام اس کی طرف متوجہ ہوگا تالی عورتوں کے لئے

تشریحات ۴۸۴:۔ تکمیل۔ بنی عمرو بن عوف، اوس کی شاخ تھی جو قبا میں آباد تھی۔ ان کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھر پھینکے۔ اس کی خبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظہر کے بعد ہوئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کو ساتھ لے کر ان کے محلے میں تشریف لے گئے تاکہ ان کے مابین صلح کرا دیں۔ جاتے وقت حضرت بلال سے کہہ گئے تھے اگر میں عصر کے وقت تک واپس نہ ہوں تو ابو بکر سے کہنا وہ نماز پڑھا دیں گے۔[۱]

تخلص:۔ دوسرے طریق میں یہ ہے یمشی فی الصفوف یشقها شقا۔ صفوں کو چیرتے ہوئے

لا یلتفت:۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خشوع میں مخل بھی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع بھی فرمایا ہے۔ یہاں تک فرمایا۔ یہ شیطان کا حصہ ہے جو نماز سے اچک لیتا ہے۔

انما التصفیق للنساء:۔ عورتوں کو تالی کا حکم اس وجہ سے ہے کہ ان کی آواز بھی عورت ہے

ھھ باب من دخل لیؤم الناس فجاء الامام الاول ص۹۴ التہجد باب ما یجوز من التسبیح والحمد فی الصلوٰۃ للرجال ص۱۶۰ باب رفع الایدی فی الصلوٰۃ لامر ینزل ص۱۶۲ التہجد باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ ص۱۶۵ الصلح باب ما جاء فی الاصلاح بین الناس ص۳۷۰ الاحکام باب الامام یاتی قوما فیصلح بینہم ص۱۰۶۶ مسلم صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ ابو داؤد۔ [۱] بخاری ثانی الاحکام ص۱۰۶۶۔

ت ۱۴۲

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ إِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْإِمَامِ يَعُوْدُ فَيَمْكُثُ بِقَدْرِ مَا رَفَعَ ثُمَّ يَتْبَعُ الْإِمَامَ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب امام کے پہلے سر اٹھائے تو لوٹ جائے اور جتنی دیر سر اٹھائے رہے رکا رہے پھر امام کی اتباع کرے۔

عورتوں کو یہ جائز نہیں کہ اتنی آواز نکالیں کہ غیر محرم سن سکے اس وجہ سے وہ بلند آواز سے تسبیح نہیں پڑھ سکتیں تالی بھی اس طرح بجائیں گی کہ داہنے ہاتھ کی دو انگلی بائیں ہاتھ کی پشت پر ماریں گی۔

رفع اشتباہ:۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقررہ امام کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھا رہا ہو اور اثنائے نماز میں امام مقرر آجائے تو یہ جائز ہے کہ یہ شخص پیچھے ہٹ آئے اور امام مقرر آگے بڑھ کر نماز پڑھائے مگر اس پر اجماع امت ہے کہ بلا عذر یہ جائز نہیں۔ اس حدیث میں جو مذکور ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا[1]۔ اب کسی کو یہ جائز نہیں۔

مسائل:۔ نماز میں ماثورہ اذکار کے علاوہ دوسرے اذکار بھی جائز ہیں ان سے نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ذکر سے مقصود کچھ اور ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ جیسے چھینک کا جواب دینا۔ اچھی خبر سن کر الحمد للہ کہنا۔ بری خبر سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون، پڑھنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ البتہ اگر کوئی نابینا ہے اور آگے کنواں ہے یا سانپ ہے یا درندہ ہے تو اس کو آگاہ کرنے کے لئے تسبیح پڑھ سکتا ہے۔

نماز میں دائیں بائیں دیکھنا مکروہ ہے۔ مگر یہ کہ کوئی ضرورت ہو جیسے ابو داؤد[2] میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہرہ دینے کے لئے گھاٹی کی جانب سوار بھیجا تھا۔ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو گھاٹی کی جانب دیکھتے تھے۔ عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ جیسے کہ حضرت صدیق اکبر مصلیٰ سے ہٹ کر اگلی صف میں آگئے۔ امام کو لقمہ دینا جائز ہے۔ بلکہ اگر غلطی ایسی ہے جس سے فساد نماز کا اندیشہ ہو تو واجب ہے۔ دینی منصب ملنے پہ اللہ عز وجل کا شکر کرنا چاہیے۔

تشریح ۱۴۲ اس تعلیق کو ابو بکر بن شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اگرچہ اس سند میں ارسال ہے۔ مراد یہ ہے کہ امام رکوع یا سجدے میں تھا اور مقتدی نے سر اٹھا لیا تو اسے واجب ہے کہ پھر رکوع یا سجدے میں چلا جائے اور جتنی دیر تک رکوع یا سجدے سے سر اٹھائے رہا اتنی دیر تک رکوع یا سجدے میں رہے۔ ورنہ نماز مکروہ تحریمی

عه باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص ۹۵ ۔

[1] عمدۃ القاری خامس ص ۲۱۰

[2] اول صلوٰۃ باب الرخصۃ فی ذالک ص ۱۳۲

ت ۱۴۳	وَقَالَ الْحَسَنُ فِيْمَنْ يَرْكَعُ مَعَ الْإِمَامِ رَكْعَتَيْنِ وَلَا يَقْدِرُ عَلَى السُّجُوْدِ يَسْجُدُ لِلرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَقْضِي الرَّكْعَةَ الْأُوْلَى بِسُجُوْدِهَا وَفِيْمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتّٰى قَامَ يَسْجُدُ۔ عہ
	اور امام حسن بصری نے کہا اگر کوئی شخص امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور سجدہ نہ کر سکے تو اخیر رکعت کے دونوں سجدے کرنے کے بعد پہلی رکعت مع سجدے کے قضا پڑھے اور جو سجدہ بھول کر کھڑا ہوگیا اس کے بارے میں فرمایا کہ فورًا سجدہ کرے۔

ہوگی۔ یہ حکم اس تقدیر پر ہے کہ بقدر فرض یعنی ایک تسبیح کی مقدار امام کے ساتھ رکوع یا سجدہ پا چکا تھا جب سر اٹھایا۔ ورنہ لوٹنا فرض ہوگا اگر نہیں لوٹے گا نماز نہیں ہوگی۔

تشریح ۱۴۳ اس اثر کے پہلے جز کو سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ بھیڑ کی وجہ سے جمعہ کے دن اگر کوئی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کر پائے تو امام کی نماز پوری ہونے کے بعد پہلی رکعت مع سجدے کے پڑھے پھر دوسری بھی پڑھے۔

دوسرے جز کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ اگر کوئی پہلی رکعت کا ایک سجدہ بھول گیا۔ اور اخیر رکعت میں یاد آیا تو وہ تین سجدے کرے اور اگر سجدہ کرنے کے بعد سلام سے پہلے یاد آیا تو فورًا ایک اور سجدہ کرلے اور اگر سلام کے بعد یاد آیا تو نماز پھر سے پڑھے۔

مطابقت باب:۔ یہاں باب یہ ہے ــ امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے ــ اور امام حسن بصری کا ارشاد اس صورت میں ہے کہ مقتدی نے امام کی مخالفت کی ــ مناسبت یہ ہے کہ اس اثر سے یہ ثابت ہوا کہ تھوڑی سی اس قسم کی مخالفت سے اقتدار باطل نہیں ہوتی۔



عہ باب انما جعل الامام لیوتم بہ ص۹۵۔

حدیث ۴۴۹

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلّٰى جَالِسًا وَّصَلّٰى وَرَاءَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ عہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں علالت کی حالت میں نماز بیٹھ کر پڑھی اور حضور کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر تو حضور نے ان کی جانب اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ سر اٹھائے تم بھی اٹھاؤ جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو۔ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔

تشریحات ۴۴۹

فی بیتہ:۔ اس سے مراد وہ بالاخانہ ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ کے اوپر تھا۔

وھو شاک:۔ حضرت ام المومنین نے اس علالت کی تشریح نہیں فرمائی۔ کہ کیا تھی۔ لیکن آگے ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پاؤں میں چوٹ لگنے کے وقت کا واقعہ ہے۔ جو حدیث ۲۶۳ میں مفصل مذکور ہو چکا ہے۔ کہ گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے پاؤں اکھڑ گیا تھا اور داہنی طرف چوٹ بھی آئی تھی۔

اذا صلی جالسا الحدیث:۔ حدیث ۲۶۳ میں بتا آئے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس لئے کہ مرض وصال میں حضور نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور حضرت ابوبکر اور تمام صحابہ نے کھڑے ہو کر پڑھی۔

افادہ:۔ حدیث ۲۶۳ میں ہم نے بحث اٹھائی تھی کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف نہیں لائے تھے۔ تو نماز کون پڑھاتا۔ علامہ عینی نے اس حدیث کے تحت فرمایا کہ قاضی عیاض نے کہا ہو سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرے ہی میں رہتے ہوئے امامت فرماتے ہوں۔ اور کچھ صحابہ حجرے میں ساتھ رہتے ہوں اور بقیہ مسجد میں رہتے ہوئے اقتدار کرتے ہوں

عہ باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص۹۵ السہو باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ ص۱۶۵ ثانی المرض باب اذا عاد مریضا فحضرت الصلوٰۃ ص۸۴۵ ابوداؤد صلوٰۃ۔

حدیث ۴۵۰

حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَمْ يَحْنِ مِنَّا أَحَدٌ ظَهْرَهُ حَتَّى يَقَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُودًا بَعْدَهُ ع

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم لوگ فوراً سجدے کے لئے اپنی پیٹھ نہیں موڑتے جب تک حضور سجدہ نہ کر لیتے اس کے بعد ہم لوگ سجدہ کرتے۔

تشریحات ۴۵۰

تکمیلے۔ عبداللہ بن یزید، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جانب سے کوفے کے والی تھی۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق وہی نماز بھی پڑھاتے تھے۔ ان کے مقتدی ان سے پہلے سجدہ کر لیتے اور ان سے پہلے سجدے سے سر اٹھا لیتے۔ اس پر انھوں نے خطبہ دیا۔ اور حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث ذکر کی۔

غیر کذوب:۔ صحیح یہ ہے کہ غیر کذوب عبداللہ بن یزید کا قول ہے اور حضرت براء کی صفت ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی ابو اسحاق سے بعض طرق میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ کہ عبداللہ بن یزید خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے براء نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں اور یہی صحیح ابن خزیمہ میں بھی ہے۔ عبداللہ بن یزید نے یہ اس لئے نہیں کہا ہے کہ کوئی حضرت براء کو متہم بالکذب مانتا تھا۔ بلکہ اپنی بات کی توثیق کے لئے کہا ہے تاکہ لوگ ان کی بات پر یقین کامل کر لیں جیسے ہمارے عرف میں بولتے ہیں کہ فلاں نے مجھ سے یہ بات کہی ہے اور وہ جھوٹے نہیں ہیں۔

ابوداؤد میں یہی حدیث یوں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رکوع کرتے ہم بھی رکوع کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو جب تک حضور اپنی پیشانی زمین پر نہیں رکھتے ہم کھڑے رہتے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رکوع ساتھ ساتھ کرتے اسی طرح دوسرے افعال بھی۔ صرف سجدے کے لئے انتظار کرتے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر اقدس سجدے میں رکھتے تو یہ لوگ جھکنا شروع کرتے غالباً یہ اخیر عمر مبارک کا حال ہوگا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جسمانی ضعف طاری ہو گیا تھا۔ اور سجدے کے لئے جانے میں کچھ تکلف ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے تاخیر ہوتی تھی۔ اس کا اندیشہ تھا کہ اگر ساتھ ہی ساتھ سجدے میں جائیں گے تو حضور سے قبل سجدہ ہوگا جو ممنوع ہے۔

ع باب متی یسجد من خلف الامام ص ۹۶ باب رفع البصر الی الامام فی الصلوٰۃ ص ۱۰۳ مسلم صلوٰۃ۔ ابوداؤد صلوٰۃ ترمذی مسند امام احمد جلد رابع۔

حدیث ۴۵۱

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اَوْ اَلَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَاْسَ حِمَارٍ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهٗ صُوْرَةَ حِمَارٍ ؏

میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے۔ کیا وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ عزوجل اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا یہ فرمایا کہ اللہ اس کی صورت گدھے کی صورت بنا دے۔

جیسا کہ مسند امام احمد[1] اور ابوداؤد[2] اور ابن ماجہ[3] میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ظاہر ہے فرمایا۔ مجھ سے پہلے رکوع اور سجدہ نہ کرو اگر بالفرض کبھی میں رکوع تم سے پہلے کر لوں گا تو میرے سر اٹھانے کے بعد تم اسے ادا کر لو گے۔ اس لئے کہ اب میرا جسم بھاری ہو گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ چونکہ اب میرا جسم بھاری ہو گیا ہے۔ جتنی تیزی سے تم لوگ ایک رکن سے دوسرے رکن کی جانب منتقل ہوتے ہو میں اتنی تیزی سے منتقل نہیں ہو سکتا اگر میرے ساتھ ساتھ منتقل ہونا شروع کرو گے تو مجھ سے پہلے رکوع اور سجدے میں چلے جاؤ گے اور مجھ پر سبقت ہو جائے گی۔ اس لئے تم لوگ میرے بعد انتقالات شروع کرو تاکہ مجھ پر سبقت نہ ہو۔ اس کی وضاحت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ فرمایا۔ میرا بدن بھاری ہو گیا ہے جب میں رکوع کر لوں تو رکوع کرو اور جب سر اٹھا لوں تو اٹھاؤ اور جب سجدہ کر لوں تو سجدہ کرو۔ کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ مجھ سے پہلے رکوع سجدہ میں چلا جاتا ہو۔ اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فیض الباری میں ہے کہ مسلم میں ہے کہ حضور نے یہ حکم اس وقت دیا تھا جب جسم بھاری ہو گیا تھا — مسلم شریف میں اس مضمون کی کوئی حدیث نہیں جو صاحب مسلم میں اس مضمون کی کوئی حدیث دکھا دیں گے ہم ان کے مشکور ہوں گے۔ اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن یزید باپ بیٹے دونوں صحابی ہیں۔ اسی طرح حضرت براء بن عازب بھی صحابی ہیں۔ کشمیری صاحب کا وہم ہے۔ صحابی کے صاحبزادے نے صحابی کے صاحبزادے سے روایت کی۔

تشریحات ۴۵۱ :۔ اَمَا۔ اَلَا۔ حرف نفی پر ہمزہ استفہام داخل ہے یہ استفہام زجر و توبیخ کے لئے ہے

؏ باب اثم من رفع راسہ قبل الامام ص ۹۶ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔
[1] جلد رابع ص ۹۲،۹۸ [2] اول ص ۹۱ [3] اقامۃ الصلوٰۃ باب النھی ان یسبق الامام بالرکوع والسجود

ت ۱۴۴ وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام ذکوان ان کی امامت کرتے مصحف سے دیکھ کر پڑھتے۔

اذا رفع :۔ یہ عام ہے خواہ رکوع سے سر اٹھائے یا سجدے سے۔ مراد مطلق امام پر سبقت ہے۔ خواہ سر جھکانے میں ہو یا سر اٹھانے میں۔ یہ باب اکتفاء سے ہے۔ یعنی متقابلین میں سے ایک کے ذکر پر اکتفا کرنا اسی سے اس کے مقابل کو معلوم کر لیا جائے جیسے سرابیل تقیکم الحر، حالانکہ لباس گرمی سے بھی محفوظ رکھتا ہے اور جاڑے سے بھی۔

راس حمار کر دینے سے یا تو اس کا حقیقی معنی مراد ہے۔ کہ واقعی اس کا سر گدھے جیسا بنا دے یا معنی مجازی مراد ہے۔ یعنی بے وقوفی و کم عقلی۔ یہی علامہ کرمانی اور قاضی ابو بکر کی رائے ہے۔ علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ معنی حقیقی مراد ہے۔ قاضی ابو بکر بن العربی نے معنی مجازی مراد ہونے پر یہ دلیل دی تھی کہ یہ امت مسخ کے عذاب سے مامون ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ بکثرت صحابہ مثلاً حضرت علی، حضرت عائشہ حضرت ابن عباس حضرت انس حضرت ابوہریرہ وغیرہ سے مروی ہے کہ اس امت کے آخر میں مسخ خسف اور قذف ہوگا۔ اقول :۔ قاضی ابو بکر کا یہ ارشاد بھی حق ہے کہ یہ امت مسخ سے مامون ہے۔ اس سے مراد پوری امت کا مسخ ہے۔ یعنی یہ امت پوری کی پوری مسخ نہ ہوگی جیسے بنی اسرائیل میں اصحاب ایلہ کا مسخ ہوا۔ اور اخیر زمانے میں جو ہوگا جزئی طور پر ہوگا۔ رہ گیا یہ سوال کہ بہت لوگ امام سے پہلے انتقالات کرتے ہیں اور ان کی صورت نہیں بگڑتی اس کا جواب یہ ہے اس کی سزا یہ ہے۔ یہ اللہ عزوجل کی شان کریمی ہے کہ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قبر یا آخرت میں یہ سزا دی جائے۔

تشریحات ۱۴۴ مصنف ابن ابی شیبہ اور بیہقی وغیرہ میں ہے کہ حضرت ام المومنین وغیرہ کو ذکوان رمضان شریف میں تراویح مصحف سے دیکھ کر پڑھاتے تھے۔ اور یہ اس وقت آزاد نہیں ہوئے تھے[۱] غلام اس بچے کو کہتے ہیں جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔ اب اس تعلیق کی وجہ سے دو بحث اٹھ کھڑی ہوتی۔ ایک یہ کہ مصحف میں دیکھ کر پڑھنے سے نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں احناف کا مذہب یہ ہے۔ کہ اگر یہ حافظ ہے اور صرف احتیاط کے لئے مصحف سامنے رکھے ہوئے ہے تو نماز ہو جائے گی اور یہی اس تعلیق کا محمل ہے کہ ذکوان حافظ رہے ہوں گے۔ اس لئے کہ اس نماز میں اور لوگ بھی شریک ہوئے تھے۔ جیسا کہ امام شافعی نے روایت کیا ہے۔ کہ عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ، عبید بن عمر، مسور بن مخرمہ، اور بہت سے لوگ۔ اس جماعت میں شریک ہوتے تھے۔ پھر ذکوان میں کیا خصوصیت تھی جس کی بنا پر انھیں امام بنایا جاتا۔ جبکہ حضرت مسور بن مخرمہ صحابی بھی تھے۔ غالباً یہ خصوصیت حافظ قرآن ہونے کی تھی ــــ دوسرے یہ کہ نابالغ کے پیچھے بالغین کی تراویح

عہ باب امامۃ العبد والمولیٰ ص ۹۶

[۱] عینی جلد خامس ص ۲۲۵۔

ت ۱۴۵ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ عہ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے کہ جو شخص سب سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو وہ قوم کی امامت کرے۔

صحیح ہے اور اسی پر قیاس کرکے دوسری نوافل بھی جبکہ احناف کے یہاں مختار یہ ہے کہ نابالغ کی اقتداء میں بالغ کی نماز صحیح نہیں۔ ہماری دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ہے کہ فرمایا لایؤم الغلام حتی تجب علیہ الحدود[1]۔ جب تک بچہ اس عمر کو نہ پہنچ جائے کہ اس پر حد جاری ہوسکے امامت نہ کرے۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ لایؤم الغلام حتی یحتلم[2]۔ جب تک بچہ بالغ نہ ہوجائے امامت نہ کرے۔ تعلیق مذکور کا جواب یہ ہے کہ اکثر استعمال یہی ہے کہ غلام نابالغ بچے کو کہتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی ایسے بچے کو بھی غلام کہتے ہیں جو بالغ ہوگیا ہو۔ جیسا کہ ابھی حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس کے ارشادات سے بھی ظاہر ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے جب کنوئیں میں ڈالا تھا۔ تو ان کی عمر مبارک ایک روایت کے مطابق سترہ سال کی تھی۔ پھر بھی ان کو غلام کہا گیا۔

رہ گیا غلام کی امامت تو اس سلسلے میں ہمارا مسلک بہت واضح ہے کہ اگر غلام ہی اعلم اقرأ ہو تو ادنیٰ کراہت بھی نہیں۔

تشریحات ۱۴۵:۔ امام بخاری نے یہاں باب یہ قائم کیا ہے۔ غلام اور آزاد شدہ غلام اور مجہول النسب اور دیہاتی اور اس بچے کی امامت جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔ دو پہلے والوں کے لئے حضرت ام المومنین کا وہ عمل نقل فرمایا۔ اور ان دونوں کے لئے بھی اور بقیہ کے لئے بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور پیش فرمایا کہ جو سب سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو وہ قوم کی امامت کرے۔ اس میں آزاد شہری صحیح النسب کی تخصیص نہیں اس لئے یہ اپنے عموم کے لحاظ سے سب کو شامل۔ ہمارے یہاں اس میں تفصیل ہے۔ اگر قوم میں اور کوئی دوسرا اعلم ہو تو وہی امامت کے لئے قابل ترجیح ہے۔ اور ان کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اس لئے کہ ان کی امامت میں تقلیل جماعت ہے[3] اور اگر یہی اعلم القوم ہوں تو ان کی امامت مکروہ تنزیہی بھی نہیں۔ اس تعلیق کو امام مسلم نے اور اصحاب سنن نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

امامت کا مستحق کون ہے:۔ یہ بحث حدیث ۴۴۲ میں گزر چکی۔ کہ ہمارے یہاں حق تقدیم اعلم اور افقہ کو ہے۔ چونکہ اس مبارک عہد میں جو اقرأ ہوتا تھا وہ اعلم بھی ضرور ہوتا تھا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ

عہ باب امامۃ العبد والمولی ص ۹۶ — لہ عینی جلد خامس ص ۲۲۶ — ۲ہ ایضا

۳ہ مساجد باب من احق بالامامۃ ص ۲۳۶ ابوداؤد اول صلوٰۃ باب من احق بالامامۃ ص ۸۶ نسائی اول الامامۃ باب من احق بالامامۃ ص ۱۲۶ ابن ماجہ۔ اقامۃ الصلوٰۃ باب من احق بالامامۃ ص ۷۰۔

حدیث ۴۵۲

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُھَاجِرُوْنَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے

الْاَوَّلُوْنَ الْعُصْبَۃَ مَوْضِعًا بِقُبَاءٍ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

سے پہلے جب مہاجرین اولین عصبہ میں آئے جو قباء میں ایک جگہ تھی تو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم ان کی

کَانَ یَؤُمُّھُمْ سَالِمٌ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَۃَ وَکَانَ اَکْثَرَھُمْ قُرْاٰنًا [عہ]

امامت کرتے تھے ان میں سب سے زیادہ یہی قرآن پڑھے ہوئے تھے۔

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخیر حیات مبارکہ میں باصرار تمام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کے لئے مقرر فرمایا۔ اور یہی ضروری بھی ہے اس لئے کہ قرأت کی احتیاج صرف ایک رکن قیام میں ہے۔ اور علم کی احتیاج اس رکن میں بھی ہے اور بقیہ ہر رکن میں ہر وقت ہے۔ فقیہ ہوگا تو نماز میں ایسا خلل نہ ہونے پائے گا کہ نماز فاسد ہو جائے یا مکروہ ہو جائے۔ اور اگر سہواً کوئی ایسی بات ہوگی جس کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہو تو وہ سجدہ سہو کرے گا۔ نماز کے اعادے کی حاجت نہ ہوگی۔

علامہ نووی کی لغزش:- شرح مسلم میں علامہ نووی نے یہ تحریر فرمادیا کہ امامت کے لئے اقرأ کی افقہ پر تقدیم حضرت امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ افقہ اقرأ پر مقدم ہے۔ البتہ حضرت امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ اقرأ افقہ پر مقدم ہے ظاہر حدیث پر نظر کرتے ہوئے۔

تشریحات ۴۵۲ حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ یہ فارسی النسل اصطخر یا کرمان کے تھے۔ یہ ایک انصاری خاتون کے غلام تھے۔ اس نے جب آزاد کر دیا تو یہ حضرت ابو حذیفہ کے ساتھ رہنے لگے۔ انھوں نے ان کو متبنیٰ کر لیا جس کی وجہ سے ان کو سالم بن ابی حذیفہ کہنے لگے۔ جب آیت کریمہ۔ اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَائِھِمْ۔ نازل ہوئی۔ متبنیٰ کو اس کے باپ کی طرف نسبت کرکے پکارو۔ تو ان کو مولیٰ ابی حذیفہ کہا جانے لگا یہ دونوں بزرگ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ ان کی لاش اس شان سے ملی کہ حضرت سالم کا سر حضرت ابو حذیفہ کے پاؤں کے پاس اور حضرت ابو حذیفہ کا سر حضرت سالم کے پاؤں کے پاس ملا۔ یہ دونوں سابقین اولین میں ہونے کے ساتھ ساتھ کبار مہاجرین و اصحاب بدر میں سے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آزاد شدہ غلام اگر قوم سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو تو اس کی امامت بلا کراہت درست ہے۔

٭

عہ باب امامۃ العبد والمولیٰ ص ۹۶ ابو داؤد صلوٰۃ۔

حدیث ۴۵۳

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں
وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيْبَةٌ ۔
فرمایا۔ اگر تم پر ایسا کوئی حبشی حاکم بنا دیا جائے گویا اس کا سر منقی ہے پھر بھی اس کی بات سنو اور مانو۔

حدیث ۴۵۴

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (عنقریب کچھ حاکم
قَالَ يُصَلُّوْنَ لَكُمْ فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَكُمْ وَاِنْ اَخْطَأُوْا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ ۔
ہوں گے) جو تمہیں نماز پڑھائیں گے اگر صحیح نماز پڑھائیں گے تو بھی تم کو ثواب ملے گا اور اگر غلط طریقے پر بھی تو ثواب ملے گا

اور غلطی کا وبال ان پر رہے گا۔

تشریحات ۴۵۳:۔ ان استعمل:۔ اس کے بعد والے باب میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا تھا۔ کتاب الاحکام میں علیکم۔ زائد ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگر تم پر عامل حاکم کسی بدصورت یا بے وقوف حبشی کو بنا دیا جائے تو اس کی بھی اطاعت کرو۔ اس لئے کہ مخالفت میں فتنے اٹھیں گے قتل وغارت ہوگا اور بالکل وہی مثال ہوگی کہ ایک گھر بنانے کے لئے پورا شہر برباد کیا جائے۔ خلیفہ اسلام مراد نہیں اس لئے کہ اس کے لئے قریشی ہونا بالاجماع شرط ہے۔ اس لئے کسی حبشی کے خلیفہ بنائے جانے کا سوال ہی نہیں۔ ہاں اگر اپنی قوت سے غلبہ حاصل کرلے تو یہ دوسری بات ہے نیز مراد یہ ہے کہ اگر وہ کسی گناہ کا حکم نہ دے۔ اطاعت صرف جائز امور کے ساتھ مشروط ہے۔ فرمایا۔ لاطاعة للمخلوق فی معصیة الخالق۔ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی طاعت نہیں۔

کان راسہ:۔ زبیب سوکھے انگور یعنی منقی کو کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ بدوضع ہو۔ اس کے بال کھچے ہوں اس کا سر چھوٹا ہو جو کنایہ ہے بے وقوفی سے۔ یہ جملہ کنایہ ہے تحقیر سے یعنی کتنا ہی حقیر ہو۔ عامل کے محض حقیر ہونے کی وجہ سے اس کی اطاعت سے انکار نہ کرو۔

تشریحات ۴۵۴ امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اس لئے کہ ان کے

ع باب امامة العبد والمولی ص۹۶ باب امامة المفتون والمبتدع ص۹۷ ثانی الاحکام۔ باب السمع والطاعة للامام ص۱۰۵۷ ابن ماجہ جہاد۔

ع باب اذا لم یتم الامام واتم من خلفہ ص۹۶۔

ت ۱۴۶ | **وَقَالَ الْحَسَنُ وَصَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ** [۵]

امام حسن بصری نے فرمایا اور نماز پڑھ اور اس کی بدعت کا وبال اس پر ہے۔

نزدیک اقتدا صرف متابعت کا نام ہے۔ اور ہمارے یہاں فاسد ہو جاتی ہے۔ ہمارے یہاں امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہے۔

ہمارا استدلال:- جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الامام ضامن [۱]۔ اس حدیث کو امام حاکم نے بشرطِ مسلم حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا اور اسے صحیح کہا۔ ابھی حدیث گزری کہ فرمایا۔ انما جعل الامام لیوتم بہ۔ امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ اور اقتدار متفرع ہے صحت صلوٰۃ پر۔ جب نماز ہی فاسد ہو جائے گی تو اقتدار کا ہے میں ہوگی۔

اس حدیث کی توجیہ:- اس حدیث میں فان اخطأوا سے مراد وقت مسنون گزار کر وقت مکروہ میں نماز پڑھنا ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے یوں روایت ہے۔

یکون علیکم امراء من بعدی یوخرون الصلوٰۃ فھی لکم وھی علیھم فصلوا معھم ماصلوا القبلۃ [۲]	میرے بعد کچھ حکام ہوں گے جو نماز کو وقت سے ہٹ کر پڑھیں گے۔ یہ تمہارے لئے باعث ثواب اور ان کیلئے وبال ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھ جب تک قبلے کی طرف منہ کرکے نماز پڑھیں۔

علاوہ ازیں مسلم وغیرہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کیف بک اذا کانت علیک امراء یوخرون الصلوٰۃ عن وقتھا او یمیتون الصلوٰۃ عن وقتھا قال قلت فما تامرنی قال صل الصلوٰۃ لوقتھا فان ادرکتھا معھم فصل فانھا لک نافلۃ [۳]	تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حکام ہوں گے جو نماز کو موخر کرکے پڑھیں گے یا وقت گذار کر پڑھیں گے انھوں نے عرض کیا پھر مجھے کیا حکم ہوتا ہے۔ فرمایا۔ نماز اپنے وقت پر پڑھ لے ان کے ساتھ نماز ملے تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لے۔ یہ تیرے لئے نفل ہوگی۔

ایک حدیث دوسری کی تفسیر ہوتی ہے۔ اس لئے اخطأوا سے یہی مراد ہے کہ وقت مسنون کے بعد پڑھیں۔

تشریح ۱۴۶ | **بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم**

اس تعلیق کو سعید بن منصور نے یوں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت حضرت حسن بصری سے بد مذہب کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا۔ نماز پڑھ لو اس کی بدعت اس پر ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ اس کی بدمذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو۔ ورنہ ان کے پیچھے نماز قطعاً نہ ہوگی۔ اس لئے کہ نماز کی صحت ایمان پر متفرع ہے۔

---

[۱] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۲۳۵ بحوالہ حاکم۔ [۲] عمدۃ القاری خامس ص ۲۲۹۔ [۳] مسلم اول مساجد باب کراھیۃ تاخیر الصلوٰۃ عن وقتھا ص ۲۳۰۔ [۵] باب امامۃ المفتون والمبتدع ص ۹۶۔

حدیث ۴۵۵

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَامَّةٍ وَقَدْ نَزَلَ بِكَ مَاتَرٰى وَيُصَلِّىْ لَنَا اِمَامُ فِتْنَةٍ وَنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَاءُوْا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَتَهُمْ عـ

عبید اللہ بن عدی بن الخیار سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان جب محصور تھے تو یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ آپ امام کل برحق ہیں اور آپ پر جو افتاد ہے وہ ملاحظہ فرما رہے ہیں اور ہمیں فسادیوں کا امام نماز پڑھا رہا ہے اس سے ہمیں انقباض ہوتا ہے ارشاد فرمایا۔ لوگ جو کچھ کرتے ہیں ان میں سب سے بہتر نماز ہے جب یہ لوگ اچھا کام کریں تو تو بھی ان کے ساتھ کر اور برا کام کریں تو اس سے دور رہ۔

جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟ اور جب امام کی نماز نہیں ہوئی تو مقتدیوں کی کیسے ہوگی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت امام بصری کے عہد میں جو بدمذہب تھے ان کی بدمذہبی حد کفر تک نہیں پہنچی تھی۔ میرا ظن غالب یہ ہے کہ ان کا یہ ارشاد خوارج کے بارے میں ہے جن کا تسلط کچھ دنوں کے لئے بصرے پر ہو گیا تھا۔ حالت امن و اختیار میں ایسے بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے مگر جب ان کا تسلط ہو اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں عزت آبرو جان و مال کا خطرہ ہو تو کراہت نہیں نیز یہ حکم اس وقت ہے۔ کہ حکام ہی امامت کرتے ہوں یا اپنے مقررہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر مجبور کرتے ہوں۔ ورنہ حالت اختیار میں بدمذہب کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز و گناہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ اگرچہ اس کی بدمذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جیسا کہ کتب فقہ میں مصرح ہو۔

تشریحات ۴۵۵

قال لنا:- عام دستور کے برخلاف یہاں بجائے حدثنا وغیرہ کے قال لنا۔ فرمایا صاحب تلویح نے فرمایا۔ کہ ہو سکتا ہے یہ حدیث امام بخاری نے بطور مذاکرہ اخذ کی ہو۔ اس لئے حدثنا نہیں فرمایا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ یہ صیغہ یعنی قال لنا اسی وقت کہتے ہیں جبکہ حدیث موقوف ہو۔ یا اس کا کوئی راوی ان کی شرط پر نہ ہو علامہ عینی نے فرمایا۔ اگر کوئی راوی ان کی شرط پر نہ ہوگا تو اس کو اپنی صحیح میں کیسے ذکر فرمائیں گے۔

وهو محصور:- یہ حادثہ ۳۵ھ میں پیش آیا۔ شوال میں بلوائی مدینہ طیبہ پہنچ گئے تھے۔ ذوقعدہ میں انھوں نے محاصرہ سخت کر دیا۔ غذا اور پانی اندر جانا بند کر دیا۔ چالیس دن محاصرہ رہا۔ اٹھارہ ذوالحجہ کو جمعہ کے دن چاشت کے وقت شہید کر دئے گئے۔ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ ایام تشریق یا المیہ ...

عـ باب امامۃ المفتون والمبتدع ص۹۶ -

مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ شہادت سے ایک دن پہلے اور یوم شہادت میں بھی روزے سے تھے۔ اور ایام تشریق میں روزہ ممنوع ہے۔ اور اس روزے سے مراد محض فاقہ نہیں بلکہ بالقصد روزہ رکھنا ہے اس لئے کہ حضرت نائلہ کہتی ہیں کہ افطار کے وقت کوئی غذا اور پانی نہ مل سکا۔ صبح صادق کے قریب ایک پڑوسی نے ایک کوزہ پانی دیا۔ میں نے پیش کیا۔ مطلع کی طرف نظر کی دیکھا کہ صبح صادق چمک چکی ہے تو فرمایا میں روزے سے ہوں [1] نزہۃ القاری جلد اول صفحہ ۴۹ پر وقت شہادت بعد عصر لکھا ہے۔ مگر یہ سطور لکھتے وقت البدایہ والنہایہ جلد سادس صفحہ ۱۹۰ پر دیکھا کہ دونوں قول نقل کئے ہیں۔ اور چاشت کے وقت کو ذالک اشبہ لکھا ہے۔ اس لئے یہاں اسے اختیار کیا۔

امام فتنہ:۔ اس سے مراد عبدالرحمٰن بن عدیس بلوائی اور کنانہ بن بشر رئیس الخوارج ہے۔ اول الذکر وہ فتنہ گر ہے جو مصریوں کو بھڑکا کر لایا تھا۔ ابتداءً جب شورش میں کمی تھی۔ حضرت ذوالنورین مسجد میں تشریف لاکر خود نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن جمعہ کے بعد منبر اقدس پر تشریف لے گئے اور شورش برپا کرنے والوں کو انہام و تفہیم کر رہے تھے کہ ان ظالموں نے پتھر مارنا شروع کر دیا۔ سر اقدس زخمی ہو گیا۔ عصار رسول جو حضرت ذوالنورین کے دست مبارک میں تھا۔ چھین کر جہجاہ غفاری نے گھٹنے پر مارا عصا مبارک ٹوٹ گیا اور حضرت ذوالنورین غش کھا کر گر پڑے۔ لوگ اٹھا کر گھر لائے اس کے بعد پھر ظالموں نے مسجد میں نہیں آنے دیا۔ پہلے حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف نے نماز پڑھائی مگر ان شورش پسندوں نے انھیں روک دیا۔ تو کبھی عبدالرحمٰن بن عدیس بلوائی اور کبھی کنانہ بن بشر نماز پڑھاتا دس دن تک یہی حال رہا۔ ایام محاصرہ میں کبھی کبھی حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت ایوب انصاری، حضرت ابوہریرہ، حضرت سہل بن حنیف رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی نماز پڑھائی ہے۔ مگر یہ لوگ کسی طرح مراد نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ لوگ حضرت عثمان کی اجازت سے نماز پڑھاتے تھے۔ پھر ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں انقباض کا سوال ہی نہیں۔ اور نہ یہ حضرات فتنے میں شریک تھے [2]

تحرج:۔ حرج کے معنی۔ دل میں تنگی کھٹک محسوس کرنا۔ اور گناہ کے بھی معنی میں آتا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ بلوائی امام برحق پر خروج ناحق کر کے بدترین گناہ کے مرتکب فاسق معلن ہیں۔ ہمیں یہ گمان ہوتا ہے کہ انکے پیچھے نماز پڑھنی گناہ ہے

فاسق معلن کی امامت:۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر یہ صرف حضرت عثمان کا ارشاد ہے۔ عامہ صحابہ و تابعین مکروہ ہی جانتے تھے۔ عمدۃ القاری میں ہے کہ یوسف انصاری نے فرمایا۔ کہ اور لوگ محاصرہ کرنے والوں کے پیچھے نماز کو مکروہ جانتے تھے سوائے حضرت عثمان کے۔ **اقول۔** فاسق معلن کے پیچھے نماز حالت امن میں مکروہ ہے۔ فتنے اور شورش کے وقت اجازت ہے اور یہی محمل ہے۔ حدیث صلوا خلف کل بر و فاجر، کا۔

---

[1] البدایۃ والنہایہ صفحہ ۱۸۳ ج ۷ [2] عمدۃ القاری خامس صفحہ ۲۳۱ البدایہ والنہایہ سادس صفحہ ۱۷۶ تا صفحہ ۱۹۰۔

ت ١٤٧

قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا نَرَى أَنْ يُصَلَّى خَلْفَ الْمُخَنَّثِ إِلَّا مِنْ ضَرُورَةٍ لَا بُدَّ مِنْهَا

امام زہری نے فرمایا۔ ہجڑے کے پیچھے نماز ہم جائز نہیں جانتے مگر جبکہ مجبوری ہو۔

حدیث ٤٥٧

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ فَكَانَ مُعَاذٌ يَنَالُ مِنْهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَتَّانٌ فَتَّانٌ فَتَّانٌ ثَلٰثَ مِرَارٍ أَوْ قَالَ فَاتِنًا فَاتِنًا فَاتِنًا وَأَمَرَهُ بِسُورَتَيْنِ مِنْ أَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ قَالَ عَمْرٌو وَلَا أَحْفَظُهُمَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ معاذ بن جبل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ کر جاتے اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے۔ ایک دن عشاء پڑھی اور اس میں سورہ بقرہ پڑھی اس پر ایک شخص چلا گیا اس کی وجہ سے معاذ اس پر نکتہ چینی کرتے۔ یہ خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا فتان ہے فتان ہے فتان ہے یا فرمایا فاتن ہے فاتن ہے فاتن ہے اور انھیں اوساط مفصل کی دو سورتیں پڑھنے کا حکم دیا۔ عمرو راوی نے کہا میں انھیں بھول گیا۔

تشریح ١٤٧:- مخنث تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس میں عورتوں کی علامت غالب ہو۔ یہ عورت کے حکم میں ہے۔ دوسرے وہ جس میں مردانہ علامتیں غالب ہوں یہ بہت سے احکام میں مردوں کے مثل ہے تیسرے وہ جس میں مردانہ اور زنانہ علامتوں میں سے کوئی غالب نہ ہو۔ یہ خنثیٰ مشکل کہلاتا ہے۔ ان تینوں میں کسی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ پہلی قسم عورتوں کے حکم میں ہے اور عورتوں کی امامت درست نہیں۔ دوسرے تیسرے قسم کے ہیجڑوں میں اغلب واکثر بدکردار ہی کی خو ہوتی ہے نیز انہیں امام بنانے میں تقلیل جماعت بھی ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ایک مخنث خلقی ہوتا ہے جس کے اعضاء میں نسوانی لچک ہوتی ہے اسے بھی امام بنانا مکروہ ہے۔ دوسرے وہ جو بہ تکلف و تصنع زنانہ پن اختیار کرتا ہے۔ اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے۔ ابو عبدالملک نے کہا کہ امام زہری کی مراد مفعول ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہونے میں کیا شبہ۔

ع باب امامة المفتون والمبتدع ص٩٧۔

ع باب اذا طول الامام ص٩٧ باب من شکا امامه اذا طول ص٩٨ باب اذا صلی ثم ام قوما ص٩٨ ثانی الادب باب من لم یر اکفارا من قال متا ولا ص٩٠٣ مسلم صلوٰة ابوداؤد نسائی صلوٰة ابن ماجه —

باب سے مطابقت یوں ہے کہ ہجڑا پن فتنہ ہے اور ہجڑا مفتون ہے۔ اس لئے امام بخاری نے اس باب میں ذکر فرمایا۔ اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے ان الفاظ میں روایت کیا۔ قلت فالمخنث قال لا کرامۃ لاتاتقربہا۔ میں نے عرض کیا ہجڑے کا کیا حکم ہے تو انھوں نے فرمایا۔ کوئی عزت نہیں اس کی اقتدا مت کرو۔

تشریحات ۴۵۶:- تکمیل ۔ اس کے بعد والے صفحے پر یوں ہے کہ ایک صاحب پانی کھینچنے والے دو اونٹوں کے ساتھ آئے اور رات اتنی گزر چکی تھی کہ اندھیرا چھا چکا تھا۔ حضرت معاذ کو نماز پڑھتے پایا۔ انھوں نے اپنے اونٹ بٹھا دیئے اور حضرت معاذ کی طرف بڑھے حضرت معاذ نے سورہ بقرہ یا سورہ نساء شروع کر دی اور وہ صاحب چلے گئے اور تنہا مختصر نماز پڑھ لی۔ اس پر حضرت معاذ نے انہیں منافق کہہ دیا۔ انھیں خبر ملی کہ معاذ نے انھیں منافق کہا ہے تو وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور سے حضرت معاذ کی شکایت کی۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ کیا فتان ہے تو۔ یا فرمایا کیا فاتن ہے تو۔ تین بار۔ کیوں نہیں تو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ اور والشمس وضحٰها اور واللیل اذا یغشیٰ پڑھتا۔ اس لئے کہ تیرے پیچھے بوڑھے کمزور، ضرورتمند (کبھی) نماز پڑھتے ہیں۔ مسلم میں یہ بھی ہے۔ کہ ایک صاحب الگ ہوگئے اور سلام پھیر دیا اور اکیلے نماز پڑھی۔

یصلی مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت معاذ نفل پڑھتے تھے تاکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدار اور مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت حاصل کریں۔

فانصرف الرجل:- مسند امام احمد میں ہے کہ ان کا نام، سلیم تھا اور بنی سلمہ کے فرد تھے۔ انھوں نے یہ عرض کیا تھا یا رسول اللہ! ہم دن بھر کام کرتے ہیں شام کو گھر آتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ معاذ آپ کے یہاں سے آکر اذان کہلاتے ہیں اور نماز پڑھاتے ہیں تو لمبی کر دیتے ہیں۔ اسی میں ہے کہ۔ ایک بار حضور نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی معاذ حضور کے ساتھ نماز پڑھ کر اپنی قوم میں آئے اور بقرہ پڑھی۔

مسند ابوداؤد طیالسی اور بزار میں ہے کہ ان کا نام حزم بن کعب تھا۔ مسند امام احمد میں حضرت انس کی روایت میں ہے کہ ان کا نام حرام بن ملحان تھا۔ یہ حضرت انس کے ماموں تھے۔ مسلم میں یہ ہے کہ۔ ایک صاحب تھے۔

فتان۔ فاتن:- فتان مبالغے کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی ہوئے زیادہ فتنہ برپا کرنے والا۔ فاتن اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ فتنہ برپا کرنے والے۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہاری وجہ سے لوگ جماعت چھوڑ بیٹھیں اور پھر آپس میں درشت کلامی ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ جلال صرف نماز دراز کرنے پر نہیں تھا بلکہ ان صاحب کو منافق کہنے پر بھی تھا۔

اوساط مفصل :- سورہ حجرات سے لے کر آخر قرآن کو مفصل کہتے ہیں۔ اس کے تین حصے ہیں سورہ حجرات سے سورہ بروج تک طوال مفصل ـ سورہ طارق سے لے کر سورہ لم یکن تک اوساط مفصل سورہ زلزال سے لے کر آخر تک قصار مفصل۔

متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز :- امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز درست ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ خصوصیت سے وہ زیادتی جو بطریق ابن جریج میں ہے۔ ہی لہ تطوع ولهم فریضة اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً یہ زیادتی صحیح نہیں ـــ جیسا کہ امام طحاوی اور علامہ عینی نے بدلائل ثابت فرمایا ہے۔ ثانیاً یہ راوی کا اپنا گمان ہے۔ حضرت معاذ سے کہیں منقول نہیں۔ کہ انھوں نے یہ بتایا ہو کہ میں اپنی قوم کو جو نماز پڑھاتا تھا نفل کی نیت سے پڑھتا تھا جب تک ناقل خود نہ بتائے نیت کا حال معلوم نہیں ہوسکتا۔ ثالثاً یہ صلوۃ خوف سے منسوخ ہے۔ یہ واقعہ غزوہ احد[1] سے پہلے کا ہے اور صلوۃ خوف سنہ ٦ھ میں نازل ہوئی۔ اگر یہ جائز ہوتا کہ امام کچھ لوگوں کو فرض کی نیت سے پڑھائے اور کچھ لوگوں کو نفل کی نیت سے تو صلوۃ خوف کی کوئی حاجت نہ تھی، خصوصاً اس ہیئت کے ساتھ کہ دوسری صورتوں میں اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

نیز امام احمد[2] اور امام طحاوی[3] نے سلیم بن حارث کی حدیث میں یہ زیادتی نقل فرمائی ہے۔

لا تکن فتانا اما ان تصلی معی واما ان تخفف عن قومک۔

فتان مت بن یا تو میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو مختصر نماز پڑھا

اس لئے کہ اس کا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ یا تو میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کے ساتھ پڑھو تو مختصر پڑھو۔ دونوں کو جمع مت کرو۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے اور قوم کو مختصر نماز پڑھانے میں کوئی منافات نہیں پھر تردید لغو ہوگی۔ ابن جریج کی زیادتی سے قطع نظر کرتے ہوئے اصل حدیث سے یوں استدلال تام نہیں کہ ہوسکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کے ساتھ فرض۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے۔

کشمیری صاحب پر تعقب :- فیض الباری میں کشمیری صاحب نے ج ٢ ص ٢٢٩ پر یہ زور باندھا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالے عنہ کی عادت یہ نہ تھی کہ وہ عشا حضور کے پیچھے پڑھ کر پھر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے۔ صرف ایک بار ایسا ہوا۔ عادت یہ تھی کہ مغرب حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتے اور عشاء اپنے محلے بنی سلمہ میں آکر پڑھتے تھے۔ اس پر وہ ترمذی[4] کی اس حدیث سے دلیل لائے ہیں۔ کہ حضرت جابر نے فرمایا۔ کہ معاذ مغرب حضور کے پیچھے پڑھتے پھر اپنی قوم میں آکر ان کی امامت کرتے۔ اقول ـــ یہ تطویل لاطائل کے ساتھ اس سلسلے کی تمام احادیث پر نظر نہ رکھنے کا ثمرہ ہے۔ ترمذی کی اس حدیث کے خلاف مسند امام احمد[5] میں انھیں حضرت جابر سے بجائے مغرب کے عشاء ہے۔ کہ وہ نبی صلی اللہ تعالے

١ـ مسند امام احمد خامس ص ٧٤ ٢ـ مسند امام احمد خامس ص ٧٤ ٣ـ شرح معانی الآثار اول ص ٩٩ ٤ـ اول جامع ص ٧٥ ٥ـ ثالث ص ٣٠٢

حدیث ۴۵۷

اَخْبَرَنِی اَبُوْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰہِ یَا

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ ایک صاحب نے عرض کیا خدا یا رسول اللہ! میں

رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّی لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا یُطِیْلُ بِنَا فَمَا رَاَیْتُ

فلاں کی وجہ سے فجر کی نماز میں شریک نہیں ہوتا کیوں کہ وہ لمبی نماز پڑھاتے ہیں اس دن سے زیادہ کسی وعظ میں

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَوْعِظَۃٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِّنْہُ یَوْمَئِذٍ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غضبناک میں نے نہیں دیکھا۔ فرمایا۔ تم میں کچھ لوگ نفرت دلانے والے

قَالَ اِنَّ مِنْکُمْ مُنَفِّرِیْنَ فَاَیُّکُمْ مَا صَلّٰی بِالنَّاسِ فَلْیَتَجَوَّزْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفَ

ہیں۔ تم میں جو کوئی بھی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اختصار کرے اس لئے کہ ان میں کمزور بوڑھے ضرورت مند

وَالْکَبِیْرَ وَذَا الْحَاجَۃِ ؏

سبھی ہوتے ہیں۔

علیہ وسلم کے ساتھ عشاء پڑھ کر اپنی قوم میں آکر امامت فرماتے۔ پھر جب آپ ایک بار مانتے ہیں کہ ایسا ہوا تو امام شافعی کا استدلال اپنی جگہ رہا اور ہمیں جواب کے لئے وہی کہنا پڑیگا جو ہم لکھ چکے تو کوہ کن کاہ بیار سے کیا حاصل سوائے اس کے کہ کچھ بچے طالب علم یہ ہانکیں کہ شاہ صاحب نے اس حدیث پر اتنے گھنٹے تقریر کی۔

ہمارا استدلال:۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الامام ضامن والمؤذن مؤتمن علہ امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے۔

یعنی امام سب مقتدیوں کی نماز کو اپنی نماز کے ضمن میں لئے ہوئے ہے۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ اعلیٰ کے ضمن میں ادنیٰ آسکتا ہے۔ مگر ادنیٰ کے ضمن میں اعلیٰ نہیں آسکتا۔ فرض اعلیٰ ہے اس لئے کہ وہ دو باتوں پر مشتمل

عہ باب تخفیف الامام فی القیام ص۹۷ باب من شکا امامہ اذا طول ص۹۸ العلم باب الغضب فی الموعظۃ ص۱۹ ثانی ادب مایجوز من الغضب والشدۃ لامر اللہ ص۹۰۳ الاحکام باب ہل یقضی الحاکم او یفتی وھو غضبان ص۱۰۶۱ مسلم صلوٰۃ نسائی العلم۔

علہ ابو داؤد اول باب مایجب علی المؤذن تعاہدا لوقت ص۷۶ ترمذی اول باب الامام ضامن والمؤذن مؤتمن ص۲۹

حدیث ۴۵۸

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفَ وَالسَّقِیْمَ وَالْكَبِیْرَ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَا شَاءَ عہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو مختصر پڑھاؤ اس لئے کہ ان میں کمزور بیمار اور بوڑھے بھی ہیں۔ اور جب تنہا پڑھو تو جتنی چاہو لمبی پڑھو۔

تعلیقات ۱۴۷

وَقَالَ اَبُوْ اُسَیْدٍ طَوَّلْتَ بِنَا یَا بُنَیَّ عہ

حضرت ابو اسید نے فرمایا اے بیٹے تو نے نماز لمبی کر دی۔

... فرضیت اور تعبد۔ اور نفل اس سے ادنیٰ کیونکہ اس میں صرف تعبد ہے اس لئے فرض کے ضمن میں نفل آسکتی ہے مگر نفل کے ضمن میں فرض نہیں آسکتا۔ اسی طرح ضمن میں آنے کے لئے مماثلت ضروری ہے۔ مغایرت کے بعد تضمن ممکن نہ ہوگا اس لئے ایک فرض پڑھنے والے کے پیچھے دوسرا فرض پڑھنے والا اقتدا نہیں کر سکتا۔ مثلاً عصر پڑھنے والے کے پیچھے ظہر کی قضا پڑھنے والا یا کل کی عصر ہی کی قضا پڑھنے والا اقتدا نہیں کر سکتا۔

تشریحات ۴۵۷، ۴۵۸

فلاں۔ اس سے مراد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ وہ تنہا میں امام تھے اختصار سے مراد یہ ہے۔ کہ قیام میں اتنی لمبی قرأت نہ کرے کہ مقتدیوں پر شاق ہو۔ رہ گیا رکوع وسجدہ انھیں بطریق مستحب ادا کرے البتہ انھیں بھی بہت لمبا نہ کرے۔ اور یہ ممانعت بھی کراہت تنزیہہ کی حد تک ہے۔ کیونکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ نمازوں میں بہت لمبی قرأت فرمایا کرتے۔ حتیٰ کہ بخاری ہی میں ہے کہ مغرب میں حضور نے سورہ والمرسلات پڑھی اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ غصے کی حالت میں وعظ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ غصے کی حالت میں قاضی کو فیصلہ کرنا یا مفتی کو فتویٰ دینا ممنوع ہے۔ کسی خاص آدمی کو بھی تنبیہ کرنی ہو تو بہتر یہ ہے کہ خطاب عام کرے۔ ہر وہ کام جو اجتماعی طور پر ہو اس میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ لوگوں پر شاق نہ ہو اگرچہ وہ کتنا ہی اہم اور دینی کام ہو۔

تشریحات ۱۴۸

اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت اسید کے صاحبزادے منذر کہتے ہیں کہ میرے والد میرے پیچھے نماز پڑھتے تھے کبھی کبھی یہ فرماتے اے

عہ باب اذا صلی لنفسہ فلیطول ماشاء ص۹۷ ابوداؤد ابن ماجہ۔

عہ باب من شکا امامہ اذا طول ص۹۸۔

حدیث ۴۵۹

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْجِزُ الصَّلٰوةَ وَيُكْمِلُهَا ؏

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نماز مختصر اور مکمل پڑھتے تھے۔

حدیث ۴۶۰

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ لَاَقُوْمُ فِي الصَّلٰوةِ اُرِيْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِيْهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلٰوتِيْ كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهٖ ؏

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالٰے عنہ نے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا۔ میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں چاہتا ہوں کہ اس میں (قرأت) لمبی کروں کہ بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو مختصر کردیتا ہوں یہ پسند نہیں کہ اس کی ماں کو مشقت میں ڈالوں۔

بیٹے آج تو نے سورہ والصافات پڑھ کر نماز لمبی کردی۔

حضرت اسید بن حضیر ساعدی انصاری بہت مشہور ومعروف صحابی ہیں۔ بیعت عقبہ سے لے کر تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔ اصحاب بدر میں سب کے بعد وصال فرمایا۔ غالباً ۶۰ھ میں۔

تشریحات ۴۵۹ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ اب جو، کچھ لوگ لمبی لمبی قرأت کرتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اتنی لمبی قرأت نہیں کرتے تھے۔ البتہ ارکان بہت سکون واطمینان کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ بعض روایتوں کے الفاظ یہ ہیں۔ سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہنے کے بعد کھڑے ہوتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہمیں اندیشہ ہوتا کہ نسیان طاری ہوگیا اور جب دونوں سجدوں کے مابین بیٹھتے تو اتنی دیر میں کہ شبہ ہوتا کہ نسیان طاری ہوگیا ہے۔ ؎

عہ باب الایجاز فی الصّلوٰۃ واکمالہا ص۹۸ مسلم صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

لہ مسلم اعتدال ارکان الصلوٰۃ وتخفیفہا فی تمام ص۱۸۹۔

عسہ باب من اخف الصلوٰۃ عند بکاء الصبی ص۹۸ باب خروج النساء الی المساجد ص۱۲۰ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کلہم فی الصّلوٰۃ مسند امام احمد ثالث۔

حدیث ۴۶۱

سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ مَا صَلَّیْتُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَرَاءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوۃً وَّلَا اَتَمَّ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

سے زیادہ مختصر اور مکمل نماز میں نے کبھی کسی امام کے پیچھے نہیں پڑھی بچے کے رونے

وَسَلَّمَ اِنْ کَانَ لَیَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ فَیُخَفِّفُ مَخَافَۃَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّہٗ عہ

کی آواز سنتے تو مختصر کر دیتے اس اندیشے سے کہ کہیں اس کی ماں فتنے میں نہ پڑ جائے۔

تشریحات ۴۶۰، ۴۶۱ بخاری ہی میں مزید دو طریقوں سے حضرت انس والی حدیث تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ مروی ہے۔ ان کی ابتداء میں یہ ہے۔ میں نماز میں داخل ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ اسے لمبی کروں کہ بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں الخ۔ اخیر میں یوں ہے۔ کیونکہ بچے کے رونے سے اس کی ماں کی سخت بے چینی کو میں جانتا ہوں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں مقتدی یا غیر مقتدی کی رعایت یا ضرورت کے خیال سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ مگر ہمارے فقہاء لکھتے ہیں۔ کہ کسی آنے والے کے لئے رکوع کو لمبا کرنا ممنوع ہے جبکہ اس کی ریاست کی وجہ سے ہو۔ اور اگر اس میں اس کی ریاست کا خیال نہ ہو بلکہ نیت یہ ہو کہ وہ رکعت پالے تو کوئی حرج نہیں دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں آنے والے کی عظمت کا لحاظ کیا گیا۔ اور دوسری صورت میں اعانت علی الطاعۃ ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ اسی طرح اگر وہ شریر ہے کہ اگر رکوع کو دراز نہ کریگا تو وہ ایذا پہنچائے گا۔ تو بھی اپنے آپ کو ضرر سے بچانے کے لئے لمبا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس حدیث میں بھی اعانت علی الطاعۃ ہی ہے اور مصلی سے دفع ضرر بھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اختصار فرمایا۔

کشمیری صاحب کا بخاری میں اضافہ فیض الباری ص ۳۳ ج ۲ پر ہے۔ قولہ عن محمد اخشی علیہ عظیما۔ میں نے اس جملے کو بخاری میں اصلی جگہ نہیں۔ پوری بخاری میں تلاش کیا۔ کہیں نہیں ہے اور نہ شارحین نے کسی نسخے میں اس کا پتہ بتایا۔ ہو سکتا ہے کہ کشمیری صاحب کے مخصوص صندوق میں بخاری کا کوئی خاص نسخہ محفوظ ہو اس میں یہ جملہ ہو۔

عہ باب من اخف الصلوٰۃ عند بکاء الصبی ص ۹۸ تین طریقے سے۔ مسلم صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ۔

ت ۱۴۹	وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا جاتا ہے کہ فرمایا تم لوگ میری اقتدا کرو اور تمہارے بعد

اِئْتَمُّوْا بِيْ وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ ؏

والے تمہاری اقتدار کریں۔

تشریحات، ۱۴۹ اس تعلیق کو امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ پوری حدیث یہ ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ صحابہ نماز میں پیچھے کھڑے ہوتے ہیں تو فرمایا آگے آؤ میری اقتدار کرو اور تمہارے بعد والے تمہاری اقتدار کریں۔ کچھ لوگ پیچھے ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ان کو پیچھے کر دیگا۔

فائدہ باب امام شعبی کا مذہب ہے کہ اگلی صف والے امام کے مقتدی ہیں اور دوسری صف والے اگلی صف والے کے۔ اسی طرح سلسلہ بسلسلہ۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ بخاری کا بھی یہی مذہب تھا اس لئے یہ باب باندھا کہ مرد امام کی اقتدار کرے اور لوگ مقتدی کی۔

اس مذہب کی بنا پر اگر امام رکوع سے سر اٹھائے اور اگلی صف کے مقتدی رکوع میں ہوں اور ان کے پیچھے کوئی انھیں رکوع میں پالے تو اسے رکعت مل گئی۔ مگر ظاہر ہے کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ یہاں دین میں پیروی کرنا مراد ہے۔ اور من بعدکم۔ سے بعد میں آنے والی نسل مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگلی صف میں کھڑے ہو کر میری نماز کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو اور اسی کے مطابق ادا کرو تاکہ تمہیں دیکھکر بعد والی نسلیں بھی ویسے ہی نماز پڑھیں۔

امام بخاری نے جزء القرأت میں یہ لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی امام کو رکوع میں پائے تو اسے وہ رکعت نہیں ملی صرف اقتدار صحیح ہوئی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ امام بخاری کا مسلک وہ نہیں جو امام شعبی کا ہے۔ ہو سکتا ہے امام بخاری نے حدیث کے لفظ کی رعایت سے یہ باب قائم کیا ہو۔

اس کے بعد باب کی تائید میں امام بخاری نے مرض وصال والی حدیث نقل فرمائی ہے۔ جس کے اخیر میں ہے یقتدی ابوبکر بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والناس یقتدون بصلوٰۃ ابی بکر۔ ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدار کرتے تھے اور لوگ ابوبکر کی اقتدار کرتے تھے۔ اسی سے باب کو مناسبت ہے۔ جمہور اس کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ حضرت ابوبکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رکوع و سجدہ کرنے پر رکوع و سجدہ وغیرہ کرتے تھے۔ اور بقیہ حضرات حضرت ابوبکر کی تکبیر سن کر انتقالات کرتے تھے۔ جیساکہ اسی حدیث کے دوسرے طرق میں ہے۔ وابوبکر یسمع الناس التکبیر اور ابوبکر لوگوں کو تکبیر سناتے تھے۔

؏ باب الرجل یأتم بالامام ویأتم الناس بالماموم ص ۹۹

ت ۱۵۰	وَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِیْجَ عُمَرَ وَاَنَا فِیْ اور عبد اللہ بن شداد نے کہا میں نے حضرت عمر کے رونے کو سنا اور میں آخر صف میں تھا اٰخِرِ الصُّفُوْفِ یَقْرَأُ اِنَّمَا اَشْکُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ ؏ یہ آیت کریمہ پڑھ رہے تھے۔ میں اپنے غم اور پریشانی کا شکوہ اللہ ہی سے کرتا ہوں۔

تشریحات ۱۵۰

غایت باب۔۔ یہاں باب یہ ہے جب امام نماز میں روئے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی خشیت خداوندی میں یا جنت دوزخ کے ذکر کے وقت نماز میں روئے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر کسی اور وجہ سے روئے مثلاً کسی تکلیف یا مصیبت کی وجہ سے روئے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ یہ رونا ملحق بالکلام ہوگا۔ ہو سکتا ہے امام بخاری احناف کے مسلک سے کما حقہٗ واقف نہ ہوں۔ اور تعریضاً یہ باب باندھا ہو۔ لیکن ظاہر ہے کہ اگر امام بخاری کا مقصد احناف پر تعریض ہے۔ تو ان کا نشانہ خطا کر گیا۔ اس لئے کہ حضرت عمر کا رونا نہ کسی تکلیف کی وجہ سے تھا نہ کسی مصیبت کی وجہ سے۔ بلکہ خشیت خداوندی کی وجہ سے تھا۔۔ پھر ہمیں کیا مضر۔۔ اسی طرح اس ضمن میں جو حدیث ذکر کی ہے اس سے بھی باب کو کوئی علاقہ نہیں۔۔ نماز میں حضرت صدیق اکبر کے رونے کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ صرف ام المؤمنین نے یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا۔۔ کہ وہ جب حضور کو نہیں دیکھیں گے۔۔ تو اپنے اوپر قابو نہ پا سکیں گے۔ رقیق القلب ہیں۔ شدت گریہ کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہ سکیں گے۔ جب نماز میں رونے کا ذکر نہیں تو اس سے ثبوت باب کو کیا علاقہ؟۔۔ پھر حضرت صدیق اکبر کا رونا کسی جسمانی یا دنیوی تکلیف کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فراق کی وجہ سے جو دینی وجہ سے ہوتا۔



؏ باب اذا بکی الامام فی الصلوٰۃ ص۹۹۔

حدیث ۴۶۲

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهٖ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ لَهٗ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهٗ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ مَا كُنْتُ لِاُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی علالت میں فرمایا ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ نے کہا۔ میں نے عرض کیا کہ ابو بکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہیں پائیں گے حضور عمر کو حکم دیں کہ نماز پڑھائیں تو حضور نے فرمایا ابو بکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہ نے کہا اب میں نے حفصہ سے کہا تم عرض کرو کہ ابو بکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہیں پائیں گے حضور عمر کو حکم دیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حفصہ نے ایسا ہی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بس۔ تم سب یوسف پر گھیرا ڈالنے والی ہو ابو بکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔ اس پر حفصہ نے کہا تم سے کوئی بھلائی مجھے نصیب نہیں ہوئی۔

تشریح ۴۶۲ مرض وصال کی تفصیل حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مختلف طرق سے مروی ہے اور حضرت ابو بکر کی امامت پر باصرار تقرری کی تفصیل تین طریقے سے ہے۔ بطریق اسود، بطریق ہشام بن عروہ، بطریق عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ ہم نے اپنی عادت کے خلاف اس حدیث کو تینوں طریقے سے درج کیا ہے۔ اس لئے کہ جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے کہ یہ حدیث حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کی ایک بہت ہی مستحکم دستاویز ہے۔ جس طرح چند صحابی کی روایت سے حدیث کی قوت بہت بڑھ جاتی ہے اسی طرح ایک ہی صحابی سے چند تابعی کی روایت سے بھی حدیث کی قوت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس حدیث پر تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔ اب مزید توضیح کی ضرورت نہیں۔

ےے باب اذا بکی الامام فی الصلوٰۃ ص۱۰۰-۹۹۔

حدیث ۴۶۳

قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰے عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگ اپنی صفوں کو سیدھی کرو ورنہ اللہ تمہارے اندر اختلاف پیدا فرما دے گا۔

حدیث ۴۶۴

حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ عـه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ نماز کے لئے اقامت ہو چکی تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنا چہرہ انور ہماری طرف کیا اور فرمایا۔ صفیں ٹھیک کر لو اور خوب مل کر کھڑے ہو میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

تشریحات ۴۶۳، ۴۶۴

صفوں کے بارے میں تین چیزوں کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ اول اگلی صف پوری کر لی جائے۔ دوسرے خوب مل کر کھڑے ہوں۔ تیسرے صفیں بالکل سیدھی رہیں۔ اس سلسلے میں دو باتوں کا ثبوت اس حدیث سے ہے بقیہ پہلی بات پر حدیث گزر چکی کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ صف اول میں کیا ہے پھر بغیر قرعہ کے صف اول میں جگہ نہ پاتے تو لوگ قرعہ اندازی کرتے۔ ایک حدیث[ا] میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پہلی صف پر تین بار دعا فرماتے اور دوسری پر ایک بار۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل رحمت پہلے اگلی صفوں پر نازل فرماتا ہے[۲] خوب مل کر کھڑے ہونے کے بارے میں فرمایا۔ مَنْ وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله۔ جو صف ملائے گا اللہ عزوجل اسے ملائے اور جو صف قطع کرے اللہ اس کا رشتہ قطع کر دے[۳]۔

صفوں کی درستگی کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو جتنا اہتمام تھا وہ ظاہر ہے۔ بعد میں خلفاء راشدین،

عہ باب تسویۃ الصفوف ص۱۰۰ مسلم صلوٰۃ - ابوداؤد - صلوٰۃ - ترمذی صلوٰۃ نسائی امامت مسند امام احمد رابع۔ عـه باب اقبال الامام علی الناس عند تسویۃ الصفوف ص۱۰۰ مسلم صلوٰۃ نسائی امامت۔ [ا] نسائی امامت باب فضل الصف الاول علی الثانی ص۱۳۱ [۲] نسائی امامت باب کیف یقوم الامام الصفوف ص۱۳۰۔ [۳] نسائی امامت۔ باب من وصل صفا ص۱۳۱ ابوداؤد صلوٰۃ۔ باب تسویۃ الصفوف ص۹۷ مسند امام احمد ثانی ص۹۸۔

حدیث ۴۶۵

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَیْہِ فَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا

حضور نے فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ امام کے خلاف مت کرو جب وہ رکوع کرے

وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا

تو تم لوگ رکوع کرو اور سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا لک الحمد کہو۔ اور جب سجدہ کرے تو سجدہ کرو۔

بھی اس کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو مقرر فرما دیا تھا۔ جب تک وہ لوگ یہ اطلاع نہیں دیدیتے کہ صفیں درست ہو گئیں۔ نماز نہیں شروع فرماتے۔ حضرت عثمان غنی بھی اس کا خصوصی اہتمام کرتے حضرت علی حضرت علی کی عادت یہ تھی کہ نام لے لے کر فرماتے اے فلاں آگے بڑھ اے فلاں پیچھے ہٹ [۱]۔ مسلم شریف میں حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث میں یہ تفصیل مذکور ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح صفوں کو سیدھا فرماتے معلوم ہوتا تھا۔ گویا ان سے تیر سیدھے فرمائیں گے۔ یہاں تک کہ حضور نے یقین فرمالیا۔ کہ ہم یہ خوب سمجھ گئے ایک دن ایسا ہوا کہ حضور باہر تشریف لائے۔ قریب تھا کہ تکبیر تحریمہ کہدیں کہ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا سینہ آگے کئے ہوئے ہے۔ فرمایا اللہ کے بندو! صفیں سیدھی کرلو ورنہ اللہ تمہارے اندر اختلاف پیدا فرمادے گا۔

فانی اراکم بعض لوگوں نے کہا تھا کہ اس سے مراد جاننا ہے حقیقۃً دیکھنا نہیں حضرت علامہ عینی نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ تاویل ہے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ یہ اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ اور یہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں سے ہے۔ اسے علامہ قرطبی نے فرمایا۔ اور امام احمد اور جمہور علماء نے فرمایا۔ کہ مراد آنکھ کے دیکھنے کی طرح حقیقۃً دیکھنا ہے [۲]۔

ضروری تنبیہ ان سب احادیث سے معلوم ہوا کہ اقامت کے بعد بھی اگر صفیں درست نہ ہوں تو جب تک صفیں درست نہ ہوں تکبیر تحریمہ میں تاخیر کی جاسکتی ہے۔ اور یہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا معمول تھا۔ یہ جو جاہل عوام میں مشہور ہے کہ جب تک امام مصلے پر نہ آجائے اور صفیں درست نہ ہو جائیں تکبیر کہنے کو جائز نہیں جانتے۔ شریعت پر افتراء ہے۔

[۱] عمدۃ القاری خامس ص ۲۵۴۔ [۲] عمدۃ القاری ص ۲۵۴ خامس۔

وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ وَأَقِيْمُوا الصَّفَّ فِى الصَّلٰوةِ

اور جب بیٹھ کر پڑھے تو تم سب بیٹھ کر پڑھو۔ اور صفوں کو سیدھی کرو۔ صفوں کا سیدھی کرنا

فَإِنَّ إِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلٰوةِ ؏

نماز کے حسن میں سے ہے۔

حدیث ۴۶۶

عَنْ أَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صفیں

قَالَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلٰوةِ ؏

سیدھی کرو اس لئے کہ صفوں کا سیدھی کرنا کما حقہ نماز کے قیام کا جز ہے۔

حدیث ۴۶۷

عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ الْأَنْصَارِىِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

بشیر بن یسار انصاری سے روایت ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ

تشریحات ، ۴۶۵ ، ۴۶۶ حدیث اول کے مثل حضرت ام المومنین عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے حدیث گزر چکی ہے۔ اجمعون ۔ تک اور اس پر بقدر ضرورت کلام بھی ہو چکا ہے صرف۔ اجمعون ۔ کے بعد کا حصہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اس حدیث میں زائد ہے۔

مطابقت باب امام بخاری نے یہاں یہ عنوان قائم کیا ہے۔ صف سیدھی کرنی نماز کے اتمام میں سے ہے۔ دو حدیثیں لائے ہیں دونوں میں تمامیت کا کوئی ذکر نہیں۔ امام بخاری کے ابواب کے دقائق کو سمجھنا بارے وارد حضرت انس کی حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تسویت صف۔ اقامت صلوۃ کا جز ہے۔ اس لئے کہ من تبعیضیہ ہی مدلول ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر صف سیدھی نہ ہو تو نماز ہی نہ ہوگی۔ اس شبہ کے ازالے کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ افادہ یہ فرمایا کہ مراد کمال نماز سے ہوتا ہے۔ اس کی دلیل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث پہلے پیش کیا جس میں ہے من حسن الصلوۃ ہے جس شی کسی کا جز نہیں ہوتا کمال ہوتا ہے۔ ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ اس لئے معلوم ہو گیا کہ حضرت انس والی حدیث میں من اقامۃ الصلوۃ سے مراد مکمل اقامت ہے یعنی کما حقہ اقامت صلوۃ کا ایک جز تسویت صفوف بھی ہے۔

تشریحات ، ۴۶۷ تسویت صفوف کا حکم یہاں باب یہ ہے۔ جس نے صف پوری نہیں کی اس کا گناہ۔ مطابقت یوں ہے کہ حضرت انس نے اسے منکر جانا۔ اس لئے یہ گناہ ہے۔ ابن حزم ظاہری

؏ باب اقامۃ الصف من تمام الصلوٰۃ ص۱۰۰ باب ایجاب التکبیر و افتتاح الصلوٰۃ ص۱۰۱ مسلم صلوٰۃ۔

؏ باب اقامۃ الصف من تمام الصلوٰۃ ص۱۰۰ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ۔ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

أَنَّهُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَقِيلَ لَهُ مَا أَنْكَرْتَ مِنَّا مُنْذُ يَوْمِ عَهِدْتَ رَسُولَ اللهِ

تشریف لائے تو ان سے پوچھا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے خلاف ہم میں کون کون سی بات

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَنْكَرْتُ شَيْئًا إِلَّا أَنَّكُمْ لَا تُقِيمُونَ الصُّفُوفَ

آپ نے دیکھی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ میں نے سوائے اس کے کہ تم لوگ صفیں سیدھی نہیں رکھتے اور

قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ قَدِمَ عَلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْمَدِينَةَ عه

کوئی بات خلاف نہیں دیکھی۔ اور عقبہ بن عبید نے بشیر بن یسار سے یوں روایت کیا کہ حضرت انس مدینے ہمارے یہاں آئے۔

نے کہا کہ صفوں کو سیدھی کرنا نماز کا جز ہے۔ اس لئے اگر صف سیدھی نہ ہو تو نماز باطل ہو گی۔ غیر مقلدین کے یہ امام بھی عجیب وغریب بزرگ ہیں۔ انکا ظاہر مطلب یہ ہوا کہ اگر پوری صف میں ایک شخص آگے یا پیچھے ہو گیا تو اس صف کے تمام مقتدیوں کی نماز فاسد ہو گی۔ حالانکہ جرم صرف ایک کا ہے۔

یہ قول جمہور کے مذہب ہی کے نہیں احادیث کے بھی خلاف ہے۔ اسی حدیث سے ثابت کہ لوگ اس وقت صفیں ٹیڑھی رکھتے مگر حضرت انس یا کسی صاحب نے نماز کے اعادے کا حکم نہیں دیا۔ نیز اس کے پہلے والی حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں۔ من حسن الصلوٰۃ۔ آیا ہے یعنی جن چیزوں سے نماز میں حسن آتا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے۔ اسباب حسن میں سے ایک ہی نہیں سرے سے حسن ہی مفقود ہو تو کیا شی معدوم ہو جاتی ہے۔ کیا بدصورت انسان، انسان نہیں۔ جمہور اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک صف سیدھی رکھنی سنت موکدہ ہے۔ اور ترک سنت موکدہ بھی منکر اور موجب اثم ہوتا ہے۔

ایک تطبیق

بخاری ہی میں حضرت انس ہی سے دو اور باتیں منقول ہیں۔ پہلی ص۷۸ پر باب وقت العصر میں ہے۔ کہ حضرت امامہ کہتے ہیں کہ ہم ظہر کی نماز پڑھکر حضرت انس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں میں نے دریافت کیا کہ یہ کون سی نماز ہے۔ فرمایا۔ عصر کی۔ ہم لوگ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانے میں اسی وقت عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس وقت مدینہ طیبہ کے حاکم حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یہ ناگوار ہوا کہ ظہر کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھی جائے کہ عصر کے وقت سے متصل ہو جائے۔

دوسری ص۷۶ پر باب تضییع الصلوٰۃ عن وقتہا۔ میں ہے کہ امام زہری کہتے ہیں۔ کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق میں تشریف لائے۔ میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا رو رہے ہیں۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک کی چیزوں میں صرف نماز رہ گئی تھی۔ اب وہ بھی ضائع کر دی گئی۔ یعنی وقت نکلنے کے بعد پڑھی جانے لگی۔

عه باب اثم من لم یتم الصفوف ص۱۰۰۔

ت ۱۵۱	وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا
	اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نے دیکھا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنا

يُلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ ۔ ع

ٹخنہ اپنے برابر والے کے ٹخنے سے ملا دیتا تھا۔

حدیث ۴۶۸	عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ
	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا: اپنی صفیں

فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَ

سیدھی کرو میں تم کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں اور ہم میں سے ہر ایک اپنے مونڈھے کو اپنے برابر والے کے مونڈھے

قَدَمَهُ بِقَدَمِهِ ۔ ع

سے اور اپنے قدم اس کے قدم سے ملائے رکھتا۔

اور ایک اس حدیث میں ہے۔ بظاہر ان تینوں میں تعارض ہے۔ مگر حقیقت میں نہیں۔ بصرہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا۔ حضرت انس بصرہ ہی میں آکر بس گئے تھے۔ یہ مختلف اوقات میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ ایک بار حاضر ہوئے۔ تو صرف یہ خرابی دیکھی کہ صفیں ٹیڑھی رہتی ہیں۔ پھر کبھی آئے تو دیکھا کہ نماز دیر کر کے پڑھی جاتی ہے۔ اگر چہ وقت ہی میں پڑھی جاتی ہے۔ یہ دونوں باتیں خاص مدینہ طیبہ کی ہیں۔ اور ص ۷۶ ج ۱ پر جو مذکور ہے۔ وہ بصرہ اور دمشق کی بات ہے جبکہ بصرے میں حجاج حاکم تھا۔ اور پورے ملک کا فرمانروا ولید بن عبد الملک تھا۔ اس میں یہ ہے۔ وھذہ الصلوۃ قد ضیعت۔ اور اسی باب کی پہلی حدیث یہ ہے کہ فرمایا حضور کے عہد مبارک کی کوئی بات نہیں دیکھتا۔ لوگوں نے عرض کیا نماز تو ہے فرمایا الیس ضیعتم فیھا ما صنعتم۔ اس میں تم نے کیا کیا کر لیا ہے۔ مہلب نے کہا کہ اس سے مراد وقت مستحب گزار کر پڑھنا ہے۔ مگر علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ وقت گزار کر پڑھنا مراد ہے۔ اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ حضرت انس نے مطلقا فرمایا کہ عہد مبارک کی کوئی بات میں نہیں دیکھتا۔ یہ ارشاد خاص بصرے اور دمشق کے لئے ہے اور حجاج اور ولید کے لئے۔ یا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی امارت سے پہلے مدینے کا بھی یہی حال رہا ہو۔ بہر صورت یہ مختلف ارشادات مختلف اوقات کے اعتبار سے ہیں۔ یا تیسرا خاص دمشق اور بصرے کے لئے ہے۔ اس مسئلے پر غور کرتے وقت یہ ذہن میں رہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز سنہ ۸۳ھ لغایت سنہ ۹۳ھ مدینہ طیبہ کے والی رہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال بر بنائے مشہور سنہ ۹۳ھ میں ہو گیا تھا۔ نیز یہ بھی ملحوظ رکھیں

ع باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف ص ۱۰۰

کہ حجاج ۷۴ھ اور ۷۵ھ میں حرمین اور طائف کا والی بنایا گیا۔ اور ۷۵ھ میں کوفے اور بصرے کا۔

تشریحات ۱۵۱، ۴۶۸

تعلیق مذکور کو امام ابو داؤد[1] نے اپنی سنن میں یوں روایت کیا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے لوگوں کی جانب روئے انور فرمایا۔ اور تین بار ارشاد فرمایا۔ اپنی صفیں سیدھی کرو۔ اپنی صفیں سیدھی کرو۔ ورنہ بخدا اللہ عزوجل تمہارے درمیان اختلاف پیدا فرما دے گا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ہر شخص اپنا مونڈھا اپنے برابر والے کے مونڈھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم سے ملائے رکھتا۔

کعبہ بکعب صاحبہ غیر مقلدین اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ ہر نمازی اپنے پاؤں کے ٹخنے اپنے برابر والے کے ٹخنوں سے چپکا کر کھڑا ہو۔ اسی وجہ سے یہ نماز میں ٹانگوں کو اس طرح پھیلا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ کہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ کشتی لڑنے کے لئے کھڑے ہیں۔ اسی لئے جیسے پہلوان کشتی سے پہلے سینہ پر دونوں ہاتھ باندھتے ہیں یہ بھی سینے پر ہی باندھتے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ عمل پوری امت کے تعامل کے خلاف ہے۔ پوری امت نے۔ الزاق منکب بمنکب وکعب بکعب کے معنی یہ مراد لئے ہیں کہ خوب مل کر کھڑے ہوں اور یہ اتصال صفوف میں مبالغہ پر محمول ہے انسان کے جسم کی ساخت ایسی ہے کہ مونڈھوں سے مونڈھے اچھی طرح ملانے کے بعد بھی ٹخنوں سے ٹخنے ملانے میں کافی تکلف ومشقت اٹھانی پڑے گی۔ اور کھڑے ہونے کی ہیئت بھی انتہائی بھونڈی ہو جائے گی۔ تکلف اور مشقت کی وجہ سے خشوع وخضوع میں بھی خلل واقع ہوگا۔ کسی حدیث میں یہ نہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے قدم کو قدم سے ملانے کا حکم دیا ہو۔ اور اس حدیث میں جو ہے یہ اصل میں راوی نے اتصال کا جو منظر دیکھا تھا اس کو مبالغے کے ساتھ بیان کیا۔ اسی لئے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا دونوں قدم ملائے ہوئے نماز پڑھ رہا ہے۔ تو فرمایا اس نے سنت چھوڑ دیا ہے۔ اگر یہ مراوحہ کرتا تو مجھے اچھا لگتا۔ یعنی دونوں پاؤں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھتا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ نماز میں ایسی ہیئت رکھنی چاہئے۔ جس میں تکلف اور مشقت نہ ہو۔ ہمارے فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ دونوں قدموں کے مابین تین یا چار انگل کا فاصلہ رکھے۔

علاوہ ازیں با۔ کبھی اتصال مجازی یعنی قرب مکانی کے بھی آتا ہے۔ جیسے مررت بزید۔ میں ہے اس تقدیر پر اتصال کا مطلب یہ ہوتا ہے اتنا قریب ہوا جسے عرف میں اتصال کہہ سکیں۔ بالکل چپکنا مراد نہیں ہوتا ہے۔ تو اب الزاق کعب بکعب کا مطلب ہوا کہ ایک ٹخنے دوسرے سے اتنے قریب ہوتے جو نمازی کے حال کے مناسب ہے۔ جسے عرف میں اتصال کہہ سکیں۔

یہاں یہ خاص بات قابل لحاظ ہے کہ تعامل سلف ایسی اہم چیز ہے کہ اس سے قطع نظر نہیں کیا جا سکتا۔ امام ترمذی بقول غیر مقلدین کے اہل حدیث ہیں۔ ان کی کتاب اٹھا کے دیکھو کتنی جگہ فرمایا۔ حدیث صحیح حسن ہے مگر عمل اس پر نہیں۔

---

[1] صلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف ص ۹۷

ت ۱۵۲	وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَاسَ اَنْ تُصَلِّيَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ نَهْرٌ عہ
	اور امام حسن بصری نے فرمایا اس طرح نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کہ امام اور مقتدی یا دو صفوں کے درمیان چھوٹی نہر ہو۔
ت ۱۵۳	وَقَالَ اَبُوْ مِجْلَزٍ يَاْتَمُّ بِالْاِمَامِ وَاِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيْقٌ اَوْ جِدَارٌ
	ابو مجلز نے کہا امام اور قوم کے درمیان راستہ یا دیوار ہو جب بھی اقتدار کرے۔ جب کہ امام
	اِذَا سَمِعَ تَكْبِيْرَ الْاِمَامِ عہ
	کی تکبیر سنے۔

...یہ حدیث ضعیف ہے مگر اس پر عمل ہے۔

...کئی جگہ فرمایا۔ اسی طرح یہاں تعامل امت اس پر ہے کہ وہ مونڈھوں کو مونڈھوں سے خوب ملا کر کھڑے ہوتے ہیں مگر قدم کو قدم سے بالکل چپکاتے نہیں۔ بلا تکلف فطری ہیئتوں پر قدموں میں جتنا فاصلہ ہونا چاہئے اتنا رکھتے ہیں۔

تشریح ۱۵۲، ۱۵۳ ابو مجلز کے اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ امام حسن بصری سے بعض روایتوں میں نہر صغیر بھی مروی ہے۔ ان دونوں اثر کا مطلب یہ ہوا کہ اگر امام اور مصلی یا دو صفوں کے مابین دریا دیوار یا راستہ حائل ہو تو اقتدار صحیح ہے۔ ہمارے یہاں یہ ضروری ہے کہ راستہ بہت تنگ ہو۔ جس میں بیل گاڑی بھی نہ جا سکے۔ اسی طرح نہر اتنی چھوٹی ہو کہ اس میں کشتی نہ چل سکے تو درست ہے۔ ورنہ اگر صفیں متصل نہیں اور بیچ میں اتنا چوڑا راستہ ہے جس میں بیل گاڑی چل سکتی ہے۔ تین صفیں قائم ہو سکتی ہیں۔ تو اقتدار درست نہیں۔ اسی طرح اگر دیوار حائل ہو اور صفیں متصل ہیں اور امام کا حال مشتبہ نہیں ہوتا تو صحیح ہے ورنہ نہیں ان دونوں تعلیق کا محل یہی ہے یہ حکم میدان یا مسجد کبیر کا ہے۔ رہ گئی مسجد صغیر تو اس میں امام اور مقتدی کے درمیان کتنا ہی فاصلہ ہو اقتدار درست ہے جبکہ امام کا حال معلوم ہوتا ہو۔



عہ عہ باب اذا کان بین الامام والقوم حائط او سترۃ صلنا۔

حدیث ۴۶۹	عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فِيْ حُجْرَتِهٖ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ

علیہ و سلم رات میں اپنے حجرے میں نماز پڑھا کرتے تھے اور حجرے کی دیوار چھوٹی تھی۔

فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ أُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ

لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو کھڑے ہو گئے اور حضور کی اقتدار میں

بِصَلٰوتِهٖ فَأَصْبَحُوْا فَتَحَدَّثُوْا بِذٰلِكَ فَقَامَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ فَقَامَ مَعَهٗ

نماز پڑھنے لگے جب صبح ہوئی تو اس کو خوب بیان کیا۔ دوسری رات بھی حضور نے قیام کیا۔ تو کچھ لوگ

أُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ صَنَعُوْا ذٰلِكَ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلٰثًا حَتّٰى إِذَا كَانَ بَعْدَ

کھڑے ہو گئے اور حضور کی اقتدار میں نماز پڑھنے لگے۔ دو تین رات لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد رسول

ذٰلِكَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمَّا

اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بیٹھے رہے اور باہر نہیں نکلے۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے

أَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ النَّاسُ فَقَالَ إِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ عہ

حضور سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا۔ میں نے اندیشہ کیا کہیں رات کی نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے

حدیث ۴۷۰	عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ایک

وَسَلَّمَ كَانَ لَهٗ حَصِيْرٌ يَبْسُطُهٗ بِالنَّهَارِ يَحْتَجِرُهٗ بِاللَّيْلِ فَثَابَ إِلَيْهِ نَاسٌ فَصَفُّوْا وَرَاءَهٗ عہ

چٹائی تھی۔ جسے دن میں بچھاتے اور رات میں اسی کا حجرہ بنا لیتے تو حضور کے پاس لوگ جمع ہو گئے اور حضور کے پیچھے صف لگائی

عہ باب اذا کان بین الامام والقوم حائط او سترة ص ۱۰۱ التہجد۔ باب تحریض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی قیام اللیل ص ۱۵۲ ثانی اللباس باب الجلوس علی الحصیر ونحوہ ص ۸۶۷ ابو داؤد صلوٰۃ

عہ باب صلوٰۃ اللیل ص ۱۰۱ ثانی اللباس باب الجلوس علی الحصیر ونحوہ ص ۸۶۷ مسلم صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

حدیث ۴۷۱

عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتخذ حجرۃ قال حسبت انہ قال من حصیر فی رمضان فصلی فیہا لیالی فصلی بصلوتہ ناس من اصحابہ فلما علم بہم جعل یقعد فخرج الیہم فقال قد عرفت الذی رأیت من صنیعکم فصلوا ایہا الناس فی بیوتکم فان افضل الصلوۃ صلوۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ عہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حجرہ بنایا۔ میں نے گمان کیا۔ کہ چٹائی کا۔ رمضان میں اس حجرے میں چند راتیں نمازیں پڑھیں پھر حضور کی اقتداء میں کچھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی جب حضور کو علم ہوا تو حضور بیٹھے رہنے لگے پھر ایک دن ان لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ تم لوگوں نے جو کچھ کیا میں نے جانا۔ اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ گھر میں نماز افضل ہے سوائے فرض کے۔

تشریحات ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱

پہلی حدیث میں یہاں یہ مذکور نہیں۔ کہ یہ واقعہ کب ہوا۔ مگر تہجد، میں تصریح ہے کہ یہ رمضان میں ہوا تھا۔ دوسری حدیث جو کتاب اللباس میں ہے۔ اس میں یہ زائد ہے۔ جب لوگ زیادہ ہو گئے تو لوگوں کی طرف روئے انور کر کے فرمایا۔ اے لوگو! اتنا ہی عمل اختیار کرو جس کی طاقت رکھو۔ اللہ عزوجل ہرگز نہیں تھکے گا تم البتہ تھک جاؤگے۔ اور اللہ عزوجل کو وہ عمل زیادہ پسند ہے جو ہمیشہ ہو۔ اگرچہ تھوڑا ہو۔ تیسری حدیث کے الفاظ کتاب الاعتصام میں یہ ہیں۔ ایک رات لوگ جمع ہو گئے اور آواز نہیں سنی تو کچھ لوگوں نے گمان کیا کہ حضور سو گئے ہیں۔ کھنکھارنے لگے تاکہ حضور باہر تشریف لائیں۔ کتاب الادب میں یہ ہے کہ ایک رات لوگ حاضر ہوئے دیر ہوگئی۔ اور حضور باہر نہیں تشریف لائے تو کچھ لوگوں نے اپنی آوازیں بلند کیں اور دروازے پر کنکریاں ماریں تو حضور غضبناک حالت میں باہر تشریف لائے اور فرمایا مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تم پر فرض نہ کر دی جائے اگر فرض کر دی جاتی تو اسے ادا نہ کر پاتے۔

یہ نماز کون تھی یہ نماز، نماز تراویح تھی۔ جسے حضور نے زیادہ سے زیادہ تین دن باجماعت پڑھا۔ کتنی رکعتیں پڑھیں یہ کسی حدیث میں مذکور نہیں۔ مگر بیہقی میں حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں بیس رکعت پڑھی جاتی تھی اور یہی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بھی عہد مبارک میں ہوتا تھا۔[1]

عہ باب صلوۃ اللیل ص۱۰۱ ثانی الادب باب ما یجوز من الغضب والشدۃ لامر اللہ ص۹۰۳ الاعتصام باب ما یکرہ من کثرۃ السوال ص۱۰۸۲ مسلم ابوداؤد ترمذی۔ سلہ عمدۃ القاری خامس ص

فی حجرتہ بعد کی روایتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مسجد اقدس میں چٹائی سے گھیر کر حجرہ بنا لیا تھا۔ اور یہی صحیح ہے۔ جیسا کہ کتاب اللباس میں ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے یہ تفصیل مذکور ہے۔ کہ رات میں چٹائی سے حجرہ بنا لیتے تھے۔ اور باب التہجد میں حضرت عروہ کی روایت میں فی المسجد، کی تصریح ہے۔ اس لئے کہ اسی حدیث میں ہے۔ کہ حضور نظر آ رہے تھے۔ حجرہ مبارکہ سے نظر آنے کا سوال ہی نہیں۔ اس لئے کہ اگر حجرے سے مراد وہ حصہ ہے جس پر چھت تھی تو بالکل قطعی ہے کہ نظر نہیں آ سکتے اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ حجرہ مبارکہ میں جانب غرب آنگن تھا۔ وہاں پر نماز پڑھی۔ وہاں سے نظر آئے تو یہ بعید ہے کہ آنگن کی دیوار اتنی چھوٹی رہی ہو کہ کھڑے ہونے پر باہر سے دکھائی دے کیونکہ پھر دیوار کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ قطعی ہے کہ صحابہ کرام مسجد میں تھے۔ اب اگر یہ مان لیا جائے کہ حضور حجرہ عائشہ میں تھے۔ تو اقتدار کیسے درست ہوئی۔ حضور کے پیچھے صحابہ کرام نہ ہوئے بلکہ داہنی طرف۔ رہ گئی ابو نعیم کی وہ روایت جس میں یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج کے حجروں میں سے کسی حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ غالبا روایت بالمعنی کا ثمرہ ہے۔ ترجیح صحاح کی روایت کو ہوگی۔ ابو داؤد[۱] میں ہے کہ ام المومنین نے فرمایا۔ میں نے یہ حجرہ اپنے گھر کے دروازے پر بنایا تھا تعدد واقعہ پر محمول کرنا تعدد سے خالی نہیں اس لئے کہ جب حضور نے ایک بار منع فرما دیا۔ تو پھر صحابہ کرام نے کیسے اس کی جرأت کی۔ یہ قول کہ دوبارہ پہلی جماعت کے علاوہ دوسرے لوگ رہے ہوں گے۔ ابعد ہے۔ فتحدثوا۔ ہو سکتا ہے کہ حضور نے خود بیان فرمایا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرے حضرات نے بیان کیا ہو جیسا کہ مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا تھا۔

افضل الصلوٰۃ یعنی نفل نماز گھر میں پڑھنا بہ نسبت مسجد کے افضل ہے۔ حتی کہ ابو داؤد[۲] میں حضرت زید والی حدیث میں بطریق احمد بن صالح یہ ہے کہ فرائض چھوڑ کر میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل گھر پر نماز پڑھنا ہے۔ اس لئے کہ نوافل میں اخفاء اور ستر زیادہ اچھا ہے تاکہ ریا و نمود کو دخل نہ ہو۔ نیز یہ کہ اس سے گھروں میں نزول رحمت و برکت ہوگی۔ شیطان کا اثر دور ہوگا۔ لیکن آج کل مساجد ہی میں نوافل کا عام رواج ہو گیا ہے اگر کوئی مسجد میں نفل نہ پڑھے تو عوام اسے متہم کر دیں گے اس لئے عوام کو بدگمانی سے بچانے کے لئے مسجد ہی میں پڑھنا ایک حد تک ضروری ہے۔

کچھ نوافل کا استثناء اس حکم عام سے کچھ نوافل مستثنیٰ ہیں۔ تحیۃ المسجد۔ نماز قبل احرام۔ جبکہ میقات کے قریب مسجد ہو۔ استسقاء۔ کسوف۔ اسی طرح تراویح بھی۔

ایک شبہے کا ازالہ احناف کے یہاں تداعی کے ساتھ نفل مکروہ ہے۔ تداعی کا مطلب یہ ہے کہ امام کے علاوہ تین مقتدی ہوں۔ اور حضور نے پڑھا۔ جواب یہ ہے کہ یہ نماز تراویح تھی۔ اور تراویح اسی

---

[۱] اول باب قیام شہر رمضان صفحہ ۱۹۵ فتح الباری ثانی صفحہ ۱۷۸ [۲] ابو داؤد باب الرجل یتطوع فی بیتہ صفحہ ۱۴۹۔

حدیث ۴۷۲

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ فِی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی تَکُوْنَا حَذْوَ

تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں

مَنْکِبَیْہِ وَکَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ حِیْنَ یُکَبِّرُ لِلرُّکُوْعِ وَیَفْعَلُ ذٰلِکَ اِذَا رَفَعَ

کے مقابل تک اٹھاتے۔ اور جب رکوع سے اٹھتے تو بھی ایسا ہی کرتے۔ اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے اور

رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ وَیَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ وَلَا یَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی السُّجُوْدِ

سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو بھی ایسا ہی کرتے تھے اور سجدے میں ایسا نہیں کرتے تھے۔

کشمیری صاحب پر تعقب

حدیث کی وجہ سے باجماعت مسنون ہے۔ کشمیری صاحب نے فرمایا کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں اس لئے کہ جدار الحجرہ سے چٹائی کی دیوار مراد لینا ان کے نزدیک بہت بڑا مجاز ہے شاید حضرت کے نزدیک دیوار کیلئے مٹی پتھر اینٹ کا ہونا ضروری ہو ہم ثابت کر آئے کہ یہ سب ایک ہی واقعہ کا بیان ہے۔

انوار الباری پر تعقب

اس سلسلے میں انوار الباری میں ہے ۔ ان کے پاس بھی روایتیں ہیں۔ اگلے باب میں ۲۔۳ حدیث بعد بخاری میں بھی ہے ۔ اب جس کا جی چاہے بخاری اٹھا کر دیکھ لے اس مضمون کی حدیث اگلے باب میں ۲۔۳ حدیث کے بعد کون سی حدیث ہے ؟ دو حدیثیں ہیں مگر دونوں ام المومنین کی حدیث سے متصل ہیں۔ ایک اسی باب میں دوسری حضرت زید بن ثابت والی حدیث باب صلوٰۃ اللیل۔ دوسری حدیث بعد حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث انا اجل الاعادہ لیوتم بہ ہے مذکورہ بالا حدیث۔

تنبیہ

باب صلوٰۃ اللیل ۔ یہاں صرف مستملی کی روایت میں ہے۔ بقیہ روایتوں میں نہیں۔ یہاں اس باب کا کوئی موقع بھی نہیں۔ اس لئے کہ بیان چل رہا تھا صفوں سے متعلق اور اس کے بعد صفۃ الصلوٰۃ ہے ۔ نیز کتاب الصلوٰۃ کے اخیر میں یہ باب ہے بھی تو اس کی توجیہ وہی صحیح ہے جو علامہ ابن حجر نے فرمائی ہے کہ اس کے پہلے والی حضرت ام المومنین کی حدیث کا اخیر حصہ ۔ صلوٰۃ اللیل تھا۔ غالباً لکھنے میں سہواً یہ جملہ مکرر ہو گیا تو راوی نے سمجھا کہ یہ عنوان باب ہے ۔ لفظ باب لکھنے سے رہ گیا ہے ۔ تو اس نے اسے باب صلوٰۃ اللیل کر دیا۔

تشریحات ۴۷۳ – ۴۷۲ – ۴۷۴

تحریمہ کے وقت کہاں تک ہاتھ اٹھائے ۔ ہمارے اور شوافع کے مابین نماز کے سلسلے میں کثیر اختلافات ہیں، ان میں سے دو اختلاف کی بنیاد مذکورہ بالا احادیث ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کانوں کی لو تک

عہ رفع الیدین اذا کبر و اذا رکع و اذا رفع ص ۱۰۲ باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولیٰ ص ۱۰۲ باب الی من
برفع یدیہ ص ۱۰۲ مسلم صلوٰۃ ابو داؤد صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ ، نسائی صلوٰۃ ، ابن ماجہ صلوٰۃ۔

حدیث ۴۷۳

عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ اَنَّهٗ رَاٰی مَالِکَ بْنَ الْحُوَیْرِثِ اِذَا صَلّٰی کَبَّرَ وَ

ابو قلابہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ

رَفَعَ یَدَیْهِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّرْکَعَ رَفَعَ یَدَیْهِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ

جب وہ تکبیر تحریمہ کہتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع کرنا چاہتے تو اٹھاتے اور جب رکوع

رَفَعَ یَدَیْهِ وَحَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ هٰکَذَا

سے سر اٹھاتے تو اٹھاتے، اور بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

حدیث ۴۷۴

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ اِذَا دَخَلَ فِی الصَّلٰوةِ کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْهِ وَاِذَا

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب نماز میں داخل ہونا چاہتے تو تکبیر پڑھتے

رَکَعَ رَفَعَ یَدَیْهِ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ یَدَیْهِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ

اور ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو اٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ پڑھتے تو اٹھاتے اور جب

رَفَعَ یَدَیْهِ وَرَفَعَ ذٰلِکَ ابْنُ عُمَرَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ حَمَّادُ

دو رکعتوں سے اٹھتے تو اٹھاتے، ابن عمر نے اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچایا۔ اسے حماد

بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

بن سلمہ نے عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کیا۔

اٹھایا جائے یا صرف مونڈھوں تک۔ امام شافعی، امام احمد کا قول یہ ہے کہ مونڈھوں تک اٹھائے، امام مالک کا اصح قول یہی ہے[1] حضرات شوافع وغیرہ کی دلیل حدیث ۴۷۲ ہے۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ کانوں تک اٹھائے اس طرح کہ انگوٹھے کانوں کی لَو تک پہنچ جائیں ہماری دلیل یہ احادیث ہیں۔

اول امام مسلم[2] نے حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

---

[1] عمدۃ القاری خامس ص ۲۷۳۔ [2] باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین ص ۱۶۸۔

ع۳ الاذان باب رفع الیدین اذا کبر ص ۱۰۲ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ۔

ع۴ الاذان باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین ص ۱۰۲ ابوداؤد۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ کانوں کے برابر ہو جاتے۔ ایک روایت یہ ہے کہ کانوں کی فروع کے برابر ہو جاتے۔[1]

اسی کے مثل دار قطنی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

ثانی: امام طحاوی[2] نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ حضور کے انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے۔

ثالث:

تطبیق: امام ابو جعفر طحاوی نے ان دو متضاد احادیث میں تطبیق یہ دی کہ جب سردی کی وجہ سے گرم لباس اور چادر اوڑھے رہتے تو کاندھوں تک اٹھاتے ورنہ کانوں تک۔ اس لئے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ تکبیر کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تھے۔ اور جب دوبارہ حاضر ہوا تو دیکھا کہ لوگ اپنے سینوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور وہ گرم کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور کمبل اوڑھے ہوئے ہیں۔[3]

تحقیق یہ ہے کہ اس سلسلے میں روایتیں تین طرح آئی ہیں، مونڈھوں تک، کانوں کی لو تک کانوں کے اوپر تک، ہاتھ ہتھیلی سے لے کر انگلیوں کے سرے تک ہے۔ آپ جب ہاتھوں کو اتنا اٹھائیں کہ انگوٹھے کے سرے کانوں کی لو تک پہنچ جائیں۔ تو ہتھیلیوں کی جڑیں مونڈھوں تک رہیں گی۔ اور بقیہ انگلیاں کانوں کے اوپر تک۔ اس لئے ان تمام احادیث کا ماحصل ایک ہوا۔ اس کی دلیل حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد[4] نے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ وہ مونڈھوں کی سیدھ میں ہو گئے۔ اور انگوٹھے کانوں کے، پھر تکبیر کہی۔

رفع یدین

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ ہی کے وقت مشروع ہے یا دوسرے مواقع پر بھی۔ امام شافعی، امام احمد وغیرہ یہ فرماتے ہیں کہ رکوع میں جاتے ہوئے رکوع سے اٹھتے ہوئے اور سجدے میں جاتے وقت بھی رفع یدین مسنون ہے۔ ان کی دلیل یہ مذکورہ بالا احادیث اور اس کے مثل اور دوسری احادیث ہیں۔

---

[1] عمدۃ القاری خامس ص۲۷۲۔ [2] شرح معانی الآثار باب رفع الیدین فی افتتاح الصلوٰۃ ص۹۶۔ [3] اول صلوٰۃ باب رفع الیدین ص۱۰۵۔

[4] اول، صلوٰۃ باب رفع الیدین ص۱۰۵۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہے اس کے بعد نہیں، امام مالک کا مذہب معتمد یہی ہے۔ ہماری دلیل یہ احادیث ہیں۔

اول۔ امام ابوداؤد، امام ترمذی[1]، امام نسائی[2] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔ کیا میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھا دوں؟ انھوں نے نماز پڑھی اور ہاتھ صرف ایک بار اٹھایا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا اور فرمایا۔ صحابہ اور تابعین میں سے متعدد حضرات کا یہی قول ہے۔

ثانی:۔ امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں تین طریقوں سے اور ابوداؤد[3] نے اپنی سنن میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر کہتے تو ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے پھر دوبارہ ایسا نہیں کرتے۔

ثالث:۔ طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاتھ صرف سات جگہ اٹھائے جائیں۔ نماز شروع کرتے وقت، اور قبلہ کے سامنے ہونے کے وقت اور صفا و مروہ پر، عرفات اور جمع (مزدلفہ) میں، مقامین میں اور جمرتین کے قریب۔ اسے امام بخاری نے رسالہ رفع یدین میں حضرت ابن عمر سے بھی مرفوعاً روایت کیا۔

رابع:۔ امام بیہقی نے خلافیات[4] میں حضرت عباد بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اول نماز میں ہاتھوں کو اٹھاتے پھر کہیں نہیں اٹھاتے یہاں تک کہ فارغ ہو جاتے۔

خامس:۔ امام مسلم[5] اپنی صحیح میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا کیا بات ہے کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں کو یوں اٹھاتے ہو گویا وہ چنچل گھوڑوں کی دم ہیں۔ نماز میں سکون کے ساتھ رہو۔

اور بار بار ہاتھ اٹھانا بداہۃً سکون کے منافی ہے اور چنچل گھوڑوں کے دم اٹھانے اور گرانے کے مثل ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں سکون کا حکم دیا۔ تو اس حدیث سے قطعی طور پر ثابت کہ بار بار رفع یدین ممنوع ہے۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع ص۱۰۹۔ [2] اول صلوٰۃ باب رفع الیدین عند الرکوع ص۳۵۔ [3] اول صلوٰۃ باب ترک ذلک ص۱۵۰۔ [4] اول باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود ص۱۱۰۔ [5] اول باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع ص۱۰۹ [6] کشف الرین للشیخ محمد ہاشم السندی۔ [7] اول صلوٰۃ باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ ص۱۸۱۔

تنقیح و تمحیص

اس سلسلے میں قول محقق وہ ہے جو امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں فرمایا کہ ابتداء اسلام میں رفع یدین کا حکم تھا۔ بعد میں منسوخ ہو گیا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جن بزرگوں سے رفع یدین مروی ہے خود انھیں کا فعل یہ مروی ہے کہ وہ رفع یدین تکبیر تحریمہ کے علاوہ کہیں نہیں کرتے تھے۔ مثلاً اس سلسلے کی سب سے قوی حدیث جس پر مخالفین کو بہت غرہ ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث زیر بحث ہے مگر خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ فعل مروی ہے کہ وہ رفع یدین تحریمہ کے علاوہ دیگر مواقع پر نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار[1] میں روایت کیا کہ امام مجاہد کہتے ہیں — کہ میں نے ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی۔ تکبیر اول کے علاوہ وہ کہیں ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔

اسی طرح حضرت علی سے بھی رفع یدین کی روایت آئی ہے — مگر ان کا عمل اس کے برخلاف تھا اسی ہیں بطریق عاصم بن کلیب عن ابیہ مروی ہے — کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف نماز کی پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے پھر کہیں نہیں اٹھاتے تھے — امام طحاوی کے علاوہ اسے ابو بکر بن ابی شیبہ[2] اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی رفع یدین کی حدیث مروی ہے۔ مگر ان کا عمل ترک رفع یدین تھا — امام طحاوی اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے امام اسود سے روایت کیا کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے پھر کہیں نہیں اُٹھاتے —

یہ بات بہت اہم ہے کہ ایک صحابی خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فعل روایت کریں اور خود اُس کے برخلاف عمل کریں۔ کیا صحابہ کے بارے میں ایسا سوچا جا سکتا ہے؟ — کہ سنت رسول کی مخالفت کریں گے جب کہ صحابہ کرام کا طریقہ معلوم ہے کہ وہ عبادات تو عبادات ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات میں بھی مکمل طور پر پیروی کرتے تھے۔ خصوصاً حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حال سب کو معلوم ہے — حدیبیۃ اللہ جلی کہ مکہ معظمہ کے راستے میں جن جن مقامات پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں۔ یہ انھیں تلاش کر کر کے بالقصد ان مقامات پر نمازیں پڑھتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ عبادت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کی مخالفت کریں — اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ انھوں نے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ اس کا منسوخ ہونا ان کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے اسی لیے انھوں نے اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کیا۔ اس طرح تمام احادیث میں تعارض دور ہو جاتا ہے اور بات منقح ہو جاتی ہے۔

---

[1] اول باب التکبیر فی الرکوع والتکبیر فی السجود ص ۱۱۱ [2] عمدۃ القاری خامس ص ۲۷۴

شبہات وجوابات

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث پر مندرجہ ذیل شبہات مختلف حضرات نے کیے ہیں۔ جن کے علماء احناف نے تحقیقی جوابات دیئے ہیں۔ ان شبہات وجوابات کو یہاں نقل کئے دیتے ہیں۔

۱ امام عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا۔ رفع یدین کی حدیث بطریق زہری عن سالم عن ابیہ ثابت ہے۔ مگر حضرت ابن مسعود کی حدیث ثابت نہیں۔ اس کا جواب ابن دقیق العید مالکی شافعی نے اپنی کتاب الامام میں یہ دیا۔ حضرت ابن مبارک کے نزدیک ثابت نہ ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ وہ حقیقت میں ثابت نہ ہو۔ اور اگر اس پر کسی نے کچھ کہا ہے تو اس کا جواب ممکن نہ ہو۔ اس حدیث کے ایک راوی عاصم بن کلیب ہیں۔ ان پر کچھ کلام کیا گیا مگر وہ حقیقت میں ثقہ ہیں۔ جیسا کہ ابھی مفصل آتا ہے۔

۲ ابن القطان نے کتاب الوہم والایہام میں یہ شبہہ وارد کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ البتہ وکیع نے جو یہ کہا۔ ثم لا یعود۔ یہ منکر ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کبھی اسے اپنی طرف سے کہتے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود کے فعل کی حکایت کر رہے ہیں اور کبھی حدیث کے تابع بیان کرتے گویا وہ حضرت ابن مسعود کا قول ہے۔ اب یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہو جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ اس لیے کہ یہ حدیث امام وکیع ہی سے متعدد کتب میں متعدد طرق سے مروی ہے سب میں ثم لا یعود کا ہم معنی حضرت ابن مسعود کا ارشاد منقول ہے۔ نیز نسائی[1] میں بطریق عبد اللہ بن مبارک ہے۔ ثم لم یعد۔ ابوداؤد[2] میں بطریق معاویہ وخالد بن عمرو وابو حذیفہ ہے' فرفع یدیہ اول مرۃ وقال بعضھم مرۃ واحدۃ۔ یہ کہنا دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔ اور یہ کہنا کہ پہلی بار ہاتھ اٹھایا یا ایک بار اٹھایا سب کے معنی ایک ہی ہیں تو ثابت ہو گیا کہ یہ تنہا امام وکیع ہی کی روایت نہیں بلکہ سفیان ثوری کے دیگر تلامذہ حضرت ابن مبارک وغیرہ بھی روایت کرتے ہیں۔

۳ دار قطنی نے کہا کہ امام احمد بن حنبل اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے لم یعد، نہیں روایت کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسند امام احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ اس کی تکذیب کر رہے ہیں۔ مسند امام احمد نیز مصنف ابن ابی شیبہ اٹھا کر دیکھ لو اس میں صاف ہے۔

فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ حضور نے صرف ایک ہی بار ہاتھ اٹھایا

یہ یعنی مرۃ واحدۃ ثم لم یعد کے ہم معنی اور ہمارے دعوے پر زیادہ قطعی ہے۔ اس میں اس تاویل کی بھی گنجائش نہیں جو مخالفین کرتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ دوسری رکعت میں اٹھتے ہوئے تکبیر کے وقت رفع یدین نہیں کیا۔ حالاں کہ یہ تاویل بھی جیسی ہے ظاہر ہے۔

۴ دار قطنی نے یہ شبہہ کیا کہ وکیع کے تلامذہ نے یہ حدیث روایت کیا اور اس میں لم یعد۔ نہیں۔ اس کا

[1] اول صلوٰۃ باب ترک ذلک صفحہ ۱۵۸ [2] اول صلوٰۃ باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع صفحہ ۱۰۹ [3] اول صفحہ ۳۸۸

جواب یہ ہے کہ امام وکیع کے متعدد اصحاب نے اس کے ہم معنی روایت کیا۔ ابھی گذرا کہ امام احمد بن حنبل امام ابن ابی شیبہ نے فلم یرفع یدیہ الا مرۃ روایت کیا۔ نیز طحاوی میں نعیم بن حماد اور یحییٰ بن یحییٰ نے ابوداؤد میں عثمان بن شیبہ نے ترمذی میں ہناد نے نسائی میں محمود بن غیلان نے امام وکیع ہی سے اس کے ہم معنی روایت کی ہے۔ پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ امام وکیع کے تلامذہ نے یہ روایت نہیں کیا ہے۔

۵ امام بخاری اور ابو حاتم نے کہا کہ اس میں سفیان سے وہم ہوگیا ہے۔ اس لیے کہ عاصم سے ایک جماعت نے یہ حدیث روایت کی کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز شروع فرمائی۔ اور ہاتھوں کو اٹھایا دونوں ہتھیلیاں ملائیں اور دونوں گھٹنوں کے درمیان کرلیا۔ کسی نے بھی وہ نہیں کہا جو سفیان ثوری نے کہا۔ امام احمد نے فرمایا کہ مجھ سے یحییٰ بن آدم نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن ادریس عن عاصم والی کتاب دیکھی۔ اس میں۔ ثم لم یعد۔ نہیں۔ اور جو کتاب میں ہو وہ زیادہ صحیح ہوتا ہے۔ اس کے تین جوابات ہیں۔ اول یہ دونوں دو حدیثیں ہیں۔ جس پر دونوں حدیثوں کا سیاق دلالت کر رہا ہے۔ ثانی یہ کہ اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ دونوں دو حدیثیں نہیں تو ابن ادریس کے بالمقابل ترجیح سفیان کی حدیث کو ہوگی، سفیان بہ نسبت ابن ادریس کے زیادہ ثقہ زیادہ معتمد ہیں۔ علامہ ابن حجر نے سفیان کو ثقہ حافظ امام حجت کہا ہے۔ ثالث۔ یہ ثقہ کی زیادتی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں اس کا یہ جواب دیا کہ بخاری اور ابو حاتم نے کہا۔ سفیان سے وہم ہوا اور ابن قطان وغیرہ نے کہا۔ وکیع سے وہم ہوا۔ تعارض کی وجہ سے دونوں قول ساقط اور حدیث چونکہ ثقات سے مروی ہے اس لیے حجت۔

۶ امام بیہقی نے اپنی سنن میں پھر ابن عبدالہادی نے تنقیح میں ابوبکر بن اسحاق کا یہ قول نقل کیا۔ ہوسکتا ہے حضرت ابن مسعود دیگر مواقع پر رفع یدین بھول گئے ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر احادیث کے صریح مضامین یہ کہہ کر رد کرنے کی راہ کھول دی جائے۔ تو دین کا خدا حافظ۔ کوئی گستاخ دریدہ دہن رفع یدین کے بارے میں کہہ سکتا ہے کہ مکھی اڑانے کے لیے کیا تھا۔

۷ اس حدیث کے راوی عاصم بن کلیب غیر مقبول ہیں۔ جواب یہ ہے کہ ان کو ابن معین، نسائی اور ابو صالح نے ثقہ کہا۔ البتہ ابن مدینی نے کہا اگر یہ تنہا کوئی حدیث بیان کریں تو وہ لائق حجت نہیں۔ مگر وہ یہاں منفرد نہیں۔ اس کی متابع روایت موجود ہے۔ دار قطنی اور ابن عدی نے محمد بن جابر عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم عن علقمہ عن عبداللہ، ان الفاظ میں روایت کیا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی۔ یہ حضرات نماز شروع کرنے کے علاوہ اور کہیں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ اس حدیث کے راوی محمد بن جابر کے بارے میں بھی کلام کیا گیا ہے۔ مگر راجح یہ ہے کہ ان کی حدیث معتبر ہے۔ پھر متابعت کے لیے ضعاف بھی کافی ہیں۔ علاوہ ازیں اس کی متابع سیدنا امام اعظم کی یہ حدیث ہے۔ جو امام محمد نے بطریق حماد عن ابراہیم

عن علقمہ والاسود عن عبد اللہ، روایت کیا۔ جس میں یہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اُٹھاتے پھر کہیں نہیں اُٹھاتے۔

۸ عبد الرحمن نے علقمہ سے نہیں سنا ہے۔ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس کا یہ جواب دیا۔ یہ قول باطل ہے کسی نامعلوم شخص کا قول ہے۔ ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا اور کہا کہ یہ ۹۹ھ میں فوت ہوئے۔ بروایتے اسی سال حضرت ابراہیم نخعی کا بھی وصال ہوا۔ اور امام نخعی کا علقمہ سے سماع بالاتفاق ثابت تو علقمہ سے عبد الرحمن کے سماع سے کیا چیز مانع ہے۔ خطیب نے کتاب المتفق و المفترق میں عبد الرحمن کے حالات میں لکھا۔ انھوں نے اپنے باپ اور علقمہ سے سُنا۔

حدیث براء

پر یہ اعتراض کیا گیا ہے۔ اس میں۔ ثم لم یعد۔ حضرت ابن مسعود کا قول نہیں، یہ یزید ابن ابی زیاد نے اپنی طرف سے بڑھا دیا جسے ادراج کہتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انھیں سے امام شعبہ امام ثوری وغیرہ حفاظ نے اس حدیث کو روایت کیا۔ مگر کسی نے ۔ لم یعد۔ ذکر نہیں کیا۔ حمیدی نے کہا۔ یہ زیادتی صرف یزید روایت کرتے ہیں۔ امام احمد نے فرمایا۔ یہ صحیح نہیں۔ یوں ہی امام بخاری، یحیٰ، دارمی، حمیدی وغیرہ نے اسے ضعیف کہا۔ امام احمد نے فرمایا یہ حدیث واہی ہے۔ یزید زمانے تک یہ حدیث روایت کرتے رہے۔ مگر ثم لم یعد روایت نہیں کرتے تھے۔ جب اہل کوفہ نے انھیں تلقین کی تو اُسے ذکر کرنے لگے۔ الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی، میں ہے کہ امام بیہقی نے سفیان بن عیینہ کی یہ حدیث ذکر کی۔ کہ حضرت براء نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا جب نماز شروع فرماتے تو ہاتھوں کو اُٹھاتے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا۔ جب میں کوفے آیا تو یزید کو یہ حدیث بیان کرتے سُنا اور یہ زیادہ کیا ثم لا یعود میں نے گمان کیا کہ کوفے والوں نے انھیں سکھا دیا ہے۔ اُس کا جواب یہ ہے کہ اللہ ان بزرگوں پر رحم فرمائے۔ محض گمان سے اتنی بڑی بات کہنی جائز نہیں۔ من کذب علیّ متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار۔ اگر یہ بات صحیح الخلقی تو طعن کے لیے ادراج کے قول کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یزید کے غیر معتبر ہونے کے لیے یہی کافی تھا کہ ایک غلط بات محض کوفے والوں کے کہنے سے حضور کی طرف منسوب کر دی۔ اب ان کی روایات کا کیا اعتبار؟ پھر یہ کہ یہی حدیث یزید بن ابی زیاد کے علاوہ دوسرے حضرات نے اس زیادتی کے ساتھ روایت کیا۔ مثلاً امام طحاوی، امام ابو داؤد، امام بیہقی نے عیسیٰ بن ابی لیلیٰ اور حکم بن عتیبہ سے اور ان دونوں نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے یہی حدیث۔ ثم لا یعود کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے۔

نیز یہ کہ خود یزید بن ابی زیاد سے سفیان بن عیینہ کے دوسرے بہت سے تلامذہ نے ثم لا یعود کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مثلاً۔ اسمٰعیل بن زکریا محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ، شریک، ہشیم اسرائیل، بن یونس بن ابی اسحاق وغیرہ ایک جماعت نے ۔۔۔ اب اس حدیث کی صحیح پوزیشن یہ ہوئی

کو یزید بن ابی زیاد کی روایت کو عیسی اور حکم کی روایت سے قوت ملی اور محمد بن عبد الرحمٰن کی روایت کو محدثین کی ایک جماعت کی روایت سے تقویت ملی۔

امام احمد اور ابن عیینہ کا یہ فرمانا کہ پہلے ثم لا یعود کے بغیر روایت کرتے تھے۔ کوفہ آنے کے بعد اس اضافے کے ساتھ روایت کرنے لگے۔ یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ کبھی صرف حدیث کا اتنا حصہ بیان کیا جتنے کی اس وقت ضرورت تھی۔ اور کبھی پوری مکمل حدیث روایت کی۔ اس قسم کے اختصار کی بے شمار مثالیں خود بخاری میں موجود ہیں۔

حدیث ابن عباس اس پر پانچ شبہے وارد کئے گئے ہیں ۱ کہ اسے تنہا ابن ابی لیلیٰ نے روایت کیا ہے اور وہ قابل احتجاج نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ عجلی نے کہا کہ ابن ابی لیلیٰ فقیہ صاحب سنت بہت سچے اور جائز الحدیث تھے یعنی ان کی حدیث مقبول ہے۔ یعقوب بن ابی سفیان نے کہا یہ ثقہ عادل ہیں ان کی حدیث میں کچھ کلام ہے اور ذرا نرم تھے۔ ابو حاتم نے احمد بن یونس سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا یہ یعنی ابن ابی لیلیٰ پوری دنیا والوں سے زیادہ فقیہ تھے۔

۲ امام شعبہ نے فرمایا کہ حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں ان میں یہ حدیث نہیں۔ اس کا یہ جواب ہے کہ امام شعبہ نے اپنی دانست کے مطابق کہا۔ ورنہ ترمذی نے۔ حکم عن مقسم کثیر احادیث روایت کی ہیں اور ان کے اکثر میں تحدیث اور سماع کی تصریح ہے۔ جیسا کہ مقدمہ تنسیق النظام میں ہے۔

۳ امام وکیع نے اسے موقوفا روایت کیا ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ کبھی موقوفا روایت کیا اور کبھی مرفوعا جیسے خود حضرت ابن عمر کی حدیث بھی دونوں طرح مروی ہے۔ اس سے مرفوع ہونے کی نفی کیسے ثابت ہوئی ___ دوسرے یہ کہ یہ معاملہ عبادت کا ہے۔ اس میں قیاس کو دخل نہیں اس لئے یہ موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔

۴ اس حدیث کے ظاہر سے جو حصر متبادر ہے۔ وہ قطعی مراد نہیں اس لئے کہ ان سات جگہوں کے علاوہ اور دوسرے مواقع پر بھی رفع یدین ثابت ہے۔ مثلاً تکبیرات عیدین اور قنوت میں دعا کے وقت ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو موقوف مانیں تو یہ حضرت ابن عباس کے اپنے علم کی بات ہوئی۔ ہوسکتا ہے کہ دوسرے مواقع پر رفع یدین کا انھیں اس وقت تک علم نہ ہوا ہو مگر منع وقت نماز میں رفع یدین کا علم ان صحابہ کو نہ ہونا جو دائم حاضر باش تھے بکثرت لہ عدم ضرور ہے۔ اس لئے کہ روزانہ پانچ پانچ بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھیں اور رفع یدین نہ دیکھیں قریب قریب محال ہے۔

اور اگر یہ حدیث مرفوع ہے جیسا کہ حقیقت میں ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ نصوص میں ایسا بہت ہے کہ کچھ احکام صیغۂ حصر سے بیان ہوتے ہیں مگر دوسری نصوص سے وہ حکم انھیں میں منحصر نہیں رہتا۔ مثلاً قرآن کریم میں ہے

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ (۱۷۳) بقرہ

اللہ نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو اللہ کے غیر کے نام پر ذبح کیا گیا ہو حرام فرمایا ہے۔

کیا اس آیت کے حصر کو سامنے رکھ کر کوئی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ ان چار چیزوں کے علاوہ اور کچھ حرام نہیں سب حلال ہیں۔

۵ - خود حضرت ابن عباس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رکوع میں رفع یدین کیا، اور احناف کا یہ قاعدہ ہے کہ راوی جب اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے تو وہ حدیث قابل استدلال نہیں رہتی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس قاعدہ کا اجرا اس وقت ہے جب یہ معلوم ہو کہ راوی نے یہ عمل روایت کے بعد کیا ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کب کیا ہے یا یہ معلوم ہو کہ روایت سے پہلے کیا ہے تو حدیث مجروح نہیں ہوتی لائق استدلال رہتی ہے۔ اور یہاں تاریخ معلوم نہیں اس لئے احادیث لائق احتجاج ہے۔

اس پر امام بخاری نے اپنی شان جلال کے ساتھ بہت ہی سخت لہجے میں یہ اعتراض کیا ہے۔

حدیث جابر بن سمرہ :- اس حدیث سے بے علم نے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث قیام و رکوع کے بارے میں سرے سے ہی نہیں۔ یہ تو اس بارے میں ہے کہ صحابہ کرام کی عادت تھی کہ قعدہ اخیرہ میں سلام کے وقت ایک دوسرے کو سلام کرتے اور ہاتھوں سے اشارہ کرتے۔ چنانچہ خود مسلم ہی میں حضرت جابر بن سمرہ ہی سے بطریق عبید اللہ بن القبطیہ یہ تفصیل مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ جب ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو کہتے ـــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اور اپنے ہاتھوں سے دونوں جانب اشارہ کرتے تو حضور نے یہ فرمایا۔ اس کا جواب امام جمال الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں یہ دیا۔ ہم نے جو حدیث ذکر کی وہ بطریق تمیم بن طرفہ الطائی ہے۔ وہ اور ہے۔ اور یہ جو بطریق عبید اللہ بن القبطیہ مروی ہے یہ دوسری حدیث ہے۔ دونوں میں دو الگ الگ مواقع کے الگ الگ واقع مذکور ہیں۔ اس کی دلیل دونوں کے سیاق ہیں۔ ہماری مستدل تمیم بن طرفہ والی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

دخل علينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ونحن رافعوا ايدينا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پر داخل ہوئے اور ہم اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے تھے۔

جیسا کہ ابوداؤد اور مسند امام احمد میں ہے ـــــ اور نسائی اور مسلم میں یوں ہے۔

خرج علينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الحديث۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پر نکل کر آئے۔

اور عبید اللہ بن القبطیہ کی حدیث بخاری میں یوں ہے۔

كنا اذا صلينا خلف النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قلنا السلام عليكم۔

ہم جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو السلام علیکم کہتے۔ (الحدیث)

ابوداؤد میں یوں ہے۔

كنا اذا صلينا خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فسلم احدنا اشار بيده الى من عن يمينه ومن عن يساره ۔ الحديث

ہم جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے اور سلام پھیرتے تو اپنے ہاتھ سے دائیں بائیں اشارہ کرتے تو حضور نے وہ فرمایا۔

غور کیجیے تمیم کی روایت میں ہے کہ حضور ہمارے پاس تشریف لائے ہم نماز پڑھ رہے تھے اور ہاتھوں کو اٹھاتے تھے تو فرمایا اس کا صریح مفاد یہ ہے کہ صحابہ تنہا تنہا نماز پڑھ رہے تھے اور اثناء نماز میں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ اور یہ اٹھانا صرف رکوع میں جاتے اور اٹھنے اور سجدے میں جاتے ہوئے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ تمہارا کیا حال ہے تم ہاتھوں کو یوں اٹھاتے ہو جیسے چنچل گھوڑوں کی دم، نماز میں سکون کے ساتھ رہو۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ یہ ارشاد خاص متنازع رفع یدین کے بارے میں ہے اس لیے یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ متنازع رفع یدین منسوخ ہوگیا۔ اور عبید اللہ کی روایت میں صاف صاف ہے۔ کہ ہم حضور کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور نماز سے باہر ہونے کے لیے سلام کے وقت ہم نے اشارہ کیا تو حضور نے وہ فرمایا۔ دونوں کے مضمون میں کتنا فرق ہے پھر یہ کیا ایک حدیث دوسرے کی تفسیر کیسے ہو سکتی ہے۔ اب ظاہر ہوگیا کہ علم والا کون ہے۔؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ سلام کے وقت اشارہ کرنے والے کو اسکنوا فی الصلوٰۃ (نماز میں سکون کے ساتھ رہو) کہنا لغو ہے وہ اب نماز میں کہاں ہے وہ نماز سے باہر ہوگیا۔ اسکنوا فی الصلوٰۃ" دلیل ہے کہ نماز کے اندر سکون کے خلاف کوئی بات ہوتی تھی جس پر یہ فرمایا تو دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ دونوں حدیثوں میں دو الگ الگ واقعے مذکور ہیں۔ دوسرے یہ کہ طرفہ کی حدیث اور ہے اور عبید اللہ کی حدیث اور ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث پر جو یہ فرمایا۔ کہ اگر یہ نماز میں رفع یدین کے بارے میں ہو تو لازم آئے گا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت اور قنوت میں اور تکبیرات عیدین میں بھی رفع یدین ممنوع ہو۔ اس کا جواب یہ ہے۔ یقیناً اگر دوسری حدیثوں سے ان مواقع پر رفع یدین ثابت نہ ہوتا تو مشروع نہ ہوتا۔ مگر دوسری احادیث کی وجہ سے مذکورہ بالا مواقع پر رفع یدین اس حکم عام سے مستثنیٰ ہوگیا، اور تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین نماز میں ہے کہاں؟ تکبیر تحریمہ ہمارے یہاں نماز کی شرط ہے رکن نہیں۔ نیز عیدین کی تکبیرات زوائد میں رفع یدین احناف میں مختلف فیہ بھی ہے۔ امام ابو یوسف اس کے قائل نہیں۔

حدیث عباد بن زبیر

اس پر امام ابن دقیق العید نے یہ فرمایا کہ عباد تابعی ہیں۔ اس لیے یہ حدیث مرسل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ احناف اور امام مالک، امام احمد اور جمہور فقہاء کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے۔ اس لیے یہ شبہ ساقط ہوگیا۔

دعویٰ نسخ پر شبہ اور جواب

امام طحاوی نے رفع یدین والی حدیث کو فرمایا کہ منسوخ ہے امام زیلعی نے اس پر نصب الرایہ میں فرمایا۔ شیخ نے "الامام" میں فرمایا۔ رفع یدین کی حدیث منسوخ ہونے کا دعویٰ اس لیے صحیح نہیں کہ بطریق موسیٰ بن عقبہ عن نافع، حضرت ابن

عمر ہی سے یہ بھی مروی ہے۔ فما زالت تلک صلوته حتی لقی اللہ تعالیٰ۔ رسول اللہ ہمیشہ اسی طرح نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملے۔ (اس زیادتی کو بیہقی نے ذکر کیا ہے) بیہقی نے یہ حدیث ذکر کر کے فرمایا اس سے ثابت ہو گیا کہ امام مجاہد کی وہ روایت خطا ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمر تکبیر افتتاح کے علاوہ اور کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے اس کے ایک نہیں دو دو راوی متہم بوضع الحدیث ہیں ایک عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمہ ہروی، میزان میں امام ذہبی نے لکھا کہ سلیمان نے انھیں متہم بوضع الحدیث کیا۔ دوسرے عصمہ بن محمد انصاری کے بارے میں کہا۔ ابو حاتم نے کہا یہ قوی نہیں۔ یحییٰ نے کہا۔ کذاب ہے حدیث گڑھا کرتا تھا۔ عقیلی نے کہا۔ ثقات سے باطل احادیث بیان کرتا تھا۔ دار قطنی وغیرہ نے کہا یہ متروک ہے۔

خلاصۂ ابحاث ان سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتداءً رفع یدین کیا کرتے تھے۔ مگر بعد میں منع فرمایا۔ اس لیے وہ منسوخ ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عمر حضرت علی، حضرت ابن عمر حضور کے وصال کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا صحیح و محقق یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور مواقع پر رفع یدین ممنوع ہے۔

خاص نکتہ یہاں خاص امر یہ غور طلب ہے کہ رفع یدین کے سلسلے میں ہمارے مخالفین کو تسلیم ہے کہ سب سے صحیح حضرت ابن عمر کی حدیث ہے۔ بقیہ احادیث پر بوجوہ کلام کیا گیا ہے۔ جسے طول ممل ہونے کی وجہ سے میں نے بیان نہیں کیا ہے۔ اور حال یہ ہے کہ خود حضرت ابن عمر سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دو رکعت کے بعد اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے جیسا کہ خود بخاری میں ہے۔ زیر بحث احادیث میں تیسرے نمبر کی حدیث ہے۔ نیز ابو داؤد میں حضرت ابو حمید ساعدی اور حضرت علی کی حدیث میں بھی ہے۔ نیز ابو وائل کی حدیث میں (یہ بھی) ہے۔ کہ جب دوسری رکعت کیلئے سجدے سے سر اٹھاتے تو بھی رفع یدین کرتے بلکہ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت رفع یدین کرتے تھے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رفع یدین کے شائقین سجدوں سے اٹھتے وقت پہلی رکعت کے سجدہ اخیرہ سے اٹھتے ہوئے، اور دو رکعت کے قعدہ سے اٹھتے ہوئے کیوں رفع یدین نہیں کرتے اگر آپ کہیں کہ یہ حصہ متکلم فیہ ہے تو گذارش ہے کہ آپ لوگوں کی پسندیدہ جگہوں کے بارے میں جتنی بھی احادیث آئی ہیں وہ سب متکلم فیہ ہیں۔ پھر آپ لوگ اسے بھی کیوں نہیں چھوڑتے۔ رفع یدین ان مسائل میں سے ہے جسے آج کل غیر مقلدین نے اپنے وقار کا مسئلہ بنا رکھا ہے اس لیے ہم نے اس پر کسی قدر تفصیل سے کلام کیا۔ اگرچہ ابھی اس کے بہت سے گوشے رہ گئے ہیں مگر انصاف پسند کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ اور معاند و مجادل کے لیے دفتر کا دفتر بیکار ہے جو حضرات چاہیں وہ فتح القدیر عینی، شرح ہدایہ، عمدۃ القاری، شرح بخاری، انتصار الحق وغیرہ مطالعہ کریں۔ اخیر کتاب اردو میں ہے۔

لطیفہ رفع یدین کے سلسلے میں علامہ ابن حجر نے یہاں تک لکھا ہے کہ میرے شیخ حافظ ابو الفضل نے تلاش و جستجو کی تو اس کے راوی صحابہ کی تعداد پچاس تک پہنچ گئی ہے علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادۃ میں لکھا کہ اس سلسلے کے اخبار و آثار چار سو تک ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ یہ سب روایات

واخبار ان بزرگوں نے تحریر نہیں فرمائے ورنہ ہم بھی دیکھتے کہ ان کی حیثیت کیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ رفع یدین کی احادیث صحیح و سقیم کل ملاکر پندرہ صحابہ سے مروی ہیں۔ مگر چونکہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ رفع یدین ابتدا میں تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ تو کثرتِ رواۃ و قلتِ رواۃ سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اگر صراحۃً ترک رفع یدین کی احادیث میں ان صحابہ کرام کی احادیث شامل کر دی جائیں جنہوں نے نماز کے ارکان بتلائے اور رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ذکر کیا۔ حالانکہ ضرورت اس کی داعی تھی کہ اگر تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسرے مواقع پر رفع یدین ان کے نزدیک ثابت تھا تو اسے ضرور بیان کرتے۔ اور ضرورت کے وقت سکوت بیان ہے تو ترک رفع یدین کی احادیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد رفع یدین کی روایت کرنے والوں سے بہت زیادہ ہو جائے گی۔

رفع یدین نہ کرنیوالے صحابہ

بدائع میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرات عشرہ مبشرہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ان دس حضرات کے علاوہ حضرت ابن مسعود حضرت ابن عمر حضرت براء بن عازب، جابر بن سمرہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ پندرہ صحابہ ہیں جن کے بارے میں روایت موجود ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کسی موقع پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ بقیہ صحابہ سے روایت نہیں آئی مگر سب کو معلوم ہے۔ عدم روایت، روایات عدم نہیں۔

ورفع ذلك الى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

حدیث ۷۳۹ میں یہ زائد ہے کہ حضرت ابن عمر جب دو رکعت کے بعد اٹھتے تو بھی رفع یدین کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے۔ یعنی یہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا۔ یہ حدیث موقوف ہے یا مرفوع اس بارے میں محدثین کے مابین اختلاف ہے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا۔ صحیح یہ ہے حضرت ابن عمر کا قول ہے مرفوع نہیں۔ بیہقی نے العلل میں اختلاف ذکر کرکے کہا "اشبہ بالصواب عبدالاعلیٰ کا قول ہے جو بخاری میں ہے۔ یعنی یہ حدیث مرفوع ہے بعض روایات میں الرکعتین کے بجائے السجدتین آیا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ ہر سجدہ کے بعد اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے تھے" مگر سجدہ کے معنی رکعت بھی آتا ہے جیسا کہ تطبیق کیلئے "والسجدتین" سے
ہے ولا حین یرفع رأسه من السجود اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے
الرکعتین مراد لیا جاسکتا ہے۔ ہمارے یہاں یہ بھی حدیث جابر بن سمرہ سے منسوخ ہے جس کی بحث ابھی گذری۔

ایک فریب کا ازالہ

آج کل غیر مقلدین رفع یدین کے سلسلے میں صرف احناف کو نشانہ بناتے ہیں جس سے شبہ ہوتا ہے کہ صرف احناف ہی تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسرے مواقع پر رفع یدین نہیں کرتے حالانکہ یہی امام مالک کا بھی مذہب ہے انکے علاوہ ابو بکر بن عیاش نے فرمایا میں نے کسی فقیہ کو تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کسی موقع پر رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ یہ امام ثوری امام عبداللہ بن مبارک امام احمد کے استاد اور امام بخاری کے استاذ الاستاذ ہیں۔ نیز قیس، شعبی، ابن ابی لیلیٰ، اسود، علقمہ، ابو اسحٰق وغیرہ کا بھی یہی مذہب تھا بلکہ امام مالک کے زمانے میں اہل مدینہ کا اس پر تعامل تھا۔

۱؎ عمدۃ القاری جلد خامس ص ۲۷۳

حدیث ۴۷۵

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ مرد نماز میں اپنا

الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا يَنْمِي ذٰلِكَ

داہنا ہاتھ اپنی بائیں کلائی پر رکھے۔ ابو حازم نے کہا۔ میں یہی جانتا ہوں کہ اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِسْمَاعِيلُ يُنْمٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يَنْمِي عه

پہنچاتے تھے۔ اسماعیل نے کہا۔ اس کو پہنچایا جاتا تھا یہ نہیں کہا کہ پہنچاتے تھے۔

تشریحات ۴۷۵:- اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے مگر ابو داؤد[ل] اور نسائی[ع] میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور بایاں ہاتھ داہنے پر رکھے ہوئے تھے کہ اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو ان کے داہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہاتھ کو ہاتھ پر رکھا جائے گا کلائی پر نہیں۔ بعض روایتوں میں اس کی تصریح بھی ہے کہ بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھا۔ نسائی میں حضرت وائل سے مروی ہے کہ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز میں داہنے ہاتھ سے بائیں کو پکڑے ہوئے تھے۔ احناف نے ان تمام احادیث کے مابین یوں جمع فرمایا ہے۔ کہ داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑے، بیچ کی تین انگلیاں بائیں کلائی پر رکھے، اور داہنی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے۔

ہاتھ کہاں باندھے:- امام مالک کا مذہب معروف اور مالکیہ کا مختار یہ ہے کہ قیام میں ہاتھ باندھا نہ جائے۔ امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ سینے کے نیچے ناف سے اوپر باندھا جائے۔ اور یہی امام شافعی کا بھی مذہب ہے۔ امام احمد سے دونوں روایتیں ہیں۔ ایک مذہب یہ ہے کہ باندھنے اور چھوڑنے میں اختیار ہے۔ یہ امام اوزاعی اور ابن منذر کا مذہب ہے۔ اسلاف کا اس کے علاوہ اور کوئی مذہب نہیں۔ اس لئے غیر مقلدین کا یہ قول کہ ہاتھ سینے پر باندھا جائے۔ اسلاف کے مذہب سے خارج اور ان کے اجماع مرکب کے خلاف ہے۔ اس پر غیر مقلدین حضرت وائل بن حجر

عه اول اذان باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ صہ ۱۰۲۔

ل اول صلوٰۃ باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ صہ ۱۱۰۔

ع اول صلوٰۃ باب فی الامام اذا رأی الرجل قد وضع شمالہ علی یمینہ صہ ۱۴۱۔

کی حدیث سے سند لاتے ہیں جس میں یہ ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا پھر انھیں سینے پر رکھا۔ اسے امام بیہقی نے اپنی سنن میں دو طریقے سے ذکر کیا۔ دونوں مجروح ہیں۔ اسی طرح یہ صحیح ابن خزیمہ میں بھی ہے مگر وہ بھی مطعون ہے۔ امام شافعی کا استدلال حضرت جریر کی حدیث سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ کے گٹے کو داہنے ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھے۔ ناف کے اوپر۔ حضرت سعید بن جبیر شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا کہ ہاتھ ناف کے اوپر باندھے۔ مگر یہ دونوں حدیثیں لائق احتجاج نہیں۔ پہلی حدیث ابو بدر شجاع بن الولید عن ابی طالوت عبد السلام بن ابی حازم تنہا روایت کرتا ہے۔ اس کے بارے میں علامہ ابن حجر نے مقدمہ میں اور امام ذہبی نے میزان میں فرمایا۔ لین الحدیث ہے، متقن نہیں اس سے احتجاج نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح حضرت سعید بن جبیر کے اثر پر بھی کلام کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ لائق احتجاج نہیں۔ پھر وہ تابعی ہیں۔ اور حضرت امام اعظم بھی تابعی اس لئے دونوں قول مساوی ہو گئے۔ گزر چکا کہ حضرت امام اعظم نے فرمایا تابعین سے ہم تزاحم کرتے ہیں اور وہ ہم سے۔

ہماری دلیل } ابو داؤد بروایت ابن الاعرابی اور مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے اور اسی میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے پکڑنا۔

ان دونوں حدیثوں کے ایک راوی عبد الرحمٰن بن اسحاق کوفی ضعیف ہیں۔

ابن حزم نے محلی میں تعلیقا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔ اخلاق نبوت میں سے تین چیزیں ہیں۔ افطار میں جلدی کرنا۔ سحری میں دیر کرنا۔ نماز میں ناف کے نیچے داہنے ہاتھ کو بائیں پہ رکھنا۔ اس پر کوئی کلام نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ صحیح ہے۔ اسی پہ احناف کا عمل ہے۔



۱؎ ابوداؤد اول باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ بروایت ابن الاعرابی

۲؎ ابوداؤد بروایت ابن الاعرابی ایضا۔

۳؎ اول ص۱۱۰۔

حدیث ۴۷۶

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِیْمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِیْ وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِیْ اِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُّمْ ۔ عـہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔ رکوع اور سجدہ اچھی طرح کرو! بخدا میں اپنے پیچھے اور کبھی یہ کہتے۔ پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں جب تم رکوع اور سجدہ کرتے ہو۔

حدیث ۴۷۷

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانُوْا یَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ عـہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر، الحمد للہ رب العالمین سے نماز شروع فرماتے تھے۔

تشریحات ۴۷۶:۔ مطابقت ۔ یہاں باب یہ ہے۔ نماز میں خشوع کا بیان۔ خشوع کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں۔ فروتنی و عاجزی کرنا۔ ڈرنا۔ حضرت علی نے فرمایا۔ خشوع دل میں ہوتا ہے اور یہ کہ مومن کے ساتھ نرم برتاؤ کرے اور ادھر اُدھر نہ دیکھے۔ امام مجاہد نے فرمایا۔ نظر نیچی رکھنا اور بازو جھکائے رکھنا۔ حضرت عمرو بن دینار نے فرمایا۔ رکوع اور سجدے کا نام خشوع نہیں۔ سکون اور عمدہ ہیئت کا نام ہے۔ ابن سیرین نے فرمایا۔ موضع سجود سے نظر نہ ہٹانا۔ ایک قول یہ ہے کہ نماز میں ہمہ تن متوجہ ہونا اور ماسوا سے اعراض کرنا۔ ابو بکر واسطی نے کہا۔ سچے دل سے اللہ کے لئے نماز پڑھنا بغیر کسی عوض کے۔ خشوع کے ان مختلف معانی میں سے ایک یہ بھی ہے جو حضرت عمرو بن دینار نے بتایا کہ سکون اور عمدہ حالت کا نام ہے۔ جب نمازی صحیح طریقے سے رکوع اور سجدہ کرے گا تو اچھی ہیئت ہوگی اسی کا اس حدیث میں حکم دیا گیا ہے۔ اس حدیث کا اخیر حصہ گزر چکا ہے۔

تشریحات ۴۷۷ احناف کا اسی حدیث پر عمل ہے کہ جہری نمازوں میں بلند آواز سے قرأت الحمد للہ سے شروع کرتے ہیں، بسم اللہ آہستہ پڑھتے ہیں۔ بخلاف شوافع کے کہ وہ بسم اللہ ہی سے بلند آواز سے جہری نمازوں میں قرأت کرتے ہیں۔ شوافع کی دلیل دوسری

عـہ اول اذان باب الخشوع فی الصلاۃ صـ۱۰۲ مسلم۔ صلوٰۃ۔

عـہ اول اذان باب ما یقرء بعد التکبیر صـ۱۰۳ مسلم۔ نسائی۔ صلوٰۃ۔

احادیث ہیں۔ جن میں یہ مذکور ہے کہ نماز شروع کی تو بسم اللہ پڑھا۔ یہ سب احادیث مجروح ہیں اور صحیح ہونے کی تقدیر پر ان کی تاویل یہ ہے کہ ہم بسم اللہ پڑھنے کا کب انکار کرتے ہیں ہمیں بلند آواز سے پڑھنے سے انکار ہے۔ رہ گیا یہ کہ اگر بسم اللہ آہستہ پڑھی تو راوی کو کیسے معلوم ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دوسری دعائیں جو بالاتفاق آہستہ پڑھی جاتی ہیں اور راویان حدیث روایت کرتے ہیں ان کا کیسے علم ہوا۔ ہو سکتا ہے تعلیم سے معلوم ہوا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ بہت قریب رہے ہوں اور سن لیا ہو۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے۔ کہ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھی۔ یہ روایتیں صحیح نہیں۔ یہ اختلاف اس کی فرع ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں۔ امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ یہ سورۂ فاتحہ کا جز ہے۔ اس لئے وہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ اسے بھی بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ ہمارے یہاں سورۂ فاتحہ کا جز نہیں اس لئے ہم اسے آہستہ پڑھتے ہیں۔ یہی حضرت سفیان ثوری امام احمد اور اسحاق کا بھی مذہب ہے۔ اس پر ہماری دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی دوسری حدیث ہے۔ جسے امام مسلم[1] نے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ میں نے نماز (سورۂ فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان آدھے آدھ تقسیم کر دی ہے۔ اور میرا بندہ جو مانگے وہ اسے ملے گا۔ جب بندہ نے کہا۔ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ تو اللہ عز وجل فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری حمد کی۔ نیز مسلم[2] اور طحاوی[3] میں حضرت ابوہریرہ ہی سے مروی ہے انہوں نے کہا۔ مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت سے اٹھتے تو الحمد للہ سے شروع فرماتے سکوت نہ فرماتے۔ نیز مسلم[4] میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تکبیر سے اور قرارت کو الحمد للہ سے شروع فرماتے۔ بسم اللہ جس طرح سورۂ فاتحہ کا جز نہیں اسی طرح کسی سورہ کا بھی جز نہیں۔ البتہ قرآن کا جز ہے جو سورتوں میں امتیاز کے لئے نازل ہوا ہے۔ امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے کہ یہ سورہ فاتحہ کا جز نہیں۔ فریقین کے دلائل اور جوابات کتب تفاسیر نیز شروح بخاری خصوصاً عمدۃ القاری میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ صـ۱۷۰۔

[2] مساجد باب ما یقال بین تکبیرۃ للاحرام والقرأۃ صـ۲۱۹۔

[3] اول باب قرأۃ بسم اللہ فی الصلوٰۃ صـ۹۸۔

[4] اول صلوٰۃ باب ما یجمع صفۃ الصلوٰۃ صـ۱۹۴۔

حدیث ۴۷۸

حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ
صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکبیر اور قرأت کے درمیان کچھ سکوت فرماتے۔ ابوزرعہ نے کہا
إِسْكَاتَةً قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ هُنَيَّةً فَقُلْتُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ
کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا۔ بہت مختصر۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ تکبیر اور
اللهِ إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ قَالَ أَقُولُ اللَّهُمَّ
قرأت کے درمیان سکوت کے وقت کیا پڑھتے ہیں۔ فرمایا۔ یہ پڑھتا ہوں۔ اے اللہ میرے
بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
اور گناہوں کے درمیان اتنی دوری کردے جتنی مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔
اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اللَّهُمَّ
اے اللہ مجھے خطاؤں سے یوں پاک کردے جیسے سفید کپڑا میل سے صاف ہوتا ہے۔ اے اللہ
اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ عہ
میری خطاؤں کو پانی برف اور اولے سے دھو دے۔

تشریحات ۴۷۸: هُنَيَّةً — یہ هَنْوَةٌ کی تصغیر هُنَيْوَةٌ۔ واؤ یا اکٹھا ہوئے ان میں پہلا ساکن تھا واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کر دیا۔ هُنَيَّةٌ ہوگیا۔ بابی انت وامی۔ باء کا متعلق محذوف ہے یا تو اسم یعنی مَفْدِيٌّ۔ یا فعل۔ اب تقدیر یہ ہوئی۔ فَدَيْتُكَ بابی وامی۔ احناف کے یہاں یہ جملہ ہر مومن کے لئے بولا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی کراہت بھی نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ دعا پڑھنا یا تو امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ یا تواضعاً یا مراد وہ زلات ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع و اعلیٰ کے مناسب نہیں۔ جیسے کہا گیا ہے۔ حسنات الابرار سیأت المقربین۔

عہ اول اذان باب ما یقرا بعد التکبیر ص۱۰۳ مسلم، ابوداؤد، نسائی، کلھم فی الصلوٰۃ والاخیر فی الطہارۃ ایضا۔ ابن ماجہ۔ صلوٰۃ۔

حدیث ۴۷۵

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوۃَ الْکُسُوْفِ فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ

سورج گہن کی نماز پڑھی، حضور نے قیام فرمایا تو قیام کو طویل کیا پھر رکوع کیا تو رکوع کو

ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ

طویل کیا۔ پھر کھڑے ہوئے تو قیام کو طویل فرمایا پھر رکوع کیا تو رکوع کو طویل فرمایا پھر سر اٹھایا

فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ

پھر سجدہ کیا تو سجدے کو طویل فرمایا پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا تو سجدے کو طویل فرمایا پھر قیام فرمایا تو

ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ

طویل قیام فرمایا پھر رکوع کیا تو طویل رکوع کیا پھر سر اٹھایا تو طویل قیام فرمایا پھر رکوع کیا تو رکوع کو

ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ

طویل کیا پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا تو سجدے کو طویل فرمایا پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا تو سجدے کو طویل فرمایا پھر

انْصَرَفَ فَقَالَ قَدْ دَنَتْ مِنِّی الْجَنَّۃُ حَتّٰی لَوِ اجْتَرَأْتُ عَلَیْہَا لَجِئْتُکُمْ بِقِطَافٍ

فارغ ہوئے اور فرمایا جنت مجھ سے قریب ہوئی اتنی کہ اگر میں جرأت کرتا تو اس کے خوشوں میں سے کوئی خوشہ

ہمارے یہاں افضل یہ ہے کہ اس دعا کے بجائے سبحانک اللھم پڑھے۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ میں مروی ہے۔ امام حاکم نے بھی ابوداؤد و ترمذی کی سند کے ساتھ اس کو روایت کر کے فرمایا۔ اس کے بارے میں اس سے زیادہ صحیح اور کوئی حدیث مجھے یاد نہیں۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ وہ اس کو پڑھتے تھے۔ نیز ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کے بعد سبحانک اللھم پڑھتے۔ امام ترمذی نے فرمایا۔ اس باب میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت جابر، حضرت جبیر بن مطعم اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی حدیث آئی ہے۔ فرائض میں صرف اسی پر اکتفا کرے۔ اس لئے کہ فرائض کا مدار تخفیف پر ہے۔ نوافل میں اختیار ہے۔ چاہے تو سب دعائیں پڑھے۔

تشریحات ۴۷۵

کسوف۔ سورج گہن۔ خسوف۔ چاند گہن۔ کبھی ایک کا دوسرے پر اطلاق ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر گہن چاند و سورج کے کچھ حصے میں ہو تو کسوف ہے

مِنْ قِطَافِهَا وَدَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتّٰى قُلْتُ اَىْ رَبِّ اَوَ اَنَا مَعَهُمْ فَاِذَا امْرَأَةٌ

تمہارے پاس لاتا اور جہنم مجھ سے قریب ہوئی اتنی کہ میں کہہ اٹھا اے پروردگار! کیا میں ان کے ساتھ ہوں؟

حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ قُلْتُ مَا شَانُ هٰذِهٖ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ

اچانک ایک عورت پر نظر پڑی نافع نے کہا مجھے اس کا ظن ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے یہ کہا کہ ایک بلی اس عورت کو پنجوں سے نوچ

جُوْعًا لَا اَطْعَمَتْهَا وَلَا اَرْسَلَتْهَا تَاْكُلُ قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ

رہی ہے (حضور نے فرمایا) میں نے دریافت کیا اس عورت کا کیا حال ہے۔ تو لوگوں نے بتایا کہ اس نے اس بلی کو باندھ لیا تھا

مِنْ خَشِيْشِ الْاَرْضِ اَوْ خَشَاشِ ع

یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی نہ اسے کھلاتی نہ اسے چھوڑتی کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی۔

حدیث ۴۸۰	عَنْ اَبِىْ مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
	ابو معمر سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا ہم نے حضرت خباب سے پوچھا کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اور پورا ہو تو خسوف ہے۔ لو اجترأت۔ اجتراء۔ کا مادہ جروت ہے۔ جس کے معنی جسارت کے ہیں، یہاں صرف ارادہ مراد ہے۔

مسائل گہن لگتے وقت استغفار ذکر و دعا مسنون ہے۔ اور نماز بھی۔ سورج گہن کی نماز باجماعت سری قرأت کے ساتھ دو رکعت ہے۔ اس کے شرائط وہی ہیں جو جمعہ اور عیدین کے ہیں چاند گہن کی نماز دو رکعت تنہا تنہا جہری قرأت کے ساتھ ہے۔ یہ نماز بھی دوسری نمازوں کی طرح ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ اس حدیث کی تاویل اور اپنے مذہب کی دلیل کتاب الکسوف میں بیان کی جائے گی۔

تشریحات ۴۸۰ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ — عہد جاہلیت میں قید ہوگئے۔ انھیں ایک خزاعی عورت نے خرید لیا۔ یہ اسلام لانے والوں میں سابقین اولین میں سے ہیں۔ ان کا اسلام قبول کرنے میں چھٹا نمبر ہے۔ غلام اور بے سہارا ہونے کی وجہ سے انھیں مکہ کے ظالموں نے سخت سے سخت اذیتیں دیں۔ دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جس سے ان کی پشت مبارک پر داغ پڑ گئے تھے۔ جو مدۃ العمر استقامت و عزیمت کے نشان رہے۔ عام غزوات میں شریک ہوئے ۳۷ھ میں کوفہ میں وصال فرمایا۔ جنگ صفین سے واپسی کے بعد یہ پہلے شخص ہیں جنکی

ع اول اذان باب ص ۱۰۳ اول مساقاۃ باب فضل سقی الماء ص ۳۱۸ نسائی ابن ماجہ صلوٰۃ۔

وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ فَقُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ

وسلم ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے تو انھوں نے کہا ہاں پھر ہم نے پوچھا آپ لوگ یہ کیسے

ذَاكَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ۔ [ع]

معلوم کرتے تھے تو فرمایا حضور کی داڑھی کے ہلنے سے۔

حدیث ۴۸۱

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا النَّبِيُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَاَشَارَ بِيَدَيْهِ قِبَلَ قِبْلَةِ

نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے دونوں ہاتھوں

الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ الْاٰنَ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلٰوةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ

سے مسجد کے قبلے کی جانب اشارہ فرمایا اور فرمایا ابھی جب میں تمہیں نماز پڑھا رہا تھا جنت اور دوزخ کو ان

مُمَثَّلَتَيْنِ فِي قِبْلَةِ هٰذَا الْجِدَارِ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ثَلٰثًا۔ [ع]

کی شکل شالی کے ساتھ اس قبلے کی دیوار میں دیکھا میں نے جیسا خیر و شر آج دیکھا کبھی نہیں دیکھا۔ تین بار فرمایا۔

نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھی۔ ان سے تیئیس احادیث مروی ہیں۔ پانچ بخاری نے روایت کی ہیں۔

مسائل :- فرائض کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ ساتھ مزید قرارت بھی واجب ہے کچھ لوگوں نے اسی حدیث سے اس پر استدلال کیا۔ انھیں میں امام بخاری بھی ہیں۔ جیسا کہ آگے وہ اس پر یہ باب قائم کریں گے ظہر میں قرات، عصر میں قرارت۔ مگر داڑھی مبارک کی حرکت سے قرارت پر استدلال تام نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ قرارت کے بجائے تسبیح، ذکر و دعا پڑھتے رہے ہوں۔ اس کا اثبات دوسری احادیث سے ہے جو آگے آ رہی ہیں۔

تشریحات ۴۸۱

مطابقت :- باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کی حالت میں جنت و دوزخ کو دیکھا۔ تو جب جنت و دوزخ کا دیکھنا جائز تو امام کو دیکھنا بدرجہ اولیٰ جائز۔ منذ صلیت سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ع اذان باب رفع البصر الی الامام ص۱۰۳ باب القرأۃ فی الظہر ص۱۰۵ باب القرأۃ فی العصر ص۱۰۵ باب من خافت القرأۃ فی الظہر والعصر ص۱۰۷ ۔ ابوداؤد، ابن ماجہ صلوٰۃ۔

ع اذان باب رفع البصر الی الامام ص۱۰۳ ثانی الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل ص۹۵۶

حدیث ۴۸۲	اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ
	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَاءِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ

کا کیا حال ہے کہ اپنی نمازوں میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ تو یہ ارشاد شاق ہوا۔ یہاں تک

فَاشْتَدَّ قَوْلُهٗ فِيْ ذَالِكَ حَتّٰى قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذَالِكَ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ عہ

کہ فرمایا لوگ اس سے باز رہیں ورنہ ان کی نظریں اچک لی جائیں گی۔

حدیث ۴۸۳	عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ عہ

نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ یہ شیطان کا حصہ ہے جو بندے کی نماز اچک لیتا ہے۔

مراد یہ ہے کہ جب میں نماز پڑھ رہا تھا۔ یعنی جنت دوزخ کا دیکھنا نماز کی حالت میں تھا۔ متکلمین اس سے مراد یہ ہے کہ جنت دوزخ اپنے مثالی وجود کے ساتھ میرے سامنے پیش کی گئیں۔ جیسے حضرت جبرئیل کبھی حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں کبھی اعرابی کی شکل میں حاضر ہوتے۔ تو جیسے اس شکل میں بھی حضرت جبرئیل حضرت جبرئیل ہی ہوتے۔ اسی طرح یہاں واقعی جنت و دوزخ ہی تھیں نہ کہ محض ان کی تصویر۔ اس پر دلیل، حضرت اسماء و حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے کہ۔ اگر میں چاہتا تو جنت کا ایک خوشہ لے لیتا۔ اور اگر لے لیتا تو تم قیامت تک اس سے کھاتے۔ تصویر سے یہ بات کہاں حاصل ہوتی۔

تشریحات ۴۸۲ احکام۔ نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا اس حدیث کی وجہ سے مکروہ ہے۔ رہ گیا نماز کے باہر دعاؤں میں۔ تو قاضی شریح وغیرہ نے اسے بھی مکروہ فرمایا۔ مگر اکثر اسے بلا کراہت جائز لکھتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ جیسے نماز کا قبلہ کعبہ ہے اسی طرح دعا کا قبلہ آسمان ہے نماز میں آنکھیں میچ لینا ہمارے نزدیک مکروہ ہے۔ اس لئے کہ یہ خلاف سنت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز شروع کرنے کے بعد صرف موضع سجود پر نظر مبارک رکھتے تھے۔

تشریحات ۴۸۳ اختلاس۔ زبردستی کسی چیز کو اچک لینا۔ یہ مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہے نماز میں ادھر ادھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ جبکہ صرف چہرہ ادھر ادھر مڑے۔ اور اگر پورا بدن مڑ گیا تو نماز فاسد ہو گئی۔

عہ اذان باب رفع البصر الی السماء ص۱۰۳ ابوداؤد نسائی ابن ماجہ فی الصلوٰۃ۔

عہ اذان باب الالتفات فی الصلوٰۃ ص۱۰۳ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص۴۶۵ ابوداؤد نسائی صلوٰۃ

حدیث ۴۸۴

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ شَكَا أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کوفے والوں نے حضرت سعد بن وقاص کی حضرت

إِلٰى عُمَرَ فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي فَأَرْسَلَ

عمر سے شکایت کی تو حضرت عمر نے انھیں معزول کر دیا پھر حضرت عمار کو والی بنایا اہل کوفہ نے شکایت کی یہاں تک کہ

إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي قَالَ أَمَّا

یہ بھی ذکر کیا کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے حضرت عمر نے انہیں اپنے پاس بلایا اور پوچھا اے ابو اسحٰق یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ

أَنَا وَاللّٰهِ فَإِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے انہوں نے جواب دیا بخدا میں انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز پڑھاتا تھا۔ اس میں کچھ کمی

مَا أَخْرِمُ عَنْهَا أُصَلِّي صَلٰوةَ الْعِشَاءِ فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ

نہیں کرتا تھا میں نماز عشاء پڑھاتا تھا تو پہلی دو رکعتوں کو لمبی کرتا تھا اور اخیر کی دو رکعتوں کو مختصر پڑھاتا تھا۔ حضرت

قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحٰقَ فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا أَوْ رِجَالًا إِلَى الْكُوفَةِ يَسْأَلُ

عمر نے فرمایا تمہارے بارے میں یہی گمان تھا اے ابو اسحٰق۔ اب ان کے ساتھ ایک شخص یا چند آدمی کو کوفے بھیجا۔ کہ حضرت سعد

عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ وَيُثْنُونَ عَلَيْهِ مَعْرُوفًا حَتّٰى دَخَلَ

کے بارے میں کوفے والوں سے پوچھیں۔ جانے والے نے کوئی مسجد نہیں چھوڑی جہاں ان کے بارے میں نہ پوچھا ہو اور لوگ

مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكْنٰى أَبَا سَعْدَةَ

ان کی خوبی ہی بیان کرتے۔ یہاں تک کہ بنی عبس کی مسجد میں گیا تو ان میں ایک شخص کھڑا ہوا جس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا اسکی کنیت

فَقَالَ أَمَّا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ

ابو سعدہ تھی اس نے کہا سنو! جب تم نے قسم دلادی ہے تو سنو سعد لشکر کے ساتھ نہیں جاتے تھے مال برابر تقسیم نہیں کرتے تھے اور فیصلے میں

فِي الْقَضِيَّةِ قَالَ سَعْدٌ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلٰثٍ اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا

انصاف نہیں کرتے تھے۔ حضرت سعد نے کہا سنو! بخدا میں تین دعائیں کروں گا اے اللہ اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے اور

كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً فَأَطِلْ عُمُرَهُ وَأَطِلْ فَقْرَهُ وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ وَكَانَ بَعْدُ إِذَا

نام و نمود دکھاوے کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کی تنگدستی کو دراز کر اور اسے فتنوں میں مبتلا فرما۔ اس

سُئِلَ يَقُولُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ

کے بعد جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا فتنہ زدہ بڈھا ہوں مجھے سعد کی بد دعا لگ گئی ہے۔ عبد الملک نے کہا میں نے اسے اس کے بعد

قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ

دیکھا ہے بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھویں گر پڑی تھیں اور وہ راستے میں لونڈیوں کو چھیڑتا ان پر دست درازی کرتا۔

تشریحات ۴۸۴:- کوفہ۔ کے معنی ریت کے گول ٹیلے کے ہیں۔ یہ جہاں آباد ہے وہاں پہلے ایک گول ٹیلہ تھا۔ اس لئے اس کا نام کوفہ پڑا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ "کوہ سانید" اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس لئے اس کو کوفہ کہا جانے لگا۔ اسے قادسیہ کی فتح کے بعد ۱۷ھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا۔ یہاں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام آکر آباد ہوئے جن میں تین سو اصحاب بیعت رضوان اور ستر بدری صحابہ تھے۔ محمد بن سعد نے کہا یہیں حضرت نوح علیہ السلام کی سکونت تھی اور اس کی مسجد انھیں کی تعمیر کردہ ہے۔ یعقوبی نے کہا۔ یہ عراق کا سب سے بڑا شہر ہے۔ جو قبۃ الاسلام ہے۔ بغداد سے اس کا فاصلہ نوے میل ہے۔ یہی وہ اہم مقام ہے۔ جسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا دار الخلافت بنایا۔ اور یہیں واصل بحق ہوئے۔ یہ شکایت کوفے کے چند گنواروں نے کی تھی۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد نے فرمایا۔ گنوار مجھے نماز سکھائیں گے؟

سعد ۱:- قادسیہ کی فتح کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں کوفے کا والی بنایا جیسے مدینہ طیبہ میں ہمیشہ کچھ منافقین رہے اسی طرح کوفے میں بھی ہمیشہ کچھ شر پسند عناصر تھے۔ انھوں نے حضرت سعد کی دربار خلافت میں شکایت کی۔ جن کی تعداد چار پانچ اشرار سے زیادہ نہ تھی۔ اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں معزول کر دیا اور مدینہ طیبہ طلب فرمایا۔ اور باز پرس کی کہ تمہاری ہر بات میں لوگوں نے شکایت کی حتی کہ نماز میں بھی۔ مگر تحقیقات کے بعد تمام شکایات غلط ثابت ہوئیں تو حضرت فاروق اعظم نے ان سے فرمایا میرا گمان تمہارے بارے میں یہی تھا اور اپنی وصیت میں فرمایا میں نے سعد کو نا اہلی یا خیانت کی وجہ سے نہیں معزول کیا ہے۔ حضرت سعد کوفے کے گورنر ۱۷ھ میں بنائے گئے اور ۲۱ھ میں معزول کئے گئے۔

صلوۃ العشاء:- یہاں سوائے جرجانی کے سب کی روایتیں، صلوٰۃ، صیغہ واحد کے ساتھ اور العشاء کے ساتھ ہے۔ البتہ جرجانی کی روایت یہاں بھی العشاء کے بجائے۔ العشی۔ ہے البتہ اس کے بعد باب القراۃ فی الظہر والعصر، میں صلوتی العشی، ہے یعنی صلوٰۃ، صیغہ تثنیہ کے ساتھ

عہ اذان باب وجوب القراۃ للامام والماموم ص۱۰۴ باب القراۃ فی الظہر ص۱۰۵ باب یطول فی الاولیین ویحذف فی الاخریین ص۱۰۶ مسلم، ابوداؤد، نسائی کلھم فی الصلوۃ ۔ لہ اول صلوٰۃ باب القراۃ فی الظہر والعصر

اور بجائے العشاء کے العشی، ہے۔ اس کے معنی اخیر دن کی نمازیں، ہیں۔ یعنی ظہر اور عصر، اور یہی روایت ارجح ہے۔ البتہ کشمیہنی کی روایت یہاں بھی العشاء ہے۔ سب روایتوں کا حاصل یہ ہوا کہ حضرت سعد نے ظہر اور عصر یا عشاء کی نماز کے بارے میں بتایا کہ میں اس طرح پڑھتا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے خصوصیت سے ان نمازوں کے بارے میں اس لئے بتایا کہ ان جہلاء کا اعتراض انھیں نمازوں کے بارے میں رہا ہوگا۔ بعض لوگوں نے صلوتی العشاء، کی روایت کی توجیہ یہ کی کہ اس سے مراد مغرب اور عشاء ہے۔ مگر ان حضرات نے بعد کے الفاظ پر غور نہیں کیا۔ کہ وارد ہے۔ اخف فی الاخریین۔ مغرب میں اخریین کہاں ہے صرف ایک رکعت ہے صلاتی العشی والی روایت احناف کی اس بارے میں مؤید ہے۔ کہ ظہر کا وقت مثل ثانی تک ہے ورنہ ظہر دوپہر کی نماز ہوگی۔ اخیر دن کی نہ ہوگی۔

اخف فی الاخریین یعنی بعد والی دو رکعتوں میں قرأت مختصر کرتا ہوں۔ اس کا ایک محمل یہ بھی ہے کہ صرف سورہ فاتحہ پڑھتا ہوں۔ جیسا کہ احناف کا مسلک ہے کہ فرائض کی اخیر کی رکعتوں میں صرف فاتحہ کا پڑھنا کافی ہے یہاں کشمیہنی کی روایت۔ اَحذِفُ۔ ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ اس حدیث کے ان تمام طرق میں، جن پر میں واقف ہوا، یہی ہے البتہ محمد بن کثیر کی روایت میں اسماعیل کے یہاں، احزم، ہے۔ احزم کے معنی اسرع ہے۔ یعنی جلدی کرتا ہوں احذف کا معنی یہ ہے کہ اخیر کی رکعتوں میں قرأت حذف کر دیتا ہوں۔ یعنی قرأت نہیں کرتا ہوں۔ جیسا کہ احناف کا مذہب ہے کہ فرائض کی اخیر رکعتوں میں قرأت فرض نہیں۔ اور یہ کہنا کہ احذف، کا مفعول محذوف الرکود ہے۔ خلاف ظاہر ہے۔

کشمیری صاحب پر تعقب یہاں فیض الباری جلد ثانی ص ۲۸۱ پر ہے۔ کہ انصاف یہ ہے کہ احذف سے مراد تخفیف ہے۔ سبحان اللہ، حذف کا لفظ صریح ہے اس بارے میں حذف کر دیتا تھا رکود کے حذف کے کوئی معنی نہیں۔ اس لئے قرأت کا حذف متعین ہے۔ پھر بھی آپ لفظ کے معنی صریح کیخلاف کو انصاف بتا رہے ہیں۔؟

فارسل معہ رجلا او رجالا یہ محمد بن مسلمہ تھے جیسا کہ سیف اور طبری نے ذکر کیا ہے۔ عمال کے بارے میں شکایات کی تحقیق انھیں کے سپرد تھی۔ ابن تین نے نقل کیا کہ یہ صاحب عبداللہ بن ارقم تھے۔ ابن سعد نے ملیح بن عوف سلمی سے روایت کی کہ حضرت عمر نے مجھے محمد بن مسلمہ کے ساتھ اس لئے بھیجا تھا کہ ان کو راستہ بتاؤں۔ ہو سکتا ہے ان تینوں کو ساتھ ساتھ بھیجا ہو۔ اس لئے روایت میں یہاں شک ہے

بالسریۃ اس کا مادہ، السری، ہے جس کے معنی نفیس کے ہیں۔ یہ چھوٹے لشکر کو کہتے ہیں جس میں زیادہ سے زیادہ چار سو افراد ہوں چونکہ چھوٹے لشکر میں منتخب افراد ہوتے ہیں اس لئے اس کو سریہ کہتے ہیں۔

اصابتنی دعوۃ سعد حضرت سعد بہت مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کیسے مستجاب الدعوات ہوئے تو فرمایا غزوۂ بدر کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے حق میں یہ دعا فرمائی۔ اللّٰھم استجب لسعد اے اللہ سعد کی دعا قبول فرما۔

للجواری بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ بچیاں کیا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ مراد لونڈیاں ہیں۔ اس لئے کہ طبرانی اور ابویعلی کی روایت میں، للاماء ہے جو کنیزوں کے معنی میں متعین ہے۔

یغمزھن اس کا بھی ترجمہ بعض لوگوں نے یہ کیا ہے کہ اشارہ کرتا تھا۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ علامہ عینی نے اس کی شرح میں فرمایا۔ یعصر اعضاءھن بالاصابع ان کے اعضاء کی چٹکی لیتا تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وہ اندھا ہو گیا۔ اس کی دس بچیاں تھیں جب کسی عورت کو سنتا کہ وہ حسین ہے تو اسے پکڑتا۔ جب ڈانٹ پڑتی تو کہتا۔ سعد کی دعا کا نتیجہ ہے۔ یہ مختار ثقفی کذاب کے فتنے میں قتل ہوا۔

مطابقت یہاں باب کا عنوان چھ مسائل پر مشتمل ہے۔ ہر نماز میں۔ امام کی قرأت۔ مقتدی کی قرأت حضر میں بھی اور سفر میں بھی اور جہری نمازوں میں جہری اور سری میں سری قرأت۔ یہ حدیث صرف پہلے جز، پر صراحۃً دلالت کرتی ہے۔ نیز عنوان کے پانچویں جز پر بھی۔ اس لئے کہ حضرت سعد نے اپنی جس نماز کو بیان فرمایا۔ وہ حضر کی حالت کی تھی۔ دوسرے جز کو چھوڑ کر بقیہ پر یوں استدلال کیا جا سکتا ہے کہ حضرت سعد نے فرمایا میں انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کی طرح پڑھاتا ہوں۔ اور یہ ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں ہوں یا حضر میں ہر نماز میں قرأت کرتے تھے۔ نیز جہری نمازوں میں جہر کے ساتھ اور سری نمازوں میں سر کے ساتھ قرأت کرتے تھے۔ البتہ باب کا جز ثانی یعنی۔ مقتدی کی قرأت یہ اس حدیث کے کسی جز سے ثابت نہیں۔

مسائل (۱) اس حدیث میں اخذف فی الاخریین۔ والی روایت سے ثابت ہوا کہ فرائض کی پہلی رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔ اخیر میں اختیار ہے خواہ قرأت کرے خواہ تسبیح پڑھے۔ یہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا پہلی رکعتوں میں قرآن پڑھو اور اخیر والی میں تسبیح جیسا کہ ابن منذر نے روایت کیا اور مصنف عبدالرزاق میں ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہی مروی ہے[۳] (۲) مستحب یہ ہے کہ بعد کی رکعت پہلی والی کی بہ نسبت مختصر پڑھے۔ احناف کے یہاں یہ فجر کے ساتھ خاص ہے۔ بقیہ نمازوں میں مساوی قرأت ہونی چاہئے (۳) صرف شکایات پر بلا تحقیق بھی عامل کو کسی مصلحت کی بنا پر معزول کرنا درست ہے۔ حضرت سعد

---

[۱] عمدۃ القاری سادس ص۹ [۲] عمدۃ القاری سادس ص۹ [۳] ایضاً ص۹

حدیث ۴۸۵

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی

معزول کرنے میں مصلحت یہ تھی کہ فتنہ دب جائے۔ یا یہ مصلحت تھی کہ حضرت عمر انہیں مشورے کے لئے اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ وجہ اصل میں یہ تھی کہ حضرت عمر کسی عامل کو ایک جگہ چار سال سے زائد نہیں رکھتے تھے۔ مگر یہ صحیح نہیں حضرت معاویہ ۱۷ھ سے شام کے والی تھے اور حضرت عمر کی زندگی بھر وہاں کے والی رہے مگر انہیں معزول نہیں فرمایا۔

کاش کہ اسی قاعدے پر عمل ہوتا تو وہ ناگوار حوادث جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں پیش آئے، شاید پیش نہ آتے۔ (۴) حضرت فضل کی شکایت سن کر کسی کے بارے میں کوئی رائے نہیں قائم کرنی چاہئے۔ تحقیق کرنی ضروری ہے۔ (۵) اگر اپنے کسی اقدام سے کسی مسلمان خصوصاً صاحب حشمت کو تکلیف پہنچے تو معذرت کرنی چاہئے (۶) اگر کوئی بہتان باندھے اذیت پہنچائے تو اس کے لئے بددعا کی جا سکتی ہے (۷) اللہ عزوجل کے محبوب بندوں کی دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں۔

تشریحات ۴۸۵

اس حدیث سے متعلق دو اہم بحثیں ہیں ایک یہ کہ سورہ فاتحہ کا نماز میں پڑھنا فرض ہے یا واجب۔ امام شافعی وغیرہ اسے نماز کا فرض اور رکن مانتے ہیں اگر کسی نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو فرض کے ترک سے اس کی نماز قطعاً نہیں ہوئی۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ یہ لوگ لا کو نفی جواز پر محمول کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ لائے نفی جنس کا حقیقی معنی نفس ماہیت کا انتفاء ہے۔ اسے نفی جواز لازم ہے۔ ہمارے یہاں نماز میں مطلقاً قرآن مجید کا پڑھنا وہ کوئی بھی سورت کوئی بھی آیت ہو فرض اور نماز کا رکن ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔ اس میں ما کلمہ عموم ہے جو قرآن مجید کے چھوٹے سے چھوٹے اس حصے پر بھی صادق ہے جسے قرآن کہا جا سکے۔ اس کی مقدار فقہا نے ایک چھوٹی آیت رکھی ہے۔ اب اس آیت کا مفاد یہ ہوا کہ قرآن مجید کی ایک چھوٹی آیت کا پڑھنا فرض ہے۔ خواہ وہ سورہ فاتحہ کی آیت ہو یا کسی اور سورہ کی۔ اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ اس لئے کہ فرضیت کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے۔ اور یہ حدیث خبر واحد ہے۔ اسے خبر مشہور کہنا ادعاء محض ہے۔ اس لئے کہ خبر مشہور وہ حدیث ہے جس کے رواۃ کی تعداد عہد تابعین ہی سے اتنی زیادہ ہو کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کرنے کو عقل محال جانے۔ اس حدیث کا حال یہ ہے کہ عہد تابعین میں اس کے رواۃ کی اتنی کثرت نہیں اسی وجہ سے تابعین خود اس مسئلے میں مختلف ہیں۔ اس حدیث کی تاویل ہم یہ کرتے ہیں۔ کہ لائے نفی جنس نفی کمال میں شائع و ذائع ہے۔ حدیث میں ہے۔ لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ۔ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ اور کہیں نہیں

بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

اس کی نماز نہیں

اور وارد ہے۔ لاصلوٰۃ بحضرۃ الطعام۔ کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں۔ ان دونوں حدیثوں میں بالاتفاق فریقین لا نفی کمال کے لئے ہے۔ اس حدیث میں لا کو اگر نفی جواز کے لئے لیا جائے۔ تو یہ قرآن مجید اور دوسری احادیث کے معارض ہو جائے گی۔ قرآن و احادیث میں رفع تعارض اور تطبیق کے لئے ضروری ہے کہ لا کو نفی کمال پر محمول کیا جائے۔

اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں۔ ما عموم کے لئے قطعی ہے۔ اور حدیث میں۔ لا۔ محتمل ہے۔ نفی جواز اور نفی کمال دونوں میں۔ قطعی کو محتمل پر بہر حال ترجیح ہو گی۔

علاوہ ازیں حدیث کی تفسیر جو حدیث ہی کرتی ہو دوسری تفاسیر پر راجح ہو گی۔ مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے۔ جس نے کسی نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی وہ ناقص ہے نیز انھیں سے بعض روایتوں میں غیر تمام وارد ہے۔ غیر تمام ناقص، کامل کے مقابلے کا لفظ ہے۔ اس لئے جن احادیث میں لا ہے اسے نفی کمال پر محمول کرنا ضروری ہوا۔

قراۃ خلف الامام دوسرا مسئلہ اس حدیث سے متعلق قراءت خلف الامام کا ہے۔ امام شافعی وغیرہ کہتے ہیں۔ کہ امام کی طرح مقتدی پر بھی سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔ خواہ نماز جہری ہو خواہ سری۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ اس طرح کہ اس میں مَن عموم کے لئے ہے جو امام کے ساتھ ساتھ مقتدی کو بھی شامل ہے۔ اس لئے جیسے امام پر قرأت فرض ہے۔ مقتدی پر بھی فرض ہے۔

ہمارا مذہب مختار یہ ہے کہ مقتدی کو قرأت کی اجازت نہیں خواہ جہری نماز ہو خواہ سری۔ بلکہ ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ فتاوی رضویہ جلد سوم میں فرماتے ہیں۔ مذہب حنفیہ دربارہ قرأت مقتدی عدم اباحت و کراہت تحریمیہ ہے۔ نماز سری میں روایت استحباب کہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی گئی ہے۔ محض ضعیف۔ جیسا کہ محقق علی الاطلاق فقیہ النفس مولینا کمال الملۃ والدین محمد رحمۃ اللہ علیہ نے شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ جیسا کہ در مختار میں فرمایا۔ خود تصانیف امام محمد میں جابجا عدم جواز مصرح۔ آثار میں فرماتے ہیں یہی مذہب ہمارا مختار اور انھیں پر عامہ احادیث واخبار وارد۔ اور فرمایا ایک جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرأت مقتدی کو مفسد نماز کہتی ہے۔ اور اقوی الدلیلین پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔ موطا میں بہت آثار روایت فرمائے جن سے عدم جواز ثابت۔ اسے شیخ محقق مولینا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ نے لمعات میں فرمایا۔ باایں ہمہ خلاف تصریحات امام

عہ اذان باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوات کلہا ص۱۰۴ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کلہم فی الصلوٰۃ۔ ۱؎ اول صلوٰۃ باب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ص۱۷۰

ایک روایت موجود ہے۔ نماز سری میں جواز خواہ استحباب قرأت ان کا مذہب ٹھہرانا اور فقہ حنفی میں اس کا وجود سمجھنا محض باطل و وہم عاطل۔ ہمارے علماء باتفاق عدم جواز کے قائل ہیں اور یہی مذہب جمہور صحابہ و تابعین کا ہے۔ احناف یہ کہتے ہیں۔ اولاً فرضیت خبر واحد سے ثابت نہ ہوگی اس کے لئے دلیل قطعی کی حاجت ہے اور خبر واحد ظنی الثبوت ہے۔ اس سے اگر ثابت ہوتا۔ تو وجوب ثابت ہوتا۔ مگر چونکہ اس کا عموم دوسری احادیث سے خاص ہوگیا ہے اس لئے اب مقتدی کے لئے قرأت کی اجازت نہیں نہ سورہ فاتحہ کی۔ نہ قرآن مجید کے کسی اور جز کی۔ وہ احادیث یہ ہیں

(۱) امام احمد[1] اپنی مسند میں امام مسلم[2] اپنی صحیح میں، ابن ماجہ[3] اپنی سنن میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا

جب تم نماز پڑھنا چاہو تو اپنی صفوں کو درست کرو پھر کوئی تمہاری امامت کرے جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تو چپ رہو۔

(۲) امام احمد[4] اپنی مسند میں امام ابوداؤد[5] اور امام نسائی[6]، ابن ماجہ[7] اپنی سنن میں امام طحاوی شرح معانی الآثار میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔ اللفظ للنسائی۔

امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تو خاموش رہو

امام مسلم[9] نے اپنی صحیح میں فرمایا میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳) امام ترمذی[10] نے اپنی جامع میں اور امام مالک نے اپنی موطا[11] میں موقوفاً اور امام ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار[12] میں مرفوعاً حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا

من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔

جس نے کوئی رکعت بے سورہ فاتحہ کے پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی مگر جب امام کے پیچھے ہو (تو سورہ فاتحہ نہ پڑھے)

---

[1] جلد رابع ص۴۱۵ [2] اول صلوٰۃ باب السہو ص۱۷۴ [3] اقامۃ الصلوات ص۶۱ [4] ثانی ص۳۷۶ [5] اول صلوٰۃ باب الامام یصلی قعودا ص۸۹ [6] اول الافتتاح باب قول اللہ عزوجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ ص۱۴۶ [7] اقامۃ الصلوات باب القرأۃ خلف الامام ص۶۱ [8] اول صلوٰۃ باب القرأۃ خلف الامام ص۸۹ [9] اول صلوٰۃ باب التشہد ص۱۷۴ [10] اول صلوٰۃ باب فی ترک القرأۃ خلف الامام اذا جہر ص۴۲ [11] باب فی ام القرآن ص۳۰ [12] اول صلوٰۃ باب القرأۃ خلف الامام ص۱۰۷۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا۔

(۴) موطا امام محمد میں ہے کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمائی۔

حدثنا ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد بن الہاد عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف الامام فان قراۃ الامام لہ قراۃ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا اس شخص کا بھی پڑھنا ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کے راوی سب کے سب صحاح ستہ کے ہیں۔ یہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ حدیث کی متعدد کتابوں میں مروی ہے۔ خود امام محمد نے اس سند کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد دوسرے طریقے سے ذکر فرمایا۔ ابن ماجہ[۱] میں بطریق جابر اور ابو الزبیر مذکور ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ من کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ۔ نیز امام طحاوی نے شرح معانی الآثار[۲] میں اپنی سند کے ساتھ بطریق موسیٰ بن ابی عائشۃ الخ روایت فرمایا۔ علاوہ اس کے مختلف چار سندوں کے ساتھ روایت فرمایا۔ علاوہ ازیں مسند امام احمد[۳] بن حنبل میں بھی ان کی خاص سند کے ساتھ مذکور ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے دار قطنی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور طبرانی نے اوسط میں اور ابن عدی نے کامل میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ ادنیٰ تغیر کے ساتھ۔ نیز حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں بھی روایت فرمایا۔ نیز دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت فرمایا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یکفیک قراۃ الامام خافت او جہر

تجھے امام کی قرات کافی ہے آہستہ پڑھے یا بلند آواز سے پڑھے۔

اس طرح یہ حدیث چھ صحابہ کرام سے معمولی الفاظ کے ردو بدل کے ساتھ مروی ہے۔ ان سب پر دار قطنی نے طعن کیا ہے۔ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ سوائے اس طریقہ کے جو حضرت امام اعظم سے مروی ہے۔ سب میں کچھ نہ کچھ کلام ہے۔ مگر وہ ہمیں قطعاً مضر نہیں۔ اولاً حضرت امام اعظم نے جو روایت کی وہ ہر قسم کے طعن سے منزہ ہے۔ اور بلا،

---

[۱] باب القراۃ خلف الامام ص ۹۸ [۲] اقامۃ الصفوف باب اذا قرأ الامام فانصتوا ص ۶۱

[۳] اول باب القراۃ خلف الامام ص ۱۸۲-۱۸۸ [۴] جلد ثالث ص ۳۳۹

بلاشبہ صحیح ہے۔ گزر چکا کہ سب رجال صحاح ستہ کے ہیں۔ اگر کوئی حدیث متعدد طرق سے مروی ہو
اور ان میں ایک طریقے سے بھی صحیح ہو تو وہ فی نفسہ صحیح ہی ہے۔ دوسرے طریقوں میں ضعف کی وجہ
سے اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ثانیاً جب ایک حدیث متعدد طرق سے مروی ہو تو وہ لائق احتجاج
ہے۔ اگرچہ وہ سب طریقے ضعیف ہوں۔ جس کی بحث مقدمے میں گزر چکی۔ ثالثاً دارقطنی کے جرح کے جوابات علامہ
عینی نے عمدۃ القاری وغیرہ میں بہت شرح و بسط کے ساتھ دیئے ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ اب حقیقت میں
دو حدیثیں ہوئیں۔ جن سے امام کے پیچھے قرأت سے ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اور جو حدیث لاصلوٰۃ الا
بفاتحۃ الکتاب۔ کی مخصص ہیں۔ کہ اس سے مراد صرف امام ہے۔ مقتدی اس سے مستثنیٰ ہے وہ بھی بنظر ظاہر ورنہ
بنظر دقیق دونوں مضمون کی احادیث میں تعارض ہے ہی نہیں۔ جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔
رہ گئیں وہ حدیثیں جن سے مطلقاً یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ سورہ فاتحہ کے بغیر پڑھے نماز نہ ہوگی۔ ان کا سب

تطبیق سے عمدہ وہ جواب ہے جو سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۸۹
پر دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

جواب اس حدیث کا چند طور پر ہے یہاں اس قدر کافی۔ کہ یہ حدیث نہ تمہارے لئے مفید نہ ہمارے لئے
مضر ہم مانتے ہیں کہ کوئی نماز ذات رکوع و سجود بے فاتحہ کے تمام نہیں۔ امام کی ہو یا ماموم کی مگر مقتدی کے حق میں
خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے اور امام کا پڑھنا اسکا
پڑھنا ہے۔ جیسا کہ حدیث گزر چکی۔ پس خلاف ارشاد حضور والا تم نے کہاں سے نکال لیا۔ کہ مقتدی جب تک خود
نہ پڑھے گا نماز اس کی بے فاتحہ رہے گی اور فاسد ہو جائے گی۔

اب انصاف پسند ناظرین غور کریں کہ احناف کا مذہب تمام احادیث پر منطبق ہے۔ بخلاف غیر مقلدین کے
کہ وہ اس سلسلے کی چند حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ اور اکثر کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اور دعویٰ عمل
بالحدیث کا۔ صحیح فرمایا۔ حضرت سلیمان اعمش نے الحدیث مضلة الا للفقهاء۔

شبہات وجوابات اول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے بارے میں امام ابوداؤد
نے فرمایا۔ "اذا قرأ فانصتوا" کی زیادتی محفوظ نہیں۔ یہ ابو خالد سے وہم ہو گیا ہے

جواب علامہ عینی نے اس کا یہ جواب ارشاد فرمایا۔ اولاً۔ ابو خالد، رجال صحاح ستہ سے ہیں امام وکیع
استاذ امام شافعی نے فرمایا۔ ابو خالد کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ امام ابوہشام
رافعی نے کہا۔ ہم نے ابو خالد احمر سے حدیث بیان کی جو ثقہ امین ہیں۔ اور ثقہ کی زیادتی مقبول۔ ثانیاً اس
زیادتی میں ابو خالد منفرد نہیں۔ اس کے متابع اور بھی روایتیں ہیں۔ مثلاً نسائی میں محمد بن سعد کے طریقے سے
اور طبرانی میں بطریق اسماعیل بن ابان مروی ہے۔ ثالثاً امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس زیادتی کو فرمایا کہ صحیح
ہے۔ نیز ابن خزیمہ نے بھی اسے صحیح کہا۔

ثانی اسی طرح حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے بارے میں دارقطنی وغیرہ نے کہا کہ یہ زیادتی محفوظ نہیں۔ یہ ابن عجلان کی تخلیقات سے ہے۔

جواب اس کا علامہ عینی نے یہ جواب دیا۔ کہ صحیح یہ ہے کہ ابن عجلان ثقہ ہیں۔ جیسا کہ عجلی نے کہا۔ اکمال میں کہا۔ یہ ثقہ کثیر الحدیث ہیں۔ دارقطنی نے کہا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان کی روایت لی بکر امام بخاری کے علاوہ صحاح ستہ کے تمام اصحاب نے ان کی روایت بطور استشہاد لیا۔ غرضیکہ یہ ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی مقبول۔ ثانیاً بیہقی کی سنن کبریٰ میں خارجہ بن مصعب اور یحییٰ بن العلاء سے اس کے متابع روایت موجود ہے۔ یعنی ایسا بھی نہیں کہ ابن عجلان اس زیادتی میں منفرد ہیں۔

ثالث مسلم شریف وغیرہ میں خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ منقول ہے کہ جب انھوں نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ جس نے سورہ فاتحہ کے بغیر نماز پڑھی تو اس کی نماز ناقص ہے تمام نہیں۔ تو کسی نے عرض کیا ہم لوگ کبھی امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو فرمایا اے فارسی اپنے جی میں پڑھ لے۔

جواب اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہے۔ جیسے انھوں نے خود استخراج فرمایا ہے۔ ان کے اس فتویٰ کے بالمقابل ان سے بدرجہا افضل واعلم وارفع دوسرے اکابر صحابہ کا فتویٰ ہے مثلاً خلفاء راشدین حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وغیرہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذاتی فتوے کے مقابلے میں ان اکابر صحابہ کا فتویٰ بلاشبہ لائق ترجیح ہے۔ ثانیاً۔ انھوں نے اقرأ بہا فی نفسک۔ فرمایا ہے۔ اسے اپنے جی میں پڑھ لے۔ یہ نہیں فرمایا۔ اقرأبہا مخافۃ اسے چپکے سے پڑھ لے۔ اور جی میں قرأت نہیں ہوتی۔ غور وتدبر ہوتا ہے۔ اب ان کے ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ سورہ فاتحہ کے الفاظ ومعانی کا تصور کر۔

رابع حدیث چہارم کے مختلف طرق میں اس طریقے کو ہم نے صحیح کہا جو سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حالانکہ دارقطنی نے خود امام کو ضعیف کہا۔

جواب حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضعیف کہنا دارقطنی کا اتنا بڑا تعصب اور عناد ہے کہ حضرت علامہ عینی کو یہاں جلال آگیا۔ اور انھیں لکھنا پڑا۔ کہ امام اعظم کو ضعیف کہنے کی وجہ سے دارقطنی خود تضعیف کے مستحق ہو گئے۔ اگر دارقطنی ادب کرتے تو امام اعظم کے بارے میں یہ لفظ نہ نکالتے جن کا علم شرق وغرب پر چھا گیا ہے۔ امام النقد والتعدیل ابن معین سے جب امام اعظم کے بارے سوال ہوا تو فرمایا۔ وہ ثقہ مامون ہیں میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں سنا کہ اس نے انھیں ضعیف کہا ہو شعبہ جیسے امام حدیث نے ان کو لکھا کہ وہ حدیث بیان کریں شعبہ شعبہ ہی ہیں۔ انھوں نے ہی فرمایا۔ کہ امام ابوحنیفہ ثقہ دیندار سچے تھے۔ یہ جھوٹ کے ساتھ متہم نہیں تھے۔ اللہ کے دین پر مامون اور حدیث میں اعلیٰ درجے کے سچے تھے۔ بڑے بڑے ائمہ نے ان کی تعریف کی ہے۔ جیسے عبد اللہ بن مبارک یہ ان کے تلمیذ تھے۔ سفیان بن عیینہ۔ سفیان ثوری، حماد بن زید عبد الرزاق اور امام وکیع۔ حتیٰ کہ بقیہ تینوں ائمہ مذہب امام مالک، امام شافعی

اس کی قدرے تفصیل مقدمے میں گزر چکی ہے۔

امام احمد اور لاتعداد لوگوں نے۔ یہ جرح اس قابل نہ تھی کہ اسے ذکر کیا جاتا مگر میں نے صرف اس لئے ذکر کی ہے کہ ناظرین کے علم میں یہ بات آجائے کہ حضرت امام اعظم ہمیشہ محسود رہے اور آج بھی ہیں۔ اسی کا ثمرہ زمانہ ماضی میں دارقطنی اور امام بخاری کے ارشادات ہیں اور آج کل بدمذہب بو اہرت غیر مقلدین بھی اسی آگ میں جل بھن رہے ہیں۔ کیا کریں ان کے مقدر میں دنیا و آخرت میں جلنا ہی ہے۔

جمہور صحابہ کا مسلک

مقتدی کو قرأت جائز نہیں یہی جمہور صحابہ و تابعین کا مسلک ہے۔ صحابہ کرام کی غالب اکثریت اس کی قائل ہے کہ مقتدی کو قرأت جائز نہیں۔ حتی کہ صاحب ہدایہ امام برہان الدین مرغینانی نے فرمایا کہ اس پر اجماع صحابہ ہے۔ جن میں سے اسی صحابہ کرام سے بروایت صحیحہ ثابت کہ وہ مقتدی کے لئے قرأت خلف امام کو جائز نہیں جانتے تھے۔ جن میں خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ میں سے حضرت سعد بن وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی ہیں۔ نیز عبادلہ ثلثہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس مسئلے میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ارشادات اتنے کثیر ہیں۔ کہ سب کو ذکر کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ ان میں سے بعض حضرات کو اس بارے میں اتنا تشدد تھا کہ انھوں نے یہاں تک فرما دیا۔ کاشکہ جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ موطا امام محمد میں حضرت سعد بن وقاص اور حضرت فاروق اعظم کا ارشاد منقول ہے۔ اور یہ شدت قرآن عظیم کے احترام کی وجہ سے ہے۔ بدیہی بات ہے کہ اگر کسی بادشاہ کا فرمان کسی کے سامنے پڑھا جائے۔ تو حاضرین پر لازم ہوگا کہ وہ ہمہ تن گوش ہو کر بغور سنیں۔ اگر بالفرض کوئی نہ سنے تو یقیناً وہ بادشاہ کے عقاب کا مستحق ہوگا۔ تو جبکہ عام بادشاہوں کی یہ سطوت ہے تو اس جبار قہار مالک الملک والملکوت کے فرمان کی حیثیت کیا ہوگی۔ کیا کسی بھی عقل والے کے نزدیک یہ بات پسندیدہ ہوگی کہ وہ اسے بغور نہ سنے اور اپنے کو مشغول رکھے اور کیا اس میں سوء ادب کا پہلو نہیں؟ اس پہلو کو سامنے رکھکر **اشدھم فی امر اللہ** سیدنا فاروق اعظم نے فرمایا۔ کہ کاشکہ اس کے منہ میں انگارہ ہوتا۔

مخالفین کے عناد اور مکابرے کی وجہ سے یہ بحث ابھی بہت تفصیل چاہتی ہے۔ مگر میں نے بقدر ضرورت ہی لکھا۔ جو منصف دیندار کے لئے کافی ہے۔ اس موضوع پر رفع یدین کی طرح بہت رسائل فریقین نے لکھے ہیں جو تفصیل چاہتا ہے ان کا مطالعہ کرے۔ اس موضوع پر ہماری مستدل آیت کریمہ۔ **وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ**۔ بھی ہے۔ بیہقی نے حضرت امام احمد کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز میں قرآن پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے نماز میں قرآن پڑھنے کو بھی شامل ہے اس لئے نماز میں مقتدی کے لئے قرأت کا ممنوع ہونا ضرور اس سے ثابت۔ چونکہ ہم نے مقدمے میں یہ بحث ذکر کر دی ہے۔ اس لئے یہاں دوبارہ نہیں لائے۔ اخیر میں حدیث مذکور کے متعلق وہ تفصیل جو امام محمد نے موطا میں مرسلاً اور کتاب الآثار میں متصلاً جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ ذکر کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

سلہ باب القرأۃ خلف الامام ص ۱۰۲،۱۰۱

حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر میں امامت فرمائی۔ تو ایک شخص نے حضور کے پیچھے قرأت کی، اس پر جو صاحب اُن کے متصل تھے۔ انھوں نے ان کی چٹکی لی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے پوچھا تم نے میری چٹکی کیوں لی تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرے آگے امام تھے۔ میں نے اسے مکروہ جانا کہ تو حضور کے پیچھے پڑھے۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن لیا تو فرمایا جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اس کے رجال صحاح ستہ کے رجال ہیں۔ اسے امام محمد کے علاوہ دارقطنی نے بھی روایت کیا۔ اور کہا اسے جریر بن سفیان، ابوالاحوص، شعبہ، زائدہ، زہیر، ابو عوانہ، ابن ابی لیلیٰ، قیس، شریک وغیرہ نے بھی روایت کیا۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو امام کے پیچھے قرأت کا حکم نہیں دیا۔ (۲) جن بعض صحابہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے امام کے پیچھے قرأت کی یہ ان کا اپنا فعل تھا جسے وہ اپنی صوابدید سے کرتے تھے (۳) صحابہ کرام کی غالب اکثریت مقتدی کے لئے قرأت کو ناپسند کرتی تھی۔ (۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرأت خلف الامام سے منع فرمایا۔ (۵) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ کا استثنا نہیں فرمایا۔ اور موقع ایسا تھا کہ اگر وہ حکم ممانعت پر مستثنیٰ ہوتی تو ضرور استثنا فرماتے تو ثابت کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا بھی ممنوع ہے

کشمیری صاحب پر تعقب۔

فیض الباری جلد ثانی ص۲۷۴ پر ہے۔ کہ میرے نزدیک امام اعظم کا مسلک یہ ہے جہری نماز میں قرأت ممنوع ہے اور سری میں جائز ہے۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے محمد بن حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے۔ اگرچہ امام ابن ہمام نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے اسے موطا اور کتاب الآثار میں نہیں پایا۔ اقول۔ کاش کہ کشمیری صاحب اس مقام پر فتح القدیر[۱] دیکھ لیتے۔ تو امام ابن ہمام کے سر جھوٹ نہ باندھتے۔ امام ابن ہمام نے کتاب الآثار اور موطا دونوں کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ امام محمد کا قول یہی ہے کہ کسی نماز میں مقتدی کو قرأت جائز نہیں نہ جہری میں نہ سری میں۔ فرماتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ امام محمد کا قول اس مسئلہ میں بھی شیخین کے قول کے مثل ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں ان کی عبارتیں اس بارے میں تصریح کر رہی ہیں کہ وہ شیخین سے اس مسئلہ میں الگ نہیں۔ جیسا کہ کتاب الآثار باب القراۃ خلف الامام میں پہلے علقمہ بن قیس کا یہ فعل سند کے ساتھ بیان فرمایا کہ انھوں نے کبھی قرأت نہیں کی نہ جہری میں نہ سری میں۔ پھر فرمایا اسی کو ہم لیتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ کسی نماز میں جہری ہو یا سری، قرأت کو جائز نہیں جانتے۔ پھر دوسرے آثار کو سندوں کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔ کسی نماز میں امام کے پیچھے قرأت مناسب نہیں۔ اور موطا میں اس سلسلے کے آثار نقل کرنے کے بعد فرمایا۔ امام کے پیچھے قرأت نہیں نہ جہری میں نہ سری میں۔ اسی کے مطابق عامہ اخبار وارد ہیں یہی ابو حنیفہ کا قول ہے۔

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ کشمیری صاحب نے کس طرح آنکھوں میں دھول جھونکی ہے۔ امام ابن ہمام تو صاف صاف لکھ رہے ہیں۔ کہ کتاب الآثار اور موطا دونوں میں انھوں نے تصریح فرمائی ہے کہ امام کے پیچھے نہ جہری نماز میں قرأت ہے نہ سری میں۔ اور یہ امام

---

[۱] اول فصل فی القراۃ ص۱۳۶ نول کشور۔

ان امام کے سرمنڈھ رہے ہیں کہ انھوں نے صرف اس بنا پر اے امام محمد کا قول تسلیم نہیں کیا کہ انھیں کہیں نہیں ملا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ غیر مقلدین کے آگے سپر اندازی کا نتیجہ ہے یا آپ کے اعلیٰ درجے کے حافظے کی خوبی ہے۔

گنگوہی صاحب پر تعقب۔ تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۹۲ پر گنگوہی صاحب کی جلالت علم کے ثبوت میں ان کے عاشق میرٹھی صاحب نے یہ قصہ بیان کیا ہے۔ کہ ان کے ایک شاگرد حج کے لئے گئے۔ تو شیخ الدلائل حضرت مولینا احمد عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں درس ترمذی میں شریک ہوتے تھے۔ قرأت خلف امام کی بحث کے اثنا گنگوہی صاحب کے نیاز مند نے گنگوہی صاحب کی اس نکتہ سنجی کا تذکرہ کیا۔ کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث موقوفاً صحیح مسلم میں مروی ہے کہ قرأت فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے۔ الا ان یکون وراء الامام۔ مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ اور حضرت مولینا رشید احمد صاحب کو میں نے سنا کہ فرماتے تھے۔ کہ یہ حدیث ہر چند کہ موقوف جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہے۔ مگر مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ احکام کے متعلق ہے کہ صحابی اپنی طرف سے یہ استثنا نہیں کر سکتا۔ مولینا عبد الحق صاحب اس تقریر کو سن کر پھڑک اٹھے اور بڑے شوق کے ساتھ باصرار فرمایا۔ کہ ہند میں پہنچ کر جناب مولینا رشید احمد صاحب سے اس حدیث کا پتہ دریافت کر کے مجھے ضرور لکھنا کہ کس جگہ اور کس صفحہ پر ہے۔ چنانچہ میں نے واپس ہو کر گنگوہ کی حاضری میں حضرت سے اس حدیث کا پتہ دریافت کیا اور بقید صفحہ و سطر لکھ کر مولینا عبد الحق صاحب کو ۱۳۰۲ھ میں اطلاع دی۔

اقول۔ گنگوہی صاحب اور ان کے یہ شاگرد اور ان کے عاشق میرٹھی سب آنجہانی ہو گئے۔ اب ہم کس سے پوچھیں کہ یہ حدیث مسلم میں کہاں ہے۔ ناظرین کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت شیخ الدلائل اعظم علماء مکہ میں سے تھے اور نارہ ضلع الٰہ آباد ان کی جائے پیدائش ہے۔ ہجرت کر کے مکہ معظمہ جا بسے تھے۔ یہ قصہ صرف ان کی شان گھٹانے کے لئے گڑھا گیا۔ ان کا جرم صرف یہ ہے کہ انھوں نے حسام الحرمین کی تصدیق فرمادی تھی۔ مگر سنت الٰہی ابھی جاری ہے۔

میلش اندر طعنۂ پاکاں کند
چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

مثل مشہور ہے۔ چور بھاگتا جاتا ہے نشان قدم چھوڑتا جاتا ہے۔ وہی حال یہاں ہوا۔ یہ حدیث مسلم میں نہیں ترمذی جلد اول ہی میں ہے۔ حضرت شیخ الدلائل بقول اس کذاب کے ترمذی جلد اول کا درس دے رہے تھے۔ تو ان سے یہ حدیث کیسے پوشیدہ رہ سکتی تھی جبکہ یہ ترمذی کے ص ۴۲ ہی پر ہے وہ بھی قرأت خلف الامام ہی کے باب میں پھر اس حدیث کا صفحہ سطر پوچھنا کیا معنی؟ اور چونکہ اخیر گنگوہی صاحب کی طرف منسوب ہے۔ وہ اصول حدیث کا ایسا مشہور و معروف قاعدہ ہے کہ اہل سنت کے مدارس کے سب طلبہ جانتے ہیں۔ پھر کس کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ حضرت شیخ الدلائل کس بات پر پھڑکے۔ یہ صرف حضرت شیخ الدلائل کی شان ارفع و اعلیٰ کو گھٹانے کے لئے گڑھا گیا ہے۔ ورنہ ان کی جلالت علم کے سامنے گنگوہی صاحب جیسے لوگوں کی کیا حقیقت؟ اس ایک واقعے میں اتنے جھوٹ ایک ساتھ ہیں (۱) یہ حدیث مسلم میں ہے (۲) اسے سن کر شیخ الدلائل پھڑک گئے (۳) اس کا پتہ پوچھا (۴) اور اس دیوبندی کو گنگوہی صاحب نے مسلم شریف کا صفحہ و سطر بتایا (۵) پھر اس دیوبندی نے شیخ الدلائل کو اس کی اطلاع دی۔

حدیث (۴۸۶)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰی فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ وَقَالَ اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰی کَمَا صَلّٰی ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو ایک شخص مسجد میں آیا اور نماز پڑھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا حضور نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا لوٹ اور پھر نماز پڑھ اس لئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی وہ لوٹا اور اس نے پھر نماز پڑھی جیسا پہلے پڑھی تھی۔ پھر آیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا پھر حضور نے فرمایا لوٹ اور پھر نماز پڑھ اسلئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی

تشریحات (۴۸۶)

مطابقت۔ گزر چکا کہ اس باب کے چھ اجزا ہیں چھٹا جزیہ ہے کہ سِرّی نمازوں میں بھی قرأت ہے۔ اس حدیث میں جو واقعہ مشہور ہے وہ دن کی نماز کا ہے۔ جن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ سِرّی قرأت کی ہے۔ یہ قصہ جن صاحب کا ہے ان کا نام خلاد بن رافع ہے۔ ترمذی میں ہے کہ ایک صاحب آئے جو دیہاتی کی طرح تھے۔ نماز پڑھی اور بہت ہلکی پڑھی۔

مسائل

(۱) سلام کا جواب دینا واجب ہے (۲) تعدیل ارکان واجب ہے۔ فرض نہیں۔ اس لئے کہ اس حدیث کے بعض طرق میں اخیر کا جملہ یہ ہے۔ اذا فعلت ھٰذا فقد تمت صلوٰتک وما انتقصت من ھٰذا انتقصت من صلوٰتک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نقصان کے باوجود اسے نماز قرار دیا یہ اس بات کی دلیل ہے۔ لم تصل۔ میں نفی کمال مراد ہے علاوہ ازیں خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت نہیں ثابت ہوتی (۳) نماز کا افتتاح تکبیر سے ہونا ضروری ہے۔ امام شافعی وغیرہ کہتے ہیں۔ کہ خاص لفظ اللہ اکبر ہونا فرض ہے۔ ہمارے یہاں ہر وہ صیغہ جو اللہ عزوجل کی عظمت و کبریائی پر دلالت کرے کافی ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں ہے۔ وذکر اسم ربہ فصلی۔ اور اس نے اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھی۔ اور ذکر تمام ایسے صیغوں کو عام ہے جو جلالت و کبریائی پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے اللہ اکبر، اللہ اعظم، الرحمٰن اکبر، الرحمٰن اجل، سبحان اللہ، الحمد للہ وغیرہ۔ مگر اس حدیث کی وجہ سے لفظ اللہ اکبر ہونا واجب ہے (۴) ثم اقرأ ماتیسر من القرآن۔ پھر تمہیں جتنا قرآن یاد ہو اس میں سے جتنا تمہیں آسان ہو اتنا پڑھو۔ ہماری دلیل ہے کہ بعینہ سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں۔ قرآن مجید کا جو بھی حصہ پڑھیں فرض

لہ عمدۃ القاری جلد سادس ص ۱۶

ثلثا فقال والذی بعثک بالحق ما احسن غیرہ فعلمنی

تین بار ایسا ہی ہوا۔ اب اس نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا

فقال اذا قمت الی الصلوٰۃ فکبر ثم اقرأ ما تیسر معک من القرآن

حضور مجھے سکھا دیں تو ارشاد فرمایا۔ جب نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر پڑھ۔ پھر جتنا قرآن تمہیں یاد ہو اس میں سے جو ہو سکے پڑھو

ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم

اس کے بعد رکوع کرو یہاں تک کہ باطمنان رکوع ہو جائے پھر سر اٹھا یہاں تک کہ تو سیدھا کھڑا ہو جائے پھر

اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا

سجدہ کر یہاں تک کہ باطمنان سجدہ ہو جائے پھر سر اٹھا اور باطمنان بیٹھ جا اور ایسے

وافعل فی صلوٰتک کلہا

ہی اپنی ہر نماز میں کر

ادا ہو جائے گا۔ اگرچہ سورہ فاتحہ نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ موقع تعلیم کا تھا۔ اگر بعینہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں ضرور تعلیم دیتے۔ (۵) البتہ سورہ فاتحہ اور تین چھوٹی آیتوں کا امام و منفرد کو پڑھنا واجب ہے (۶) حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے معارض ہوگی اگر اس میں لا کو نفی جواز کے لئے لیں گے۔ دفع تعارض کے لئے ضروری ہے کہ اس حدیث میں لا کو کمال کی نفی کے لئے لیا جائے (۷) اس حدیث سے ثابت کہ نماز سے باہر آنے کے لئے لفظ السلام فرض نہیں۔ اس لئے کہ اگر فرض ہوتا تو حضور انھیں ضرور تعلیم دیتے تعلیم کے موقع پر ترک اس کی دلیل ہے کہ وہ فرض نہیں۔ اس پر نص صریح حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا اخیر حصہ ہے۔ کہ فرمایا۔ اذا قلت ھذا او فعلت ھذا فقد تمت صلوٰتک۔ جب تو نے اتنا پڑھ لیا یا اتنا کر لیا تو تیری نماز ہو گئی۔ اس میں بھی لفظ السلام کا ذکر نہیں۔ (۸) واجب کے ترک سے اعادہ واجب ہے (۹) نفل شروع کرنے کے بعد اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ نماز نفل تھی۔

ع ہ اذان باب وجوب القراۃ للامام والماموم فی الصلوات کلہا ص ۱۰۴ باب امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذی لا یتم رکوعہ بالاعادۃ ص ۱۰۹ ثانی الاستیذان باب من رد فقال علیک السلام ص ۹۲۴ الایمان والنذر باب اذا حنث ناسیا ص ۹۸۲ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ ترمذی مواقیت، استیذان نسائی افتتاح تطبیق۔ سہو۔ دارمی صلوٰۃ مسند امام احمد۔ ثانی ص ۱۲۷

حدیث (۴۸۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی پہلی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ مِنْ صَلٰوۃِ

دو رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔ پہلی میں لمبی قرأت کرتے تھے اور دوسری

الظُّہْرِ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَسُوْرَتَیْنِ یُطَوِّلُ فِی الْاُوْلٰی وَیُقَصِّرُ فِی الثَّانِیَۃِ

میں کم۔ اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنا دیتے اور عصر میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں

وَیُسْمِعُ الْاٰیَۃَ اَحْیَانًا وَکَانَ یَقْرَأُ فِی الْعَصْرِ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَسُوْرَتَیْنِ وَکَانَ

پڑھتے تھے۔ اور پہلی میں قرأت لمبی کرتے اور صبح

یُطَوِّلُ فِی الْاُوْلٰی وَکَانَ یُطَوِّلُ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی مِنْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ وَیُقَصِّرُ

کی پہلی رکعت میں قرأت لمبی کرتے اور دوسری

تشریحات (۴۸۷) مسائل۔ (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ظہر اور عصر اور فجر کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری کے قرأت طویل ہونی سنت ہے۔ مگر چونکہ اس کے معارض دوسری احادیث بھی ہیں، مثلاً حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسلم شریف میں یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی ہر رکعت میں تیس آیت کی مقدار پڑھتے تھے۔ اس لئے ہمارا مذہب یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی دونوں رکعتوں میں قرأت برابر رہنی سنت ہے۔ اور اس حدیث میں جو وارد ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ثنا، تعوذ، تسمیہ کی وجہ سے پہلی رکعت بہ نسبت دوسری کے طویل ہو جاتی تھی۔ یہ حدیث آگے باب یقرأ فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب۔ میں اس زیادتی کے ساتھ وارد ہے۔ اور اخیر کی رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب پڑھتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اخیر کی رکعتوں میں سورۃ ملانا واجب نہیں ہمارے یہاں اخیر کی رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔ اگر چاہے تو تسبیح پر بھی اکتفا کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن منذر نے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔ کہ پہلی رکعتوں میں قرآن مجید پڑھ اور اخیر والیوں میں تسبیح پڑھ۔ نیز مصنف عبد الرزاق میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علی اور حضرت ابن مسعود کا عمل یہ مذکور ہے کہ یہ لوگ پہلی رکعتوں میں قرآن مجید پڑھتے اور اخیر والیوں میں تسبیح۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہی مروی ہے۔ تابعین کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ جن روایتوں میں اخیر کی رکعتوں میں

۱؎ اول صلوۃ باب القراۃ فی الظہر والعصر ص۱۸۶۔

فی الثانیۃ ۴

میں کچھ کم کرے۔

حدیث (۴۸۸)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما نے فرمایا کہ

ان ام الفضل سمعتہ وھو یقرأ والمرسلت عرفا فقالت

ام الفضل نے سنا اور وہ (سورہ) والمرسلت عرفا پڑھ رہے تھے تو انھوں نے کہا

یا بنی لقد ذکرتنی بقرائتک ھذہ السورۃ انھا لآخر ما سمعت

اے بیٹے تو نے اپنی قرأت سے یہ سورہ مجھے یاد دلادی آخری قرآن جو میں نے

میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا ذکر ہے وہ استحباب پر محمول ہیں۔ اس لئے کہ طبرانی نے اوسط میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نماز میں قرأت کی سنت یہ ہے کہ پہلی رکعتوں میں ام القرآن اور سورۃ پڑھی جائے اور اخیر والی میں ام القرآن۔ رہ گیا یہ کہ حضرت ابو قتادہ کو اس کا علم کیسے ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورہ فاتحہ اور سورہ پڑھا کرتے تھے۔ اس کو وہ خود بیان کر چکے ہیں کبھی کبھی حضور ہمیں آیت سنادیتے تھے یہ سنانا دو طرح ہو سکتا ہے ایک یوں کہ تعلیم کے لئے کبھی کبھار یا ابتداءً حضور نے بلند آواز سے قرأت کی ہو یا اس طرح کہ کبھی آہستہ پڑھنے میں قریب کے آدمی قرأت سن لیا کرتے ہیں اسی طرح حضرت ابو قتادہ نے سنا ہو۔

تشریحات (۴۸۸) تکمیل۔ کتاب المغازی میں یہ زائد ہے۔ پھر اس کے بعد حضور نے ہمیں کوئی نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ اللہ نے انھیں اٹھالیا۔ نسائی میں یہ تصریح ہے کہ یہ مغرب کی نماز تھی اور یہ کہ حضور نے اپنے کاشانہ اقدس میں پڑھائی تھی۔ ترمذی میں ہے کہ حضور ہماری طرف اپنی بیماری میں تشریف لائے اور حضور سر پر پٹی باندھے ہوئے تھے اور مغرب پڑھی جس میں مرسلت پڑھا۔ اس کے بعد وصال کے وقت تک (مغرب کی) نماز نہیں پڑھائی ترمذی کی روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور مسجد اقدس میں تشریف لائے۔ اور مسجد ہی میں نماز پڑھائی۔ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ گھر کے اندر پڑھائی۔ علامہ عینی نے یہ تطبیق دی۔ کہ ترمذی کی روایت خرج الینا سے مراد یہ ہے کہ کاشانہ اقدس میں جہاں لیٹے تھے وہاں سے نکلے۔ یہ نہیں کہ حجرہ مبارکہ سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے۔ اس حدیث کے کل طرق پر غور

ے اذان۔ باب القراءۃ فی الظهر ص۱۰۵ باب القراءۃ فی العصر ص۱۰۵ باب یقرأ فی الاخریین

بفاتحۃ الکتاب ص۱۰۷ باب اذا اسمع الامام الآیۃ ص۱۰۷ باب یطول فی الرکعۃ الاولیٰ ص۱۰۷

مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ بِھَا فِی الْمَغْرِبِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ یہی ہے۔ حضور اسے مغرب میں پڑھ رہے تھے

حدیث (۴۸۹) عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَکَمِ قَالَ

عروہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان بن حکم سے روایت کی کہ اس نے کہا

قَالَ لِیْ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مَالَکَ تَقْرَأُ فِی الْمَغْرِبِ

مجھ سے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو مغرب میں قصار پڑھتا ہے

بِقِصَارٍ وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ

اور میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا کہ وہ دو بڑی سورتوں سے بھی بڑی

کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ غالبا حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لانے کے بعد یہ قصہ انھیں کے گھر ہوا ہوگا۔ اور چند افراد جو حجرہ مبارکہ میں تھے انھیں نماز پڑھائی۔ نیز بقیہ روایتوں کے اس حصہ سے کہ پھر ہمیں نماز نہیں پڑھائی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ یوم وصال سے ایک دن قبل اتوار کی مغرب تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تشریحات (۴۸۹) اس حدیث کا ایک راوی مروان بن حکم مشہور زمانہ عیار کھیاد فتنہ پرور ہے۔ جس کی وجہ سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی جس کی وجہ سے اسلام کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ اور ہزارہا مسلمان قتل کیے گئے۔ یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ امام بخاری جیسے متشدد محتاط محدث نے اپنی اصح الکتب میں اس کی روایت کیسے لی؟ اس کا باپ حکم بن العاص وہ بدطینت خبیث تھا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقلیں اتارتا تھا۔ کاشانہ اقدس میں جھانکتا تھا جس کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اس کنگھے سے تیری آنکھ پھوڑ دوں۔ انھیں خباثتوں کی وجہ سے حکم کو طائف جلا وطن کر دیا تھا۔ اسی کے ساتھ اس کا یہ فسادی بیٹا بھی طائف چلا گیا تھا۔ ارباب سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ مروان نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی ہے۔

طولی الطولیین۔ طولی۔ طویل سے اسم تفضیل مونث فعلی کے وزن پر ہے۔ اور الطولیین، اسی کا تثنیہ ہے۔ ان دو بڑی سورتوں میں سے ایک تو اعراف ہے۔ اور دوسری بر بنا قول محفوظ انعام ہے۔ قصار سے مراد قصار مفصل ہے جیسا کہ کشمیہنی کی روایت بھی ہے۔ سورہ، لم یکن الذین کفروا۔ سے لیکر آخر تک کو قصار مفصل کہتے ہیں۔

ع ۵ اذان باب القرأۃ فی المغرب ص ۱۰۵ ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۶۳۷ مسلم ابو داؤد۔ ترمذی نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔ ۵ عمدۃ القاری جلد سادس ص ۲۴۔

بِطُولَى الطُّولَيَيْنِ ؏

سورہ پڑھتے تھے

حدیث (۴۹۰) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ

کہ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا کہ مغرب میں سورہ

بِالطُّورِ ؏

طور پڑھی

تشریحات تکمیل۔ کتاب الجہاد اور المغازی میں اتنا زائد ہے۔ کہ یہ یعنی جبیر بن مطعم غزوۂ بدر کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے تاکہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سفارش کریں کہ حضور انھیں چھوڑ دیں۔ اسی وقت مغرب میں سورہ طور پڑھتے ہوئے سنا فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ اسلام میرے دل میں گھر کر گیا

کتاب التفسیر میں یہ بھی ہے۔ کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت پر پہنچے

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ۔

کیا وہ کسی اصل سے نہیں بنائے گئے ہیں یا وہی بنانے والے ہیں کیا آسمانوں اور زمین کو انھوں نے پیدا کئے۔ بلکہ انھیں یقین نہیں۔ کیا ان کے پاس تمھارے رب کی رحمت کے خزانے ہیں۔ یا وہ نگہبان ہیں۔

تو معلوم ہوتا تھا کہ میرا دل اڑ جائے گا۔

اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان ناپاکوں کے بارے میں سفارش کرتا تو چھوڑ دیتا۔ ان کی سفارش پر فرمایا۔

مطابقت چونکہ جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے پھر بھی انھوں نے سنا تو ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلند آواز سے قرأت فرما رہے تھے۔

مسائل (۱) ان تینوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب میں لمبی سورتیں پڑھنی سنت ہیں۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔

؏ اذان باب الجہر فی المغرب صـ۱۰۵ جہاد۔ باب فداء المشرکین صـ۴۲۸ ثانی مغازی باب صـ۵۷۳ تفسیر سورہ والطور صـ۷۲۰ مسلم ابوداؤد صلوٰۃ ترمذی۔ مواقیت۔ نسائی افتتاح۔ دارمی۔ صلوٰۃ ۶۴۔ مسند امام احمد جلد رابع

؏ اذان باب القراۃ فی المغرب صـ۱۰۵ ابوداؤد۔ نسائی کلاھما فی الصلوٰۃ۔

حدیث (۴۹۱)

عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ لَهٗ

ابورافع نے کہا میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی اس میں انھوں نے اذا السماء انشقت، پڑھی۔ تو سجدہ کیا۔ میں نے ان سے پوچھا

ہمارے یہاں مستحب یہ ہے کہ مغرب میں قصار مفصل پڑھی جائیں۔ ہماری دلیل وہ احادیث ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ حضرت جابر، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں۔ کہ ہم مغرب پڑھ کے اپنے گھر اقصی مدینہ تیر پھینکتے ہوئے جاتے تو اتنا اجالا رہتا کہ تیر گرنے کی جگہ دیکھ لیتے۔ نیز ابن ماجہ میں سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغرب میں قل یا ایہا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔ بزار نے اپنی مسند میں سند صحیح کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغرب اور عشاء میں۔ واللیل اذا یغشی اور والضحی۔ اور ظہر او عصر میں۔ سبح اسم ربک الاعلی اور ھل اتاک۔ پڑھتے تھے ابن مردویہ نے اپنی کتاب اولاد المحدثین میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب جمعہ کی مغرب میں قل یا ایہا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔ نیز اجلہ صحابہ کرام کا اسی پر عمل تھا مثلاً حضرت صدیق اکبر فاروق اعظم حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اسی لئے امام مالک فرماتے ہیں۔ کہ مغرب میں لمبی سورتیں پڑھنا مکروہ ہے۔ ان احادیث کا جواب یہ ہے کہ کبھی کبھی بیان جواز کے لئے یا صحابہ کرام کے نشاط کے وقت یہ سورتیں پڑھی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرأت میں بھی زبان کا اعجاز رہا ہو کہ تھوڑے سے وقت میں زیادہ سے زیادہ قرأت فرماتے تھے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں مروی ہے کہ سواری پر زین کسنے کا حکم دے کر زبور کی تلاوت شروع فرماتے اور زین کسنے سے پہلے پہلے پورے زبور شریف کی تلاوت فرمالیتے۔ ورنہ جبکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لمبی قرأت کی بنا پر حضرت معاذ پر عتاب فرمایا تو خود کیسے یہ پسند فرماتے کہ سورہ اعراف وانعام جیسی لمبی سورتیں مغرب میں پڑھتے (۲) حدیث ۴۹۰ بطولی الطولیین۔ اس کی دلیل ہے کہ مغرب کا وقت شفق احمر ہی تک نہیں شفق ابیض کے غروب تک ہے۔ اس لئے کہ شفق احمر اتنی دیر نہیں رہتی کہ سورہ اعراف یا انعام پڑھی جاسکے۔

تشریحات (۴۹۱)

مطابقت باب۔ یہاں باب یہ ہے عشاء کی نماز میں بلند آواز سے قرأت۔ اس کا ثبوت اس طرح ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے اس سورۃ میں سجدہ کیا۔ مقتدی پر سجدہ اسی وقت واجب ہے جبکہ امام آیت سجدہ بلند آواز سے پڑھے۔ تو ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء میں بلند آواز سے قرأت کی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سورہ انشقاق میں سجدہ ہے۔ بخلاف امام مالک کے

ا؎ باب القرأۃ فی المغرب صفحہ ۱۰۶ ۵؎ عمدۃ القاری سادس صفحہ ۲۶

قَالَ سَجَدْتُ خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَا اَزَالُ

تو بتایا کہ میں نے حضرت ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا ہے میں اس پر ہمیشہ سجدہ کرتا

اَسْجُدُ بِهَا حَتّٰی اَلْقَاهُ ؏

رہوں گا یہاں تک کہ ان سے ملوں ۔

حدیث (۴۹۲)

عَنْ عَدِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

عدی نے کہا میں نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كَانَ فِیْ سَفَرٍ فَقَرَأَ فِی الْعِشَاءِ فِیْ اِحْدَی الرَّكْعَتَيْنِ

علیہ وسلم نے سفر کی حالت میں عشاء کی ایک رکعت میں

بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ؏

تین و الزیتون پڑھا۔

ان کے نزدیک اس سورہ میں سجدہ نہیں۔ پھر علماء کرام کے مابین اس بارے میں اختلاف ہے۔ کہ آیت سجدہ کیا ہے۔ ہمارے یہاں آیہ کریمۃ وَاِذَا قُرِئَ عَلَیْہِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ۔ ہے۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس سورۃ کی آخر آیت۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ سورہ پوری کرنے کے بعد سجدہ کرے۔

تشریحات (۴۹۲) ہمارے یہاں عشاء میں اوساط مفصل پڑھنا مستحب ہے۔ جیسا کہ ابھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزری کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء میں سورہ انشقاق پڑھی۔ نیز حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عشاء میں سورہ والنجم اور حضرت ابن عمر نے لم یکن الذین کفروا پڑھی اور اس حدیث میں جو مذکور ہے۔ وہ سفر کا واقعہ ہے اور سفر میں تخفیف ہوتی ہی ہے اور باب سے مطابقت ظاہر ہے ہو رہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پڑھا تھا جبھی تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ سورہ پڑھی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی مستفاد ہوا۔ کہ سفر میں جہاں تک ہو معمولات میں تخفیف کرنی سنت ہے۔ اس کے بعد والی روایت میں یہ زائد ہے۔ وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ

؏ اذان باب الجہر فی العشاء ص۱۰۵ باب القرأۃ فی العشاء بالسجدۃ ص۱۰۶ سجود القرآن باب سجدۃ اذا السماء انشقت ص۱۴۶ باب من قرأ السجدۃ فی الصلوٰۃ فسجد ص۱۴۷ مسلم ابوداؤد نسائی کلہم فی الصلوٰۃ ؏ اذان باب الجہر فی العشاء ص۱۰۵ باب القرأۃ فی العشاء ص۱۰۶ ثانی تفسیر سورۃ تین ص۷۳۹ التوحید باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الماہر بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ ص۱۱۲۶ مسلم ابوداؤد نسائی کلہم فی الصلوٰۃ۔

حدیث (۴۹۳) أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ فِي كُلِّ صَلوٰةٍ يُقْرَأُ فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا أَخْفَى عَنَّا أَخْفَيْنَا عَنْكُمْ وَإِنْ لَمْ تَزِدْ عَلَى أُمِّ الْقُرْآنِ أَجْزَأَتْ وَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ ۔ ع

عطا نے مجھے خبر دی کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں جن نماز وں میں سنایا ہم نے تم کو سنایا اور جن میں آہستہ پڑھ کر ہم سے چھپایا ہم بھی ان میں آہستہ پڑھ کر چھپاتے ہیں۔ اگر سورہ فاتحہ سے زائد نہ پڑھا جائے تو بھی کافی ہے۔ اور اگر تم زیادہ کرو تو یہ بہتر ہے

صوتا منہ او قراۃ ۔ اور میں نے حضور سے زیادہ اچھی آواز یا عمدہ قرأت کسی کی نہیں سنی۔

تشریحات (۴۹۳) مسائل ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر نماز میں قرأت فرض ہے۔ نیز یہ حدیث حضرت امام شافعی کی دلیل ہے کہ نماز میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ ضم سورہ واجب نہیں۔ مستحب ہے

ہمارا مذہب یہ ہے کہ فرائض کی دو رکعتوں میں ضم سورہ واجب ہے۔ ہماری دلیل یہ احادیث ہیں۔

ابن عدی کامل میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وسورۃ معہا ۔ سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورہ ملائے بغیر نماز ہی نہیں

ترمذی اور ابن ماجہ میں انھیں سے ان الفاظ میں مروی ہے۔

لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بالحمد وسورۃ فی فریضۃ او فی غیرھا۔ جس نے سورہ فاتحہ اور کوئی سورہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں فرض ہو یا کوئی اور نماز۔

امام احمد اور ابو داؤد نے انھیں سے ان الفاظ میں روایت کیا۔

امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نقرأ الفاتحۃ وما تیسر۔ واللفظ للامام احمد۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سورہ فاتحہ اور جتنا آسان ہو اتنا پڑھیں۔

نیز ابن عدی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لاتجزئ المکتوبۃ الا بفاتحۃ الکتاب وثلاث آیات فصاعدا۔ فرض نماز سورہ فاتحہ اور تین یا اس سے زائد آیتیں پڑھے بغیر نہ ہوگی۔

ع ۵ اذان باب القراۃ فی الفجر ص ۱۰۶ مسلم۔ نسائی کلاھما فی الصلوٰۃ۔ مسند امام احمد۔

حدیث (۴۹۴)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ انْطَلَقَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ طَائِفَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ عَامِدِیْنَ

اپنے اصحاب کے ایک گروہ کے ساتھ بازار عکاظ کی جانب قصد

اِلٰی سُوْقِ عُکَاظٍ وَّقَدْ حِیْلَ بَیْنَ الشَّیَاطِیْنِ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَ

کرکے چلے اور اس وقت شیاطین اور آسمان کی خبروں کے درمیان روک لگادی

اُرْسِلَتْ عَلَیْھِمُ الشُّھُبُ فَرَجَعَتِ الشَّیَاطِیْنُ اِلٰی قَوْمِھِمْ فَقَالُوْا

گئی۔ اور ان پر شعلے پھینکے جاتے تھے۔ تو شیاطین اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے انھوں نے پوچھا

مَالَکُمْ قَالُوْا حِیْلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَیْنَا

تمہارا کیا حال ہے انھوں نے بتایا کہ ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان روک لگادی گئی ہے اور ہم پہ

ابونعیم نے تاریخ اصبہان میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تجزئ صلوۃ لا یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب وشئ معھا جس نماز میں سورہ فاتحہ اور اس کے علاوہ کچھ اور نہ پڑھا جائے وہ نہ ہوگی۔

اور اس حدیث میں جو مذکور ہے۔ وان لم تزد علی ام القران الخ۔ ظاہر ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا فتویٰ ہے۔

تشریحات (۴۹۴)

عکاظ۔ اہل عرب اشہر حرم میں تین بازاروں میں اکٹھے ہوتے تھے جس میں سامانوں کے لین دین کے علاوہ آپس میں مفاخرت بھی کرتے۔ عکاظ۔ مجنہ۔ ذوالمجاز۔ پہلی ذوقعدہ کو عکاظ میں جمع ہوتے۔ بیس دن یہاں رہتے۔ پھر مجنہ آتے دس دن یہاں۔ اس کے بعد ذوالمجاز میں آتے اور پھر یہیں سے منیٰ جاتے۔ عکاظ کا بازار عام الفیل کے پندرہ سال بعد قائم ہوا اور ۱۲۹ھ تک رہا۔ عکاظ کا جائے وقوع کیا ہے یہ متعین نہ ہوسکا۔ صحاح میں ہے کہ نخلہ اور طائف کے درمیان تھا۔ کسی نے کہا عرفات کے قریب نجد جاتے ہوئے۔ کسی نے کہا کہ یہ طائف کے مضافات میں قرن المنازل کے پاس تھا۔ اس حدیث سے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں یہ ہے۔ کہ عکاظ جاتے ہوئے نخلہ میں تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ طائف سے دس میل پہلے طائف اور نخلہ کے درمیان تھا۔ اس کے نیچے ایک منزل صنعاء کے راستے میں تھا۔

طائفۃ من اصحابہ جلد ثانی ص ۱۶۲۰۳ میں جو حدیثیں گزری ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لیلۃ الجن میں حضور اقدس

الشُّهُبُ قَالُوْا مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ إِلَّا شَيْءٌ حَدَثَ فَاضْرِبُوْا

انگارے پھینکے جارہے ہیں تو انھوں نے کہا تمھارے اور آسمان کی خبر کے درمیان کسی نئی چیز نے رکاوٹ پیدا کی ہے۔ تو زمین

مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَ

کے مشرق و مغرب میں گھومو اور دیکھو وہ کون سی چیز ہے جو تمھارے اور آسمان

بَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَانْصَرَفَ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَى

کی خبر کے درمیان حائل ہے ان میں جو تہامہ کی جانب گئے تھے وہ نبی صلی اللہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدِيْنَ إِلٰى سُوْقِ

تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب آئے اور حضور نخلہ میں تھے بازار عکاظ جارہے تھے

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ بلکہ بعض روایات میں ہے کہ کوئی نہ تھا۔ اور یہاں اس حدیث کا صریح مدلول یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تھے اور انھیں نماز فجر پڑھا رہے تھے نیز ابن اسحاق نے کہا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طائف سے واپس آرہے تھے۔ تو یہ واقعہ پیش آیا۔ اور یہ متفق ہے کہ طائف حضور کے ساتھ صرف حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے

اقول وباللہ التوفیق ۔ علامہ عینی نے ارشاد فرمایا کہ متعدد بار جنوں کا وفد مکے میں بھی اور مدینے بھی حاضر ہوا ہے۔ اس سے مذکورہ بالا بعض سارے خدشات دور ہو گئے۔ نیز اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے۔ اس میں ملاقات کا ذکر نہیں۔ اور جلد ثانی میں جو مذکور ہے۔ اس میں ملاقات، گفتگو کا بھی ذکر ہے۔ امام واقدی نے ذکر کیا کہ طائف سے واپسی کے بعد تین ماہ پر جن خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔ اب بات بالکل صاف ہو گئی کہ طائف سے واپسی کے بعد صحابہ کرام کے ساتھ عکاظ جارہے تھے۔ اسی وقت یہ قصہ پیش آیا اس تقدیر پر۔ ابن اسحاق کی روایت مرجوح ہو گی۔ اور ظاہر ہے صحیح بخاری کے مقابلے میں ابن اسحٰق کی اس روایت کیا کا وزن۔

شیاطین شیطان کی جمع ہے۔ اس کا مادہ یا تو شطن ہے جس کے معنی ہیں۔ دور ہوا۔ چونکہ شیطان اللہ کی رحمت سے دور ہیں۔ اس لئے شیطان کو شیطان کہتے ہیں۔ اس قول پر اس میں یا، اور الف زائد ہوں گے۔ اب یہ فیعال کے وزن پر ہوا۔ یا اس کا مادہ شیط ہے۔ اس کے معنی ہیں، غصے میں جل بھن گیا۔ اب اس میں الف نون زائدتان ہے اور یہ فعلان کے وزن پر سکران کے مثل ہے۔ چونکہ راندہ درگاہ ہونے کی وجہ سے یہ ہمیشہ غصے میں جلا بھنا رہتا ہے اس لئے اس کو شیطان کہتے ہیں۔ عرف میں شیطان کے معنی خبیث، بدطینت سرکش کے ہیں خواہ وہ جن ہو خواہ انسان خواہ چوپایہ۔ یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ شیطان اور جن ایک ہی نوع ہیں ان میں سرکش بدطینت کو شیطان کہتے ہیں۔ اور جن عام ہے۔ نیک طینت و بدطینت دونوں کو۔ صحیح یہ ہے کہ جن ابلیس کی اولاد ہیں۔

عُكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ اسْتَمَعُوا

اور اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انھوں نے قرآن سنا تو اسے بغور سنا

لَهُ فَقَالُوا هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِي حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَهُنَالِكَ

اور کہا بخدا یہی ہے وہ جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان حائل ہے۔ وہیں سے

حِيْنَ رَجَعُوا إِلٰى قَوْمِهِمْ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي

اپنی قوم کے پاس لوٹ گئے اور ان میں جاکر کہا اے ہماری قوم ہم نے عجیب قرآن سنا جو ہدایت کا

الشهب یہ شہاب کی جمع ہے۔ اس کے معنی شعلہ انگارہ کے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے بھی شہاب گرتے تھے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت تک ان سے شیاطین کے بھگانے کا کام نہیں لیا جاتا تھا۔ بعثت کے بعد انھیں شیاطین کو آسمان پر جانے سے روکنے کے کام میں لگا دیا گیا۔

صلوٰة الفجر یہ واقعہ ہجرت کے تین سال پہلے کا ہے۔ اور معراج سے قبل کا ہے۔ معراج سے پہلے نماز پنجگانہ فرض نہ تھیں۔ تو یہ نماز فجر کیسی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہی حدیث اس کی دلیل ہے کہ قبل معراج نماز فجر بھی فرض تھی۔ جیسا کہ جلد ثانی میں حمان التاخ کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

فانزل اللّٰہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنوں کی حاضری اور قرأت کی سماعت کی خبر نہ ہوئی۔ جب وحی نازل ہوئی تو معلوم ہوا۔ اس سے ثابت کہ جنوں کی ملاقات اور ہم کلامی سے مشرف ہونے کے واقعات اس کے علاوہ ہیں۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جنوں کا وجود ہے۔ جن مومن اور کافر بھی ہوتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انسانوں کی طرح جنوں کی جانب بھی مبعوث ہیں۔ قبل معراج بھی نماز باجماعت مشروع تھی۔ نماز فجر میں قرأت بلند آواز سے ہونی چاہیے۔

ازالۂ شبہات ہم بتا آئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی ستارے ٹوٹتے تھے۔ یعنی شہاب ثاقب گرتے تھے اس پر نص صریح، مسند امام احمد[۱]، مسلم[۲]، ترمذی[۳] کی یہ حدیث ہے۔ جو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ایک انصاری صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ۔ یہ لوگ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک ستارہ پھینکا گیا۔ جس نے روشنی پھیلا دی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تم لوگ زمانہ جاہلیت میں جب ستارہ پھینکا جاتا تو کیا کہتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں ہم یہ کہتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا مرا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کسی کے مرنے اور پیدا ہونے پر یہ نہیں پھینکا جاتا۔ الحدیث بطولہا۔

۱؎ اول ص۲۱۸۔ ۲؎ مسلم ثانی۔ السلام۔ باب تحریم الکہانۃ واتیان الکاہن ص۲۳۳ ۳؎ ترمذی ثانی۔ تفسیر سورہ الملک ص۱۵۲

إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا - فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّهِ

راستہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور اپنے پروردگار کا ہرگز کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ وَإِنَّمَا أُوحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ ؏

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ نازل فرمایا۔ تم فرماؤ کہ میری طرف وحی کی گئی ہے۔ حالانکہ حضور کی طرف جن کے قول کی وحی کی گئی تھی۔

اس پر شبہہ یہ ہے کہ حدیث زیر بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کی بعثت کے بعد شیاطین کو آسمان تک جانے سے روک دیا گیا اور ان پر شہاب پھینکا جانے لگا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضور کی بعثت سے پہلے ان کا وجود نہ تھا۔

اقول وباللہ التوفیق۔ یہ مخصوص شہاب جو شیاطین پر مارے جاتے ہیں۔ یہ یقیناً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے نہ تھے۔ اور جو شہاب کے پہلے نظر آتے تھے وہ حقیقت میں زمین و آسمان کے درمیان اسی طرح پیدا ہوتے تھے جیسے اہل طبعیات کہتے ہیں۔ اس کے انکار پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں اور نہ اس کے تسلیم کر لینے سے کوئی خرابی لازم آتی ہے۔

دوسرا شبہہ یہ کیا جاتا ہے کہ چودہ سو برس سے زائد ہو گئے ستاروں کو توڑ توڑ کے فرشتے شیاطین کو مارتے ہیں اگر یہ صحیح ہوتا تو ستارے ختم ہو گئے ہوتے ــــ اقول وباللہ التوفیق ــــ اولاً ان گنت ستاروں میں سے ہزار دو ہزار ختم بھی ہو گئے ہوں تو کیا پتہ۔ ثانیاً آپ ستاروں کو اتنا ہی بڑا سمجھتے ہیں جتنا بڑا دیکھتے ہیں۔ حقیقت میں ایسا نہیں ان میں سب سے باریک تارہ صیدوق ہے جس کو سُہا بھی کہتے ہیں جو دُبِّ اکبر میں بنت وسطی کے پہلو پر ہے۔ جس سے آنکھ کی روشنی کا امتحان کرتے ہیں۔ یہ ہماری زمین سے تیئس گنا بڑا ہے۔ اب بتائیے اگر یہی مان لیا جائے کہ ستاروں کو توڑ توڑ کر شیاطین کو مارتے ہیں تو بھی ان میں کہاں کمی ہوگی۔ آپ جبلپور وغیرہ جاکر دیکھ لیں پہاڑ کاٹ کاٹ کر پورا شہر آباد ہو گیا مگر پہاڑ اپنی جگہ سے صرف چھوٹا سا ٹکڑا کٹا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ پوری زمین کے مقابلے میں اس کٹاؤ کی کیا حیثیت۔ پھر زمین سے تیئس گنا بڑے کرہ میں سے چنگاریاں لیکر شیاطین کو مارا جائے تو اس میں کیا فرق پڑے گا۔ اس کے حسی کر دی ہونے پر بھی کوئی اثر نہ ہوگا۔ پھر یہ تو ایک ننھا تارہ تھا۔ جدید تحقیقات کی رو سے بعض بعض تارے سورج سے بھی سیکڑوں گنا بڑے ہیں جبکہ سورج زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے نئی سائنسی تحقیقات کے مطابق سورج سے روزانہ کروروں ٹن گیس باہر آتی ہے۔ جس سے پوری دنیا کو گرمی اور روشنی ملتی ہے۔ نئی تحقیقات کے مطابق سورج کی عمر کا حساب لگا کر بتائیے کہ کتنے ان گنت مہاسنکھ ٹن سورج گیس پھینک چکا مگر سورج میں کیا کمی آئی۔ ثالثاً یہی بنیادی غلطی ہے کہ آپ نے اس حدیث کا مطلب یہ سمجھ رکھا ہے۔ ستاروں کو توڑ توڑ کر اس کے ٹکڑوں سے شیاطین کو مارا جاتا ہے؟۔ پوری تحقیق کتاب التفسیر میں آئے گی۔

؏ اذان باب الجہر بقرأۃ صلوٰۃ الفجر ص ۱۰۶ ثانی تفسیر سورۃ جن ص ۷۳۲ مسلم صلوٰۃ۔ ترمذی تفسیر۔

حدیث (۴۹۵)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا قَالَ قَرَأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا اُمِرَ وَسَکَتَ فِیْمَا اُمِرَ وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا - وَلَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ - ع۱

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جن نمازوں میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پڑھنے کا حکم ہوا ان میں پڑھا اور جن میں سکوت کا حکم ہوا سکوت فرمایا اور تمہارا پروردگار بھولتا نہیں اور بیشک رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

ت (۱۵۴)

وَیُذْکَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ السَّائِبِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَرَأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ فِی الصُّبْحِ حَتّٰی اِذَا جَاءَ ذِکْرُ مُوْسٰی وَھَارُوْنَ اَوْ ذِکْرُ عِیْسٰی اَخَذَتْہُ سَعْلَۃٌ فَرَکَعَ - ع۲

حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں سورہ مومنون پڑھی۔ جب موسیٰ اور ہارون یا عیسیٰ کا ذکر آیا تو حضور کو کھانسی آ گئی اور رکوع فرمایا۔

تشریح (۴۹۵) اس حدیث میں قرأت سے مراد بلند آواز سے پڑھنا ہے۔ اور سکوت سے آہستہ پڑھنا۔ سکوت سے بالکل نہ پڑھنا مراد نہیں۔ چونکہ یہ روایتیں حد شہرت تک پہونچی ہوئی ہیں۔ کہ عشاء اور مغرب کی دو پہلی رکعتوں میں اور صبح کی نماز میں بلند آواز سے قرأت فرماتے تھے اور یہ سب بحکم الٰہی تھا۔ اس لئے ہم پر اس کے مطابق عمل لازم تو ثابت کہ ہم پر لازم ہے کہ فجر میں بلند آواز سے قرأت کریں۔

تشریحات (۱۵۴) یہاں باب کا عنوان ہے۔ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا اور اخیر کی آیتیں پڑھنا اور جو سورت پڑھ چکا ہے اس سے پہلے کی پڑھنا اور ابتدا کی سورہ پڑھنا۔ یہ چار عنوانات ہیں۔ ان سب پر مختلف آثار سے استدلال فرمایا ہے۔ مگر اس میں کامیاب ہوئے کہ نہیں۔ یہ آ رہا ہے۔

اثر مذکور سے اخیر کا جز ثابت ہے۔ اس لئے کہ اس میں مذکور ہے کہ سورہ مومنون پڑھی۔ اس کا ظاہر مفاد یہی ہے۔ کہ شروع سے پڑھی اور موسیٰ وہارون یا عیسیٰ کے ذکر پر کھانسی اٹھی اور رکوع کر دیا تو ثابت ہو گیا کہ کسی نماز میں پوری سورہ پڑھنا

ع۱ اذان باب الجہر بالقراۃ فی صلوۃ الفجر ص۱۰۶ ع۲ اذان باب الجمع بین السورتین ص۱۰۶
مسلم اول صلوۃ باب القراۃ فی الصبح ص۱۸۶۔

ت (۱۵۵) وقرأ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الرکعۃ الاولٰی بمائۃ وعشرین آیۃ من البقرۃ وفی الثانیۃ بسورۃ من المثانی ع

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پہلی رکعت میں ایک سو بیس آیت سورہ بقرہ کی پڑھی اور دوسری میں مثانی کی ایک سورہ پڑھی

ت (۱۵۶) وقرأ الاحنف بالکہف فی الاولٰی وفی الثانیۃ بیوسف او

اور حضرت احنف نے پہلی رکعت میں سورہ کہف اور دوسری میں یوسف یا

ضروری نہیں ہے۔ کچھ حصہ پڑھنا کافی ہے جو نماز کے لئے کافی ہو۔ اگرچہ وہ ابتدائی حصہ ہو۔

اذا جاء ذکر موسیٰ اس سے مراد اس سورہ کی پینتالیسویں یہ آیت ہے۔ ثم ارسلنا موسیٰ واخاہ ھرون اور ذکر عیسیٰ سے مراد پچاسویں یہ آیت، وجعلنا ابن مریم وامہ آیۃ۔ اس سورہ میں حضرت عیسیٰ کا ذکر نام کے ساتھ نہیں۔ یہ شک محمد بن عباد سے ہوا۔ امام بخاری نے اس اثر کو صیغہ تمریض۔ یذکر سے اس لئے ذکر کیا۔ کہ اس کی سند میں اختلاف ہے۔ ابن عیینہ نے یہ ذکر کی۔ عن ابن جریج عن بن ابی ملیکۃ عن عبد اللہ بن السائب۔ اور ابو عاصم نے کہا۔ عن محمد بن عباد عن ابی سلمۃ بن ثعبان او ثعبان بن ابی سلمۃ۔ اب غیر مقلدین سے ہمارا سوال ہے کہ یہ حدیث جبکہ امام بخاری کے نزدیک ضعیف ہے۔ تو اس سے دلیل کیوں لائے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف بھی لائق عمل ہے۔

تشریحات (۱۵۵) مثانی سے مراد وہ سورتیں ہیں جو سو آیت سے کم ہوں۔ ویسے مثانی سورہ فاتحہ کو بھی اور قرآن عظیم کو بھی کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سورہ بقرہ سے لیکر سورہ براۃ تک کو مثانی کہتے ہیں۔

مطابقت اس اثر کو بھی پہلے جز سے یوں مطابقت ہو سکتی ہے کہ سورہ بقرہ کی ان آیتوں کو ابتدائی آیات پر محمول کیا جائے ورنہ باب کے کسی جز سے اس اثر کو کوئی مطابقت نہیں۔ اس کے قریب قریب ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ایک اثر ذکر کیا ہے کہ ابو رافع کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ صبح کی نماز میں سورہ بقرہ کی سو آیتیں پڑھتے اور اس کے بعد مثانی یا ابتدائی مفصل کی کوئی سورہ پڑھتے اور سورہ آل عمران کی سو آیتیں پڑھتے اور اس کے بعد مثانی یا ابتدائی مفصل کی کوئی سورہ پڑھتے۔ اس کا دو مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کی سو آیتوں کے ساتھ مثانی یا مفصل کی کوئی سورت پڑھتے اور دوسری رکعت میں سورہ آل عمران اور مثانی کی کوئی سورہ یا مفصل کی ابتدائی سورت پڑھتے۔ اس تقدیر پر یہ اثر باب کے دو جز کے مطابق ہو گیا پہلے کے بھی اور تیسرے سے بھی۔ ایک احتمال یہ ہے کہ ہر رکعت میں یہ سب پڑھتے۔ اب بھی دونوں مذکورہ بالا اجزاء سے مطابقت ہو گئی۔

تشریح (۱۵۶) اس اثر کو موصولا ابو نعیم نے المستخرج میں ذکر کیا ہے۔ ہمارے یہاں یہ مکروہ ہے۔ کہ سورتوں کو معکوس پڑھا جائے

ع ۱ اذان باب الجمع بین السورتین ص ۱۰۷

یُونُسَ وَذَكَرَ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ عُمَرَ الصُّبْحَ بِهِمَا ۔ ع ۵

یونس پڑھا اور ذکر کیا انھوں نے اسی طرح حضرت عمر کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی۔

ت (۱۵۷) وَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ بِأَرْبَعِينَ آيَةً مِنَ الْأَنْفَالِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُورَةٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ ۔ ع ۵

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انفال کی چالیس آیت اور دوسری میں مفصل کی ایک سورہ پڑھی۔

ت (۱۵۸) وَقَالَ قَتَادَةُ فِيمَنْ يَقْرَأُ سُورَةً وَاحِدَةً فِي رَكْعَتَيْنِ أَوْ يُرَدِّدُ سُورَةً وَاحِدَةً فِي رَكْعَتَيْنِ كُلٌّ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ۔ للعہ

اور قتادہ نے اس شخص کے بارے میں کہا جو ایک ہی سورہ دونوں رکعتوں میں پڑھے یا ایک سورت کو دوسری رکعت میں دہرائے۔ سب کتاب اللہ ہے۔

اس لیے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو قرآن کو الٹ کر پڑھتا ہے وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کا دل الٹ جائے۔ اس پر اتفاق ہے کہ آیتوں کی ترتیب من جانب اللہ ہے۔ سورتوں کے بارے اختلاف ہے کہ یہ من جانب اللہ ہے یا صحابۂ کرام کی صوابدید سے رکھا ہے۔ قلانی نے کہا۔ صحیح یہی ہے اگرچہ وہ بھی احتمال ہے کہ من جانب اللہ ہو۔

تشریح (۱۵۷) اس اثر کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ نیز عبد الرزاق نے بھی اس کے ایک طریقے میں یہ لفظ ہے فافتتح الانفال۔ اور بخاری میں جو مذکور ہے۔ اس سے بظاہر یہی متبادر ہے۔ اس طرح اسے باب کے پہلے جزء سے مطابقت ہو گئی۔

تشریح (۱۵۸) اس اثر کو باب کے چاروں اجزاء میں سے کسی سے تعلق نہیں۔ غالباً تکثیر فائدہ کے لئے امام بخاری نے اس اثر کو ذکر فرمایا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ ایک سورت کا کچھ حصہ پہلی میں اور کچھ دوسری میں یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم وغیرہ سے مروی ہے۔ دوسری صورت کہ ایک ہی سورہ پوری کی پوری دونوں رکعتوں میں پڑھے یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ معاذ بن عبید جہنی کہتے ہیں کہ جہینہ میں سے ایک صاحب نے بتایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز صبح کی دونوں رکعتوں میں سورہ اذا زلزلت الارض کو پڑھتے ہوئے سنا۔ میں نہیں جانتا کہ حضور کو نسیان لاحق ہوا کہ حضور نے بالقصد ایسا کیا

ع ۱ ایضاً ع ۵ اذان باب الجمع بین السورتین ص ۱۰۷ للعہ اذان باب الجمع بین السورتین ص ۱۰۷

ت (۱۵۹) عَنْ اَنَسٍ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک صاحب مسجد قبا میں انصار کی

وَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُوْرَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ مِمَّا يَقْرَأُ بِهٖ

امامت کرتے تھے۔ اور جن نمازوں میں قرات کی جاتی ہے ان میں وہ سورہ فاتحہ کے بعد جب کبھی کوئی سورہ شروع کرتے

افْتَتَحَ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا ثُمَّ يَقْرَأُ بِسُوْرَةٍ اُخْرٰى مَعَهَا

جسے نماز میں پڑھنی چاہتے تو قل ہو اللہ احد سے شروع کرتے یہاں تک کہ اسے پوری پڑھتے پھر اس کے ساتھ دوسری

وَكَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَكَلَّمَهٗ اَصْحَابُهٗ وَقَالُوْا اِنَّكَ تَفْتَتِحُ

سورہ پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے تھے۔ اس پر ان کے ساتھیوں نے ان سے بات کی اور کہا آپ اس

بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ ثُمَّ لَا تَرٰى اَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتّٰى تَقْرَأَ بِاُخْرٰى فَاِمَّا تَقْرَأُ

سورہ سے شروع کرتے ہیں پھر یہ نہیں دیکھتے کہ وہ آپ کو کافی ہے کہ دوسری پڑھتے ہیں۔ یا تو آپ صرف اسے پڑھیں

بِهَا وَاِمَّا اَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِاُخْرٰى فَقَالَ مَا اَنَا بِتَارِكِهَا اِنْ اَحْبَبْتُمْ

یا اسے چھوڑ دیں اور صرف دوسری پڑھیں تو اس نے کہا میں اسے چھوڑوں گا نہیں، اگر تم لوگ اس طرح

اَنْ اَؤُمَّكُمْ بِذٰلِكَ فَعَلْتُ وَاِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ وَكَانُوْا يَرَوْنَ

امامت کو پسند کرتے ہو تو امامت کروں گا۔ اور اگر ناپسند کرتے ہو تو چھوڑ دوں گا۔ اور لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ

تشریحات (۱۵۹) اس تعلیق کو امام ترمذی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ صاحب کلثوم بن ہدم تھے جو بنی عمرو بن عوف ساکنان قبا کے سردار تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس عہد میں صرف یہی ایسا کرتے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر اماموں کی یہ عادت نہیں تھی اس سے ظاہر ہو گیا۔ کہ اصل طریقہ یہی تھا کہ ایک رکعت میں ایک سورہ پڑھی جائے اور ایک ہی سورہ ہر رکعت میں دہرائی نہ جائے۔ ورنہ صحابہ کرام اس پر اعتراض کیوں کرتے۔ ویسے اس سے بھی نماز ہو جائے گی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ ہر رکعت میں قل ہو اللہ پڑھنے پر کس چیز نے آمادہ کیا۔ انھوں نے عرض کیا میں اسے پسند کرتا ہوں۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہر رکعت میں پڑھنے کی وجہ تو درست ہے۔ مگر یہی نماز مکمل ہونے کے لئے

ے ثانی فضائل القرآن باب سورۃ الاخلاص ص ۲-۱۱۳-

اَللّٰہُ مِنْ اَفْضَلِہِمْ وَکَرِہُوْا اَنْ یَّؤُمَّہُمْ غَیْرُہٗ فَلَمَّا اَتَاہُمُ النَّبِیُّ صَلَّی

یہ ان میں افضل ہیں اور انھوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ اس کے علاوہ کوئی اور ان کی امامت کرے۔ اس کے بعد جب نبی صلے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرُوْہُ الْخَبَرَ فَقَالَ یَا فُلَانُ مَا یَمْنَعُکَ اَنْ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ تو حضور کو لوگوں نے یہ واقعہ سنایا اس پر ارشاد فرمایا اے فلاں! تیرے ساتھی جو کہتے

تَفْعَلَ مَا یَاْمُرُکَ بِہٖ اَصْحَابُکَ وَمَا یَحْمِلُکَ عَلٰی لُزُوْمِ ہٰذِہِ

ہیں اس کے ماننے سے تجھے کیا مانع ہے اور کس چیز نے تمہیں ہر رکعت میں اس سورہ کے بالالتزام پڑھنے پر آمادہ کیا

السُّوْرَۃِ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّہَا قَالَ حُبُّکَ اِیَّاہَا اَدْخَلَکَ الْجَنَّۃَ

تو انھوں نے عرض کیا میں اسے پسند کرتا ہوں تو ارشاد فرمایا۔ اس کی پسند یدگی تجھے جنت میں داخل کرے گی۔

حدیث (۴۹۶) سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی ابْنِ مَسْعُوْدٍ

ابو وائل نے کہا ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا

کافی ہے۔ مزید اور کوئی سورہ پڑھنے کی کیا حاجت تھی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ دوسری سورت سنت کی اتباع میں پڑھتے تھے چونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازوں میں لمبی لمبی قرأت فرماتے ہیں اور یہ سورہ مبارکہ بہت مختصر ہے۔ تو اتباع سنت میں دوسری سورہ بھی ملا دیتے تھے۔ چونکہ دوسری سورتوں کا پڑھنا معہود ومعتاد تھا۔ اس پر اعتراض نہیں تھا کہ اس کے بارے میں صفائی کی ضرورت تھی اعتراض تو صرف ہر رکعت میں بار بار ایک ہی سورہ پڑھنے پر تھا جو ایک نئی بات تھی اس لئے صفائی میں صرف اسی پہلو کو اختیار کیا۔ اس حدیث کو باب کے پہلے اور ایک تقدیر پر تیسرے جز سے مطابقت ہے۔ سورۂ اخلاص کے ساتھ جو سورہ ملاتے تھے۔ وہ اس کے پہلے کی ہوتی یا بعد کی۔ دونوں امکان ہے۔ اگر بعد کی ہوتی تو ثابت کہ نماز میں [illegible] سورتوں کی ترتیب بدلنے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امر مستحسن کا التزام دخول جنت کا سبب ہے۔

تشریحات (۴۹۶) یہ صاحب نہیک بن سنان تھے۔ جیسا کہ مسلم میں ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ ابو وائل کہتے ہیں کہ نہیک بن سنان حضرت ابن مسعود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا اے ابو عبد الرحمٰن آپ یہ آیت مِنْ مَّاءٍ غَیْرِ آسِنٍ الف کے ساتھ پڑھتے ہیں یا غیر یاسن۔ یار کے ساتھ۔ تو حضرت عبد اللہ نے فرمایا۔ اس کے علاوہ بقیہ پورے قرآن کی بھی سب قرأتیں یاد کرلی ہیں۔ تو اس نے بتایا کہ میں مفصل ایک رکعت میں پڑھتا ہوں۔ الخ

فقال ہذا عام مترجمین نے اسے نہیک بن سنان ہی کا قول قرار دے کر ترجمہ کیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ مسلم میں تصریح ہے—

ع۵ اذان باب الجمع بین السورتین ص۱۰۷

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّیْلَۃَ فِیْ رَکْعَۃٍ فَقَالَ

آج کی رات مفصل ایک رکعت میں میں نے پڑھی ہے تو انھوں نے

ھَذًّا کَھَذِّ الشِّعْرِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِیْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

فرمایا اس قدر جلدی جیسے شعر پڑھا جاتا ہے میں ان مماثل سورتوں کو جانتا ہوں جنھیں نماز میں ملا کر

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرِنُ بَیْنَھُنَّ فَذَکَرَ عِشْرِیْنَ سُوْرَۃً مِّنَ

حضور پڑھا کرتے تھے انھوں نے مفصل کی بیس سورتیں ذکر کیں

الْمُفَصَّلِ سُوْرَتَیْنِ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ ؏

اور بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف دو دو سورتوں کو ہر رکعت میں پڑھا کرتے تھے

فقال عبد اللہ ھذا کھذ الشعر ان اقواما یقرؤن القرآن ولا یجاوز تراقیھم۔ الحدیث۔ شعر کی طرح جلدی سے پڑھتا ہے کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے اور وہ ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا۔ ہاں قرآن جب دل میں اتر جاتا ہے تو نفع دیتا ہے۔ نماز کا افضل رکن رکوع اور سجود ہے۔ الخ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کو باطمینان ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہئے۔ اور اس کے معانی پر غور و فکر کرنا چاہئے۔ تو قرآن مجید سے پورا نفع ہوتا ہے۔

عشرین سورۃ | فضائل القرآن میں ہے۔ مفصل کی اٹھارہ سورتیں اور حٰم والی دو سورتیں۔ گزر چکا کہ سورہ حجرات سے آخر قرآن تک کو مفصل کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سورہ محمد سے ایک قول کی بنا پر سورہ فتح سے ایک قول پر سورہ ق سے مفصل شروع ہوتی ہے۔ ان میں حٰم والی سورتیں داخل نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود کی تالیف پر یہ دو حٰم والی مفصل میں داخل ہیں۔ جیسا کہ باب تالیف القرآن ص۷۴۷ میں ہے۔ عشرون سورۃ من اول المفصل علی تالیف ابن مسعود آخرھن حٰم الدخان۔ اول مفصل کی بیس سورتیں جن کی اخیر حٰم الدخان ہے حضرت ابن مسعود کی تالیف کے مطابق۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس ترتیب سے قرآن جمع فرمایا تھا وہ حضرت عثمان کی ترتیب کے علاوہ ہے۔ اس میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ بقرہ پھر نساء پھر آل عمران ہے۔ اور فضائل القرآن میں راوی نے ترتیب عثمانی کے مطابق ذکر کیا ہے قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب میں صحابہ کرام کے مابین اختلاف اس کی دلیل ہے کہ سورتوں کی ترتیب صحابہ کرام نے اپنی صوابدید پر رکھا ہے۔ یہ منزل من اللہ نہیں۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ مصحف عثمان میں سورتوں کی جو ترتیب ہے وہ صحابہ کرام کے اجماع سے ہے اور متواتر ہے۔ اس

؏ اذان باب الجمع بین السورتین ص۱۰۷ ثانی فضائل القرآن باب تالیف القرآن ص۷۴۷ باب الترتیل فی القرآن ص۷۵۳ مسلم مسافرین۔ ابو داؤد رمضان۔ نسائی صلوٰۃ۔ مسند امام احمد اول ص۳۸۰

ت (۱۶۰) وَقَالَ عَطَاءٌ آمِينُ دُعَاءٌ أَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَاءَهُ

امام عطاء نے فرمایا آمین دعا ہے۔ ابن زبیر اور ان کے پیچھے والوں نے آمین کہی آواز

حَتّٰى إِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً

یہاں تک کہ مسجد میں گونج پیدا ہو گئی۔

ت (۱۶۱) وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُنَادِي الْإِمَامَ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام سے بلند آواز میں کہتے۔

ے اس کی رعایت واجب ہے نماز میں اس کے خلاف پڑھنا مکروہ ہے۔
ابوداؤد میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مندرجہ ذیل تفصیل کے ساتھ سورتوں کو ملاتے تھے۔ سورۂ رحمن اور سورۂ نجم ایک رکعت میں۔ سورۂ اقتربت اور الحاقہ ایک رکعت میں۔ سورہ والذاریات اور الطور ایک رکعت میں اور الواقعہ اور نون ایک رکعت میں۔ سأل سائل اور النازعات ایک رکعت میں اور ویل للمطففین اور عبس ایک رکعت میں۔ المدثر اور المزمل ایک رکعت میں اور ھل اتی اور لا اقسم ایک رکعت میں، عم یتساءلون اور مرسلت ایک رکعت میں، اذا الشمس کورت اور الدخان ایک رکعت میں۔

تشریحات (۱۶۰) آمین، اسم فعل۔ استجب کے معنی میں ہے۔ یعنی میری دعا قبول فرما۔ اسے آمین بغیر مد کے بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور مد کے ساتھ بھی۔ مصنف عبد الرزاق میں ایک ضعیف روایت آئی ہے کہ اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ہے۔ اور اسی کے مثل ہلال بن یساف تابعی سے بھی منقول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اس کا معنی اللہ ہی جانتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو دعا آمین پر ختم کی جائے وہ ضرور قبول ہوگی۔ تامین باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اس کے معنی آمین کہنا۔ نماز میں امام مقتدی منفرد اور بیرون نماز کے باہر قاری کو سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا سنت ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ آمین قرآن مجید کا جز نہیں۔

امام عطاء کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آمین دعا ہے اس لئے اسے امام اور مقتدی سبھی کہیں گے۔ قرآن مجید نہیں کہ صرف امام پڑھے مقتدی نہ پڑھیں۔ اپنے اس قول کی تائید میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل ذکر فرمایا۔ اس اثر کو عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریحات (۱۶۱) تکمیل:۔ مصنف ابن ابی شیبہ محلی لابن حزم میں ہے بحرین میں علاء بن حضرمی امام تھے اور حضرت ابو ہریرہ مؤذن۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے یہ شرط کی تھی کہ مجھ سے پہلے آمین مت کہنا۔ بیہقی میں

ع اذان باب الجہر بالتامین ص ۱۰۷

لا تفتنی بآمین ع۴

میری آمین مت فوت کرنا۔

ت (۱۶۲) وقال نافع کان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لا یدعہ

اور نافع نے کہا حضرت ابن عمر اسے چھوڑتے نہیں تھے۔ اور لوگوں کو اس پر ابھارتے تھے

ویحضھم وسمعت منہ فی ذالک خیرا ع۵

اور میں نے ان سے اس بارے میں بہت اچھی بات سنی ہے

حدیث (۴۹۷) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اذا امن الامام فامنوا فانہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم لوگ بھی آمین کہو

من وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ ع۶

اس لئے کہ جس کا آمین کہنا ملائکہ کے آمین پڑھنے کے موافق ہوگا اس کے تمام اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروان کے موذن تھے۔ مروان سے یہ شرط کر رکھی تھی کہ جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ یعنی ابوہریرہ صف میں داخل ہو گئے ولا الضالین نہ کہنا۔ ہوتا یہ کہ جب مروان آمین کہتا تو حضرت ابوہریرہ آمین کہتے اس پر اپنی آواز کھینچے۔ اور فرماتے جب زمین والوں کا آمین کہنا آسمان والوں کے آمین کہنے کے موافق ہوگا تو انھیں یعنی زمین والوں کو بخش دیا جائے گا۔ ان دونوں میں تعارض نہیں ہو سکتا ہے کہ بحرین میں حضرت علاء کے بھی موذن رہے ہوں اور کبھی مدینے میں مروان کے بھی۔

ان آثار کے لانے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ آمین امام اور مقتدی دونوں کو کہنا ہے اور یہ کہ بلند آواز سے کہنا ہے

تشریحات (۱۶۲) امام عبد الرزاق نے اس کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب ام القرآن (سورہ فاتحہ) ختم کرتے تو آمین کہتے جب بھی اسے ختم کرتے تو اسے نہیں چھوڑتے اور لوگوں کو اس پر ابھارتے۔ یہ امام مقتدی، منفرد سب کو عام ہے نماز و بیرون نماز سب کو شامل ہے۔

ع۴ الفاضل۔ ع۵ اذان باب الجھر بالتامین ص۱۰۷۔ ع۶ اذان باب الجھر بالتامین ص۱۰۸ ثانی الدعوات باب التامین ص۹۴۷ مسلم صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ، ملائکۃ، ابن ماجہ ابوداؤد صلوٰۃ۔

حدیث (۴۹۸)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ اَحَدُکُمْ آمِیْنَ وَقَالَتِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی آمین کہے۔ اور آسمان

تشریحات ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، آمین بالجہر۔ امام بخاری نے آمین بالجہر پر دو باب باندھے۔ ایک مطلق اس میں نہ امام کی تخصیص اور نہ مقتدی کی۔ دوسرا باب خاص مقتدی کے لئے۔ حیرت اس پر ہے کہ امام بخاری جیسے امیر المومنین فی الحدیث اور امام ائمۃ المحدثین کو ایک بھی حدیث ایسی نہیں ملی جس سے امام اور مقتدی یا ان میں سے کسی ایک کے لئے بلند آواز سے آمین کہنے کا اثبات ہوتا۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ امام بخاری کی شرط پر کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں جس سے بلند آواز سے آمین کہنے کا ثبوت مل سکے۔ اس مسئلہ پر دو باب باندھ کر کوئی حدیث نہ لانا کیا معنی رکھتا ہے۔ اور جو حدیث لائے ہیں ان سے کسی طرح بلند آواز سے آمین کا ثبوت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ہر ذی عقل پر ظاہر ہے۔

آج کل غیر مقلدین مسلمانوں میں فساد اور شورش مچانے کے لئے بلند آواز سے آمین کہنے پر چھیڑ خانیاں کرتے رہتے ہیں آمین بالجہر زبردستی کہلاتے ہیں۔ اس میں اتنا تشدد برتتے ہیں کہ جہاں ان کی اکثریت ہے وہاں احناف اگر رفع یدین نہیں کرتے یا آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تو انھیں مسجدوں میں نماز نہیں پڑھنے دیتے۔ ایک غیر مقلد مجتہد نے اس حدیث سے آمین بالجہر یوں ثابت کیا ہے۔ کہ حدیث میں جب یہ ہے کہ امام جب آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، اگر امام بلند آواز سے آمین نہیں کہے گا تو مقتدیوں کو پتہ کیسے چلے گا کہ امام نے آمین کہا۔ **اقول۔** اولاً اس شان اجتہاد کی داد نہیں دی جاسکتی۔ جب ایک ہی حدیث کے بعد یہ حدیث موجود ہے۔ کہ امام جب ولا الضالین کہے تو آمین کہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ امام کب آمین کہے گا۔ اس حدیث سے سب کو معلوم ہوگیا کہ امام ولا الضالین کے بعد آمین کہے گا۔ اب پہلی حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ امام ولا الضالین کے بعد آمین کہتا ہے اسی وقت تم بھی آمین کہو۔ آپ کی اس مجتہدانہ اپج سے بقول آپ کے یہ تو ثابت ہوگیا کہ امام بلند آواز سے آمین کہے مگر مقتدی کے لئے بلند آواز سے آمین کا اثبات اب بھی نہ ہوا۔

تطفل برابن حجر اس پر علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ مقتدی کو کسی وجہ سے یہ حکم نہ معلوم ہو تو ـــــ کیا عرض کروں بہت بڑے بزرگ کی بات ہے مگر ادب کے ساتھ گزارش ہے کہ مقتدی دور ہو امام کی آواز نہ سنتا ہو تو۔ نیز یہی حکم نہ معلوم ہو کہ امام کے ساتھ آمین ہمیں بھی کہنا ہے تو۔ نیز سری نمازوں میں مقتدی آمین کب پڑھے گا آپ تو سری نمازوں میں بھی آمین پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔

لطیفہ یہی حال ان تمام احادیث کا ہے جن سے بقول غیر مقلدین آمین بالجہر کا اثبات ہوتا ہے کہ اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو صرف امام کیلئے مقتدیوں کو بھی بلند آواز سے کہنا چاہئے اس کا ثبوت کسی حدیث سے کسی طرح نہیں۔

لطیفہ ثانیہ بلکہ ان احادیث میں نظر دقیق ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آمین کہیں گے۔ اس لئے کہ فرشتے

الملائکۃ فی السماء آمین فوافقت احدٰھما الاخریٰ غفر لہ ما

میں فرشتے بھی آمین کہیں اور ایک جماعت کا قول دوسرے کے موافق ہو جائے تو اس کے تمام پچھلے

تقدم من ذنبہ ع٥

گناہ بخش دیے جائیں گے

آہستہ آمین کہتے ہیں اگر وہ بلند آواز سے کہتے تو ضرور سنائی دیتا۔ اور موافقت میں اصل کمالِ موافقت ہے۔ یعنی جہاں تک ہو سکے ہر طرح موافقت ہو یعنی وقت میں بھی موافقت ہو اور وصف میں بھی ہو۔ وصف میں موافقت یہ ہے کہ جیسے فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں ویسے ہی نمازی بھی آمین کہیں۔ تو بخاری کی اس حدیث سے ثابت کہ آہستہ آمین کہنا سنت ہے۔

اس پر یہ شبہ کیا جا سکتا ہے کہ بخاری ہی کی دوسری حدیث میں ہے کہ اور فرشتے آسمان میں آمین کہیں اور ظاہر ہے کہ آسمان کی آواز کیے سنیں گے۔ اقول وباللہ التوفیق۔ یہ صحیح ہے کہ بعض روایتوں میں۔ فی السماء۔ ہے مگر بخاری کی یہاں مذکور تیسری حدیث میں۔ فی السماء نہیں۔ اس لئے ملائکہ سے صرف آسمان کے فرشتے مراد نہیں بلکہ وہ فرشتے ہیں جو اس نماز میں شریک ہیں خواہ وہ آسمان کے ہوں خواہ زمین کے جیسا کہ سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا۔ اب اگر آسمان کے فرشتوں کی آواز نہیں سن سکتے تو اگر زمین والے بلند آواز سے آمین کہتے تو یہ ضرور سنائی دینا چاہیے تھا۔

فائدہ یہاں اس سلسلے کی مذکور تیسری حدیث میں جو جہر الماموم بالتامین کے تحت ہے، یہ ہے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اس سے بظاہر امام کے آمین کہنے کا ثبوت نہیں ہوتا۔ بلکہ تقسیم سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام آمین نہیں کہے گا لیکن جب دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ امام بھی کہے گا تو وہ احادیث اس کی مبین ہوئیں۔

اس حدیث سے آمین بالجہر پر استدلال کرتے ہوئے ابن منیر نے کہا ہے۔ کہ جب قول کا حکم ہوتا ہے تو اصل یہ ہے کہ وہ جہری ہو اور اگر اس سے مراد سری ہوتا ہے تو سری کی قید ضروری ہوتی ہے۔ اس لئے اصل کے لحاظ سے جہری قول مراد ہوگا۔ اقول وباللہ التوفیق یہ قاعدہ صحیح نہیں۔ بہت سی جگہ قول مطلق ہے اور مراد سری یا نفسی ہے۔ مثلاً حدیث ۲۹ میں گزر چکا کہ حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو۔ ربنا ولک الحمد بالاتفاق آہستہ کہا جاتا ہے

آمین بالسر کے دلائل ہمارا مذہب یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آمین آہستہ کہیں گے۔ اور یہی امام مالک کا بھی ایک قول ہے۔ اور امام شافعی کا قول جدید بھی یہی ہے۔ غالباً احناف کے دلائل پر مطلع ہو کر رجوع فرمالیا۔ ورنہ قول قدیم ان کا یہ ہے کہ بلند آواز سے کہنی چاہیے۔ یہ اختلاف صرف افضلیت میں ہے ورنہ بالاتفاق دونوں جائز ہیں مگر ہمارے یہاں آہستہ افضل ہے اور امام شافعی کے قول قدیم میں بلند آواز سے ہمارے دلائل یہ ہیں۔

ع٥۔ باب فضل التامین ص۱۰۸ نسائی صلوٰۃ ملائکۃ۔ ۵ جلد ثانی ص۲۲۰

حدیث (۴۹۹)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے

امام احمد ابوداؤد طیالسی اور ابویعلیٰ اپنی اپنی مسانید میں اور طبرانی اپنی معجم میں دارقطنی اپنی سنن میں اور امام حاکم اپنے مستدرک میں شعبہ کی یہ حدیث روایت کی۔

عن سلمة بن کھیل عن حجر بن العنبس عن علقمة بن وائل عن ابیه انه صلے مع النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال آمین واخفی بها صوته۔ ولفظ الحاکم فی العزاءات وخفض بها صوته۔

علقمہ اپنے والد حضرت وائل سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب حضور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے تو آمین کہا اور اپنی آواز پست فرمائی۔

امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔

شبہات امام ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت سفیان کے طریقے سے اپنی سند کے ساتھ باسقاط علقمہ اس حدیث کو روایت کیا اس میں فجھر بآمین ہے۔ یعنی آمین بلند آواز سے کہا۔ نیز نسائی نے اپنی سند کے ساتھ عبدالجبار بن وائل عن ابیہ روایت کیا اس میں ہے رفع بھا صوتہ۔

علامہ بدرالدین محمود عینی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ابوداؤد اور ترمذی نے جو روایت کیا اس کے معارض خود امام ترمذی کی وہ حدیث ہے جو امام شعبہ سے اسی سند کے ساتھ تھوڑے تغیر کے ساتھ مروی ہے بجائے حجر بن عنبس کے حجر ابی العنبس ہے۔ اس میں ہے وخفض بھا صوتہ۔ اس حدیث پر جرح کرتے ہوئے امام ترمذی نے کہا میں نے محمد بن اسماعیل یعنی امام بخاری سے سنا وہ کہتے تھے سفیان کی حدیث شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ شعبہ نے کئی جگہ خطا کی انھوں نے حجر ابی العنبس کہا حالانکہ حجر بن العنبس ہے ان کی کنیت ابوالسکن ہے۔ اور اس میں علقمہ کو بڑھا دیا حالانکہ علقمہ کے واسطے کے بغیر حجر ابو وائل راوی ہیں، خفض بھا صوتہ۔ کہا حالانکہ مد بھا صوتہ ہے۔

اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا۔ امام شعبہ جیسے جلیل القدر مسلم الثبوت محدث کے لئے یہ کہنا کہ انھوں نے خطا کی، خطا ہے۔ کیسے ان کی طرف خطا کی نسبت درست ہو سکتی ہے جبکہ وہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ اور یہ کہنا کہ حجر ابی العنبس نہیں، غلط ہے۔ یہ ابو العنبس بھی ہیں اور حجر بن عنبس بھی۔ اس پر ابن حبان نے الثقات میں جزم کیا اور کہا۔ ان کی کنیت ان کے باپ کے نام پر ہے یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی کنیت ابوالسکن بھی ہو اور ابوالعنبس بھی ہو۔ ایک شخص کی دو کنیت ہو سکتی ہے۔ نیز ابوداؤد میں حجر ابی العنبس ہے۔ اور علقمہ کا

لے صلوۃ باب التامین ودراالامام ص ۱۳۴

عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ فَاِنَّ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ

تو تم لوگ آمین کہو۔ اس لئے کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گا

الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ؎

اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

زائد ہونا مضر نہیں ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ خصوصاً شعبہ جیسے امام کی۔ رہ گیا۔ خفض بہا صوتہ اور مد بہا صوتہ کا معاملہ تو خفض بہا صوتہ۔ کی موید دار قطنی کی روایت ہے۔ جو انھیں حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے اس میں اخفی بہا صوتہ ہے اس روایت پر دار قطنی نے یہ طعن کیا کہ اس میں شعبہ سے وہم ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ سفیان ثوری اور محمد بن سلمہ بن کہیل وغیرہ نے انھیں سلمہ بن کہیل سے جو روایت کی ہے اس میں۔ رفع بہا صوتہ ہے۔ اسی طرح صاحب تنقیح نے اس پر یہ طعن کیا کہ بیہقی نے بطریق ابو الولید طیالسی خود شعبہ سے جو روایت کیا ہے۔ اس میں رافعا صوتہ ہے۔ یہ خود شعبہ کی روایت سفیان کی روایت کے موافق ہے۔ بیہقی نے معرفت میں کہا۔ اس روایت کی اسناد صحیح ہے۔ شعبہ نے خود کہا کہ سفیان احفظ ہیں۔ یحیٰ قطان اور یحیٰ بن معین نے کہا جب شعبہ اور سفیان میں مخالفت ہو تو سفیان کی بات قبول کی جائے گی۔ یہ بھی کہا کہ امام بخاری وغیرہ نے اجماع کیا کہ اس روایت میں شعبہ سے خطا ہوئی۔ ان سب کے جواب میں علامہ عینی فرماتے ہیں۔

شعبہ اور سفیان دونوں امام عظیم ہیں اور دونوں ایک پائے کے ہیں۔ پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ شعبہ ہی سے وہم ہوا ہو سکتا ہے سفیان سے وہم ہوا ہو۔ اگر شعبہ معصوم نہیں تو سفیان بھی معصوم نہیں۔ پھر اس پر اصرار کہ شعبہ ہی سے وہم ہوا، مکابرہ ہے۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں اسناد صحیح ہوں۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے فرمایا کہ جہر کے ساتھ آمین کہنا بھی ثابت ہے اور پست آواز سے بھی کہنا ثابت ہے۔ اور ہر ایک پر ایک ایک جماعت نے عمل کیا ہے۔

اقول۔ امام شعبہ نے جو یہ کہا کہ سفیان مجھ سے احفظ ہیں۔ مگر خود سفیان ثوری نے کہا کہ شعبہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں ابو طالب نے امام احمد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ شعبہ حدیث میں سفیان سے احسن ہیں شعبہ کے زمانے میں شعبہ کے مثل یا ان کو اچھا حدیث میں کوئی نہیں تھا ان کو اس کا پورا پورا حصہ ملا تھا۔ امام نسائی نے کہا میں نے ابو عبد اللہ بخاری سے پوچھا شعبہ اثبت ہیں یا سفیان، تو انھوں نے فرمایا کہ سفیان حافظ اور صالح شخص تھے۔ شعبہ ان سے زیادہ اثبت اور اتقی تھے۔ یہ سب تہذیب التہذیب میں ہے۔

ایسی صورت میں جبکہ حدیث میں تعارض ہے تو ان میں کسی ایک کو کسی اور دلیل سے ترجیح دیں گے۔ حدیث کے بعد دلیل شرعی صرف قیاس ہے۔ اس لئے اس سے ترجیح دی جائے گی اور قیاس اس کا مقتضی ہے۔ کہ ترجیح سراً آمین کہنے کو ہے۔ اس لئے کہ اس پر فریقین کا اتفاق ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل بتر ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

؎ - اذان باب الجهر المأموم بالتامين ص ۱۰۸ ثانی تفسیر سورہ فاتحہ ص ۶۴۲ مسلم صلوۃ۔ ابوداؤد صلوۃ

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۔ اپنے رب سے دعا کرو گڑ گڑاتے ہوئے آہستہ بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

اعراف ۵۵

ابن قطان نے مذکورہ بالا جرحوں کے علاوہ ایک اور جرح کی تھی۔ کہ حجر کا حال معلوم نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ حجر کا حال اگر آپ کو نہیں معلوم تو نہ معلوم ہو مگر صرف آپ کے نہ جاننے سے وہ مجہول نہ ہو جائیں گے۔ ان کا حال کیسے نہیں معلوم۔ حالانکہ وہ صحابی ہیں۔ بغوی ابو الفرج ابن اثیر وغیرہ نے انھیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔ اگر کوئی صحابی نہ مانے تو تابعی یقیناً ہیں۔ ایک جماعت نے ان کی تعریف کی انھیں ثقہ کہا۔ انھیں میں خطیب بغدادی بھی ہیں۔ انھوں نے لکھا۔ کہ یہ نہروان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گئے اور مدائن میں ان کے رہنے والے ثقہ مشہور ہیں۔ رہ گیا حجر اور حضرت وائل کے بیچ میں علقمہ کا توسط ہو سکتا ہے یہ حدیث علقمہ سے بھی سنی ہو اور وائل سے بھی۔ سامنا ہے۔ یہ ثقہ ہیں ان کی حدیث سے متعدد ائمہ دلیل لائے ہیں۔ ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا۔ ابن معین نے کہا کوفہ کے بھی علو سند کے لئے علقمہ کو ساقط کر کے براہ راست حضرت وائل سے روایت کی۔ کبھی علقمہ کے واسطے سے یہ کیا اعتراض کی بات ہے۔

دوم امام محمد نے کتاب الآثار میں یہ حدیث روایت کی۔

حدثنا ابوحنيفة حدثنا حماد بن ابي سليمان عن ابراهيم النخعي قال اربع يخفيهن الامام التعوذ و بسم الله الرحمٰن الرحيم و سبحانك اللّٰهم و آمين

حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا چار چیزوں کو امام آہستہ کہے گا۔ اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور سبحانک اللہم اور آمین۔

اس اثر کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں تھوڑے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس میں سبحانک اللہم کے بجائے اللہم ربنا ولک الحمد ہے۔ پھر دوسری سند کے ساتھ اس کی تخریج کی۔ اس میں یہ ہے پانچ چیزوں کو امام آہستہ ادا کرے۔ اس میں سبحانک اللہم بھی ہے۔

سوم طبرانی نے تہذیب الآثار میں روایت کیا کہ حضرت عمر اور حضرت علی بسم اللہ اور آمین کو بلند آواز سے نہیں ادا کرتے تھے۔ نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ وہ آمین پست آواز سے کہتے تھے۔

چہارم حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو سکتہ یاد رکھا ہے۔ ایک سکتہ تکبیر کے بعد اور ایک سکتہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے بعد۔ عمران بن حصین نے اس سے انکار کیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا گیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ سمرہ نے سچ کہا۔[۱]

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ولا الضالین کے بعد جو سکتہ تھا وہ سانس درست کرنے کے لئے تھا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ مقتدی پہلے آمین کہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد میں۔ یہ حدیث صحیح کے معارض ہے۔ ابھی حدیث گزری کہ فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ اور فا تعقیب کے لئے ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ سکتہ آمین کہنے کے لئے تھا۔

تنقیح ابو داؤد میں بطریق ابو مسعود جو روایت ہے وہ یہی ہے۔ جو مذکور ہوئی اس کے بعد خود ابو داؤد میں اور ترمذی میں بطریق محمد بن مثنیٰ جو روایت ہے اس میں یہ ہے۔ سعید نے قتادہ سے پوچھا یہ دونوں سکتے کیا ہیں تو انھوں نے بتایا۔ نماز شروع کرنے کے بعد

---

[۱] ابو داؤد اول صلوٰۃ باب ما یستفتح بہ الصلوٰۃ ص ۱۱۳ ترمذی اول صلوٰۃ باب ما جاء فی السکتتین ص ۳۴ ۔

حدیث (۵۰۰)
عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اَنَّہٗ اِنْتَھٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ
حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

اور قرأت سے فارغ ہونے کے بعد۔ پھر اس کے بعد کہا جب ولا الضالین پڑھ لیتے۔

اقول وباللہ التوفیق۔ بظاہر اس حدیث میں اضطراب ہے۔ دوسرے سکتے کے بارے میں بعض روایتوں میں یہ ہے کہ پوری قرأت سے فارغ ہونے کے بعد یا سورہ فاتحہ اور دوسری سورہ پڑھنے کے بعد۔ اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ ولا الضالین پڑھنے کے بعد۔ اس اضطراب کو یوں دور کیا جاسکتا ہے کہ اصل میں تین سکتے ہیں۔ ایک تکبیر تحریمہ کے بعد دوسرا ولا الضالین کے بعد تیسرا سورہ کی قرأت کے بعد رکوع سے پہلے۔ روایتوں میں اختصار ہوگیا ہے۔ سب کو جمع کیا جائے تو حاصل یہی نکلتا ہے۔ اس پر قرینہ۔ ترمذی کی روایت کی یہ زیادتی ہے۔ کہ حضور کو یہ پسند تھا کہ قرأت سے فارغ ہونے کے بعد کچھ سکوت فرمائیں تاکہ سانس درست ہو جائے۔ حالانکہ ترمذی میں یہ بھی ہے کہ ایک سکتہ ولا الضالین کے بعد تھا اگر اس وقت سانس درست کرنے کے لئے سکتہ مانا جائے تو احادیث صحیحہ پر کما حقہٗ عمل نہیں ہو پائے گا۔ اس لئے کہ ابھی حدیث گزری کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو فا تعقیب بلا تراخی کے لئے ہے۔ تو اس حدیث کے مطابق امام کے ولا الضالین کہتے ہی مقتدی بلا تاخیر آمین کہیں۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ امام جب آمین کہے تو آمین کہو یہاں بھی فا ہے۔ اس حدیث کا مفاد یہ ہے۔ کہ امام کے آمین کہنے کے بعد مقتدی آمین کہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ اگر ترمذی کی اس زیادتی کو ولا الضالین کے بعد کیلئے مانیں تو امام پہلے سانس درست کرے گا پھر آمین کہے گا۔ اب مقتدی آمین نہیں کہیں گے۔ تو امام کے ولا الضالین کہنے اور مقتدی کے آمین کہنے کے مابین فصل ہوگیا اور ابھی گزرا کہ امام کے ولا الضالین کہتے ہی فوراً بلا تاخیر مقتدی آمین کہیں اس لئے جمعا بین الاحادیث۔ ترمذی کی اس زیادتی۔ حتی یتراد نفسہ۔ کو رکوع سے پہلے مانیں۔ اب ترمذی کی اس روایت سے تین سکتوں کا ثبوت ہوگیا اس طرح اس حدیث کا اضطراب دور ہوگیا۔ فللہ الحجۃ السامیہ

تشریحات ۵۰۰
ولا تعد۔ کی تین توجیہ ہے۔ ایک یہ کہ آئندہ ایسا مت کرنا کہ صف میں داخل ہونے سے پہلے ہی رکوع کرلینا جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب نماز کے لئے آؤ تو صف میں داخل ہونے سے پہلے ہی رکوع مت کیا کرو۔ جب تک صف میں اپنی جگہ نہ لو۔ دوسرے یہ کہ نماز کے لئے دوڑ کر مت آنا کہ سانس پھول جائے۔ جیسا کہ انھیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز قائم ہو جائے تو دوڑ کر مت آؤ۔ اطمینان کے ساتھ آؤ جو پاؤ پڑھ لو جو رہ جائے بعد میں پوری کرلو تیسرے یہ بھی معنی بن سکتا ہے کہ آئندہ اتنی دیر مت کرنا۔

ایک شبہ اور جواب
اس حدیث کی سند میں ہے عن الحسن عن ابی بکرۃ۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت حسن کا حضرت ابوبکرہ سے سماع ثابت نہیں۔ یہ بذریعہ احنف حضرت ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت حسن نے حضرت ابوبکرہ سے سنا ہے۔ اس پر اسی حدیث کی نسائی میں جو سند ہے وہ دلیل ہے۔ اس میں یہ ہے۔ اخبرنا الحسن ان ابابکرۃ حدثہ۔

تعالیٰ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر

جب آپ اور حضور رکوع میں تھے تو انھوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر لیا۔ نبی صلے اللہ

ذالک للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال زادک اللہ حرصا و

تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو فرمایا اللہ تیرے شوق کو اور زیادہ کرے۔ دوبارہ

لا تعد۔ ع

ایسا مت کرنا۔

حدیث ۵۰۱

عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انھوں نے

صلی مع علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالبصرۃ فقال ذکرنا ھذا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بصرہ میں نماز پڑھی تو کہا ان صاحب نے وہ نماز یاد

مسائل صف میں داخل ہونے سے پہلے ہی رکوع کر کے صف تک جانا مفسد صلوٰۃ نہیں۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرہ کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ البتہ یہ مکروہ ہے۔ البتہ یہ فاصلہ اگر زائد ہو کہ چلنا عمل کثیر میں داخل ہو جائے۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر کوئی صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ مقتدی امام کو جس حال میں پائے شریک ہو جائے اس بارے میں حدیث میں صریح حکم بھی مذکور ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص مجھے حالت قیام یا حالت رکوع یا حالت سجود میں پائے تو اسی حالت میں میرے ساتھ ہو جائے۔ رواہ سعید بن منصور۔

تشریحات (۵۰۱) بصرہ۔ اس میں چھ لغات ہیں۔ بار کو فتحہ، کسرہ، ضمہ، اور صاد کو سکون اور فتحہ اور کسرہ۔ اس کی طرف نسبت میں بھی دو لغت ہے بَصری بار کو فتحہ اور کسرہ دونوں۔ بصرہ بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آباد کردہ ہے۔ جس کی بنیاد ان کے حکم سے عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۷ھ میں رکھی تھی۔ یہ اس وقت دو فرسنگ چوڑا اور تین فرسنگ لمبا تھا ایک فرسنگ تین میل کا ہوتا ہے۔ بصرہ کے لغوی معنی وہ نرم پتھر ہے جس میں سفیدی جھلکتی ہو چونکہ یہ

ع اذان۔ باب اذا رکع دون الصف ص۱۰۸ ابوداؤد صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ۔ ۵ عمدۃ القاری جلد سادس ص۵۶۔

الرَّجُلُ صَلٰوۃً کُنَّا نُصَلِّیْھَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

دلادی جو ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے تھے

فَذَکَرَ اَنَّہٗ کَانَ یُکَبِّرُ کُلَّمَا رَفَعَ وَکُلَّمَا وَضَعَ ۔ ع۱

حضرت عمران نے ذکر کیا کہ وہ جب کبھی سر اٹھاتے اور جھکاتے تو تکبیر کہتے تھے۔

حدیث ۵۰۲

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تو جب جھکتے اور اٹھتے تو

بِھِمْ فَیُکَبِّرُ کُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَاِذَا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّیْ لَاَشْبَھُکُمْ

تکبیر کہتے اور جب فارغ ہوتے تو فرماتے میں نماز میں تم سب سے زیادہ

ایسے ہی سنگستان پر آباد ہے اس لئے اس کا نام بصرہ پڑ گیا۔ بصرہ میں کبھی بت کی پرستش نہیں ہوئی۔ یہ بھی قبۃ الاسلام اور خزانۃ العرب کہا جاتا ہے۔ یہ واقعہ جنگ جمل کے بعد کا ہے۔

تکمیل اس کے بعد والے باب میں تھوڑی تفصیل ہے کہ حضرت علی جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے جب اپنا سر اٹھاتے تو کہتے اور جب دوسری رکعت سے اٹھتے تو کہتے۔

فائدہ باب اس حدیث سے سمجھ میں آتا ہے کہ اس وقت تکبیرات انتقالات کو لوگوں نے چھوڑ دیا تھا جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی نے ہمیں وہ نماز یاد دلادی جو ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے تھے یا تو ہم بھول گئے تھے۔ یا ہم نے قصداً چھوڑ دیا تھا۔ جیسا کہ امام احمد اور امام طحاوی نے روایت کیا ہے۔ علاوہ ازیں بعض صحابہ اور تابعین کے بارے میں مذکور ہے کہ رکوع سے سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر نہیں کہتے تھے۔ بعض دوسرے سجدے میں جاتے ہوئے تکبیر نہیں کہتے تھے۔ بنی امیہ کے بہت سے افراد مثلاً زیاد، ولید بن عقبہ، حتیٰ کہ عمر بن عبد العزیز بلکہ حضرت معاویہ کے بارے میں بھی ایسا ہی کچھ منقول ہے۔ اس لئے امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا۔ رکوع میں تکبیر پوری کرنے کا بیان اور بعد میں سجدے کے بارے میں بھی یہی باب قائم فرمایا۔ ظاہریہ اور امام احمد ان تکبیرات کو واجب کہتے ہیں۔ جمہور خصوصاً امام اعظم امام مالک، امام شافعی وغیرہ سنت کہتے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رکوع میں جانا شروع کرے تو تکبیر بھی ساتھ ہی کہنی شروع کرے اور جب مکمل رکوع کرے تو بند کرے۔ اور اسی طرح سارے انتقالات میں کرے اور تکبیر میں مد کرے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ مد اسم جلالت پر کرے اور کہیں نہ کرے ورنہ معنی فاسد ہونے کی وجہ سے نماز بھی جائے گی۔ مثلاً اسم جلالت کے الف پر مد کرے گا تو جملہ سوالیہ ہو جائے گا یعنی کیا اللہ سب سے بڑا ہے۔ اور اگر اکبر کی بار پر مد کرے گا تو اکبار ہو جائے گا جس کے معنی

ع۱ اذان باب اتمام التکبیر فی الرکوع ص۱۰۸ باب اتمام التکبیر فی السجود ص۱۰۸ باب یکبر وھو ینھض من السجدتین ص۱۱۰۔

صَلٰوۃً بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ع۵

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ ہو

حدیث ۵۰۳

عَنْ عِکْرَمَۃَ قَالَ رَأَیْتُ رَجُلاً عِنْدَ الْمَقَامِ یُکَبِّرُ

عکرمہ نے کہا میں نے مقام ابراہیم کے پاس ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ

فِیْ کُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ وَاِذَا قَامَ وَاِذَا وَضَعَ فَاَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ

(نمازمیں) ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہتے اور جب کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو تکبیر کہتے تھے۔ میں نے

فَقَالَ اَوَلَیْسَ تِلْکَ صَلٰوۃُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا اُمَّ لَکَ۔ ع۶

حضرت ابن عباس کو یہ بتایا تو فرمایا کیا یہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز نہیں۔ تیری ماں نہ رہے۔

حدیث ۵۰۴

اَخْبَرَنِیْ اَبُوْبَکْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّہٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

سَمِعَ اَبَاھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے۔

تشریحات ۵۰۲، ۵۰۳

تکمیل اس کے بعد والے باب میں یہی حدیث یوں ہے۔ میں نے ایک بوڑھے شخص کے پیچھے مکے میں نماز پڑھی تو انھوں نے بائیس تکبیریں کہیں، میں نے ابن عباس سے کہا کہ وہ احمق ہے۔ اس پر ابن عباس نے کہا تیری ماں تجھے کھو دے یہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ امام طحاوی اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے اوسط میں یہ روایت کیا کہ یہ بزرگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن عباس کو جلال آیا کہ ایک عظیم المرتبت صحابی کو جو سنت کی پابندی کرتے تھے، عکرمہ نے احمق کہہ دیا تھا۔ اور یہ نماز ظہر تھی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تکبیرات انتقالیہ سنت ہیں۔

تشریحات ۵۰۴

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ امام بھی ربنا ولک الحمد کہے گا یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور احناف کا بھی مختار ہے۔ تحمید میں کئی صیغے آئے ہیں۔ بہتر یہ کہ سب کو جمع کرے یوں کہے اللھم ربنا ولک الحمد

ع۵ اذان باب اتمام التکبیر فی الرکوع ص۱۰۸ ع۶ اذان باب اتمام التکبیر فی السجود ص۱۰۸ باب التکبیر اذا قام من السجود ص۱۰۸

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ

جب رکوع سے اپنی پیٹھ اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ

یَرْکَعُ ثُمَّ یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ حِیْنَ یَرْفَعُ صُلْبَہٗ مِنَ

کہتے پھر کھڑے کھڑے ربنا لک الحمد

الرَّکْعَۃِ ثُمَّ یَقُوْلُ وَھُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَھْوِیْ

پھر جھکتے ہوئے تکبیر کہتے اور جب اپنا سر

ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَسْجُدُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ

اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے پھر جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر

ثُمَّ یَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی الصَّلٰوۃِ کُلِّھَا حَتّٰی یَقْضِیَھَا وَیُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ مِنَ

ایسے ہی اپنی پوری نماز میں کرتے یہاں تک کہ پوری فرما لیتے اور جب دو رکعت کے بعد بیٹھ کر اٹھتے تو

الثِّنْتَیْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ اللَّیْثِ وَلَکَ الْحَمْدُ

تکبیر کہتے۔ اور عبد اللہ بن صالح نے لیث سے روایت کرتے ہوئے و لک الحمد کہا

حدیث ۵۰۵

سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ یَقُوْلُ صَلَّیْتُ اِلٰی

مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت سعد بن وقاص کے

راجح یہ ہے کہ اس میں واؤ زائد ہے۔ جیسے بولتے ہیں۔ بعنی ھٰذا الثوب اس کے جواب میں مخاطب کہتا ہے نعم وھولک بدرھم۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ واؤ عاطفہ ہو اور معطوف علیہ محذوف اب عبارت یہ ہو گی ربنا حمدناک ولک الحمد وہ حدیثیں جن میں یہ مذکور ہے کہ ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہتے تھے۔ ان کی مخصص یہ حدیث ہے۔ اب ان احادیث کا حاصل یہ ہوا کہ رکوع سے اٹھنے کو مستثنیٰ کر کے ہر جھکنے اور اٹھنے میں تکبیر کہتے تھے۔ اسی لئے اس سے پہلے والی حدیث میں تکبیروں کے عدد بائیس ہی ہیں۔ وہ اسی تقدیر پر ہے کہ تسمیع کو ان میں شمار نہیں کیا گیا ہے۔

تشریحات ۵۰۵ کنا نفعلہ۔ فنھینا۔ و امرنا۔ جب کوئی صحابی فرمائیں تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے

ع۵ اذان باب التکبیر اذا قام من السجود ص ۱۰۹ مسلم ابوداؤد نسائی کلھم فی الصلوٰۃ۔

جنب اَبِي فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ فَنَهَانِي اَبِي وَ

میں نے اپنے باپ کے بغل میں نماز پڑھی تو میں نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملایا پھر ان کو اپنی دونوں رانوں کے درمیان رکھا تو

قَالَ كُنَّا نَفْعَلُهُ فَنُهِينَا عَنْهُ وَاُمِرْنَا اَنْ نَضَعَ اَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ عه

میرے والد نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا ہمیں اس سے منع کر دیا گیا اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں۔

حدیث ۵۰۶

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رُكُوْعُ النَّبِيِّ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رکوع اور

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُهُ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَاِذَا رَفَعَ

سجدہ اور دونوں سجدوں کا درمیانی وقفہ اور رکوع سے سر اٹھانے (اور سجدے میں جانے کا وقفہ)

مِنَ الرُّكُوْعِ مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَاءِ۔ لله

علاوہ قیام وقعود کے قریب قریب برابر تھا۔

یہ ارشاد ہر چند کہ صحابی کا ہے مگر حکماً حدیث مرفوع ہے کیونکہ صحابی کا مقصود اس سے شریعت کے احکام اور ممانعت اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے ہے۔ اب اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے کرتے تھے اور ہمیں حضور ہی نے منع فرما دیا۔ اور حضور ہی نے یہ حکم دیا کہ ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھیں۔ اس کی تائید حضرت ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے ہوتی ہے جسے سیف نے الفتوح میں ذکر کیا۔ کہ اس کے بارے میں مسروق نے حضرت ام المومنین سے پوچھا تو انھوں نے بیان فرمایا۔ کہ تطبیق یہود کا طریقہ تھا۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرما دیا (ابتدا میں) اہل کتاب کی موافقت ان چیزوں میں پسند تھی جن میں کوئی حکم نازل نہ ہوا ہو۔ پھر آخر میں ان کی مخالفت کا حکم دے دیا گیا۔

تشریح (۵۰۶)

قریبا من السواء سے متبادر ہوتا ہے کہ قیام وقعود کے علاوہ مذکورہ افعال میں بھی تفاوت ہوتا تھا مگر کم نیز یہ بھی کہ ان میں وقفہ تھا جو ان افعال کے معنی حقیقی کے مصداق سے کچھ زائد تھا۔ اسی وقفہ کو ہم طمانیت اور اعتدال کہتے ہیں۔

لله الصلوٰۃ۔ لله اذان

عه اذان باب وضع الاكف على الركب في الركوع ص ۱۰۹ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کلہم فی الصلوٰۃ۔ لله اذان

حد اتمام الركوع ص ۱۰۹ باب الطمانية حين يرفع راسه من الركوع ص ۱۱۰ باب المكث بين السجدتين ص ۱۱۳

لله عمدۃ القاری جلد ثالث ص ۶۴

حدیث ۵۰۷

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِیْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ

اپنے رکوع اور سجدے میں یہ پڑھتے تھے ۔ اے اللہ ہمارے پروردگار

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ۔ عہ

ہم تیری تسبیح تیری حمد کے ساتھ کرتے ہیں اے اللہ ہمیں بخش دے ۔

تشریحات ۵۰۷

کتاب التفسیر میں یہ زائد ہے کہ سورہ اذا جاء کے نزول کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو بھی نماز پڑھی اس میں دعا مذکور پڑھی ۔ وہیں دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدے میں بکثرت یہ دعا پڑھتے تھے ۔ قرآن پر عمل فرماتے تھے ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رکوع اور سجدے میں ذکر سنت ہے ۔ مخصوص اس دعا کا پڑھنا ضروری نہیں ۔ اور بھی متعدد دعائیں آئی ہیں ۔ ہمارے یہاں مختار یہ ہے کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا جائے ۔ جیسا کہ طحاوی ؎ میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب یہ آیت فسبح بحمد ربک العظیم نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اپنے رکوع میں کرلو اور جب سبح اسم ربک الاعلیٰ نازل ہوئی تو فرمایا اسے سجدے میں کرلو ۔ اسے ابوداؤد ؎ اور ابن حبان ؎ نے اپنی صحیح اور حاکم نے مستدرک میں بھی روایت کیا ہے ۔ ہمارے یہاں افضل یہ ہے کہ فرائض جب باجماعت پڑھے تو اسی پر اکتفا کرے کیونکہ جماعت میں تخفیف کا حکم ہوا ہے ۔ کیونکہ اس میں ضرورتمند ، بوڑھے ، بیمار سبھی رہتے ہیں ۔ بقیہ دعائیں جب تنہا پڑھے تو پڑھا کرے خواہ فرائض ہوں خواہ نوافل سنت یہ ہے کہ ان تسبیحات کو تین بار پڑھے جیسا کہ ابوداؤد ؎ ہی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب رکوع کرو تو تین بار سبحان ربی العظیم اور جب سجدہ کرو تو تین بار سبحان ربی الاعلیٰ پڑھو

اللھم اغفرلی

علامہ عینی نے فرمایا کہ دعائے مغفرت اللہ عزوجل کی طرف احتیاج اور اللہ پر یقین اور عبودیت کے اظہار اور بطور شکر ہے یا یہ ترک اولیٰ سے ہے ۔ یا یہ کہ اللہ عزوجل کی شان ارفع واعلیٰ کے اعتبار سے عبادت میں جو تقصیر ہوئی اس سے ہے ۔ علاوہ ازیں دعا کوئی بھی ہو وہ عبادت ہے ۔

عہ اذان باب الدعاء فی الرکوع ص۱۰۹ ثانی مغازی باب منزل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۱۵ تفسیر سورہ والفتح ص۷۴۳ باب التسبیح والدعاء فی السجود ص۱۱۳ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کلہم فی الصلوۃ ۔ ؎ شرح معانی الآثار صلوۃ باب مایقال فی الرکوع والسجود ص۱۱۵ ؎ اول صلوۃ باب مایقول الرجل فی الرکوع والسجود ص۱۲۶ ؎ عمدۃ القاری جلد سادس ص۶۹ ؎ ایضاً ؎ اول صلوۃ باب مقدار الرکوع والسجود ص۱۲۱

حدیث ۵۰۸

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ یُكَبِّرُ وَاِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَیْنِ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ کہہ لیتے تو اللہم ربنا ولک الحمد کہتے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رکوع کرنے لگتے اور جب رکوع سے سر اٹھانے لگتے تو تکبیر کہتے اور جب دونوں سجدوں سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔

حدیث ۵۰۹

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے۔

تشریحات ۵۰۸ یہاں باب ہے۔ امام اور مقتدی جب رکوع سے سر اٹھائے تو کیا کہے۔ اس حدیث سے صرف امام کا تسمیع و تحمید کہنا ثابت ہوتا ہے۔ مقتدی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ لزوماً اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صلوا کما رأیتمونی اصلی۔ جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھو۔

اذا رفع راسه اس میں حذف ہے۔ مراد یہ ہے کہ سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے جیسا کہ طیالسی کی روایت میں ہے۔ دونوں سجدوں کے درمیان تکبیر کہتے ورنہ رکوع سے اٹھتے ہوئے تکبیر نہیں سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے۔ جیسا کہ اسی حدیث میں ہے۔ تحمید کے لئے افضل یہی ہے کہ اللہم ربنا ولک الحمد کہے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔ مختلف روایتوں میں جو مختلف الفاظ آئے ہیں۔ یہ ان سب کا جامع ہے۔ معنوی حیثیت سے یہ افضل اس وجہ سے ہے کہ اس میں ندا دو بار ہے۔

تشریحات ۵۰۹ گزر چکا ہے کہ ہمارے یہاں مختار یہ ہے کہ امام اور منفرد تسمیع و تحمید دونوں کہیں گے اور مقتدی صرف تحمید۔ اس پر یہ حدیث دلیل صریح ہے۔ رہ گیا امام اور منفرد کا تحمید کہنا وہ پہلے والی حدیث سے ثابت ہے۔

---

۵ اذان باب ما یقول الامام ومن خلفه اذا رفع راسه من الركوع ص ۱۰۹۔

فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَلَهُ مَا

تو تم لوگ ربنا لک الحمد کہو۔ اس لئے کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگا اسے

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ؏

بخش دیا جائے گا۔

حدیث ۵۱۰

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَأُقَرِّبَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نبی

صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْنُتُ فِي

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز قریب کردوں تو ابو ہریرہ ظہر

معارضہ جو لوگ حدیث ۴۹۹ سے یعنی اذا قال الامام آمین فقولوا آمین سے آمین بالجہر پر اس منطق سے استدلال کرتے ہیں کہ قول میں اصل بلند آواز ہے جبتک کہ اس کے خلاف قرینہ نہ ہو۔ وہ لوگ اس حدیث کے بارے میں کیا کہیں گے یہاں بھی ہے فقولوا ربنا ولک الحمد۔ اور پست ہونے پر کوئی قرینہ نہیں۔ پھر وہ لوگ تحمید بھی آمین کی طرح بلند آواز سے کیوں نہیں کہتے۔

تشریحات ۵۱۰، ۵۱۱ یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین نمازوں میں قنوت پڑھتے تھے۔ ظہر، عشاء، فجر۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف دو نمازوں میں فجر اور مغرب میں۔

لیکن خود اسی بخاری کتاب التفسیر[۱] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی قوم پر بددعا یا کسی قوم کے لئے دعاء خیر کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے۔ یہاں کسی نماز کی تخصیص نہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ صرف کسی ایک نماز میں پڑھتے تھے اور اس کا بھی کہ سبھی نمازوں میں پڑھتے تھے۔ یا صرف انھیں تین مذکورہ نمازوں میں البتہ مسلم شریف میں ان کی جو حدیث[۲] ہے اس میں صلوٰۃ الفجر مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف صبح کی نماز میں قنوت پڑھا[۳]۔ بخاری تفسیر[۴] سورہ نساء اور کتاب الدعوات[۵] میں ہے کہ عشاء کی نماز میں سمع اللہ لمن حمدہ کہنے اور سجدے سے پہلے قنوت پڑھی جس میں یہ دعا کی۔ اے اللہ! عیاش بن ربیعہ اور ولید

؏ اذان باب فضل اللھم ربنا ولک الحمد۔ ص ۱۰۹ بدء الخلق باب اذا قال احدکم آمین ص ۴۵۸۔

[۱] باب لیس لک من الامر شیء ص ۶۵۵ [۲] باب استحباب القنوت ص ۲۳۷ [۳] ۔ [۴] باب قوله فعسى الله ان یعفو عنھم ص ۶۶۲ [۵] باب الدعا علی المشرکین ص ۹۴۶

الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَصَلٰوةِ الْعِشَاءِ وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ بَعْدَ

...عشاء اور صبح کی نماز کی آخری رکعت میں قنوت پڑھتے

مَا يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَيَدْعُوْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ[ع۱]

سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد مسلمانوں کے لئے دعا کرتے۔ اور کفار پر لعنت کرتے۔

حدیث ۵۱۱

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ الْقُنُوْتُ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ[ع۲]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فجر اور مغرب میں قنوت تھا۔

...ولید اور سلمہ بن ہشام کو نجات دے۔ اے اللہ تمام کمزور مسلمانوں کو نجات دے اے اللہ مضر پر اپنی پکڑ سخت کر اے ... ان پر یوسف علیہ السلام کی طرح قحط سالی کر۔ اس کے ایک باب کے بعد جو حدیث آرہی ہے۔ اس کے سیاق سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ تمام نمازوں میں قنوت پڑھتے تھے۔ ابوداؤد[ع۳] میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلسل ایک مہینے تک ہر نماز کے بعد قنوت پڑھتے تھے جب آخری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ پڑھتے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ دعائے قنوت کے دو مواقع ہیں۔ ایک جبکہ مکہ معظمہ میں مجبور و بیکس مسلمان پھنسے ہوئے تھے۔ تو ان کی رہائی کے لئے اور مضر کی ہلاکت کے لئے دعا فرمائی۔ اس کا امکان ہے کہ یہ دعا تمام نمازوں میں کی ہو جس کی مدت ان کی رہائی ہے۔ اور ایک ماہ تک نماز فجر میں۔ جو قنوت پڑھا وہ بیر معونہ اور سریہ رجیع کے واقعے کے بعد پڑھا جس میں رعل، ذکوان، عصیہ وغیرہ کی بربادی کی دعا کی۔ اس لئے ان روایات میں تعارض نہیں۔

یلعن الکفار کسی شخص معین پر لعنت کرنا اس وقت جائز ہے جب یہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ کفر پر مرا ہے جیسے فرعون، ابولہب وغیرہ۔ رہ گئے وہ لوگ جن کے بارے میں یقینی طور پر معلوم نہ ہو کہ یہ کفر پر مرے ہیں ان پر لعنت جائز نہیں اگرچہ وہ زندگی بھر حالت کفر میں رہے ہوں۔ البتہ کسی جماعت پر لعنت جائز ہے جیسے کافروں پر لعنت جیسا کہ امام غزالی وغیرہ نے لکھا ہے۔

ع۱ اذان باب ص۱۱۰ مسلم ابوداؤد نسائی کلھم فی الصلوٰۃ۔ ع۲ اذان باب ص۱۱۰

ع۳ وتر باب القنوت قبل الرکوع بعدہ ص۱۳۶ ۵۵ اول۔ صلوٰۃ۔ باب القنوت فی الصلوٰۃ ص۲۰۰

حدیث ۵۱۲

عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّي وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ

ہم لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب حضور نے

رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ

رکوع سے اپنا سر اٹھایا اور سمع اللہ لمن حمدہ کہا۔ تو ایک صاحب نے حضور

رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ

کے پیچھے کہا ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ جب حضور نماز سے فارغ

قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ قَالَ أَنَا قَالَ رَأَيْتُ بِضْعَةً وَثَلٰثِينَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا

ہو گئے تو پوچھا ان کلمات کا کہنے والا کون ہے۔ انھوں نے عرض کیا۔ میں تو فرمایا میں نے تیس سے اوپر کچھ فرشتوں کو دیکھا کہ

أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ ؏

ان کی طرف تیزی سے بڑھے کہ ان کو پہلے لکھ لیں۔

تشریحات ۵۱۲

یہ صاحب خود حضرت رفاعہ ہی تھے۔ جیساکہ نسائی میں یوں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو مجھے چھینک آئی اور میں نے یہ کہا۔ الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ کما یحب ربنا ویرضی۔ نماز کے بعد حضور نے پوچھا۔ تو کوئی نہیں بولا۔ دوبارہ دریافت فرمایا تو میں نے بتایا۔ اخیر میں لکھنے کے بجائے یہ ہے کہ اسے اوپر لے جائے۔ اور یہ نماز مغرب کی تھی۔ جیساکہ بشر بن عمر زہرانی کی روایت میں ہے۔ یہ فرشتے، مقررہ کراماً کاتبین کے علاوہ تھے۔

ان تینوں حدیثوں پر امام بخاری نے صرف "باب" بلا عنوان لکھا ہے۔ اصیلی کی روایت میں یہ بھی نہیں ہے۔ اس کے پہلے ربنا ولک الحمد کا باب باندھا تھا۔ اس باب میں خاص ربنا ولک الحمد کی فضیلت مذکور نہیں۔ مگر اس کے متصل اذکار و ادعیہ کا ذکر ہے۔ جن میں سے بعض کے فضائل بھی مذکور ہیں۔ تو اسے اگلے باب سے یک گونہ مناسبت ہو گئی۔ اور چونکہ یہاں نماز کی ترکیب کا تذکرہ چل رہا ہے اور ان احادیث میں جو دعائیں مذکور ہیں وہ عام نمازوں کی نہیں۔ بلکہ مخصوص نمازوں کی ہیں اس لئے ان افادا

؏ اذان باب ص۱۱۰ ابوداؤد نسائی۔

ت ۱۶۳ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ ؎

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (سجدے میں جاتے تو) گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھ رکھتے۔

حدیث ۵۱۳ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ فَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يَقُولُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

عبد الرحمن بن الحارث بن ھشام اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر نماز میں فرض یا کچھ اور، رمضان میں ہو یا اور دنوں میں تکبیر کہتے تھے۔ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے پھر کہتے سمع اللہ لمن حمدہ پھر سجدہ کرنے سے پہلے ربنا ولک الحمد کہتے۔

کو باب بلاعنوان قائم کرکے علیٰحدہ ذکر فرمایا۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ بلند آواز سے ذکر جائز ہے۔ اگرچہ وہاں لوگ نماز و اذکار میں مصروف ہوں مگر یہ ضروری ہے کہ اس سے ان لوگوں کو خلل نہ ہو۔

مطابقت ۱۶۳ یہاں باب یہ ہے۔ سجدہ کرتے وقت تکبیر کہتے ہوئے جھکے۔ اس اثر میں سجدے کے لئے جھکنے کی ایک کیفیت مذکور ہے۔ اتنی مناسبت بھی کافی ہے۔ اس اثر کو حاکم ابن خزیمہ دار قطنی بیہقی طحاوی نے روایت کیا ہے۔ حضرت امام مالک کا اور بروایتے امام احمد کا یہی مذہب ہے کہ سجدے میں جاتے وقت پہلے ہاتھ زمین پر رکھے پھر گھٹنے۔ ہمارا اور امام شافعی اور امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ پہلے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ پھر سر۔ یعنی جو عضو زمین سے زیادہ قریب ہے اسے پہلے زمین پر رکھے اور جو جتنا دور ہو اسی ترتیب سے بعد میں۔ اور سجدے سے اٹھتے وقت اس کے برعکس سب سے پہلے سر پھر ہاتھ پھر گھٹنے اٹھائے۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ اگر موزے پہنے ہو تو پہلے ہاتھ رکھے۔ ؎

تشریحات ۵۱۳ ان کانت۔ میں ان، اِنَّ مشددہ کا مخفف ہے اصل میں انَّهُ تھا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب مروان نے انھیں مدینہ طیبہ پر اپنا نائب بنایا تھا۔ قالا۔ اس سے مراد۔ عبد الرحمن بن حارث اور سلمہ بن ہشام ہیں۔ اس حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز میں یہ دعا کرتے تھے۔

؎ باب یھوی بالتکبیر حین یسجد ص ۱۱۰ ۔ ؎ عمدۃ القاری سادس ص ۷۸

قبل ان یسجد ثم یقول اللّٰہ اکبر حین یہوی ساجدا ثم یکبر

پھر جب سجدے کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے پھر جب

حین یرفع رأسہ من السجود ثم یکبر حین یسجد ثم یکبر حین

اپنا سر سجدے سے اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب سجدے سے

یرفع رأسہ من السجود ثم یکبر حین یقوم من الجلوس فی الاثنتین

سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے پھر دو رکعت کے بعد بیٹھ کر کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ اور

ویفعل ذٰلک فی کل رکعۃ حتی یفرغ من الصلوٰۃ ثم یقول حین

یہ ہر رکعت میں کرتے۔ یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد کہتے۔ قسم ہے اس

ینصرف والذی نفسی بیدہ انی لاقربکم شبہا بصلوٰۃ رسول اللّٰہ

ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کانت ہٰذہ لصلوٰتہ حتی فارق

مشابہت میں تم سب سے زیادہ قریب ہوں۔ جب تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہی حضور کی

ولید بن ولید حضرت خالد بن ولید کے بھائی تھے۔ غزوہ بدر میں قریش کے ساتھ آئے تھے۔ اور گرفتار ہو گئے۔ انھیں عبداللہ بن جحش نے گرفتار کیا تھا ان کے بھائی حضرت خالد اور سلمہ نے فدیہ دے کر انھیں چھوڑایا۔ قید سے آزاد ہونے کے بعد ذوالحلیفہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ فدیہ ادا کرنے سے پہلے ہی کیوں نہ اسلام قبول کر لیا۔ فرمایا۔ اس لیے کہ کسی کو بدگمانی نہ ہو کہ قید کی مشقت سے گھبرا کر مسلمان ہو گیا ہوں۔ اس جرم میں ان کے بھائیوں نے مکہ معظمہ میں قید کر دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے کسی طرح چھٹکارا حاصل کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں کو مکہ معظمہ بھیجا کہ عیاش بن ربیعہ اور سلمہ بن ہشام کو بھی رہا کریں۔ مکے میں ایک لوہار مسلمان ہو گئے تھے۔ ارشاد ہوا ان کے یہاں ٹھہرنا اور کسی تدبیر سے ان دونوں کو نکال لانا یہ گئے اور ان دونوں کو مدینہ لائے۔ خالد بن ولید نے کچھ آدمیوں کے ساتھ تعاقب بھی کیا مگر یہ بچ گئے۔ عمرۃ القضا میں ہمرکاب تھے۔ انھیں کے ذریعہ خالد بن ولید کے پاس پیغام بھجوایا۔ کہ اگر خالد آجائے تو میں اس کا شایان شان اکرام کروں گا۔ حیرت ہے خالد جیسا انسان اب تک کیسے اسلام سے دور ہے۔ حضرت خالد کو پیغام ملا وہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔ ان کا حیات مبارکہ میں وصال ہو گیا۔

سلمہ بن ہشام اس امت کے فرعون ابوجہل کے بھائی تھے۔ قدیم الاسلام ہیں پہلے حبشہ ہجرت کی پھر مکہ آئے اور چاہا کہ مدینہ ہجرت

الدُّنْيَا۔ قَالَا وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ

سا زندگی۔ ان دونوں نے کہا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ يَقُوْلُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ

علیہ وسلم جب اپنا سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا ولک الحمد

حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ۔ يَدْعُوْ لِرِجَالٍ فَيُسَمِّيْهِمْ بِاَسْمَاءِهِمْ

کہتے۔ تو کچھ لوگوں کے لیے نام لے کر دعا فرماتے۔

فَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ

اور کہتے۔ اے اللہ! ولید بن ولید اور سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ

کریں تو انھیں قید کر دیا گیا۔ اور طرح طرح عذاب دیا گیا۔ غزوۂ خندق کے بعد مدینہ طیبہ آگئے۔ غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں شامیوں سے لڑی جانے والی مشہور جنگ مرج الصفر یا اجنادین میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

عیاش بن ابی ربیعہ یہ حضرت خالد کے چچازاد بھائی ابو ربیعہ عمرو بن مغیرہ کے فرزند تھے اور ابوجہل کے اخیافی بھائی تھے۔ یہ بھی قدیم الاسلام ہیں۔ ابوجہل نے انھیں مکے میں باندھ کر رکھا تھا۔ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں شامیوں سے فیصلہ کن معرکہ یرموک میں شہید ہوئے۔ اصابہ میں حضرت عبدالرزاق کے حوالے سے مذکور ہے کہ یہ تینوں صاحبان جب مکہ سے کسی طرح باہر نکل آئے اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو ان کے لئے دعا مذکور کی۔

واشدد وطأتك وطأ کے معنی پاؤں سے روندنے کے ہیں مراد معنی مجازی ہے۔ یعنی انھیں تباہ و برباد کر دے۔ انھیں اپنی سخت گرفت میں لے۔

مضر عدنان کے پڑپوتے کا نام ہے۔ یہ شجرۂ نبویہ میں اٹھارھویں پیڑھی میں ہیں۔ مضر کے معنی کھٹے دودھ کے ہیں۔ ان کی نسل سے جو شاخیں نکلیں ان سب کو بنی مضر کہتے ہیں مثلاً قریش ہذیل۔ اسد۔ تمیم۔ ضبہ۔ مزینہ اور ضباب وغیرہ۔

اہل المشرق اس سے مراد مضر کی یہ شاخیں ہیں۔ بنو لحیان۔ رعل۔ ذکوان۔ عصیہ۔ عضل۔ قارہ۔ ان کا جرم یہ تھا کہ ان میں سے بنی لحیان نے مقام رجیع پر غزوہ احد کے بعد ۳ھ میں حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہمراہیوں میں سے سات حضرات کو شہید کر ڈالا تھا۔ اور حضرت خبیب اور زید بن دثنہ اور ایک اور صاحب کو گرفتار کر لیا اور مکہ لے جا کر بیچ دیا۔ اور رعل ذکوان عصیہ عضل قارہ نے بیر معونہ پر اوائل ۴ھ میں ستر قرار کو شہید کر ڈالا تھا جن میں صرف حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برار بن عامر نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا تھا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لئے

بْنَ اَبِیْ رَبِیْعَۃَ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَللّٰھُمَّ اشْدُدْ

کو اور کمزور مومنوں کو نجات دے۔ اے اللہ مضر پر اپنی پکڑ سخت

وَطْاَتَکَ عَلٰی مُضَرَ وَاجْعَلْھَا عَلَیْھِمْ سِنِیْنَ کَسِنِیْ یُوْسُفَ وَ

کر اور انھیں یوسف علیہ السلام کی قحط سالی کی طرح قحط سالی میں مبتلا فرما۔ اور اس

اَھْلُ الْمَشْرِقِ یَوْمَئِذٍ مِّنْ مُّضَرَ مُخَالِفُوْنَ لَہٗ ع۵

وقت اہل مشرق میں سے مضر حضور کے مخالف تھے۔

تم کو آزاد کرتا ہوں اور ان کے سر کے اگلے حصے کے بال کاٹ دیئے۔ انھوں نے آکر اطلاع دی۔ امام واقدی نے لکھا ہے کہ ان دونوں واقعوں کی اطلاع ایک ہی وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملی۔ جس سے عظیم صدمہ ہوا اور حضور نے قنوت پڑھی۔

ایک تنقیح یہاں اور کتاب التفسیر کی روایت جو حضرت ابو ہریرہ سے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اسیران جفا کی رہائی اور قبائل مضر پر بربادی کی دعا ایک ساتھ کی۔ حضرت انس کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان قبائل کی بربادی کی دعا صرف ایک مہینے تھی۔ اور مسلم میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک یہ مظلوم آ نہیں گئے دعا جاری رہی۔ مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا ترک کر دی۔ پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ دیکھتے نہیں وہ لوگ آگئے۔ اور کتب سیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مظلوم غزوۂ خندق کے بعد آگئے تھے۔ اس لئے کہ ان میں سب سے پہلے حضرت ولید بن ولید کسی طرح رہا ہو کر آگئے پھر انھیں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھیجا تو ان دونوں کو چھڑا لائے۔ غزوۂ خندق ۵ھ میں ہوا۔ تو اب دو اشکال پیدا ہو گئے۔ ایک یہ کہ جب سریہ رجیع ۳ھ اور بیر معونہ ۴ھ کے اوائل میں ہوا۔ اور حضور نے ایک ماہ تک دعائے قنوت پڑھ کر بند کر دیا۔ اور یہ مظلوم اس کے بہت بعد کم از کم ایک سال بعد آئے تو یہ دعا ان کے آنے تک کیسے جاری رہی۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ حضرت انس کی اکثر روایتوں میں صرف فجر میں قنوت پڑھنے کا تذکرہ ہے اور صرف ان قبائل کی بربادی کی دعا کا، یہ مخصوص قنوت نماز فجر میں ایک مہینے تک رہا پھر بند کر دیا گیا۔ اور ان مظلوموں کی رہائی کی دعا اس وقت شروع فرمائی جب یہ اطلاع ملی کہ قید سے رہا ہو کر کے سے نکل چکے ہیں اور اس وقت تک ہوتی رہی جب تک وہ آ نہیں گئے انھیں کی رہائی کی دعا کے ساتھ تبعاً ان ظالموں پر بددعا بھی فرمائی۔ یا ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں مضر سے مراد خاص قریش ہوں۔ اور اخیر کا جملہ اھل المشرق من مضر مخالفون لہ۔ کسی راوی کا اضافہ ہو۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ خیبر میں حاضر ہوئے جو ۷ھ میں ہوا اور یہ مظلوم اس سے بہت پہلے آچکے تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہ واقعہ یوں بیان کر رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت موجود تھے۔ اس کا حل سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ واقعہ حضرت ابو ہریرہ نے کسی سے سن کر بیان

ع۵ اذان باب یھوی بالتکبیر حین یسجد ص۱۱۰ ابو داؤد ثانی کلا ھما فی الصلوٰۃ لہ اول باب استحباب القنوت ص۲۳۷

حدیث ۵۱۴

أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ

سعید بن مسیب اور عطاء بن یزید لیثی نے خبر دی

اللَّيْثِيُّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ

کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کو خبر دی کہ کچھ لوگوں نے

قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ هَلْ تُمَارُونَ فِي

عرض کیا یا رسول اللہ کیا قیامت کے دن ہم لوگ اپنے رب کو دیکھیں گے۔ تو فرمایا کیا چودھویں رات کے

الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ

چاند میں شک کرتے ہو جبکہ اس پر بادل نہ ہو لوگوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ فرمایا

هَلْ تُمَارُونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا قَالَ فَإِنَّكُمْ

کیا سورج کے دیکھنے میں شبہ کرتے ہو جب اس کے اوپر بادل نہ ہو لوگوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ

تَرَوْنَهُ كَذَالِكَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ

تو فرمایا تم لوگ اللہ عزوجل کو اسی طرح ضرور دیکھو گے۔ قیامت کے دن لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اللہ عزوجل فرمائے گا جو جس کو

شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ فَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ

پوجتا ہو اس کے پیچھے ہو جائے۔ تو کچھ لوگ سورج کے پیچھے ہو جائیں گے اور کچھ لوگ

کیا ہے۔ اور اخیر کا حصہ روایت بالمعنی کی وجہ سے بدل گیا ہے۔ اصل مضمون یہ رہا ہو گا کہ پھر حضور نے دعا ترک کردی دریافت کیا گیا تو فرمایا وہ آگئے۔ مگر تبدیل ہو کر وہ ہو گیا کہ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ حضور نے یہ دعا ترک کردی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تشریحات ۵۱۴

یہاں باب ہے سجدے کی فضیلت کا بیان۔ باب کو حدیث کے اس جز سے مناسبت ہے کہ فرمایا فرشتے سجدے کے نشانوں سے انھیں پہچانیں گے اور سجدے کے نشان کو آگ نہیں کھائے گی

لغات هَلْ نَرَى۔ یہاں نری، نبصر کے معنی میں متعین ہے کیونکہ اگر علم کے معنی میں ہوتا تو ایک اور مفعول ضروری ہوتا نیز یوم القیامۃ کے ذکر کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ هَلْ تُمَارُونَ۔ تاء کے فتح کے ساتھ جیسا کہ "اصیلی" کی روایت ہے۔ باب تفاعل سے اس کا مصدر تماری تھا۔ ایک تاء تخفیفاً حذف کردی گئی۔ جیسے نار تلظی میں۔ اس کا مادہ مری بمعنی شک

الْقَمَرِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الطَّوَاغِيتَ وَتَبْقَى هَذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا

چاند کے اور کچھ لوگ بتوں کے اور یہ امت رہ جائے گی جس میں اس امت کے

فَيَأْتِيهِمُ اللَّهُ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ هَذَا مَكَانُنَا حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا

منافقین بھی ہوں گے تو اللہ عزوجل اس تجلی کے ساتھ جسے وہ پہچانتے نہ ہوں گے جلوہ فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں

فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيهِمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ

اس پر لوگ کہیں گے ہم یہیں ٹھہرے رہیں یہاں تک کہ ہمارا رب ہم پر جلوہ فرمائے پس جب ہمارا رب ہم پر جلوہ فرمائے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے

فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَدْعُوهُمْ وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ

اب اللہ عزوجل ان پر جلوہ فرمائے گا اس تجلی کے ساتھ جسے وہ پہچانتے ہوں گے اور فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں اب لوگ کہیں گے ہاں تو ہمارا رب ہے

جَهَنَّمَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَجُوزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهِ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ

اب اللہ عزوجل انھیں بلائے گا اور جہنم کی پشت پر صراط قائم کیا جائے گا۔ رسولوں میں سب سے پہلے میں اپنی امت کے ساتھ اسے پار کروں گا اور

أَحَدٌ إِلَّا الرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللَّهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِي جَهَنَّمَ

اس دن رسولوں کے سوا کوئی کلام نہ کرے گا اور رسولوں کا کلام اس دن یہ ہوگا۔ اے اللہ سلامت رکھ، سلامت رکھ۔ اور جہنم میں

كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ قَالُوا

سعدان کے کانٹے کے مثل آنکڑے ہوں گے۔ کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا

نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا

ہاں فرمایا وہ آنکڑے سعدان کے کانٹوں کے مثل ہیں۔ مگر وہ کتنا بڑا ہے۔ اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ہے۔ جمہور کی روایت تُمَارُوْنَ تا کے ضمہ کے ساتھ ہے باب مفاعلت سے۔ اس باب سے اس کے معنی ہوتے ہیں۔ مشکوک بات پر بحث کرنا۔ الطواغیت۔ یہ طاغوت کی جمع ہے اس کا مادہ طغوٌ ہے۔ طاغوت کے معنی ہر وہ چیز جس کی اللہ عزوجل کے علاوہ عبادت کی جائے۔ کبھی صرف بت کے معنی میں آتا ہے۔ علاوہ اس کے یہ معانی آتے ہیں۔ شیطان۔ کاہن۔ ہر گمراہ کا سربراہ۔ یہاں بت مراد ہے۔ کلالیب۔ کلوب کی جمع ہے آنکڑے۔ سعدان۔ اونٹ کی بہت مرغوب غذا ہے۔ یہ ایک کانٹے دار گھاس ہے جو نجد کے علاقہ میں بہت ہوتی ہے۔ امتحشوا۔ اس کا مادہ مَحْشٌ ہے۔ اس کا معنی یہ ہے آگ سے کھال کا اس طرح جل جانا کہ ہڈی

إِلَّا اللّٰهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُوبَقُ بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمْ

وہ آنکڑے اعمال (بد) کی وجہ سے لوگوں کو جھپٹ لیں گے کچھ اپنے عمل بد کی سزا میں ہلاک ہوں گے اور کچھ ریزہ ریزہ

مَنْ يُخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُو حَتَّى إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةَ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ

ہو جائیں گے پھر نجات پا جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل جہنمیوں میں جس کے ساتھ مہربانی کا ارادہ فرمائے گا۔

أَمَرَ اللّٰهُ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَيُخْرِجُونَهُمْ وَيَعْرِفُونَهُمْ

فرشتوں کو حکم دے گا کہ جو اللہ کی عبادت کرتے تھے ان کو نکالو۔ اب فرشتے انھیں نکالیں گے اور انھیں سجدے کے

بِآثَارِ السُّجُودِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ فَيَخْرُجُونَ مِنَ

نشانات سے فرشتے پہچانیں گے اور اللہ نے جہنم پر حرام فرمایا ہے کہ وہ سجدے کے نشان کو کھائے یہ لوگ جہنم سے نکالے

النَّارِ فَكُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُهُ النَّارُ إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ فَيَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ

جائیں گے۔ ابن آدم کے پورے جسم کو آگ کھائے گی سوائے سجدے کے نشان کے۔ یہ لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے

قَدِ امْتَحَشُوا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُونَ كَمَا

تو سیاہ کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ اب ان پر آب حیات ڈالا جائے گا تو ان کے اعضاء ایسا اگیں گے جیسے دانہ سیلاب

تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَفْرُغُ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ

کے بہاؤ میں پھوٹتا ہے۔ اس کے بعد اللہ بندوں کے مابین فیصلے سے فارغ ہو جائے گا اور

الْعِبَادِ وَيَبْقَى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُولًا

ایک شخص جنت و دوزخ کے درمیان رہ جائے گا اور یہ جہنمیوں میں سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔

دکھائی دینے لگے۔ جل کر کالا ہو جانا۔ مطلق جلنا۔ الحبۃ۔ جنگلی پودوں کا بیج حمیل السیل۔ سیلاب سے جو مٹی بہہ کر
آئے اور کہیں جم جائے جس کو ہماری زبان میں بھاٹھ کہتے ہیں۔ قشبنی۔ ضرب یضرب سے آتا ہے۔ اس کے معنی زہر دینے
کے ہیں۔ قشب کے معنی زہر کے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ قشب صرف اس زہر کا نام ہے جو جانوروں کا قاتل ہو۔ ایک زہریلی
گھاس جس کے کھانے سے جانور مر جاتا ہے۔ دھوئیں سے دم گھٹنا۔ مطلقا دم گھٹنا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے کہ ... معاویہ موجود تھے۔ عرض کیا۔ ام حبیبہ
عنہا لگائے تھے کہ انھیں عطر کی خوشبو محسوس ہوئی تو فرمایا۔ کسی نے ہمارا دم گھونٹ دیا۔

الجَنَّۃِ مُقْبِلاً بِوَجْهِهِ قِبَلَ النَّارِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اِصْرِفْ وَجْهِيْ عَنِ

اس کا چہرہ جہنم کی طرف ہوگا اب وہ عرض کرے گا اے رب میرا چہرہ جہنم سے پھیر دے

النَّارِ فَقَدْ قَشَبَنِيْ رِيْحُهَا وَاَحْرَقَنِيْ ذَكَاءُهَا فَيَقُوْلُ هَلْ عَسِيْتَ

اس کی بدبو نے میرا دم گھونٹ دیا ہے اور اس کی گرمی نے مجھے جھلس دیا ہے۔ اس پر اللہ عزوجل فرمائے گا

اِنْ فُعِلَ ذٰلِكَ بِكَ اَنْ تَسْئَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِيْ

اگر تیرے ساتھ یہ کر دیا جائے تو کیا تو اس کے علاوہ اور کچھ مانگے گا؟ تو بندہ کہے گا تیری عزت کی قسم نہیں۔ اب

اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهُ

اللہ عزوجل جتنا چاہے گا اس سے عہد و پیمان لے گا پھر اللہ اس کے چہرے کو جہنم کی طرف سے پھیر دے گا۔

عَنِ النَّارِ فَاِذَا اَقْبَلَ بِهٖ عَلَى الْجَنَّةِ رَاٰى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَاءَ

اب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اس کی تر و تازگی دیکھے گا جب تک اللہ چاہے گا چپ رہے

اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ قَدِّمْنِيْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ

گا پھر کہے گا اے رب مجھے جنت کے دروازے کے پاس کر دے تو اللہ عزوجل اس سے فرمائے

اللّٰهُ لَهٗ اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْئَلَ غَيْرَ

گا کیا تم نے عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ جو مانگ چکا ہوں اس کے علاوہ

کے پاس گیا تھا تو اس نے عطا مل دیا۔

منافقوها جب یہ اعلان ہو جائے گا کہ جو جس کی پرستش کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ہو جائے۔ منافقین نے غیر اللہ کی پرستش نہیں کی اور نہ اللہ ہی کی حقیقت میں کی ہے تو حیران کھڑے رہیں گے۔ چونکہ معبودان باطلہ کے پرستار چھٹ جائیں گے تو اب جو مجمع بچے گا وہ اس امت کا اور ان کے منافقین کا ہوگا۔ یا یہ کہ منافقین قصداً مومنین میں گھس آئیں گے اس گمان پر جیسے دنیا میں ہم نے اپنے کفر کو چھپا کر نفع حاصل کیے ہیں آج بھی اسی طرح نفع حاصل کر لیں۔ مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل ہر مومن اور منافق کو ایک روشنی عطا فرمائے گا پھر بعد میں منافقین کی روشنی

---

۵ عمدۃ القاری جلد سادس ص ۸۶ ۵۲ ایمان باب اثبات الشفاعۃ ص ۱۰۷

الَّذِی کُنْتَ سَأَلْتَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ لَا اَکُوْنُ اَشْقٰی خَلْقِكَ فَیَقُوْلُ فَمَا

تو وہ عرض کرے گا اے رب تیری مخلوق میں سب سے زیادہ میں بد نصیب نہ رہوں۔ اور کچھ نہیں مانگوں گا

عَسَیْتَ اِنْ اُعْطِیْتَ ذٰلِكَ اَنْ لَّا تَسْئَلَ غَیْرَهٗ فَیَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ

اب اللہ عزوجل فرمائے گا اگر تجھے یہ دے دیا جائے تو اس کے علاوہ اور کچھ تو نہیں مانگے گا۔ اس پر عرض کرے گا تیری

لَا اَسْئَلُكَ غَیْرَ ذٰلِكَ فَیُعْطِیْ رَبَّهٗ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَّمِیْثَاقٍ

عزت کی قسم اس کے علاوہ اب اور کچھ نہیں مانگوں گا اب اس کا رب اس سے قول و قرار جتنا چاہے گا لے گا۔ پھر

فَیُقَدِّمُهٗ اِلٰی بَابِ الْجَنَّةِ فَاِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَاٰی زَهْرَتَهَا وَمَا فِیْهَا مِنَ

اسے جنت کے دروازے پر پہنچا دے گا۔ پھر جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچے گا اور اس کی شادابی اور اس میں

النَّضْرَةِ وَالسُّرُوْرِ فَیَسْکُتُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ یَّسْکُتَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ

جو تروتازگی اور خوشی ہے دیکھے گا تو جب تک اللہ چاہے گا چپ رہے گا۔ پھر عرض کرے گا۔ اے رب

اَدْخِلْنِی الْجَنَّةَ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَیْحَكَ یَا ابْنَ اٰدَمَ مَا اَغْدَرَكَ

مجھے جنت میں داخل فرما دے اس پر اللہ عزوجل فرمائے گا اے آدم کے بیٹے تیرے لئے خرابی ہو کس چیز نے تجھ کو

اَلَیْسَ قَدْ اَعْطَیْتَ الْعَهْدَ وَالْمِیْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْئَلَ غَیْرَ الَّذِیْ اُعْطِیْتَ

عہد شکن بنا دیا۔ کیا تو نے قول قرار نہیں کیا تھا کہ جو کچھ مجھے دیا گیا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگوں

فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِیْ اَشْقٰی خَلْقِكَ فَیَضْحَكُ اللّٰهُ مِنْهُ ثُمَّ یَاْذَنُ

گا تو وہ عرض کرے گا اے رب مجھے اپنی مخلوق کا سب سے زیادہ بد نصیب نہ بنا اس پر اللہ عزوجل ہنسے گا جیسا ہنسا اس کی

بجھ جائے گی۔

فیاتیہم بدر الخلق میں یہ ہے۔ فی غیر الصورۃ التی یعرفون فیقول انا ربکم فیقولون نعوذ باللہ منك۔ جس تجلی سے لوگ اللہ عزوجل کو پہچانتے ہوں گے اس کے علاوہ دوسری تجلی کے ساتھ جلوہ فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں تو لوگ کہیں گے ہم اللہ کی تجھ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس کے بعد بدء الخلق اور توحید دونوں میں یہ ہے۔ فیاتیہم اللہ فی الصورۃ التی یعرفون۔ اس کے بعد اللہ عزوجل اپنی اس تجلی میں جلوہ دکھائے گا جسے وہ لوگ پہچانتے ہوں گے۔ پھر تینوں جگہ یہ ہے۔ کہ اللہ عزوجل فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو لوگ عرض کریں گے ہاں

لَہٗ فِی دُخُوْلِ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُ تَمَنَّ فَیَتَمَنّٰی حَتّٰی اِذَا انْقَطَعَ اُمْنِیَّتُہٗ قَالَ اللّٰہُ

شان کے لائق ہے پھر اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے گا اور فرمائے گا آرزو کر۔ یہاں تک کہ اس کی آرزو ختم ہو جائے گی

عَزَّ وَجَلَّ زِدْ مِنْ کَذَا وَکَذَا اَقْبَلَ یُذَکِّرُہٗ رَبُّہٗ حَتّٰی اِذَا انْتَھَتْ بِہٖ الْاَمَانِیُّ

تو اللہ عزوجل فرمائے گا یہ بھی زیادہ کر دے یہ بھی زیادہ کر دے اسے یاد دلاتا جائے گا یہاں تک کہ سب آرزوئیں ختم ہو جائیں گی

قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ لَکَ ذٰلِکَ وَمِثْلُہٗ مَعَہٗ وَقَالَ اَبُوْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیُّ

تو اللہ عزوجل فرمائے گا۔ تیرے لئے یہ ہے اور اس کے برابر اور۔ اور حضرت ابو سعید خدری نے حضرت ابو ہریرہ سے کہا کہ

لِاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰہُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

عَزَّ وَجَلَّ لَکَ ذٰلِکَ وَعَشَرَۃُ اَمْثَالِہٖ قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ لَمْ اَحْفَظْ مِنْ

تیرے لئے یہ ہے اور اس کا دس گنا۔ تو ابو ہریرہ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَوْلَہٗ لَکَ ذٰلِکَ وَمِثْلُہٗ

یہ بھی ارشاد ہے۔ مجھے یاد نہیں صرف یہ یاد ہے کہ تیرے لئے یہ ہے اور اس کے برابر اور۔

مَعَہٗ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ اِنِّیْ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ ذٰلِکَ لَکَ وَعَشَرَۃُ اَمْثَالِہٖ ؏

ابو سعید نے کہا میں نے حضور سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ یہ تیرے لئے ہے اور اس کا دس گنا اور۔

تو ہمارا رب ہے۔ یہاں اس کے بعد فیدعوھم ہے۔ پھر اللہ عزوجل انھیں پکارے گا۔ اور ان دونوں جگہ۔ فیتبعونہ ہے۔ یعنی وہ اللہ عزوجل کی اس تجلی کے ساتھ ہو جائیں گے۔

اشکال اور جواب اللہ عزوجل آنے جانے اور صورت سے منزہ ہے۔ یہ سب متناہی اور اجسام کی صفات ہیں۔ اللہ عزوجل جسم و جسمانیات سے پاک ہے۔ لامحالہ علماء نے اس کی تاویل کی کہ آنے سے مراد، اس حجاب کو اٹھا دینا ہے جو ہماری نظروں اور اللہ عزوجل کی رویت میں حائل تھا۔ اور صورت سے تجلی مراد ہے۔ چونکہ جو غائب ہو اس کا دیکھنا بغیر آئے

؏ اذان باب فضل السجود ص ۱۱۱، ۱۱۳ ثانی رقاق۔ باب الصراط جسر جہنم ص ۹۷۲ التوحید۔ باب قول اللہ عزوجل وجوہ یومئذ ناضرۃ ص ۱۱۰۶۔ مسلم ایمان۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۷۵

حدیث ۵۱۵

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اُمِرَ النَّبِیُّ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ اَعْضَاءٍ وَّلَا یَكُفُّ
علیہ وسلم کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا بال اور کپڑا

شَعْرًا وَّلَا ثَوْبًا اَلْجَبْهَةِ وَالْیَدَیْنِ وَالرُّكْبَتَیْنِ وَالرِّجْلَیْنِ ع‍ه
سمیٹنے کا حکم دیا گیا۔ پیشانی۔ دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے دونوں پاؤں۔

ممکن نہیں۔ اس لئے رویت کو آنے سے تعبیر فرمایا۔ امام قرطبی نے فرمایا کہ یہ متشابہات میں سے ہے۔ اس لئے اسلم یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اور معنی کو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کیا جائے۔ خطابی نے کہا کہ یہ رویت اس کے علاوہ ہے جو جنت میں نصیب ہوگی۔

یضرب الصراط صراط جہنم کے اوپر ایک پل ہوگا جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا جس سے سب کو گزرنا ہے۔ اس پر فرشتے مقرر ہیں جو سات جگہ بندوں کو روکیں گے اور سات چیزوں کے بارے میں سوال کریں گے۔ ایمان۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ رمضان کا روزہ۔ حج و عمرہ۔ وضو۔ جنابت سے غسل۔

ولا یتکلم مراد یہ ہے کہ اس وقت یعنی صراط سے گزرتے وقت۔ یا مراد یہ ہے کہ بلا اذن ورنہ قرآن و احادیث سے معلوم ہیں کہ انسان وہاں بھی مجادلہ و مکابرہ کرے گا۔

آثار السجود ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ سات اعضاء ہیں جو سجدے کے وقت زمین پر لگتے ہیں۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا اس سے صرف پیشانی مراد ہے۔ اس کی تائید بعد کے لفظ۔ الا اثر السجود۔ سے ہوتی ہے۔ نیز مسلم کی اس روایت سے بھی تائید ہوتی ہے جس میں فرمایا کچھ لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے جو جل چکے ہوں گے مگر چہرہ کی گولائی۔ مگر امام نووی نے پہلے کو اختیار کیا اور اس کی توجیہ یہ کی کہ اس سے مراد مخصوص قوم ہے۔ رویت باری عزوجل کی مکمل بحث گزر چکی۔

تشریحات ۵۱۵ اس کے چند سطر بعد باب السجود علی الانف میں ہے۔ کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی پر اور ہاتھ سے ناک پر اشارہ فرمایا۔ الحدیث۔ یعنی ناک پر بھی سجدے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر صرف پیشانی لگی ناک نہ لگی

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سجدے میں پیشانی کے ساتھ ناک بھی زمین پر لگانی ضروری ہے۔

ع‍ه باب السجود علی سبعة اعظم ص ۱۱۲ باب یکف شعرا باب لا یکف ثوبه فی الصلوٰة ص ۱۱۳ باب السجود علی الانف ص ۱۱۲ ۲ لہ ایمان باب اخراج الموحدین من النار ص ۱۰۷

حدیث ۵۱۶

عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ انْطَلَقْتُ اِلٰی اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقُلْتُ اَلَا تَخْرُجُ بِنَا اِلَی النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ فَخَرَجَ قَالَ قُلْتُ حَدِّثْنِیْ مَا سَمِعْتَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ اِعْتَکَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ وَاعْتَکَفْنَا مَعَهٗ فَاَتَاهُ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِیْ تَطْلُبُ اَمَامَکَ فَاعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ وَاعْتَکَفْنَا مَعَهٗ فَاَتَاهُ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِیْ تَطْلُبُ اَمَامَکَ

ابوسلمہ نے کہا میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گیا۔ اور ان سے عرض کیا۔ کیا آپ کھجور کے باغ میں نہیں چلیں گے تاکہ ہم بات کریں تو وہ تشریف لے گئے میں نے ان سے عرض کیا کہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں جو کچھ سنا ہے بیان کیجئے تو انھوں نے فرمایا۔ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا اور ہم نے بھی حضور کے ساتھ اعتکاف کیا۔ تو حضور کی خدمت میں جبرئیل آئے اور بتایا کہ جسے آپ طلب کر رہے ہیں وہ آپ کے آگے ہے۔ تو حضور نے بیچ کے عشرہ میں اعتکاف کیا تو ہم نے بھی حضور کے ساتھ اعتکاف کیا پھر خدمت اقدس میں جبریل حاضر ہوئے اور عرض کیا جسے آپ

یا صرف ناک لگی پیشانی نہ لگی تو سجدہ صحیح نہ ہوگا۔ جیسا کہ ہمارا مذہب مختار و مفتی بہ ہے۔

ولا یکف یعنی بال یا کپڑے کو غیر معتاد طریقے سے سمیٹنا۔ مثلاً بالوں کا جوڑا باندھنا یا ان کو سمیٹ کر عمامے کے اندر کر لینا یا آستین چڑھا لینا یا تہبند اور پاجامے کو گھرس لینا۔ اس سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔

تشریحات ۵۱۶ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ رمضان مبارک کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے۔ اور اکیسویں کی صبح کو ختم کر دیتے تھے۔ اس سال یہ ہوا کہ عشرہ اول میں بھی اعتکاف فرمایا اور اوسط میں بھی۔ اور اکیسویں کو حضور نے بھی اور اعتکاف کرنے والے صحابہ نے بھی اپنا اپنا سامان منتقل فرما دیا تو حضور نے وہ خطبہ دیا جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ اور حکم دیا کہ جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ سب لوٹ آئیں اور اعتکاف کریں۔ اس لئے کہ شب قدر انھیں دس راتوں میں کسی طاق رات میں ہے۔ اس کے بعد سے رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں اعتکاف فرمانے لگے شب قدر

فقام النبي صلى الله تعالى عليه وسلم خطيبا صبيحة عشرين

صبح کررہے ہیں وہ حضور کے آگے ہے اس کے بعد حضور کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ فرمایا جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

من رمضان فقال من كان اعتكف مع النبي صلى الله تعالى عليه

وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ لوٹے یعنی پھر اعتکاف کرے۔

وسلم فليرجع فاني اريت ليلة القدر واني نسيتها وانها في

کیونکہ مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی اور میں بھول گیا ہوں وہ اخیر کے دس

العشر الاواخر في وتر واني رأيت كأني اسجد في طين وماء

دنوں کے وتر میں ہے اور میں نے دیکھا گویا کیچڑ اور پانی میں سجدہ کررہا ہوں اور

وكان سقف المسجد جريد النخل وما نرى في السماء شيئا

مسجد کی چھت کھجور کے شاخ کی تھی۔ اور ہم آسمان میں کچھ نہیں دیکھ رہے تھے

فجاءت قزعة فامطرنا فصلى بنا النبي صلى الله تعالى عليه

کہ اچانک بادل کا ایک ٹکڑا آیا تو ہم پر بارش برسائی گئی اور ہمیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی

وسلم حتى رأيت اثر الطين والماء على جبهة رسول الله

یہاں تک کہ میں نے کیچڑ اور پانی کا اثر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

صلى الله تعالى عليه وسلم وارنبته تصديق رؤياه عه

پیشانی اور ناک کے بانسے پر دیکھا۔ یہ حضور کے خواب کی تصدیق تھی۔

کی جونشانی اس میں مذکور ہے وہ خاص اس رات کے لئے ہے۔ ویسے بعض عرفا نے لکھا ہے کہ اگر رمضان شریف کی طاق راتوں میں سے کسی رات میں بارش ہو تو امید ہے کہ وہ شب قدر ہوگی۔

عه اذان باب السجود على الانف في الطين ص ۱۱۲ الصوم باب تحري ليلة القدر ص ۲۷۰ باب الاعتكاف في العشر الاواخر ص ۲۷۱ باب من خرج من اعتكافه عند الصبح ص ۲۷۲ مسلم۔ صيام۔ ابوداؤد صلوة نسائي صلوة موطا امام مالك ۔ مسند امام احمد ثالث ص ۔ ابن ماجة اعتكاف

حدیث ۵۱۷

عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ اَنَّ مَالِکَ بْنَ الْحُوَیْرِثِ رَضِیَ

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی

ساتھیوں سے فرمایا۔ کیا میں تمھیں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَذَاکَ فِیْ غَیْرِ حِیْنِ صَلٰوةٍ فَقَامَ

کی نماز نہ بتادوں۔ ابو قلابہ نے کہا وہ کسی نماز کے وقت میں نہ تھا۔ تو وہ کھڑے ہوئے

ثُمَّ رَکَعَ فَکَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَامَ هُنَیَّةً ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ

پھر رکوع کیا پھر تکبیر کہی۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا اور تھوڑی دیر کھڑے رہے پھر سجدہ کیا پھر سجدے سے سر

رَاْسَهٗ هُنَیَّةً ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ هُنَیَّةً فَصَلّٰی صَلٰوةَ عَمْرِو

اٹھایا تھوڑی دیر بیٹھے رہے پھر سجدہ کیا پھر اپنا سر سجدے سے اٹھا کر تھوڑی دیر رکے رہے۔ ہمارے

اعتکاف سنت موکدہ کفایہ ہے۔ اعتکاف اور شب قدر کے بارے میں تفصیلی گفتگو اس کے باب میں آئے گی

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ناک پر سجدہ کرنا ضروری ہے وہ بھی اس طرح کہ ناک کا نرم حصہ دبائے تاکہ ہڈی زمین پر ٹک جائے کیچڑ میں بھی سجدہ درست ہے بشرطیکہ اتنا زیادہ نہ ہو کہ پیشانی اور ناک ٹک نہ سکے۔

تشریحات ۵۱۷

فی الثالثة او الرابعة۔ یہ شک راوی ہے مراد یہ ہے کہ شک کرنے والے راوی کے شیخ نے فی الثالثة کہا تھا۔ یا فی الرابعة۔ مراد یہ ہے کہ تیسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد کہا تھا یا یہ کہا تھا کہ چوتھی رکعت کی ابتدا میں۔ اس سے مراد جلسہ استراحت ہے۔ یہاں تیسری اور چوتھی کے مابین مذکور ہے۔ اور باب۔ من صلی بالناس هو لا یرید الا ان یعلم۔ الخ میں ہے۔ کہ پہلی رکعت میں سجدے کے بعد کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھتے تھے۔ دونوں سے ثابت ہوا کہ پہلی اور دوسری نیز تیسری اور چوتھی کے درمیان دوسرے سجدے سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھتے تھے۔ اس کی تائید انھیں کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو اس کے بعد باب من استوی قاعدا فی وتر من صلوته۔ میں مذکور ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کی طاق رکعت میں جب تک سیدھے بیٹھ نہ لیتے کھڑے نہیں ہوتے۔ اسے جلسہ استراحت کہتے ہیں۔ وہیں ابتدا میں یہ زائد ہے۔ کہ مالک بن حویرث ہماری اسی مسجد میں آئے اس سے مراد بصرے کی مسجد ہے۔

جلسۂ استراحت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جلسہ استراحت سنت ہے۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ ہمارے یہاں

بن سلمة شيخنا هذا قال ايوب كان يفعل شيئا لم ارهم يفعلونه

شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی ایوب نے کہا۔ وہ ایک ایسا کام کرتے تھے کہ میں نے اور لوگوں کو وہ

كان يقعد في الثالثة او الرابعة فاتينا النبي صلى الله تعالى

کرتے نہیں دیکھا۔ وہ تیسری یا چوتھی رکعت میں بیٹھتے تھے مالک بن حویرث نے بتایا کہ ہم نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عليه وسلم فاقمنا عنده فقال لو رجعتم الى اهاليكم صلوا

کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے وہاں قیام کیا تو فرمایا جب تم اپنے اہل وعیال میں جاؤ تو اس وقت یوں نماز پڑھنا اور اس

صلوة كذا في حين كذا صلوا صلوة كذا في حين كذا فاذا حضرت

وقت میں یوں نماز پڑھنا۔ جب نماز کا وقت

الصلوة فليؤذن احدكم وليؤمكم اكبركم ع

آجائے تو تم میں سے کوئی اذان کہے اور جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرے۔

امام مالک اور امام احمد کے یہاں جلسہ استراحت مشروع نہیں۔ اور یہی حضرت ابن مسعود اور ابن عمر بن عباس حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔ نعمان بن ابو عیاش نے کہا میں نے ایک نہیں کئی صحابہ کو پایا کہ وہ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔ امام ترمذی نے فرمایا۔ اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔ عبد الملک نے کہا۔ جلسہ استراحت اہل مدینہ سے کیسے چھوٹ گیا حالانکہ انھیں دس سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ اور حضرت ابو بکر و عمر و عثمان اور دوسرے صحابہ نے پڑھائی اور یہ ان سے رہ گیا۔ خود اسی حدیث میں تصریح ہے کہ یہ ایک کام ایسا کرتے تھے جو لوگوں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جلسہ استراحت وہاں یعنی بصرے میں اس وقت ان کے سوا کوئی نہیں کرتا تھا۔ حالانکہ وہ صحابہ کرام کا عہد تھا۔ انھیں کی یہی حدیث باب کیف یعتمد علی الارض۔ میں بھی مذکور ہے جس کے اخیر میں ہے کہ زمین پر ٹیک لگاتے پھر کھڑے ہوتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عادت تھی کہ دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے وقت ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر اٹھتے۔ مگر ہمارے یہاں سنت یہ ہے کہ ہاتھوں کو زمین پر ٹیکے بغیر کھڑا ہو۔ اور اس مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث

ص۱۳۰

ع اذان باب من صلی بالناس وھو لا یرید ۲/ ا ان یعلمھم

ع اذان باب السکث بین السجدتین ص۱۱۳ اذان باب من استوی قاعدا فی وتر ص۱۱۳ باب کیف یعتمد علی الارض اذا قام من الرکعۃ ص۱۱۳ باب الطمانیۃ حین یرفع راسہ من الرکوع ص۱۱۰۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ کلاھما فی الصلوۃ۔ ۲ عمدۃ القاری جلد خامس ص۲۳

حدیث ۵۱۸

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنِّيْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا۔ میں اس میں کی

لَا آلُوْ اَنْ اُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نہیں کروں گا کہ تمہیں ویسی نماز پڑھاؤں جیسے نبی صلی اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے ہمیں پڑھائی

يُصَلِّيْ بِنَا۔ قَالَ ثَابِتٌ كَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

ثابت نے کہا۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ ایسا کام کرتے تھے

يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ اَرَكُمْ تَصْنَعُوْنَهٗ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ

جو تم کو کرتے ہوئے نہیں دیکھتا۔ وہ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے

قَامَ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتّٰى يَقُوْلَ

رہتے کہ کہنے والا کہتا وہ بھول گئے۔ اور دونوں سجدوں کے مابین بھی یہاں تک کہ کہنے والا

الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ[۱]

کہتا وہ بھول گئے۔

کا جواب یہ دیا جاتا ہے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ جب حضرت مالک بن حویرث نے دیکھا ہو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی عذر کی بنا پر جلسہ استراحت کیا ہو۔ یہ خدمت اقدس میں بیس دن رہے ہے۔

اقول۔ اس مضمون کی متعدد احادیث وارد ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر خفض اور ہر رفع کے وقت تکبیر کہتے یعنی ہر جھکتے اور ہر اٹھتے وقت تکبیر کہتے تھے۔ جلسہ استراحت کے کرنے والوں کا بہر حال اس حدیث پر عمل نہ ہوگا اگر جلسہ استراحت سے پہلے تکبیر کہیں گے تو جلسہ استراحت سے اٹھتے وقت رہ جائے گی اور اگر جلسہ استراحت کے بعد کہیں گے تو سجدے سے اٹھاتے وقت رہ جائے گی تو ثابت ہو گیا۔ اس حدیث کے معارض ہونے کی وجہ سے جلسہ استراحت مسنون نہیں۔ اور حضرت مالک بن حویرث کی حدیث حالت عذر پر محمول ہے۔

تشریحات ۵۱۸ رکوع اور سجدے اور دونوں سجدوں کے مابین حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیر تک ٹھہرنا

---

[۱] اذان۔ باب المکث بین السجدتین ص ۱۱۳ باب الطمانینۃ حین یرفع راسہ من الرکوع ص ۱۱۲

حدیث ۵۱۹

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَ
وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا سجدے میں اعتدال کرو۔

لَا يَبْسُطْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ اِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ ؏
تم میں کوئی کتے کی طرح اپنی کلائیاں نہ بچھائے

ت ۱۶۴

وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُكَبِّرُ فِي
اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کھڑے ہونے کی حالت میں

نَهْضَتِهٖ ؏
تکبیر کہتے تھے۔

ان دعاؤں کے پڑھنے کے لئے تھا جو بعض احادیث میں وارد ہیں۔ اسی بنا پر امام احمد فرماتے ہیں کہ دونوں سجدوں کے درمیان اللھم اغفرلی، بار بار پڑھے۔ گزر چکا کہ ہمارے یہاں یہ نوافل میں ہے۔ یا منفرد کے لئے فرائض میں نہیں۔ جبکہ باجماعت ہوں اس لئے کہ فرائض میں تخفیف پسندیدہ ہے۔ جیسا کہ حدیث گزر چکی۔ جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے۔ تنہا پڑھے تو جتنی چاہے لمبی کرے۔

تشریحات ۵۱۹ سجدے میں اعتدال کا مطلب یہ ہے کہ بہت پھیلو اور نہ بہت سکڑو۔ دونوں کی درمیانی حالت میں رہو۔ حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزر چکی۔ کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں ہاتھوں کو اتنا پھیلاتے کہ بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہو جاتی۔ مسلم شریف میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ کہ ہاتھوں کے درمیان اتنی کشادگی رکھتے کہ اگر بکری کا چھوٹا بچہ درمیان سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا کتے کی طرح بچھانے کا مطلب یہ ہے کہ پوری کلائی زمین پر بچھا دی جائے یہ مکروہ ہے۔

؏ اذان باب لا يفترش ذراعيه فى السجود ص ۱۱۳ مسلم ابوداؤد ترمذی۔ نسائی کلھم فی الصلوٰۃ ص ۱۹۳
؏ اذان يكبر وھو ينھض من السجدتين ص ۱۱۴ ابن ادل صلوٰۃ باب اعتدال فی السجود

حدیث ۵۲۰ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى لَنَا أَبُو سَعِيدٍ

حضرت سعید بن حارث نے کہا ہمیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ

فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ وَحِينَ سَجَدَ

عنہ نے نماز پڑھائی تو بلند آواز سے تکبیر کہی جب سجدے سے سر اٹھایا اور جب سجدہ کیا

وَحِينَ رَفَعَ وَحِينَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ

اور جب اٹھایا اور جب دو رکعت سے کھڑے ہوئے۔ اور بتایا کہ میں نے ایسے ہی نبی

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ ع ۱

صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔

تشریحات ۵۲۰-۱۴۱ اثر ابن زبیر کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً بیان کیا ہے۔ یہاں مراد حضرت عبداللہ بن زبیر ہیں ابن زبیر جب مطلق بولتے ہیں تو یہی مراد ہوتے ہیں۔

غایت باب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تشہد کے بعد جب تیسری رکعت کے لئے سیدھا کھڑا ہو جائے۔ تو تکبیر کہے جمہور کہتے ہیں کھڑے ہونے کی ابتدا کرے تو تکبیر کہنا شروع کرے۔ امام بخاری کا بھی یہی مسلک ہے۔ اس کے لئے یہ عنوان قائم فرمایا۔ کہ جب دونوں سجدوں یعنی رکعتوں سے کھڑا ہونے لگے تو تکبیر کہے۔ اس باب میں سجدتین سے مراد رکعتین ہے۔ اب اثر ابن زبیر اور حدیث کی باب سے مطابقت واضح ہے۔ یہ علامہ عینی کی تقریر ہے۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ سجدتین سے اس کا معنی حقیقی مراد لیا جائے۔ اور ابن رشید کا یہ شبہ کہ پھر ایک مضمون کے دو باب ہو جائیں گے اس لئے کہ پہلے یہ باب قائم کر چکے ہیں۔ جب سجدے سے کھڑا ہو تو تکبیر کہے۔ لائق التفات نہیں اس لئے کہ اگر صرف یہی ایک باب مکرر ہو تو تکرار باب سے ایراد درست تھی۔ بخاری میں متعدد ابواب مکرر ہیں مثلاً یبدی ضبعیہ ویجافی جنبہ فی السجود۔ کتاب الصلوٰۃ ص۵۶ پر بھی ہے اور کتاب الاذان ص۱۱۳ پر بھی۔ اسی طرح اذا لم یتم السجود بھی۔ انھیں دونوں صفحات پر مکرر ہیں یہاں تو الفاظ بدلے ہیں۔ اور ان دونوں ابواب میں الفاظ بھی بعینہ وہی ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری نے یہ نماز مدینہ طیبہ میں مروان خبیث کی امارت کے ایام میں پڑھائی۔ گزر چکا کہ مروان نے امام حضرت ابو ہریرہ کو بنایا تھا۔ اتفاق سے وہ ایک نماز میں نہیں آئے تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی۔ اور دیگر مواقع کی طرح دوسری رکعت سے اٹھتے وقت بھی بلند آواز سے تکبیر پڑھی۔ بنماز کے بعد لوگوں نے عرض کیا

ع ۱ اذان باب یکبر وهو ینهض من السجدتین ص ۱۰۴

ت ۱۶۵ وَكَانَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا تَجْلِسُ فِي صَلَاتِهَا جِلْسَةَ الرَّجُلِ وَكَانَتْ فَقِيهَةً عه

حضرت ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں۔ اور وہ فقیہ تھیں۔

حدیث ۵۲۱ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَرَى

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے عبد اللہ نے خبر دی کہ

...آپ کی نماز مختلف ہوئی تو فرمایا۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میری یہ نماز تمہاری نماز سے مختلف ہوئی۔ یا نہیں۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ مروان اور دوسرے بنی امیہ اس وقت تکبیر آہستہ کہتے تھے۔ اس پر کسی نے وہ کہا تھا۔[1]

تشریحات ۱۶۵ ام الدرداء۔ دو ہیں ایک کبری جن کا نام خیرہ تھا دوسری صغری جن کا نام جہیمہ تھا۔ کبری صحابیہ ہیں اور صغری تابعیہ۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ یہاں مراد صغری ہیں۔ کیونکہ کبری کی مکحول سے ملاقات نہیں۔ اور یہ اثر حضرت مکحول ہی سے مروی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ دکانت فقیہۃ۔ دلیل ہے کہ مراد کبری ہیں۔ مگر اس خادم کا خیال یہ ہے۔ کہ علامہ ابن حجر کی رائے زیادہ دقیع ہے۔ تابعیہ بھی فقیہ ہو سکتی ہیں۔ دکانت فقیہۃ امام مکحول کا قول ہے۔ اس لئے کہ مسند فریابی میں بھی دکانت فقیہۃ تک مروی ہے۔ اگر یہ امام بخاری کا قول ہوتا تو مسند فریابی میں نہ ہوتا۔ اس اثر کو امام بخاری نے تاریخ صغیر میں اور ابن ابی شیبہ نے موصولا روایت کیا ہے۔ **اقول**۔ ہمارے یہاں عورتوں کو مردوں کی طرح بیٹھنا مسنون نہیں۔ وہ اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف کرکے سرین پر بیٹھیں گی۔ اس اثر کا آخر حصہ "جلسۃ الرجل" سے ظاہر ہے کہ اس عہد میں بھی مردوں کی نشست الگ تھی اور عورتوں کی الگ۔

تنبیہ مردوں کو سجدے میں پیر کی دس انگلیوں میں سے ایک کا پیٹ زمین پر لگنا فرض ہے اور ہر پیر کی تین تین انگلیوں کے پیٹ کا لگنا واجب اور سب کے سنت۔ مگر عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ اس لئے کہ انھیں پنڈلیاں زمین پر لگانا ضروری ہے۔ اور پاؤں کی انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگانے میں پاؤں کا کھڑا رکھنا ضروری ہوگا۔ جس کی وجہ سے پنڈلیاں زمین سے چپکی نہ پائیں گی۔

تشریحات ۵۲۱ انما سنۃ الصلوۃ۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ وتثنی الیسری اس روایت میں یہ تصریح نہیں کہ پاؤں پر بیٹھے گا یا سرین پر۔ مگر موطا امام مالک میں جو روایت ہے اس میں ہے کہ

ع۔ اذان باب سنۃ الجلوس فی التشہد۔ [1] فتح الباری ثانی ص ۲۵۱ [2] فتح الباری ثانی ص ۲۵۲ [3] باب العمل فی الجلوس فی التشہد ص ۳۳

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلٰوةِ اِذَا

انھوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ نماز میں بیٹھتے وقت پالتی مار کر بیٹھتے ہیں

جَلَسَ فَفَعَلْتُهٗ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ فَنَهَانِيْ عَبْدُ اللّٰهِ

(کہتے ہیں) تو میں نے بھی ایسا ہی کیا اور میں اس وقت نو عمر تھا تو عبداللہ بن عمر نے مجھے اس

بْنُ عُمَرَ وَقَالَ اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى

سے منع فرمایا اور بتایا کہ نماز کی سنت یہ ہے کہ داہنا پاؤں کھڑا رکھو اور بایاں

وَتَثْنِيَ الْيُسْرٰى فَقُلْتُ اِنَّكَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ رِجْلَيَّ لَا تَحْمِلَانِيْ

موڑ دو میں نے عرض کیا آپ پالتی مار کر بیٹھتے ہیں تو فرمایا میرے پاؤں میرا بار برداشت نہیں کر پاتے۔

وہ اپنے بائیں سرین پر بیٹھے مگر نسائی میں بطریق عمرو بن حارث جو روایت ہے۔ اس میں یہ ہے کہ نماز کی سنت داہنے پاؤں کو کھڑا رکھنا اور بائیں پر بیٹھنا ہے۔

ان رجلای اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ اور رجلای اس کا اسم۔ تو چاہئے تھا رِجْلَيَّ۔ اور یہی اکثر روایت ہے۔ مگر ایک روایت میں جسے ابن تین نے بیان کیا۔ رجلای الف کے ساتھ ہے۔ اس کی دو توجیہ ہے۔ ایک یہ کہ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل نہیں ہے بلکہ حرف ایجاب ہے معنی میں نعم کے۔ جیساکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد میں ہے۔ جب کہ ایک شاعر نے کہا۔ لعن اللّٰہ ناقۃ حملتنی الیک۔ اللہ اس اونٹنی پر لعنت کرے جو مجھے تیرے پاس لائی۔ تو فرمایا۔ انّ وراکبہا۔ ہاں اور اس کے سوار پر بھی۔ دوسرے یہ کہ یہ بنی الحارث کی لغت پر ہے۔ یہ اِنَّ کے اسم کو نصب نہیں دیتے۔ انھیں کی لغت پر ان هٰذان لساحران کی قرأت ہے۔

مسائل ہمارے یہاں دونوں قعدوں میں سنت یہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھاکر اس پر بیٹھے اور داہنا کھڑا رکھے۔ جیساکہ ابھی حدیث زیر بحث میں نسائی کی روایت گزری۔ نیز ہماری دلیل ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور داہنا کھڑا رکھتے تھے۔[۲]

عہ اذان باب سنۃ الجلوس فی التشہد ص۱۱۴ ابوداؤد۔ نسائی کلاہما فی الصلوٰۃ ؂ اول صلوٰۃ باب الاستقبال باطراف اصابع القدم ص۱۴۳ ؂ مسلم اول صلوٰۃ باب ما یجمع صفۃ الصلوٰۃ ص۱۹۵

حدیث ۵۲۲

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوٰى

محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ وہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی نماز کا تذکرہ کیا تو ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالے عنہ نے کہا میں آپ سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کی نماز کو یاد رکھنے والا ہوں۔ میں نے حضور کو دیکھا کہ جب تکبیر کہی تو اپنے ہاتھوں کو مونڈھوں کے مقابل لے گئے اور جب رکوع کیا تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر جما دیا پھر اپنی پیٹھ جھکایا اور جب اپنا سر اٹھایا تو اتنے سیدھے

تشریحات ۵۲۲

مع نفر۔ ابوداؤد میں ہے کہ میں نے ابو حمید کو دس صحابہ میں بیٹھے دیکھا۔ اور سعید بن منصور کی روایت میں ہے کہ دس صحابہ کے ساتھ دیکھا۔ یعنی حضرت ابو حمید ساعدی کے علاوہ دس صحابہ تھے ان میں مندرجہ ذیل حضرات کا نام معلوم ہو سکا[۱] حضرت ابو قتادہ۔ حضرت ابو ہریرہ۔ حضرت محمد بن مسلمہ۔ ابو العباس سہل بن سعد۔ ابو اسید الساعدی رضی اللہ تعالی عنہم۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوا اور فرمایا کیسے بحالیکہ تم نہ ہم سے زیادہ خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے۔ اور نہ ہم سے پہلے تمہیں صحبت نصیب ہے[۲]۔ لوگوں نے کہا بیان کرو تو انھوں نے بتایا میں نے اس کا تتبع کیا اور یاد رکھا ابوداؤد میں ہے کہ امام احمد نے یہ زائد کیا کہ بعد میں سب نے ان کی تصدیق کی اور کہا کہ تم نے سچ کہا حضور اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔

مسائل

(۱) امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے دلیل لاتے ہیں۔ کہ قعدہ اولیٰ میں داہنا پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں کو بچھا کر اس پر بیٹھے۔ مگر قعدہ اخیرہ میں سرین پر بیٹھے۔ اور بائیں پاؤں کو موڑ کر دائیں طرف کر دے۔ مگر ہمارے

---

۱ فتح الباری ثانی صـ ۲۵۳ ۔ ۲ ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ صـ ۱۰۶ ۔ ترمذی اول صلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ صـ ۴۰ ۳ فتح الباری ثانی صـ ۲۵۲ ۴ باب من ذکر التورک صـ ۱۳۹

حتیٰ یعود کلُّ فقارٍ مکانَهٗ واِذا سجد وضع یدیه غیر مفترشٍ و

ہوگئے کہ پیٹھ کا ہر مہرہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور جب سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں کو اس طرح رکھا کہ نہ وہ بچھے تھے

لا قابضهما واستقبل باطراف اصابع رجلیه القبلة فاذا جلس فی

اور نہ سمٹے ہوئے تھے۔ اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کے سرے کو قبلہ رخ کرلیا۔ پھر جب دو رکعت پر

الرکعتین جلس علی رجله الیسریٰ ونصب الیمنیٰ فاذا

بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھے اور داہنے کو کھڑا کیا۔ اور جب

جلس فی الرکعة الآخرة قدّم رجله الیسریٰ ونصب الاخریٰ

اخیر رکعت میں بیٹھے تو بایاں پاؤں آگے کرلیا۔ اور دوسرے کو کھڑا کرلیا

وقعد علی مقعدته وسمع اللیث یزید بن ابی حبیب ویزید

اور اپنی بیٹھک پر بیٹھے۔ اور لیث نے یزید بن ابی حبیب سے اور یزید نے محمد بن حلحلہ

من محمد بن حلحلة وابن حلحلة من ابن عطاءٍ وقال

سے سنا ہے۔ اور ابن حلحلہ نے ابن عطاء سے اور ابو صالح

یہاں دونوں قعدوں میں ایک ہی طرح بیٹھے یعنی داہنا پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھے۔ ہمارے دلائل اس سے پہلے والی حدیث میں گزر چکے۔ امام ابو جعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر اس حدیث سے دلیل لائے۔ کہ حضرت وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کو ضرور ضرور یاد رکھوں گا۔ جب حضور تشہد کے لئے بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھایا اور اس پر بیٹھے۔ اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ اور امام طحاوی نے حضرت ابو حمید ساعدی کی اس حدیث کا یہ جواب دیا کہ محمد بن عمرو بن عطاء نے یہ حدیث نہ تو حضرت ابو حمید ساعدی سے سنی ہے اور نہ اس مجمع میں موجود حضرات میں سے کسی سے۔ ان کے درمیان ایک مجہول شخص ہے۔ نیز محمد بن عمرو نے اپنی حدیث میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ اس مجمع میں تھے حالانکہ حضرت ابو قتادہ کی ملاقات محمد بن عمرو سے ممکن نہیں کیونکہ حضرت قتادہ شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی نماز جنازہ حضرت شیر خدا نے پڑھائی تھی یہی ہیثم بن عدی نے کہا اور علامہ ابن عبد البر نے فرمایا۔ یہی صحیح ہے۔ (۲) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت مونڈھوں

لہ باب صفة الجلوس فی الصلوٰة کیف ہو ص ۱۲۶

ابوصالح عن الليث كل فقار مكانه وقال ابن المبارك عن يحيى

نے لیث سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ ہر مہرہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور ابن مبارک نے کہا۔ یحییٰ بن سعید

بن ايوب قال حدثني يزيد بن ابي حبيب ان محمد بن عمرو

سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی کہ محمد بن عمرو بن حلحلہ نے

بن حلحلة حدثه كل فقار ع

حدیث بیان کی۔ ہر مہرہ

حدیث ۵۲۳ ان عبد الله بن بحينة رضي الله تعالى عنه قال

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

اس کی بحث گزر چکی۔ ایک جواب یہ بھی ہے کہ جب یہ حدیث ضعیف ہے تو صحاح کو اس پر ترجیح
تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔
ہوگی جن میں یہ مذکور ہے کہ کانوں تک ہاتھ اٹھایا (۳) یہ بھی ثابت ہوا کہ سجدے میں پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلے کی جانب ہونا
چاہئے۔ یہ اسی وقت ہوگا کہ انگلیوں کے پیٹ زمین پر رہیں۔

وسمع الليث یہ حدیث معنعن تھی۔ لیث سے لے کر محمد بن عمرو تک ہر جگہ عن عن تھا۔ اس کے لیے سماع لازم نہیں
تو امام بخاری نے مناسب جانا کہ یہ واضح فرمادیں کہ لیث نے یزید بن ابی حبیب سے اور یزید نے محمد
بن حلحلہ سے اور ابن حلحلہ نے ابن عطاء سے سنا ہے۔

وقال ابوصالح یعنی بطریق ابوصالح بھی وہی لفظ ہے جو بطریق یحییٰ بن بکیر ابھی مذکور ہوا یعنی کل فقار مکانہ وقال
ابن المبارک اس کا مطلب یہ ہے کہ بطریق عبداللہ بن المبارک جو روایت ہے اس میں صرف فقار
ہے مکانہ نہیں۔ حتی یعود کل فقار مکانہ پر یہ اشکال ہے کہ مکانہ کی ضمیر کا مرجع فقار ہے اور یہ جمع ہے اور جمع مونث
کے حکم میں ہے اس کی طرف واحد مذکر کی ضمیر کا لوٹانا درست نہیں۔ اس کا جواب علامہ ابن حجر نے یہ دیا کہ اس میں لفظ فقار کی
رعایت کی گئی ہے یا مجموعہ فقار کو مجازاً واحد مان لیا گیا۔ فقار فقارۃ کی جمع ہے۔ ریڑھ کے مہرے کے معنی میں ہے۔ اور قفار
قفر کی جمع ہے جس کے معنی جنگلی میدان کے ہیں۔ یہ یہاں درست نہیں [1]

تشریحات ۵۲۳ یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ جو پہلے تشہد کو واجب نہ جانے۔ امام بخاری کے علاوہ امام
شافعی امام مالک وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ پہلا قعدہ اور اس میں تشہد پڑھنا واجب نہیں۔ ان کی دلیل

ع۱ اذان باب سنۃ الجلوس فی التشہد ص۱۱۴ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ کلہم فی الصلوٰۃ۔ [1] عمدۃ القاری

وَكَانَ مِنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ وَهُوَ حَلِيْفٌ لِّبَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ وَّكَانَ مِنْ

اور یہ قبیلہ ازد شنوءہ سے تھے جو بنی عبد مناف کے حلیف تھے۔ اور نبی صلی اللہ

اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے۔ کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ

نے انھیں ظہر پڑھائی تو دو پہلی رکعتوں میں بیٹھے نہیں کھڑے ہوگئے

فَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ حَتّٰى اِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيْمَهٗ

اور حضور کے ساتھ سب لوگ کھڑے ہوگئے جب نماز پوری ہوگئی اور لوگ حضور کے سلام پھیرنے کا انتظار

كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ۔

کر رہے تھے کہ حضور نے بیٹھے بیٹھے تکبیر کہی اور دو سجدے کئے سلام پھیرنے سے پہلے اس کے بعد سلام پھیرا۔

حدیث ۵۲۴

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم جب نبی صلے اللہ

یہ ہے کہ اگر واجب ہوتا تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہونے کے بعد یاد آتے ہی لوٹتے اور قعدہ کرتے اور تشہد پڑھتے۔ مگر ہمارا مذہب مختار اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ قعدہ اولیٰ بھی واجب ہے اور اس میں تشہد بھی واجب۔ ہماری دلیل یہ حدیث بھی ہے وہ اس طرح اگر قعدہ اولیٰ اور تشہد واجب نہ ہوتا تو اس کے چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کیوں کرتے۔ علاوہ ازیں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر مداومت اور ایسی پابندی فرمائی ہے کہ ایک بار بھی ترک نہیں فرمایا۔ بالفرض اگر کبھی بھول گئے تو تلافی کے لئے سجدہ سہو کیا۔ یہ وجوب کی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں متعدد احادیث بھی ہیں۔ حضرت ابن عباس کی تشہد والی حدیث میں قولوا۔ اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں فقولوا ہے۔ یہ صیغہ امر ہے جو وجوب کی دلیل ہے۔

تشریحات ۵۲۴

تکمیل۔ اس کے بعد باب ما یتخیر من الدعاء بعد السلام میں یہ ہے۔ کہ ہم لوگ یہ کہتے تھے اللہ پر سلام ہو اس کے بندوں کی طرف سے۔ اور الاستیذان باب الاخذ بالیدین میں ہے۔ کہ مجھے

ع۵ اذان باب من لم یر التشهد الاول واجبا ص۱۱۴ باب التشهد فی الاولی ص۱۱۵ التهجد باب ماجاء فی السهو اذا قام من رکعتی الفریضة ص۱۶۳ ثانی الایمان و النذر باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ص۹۸۲ مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجه کلهم فی الصلوٰة۔

خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلٰی جِبْرَئِیْلَ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو کہتے جبرئیل اور میکائیل پر

وَمِیْکَائِیْلَ السَّلَامُ عَلٰی فُلَانٍ وَّفُلَانٍ فَالْتَفَتَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ

فلاں اور فلاں پر سلام ہو تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہماری طرف رخ انور فرمایا

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ فَاِذَا صَلّٰی

سلام ہو اور ارشاد فرمایا۔ بیشک اللہ سلام ہے جب تم نماز پڑھو

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح تشہد سکھایا کہ میرا ہاتھ حضور کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا جیسے قرآن کی سورہ کی تعلیم دیتے۔ ابو داؤد میں امام بخاری کے شیخ مسدد کی روایت سے یہ اضافہ ہے۔ جب ہم بیٹھتے۔ نیز دوسرے طرق میں ہے کہ اس (تشہد) کے پڑھنے کے بعد جو دعا اسے سب سے زیادہ پسند ہو پڑھے۔

السلام علی فلان ابن ماجہ میں ہے کہ فلاں اور فلاں سے مراد فرشتے لیتے۔ بخاری ہی میں التہجد باب من سمی قوما فی الصلوٰۃ میں یہ بھی ہے۔ کہ ہم میں سے بعض بعض کو سلام کرتے۔

فالتفت التہجد باب من سمی قوما فی الصلوٰۃ میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن لیا۔ تو فرمایا یہ کہو۔

فان اللہ ھو السلام اس روایت میں اختصار ہے جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے کہ وہ یہ بھی کہتے تھے۔ السلام علی اللہ من عبادہ۔ یہ ارشاد اسی سے ممانعت کے لئے ہے۔ ممانعت کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ ہر نعمت ہر خیر کا عطا فرمانے والا اللہ عزوجل ہی ہے اگر بندے عیوب و نقائص سے پاک ہیں یا آفات و حوادث سے محفوظ رہتے ہیں تو اسی کے فضل سے رہتے ہیں۔ اب بندوں کا مذکورہ بالا باتوں کا کہنا لغو ہے

فلیقل کب کہتے یہ اس روایت میں نہیں ہے۔ مگر الاستئذان باب السلام اسم من اسماء اللہ میں اور الدعوات باب الدعاء فی الصلوٰۃ میں ہے۔ کہ جب تم نماز میں بیٹھو تو کہو۔ نسائی میں ہے۔ جب تم دو رکعت پر بیٹھو تو کہو۔ اسی میں بطریق اسود ہے۔ ہر جلسہ میں کہو۔ ہمارے یہاں ہر قعدہ میں تشہد واجب ہے۔ دلیل یہی امر ہے۔ علاوہ ازیں دار قطنی وغیرہ نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا۔ کہ تشہد کے فرض ہونے سے پہلے ہم نہیں جانتے تھے کہ کیا کہیں۔ مگر چونکہ یہ خبر واحد ہے۔ خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی وجوب ثابت ہوتا ہے۔

التحیات یہ تحیۃ کی جمع ہے۔ اس کے یہ معانی ہیں۔ سلام۔ بقاء عظمت۔ آفات و نقائص سے سالم رہنا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی ملک بادشاہ بھی ہیں۔ ابو سعید ضریر نے کہا اس سے خود بادشاہ مراد نہیں۔ بلکہ وہ کلمات مراد ہیں جن سے بادشاہ کو سلام کیا جاتا تھا۔ یہاں تعظیم مراد ہے۔

احدکم فلیقل التحیات للہ الصلوات و الطیبات السلام
تو کہو تمام قولی عبادتیں اور تمام بدنی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔
علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علینا و علی عباد
اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہم پر اور اللہ کے تمام نیک
اللہ الصالحین فانکم اذا قلتموھا اصابت کل عبد للہ صالح
بندوں پر سلام ہو۔ جب تم یہ کہو گے تو آسمان و زمین میں جتنے اللہ کے نیک بندے ہیں

والصلوات یہاں نور محمد اور رشیدیہ کے مطبوعہ نسخے میں بغیر واؤ کے ہے مگر مطبع ہاشمی کے مطبوعہ میں واؤ ہے نیز فتح الباری اور عمدۃ القاری اور ارشاد الساری اور تیسیر القاری میں یہاں بھی واو ہے۔ نیز مصری مطبوعہ جو حاشیہ سندی کے ساتھ چھپی ہے۔ اس میں بھی واؤ ہے۔ اس کے علاوہ بخاری میں یہ روایت جتنی جگہ ہے ہر جگہ واؤ ہے۔ یعنی والصلوات۔ اس سے یا تو تمام نمازیں مراد ہیں خواہ وہ فرائض ہوں خواہ نوافل خواہ واجبات۔ یا تمام عبادات مراد ہیں یا تمام دعائیں یا رحمت۔

والطیبات اس سے اچھے اقوال مراد ہیں یا اقوال و اعمال دونوں۔ شیخ حافظ الدین نسفی نے فرمایا۔ کہ تحیات سے عبادات قولیہ اور الصلوات سے عبادات بدنیہ اور الطیبات سے عبادات مالیہ مراد ہیں۔

السلام علیک ہم یہ پہلے ذوالیدین والی حدیث میں بتا آئے ہیں کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں ہے کہ نماز میں حضور سے کلام کرنا مفسد نماز نہیں۔ اسی طرح یہ بھی خصائص سے ہے کہ مخاطب کرکے سلام کرنا بھی نماز کو فاسد نہیں کرتا بلکہ مکمل کرتا ہے۔

نکتہ تشہد کا سیاق یہ چاہتا تھا کہ بجائے خطاب کے یوں ہوتا السلام علی النبی۔ کیونکہ ابتدا میں ہے التحیات للہ۔ اور آخر میں ہے۔ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔ تو مناسب یہی تھا کہ یوں ہوتا۔ السلام علی النبی علامہ طیبی نے اس کا جواب یہ دیا کہ ہم بعینہ ارشاد رسول کی اتباع کرتے ہیں جو حضور نے صحابہ کو تعلیم دی وہی پڑھنا لازم ہے اہل عرفان کے طریقے پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ نمازی نے تحیات پیش کرکے جب باب ملکوت کھولنے کی درخواست پیش کی۔ تو انہیں حی الذی لایموت کے حریم قدس میں حاضری کی اجازت ملی۔ مناجات سے مشرف ہو کر باغ باغ ہوئے تو انہیں خبردار کیا گیا کہ یہ شرف نبی رحمت کے واسطے اور ان کی متابعت کی برکت سے حاصل ہوا ہے۔ اب انہوں نے دیکھا کہ حبیب، حبیب کی حریم میں جلوہ فرما ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف یہ عرض کرتے ہوئے حاضر ہو گئے۔ آپ پر سلام ہو اے اللہ کے نبی۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا۔

۱؎ جلد اول ص۱۵۱

فی السماء والارض۔ اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا
عبدہ ورسولہٗ ؏

ہر بندہ کو سلام پہونچ جائے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں

واحضر فی قلبك النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وشخصه الکریم وقل سلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته لیصدق املك فانه یبلغه ویرد علیك ما هو اوفی منه

حضور کی ذات مکرم کو اپنے دل میں حاضر کر اور کہہ اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں تاکہ تیری یہ امید پوری ہو کہ تیرا سلام ان کی بارگاہ تک پہنچتا ہے اور وہ تیرے اس سلام کا جواب عمدہ دیں۔

اقول وباللہ التوفیق۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیبوبت باعتبار ظاہر کے ہے ورنہ اہل سنت وجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم میں حاضر و ناظر ہیں۔ شفاء شریف میں حضرت عمرو بن دینار کا یہ ارشاد منقول ہے۔ جب تم گھر میں داخل ہو اور کوئی نہ ہو تو کہو السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

لان روحه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حاضر فی بیوت اهل الاسلام ؎

اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح ہر مسلمان کے گھر میں حاضر ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ "سلوک اقرب السبل فی التوجہ الی الرسل" میں فرماتے ہیں۔ یہ رسالہ اخبار الاخیار کے حاشیے میں چھپا ہے۔ ص۱۵۵ سے ص۱۶۳ تک ہے۔

باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات بلاشائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی اند وبر احوال امت

علماء امت کے درمیان اتنے کثیر اختلافات اور مذاہب کے باوجود اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ آنحضرت حقیقی زندگی کے ساتھ جس میں نہ مجاز کا شائبہ ہے نہ تاویل کا وہم

؏ باب التشهد فی الآخرة ص۱۱۵ باب ما یتخیر من الدعاء بعد السلام ص۱۱۵ التہجد باب من سمی قوما او سلم فی الصلوٰة۔ ص۱۶۰ ثانی الاستیذان باب السلام اسم من اسماء الله ص۹۲۰ باب الاخذ بالیدین ص۹۲۶ الدعوات باب الدعاء فی الصلوٰة ص۹۳۶ التوحید باب قول الله السلام المومن ص۱۰۹۸ مسلم صلوٰة ابوداؤد صلوٰة ترمذی صلوٰة و نکاح ونسائی تطبیق وسهو۔ ابن ماجه اقامت نکاح دارمی صلوٰة۔ موطا امام مالك۔ مسند امام احمد اول ص۲۹۲ وغیرہ۔ ؎ ثانی فصل فی المواطن التی یستحب فیها الصلوٰة والسلام ص۱۱۷

حاضر و ناظر[1] دائم اور باقی ہیں اور امت کے احوال پر حاضر و ناظر ہیں۔

یہ مضمون خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا۔ ہم نے تم کو حاضر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔

اور بعینہٖ یہی کلمات طیبات سورہ فتح آٹھویں آیت میں بھی ہیں۔

شاہد کے حقیقی معنی حاضر ہی کے ہیں۔ حدیث میں نماز جنازہ کی دعا میں ہے۔

اللهم اغفر لحينا و ميتنا و شاهدنا و غائبنا۔ اے اللہ ہمارے زندہ ہمارے مردہ ہمارے حاضر ہمارے غائب کو بخشدے

مشہور حدیث ہے۔

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ حاضر غائب کو میرا پیغام پہنچا دے۔

ان دونوں حدیثوں میں غائب سے تقابل نے متعین کر دیا ہے کہ شاہد بمعنی حاضر ہے۔ اور وہ حاضر جو بینا ہو ناظر ضرور ہوگا تو حاضر کے لئے ناظر ہونا لازم۔ اسی لئے اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ان دونوں آیتوں کا ترجمہ فرمایا اے محبوب ہم نے تم کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔

اور ارشاد ہے۔

اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔ نبی مومنوں کی جانوں سے زیادہ ان سے قریب ہیں۔

بانی مدرسہ دیوبند مولینا قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس[2] میں لکھا ہے۔ النبی اولی بالمومنین من انفسہم۔ بعد لحاظ صلہ من انفسہم کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہو اور اگر بمعنی احب یا اولیٰ بالتصرف ہو جب بھی یہی بات لازم آئے گی کیونکہ احبیت اور اولویت بالتصرف کے لئے اقربیت تو وجہ ہو سکتی ہے پر بالعکس نہیں ہو سکتا۔ قرب کے لئے حاضر ناظر ہونا لازم ہے۔ تو اس آیت سے بھی ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔

جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں تو حضور کی غیبوبت باعتبار ظاہر ہوئی۔ ورنہ حقیقت میں حضوری ہے۔ اس لئے صیغہ خطاب کے ساتھ ندا اور سلام بلا کسی و غدغے کے درست۔ حضرت شیخ اپنے دوسرے رسالے میں فرماتے ہیں۔

بعضے عرفا از ارباب تحقیق گفتہ اند کہ آنحضرت۔ باعتبار سریان حقیقت وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بعض عرفا اہل تحقیق نے کہا ہے کہ اس اعتبار سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت موجودات کے

---

[1] ص ۱۶۹ [2] ص ۵۳

در ذرائر موجودات واحاطہ ذات۔ بابرکات وے بسائر ممکنات در ذات مصلی حاضر وشاہد است درود بصیغہ خطاب درحقیقت ملاحظہ آں حضور وشہود است صلے اللہ علیک یارسول اللہ وسلم۔ ص ۳۲۳

تمام ذروں میں سرایت کئے ہوئے ہے اور حضور کی ذات تمام ممکنات کو محیط ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصلی کی ذات میں حاضر وشاہد موجود ہیں اور درود بصیغہ خطاب حقیقت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کے لحاظ سے ہے۔

الفاظ تشہد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ مزید گیارہ صحابہ کرام سے تشہد مروی ہے جن میں کچھ الفاظ کی کمی زیادتی ردو بدل ہے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت عمر۔ حضرت ابن عباس۔ حضرت ابن عمر۔ حضرت عائشہ۔ حضرت ابن زبیر۔ حضرت جابر۔ حضرت ابو سعید خدری حضرت ابو موسی اشعری۔ حضرت معاویہ حضرت سلمان۔ حضرت سمرہ۔ حضرت ابو حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ احناف کا مختار حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تشہد ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ اس کی ترجیح کے وجوہ مندرجہ ذیل ہیں (۱) ترمذی[1] نے فرمایا۔ تشہد کے بارے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی احادیث میں سب سے زیادہ صحیح حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے۔ اور صحابہ تابعین میں سے اکثر اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔ حصیف[2] سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ تشہد کے بارے میں اختلاف ہوگیا ہے تو فرمایا تم ابن مسعود کے تشہد کو اختیار کرو۔ طبرانی میں یہ ہے کہ ابو بردہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا۔ تشہد کے بارے میں ابن مسعود کی حدیث سے زیادہ اچھی کوئی حدیث میں نے نہیں سنی۔ کیونکہ انھوں نے اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے۔ ابن منذر اور ابو علی طوسی نے کہا کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث متعدد طریقوں سے مروی ہے۔ اور یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تشہد کے بارے میں مروی احادیث میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ خطابی نے کہا کہ اس سلسلے کی تمام روایتوں سے صحیح ترین اور مشہور ترین حدیث ابن مسعود کے تشہد کی ہے۔ ابو عمر و نے کہا کہ حضرت ابن مسعود کے تشہد کو اکثر اہل علم نے اختیار کیا۔ اس لئے کہ یہ ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پڑھا۔ امام نووی نے فرمایا۔ باتفاق محدثین سب سے زیادہ صحیح ابن مسعود کی حدیث ہے پھر ابن عباس کی بزار نے کہا تشہد میں سب سے زیادہ صحیح ابن مسعود کی حدیث ہے یہ بیس سے زائد طریقوں سے ابن مسعود سے مروی ہے۔ میں تشہد میں اس سے زیادہ ثابت اور باعتبار سند کے زیادہ صحیح جس کے رواۃ سب سے زیادہ مشہور ہوں، کوئی حدیث نہیں جانتا ہوں۔ امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اسے بارہ طریقے سے روایت فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ دیگر دعاؤں کی طرح تشہد نہیں کہ جن الفاظ سے چاہیں پڑھ لیں۔ اس کے لئے ماثور الفاظ ضروری ہیں۔ اور تشہد کے دوسرے صیغے دوسرے صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ ان کے الفاظ میں اختلافات ہیں۔ اور حضرت ابن مسعود کے تشہد میں کسی روایت میں اختلاف نہیں۔ سب طرق ان الفاظ پر متفق ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مختلف کے بجائے متفق لینا زیادہ بنتا ہے۔ علاوہ ازیں

---

[1] اول صلوٰۃ باب التشہد ص ۳۸ [2] ۵۳ عمدۃ القاری جلد سادس ص ۱۱۴۔

حدیث ۵۲۵ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دیا کہ

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں۔ میں نے اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے اخذ کیا ہے حضور نے ایک ایک کلمہ مجھے سکھایا۔ بخاری کی روایتیں گزریں کہ اس طرح سکھایا کہ جیسے قرآن کی سورہ کی تعلیم دیتے تھے۔ اور میرا ہاتھ حضور کے دونوں دست مبارک میں تھا۔ امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نے اس تشہد کی ترجیح میں فرمایا کہ اس میں امر ہے۔ جو اصل میں وجوب کے لئے اور لا اقل استحباب کے لئے۔ اس میں الف لام استغراق جیسے اس میں واؤ جو تجدید کلام و تاکید تعلیم پر دلالت کرتا ہے۔ ان الفاظ کی پابندی حضرت ابن مسعود کے نزدیک اتنی تھی کہ اگر کوئی بڑھا کر دیتا تو منع فرماتے۔ طبرانی کی معجم اوسط میں ہے کہ حضرت ابن مسعود ایک شخص کو تشہد سکھا رہے تھے اس نے پہلی شہادت پر وحدہ لاشریک لہ۔ کہہ دیا تو فرمایا کہ اللہ عزوجل ایسا ہی ہے مگر میں نے جو بتایا ہے اسی پر اکتفا کر۔ بزار میں ہے کہ ایک شخص کو بتا رہے تھے۔ اس نے اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ کہتے وقت، اشہد، چھوڑ دیا۔ تو اسے ٹوکا۔ بار بار یہی ہوا تو فرمایا ہم کو ایسے ہی سکھایا گیا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ایک شخص کو سنا کہ وہ تشہد میں بسم اللہ پڑھتا ہے تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا۔ بسم اللہ کھانے پر ہے۔

ایک شبہ اور ازالہ بخاری کتاب الاستیذان باب الاخذ بالیدین میں ہے۔ جب تک حضور ہماری نظروں کے سامنے تھے ہم یوں ہی تشہد پڑھتے رہے۔ جب ہم سے اٹھا لیے گئے تو ہم السلام علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے لگے۔ علاوہ بخاری کے متعدد محدثین نے اپنی اپنی کتب میں اسے ذکر کیا ہے۔ مثلا ابو عوانہ، سراج۔ جوزنی۔ ابونعیم۔ بیہقی بلکہ مصنف عبدالرزاق میں تو یہاں تک ہے کہ صحابہ نے بعد وصال السلام علیک کہنا چھوڑ دیا تھا۔ **اقول۔** ان روایات کے باوجود پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ تشہد میں صیغہ خطاب ہی کے ساتھ سلام عرض کیا جائے گا۔

تشہد میں اخفاء ابوداؤد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ فرمایا۔ تشہد کو آہستہ پڑھنا سنت ہے۔[1]

تشہد دونوں قعدوں میں ہے نسائی میں ہے کہ فرمایا۔ جب تم کسی بھی دو رکعت پر بیٹھو تو تشہد پڑھو۔ ابن خزیمہ کی روایت میں ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وسط نماز میں اور آخر نماز میں تشہد پڑھنے کی تعلیم دی۔[2]

تشریحات ۲۲۵ یہ دعا قعدہ اخیرہ میں درود کے بعد مانگی جائے گی۔ اس کے محل بتانے کے لئے امام بخاری نے اس پر یہ عنوان قائم فرمایا ہے۔ سلام سے قبل دعا اس پر قرینہ عقلیہ یہ قائم ہے کہ نماز کے بقیہ ارکان

---

[1] اول صلوۃ باب اخفاء التشہد ص ۱۴۲
[2] عمدۃ القاری سادس ص ۱۱۱۔

أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا کرتے تھے

فِي الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوْذُبِكَ

اے اللہ، میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور مسیح دجال کے

مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ

فتنے سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری

فِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ

پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اس پر ایک

لَهُ قَائِلٌ مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا

کہنے والے نے کہا۔ حضور اکثر قرض سے پناہ کیوں مانگتے رہتے ہیں۔ تو فرمایا انسان قرض لیتا ہے

کے لئے اذکار مخصوص ہیں مثلاً قیام میں قرأت رکوع وسجود میں تسبیح۔ قعدہ اولیٰ میں صرف تشہد اور ثانیہ میں تشہد اور درود۔ تو دعا کے لئے اس کے بعد ہی گنجائش ہے۔ اور قرینہ منقولہ یہ ہے ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ ابن ماجہ میں ہے۔ جب تشہد سے فارغ ہو تو چار چیزوں سے پناہ مانگو۔ جہنم کے عذاب سے قبر کے عذاب سے زندگی اور موت کے فتنے سے مسیح دجال کے فتنے سے۔ نیز اسی میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کی حدیث میں ہے۔ جب قعدہ کا وقت آئے تو تمہارا پہلا ذکر تشہد ہونا چاہئے علاوہ ازیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشہد والی احادیث کی بعض روایتوں میں ہے۔ اس کے بعد جو چاہے دعا اختیار کرلے۔

فتنۃ فتنہ کے معنی امتحان، آزمائش کے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین کو مخاطب کرکے عرض کیا۔ ان ھی الافتنتك۔ الاعراف (۱۵۵) یہ تیری ہی آزمائش ہے۔ مگر مطلقاً آزمائش کے معنی میں اس کا استعمال عرف میں کم ہے۔ اب اس کا اکثر استعمال ناگوار بات سے آزمانے میں ہوتا ہے۔ اور اب گناہ۔ کفر۔ قتال جلانے اور کسی چیز سے پھیرنے کے معنی میں ہوتا ہے۔

المحیا والممات یہ دونوں مصدر میمی ہیں بمعنی حیات وموت۔ ثلاثی معتل العین سے مصدر میمی اور ظرف ایک ہی

---

[۱] اقامۃ الصلوات باب مایقال بعد التشہد والصلوٰۃ ص۶۶ [۲] اقامۃ الصلوات باب اذا قرأ الامام فانصتوا۔ ۱۲

غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ ؏ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ

تو بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو پورا نہیں کرتا ہے۔ اور محمد بن یوسف نے کہا

سَمِعْتُ خَلَفَ ابْنَ عَامِرٍ يَقُولُ فِي الْمَسِيحِ وَالْمَسِيحِ لَيْسَ

میں نے خلف بن عامر سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ مسیح اور مسیح میں فرق نہیں

بَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَهُمَا وَاحِدٌ أَحَدُهُمَا عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْآخَرُ

ایک ہیں۔ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرا

الدَّجَّالُ ؏ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ

دجال ہے۔ زہری عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت

عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِيذُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ ؎

سنا کہ اپنی نماز میں دجال کے فتنے سے پناہ مانگا کرتے تھے

ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ ظرف مکان یا ظرف زمان ہو۔ مطلب یہ ہوگا کہ زندگی اور موت کی جگہ یا مدت کے فتنے سے پناہ چاہتا ہوں۔ زندگی کا فتنہ دنیا پر فریفتہ ہو کر اس میں پھنس جانا اور شہوات و جہالتوں میں گرفتار ہونا ہے ان میں سب سے سخت سوء خاتمہ ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ موت کے فتنے سے مراد یا تو جانکنی کی سختی ہے۔ یا قبر میں نکیرین کی آمد اور ان کے سوالات اور شیطان کی دخل اندازی ہے۔

المغرم غرم کا مصدر میمی ہے۔ بمعنی قرض۔ اس کا فتنہ یہ ہے کہ انسان بلا ضرورت شرعیہ قرض لے۔ یا مراد یہ ہے کہ قرض لے کر ہڑپ کر لینے کی نیت ہو یا ادائیگی کی استطاعت ہوتے ہوئے ادا میں تاخیر کرے ورنہ عند الضرورت قرض خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے لیا ہے۔

ایک شبہے کا ازالہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

؏ اذان باب الدعاء قبل السلام ص ۱۱۵ الاستقراض باب من استفاد من الدین ص ۳۲۲ مسلم ابوداؤد نسائی کلہم فی الصلوٰۃ ؏ باب الدعاء قبل السلام ص ۱۱۵ ؎ ایضاً۔

حدیث ۵۲۶

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت ابوبکر صدیق

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا

وَسَلَّمَ عَلِّمْنِیْ دُعَاءً اَدْعُوْ بِہٖ فِیْ صَلَاتِیْ قَالَ قُلِ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ

مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیں جسے میں نماز میں مانگا کروں۔ تو فرمایا یہ دعا مانگو۔ اے اللہ میں نے

نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَۃً

اپنے اوپر بہت ظلم کیا۔ گناہ صرف تو ہی بخشتا ہے۔ مجھے بخش دے ایسی بخشش جو

مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ [۱]

تیری بارگاہ قدس سے ہو اور مجھ پر رحم فرما یقینا تو بخشش والا مہربان ہے۔

مائدہ آیت ۶۸۔ اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائے گا۔ پھر اس تعوذ کے کیا معنی۔ دجال کے بارے میں خود فرمایا کہ اخیر زمانے میں آئے گا۔ پھر اس سے تعوذ کی کیا حاجت؟ شراح حدیث نے فرمایا۔ کہ یہ امت کی تعلیم کے لئے ہے۔ اور اس کے شر کے بہت زیادہ خطرناک ہونے کو بتانے کے لئے ہے۔ نیز اظہار عبودیت اور تواضع کے لئے بھی۔

مَسیح اور مِسِّیح لفظ مسیح کی تحقیق جلد اول میں گزر چکی۔ ابو الہیثم نے کہا تھا کہ دجال مِسِّیح سین کے تشدید کے ساتھ۔ سکیت کے وزن پر ہے۔ اس کے معنی وہ ہیں جس کی خلقت بگاڑ دی گئی ہو۔ اس کے ازالے کے لئے امام بخاری نے خلف بن عامر ہمدانی مشہور محدث کا قول نقل فرمایا۔ کہ لفظ مسیح اور مِسِّیح میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ہوتا ہے اور دجال پر بھی۔ لیکن مطلق بول کر حضرت عیسیٰ ہی کو مراد لیتے ہیں۔ اور دجال کو صرف مسیح نہیں کہتے مسیح دجال کہتے ہیں۔ مسیح کا مادہ مَسَح ہے جس کے معنی پونچھنے کے ہیں۔ دجال کو مسیح کہتے ہیں بمعنی مفعول پونچھا ہوا چونکہ وہ کانا ہے اس کی ایک آنکھ غائب ہے۔ گویا پونچھی ہوئی ہے یا اس لئے کہ خیر سے وہ خالی ہے۔ گویا خیر بالکل پونچھ لیا گیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح بمعنی فاعل بولتے ہیں۔ کیونکہ وہ بیمار پر ہاتھ پھیر دیتے تھے تو وہ اچھا ہو جاتا تھا۔ یا اس کا مادہ مساحت ہے۔ اب مسیح بمعنی فاعل کے معنی

---

[۱] اذان باب الدعاء قبل السلام ص ۱۱۵ ثانی دعوات باب الدعاء فی الصلوٰۃ ص ۹۳۶ مسلم دعوات ترمذی دعوات نسائی صلوٰۃ قنوت ابن ماجہ دعاء۔

حدیث ۵۲۷

عن ھند بنت الحارث ان ام سلمۃ رضی

ہند بنت الحارث سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ

اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیر کر فارغ

اذا سلم قام النساء حین یقضی تسلیمہ ومکث یسیرا قبل

ہو جاتے تو عورتیں اٹھ کھڑی ہوتیں اور حضور کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہرتے

ہوئے سیاحت کرنیوالا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تبلیغ کے لئے ہمیشہ چلتے رہے۔ اور کہیں مکان نہیں بنوایا۔ اس لئے ان کو مسیح کہا جاتا ہے اور دجال چالیس دن میں پوری دنیا میں گشت کرے گا۔ اس لئے اس کو بھی مسیح کہا جاتا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ مسیح کو عربی مانیں۔ مگر یہ طے ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مسیح کا اطلاق انجیل میں بھی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عبرانی لفظ ہے البتہ انجیل میں بجائے چھوٹی سین کے بڑی شین ہے۔ معرب کر کے چھوٹی سین بولتے ہیں۔ عبرانی میں مشیح بمعنی صدیق ہے۔ البتہ یہ طے ہے کہ دجال کے ساتھ جو مسیح ہے وہ عربی ہے۔

وعن الزھری مراد یہ ہے کہ سند مذکور کے ساتھ یہ حدیث امام زہری سے مطول اور مختصر دونوں طرح مروی ہے مطول پہلے ذکر کی اور اب مختصر بیان فرمایا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں ام المومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کی تصریح فرما رہی ہیں۔

مسائل نماز میں تشہد کے بعد درود شریف اور دعا سنت ہے۔ احناف کے یہاں دعا ماثورہ کے علاوہ ایسی دعا بھی کر سکتا ہے جو ماثورہ دعاؤں اور قرآن مجید کے کلمات کے مشابہ ہو۔ ایسی دنیوی باتوں کی دعا جو انسان بھی پوری کر سکتا ہو نماز میں جائز نہیں۔ اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ یہ ملحق بالکلام ہے۔ مسلم[۱] شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہماری اس نماز میں کلام ناس کی قطعاً گنجائش نہیں۔ یہ صرف تسبیح تکبیر اور قرآن کی تلاوت ہے امام شافعی اور امام مالک ہر قسم کی دعا کی اجازت دیتے ہیں۔

تشریحات ۵۲۷ تکمیل۔ باب مکث الامام فی مصلاہ بعد السلام۔ میں ہند بنت الحارث کا یہ تعارف مذکور ہے کہ یہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تلامذہ میں سے تھیں۔ نیز یہ بھی کہ یہ ازواج مطہرات کی خدمت میں آتی جاتی تھیں۔ اور معبد بن مقداد کی زوجہ تھیں۔ جو بنی زہرہ کے حلیف تھے۔ ایک طریقے میں اخیر میں یہ ہے۔ کہ حضور سلام پھیرتے اور حضور کے لوٹنے سے پہلے عورتیں واپس ہو جاتیں اور اپنے گھر پہنچ جاتیں۔

۱؎ اول مساجد باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ ص ۲۰۳۔

اَنْ يَقُوْمَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأُرٰى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَنَّ مُكْثَهٗ لِكَىْ

ابن شہاب نے کہا میرا گمان ہے واللہ اعلم کہ حضور کا ٹھہرنا اس لئے

يَنْفُذَ النِّسَاءُ قَبْلَ اَنْ يُدْرِكَهُنَّ مَنِ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ[ع]

تھا کہ عورتیں چلی جائیں اس سے پہلے کہ نمازیوں میں سے واپس ہونے والے ان سے مل سکیں۔

فِرَاسِيَّة یا قُرَشِيَّة اس باب میں تین طریقوں سے ان کی صفت الفراسیۃ آئی ہے اور دو طریقوں سے القرشیۃ آیا ہے۔ فراسیۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بنی فراس سے تھیں شجرہ نسب یہ ہے۔ اور ایک طریقے میں امراۃ من قریش آیا ہے۔ فراس بن غنم بن ثعلبہ بن مالک بن کنانہ۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ اب ان کو قرشیہ کہنا درست نہیں۔ اس لئے کہ قریش بر بنائے قول صحیح، یا تو نضر بن کنانہ کا لقب ہے یا فہر بن مالک بن نضر کا۔ ہم جلد اول میں بتا آئے ہیں کہ دونوں کا حاصل ایک ہی ہے۔ اس لئے کہ نضر کی نسل صرف مالک سے اور مالک کی صرف فہر سے چلی۔ تو جو بھی نضر کی نسل سے ہو گا وہ فہر کی بھی نسل سے ضرور ہو گا۔ اور فراس کے شجرہ مذکورہ سے ظاہر ہے کہ فراس نضر کی اولاد نہیں۔ پھر ہند بنت الحارث، قرشیہ کیسے ہوئیں؟ اس کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے۔ کہ ایک قول یہ ہے کہ قریش کنانہ کا لقب ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ اس کے معارض صحیح حدیث موجود ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ عزوجل نے اولاد اسمٰعیل میں سے کنانہ کو، اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا[ع]۔ علامہ عینی نے ابن تین سے نقل فرمایا۔ کہ ان کو قرشیہ اس لئے کہا گیا، کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ان کے شوہر معبد بن مقداد، قریش کے حلیف ہو گئے تھے۔ اس کی تائید امام بخاری کی اس تصریح سے بھی ہوتی ہے۔ کہ ان کے شوہر بنی زہرہ کے حلیف تھے۔ یہ تابعیہ خاتون ہیں۔

ع اذان باب التسلیم ص ۱۱۶ باب مکث الامام فی مصلاہ بعد السلام ص ۱۱۷ ابوداؤد نسائی کلاھما فی الصلوٰۃ۔ ع ص ۲۲۳۔ ع مسلم۔ ثانی فضائل۔ باب فضل نسب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۴۵ ترمذی۔ ثانی۔ باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۰۱ مسند امام احمد۔ جلد ۴ ص ۱۰۷ [illegible]

ت ۱۶۵

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْتَحِبُّ
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسے پسند کرتے تھے

إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ أَنْ يُسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهُ
کہ جب امام سلام پھیرے تو امام کے پیچھے والے بھی سلام پھیریں۔

تشریحات ۱۶۵

یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ امام کے ساتھ مقتدی سلام پھیرے مگر اثر میں "اذا" ہے جو بظاہر شرط کے لئے ہے اور مشروط کا تحقق شرط کے بعد ہوتا ہے۔ جس سے متبادر ہوتا ہے کہ مقتدی امام کے بعد پھیرے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہاں اذا شرط کے لئے نہیں بلکہ اپنے اصلی معنیٰ ظرف کے لئے ہے — تو اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ جس وقت امام سلام پھیرے مقتدی بھی اسی وقت اس کے ساتھ سلام پھیریں۔ مقارنت مستحب ہے — اور نفس سلام یہاں واجب ہے۔ اور امام شافعی امام مالک امام احمد وغیرہ کے یہاں فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مفتاح الصلوٰۃ الطھور	نماز کی کنجی پاکی ہے اور اس کا تحریمہ تکبیر
وتحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم	اور اس کی تحلیل تسلیم ہے[۱]

ان کا استدلال یہ ہے کہ یہاں مصدر مضاف مبتدا ہے اور مصدر معرف باللام خبر یہ ترکیب مفید حصر ہے۔ اس سے ثابت کہ نماز سے باہر آنا منحصر ہے سلام کہنے میں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ اوّلاً اس حدیث کے ایک راوی ابن عقیل ضعیف ہیں۔ ثانیاً یہ خبر واحد ہے — یہ ثبوت فرضیت کے لئے کافی نہیں۔ ثالثاً ان اعرابی کو جنہوں نے نماز صحیح نہیں پڑھی تھی انہیں صحیح نماز کی تعلیم دی مگر سلام کو ذکر نہیں فرمایا اگر سلام فرض ہوتا تو اسے بھی ضرور ذکر فرماتے۔ رابعاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تو نے یہ کہہ لیا یا کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہوگئی۔ اس میں بھی سلام کا ذکر نہیں۔ خامساً جلد ثانی میں حدیث ۲۰۹ گزری کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھائی اور سلام پھیرا پھر جب عرض کیا گیا تو اپنے پائے اقدس کو موڑا اور قبلہ کو منہ کیا اور سجدہ سہو فرمایا۔ اگر سلام فرض ہوتا تو جبکہ چار رکعت پر سلام نہیں پھیرا تھا تو نماز فاسد ہوجانی چاہیئے تھی سجدۂ سہو سے کام نہ چلتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں، واجب ہے جس کے ترک سے سجدہ سہو لازم ہے نیز امام شافعی وغیرہ کی مستدل حضرت علی رضی اللہ عنہ والی حدیث مذکور تحلیلھا التسلیم بھی ہے وجوب ہی کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ خبر واحد مفید وجوب ہے — نہ کہ مفید فرضیت۔

ع ۵ اذان باب یسلم حین یسلم الامام ص ۱۱۶

[۱] ابوداؤد اول۔ طہارت باب فرض الوضوء ص ۹ ایضا صلوٰۃ باب تحریم الصلوٰۃ وتحلیلھا ص ۹۰ ترمذی اول طہارت باب مفتاح الصلوٰۃ الطھور ص ۳ ایضا باب مفتاح الصلوٰۃ الطھور ص ۳۲ — ابن ماجہ طہارت باب مفتاح الصلوٰۃ الطھور ص ۲۴ دارمی وضوء ۲۲ مسند امام احمد اول ص ۱۲۹

حدیث ٥٢٨

أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ أَبَا مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذٰلِكَ إِذَا سَمِعْتُهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں لوگوں کے نماز سے فارغ ہونے کو ذکر سے جانتا تھا جب اس کو سنتا۔

حدیث ٥٢٩

أَخْبَرَنِي أَبُو مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيرِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کو تکبیر سے پہچانتا تھا۔

تشریحات ٥٢٨ ٥٢٩

پہلی حدیث میں "اَعْلَمُ" ہے اور دوسری حدیث میں "اَعْرِفُ" ہے۔ حالانکہ علم و معرفت میں فرق ہے۔ معرفت کا استعمال جزئیات میں ہے اور علم کا کلیات میں۔ یہاں واقعہ جزئیہ ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ پہلی حدیث میں علم بمعنی معرفت ہے۔ پہلی حدیث میں ذکر اور دوسری میں تکبیر ہے۔ تکبیر ذکر ہی کا فرد ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مقصود تکبیر میں انحصار نہیں مطلقاً ذکر مسنون ہے۔ مثلاً کلمہ طیبہ پڑھنا، درود شریف پڑھنا سب ذکر کے افراد ہیں۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ ورنہ سلام سے نماز کے اختتام کو جان لیتے۔ اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ اس لئے کہ وہ عہد نبوی میں بالغ نہ تھے مگر اس کا بھی احتمال ہے کہ بچے ہونے کی وجہ سے پچھلی صفوں میں ہوتے ہوں اور سلام نہ سنتے ہوں مگر ذکر اور تکبیر بلند آواز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سبھی مقتدی کرتے تھے اس لئے اس کو سن لیتے تھے۔

عہ ایضاً عہ الصلوٰۃ فی الصلوٰۃ ابوداؤد کلاھما فی الصلوٰۃ

عہ اذان۔ باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۱۱۶ مسلم ابوداؤد

ت ۱۶۶

قَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو

علی بن مدینی نے عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ

قَالَ كَانَ أَبُو مَعْبَدٍ أَصْدَقَ مَوَالِي ابْنِ عَبَّاسٍ

انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس کے غلاموں میں سب سے سچے معبد ہیں اور

قَالَ عَلِيٌّ وَاسْمُهُ نَافِذٌ[ع]

علی بن مدینی نے کہا ان کا نام نافذ ہے۔

حدیث ۵۳۰

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تنگ دست

قَالَ جَاءَ الْفُقَرَاءُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

افراد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

فَقَالَ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ مِنَ الْأَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ

عرض کیا کہ دولت مند حضرات نے بڑے بڑے درجے

تشریحات ۱۶۶

اس کے ذکر کی ضرورت یہ آن پڑی کہ مسند[۱] امام احمد اور مسلم[۲] میں ہے کہ حضرت عمرو بن دینار نے بعد میں حضرت ابو معبد سے اس حدیث کو ذکر کیا تو انہوں نے اس سے انکار کیا۔ اس پر حضرت عمرو بن دینار نے کہا آپ نے اسے مجھ سے ذکر کیا ہے۔ اس وجہ سے اس حدیث کی صحت میں شبہہ ہو گیا۔ امام بخاری نے حضرت ابن مدینی سے مذکورہ بالا روایت ذکر کر کے یہ بتانا چاہا ہے کہ اس سے اس حدیث کی صحت میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے۔ یعنی یہ حدیث امام بخاری کے نزدیک اس درجے کی اعلیٰ صحیح ہے کہ اس صحیح میں درج کے قابل ہے۔ اور یہی امام مسلم نے بھی افادہ فرمایا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ راوی حدیث ذکر کرنے کے بعد بھول جائے اور روایت کرنے والا عادل ہو تو اس کی روایت امام شافعی کی طرح ان دونوں بزرگوں کے نزدیک مقبول ہے۔ مگر ہمارا مذہب مختار تفصیل ہے جو عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔

تشریحات ۵۳۰

دثور۔ دثر۔ کی جمع ہے۔ اس کے معنی مال کثیر کے ہیں۔ یعنی زیادہ مال والے۔ ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوذر[۳] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان میں تھے۔ اور سوال کرنے والے بھی یہی تھے۔ ترمذی[۴] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث

ع اذان۔ باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۱۱۶ مسلم ابوداؤد کلاھما فی الصلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ

۱ مسند امام احمد جلد اول ص۲۲۲ ۲ مسلم مساجد باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۲۱۷ ۳ اول صلوٰۃ باب التسبیح بالحصا ص۲۱۱ ۴ اول صلوٰۃ باب التسبیح فی ادبار الصلوٰۃ ص۵۵

الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ
اور دائمی نعمت حاصل کر لی۔ جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں
كَمَا نَصُوْمُ وَلَهُمْ فَضْلٌ مِّنْ اَمْوَالٍ يَحُجُّوْنَ
اور جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں وہ لوگ بھی رکھتے ہیں اور انہیں مال کی وجہ سے برتری حاصل ہے
بِهَا وَيَعْتَمِرُوْنَ وَيُجَاهِدُوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ
وہ حج کرتے ہیں عمرہ کرتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں
فَقَالَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ بِمَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ
(جن سے ہم محروم ہیں) یہ سن کر حضور نے ارشاد فرمایا کیا میں تم لوگوں کو ایسا عمل نہ
اَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ وَلَمْ يُدْرِكْكُمْ
بتادوں کہ اگر اسے کرو تو جو لوگ تم سے آگے بڑھے ہیں انہیں پالو۔

اس میں یہ ہے کہ اللہ اکبر چونتیس بار پڑھنے کو اور لا الہ الا اللہ دس بار فرمایا۔ مسلم میں اس حدیث کا آخیر حصہ یہ ہے کہ اس کے بعد فقراء پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے مالدار بھائیوں نے سن لیا اور انہوں نے بھی پڑھنا شروع کر دیا تو ارشاد فرمایا۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ بزار میں حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ زائد ہے۔ اے محتاجو! کیا تمہیں یہ بات خوش نہیں کرتی کہ تم لوگ مالداروں سے پانسو برس پہلے جنت میں جاؤ گے۔ ابوداؤد میں ہے کہ اسے اس دعا پر ختم کرے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ — سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔
لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى — اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے ملک ہے۔
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ — اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

خلف كل صلوة یعنی فرائض و نوافل کے بعد جیسا کہ مسلم میں حضرت کعب بن عجرہ کی حدیث میں مکتوبہ کی قید ہے۔ جن فرائض کے بعد نوافل ہیں ان میں نوافل کے بعد پڑھے۔

مسائل اس میں اختلاف ہے کہ فقیر صابر افضل ہے کہ غنی شاکر۔ حضرات صوفیہ کا مختار یہ ہے کہ فقیر صابر افضل ہے۔ اس لئے کہ وصول الی اللہ کا مدار تہذیب نفس اور ریاضت اور دل جمعی پر ہے اور یہ دولت فقراء کے حصے میں ہے۔ مگر یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ غنی شاکر اگر عبادات میں فقیر صابر کے برابر ہے اور

۱؎ اول مساجد باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ ص۲۱۵
۲؎ اول مساجد باب استحباب التسبیح بالحصی ص۲۱۱ — ۳؎ اول صلوۃ باب
۴؎ عمدۃ القاری سادس ص۱۲۸
۵؎ اول مساجد باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ ص۲۱۵

أَحَدٌ بَعْدَكُمْ وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ أَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ إِلَّا
اور تمہارے بعد والے تمہیں نہ پاسکیں اور موجودین میں سب سے بہتر ہوجاؤ، مگر وہ
مَنْ عَمِلَ مِثْلَهُ تُسَبِّحُونَ وَتَحْمَدُونَ وَتُكَبِّرُونَ خَلْفَ
جو اس کے مثل عمل کرے، سبحان اللہ اور الحمد للہ، اور اللہ اکبر ہر نماز
كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا فَقَالَ بَعْضُنَا نُسَبِّحُ
کے بعد تینتیس ۳۳ تینتیس ۳۳ بار پڑھا کرو۔ اس کے بعد ہم نے اختلاف کیا۔ بعض نے کہا کہ سبحان اللہ
ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَنَحْمَدُ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَنُكَبِّرُ أَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ فَرَجَعْتُ
تینتیس ۳۳ بار اور الحمد للہ تینتیس ۳۳ بار اور اللہ اکبر چونتیس ۳۴ بار۔ تو میں نے حضور سے پھر پوچھا
إِلَيْهِ فَقَالَ تَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ
تو فرمایا سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر کہو
حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلِّهِنَّ ثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ۔ ع
یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک تینتیس ۳۳ بار ہوجائے۔

حدیث ۵۳۱

عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ
حضرت مغیرہ بن شعبہ کے کاتب وراد نے کہا کہ

صدقات ودیگر عبادات مالیہ کرتا ہے تو وہ افضل ہے۔ غبطہ، رشک اچھی باتوں میں مذموم نہیں۔ البتہ حسد مذموم ہے۔ رشک یہ ہے کہ کسی کے فضل وکمال، نعمت وعزت کو دیکھ کر یہ آرزو کرے کاش کہ مجھے بھی یہ نعمت ملی ہوتی بغیر اس کے کہ اس کے زوال کی خواہش کرے۔ اور حسد یہ ہے کہ یہ تمنا ہو کہ وہ نعمت اس سے زائل ہوجائے اور مجھے مل جائے۔ اعمال حسنہ میں مسابقت مستحسن ہے۔

تشریحات ۵۳۱

الجد۔ امام نووی نے فرمایا۔ مشہور روایت جس پر جمہور ہیں۔ جیم کا فتح ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں: غنیٰ۔ حظ۔ بخت۔ عظمت۔ یہاں سب معنیٰ درست ہیں۔ ظاہر ہے کہ مِن بدل کے لئے ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

أَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ — آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر راضی ہوگئے

ع اذان باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۱۱۶ ثانی دعوات باب الدعا د الصلوٰۃ ص۹۳۶ الرقاق باب ما یکرہ من قیل وقال ص۹۵۶ القدر باب لا مانع لما اعطی ص۹۷۹ الاعتصام باب ما یکرہ من کثرۃ السوال ص۱۰۸۱ مسلم صلوٰۃ مساجد۔ ابوداؤد صلوٰۃ۔ وتر، ترمذی مواقیت نسائی سہو۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوات۔ دارمی صلوٰۃ۔ مسند امام احمد جلد ۴ رابع ص۹۳

اَملٰی عَلَیَّ المُغِیرَۃُ بنُ شُعبَۃَ فِی کِتَابٍ اِلٰی مُعَاوِیَۃَ
مغیرہ بن شعبہ نے معاویہ کے نام ایک خط میں مجھ سے لکھوایا — کہ

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُولُ فِی دُبُرِ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد پڑھتے تھے — سوائے

کُلِّ صَلٰوۃٍ مَکتُوبَۃٍ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ،
اللہ کے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

لَہُ المُلکُ وَلَہُ الحَمدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ اَللّٰھُمَّ لَا
اسی کے لئے ملک ہے اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ

مَانِعَ لِمَا اَعطَیتَ وَلَا مُعطِیَ لِمَا مَنَعتَ وَلَا یَنفَعُ
جو تو عطا فرمائے اس سے روکنے والا کوئی نہیں اور جسے تو منع فرما دے کوئی دینے والا نہیں —

ذَا الجَدِّ مِنکَ الجَدُّ [عه] وَقَالَ الحَسَنُ جَدٌّ غِنًی۔
تیرے مقابلے میں کسی دولت مند کو اس کی دولت نفع نہ دے گی۔ اور حسن نے کہا کہ جد کے معنی غنی ہے۔

اور فرمایا: وَلَو نَشَاءُ لَجَعَلنَا مِنکُم مَلٰئِکَۃً فِی الاَرضِ یَخلُفُونَ — اگر ہم چاہیں تو تمہارے بدلے زمین میں فرشتے کردیں جو تمہاری جگہ لے لیں۔

اور مضاف محذوف ہے یعنی طاعت۔ اب یہ معنیٰ ہوئے۔ کسی دولت مند کو اس کی دولت تیری طاعت کے عوض نفع نہیں دے گی۔ جوہری نے کہا کہ، من، معنیٰ میں عند کے ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوئے کہ کسی دولتمند کو اس کی دولت تیرے حضور نفع نہ دے گی۔ یعنی اگر اسے طاعت میں صرف نہیں کیا ہے۔ ابن تین نے کہا یہاں من نہ تو عند کے معنیٰ میں ہے اور نہ بدل ہے۔ بلکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے —— لا ینفعک منی شی ان انا اردت بک السوء — اگر میں تیرے ساتھ برائی کا ارادہ کرلوں تو تجھے کوئی چیز نفع نہ دے گی —— اب یہاں معنیٰ یہ ہوئے کہ اگر اللہ عزوجل کسی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو کسی کو اس کی دولت و عظمت وغیرہ نفع نہ دے گی — ترجمہ یہ ہوگا۔ تیرے مقابلے میں کسی دولت مند کو اس کی دولت نفع نہ دے گی۔

مسند عبد بن حمید میں بروایت معمر بن عبدالملک بن عمر — ولا راد لما قضیت — ہے۔ اور ولا معطی لما منعت — نہیں — بہتر یہ ہے کہ دونوں کو پڑھ لیا جائے۔

قال الحسن اس اثر کو ابن ابی حاتم اور عبد بن حمید نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

عه اذان باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص ۱۱۷

حدیث ۵۳۲

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی صَلٰوۃً اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی بھی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا روئے انور ہماری طرف فرماتے

حدیث ۵۳۳

عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُھَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

اَنَّہٗ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھی

بِالْحُدَیْبِیَۃِ عَلٰی اِثْرِ سَمَاءٍ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ
بارش کے بعد جو رات میں ہو چکی تھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی جانب

اللہ عزوجل کے ارشاد: وَاِنَّہٗ تَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا۔ کی تفسیر میں امام حسن بصری نے فرمایا کہ جد بمعنی غنی ہے۔ ترجمہ یہ ہوا۔ اور بیشک ہمارے رب کی غنی بلند ہے۔ اس نے نہ بیوی بنائی نہ اولاد یعنی قطعًا اسے کسی کی کوئی حاجت نہیں۔ وہ ہر مستغنی سے بڑھ کر مستغنی ہے۔ اثر میں، جد بلاتنوین ضمہ کے ساتھ ہے بر سبیل حکایت۔

تشریحات ۵۳۲

یہ ایک طویل حدیث کا جزء ہے جو کتاب الجنائز میں مفصل مذکور ہے مفصل حدیث وہیں مذکور ہوگی۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ عادت کریمہ یہی تھی کہ ہر نماز کے بعد سلام پھیر کر رخ انور صحابہ کرام کی طرف کر لیا کرتے تھے۔ اذا صلی صلوۃ میں صلوۃ کی تنکیر بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ مگر یہ عموم کلی طور پر صحیح نہیں اس لئے کہ متعدد احادیث میں مذکور ہے کہ کبھی رخ انور داہنی طرف کرتے کبھی بائیں طرف۔

تشریحات ۵۳۳

حدیبیہ، مکہ معظمہ کے قریب ایک منزل کے فاصلے پر ایک کنوئیں کا نام ہے۔ اسی کے نام پر وہاں کی بستی کو بھی حدیبیہ کہتے ہیں۔ یہ حرم کے حدود میں سب سے زیادہ دور ہے۔ اس کا بعض حصہ حل میں ہے۔ بعض حرم میں ہے۔ ۶ھ کے ذوقعدہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے کی نیت سے تشریف لے جا رہے تھے۔ حدیبیہ پہنچے کہ مشرکین مکہ نے روک دیا۔ اور صلح کا معاہدہ کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہو گئے۔ حسب قرار داد سال آئندہ ۷ھ

عہ اذان۔ باب یستقبل الامام الناس اذا سلم ص۱۱۷ جنائز باب ص۱۸۵ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی کلھم فی الرویا۔

عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ قَالُوا

رخ انور ... فرمایا اور دریافت فرمایا۔ کیا تم لوگ جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا

اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ

لوگوں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں (فرمایا) اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا

فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ

میرے بندوں میں کچھ مومن ہوئے کچھ کافر۔ جن لوگوں نے یہ کہا اللہ کے فضل اور اس

بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا

کی رحمت سے بارش ہوئی یہ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں ستاروں کے انکار کرنے والے ہیں۔ اور جن لوگوں

وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ ع

نے یہ کہا کہ ہم پر بارش فلاں فلاں پچھترے ہوئی یہ میرے منکر ستاروں کے ماننے والے ہوئے۔

میں عمرہ فرمایا۔ یہیں بیعت رضوان ہوئی تھی۔ حدیبیہ۔ حدبا کی تصغیر ہے۔ جو ایک درخت کا نام ہے۔ اہل حجاز اسے بلا تشدید حُدَیْبِیَہ پڑھتے ہیں اور عراقی اخیر یا کی تشدید کے ساتھ۔ اور اکثر محدثین بھی مشدد ہی پڑھتے ہیں۔

مطرنا بنوء کذا نوء۔ ناء ینوء الصر ینصر سے آتا ہے۔ اس کے معنی مشقت کے ساتھ اٹھنا ہے۔ نوء کی جمع انواء ہے۔ یہ اٹھائیس ستارے ہیں۔ تیرہ دن پر ان میں سے ایک مغرب میں ڈوبتا ہے اور اس کے مقابل مشرق میں ایک طلوع ہوتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی ڈوبتا اور اس کا مقابل طلوع ہوتا تو زمانہ جاہلیت میں عرب کہتے کہ اب بارش ہوگی یا نفع ہوگا۔ جیسے ہمارے ہندوستان میں پچھتروں کے بارے میں بارش کے سلسلے میں اعتقاد ہے۔ اگر یہ اعتقاد ہو کہ ستارے ہی بارش برساتے ہیں تو یہ اعتقاد کفر ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ بارش باذن الٰہی برستی ہے مختلف ستاروں کا طلوع و غروب اس کی علامت ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ فلاں پچھتر کی وجہ سے بارش ہوئی ممنوع ہے۔ اور یہ کہنا کہ فلاں نچھتر میں بارش ہوئی جائز ہے۔

کذا تین طرح آتا ہے۔ اول کاف تشبیہ ذا اسم اشارہ۔ جیسے زید فاضل وعمرو کذا۔ دوسرے یہ کہ دو کلموں سے مرکب ہو کر ایک کلمہ ہوگیا۔ اور یہ عدد کنایہ سے نہ ہو۔ جیسے حدیث میں ہے۔ کہ بندے سے قیامت کے دن کہا جائے گا اتذکر یوم کذا وکذا فعلت کذا وکذا۔ تیسرے

ع اذان باب یستقبل الامام الناس اذا سلم ص۱۱۷ الاستسقاء باب قول اللہ عزوجل تجعلون رزقکم انکم تکذبون ص۱۴۰ ثانی مغازی باب غزوۃ حدیبیہ ص۵۹۷ مسلم ایمان۔ ابوداؤد طب۔ ترمذی تفسیر۔ نسائی استسقاء۔

دو کلمہ سے مرکب ہو کر کلمہ واحدہ ہے اور کنایہ عدد سے ہو۔ جیسے یہاں ہے۔ نسائی میں ہے مطرنا بنوء المجدح
مجدح کا دوسرا نام دبران ہے۔ یہ ایک سرخ تارہ ہے جو ثریا کے پیچھے رہتا ہے۔

کافر بی ومومن بالکوکب یہاں کفر اور ایمان کے معنی لغوی ہیں۔ یعنی میرا منکر اور نچھتر کا ماننے والا
ہے۔ سودا کا ایک شعر ہے ؎

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغائے مسلمانی — نہ چھوٹے شیخ سے تسبیح زنار سلیمانی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے اس کا مطلب دریافت کیا گیا تو تحریر فرمایا:

"شعر کا ظاہر مطلب جہاں تک شاعر نے مراد لیا ہو گا یہ ہے کہ دانہ سلیمانی میں جس کی تسبیح عباد زہاد رکھتے ہیں شکل زنار موجود ہے۔ اس پر حمائلی لکیر ہوتی ہے اس کا رکھنا تمغائے فقر ہے شاعر نے اس سے زائد غالباً کچھ نہ سمجھا ہو گا یہ ایک بے ہودہ معنی ہے مگر اتفاقاً اس کے قلم سے ایک لفظ ایسا نکل گیا جس نے اس شعر کو بامعنی و پر مغز کر دیا ——— وہ لفظ ثابت ہے ——— زنار کہ کفار باندھتے ہیں۔ زنار زائل ہے کہ ایک جھٹکے میں ٹوٹ سکتا ہے اور دانہ سلیمانی میں جو اس کی تصویر ہے وہ ثابت ہے کہ جب تک دانہ رہے گا قائم رہے گی ——— یوں کفر دو قسم ہے ایک کفر زائل جو کفار کا کفر ہے ہر کافر موت کے بعد اس سے بیزار ہو جاتا ہے۔ قال تعالیٰ:

وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ○ كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ○ (سورہ مریم آیت ۸۲-۸۱)	"انہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنایا تاکہ ان کی عزت ہو — ہرگز نہیں عنقریب ان کی عبادت سے کفر کریں گے اور ان کے مخالف ہوں گے۔"

دوسرا کفر ثابت ہے جسے علمائے دین نے جز و ایمان فرمایا ہے یہ وہ ہے جسے قرآن عظیم فرماتا ہے:

فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (سورۂ بقرہ ۲۵۶)	"جو شیطان کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بلا شبہ مضبوط گرہ تھام لی جو کبھی نہ کھلے گی اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے"

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قوم سے فرمایا:

إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ۔ (سورہ ممتحنہ ۴)	"ہم بیزار ہیں تم سے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں سے ہم نے تم سے کفر و انکار کیا"

اس کی پوری تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ فرمایا۔ مُؤمِنٌ بی کافرٌ بالکوکب۔ پھر فرمایا
کافرٌ بی مومنٌ بالکوکب۔

نماز کے بعد انحراف یہاں باب یہ باندھا ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد امام لوگوں کی طرف رخ کرے

حدیث ۵۳۴

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ

عَنْهُمَا يُصَلِّيْ فِيْ مَكَانِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ الْفَرِيْضَةَ[عه]

عنہما جہاں فرض پڑھتے وہیں نفل پڑھتے۔

ت ۱۶۷

وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ[عه]

اور یہی قاسم بن محمد نے بھی کیا

ت ۱۶۸

وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

رَفَعَهُ لَا يَتَطَوَّعُ الْاِمَامُ فِيْ مَكَانِهِ وَلَمْ يَصِحَّ[عه]

کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ امام اپنی جگہ نفل نہ پڑھے انھوں نے اسے مرفوع کیا۔ اور صحیح نہیں

یہی ہمارا مذہب ہے اور اس میں کوئی تخصیص نہیں کہ فرض کے بعد نفل نہ ہو تو مڑے اور نفل ہو تو نہ مڑے جیسا کہ دیوبندی کہتے ہیں اولاً احادیث مطلق ہیں ان میں تخصیص نہیں۔ ثانیاً اس باب میں تیسری حدیث انس جو مذکور ہے اس میں نماز عشاء کا واقعہ ہے۔ کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رات نماز آدھی رات تک مؤخر فرمائی۔ پھر ہم میں تشریف لائے جب نماز پڑھ چکے تو ہماری جانب روئے انور فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں بھی سلام کے بعد مصلیوں کی طرف رخ کرنا سنت ہے۔ اور تخصیص اس حدیث کے خلاف ہے۔ یہ حدیث جلد ثانی میں گزر چکی ہے۔

تشریح ۱۶۷ ۵۳۴

اس تعلیق کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ ان الفاظ میں روایت کیا کہ قاسم اور سالم فرض پڑھ کر اسی جگہ نفل پڑھتے تھے۔

تشریحات ۱۶۸

احناف اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جہاں فرائض پڑھے جائیں وہیں نوافل نہ پڑھیں وہاں سے دائیں بائیں ہٹ کر پڑھیں۔ ابن ابی شیبہ[۱] نے سند حسن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا سنت یہ ہے کہ امام جب تک اپنی جگہ سے ہٹ نہ لے نفل نہ پڑھے۔ ابوداؤد[۲]۔ ابن ماجہ[۳]، مسند امام احمد میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

عہ اذان باب مکث الامام فی مصلاہ بعد السلام ص ۱۱۷۔ عسہ ایضا۔ عہ اذان باب مکث الامام فی مصلاہ بعد السلام ص ۱۱۷

۱ہ فتح الباری ثانی ص ۲۴۸۔ ۲ہ اول صلوٰۃ باب الامام یتطوع فی مکانہ ص ۹۱ ۳ہ باب ما جاء فی صلوٰۃ النافلۃ حیث یصلی المکتوبۃ ص ۱۰۳

حدیث ۵۳۵ عَنْ عُقْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَلَّیْتُ
حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے
وَرَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینے میں عصر پڑھی، حضور
فَقَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ اِلٰی بَعْضِ حُجَرِ نِسَاءِہٖ
سلام پھیر کر تیزی سے کھڑے ہو گئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر اپنی بیبیوں کے بعض حجروں کی

کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امام نے جہاں نماز (فرض) پڑھی وہیں نفل نہ پڑھے یہاں تک کہ ہٹ جائے اس حدیث میں انقطاع ہے مگر انقطاع جمہور محدثین اور ہمارے یہاں مضر نہیں۔

ویل کو اے ابوداؤد[۱] اور ابن ماجہ[۲] نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ کیا تم نماز میں آگے پیچھے دائیں بائیں ہونے سے عاجز ہو۔ یعنی نفل پڑھتے وقت۔

ولم یصح اس لئے کہ اس میں ابراہیم بن اسماعیل ہیں۔ جسے ابوحاتم نے مجہول کہا۔ نیز یہ حدیث تنہا لیث بن ابی سلیم نے روایت کیا ہے۔ اور وہ ضعیف ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ اس حدیث کو باختلاف الفاظ ابوداؤد نے روایت کیا اور اس پر سکوت کیا ان کا سکوت اس کی دلیل ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے نیز مسلم میں اس کی مؤید دوسری حدیث موجود ہے۔ سائب بن یزید بن اخت نمر نے حضرت امیر معاویہ کے مقصورہ میں نماز پڑھی اور وہیں نفل بھی پڑھی تو حضرت معاویہ نے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ آئندہ ایسا مت کرنا۔ جمعہ پڑھنے کے بعد وہیں نماز مت پڑھنا جب تک بات نہ کر لو یا وہاں سے نکل نہ جاؤ۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔

تشریحات ۵۳۵ کتاب الزکوٰۃ میں تبرامن الصدقۃ ہے۔ اخیر میں یہ ہے۔ کہ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ اسے رات بھر رکھوں۔ یہاں کی روایت میں یہ ہے۔ میں نے اسے پسند نہیں کیا کہ وہ مجھے روکے۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ زکوٰۃ، فطرہ، صدقہ کا مال او کنا اچھا نہیں۔ جس قدر جلد ہو سکے مستحق کو دیدیا جائے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بضرورت گردن پھلانگنا جائز ہے۔ اگرچہ وہ ضرورت واجب اور فرض نہ ہو۔ جمعہ کی اذانِ خطبہ مسجد کے باہر دینی سنت ہے۔ اس پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ لازم آئے گا کہ مؤذن اقامت کہنے کے لئے گردنیں پھلانگ کر آئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بضرورت ہے اور ضرورۃً گردن پھلانگنا جائز ہے۔

---

[۱] اول صلوٰۃ باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الذی صلی فیہ ص۱۴۴۔
[۲] باب فی صلوٰۃ النافلۃ حیث یصلی المکتوبۃ

تفرع الناس من سرعته فخرج عليهم فرأى انهم
جانب تشریف لے گئے حضور کے تیزی کے ساتھ جانے پر لوگ گھبرا گئے پھر حضور لوگوں کے پاس تشریف لائے
قد عجبوا من سرعته فقال ذكرت شيئا من تبر
تو دیکھا کہ لوگ اس پر تعجب میں ہیں پھر ارشاد فرمایا میں نے یاد کیا کہ کچھ سونا ہمارے پاس ہے میں
عندنا فكرهت ان يحبسني فامرت بقسمته
نے اسے پسند نہیں کیا کہ وہ مجھے (قیامت کے دن) روکے اس لئے میں نے اس کے تقسیم کرنے کا حکم دیدیا۔

ت ۱۶۹

وكان انس بن مالك رضى الله تعالى عنه
اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نماز کے بعد)
ينفتل عن يمينه وعن يساره ولا يعيب على من
اپنی داہنی اور بائیں دونوں طرف مڑتے تھے اور اس پر عیب لگاتے تھے
يتوخى او تعمد الانفتال عن يمينه عه
جو بالقصد صرف داہنی طرف مڑتا تھا

حدیث ۵۳۶

قال عبد الله رضى الله تعالى عنه لا يجعل
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
احدكم للشيطان شيئا من صلوته يرى ان حقا عليه
تم اپنی نماز میں سے کچھ شیطان کا حصہ مت کرو۔ یہ سمجھ کر صرف داہنی طرف

تشریحات ۱۶۹ ۵۳۶

مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا
میں نے اکثر یہی دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف روئے انور

عہ اذان باب من صلى بالناس فذكر حاجته فتخطاهم ص۱۱۷ باب تفكر الرجل الشئ فى الصلوٰة ص۱۶۳ الزكوٰة ـ باب من احب تعجيل الصدقة من يومها ص۱۹۳ ثانى الاستيذان باب من اسرع فى مشيه لحاجة اوقصد ص۹۲۶ ـ نسائى ـ فتح البارى ثانى ص۲۸۹ ـ اول صلوٰة باب الامام يتطوع فى مكانه ص۱۹ باب ما جاء فى صلوٰة النافلة حيث يصلى المكتوبة ص۱۰۳ اول صلوٰة باب فى الرجل يتطوع فى مكانه الذى صلى فيه ص۱۴۳ ـ باب فى صلوٰة النافلة حيث يصلى المكتوبة ـ

عہ اذان باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال ص۱۱۹

سلہ اول ـ صلوٰة المسافرين باب جواز الانصراف من الصلوٰة عن اليمين والشمال

أَنْ لَا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
پھرنا واجب ہے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت
اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا يَنْصَرِفُ عَنْ يَسَارِهٖ عه
دیکھا ہے کہ بائیں جانب بھی روئے انور کرتے ستے۔

کرتے تھے اسی میں اسی کے متصل نیز ابوداؤد میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں ہم جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو یہ پسند کرتے تے کہ داہنی طرف رہیں کہ حضور اپنا روئے انور ہماری طرف کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے فارغ ہوکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ تر داہنی طرف رُخِ انور پھیرا کرتے تھے۔ حضرت انس کی حدیث میں اکثر، اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں کثیرا۔ دونوں میں تطبیق ظاہر ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہمیشہ داہنی ہی طرف نہیں مڑتے تھے، زیادہ تر داہنی طرف مڑتے تھے۔ اور بہت ایسا بھی ہوتا تھا کہ بائیں طرف مڑتے —— ان احادیث میں اس کی تخصیص نہیں کہ صرف انہیں نمازوں کے بعد مڑتے تھے جن کے بعد نوافل نہیں۔ مطلق ہیں جس سے ظاہر کہ ہر نماز کے بعد مڑتے تھے خواہ اس کے بعد نوافل ہوں خواہ نہ ہوں۔ ابھی حدیث گزری کہ نمازِ عشاء کے بعد رُخِ انور صحابہ کی طرف پھیرا۔ ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابورمثہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہی نماز یا اس جیسی کوئی اور نماز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ ابوبکر اور عمر پہلی صف میں حضور کے داہنے کھڑے ہوتے تھے۔ اور ایک صاحب تھے جو تکبیر اولیٰ کے وقت حاضر تھے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو داہنے بائیں سلام پھیرا یہاں تک کہ ہم نے حضور کے رُخسار مبارک کی سفیدی دیکھی —— پھر ایسے ہی مڑے جیسے ابورمثہ یعنی خود وہ مڑے تھے۔ اس کے بعد وہ صاحب جو تکبیر اولیٰ کے وقت حاضر تھے نفل پڑھنے لگے تو عمر ان کی طرف تیزی سے جھپٹے اور ان کے مونڈھے کو پکڑ کر ہلایا۔ اور فرمایا بیٹھ جا۔ اس لئے کہ اہل کتاب اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ ان کی نمازوں کے درمیان فصل نہیں ہوتا تھا۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چشم مبارک اٹھائی اور فرمایا۔ اللہ نے تجھے حق کی طرف رہنمائی کی۔ یہ حدیث بھی اس پر نص ہے کہ جن نمازوں کے بعد نوافل ہیں ان کے بعد بھی انحراف مسنون ہے۔ اس میں لِم یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف بلا ضرورت پیٹھ کرنا۔ مسلمانوں کو ایذا پہنچانا اور ان کی بے ادبی ہے۔ یہ بات ہر نماز کے بعد پائی جاتی ہے۔ نماز میں تو بحکم شریعت اجازت ہے مگر نماز کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کی طرف پیٹھ کی جائے۔

عه اذان باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال ص۱۱۸ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجه سله اول — صلوٰة باب الامام ينحرف بعد التسليم ص۹۰

سه۲ اول — صلوٰة باب فی الرجل يتطوع فی مكانه الذی صلی فيه المكتوبة ص۱۴۲۔

حدیث ۵۳۷

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ أَکَلَ مِنْ ھٰذِہِ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس درخت یعنی لہسن سے

الشَّجَرَۃِ یُرِیْدُ الثُّوْمَ فَلَا یَغْشَانَا فِیْ مَسْجِدِنَا قُلْتُ مَا یَعْنِیْ بِہٖ

کھائے تو وہ ہماری مسجد میں ہم سے نہ ملے عطا نے کہا میں نے پوچھا اس

قَالَ مَا أُرَاہُ یَعْنِیْ إِلَّا نِیْئَہٗ وَقَالَ مَخْلَدُ بْنُ یَزِیْدَ عَنْ

سے کیا مراد تھی تو حضرت جابر نے بتایا کہ میرا گمان یہ ہے کچا لہسن مراد ہے۔ مخلد بن یزید نے ابن

ابْنِ جُرَیْجٍ إِلَّا نَتْنَہٗ [عہ]

جریج سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس کی بدبو مراد ہے۔

حدیث ۵۳۸

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا أَنَّ النَّبِیَّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا کہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ غَزْوَۃِ خَیْبَرَ مَنْ أَکَلَ مِنْ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں فرمایا۔ جو اس درخت یعنی

ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ یَعْنِی الثُّوْمَ فَلَا یَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا [عسہ]

لہسن میں سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے ——

تشریحات ۵۳۷ ۵۳۸

وقول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ یہاں باب میں یہ بھی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جو لہسن یا پیاز کھائے خواہ بھوک کی وجہ سے خواہ بغیر بھوک کے وہ ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ ہو۔ ان الفاظ کے ساتھ کوئی حدیث مروی نہیں —— یہ امام بخاری کے تصرفات میں سے ہے انہوں نے روایت بالمعنی کیا ہے۔ حضرت جابر کی اس حدیث کے بعض طرق میں، البصل، پیاز، الکراث، گندنا کا بھی اضافہ ہے۔ اس لئے امام بخاری نے، عنوان باب میں البصل کا اضافہ فرمایا۔ کچے لہسن پیاز میں ایک تیز اور ناگوار بو ہوتی ہے۔ کھانے کے بعد دیر تک منہ سے آتی رہتی ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچی پیاز کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا۔ اسی پر قیاس کرکے فقہاء نے فرمایا۔ کہ لہسن و پیاز کی تخصیص نہیں ہر ایسی چیز کھا کر مسجد میں آنا منع ہے جس سے

عہ اذان باب ماجاء فی الثوم النی ص۱۱۸ مسلم صلوٰۃ ترمذی اطعم نسائی صلوٰۃ ولیمہ

عسہ اذان باب ماجاء فی الثوم النی ص۱۱۸ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد اطعم

حدیث ۵۳۹

عَنْ عَمَرْ عَطَاءٌ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا زَعَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَکَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا اَوْ فَلْیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْیَقْعُدْ فِیْ بَیْتِہٖ وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِقِدْرٍ فِیْہِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُوْلٍ فَوَجَدَ لَہَا رِیْحًا فَسَاَلَ فَاُخْبِرَ بِمَا فِیْہَا مِنَ الْبُقُوْلِ فَقَالَ قَرِّبُوْہَا اِلٰی بَعْضِ اَصْحَابِہٖ کَانَ مَعَہٗ فَلَمَّا رَاٰہُ کَرِہَ اَکْلَہَا فَقَالَ کُلْ فَاِنِّیْ اُنَاجِیْ مَنْ لَا تُنَاجِیْ

عطاء نے گمان کیا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے گمان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو لہسن یا پیاز کھائے تو ہم سے علیحدہ رہے۔ یا یہ فرمایا ہماری مسجد سے الگ رہے اور اپنے گھر بیٹھے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہانڈی پیش کی گئی جس میں کچھ سبز ترکاریاں تھیں۔ حضور نے اس میں بو محسوس فرمائی تو دریافت فرمایا۔ اس میں جو ترکاری تھی بتائی گئی۔ اس پر فرمایا ان کے قریب کرو۔ اپنے بعض اصحاب کی طرف اشارہ فرمایا جو حضور کے ساتھ تھے۔ جب انہوں نے اسے دیکھا تو اس کے کھانے کو ناپسند کیا۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ کھاؤ کیونکہ میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم سرگوشی نہیں کرتے۔

منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے جیسے کراث، گندنا۔ یا بیڑی سگریٹ، حقہ وغیرہ پی کر بو دور ہونے سے پہلے پہلے مسجد میں آنا۔ بلکہ مطلقاً کوئی بھی بدبودار چیز مسجد میں لانا منع ہے۔ جیسے مٹی کا تیل وغیرہ۔ اسی کے حکم میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے منہ میں بیماری کی وجہ سے بدبو ہو یا جس سے لوگوں کو گھن آتی ہو۔ جیسے مجذوم وغیرہ اور یہ حکم مسجد کے ساتھ خاص نہیں مسلمانوں کے ہر مجمع کا یہی حکم ہے۔ اس کی علت مسلمانوں کی ایذارسانی بھی ہے اور فرشتوں کی بھی۔

تشریحات ۵۳۹

الی بعض اصحابہ۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ بعض اصحاب سے مراد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس لئے کہ مسلم میں ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کے بعد سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں مقیم تھے۔ اس وقت حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت یہ تھی کہ کھانا تیار کر کے کل کا کل خدمت اقدس میں بھیج دیتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تناول فرمالینے کے بعد جو بچ رہتا خود وہ اور ان کے گھر والے کھاتے

لہ ثانی اشربہ۔ اباحۃ اکل الثوم ص۱۸۳ ترمذی ثانی اطعمہ باب فی الرخصۃ فی اکل الثوم مطبوخا ص۳ مسند امام احمد ج ۵ ص۴۱۳

احمد بن صالح عن ابن وھب اُتی ببدرٍ قال ابن وھب
(راوی) امام کھا دیں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم نہیں کرتے۔ احمد بن صالح نے ابن وہب سے روایت کرتے ہوئے

یعنی طبقا فیہ خضرات — ولم یذکر اللیث وابو
"قدرہ کی جگہ" بدر "روایت کیا۔ ابن وہب نے کہا یعنی سینی جس میں سبزیاں تھیں — لیث اور

صفوان عن یونس قصۃ القدر فلا ادری ھو
ابوصفوان نے یونس سے جو روایت کی ہے اس میں ہانڈی کا قصہ نہیں —

من قول الزھری او فی الحدیث عہ
اب میں نہیں جانتا یہ زہری کا قول ہے یا حدیث میں ہے —

کھانا جب واپس آتا تو پوچھتے حضور کی انگلیاں کہاں پڑی تھیں۔ وہیں سے کھاتے۔ ایک دن کھانے میں لہسن ڈال دیا۔ حضور نے تناول فرمائے بغیر واپس فرما دیا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا۔ کیا لہسن حرام ہے؟ ارشاد فرمایا: حرام تو نہیں مگر مجھے پسند نہیں۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کچا لہسن کھانا جائز ہے اور پکا ہوا تو بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ البتہ اگر بو ہو تو جب تک اس کی بو دور نہ ہو جائے تو مسجد یا مسلمانوں کے مجمع میں جانا منع ہے۔

قال احمد بن صالح یعنی ابن وہب ہی نے امام زہری کے دونوں لفظ قدر اور بدر روایت کئے ہیں۔ کتاب الاعتصام میں امام بخاری نے بدر والی روایت کو اختیار فرمایا۔ اختلاف لفظ بتانے کے لئے امام بخاری نے یہ ذکر فرمایا ہے۔

لا ادری یعنی یہ حدیث جابر بطریق یونس، لیث اور ابوصفوان دونوں نے روایت کی ہے۔ اس میں ہانڈی کا قصہ نہیں لا ادری — ہو سکتا ہے ابن وہب کا قول ہو۔ ہو سکتا ہے امام بخاری کا ہو۔ ہو سکتا ہے سعید بن عفیر امام بخاری کے شیخ کا ہو — مطلب یہ ہوا کہ جب بطریق یونس میں "اتی بقدر" نہیں تو ہو سکتا ہے کہ یہ امام زہری کے بلاغات میں سے ہو۔

عہ اذان باب ما جاء فی الثوم والبصل ص۱۱۸ ثانی الاطعمہ باب ما یکرہ من اکل الثوم والبقول ص۸۲۰ ثانی الاعتصام باب الاحکام التی تعرف بالدلائل ص۱۰۹۲
مسلم صلوٰۃ ابوداؤد۔ اطعمہ نسائی ولیمہ۔

حدیث ۵۴۰

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ مَا سَمِعْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثُّوْمِ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبْنَا وَلَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا۔

عبد العزیز نے کہا ایک شخص نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ آپ نے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لہسن کے بارے میں کیا سنا ہے تو انھوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اس درخت سے کھائے وہ ہمارے قریب نہ آئے اور ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔

تشریح ۵۴۰

یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی کچا لہسن وغیرہ کھا کر مجمع میں آنا منع ہے۔

حدیث ۵۴۱

سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَأَمَّهُمْ وَصَفُّوْا عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ۔ ع

امام شعبی نے فرمایا مجھے ان بزرگ نے خبر دی جو اس وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے — حضور ایک الگ تھلگ قبر پر گزرے تو ان لوگوں کی امامت کی لوگوں نے صف باندھی۔ میں نے پوچھا اے ابو عمرو کس نے یہ آپ سے بیان کیا تو بتایا کہ ابن عباس نے۔

تشریحات ۵۴۱

تکمیل — کتاب الجنائز باب صفوف الصبیان مع الرجال" میں یہ تفصیل ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسی قبر پر گزرے جسے رات میں دفن کیا گیا تھا۔ حضور نے دریافت فرمایا اسے کب دفن کیا گیا؟

ع اذان باب من اکل الثوم ص۱۱۸ ثانی الاطعمۃ باب ما یکرہ من الثوم والبقول ص۸۲۰ مسلم صلوۃ

عہ اذان باب وضوء الصبیان ومتی یجب الوضوء ص۱۱۸ الجنائز، الصفوف علی الجنائز باب صفوف الصبیان مع الرجال۔ باب سنۃ الصلوۃ علی الجنازۃ ص۱۷۶ باب صلوۃ الصبیان مع الناس علی الجنائز ص۱۷۷ مسلم ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ کلھم فی الجنائز۔

دفن کیا آج رات میں۔ فرمایا: مجھے کیوں نہیں بتایا۔ لوگوں نے بتایا کہ ہم نے انہیں رات کی تاریکی میں دفن کیا ہے۔ ہم نے یہ پسند نہیں کیا کہ حضور کو بیدار کریں۔ تو حضور کھڑے ہوئے ہم نے حضور کے پیچھے صف بندی کی۔ ابن عباس نے کہا۔ میں نے بھی۔ اس کے بعد حضور نے نماز پڑھائی۔ اور باب الصفوف علی الجنائز میں یہ زائد ہے کہ حضور نے چار تکبیریں پڑھیں۔

مطابقت و توضیح یہاں باب یہ ہے۔ بچوں کو وضو کرنا۔ اور ان پر کب غسل اور طہارت واجب ہوتی ہے اور بچوں کی جماعت عیدین اور جنازوں میں شرکت اور ان کی صف کا حکم۔ اس باب میں چھ جزو ہیں بچوں کے وضو، کا حکم۔ ان پر غسل اور طہارت کب واجب ہوتی ہے۔ عیدین میں شرکت، جنازے میں شرکت، کا صف میں شامل ہونا اس حدیث سے طرح ثابت ہوئے جنازے میں شرکت اور صف میں شامل ہونا۔ اور بطور لزوم وضو اور طہارت ثابت ہوتا اور بطور قیاس عیدین میں شرکت کا حکم نکلتا ہے۔ یہ البتہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا ہے کہ ان پر غسل اور طہارت کب واجب ہوتی ہے۔ یہ دوسری حدیث سے ثابت کریں گے۔ امام بخاری نے یہ واضح نہیں فرمایا۔ کہ بچوں پر وضو واجب ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ اگر واجب کہتے تو لازم آتا کہ وضو چھوڑنے سے گنہگار ہوں گے اور بچے مکلف نہیں۔ اور اگر یہ کہتے کہ مستحب ہے تو لازم آتا کہ اگر بغیر وضو بھی نماز پڑھیں تو ان کی نماز درست ہو۔ اس لئے اس کو مبہم چھوڑ دیا۔ صحیح یہی ہے کہ نابالغ بچوں پر وضو یا غسل واجب نہیں مگر جیسے فرمایا گیا۔

مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوا ھم علیھا وھم ابناء عشر سنین[1]

"بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اور جب دس سال کے ہو جائیں اور نہ پڑھیں تو انہیں مارو۔"

یہ حکم تعلیم و عادت ڈالنے کے لئے ہے۔ اسی طرح انہیں وضو، غسل اور طہارت کا بھی حکم دیں گے۔ اور اگر کوتاہی کریں گے تو ان کی تادیب بھی کی جائے گی۔ تاکہ وضو اور غسل کا طریقہ بھی سیکھ لیں اور عادت پڑ جائے ——— بر بنائے مذہب صحیح بعد دفن قبر پر اس وقت تک نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ جب تک کہ میت کا جسم پھٹے نہیں۔ یہ چونکہ رات ہی میں دفن ہوئے تھے اس لئے بہرحال ان کا جسم محفوظ ہی رہا ہو گا۔ اغلب یہ ہے کہ ان کی نماز جنازہ ہو چکی تھی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر پر نماز جنازہ انہیں خیر و برکت پہنچانے کیلئے پڑھی۔ جیسا کہ خود ارشاد فرمایا کہ یہ قبریں تاریک رہتی ہیں۔ میری نماز سے اللہ عزوجل انہیں روشن فرماتا ہے۔ اس کی نظیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ کا آٹھ سال کے بعد شہداء احد پر نماز پڑھنا بھی ہے۔ حالانکہ دفن سے پہلے بھی ان کی نماز جنازہ ہو چکی تھی۔ یہ آٹھ سال کے بعد نماز صرف ان پر اظہار شفقت و ترحم اور ایصال خیر و برکت کے لئے تھی۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع بھی ہیں تو اپنے اختیار خصوصی سے اس قسم کے اقدامات فرما سکتے ہیں

---

[1] ابوداؤد۔ اول صلوٰۃ۔ باب متی یومر الغلام بالصلوٰۃ ص۷۱

حدیث ۵۴۲ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَاجِبٌ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔ جمعہ کے دن
عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ عہ
ہر بالغ پر غسل واجب ہے۔

حدیث ۵۴۳ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَقَالَ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے پوچھا
لَہٗ رَجُلٌ شَہِدْتَ الْخُرُوْجَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
(عید کی نماز کے لئے) جب حضور تشریف لے گئے تو آپ حضور کے ہمراہ تھے۔ انہوں

تشریحات ۵۴۲ اس حدیث میں واجب کا لغوی معنی مراد ہے۔ اس پر قرینہ واضحہ یہ ہے کہ عہد مبارک میں وجوب کے وہ فقہی معنی جو فقہاء نے بعد میں وضع کئے، رائج نہ تھے۔ نیز اس کے معارض وہ حدیث ہے۔ جسے امام احمد[1] نے اپنی مسند میں، ابن ابی شیبہ[2] نے اپنے مصنف میں، ابوداود[3] ترمذی[4] نسائی[5] ابن ماجہ[6] نے اپنی سنن میں روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا تو وہ کافی ہے، اور اچھا ہے۔ اور جس نے غسل کر لیا تو اچھا ہے۔ یہ حدیث مختلف کتابوں میں سات صحابہ کرام سے مروی ہے۔ ابوداود، ترمذی، نسائی میں حضرت سمرہ بن جندب سے، ابن ماجہ، طحاوی، بزار، طبرانی میں حضرت انس سے۔ بیہقی اور بزار میں حضرت ابوسعید خدری سے۔ مسند عبد بن حمید۔ مصنف عبدالرزاق اور مسند اسحٰق بن راہویہ کامل ابن عدی میں حضرت جابر سے۔ حضرت ابوہریرہ سے بزار میں۔ اوسط طبرانی میں عبدالرحمن بن سمرہ سے اور سنن بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم[7] سے۔ اس حدیث کو باب کے اس حصے سے تعلق ہے کہ بچوں پر غسل کب واجب ہوتا ہے۔ مگر یہ اثبات اس پر موقوف ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ امام بخاری کے نزدیک جمعہ کا غسل واجب ہے۔

تشریحات ۵۴۳ کتاب الاعتصام میں یہ زائد ہے۔ کہ حضرت ابن عباس نے نہ اذان کا تذکرہ کیا اور نہ اقامت کا۔ حضور نے صدقہ کا حکم دیا تو عورتیں کانوں اور ہاتھوں کے چھلے اتارنے

عہ اذان باب وضوء الصبیان ص۱۱۸ الجمعۃ، باب فضل الجمعۃ ص۱۲۱ باب ہل علی من لا یشہد الجمعۃ غسل ص۱۲۳
الشہادات باب بلوغ الصبیان ص۳۶۶ مسلم ابوداود نسائی ابن ماجہ کلہم فی الصلوٰۃ۔

[1] عمدۃ القاری جلد سادس ص۱۵۳ [2] ایضاً [3] اول طہارت باب الرخصۃ فی ترک الغسل ص۵۱ [4] اول جمعہ باب فی الوضوء یوم الجمعۃ ص۲۵ [5] اول جمعہ۔ باب الرخصۃ فی ترک الغسل ص۲۰۵ [6] الجمعۃ باب فی الرخصۃ فی ذلک ص۷۸ [7] عمدۃ القاری سادس ص۱۵۲، ۱۵۳

قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَكَانِي مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ يَعْنِي مِنْ صِغَرِهِ

کہا ہاں تھا۔ اور اگر میرا یہ قریبی رشتہ نہ ہوتا تو میں ہمراہ نہ رہ پاتا کیونکہ میں بچہ

أَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ ثُمَّ خَطَبَ

تھا۔ حضور اس نشانی کے پاس تشریف لائے جو کثیر بن صلت کے مکان کے پاس ہے۔ نماز کے

ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ

بعد خطبہ دیا پھر عورتوں کے پاس تشریف لائے انہیں وعظ فرمایا اور انہیں حکم دیا

أَنْ يَتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَهْوِي بِيَدِهَا إِلَى

کہ صدقہ کریں۔ تو ہوا یہ کہ عورت اپنے چھلوں کی طرف ہاتھ لے جاتی اور

حَلْقِهَا تُلْقِي فِي ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ أَتَى هُوَ وَبِلَالٌ الْبَيْتَ[ع]

بلال کے کپڑے میں پھینک دیتی۔ اس کے بعد حضور اور بلال گھر واپس آئے —

بس تو حضور نے حضرت بلال کو حکم دیا وہ ان کے پاس گئے۔ الحدیث۔

اتی العلم علم کے معنی مینارہ۔ پہاڑ، جھنڈا، نشان علامت کے ہیں۔ یہاں مراد مطلق علامت ہے۔ جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین پڑھتے تھے وہاں کچھ نشانات بنا لئے گئے تھے۔ یہ جگہ مسجد نبوی سے ہزار ہاتھ کے فاصلے پر جانب مغرب کچھ شمال کو ہٹی ہوئی ہے۔ وہاں اب مسجد بنی ہوئی ہے اس جگہ عہد مبارک میں کثیر بن صلت کندی کا مکان نہیں تھا۔ بعد میں اس جگہ کے جنوب میں بنا ہے۔ کثیر بن صلت تابعی ہیں۔ عہد نبوی میں پیدا ہوئے۔ پھر مدینہ آ گئے اور بنی جموح کے حلیف بن گئے۔ ان کا اصلی نام قلیل تھا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "کثیر" رکھا۔ وہاں ان کا بہت بڑا گھر تھا۔ عہد اقدس میں وہاں کوئی عمارت نہیں تھی۔ بلکہ بعد میں بھی میدان ہی رہا۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ عیدین صحرا میں پڑھنی مستحب ہے۔ اس حدیث سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سمجھدار بچہ مردوں کی صف میں شامل ہو سکتا ہے۔ اور اگر امام بخاری کی مراد یہ ہو کہ بچوں کی مستقل صف لگانا اس سے ثابت ہے تو مشکل ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابن عباس نابالغ ہوتے ہوئے جماعت میں شریک ہوئے۔ اور نابالغ بچوں کی مردوں کے پیچھے مستقل صف ہوتی تھی۔ تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ اس وقت بھی اسی ترتیب سے صف بندی ہوئی ہوگی۔ تو ثابت کہ نابالغ بچوں کو مستقل صف باندھنا جائز —

ع اذان باب وضوء الصبیان ص۱۱۹ العیدین باب العلم بالمصلی ص۱۳۳ ثانی الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۰۸۹ ابوداؤد نسائی فی الصلوٰۃ

حدیث ۵۴۴

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَاذَنَکُمْ نِسَاؤُکُمْ بِاللَّیْلِ اِلَی الْمَسَاجِدِ فَاْذَنُوْا لَہُنَّ [عہ]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب عورتیں تم سے رات میں مسجدوں میں جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔

حدیث ۵۴۵

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ لَوْ اَدْرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَہُنَّ الْمَسْجِدَ کَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فَقُلْتُ لِعَمْرَۃَ اَوَ مُنِعْنَ قَالَتْ نَعَمْ [عہ]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا عورتوں نے جو نیا ڈھنگ بنا رکھا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دیکھ لیتے تو انہیں مسجد سے روک دیتے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا (یحییٰ بن سعید) نے عمرہ سے کہا انہیں روک دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔

حدیث ۵۴۶

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَاْذَنَتْ امْرَاَۃُ اَحَدِکُمْ فَلَا یَمْنَعْہَا [سہ]

سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کسی کی بیوی تم سے اجازت چاہے تو اسے منع نہ کرے۔

تشریحات ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پہلی حدیث میں دو قید ہے۔ رات میں اجازت اور مسجد جانے کی اجازت۔ اور دوسری حدیث مطلق ہے۔ نہ مسجد کی قید ہے نہ رات کی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ کہیں بھی جانے کی اور کسی بھی وقت اجازت چاہیں تو اجازت دینی چاہیے مگر احادیث ایک دوسرے کی تفسیر ہوتی ہیں۔ مطلق کو مقید پر محمول کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ عینی نے پہلی حدیث کی

عہ اذان باب خروج النساء الی المساجد باللیل ص۱۱۹ مسلم صلوٰۃ عہ اذان باب خروج النساء الی المساجد ص۱۲۰ مسلم ابوداؤد صلوٰۃ سہ اذان۔ استیذان المرأۃ زوجہا بالخروج الی المسجد ص۱۲۰

شارح نے فرمایا مگر میرے خیال میں دوسری حدیث کو پہلی حدیث کے ساتھ مقید کرنا مناسب نہیں۔ اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر ماں باپ سے ملنے کی اجازت مانگیں تو نہ دی جائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ دوسری حدیث پہلی حدیث سے مقید نہ کی جائے دوسری حدیث کا مفاد یہ ہے کہ کسی فرض یا واجب یا سنت کی ادائیگی کی اجازت مانگیں تو دیدی جائے۔ اس کے عموم سے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے بھی اجازت داخل ہے۔ اگرچہ دن میں اجازت چاہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی حدیث سے دن میں مسجد میں نماز کے لئے جانے کی اجازت ممنوع ہو —— بقیہ امور کے لئے اجازت بدستور ہو۔

مسجد کی حاضری

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دونوں حدیثوں سے اس کی اجازت نکلتی ہے کہ عورتیں مسجد میں نماز باجماعت کے لئے جا سکتی ہیں۔ خواہ وہ پنجگانہ ہوں خواہ جمعہ وعیدین ہوں۔ یہی اصل حکم ہے مگر یہ عہد رسالت کی بات ہے جو عہد سراپا خیر وبرکت کا تھا۔ نور نبوت سے عورتوں کے بھی اور مردوں کے بھی سینے معمور تھے۔ اللہ عزوجل کا شہود دلوں میں جاگزیں تھا خشیت خداوندی غالب تھی۔ مگر آج جب کہ فتنہ وفساد، ہوا وہوس کا تسلط ہے اس کی اجازت دینی ایسے فتنوں کا دروازہ کھولنا ہے جس کے نتیجے میں مسلم معاشرہ تباہ وبرباد ہو سکتا ہے۔ ایک خوش مزاج صاحب نے ایک بار کہا تھا کہ اگر عورتوں کو مسجدوں میں حاضری کی اجازت دے دی جائے تو پھر سارے مرد پکے نمازی ہو جائیں گے۔ آج کی بات تو بہت دور پہنچ چکی ہے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے عہد کی بات بتائی ہے جو عہد صحابہ تھا کہ عورتوں نے جو ڈھنگ بنا لئے ہیں اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دیکھ لیتے تو مسجدوں میں انہیں آنے سے روک دیتے۔ یہ صرف ام المومنین ہی سے نہیں متعدد صحابۂ کرام سے مروی ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عورت چھپانے کی چیز ہے اللہ عزوجل سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ گھر کے اندر ہوتی ہے۔ جب باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان جھانکتا ہے۔ نیز انہوں نے بڑے مبالغے کے ساتھ قسم کھا کر فرمایا۔ عورت کی گھر کے اندر کی نماز سے زیادہ پیاری اور کوئی چیز نہیں۔ ہاں حج وعمرہ کی بات اور ہے۔ ایک عورت نے ان سے مسجد میں جمعہ کی نماز کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ گھر کے اندرونی حصے میں تیری نماز گھر والی سے بہتر ہے اور گھر کے اندر تیری نماز بیرونی کمرے سے بہتر ہے۔ اور بیرونی کمرے میں نماز تیری قوم کی مسجد میں نماز سے بہتر ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن جو عورتیں مسجد میں آتیں انہیں کنکری مارتے تھے۔ آج کے حالات کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں آنے سے مطلقاً ممانعت ہے۔ دفع فتنہ اہم واجبات میں سے ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الجمعۃ

حدیث ۵۳۷

اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بَیْدَ اَنَّھُمْ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا ثُمَّ ھٰذَا یَوْمُھُمُ الَّذِیْ فُرِضَ عَلَیْھِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِیْہِ فَھَدَانَا اللّٰہُ لَہٗ فَالنَّاسُ لَنَا فِیْہِ تَبَعٌ اَلْیَھُوْدُ غَدًا وَالنَّصَارٰی بَعْدَ غَدٍ

عبد الرحمن بن ہرمز اعرج نے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ ہم سب سے پچھلے قیامت کے دن سب سے آگے رہنے والے ہیں۔ ہاں ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی۔ پھر یہ وہ دن ہے جس میں ان پر نماز فرض کی گئی۔ تو وہ آپس میں اس کے بارے میں لڑ پڑے۔ اللہ نے اس کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی۔ تو یہ لوگ ہم سے پیچھے ہیں۔ یہود ایک دن اور نصاریٰ دو دن۔

تشریحات ۵۴۷

اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ جمعہ فرض ہے۔ اس کی فرضیت قرآن مجید اور احادیث اور قیاس سے ثابت ہے۔ (۱) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ (جمعہ ۹)

"اے ایمان والو! جب جمعے کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی جانب تیزی سے بڑھو اور خریداری چھوڑ دو۔"

ع ہ الجمعۃ باب فرض الجمعۃ ص۱۲۰ باب ھل من لا یشھد الجمعۃ غسل ص۱۲۳ مسلم۔ نسائی۔ جمعۃ

امر وجوب کے لئے آتا ہے۔ ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہے۔ تو اس آیت سے ثابت کہ خطبہ سننا فرض ہے۔ اور خطبہ شرائط میں سے ہے جب شرط کے لئے حضور فرض تو مشروط کے لئے بدرجہ اولیٰ فرض ہوگا۔ پھر ترک بیع کا حکم اس کو اور مؤکد کرتا ہے۔ اس لئے کہ بقاء حیات کے لئے خرید و فروخت فرض اور ترک فرض، فرض کی ادائیگی ہی کے لئے ہو سکتا ہے۔ کسی مستحب کے لئے نہیں۔

احادیث اس بارے میں کثیر وارد ہیں (۱) بیہقی نے حضرت جابر اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰہَ فَرَضَ عَلَیْکُمُ الْجُمُعَۃَ جان لو! کہ اللہ عزوجل نے تم پر جمعہ فرض فرمایا ہے

ابوداؤد نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْجُمُعَۃُ عَلٰی مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ جو اذان سنے اس پر جمعہ واجب ہے۔

نسائی نے سند صحیح علی شرط مسلم کے ساتھ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَوَاحُ الْجُمُعَۃِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ "جمعہ کے لئے جانا ہر بالغ پر واجب ہے"

قیاس سے اس طرح ثابت کہ ظہر کا بدل ہے۔ اور ظہر فرض ہے۔ فرض کا بدل فرض ہی ہوگا۔ مستحب سنت نہیں ہو سکتا۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ فرض عین ہے۔ فرض کفایہ نہیں۔ جمعہ کی فرضیت قطعی ہے۔ جو اس کا انکار کرے کافر ہے۔

بَیْدَ بَیْدَ، غَیْرَ کا ہم وزن ہم معنی اور ہم اعراب ہے۔ داؤدی نے کہا کہ یہ عَلٰی اور مَعَ کے معنی میں ہے۔ اس صورت میں ظرفیت کی بنا پر منصوب ہوگا۔ اور غیر کے معنی میں ہوگا تو استثنا کی بنا پر۔

الذی فرض اس سے یہ مراد نہیں کہ اللہ عزوجل نے ان پر جمعہ کی تعیین فرمادی تھی۔ اگر ہوتا تو مومن ہوتے ہوئے اسے ترک کیسے کرتے۔ ابن بطال نے کہا کہ اللہ عزوجل نے ان کے لئے جمعہ کا دن مقرر فرمایا مگر ساتھ ہی ساتھ انہیں یہ اختیار دے دیا تھا کہ چاہیں تو بدل لیں تو انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور جمعہ کا دن اختیار کرنے کی انہیں توفیق نہ ہوئی۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ان کے لئے جمعہ کا دن بعینہ اللہ عزوجل نے متعین فرمایا۔ مگر وہ نہ مانے اور دوسرے دن کو اختیار کیا۔ تو اللہ عزوجل نے ان کے پسندیدہ دن کو مقرر فرمادیا۔ اس کی تائید امام سدی کے اس قول سے ہوتی ہے جسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا۔ اللہ عزوجل نے یہود کے لئے جمعہ کا دن مقرر فرمایا مگر وہ نہ مانے اور عرض کیا۔ اے موسیٰ! اللہ عزوجل نے ہفتہ کے دن کچھ نہیں پیدا فرمایا۔ اسی کو ہمارے لئے مقرر فرمادیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہفتے کے دن کو مقرر فرمادیا۔ اور یہ ان سے مستبعد نہیں۔

۱؎ اول صلوٰۃ باب من تجب علیہ الجمعۃ ص ۱۵۱ ۲؎ اول جمعۃ باب التشدید فی التخلف عن الجمعۃ ص ۲۰۳

حدیث ۵۴۸ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَاءَ اَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیَغْتَسِلْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جمعہ کے لئے آؤ تو غسل کرو۔

فھدانا اللہ اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ عزوجل نے بالتصریح جمعے کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ دوسرے یہ کہ اس بارے میں من جانب اللہ کوئی نص نہیں۔ مگر اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے دل میں القاء فرمایا۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن سیرین نے فرمایا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ تشریف آوری سے پہلے ہی اہل مدینہ جمعہ پڑھنے لگے تھے۔ ابوداؤد[۱] اور ابن ماجہ میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے اسعد بن زرارہ نے پہلا جمعہ پڑھایا۔ اس سے مراد خاص نماز جمعہ پڑھانا ہے۔ ورنہ جمعے کا دن عرب میں پہلے ہی سے مکرم تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجداد کرام میں، مرۃ بن کعب کو یہ شرف حاصل ہوا کہ عروبہ کے دن لوگوں کو جمع کرتے اور انہیں خطبہ دیتے نصیحت فرماتے۔ خاص کر انہیں اس کی تاکید کرتے کہ میری اولاد سے پیغمبر آخر الزماں پیدا ہوں گے تم سب ان پر ایمان لانا۔ جمعہ ہی کو پہلے عروبہ کہتے تھے[۳]۔

الیھود غدا عبارت کی تقدیر یوں ہے۔ یعظم الیھود غدا۔ یعظم النصاریٰ بعد غد۔ یہود نے ہفتے کا دن اس لئے اختیار کیا کہ اللہ عزوجل نے دنیا کی تخلیق جمعہ کو مکمل کرلی۔ ہفتے کو کچھ بنانا باقی نہ تھا۔ تو انہوں نے کہا کہ اس دن ہم بھی کاروبار بند کریں گے۔ اور اللہ عزوجل کا شکر کریں گے۔ نصاریٰ نے کہا کہ چونکہ اتوار سے عالم کی تخلیق شروع فرمائی تھی اس لئے اس دن ہم اس کی عبادت کریں گے۔

تشریحات ۵۴۸ یہاں باب کے تین جز ہیں۔ جمعہ کے دن غسل کی فضیلت۔ بچوں کا جمعہ میں حاضر ہونا۔ عورتوں کا حاضر ہونا۔ حدیث کو پہلے جز کے ساتھ مناسبت ہے مگر دوسرے اجزاء کے ساتھ نہیں۔ اگرچہ احدکم کے عموم میں بچے اور عورتیں داخل ہیں۔ مگر چونکہ ابھی حدیث گزری کہ فرمایا۔ جمعے کا غسل ہر بالغ پر ہے۔ تو بچے نکل گئے۔ اور ابھی حدیث گزری کہ عورتوں کو مسجد میں نماز کے لئے جانے کی اجازت صرف رات کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے وہ بھی نکل گئیں۔ اس لئے امام بخاری نے کوئی حکم نہیں بیان فرمایا اور سوال کرکے چھوڑ دیا۔ احدکم کے عموم کو سامنے رکھ کر سوال بہرحال قائم ہی ہے۔ اگر عورتیں اور بچے اس عموم میں داخل ہیں تو انہیں حاضری ضروری ہے اور اگر داخل نہیں تو انہیں جمعہ کی حاضری ضروری نہیں

عہ جمعہ باب فضل الغسل یوم الجمعۃ ص۱۲۰ مسلم ترمذی ابن ماجۃ کلھم فی الجمعۃ۔

لہ صلوٰۃ باب الجمعۃ فی القری ص۱۵۳ ۲ء الجمعۃ باب فرض الجمعۃ ص۷۷ ۳ء مدارج النبوۃ دوم ص۱۱

حدیث ۵۴۹

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بَیْنَا ہُوَ قَائِمٌ فِی الْخُطْبَۃِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُہَاجِرِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَادَاہُ عُمَرُ اَیَّۃُ سَاعَۃٍ ہٰذِہٖ قَالَ اِنِّیْ شُغِلْتُ فَلَمْ اَنْقَلِبْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ میں جمعہ کے دن کھڑے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب مہاجرین اولین میں سے ایک صاحب آئے۔ عمر نے ان سے بلند آواز سے کہا یہ کون سا وقت ہے۔ انہوں نے فرمایا میں کام میں مشغول تھا اپنے اہل تک لوٹا

نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ذکر فرمائی کہ جمعے کا غسل ہر بالغ پر ہے۔ اس سے جواب ہوگیا کہ بچوں پر جمعہ کی حاضری ضروری نہیں۔ رہ گئیں عورتیں تو وہ اس حدیث سے مستثنیٰ ہیں جو گزر چکی کہ رات میں مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو دیدو۔ رات کے ساتھ تخصیص دلیل ہے کہ دن میں اجازت نہ دی جائے تو ثابت کہ ان پر جمعہ نہیں۔

افادہ حدیث میں اِذَا، اسم شرط ہے۔ اور قضیہ شرطیہ کے صدق کے لئے مقدم وتالی کا صدق یا وجود ضروری نہیں۔ تو اس حدیث کی دلالت وقوع پر نہ ہوئی۔ اس سے ترشح ہوتا ہے کہ جمعہ فرض نہیں۔ اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا کہ اذا، اسی پر داخل ہوتا ہے جس کا وقوع یقینی ہو۔

یہ غسل، جمعہ کے دن کی تعظیم کے لئے ہے یا نماز جمعہ کے لئے۔ امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ یہ نماز جمعہ کے لئے ہے۔ اور یہی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ غسل کرنے کے بعد اگر اسی غسل سے نماز پڑھے گا تو غسل کا ثواب پائے گا۔ اور اگر غسل کے بعد کوئی ناقض وضو پایا گیا پھر وضو کیا اور نماز پڑھی تو غسل کا ثواب نہیں ملے گا۔ امام حسن بن زیاد نے فرمایا کہ یہ غسل جمعہ کے دن کی اظہار فضیلت کے لئے ہے۔ اس لئے صبح سے لے کر نماز سے پہلے پہلے جب بھی غسل کرے گا غسل کا ثواب پائے گا اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ مگر اس پر بہت بڑا نقض یہ ہے کہ اگر نماز جمعہ کے بعد کوئی غسل کرے تو اسے غسل کا ثواب ملنا چاہیے حالانکہ اس کا قائل کوئی نہیں۔

تشریحات ۵۴۹

رجل ۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ موطا امام مالک میں ہے۔

المہاجرین الاولین ۔ مہاجرین اولین سے کیا مراد ہے۔ اس میں تین قول ہیں۔ امام شعبی نے فرمایا یہ وہ حضرات ہیں جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے اور سعید بن مسیب نے فرمایا وہ

إِلَى أَهْلِي حَتَّى سَمِعْتُ النِّدَاءَ فَلَمْ أَزِدْ أَنْ تَوَضَّأْتُ
بھی نہ تھا کہ میں نے اذان سنی اور صرف وضو کیا، عمر نے کہا اور
قَالَ وَالْوُضُوءَ أَيْضًا وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى
وضو ہی پر اکتفا ـــ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ عـه
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کا حکم دیتے تھے۔

مہاجرین ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی۔ کشاف میں ہے۔ یہ شرکاء بدر ہیں۔

ایۃ ساعۃ مطلب یہ تھا کہ آپ کو اول وقت آنا چاہیے تھا۔ اتنی دیر کیوں کردی۔ اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ آپ نماز سے کیوں رُکے رہے والوضوء ایضا۔ واؤ عاطفہ ہے جس کا معطوف وہ جملہ جو "ایۃ ساعۃ" کا مدلول ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ یہ واؤ ہمزۂ استفہام کا عوض ہے جیسے اس آیت میں قَالَ فِرْعَوْنُ أَآمَنْتُمْ بِهِ میں ایک قرات وَآمَنْتُمْ بِهِ بھی ہے۔ اس میں واؤ ہمزۂ استفہام کا عوض ہے۔

کان یامر بالغسل اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو جمعہ کے لئے جائے اسے چاہیے کہ غسل کرے۔ جو لوگ جمعہ کے دن غسل واجب جانتے ہیں ان کی ایک دلیل اس حدیث کا یہ جملہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کا حکم دیتے تھے۔ اور امر وجوب کے لئے ہے۔ مگر یہی حدیث ہماری بھی مستدل ہے۔ کہ اگر جمعہ کے دن غسل واجب ہوتا تو حضرت عثمان بغیر غسل کے جمعہ کے لئے نہ آتے۔ اور اگر آگئے تھے تو حضرت عمر انہیں غسل کے لئے واپس کرتے یہ سب جمعہ کے دن صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا تو ثابت ہو گیا کہ غسل واجب نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جن احادیث میں فلیغتسل آیا ہے۔ ان میں امر وجوب کے لئے نہیں۔ نیز یہ بھی کہ واجب علی کل محتلم میں واجب کے لغوی معنیٰ مراد ہیں۔

ہمارا مذہب مختار یہ ہے کہ اذان اول ہی سے خرید و فروخت ممنوع ہے۔ کیونکہ اگر اذان ثانی تک خرید و فروخت کی اجازت دیجائے۔ تو لبسا اوقات جمعہ فوت ہو جائے گا۔ چونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ابھی اذان اول شروع ہی نہ ہوئی تھی۔ اسے تو حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں شروع فرمایا ہے۔ اس لئے اس عہد میں خرید و فروخت کی ممانعت میں اسی کا اعتبار تھا۔ ہمارے یہاں خرید و فروخت کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت خرید و فروخت کرنے والے گنہگار ہوں گے مگر عقد بیع درست ہو جائے گا۔ امام شافعی وغیرہ کے یہاں بیع ہی منعقد نہ ہوگی۔

عـه جمعۃ باب فضل الغسل یوم الجمعۃ صـ۲ مسلم ترمذی

حدیث ۵۵

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ قَالَ حَدَّثَنِیْ
عمرو بن سلیم انصاری نے کہا کہ میں
عَمْرُو بْنُ سُلَیْمِ الْاَنْصَارِیُّ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰی اَبِیْ سَعِیْدٍ
ابو سعید خدری کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے فرمایا کہ
قَالَ اَشْهَدُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دیتا ہوں
قَالَ اَلْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ
کہ انہوں نے فرمایا۔ جمعے کے دن ہر بالغ پر غسل واجب ہے۔
وَاَنْ یَّسْتَنَّ وَاَنْ یَّمَسَّ طِیْبًا اِنْ وَّجَدَ قَالَ عَمْرٌو
اور مسواک کرنا اور خوشبو لگانا اگر پائے۔ راوی حدیث عمرو نے کہا
اَمَّا الْغُسْلُ فَاَشْهَدُ اَنَّهٗ وَاجِبٌ وَاَمَّا الْاِسْتِنَانُ
غسل کے بارے میں تو گواہی دیتا ہوں کہ وہ واجب ہے لیکن
وَالطِّیْبُ فَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَاجِبٌ هُوَ
مسواک اور خوشبو تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ واجب
اَمْ لَا وَلٰکِنْ هٰکَذَا فِی الْحَدِیْثِ[ع۵]
ہے یا نہیں لیکن حدیث میں یوں ہی ہے

تشریحات ۵۵

قال عمرو اس سے مراد راوی حدیث عمرو بن سلیم ہیں۔ یہ تشریک فی الذکر کے لئے تشریک فی الحکم ضروری نہیں جانتے تھے۔ اس لئے غسل کے واجب ہونے پر یقین کیا اور مسواک اور خوشبو کے بارے میں شک کیا۔ ہمارا خیال اگر چہ مسلم ہے کہ ذکر میں شرکت سے حکم میں شرکت لازم نہیں۔ مگر دوسرے دلائل سے غسل بھی مسواک اور خوشبو کی طرح واجب نہیں جیسا کہ گزر چکا۔ صحابہ کرام کو جمعہ کے دن خوشبو کا بڑا اہتمام تھا۔ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر جمعے کو کپڑوں کو خوشبو میں بساتے تھے۔ حضرت معاویہ بن قرہ نے کہا کہ میں نے اہل مدینہ میں تیس افراد کو دیکھا کہ وہ بھی یہی کرتے تھے۔

ع۵ جمعة باب فضل غسل یوم الجمعة ص۱۲۰ مسلم۔ ابوداؤد نسائی۔ طہارت

حدیث ۵۵۱

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ
حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کو جنابت
یَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَکَاَنَّمَا قَرَّبَ
کے غسل کی طرح غسل کرے پھر (جمعہ کے لئے) جائے تو گویا اس نے اونٹ صدقہ
بَدَنَةً وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الثَّانِیَةِ فَکَاَنَّمَا قَرَّبَ
کیا اور دوسری ساعت میں گیا تو اس نے گائے صدقہ کی اور
بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَکَاَنَّمَا قَرَّبَ
جو تیسری ساعت میں گیا تو گویا اس نے مینڈھا صدقہ کیا اور
کَبْشًا اَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَکَاَنَّمَا قَرَّبَ
جو چوتھی ساعت میں گیا تو گویا اس نے مرغی صدقہ کی اور جو
دُجَاجَةً وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَکَاَنَّمَا قَرَّبَ
پانچویں ساعت میں گیا تو گویا اس نے انڈا صدقہ کیا۔ پس جب
بَیْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلٰئِکَةُ یَسْتَمِعُوْنَ الذِّکْرَ
امام (خطبے کے لئے) نکل آیا تو فرشتے (خطبہ سننے کے لئے) حاضر ہوجاتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں

تشریحات ۵۵۱

تکمیل — یہ حدیث تھوڑے سے تغیر کے ساتھ، باب الاستماع للخطبۃ اور بدء الخلق میں بھی ہے۔ ان میں یہ زائد ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے میں کھڑے ہوجاتے ہیں، اوّل فالاوّل کی ترتیب سے آنے والوں کا نام لکھتے ہیں — اخیر میں ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے نکل آتا ہے تو صحیفے لپیٹ دیتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں۔

ابوالفضل[1] جوزی کی کتاب الترغیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث مرفوع مروی ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتوں کو جھنڈے دے کر ہر اس مسجد میں بھیجا جاتا ہے جس میں جمعہ ہوتا ہے۔ اور جبرئیل مسجد حرام میں تشریف لے جاتے ہیں ہر فرشتے کے ساتھ لکھنے والے بھی رہتے ہیں جن کے چہرے

ع جمعۃ۔ باب فضل الجمعۃ ص۱۲۱ باب الاستماع للخطبۃ ص۱۲۷ بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ ص۴۵۸ م جمعۃ۔ ابوداؤد۔ طہارت۔ ترمذی جمعۃ۔ نسائی جمعۃ۔ موطا امام جمعۃ۔ مسند امام احمد جلد ۲ ص۲۳۹ (البعث)

[1] عمدۃ القاری جلد سادس ص۱۷۱۔

چودھویں کے چاند کی طرح ہوتے ہیں ان کے ساتھ چاندی کے قلم اور چاندی کے کاغذ ہوتے ہیں۔ جو آنے والوں کو ترتیب وار لکھتے ہیں۔ جو امام سے پہلے آیا اسے سابقین میں لکھتے ہیں۔ اور جو امام کے آنے کے بعد آیا تو لکھتے ہیں یہ خطبے میں شریک ہوا۔ اور جو نماز کے وقت آتے ہیں ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔ جیسے میں حاضر ہوا۔ اور جب امام سلام پھیر لیتا ہے تو فرشتے نمازیوں کے چہرے پر تجسس کی نگاہ ڈالتے ہیں اگر کسی ایسے شخص کو نہیں پاتے ہیں، جو پہلے سابقین میں سے تھا تو عرض کرتے ہیں اے رب ہم نے فلاں کو نہیں پایا۔ ہم نہیں جانتے آج کیوں نہیں آیا۔ اگر تو نے اسے اٹھالیا ہے تو اس پر رحم فرمانا۔ اگر بیمار ہے تو اسے شفا دے۔ اور اگر سفر میں گیا ہے تو اس کو اچھا ساتھی نصیب فرمانا اور لکھنے والے فرشتے آمین کہتے ہیں۔

غسل الجنابۃ اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے جنابت کا غسل اچھی طرح کیا جاتا ہے۔ اسی کے مطابق اچھی طرح غسل کرے اور حقیقی معنیٰ کا بھی احتمال ہے یعنی وہ غسل جنابت ہی کرے۔ اس کی مؤید ابوداؤد وغیرہ کی یہ حدیث ہے جو حضرت اوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو جمعے کے دن غسل کرے اور کرائے اور سویرے لیجائے اور جائے خطبے کا اول حصہ پائے اور پیدل چلے سوار ہو کر نہ جائے اور امام کے قریب رہے۔ بغور خطبہ سنے اور کوئی لغو کام نہ کرے تو اسے ہر قدم پر سال بھر کے روزے اور قیام کا ثواب ملے گا۔

ثم راح راح کے معنیٰ زوال کے بعد چلنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے فرش کے بارے میں ہے۔ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ——— صبح کو ایک ماہ کی مسافت طے کرتا اور شام کو ایک مہینے کی۔ اب اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو بعد زوال فوراً جمعے کے لئے سب سے پہلے حاضر ہوا۔ اسے اونٹ صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور جو اس کے بعد آیا تو اسے گائے صدقہ کرنے کا ثواب۔ تو جن روایتوں میں الساعۃ الاولیٰ والثانیۃ، آیا ہے۔ اس سے مراد مطلق وقت ہے۔ یعنی جو سب سے پہلے آیا پھر جو اس کے بعد آیا۔ یہی امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ساعات سے مراد لحظات خفیفہ ہیں۔ مگر امام شافعی اور جمہور ساعت سے مراد اس کا عرفی معنیٰ لیتے ہیں یعنی دن کے بارہ حصوں میں سے ایک حصہ۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو دن کی پہلی ساعت میں پھر جو دن کی دوسری ساعت میں۔ عام روایتوں میں پانچ ہی کا ذکر ہے مگر ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جو پانچویں ساعت میں آیا گویا اس نے ایک چڑیا صدقہ کی اور جو چھٹی ساعت میں آیا اس نے انڈا صدقہ کیا۔ چھٹی ساعت کے بعد زوال ہو جاتا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعد زوال فوراً جمعہ کے لئے تشریف لاتے تھے۔ اگر ان ساعات سے بعد زوال کی ساعتیں مراد لی جائیں تو پھر تفصیل مذکور کی گنجائش نہ

۱ـ اول طہارت باب غسل یوم الجمعۃ ص۵۰ نسائی اول جمعۃ باب فضل غسل یوم الجمعۃ ص۲۰۴
ابن ماجۃ اقامۃ الصلوٰۃ باب فی الغسل یوم الجمعۃ ص۷۷ دارمی صلوٰۃ۔ مسند امام احمد ج ۴ ص۹، ج ۲ ص۲۰۹

حدیث ۵۵۲

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ عُمَرَ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر
بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ بَیْنَمَا هُوَ یَخْطُبُ یَوْمَ
بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعے کے دن خطبہ دے رہے تھے
الْجُمُعَةِ اِذْ دَخَلَ عَلَیْهِ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ
ایک صاحب (حضرت عثمان) داخل ہوئے تو حضرت عمر بن
الْخَطَّابِ لِمَ تَحْتَبِسُوْنَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الرَّجُلُ
خطاب نے فرمایا آپ اول وقت نماز کے لئے آنے سے کیوں رکے رہے تو انہوں
مَا هُوَ اِلَّا اَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ تَوَضَّاْتُ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِیَّ صَلَّی
نے بتایا ہوا یہ کہ میں نے اذان سنی اور وضو کیا - تو حضرت عمر نے فرمایا کیا آپ
اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاحَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْجُمُعَةِ فَلْیَغْتَسِلْ
نے نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جمعے کے لئے آؤ تو غسل کرلیا کرو۔

رہے گی - صحابہ کرام کی عادت تھی کہ نماز فجر کے بعد ہی مسجد اقدس میں حاضر رہتے اور جمعہ پڑھ کر گھر جاتے -
اقول وباللہ التوفیق - اسی بخاری میں حدیث ۵۶۹ آرہی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا - کہ
جب سخت جاڑا ہوتا تو جمعہ کی نماز اول وقت میں پڑھتے اور جب گرمی سخت ہوتی تو جمعہ ٹھنڈا کرکے پڑھتے - پھر مطلقاً
یہ حکم لگانا کہ ہمیشہ بعد زوال فوراً پڑھتے، صحیح نہیں اور رواح کے معنی مطلق جانے کے بھی آتے ہیں ------ نیز
زوال سے لے کر سورج ڈوبنے سے پہلے چلنے پر رواح صادق ہے - اس لئے اس حدیث کی توجیہ وہی راجح
ہے جو حضرت امام مالک نے فرمایا - گرمیوں میں جمعے میں بھی تاخیر مستحب ہے - اس کی مکمل بحث اس کے باب
میں مذکور ہوگی -

حضرت الملائکۃ صحیح یہی ہے کہ یہ فرشتے انسان پر مقرر فرمودہ فرشتوں کے علاوہ ہیں جو خاص اسی خدمت
کے لئے آسمان سے آتے ہیں، جیسا کہ ابو الفضل کی کتاب الترغیب سے حدیث گزری کہ جبریل امین علیہ السلام مسجد حرام
میں آتے ہیں، پھر اس کی یہ تشریح کہ ہر فرشتے کے کاتب ہوتے ہیں یہ بھی اس کی تائید کرتی ہے - علاوہ ازیں دوسری
روایتوں میں ہے کہ فرشتے مسجدوں کے دروازوں پر رہتے ہیں - اور لکھتے ہیں اور کراما کاتبین اور حافظین علیحدہ
نہیں ہوتے ہیں - جس پر مقرر ہیں اسی کے ساتھ رہتے ہیں - اخیر میں یہ ہے کہ جب امام آجاتا ہے تو صحیفے لپیٹ
دیتے ہیں - اور کراما کاتبین کے صحیفے اس وقت بھی کھلے رہتے ہیں -

---

عہ جمعۃ باب ص۱۲۱ مسلم صلوٰۃ - ابوداؤد طہارت

حدیث ۵۵۲

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ

نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص بھی جمعے کو غسل کرے اور

وَیَتَطَہَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُہْرٍ وَّیَدَّہِنُ مِنْ دُہْنِہٖ اَوْ

جتنی ہو سکے خوب پاک ہولے اور تیل لگائے یا خوشبو ملے

یَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِہٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ

اپنے گھر کی پھر نکلے اور دو کے درمیان تفریق نہ کرے پھر اس کے

ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ لَہٗ ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَا تَکَلَّمَ الْاِمَامُ

مقدر میں جتنا لکھا ہو نماز پڑھے۔ پھر جب امام خطبہ دے تو چپ رہے

اِلَّا غُفِرَلَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَمَا بَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی ؎

اس کے اور دوسرے جمعہ کے مابین جو کچھ کرے سب بخش دیا جائے گا۔

تشریحات ۵۵۲

ہفتہ بھر کے گناہوں سے مغفرت حاصل کرنے کی سات شرطیں اس حدیث میں مذکور ہیں اول غسل۔ دوم استطاعت بھر طہارت۔ اس سے یا تو صفائی ستھرائی میں مبالغہ مراد ہے یا سر کو بھی طرح دھونا مراد ہے۔ یا اچھے سے اچھا جو کپڑا میسر ہو اس کا پہننا مراد ہے۔ سوم سر اور داڑھی میں تیل لگا کر اس کی پراگندگی دور کرنا۔ یعنی تیل لگا کر کنگھا بھی کرے۔ چہارم میسر ہو تو خوشبو ملنا۔ پنجم مسجد میں حاضر ہو کر دو بیٹھے ہوئے آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ بیٹھے۔ جس سے انھیں تنگی ہو جائے۔ ششم جتنی ہو سکے نماز پڑھے۔ ہفتم خطبہ کے وقت خاموش رہے ــــ ان سات کے علاوہ سات اور دوسری احادیث میں مذکور ہیں۔ ہشتم پیدل چل کر مسجد میں حاضر ہو۔ لیکن اگر دور ہے کہ پیدل چل کر جانے میں جمعہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو سواری سے جانا ضروری ہے۔ نہم۔ راستے میں یا مسجد میں کسی کو ایذا نہ دے۔ دہم۔ کسی کی گردن پھلانگ کر نہ جائے۔ جب کہ معلوم ہے کہ آگے جگہ نہیں ہے۔ اور اگر معلوم ہے کہ جگہ ہے تو ضرور آگے جائے۔ اگرچہ گردنیں پھلانگنی پڑے کہ اس نے آگے جگہ چھوڑ کر پیچھے بیٹھ کر خود ہی اپنی حرمت کھو دی۔ یازدہم۔ وقار و اطمینان کے ساتھ چلے دوازدہم۔ امام سے قریب رہے۔ سیزدہم۔ کوئی لغو کام نہ کرے۔ مثلاً کنکریوں سے کھیلنا۔ کپڑے سے کھیلنا۔ چہاردہم بغور خطبہ کو سننا ــــ الجمعۃ الاخری سے مراد، اگلا آنے والا جمعہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور پچھلا گذشتہ بھی

مسائل احناف کے یہاں امام جب اپنی جگہ سے خطبہ کے لئے اٹھے یا حجرے میں ہو اور حجرے سے نکلے تو نماز، سلام، کلام، ذکر، تلاوت، سب ممنوع ہیں۔ یہاں تک کہ خطبہ پورا ہو جائے۔ پوری بحث آگے آتی ہے۔

؎ جمعۃ، باب الدہن للجمعۃ ص۱۲۱ دارمی صلوٰۃ

حدیث ۵۵۴

قَالَ طَاؤُسُ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ ذَكَرُوْا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِغْتَسِلُوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْسِلُوْا رُؤُسَكُمْ وَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا جُنُبًا وَاَصِيْبُوْا مِنَ الطِّيْبِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَمَّا الْغُسْلُ فَنَعَمْ وَاَمَّا الطِّيْبُ فَلَا اَدْرِيْ۔ عہ

طاؤس نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا۔ لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن غسل کرو اور اپنے سروں کو دھوؤ اگرچہ جنب نہ ہو، اور خوشبو لگاؤ۔ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا غسل تو ٹھیک ہے لیکن خوشبو تو میں نہیں جانتا۔

حدیث ۵۵۵

عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ ذَكَرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَيَمَسُّ طِيْبًا اَوْ دُهْنًا اِنْ كَانَ عِنْدَ اَهْلِهٖ فَقَالَ لَا اَعْلَمُهٗ۔ عہ

طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ ان کے سامنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد جمعے کے دن غسل کے بارے میں ذکر کیا گیا۔ تو میں نے ابن عباس سے پوچھا کیا خوشبو یا تیل اگر اس کے اہل کے پاس ہو تو استعمال کرے گا۔ تو فرمایا۔ میں نہیں جانتا۔

تشریحات ۵۵۴ ۵۵۵

یہاں باب ہے۔ جمعے کے دن تیل لگانا۔ دوسری روایت کو تو صریح مطابقت ہے البتہ پہلی حدیث میں تیل کا ذکر نہیں۔ اس کو باب سے مطابقت یوں ہے کہ نہانے کے بعد لوگ تیل ضرور لگاتے ہیں تو گویا نہانے کو تیل لگانا عادۃً لازم ہے۔

ذکروا صیغہ جمع ذکر کیا۔ مگر اس سے مراد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جیسا کہ شرح معانی الآثار اور ابن خزیمہ اور ابن حبان[عہ] میں بطریق عمرو بن دینار جو روایت ہے اس میں ان کے نام کی تصریح ہے۔

لا ادری، لا اعلمہ یعنی مجھے یہ نہیں معلوم کہ خوشبو یا تیل لگا لو۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا نہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ مراد ہو کہ جمعے کے دن خوشبو لگانا سنت ہے یا نہیں یہ بھی مجھے معلوم نہیں۔

عہ جمعۃ باب الدھن للجمعۃ ص۱۲۱ نسائی صلوٰۃ عہ جمعہ باب الدھن للجمعۃ ص۱۲۱ مسلم صلوٰۃ
لہ اول طہارت باب الغسل یوم الجمعۃ ص۵۹ لہ عمدۃ القاری۔ سادس ص۱۷۷

حدیث ۵۵۶

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ رَاٰی حُلَّةً سِيَرَاءَ

ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کے دروازے پر ریشمی جوڑا دیکھا

عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اشْتَرَيْتَ

و عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر حضور اسے خرید لیتے اور جمعے کے دن اور

هٰذِهٖ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ لِلْوَفْدِ اِذَا قَدِمُوْا عَلَيْكَ

جب وفد حاضر ہوتے اس وقت پہنتے — اس پر رسول اللہ

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهٖ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا — اسے وہی پہنتا ہے جس کا

مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ ثُمَّ جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

آخرت میں کوئی حصہ نہیں — اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ فَاَعْطٰی عُمَرَ بْنَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ویسے ہی جوڑے آئے تو اس میں

الْخَطَّابِ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَسَوْتَنِيْهَا

سے ایک جوڑا عمر بن خطاب کو دیا۔ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مجھے پہننے کے لئے عطا

وَقَدْ قُلْتَ فِیْ حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

فرمارہے ہیں حالانکہ حلہ عطارد کے بارے میں وہ فرما چکے ہیں — تو رسول اللہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَمْ اَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم کو پہننے کے لئے نہیں دیا ہے۔ تو حضرت

فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَخًا لَهٗ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا[ع]

عمر بن خطاب نے یہ جوڑا مکے کے باشندے اپنے ایک مشرک بھائی کو پہننے کے لئے دے دیا —

تشریحات ۵۵۶

لغات — حُلّہ چادر۔ تہبند ۔ سِيَرَاء۔ خالص ریشمی عُطَارِد ایک صاحب کا نام ہے ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حُلّہ اپنے جس بھائی کو

ع جمعۃ باب مایلبس احسن ما یجدہ ص۱۲۱ ہبۃ باب ھدیۃ ما یکرہ لبسہا ص۳۵۶ باب الھدیۃ للمشرکین ص۳۵۷ ثانی لباس باب مایرخص للرجال من الحریر للحکۃ ص۸۶۸ لباس باب صلۃ الاخ المشرک ص۸۸۵ مسلم لباس۔ ابوداؤد۔ لباس۔ نسائی زینت۔ ابن ماجۃ لباس۔ موطا امام مالک لبس۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص۲۰

حدیث ۵۵۷	عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا
عَلٰی اُمَّتِیْ، اَوْ، لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَی النَّاسِ لَاَمَرْتُهُمْ
یا یہ فرمایا۔ اگر لوگوں پر شاق نہ ہوتا تو انہیں ہر نماز کے
بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلٰوةٍ ۔عہ
ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔

دیا تھا ان کا نام عثمان بن حکیم تھا۔ یہ ان کے اخیافی بھائی تھے یا رضاعی۔ صحیح یہ ہے کہ یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ جیسا کہ بخاری ہی کی کتاب الصید اور کتاب الادب کی روایتوں سے ظاہر ہے کہ فرمایا۔ اسلام لانے سے پہلے یہ ہدیہ دیا تھا۔

مطابقت باب یہاں باب کا عنوان یہ ہے۔ جمعے کے دن سب سے عمدہ لباس پہنے۔ داؤدی نے کہا کہ اس حدیث کی باب سے مطابقت نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمر کی عرضداشت کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رد فرما دیا تھا۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ مطابقت اس طرح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عدت میں حضرت عمر نے جو گزارش کی اس کو اس بنیاد پر نہیں رد فرمایا کہ جمعہ کے دن عمدہ لباس کو ناپسند فرمایا۔ بلکہ خاص اس ریشمی حلے کے سلسلے میں انکار فرمایا۔ کہ وہ مردوں کو پہننا جائز نہ تھا۔ بلقیہ حضرت عمر کی گزارش سے التزامًا یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جمعے کے دن عمدہ لباس زیب تن فرمائیں۔ اسے رد نہیں فرمایا۔ اس پر سکوت فرمایا۔ جس سے اس کی تائید مفہوم ہوتی ہے۔ نیز اسی التماس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہی تھی کہ جمعے کے دن عمدہ سے عمدہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔

تشریحات ۵۵۷ اس حدیث پر باب کا عنوان ہے۔ جمعے کے دن مسواک۔ اس کا اثبات "کل صلوٰۃ" کے عموم سے ہوتا ہے۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار حاصل ہے۔ کہ وہ جو چیز چاہیں واجب کر دیں اور جسے چاہیں موقوف کر دیں۔ ظاہر حدیث سے متبادر ہوتا ہے کہ ہر نماز کے وقت مسواک مستحب ہے مگر بعض روایات میں "مع کل وضوء"

عہ الجمعۃ باب السواک یوم الجمعۃ ص ۱۲۲ الصوم۔ باب السواک الرطب والیابس ص ۲۵۹ ثانی التمنی باب ما یجوز من اللو ص ۱۰۷۵ مسلم ابوداؤد۔ ترمذی، طہارت نسائی طہارت۔ مواقیت ابن ماجۃ دارمی صلوٰۃ۔ موطا طہارت۔ مسند امام احمد ثانی ص ۲۴۵۔

حدیث ۵۵۸

حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثَرْتُ عَلَیْکُمْ فِی السِّوَاکِ[عہ]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے حدیث بیان کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے مسواک کے بارے میں تم سے بہت کچھ فرمایا ہے۔

بھی آیا ہے۔ چونکہ عام طور پر ہر نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے تو باعتبار اغلب و اکثر دونوں کا حاصل ایک ہی ہوا۔ ہمارے اکثر اصحاب نے فرمایا کہ اس کا وقت وضو میں کلی کرنے کا وقت ہے۔ محیط میں ہے کہ عورت کے لئے منجن وغیرہ مسواک کے قائم مقام ہے کیونکہ ان کے مسوڑھے نازک ہوتے ہیں مسواک سے اس کا اندیشہ ہے کہ ان کے دانت جلد گر جائیں۔ مسواک کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ فَمِیْ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ وَطَھِّرْ بَدَنِیْ وَحَرِّمْ جَسَدِیْ عَلَی النَّارِ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ۔

اے اللہ میرے منہ کو پاک فرما اور میرے دل کو روشن فرما اور میرے بدن کو پاک فرما اور میرے جسم کو جہنم پر حرام فرما اور اپنی مہربانی سے اپنے نیک بندوں میں مجھے شامل فرما۔

سب سے عمدہ پیلو کی مسواک ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے استعمال فرمایا۔ اسی طرح زیتون کی بھی۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا بہترین مسواک زیتون ہے۔ برکت والے درخت کی، منہ کو صاف کرنے والی، بو لے جانے والی۔ یہ میری اور مجھ سے پہلے کے انبیاء کی مسواک ہے۔[1] خوشبودار پھولوں والے درخت کی مسواک ممنوع ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ریحان کی مسواک سے منع فرمایا۔ اس سے جذام کی تحریک ہوتی ہے۔[2]

تشریحات ۵۵۸

یہاں بھی باب سے مطابقت عموم ہی سے ہے۔ جب عام طور پر مسواک کے بارے میں بکثرت ارشاد ہے تو اس میں جمعہ بدرجہ اولیٰ شامل ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے مجمع میں رہنا ہے تو منہ صاف رہنا ضروری ہے تاکہ مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچے۔

عہ الجمعۃ باب السواک یوم الجمعۃ ص ۱۲۲ نسائی طہارت دارمی وضوء مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۴۳

[1] عمدۃ القاری سادس ص ۱۸۱ [2] ایضا

حدیث ۵۵۹

قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ أَعْطِنِي هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَأَعْطَانِيهِ فَقَصَمْتُهُ ثُمَّ مَضَغْتُهُ فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهِ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَىٰ صَدْرِي ؏

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ عبد الرحمن بن ابو بکر اندر آئے اور ان کے پاس مسواک تھی جسے وہ استعمال کر رہے تھے۔ اس کی جانب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا۔ تو میں نے ان سے کہا کہ اے عبد الرحمن یہ مسواک مجھے دیدو انھوں نے مسواک مجھے دیدی تو میں نے اس کو توڑا اور چبا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیا۔ تو حضور نے اسے استعمال فرمایا اس حال میں کہ میرے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

تشریحات ۵۵۹

تکمیل — کتاب المغازی میں ہے۔ کہ جب عبد الرحمن اندر آئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی — دوسری روایت میں ہے کہ کھجور کی تازہ ٹہنی تھی۔ حضور مسواک کی طرف دیکھنے لگے تو میں نے سمجھا مسواک چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کے لئے اسے لے لوں۔ سر اقدس سے اشارہ فرمایا۔ ہاں۔ میں نے مسواک پیش کردی مگر حضور اسے چبا نہ سکے تو میں نے عرض کیا اسے نرم کردوں تو اشارہ فرمایا۔ ہاں۔ میں نے اسے کوچ کر نرم کر دیا۔ مسواک کرکے مجھے دیا کہ دست اقدس ڈھلک گیا — اخیر میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت مسواک کیا۔ میں نے اس سے زیادہ اچھی طرح مسواک کرتے کبھی نہیں دیکھا۔ مسواک سے فارغ ہوتے ہی وصال ہوگیا۔ بس اتنا ہی ہوا کہ مسواک سے فارغ ہونے کے بعد اپنا دست مبارک یا انگشت مبارک آسمان کی طرف

؏ الجمعۃ باب من تسوک بسواک غیرہ ص۱۲۲ الجهاد باب بیوت ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۴۳۹ ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۳۹–۶۴۰ مسلم فضل عائشۃ مسند امام احمد۔

حدیث ۵۶۰

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْفَجْرِ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر میں

یَوْمَ الْجُمُعَۃِ الٓمّٓ تَنْزِیْلُ وَھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ ؏

سورہ الٓمّٓ تنزیل اور ھل اتی علی الانسان پڑھا کرتے تھے۔

...تعالیٰ نے تین بار فرمایا۔ اے اللہ رفیق اعلیٰ میں اور روح پرواز ہو گئی۔ وہ یہ بھی فرماتی تھیں کہ حضور کا وصال اس حال میں ہوا کہ حضور میرے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

تطبیق کتاب المغازی ہی میں خود حضرت ام المومنین ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال اس حال میں ہوا کہ سر اقدس میرے زانو پر تھا۔ مگر یہ حقیقت میں تعارض نہیں۔ ابتداء نزع اس حال میں ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام المومنین کے سینے کے سہارے بیٹھے تھے۔ اور سر اقدس ان کی ٹھوڑی اور پیٹ کے درمیان تھا یعنی سینے پر۔ جب حالت غیر ہوئی تو لٹا دیا اور فرط محبت میں سر اقدس اپنے زانو پر رکھ لیا۔ اور اسی حالت میں داصل بحق ہوئے۔ جانکنی کے وقت مریض کو بیٹھا رہنا موجب تکلیف ہوتا ہے اور لیٹنے میں سہولت ہوتی ہے۔ اس کا لحاظ کرتے ہوئے جب آثار نزع ام المومنین نے ملاحظہ فرمایا تو لٹا دیا۔

تشریحات ۵۶۰

کرمانی نے کہا کہ کَانَ جب مضارع پر داخل ہو تو اس سے استمرار و دوام سمجھا جاتا ہے مگر احادیث میں یہ کلیہ نہیں۔ اس لئے کہ احادیث پر نظر کرنے سے یہ کلیہ ٹوٹ جاتا ہے مثلاً مسلم[۱] میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ، پڑھا کرتے تھے۔ اسی میں انہیں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ جمعے میں، سورہ جمعہ اور ھل اتاک حدیث الغاشیہ، پڑھتے تھے[۲]۔ نیز اسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جمعے میں سورۂ جمعہ اور سورہ منافقین پڑھتے تھے[۳]۔ الٓمّٓ تنزیل ـــ سے مراد سورہ سجدہ ہے ـــ اور ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ ـــ سے سورہ دہر ہے ـــ اتباعِ سُنّت کے خیال سے اس پر عمل بہتر ہے۔

؏ الجمعۃ باب مایقرأ فی صلوٰۃ الفجر یوم الجمعۃ ص۱۲۲ مسلم۔ نسائی۔ ابن ماجہ کلہم فی الصلوٰۃ

[۱] ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۳۸ [۲] اول۔ الجمعۃ فصل فی قرأۃ الٓمّٓ تنزیل وھل اتی ص۲۸۸ [۳] ایضاً [۴] ایضاً۔ فصل فی قرأۃ سورۃ الجمعۃ والمنافقین۔

حدیث ۵۶۱

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا
اَوَّلُ جُمُعَۃٍ جُمِعَتْ بَعْدَ جُمُعَۃٍ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد پہلا جمعہ بحرین
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَیْسِ بِجُوَاثٰی مِنَ الْبَحْرَیْنِ
کے علاقہ جواثیٰ میں عبد القیس کی مسجد میں قائم کیا گیا

تشریحات ۵۶۱

تکمیل — ابوداؤد میں یہ حدیث یوں ہے — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد اسلام میں، سب سے پہلا جمعہ جواثیٰ میں قائم ہوا جو بحرین کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔ امام شافعی، امام احمد وغیرہ اسی حدیث سے دلیل لاتے ہیں۔ کہ دیہات میں جمعہ صحیح ہے۔ اس لئے کہ قریہ، کے معنی دیہات کے ہیں۔ امام شافعی جمعہ صحیح ہونے کے لئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ کم از کم اس بستی میں چالیس آدمی ایسے ہوں جن پر جمعہ فرض ہو۔ چالیس کی قید وہ اس حدیث سے لگاتے ہیں۔ کہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے سے پہلے "ہزم النبیت" مدینہ طیبہ کے ایک محلے کا نام ہے — میں جمعہ قائم کیا تھا۔ اس وقت کل چالیس مسلمان تھے۔[۱]

ہمارا جواب

احناف یہ کہتے ہیں کہ قریہ، کے معنی دیہات متعین نہیں۔ اس کا اطلاق مکہ معظمہ طائف شریف اور انطاکیہ پر خود قرآن عظیم میں ہے۔ ارشاد ہے:

رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا۔ — "مظلوم مسلمان یہ عرض کرتے اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں"

اس سے مراد مکہ معظمہ ہے — اور فرمایا:

لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ۔ — "کافروں نے کہا، دونوں بستیوں کے کسی عظیم شخص پر قرآن کیوں نہیں اتارا گیا؟"

ان سے مراد مکہ معظمہ اور طائف شریف ہے — اور ارشاد ہے:

وَاضْرِبْ لَھُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَۃِ — "ان کے سامنے اس بستی والوں کا حال بیان کرو"

عہ الجمعۃ باب الجمعۃ فی القری والمدن ص۱۲۲ ثانی المغازی باب وفد عبد القیس ص۶۲۶

۱؎ اول الجمعۃ۔ باب الجمعۃ فی القری ص۱۵۳

۲؎ ابوداؤد اول۔ الجمعۃ باب الجمعۃ فی القری ص۱۵۳ ابن ماجۃ الجمعۃ باب فرض الجمعۃ ص۷۷

ں سے مراد انطاکیہ ہے ۔
اس لئے قریہ، سے دلیل لانا کہ ، جواثی ، دیہات تھا درست نہیں ۔ جواثی حقیقت میں شہر تھا جس کی آبادی
چار ہزار تھی ۔ محدث ابن تین نے ، شیخ ابو الحسن سے نقل کیا کہ جواثی شہر تھا ۔ ابو عبید بکری نے کہا ۔ یہ بحرین میں
ایک شہر ہے ۔ جوہری نے صحاح میں ، زمخشری نے البلدان ، میں کہا کہ جواثی ، بحرین میں ایک قلعہ ہے ۔
نیز یہ ثابت نہیں کہ یہ جمعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذن سے قائم کیا گیا اور نہ یہ ثابت ہے کہ
حضور کو اس کی خبر بھی ملی ۔ لہٰذا جواثی میں جمعہ کے قائم ہونے سے دیہات میں جمعہ کے صحیح ہونے پر
ستدلال تام نہیں ۔
رہ گیا مدینہ طیبہ میں حضور کی تشریف آوری سے پہلے چالیس آدمیوں کا جمعہ قائم کر لینا بھی اس کی دلیل
نہیں ۔ مدینہ طیبہ بلا شبہ اس وقت شہر تھا ۔ اور شہر میں چالیس تو بہت ہیں ، صرف چار مسلمان ہوں تو قائم
ہو سکتا ہے ۔ پھر یہ ثابت نہیں کہ وہ حضور کے حکم سے تھا ۔

ہماری دلیل شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ہے : لا جمعۃ ولا تشریق
الا فی مصر جامع (وفی روایۃ اخریٰ) لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحی
الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ (جمعہ ۔ تکبیر تشریق ، نماز عید الفطر و اضحی صرف مصر جامع اور بڑے شہر میں ہے ۔)
اسے امام عبد الرزاق ، ابن ابی شیبہ نے اپنے اپنے مصنف میں بطریق حجاج عن ابی یوسف روایت کیا نیز بطریق
جریر عن منصور بھی مروی ہے [1]

اشکال وجواب امام نووی نے فرمایا کہ یہ حدیث ایسی ضعیف ہے کہ اس کا ضعف متفق علیہ ہے ۔ اور
اس کی سند منقطع ہے ۔ علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا کہ حجاج بن ارطاۃ ضرور ضعیف
ہیں ۔ مگر جو روایت بطریق جریر عن منصور ہے ۔ اس میں کوئی ضعف نہیں ۔ امام نووی صرف اسی طریقے پر مطلع
ہوئے جو بطریق حجاج بن ارطاۃ مروی ہے ۔ جریر عن منصور والے طریقے پر مطلع نہ ہوئے ۔ امام نووی سے پہلے کسی
نے اس کو ضعیف نہیں کہا ۔ اس لئے یہ کہنا کہ اس کا ضعف متفق علیہ ہے صحیح نہیں ۔ موقوف ہونا یوں مضر نہیں کہ یہ
حضرت علی پر موقوف ہے ۔ حکم عقل سے معلوم نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے مرفوع کے حکم میں ہے ۔

مصر جامع مصر جامع وہ آبادی ہے جہاں متعدد کوچے گلیاں ہوں جہاں ایسا دائمی بازار ہو جس میں روزمرہ کی
ضروریات بآسانی ملتی ہوں اس سے متعلق دیہات ہوں ۔ اور وہاں کوئی ایسا حاکم ہو جو مظلوم کا انصاف ظالم سے
لے سکے ۔ لینے کا اختیار رکھتا ہے ۔ اگرچہ بوجہ بد طینتی نہ لیتا ہو ۔ یہی تعریف صحیح اور مختار ہے یہی ظاہر الروایت ہے
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت نادرہ یہ بھی آئی ہے کہ وہ آبادی مصر ہے جس کی سب سے بڑی مسجد

---

[1] عمدۃ القاری سادس ص۱۸۸

میں اگر وہ سب لوگ اکٹھے ہوں جن پر جمعہ فرض ہے تو سما نہ سکیں۔ یہ تعریف بوجوہ صحیح نہیں۔ اس میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ حرمین طیبین پر صادق نہیں۔ مگر یہ تعریف بھی بہت سے فقہائے احناف کی مختار ہے[۱]۔ در مختار میں ہے۔ اسی پر اکثر فقہاء کا فتویٰ ہے۔ شامی میں ہے۔ ابو شجاع[۲] نے کہا۔ اس بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے سب سے اچھی بات یہی ہے۔ ولوالجیہ میں ہے یہی صحیح ہے۔ وقایہ اور مختار اور اس کی شرح میں اسی پر اقتصار کیا۔ درر کے متن میں اسی کو مقدم کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک اسی کو ترجیح ہے۔ صدر الشریعہ نے شرح میں اس کو یہ کہہ کر مؤید کیا کہ احکام شرع میں سستی ظاہر ہے۔ خصوصًا حدود قائم کرنے کے سلسلے میں۔

اور آج حال یہ ہے کہ پہلی مذکورہ بالا تعریف ہندوستان کی بہت سی بڑی آبادیوں پر صادق نہیں مثلاً ہمارے ضلع میں مبارک پور، مئوناتھ بھنجن وغیرہ۔ تو اگر مدار کار پہلے قول پر رکھتے ہیں۔ فتنہ عظیم کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اگر دفع حرج دفتنے کے لئے اس روایت نادرہ پر فتویٰ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

اقول ۔۔۔ اس خادم کا گمان یہ ہے ۔۔۔ کہ مصر جامع کی جو بھی تعریف علماء نے کی ہے۔ وہ حد نہیں بلکہ اس زمانے کے لحاظ سے شہر کی جو خصوصیات تھیں ان کو سامنے رکھ کر فقہاء نے علامتیں بتائی ہیں۔ اس عہد میں آمد و رفت و اطلاع و اخبار کے ذرائع بہت ہی محدود تھے۔ اس لئے دستور یہ تھا کہ ہر بڑی آبادی میں ایک ایسا حاکم رہتا تھا جسے مقدمات کے فیصلہ کرنے اور مجرموں کو سزا دینے کا اختیار رہتا تھا تاکہ امن عامہ برقرار رہے اور آج موٹر، ریل گاڑی وغیرہ سے آمد و رفت اور تیز ہو گئی ہے۔ تار ٹیلیفون سے اخبار و اطلاع بہت آسان ہو گئی ہے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں رہا کہ ہر بڑی آبادی میں ضرور کوئی نہ کوئی حاکم رہے۔ کسی بھی فتنہ و فساد کے وقت آناً فاناً صدر مقام پر اطلاع ہو جاتی ہے اور حکام پہنچ جاتے ہیں ۔۔۔ اس لئے کسی مناسب جگہ کو ضلع کا صدر مقام قرار دے کر وہیں پورے ضلع کے حکام رہتے ہیں ۔۔۔ حتّٰی کہ حاکم پرگنہ، پرگنہ کے بجائے ضلع کے صدر مقام ہی پر رہتا ہے۔ اور یہی حال منصف کا بھی ہے۔ اب صحت جمعہ کے لئے حاکم کا وجود ضروری قرار دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ بہت سی بڑی بڑی آبادیوں میں جمعہ صحیح نہ ہو۔ خود ہمارے ضلع اعظم گڑھ کا حال یہ ہے کہ ضلع کی سب سے بڑی آبادی مئوناتھ بھنجن ہے۔ اس کے بعد مبارکپور۔ مگر ان دونوں جگہوں میں سے کسی میں کوئی حاکم نہیں رہتا حتّٰی کہ تحصیلدار بھی نہیں۔ اس سے دلچسپ حال جین پور کا ہے۔ جین پور میں کوئی حاکم نہیں اور اس کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں سگڑی تحصیل ہے وہاں تحصیلدار رہتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اب حاکم کے وجود کی شرط ختم کر کے بقیہ باتوں پر مدار حکم رکھا جائے۔ یا پھر امام ابو یوسف کے اس قول پر جو روایت نادرہ ہے۔ فتویٰ دیا جائے۔ ھذا ما سنح لی۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

---

[۱] اول باب الجمعۃ ص۵۳۶ [۲] ایضاً [۳] ابو شجاع کے بجائے ابن شجاع زیادہ ظاہر ہے جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ یہ محمد ثلجی ہیں۔ جد المتار اول ص۲۶۲

حدیث ۵۶۲

قَالَ يُونُسُ كَتَبَ رُزَيْقُ بْنُ حُكَيْمٍ إِلَى ابْنِ شِهَابٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ بِوَادِ الْقُرَى هَلْ تَرَى أَنْ أُجَمِّعَ وَرُزَيْقٌ عَامِلٌ عَلَى أَرْضٍ يَعْمَلُهَا وَفِيهَا جَمَاعَةٌ مِنَ السُّودَانِ وَغَيْرِهِمْ وَرُزَيْقٌ يَوْمَئِذٍ عَلَى أَيْلَةَ فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَنَا أَسْمَعُ يَأْمُرُهُ أَنْ يُجَمِّعَ يُخْبِرُهُ أَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

یونس نے کہا، رزیق بن حکیم نے ابن شہاب کو لکھا اور میں اس وقت وادی القریٰ میں تھا، کیا آپ یہ جائز جانتے ہیں کہ میں یہاں جمعہ قائم کروں۔ اور رزیق ایک زمین میں تھے جہاں کاشت کرتے تھے اور وہاں حبشیوں اور کچھ دوسرے لوگوں کی ایک جماعت تھی اور رزیق ایلہ پر عامل تھے۔ وہاں کو ابن شہاب نے لکھا اور میں سن رہا تھا کہ انہیں حکم دے رہے ہیں کہ وہاں جمعہ قائم کرلیں اور یہ خبر دے رہے ہیں کہ سالم نے ان سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے، تم سب نگہبان ہو، اور سب سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا امام (یعنی بادشاہ یا خلیفہ) نگہبان ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ مرد اپنے اہل کا نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت

تشریحات ۵۶۲

یہ حدیث یہاں بخاری میں امام زہری کے تلمیذ یونس بن یزید ایلی سے ان کے دو تلامذہ کے ذریعہ مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک اور لیث بن سعد۔ البتہ جو قصہ مذکور ہے وہ صرف تعلیقاً لیث سے مروی ہے۔ اس تعلیق کو ذہلی نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے

رزیق یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی جانب سے ایلہ کے حاکم تھے۔ فتح الباری میں ہے کہ ایلہ، بحر قلزم کے کنارے مدینہ طیبہ اور مصر کے درمیان ایک شہر ہے۔ جہاں مصر، شام، غزہ کے حجاج اکٹھا ہوتے ہیں۔ اب یہ ویران ہے۔ کھنڈرات موجود ہیں۔ مگر عمدۃ القاری میں یعقوبی کے حوالے سے ہے کہ سمندر کے کنارے یہ ایک بہت بڑا شہر ہے۔ جو مغرب مصر شام کے حجاج کا راستہ ہے۔ قلزم سے سات منزل ہے۔ عہد رسالت میں یہاں

وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا
کے بارے میں باز پرس ہوگی اور عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے اس سے اس کی رعایا کے
وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ
بارے میں سوال کیا جائے گا۔ نوکر اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں
وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ
باز پرس ہوگی۔ اور میں نے یہ گمان کیا کہ انہوں نے یہ بھی ضرور کہا ہے اور مرد اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اس سے
عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ عہ
اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

کے حاکم نے خود ہی حاضر ہو کر اطاعت قبول کرلی اور جزیہ دینا منظور کرلیا تھا۔ رزیق نے جہاں کے لئے اجازت طلب کی تھی۔ وہ ایلہ کے نواحی کی کوئی بستی تھی جہاں وہ کاشت کرتے تھے۔

فکتب وانا اسمع علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے یہ حکم بھی لکھا اور حدیث بھی اور یونس نے دونوں کو سنا۔

مطابقت باب یہاں باب یہ ہے۔ دیہاتوں اور شہروں میں جمعہ —— شہروں میں جمعہ کا صحیح ہونا متفق علیہ ہے۔ اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ تاہم پہلی حدیث کے اس لفظ —— بعد جمعة فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم —— سے اگر یہ ثبوت بھی ہو رہا ہے۔ رہ گیا دیہاتوں میں تو امام بخاری نے جواثی میں جمعہ کے قیام سے استدلال کیا ہے مگر آپ نے دیکھا کہ وہ تام نہیں۔ اس لئے کہ جواثی دیہات نہیں شہر تھا۔ اس حدیث سے اس پر کسی طرح دلیل نہیں قائم ہوتی۔ البتہ یہ جگہ اگر دیہات تھی تو ابن شہاب کے حکم سے یہ ثابت ہوتا کہ دیہات میں جمعہ درست ہے۔ مگر ابن شہاب تابعی ہیں۔ اور تابعی کا قول ہم پر حجت نہیں خصوصاً جبکہ حدیث کے معارض ہو۔ علاوہ ازیں اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ جگہ فنائے شہر میں رہی ہو۔ اور رزیق کو فنائے شہر کا حکم معلوم نہیں تھا تو ابن شہاب سے پوچھا۔

استدلال اس حدیث سے ثبوت اس طرح ہوتا ہے کہ جب حاکم پر بلکہ ہر شخص پر اپنی رعایا کی نگہبانی فرض ہے۔ نگہبانی میں یہ بھی داخل ہے کہ رعایا گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ جمعہ فرض ہے اور ترک فرض گناہ۔ اس لئے نگہبانی کی فرع یہ بھی ہے کہ جہاں جمعہ فرض ہو اور قائم نہ ہو وہاں قائم کیا جائے تاکہ لوگ گناہ سے محفوظ رہیں۔

رعیتہ یہ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو کسی کی نگہبانی میں ہو۔ اس طرح عوام سلطان اور حاکم

عہ باب الجمعۃ فی القری والمدن ص۱۲۲ الوصایا باب تاویل قولہ من بعد وصیۃ یوصی بہا اودین ص۳۸۳ ثانی النکاح باب المرأۃ راعیۃ فی بیت زوجہا ص۷۸۳۔ مسلم مغازی۔ ترمذی۔

باب وقال ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

انما الغسل علی من یجب علیہ الجمعۃ عہ

فرمایا غسل اس پر واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے۔

کے اولاد ماں باپ کے، تلامذہ اساتذہ کے، مریدین پیر کے رعایا ہوئے۔ یونہی جو مال زوجہ یا اولاد یا نوکر کی سپردگی میں ہو۔ اس کی نگہداشت ان پر واجب ہے۔

کلکم راع جس کے ماتحت کوئی نہ ہو وہ اپنے اعضاء وجوارح افعال واقوال، اپنے اوقات اپنے امور کا راعی ہے۔ ان سب کے بارے میں وہ جواب دہ ہوگا۔ یہ ارشاد بھی جوامع الکلم میں سے ہے۔

تشریحات اس اثر کو بیہقی نے موصولاً روایت کیا ہے۔ یہاں باب یہ ہے۔ کیا جن پر جمعہ کے لئے حاضر ہونا نہیں، ان پر غسل ہے۔ مثلاً عورتیں، بچے، مسافر۔ یعنی جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں ان پر بھی غسل ہے یا صرف ان لوگوں پر ہے جن پر جمعہ فرض ہے۔ باب میں صرف سوال کرکے چھوڑ دیا۔ مگر اس کے ضمن میں جو اثر اور حدیث لائے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ غسل صرف انہیں لوگوں پر ہے جن پر جمعہ فرض ہے۔ اس سے بظاہر یہی متبادر ہوتا ہے کہ یہی امام بخاری کا مسلک ہے۔ اثر سے اس کا اثبات صراحۃً لفظ **انما** سے ہے جو کلمہ حصر ہے۔ اور حدیث سے بطریق مفہوم مخالف۔ کہ جب حضور نے یہ فرمایا کہ جو جمعہ کے لئے آئے وہ غسل کرے تو مفہوم مخالف یہ نکلا کہ جو جمعہ کے لئے نہ آئے اس پر غسل نہیں۔ مگر ہمارے یہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں، ہمارے طور پر تقریر یہ ہوگی کہ اصل یہی ہے کہ غسل واجب نہ ہو۔ وجوب کے لئے دلیل درکار ہے۔ اور اس حدیث میں صرف انہیں لوگوں کے غسل کا حکم ہے جو جمعہ کے لئے آئیں۔ تو ثابت کہ جو نہ آئیں ان پر غسل نہیں۔ اصل کے اعتبار سے۔

فائدہ باب چونکہ اس سلسلے کی احادیث مختلف مضمون کی تھیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ کہ ہر مسلمان پر جمعے کا غسل ثابت واجب ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچوں، عورتوں، اندھوں قیدیوں، مسافروں، سب پر واجب ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہر بالغ پر ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچوں کے علاوہ سب پر ہے۔ تو اس کی تنقیح ضروری ہوئی۔ اس کے لئے امام بخاری نے باب قائم فرمایا ہے۔

عہ الجمعۃ باب ہل علی من لا یشہد الجمعۃ غسل ص۱۲۲

حدیث ۵۶۳

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ یَّغْتَسِلَ فِیْ کُلِّ سَبْعَةِ اَیَّامٍ یَوْمًا یَغْسِلُ فِیْهِ رَاْسَهٗ وَجَسَدَهٗ عه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ ہر ہفتے میں ایک دن غسل کرے جس میں اپنا سر اور جسم دھوئے۔

حدیث ۵۶۴

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ائْذَنُوْا لِلنِّسَاءِ بِاللَّیْلِ اِلَی الْمَسَاجِدِ عه

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا رات میں مسجد جانے کی عورتوں کو اجازت دیدو۔

حدیث ۵۶۵

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ کَانَتْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت

تشریحات ۵۶۳

کتاب الجمعہ کی پہلی حدیث کا یہ بھی جز ہے۔ اس حدیث میں۔ کل مسلم۔ دوسری احادیث سے خاص ہے۔ بالغ کے ساتھ۔ اور قرائن عقلیہ سے صرف ان لوگوں کے ساتھ جن پر جمعہ ہے۔ اور یوماً سے مراد، یوم جمعہ ہے۔ حدیث کا اول حصہ اس پر قرینہ ہے۔ اور حق بمعنی ثابت ہے۔ مراد استحباب ہے۔

تشریحات ۵۶۴

یہ حدیث سند اور لفظ کے تغیر کے ساتھ گزر چکی ہے۔ وہیں اس سے متعلق ابحاث بھی مذکور ہیں۔ یہاں حدیث کے ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ عورتوں پر جمعہ اور جمعہ کا غسل نہیں، اس لئے کہ عورتوں کو مسجد جانے کی اجازت صرف رات میں ہے۔ اور جمعہ دن میں پڑھا جاتا ہے۔ تو ثابت کہ انہیں جمعہ کی اجازت نہیں۔

تشریحات ۵۶۵

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان زوجہ مبارکہ کا نام، عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل تھا، جیسا کہ مسند امام احمد اور مصنف عبد الرزاق میں ہے۔ یہ حضرت سعید بن زید کی بہن تھیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کے خاندان کے

عه الجمعة باب هل علی من لا یشهد الجمعة غسل ص ۱۲۲ باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ص ۴۹۵-۶ مسلم جمعه۔ نسائی جمعه۔

عه الجمعة باب هل علی من لا یشهد الجمعة غسل ص ۱۲۳

امراۃ لعمر تشہد صلوۃ الصبح والعشاء فی الجماعۃ
عمر کی ایک بیوی، صبح اور عشاء کی جماعت کے لئے مسجد میں حاضر ہوتی تھیں۔
فی المسجد فقیل لہا لم تخرجین وقد تعلمین ان عمر
ان سے کہا گیا کہ آپ کیوں جاتی ہیں حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ عمر اسے ناپسند
یکرہ ذلک ویغار قالت فما یمنعہ ان ینہانی
کرتے ہیں اور اس پر ان کو غیرت آتی ہے۔ تو انہوں نے کہا پھر انہیں مجھے مسجد میں جانے سے
قال یمنعہ قول رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
روکنے پر کونسی چیز مانع ہے؟ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا
لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ[عہ]
ارشاد، اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے مت روکو۔

ت ۱۷۱

وقال عطاء اذا کنت فی قریۃ جامعۃ فنودی بالصلوۃ
عطاء نے کہا کہ جب تو قریہ جامعہ میں ہو اور جمعہ
من یوم الجمعۃ فحق علیک ان تشہدہا سمعت النداء او لم تسمعہ[عہ]
کے دن اذان دی جائے تو تجھ پر واجب ہے کہ جمعہ میں حاضر ہو، اذان سنے یا نہ سنے اور امام

یہ افراد عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور حضرت عاتکہ سے کہنے والے حضرت عمر ہی تھے۔ باب سے مناسبت یوں ہے کہ وہ جب جماعت کی اتنی شوقین تھیں تو اگر جمعہ کی حاضری کی اجازت ہوتی تو جمعہ کے لئے بھی ضرور حاضر ہوتیں۔ اس سے ثابت کہ عورتوں کو جمعہ کی حاضری کی اجازت نہیں — اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی کمال اطاعت ثابت ہو رہی ہے کہ اس کے باوجود کہ عورتوں پر جماعت واجب نہیں — اور وہ اپنی زوجہ مبارکہ کے مسجد جانے کو ناپسند کرتے تھے مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے منع نہیں فرمایا۔

تشریحات ۱۷۱

اس اثر کو عبد الرزاق نے روایت کیا۔ اور اخیر میں یہ زیادہ کیا۔ ابن جریج نے کہا۔ میں نے، عطاء سے پوچھا۔ قریہ جامعہ کیا ہے۔ تو انہوں نے بتایا۔ جو بستی جماعت والی ہو جہاں امیر قاضی ہو، جس کے گھر ایک دوسرے سے ملے ہوئے اکٹھے ہوں جیسے جدہ مصر جامع کی قریب قریب یہی تعریف حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی مروی ہے۔ گزر چکا، قریہ کا اطلاق

عہ الجمعۃ باب ہل علی من لا یشہد الجمعۃ ص۱۲۳
لہ عمدۃ القاری سادس ص۱۹۵
عہ الجمعۃ من این توتی الجمعۃ ص۱۲۳

باب ۱۷۲

وَكَانَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي قَصْرِهِ أَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَأَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلَى فَرْسَخَيْنِ

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی اپنے محل میں جمعہ پڑھتے اور کبھی محل میں نہ پڑھتے، بصرہ آتے وہ زاویہ میں رہتے تھے۔ جو بصرہ سے دو فرسنگ (چھ میل) کے فاصلے پر تھا۔

مکہ معظمہ، طائف، انطاکیہ پر قرآن کریم میں آیا ہے۔

سمعت الندا ۶۱ چونکہ ایک حدیث میں وارد ہے — کہ جمعہ ہر اس شخص پر ہے جو اذان سنے اس سے بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ شہر میں رہتے ہوئے جو اذان نہ سنے تو اس پر جمعہ فرض نہیں۔ اس کے ازالے کے لئے امام بخاری نے، امام عطاء کا یہ فتویٰ نقل فرمایا۔ کہ شہر کے باشندوں پر جمعہ فرض ہے اذان سنیں یا نہ سنیں۔ جمعہ کی فرضیت وعدم فرضیت میں اذان کو، کوئی دخل نہیں۔ حدیث مذکور صحیح نہیں۔ اس پر کئی طرح سے کلام کیا گیا ہے۔

تشریحات ۱۷۲ اس تعلیق کے دو جز ہیں۔ ایک یہ کہ زاویہ میں جمعہ پڑھتے۔ دوسرا یہ کہ وہاں نہیں پڑھتے، بصرہ آکر پڑھتے۔ جزء اخیر کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ زاویہ بصرے ملحق ایک بستی کا نام ہے۔ امام بخاری کا مقصود غالباً یہ ہے۔ کہ دیہاتیوں پر شہر میں آکر جمعہ پڑھنا فرض نہیں۔ لیکن اگر آکر پڑھ لیں تو بہتر ہے۔

اشکال زاویہ دیہات تھا۔ وہاں حضرت انس کے جمعہ پڑھنے پر دو اشکال ہے۔ ایک یہ کہ وہ دیہات میں جمعہ کیسے پڑھتے تھے۔ دوسرے وہاں کوئی حاکم نہیں تھا۔ یہ از خود کیسے جمعہ قائم کر لیتے تھے۔

جواب یہ ہے کہ یہ کیسے معلوم کہ زاویہ دیہات تھا۔ ہو سکتا ہے قصبہ اور شہر رہا ہو۔ نیز یہ کیسے معلوم کہ وہ بلا اذن حاکم جمعہ پڑھتے تھے۔ ہو سکتا ہے انہیں اس کا من جانب حاکم اذن رہا ہو — اگر نہ بھی ہو تو جہاں حاکم نہیں وہاں کے باشندوں کو جمعہ قائم کرنے کا حق ہے — نیز جہاں حاکم نہ ہو وہاں اعلم علماء بلد کو اقامت جمعہ کا حق ہے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم میں متعدد جگہ اس کی تصریح ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت انس اس بستی میں اعلم علماء بلد تھے۔

عہ الجمعۃ باب من این توتی الجمعۃ ص۱۲۳

لہ ابوداؤد۔ اول۔ صلوٰۃ۔ باب من تجب علیہ الجمعۃ ص۱۵۱

حدیث ۵۶۶

عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قالت کان الناس ینتابون الجمعۃ من منازلہم والعوالی فیاتون فی الغبار یصیبہم الغبار والعرق فیخرج منہم العرق فاتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انسان منہم وھو عندی فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو انکم تطہرتم لیومکم ھذا۔ع

ام المومنین حضرت عائشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیوی نے فرمایا۔ لوگ باری باری اپنے محلوں اور عوالی سے جمعہ کے لئے غبار میں آتے۔ ان پر غبار پڑجاتا اور انہیں پسینہ نکلتا۔ ان میں ایک صاحب (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور میرے پاس تشریف فرما تھے۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج کے دن کے لئے اگر تم غسل کر لیتے تو اچھا ہوتا۔

تشریحات ۵۶۶

گزرچکا کہ عوالی مدینہ طیبہ کے مشرقی بالائی حصے کا نام ہے۔ جس کا فاصلہ مسجد نبوی سے دو میل سے لے کر آٹھ میل تک ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے۔ اس شخص پر جمعہ ہے جو رات کو گھر واپس ہو سکے۔ نیز یہ بھی مروی ہے کہ اہل قبا کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کا حکم دیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیہات کے باشندوں پر بھی جمعہ ہے۔ اس کے ازالے کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا۔ کہ کتنی دور سے جمعہ کے لئے آیا جائے۔ حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ دیہات والوں پر جمعہ فرض نہیں۔ لیکن اگر وہ شہر میں آکر پڑھ لیں تو بہتر ہے۔ اس لئے کہ اگر دیہات والوں پر جمعہ فرض ہوتا تو ہر مکلف حاضر ہوتا لوگ باری باری کیوں حاضر ہوتے۔ حدیث الجمعۃ علی من آواہ اللیل الی اھلہ صحیح نہیں۔ خود امام ترمذی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ یہ کچھ نہیں اور بھی اس میں سقم ہے۔ اور اہل قبا کو حکم دینا حصول افضلیت کے لئے تھا۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ کہ جمعہ صرف شہر اور قصبے کے لوگوں پر فرض ہے دیہات والوں پر نہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دیہات میں جمعہ صحیح نہیں ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبا شریف میں جمعہ قائم فرمادیتے۔ جبکہ وہاں مسجد بھی تھی جس میں پنجوقتہ جماعت ہوتی تھی۔

عہ الجمعۃ باب من این توتی الجمعۃ ص ۱۲۳۔ مسلم۔ ابوداؤد فی الصلوٰۃ

لہ ترمذی۔ اول باب من کم توتی الجمعۃ ص ۶۶ سلہ ۲ہ ایضاً

حدیث ۵۶۷

أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ أَنَّهُ سَأَلَ عَمْرَةَ عَنِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَتْ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ أَنْفُسِهِمْ وَكَانُوا إِذَا رَاحُوا إِلَى الْجُمُعَةِ رَاحُوا فِي هَيْأَتِهِمْ فَقِيلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ[ع]

یحییٰ بن سعید نے خبر دی کہ انہوں نے "عمرہ" سے جمعہ کے دن غسل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ لوگ اپنے کام خود کر لیا کرتے تھے اور جب جمعہ کے لئے آتے تو اسی حالت میں چلے آتے تو ان سے کہا گیا اگر تم غسل کر لیتے تو اچھا ہوتا۔

حدیث ۵۶۸

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ[ع]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سورج ڈھل جاتا تو جمعہ پڑھتے تھے۔

حدیث ۵۶۹

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقِيلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ[سه]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم اول وقت جمعہ کے لئے جاتے اور جمعہ بعد قیلولہ کرتے۔

تشریحات ۵۶۷

عُمرہ بنت عبد الرحمن بن سعید مدینہ طیبہ کی باشندہ انصاری خاتون تھیں۔ جو ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی احادیث کی سب سے زیادہ روایت کرنے والی ہیں۔ یہاں باب سے اس حدیث کو باب سے یوں مناسبت ہے کہ — رواح ، زوال کے بعد چلنے کو کہتے ہیں جمعے کا وقت سورج ڈھلنے پر ہے۔

لو اغتسلتم میں لو تمنی کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ اب ترجمہ ہوگا کاش کہ تم لوگ غسل کر لیتے۔ اور حرف شرط بھی ہو سکتا ہے۔ اس تقدیر پر جزاء محذوف ہوگی یعنی لکان حسنا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں بہتر ہے۔

تشریحات ۵۶۸ ۵۶۹

نبکر۔ کا مادہ بُکْرَۃٌ ہے۔ جس کے معنی صبح کے ہیں۔ اب نبکر کے معنی ہوئے۔ ہم صبح کو جاتے تھے۔ اس معنی کے لحاظ سے اس حدیث کو باب سے

ع الجمعة باب وقت الجمعة اذا زالت الشمس ص۱۲۳ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد طہارت۔ عه الجمعة باب وقت الجمعة ص۱۲۳ ابوداؤد۔ صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ سه الجمعة باب وقت الجمعة ص۱۲۳ ۱۲۳۰ ایضاً باب قول اللہ عز وجل فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض ص۱۲۸۔ ترمذی نسائی جمعۃ ابن ماجۃ اقامت الصلوٰۃ

حدیث ۵۷۰

حدثنا ابو خلدة هو خالد بن دينار قال

ابو خلدہ نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سمعت انس بن مالك رضي الله تعالى عنه يقول كان

کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا اشتد البرد بكر

ٹھنڈک ہوتی تو نماز اول وقت میں پڑھتے۔ اور جب

بالصلوة واذا اشتد الحر ابرد بالصلوة يعني الجمعة

گرمی کی شدت ہوتی تو ٹھنڈا کر کے پڑھتے یعنی جمعہ کو۔ اور یونس بن بکیر نے کہا

وقال يونس بن بكير اخبرنا ابو خلدة وقال بالصلوة

ہمیں ابو خلدہ نے خبر دی اور بالصلوۃ کہا

ولم يذكر الجمعة وقال بشر بن ثابت حدثنا ابو خلدة

جمعہ کا ذکر نہیں کیا۔ اور بشر بن ثابت نے کہا کہ ہم سے ابو خلدہ

صلى بنا امير الجمعة ثم قال لانس كيف كان

نے حدیث بیان کی کہ ہمیں حاکم نے جمعہ پڑھایا پھر حضرت انس

النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي الظهر[ع]

سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے ظہر پڑھتے تھے۔

کے معنی سبقت کرنے کے بھی ہیں اب حدیث کا مطلب کوئی مناسبت نہ ہوگی۔ جوہری نے کہا۔ کہ بکر

یہ ہوگا کہ ہم جمعہ کے لئے سبقت کرتے تھے یعنی اول وقت جاتے تھے۔ اب باب سے یک گونہ مناسبت ہوجائے گی

باب یہ ہے۔ جمعے کا وقت سورج ڈھلنے کے وقت ہے۔ پہلی حدیث سے ثابت کہ زوال ہوتے ہی

جمعہ کا وقت ہوجاتا ہے۔ اس سے ابتداء وقت معلوم ہوگیا۔ رہ گیا کب تک ہے۔ یہ دوسری حدیث سے معلوم ہوگا۔

تشریحات ۵۷۰

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعے کا اول وقت زوال کا وقت ہے۔ البتہ امام مجاہد کہتے ہیں کہ زوال کے پہلے بھی جمعہ صحیح ہے۔ اور امام احمد بن حنبل سے بھی مروی ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ یوم عید ہے۔ اس کی نماز کا وقت بھی وہی ہے جو عیدین کی نمازوں کا ہے۔ اس

لے امام بخاری نے وقت جمعہ کا باب باندھ کر یہ ثابت کیا کہ جمعہ کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے۔ اور

ع الجمعة باب اذا اشتد الحر يوم الجمعة ص ۱۲۴ نسائی

ت ۱۷۳ قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یحرم البیع حینئذ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، اس وقت (یعنی اذان جمعہ کے وقت) خرید و فروخت حرام ہے

ت ۱۷۴ وقال عطاء تحرم الصناعات کلھا عـہ

امام عطاء نے کہا کہ اس وقت تمام کام حرام ہیں۔

حضرت انس کی حدیث عـ۵۶۹ لاکر بتادیا کہ، اس حدیث میں نبکر سے مراد اول وقت ہیں نماز پڑھنا جمعہ کا وقت بعینہ وہی ہے جو ظہر کا ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے یعنی زوال سے لے کر مثل ثانی تک ہمارے یہاں اور مثل اول تک امام شافعی وغیرہ کے یہاں۔ در اس میں بھی وہی تفصیل ہے کہ جاڑوں میں جلد پڑھنی مستحب ہے۔ اور گرمیوں میں جب گرمی میں تخفیف ہو جائے اسوقت۔ اس پر یہ حدیث صراحۃً دلالت کررہی ہے۔

یعنی الجمعۃ یہ متعین نہیں ہو سکا کہ یہ کسی روایت میں، یعنی الجمعۃ ابو خلدہ کا قول ہے جو تابعی ہیں یا کسی اور کا۔ اس لئے کہ بطریق یونس انہیں ابو خلدہ سے جو روایت ہے اس میں یعنی الجمعۃ کا لفظ نہیں۔ الصلوٰۃ کو اگر عام رکھا جائے تو یہ ظہر اور جمعہ دونوں کو شامل ہے۔ اور اگر اس سے مراد جمعہ لیا جائے۔ تو بھی کوئی حرج نہیں۔ بلکہ بعد کی تعلیقات اسی پر قرینہ ہیں کہ الصلوٰۃ سے مراد جمعہ ہی ہے۔

قال یونس اس تعلیق کو امام بخاری نے، الادب المفرد، میں سند متصل کے ساتھ بیان فرمایا ہے مکمل یوں ہے۔ (ابو خلدہ) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ وہ حاکم بصرہ حکم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور یہ فرمارہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جاڑا سخت ہوتا تو نماز جلد پڑھتے اور جب گرمی سخت ہوتی تو ٹھنڈا کرکے پڑھتے۔

وقال بشر امیر الجمعۃ سے مراد، حجاج بن یوسف کا چچازاد بھائی، حکم بن ابی عقیل ہے۔ یہ بھی حجاج کی طرح خطبہ طویل دیتا تھا۔

جمعہ پڑھاکر، حکم کا حضرت انس سے یہ سوال کرنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے ظہر پڑھتے تھے۔ ظاہر کررہا ہے کہ یہ بات اس عہد میں بھی سب کو مسلم تھی کہ ظہر اور جمعہ کا ایک ہی وقت ہے۔

تشریحات ۱۷۳ ۱۷۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی تعلیق کو ابن حزم نے تھوڑے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام عطاء والی تعلیق کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر کبیر میں ذکر کیا ہے۔ جب جمعہ کی اذان ہو تو جمعہ کے لئے حاضر ہونا فرض ہے۔ اور اپنے

عـہ الجمعۃ باب المشی الی الجمعۃ صـ۱۲۳ عـہ ایضاً

ت ۱۷۵

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَعَلَيْهِ اَنْ يَّشْهَدَ ع

امام زہری سے مروی ہے کہ جب مؤذن جمعہ کے دن اذان دے اور مسافر ہو تو اس پر بھی جمعہ کے لئے حاضر ہونا لازم ہے۔

سارے کام کاج چھوڑ دینا واجب ہے۔ اس پر نص جلی، اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ جب جمعہ کے دن اذان دی جائے تو خرید و فروخت
فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللهِ چھوڑ دو اور اللہ عزوجل کے ذکر کی طرف تیزی سے بڑھو۔

آیت میں اگرچہ صرف خرید و فروخت کا ذکر ہے مگر فاسعوا الی ذکر اللہ۔ سے ظاہر ہے کہ ہر وہ کام حرام ہے جو جمعہ کے لئے حاضری میں مخل ہو۔ اسی بنا پر امام عطا نے فرمایا کہ سارے کاروبار حرام ہیں۔ امام بخاری کو اس مضمون کی کوئی صحیح حدیث نہ مل سکی۔ اس لئے انہوں نے پہلے آیت سے استدلال فرمایا پھر اقوال رجال سے۔

امام شافعی، امام احمد اور اکثر فقہاء حتی کہ احناف میں سے امام ابوجعفر طحاوی نے فرمایا۔ کہ اس سے مراد خطبے کی اذان ہے۔ اس لئے کہ عہد رسالت میں یہی اذان تھی۔ اذان اول حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے۔ مگر احناف کے یہاں صحیح و مختار یہ ہے کہ اذان اول ہوتے ہی خرید و فروخت ممنوع ہے یہ اگرچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد سے ہے مگر اس پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا سب نے اسے پسند کیا۔ تو اس پر صحابہ کا اجماع سکوتی ہوگیا۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین[1] تم پر میری اور خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے جب یہ اذان مشروع ہے تو، اذا نودی للصلوٰة، کے اطلاق میں داخل ہوئی۔ اس لئے وجوب سعی میں اور دیگر مشاغل میں مصروفیت کی حرمت میں اسی کا اعتبار لازم — نیز اذان خطبہ کے وقت گھر سے چلنے میں پہلے کی سنت مؤکدہ بھی چھوٹے گی اور شروع سے خطبہ بھی نہ سن سکے گا — اور گھر دور ہوگا تو نماز بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔

تشریحات ۱۷۵

مسافر پر جمعہ ہے یا نہیں۔ اس بارے میں تقریباً اجماع ہے کہ واجب نہیں۔ البتہ امام زہری سے دونوں روایتیں منقول ہیں۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔ مگر اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ حاضر ہو جائے۔

ع الجمعة باب المشی الی الجمعة ص۱۲۳ [1] ابوداؤد ثانی۔ السنة باب فی لزوم السنة ص۲۷۹
ابن ماجه مقدمة باب اتباع الخلفاء الراشدین ص۵ مسند امام احمد جلد رابع ص۱۲۶

حدیث ۵۷۱

حدثنا عبایۃ بن رفاعۃ قال ادرکنی ابو
عبایہ بن رفاعہ نے کہا۔ میں جمعہ کے لئے جا رہا تھا کہ

عبس و انا اذھب الی الجمعۃ فقال سمعت رسول اللہ
ابو عبس مجھے ملے اور کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من اغبرت
کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جس کے قدم اللہ کے راستے میں گرد آلود

قدماہ فی سبیل اللہ حرمہ اللہ علی النار عہ
ہوں اللہ اسے جہنم پر حرام فرمادے گا

حدیث ۵۷۲

سمعت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقول
نافع نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا

نھی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یقیم الرجل
کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی اپنے بھائی کو

اخاہ من مقعدہ ویجلس فیہ قلت لنافع الجمعۃ
اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھے (ابن جریج نے کہا) میں نے نافع سے پوچھا جمعہ کو؟ تو

قال الجمعۃ وغیرھا عہ
نافع نے کہا جمعہ ہو یا کوئی اور مجمع

تشریحات ۵۷۱

نسائی میں تھوڑے تغیر اور زیادتی کے ساتھ یوں ہے۔ کہ ابو مریم نے کہا۔ کہ میں جمعے کے لئے جارہا تھا تو عبایہ بن رفاعہ ملے اور انہوں نے کہا۔ تمہیں بشارت ہو تمہارا یہ قدم اللہ کے راستے میں ہے۔ میں نے ابو عبس سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحدیث

علامہ عینی نے یہ تطبیق دی کہ ہو سکتا ہے کہ ابو مریم سے عبایہ نے وہ کہا ہو اور عبایہ سے حضرت ابو عبس نے یہ کہا ہو۔ — فی سبیل اللہ — عام ہے ہر کار خیر کے لئے چلنے کو اور اس میں مشغولیت کو۔

تشریحات ۵۷۲

جمعہ میں یا کسی مجمعے میں جس نے جو جگہ لے لی وہ اس کا حق ہو گئی۔ اسے اٹھا کر خود بیٹھنا یا کسی کو بٹھانا منع ہے۔ اس لئے کہ اس میں اٹھانے والے کا تکبر ہے اور جسے اٹھایا اس کی تحقیر بھی ہے اور اسے ایذا دینا بھی ہے۔ ہاں اگر کوئی خود اپنی جگہ کسی کو دیدے تو کوئی حرج نہیں۔

عہ الجمعۃ باب المشی الی الجمعۃ ص۱۲۳ الجہاد باب من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ ص۳۹۳ ترمذی۔ نسائی۔ دارمی کلھم فی الجہاد مسند امام احمد جلد ثالث ص۴۷۹۔ عہ الجمعۃ۔ باب لا یفرق بین اثنین ص۱۲۳۔ مسلم الاستیذان۔

حدیث ٥٧٣

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوَّلُهُ إِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ عَلَى
کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے زمانے

الْمِنْبَرِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ
میں جمعہ کے دن صرف پہلی اذان تھی اور یہ اس وقت ہوتی جب امام منبر پر تشریف رکھتے

وَعُمَرَ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ
جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی کثرت ہو گئی تو انہوں نے تیسری (اذان اول) زائد کی جو زوراء پر

عَلَى الزَّوْرَاءِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الزَّوْرَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوقِ بِالْمَدِينَةِ
دی جاتی تھی۔ ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری نے کہا۔ زوراء مدینہ طیبہ کے بازار میں ایک جگہ کا نام ہے

تشریحات ٥٧٣

تکمیل — ابو داؤد نیز طبرانی وغیرہ میں یہ زائد ہے۔ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ یعنی یہ اذان مسجد کے دروازے پر ہوتی — پہلی اذان کے اضافے کے بعد بھی اذان خطبہ وہیں دی جاتی رہی جہاں عہد نبوی سے ہوتی آرہی تھی۔ منبر کے متصل خطیب کے سر پر نہیں ہوتی تھی جیسا کہ عامۃ مساجد میں مروج ہے۔ اس کے باوجود کہ شہنشاہ ہشام بن عبد الملک نے اذان اول زوراء سے منتقل کر کے مسجد اقدس کے مینارے پر کر دیا۔ مگر خطبے کی اذان وہیں ہوتی رہی جہاں عہد نبوی سے ہوتی آئی تھی۔ زرقانی علی المواہب میں علامہ محمد بن عبد الباقی لکھتے ہیں:

لما كان عثمان امر بالاذان الاول يفعل على الزوراء ثم نقله هشام الى المسجد اى امر بفعله فيه وجعل الآخر الذى بعد جلوس الخطيب على المنبر بين يديه يعنى انه ابقاه بالمكان الذى يفعل فيه فلم يغيره بخلاف ما كان بالزوراء فحولها الى المسجد على المنار۔

"جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے۔ اذان خطبے سے پہلے ایک اذان بازار میں زوراء میں دلوائی۔ پھر اس پہلی اذان کو ہشام نے مسجد کی طرف منتقل کر دیا یعنی مسجد میں ہونے کا حکم دیا۔ اور دوسری جو خطیب کے سامنے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی تھی اسے خطیب کے سامنے میں رہنے دی۔ یعنی جہاں ہوتی تھی وہیں باقی رکھی۔"

عہ الجمعۃ باب الاذان یوم الجمعۃ ص ۱۲۴ باب المؤذن الواحد یوم الجمعۃ ص ۱۲۴ باب الجلوس علی المنبر عند التاذین ص ۱۲۵ باب التاذین عند الخطبۃ ص ۱۲۵ ابو داؤد۔ الجمعۃ۔ ترمذی الجمعۃ۔ ابن ماجۃ جمعۃ

لہ اول باب النداء یوم الجمعۃ ص ۱۵۵ سہ فتح الباری جلد ثانی ص ۳۲۷ سہ جلد سابع ص ۳۳۵

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خطبے کی اذان میں بھی سنت یہ ہے کہ مسجد کے باہر ہو۔ مسجد کے اندر کہیں بھی دینا خصوصاً منبر کے متصل خطیب کے سر پر بدعت ہے۔ فقہاء احناف نے مسجد کے اندر اذان دینے کو مطلقاً ممنوع اور مکروہ لکھا ہے۔ اس میں نہ اذان پنجگانہ کی تخصیص کی اور نہ اذان خطبہ کو مستثنیٰ فرمایا۔ اس لئے یہ بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی، عمدۃ الرعایہ[۱] حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں:

قولہ مستقبل الامام ای بین یدیہ داخل المسجد اوخارجا والمسنون ھو الثانی۔

"مستقبل الامام کے معنی ہیں، سامنے کے اور سامنے ہو نا داخل مسجد پر بھی صادق ہے اور خارج مسجد پر بھی۔ اذان میں سنت یہ ہے کہ مسجد کے باہر ہو"

ہاں اگر قبل تمام مسجدیت اذان کے لئے کوئی جگہ متعین کردی جائے یا کوئی جگہ متعین تھی پھر مسجد میں توسیع ہوگئی جس کی وجہ سے وہ جگہ اندرون مسجد آگئی تو وہاں اذان دینے میں حرج نہیں۔ جیسا کہ زمانہ اقدس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اذان خطبہ مسجد حرام میں مطاف کے کنارے ہوتی تھی۔ اس عہد میں مسجد حرام مطاف ہی تک تھی[۲]۔ بعد میں جب مسجد حرام کی توسیع ہوئی تو وہ جگہ اندرون مسجد آگئی اب وہاں اذان دینے میں حرج نہیں چنانچہ مسجد حرام میں اذان خطبہ اب بھی وہیں ہوتی ہے۔ اگرچہ مسجد کی توسیع ہوئی۔ یا جیسے دہلی کی جامع مسجد میں یہ اذان صحن میں بنے ہوئے مکبرہ پر ہوتی ہے۔ یہ مکبرہ قبل تمام مسجدیت اس کے لئے خاص کردیا گیا تھا۔

انبیٹھی صاحب پر رد خلیل احمد انبیٹھی خلیفہ گنگوہی صاحب نے بذل المجہود[۳] میں اپنے دل کے پھپھولے یوں پھوڑے ہیں۔

وتمسک بہ رئیس اھل البدعۃ فی زماننا احمد رضا البریلوی واذاع الفتن والشرور فی ھذہ المسئلۃ وکتب فیھا الکتب والرسائل ـــــ

"اسی ابوداؤد کی حدیث سے ہمارے زمانے میں بدعتیوں کے رئیس احمد رضا بریلوی اس مسئلے پر دلیل لایا ہے اور فتنے اور شر پھیلایا ہے اور اس مسئلے میں کتابیں اور رسالے لکھے ہیں"

ناظرین کرام! دیوبندیوں کا تیر ونشتر اور تہذیب ملاحظہ کریں۔ حدیث کی شرح لکھنے بیٹھے ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ پر تبرا کر رہے ہیں۔ دل کی دبی کہاں چین لینے دیتی ہے ـــ حدیث میں نص صریح ہے کہ ـــ اذان عہد رسالت اور خلفاء راشدین میں مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی۔ جس کا نہایت واضح مفہوم یہ ہے کہ مسجد کے باہر ہوتی تھی۔ جس سے ثابت کہ اس اذان میں بھی سنت یہ ہے کہ مسجد کے باہر ہو ـــ اب لامحالہ ثابت کہ مسجد کے اندر یہ اذان دلوانا بدعت وہ بھی بدعت سیئہ اس لئے کہ سنت کے

---

[۱] اول باب الجمعۃ ص۲۰۲ [۲] مسلک مقسط ص۲۸۰ [۳] جلد ثانی ص۱۸۱

...معارض دم زا احم ہے۔ آپ کو خود تسلیم ہے کہ فقہاء مسجد کے اندر اذان دینے کی کراہت پر اسی حدیث سے دلیل
...ے ہیں، چنانچہ اسی تیرو نشتر سے پہلے ہے:

هٰذَا الْحَدِيْثُ اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى كَرَاهَةِ الْاَذَانِ فِى الْمَسْجِدِ وَقَالُوْا اِنَّ بَابَ الْمَسْجِدِ كَانَ خَارِجَ مَسْجِدِهٖ فَاْذِنَ عَلَيْهِ نَيَكْرَهُهٗ الْاَذَانُ فِى الدَّاخِلِ وَقَدْ صَرَّحَ صَاحِبُ الْعَوْنِ نَاقِلًا عَنْ شَيْخِهٖ صَاحِبِ غَايَةِ الْمَقْصُوْدِ

"مسجد کے اندر اذان کے مکروہ ہونے پر اسی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے لوگوں نے کہا کہ مسجد کا دروازہ خارج مسجد تھا اس لئے وہاں دی گئی مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔

....

صاحب عون نے اپنے استاذ صاحب غایۃ المقصود سے نقل کرتے ہوئے اس کی تصریح کی ہے۔"

آپ کو عجب اس کا اقرار ہے کہ مسجد میں اذان کے مکروہ ہونے پر یہ حدیث دلیل ہے۔ اور یہ حدیث خاص اذان جمعہ میں وارد ہے تو اذان جمعہ اندرون مسجد بدرجہ اولیٰ مکروہ — اور کراہت سے عند الاطلاق کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب ناجائز و گناہ ہے۔
اب کوئی منصف بتائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک مردہ سنّت کو زندہ کیا اور ایک بدعت کو ختم کیا تو یہ فعل عند الشرع بلاشبہ مستحسن اور باعث ستائش ہے یا باعث لعن و طعن؟ احیاء سنت پر لعن و طعن کس مسلمان کا کام ہے؟ مگر جو گروہ اہانت رسول کا خوگر ہو اس سے کیا شکایت —

کشمیری صاحب پر تعقب اس خصوص میں ناظرین ایک اور دلچسپ تحقیق اسی گروہ کے بہت بڑے بزرگ کی سن لیں۔ کشمیری صاحب فیض الباری میں لکھتے ہیں:[1]

وَلم اجد على كون هذا الاذان فى داخل المسجد دليلا عند المذاهب الاربعة الا ما قال صاحب الهداية انه جرى به التوارث ثم نقله الآخرون ايضا ففهمت منه انهم ليس عندهم دليل غير ما قاله صاحب الهداية لذا يلجؤن الى التوارث

"اذان جمعہ مسجد کے اندر ہونے پر چاروں مذہب کے نزدیک میں نے کوئی دلیل نہیں پائی۔ سوائے اس کے جیسے صاحب ہدایہ نے کہا ہے۔ کہ اسی پر توارث ہے پھر اسی کو دوسروں نے بھی نقل کیا۔ اس سے سمجھ میں آیا کہ اذان کے مسجد کے اندر ہونے پر ان کے پاس دلیل نہیں سوائے اس کے جو صاحب ہدایہ نے کہا ہے اسی لئے یہ لوگ توارث کی آڑ لیتے ہیں۔"

یہ کشمیری صاحب کون ہیں آپ کی جماعت کے وہ نادر روزگار شخصیت ہیں کہ ان جیسا وسیع المطالعہ، ذہین فطین، قوی الحافظہ جمیع علوم و فنون کا ماہر کوئی بقول آپ لوگوں کے پیدا ہی نہیں ہوا — وہ فرما رہے ہیں کہ مسجد کے اندر اذان خطبہ دیئے جانے پر میں نے کوئی دلیل نہیں پائی — اور جب اس پر کوئی دلیل نہیں تو اس

[1] ثانی ص۳۳۵

پر عمل بلاشبہ حرام و گناہ ہوا۔ ایک فعل حرام کے بند کرنے کی کوشش انبیٹھی صاحب کو اتنی بری لگی۔ کہ وہ آپے سے باہر ہیں۔ مگر ہونا بھی یہی چاہیئے اس لئے کہ گستاخ رسول سے سوائے اس کے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ رہ گیا صاحب ہدایہ کے اس ارشاد — بذلک جری التوارث — سے یہ استدلال کہ اذان خطبہ کے اندرون مسجد پر توارث ہے۔ بہت بڑی جہالت ہے۔ یہاں کی پوری عبارت ملاحظہ کریں:

اذا صعد الامام المنبر واذن المؤذنون بین یدی المنبر بذلک جری التوارث [1]

"جب امام منبر پر آجائے تو موذن منبر کے سامنے اذان کہیں۔"

ظاہر ہے کہ ذلک کا مشار الیہ، اذان بین یدی المنبر ہے۔ اور بین یدی المنبر کے لئے مسجد کے اندر ہونا لازم نہیں۔ ابوداؤد کی حدیث میں، بین یدی بھی ہے۔ اور علی باب المسجد بھی ہے۔ تو یہ حدیث اس پر نص ہے۔ کہ بین یدی خارج مسجد پر بھی صادق۔ یہ خود کشمیری صاحب کو تسلیم ہے۔ العرف الشذی میں ہے

ولکن فی سنن ابی داؤد ص ۱۵۵ ما یدل علی انہ یکون فی خارج المسجد علی الباب

"لیکن سنن ابوداؤد ص ۵۵ کا ظاہر جو ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اذان مسجد کے باہر دروازے پر ہونی چاہیئے۔"

اور انبیٹھی صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ولا منافاة بین قولہ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبین علی باب المسجد

"سائب بن یزید کے اس قول بَینَ یَدَی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور علی باب المسجد میں منافات نہیں۔"

عہد نبوی میں مسجد اقدس سو ہاتھ لمبی سو ہاتھ چوڑی تھی۔ منبر اقدس زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ رہا ہوگا منبر اور دیوار کا فاصلہ ایک ہاتھ مان لیجئے۔ سو میں سے چار ہاتھ نکال دیجئے تو چھیانوے ہاتھ کا فاصلہ ہوا۔ چھیانوے ہاتھ کے فاصلے کے باوجود بین یدی صادق۔ تو صاحب ہدایہ کے بین یدی المنبر کا یہ مطلب لینا کہ مسجد کے اندر خطیب کے سر پر اذان کہی جائے۔ دیوبندی مجتہدین کا کام ہو سکتا ہے۔ کسی علم والے کا ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ صاحب ہدایہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اور اذانوں کے بارے میں کوئی پابندی نہیں مسجد کے باہر کہیں بھی دی جاسکتی ہے مگر اذان خطبہ کے لئے ضروری ہے کہ مسجد کے باہر خطیب کے سامنے ہو۔ اس اذان کے خطیب کے سامنے ہونے پر توارث ہے۔

ابن اسحٰق کی توثیق محمد بن اسحٰق کی وجہ سے کچھ لوگوں نے ابوداؤد کی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ محمد بن اسحاق اس پائے کے راوی ہیں کہ امام بخاری نے تعلیقاً اپنی صحیح میں ان کی روایت لی۔ کتاب المغازی کے شروع میں ہے:

قال ابن اسحق اول ما غزا النبی

"ابن اسحٰق نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] اول جمعة ص ۱۵۱ [2] اول جمعة ص ۱۱٦

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الابواء — نے سب سے پہلے جو غزوہ فرمایا وہ ابواء تھا پھر

ثم بواط ثم العشیرۃ۔ — بواط پھر عشیرہ،،

امام مسلم نے ان کی روایتیں بکثرت لی ہیں۔ اگر یہ ساقط الاعتبار ہوتے تو امام بخاری متابعات میں اور امام مسلم ان کی روایت کبھی نہ لیتے۔ تہذیب التہذیب میں علامہ ابن حجر نے ان کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل نے جو کچھ کہا ہے سب کچھ جمع فرمادیا ہے۔ ان کی اعلیٰ درجے کی تعریف اور توثیق بھی ذکر کی ہے اور کچھ جرحیں بھی اور کچھ جرحوں کے جواب بھی نقل فرمائے ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم کا ان کی روایت کو کسی بھی درجے میں لینا اس کی دلیل ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔ — اسی میں امام بخاری کے ان کے بارے میں یہ شہادات منقول ہیں — کہ میں نے علی بن عبد اللہ کو دیکھا کہ وہ ابن اسحٰق کی حدیث سے دلیل لاتے ہیں اور علی نے کہا۔ میں نے ابن اسحٰق کو متہم کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ میں نے ان کی کتابوں سے بہت زیادہ منتخب کیا ہے۔ امام مالک نے ان کے بارے میں جو کہا ہے اگر وہ صحیح ہے تو کبھی ایک شخص کسی پر ایک ...ن کرتا ہے تمام معاملات میں متہم نہیں جانتا۔ بہت سے لوگ بعض لوگوں کے نشانہ بنتے ہیں۔ جیسے ابراہیم نے شعبی کے بارے میں جو کہا اور جو شعبی نے عکرمہ کے بارے میں کہا مگر اہل علم نے اس کی طرف التفات نہیں کیا۔ شعبہ نے انہیں ان کے حافظے کی بنا پر امیر المومنین کہا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ امام بخاری کے نزدیک وہ ثقہ ہیں۔

رہ گیا انبیٹھی صاحب نے جو فرمایا۔ کہ شر اور فتنے پھیلائے۔ اگر احیاء سنت کا نام شر وفتنہ پھیلانا ہے تو کیا آپ کے مذہب میں احیاء سنت، شر وفتنہ پھیلانا ہے؟ — پھر آپ بتائیے اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔

من احی سنة من سنتی قد امیتت بعدی فله مثل اجور من عمل بها من غیر ان ینقص من اجورهم شیئا

"جس نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو مردہ ہو چکی تھی تو جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اسے ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے اپنے [illegible] کمی ہو جائے۔"

کبھی آپ نے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھا کہ آپ نے براہین قاطعہ میں یہ لکھ کر کتنا بڑا فتنہ پیدا کیا ہے:

"شیطان وملک الموت کو یہ (علم کی وسعت) نص سے ثابت ہے۔ فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" ص۵۱

جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے اور شیطان کے وسعت علم پر ایمان لانا واجب ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ شیطان لعین کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زائد ہے۔ اس طرح صریح کفری عبارت کو جب مسلمانوں نے برداشت نہیں کیا تو کتنا شر وفساد پھیلا اور دن بدن پھیلتا جا رہا ہے۔ وہ لوگوں پر مخفی نہیں۔

زاد النداء الثالث اس سے مراد جمعے کی پہلی اذان ہے۔ اس کو ثالث باعتبار مشروع ہونے کے کہا گیا ہے۔ پہلی اذان خطبہ، اور دوسری اقامت۔ ان دونوں کے بعد اس کا احداث ہوا اس لئے یہ ثالث ہوئی اقامت پر اذان کا اطلاق خود حدیث میں ہے۔ فرمایا۔ بین کل اذانین صلوٰۃ۔ ہر دو اذان کے درمیان نماز ہے۔ حضرت ابن عمر اور امام حسن بصری نے اسے بدعت کہا۔ مگر ان کی بدعت سے مراد لغوی معنی ہے۔ یعنی یہ عہد نبوی میں نہ تھی۔ حضرت عثمان نے ایجاد فرمایا۔ جیسے حضرت فاروق اعظم نے خود جماعت کے ساتھ تراویح کا حکم دیا تو فرمایا نعمت البدعۃ ھذہ — یہ اچھی بدعت ہے۔ ورنہ اگر یہ بدعت سیئہ مذمومہ ہوتی تو صحابہ کرام اس پر سکوت نہ فرماتے جب مکہ معظمہ میں تاہل کے بعد منی میں حضرت عثمان نے قصر ترک کر کے پوری نمازیں پڑھیں تو لوگوں نے اس پر انکار کیا۔ اس اذان پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور اسی پر عمل درآمد آج تک ہوتا آیا۔

خلفائے راشدین اور تشریع اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خلفائے راشدین بھی مقام تشریع پر فائز تھے حضرت صدیق اکبر نے قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع فرمایا۔ حضرت فاروق اعظم نے تراویح کو باجماعت کیا۔ اور حضرت عثمان نے پہلی اذان کا اضافہ فرمایا۔ یہ سب اس کی دلیل ہیں اور یہی ارشاد کریم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین، سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کشمیری صاحب[۱] کو بھی اتنا تسلیم ہے کہ خلفاء راشدین کا منصب، تشریع اور اجتہاد کے مابین ہے۔ اگرچہ تشریع اور اجتہاد کے مابین کا مطلب ہماری سمجھ سے بالاتر ہے

علامہ ابن حجر پر تطفل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام پہلے منبر پر بیٹھے گا پھر اذان دی جائے گی۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے۔ علامہ ابن حجر سے یہاں لغزش ہوگئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے۔ کہ حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اذان پہلے ہوگی امام منبر پر بعد میں بیٹھے گا۔

یہ حدیث اسی باب میں دوسرے طریقے سے بھی مروی ہے۔ اس میں یہ زائد ہے۔

لم یکن للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مؤذن غیر واحد۔ — نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک سے زائد مؤذن نہیں تھے۔

اس سے مراد مسجد نبوی میں مستقل مؤذن صرف ایک تھے یعنی حضرت بلال بقیہ حضرات یا تو دوسری مساجد کے مؤذن تھے یا عارضی مثلاً عبد اللہ بن ام مکتوم۔ ان کا اذان دینا صرف صبح کے لئے وہ بھی صرف رمضان میں ثابت ہے۔ حضرت ابو محذورہ مکہ معظمہ میں مسجد حرام کے مؤذن تھے۔ حضرت سعد القرظ قباء کے۔ اور حضرت ابن حارث صدائی کی اذان کا ثبوت صرف ایک بار ملتا ہے۔ جیسا کہ انہیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے فجر کی اذان کا حکم دیا تو میں نے اذان کہی۔ بلال نے اقامت کہنی چاہی تو فرمایا۔—

۱؎ فیض الباری ثانی ص۳۳۶

حدیث ٥٧٤

عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ بْنِ سَھْلِ بْنِ حُنَیْفٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِیَۃَ

امامہ بن سہل بن حنیف نے کہا میں نے معاویہ بن ابوسفیان سے سنا

بْنَ اَبِی سُفْیَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَھُوَ جَالِسٌ عَلَی الْمِنْبَرِ اَذَّنَ

بیٹھے تھے مؤذن اذان دے رہا تھا۔ مؤذن نے کہا

الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اللہ اکبر اللہ اکبر۔ تو معاویہ نے بھی کہا اللہ اکبر

اَللّٰہُ اَکْبَرُ فَقَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ وَاَنَا

اللہ اکبر۔ پھر مؤذن نے کہا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ تو معاویہ نے کہا میں بھی

قَالَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ مُعَاوِیَۃُ وَاَنَا فَلَمَّا

کہتا ہوں۔ مؤذن نے کہا اشہد ان محمد رسول اللہ تو معاویہ نے کہا میں بھی

اَنْ قَضَی التَّاذِیْنُ قَالَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ

کہتا ہوں۔ جب اس نے اذان پوری کرلی تو معاویہ نے کہا اے لوگو! میں نے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی ھٰذَا الْمَجْلِسِ حِیْنَ اَذَّنَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس جگہ سنا ہے کہ جب مؤذن اذان کہتا

الْمُؤَذِّنُ یَقُوْلُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّیْ مِنْ مَّقَالَتِیْ [عـه]

تو حضور بھی وہی کہتے جو تم نے مجھ سے میری بات سنی ہے

صدائی بھائی نے اذان دی ہے اور جو اذان دے وہی اقامت کہے[طه] ابن ماجہ میں یہ زائد ہے کہ ایک سفر میں یہ حکم دیا تھا۔ اس لئے یہ بھی مستقل نہ تھے۔ اور حدیث کے سیاق سے یہ ظاہر ہے کہ مراد یہ ہے کہ جمعے کے لئے صرف ایک مؤذن تھے۔

تشریحات ٥٧٤

خطیب اذان خطبہ کا جواب دے گا۔ اس لئے کہ اس کے لئے چپ رہنے کا حکم نہیں البتہ حاضرین کو اذان خطبہ کا جواب دینا ممنوع ہے۔ جیسا کہ فرمایا اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام ۔ جب امام (اپنے حجرے سے) نکلے تو نہ نماز ہے نہ کلام ہے۔ جب نماز کی اجازت نہیں تو اذان کے جواب کی کیسے اجازت ہوگی۔ تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

عـه الجمعۃ باب یجیب الامام علی المنبر اذا سمع النداء ص ١٢٥ نسائی صلوٰۃ

طه ابوداؤد صلوٰۃ باب من اذن فھو یقیم ص ٧٦ ترمذی اول صلوٰۃ باب من اذن فھو یقیم ص ٢٨ ابن ماجۃ باب السنۃ فی الاذان ص ٥٣

حدیث ۵۰۵

أَخْبَرَنِي ابْنُ أَنَسٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ جِذْعٌ يَقُومُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتَّى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ عـه

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سُنا کہ انہوں نے فرمایا۔ ایک کھجور کا تنہ تھا جس پر خطبے کے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے۔ جب منبر رکھا گیا تو ہم نے اس سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی طرح آواز سُنی۔ یہاں تک کہ حضور منبر سے اُترے اور اس پر ہاتھ رکھا۔

تشریحات ۵۷۵

تکمیل — بخاری علامات النبوۃ میں ہے۔ مسجد کی چھت کھجور کے تنوں پر تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو ان میں سے ایک پر ٹیک لگاتے۔ انصار کی ایک خاتون یا ایک صاحب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ کے لئے منبر نہ بنا دوں۔ ارشاد فرمایا اگر تم چاہو تو بنا دو۔ انہوں نے منبر بنایا۔ جب جمعہ کا دن آیا اور حضور منبر پر تشریف لے گئے تو وہ کھجور کا درخت بچے کی طرح چیخا۔ تو حضور اُترے اور اسے چمٹا لیا۔ تو وہ اس بچے کی طرح سسکنے لگا جسے بہلایا جائے۔ وہ اس لئے روتا تھا کہ ذکر سُنتا تھا۔ ابن ماجہ[1] میں ہے کہ وہ چیخا یہاں تک کہ پھٹ گیا اس کے بعد حضور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ وہ وہیں رہا یہاں تک کہ مسجد شہید کی گئی۔ تو اسے کعب بن مالک اپنے گھر لے گئے وہ انہیں کے پاس رہا یہاں تک کہ اُسے دیمک کھا گیا۔ ابن ماجہ ہی میں ہے کہ اس کے رونے کو تمام مسجد والوں نے سُنا۔ اگر حضور اسے سینے سے نہ لگاتے تو قیامت تک روتا — ام المومنین[2] حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت یہ آئی ہے کہ حضور نے اس پر ہاتھ رکھا۔ تو رونا بند کر دیا اور زمین میں دھنس گیا۔ مشہور یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا۔ اگر تو چاہے تو ہرا بھرا رہے لوگ قیامت تک تیرا پھل کھاتے رہیں اگر تو چاہے تو جنت میں بجائے اور جنتی تیرا پھل کھائیں۔ اس نے دوسری صورت پسند کی۔ اور اسے وہیں حضور نے دفن فرما دیا۔

ابن انس ان کا نام حفص بن غیاث تھا۔ ابن سعد نے کہا کہ منبر ۷ھ میں رکھا گیا تھا مگر

عـه الجمعة باب الخطبة علی المنبر ص ۱۲۵ علامات النبوۃ ص ۵۰۶ – ۵۰۷ نسائی – ابن ماجة

[1] باب بدء شان المنبر ص ۱۰۲ [2] عمدة القاری سادس ص ۲۱۵

حدیث ۵۸۶

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ النَّبِیُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ یَقْعُدُ ثُمَّ یَقُوْمُ کَمَا تَفْعَلُوْنَ الْآنَ عہ

علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے جیسے تم اس وقت کرتے ہو

ت ۱۷۶

وَاسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَسٌ الْإِمَامَ عہ

حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خطبہ کے وقت امام کی طرف منہ کیا۔

یہ صحیح نہیں۔ واقعہ افک میں حضرت ام المومنین کا قول مذکور ہے کہ اوس اور خزرج دونوں قبیلے بھڑ گئے۔ قریب تھا کہ لڑ پڑتے اور رسول اللہ منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ منبر سے اُترے اور انہیں ٹھنڈا فرمایا ——— گزر چکا کہ واقعہ افک غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر رونما ہوا تھا اور یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا ہے۔ جیسا کہ ہم جلد دوم ص ۲۶۷۸ میں ثابت کر آئے ہیں۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ ۵ھ میں منبر بن چکا تھا۔

تشریحات ۵۸۶

خطبہ کے لئے قیام امام شافعی اور امام احمد کے یہاں شرط ہے۔ یعنی اگر بیٹھ کر خطبہ دیں گے تو صحیح نہ ہوگا۔ ان کی دلیل یہ حدیث اور آیت کریمہ و ترکوک قائما۔ اور انہیں خطبہ میں کھڑا چھوڑ گئے۔ احناف کے یہاں کھڑے ہو کر خطبہ دینا سُنت ہے۔ اگر کوئی بیماری یا کمزوری کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے۔ بیٹھ کر خطبہ دے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اور صحابہ کرام کا بنی اُمیہ پر اعتراض اس لئے تھا کہ انہوں نے سُنت، قدرت کے باوجود ترک کر دی تھی۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ حضرت معاویہ پہلا خطبہ بیٹھ کر دیتے اور دوسرا خطبہ کھڑے ہو کر۔ یہ انہوں نے اس وقت کیا جب ان کا جسم بھاری ہو گیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ عذر کی وجہ سے ایک خطبہ بیٹھ کر دیتے۔ اور مروان بلا عذر پہلا خطبہ بیٹھ کر دیتا اسی وجہ سے حضرت ابن عمر نے فرمایا

تشریحات ۱۷۶

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو بیہقی نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر امام کے خطبے کے لئے نکلنے سے پہلے نفل سے فارغ ہو جاتے اور جب امام آجاتا تو وہ بیٹھنے بھی نہ پاتا کہ یہ اپنا رُخ اس کی طرف کر لیتے۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں ——— مستمر بن ریان نے کہا۔ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ جب امام خطبہ شروع کرتا تو یہ اپنا رخ اس کی طرف کر لیتے۔ جب تک خطبے سے وہ فارغ نہیں ہوتا۔ اسی کی طرف رُخ کئے رہتے۔

عہ الجمعۃ باب الخطبۃ قائما ص ۱۲۵ مسلم صلٰوۃ۔ ترمذی جمعۃ۔

عہ الجمعۃ باب استقبال الناس الامام ص ۱۲۵

حدیث ۵۷۷

حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ[عہ]

عطاء بن یسار نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن منبر پر بیٹھے اور ہم لوگ حضور کے ارد گرد بیٹھے —

حدیث ۵۷۸

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِمَالٍ أَوْ بِشَيْئٍ فَقَسَمَهُ فَأَعْطَى رِجَالًا وَتَرَكَ رِجَالًا فَبَلَغَهُ أَنَّ الَّذِيْنَ تَرَكَ عَتَبُوا

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ مال یا کچھ آیا۔ تو حضور نے کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ لوگوں کو نہیں دیا۔ اس کے بعد حضور کو یہ خبر ملی (کہ یہ کہا جا رہا ہے) جن

تشریحات ۵۷۷

یہ حدیث ایک طویل حدیث کا جزء ہے جو کتاب الزکوٰۃ میں ہے۔ وہیں پوری حدیث کی توضیح ہوگی۔ یہاں جو حصہ مذکور ہے۔ اس کے متعلق ضروری باتیں معروض ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ کر بھی خطبہ دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطبے کے وقت کھڑا رہنا واجب یا فرض نہیں۔

مطابقت باب یہاں باب کا عنوان ہے۔ جب امام خطبہ دے تو لوگوں کا امام کی طرف منہ کرنا لازم ہے۔ اس پر اُمّت کا اجماع ہے کہ خطبے کے وقت خطیب کی طرف رُخ کرنا مسنون ہے۔ آج تمام مسلمانوں نے یہ سُنّت چھوڑ رکھی ہے۔ خطبے کے وقت سبھی قبلہ رُخ بیٹھے رہتے ہیں — لوگوں کو چاہئے کہ اس وقت امام کی طرف رُخ کرلیا کریں۔

تشریحات ۵۷۸

یہ حدیث افراد بخاری سے ہے۔ یہاں یہ باب ہے۔ جس نے خطبے میں ثنا کے بعد "امّا بعد" کہا۔ اس کے ضمن میں ایک تعلیق ذکر کی۔ جو ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جو تین حدیث کے بعد مذکور ہے۔ اور حدیث ۶۵۰ جو جلد اول کے صفحات ص ۳۷۹ لغایت ص ۳۸۳ پر ہے وہاں جو الفاظ ہیں ان میں امّا بعد نہیں — مگر یہاں یہ ہے کہ سورج گہن کی نماز کے بعد حضور اقدس صلی اللہ

عہ الجمعۃ ۔ باب استقبال الناس الامام ص ۱۲۵

فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَوَاللّٰهِ اِنِّىْ

لوگوں کو کچھ نہیں دیا وہ زیادہ معتوب ہیں۔ یہ سن کر حضور نے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا۔ حمد و ثنا

اُعْطِى الرَّجُلَ وَاَدَعُ الرَّجُلَ وَالَّذِىْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَىَّ مِنَ

کے بعد کہنا ہے کہ میں کسی کو دیتا ہوں اور کسی کو نہیں دیتا۔ حالانکہ جسے نہیں دیتا

الَّذِىْ اُعْطِىْ وَلٰكِنْ اُعْطِىْ اَقْوَامًا لِمَا اَرٰى فِىْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ

وہ مجھے ان لوگوں سے زیادہ پیارے ہیں جنہیں دیتا ہوں۔ لیکن میں ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جن کے

الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ وَاَكِلُ اَقْوَامًا اِلٰى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِىْ قُلُوْبِهِمْ

دلوں میں بے صبری اور حرص دیکھتا ہوں۔ اور کچھ لوگوں کو اس کے حوالے کر دیتا ہوں جو اللہ نے ان

مِنَ الْغِنٰى وَالْخَيْرِ فِيْهِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ فَوَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ

کے دلوں میں سیر چشمی اور بھلائی پیدا فرمادی ہے۔ انہیں میں عمرو بن تغلب بھی ہیں۔ حضرت عمرو بن تغلب کہتے

اَنَّ لِىْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ ؏

ہیں۔ رسول اللہ کے اس ارشاد کے مقابلے ہیں مجھے سرخ اونٹ بھی پسند نہیں —

تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی ان الفاظ کے ساتھ حمد کی جو اس کے لائق ہے۔ پھر فرمایا۔ اما بعد اس سے ثابت ہوا کہ خطبے میں حمد و ثنا، تشہد و درود کے بعد اما بعد کہنا سنت ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اما بعد سب سے پہلے کس نے کہا۔ کسی نے کہا کہ سب سے پہلے اما بعد یعرب بن قحطان نے کہا۔ کسی نے کہا کہ سب سے پہلے، کعب بن لوی نے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد امجد نے کہا۔ کسی نے کہا کہ سحبان بن وائل نے۔ کسی نے کہا کہ قس بن ساعدہ نے کہا مگر طبرانی کی ایک ضعیف حدیث مرفوع میں ہے کہ سب سے پہلے داؤد علیہ السلام نے کہا۔ دارقطنی کی غرائب مالک میں سند ضعیف کے ساتھ یہ روایت ہے کہ جب ملک الموت حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو ان سے حضرت یعقوب نے جو گفتگو کی اس میں اما بعد کہا تھا۔ خطبے میں اما بعد کے استعمال کو تیس صحابہ نے روایت کیا ہے۔

اتی بمال او بشیء بعض روایتوں میں بجائے بشیء کے، بسبی ہے۔ اور بعض میں بغیر با کے صرف سبی ہے۔ اسماعیلی کی روایت میں بمال من البحرین ہے۔

عتبوا یہ خیال اس بنا پر پیدا ہوا۔ کہ داد و دہش دلیل محبت ہے۔ اس لئے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ جنہیں دیا ہے وہ لوگ محبوب ہیں اور جنہیں نہیں دیا وہ مبغوض ہیں۔ مگر واقعہ یہ نہیں تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکا ازالہ فرمایا کہ داد و دہش دلیل محبت ہے مگر ہمیشہ نہیں کبھی معاملہ اسکے برعکس بھی ہوتا ہے کبھی کسی مصلحت کیوجہ سے کبھی احتیاط کیوجہ سے دوسرے ...

؏ الجمعة باب من قال فى الخطبة بعد الثنا اما بعد ص۱۲۶ الجهاد۔ باب من لم يخمس الاسلاب ص۴۴۳ ثانى التوحيد۔ باب قوله ان الانسان خلق هلوعا ص۱۱۲۴-۵

حدیث ۵۷۹

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ

صَعِدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ وَکَانَ اٰخِرَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور یہ حضور کی جو آخری

مَجْلِسٍ جَلَسَہٗ مُتَعَطِّفًا مِلْحَفَۃً عَلٰی مَنْکِبَیْہِ قَدْ عَصَبَ رَاْسَہٗ

مجلس تھی۔ اپنے کاندھے پر چادر لپیٹے ہوئے اور سر اقدس پر روغن آلود

بِعِصَابَۃٍ دَسِمَۃٍ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَیُّھَا النَّاسُ

پٹی باندھے ہوئے تھے۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی اس کے بعد فرمایا اے لوگو! میرے

اِلَیَّ فَثَابُوْا اِلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ ھٰذَا الْحَیَّ مِنَ الْاَنْصَارِ

قریب آؤ لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے پھر فرمایا، اما بعد یہ انصار کا قبیلہ کم ہو جائے گا اور لوگ

یَقِلُّوْنَ وَیَکْثُرُ النَّاسُ فَمَنْ وَلِیَ شَیْئًا مِّنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ فَاسْتَطَاعَ

زیادہ ہوں گے۔ تو جو بھی امت محمد کا والی ہو اور یہ استطاعت رکھے کہ جسے چاہے نقصان

اَنْ یَّضُرَّ فِیْہِ اَحَدًا اَوْ یَنْفَعَ فِیْہِ اَحَدًا فَلْیَقْبَلْ مِنْ مُّحْسِنِھِمْ

پہنچائے اور جسے چاہے نفع۔ تو اسے لازم ہے کہ ان کے احسان کرنے والوں کے احسان کو قبول کرے اور

وَیَتَجَاوَزْ عَنْ مُّسِیْئِھِمْ [عہ]

ناپسندیدہ اقدام کرنے والوں کو معاف کرے۔

تشریحات ۵۷۹

علامات النبوۃ میں ہے کہ انصار کم ہوتے جائیں گے جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اس عہد میں انصار کی تعداد مدینہ طیبہ میں کافی تھی۔ مگر ارشاد رسول کی صداقت دیکھے کہ سوائے معدودے چند اولیٰ حضرات کے اور انصار کرام کی اولاد کا پتہ نہیں ــــ یہ تھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب دانی ــــ اس موقع پر نماز پڑھانے کا ذکر نہیں مگر اغلب یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے وقت مسجد اقدس میں تشریف لائے ہوں گے کہ نماز کے لئے صحابہ کرام مسجد اقدس میں جمع ہوئے ہوں۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ نماز بھی پڑھائی ہوگی۔ اگر یہ صحیح ہے تو مرض وصال میں چار بار صحابہ کرام کے ساتھ باجماعت نماز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی۔ جیسا کہ جلد ثانی ص ۳۶۹-۷۰ پر ہم نے تفصیل سے لکھا ہے۔

عہ الجمعۃ باب من قال فی خطبتہ بعد الثنا اما بعد ص ۱۲۷ علامات النبوۃ ص ۵۱۲ باب مناقب الانصار ص ۵۳۶۔ ترمذی

حدیث ۵۸۰

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ خُطْبَتَیْنِ یَقْعُدُ بَیْنَہُمَا؎

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو خطبہ پڑھتے اور دونوں کے درمیان بیٹھتے۔

حدیث ۵۸۱

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ النَّاسَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقَالَ اَصَلَّیْتَ یَا فُلَانُ فَقَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْکَعْ؎

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعے کے دن لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے۔ کہ ایک صاحب حاضر ہوئے ان سے پوچھا اے فلاں نماز پڑھی؟ تو انہوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ تو فرمایا اٹھو اور نماز پڑھو۔

تشریحات ۵۸۰

جمعہ صحیح ہونے کے لئے خطبہ شرط ہے۔ خطبہ مطلق ذکر الٰہی کا نام ہے۔ اگرچہ طویل نہ ہو اس لئے ایک بار الحمد للہ یا سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہنے سے بھی فرض ادا ہو جائے گا البتہ اتنا طویل ہونا جسے عرف عام میں خطبہ کہیں سُنّت ہے۔ اور دو خطبوں کا ہونا مسنون۔ اور دونوں کے درمیان تین آیت کی مقدار میں بیٹھنا بھی سُنّت ہے۔

تشریحات ۵۸۱

اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ — اٹھو اور دو رکعت نماز پڑھو۔ یہ آنے والے بزرگ سلیک غطفانی تھے۔ جیسا کہ مسلم ۱؎ کی روایت میں تصریح ہے۔ اخیر میں یہ اضافہ ہے۔ اور مختصر پڑھو

امام شافعی وغیرہ کا مسلک امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کہتے ہیں۔ خطبے کی حالت میں نماز کی اجازت ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

ہمارا مسلک اور دلائل ہمارا اور امام مالک وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اثنار خطبہ نہ کسی کلام کی اجازت ہے نہ کسی نماز کی۔ ہمارے دلائل یہ ہیں — خواہر زادہ نے اپنے مبسوط میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

؎ الجمعۃ باب القعدۃ بین الخطبتین یوم الجمعۃ ص ۱۲۷ مسلم۔ ابوداؤد نسائی۔ ابن ماجہ۔ ؎ الجمعۃ۔ باب اذا رأی الامام رجلا جاء وھو یخطب امرہ ان یصلی رکعتین ص ۱۲۷۔ باب من جاء والامام یخطب صلی رکعتین خفیفتین ص ۱۲۷۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔

۱؎ اول جمعۃ باب من دخل المسجد والامام یخطب او خرج للخطبۃ فلیصل رکعتین ص ۲۸۷۔

ے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام — امام جب خطبہ کے لئے نکلے تو نہ نماز ہے نہ کلام

(۱) عمدۃ القاری[1] میں اسی حدیث کی کتاب الاسرار کے حوالے سے ان الفاظ میں تخریج کی۔

اذا جاء احدکم والامام علی المنبر فلا صلوٰۃ ولا کلام — جب تم میں سے کوئی آئے اور امام منبر پر ہو تو نہ نماز کی اجازت ہے نہ کلام کی۔

دار قطنی نے اس حدیث پر یہ طعن کیا کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا کھلا ہوا وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ امام زہری پر موقوف ہے۔ جیسا کہ موطا امام مالک میں ہے۔

اقول — ہم نے مقدمے میں بدلائل ثابت کیا ہے کہ فقہا جس حدیث سے استدلال فرمائیں وہ صحیح یا کم از کم حسن ضرور ہوتی ہے۔ پھر سند دیکھنے کی حاجت نہیں۔ اس کی حیثیت امام بخاری کی تعلیقات کی ہے۔ جنہیں صیغہ تمریض سے ذکر نہ فرمایا ہو

(۲) صحاح ستہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا قلت لصاحبك یوم الجمعۃ والامام یخطب انصت فقد لغوت — "جمعے کے دن خطبے کی حالت میں اپنے ساتھی سے اگر تو نے یہ کہا۔ چپ رہ، تو تو نے لغو کام کیا۔"

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے۔ اور اس وقت کی نماز سنت یا نفل۔ خطبے کی حالت میں جب فرض ادا کرنے کی اجازت نہیں تو سنت اور نفل کی بدرجہ اولیٰ نہ ہوگی۔

(۳) ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ حضرت عمر جب خطبے کے لئے نکلتے تو ہمیں چپ کرا دیتے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، خطبے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے[2]۔ ابن ابی شیبہ[3] نے روایت کیا کہ حضرت علی، ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم خطبے کے لئے امام کے نکلنے کے بعد نماز اور کلام سے منع فرماتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی صحابہ کرام کا یہی مذہب تھا جیسے عقبہ بن عامر جہنی، ثعلبہ بن ابی مالک قرظی، عبد اللہ بن صفوان بن امیہ۔

(۴) حدیث ۵۴۹ گزر چکی کہ حضرت عثمان جمعے کے لئے اس وقت آئے جب حضرت عمر خطبہ دے رہے تھے۔ دیر سے آنے، غسل نہ کرنے پر مواخذہ فرمایا۔ مگر نفل پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

(۵) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] سادس ص۲۳۲ [2] باب الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب ص۱۲۸

[3] عمدۃ القاری سادس ص۲۳۲ [4] فتح القدیر اول ص۲۵۵ لکھنؤ

نے فرمایا: لا تصلوا والامام یخطب[1] "امام خطبہ دے رہا ہو تو نماز نہ پڑھو۔"

شوافع کے استدلال کا جواب (۱) حضرت سلیک کو نماز پڑھنے کا حکم دینے کے بعد حضور نے خطبہ بند کر دیا۔ جب نماز پوری کر چکے تو پھر خطبہ دیا۔ جیسا کہ دار قطنی نے حضرت انس سے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت محمد بن قیس سے روایت کیا ہے۔[2]

(۲) حضرت سلیک خطبہ شروع فرمانے سے پہلے حاضر ہوئے تھے۔ جب یہ نماز سے فارغ ہوئے تو خطبہ شروع فرمایا۔[3]

(۳) یہ واقعہ نماز میں کلام کی ممانعت سے پہلے کا ہے۔ جب نماز میں کلام منع فرما دیا گیا تو خطبہ میں بھی منع ہوا اس لئے کہ خطبہ نماز جمعہ کا جز یا شرط ہے۔

(۴) چونکہ حضرت سلیک پھٹے پرانے کپڑوں میں بہت خستہ حالت میں آئے تھے۔ تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ کہ لوگ ان کی حالت دیکھیں پس اس کے بعد لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی۔ جس پر بہت سے کپڑے آئے جن میں سے دو کپڑے انہیں عطا فرمائے۔[4]

(۵) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں۔ حضور کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں جس وقت چاہیں جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرما دیں۔

(۶) علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں اُس حدیث سے استدلال فرمایا۔ جس میں ہے کہ جب امام خطبے کے لئے نکلتا ہے تو فرشتے اپنے صحیفے لپیٹ دیتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں۔ اگر اس وقت نماز یا کسی اور عمل کی اجازت ہوتی تو فرشتے اپنے صحیفے نہ لپیٹتے۔ اس لئے کہ ارشاد ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔ (ق ۱۸) "وہ جو لفظ بھی اپنی زبان سے نکالتا ہے اس کا محافظ تیار ہے۔"

اقول: یہ استدلال اس وقت تام ہوتا جبکہ جمعہ کے دن آنے والے فرشتوں سے کراماً کاتبین مراد ہوتے۔ ہم اس حدیث کے ضمن میں بتا آئے ہیں کہ یہ مخصوص فرشتے کراماً کاتبین کے علاوہ ہیں۔ اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی خطبے کے وقت نماز پڑھے یا کلام کرے یا کوئی ناجائز حرکت کرے تو وہ لکھا جائے گا۔ ہمارے یہاں صحیح و راجح مفتیٰ بہا حضرت امام اعظم کا قول ہے کہ جب امام خطبے کے لئے اپنے

---

[1] عمدۃ القاری سادس ص۲۳۲ [2] ایضاً ص۲۳۳ [3] مسلم اول۔ جمعۃ۔ باب من دخل المسجد والامام یخطب ص۲۸۷ عمدۃ القاری سادس بحوالہ سنن کبریٰ للنسائی ص۲۳۲

[4] نسائی اول۔ الجمعۃ باب حث الامام علی الصدقۃ یوم الجمعۃ فی خطبتہ ص۲۰۹

حدیث ٥٨٢

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ

اَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں قحط ہو گیا۔ ایک بار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعے کے دن خطبہ

فَبَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ فِیْ یَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ

دے رہے تھے۔ کہ ایک دیہاتی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مال تباہ ہو گیا

الْمَالُ وَجَاعَ الْعِیَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ یَدَیْهِ وَمَا نَرٰی فِی

اہل و عیال بھوکے ہیں۔ آپ اللہ سے ہمارے لئے دعا فرمائیں تو حضور نے اپنے دونوں دست مبارک

السَّمَاءِ قَزَعَةً فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا وَضَعَهَا حَتّٰی ثَارَ

اٹھائے۔ اور حالت یہ تھی کہ ہم آسمان میں بادل کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی نہیں دیکھتے۔ قسم ہے اس

السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ یَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰی

ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ حضور نے ابھی اپنے دست مبارک نیچے نہیں کئے تھے کہ پہاڑوں

رَاَیْتُ الْمَطَرَ یَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْیَتِهٖ فَمُطِرْنَا یَوْمَنَا ذٰلِكَ

کی طرح بادل اٹھا حضور منبر پر ہی تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش حضور کی ریش مبارک پر گر رہی ہے

وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِیْ یَلِیْهِ حَتَّی الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی

اس دن دن بھر بارش ہوتی اور اس کے بعد والے دن بھی اور اس کے بعد والے دن بھی دوسرے جمعہ تک مسلسل ہوتی رہی۔

حجرے سے نکلے یا اپنی جگہ سے اٹھے۔ اس وقت سے لے کر خطبہ ختم ہونے کے وقت تک نماز ذکر ہر قسم کا کلام ممنوع ہے۔ بلکہ ہر وہ فعل ممنوع ہے جو خطبے کے سننے میں خلل انداز ہو۔ مثلاً پنکھا جھلنا۔ کچھ لکھنا۔
حدیث[1] میں ہے۔ من مس الحصی فقد لغا۔ (امام جب خطبہ دے رہا ہو) کوئی کنکری چھوئے تو اس نے لغو کیا۔ یہ حکم دور و نزدیک والے سبھی کے لئے ہے۔ خواہ وہ خطبہ سنتا ہو خواہ نہ سنتا ہو اگر کوئی جمعے کی سنت یا اور کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور خطبے کی اذان ہونے لگے تو وہ دو رکعت پر سلام پھیر دے۔

تشریحات ٥٨٢

قحط — الاستسقاء میں ہے۔ کہ ایک صاحب اس دروازے سے حاضر ہوئے جو منبر کے سامنے تھا۔ یعنی مسجد کے شمالی دروازے سے۔ اس نے عرض یہ

[1] مسلم اول جمعۃ ص ۲۸۳

فَقَامَ ذٰلِكَ الْاَعْرَابِیُّ اَوْ قَالَ غَیْرُهٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

دوسرے جمعہ کو وہی دیہاتی یا کوئی اور کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! گھر گر گئے

تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ یَدَیْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ

اور مال ڈوب گئے۔ اللہ سے ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ اب حضور نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور عرض

حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا فَمَا یُشِیْرُ بِیَدِهٖ اِلٰی نَاحِیَةٍ مِّنَ السَّحَابِ

کیا۔ اے اللہ ہمارے ارد گرد برسا ہم پر مت برسا۔ حضور اپنے ہاتھ سے جس طرف اشارہ فرماتے بادل

اِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِیْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِیْ

پھٹ جاتا۔ اور مدینہ گول حوض کے مثل ہوگیا اور وادی قناۃ ایک مہینہ

قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ یَجِئْ اَحَدٌ مِّنْ نَاحِیَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ ع۵

تک بہتی رہی۔ جس طرف سے جو آیا اس نے بارش کی کثرت کی خبر دی۔

گیا۔ کہ مال ہلاک ہوگئے۔ اور راستے بند ہوگئے۔ یعنی چارہ نہ ملنے کی وجہ سے سواریاں کمزور ہوگئیں۔ اس لائق نہیں کہ ان پر سفر کیا جاسکے۔ اتنا پانی نہیں کہ ساتھ لے جایا جائے۔ اور راستے میں ملنے کی امید نہیں۔ چراگاہیں سوکھ گئیں۔ اتنا چارہ نہیں کہ ہمراہ لے لیا جائے۔ اور راستے میں چارہ ملنے کی امید نہیں۔ اس لئے لوگ کہیں سفر نہیں کرتے۔ آگے ہے۔ ہم آسمان میں نہ بادل دیکھ رہے تھے اور نہ بادل کا ٹکڑا اور نہ کچھ اور ہمارے اور کوہ سلع کے درمیان کوئی گھر نہیں تھا۔ کہ اچانک کوہ سلع کے پیچھے سے ڈھال کے برابر بادل کا ٹکڑا اٹھا اور آسمان کے بیچ میں آکر پھیل گیا۔ پھر برسا۔ اتنا کہ ہم نے ایک ہفتہ تک سورج نہیں دیکھا۔ آئندہ جمعہ کو جو عرض تھی وہ یہ تھی۔ کہ مال ہلاک ہوگئے اور راستے بند ہوگئے۔ دوسرے جمعہ کو بارش بند ہونے کی دعا میں یہ اضافہ ہے۔ اے اللہ ٹیلوں پر پہاڑوں پر نالیوں پر اور درخت اُگنے کی جگہوں پر برسا۔ یہ بھی ہے کہ بارش بند ہوگئی اور ہم مسجد سے نکلے تو دھوپ میں چلے۔

رفع یدیہ	عام روایتوں میں یہی ہے کہ ہاتھ اٹھایا۔ مگر یہیں اس سے پہلے والی مختصر روایت

ع۵ الجمعۃ باب الاستسقاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ ص۱۲۷ باب رفع الیدین فی الخطبۃ ص۱۲۷ الاستسقاء باب الاستسقاء فی المسجد ص۱۳۷ ایضا باب الاستسقاء فی الخطبۃ ص۱۳۸ باب الاستسقاء علی المنبر ص۱۳۷ ایضا باب من اکتفی بصلوٰۃ الجمعۃ فی الاستسقاء ص۱۳۸ ایضا باب الدعاء اذا انقطعت السبل ص۱۳۸ ایضا ما قیل ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما حول رداءہ ص۱۳۹ ایضا باب اذا استشفعوا الی الامام ص۱۳۹ باب الدعاء اذا اکثر المطر ص۱۳۹ باب رفع الناس ایدیہم فی الاستسقاء ص۱۴۰ ایضا باب من تمطر فی المطر حتی یتحادر علی لحیتہ ص۱۴۰ علامات النبوۃ ص۵۰۶ ثانی۔ الدعوات۔ باب الدعاء غیر مستقبل القبلۃ ص۹۳۹ مسلم صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ

حدیث ۵۸۳

أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ[عہ]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جمعے کے دن امام خطبہ دے رہا ہو۔ اور تم نے اپنے ساتھی سے کہا۔ چپ رہ — تو تم نے لغو کیا —

میں ہے۔ فمد یدیہ — یعنی حضور نے اپنے ہاتھ کو بڑھایا۔ دونوں کا حاصل ایک ہے۔ یعنی جیسے عام دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے ویسے اُٹھایا۔ جیسے نمازِ استسقاء میں وارد ہے۔ کہ ہاتھوں کو خوب بلند کرتے یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آتی۔ یہ مراد نہیں — اور یہی ظاہر ہے۔

فما یشیر بیدیہ اپنے دستِ مبارک سے جس طرف اشارہ فرماتے بادل پھٹ جاتا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم میں تصرف کی قوت عطا کی گئی ہے۔ اور آپ کا تصرف عالم میں نافذ ہے۔

مثل الجوبۃ جوبۃ۔ کے معنی گول حوض کے ہیں۔ دوسری روایتوں میں ہے کہ مدینہ طیبہ تاج کے مثل ہو گیا۔ دونوں کا حاصل ایک ہے۔ یعنی مدینہ طیبہ کے اوپر بادل اس طرح پھٹ گیا۔ کہ تاج کے مثل گول دائرہ بن گیا۔

بالجود جود کے معنی بہت زیادہ بارش کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ بارش بہت زور کی ہوئی اور صرف مدینہ طیبہ ہی میں نہیں ہوئی بلکہ دُور دُور تک ہوئی۔

تطبیق عام روایتوں میں ہے کہ ایک صاحب دیہات کے رہنے والے حاضر ہوئے اور قحط کی شکایت مذکورہ بالا الفاظ میں کی۔ مگر استسقاء میں بطریق ثابت یہ ہے کہ لوگ کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے یہ عرض کیا۔ بارش رک گئی درخت سوکھ کر سرخ ہو گئے۔ چوپائے ہلاک ہو گئے — یا تو یہ دونوں دو واقعے ہیں یا یہ کہ چونکہ صحابۂ کرام رعب کی وجہ سے عرض نہیں کرتے تھے مگر جب ان دیہاتی نے عرض کر دیا تو ہمت بندھی اور دوسرے لوگوں نے بھی عرض کیا۔

توجیہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خطبہ جمعہ کے درمیان حاضرین اپنی ضرورت امام کے سامنے پیش کر سکتے ہیں حالانکہ صحیح یہ ہے کہ سامعین خاموشی کے ساتھ بغور خطبہ سنیں گے۔ امام سے بھی کلام کی اجازت نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس واقعے کو اس پر محمول کیا جائے۔ کہ ممانعت سے پہلے ہوا۔ یا یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کلام کی اجازت ہے۔ جیسے نماز میں ہے کہ حضور کے ساتھ کلام کرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔

تشریحات ۵۸۳

لغو کے معنی وہ کام اور بات جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ بیہودہ بات۔ بیہودہ کام۔ چونکہ

عہ الجمعۃ۔ باب الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب ص۱۲۷۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔

حدیث ۵۸۳

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقَالَ فِیْہِ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعے کے دن کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا
سَاعَۃٌ لَا یُوَافِقُھَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَھُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ یَسْاَلُ اللّٰہَ
جمعے کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت جو بھی بندۂ مومن جو کچھ بھی نماز پڑھتے ہوئے اللہ سے
شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاہُ اِیَّاہُ وَاَشَارَ بِیَدِہٖ یُقَلِّلُھَا ع
مانگے گا اللہ اسے عطا فرمائے گا اور ہاتھ سے اشارہ کرکے بتایا کہ یہ ساعت بہت کم ہے۔

جمعے کے دن خطبہ کے وقت تمام حاضرین پہ خاموش رہنا اور خطبے کو بغور سننا واجب ہے۔ اور یہ کہنا کہ چپ رہ۔ اس میں مخل ہونے کی وجہ سے گناہ ہے۔ اور ہر گناہ بیہودہ۔ اس لئے خطبے کی حالت میں کسی سے اچھی بات بھی کہنی جائز نہیں۔ اور وہ بیہودہ بات میں داخل ہے۔ یہاں لغو، لاحاصل کلام کے معنی میں نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس وقت بھی اس کلام میں فائدہ ہے۔ کہ جو بات کر رہے ہوں گے انہیں حکم شرعی بتایا ــــ یہ حدیث احناف کی مستدل ہے۔ کہ خطبے کی حالت میں نہ دنیوی باتوں کی اجازت ہے نہ دینی۔

تشریحات ۵۸۳ یہ ساعت کون سی ہے؟ اس کی تعیین میں علامہ عینی نے چالیس اقوال ذکر فرمائے ہیں ــــ مگر جس کو انہوں نے اصح الاحادیث سے ثابت مانا ہے۔ وہ دو ہیں: اول جب امام خطبے کے لئے منبر پر بیٹھے اس وقت سے لے کر نماز پوری ہونے تک ــــ ثانی۔ نماز عصر سے لے کر غروب آفتاب تک ــــ پہلے قول کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ یہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے اور نماز پوری ہونے کے درمیان ہے۔
دوسرے قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ جسے امام مالک نے موطا میں، امام احمد نے اپنی مسند میں۔ امام ابوداؤد اور امام نسائی نے اپنی سنن میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ میں جانتا ہوں وہ ساعت کون سی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا۔ مجھے بتائیے بخل مت کیجئے

ع الجمعۃ باب الساعۃ التی یوم الجمعۃ ص۱۲۸ مسلم جمعۃ نسائی العمل فی الیوم واللیلۃ۔
لہ الجمعۃ ص۲۸ ۲ ص ۳ اول صلوٰۃ باب تفریع ابواب الجمعۃ ص۱۵۰ ۴ اول الجمعۃ باب
ذکر الساعۃ التی یستجاب ص۲۱ ۵ اول جمعۃ باب فی الساعۃ التی ترجی یوم الجمعۃ ص۶۵

تو انہوں نے کہا۔ یہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔ اس پر حضرت ابوہریرہ نے یہ اشکال پیش کیا کہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت کیسے ہو سکتی ہے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔ کہ جو مسلمان بندہ اسے پائے اس حالت میں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو اور اس وقت نماز پڑھی نہیں جاتی۔ تو حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے۔ جو نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو وہ نماز ہی میں ہے جب تک نماز نہ پڑھ لے۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا ہاں یہ فرمایا ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا۔ اس حدیث میں نماز سے یہی مراد ہے۔ نیز اس کی تائید حضرت جابر کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام ابوداؤد[1] نے روایت کیا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے عصر کے بعد آخری ساعت میں تلاش کرو۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان جب امام بیٹھے۔ وہ یہ ساعت ہے[2]۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس ساعت کا وقت معین نہیں پورے دن میں کسی وقت ہے۔ جیسے شب قدر عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں میں سے کسی میں ہے۔

فیض الباری پر تعقب فیض الباری[3] میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مکالمہ مذکورہ کے حوالے میں، ابن ماجہ بھی تحریر ہے۔ حالانکہ ابن ماجہ میں مکالمہ مذکورہ کہیں نہیں۔ البتہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مضمون مذکور اس طرح مذکور ہے۔ کہ انہوں نے پوری تفصیل خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ چند سطر بعد یہ لکھنا کہ ابن ماجہ کی حدیث میں اسے مرفوع بتایا یہ صحیح ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ ابن ماجہ میں جو مذکور ہے وہ حضرت عبداللہ بن سلام کا قول ہے۔ حضرت ابوہریرہ اور ان کا مذاکرہ تو پھر بھی مذکور نہ ہوا ——— اور اگر آپ کی بات صحیح ہے تو یہ حدیث مدرج کیسے ہوئی۔ موقوف ہوئی۔

وھو قائم یصلی حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن سلام کے مکالمے سے ظاہر ہو گیا۔ بلکہ ابن ماجہ کی حدیث کے بموجب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے یہ ظاہر ہو گیا کہ یہاں یصلی کے معنی مجازی مراد ہیں یعنی نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ قائما معنی میں دائما کے ہو جیسے آیت کریمہ "مادمت علیہ قائما" میں، مواظبا کے معنی میں ہے۔ اب معنی یہ ہوئے کہ اس مخصوص ساعت میں بھی دعا کا قبول ہونا اس شرط پر ہے کہ وہ نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہو۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ مجازاً فاعلا کے معنی میں ہو۔ اور یصلی بمعنی دعا و ذکر ہو۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب الاجابۃ ایۃ ساعۃ ھی ص۱۵۰

[2] عمدۃ القاری جلد سادس ص۲۴۳ [3] جلد ثانی ص۳۳۶

[4] باب فی الساعۃ ترجی یوم الجمعۃ ص۸۱

حدیث ۵۸۵

حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ ہم لوگ
قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ غلے سے لدا ہوا
أَقْبَلَتْ عِیْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوا اِلَیْهَا حَتّٰی مَا بَقِیَ مَعَ النَّبِیِّ
ایک قافلہ آیا۔ سب لوگ قافلے کی طرف چلے گئے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ
وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ― اور جب ان لوگوں
هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَیْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا۔
نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو اس کی طرف چل دیئے اور تمہیں (خطبے میں) کھڑا چھوڑ دیا۔

صحیح یہ ہے کہ ساعت اجابت اب بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی اور یہ ہر جمعے کو ہوتی ہے۔

ساعة ساعت کے چھ معنی آتے ہیں۔ اوّل ایک گھنٹے کی۔ اس طرح دن رات میں برابر چوبیس ساعات ہوئیں۔ دوم۔ غروب آفتاب سے طلوع آفتاب کا پورا وقت بارہ پر تقسیم کرنے کے بعد اس کا ایک حصہ اسی طرح طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب کے وقت کا بارھواں حصّہ۔ اب بھی ساعات چوبیس ہوئیں مگر برابر نہ ہوئیں کم و بیش ہوتی رہیں گی۔ یہ نجومیوں اور اہل ہندسہ کی اصطلاح ہے۔ سوم زمانے کا وہ جز جو ذو مقدار نہ ہو۔ چہارم مطلق وقت۔ پنجم وقت حاضر۔ ششم قیامت۔ یہاں مطلق وقت مراد ہے۔

تشریحات ۵۸۵

و نحن نصلی۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ اور یہی ابو عوانہ، ترمذی[ع] اور دار قطنی کی بھی روایت میں ہے۔ دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ نصلی سے مراد یہ ہے کہ ہم نماز کا انتظار کر رہے تھے۔ البتہ اس توجیہ پر یہ لازم آئے گا کہ اس حدیث کو باب سے مطابقت نہ رہے۔ اس لئے کہ یہاں یہ باب ہے۔ جب لوگ جمعے کی نماز میں امام کو چھوڑ کر چلے گئے تو امام اور باقی ماندہ لوگوں کی نماز درست ہے۔

اذا اقبلت عیر عیر۔ ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن پر سامان لدا ہو۔ کبھی مطلق قافلے کے معنی میں بھی

ع الجمعة باب اذا نفر الناس عن الامام ص۱۲۸ البیوع باب قول اللہ واذا رأوا تجارة او لھوا انفضوا الیھا ص۲۷۶ باب قول اللہ واذا رأوا تجارة او لھوا انفضوا الیھا ص۲۷۷ ثانی التفسیر سورة الجمعة باب قولہ واذا رأوا ص۲۷ مسلم صلوٰة۔ ترمذی تفسیر نسائی صلوٰة۔

له مسلم اول جمعة ص۲۸۳ ع ترمذی ثانی تفسیر سورة الجمعة ص۱۶۳

حدیث ۵۸۶

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ قَبْلَ
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھتے
الظُّھْرِ رَکْعَتَیْنِ وَبَعْدَھَا رَکْعَتَیْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَکْعَتَیْنِ فِیْ بَیْتِہٖ
تھے۔ اور ظہر کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت گھر میں پڑھتے تھے۔ اور

آتا ہے۔ یہ قافلہ شام سے دحیہ بن خلیفہ کلبی لے کر آئے تھے۔ جو غلہ لایا تھا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا قافلہ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ قافلہ عبدالرحمٰن بن عوف کی ملک ہو اور حضرت دحیہ اس کے کارپرداز رہے ہوں۔ ہو سکتا ہے دونوں کا مشترک رہا ہو۔

فانفتلوا التفات کے اصلی معنیٰ انکھی سے کسی کو دیکھنا ہے۔ مگر یہاں مراد چھوڑ کر چلا جانا ہے جیسا کہ کتاب البیوع کی روایت میں فانفض الناس ہے۔ نیز اس معنیٰ پر قرینہ بعد کے الفاظ کریمہ ہیں۔ کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے تھے۔

تفسیر طبری اور ابن ابی حاتم میں قتادہ سے اسناد صحیح کے ساتھ یہ ہے کہ حاضرین سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم لوگ کتنے رہ گئے۔ لوگوں نے گنا تو بارہ مرد اور ایک عورت تھی۔ حضرت جابر[1] اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر[2] باقی باندہ حضرات میں یقیناً تھے۔ بقیہ ناموں میں اختلاف ہے۔ اسمٰعیل بن ابی زیاد شامی کی تفسیر میں ہے کہ حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ بھی تھے۔ سہیلی نے کہا کہ اسد بن عمرو نے سند منقطع کے ساتھ یہ روایت کیا کہ دس عشرہ مبشرہ تھے اور بلال اور ابن مسعود یا عمار تھے۔ عقیلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ چاروں خلفاء اور انصار کے لوگ تھے۔ یہ واقعہ ابتداء کا ہے۔ اس وقت تک جمعہ کے خطبے کی اہمیت صحابہ کرام کو معلوم نہ تھی۔ اور شاید غلے کی حاجت شدید تھی۔ اس لئے لوگ چلے گئے۔ مراسیل ابوداؤد میں ہے کہ ابتداءً جمعے کا خطبہ بھی عیدین کی طرح نماز کے بعد تھا۔ اور عیدین کے خطبے میں حاضری واجب نہ تھی۔ نسائی میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین کے بعد اعلان فرماتے تھے۔ جو ٹھہرنا چاہے ٹھہرے اور جو جانا چاہے چلا جائے۔ اس پر صحابہ کرام نے جمعے کے خطبے کو قیاس کیا۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو کنا نصلی سے مراد متعلقات صلوٰۃ میں مشغولیت ہوگی۔

تشریحات ۵۸۶ یہاں باب یہ ہے۔ جمعے کے بعد اور اس سے پہلے نماز کا بیان — حدیث میں صرف جمعے کے بعد کی نماز کا ذکر ہے پہلے کی نماز کا کوئی ذکر نہیں۔ علامہ عینی نے اس

[1] مسلم اول جمعۃ ص ۲۸۴ [2] ترمذی ثانی تفسیر سورۃ الجمعۃ ص ۱۶۴

وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

عشاء کے بعد دو رکعت اور جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ گھر واپس ہو کر دو رکعت پڑھتے تھے

کا دو جواب دیا۔ ایک یہ کہ یہی حدیث ابو داؤد اور ابن حبان میں اس زیادتی کے ساتھ مروی ہے —— کہ حضرت ابن عمر جمعہ سے پہلے لمبی نماز پڑھتے اور جمعے کے بعد دو رکعت پڑھتے۔ اور بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور اسی پر عمل کی عادت ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا۔ کہ چونکہ جمعہ ظہر کا بدل ہے تو ظہر کی سنتوں کے مثل جمعہ کی بھی سنتیں ہوں گی۔ مگر یہ توجیہ اس لئے درست نہیں کہ بدل ہونے کے ساتھ ساتھ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ جمعہ صحیح ہونے کے لئے کچھ شرطیں ہیں اور ظہر کے لئے یہ شرائط نہیں۔ ظہر کی چار رکعتیں ہیں جمعے کی دو۔ ظہر میں قراءت سری ہے اور جمعے میں جہری پھر ظہر کا بدل ہونے کی وجہ سے جمعہ میں بھی انہیں سنتوں کا ہونا کیسے مستفاد ہوگا جو ظہر کی ہیں۔ بات وہی ہے کہ امام بخاری کو اپنے شرائط پر کوئی حدیث ایسی نہیں ملی جو جمعے کے قبل سنت کی دلیل ہو۔

جمعہ کے سنن طبرانی معجم اوسط میں عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعے سے قبل بھی اور بعد بھی چار چار رکعت پڑھتے تھے۔ نیز ابن حبان نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر فرض نماز سے پہلے (کم از کم) دو رکعتیں ہیں۔ ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند ضعیف کے ساتھ مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعے سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے۔ ان کے درمیان فصل نہ فرماتے۔ طبرانی نے معجم کبیر میں یہی حدیث اس زیادتی کے ساتھ ابن ماجہ ہی کے رواۃ سے روایت کی۔ اور جمعے کے بعد چار پڑھتے تھے۔ رہ گئی جمعہ کے بعد کتنی رکعتیں ہیں — تو اس سلسلے میں اس حدیث میں دو کا ذکر ہے۔ مگر ترمذی[1] اور ابن ماجہ[2] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے جو شخص جمعے کے بعد نماز پڑھے تو چاہیے کہ چار پڑھے۔ سنن سعید بن منصور میں ابو عبد الرحمٰن سلمی سے مروی ہے کہ ہمیں حضرت ابن مسعود نے جمعے کے بعد چار رکعت کی تعلیم دی تھی۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے ہمیں چھ رکعت کی تعلیم دی۔ اور اسی میں احتیاط ہے کہ چھ پڑھی جائیں۔ تاکہ تمام احادیث پر عمل ہو جائے یہی ہمارا مختار ہے۔

عہ الجمعۃ باب الصلوٰۃ بعد الجمعۃ وقبلها صـ۱۳۸ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی۔ ابن ماجہ
لہ الجمعۃ باب فی الصلوٰۃ قبل الجمعۃ صـ۸۴ ۲ہ اول الجمعۃ باب الصلوٰۃ قبل الجمعۃ وبعدھا
صـ۸۰ ۳ہ باب الصلوٰۃ بعد الجمعۃ صـ۸۰

حدیث ۵۸۷

عن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کانت فینا
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم میں
امرأۃ تجعل علی اربعاء فی مزرعۃ لھا سلقا فکانت اذا
ایک (سن رسیدہ) خاتون تھیں۔ جو اپنے کھیت کی نالیوں میں چقندر بوتی تھیں جب
کان یوم الجمعۃ تنزع اصول السلق فتجعلہ فی قدر ثم
جمعہ کا دن آتا تو چقندر کی جڑیں اکھاڑتیں اور اسے ایک ہانڈی میں پکاتیں پھر
تجعل علیہ قبضۃ من شعیر تطحنھا فتکون اصول السلق
ایک مٹھی جو پیس کر اس میں ڈالتیں تو چقندر اس کی بوٹیاں ہو جاتیں۔ اور ہم لوگ
عرقہ وکنا ننصرف من صلوۃ الجمعۃ فنسلم علیھا فتقرب
جمعہ پڑھ کے لوٹتے تو (ان کے پاس جاتے) انہیں سلام کرتے۔ وہ ہمارے قریب کھانا
ذلک الطعام الینا فنلعقہ وکنا نتمنی یوم الجمعۃ لطعامھا ذلک عــہ
لاتیں تو ہم اسے کھاتے۔ اس کھانے کی وجہ سے ہمیں جمعہ کا انتظار رہتا۔

حدیث ۵۸۸

عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم
قال ما کنا نقیل ولا نتغدی الا بعد الجمعۃ عــہ
جمعہ کے بعد ہی کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے۔

تشریحات ۵۸۸ ۵۸۷

آیۂ کریمہ فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ
جب نماز ہو چکی تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

میں، فضل اللہ سے کیا مراد ہے۔ اس میں علما کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ فضل اللہ سے مراد دنیا کی طلب نہیں بلکہ بیمار پرسی، جنازے میں شرکت، دینی بھائی کی ملاقات مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے نماز نفل مراد ہے۔ امام حسن بصری، سعید بن جبیر شہید، مکحول نے فرمایا کہ طلب علم مراد ہے۔ امام بخاری نے یہ حدیث اور بعد والی حدیث ذکر کر کے یہ افادہ فرمایا ——— کہ یہ اپنے عموم پر ہے۔ جو چیز بھی اللہ کے فضل کی مصداق

عــہ الجمعۃ باب قول اللہ عزوجل فاذا قضیت الصلوۃ ص۱۲۸ الحرث باب ماجاء فی الغرس ص۳۱۶ ثانی الاطعمۃ باب السلق والشعیر ص۸۱۳ الاستیذان باب تسلیم الرجال علی النساء ص۹۲۳

عــہ الجمعۃ باب قول اللہ عزوجل فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا ص۱۲۸

ہوسکتی ہے وہ سب مراد ہیں۔ مثلاً رزق کی تلاش کسی سے ملاقات وغیرہ بھی اس میں داخل ہے۔ آیت کا سیاق بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ اس کے پہلے مذکور ہے۔ کہ جمعے کی اذان کے وقت خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اور جب کچھ لوگ خطبہ کے وقت خرید و فروخت میں مشغول ہوئے تو ان پر عتاب ہوا۔ اب فرمایا گیا جب نماز سے فارغ ہوجاؤ تو جہاں چاہو جاؤ۔ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ یعنی اذان جمعہ سے لے کر نماز کے اختتام تک جو چیز ممنوع تھی۔ اب اس کی اجازت ہے۔ اور ممنوع خصوصیت سے خرید و فروخت تھی۔ تو اس کا مراد ہونا یقینی ہے۔ اسی سے ظاہر ہوگیا۔ فانتشروا۔ اور وابتغوا کا امر وجوب کے لئے نہیں۔ اباحت کے لئے ہے۔ جیسے واذا حللتم فاصطادوا جب احرام کھول چکے تو شکار کرو۔ میں ہے۔





اَبْوَابُ صَلوٰةِ الْخَوْفِ

حدیث ۵۸۹

اَخْبَرَنَا سَالِمٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَیْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَّعَهٗ وَ اَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَی الْعَدُوِّ فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَّعَهٗ وَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِیْ لَمْ تُصَلِّ فَجَاءُوْا فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ میں نے نجد کی جانب ایک غزوہ میں شرکت کی۔ دشمن سے ہمارا آمنا سامنا ہوا تو ہم نے ان کے مقابل صف بندی کی۔ (جب نماز کا وقت آگیا) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ہمیں (اس طرح) نماز پڑھائی کہ ایک گروہ حضور کے ساتھ کھڑا ہوا اور ایک گروہ دشمن کے مقابل رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنے ساتھ والوں کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کئے۔ پھر یہ گروہ وہاں چلا گیا جہاں وہ گروہ تھا جس نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ اب وہ لوگ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

تشریحات ۵۸۹

جلد ثانی ص ۲۶۸ پر ہم بتا آئے ہیں کہ صلوۃ خوف، حدیبیہ کے موقع پر عسفان میں ظہر اور عصر کے مابین نازل ہوئی تھی۔ اور یہ بھی کہ غزوہ ذات الرقاع ۵ھ میں ہوا ہے۔ یہ نماز جو غزوہ

ركعة وسجد سجدتين ثم سلم فقام كل واحد منهم

ے ایک رکوع کیا اور دو سجدے کیے۔ پھر سلام پھیرا۔ اس کے بعد ان میں

فركع لنفسه ركعة وسجد سجدتين[عه]

سے ہر ایک نے تنہا تنہا ایک رکوع اور دو سجدے کیے

حدیث ۵۹۰ عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما نحوا من قول

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے امام مجاہد کے قول کے مثل مروی ہے کہ جب دو فریق

مجاهد إذا اختلطوا قياما وزاد ابن عمر عن النبي صلى الله تعالى

گتھم گتھا ہو جائیں تو کھڑے کھڑے (اشارے سے) نماز پڑھیں۔ اور حضرت ابن عمر نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عليه وسلم وإن كانوا أكثر من ذلك فليصلوا قياما وركبانا[عه]

ہوئے یہ اضافہ کیا کہ اگر دشمن زیادہ ہوں تو کھڑے کھڑے اور سوار ہونیکی حالت میں اشارے سے پڑھیں۔

ذات الرقاع میں پڑھی گئی، عصر تھی۔ جیسا کہ ابوداؤد[لے] اور نسائی[عه] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے — صلوٰۃ خوف کے مختلف طریقے احادیث میں مروی ہیں۔ مذکورہ بالا طریقہ احناف کا مختار ہے۔ یہ طریقہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی[عه] ہے۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلے گروہ والے جب اپنی پڑھیں گے تو اس میں قرأت نہیں کریں گے اس لئے کہ یہ لاحق ہیں۔ اور حکماً امام کے پیچھے ہیں۔ البتہ دوسرے گروہ والے قرأت کریں گے اس لئے کہ یہ ایک رکعت میں مسبوق ہیں۔ اور اگر چار رکعت پڑھنا ہے تو امام ہر گروہ کو دو دو رکعت پڑھائے۔ اور مغرب کی نماز ہے تو دو رکعت پہلی گروہ کو اور ایک رکعت دوسری گروہ کو۔

نماز خوف اس وقت ہے کہ دشمن بہت قریب ہو اور اس کا ظن غالب ہو کہ اگر سب لوگ نماز میں مشغول ہوں گے تو یک بیک حملہ کر دیں گے۔

تشریحات ۵۹۰ نسائی میں وان کانوا اکثر من ذلک کے بجائے۔ وان کان الخوف اکثر من ذلک ہے۔ اور یہی زیادہ مناسب ہے۔ یعنی جب خوف اس سے زیادہ ہو یعنی اس کا ظن غالب ہو کہ دو ٹکڑے کرکے نماز پڑھنے کی حالت میں بھی حملہ کر دیں گے۔ تو جہاں ہوں وہیں اسی حال میں

عه صلوٰۃ الخوف ص۱۳۰ ثانی المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع ص۵۹۲ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی

عه صلوٰۃ الخوف باب صلوٰۃ الخوف رجالا ورکبانا ص۱۲۹ مسلم۔ نسائی۔ مؤطا امام مالک

عه اول صلوٰۃ الخوف ص۲۲۹

لے اول صلوٰۃ الخوف باب من قال یکبرون جمیعا ص۱۷۵

ته ابوداؤد اول صلوٰۃ باب من قال یصلی لکل طائفة ثم یسلم فیقوم الذین خلفه ص۱۷۷

حدیث ۵۹۱

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَامَ النَّاسُ مَعَہٗ فَکَبَّرَ وَکَبَّرُوْا مَعَہٗ وَرَکَعَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ۔ (خوف کے وقت) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نماز کے لئے کھڑے ہوئے) اور کچھ لوگ حضور کے ساتھ کھڑے ہوئے حضور نے تکبیر کہی

خواہ قبلہ رُخ ہوں یا نہ ہوں اشارے سے نماز پڑھیں نسائی میں یہ زائد ہے۔ یومی ایماءً۔ اشارے سے پڑھے۔ موطا امام مالک میں یہ زائد ہے۔ قبلہ رُخ ہو یا نہ ہو۔

نحوامن قول مجاهد امام مجاہد نے یہ فرمایا ہے کہ جب فریقین گتھم گتھا ہو جائیں تو کھڑے کھڑے اشارے سے نماز پڑھیں۔ یہی حضرت ابن عمر کا بھی ارشاد ہے۔ امام مجاہد نے جو فرمایا وہ ان کا اپنا ارشاد ہے لیکن حضرت ابن عمر نے جو فرمایا بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا اپنا فتویٰ ہے۔ مگر امام بخاری نے جو یہ کہا۔ زاد ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہ اس پر نص ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ یہی ہمارا مسلک ہے کہ جب خوف سخت ہو تو جہاں رہے وہیں جس حالت میں ہو اشارے سے نماز پڑھ لے۔ اور اگر اس کا بھی موقع نہ ہو تو نماز مؤخر کردے۔ جیسا کہ غزوۂ خندق میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

اقول: اس استدلال میں ایک شبہ یہ ہے کہ اس وقت نماز خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے مؤخر فرمائی۔ ثم اقول وباللہ التوفیق ——— نماز خوف مشروع نہ ہونے کے باوجود واقعہ خندق سے یہ مستفاد ہوا کہ دشمن کے ہجوم کی وجہ سے نماز کی مہلت نہ ہو تو نماز کا مؤخر کرنا فرض ہے۔ اور یہاں جبکہ نماز خوف کا بھی موقعہ نہ ہو تو یہ صادق ہے کہ نماز کی مہلت نہیں۔ دونوں میں علت مشترکہ نماز کی مہلت نہ ہونا ہے۔ اس لئے قیاس درست ہے۔ البتہ جلد ثانی ص۲۶۸ پر ہم نے جو یہ لکھا تھا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر نمازِ خوف نہیں پڑھی گئی تو معلوم ہوا کہ اس وقت تک نمازِ خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ یعنی غزوۂ خندق میں نماز نہ پڑھنے سے یہ استدلال کہ اس وقت نماز خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ درست نہیں۔ اگرچہ یہ واقعی صحیح ہے کہ اس وقت تک نمازِ خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اس کے بعد حدیبیہ کے موقع پر مشروع ہوئی ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمد ابوداؤد و نسائی کے حوالے سے گزر چکا۔

تشریحات ۵۹۱ نسائی کی روایت میں بطریق ابوبکر بن ابی الجہم یہ زائد ہے۔ ولم یقضوا انہوں نے ایک رکعت اور نہیں پڑھی۔ نیز یہ بھی کہ یہ نماز ذو قرد میں پڑھی

۱؎ جلد رابع ص۵۹ ۲؎ اول۔ صلوٰۃ۔ باب صلوٰۃ الخوف ص۱۴۷ ای ان یصلی بہم ص۱۲۳

۳؎ اول صلوٰۃ الخوف ص۲۳۰ ۴؎ ایضاً ص۲۲۸

وَرَكَعَ نَاسٌ مِّنْهُمْ ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوْا مَعَهٗ ثُمَّ قَامَ

اور ان لوگوں نے بھی حضور کے ساتھ تکبیر کہی اور حضور نے رکوع کیا تو ان لوگوں نے رکوع کیا پھر حضور نے سجدہ کیا

لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِيْنَ سَجَدُوْا وَحَرَسُوْا اِخْوَانَهُمْ

اور ان لوگوں نے بھی حضور کے ساتھ سجدہ کیا پھر دوسری رکعت کے لئے حضور کھڑے ہوئے۔ تو جو لوگ سجدہ کر چکے

وَاَتَتِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى فَرَكَعُوْا وَسَجَدُوْا مَعَهٗ

تھے وہ ہٹ گئے اور اپنے بھائیوں کی حفاظت کرنے لگے اور دوسرا گروہ آیا اور انہوں نے حضور کے ساتھ

وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِيْ صَلٰوةٍ وَّلٰكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا

رکوع اور سجدہ کیا اور سب لوگ نماز میں رہے لیکن بعض بعض کی حفاظت کرتے رہے۔

ایک روایت میں ہے۔ کہ دشمن مسلمانوں اور قبلے کے درمیان تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے۔ کہ جب دشمن ہمارے اور قبلے کے مابین ہو تو نماز خوف کا یہی طریقہ ہے۔ کہ امام کے سلام پھیرتے ہی دونوں گروہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مزید ایک ایک رکعت پڑھی نہیں۔ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ امام کے تحریمہ باندھنے کے بعد وہ گروہ جو دشمن کے مقابل ہے امام کے پیچھے نہیں۔ حکماً نماز میں شریک ہے یعنی نماز خوف حقیقت میں دو رکعت ہے اگرچہ ایک رکعت معلوم ہوتی ہے اور وہ جو بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ نماز خوف ایک رکعت ہے۔ اس سے مراد امام کے ساتھ ایک رکعت ہے۔ اور یہی امام شافعی سے بھی ابن قصار نے روایت کیا حضرت امام ابو یوسف نے فرمایا۔ کہ اس صورت میں یہی حکم ہے البتہ جب دشمن قبلے کی جانب نہ ہو تو دو رکعت اس طریقے سے پڑھیں گے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ نص قرآنی کے معارض ہے۔ ارشاد ہے: وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ ـــ اور دوسری جماعت آئے جس نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھے۔ اس ارشاد میں تصریح ہے۔ کہ امام نے جب پہلی رکعت پڑھی تو جو گروہ دشمن کے مقابل تھا اس نے نماز نہیں پڑھی۔ اور حضرت ابن عباس کے مذہب کا مفاد یہ ہے کہ وہ بھی ایک رکعت پڑھ چکا۔

عہ صلوٰۃ الخوف باب یحرس بعضہم بعضا فی صلوٰۃ الخوف ص۱۲۹ نسائی

باب ۱۷۷

وَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّ اِنْ کَانَ تَهَیَّاَ الْفَتْحُ وَلَمْ یَقْدِرُوْا عَلَی الصَّلٰوةِ صَلَّوْا اِیْمَاءً کُلُّ امْرِئٍ لِنَفْسِهٖ فَاِنْ لَمْ یَقْدِرُوْا عَلَی الْاِیْمَاءِ اَخَّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰی یَنْکَشِفَ الْقِتَالُ اَوْ یَاْمَنُوْا فَیُصَلُّوْا رَکْعَتَیْنِ فَاِنْ لَمْ یَقْدِرُوْا صَلَّوْا رَکْعَةً وَسَجْدَتَیْنِ فَاِنْ لَمْ یَقْدِرُوْا فَلَا یُجْزِیْهِمُ التَّکْبِیْرُ وَیُؤَخِّرُوْنَهَا حَتّٰی یَاْمَنُوْا وَبِهٖ قَالَ مَکْحُوْلٌ عه

امام اوزاعی نے فرمایا اگر فتح قریب ہو اور نماز پر قادر نہ ہوں تو اشارے سے ہر شخص اپنی نماز پڑھے — اور اگر اشارے پر قادر نہ ہوں تو نماز مؤخر کر دیں۔ جب جنگ ختم ہو جائے یا لوگ امن میں ہوں تو دو رکعت پڑھیں — اگر اس پر قادر نہ ہوں تو ایک رکعت اور دو سجدے کریں اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو صرف تکبیر کافی نہیں۔ نماز مؤخر کریں یہاں تک کہ خوف جاتا رہے۔ اور یہی مکحول نے بھی کہا۔

باب ۱۷۸

وَقَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

تشریحات ۱۷۷

امام ثوری امام مجاہد اور حکم کا مذہب یہ ہے کہ اگر لڑائی اس درجے پر ہے کہ اشارے سے بھی نماز پڑھنی ممکن نہیں تو تکبیر کافی ہے۔ بعد میں نماز پڑھنے کی حاجت نہیں اس کے برخلاف امام عبد الرحمٰن بن عمرو اوزاعی اور امام ابو عبد اللہ مکحول فقیہ اہل شام تابعی فرماتے ہیں کہ تکبیر کافی نہیں۔ اس وقت نماز مؤخر کرے۔ پھر جب خوف جاتا رہے تو پڑھے۔ ان لوگوں کی دلیل غزوۂ خندق کا واقعہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کے بجائے تکبیر نہیں کہی۔ بلکہ نماز مؤخر فرمائی اور بعد میں پڑھی۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا۔ کہ اس وقت نماز خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ ہم ابھی بتا آئے کہ اس سے استدلال پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

تشریحات ۱۷۸

تُستَر۔ فارس کے صوبہ خوزستان میں اہواز کے علاقہ میں مشہور شہر ہے۔ اسے اُس وقت وہاں شستر کہا جاتا تھا۔ یہ دوبارہ فتح ہوا ہے۔ ایک مرتبہ صلح سے دوبارہ جنگ سے — امام واقدی نے فرمایا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوس کی فتح سے فارغ ہو کر

عه صلوٰة الخوف باب الصلوٰة عند مناهضة الحصون ولقاء العدو ص ۱۲۹

حَضَرْتُ مُنَاهَضَةَ حِصْنِ تُسْتَرَ عِنْدَ اِضَاءَةِ الْفَجْرِ وَاشْتَدَّ
میں تستر کے قلعے پر حملے کے وقت میں موجود تھا۔ اور جنگ کی
اشْتِعَالُ الْقِتَالِ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ فَلَمْ نُصَلِّ اِلَّا بَعْدَ
سخت بھڑک ہوتی تھی لوگ نماز پڑھنے پر قادر نہ تھے اس لئے
ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَصَلَّيْنَاهَا وَنَحْنُ مَعَ اَبِيْ مُوْسٰى فَفُتِحَ لَنَا
دن بلند ہونے کے بعد لوگوں نے نماز پڑھی اور ہم ابو موسیٰ کے ساتھ تھے قلعہ فتح ہو گیا
قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَمَا يَسُرُّنِيْ بِتِلْكَ الصَّلٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ع
حضرت انس بن مالک نے فرمایا۔ اس نماز کے عوض دنیا و مافیہا مجھے خوش نہیں کر سکتی

۲۰ھ میں تستر پر حملہ آور ہوئے۔ ان دنوں تستر کا حاکم ہرمزان تھا۔ تستر فتح ہوا۔ اور ہرمزان کو گرفتا
ر کر کے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ جب وہ بارگاہ خلافت میں حاضر ہوا تو اس
سے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا۔ تو نے بار بار غداری کی اس کا عذر تیرے پاس کیا ہے؟
اس نے کہا مجھے ڈر ہے کہ آپ بتانے سے پہلے مجھے قتل نہ کر دیں۔ ارشاد فرمایا۔ ڈرمت۔ اس نے پانی مانگا۔
جب پیالہ ہاتھ میں لیا۔ تو اس کا ہاتھ کانپنے لگا۔ اور اس نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ میں پانی پینے کی حالت
میں قتل نہ کر دیا جاؤں۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ جب تک پانی نہیں پی لے گا۔ اس وقت تک کچھ نہ ہوگا
اس نے پانی گرا دیا۔ حضرت عمر نے دوسرا پانی لانے کا حکم دیا۔ اور فرمایا اس پر قتل اور پیاس جمع مت کرو۔ اس
نے کہا مجھے پانی کی حاجت نہیں۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا میں تجھے قتل کروں گا۔ اس نے کہا۔ آپ مجھے
امان دے چکے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ تو جھوٹا ہے۔ اس نے کہا آپ نے یہ نہیں فرمایا ہے —
جب تک بتائے گا نہیں جب تک پانی نہیں پیئے گا اس وقت تک کچھ نہ ہوگا۔ اس کی تائید سب موجودین نے
بھی کی حتیٰ کہ حضرت انس نے بھی۔ تو حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ تو نے مجھے فریب دیدیا —— اس کے بعد وہ مسلمان
ہوگیا۔ حضرت فاروق اعظم نے اسے مدینہ طیبہ ہی میں رکھا۔ اور دو ہزار وظیفہ پانے والوں میں اسے داخل فرمایا
یہ ہمہ وقت حضرت فاروق اعظم کے ساتھ رہتا۔ فارس کی مہمات میں اس سے مشورہ بھی فرماتے۔ حضرت فاروق اعظم
کے قاتل ابو لولو مجوسی سے اس کا ملنا جلنا تھا۔ اسی لئے جب ابو لولو نے حضرت فاروق اعظم پر قاتلانہ حملہ کیا۔ تو
سازش میں ملوث ہونے کے شبہ پر حضرت فاروق اعظم کے صاحبزادے عبید اللہ بن عمر نے اسے قتل کر دیا
حضرت فاروق اعظم کے حکم سے "عبید اللہ" قید کر دیئے گئے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے
تو پہلا معاملہ یہی ان کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ع۔ صلوٰۃ الخوف باب الصلوٰۃ عند مناهضة الحصون ولقاء العدو ص۱۲۹

باب ۱۷۹

وَقَالَ الْوَلِيدُ ذَكَرْتُ لِلْاَوْزَاعِيِّ صَلٰوةَ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ وَاَصْحَابِهٖ عَلٰى ظَهْرِ الدَّابَّةِ فَقَالَ كَذٰلِكَ الْاَمْرُ عِنْدَنَا اِذَا تَخَوَّفَ الْفَوْتَ ؏

اور ولید نے کہا میں نے اوزاعی سے حضرت شرجیل بن السمط اور ان کے ہمراہیوں کی نماز کا تذکرہ کیا کہ انہوں نے سواریوں پر پڑھی۔ تو انہوں نے کہا ہمارے نزدیک ایسا ہی ہے جبکہ نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو

ے مشورہ کیا۔ توانہوں نے فرمایا۔ اس کو چھوڑنا انصاف نہیں۔ حضرت عثمان نے عبید اللہ کے قتل کا حکم دیا۔ اس پر بعض مہاجرین نے کہا۔ سبحان اللہ! کل اس کے باپ قتل کیے گئے اور آج ان کا بیٹا قتل کیا جاتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عثمان نے ہرمزان کا خوں بہا اپنے پاس سے ادا کر کے معاملہ رفع دفع کیا۔ لہ

اس فوج میں کثیر صحابہ کرام تھے۔ ان کے عمل سے ثابت ہوا کہ جب جنگ کی وجہ سے نماز کا موقع نہ ہو یا نماز میں مشغولیت کی وجہ سے یہ اندیشہ ہو کہ فتح میں دشواری پیدا ہو جائیگی۔ اور جنگ جاری رکھنے میں امید ہو کہ فتح عنقریب ہو جائے گی۔ تو نماز کو مؤخر کر دیا جائے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اس وقت بھی محض تکبیر یا ذکر نماز کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ بعد میں نماز پڑھی جائے گی۔ اس اثر کو ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے موصول کیا ہے۔

تشریحات ۱۷۹

یہ ولید بن مسلم القرشی اموی دمشقی ہیں۔ انہیں ایک جماعت نے صحابہ میں شمار کیا ہے شرجیل بن السمط کندی کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ اکمال میں انہیں تابعین میں شمار کیا ہے۔ ابن سعد نے انہیں طبقہ رابعہ میں شمار کیا ہے۔ یہ حضور کی خدمت میں وفد کے ساتھ حاضر ہوتے۔ اور مشرف با اسلام ہوئے۔ علامہ عینی نے ابن بطال کا قول نقل فرمایا۔ کہ میں نے تلاش کیا کہ کس موقع پر شرجیل نے اس طرح نماز پڑھی تھی مگر یہ مجھے نہیں ملا۔ اگر یہ پتہ چل جاتا کہ یہ کس موقع سے ہوا تو یہ طے ہو جاتا کہ یہ لوگ کسی کا تعاقب کر رہے تھے۔ یا ان کا کفار تعاقب کر رہے تھے۔ جس شخص کا کوئی پیچھا کر رہا ہو اسے سواری پر اشارے سے نماز جائز ہے۔ لیکن وہ لوگ جو کسی دشمن کا تعاقب کر رہے ہوں۔ ان کو ایسا جائز ہے یا نہیں۔ اس بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ طالب ہے یعنی کسی کا پیچھا کر رہا ہے تو اشارے سے نماز جائز نہیں۔ امام شافعی وغیرہ کے یہاں درست ہے۔ اگر پیدل چل رہے ہوں تو اشارے سے نماز درست نہیں۔ اگر سوار ہوں تو درست ہے۔ اور اگر مطلوب ہے کہ دشمن اس کا پیچھا کر رہا ہے تو سواری پر اشارے

؏ صلوٰۃ الخوف باب صلوٰۃ الطالب والمطلوب راکبا وایماءً ص ۱۲۹

لہ البدایۃ والنہایۃ جلد سابع ص ۱۴۸ - ۱۴۸

حدیث ۵۹۲

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْاَحْزَابِ لَا یُصَلِّیَنَّ

جب احزاب سے لوٹے تو ہم سے فرمایا۔ جب تک بنی قریظہ نہ پہنچ جاؤ

اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ فَاَدْرَکَ بَعْضَہُمُ الْعَصْرُ

کوئی عصر نہ پڑھے — کچھ لوگ راستے ہی میں تھے کہ عصر کا وقت ہوگیا

فِی الطَّرِیْقِ وَقَالَ بَعْضُہُمْ لَا نُصَلِّیْ حَتّٰی نَاْتِیَہَا وَقَالَ بَعْضُہُمْ بَلْ نُصَلِّیْ

ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا جب تک ہم وہاں پہنچ نہیں جائیں گے عصر نہیں پڑھیں گے اور ان میں سے

لَمْ یُرِدْ مِنَّا ذٰلِکَ فَذُکِرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بعض لوگوں نے کہا ہم (یہیں) پڑھیں گے حضور کا مقصد یہ نہیں تھا۔ ان دونوں باتوں کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فَلَمْ یُعَنِّفْ اَحَدًا مِّنْہُمْ[عہ]

سے ذکر کیا گیا تو حضور نے کسی کی سرزنش نہیں کی۔

ے ہمارے یہاں بھی نماز کی اجازت ہے — اس وقت شرجبیل سوار تھے۔ اس کی دلیل وہ روایت ے جو امام اوزاعی ہی سے ہے کہ شرجبیل نے کہا کوئی بھی اتر کر نماز نہ پڑھے سواری کی پیٹھ پر پڑھے مالک بن اشتر نخعی نے اُتر کر نماز پڑھی تو شرجبیل نے ان کے حق میں یہ کہا یہ مخالف ہے۔ اللہ کی مخالفت کی۔

کشمیری صاحب پر تعقب | کشمیری صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ مطلوب تھے — علامہ عینی نے ابن بطال کا قول نقل فرمایا کہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ واقعہ کس موقع کا ہے جس سے پتہ چلتا کہ یہ لوگ طالب تھے کہ مطلوب۔ اگر کشمیری صاحب نے کہیں اس کی تفصیل دیکھی تھی تو حوالہ ضرور تھا۔ یہ صرف رجماً بالغیب کہا ہے۔

تشریحات ۵۹۲ | ولید نے اسی حدیث سے امام اوزاعی کے قول کی تائید کی۔ امام بخاری بھی اس کو باب کی تائید میں لائے ہیں۔ یہاں باب یہ ہے کہ طالب اور مطلوب کی نماز سوار

عہ صلوٰۃ الخوف باب صلوٰۃ الطالب والمطلوب ص۱۲۹ ثانی المغازی باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب ص۵۹۱۔ مسلم مغازی۔

ہونے کی حالت میں اشارے سے۔ ولید کا استدلال یہ ہے کہ جن لوگوں نے نماز راستے میں نہیں پڑھی۔ انہوں نے عصر کو وقت کے بعد پڑھا۔ تو جبکہ طالب کو نماز کا مؤخر کرنا جائز ہے تو اشارے سے پڑھ لینا بدرجہ اولیٰ درست ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ استدلال تام نہیں۔ اس لئے کہ وقت کے بعد پڑھنے میں صرف ایک شرط وقت فوت ہوگا۔ اور اشارے سے پڑھنے میں رکوع، سجدہ، قعدہ کئی ارکان چھوٹیں گے۔

لم نرد مناذلک جن لوگوں نے راستے ہی میں نماز پڑھ لی۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ فرمایا جب تک بنی قریظہ نہ پہنچ لو کوئی نماز نہ پڑھے۔ یہ سمجھا کہ حضور بہت تیزی سے بنی قریظہ پہنچنے کی تاکید فرمارہے ہیں۔ اور تاکید کو مؤکد کرنے کے لئے یہ فرمایا ہے۔ اس حدیث سے اتنا بہرحال ثابت ہوا کہ اگر نماز پڑھیں گے تو اس کا اندیشہ ہو کہ دشمن ہاتھ سے نکل جائے گا یا اپنی قوت بڑھالے گا تو نماز مؤخر کرسکتے ہیں۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب العیدین

حدیث ۵۹۳

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِیْ جَارِیَتَانِ تُغَنِّیَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثٍ فَاضْطَجَعَ عَلَی الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْہَہٗ وَدَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ فَانْتَہَرَنِیْ وَقَالَ مِزْمَارَۃُ الشَّیْطَانِ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْہُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُہُمَا فَخَرَجَتَا وَکَانَ یَوْمَ عِیْدٍ یَلْعَبُ السُّوْدَانُ بِالدَّرَقِ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ ایک دفعہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے اور میرے پاس دو بچیاں بعاث کے حالات پر مشتمل گانا گا رہی تھیں۔ حضور بستر پر لیٹ گئے اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور ابوبکر آئے تو انہوں نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا شیطان کا راگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی طرف رخ انور فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ جانے دو۔ آج عید کا دن ہے۔ جب ابوبکر نے ان سے توجہ ہٹالی تو میں نے ان دونوں کو اشارہ کیا وہ چلی گئیں اور

تشریحات ۵۹۳

درق۔ چمڑے کی ڈھال کو کہتے ہیں۔ حراب حربۃ کی جمع ہے۔ چھوٹا نیزہ۔ السودان اسود کی جمع ہے۔ کالے رنگ والی کوئی چیز۔ یہاں حبشی مراد ہیں۔ مزمارۃ کا مادہ زمر۔ جس کے معنیٰ وہ آواز ہے جس میں سیٹی ہو۔ نیز زمر کے معنیٰ اچھی آواز کے ہیں۔ بانسری کو بھی مزمار کہتے

وَالْحِرَابِ فَاِمَّا سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

یہ عید کا دن تھا حبشی مسجد میں ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیلتے تھے۔ اب یا تو میں نے

وَاِمَّا قَالَ تَشْتَہِیْنَ تَنْظُرِیْنَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَاَقَامَنِیْ وَرَاءَہٗ خَدِّیْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا خود حضور ہی نے مجھ سے پوچھا دیکھنا

عَلٰی خَدِّہٖ وَھُوَ یَقُوْلُ دُوْنَکُمْ یَا بَنِیْ اَرْفِدَۃَ حَتّٰی اِذَا

چاہتی ہو؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ تو حضور نے اپنے پیچھے مجھے کھڑا کر لیا میرا رخسار حضور کے رخسار پر تھا

مَلِلْتُ قَالَ لِیْ حَسْبُکِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْھَبِیْ ع

حضور یہ فرماتے۔ اے بنی ارفدہ ادھر۔ یہاں تک کہ میں تھک گئی تو مجھ سے فرمایا۔ بس۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ تو فرمایا تو جاؤ۔

ہیں۔ یہاں مراد گانا ہے۔ ارفدہ یہ حبشیوں کے مورث اعلیٰ کا نام ہے۔ کتاب النکاح میں ہے۔ اور اندازہ لگاؤ کم عمر بچی جو کھیل کی شوقین ہو کتنی دیر کھڑی رہی ہوگی۔ اس کے بعد والے باب میں ہے کہ انصار کی دو بچیاں گا تی تھیں۔ طبرانی میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے۔ ان میں سے ایک حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ ابن ابی الدنیا نے کتاب العیدین میں تخریج کی ہے ان میں سے ایک کا نام حمامہ تھا۔ اس کے بعد والی روایت میں ہے۔ انصار نے یوم بعاث جو ایک دوسرے کو کہا تھا وہ گا رہی تھیں۔ باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین، میں ہے کہ وہ دف بجا کر گا رہی تھیں۔ اور یہ ایام منیٰ میں واقع ہوا تھا۔ بعاث مدینہ طیبہ میں کسی جگہ کا نام ہے۔ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے سے پہلے انصار کرام کے دونوں قبیلے اوس و خزرج میں بہت ہی خونریز تباہ کن معرکہ آرائیوں کا سلسلہ جاری تھا جو ایک سو بیس سال تک رہا۔ اخیر معرکہ جنگ بعاث تھی۔ اس میں حضرت اسید کے والد حضیر اوس کے سردار تھے۔ جو اس معرکے میں زخمی ہوئے اور انہیں زخموں کی وجہ سے مدت کے بعد جاں بحق ہوئے۔ اور خزرج کا سردار عمرو بن نعمان تھا۔ پہلے خزرج کا پلہ بھاری تھا مگر بعد میں وہ کمزور پڑ گئے۔ یہاں تک کہ عمرو بن نعمان کو ایک تیر لگا اور مر گیا۔ تو خزرج میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ اس جنگ میں انصار کے بڑے بڑے نامور مارے ڈالے گئے۔ اور انصار کی قوت فنا ہو گئی اس لئے خزرج کے کچھ حضرات مکہ معظمہ آئے تھے کہ قریش سے باہمی تعاون کا معاہدہ کریں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے یہ کہہ کر کہ ہم جس کام کے لئے آئے ہیں یہ اس سے بڑھ کر ہے۔ اسلام قبول کر لیا۔ جیسا کہ جلد اول ص ۱۲۶

ع العیدین باب ما جاء فی العیدین والتجمل ص ۱۳۰ الصلوٰۃ باب اصحاب الحراب فی المسجد ص ۶۵ باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام ص ۱۳۰ باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین ص ۱۳۵ الجہاد باب الدرق ص ۴۰۸ ثانی النکاح باب حسن المعاشرۃ ص ۷۷۹ باب نظر المرأۃ الی الحبشۃ ص ۷۸۸ مسلم صلوٰۃ نسائی العید ص

حدیث ۵۹۴

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَاْكُلَ تَمَرَاتٍ ۔ وَقَالَ مُرَجَّى بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَاْكُلُهُنَّ وِتْرًا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الفطر کو (نماز کے لئے) اس وقت تک تشریف نہ لے جاتے جب تک چند چھوہارے تناول نہ فرما لیتے اور انہیں طاق عدد کھاتے۔

بہ گزر چکا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جنگ بعاث ہی نے انصار کو اسلام سے مشرف فرمایا۔ ہوتا ہے کہ سرداری اور بڑائی کا غرور قبول حق سے عموماً مانع ہوتا ہے۔ اس جنگ میں ایسے تمام سردار ختم ہو گئے تھے۔ اور جو بچے تھے وہ سہارے کے متلاشی تھے۔ جب رحمت عالم کا دامن کرم ملا تو اس میں پناہ لے لی باب اذا فاتہ العید، میں یہ ہے کہ حضور نے اپنے کو کپڑے سے ڈھک لیا تھا۔ ہشام کی روایت میں یہ زائد ہے کہ حضور نے حضرت ابوبکر سے فرمایا۔ ہر قوم کے لئے ایک عید ہے۔ اور یہ ہماری عید ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ کپڑا اوڑھ کر لیٹے تھے۔ حضرت ابوبکر نے یہ خیال فرمایا۔ کہ حضور کی لاعلمی میں یہ گا رہی ہیں۔ اور عام طور پر یہ معلوم تھا کہ گانا بجانا اسلام میں ممنوع ہے۔ اس لئے حضرت ابوبکر نے ان بچیوں کو ڈانٹا۔ نسائی میں ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ہم نے شور اور بچوں کی آواز سنی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھے دیکھا کہ حبشی مسجد میں کھیل رہے ہیں اور بچے انہیں گھیرے ہوئے ہیں۔ مجھ سے فرمایا۔ اے حمیرا دیکھنا چاہتی ہو۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اسی میں یہ بھی ہے کہ حضور بار بار پوچھتے کیا تو سیر نہیں ہوئی۔ کیا تو سیر نہیں ہوتی۔ میں عرض کرتی نہیں۔ تاکہ میری جو حیثیت حضور کے نزدیک ہے اسے دیکھوں۔ ؎ باب من فاتتہ العید — میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حبشیوں کو منع فرمایا ایک روایت میں ہے کہ کنکری مارنے لگے تو حضور نے ارشاد فرمایا۔ اے عمر بنی ارفدہ کو امن دو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چھوٹی بچیوں کی آواز عورت نہیں۔ شادی عید وغیرہ کے موقع پر ایسا گانا جو فحش و خرافات نہ ہو، گانا اور سننا جائز ہے۔ دف جبکہ بغیر جھانجھ کے ہو تو کوئی حرج نہیں۔ تمرین و مشاقی کے لئے تلوار نیزہ وغیرہ آپس میں چلانا جائز ہے۔

تشریحات ۵۹۴

عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھا کر عید گاہ جانا مستحب ہے۔ اگر چھوہارے یا کھجوریں ہوں تو اور بہتر ہے۔ آج کل عام رواج ہے کہ عید کے دن

؎ العیدین باب الرخصۃ فی الاستماع الی الغناء ص۲۳۶ ۔ ۲؎ عمدۃ القاری ص۲۷۰

؎ العیدین باب الاکل یوم الفطر قبل الصلوٰۃ ص۳۰

حدیث ٥٩٥

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ فَلْیُعِدْ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی

فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ ھٰذَا یَوْمٌ یُشْتَھٰی فِیْہِ اللَّحْمُ وَذَکَرَ مِنْ جِیْرَانِہٖ

وہ دوبارہ کرے۔ تو ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ یہ ایسا دن ہے کہ اس میں گوشت کی خواہش

فَکَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدَّقَہٗ قَالَ وَعِنْدِیْ

کی جاتی ہے اور اپنے پڑوسیوں کا تذکرہ کیا گویا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سچ جانا انہوں نے

جَذَعَۃٌ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ شَاتَیْ لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عرض کیا میرے پاس بکری کا ایک سال سے کم کا بچہ ہے جو مجھے دو گوشت والی بکریوں سے زیادہ عزیز ہے۔ تو

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَا اَدْرِیْ اَبَلَغَتِ الرُّخْصَۃُ مَنْ سِوَاہُ اَمْ لَا۔

انہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دے دی میں نہیں جانتا یہ اجازت ان کے علاوہ بھی کسی کو ہے یا نہیں

حدیث ٥٩٦

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

قَالَ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاَضْحٰی بَعْدَ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم الاضحیٰ میں خطبہ دیا۔ یہ فرمایا جس

الصَّلٰوۃِ فَقَالَ مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَنَسَکَ نُسُکَنَا فَقَدْ اَصَابَ

نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی تو اس کی قربانی درست ہوئی

النُّسُکَ وَمَنْ نَسَکَ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ فَاِنَّہٗ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ وَلَا نُسُکَ لَہٗ فَقَالَ اَبُوْ بُرْدَۃَ

اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ نماز سے پہلے ہے۔ اور اس کی قربانی نہیں ہوئی۔ اس پر ابو بردہ

بْنُ نِیَارٍ خَالُ الْبَرَاءِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاِنِّیْ نَسَکْتُ شَاتِیْ

بن نیار حضرت براء کے ماموں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنی بکری کی قربانی

سوئیاں لوگ کھاتے ہیں۔ اس سے بھی سنت ادا ہو جائے گی۔ شارحین نے چھوہارے کھانے کی حکمت یہ بتائی ہے کہ اس میں مٹھاس ہوتی ہے۔ جو آنکھ کی روشنی بڑھاتی ہے۔ اور سوئیاں بھی میٹھی ہی پکتی ہیں۔ اسے بدعت کہنا جہالت ہے۔

تشریحات ٥٩٥ ٥٩٦

جذعۃ — امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ جذعۃ بھیڑ یا بکری کے تندرست فربہ بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال سے کم کا ہو۔ قاموس میں ہے کہ جس بچے

عہ العیدین باب الاکل یوم النحر ص١٣٠ باب کلام الامام والناس فی خطبۃ العیدین ص١٣٣ (باقی اگلے صفحہ)

قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَعَرَفْتُ اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَّاَحْبَبْتُ

نماز سے پہلے کر ڈالی۔ اور میں نے یہ سمجھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے اور میں نے یہ پسند

اَنْ يَّكُوْنَ شَاتِیْ اَوَّلَ شَاةٍ تُذْبَحُ فِیْ بَيْتِیْ فَذَبَحْتُ شَاتِیْ

کیا کہ میری بکری سب سے پہلی ہو جو میرے گھر میں ذبح کی جائے۔ اس لئے میں نے

وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ اَنْ اٰتِیَ الصَّلٰوةَ قَالَ شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ

اپنی بکری ذبح کر دی اور نماز کے لئے آنے سے پہلے کھا بھی لیا ہے۔ ارشاد فرمایا تیری بکری

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَّنَا جَذَعَةً اَحَبُّ

گوشت کی بکری ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہمارے پاس بکری کا ایک بچہ ہے

اِلَیَّ مِنْ شَاتَيْنِ اَفَتَجْزِیْ عَنِّیْ قَالَ نَعَمْ وَلَنْ

جو ایک سال سے کم کا ہے وہ مجھے دو بکریوں سے زیادہ پسند ہے کیا وہ میری طرف سے کافی ہو گا

تَجْزِیَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ ؏

ارشاد فرمایا ہاں۔ اور تیرے بعد کسی کی طرف سے کافی نہ ہو گا۔

کے ابھی دانت نہ جمے ہوں اسے جذعہ کہا جاتا ہے۔ عناق بکری کے چھوٹے بچے کو کہتے ہیں۔ اس لئے اس کا یہ ترجمہ کرنا بھیڑ کا ایک سال کا بچہ، صحیح نہیں یہاں جذعہ سے بکری کا بچہ مراد ہے۔ اس پر دوسری روایت نص ہے۔ الاضاحی میں باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابی بردة میں یہ تصریح ہے۔ وان لی داجنا من المعز۔ میرے لئے بکری کا ایک بچہ ہے اور وہ بچہ ایک سال سے کم کا تھا۔ اس پر دوسری روایتیں صراحتاً دال ہیں۔ باب التکبیر للعید اور الاضاحی باب الذبح بعد العید — میں ہے۔ وجذعة خیر من مُسِنَّةٍ — اور میرے پاس ایک بچہ ہے جو سال بھر والے سے اچھا ہے۔ علاوہ ازیں بعد کا یہ ارشاد۔ لن تجزی عن احد بعدک ؏ تیرے بعد کسی کی طرف سے کافی نہ ہو گا۔ بھی اس کا قرینہ ہے کہ اس سے مراد بکری کا سال بھر سے کم کا بچہ ہے۔ اس لئے کہ بھیڑ اور دنبے کا ششماہی بچہ جو دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو، بالاتفاق اس کی قربانی درست ہے۔

(تخریج) ثانی الاضاحی باب ما یشتھی من اللحم یوم النحر ص۸۳۲ باب من ذبح قبل الصلوٰة اعادھا ص۸۳۳ مسلم الذبائح نسائی صلوٰة العیدین باب الاکل یوم النحر ص۱۳۰ باب الخطبة بعد العید ص۱۳۱ باب التکبیر للعید ص باب کلام الامام والناس فی خطبة العید ص۱۳۲ باب سنة العیدین لاهل الاسلام ص۱۳۰ ثانی۔ الاضاحی۔ باب سنة الاضحیة ص۸۳۲ ثانی الاضاحی باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابی بردة ص۸۳۳ باب الذبح بعد الصلوٰة ص۸۳۳ باب من ذبح قبل الصلوٰة اعادھا ص۸۳۳ الایمان والنذور باب اذا حلف ناسیا ص ابوداؤد ضحایا نسائی ضحایا

حدیث ۵۹۷ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخرج یوم الفطر
کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحی کے دن عیدگاہ
والاضحی الی المصلی فاول شیئ یبدأ بہ الصلوۃ ثم
تشریف لے جاتے سب سے پہلے نماز پڑھتے پھر رخ بدلتے اور لوگوں
ینصرف فیقوم مقابل الناس والناس جلوس علی
کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی اپنی صفوں پر بیٹھے رہتے تو انہیں
صفوفہم فیعظہم ویوصیہم ویامرہم فان کان
نصیحت فرماتے اور انہیں حکم دیتے۔ اب اگر کہیں لشکر بھیجنا
یرید ان یقطع بعثا قطعہ او یامر بشیئ امر بہ
ہوتا تو اسے الگ کردیتے یا اگر کسی بات کا حکم دینا چاہتے تو اس کا
ثم ینصرف فقال ابو سعید فلم یزل الناس علی
حکم دیتے پھر لوٹتے۔ حضرت ابو سعید نے فرمایا۔ لوگ اسی طریقے پر رہے۔

مسائل ہمارے یہاں نماز عیدین واجب ہے۔ اس کی دلیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسے پوری پابندی کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ اس طرح کہ کبھی ترک نہیں فرمایا۔ شیخ الاسلام نے اس پر اس آیت کریمہ سے استدلال فرمایا:

ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی "رمضان کی گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بیان
ما ھدٰکم۔ (بقرہ ۱۸۵) کرو اس پر کہ اس نے تم کو ہدایت دی۔"

اس آیت کریمہ میں تکبیر سے مراد نماز عید الفطر ہے۔ اسی طرح عید الاضحی کا وجوب اس سے ثابت ہے کہ فرمایا
فصل لربک وانحر۔ "اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔"

نماز عید کی صحت و فرضیت کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعے کے ہیں۔ عیدین میں نماز کے بعد خطبہ سنت ہے۔ بکری کے ایک سال سے کم کے بچے کی قربانی درست نہیں۔ اگرچہ بہت فربہ ہو دیکھنے میں سال بھر یا اس سے زائد کا معلوم ہوتا ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار ہے وہ جو چاہیں جس کے لئے چاہیں خاص کرسکتے ہیں جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کرسکتے ہیں۔

شرحیات ۵۹۷ کثیر بن صلت بن معاویہ الکندی۔ عہد رسالت میں پیدا ہوئے۔ اور عہد فاروقی میں اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور یہیں بس گئے اور بنی جمع

ذٰلِكَ حَتّٰى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ فِىْ اَضْحٰى
یہاں تک کہ میں مروان کے ساتھ عید گاہ چلا اور وہ مدینے کا حاکم تھا۔ عید الاضحیٰ

اَوْفِطْرٍ فَلَمَّا اَتَيْنَا الْمُصَلّٰى اِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ
یا عید الفطر میں۔ جب ہم عید گاہ پہنچے تو دیکھا کہ ایک منبر ہے جسے کثیر بن صلت نے

فَاِذَا مَرْوَانُ يُرِيْدُ اَنْ يَرْتَقِيَهُ قَبْلَ اَنْ يُصَلِّىَ فَجَبَذْتُ
بنایا ہے اور مروان چاہتا ہے کہ منبر پر چڑھے تو میں نے اس کا کپڑا پکڑ کر اس کو کھینچا

بِثَوْبِهٖ فَجَبَذَنِىْ فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقُلْتُ لَهٗ
پس اس نے مجھے کھینچا اور منبر پر نماز سے پہلے چڑھ گیا۔ میں نے اس سے

غَيَّرْتُمْ وَاللّٰهِ فَقَالَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ
کہا تم نے سنت بدل ڈالی خدا کی قسم تو اس نے کہا اے ابو سعید جو تم جانتے ہو

فَقُلْتُ مَا اَعْلَمُ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّمَّا لَا اَعْلَمُ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمْ
وہ چلا گیا تو میں نے کہا جو میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ اس

يَكُوْنُوْا يَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ
پر اس نے کہا۔ لوگ نماز کے بعد ہمارے لئے بیٹھیں گے نہیں۔ اس لئے میں نے اسے نماز سے پہلے کر دیا ہے۔

کے حلیف بن گئے۔ اور ان کا نام قلیل تھا۔ حضرت عمر نے بدل کر کثیر رکھا۔ عید گاہ کے پاس قبلہ رخ ان کا بہت بڑا مکان تھا۔ اسی لئے انہوں نے منبر بنایا تھا۔ یہ منبر کچی اینٹوں سے بنایا تھا۔[۱]

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل مستخرج ہوتے۔ عیدین میں خطبہ نماز کے بعد ہے۔ عیدین سے قبل خطبے کی بدعت مروان نے ایجاد کی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حتی الوسع فرض ہے۔ نماز عید عید گاہ میں پڑھنا سنت ہے۔ عید گاہ میں منبر بنا لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر بنانے پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔

عہ العیدین باب الخروج الی المصلی بغیر منبر ص۱۳۱ - مسلم العیدین۔

[۱] مسلم العیدین ص۲۹۰

حدیث ۵۹۸ تا ۶۰۱

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان یصلی فی الاضحی والفطر ثم یخطب بعد الصلوۃ — اخبرنی عطاء عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما قال سمعتہ یقول ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خرج یوم الفطر فبدا بالصلوۃ قبل الخطبۃ — واخبرنی عطاء ان ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما ارسل الی ابن الزبیر فی اول ما بویع لہ انہ لم یکن یوذن بالصلوۃ یوم الفطر وانما الخطبۃ بعد الصلوۃ — واخبرنی عطاء عن ابن عباس وعن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہم قالا لم یکن یوذن یوم الفطر ولا یوم الاضحی وعن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قام فبدا بالصلوۃ ثم خطب الناس بعد فلما فرغ نبی اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نزل فاتی النساء فذکرھن وھو یتوکا علی ید بلال

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عید الاضحی اور عید الفطر میں نماز پڑھتے پھر نماز کے بعد خطبہ دیتے — حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے تو نماز خطبے سے پہلے پڑھی۔ اور عطاء نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے، حضرت ابن زبیر کی جب بیعت کی گئی تو اس کے شروع ہی میں یہ کہلا بھیجا کہ عید الفطر کے دن اذان نہیں ہوتی تھی۔ اور خطبہ نماز کے بعد ہی ہے۔ اور عطاء نے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہم نے فرمایا۔ عید الفطر اور عید الاضحی میں اذان نہیں ہوتی تھی — اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو پہلے نماز پڑھی۔ اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا اور جب اللہ کے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم (نماز) سے فارغ ہو گئے تو اترے اور عورتوں کے پاس تشریف لائے۔ اور انہیں نصیحت فرمائی اس وقت

وبلال باسط ثوبه تلقي فيه النساء صدقة قلت لعطاء أترى حقا

حضور بلال کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور بلال اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ ڈالتی تھیں۔

على الإمام الآن أن يأتي النساء فيذكرهن حين يفرغ قال

ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا کیا آج بھی امام پر لازم ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر عورتوں کے پاس آئے اور انہیں وعظ کرے۔

إن ذلك لحق عليهم وما لهم أن لا يفعلوا۔

عطاء نے کہا۔ ضرور یہ ان پر حق ہے۔ اور انہیں کیا ہو گیا کہ ایسا نہیں کرتے۔

تشریحات ۵۹۸ تا ۶۰۱

یہاں باب کا عنوان یہ ہے — اذان واقامت کے بغیر عید کے لئے پیدل یا سوار ہو کر جانا — اس کے چار جز ہیں۔ عید کے لئے پیدل چلنا۔ عید کے لئے سوار ہو کر چلنا۔ بغیر اذان کے جانا۔ بغیر اقامت کے نماز پڑھنا۔ ان میں تیسرے جز کا اثبات ان احادیث سے صراحۃً ہوتا ہے۔ اور چوتھے کا التزاماً کہ جہاں اذان نہیں وہاں اقامت بھی نہیں۔ اس بارے میں صریح احادیث بھی ہیں۔ مسلم وغیرہ میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ میں نے بارہا حضور کے ساتھ عیدین پڑھی ان میں نہ اذان تھی نہ اقامت۔ ابوداؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر اور عثمان نے عیدین بغیر اذان واقامت کے پڑھی۔ عیدین میں اذان واقامت نہیں۔ صرف دوبارہ الصلوٰۃ جامعۃ، کہنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔ اس بنا پر کہ امام زہری سے ایک حدیث مرسل میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین کے دن مؤذن کو حکم دیتے کہ وہ یہ پکارے۔ الصلوٰۃ جامعۃ۔ البتہ پہلے اور دوسرے جز کا اثبات ظاہر نہیں۔

اقول: ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے گئے ہوں گے۔ روایات میں تخصیص نہیں۔ اگر پیدل جانا یا سواری پر جانا فرض یا واجب ہوتا تو صحابہ کرام ذکر فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں طرح جانا جائز ہے۔ البتہ افضل یہ ہے کہ پیدل جائے نیز ابن ماجہ میں حضرت سعد قرظ اور حضرت ابن عمر سے یہ روایت ہے کہ پیدل جاتے بھی اور واپس بھی ہوتے۔ ترمذی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ سنت یہ ہے کہ عیدگاہ پیدل جائے اور جانے سے پہلے کچھ کھالے۔ اس لئے کہ طبرانی میں معجم کبیر میں بطریق محمد بن عبید اللہ بن رافع عن ابیہ عن جدہ راوی ہیں — کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عہ العیدین۔ باب المشی والرکوب الی العید بغیر اذان ولا اقامۃ ص۱۳۱ مسلم العیدین ابوداؤد الصلوٰۃ

لہ مسلم اول العیدین ص۲۹۰ ابوداؤد اول الصلوٰۃ باب ترک الاذان فی العید ص۱۶۳ عہ العیدین ص۲۹

لہ اول الصلوٰۃ باب ترک الاذان فی العید ص۱۶۳ عہ فتح الباری۔ ثانی ص۳۴۴

عہ اول۔ العیدین۔ باب فی المشی یوم العید ص۹۶

عید گاہ پیدل جاتے تھے۔ پیدل اس لئے تشریف لے جاتے تھے کہ عید گاہ مسجد اقدس سے صرف ہزار ہاتھ کے فاصلے پر تھی[1] اب اگر عید گاہ کافی فاصلہ پر ہو جیسا کہ ہندوستان میں عام طور پر عید گاہیں شہر سے باہر میل ادھ میل بلکہ اس سے بھی زیادہ فاصلے پر ہوتی ہیں تو سواری پر جانے میں کوئی حرج نہیں۔

وارسل الی ابن الزبیر اواخر ربیع الاول ۶۴ھ میں یزید پلید ہلاک ہوگیا۔ اس کے ہلاک ہونے کی اطلاع اول ربیع الآخر میں ملی۔ جبکہ حصین بن نمیر مکہ معظمہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اور منجنیق سے پتھر اور آگ برسا رہا تھا۔ اس نے ام فروہ نامی منجنیق سے آگ پھینکا جس سے کعبے کا پردہ اور کچھ کڑیاں جل گئیں۔ رکن یمانی، رکن اسود کی درمیانی دیوار تین جگہ سے پھٹ گئی اور پوری دیوار کالی ہوگئی اسی اثنا میں یزید کے مرنے کی اطلاع ملی۔ جب اہل شام کو اس کی اطلاع ہوئی تو حصین بن نمیر نے حضرت عبد اللہ بن زبیر سے کہا جس کے لئے ہم لڑ رہے تھے وہ مر گیا۔ دروازہ کھول دو کہ ہم طواف کر کے واپس جائیں۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر نے لڑائی بند کر کے دروازہ کھول دیا۔ طواف کرتے ہوئے حصین بن نمیر نے حضرت عبد اللہ بن زبیر سے کہا کہ میرے ساتھ شام چلو میں تمہارے لئے بیعت کرا دوں گا۔ انہوں نے اس کی بات پر اعتبار نہیں کیا اور اسے سخت جواب دیا۔ اس نے کہا میں تم کو عرب کے دانشوروں میں جانتا تھا۔ میں تم کو خلافت کے لئے بلا رہا ہوں اور تم مجھے قتل کی دھمکی دے رہے ہو۔ اس کے بعد حضرت ابن زبیر کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔ چونکہ بنی امیہ نے عیدین میں اذان و اقامت کی بدعت پھیلا دی تھی۔ اس لئے حضرت ابن عباس نے حضرت ابن زبیر کے پاس پیغام بھیجا تھا۔

ثم نزل اس حدیث اور دوسری احادیث میں تصریح ہے کہ عید گاہ میں منبر کثیر بن صلت نے بنایا تھا جو تابعی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں منبر نہ تھا۔ مگر یہاں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ خطبے سے فارغ ہو کر حضور اترے۔ علامہ احمد خطیب قسطلانی نے یہ توجیہ کی۔ کہ نزل۔ انتقل کے معنی کو متضمن ہے۔ یعنی وہاں سے چل کر عورتوں کے پاس آئے۔

اقول۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ مردوں نے جہاں نماز پڑھی ہو وہ جگہ اونچی تھی۔ عورتیں نشیب میں تھیں۔ اس تقدیر پر نَزَلَ، اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے درست ہے۔

نماز عید کہاں پڑھیں آج کل غیر مقلدین کے ایک طبقہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ آبادی میں عیدین صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آبادی میں مسجد نبوی ہوتے ہوئے نماز نہیں پڑھی۔ بلکہ میدان میں پڑھی۔ **اقول**:۔ یہ صحیح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں عیدین نہیں پڑھی۔ مگر یہ کہنا غلط ہے۔ کہ صحرا میں پڑھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاں عیدین پڑھتے

---

[1] عمدۃ القاری سادس ص ۲۷۹

حدیث ۶۰۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ

میں عید میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر

وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ

اور عثمان کے ساتھ حاضر ہوا یہ سب حضرات خطبے سے پہلے نماز پڑھتے

حدیث ۶۰۳

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ

اور ابو بکر اور عمر عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے۔

حدیث ۶۰۴

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن دو رکعت نماز پڑھی نہ اس سے

وَلَا بَعْدَهَا ثُمَّ اَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ

پہلے کوئی نماز پڑھی نہ اس کے بعد۔ نماز سے فارغ ہو کر عورتوں کے پاس آئے

تَجْعَلْنَ يُلْقِيْنَ تُلْقِي الْمَرْاَةُ خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا

اور حضور کے ہمراہ بلال تھے حضور نے انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو صدقہ دینے لگیں بالی اور ہار بلال کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔

عمدۃ القاری میں ہے کہ کثیر بن صلت کا گھر وادی بطحان کے کنارے وسط
تھے۔ وہ جگہ مدینہ طیبہ کے بیچ میں تھی
مدینہ ہی میں تھا۔ مسجد اقدس میں اتنی گنجائش نہ تھی کہ سب لوگ سما سکیں اس لئے وہاں میدان میں پڑھتے تھے۔ اسی
لئے فتح مکہ کے بعد جب مسجد حرام میں عیدین کی نماز قائم ہوئی تو انہیں میدان میں پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔
وہ لوگ مسجد حرام ہی میں عیدین پڑھتے رہے۔ وہاں پڑھنے سے روکا نہیں۔ یہ دلیل ہے کہ مسجد میں بھی
عیدین کی نماز بلا کراہت درست ہے۔ مگر عیدگاہ میں جاکر پڑھنا افضل ہے۔

تشریحات ۶۰۲ تا ۶۰۴

یہی ہمارا مذہب ہے کہ نماز عید سے پہلے کوئی بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ خواہ گھر میں پڑھے یا عیدگاہ میں۔ اس پر اجماع ہے کہ عیدین کی نماز دو رکعت ہے۔

۱؎ جلد سادس ص۲۸ ۲؎ العیدین باب الخطبۃ بعد العید ص۱۳۱ ثانی تفسیر سورۃ الممتحنۃ ص۷۲۷ مسلم العیدین باب الخطبۃ بعد العید ص۱۳۱ (باقی اگلے صفحہ پر)

ابو داؤد ۳؎ عیدین باب الخطبۃ بعد العید ص۱۳۱

باب ۱۸۰

وَقَالَ الْحَسَنُ نُهُوا اَنْ يَّحْمِلُوا السِّلَاحَ يَوْمَ الْعِيْدِ اِلَّا اَنْ يَّخَافُوْا عَدُوًّا ؏

اور امام حسن بصری نے فرمایا۔ عید کے دن ہتھیار لے جانے سے لوگوں کو منع کر دیا گیا۔ مگر یہ کہ کسی دشمن کا خطرہ ہو۔

حدیث ۶۰۵

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِيْنَ اَصَابَهٗ سِنَانُ الرُّمْحِ فِىْ اَخْمَصِ قَدَمِهٖ فَلَزِقَتْ قَدَمُهٗ بِالرِّكَابِ فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا وَذٰلِكَ بِمِنًى فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ فَجَاءَ يَعُوْدُهٗ فَقَالَ الْحَجَّاجُ لَوْ نَعْلَمُ مَنْ اَصَابَكَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَنْتَ اَصَبْتَنِىْ قَالَ وَكَيْفَ قَالَ حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِىْ يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيْهَا وَاَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ فِى الْحَرَمِ ؏

حضرت سعید بن جبیر شہید سے روایت ہے کہ میں اس وقت ابن عمر کے ساتھ تھا جب ان کے پاؤں کے تلے میں نیزے کا پھل لگا تھا اتنا کہ ان کا قدم رکاب سے چپک گیا۔ میں سواری سے اترا اور اسے نکالا، یہ منیٰ میں ہوا تھا۔ جب اس کی خبر حجاج کو ملی تو وہ عیادت کے لئے آیا اور کہا کاش ہیں جانتا کہ کس نے چبھایا ہے۔ تو ابن عمر نے فرمایا تو نے چبھایا ہے اس نے کہا کیسے؟ تو فرمایا تو اس دن ہتھیار لایا جس دن ہتھیار نہیں لایا جاتا تھا تو نے حرم میں ہتھیار داخل کیا۔ حالانکہ حرم میں ہتھیار داخل نہیں کیا جاتا تھا۔

(البقرہ ص۳۹۲) باب خروج الصبیان الی المصلی ص۱۳۳ باب الصلوۃ قبل العید ص۱۳۵۔ الزکوٰۃ باب من احب تعجیل الصدقۃ من یومها ص۱۹۲ اللباس باب خاتم للنساء باب القلائد والسخاب للنساء ص۸۷۳ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجۃ کلهم فی الصلوۃ

؏ العیدین باب ما یکره من حمل السلاح یوم العید ص۱۳۲

؏ العیدین باب ما یکره من حمل السلاح فی العید ص۱۳۲

حدیث ٦٠٦	حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ عمرو بن سعید اموی نے کہا۔ حجاج، ابن عمر کے پاس آیا۔

عَنْ اَبِیْهِ قَالَ دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَی ابْنِ عُمَرَ وَاَنَا عِنْدَهٗ قَالَ

کہا کیسے ہیں؟ فرمایا۔ اچھا ہوں۔ اس نے پوچھا کس نے نیزہ مارا ہے

كَیْفَ هُوَ قَالَ صَالِحٌ فَقَالَ مَنْ اَصَابَكَ قَالَ اَصَابَنِیْ مَنْ

فرمایا۔ جس نے اس دن ہتھیار لانے کا حکم دیا جس دن

اَمَرَ بِحَمْلِ السِّلَاحِ فِیْ یَوْمٍ لَا یَحِلُّ فِیْهِ حَمْلُهٗ یَعْنِی الْحَجَّاجَ عـه

ہتھیار لانا حلال نہیں۔ ان کی مراد حجاج تھا۔

تشریحات ٦٠٥، ٦٠٦

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حجاج کی بدعنوانیوں پر ہمیشہ تنقید کرتے رہتے۔ حجاج نے، عبدالملک بن مروان سے شکایت کی تو اس نے حجاج کو حکم دیا کہ ابن عمر کی مخالفت مت کر۔ اس نے ایک شخص کو حکم دیا۔ اس نے مزدلفہ سے واپسی پر منیٰ میں بھیڑ کر کے زہر آلود نیزہ ان کے قدم میں چبھا دیا۔ اس کے صدمے سے چند دن بیمار رہے اور وصال فرما گئے۔ حجاج نے نماز جنازہ پڑھائی۔ فخ یا ذوطوی مہاجرین کے قبرستان میں دفن کیا گیا

عید کے دن ہتھیار عید میں پورا شہر اکٹھا ہوتا ہے۔ دوست دشمن سب اکٹھے ہوتے ہیں۔ ہتھیار رکھنے میں خطرات ہیں۔ اس لئے عیدین کے موقعوں پر عیدگاہ میں ہتھیار لے جانا منع ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلاد اسلام میں عیدین میں ہتھیار لگا کر جانے سے منع فرمایا۔ مگر یہ کہ دشمن کے مقابل ہوں۔

ثبوت باب یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ عید اور حرم میں ہتھیار لے جانا منع ہے امام حسن بصری کے ارشاد سے عیدین اور حضرت ابن عمر کے ارشاد سے حرم میں ہتھیار لے جانے کی صراحۃً ممانعت ثابت ہے۔ حضرت ابن عمر کے اس ارشاد سے کہ تو اس دن ہتھیار لایا جس دن ہتھیار نہیں لایا جاتا تھا۔ صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ منیٰ میں ایام منیٰ میں ہتھیار لانا ممنوع ہے۔ علت اہم قسم کے لوگوں کا اجتماع ہے۔ اور یہی بات عیدین میں بھی ہے۔ اس لئے عیدین میں ہتھیار لے جانے کی اس سے ممانعت ثابت ہوئی۔

عـه العیدین باب مایکرہ من حمل السلاح یوم العید ص ١٣٢۔

لہ العیدین باب لبس السلاح فی یوم العید ص ٩٣

ت ۱۸۱

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ بُسْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنْ کُنَّا فَرَغْنَا فِیْ ھٰذِہِ السَّاعَۃِ وَذٰلِکَ حِیْنَ التَّسْبِیْحِ عہ

اور حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم اس وقت نماز عید سے فارغ ہو جاتے تھے — اور یہ نماز چاشت کا وقت تھا۔

ت ۱۸۲

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ اَیَّامُ الْعَشْرِ وَ الْاَیَّامُ الْمَعْدُوْدٰتُ اَیَّامُ التَّشْرِیْقِ عہ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا — اور اللہ کو یاد کرو چند معلوم دنوں میں۔ اس سے ایام العشر مراد ہیں اور الایام المعدودات ایام تشریق ہیں

ت ۱۸۳

وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَخْرُجَانِ فِی السُّوْقِ فِی الْاَیَّامِ الْعَشْرِ یُکَبِّرَانِ وَیُکَبِّرُ النَّاسُ بِتَکْبِیْرِھِمَا عہ

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذوالحجہ کے دس دنوں میں بازار جاتے اور تکبیر کہتے اور لوگ ان دونوں کی تکبیر پر تکبیر کہتے —

تشریحات ۱۸۱

یہاں باب یہ ہے۔ عید کے لئے سویرے جانا۔ اس حدیث میں تسبیح سے مراد نماز چاشت ہے۔ جیساکہ طبرانی کی روایت میں ہے۔ یعنی وقت کراہت گزر جانے کے بعد۔ اس تعلیق کو ابوداؤد[له] اور ابن ماجہ[عه] نے اس تفصیل سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے لئے گئے۔ امام کا دیر کرنا ناگوار ہوا تو فرمایا۔ ہم اس وقت تک فارغ ہوجاتے تھے۔ اور یہ تسبیح کا وقت تھا۔ اس باب میں حضرت براء بن عازب والی حدیث ۵۹۶ لائے ہیں باب پر استدلال یوں ہوا کہ یہاں اول ما نبدأ فی یومنا ھذا ان نصلی — اس دن ہم سب سے پہلے کام یہ کرتے کہ نماز پڑھتے۔ زائد ہے۔ اس سے متبادر کہ دن نکلنے کے بعد وقت ہوتے ہی ہم لوگ نماز پڑھ لیتے۔

تشریحات ۱۸۲

اس تعلیق کو سعید بن منصور نے اپنی تفسیر میں یوں ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے۔ "اللہ کی یاد کرو ایام معلومات میں"، اور اللہ کا ذکر کرو ایام معدودات میں۔ ایام معلومات سے ذوالحجہ کے دس دن مراد ہیں اور ایام معدودات سے ایام تشریق ہیں۔

عہ العیدین باب التکبیر للعید ص ۱۳۲

عہ العیدین باب فضل العمل فی ایام التشریق ص ۱۳۲ — عہ ایضا

له اول الصلوٰۃ باب وقت الخروج الی العید ص ۱۶۱ — عہ العیدین باب وقت صلوٰۃ العیدین ص ۹۳

ت ۱۸۴
حدیث ۶۰۷

وَکَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ خَلْفَ النَّافِلَۃِ عہ

اور محمد بن علی (باقر) نفل نماز کے بعد بھی تکبیر کہتے تھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِی اَیَّامٍ

سے روایت کی کہ فرمایا ان دنوں میں کسی عمل سے افضل دوسرے دنوں کا عمل نہیں

اَفْضَلُ مِنْہَا فِی ھٰذِہٖ قَالُوْا وَلَا الْجِہَادُ قَالَ وَلَا الْجِہَادُ

لوگوں نے عرض کیا۔ جہاد بھی نہیں؟ فرمایا جہاد بھی نہیں مگر وہ شخص

اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ یُخَاطِرُ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فَلَمْ یَرْجِعْ بِشَیْءٍ عہ

جو اپنے جان و مال کو خطرے میں ڈال کر دشمن سے مقابلہ کرے اور کچھ واپس نہ لائے

تشریحات ۱۸۳، ۱۸۴، ۶۰۷

ھٰذِہٖ سے ذوالحجہ کے عشرۂ اولیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ بلکہ ابوذر کی روایت میں فی ھٰذِہٖ کی جگہ فی ھٰذا العشر ہے۔ اور اسی کی تائید حدیث کے دوسرے طرق کی روایات سے بھی ہوتی ہے۔ ترمذی، مسند امام احمد وغیرہ میں یہی لفظ ہے۔ بلکہ دارمی کی روایت میں من ایام عشر ذی الحجۃ۔ وارد ہے۔ اس تقدیر پر اس حدیث کو باب سے کوئی مناسبت نہیں رہے گی اس لئے کہ باب یہ ہے۔ ایام تشریق میں عمل کی فضیلت — اور ایام تشریق دس تا تیرہ ذوالحجہ کو کہتے ہیں۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری کو ایام عشر والی روایت نہ پہنچی ہو اور انہوں نے۔ فی ھٰذِہٖ سے ایام تشریق سمجھ لیا ہو۔

العمل یہ اپنے عموم پر ہے۔ یعنی ذوالحجہ کے عشرہ اولیٰ کے اعمالِ حسنہ دوسرے ایام کے اعمال حسنہ سے افضل ہیں حتیٰ کہ جہاد سے بھی مگر یہ کہ دشمن کے مقابلے میں شہادت نصیب ہو اور مال بھی جاتا رہے۔ مگر باب کے مناسب یہ توجیہ ہے کہ۔ ان دونوں میں اس سے افضل کوئی عمل نہیں الا الجہاد فرائض و واجبات کی تخصیص کرنی پڑے گی۔ اسی لئے ابن بطال نے اسے نوافل کے ساتھ خاص کیا۔

فلم یرجع بشی اس کا ترجمہ بظاہر یہ ہے۔ کہ کچھ لوٹا کر نہیں لایا۔ با تعدیہ کے لئے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ خود لوٹا مگر مال جاتا رہا۔ مگر چونکہ شئ نکرہ تحت نفی ہے جو عموم کا افادہ کرتی ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اوپر جو مذکورہ ہے ان میں سے کچھ بھی نہیں لوٹا۔ تو یہ جان و مال دونوں کو شامل ہوا۔ اس معنی پر ابو عوانہ کی روایت نص ہے۔ اس میں یہ ہے: الا من لا یرجع بنفسہ ولا مالہ — دوسرے طریقے میں ہے۔ الا ان لا یرجع۔ تیسرے میں ہے۔ الا من عقر جوادہ واھریق دمہ۔

عہ العیدین باب فضل العمل فی ایام التشریق ص۱۳۲ عہ ایضا۔ ابوداؤد ترمذی۔ ابن ماجہ

ت ۱۸۵

وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي قُبَّتِهِ بِمِنًى

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منیٰ میں اپنے قبے میں تکبیر کہتے،

فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُونَ وَيُكَبِّرُ أَهْلُ الْأَسْوَاقِ حَتّٰى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيرًا

مسجد والے سنتے تو وہ بھی تکبیر کہتے۔ بازار والے بھی کہتے یہاں تک کہ منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتا

ت ۱۸۶

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُكَبِّرُ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما منیٰ میں ان دنوں تکبیر

بِمِنًى تِلْكَ الْأَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ وَعَلٰى فِرَاشِهِ

کہتے اور نمازوں کے بعد اپنے بچھونے پر اور اپنے خیمے میں بیٹھے

وَفِي فُسْطَاطِهِ وَمَجْلِسِهِ وَمَمْشَاهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامَ جَمِيعًا عـه

رہنے کی حالت میں چلنے کی حالت میں اور ان سب دنوں میں۔

ت ۱۸۷

وَكَانَتْ مَيْمُونَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تُكَبِّرُ يَوْمَ النَّحْرِ سـه

اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یوم النحر میں تکبیر کہتی تھیں۔

ت ۱۸۸

وَكُنَّ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعُمَرَ

ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے پیچھے مردوں کے

بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَيَالِيَ التَّشْرِيقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ للعه

ساتھ عورتیں بھی مسجد میں ایام تشریق میں تکبیر کہتی تھیں۔

حدیث ۹۰۸

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ سَأَلْتُ

محمد بن ابو بکر ثقفی نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ

أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مِنًى

تعالیٰ عنہ سے منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے تلبیہ کے بارے میں پوچھا۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جہاد کے بھی مختلف درجات ہیں۔ سب سے افضل یہ ہے کہ شہادت نصیب ہوجائے۔ نیز یہ ثابت ہوا کہ ذوالحجہ کا عشرہ اولیٰ دوسرے ایام سے افضل ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ جیسے ایک جگہ کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے ویسے ہی ایک وقت کو بھی دوسرے پر فوقیت ہے۔ ان ایام میں سب سے افضل عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کا دن ہے۔

عـه العیدین باب التکبیر ایام منی ص۱۳۲ عـه ایضاً

سـه ایضاً للعه ایضاً

إلى عرفات عن التلبية كيف كنتم تصنعون مع النبي

کہ آپ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کیسے کرتے تھے۔

صلى الله تعالى عليه وسلم قال كان يلبي الملبي

انہوں نے فرمایا تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا اس پر کوئی انکار

لا ينكر عليه و يكبر المكبر فلا ينكر عليه[ع]

نہیں کرتا اور تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا اور اس پر کوئی انکار نہیں کرتا۔

تشریحات ۱۸۵ تا ۱۸۸

۶۰۸

تعلیق ع ۱۸۵ کو سعید بن منصور نے اپنی تفسیر میں موصولاً روایت کیا ہے۔ اور تعلیق ع ۱۸۶ کو ابن منذر نے اور فاکہی نے اخبار مکہ میں اور بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے۔ تعلیق ع ۱۸۷ کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث اور آثار سے متعلق مندرجہ ذیل باتیں ہیں:

(۱) ایام تشریق کتنے دن ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ چار دن ہیں۔ ۱۰ تا ۱۳۔ مگر چونکہ دسویں ذوالحجہ کا مستقل نام یوم الاضحیٰ اور یوم النحر ہے۔ اس لئے اسے یوم تشریق نہیں کہتے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ جو امام شعبی سے مرسلاً مروی ہے۔ کہ فرمایا۔ جس نے تشریق سے پہلے قربانی کی وہ دوبارہ کرے۔

(۲) ان ایام میں تکبیر تشریق واجب ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ البتہ حضرت امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ یہ صرف فرائض کے بعد اس مقیم پر واجب ہے جس نے جماعت مستحبہ کے ساتھ فرائض ادا کئے ہوں اور وہ شہر میں ہو۔ اس لئے نہ مسافر پر واجب ہے نہ منفرد پر۔ نہ نماز وتر و عیدین و نوافل کے بعد اور نہ دیہات میں نماز پڑھنے والوں پر یوں ہی اگر تنہا عورتوں نے جماعت کی تو ان پر بھی نہیں۔ یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے ــــ امام محمد اور امام ابو یوسف نے فرمایا۔ ہر فرض کے بعد ہے خواہ تنہا پڑھے خواہ جماعت سے۔ مقیم یا مسافر، شہر میں ہو یا دیہات میں۔ احناف کا عمل اسی پر ہے۔ اور یہی امام مالک کا بھی مذہب ہے۔ امام شافعی نے فرمایا۔ کہ فرائض کے ساتھ نوافل کے بعد بھی ہے حتیٰ کہ نماز جنازہ کے بعد بھی۔ البتہ اگر عورتوں نے ایسی جماعت سے نماز پڑھی جس میں کوئی مرد نہ ہو یا مسافروں نے پڑھی جس میں کوئی مقیم نہ ہو تو ان پر تکبیر واجب نہیں ہے۔

(۳) تکبیر تشریق کب سے کب تک ہے۔ اس میں نو اقوال ہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ نویں کی فجر سے لے کر تیرھویں کی عصر تک ہے۔

(۴) اس تکبیر کے کلمات کیا ہیں۔ ہمارے یہاں مختار یہ ہیں: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ یہی حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ اور یہی امام احمد کا بھی مذہب ہے۔

ع العیدین باب التکبیر ایام منی ص ۱۳۲۔ المناسک باب التلبیۃ والتکبیر اذا غدا من منی الی عرفۃ ص ۲۲۵ مسلم الحج۔ نسائی۔ ابن ماجۃ۔ مناسک ۔ ۱؎ فتح الباری ثانی ص ۳۸۰

حدیث ۶۰۹

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ

خرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانی انظر الیہ

(عید کے بعد) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدگاہ سے نکلے گویا میں دیکھ رہا ہوں — جب

حین یجلس بیدہ ثم اقبل یشقہم حتی جاء النساء

اپنے ہاتھ کے اشارے سے لوگوں کو بٹھا رہے تھے۔ پھر لوگوں کے درمیان سے چیرتے ہوئے

معہ بلال فقال — یایہا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک

یہاں تک کہ عورتوں میں تشریف لائے۔ حضور کے ساتھ بلال تھے اور فرمایا اے نبی جب

علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین

تمہارے پاس عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو حاضر ہوں کہ اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور چوری

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، اثر کا مطلب یہ ہے کہ ان کا خیمہ مسجد خیف میں لگتا۔ وہ نماز کے بعد تکبیر کہتے تو مسجد کے سبھی لوگ اور بازار والے جو نماز میں شریک ہوتے، تکبیر کہتے — یا یہ کہ تکبیر سے خاص یہ تکبیر مراد نہیں۔ اور یہی حضرت ابن عمر کے اثر کا بھی محمل ہے۔

اور حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اس میں بھی تکبیر سے خاص یہ تکبیر مراد نہیں۔ بلکہ وہ کلمات مراد ہیں جو تلبیہ میں اضافہ کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہاں باب کا عنوان ہے۔ ایام منیٰ میں تکبیر کا بیان۔ اس کے تحت علاوہ ان آثار اور حدیث مذکور کے حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حدیث ۲۲۰ بھی لائے ہیں جو جلد ثانی میں گزر چکی ہے۔ یہاں یہ زائد ہے، فیکن خلف الناس ویکبرن بتکبیرہم — عورتیں عیدگاہ میں مردوں کے پیچھے رہتیں اور ان کے ساتھ تکبیر بھی کہتیں۔ امام بخاری نے یہاں تکبیر سے مراد تکبیر تشریق لیا ہے۔ ورنہ باب سے تعلق نہ رہے گا۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ اس سے مراد عیدین کی نماز ہے۔ اس لئے کہ دوسری روایتوں میں۔ ولیشہدن الخیر — ہے۔ اور خیر سے بالاتفاق نماز عیدین مراد ہے۔ ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ خود قرآن مجید میں نماز عید کا حکم۔ لتکبروا سے آیا ہے۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ مردوں کے ساتھ نماز پڑھیں اور ان کے ساتھ دعا مانگیں۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ نماز عیدین کے بعد دعا ہے۔

تشریحات ۶۰۹

یہ حدیث ابھی گزری ہوئی حدیث ۶۰۴ کا بقیہ حصہ ہے۔ جو کتاب التفسیر میں مکمل ہے۔ جہاں ابتدائی حصے میں یہ زائد ہے۔ ابن جریج نے امام عطاء سے پوچھا کہ عورتیں صدقہ فطر دیتی تھیں تو انہوں نے کہا۔ نہیں۔ یہ صدقہ تھا جو اس وقت دیتی تھیں یعنی

وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ

نہیں کریں گی اور بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور خود گڑھ کر بہتان

اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ

نہیں باندھیں گی اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہیں کریں گی تو ان سے بیعت لے لو

وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ثُمَّ قَالَ حِيْنَ فَرَغَ مِنْهَا

اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔ اللہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ اس آیت کی

اَنْتُنَّ عَلٰى ذٰلِكِ فَقَالَتْ اِمْرَاَةٌ وَّاحِدَةٌ مِّنْهُنَّ لَمْ يُجِبْهُ

تلاوت سے جب فارغ ہوئے تو فرمایا تم اسی روش پر ہو؟ تو ان میں سے ایک عورت نے کہا۔ جی حضور

غَيْرُهَا نَعَمْ لَا يَدْرِيْ حَسَنٌ مَنْ هِيَ قَالَ فَتَصَدَّقْنَ فَبَسَطَ

اس کے علاوہ کوئی عورت نہیں بولی۔ حسن نہیں جانتے تھے کہ یہ کون تھی۔ اس کے بعد عورتوں نے

بِلَالٌ ثَوْبَهٗ ثُمَّ قَالَ هَلُمَّ لَكُنَّ فِدَاءٌ اَبِيْ وَاُمِّيْ فَيُلْقِيْنَ

صدقہ دینا شروع کیا تو بلال نے اپنا کپڑا پھیلا دیا۔ پھر کہا لاؤ۔ تم پر میرے ماں باپ قربان

الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيْمَ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ[ع]

تو عورتیں چھلے اور انگوٹھیاں بلال کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔

حدیث ۶۱۰

عَنْ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ

حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر میں نماز پڑھی خطبہ دیا پھر قربانی کی اور

یہ صدقہ نافلہ تھا هلم لكن فداء ابي و امي حضرت بلال کا مقولہ ہے۔ اس میں فتخ کا لفظ آیا ہے۔ یہ فتخۃ کی جمع ہے۔ امام بخاری نے اخیر میں امام عبد الرزاق صاحب مصنف کا یہ قول نقل فرمایا کہ فتخ۔ بڑی انگوٹھیوں کو کہتے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں ہوتی تھیں مگر خلیل نے کہا کہ ایسی انگوٹھیاں ہیں جن میں نگ نہ ہوں۔ ثعلب نے کہا کہ یہ پاؤں کی انگوٹھیوں کو کہتے ہیں۔ الخواتیم پر عطف سے بھی یہی متبادر ہے۔ اس لئے خاتم سے اطلاق کے وقت وہ انگوٹھیاں مراد ہوتی ہیں جو ہاتھ کی انگلیوں میں پہنی جاتی ہیں۔

ع العیدین باب موعظۃ الامام النساء یوم العید ص۱۳۳ ثانی التفسیر سورہ ممتحنہ — اذا جاءك المومنات ص۷۲۶ مسلم ابو داؤد ابن ماجہ کلهم فی الصلوٰۃ۔

وَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ اُخْرٰى مَكَانَهَا وَمَنْ

فرمایا جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا ہے وہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور

لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللّٰهِ۔

جس نے قربانی نہیں کی ہے وہ اللہ کے نام سے ذبح کرے۔

حدیث ۶۱۱

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب عید کا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ

دن ہوتا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستہ بدل کر آتے جاتے

باب ۱۸۹

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا عِيْدُنَا اَهْلَ الْاِسْلَامِ

یہ ہماری عید ہے اے اہل اسلام۔

تشریحات ۶۱۱

مطلب یہ ہے کہ جس راستے سے عید گاہ جاتے اس کے علاوہ دوسرے راستے سے واپس ہوتے۔ شارحین حدیث نے اس میں یہ اسرار لکھے ہیں۔ (۱) تاکہ دونوں راستے گواہ ہوجائیں (۲) دونوں طرف کے سکان گواہ ہوجائیں (۳) تاکہ دونوں راستے حضور کے قدم سے مشرف ہوں (۴) دونوں راستے کے باشندوں کے لئے سرمایۂ افتخار ہو (۵) دونوں راستے والے حضور کی زیارت اور گزرنے سے برکت حاصل کریں (۶) اگر کوئی حاجتمند ہو تو اس کی حاجت پوری فرمائیں (۷) اگر کوئی دینی مسئلہ پوچھے تو بتادیں (۸) اسلام کی شوکت ظاہر ہوجائے (۹) اللہ عزوجل کے ذکر کا اعلان عام ہوجائے (۱۰) منافقین یہود جلیں (۱۱) ان پر رعب ہو (۱۲) بھیڑ میں کمی ہوجائے۔ اس قسم کے بہت سے اسرار نکل سکتے ہیں۔ بعض شراح نے بیس تک بیان کئے ہیں۔

تشریحات ۱۸۹

محدثین نے فرمایا کہ یہ ارشاد ہمیں کہیں نہیں ملا۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ قیاس یہ ہے کہ یہ دو حدیثوں کے اجزا ہیں جنہیں اکٹھا کردیا ہے۔ ھٰذا عیدنا ــ اس حدیث کا جز ہے جو بخاری ص۱۳۰ پر بطریق ہشام عن ابیہ عن عائشہ مروی ہے۔ اور اہل الاسلام۔ اس حدیث کا جز ہے جسے اہل سنن نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے جس میں

ع العیدین باب کلام الامام و الناس فی خطبۃ العید ص۱۳۳۔ ثانی۔ الصید والذبائح۔ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلیذبح باسم اللہ ص۸۲۷۔ الاضاحی۔ باب من ذبح قبل الصلاۃ اعادہ ص۸۳۳۔ الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیا ص۹۸۲۔ نسائی۔ ضحایا ع العیدین باب من خالف الطریق اذا رجع یوم العید ص۱۳۴۔ ع العیدین۔ باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین۔ ص۱۳۴

ت ۱۹۰ وَ اَمَرَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ
اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مَوْلَاهُ ابْنَ اَبِیْ عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ فَجَمَعَ اَهْلَهٗ وَ بَنِيْهِ وَصَلّٰى
نے اپنے آزاد کردہ غلام ابن ابی عتبہ کو حکم دیا تو انہوں نے ان کے اہل
كَصَلٰوةِ اَهْلِ الْمِصْرِ وَ تَكْبِيْرِهِمْ ؏
اور بیٹوں کو جمع کیا اور شہر والوں کی طرح نماز پڑھی۔ اور تکبیر کہی

ت ۱۹۱ وَقَالَ عِكْرِمَةُ اَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُوْنَ فِى الْعِيْدِ
اور عکرمہ نے کہا۔ دیہات والے عید کے دن اکٹھے
يُصَلُّوْنَ رَكْعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْاِمَامُ ؏
ہوں اور امام کی طرح دو رکعت پڑھیں

ہے۔ ایام منیٰ عیدنا اھل الاسلام۔

مطابقت باب یہاں یہ باب ہے جب نماز عید فوت ہوجائے تو دو رکعت پڑھے۔ اور ایسے ہی عورتیں اور جو لوگ گھروں اور دیہاتوں میں ہوں وہ بھی نماز عید پڑھیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ ہماری عید ہے اے اہل اسلام۔ اس ارشاد سے استدلال یوں ہے کہ نماز عید شکرانہ عید ہے اور حضور نے اس کا عید ہونا تمام اہل اسلام کے لئے عام فرمایا۔ اس میں مرد، عورت، شہری، دیہاتی، امام کے ساتھ والے، نہ ساتھ والے، کسی کی تخصیص، یا کسی کا استثنا نہیں جب عید سب کے لئے ہے تو اس کے شکر کی ادائیگی بھی سب پر لازم ہے۔

تشریحات ۱۹۰ ۱۹۱ حضرت انس والے اثر کو ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت انس کبھی کبھی اپنے اہل وعیال اور غلام کو جمع فرماتے انہیں عبد اللہ بن عتبہ نماز پڑھاتے۔ عکرمہ والے اثر کو بھی ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ جو عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن دیہات میں ہوں یا سفر میں ہوں وہ بھی اکٹھے ہوں اور نماز پڑھیں ان میں سے کوئی امامت کرے۔ حضرت انس کے اثر میں وتکبیرھم اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس اثر میں نماز سے مراد عیدین ہی کی نماز ہے جس میں زائد تکبیریں ہوتی ہیں مطلق نماز مراد نہیں۔ ان آثار سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نماز عید کے لئے نہ شہر شرط ہے نہ اذن امام۔ ہمارے یہاں یہ دونوں چیزیں شرط ہیں۔ دلائل کتاب الجمعہ میں گزر چکے۔ اور حضرت انس کے فعل کا جواب بھی وہیں مذکور ہے۔ رہ گیا عکرمہ کے قول کا جواب۔ تو وہ

عہ العیدین۔ باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین۔ صـ۱۳۳ عہ ایضاً

ت ۱۹۲	وَقَالَ عَطَاءٌ اِذَا فَاتَهُ الْعِيْدُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ عه اور امام عطار نے فرمایا جب نماز عید فوت ہو جائے تو دو رکعت پڑھے
ت ۱۹۳	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے

كَرِهَ الصَّلٰوةَ قَبْلَ الْعِيْدِ عه

عید سے پہلے نماز مکروہ جانا۔

تشریحات ۱۹۲

گزر چکا کہ ہمارے یہاں عیدین کی قضا نہیں۔ اور حضرت عطار تابعی ہیں ان کی رائے ہم پر حجت نہیں امام بخاری کے یہاں اقوالِ رجال حجت ہیں اس لئے ان کو دلیں میں پیش فرمایا امام بخاری کو اس باب کے ثبوت کے لئے کوئی حدیث صحیح نہیں ملی اس لئے اقوال رجال کی تقلید فرمائی۔ اس باب کے ضمن میں حدیث ۵۹۳ لائے جس میں دو بچیوں کے گانے کا تذکرہ ہے یہاں اخیر میں یہ اضافہ ہے۔ مسجد میں حبشی نیزے بازی کر رہے تھے تو انہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ڈانٹا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا انہیں چھوڑ دو۔ بنی ارفدہ کو امن دو مگر اس حدیث کا باب سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ ہے کہ یہ تابعی ہیں۔ اور تابعی کا قول احناف پر حجت نہیں خصوصاً جبکہ وہ حدیث کے معارض ہو۔

تشریحات ۱۹۳

ہمارا مسلک بھی یہی ہے کہ عید کے دن نماز عید سے پہلے نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے خواہ گھر پڑھے خواہ مسجد میں خواہ عید گاہ میں۔ اسی طرح نماز عید کے بعد عید گاہ میں مکروہ ہے۔ گھر یا محلہ کی مسجد میں مکروہ نہیں۔ اسی طرح جس مسجد میں نماز عیدین ہوتی ہو اس مسجد میں بھی عیدین کے بعد مکروہ ہے۔

عه العیدین۔ باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین ص ۱۳۵

عه العیدین۔ باب الصلوۃ قبل العید و بعدھا ص ۱۳۵

ابوابُ الوِتر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ت ۱۹۴	وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا
اور	نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
	کَانَ یُسَلِّمُ بَیْنَ الرَّکْعَۃِ وَالرَّکْعَتَیْنِ فِی الْوِتْرِ حَتّٰی یَاْمُرَ بِبَعْضِ
وتر میں	ایک اور دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے تھے یہاں تک کہ اپنی بعض

تشریحات ۱۹۴، ۱۹۵

وتر ایک رکعت ہے یا تین۔ اس بارے میں ہمیشہ سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ امام شافعی وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ وتر صرف ایک رکعت ہے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ تین رکعت ہے۔ آج کل غیر مقلدین نے اسے بھی افتراق بین المسلمین کا ذریعہ بنالیا ہے۔ اس لئے اس پر کچھ تفصیلی کلام ضروری ہے۔ کچھ بحث ۱۳۸ کے تحت جلد ثانی ص۴۶ پر ہو چکی ہے۔ ہمارے دلائل حسب ذیل ہیں:۔

(۱) نسائی[۱] نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔ انھوں نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کی دو رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے

(۲) اسی میں ایک سطر بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے پہلی میں انا انزلنا دوسری میں قل یاایھا الکفرون تیسری میں قل ھو اللہ احد

(۳) اسی میں اس کے بعد والے باب میں متعدد طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین رکعت وتر پڑھا۔

(۴) امام حاکم[۲] مستدرک میں علی شرط الشیخین ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ صرف ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

(۵) دار قطنی[۳] اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رات کا وتر تین رکعت ہے دن کے وتر مغرب کی طرح۔

(۶) امام ابو جعفر طحاوی[۴] نے ابو خالد سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابو العالیہ سے وتر کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب نے بتایا کہ وتر تین رکعت ہے۔

۱ـ اول باب کیف الوتر بثلث ص ۲۴۸ ۲ـ عمدۃ القاری جلد سابع ص ۴ ۳ـ ایضاً ۴ـ ایضاً

حاجتہ ع۵

حاجتوں کے لئے حکم فرماتے

۱۹۵ ت

قَالَ الْقَاسِمُ وَرَأَيْنَا أُنَاسًا مُنْذُ أَدْرَكْنَا يُوتِرُونَ بِثَلٰثٍ وَّاِنَّ

امام قاسم نے فرمایا ہیں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے میں نے لوگوں کو تین رکعت وتر

كُلًّا لَوَاسِعٌ وَاَرْجُوْ اَنْ لَّا يَكُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْهُ بَاسٌ۔ ع٦

پڑھتے دیکھا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ یہ سب (یعنی خواہ تین پڑھے خواہ ایک رکعت) جائز ہے اور مجھے امید ہے کہ اسمیں کوئی حرج نہیں

(۷) علامہ ابن عبد البر تمہید میں حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث لائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتیراء سے منع فرمایا۔ یعنی صرف ایک رکعت نماز پڑھنے سے۔

(۸) مسلم اور ابوداؤد نے بطریق علی بن عبد اللہ بن عباس عن ابیہ روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں سویا۔ اس کے اخیر میں ہے کہ حضور نے وتر تین رکعت پڑھا۔

سردست یہ سات حدیثیں ہیں۔ صحابہ کرام میں، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابی ابن کعب، حضرت ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔ حتیٰ کہ حضرت امام حسن بصری اور امام کرخی نے فرمایا کہ مسلمانوں نے اسی پر اجماع کیا ہے کہ وتر تین رکعت ہے۔ آخر کے سوا کہیں سلام نہ پھیرے، تابعین میں حضرت عمر بن عبد العزیز اور فقہاء سبعہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

جن روایتوں میں او تروا بواحدۃ یا یوتر بواحدۃ آیا ہے۔ ان سے مراد یہ ہے کہ پہلی والی دو رکعتوں کے ساتھ ایک رکعت ملا کر وتر پڑھتے تھے یا اس کو وتر بنا دیتے۔ باء کا اصلی معنی الصاق ہے، اور سلام سے جب فصل ہو گیا تو الصاق نہ ہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس اثر کا جواب حضرت حسن بصری نے یہ دیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عمر سے بدرجہا افقہ اعلم، اورع ہیں۔ وہ تین پڑھتے تھے۔

تعلیق ثانی میں قاسم سے مراد قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جو مدینہ طیبہ کے فقہاء سبعہ اور تابعین کرام کے صف اول کے بزرگوں میں ہیں۔ مدینہ طیبہ کے فقہاء سبعہ یہ ہیں۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق عروہ بن زبیر حواری رسول اللہ سعید بن مسیب، ابوبکر بن عبد الرحمٰن، خارجہ بن زید، سلیمان بن یسار، عبید اللہ بن عبد اللہ

ع۵ الوتر باب ماجاء فی الوتر ص ۱۳۵، ع٦ الوتر باب ماجاء فی الوتر ص ۱۳۵

صلی اللہ علیہ وسلم ودعائہ باللیل ص ۲٦۱ گلہ اول صلوۃ باب قیام اللیل ص ۱۹۲ -

۶۱۲ حدیث

حَدَّثَنِیْ عُرْوَۃُ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَخْبَرَتْہُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ اِحْدٰی عَشْرَۃَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گیارہ رکعت پڑھتے

رَکْعَۃً کَانَتْ تِلْکَ صَلٰوتَہٗ تَعْنِیْ بِاللَّیْلِ فَیَسْجُدُ السَّجْدَۃَ مِنْ ذٰلِکَ

یہ حضور کی رات میں نماز تھی اس میں سجدہ اتنا طویل فرماتے کہ اس میں تم میں

قَدْرَ مَا یَقْرَأُ اَحَدُکُمْ خَمْسِیْنَ اٰیَۃً قَبْلَ اَنْ یَّرْفَعَ رَاْسَہٗ وَیَرْکَعُ رَکْعَتَیْنِ

سے کوئی پچاس آیت پڑھ لیتا اور نماز فجر سے پہلے دو رکعت (نفل) پڑھتے

۶۱۲ تشریحات

ان گیارہ رکعات کی تفصیل یہ ہے۔ چھ نفل تین وتر دو فجر کی سنت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں کے رکعت نماز پڑھتے تھے اس میں روایات مختلف آئی ہیں۔ سات۔ نو۔ گیارہ۔ تیرہ۔ سترہ یہ مختلف اوقات کے لحاظ سے ہے۔ یعنی کبھی سات رکعت پڑھتے کبھی نو وغیرہ۔ اشکال یہ ہے کہ خود حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایتیں مختلف آئی ہیں۔ ابوداؤد[۱] میں حضرت امام مالک سے بطریق ہشام بن عروہ جو روایت ہے اس میں تیرہ رکعت مذکور ہے۔ مسلم[۲] ابوداؤد[۳] میں ابوسلمہ سے جو روایت ہے اس میں بھی تیرہ مذکور ہے۔ نیز ابوداؤد[۴] میں بطریق قاسم بن محمد بھی تیرہ کا ذکر ہے۔ نیز اسی میں[۵] اسود بن یزید کی جو حدیث ہے اس میں ہے کہ تیرہ پڑھتے تھے۔ پھر گیارہ پڑھا کرتے، دو رکعت چھوڑ دی۔ وصال کے وقت نو رکعت پڑھتے۔ رات کی آخیر نماز وتر ہوتی۔ نیز سعد بن ہشام سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ قیام لیل کے بارے میں بیان فرمائیے تو انھوں نے بیان فرمایا۔ پھر عرض کیا کہ وتر کے بارے میں بیان فرمائیے تو بیان فرمایا آٹھ رکعتوں کے ساتھ ملاکر وتر پڑھتے تھے۔ اور صرف آٹھویں اور نویں رکعت پر بیٹھتے اور صرف نویں رکعت پر سلام پھیرتے اس کے بعد بیٹھے بیٹھے دو رکعت پڑھتے۔ یہ کل گیارہ رکعت ہوئیں۔ جب سن زیادہ ہوگیا اور بدن بھاری ہوگیا تو سات رکعتیں وتر پڑھتے صرف چھٹی اور ساتویں رکعت پر بیٹھتے اور صرف ساتویں پر سلام پھیرتے۔ اس کے بعد دو رکعتیں پڑھتے، یہ نو رکعتیں ہوئیں اے بیٹے۔

ان سب میں تطبیق کی کوئی صورت نہیں اسلئے علامہ عینی نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے یہ اختلاف راویوں سے ہوا ہو۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ قیام لیل کے رکعات کی تعداد معین نہیں تھی۔ ام المومنین نے کبھی اکثر احوال کو بیان فرمایا۔ کبھی دوسرے احوال کو۔ اس میں انکی کوئی خاص مصلحت ہوگی۔

---

[۱] اول صلوۃ باب فی صلوۃ اللیل ص ۱۸۹ [۲] صلوۃ المسافرین باب صلوۃ اللیل ص ۲۵۴

[۳] اول صلوۃ باب فی صلوۃ اللیل ص ۱۸۹ [۴] ایضا ص ۱۸۸ [۵] ص ۱۹۳

قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلصَّلٰوةِ

پھر داہنی کروٹ پر لیٹتے — یہاں تک کہ موذن نماز کے لئے حاضر ہوتا

۶۱۳ حدیث

حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

انس بن سیرین نے کہا — میں نے حضرت ابن عمر — رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تَعَالٰى عَنْهُمَا اَرَاَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ اُطِيْلُ فِيْهِمَا الْقِرَاءَةَ

سے پوچھا — کیا آپ یہ بہتر جانتے ہیں — کہ فجر کی نماز سے پہلے — دو رکعتوں میں قراءت لمبی کروں

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى

تو انھوں نے فرمایا — نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — رات میں دو دو رکعت پڑھتے تھے

وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ وَكَاَنَّ الْاَذَانَ

اور ایک رکعت ملاکر وتر پڑھتے تھے۔ — نماز فجر سے پہلے والی دو رکعت — ایسے پڑھتے گویا اذان

بِاُذُنَيْهِ قَالَ حَمَّادٌ اَيْ بِسُرْعَةٍ [1]

حضور کے کانوں میں ہے۔ حماد نے کہا، یعنی تیزی سے۔

مطابقت باب:۔ یہاں باب ہے۔ جو کچھ وتر میں آیا ہے۔ اس حدیث میں بظاہر وتر کا ذکر نہیں مگر سب کو معلوم ہے کہ ان گیارہ رکعتوں میں تین وتر کی ہیں۔ اسلئے اس حدیث کو باب سے مطابقت ہوگئی۔

۶۱۳ تشریحات

کان الاذان فی اذنیہ میں اذان سے مراد اقامت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جیسے اقامت سننے والا نماز میں ہو تو مختصر پڑھے گا۔ اسی طرح حضور بھی فجر کی سنتیں مختصر پڑھتے تھے۔

وتر کا وقت:۔ ہمارے یہاں عشاء کے بعد صبح صادق طلوع ہونے تک ہے۔ صبح صادق طلوع ہونے کے بعد اس کا وقت نہیں البتہ ساقط بھی نہیں قضا واجب ہے۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد،[1] ترمذی،[2] ابن ماجہ[3] اور حاکم نے خارجہ بن حذافہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں تشریف لائے اور فرمایا، اللہ عزوجل نے تم کو ایک ایسی نماز کا حکم دیا ہے جو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ اور یہ وتر ہے، اور اسے عشاء اور طلوع فجر کے درمیان رکھا۔ اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح کہا۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت عمرو بن عاص، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ابوسعید خدری حضرت خارجہ بن حذافہ، ابونضرہ غفاری اور عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ، مسند ابن راہویہ، دار قطنی، طبرانی، مستدرک وغیرہ میں

ع الوتر باب ماجاء فی الوتر ص ۱۳۵۔ التہجد باب طول السجود فی قیام اللیل ص ۱۵۱۔ عـہ الوتر باب ساعات الوتر ص ۱۳۶۔ مسلم، ترمذی، ابن ماجہ کالطہر فی الصلوٰۃ لہ باب استحباب الوتر ص ۲۰۱ ۲ اول وتر باب ماجاء فی فضل الوتر ص ۶۰ ۳ اقامۃ الصلوٰۃ باب ماجاء فی الوتر ص ۸۳

حدیث ۶۱۴

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ إِلَى السَّحَرِ عه

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصے میں وتر پڑھا صبح صادق ہونے تک۔

حدیث ۶۱۵

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا آخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا عه

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز کے آخر کو وتر بناؤ۔

تشریحات ۶۱۴، ۶۱۵

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ وتر کا وقت صبح صادق تک ہے۔ کل اللیل سے مراد عشاء کے بعد کا حصہ ہے۔ اس پر دلیل وہ حدیث جو ہم نے ابھی ذکر کی ہے۔ کہ اللہ عز و جل نے اسے عشاء اور فجر کے درمیان رکھا ہے۔ جس شخص کو اعتماد ہو کہ اخیر رات میں جاگ جائیگا اسے بہتر یہ ہے کہ وتر اخیر رات میں پڑھے ورنہ عشاء بعد پڑھ لے۔[1] ان کے بعض رواۃ پر کلام کیا گیا ہے اگر وہ کلام صحیح بھی ہو تو تعدد طرق سے یہ حدیث حسن ہو کر لائق استدلال ہو گئی۔ امام مالک کا مذہب مشہور اور امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ جب تک فجر نہ پڑھے وتر پڑھ سکتا ہے۔

ابوداؤد نے[2] حضرت ابو قتادہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے پوچھا تم کب وتر پڑھتے ہو۔ عرض کیا، سونے سے پہلے اور حضرت عمر سے پوچھا تم کب پڑھتے ہو تو انھوں نے عرض کیا، سوتا ہوں پھر اٹھ کر وتر پڑھتا ہوں تو حضور نے ابوبکر سے فرمایا تم نے احتیاط کو اختیار کیا اور حضرت عمر سے فرمایا تم نے قوت کو اختیار کیا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ[3] انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اس کا اندیشہ ہو کہ رات کے اخیر پہر میں نہیں اٹھ سکے گا وہ اول لیل میں وتر پڑھ کر سو جائے۔ اور جس کو امید ہو کہ آخر رات میں جاگ جائیگا تو اخیر رات میں وتر پڑھے اس لئے کہ اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔

عه الوتر باب ساعات الوتر ص ۱۳۶، مسلم ابوداؤد صلوٰۃ۔

عه الوتر۔ باب و لیجعل آخر صلوته بالليل وترا ص ۱۳۶ مسلم ابوداؤد صلوٰۃ

[1] فتح القدیر اول باب صلوٰۃ الوتر ص ۱۷۵ لکھنو۔ [2] اول صلوٰۃ باب الوتر قبل النوم ص ۲۰۳

[3] ترمذی اول وتر باب فی الوتر اول اللیل و آخرہ ص ۶۰ ابن ماجہ اقامۃ الصلوات۔ باب ما جاء فی الوتر آخر اللیل ص ۸۴

حدیث ۶۱۶

عن سعید بن یسار انہ قال کنت اسیر مع عبد اللہ بن عمر بطریق مکۃ فقال سعید فلما خشیت الصبح نزلت فاوترت ثم لحقتہ فقال عبد اللہ بن عمر این کنت فقلت خشیت الصبح فنزلت فاوترت فقال عبد اللہ الیس لک فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ فقلت بلی واللہ قال فان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان یوتر علی البعیر۔

سعید بن یسار نے کہا میں عبد اللہ بن عمر کے ساتھ مکے کے راستے میں سفر کر رہا تھا۔ جب مجھے صبح ہو جانے کا اندیشہ ہوا تو میں سواری سے اترا اور وتر پڑھی پھر ان سے جاملا۔ تو عبد اللہ بن عمر نے پوچھا کہاں تھے تم میں نے عرض کیا میں نے صبح ہو جانے کا اندیشہ کیا تو اترا اور میں نے وتر پڑھا اس پر عبد اللہ نے کہا تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ذات اچھا نمونہ نہیں میں نے عرض کیا بجد لسے تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اونٹ پر وتر پڑھا کرتے تھے۔

حدیث ۶۱۷

عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما قال کان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یصلی فی السفر علی راحلتہ حیث توجھت بہ یومی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سفر میں فرائض کے علاوہ رات کی نماز اپنی سواری پر پڑھتے تھے سواری جس طرف بھی حضور

تشریحات ۶۱۶-۶۱۷

سواری پر وتر جائز ہے یا نہیں اس بارے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صحیح ہے اور یہی امام شافعی، امام مالک امام احمد کا مذہب ہے۔ البتہ امام مالک اس کے لئے مسافت قصر کی قید لگاتے ہیں مگر امام شافعی مطلقاً اسے جائز جانتے ہیں۔ صحابہ کرام میں حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر کا یہی مذہب ہے کہ سفر کی حالت میں سواری پر جائز ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ بلا عذر سواری پر جائز نہیں اور یہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا بھی مذہب ہے۔ یہ اختلاف اس کی فرع ہے کہ وتر واجب ہے یا نفل۔ امام شافعی وغیرہ اسے نفل کہتے ہیں اس لئے دیگر نوافل کی طرح اسے بھی سواری پر اشارے سے پڑھنے کو جائز کہتے ہیں۔ ہمارے یہاں چونکہ واجب ہے جیسا

ے باب الوتر علی الدابۃ ص ۱۳۶ مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصلوۃ۔

اِیْمَاءً صَلٰوۃَ اللَّیْلِ اِلَّا الْفَرَائِضَ وَیُوْتِرُ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ عہ

کارخ ادھر کر دیتی اور اشارے سے پڑھتے تھے۔ اور وتر سواری پر پڑھتے تھے۔

۶۱۸ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ سُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ

حدیث محمد بن سیرین نے کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

تَعَالٰی عَنْہُ اَقَنَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الصُّبْحِ قَالَ

سوال ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز صبح میں قنوت پڑھا

نَعَمْ فَقِیْلَ اَوَقَنَتَ قَبْلَ الرُّکُوْعِ قَالَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ یَسِیْرًا عہ

فرمایا ہاں تو عرض کیا گیا کہ رکوع سے پہلے یا بعد تو فرمایا رکوع کے بعد تھوڑے دنوں تک۔

۶۱۹ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ سَأَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ

حدیث عاصم نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

تشریحات

۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰ حدیث ۶۱۶ میں یہ ہے۔ سُئِلَ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا، سائل کا نام معلوم نہیں۔ مگر مسلم میں ہے کہ محمد بن سیرین نے کہا۔ میں نے پوچھا۔ یسیرًا سے مراد تھوڑے زمانے تک ہے۔ جس کی میعاد ایک مہینہ تھی جیساکہ حدیث ۶۱۸، ۶۱۹ میں تصریح ہے۔ حدیث ۶۱۷ دون اولئک میں اولئک کا مشار الیہ۔ اس کے قبل مذکور قوم من المشرکین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن مشرکین کی طرف بھیجا تھا یہ اور لوگ تھے اور جن کی بربادی کی دعا کی یہ لوگ دوسرے تھے۔

سریہ بیر معونہ اس کی تفصیل یہ ہے۔ صفر ۴ھ میں قبیلہ کلاب کا رئیس ابو براء عامر بن مالک بن جعفر کلابی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہدیہ پیش کیا جسے حضور نے قبول نہیں فرمایا۔ حضور نے اس پر اسلام پیش کیا اس نے قبول نہیں کیا اور عرض کیا کہ میرے ساتھ کچھ مبلغین کر دیں جو میری قوم کو اسلام کی دعوت دیں۔ حضور نے فرمایا مجھے اہل نجد کی طرف سے اندیشہ ہے۔ اس کی بنیاد یہ تھی کہ علاقہ نجد کے رئیس عامر بن طفیل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا تھا میرے اور تیرے درمیان تین باتیں ہیں۔ دیہاتوں کے مالک تم ہو اور شہروں کا میں یا اپنے بعد مجھے اپنا جانشین بنا دیا یا غطفان کو لے کر حملہ کروں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان باتوں کو نامنظور کر دیا۔ ابو براء نے جواب دیا کہ میں ضامن ہوں۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستر قرا کو ساتھ کر دیا۔ یہ لوگ انتہائی مرتاض بزرگ تھے۔ ان کے اکثر اصحاب صفہ میں سے تھے۔ یہ دن بھر لکڑیاں جمع کرتے شام کو بیچ کر جو ملتا ان میں سے کچھ اصحاب صفہ کی نذر کرتے کچھ بچا لیتے

عہ باب الوتر فی السفر ص ۱۳۶۔ عہ باب القنوت قبل الرکوع وبعدہ ص ۱۳۶ لہ بخاری ثانی مغازی باب غزوۃ الرجیع ص ۵۸۶

تعالیٰ عنه عن القنوت فقال قد كان القنوت قلت قبل الركوع

قنوت کے بارے میں دریافت کیا — تو انھوں نے فرمایا — قنوت ہے — میں نے پوچھا رکوع سے پہلے

أو بعده قال قبله قال فإن فلانا أخبرني عنك أنك قلت بعد الركوع

یا بعد — تو فرمایا — رکوع سے پہلے — عاصم نے کہا فلاں نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ رکوع

فقال كذب إنما قنت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعد

کے بعد ہے — تو فرمایا اس نے غلط کہا — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے — رکوع کے بعد صرف ایک

الركوع شهرا أراه كان بعث قوما يقال لهم القراء زهاء سبعين رجلا

مہینہ قنوت پڑھا — حضور نے کچھ لوگوں کو — مشرکین کی ایک قوم کی جانب بھیجا تھا جنھیں قراء کہا جاتا تھا جو

إلى قوم من المشركين دون أولئك وكان بينهم وبين رسول الله عهد

ستر تھے — ان لوگوں کے علاوہ — ان میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مابین — عہد تھا

فقنت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم شهرا يدعو عليهم ع۵

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے — ایک مہینہ قنوت پڑھا — ان کی ہلاکت کی دعا فرماتے تھے۔

میٹھا پانی لاکر ازواج مطہرات کے دروازوں پر رکھ دیتے۔ ان لوگوں نے بیر معونہ پر پہنچکر قیام کیا۔ اور حرام بن ملحان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط دیکر عامر بن طفیل مذکور کے پاس بھیجا اس عامر نے حضرت حرام بن ملحان کو شہید کردیا اور آس پاس کے قبائل عصیہ رعل ذکوان کو جمع کرکے ان قراء کے مقابلے کے لئے نکلا، جب حضرت حرام بن ملحان کی واپسی میں دیر ہوئی تو یہ لوگ خود آگے بڑھے۔ راستے میں مڈبھیڑ ہوئی۔ عامر نے تمام حضرات کو شہید کردیا۔ حضرت کعب بن زید کو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا مگر ان میں کچھ رمق باقی تھی۔ کسی طرح مدینہ طیبہ واپس آئے غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو گرفتار کیا۔ پھر عامر نے ان کی چوٹی کاٹ کر یہ کہکر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لئے تجھ کو آزاد کرتا ہوں۔ اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو اتنا رنج ہوا کہ زندگی میں کبھی نہ ہوا تھا اور مسلسل ایک مہینے تک نماز فجر میں ان کی ہلاکت کی دعا فرمائی۔ اس ظالم عامر بن طفیل کا انجام یہ ہوا۔ ایک سلولی عورت کے گھر اسے طاعون ہوگیا۔ کان کے نیچے گردن میں بہت بڑی گلٹی نکل آئی جیسے اونٹ کے نکلتی ہے۔ اس حال میں اس نے یہ کہا۔ گلٹی اونٹ کی گلٹی کی طرح اور سلولیہ عورت کے گھر میں موت۔ میرا گھوڑا لاؤ۔ گھوڑا آیا تو اس پر سوار ہوکر بھاگنا چاہا مگر گھوڑے کی پیٹھ پر موت نے کام تمام کردیا۔

ع۵ باب القنوت قبل الركوع وبعده ص ۱۳۶ الجنائز من جلس عند المصيبة يعرف فيه الحزن ص ۱۷۳ الجهاد باب دعاء الإمام على من نكث عهدا ص ۴۴۹ ثاني المغازي باب غزوة الرجيع ص ۵۸۶ الدعوات باب الدعاء على المشركين مسلم

۶۲۰ حدیث

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَنَتَ النَّبِیُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا یَدْعُوْ عَلٰی رِعْلٍ وَّذَکْوَانَ

علیہ وسلم نے ایک مہینے قنوت پڑھا رعل اور ذکوان کی بربادی کی دعا فرماتے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابواب الاستسقاء

۶۲۱ حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قنوت قبل رکوع ہے یا بعد رکوع حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ قنوت رکوع کے بعد ہے۔ ان کی دلیل حضرت محمد بن سیرین والی حدیث ہے۔ لیکن وہ وتر کے قنوت کے بارے میں ہے ہی نہیں۔ اس لیے اس سے استدلال درست نہیں۔ وہ ایک ہنگامی صورت حال میں صرف ایک مہینے تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھا۔ ابوداؤد[1] میں تصریح ہے شہر ثم ترکہ۔ اسکے بعد حضور نے اسے چھوڑ دیا۔ ہماری دلیل حضرت انس ہی کی حدیث ۶۱۷ ہے جو بطریق عاصم مروی ہے کہ قنوت رکوع سے پہلے ہے اسکے علاوہ مزید یہ احادیث ہیں۔ اول ابن ماجہ اور نسائی[2] میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر پڑھتے تو رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔ ثانی ابن ابی شیبہ[3] نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ ثالث محمد بن نصر مروزی[4] نے حضرت عبد الرحمن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کی تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد اور قنوت پڑھتے تھے۔ اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

ان احادیث سے تین فائدے حاصل ہوئے، ایک یہ کہ صرف وتر میں قنوت ہے وتر کے علاوہ کسی اور نماز میں نہیں۔ وتر پورے سال پڑھا جائے گا، قنوت رکوع سے پہلے ہے۔ کتاب المغازی میں یہ زائد ہے۔ اور حضور یہ فرماتے اور عصیہ نے اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کی۔ ابوداؤد[5] میں اسکی تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھا پھر چھوڑ دیا۔ یہ قنوت خاص اس حادثے کی وجہ سے تھا اور عارضی تھا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی حادثے کے وقت قنوت پڑھنا سنت ہے۔ ہم حدیث ... کے ضمن میں اس پر تفصیلی کلام کر چکے ہیں۔ اعادے کی حاجت نہیں۔

[1] باب القنوت فی الصلوات ... [2] اول صفحہ ... باب القنوت قبل الرکوع وبعدہ ص ۱۳۶، مغازی باب غزوۃ الرجیع ص ۵۸۷، مسلم۔ [3] ... [4] ... ذکر اختلاف القائلین بخبر ابی بن کعب ... عمدۃ القاری ... باب فی القنوت قبل الرکوع وبعدہ ص ۸۳ ... اول ... قیام الصلوات

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَقَالَ ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ

نے (یہ بھی فرمایا) اور غفار کی اللہ مغفرت فرمائے اور اسلم کو سلامت رکھے اور ابن ابی زناد نے کہا

عَنْ اَبِيْهِ هٰذَا كُلُّهُ فِي الصُّبْحِ ع۵

یہ دعا صبح کی نماز میں کرتے تھے

حدیث ۶۲۲ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ

مسروق نے کہا ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے

تشریحات ۶۲۱ یہ تعلیق نہیں سند متصل کیساتھ حدیث مرفوع ہے۔ غفار کنانہ کی ایک شاخ ہے۔ جس کے فرد حضرت ابوذر غفاری تھے۔ اور قبیلہ اسلم خزاعہ کی شاخ ہے۔ اسی قبیلے کے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ قبیلہ غفار چونکہ پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔ اور قبیلہ اسلم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صلح کرلی تھی اس لئے ان کے لئے خصوصیت کے ساتھ دعائے خیر فرمائی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کے نام سے فعل مشتق کرکے دعا کرنا سنت ہے۔ جیسے کسی کا نام احمد ہو تو یہ دعا کی جائے احمد اللہ عاقبتك، کسی کا نام علی ہو تو یہ دعا کی جائے اعلی اللہ درجاتك۔ اسے علم البدیع میں جناس الاشتقاق کہتے ہیں۔

حضرت انس والی حدیث میں جو دعا ہے اسی کا جزء ہے۔ جیسا کہ خفاف بن ایماء غفاری سے جو حدیث مروی ہے انہیں یوں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نماز میں یہ دعا کی۔ اے اللہ! بنی لحیان، رعل، ذکوان، عصیہ پر لعنت فرما جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ مسلم میں اخیر میں یہ زائد ہے۔ یہ میں از خود نہیں کہتا، اللہ نے مجھ سے کہلوایا ہے

تشریحات ۶۲۲ کتاب التفسیر میں یہ حدیث یوں ہے۔ کہ جب قریش نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو یہ دعا فرمائی یا یوسف علیہ السلام کی طرح ان پر قحط نازل فرما تو ان پر قحط اور مشقت آن پڑی۔ یہاں تک کہ ہڈیاں تک کھا گئے۔ اگر کوئی آسمان کی طرف تاکتا تو بھوک کی وجہ سے آسمان اور اپنے مابین دھوئیں کی طرح دیکھتا، اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ تم اس دن کا انتظار کرو جب آسمان کھلا ہوا دھواں لائے گا، جو لوگوں کو ڈھانک لیگا۔ کھلا ہوا عذاب۔ اس حال کے بعد کوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ مضر کے لئے دعا فرمائیں وہ ہلاک ہوگئے تو فرمایا مضر کے لئے، تم بہت بیباک ہو حضور نے بارش کی دعا فرمائی تو بارش ہوئی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ تم پھر وہی کروگے۔ جب انھیں کشائش پہنچی تو اپنے پہلے حال پر لوٹ گئے۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ نازل فرمایا۔ جس دن ہم سب سے بڑی گرفت کریں گے ہم مجرموں سے بدلہ لیں گے اس سے مراد واقعہ بدر ہے۔ اسی میں بطریق وکیع اور بطریق شعبہ جو روایت ہے اس کے شروع میں یہ ہے۔ یہ بھی علم ہے کہ انسان جو نہ جانتا ہو تو یہ کہدے، اللہ خوب جانتا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ تم فرما دو میں اس (تبلیغ دین) پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا ہیں

ع۵ الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللهم سنی کسنی یوسف ص ۱۳۷ - مسلم

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَى مِنَ النَّاسِ إِدْبَارًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ

انہوں نے فرمایا جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں (مکے والوں) کی اسلام سے روگردانی دیکھی تو یہ دعا کی

سَبْعًا كَسَبْعِ يُوسُفَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ

اے اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح ان پر سات سال کا قحط مسلط فرما تو انھیں قحط نے آلیا

وَالْجِيَفَ وَيَنْظُرُ أَحَدُكُمْ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى الدُّخَانَ مِنَ الْجُوعِ فَأَتَاهُ أَبُو سُفْيَانَ

جس نے ہر چیز ختم کر دی یہاں تک کہ ان لوگوں نے چمڑے، مردار تک کھائے اور جب آسمان کی جانب

فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ

تاکتے تو بھوک کی وجہ سے دھواں دکھائی دیتا، تو ابوسفیان خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد

تکلیف دینے والوں میں سے نہیں ہوں۔ قریش جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غالب آگئے تو حضور نے یہ دعا فرمائی۔ مسلم[1] میں یوں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ مسجد میں ایک شخص تفسیر بالرائے کر رہا ہے۔ آیت کریمہ فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین۔ کے یہ معنی بیان کر رہا ہے کہ قیامت کے دن ایک دھواں اُٹھے گا اور سانس جکڑ دیگا جیسے زکام جکڑتا ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی تعالیٰ عنہ نے فرمایا انسان جو بات جانتا ہو اُسے بیان کرے اور جو نہ جانتا ہو یہ کہے۔ اللہ خوب جانتا ہے۔ یہ سمجھداری کی بات ہے کہ جو نہ جانتا ہو اس کے بارے میں کہدے۔ اللہ خوب جانتا ہے۔ یعنی دھواں کا عذاب جب قریش نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو حضور نے ان کے حق میں یہ دعا کی الخ بخاری سورہ روم میں ہے کہ ایک شخص مقام کندہ پر یہ بیان کر رہا تھا کہ قیامت کے دن دھواں اُٹھے گا اور منافقین کے کانوں اور آنکھوں کو پکڑ لے گا اور مسلمانوں کو زکام کی طرح پکڑے گا۔ اس کی یہ بات سن کر ہم گھبرا گئے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی خدمت میں آئے وہ تکیہ لگائے بیٹھے تھے یہ سن کر غضبناک ہو گئے اور اٹھ بیٹھے اور فرمایا۔ الخ، جو جانتا ہو اسے کہے۔ الخ

قد مضت یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ البطشۃ الکبریٰ سے مراد بدر میں قریش کی شکست فاش ہے جس سے قریش کا غرور ملیا میٹ ہو گیا ان کا رعب ختم ہو گیا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہیبت پورے عرب کے ظاہر بینوں پر بھی بیٹھ گئی۔ لزام سے کیا مراد ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن مسعود حضرت ابی بن کعب اور محمد بن کعب، امام مجاہد قتادہ ضحاک نے فرمایا کہ اس سے غزوہ بدر میں قریش کے طواغیت کا قتل مراد ہے۔ اس تقدیر پر، البطشۃ الکبریٰ اور لزام ایک ہی ہوئے۔ اسی لئے فرمایا کہ یہ بھی گذر چکا۔ مگر امام حسن بصری نے فرمایا کہ لزام سے مراد قیامت ہے۔ انھیں سے ایک روایت ہے کہ موت مراد ہے، ایک قول یہ ہے کہ کوئی خاص عذاب مراد ہے۔ محکم میں ہے کہ اس سے حساب مراد ہے۔ اس تقدیر پر۔ لزام ابھی نہیں ہوا۔

[1] ثانی۔ باب صفۃ المنافقین ص ۳۷۳

هَلَكُوا فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ

تم اللہ کی طاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہو۔ اور تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے اللہ سے انکے لئے دعا کرو۔ اللہ عزوجل نے

مُّبِينٍ۔ إِلَىٰ قَوْلِهِ إِنَّكُمْ عَائِدُونَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ فَالْبَطْشَةُ يَوْمَ

فرمایا۔ تو تم اس دن کا انتظار کرو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائیگا۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد تک ہم کچھ دنوں کیلئے عذاب کھولدینگے

بَدْرٍ فَقَدْ مَضَتِ الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَآيَةُ الرُّومِ ۔ ع٥

پس تم پھر وہی کروگے جسدن ہم سب سے بڑی گرفت کریں گے۔ یہ گرفت واقعہ بدر ہے۔ دھواں اور یہ گرفت اور تسلط اور روم کی نشانی ظاہر ہو چکی۔

آیۃ الروم ابتداء بعثت میں فارس اور روم کے مابین جنگ چھڑی۔ ابتداءً فارس کو فتح حاصل ہوئی۔ اس پر مشرکین نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ جس طرح ہمارے بھائی مجوس نصاریٰ پر غالب آئے ہیں اسی طرح اگر ہم تم میں جنگ ہوگی تو ہم بھی تم پر غالب آئیں گے۔ مجوس آتش پرست ہیں اور قریش بت پرست تھے۔ اس لئے ان کا رجحان مجوس کی طرف تھا۔ اور نصاریٰ چونکہ اہل کتاب ہیں اس لئے بہ نسبت مجوس نصاریٰ کی طرف مسلمانوں کا رجحان تھا۔ اس پر سورہ روم کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں جنمیں فرمایا گیا۔ روم قریب ترین زمین میں ہار گئے یہ مغلوب ہونے کے بعد بہت جلد غالب ہوں گے چند سال میں۔ ان آیات کو سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہنا شروع کیا کہ آئندہ روم فارس پر غالب آئیں گے۔ یہ منکر ابوجہل یا ابی بن خلف نے کہا کہ میعاد مقرر کر کے شرط کر لو۔ پانچ چھ سال کی میعاد مقرر ہوئی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو فرمایا کہ بضع کا لفظ تین سے نو تک پر بولا جاتا ہے۔ نو سال کی میعاد مقرر کرو حضرت صدیق اکبر نے یہ میعاد نو سال کر دی۔

غزوہ بدر کے موقع پر روم کو فارس پر فتح حاصل ہوئی جس سے مسلمانوں کو دوہری خوشی حاصل ہوئی۔ ابوجہل اور ابی بن خلف دونوں جنگ بدر میں مارے گئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر نے ان کے وارثین سے شرط کا مال اونٹ وصول کیا۔ حضور نے فرمایا اسے صدقہ کر دو۔ انھوں نے صدقہ کر دیا۔ اس عظیم غیب کی خبر کی سچائی پر بہت سے سعادت مندوں نے اسلام قبول کر لیا۔

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں متفق ہیں کہ دخان قبل ہجرت واقع ہوا تھا۔ جبکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ تھے اس لئے کہ یہاں دو باتیں قطعی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ بدر سے پہلے واقع ہوا۔ ہجرت اور بدر کے درمیان ابوسفیان مدینہ طیبہ نہیں آئے ہیں اور حدیث میں تصریح ہے کہ ابوسفیان ہی نے دعائے خیر کی درخواست کی تھی۔ ان دونوں کا لازم نتیجہ ہے کہ دخان کا قصہ ہجرت سے پہلے پیش آیا دمیاطی نے کہا ہے کہ ان بدبختوں نے جب نماز کی حالت میں پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی تھی اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قحط کی دعا کی تھی۔ یہ واقعہ اور ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ۳۳ جو مذکور ہے وہ دوسرا واقعہ ہے۔ جو مدینہ طیبہ میں اس وقت کا ہے جب حضرت عیاش بن ابی ربیعہ وغیرہ کی نجات کیساتھ اہل مکہ کے لئے قحط سالی کی دعا فرمائی تھی جو نماز میں کی تھی۔

ع۵ الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللھم سنی کسنی یوسف ص ۱۳۷ باب اذا استشفع المشرکون بالمسلمین عند القحط ص ۱۳۹ ثانی تفسیر سورۂ یوسف باب قولہ وراودتہ التی ھو فی بیتھا ص ۲۸۰ ثانی تفسیر روم ص ۷۰۳، ثانی تفسیر سورۂ ص باب قولہ وما انا من المتکلفین ص ۷۱۰، ثانی تفسیر سورۂ دخان ص ۷۱۳-۷۱۵، چار ابواب میں مسلسل مسلم۔ توبہ۔ ترمذی تفسیر نسائی۔

حدیث ٦٢٣ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَمِعْتُ
عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے

ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ اَبِیْ طَالِبٍ وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ابو طالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے دیکھا اور گورے رنگ والے جن کے

الْغَمَامُ بِوَجْہِہٖ ؛ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ ع ہ
روئے انور کے صدقے میں بادل سے بارش مانگی جاتی ہے یتیموں کے حامی اور بیواؤں کی پناہ ہیں۔

ت ١٩٦ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ اَبِیْہِ وَرُبَّمَا ذَکَرْتُ قَوْلَ
اور عمر بن حمزہ نے کہا ہم سے سالم نے اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہوئے کہا اور کبھی شاعر کے

الشَّاعِرِ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلٰی وَجْہِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَسْقِیْ فَمَا
اس قول کو یاد کرتا ہوں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے انور کو دیکھتا جو بارش کی دعا کرتے ہوئے

مطابقت باب یہاں استسقاء کے ابواب چل رہے ہیں اس حدیث میں استسقاء کا کوئی ذکر نہیں۔ اقول یہاں اختصار ہے آگے باب اذا استشفع المشرکون بالمسلمین میں اخیر میں ہے کہ اسباط نے منصور سے روایت کرتے ہوئے یہ زائد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو بارش ہوئی۔ نیز اور بھی جگہ ہے۔ اس سے استسقاء سے مناسبت ہوگئی اور یہ امام بخاری کی عادت ہے کہ کتنی جگہ باب کے تحت جو حدیث حقیقی بیان فرماتے ہیں اس کو باب سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا مگر وہی حدیث دوسری جگہ جس طرح بیان فرماتے ہیں اس سے باب کو مناسبت ہوتی ہے جس پر تنبیہ کئی بار ہو چکی۔

تشریحات ٦٢٣ ١٩٦ یہاں یہ باب ہے۔ لوگوں کا امام سے استسقاء کا سوال کرنا جبکہ قحط ہو۔ اس کے ضمن میں جو حدیث اور اثر مذکور ہے اصلی میں کسی لئے سوال کا ذکر نہیں مگر حقیقت میں یہ دونوں مختصر ہیں۔ مفصل واقعہ وہ ہے جو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے پاس کوئی اونٹ نہ رہا جو بولے اور نہ کوئی ایسا بچہ رہا جو خراٹے لے۔

اتیناک والعذراء یدمی لبانھا — ہم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں اور حال یہ ہے کہ کنواری بچی کا سینہ کام کرتے کرتے زخمی ہو گیا ہے اور ماں نے بچے سے منھ موڑ لیا ہے۔

وقد شغلت ام الصبی عن الطفل

والقی بکفیہ الصبی استکامة — بھوک کی کمزوری کی وجہ سے بچے کو الگ کر دیا ہے، نہ میٹھی بات

من الجوع ضعفا ما یمر وما یحلی — منھ سے نکالتی ہے نہ کڑوی۔

عہ الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء ص ١٣٧

يُنْزِلُ حَتّٰى يَجِيشَ كُلُّ مِيزَابٍ۔ وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
اس وقت تک منبر سے نہیں اترتے جبتک تمام پرنالے زوروں سے گرنے نہیں لگتے

ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ۔ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي طَالِبٍ۔ ع۵
اور یہ ابو طالب کا شعر ہے

ولا شئ مما یاکل الناس عندنا — ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے، سوائے
سوی الحنظل العامی والعلھز الغسل — کڑوے حنظل اور ردی علہز کے۔
ولیس لنا الا الیک فرارنا — سوائے حضور کے کہیں پناہ نہیں اور لوگوں کو رسولوں
واین فرار الناس الا الی الرسل — کی بارگاہ کے علاوہ کہاں پناہ مل سکتی ہے۔

یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چادر کھینچتے ہوئے کھڑے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ عزوجل کی حمد وثنا کی پھر دعا کی اے اللہ ہمیں سیراب فرما۔ آخر حدیث تک۔ اخیر میں ہے کہ نشیبی علاقے کے لوگ آکر فریاد کرنے لگے، ہم ڈوب گئے ہم ڈوب گئے، تو رسول اللہ ہنس پڑے یہاں تک کہ نوکیلے دانت بھی ظاہر ہو گئے، پھر ارشاد فرمایا اگر ابو طالب حاضر ہوتے تو انکی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔ کون ان کے شعر کو سنائیگا، اس پر حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ حضور کی مراد ان کا یہ قول ہے: وابیض یستسقی الغمام بوجھہ۔ اس قصیدے کے چند اشعار سُنائے تو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر بنی کنانہ کے ایک صاحب نے یہ اشعار پڑھے:

لک الحمد والحمد ممن شکر — اے اللہ تیرے لئے حمد ہے اور شکر کرنے والے کی جانب سے حمد
سقینا بوجہ النبی المطر — ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روے انور کے صدقے ہمیں بارش ملی
فلم یک الا کالف الرداء — چادر لپٹنے بلکہ اس سے بھی کم وقفے میں ہم نے بادل دیکھا
واسرع حتی راینا الدرر

اب باب سے مطابقت بالکل واضح ہے۔

قصیدہ ابو طالب ابو طالب کا یہ قصیدہ لامیہ ایک سو دس اشعار کا ہے جو بحر طویل میں ہے۔ ابو طالب نے یہ قصیدہ کب کہا تھا اور کہنے کا سبب کیا ہوا۔ یہ تحقیقی طور پر معلوم نہیں۔ خطابی نے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عبد المطلب کے عہد میں مسلسل کئی سال قحط پڑا تو حضرت عبد المطلب قریش کے ساتھ کوہ ابو قبیس پر گئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی ہمراہ لے گئے۔ حضور کو کاندھے پر بٹھا کر بارش کے لئے دعا کی تو فوراً بارش ہوئی۔ علامہ سہیلی[۲] نے فرمایا کہ اسی موقع پر ابو طالب نے یہ قصیدہ کہا تھا۔ اقول وباللہ التوفیق۔ اس قول سے قصیدے کے اشعار ابا کرتے ہیں جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔ علامہ زرقانی[۳] نے

ع۵ ایضا ابن ماجہ ۱ زرقانی علی المواھب اول ص ۱۹۱ ۲ عمدۃ القاری سابع ص ۳۰ ۳ علی المواھب اول ص ۱۸۹ - ۱۹۰

ابن عساکر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ کہ جلہمہ بن عرفطہ نے بیان کیا کہ میں مکہ آیا۔ اس وقت قحط کی وجہ سے اہل مکہ سخت تنگی میں تھے کسی نے کہا۔ لات وعزی کے پاس چلیں، کسی نے کہا نہیں تیسرے بت مناۃ کے پاس چلو۔ ایک معمر خوبصورت صائب الرائے نے کہا، کہاں بہکے جاتے ہو، تم میں بقیۂ ابراہیم سلالۂ اسماعیل موجود ہیں لوگوں نے کہا تمہاری مراد ابوطالب ہیں انھوں نے کہا ہاں، سب لوگ ابوطالب کے گھر آئے، دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ باہر آئے، سب ان کی طرف لپکے اور کہا اے ابوطالب اس وادی میں قحط ہے، اہل عیال تنگی میں ہیں، چلو اور بارش کی دعا کرو۔ یہ سن کر ابوطالب نکلے، ان کے ساتھ ایک صاحبزادے تھے جو ایسے سورج معلوم ہوتے تھے جس پر سے ابھی کالی گھٹا چھٹی ہو۔ ان کے ساتھ بہت سے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، ابوطالب نے ان صاحبزادے کو لیا اور ان کی پشت کعبے سے لگا دی۔ ان صاحبزادے نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی۔ اس وقت آسمان میں بادل کا ٹکڑا نہیں تھا، اب ہر چہار طرف سے بادل اٹھا اور موسلا دھار برسنے لگا وادی بہ اٹھی اور شہر و بیابان والے سب کے سب سیراب ہو گئے، اسی واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابوطالب کہتے ہیں ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

اور گورے رنگت والے جن کے روئے انور کے صدقے میں بارش مانگی جاتی ہے یتیموں کے ماوی بیواؤں کے پناہ۔

تلوذ بہ الھلاک من آل ھاشم
فھم عندہ فی نعمۃ وفواضل

آل ہاشم کے تباہ حال ان سے پناہ لیتے ہیں یہ لوگ ان کی بارگاہ میں نعمت و فضل میں ہیں

مگر قصیدے کے اشعار یہ بتاتے ہیں کہ یہ انھوں نے اس وقت کہا تھا جب قریش نے بنی ہاشم سے مقاطعے کا عہد کیا تھا اس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

لما رایت القوم لا ود عندھم
وقد قطعوا کل العرا والوسائل
وقد جاھرونا بالعداوۃ والاذی
وقد طاوعوا امر العدو المزایل
وقد حالفوا قوما علینا اظنۃ
یعضون غیظا خلفنا بالانامل

جب میں نے دیکھا کہ اس قوم میں محبت نہیں انھوں نے ہر رشتہ و تعلق کاٹ ڈالا۔ اور ہمارے ساتھ عداوت وایذا رسانی کا اعلان کر دیا اور علیحدہ پسند دشمن کی بات مان لی۔ اور ہمارے خلاف ایسی قوم سے معاہدہ کر لیا جو متہم ہیں اور ہمارے پیچھے غصے سے انگلیاں چباتے ہیں

صبرت لھم نفسی بسمراء سمحۃ
وابیض عضب من تراث المقاول

میں نے گندمی نیزے اور بادشاہوں سے ملی ہوئی تیغ براں کے ساتھ صبر کیا۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے بعد خود ابوطالب نے بھی بارش کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابوطالب نے دو بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود با جود کے طفیل بارش

۶۲۴ حدیث

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ اِذَا قَحَطُوْا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عباس بن عبد المطلب

ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ جس سے متاثر ہوکر قصیدہ مذکو کہا ہے۔ مگر یہ سوال اب بھی تشنۂ جواب ہے کہ۔ کہا کب۔ قصیدے کا یہ شعر

وقد خالفوا قوما علینا اظنۃ — ہمارے خلاف ایسی قوم سے معاہدہ کرلیا ہے جو ہماری
یعضون غیظا خلفنا بالانامل — عداوت میں متہم ہے اور ہمارے پیچھے غصے میں انگلیاں چباتے ہیں۔

یہ ظاہر کررہا ہے۔ یہ قصیدہ کسی ایسے معاہدے کے بعد کہا گیا جو بنی ہاشم کے خلاف کیا گیا تھا۔ ایسا معاہدہ صرف ایک ہوا ہے جس کے نتیجے میں بنی ہاشم ،، شعب ابی طالب ،، میں محصور ہوئے تھے۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ یہ قصیدہ شعب ابی طالب میں محصوری کے ایام میں ابو طالب نے کہا ہے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت عام دی شروع کی جس سے مشتعل ہوکر تمام قبائل دشمن ہوگئے اس وقت ابو طالب نے یہ قصیدہ کہا تھا۔ یہ ہماری بات کے معارض نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

۶۲۴ تشریحات

زبیر بن بکار نے انساب میں ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے یہ دعاء عام الرمادہ میں کی تھی۔ ابن سعد وغیرہ نے لکھا ہے کہ عام الرمادہ کا مشہور قحط ۱۸ھ میں پڑا تھا۔ نو مہینے تک قطعاً بارش نہ ہوئی۔ بارش نہ ہونے سے پوری زمین گرد وغبار ہوگئی تھی۔ اس لئے اس کو عام الرمادہ کہتے ہیں۔ رماد کے معنی راکھ کے ہیں۔

ابو صالح کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عباس منبر پر تشریف لے گئے تو حضرت عمر نے پہلے یہ دعا کی:-

اللهم انا توجهنا اليك بعم نبيك وصنو ابيه فاسقنا الغيث ولا تجعلنا من القانطين۔

اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا اور ان کے والد کے برابر کو وسیلہ بنا کر تیری طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ تو بارش برسا اور ہمیں مایوس ہونے والوں میں مت کرنا۔ پھر حضرت عباس سے فرمایا۔ آپ دعا کریں تو انھوں نے یوں دعا کی۔ اے اللہ بغیر گناہ کے کوئی بلا نہیں اترتی اور توبہ کے بغیر کوئی بلا نہیں ٹلتی۔ میرا وسیلہ لے کر قوم تیری جناب میں متوجہ ہے تیرے نبی کے ساتھ میری قربت کی وجہ سے گناہوں سے آلودہ ہمارے ہاتھ تیری طرف اٹھے ہوئے ہیں۔ اور ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ۔ ہمیں بارش سے سیراب کر۔ اس دعا کے بعد آسمان میں پہاڑوں کے مثل پرنالے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ زمین سرسبز ہوگئی اور لوگ جی گئے۔

لـه قسطلانی ثانی ص

رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال اللّٰھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی اللہ تعالیٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور یہ کہتے اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون ع ہ
علیہ وسلم کا وسیلہ لے کر آتے تو ہمیں تو سیراب کرتا اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ لیکر آئے ہیں ہم پر مینہ برسا۔ تو مینہ برستا۔

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے فرمایا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صالح اور دین دار لوگوں سے اور اہل بیت سے خدا کی بارگاہ میں سفارش طلب کرنا مستحب ہے۔

زبیر بن بکار نے انساب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس حدیث کو یوں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دن یہ خطبہ دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عباس کو باپ کی جگہ جانتے تھے۔ اے لوگو! اپنے چچا عباس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو برتاؤ تھا اس کی پیروی کرو اور انھیں اللہ کی طرف وسیلہ بناؤ۔ الحدیث

اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں بطریق محمد بن مثنی سند مذکور کیساتھ ذکر کیا ہے۔ نیز اسماعیلی نے بھی بطریق محمد بن مثنی سند مذکور کیساتھ تھوڑے سے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے نیز عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے نیز امام ابو القاسم ابن عساکر نے بھی کتاب الاستسقاء میں انھیں سے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ اہل بیت اور بزرگان دین کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا مستحب ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے تصریح کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل تمام صحابہ کرام کے مجمع میں ہوا اور سب نے اس پر عمل کیا۔ تو توسل کا مستحب ہونا اجماع صحابہ سے ثابت ہوگیا۔

اس پر غیر مقلدین اور توسل کے منکرین یہ کہتے ہیں۔ اس حدیث میں توسل سے مراد دعا کی درخواست ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس سے دعا کی درخواست کی تھی۔ اقول۔ دوسری روایتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر یہ لوگ صرف بخاری ہی کی روایت پر ایمان رکھتے تو ایسی بے تکی بات نہیں کرتے۔ بخاری کے الفاظ پر ایک نظر ڈالیں۔ حضرت عمر عرض کرتے ہیں۔ انا کنا نتوسل۔ الحدیث۔ حضرت عمر بارگاہ خداوندی میں یہ عرض کرتے ہیں۔ اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کو وسیلہ بناتے تھے اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ لاتے ہیں ہمیں سیراب فرما۔ یہ عرض اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہے۔ حضرت عباس کی خدمت میں نہیں۔ اس میں صاف صاف تصریح ہے کہ اے اللہ ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ لاتے ہیں ہم کو سیراب فرما۔ یہ عرضداشت اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہے۔ حضرت عباس کے وسیلے سے۔ پھر یہ کہنا کہ توسل سے یہاں مراد دعا کی درخواست ہے۔ ابلہ فریبی اور حدیث کی تحریف معنوی نہیں تو کیا ہے۔ دوسرے طرق میں جو دعا کے کلمات مروی ہیں ان میں بھی تقریباً یہی مضمون ہے۔

کبھی ان میں سے کچھ کہہ دیتے ہیں کہ زندہ کا توسل درست ہے۔ مردے کا شرک۔ اقول۔ اولاً اہلسنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیوی جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ تو یوں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل درست ہوا

ع الاستسقاء باب سؤال الناس الامام الاستسقاء ۱۳۷ | المناقب باب ذکر عباس بن عبد المطلب ص ۵۲۶

۱۹۷ ت وَزَادَ اَسْبَاطُ عَنْ مَنْصُوْرٍ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اسباط نے منصور سے روایت کرتے ہوئے یہ زیادہ کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور یہ کہنا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل اب بھی جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ہی سے کیوں توسل نہیں کیا، حضرت عباس سے کیوں کیا۔ یہ پہلی سے بھی بڑی جہالت ہے۔ اگر کسی کام کے چند طریقے ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا اس کی دلیل نہیں کہ دوسرے طریقے غلط ہیں خصوصاً جبکہ اختیار کردہ طریقے میں کوئی خاص فائدہ ہو۔ یہاں بجائے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرت عباس سے توسل میں ایک اہم افادہ مقصود تھا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کا استحباب سب کو معلوم تھا۔ ہوسکتا ہے کہ کسی کو وہم ہوتا کہ غیر نبی سے توسل حرام ہے۔ تو حضرت عمر نے حضرت عباس کو وسیلہ بنا کر بتادیا کہ غیر نبی سے توسل اسی طرح مستحب ہے جیسے انبیاء کرام سے ہے۔ ثانیاً علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری[1] میں اور علامہ احمد خطیب قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عمر کے خازن مالک داری کہتے ہیں کہ حضرت عمر کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا، یا رسول اللہ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیے۔ لوگ ہلاک ہوگئے۔ ایک صاحب کے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا، عمر سے جاکر کہدو کہ عنقریب بارش آئے گی۔ سیف نے الفتوح میں لکھا ہے کہ یہ صاحب حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس حدیث کو علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اور علامہ احمد خطیب قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں صحیح کہا ہے، اسے بیہقی نے دلائل النبوۃ جلد حادی عشر میں روایت کیا ہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین[2] بیہقی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

اس حدیث صحیح سے ثابت کہ کبھی کبھی صحابہ کرام مزار اقدس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر حضور سے بھی استعانت کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ بارگاہ قدس کے خواص کے مزارات پر طلب حاجات کے لئے حاضری صحابہ کرام کی سنت ہے اور یہ تو ثابت ہی ہے کہ بعد وصال صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ حل مشکلات کے لئے درخواست کرتے، اس لئے یہ کہنا کہ بعد وصال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل حرام یا شرک ہے۔ اس حدیث صحیح کا رد ہے۔

۱۹۷ تشریحات اس تعلیق کو بیہقی نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ داؤدی وغیرہ نے یہ اعتراض کیا کہ یہاں امام بخاری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی سند کو حضرت انس کی حدیث کے متن کے ساتھ جوڑ دیا ہے[1] دمیاطی نے بھی اس کی تائید کی حتیٰ کہ علامہ عینی نے بھی۔ مگر علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مکے میں بھی قحط دور ہونے اور پھر بارش[2] کی دعا فرمائی ہے۔ جیسا کہ بخاری[3] ہی میں سورہ دخان کی تفسیر میں ہے، اور دوسری میں بھی ہے اور مسند امام احمد[4] اور ابن ماجہ[5] میں حضرت کعب بن مرہ یا مرہ بن کعب کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست مبارک اٹھایا اور یہ کہا۔ اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُرِیْئًا مَرِیْعًا طَبَقًا عَاجِلًا غَیْرَ رَائِثٍ نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ اے اللہ ہم کو سیراب کر پوری بارش

۱ ثانی تفسیر سورہ دخان ص ۵ ـ ۷۱۴، ۳ جلد رابع ص ۲۳۶ ۴ استسقاء باب الدعاء فی الاستسقاء ص ۹۱

۱ ثانی ص ۴۱۲

فسقوا الغيث فاطبقت عليهم سبعا وشكا الناس كثرة المطر فقال اللهم

نے دعا فرمائی تو بارش ہوئی اور سات دن تک مسلسل ہوتی رہی اور لوگوں نے بارش کی زیادتی کی شکایت کی تو کہا

حوالينا ولا علينا فانحدرت السحابة عن رأسه فسقوا الناس حولهم ع٥

اے اللہ ہمارے اردگرد ہم پر نہیں۔ تو حضور کے سر سے بادل چھٹ گیا اور لوگوں کے اردگرد بارش ہوتی رہی۔

حدیث ٦٢٥

عن ابي اسحاق خرج عبد الله بن يزيد الانصاري وخرج معه

ابو اسحاق سبیعی سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن یزید انصاری اور ان کے ساتھ

ہے جو تازگی لانے والی ہو جلد ہو دیر میں نہ ہو نافع ہو نقصان دینے والی نہ ہو۔ دوسرا جمعہ نہیں آیا کہ دعا قبول ہوئی اس کے بعد پھر لوگ آئے اور بارش کی زیادتی کی شکایت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ گھر گر گئے اور حضور نے یہ دعا کی اے اللہ ہمارے اردگرد اور ہم پر نہیں تو بادل دائیں بائیں چھٹنے لگا۔

مسند امام احمد میں، انک جری کے بعد یہ زائد ہے۔ یا رسول اللہ آپ نے اللہ سے مدد مانگی تو اس نے آپ کی مدد کی، آپ نے دعا کی تو اللہ نے قبول کی۔ تو حضور نے دعا کے لئے دست مبارک اٹھایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مضر میں بھی بارش کی زیادتی کی وجہ سے بہت بارش روکنے کے لئے درخواست کی گئی اور حضور نے دعا فرمائی۔ کعب بن مرہ یا مرہ بن کعب کی حدیث میں ہے کہ بارش کی دعا کی درخواست کرنے والے نے خاص مضر کے لئے دعا کی درخواست کی تھی جس پر حضور نے فرمایا، تم بہت جری ہو۔ مضر کیلئے وہ بارش دوسرا جمعہ آنے سے پہلے ہوئی۔ اور حضرت انس کی حدیث میں خاص مضر کے لئے دعا کی درخواست نہیں مطلق ہے۔ اور نہ یہ ہے کہ حضور نے درخواست پر کچھ فرمایا ہو۔ درخواست سنتے ہی دعا فرمائی۔ اور یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تھے کہ بارش تیزی سے ہونے لگی اس لئے حضرت انس اور حضرت کعب بن مرہ یا مرہ بن کعب کی حدیثوں میں دو واقعے ہوئے اور دو جگہ ہوئے۔ ایک مدینہ طیبہ میں بعد ہجرت اور دوسرا مکہ معظمہ میں قبل ہجرت۔ اس لئے امام بخاری پر اعتراض مذکور درست نہیں۔

اسباط اسباط دو ہیں۔ ایک اسباط بن محمد قاص، دوسرے اسباط بن نصر ہمدانی ابو یوسف اور ان کو ابو نصر بھی کہتے ہیں۔ ابن معین نے انہیں ثقہ کہا امام احمد نے توقف کیا۔ امام نسائی نے فرمایا قوی نہیں۔ یہاں دوسرے اسباط مراد ہیں۔

تشریحات ٦٢٥

عبد اللہ بن یزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد نبوی میں پیدا ہوئے۔ ایک روایت کی بنا پر حدیبیہ میں شریک تھے۔ ابو عمرو نے کہا کہ اس وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صفین، جمل، نہروان میں شریک ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر کی جانب سے کوفے کے امیر بھی رہے اور انہیں کے عہد میں واصل بحق ہوئے۔

قال لنا ابتدائی سند میں تھا قال لنا۔ اس کی توجیہ علامہ کرمانی نے یہ کی کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ حدیث بطور مذاکرہ سنی ہے اور حدثنی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اثنائے تعلیم میں یہ حدیث سنی ہے مگر بخاری کے یہاں یہ فرق نہیں کیونکہ بہت سی حدیثیں کو انہی اس جامع میں قال لنا سے ذکر کیا اور دوسری تصنیف میں صیغہ تحدیث سے درج کیا ہے بلکہ وہ حدیث موقوف اور متابعات

ع٥ الاستسقاء باب اذا استشفع المشركين المسلمين عند القحط ص ١٣٩

الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ فَاسْتَسْقَى فَقَامَ
حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شہر سے باہر نکلے اور بارش کیلئے
لَهُمْ عَلَى رِجْلَيْهِ عَلَى غَيْرِ مِنْبَرٍ فَاسْتَسْقَى ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ وَلَمْ
دعا کی وہ اپنے دونوں پاؤں پر کھڑے ہوئے اور بارش کے لئے دعا کی پھر دو رکعت نماز پڑھی جس میں قراءت بلند
يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ وَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
آواز سے کی، نہ اذان دی نہ اقامت کہی۔ ابو اسحاق نے کہا اور عبد اللہ بن یزید نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔

ہیں اس کو استعمال کرتے ہیں۔

خرج مراد یہ ہے کہ میدان میں شہر سے باہر آئے۔ یہ ۶۴ھ کا واقعہ ہے۔ مختار بن عبید ثقفی کذاب کے کوفے پر غلبہ سے پہلے کا حضرت عبد اللہ بن زبیر نے انھیں استسقاء کا حکم دیا تھا۔ سنن کجی سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ نماز حضرت زید بن ارقم نے پڑھائی تھی۔

فاستسقی فقام فاستسقی، اجمال ہے۔ فقام الخ اس کی تفسیر ہے۔ یعنی بارش کی دعا کی کیسے کی۔ اسے۔ فقام الخ سے بیان فرمایا۔ فاستسقی سے مراد خطبہ نہیں۔

صلی رکعتین حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ نماز استسقاء کا جز نہیں۔ استسقاء کے سلسلے میں جو عام روایات ہیں ان میں نماز کا ذکر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ استسقاء، توبہ استغفار اور دعا کا نام ہے۔ ارشاد باری ہے اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ٥ اپنے پروردگار سے مغفرت چاہو بیشک وہ بخشنے والا ہے، تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ استسقاء صرف استغفار اور دعا ہے۔ امام ابو یوسف، امام محمد اور جمہور اس کے قائل ہیں کہ استسقاء میں نماز سنت ہے۔ ہمارے یہاں قول مختار و مفتی بہ یہ ہے کہ نماز سنت نہیں، چاہیں تو پڑھ لیں۔ صحیح یہ ہے کہ استسقاء کی نماز بھی عام نمازوں کی طرح ہے، اس میں زائد تکبیریں نہیں۔ اور یہ نماز صرف دو رکعت ہے۔ جیسا کہ طبرانی[۱] نے اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز استسقاء دو رکعت پڑھی اور صرف ایک ہی تکبیر پڑھی۔ اور بعض روایتوں میں جو یہ آیا ہے کہ عید کے مثل پڑھی اس سے مراد یہ ہے کہ نماز عید کی طرح میدان میں بلند قراءت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں، جیسا کہ اس حدیث میں تینوں باتیں مذکور ہیں۔ تشبیہ کے لئے تمام اوصاف میں مشارکت لازم نہیں۔

خطبہ نماز استسقاء میں خطبہ نماز کے بعد ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمد[۲] میں حضرت عبد اللہ بن زبیر والی حدیث ۶۴ھ میں یہ تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے خطبے سے پہلے نماز پڑھی۔ نیز ابن ماجہ[۳] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی نہ اذان دی نہ اقامت کہی، اس کے بعد خطبہ دیا اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے قبلہ کی جانب منھ کیا پھر چادر پلٹی تو داہنا سرا بائیں پر اور بایاں دائیں مونڈھے پر کر لیا۔

ع الاستسقاء باب الدعاء فی الاستسقاء قائما ص ۱۳۹ مسلم مغازی۔ [۱] عمدۃ القاری رابع ص ۳۵
[۲] جلد رابع ص ۳۱ [۳] صلوۃ الاستسقاء ص ۹۱

حدیث ۶۲۶ عن عبادِ بنِ تمیمٍ عن عمِّہ قال رأیتُ النبیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یومَ خرج یستسقی قال فحوّل الی الناس ظہرہ واستقبل القبلۃ یدعو ثم حوّل رداءہ ثم صلی لنا رکعتین جہر فیہما بالقراءۃ عہ

عباد بن تمیم اپنے چچا عبد اللہ بن زید مازنی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس دن دیکھا جس دن استسقاء کے لئے تشریف لے گئے حضور لوگوں کی طرف پشت مبارک اور قبلے کی جانب رخ انور کرکے دعا کرتے رہے، پھر اپنی چادر پلٹی اسکے بعد دو رکعت نماز پڑھائی جسمیں بلند آواز سے قرأت کی۔

تشریحات ۶۲۶ باب تحویل الرداء میں۔ سند یوں ہے حدثنا سفیان عن عبد اللہ بن ابی بکر انہ سمع عباد بن تمیم یحدث اباہ عن عمہ عبد اللہ بن زید۔ عبد اللہ بن ابو بکر سے روایت کرتے ہوئے ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی کہ انھوں نے عباد بن تمیم کو سنا کہ وہ اپنے چچا عبد اللہ بن زید سے روایت کرتے ہوئے ان کے باپ سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ اسمیں۔ اباہ۔ کی ضمیر کا مرجع، عبد اللہ ہیں اور راوی عبد اللہ کے باپ ابو بکر ہیں۔

آخر میں ہے کہ ابن عیینہ نے کہا کہ یہ عبد اللہ بن زید۔ اذان والے عبد اللہ بن زید ہیں۔ لیکن اس معاملے میں ان سے وہم ہو گیا ہے یہ عبد اللہ بن زید بن عاصم مازنی انصاری ہیں۔ انصار والے مازن سے ہیں بنی تمیم والے مازن سے نہیں۔

تحویل رداء امام اثنائے خطبہ میں اپنی چادر کو پلٹ دے اس طرح کہ نیچے کا اوپر اور اوپر کا نیچے ہو جائے یہ حالت بدلنے سے فال ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر چار ہاتھ ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ ایک بالشت چوڑی تھی۔ امام واقدی نے فرمایا کہ چھ ہاتھ لمبی اور تین ہاتھ ایک بالشت چوڑی تھی۔ اور تہبند چار ہاتھ ایک بالشت لمبا اور دو ہاتھ ایک بالشت چوڑا تھا۔

یہ نماز کس سنہ میں ہوئی یہ نماز استسقاء حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنہ ۶ھ رمضان المبارک میں پڑھی تھی لہ اس کی تفصیل ابوداؤد عہ اور ابن حبان میں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قحط کی شکایت کی تو حضور نے عیدگاہ میں منبر رکھوایا، اور ایک خاص دن کے لئے لوگوں سے وعدہ فرمایا اس دن جب سورج نکل آیا تو حضور تشریف لے گئے اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور تکبیر پڑھی اور اللہ عزوجل کی حمد کی۔ پھر فرمایا۔ تم نے اپنے دیار کے قحط اور وقت سے بارش کے موخر ہونے کی شکایت کی ہے اور تمہیں تمہارے رب عزوجل نے دعا کا حکم دیا ہے اور تم سے وعدہ فرمایا ہے کہ تمہاری دعا قبول فرمائے گا۔ اس کے بعد کہا۔ الحمد للہ رب العلمین

عہ الاستسقاء باب کیف حول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ردائہ ص ۱۳۹ باب خروج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ فی الاستسقاء مستقلو ص ۱۳۶ باب الجہر بالقراءۃ فی الاستسقاء ص ۱۳۹ باب الدعاء فی الاستسقاء قائما ص ۱۳۹ باب صلوٰۃ الاستسقاء رکعتین ص ۱۴۰ باب تحویل الرداء فی الاستسقاء ص ۱۴۰ باب استقبال القبلۃ فی الاستسقاء ص ۱۴۰، باب الاستسقاء فی المصلی ص ۱۴۰ ص ۱۳۶، دو طریقے سے ثانی الدعوات باب الدعاء مستقبل القبلۃ ص ۹۳۹ صلوٰۃ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔ لہ فتح الباری ثانی ص ۴۱۵ عہ اول صلوٰۃ رفع الیدین فی الاستسقاء ص ۱۶۵

حدیث ۶۲۷ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ دُعَائِهٖ اِلَّا فِی الْاِسْتِسْقَاءِ وَاِنَّهٗ
استسقاء کے علاوہ کسی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور اتنا اٹھاتے کہ بغل کی سپیدی
یَرْفَعُ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ اِبْطَیْهِ ؏
دکھائی دیتی۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَّبَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ۔ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اے اللہ تو ہی وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو غنی ہے اور ہم تیرے محتاج ہیں ہم پر بارش برسا۔ اور جتنی بھی برسا اسے ہمارے لئے قوت اور موت کے وقت تک گذارنے کا ذریعہ بنا۔ اس کے بعد اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور اوپر کرتے رہے یہاں تک کہ حضور کے بغل کی سپیدی ظاہر ہو گئی۔ اس کے بعد لوگوں کی طرف اپنی پشت مبارک کی اور اپنی چادر پلٹی اس حالت میں کہ اپنے دست مبارک اٹھائے رہے۔ اس کے بعد لوگوں کی طرف رخ انور فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے بادل پیدا فرما دیا، گرجا چمکا پھر اللہ کے اذن سے برسا۔ حضور اپنی مسجد میں نہیں پہنچے کہ نالے بہہ گئے، جب لوگوں کے چھپنے میں جلدی دیکھی تو اتنا ہنسے کہ نوکیلے دانت نظر آنے لگے اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

بزار اور طبرانی میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت ہے کہ بارش رک گئی تو ہم نے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارے لئے بارش کی دعا فرمائیں تو دوسرے دن صبح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلے اصحاب سنن نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرانے کپڑے پہنے ہوئے عاجزی انکساری کی حالت میں استسقاء کے لئے نکلے۔

تشریحات ۶۲۷ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ استسقاء کے علاوہ کسی اور موقع پر دعا میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے حالانکہ گزر چکا کہ عام دعاؤں میں بھی ہاتھ اٹھاتے تھے۔ علامہ نووی نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اتنا اونچا نہیں اٹھاتے کہ بغل کی سپیدی نظر آنے لگے، اتنا بلند کرنا استسقاء کے ساتھ خاص ہے۔ ورنہ دعا کے آداب میں سے ہے کہ مونڈھوں تک ہاتھ اٹھایا جائے اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔

؏ الاستسقاء باب رفع الامام یدہ فی الاستسقاء ص ۱۴۰ باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۰۳ مسلم۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ الاستسقاء۔

۱۹۸ ت

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کَصَیِّبٍ اَلْمَطَرُ وَقَالَ غَیْرُہٗ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ صَیِّبٌ کے معنی بارش کے ہیں

صَابَ وَاَصَابَ یَصُوْبُ عہ

اور کسی نے کہا صاب اصاب۔ یصوب۔

۶۲۸ حدیث

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا رَاَی الْمَطَرَ قَالَ اَللّٰہُمَّ صَیِّبًا نَافِعًا عہ

علیہ وسلم جب بارش دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اے اللہ اسے نفع دینے والی بارش بنا۔

۶۲۹ حدیث

اَخْبَرَنِیْ حُمَیْدٌ اَنَّہٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب سخت ہوا چلتی تو

۱۹۸ تشریحات

قرآن مجید میں ہے۔ اَوْ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ۔ یا جیسے آسمان کی بارش حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ صیب کے معنی بارش کے ہیں۔ چونکہ اس باب کی حدیث میں صیبا نافعا آیا ہے۔ تو امام بخاری نے مناسب جانا کہ اس کی وہ تفسیر ذکر فرمادیں جو سید المفسرین نے کی ہے۔ اس اثر کو ابو جعفر طبری نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

قال غیرہ سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ صیّب، صاب یصوب۔ باب نصر ینصر سے اجوف واوی ہے۔ صَیِّبٌ اصل میں صَیْوِبٌ تھا۔ سَیِّدٌ کے قاعدے سے واو کو یاء سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ اصل عبارت یہ تھی۔ صاب یصوب اصاب۔ ناسخین نے بے توجہی میں اصاب کو یصوب پر مقدم کر دیا۔ اس قول کا ایک فائدہ یہ ہے۔ صاب۔ مجرد، اصاب مزید فیہ دونوں کے معنی ایک ہیں۔

۶۲۸ تشریحات

ابن ماجہ میں ہے کہ جب آسمان کے کسی کنارے سے بادل آتا ہوا دیکھتے تو ہر کام چھوڑ دیتے اگرچہ نماز ہی کیوں نہ ہو اور بادل کی طرف منھ کر کے یہ دعا کرتے۔ اے اللہ جو بھیجا جا رہا ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اگر بارش ہونے لگتی تو یہ دعا کرتے۔ اے اللہ اسے نفع دینے والی بارش بنا۔ دو یا تین بار۔

اسمیں خاص سر یہ تھا کہ قوم عاد پر جب عذاب کیلئے آندھی کالے بادلوں کی شکل میں اٹھی تو انھوں نے اسے بادل سمجھا اور یہ کہا یہ ہمارے پاس آرہا ہے بارش برسائے گا، دوسرے یہ کہ بارش مضر بھی ہو سکتی ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔

۶۲۹ تشریحات

کتاب التفسیر سورہ احقاف[1] میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ام المومنین صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی اتنا کھلکھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ حضور کے کوّے دکھلائی دیئے ہوں۔ حضور صرف مسکراتے

عہ باب ما یقال اذا امطرت ص ۱۴۰ عہ باب ما یقال اذا امطرت ص ۱۴۰ نسائی الیوم واللیلۃ۔ ابن ماجہ۔ دعا۔

يَقُولُ كَانَتِ الرِّيحُ الشَّدِيدَةُ إِذَا هَبَّتْ عُرِفَ ذٰلِكَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؏

اس کا اثر نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرے میں پہچانا جاتا۔

حدیث ۶۳۰

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ

تھے۔ اور جب بادل یا ہوا دیکھتے تو اس کا اثر چہرہ انور پر دکھائی دیتا۔ ام المومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اس امید پر کہ بارش ہوگی۔ اور حضور کو دیکھتی ہوں کہ جب یہ دیکھتے ہیں تو چہرے پر ناگواری ظاہر ہوتی ہے۔ فرمایا اے عائشہ مجھے اس سے امن نہیں کہ اس میں عذاب ہو۔ ایک قوم کو ہوا سے عذاب دیا گیا ہے۔ ایک قوم نے عذاب دیکھا تو یہ کہا یہ آرہا ہے ہم پر برسے گا۔ بخاری بدء الخلق اور مسلم میں ہے کہ جب آسمان پر بادل چھا جاتا تو حضور کا رنگ بدل جاتا باہر نکلتے اندر آتے، آگے جاتے پیچھے آتے۔ جب بارش ہونے لگتی تو یہ کیفیت ختم ہو جاتی۔ ام المومنین نے وجہ دریافت کی تو مذکورہ بالا جواب عنایت فرمایا۔

تشریحات ۶۳۰

صحیح یہ ہے کہ صبا اس ہوا کو کہتے ہیں جو پورب سے پچھم کو خط استواء پر چلتی ہے۔ اور دبور اس کے بالمقابل پچھم سے پورب چلتی ہے، یہ غزوہ خندق کے موقع پر ہوا تھا۔ دس ہزار فوجوں نے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور مسلسل بیس بائیس دن رہا، فاقہ، خوف، بے خوابی کیوجہ سے جو حال صحابہ کرام کا ہوا اس کی تصویر قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچی ہے۔

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللّٰهِ الظُّنُونَا۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا۔ إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا۔ (سورہ احزاب ۱۰، ۱۱، ۱۲)

جب کافر تم پر بالائی طرف اور نشیبی طرف سے آپڑے اور آنکھیں ٹھٹک گئیں اور کلیجے منھ کو آگئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت مسلمانوں کی آزمائش ہوئی اور شدت کے ساتھ جھنجھوڑے گئے۔ جبکہ منافقین اور جن کے دلوں میں بیماری تھی کہنے لگے، ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے فریب دیا تھا۔

حال یہ تھا کہ حضرت جابر جیسے مخلص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ کلیجے منھ کو آگئے کوئی دعا ارشاد فرمائیں۔ اس ہمت شکن صبر آزما حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوشنبہ سہ شنبہ چہار شنبہ تین دن تک مسلسل یہ دعا کی:-

يَا صَرِيخَ الْمَكْرُوبِينَ يَا مُجِيبَ الْمُضْطَرِّينَ اِكْشِفْ هَمِّي وَغَمِّي وَكَرْبِي تَرَىٰ مَا نَزَلَ بِي وَبِأَصْحَابِي۔

اے مصیبت زدہ کی فریاد سننے والے اے پریشان حالوں کی دعا قبول کرنیوالے میری پریشانی اور میرے غم کو دور فرما مجھ اور میرے صحابہ پر جو افتاد پڑی ہے تو اسے دیکھ رہا ہے۔

؏ باب اذا ہبت الریح ص ۱۴۱ ؎ اول بدء الخلق باب ماجاء فی قولہ تعالیٰ وھو الذی ارسل الریاح ص ۴۵۵

...تعالیٰ علیہ وسلم قال نصرت بالصبا واهلكت عاد بالدبور ع۵

...تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پروائی ہوا سے میری مدد کی گئی اور پچھوائی ہوا سے عاد کو ہلاک کیا گیا۔

...اللہ عزوجل نے فرشتوں اور صبا، پروائی ہوا سے اپنے محبوب کی مدد فرمائی۔ اس زور کی ٹھنڈی ہوا چلی کہ چولہوں سے ...ہانڈیاں الٹ گئیں خیمے اکھڑ گئے، طنابیں ٹوٹ گئیں، آدمی گر پڑے، گھوڑے بدک بدک کر بھاگنے لگے۔ اس لشکر الٰہی کی تاب نہ لا کر ابوسفیان نے واپسی کا طبل بجا دیا۔ اور پورا لشکر راتوں رات بھاگ کھڑا ہوا۔ ادھر یہ حال تھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لشکر میں چراغ تک جلتے رہے۔ جب قریش چلے گئے تو غطفان وغیرہ بھی واپس ہو گئے۔ بیس بائیس دن کے بعد مدینے کی فضا صاف ہو گئی۔ اسی کو اللہ عزوجل نے یوں بیان فرمایا ہے:

یاایها الذین آمنوا اذکروا نعمة الله علیکم اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیهم ریحا وجنودا لم تروها (پ ۲۱ ع ۲)

اے ایمان والو اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آپڑے تو اس نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجا جسے تم دیکھ نہ پائے۔

ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں اور بزار وغیرہ نے رجال صحیح سے روایت کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس رات باد صبا نے باد شمال سے کہا چلو رسول اللہ کی مدد کریں تو اس نے جواب دیا کہ الحرائر لاتهب باللیل شریف عورتیں رات میں نہیں چلتیں۔ مدارج میں یہ لفظ ہے الحرة لاتسیر باللیل شریف عورت رات میں نہیں نکلتی تو اسپر اللہ عزوجل نے غضب فرمایا اور اسے بانجھ کر دیا۔[1]

اسی کو اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے الملفوظ حصہ چہارم میں ذکر فرمایا ہے جس پر دیوبندیوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا ہے۔ اس کا مفصل مکمل رد، تحقیقات میں ملاحظہ فرمائیں۔

واهلکت عاد قوم عاد پر حضرت ہود علیہ السلام بھیجے گئے تھے انھوں نے جب سرکشی کی اور تمسخر کے طور پر عذاب کا مطالبہ کیا تو ان پر انتہائی تند و تیز آندھی بھیجی گئی جو ان پر آٹھ دن اور سات رات مسلسل چلتی رہی، چہار شنبہ کی صبح کو شروع ہوئی اور دوسرے چہار شنبہ کو دن ڈوبنے پر بند ہوئی۔ اس آندھی کے دباؤ سے ان کے پھیپھڑے پھٹ گئے۔ اور یہ لوگ خون پھینک پھینک کر مر گئے۔ یہ بڑے قد آور تنومند تھے۔ ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔ یہ میدان میں یوں مرے پڑے تھے جیسے کھجور کے کھوکھلے درخت اکھڑ کر زمین پر پڑے ہوں۔ جب آندھی کے مرغولے کالے رنگ کے فضا میں اٹھے اور تیزی سے ان کی طرف بڑھے تو انھوں نے اسے بادل سمجھا اور بڑی بے پرواہی سے کہا، یہ بادل ہے جو ہم پر آکر برسے گا۔[2]

ع۵ باب نصرت بالصبا ص ۱۴۱ - بدء الخلق باب ماجاء فی قوله تعالیٰ وهو الذی ارسل الریاح ص ۵۵۵ - الانبیاء باب قول الله عزوجل والی عاد اخاهم هودا ص ۴۷۱ - ثانی مغازی باب غزوة الخندق ص ۵۸۹ مسلم - صلوٰة

[1] الزرقانی علی المواهب ثانی ص ۲ - ۱۲۱ مدارج النبوة ثانی ص ۲۳۷ [2] قرآن مجید وعامه تفاسیر

حدیث ۶۳۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْغَیْبِ خَمْسٌ لَّا یَعْلَمُھَا اِلَّا اللّٰہُ لَا یَعْلَمُ اَحَدٌ مَّا یَکُوْنُ فِیْ غَدٍ وَّلَا یَعْلَمُ اَحَدٌ مَّا یَکُوْنُ فِی الْاَرْحَامِ وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ وَمَا یَدْرِیْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا غیب کی کنجی پانچ ہیں جنھیں صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا اور کوئی

تشریحات ۶۳۱ جلد اول میں ص۳۳۲ تا ۳۴۳ پر مفصل بحث ہو چکی ہے۔ وہیں ہم نے دلائل قاہرہ سے ثابت کر دیا ہے کہ لا یعلمھا الا اللہ سے مراد علم ذاتی قدیم واجب غیر متناہی بالفعل ہے۔ یہ بلا شبہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ رہ گیا عطائی وہ اللہ عزوجل کی عطا سے انبیاء کرام اولیاء عظام کو بھی حاصل ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لکھتے ہیں:۔

مراد آن است کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل کس اینہاں نمی داند از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آں را نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بداناند بوحی والہام۔[۱]

مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کو اللہ عزوجل کے بتائے بغیر عقل کے حساب سے کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ امور غیبیہ میں سے ہیں جنکو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ وحی یا الہام کے ذریعہ کسی کو بتا دے۔

ہر انصاف پسند کے لئے غور کرنے کی بات یہ ہے کہ۔ لا یعلمھا الا اللہ جنھیں سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا یہاں اس بات سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں کہ یہ جملہ اثبات اور نفی دونوں پر مشتمل ہے۔ اس میں باری تعالیٰ کیلئے اثبات ہے اور غیر باری تعالیٰ کے لئے نفی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس علم کا باری تعالیٰ کے لئے اثبات ہے اسی کی غیر سے نفی ہے اور یہ طے ہے کہ باری تعالیٰ کے لئے علم ذاتی قدیم واجب غیر متناہی بالفعل کا اثبات ہے۔ تو اسی کی مخلوقات سے نفی ہوگی اور یہ اہل سنت کے عقیدے کے مضر نہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ مخلوقات کا علم عطائی حادث ممکن متناہی بالفعل ہے اس لئے یہ ارشاد ہمارے عقیدے کے مزاحم نہیں۔ اس ارشاد کا حاصل یہ ہوا کہ بغیر اللہ عزوجل کی عطا کے ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں۔ اللہ عزوجل کی عطا سے ہے، جیسا کہ جلد اول میں ہم نے احادیث اور اقوال علماء سے ثابت کیا ہے۔

علامہ ابراہیم بیجوری شرح قصیدہ بردہ[۲] میں فرماتے ہیں:

---

[۱] اشعۃ اللمعات اول ص ۴۴ [۲] ص ۸۴

اَحَدٌ مَتٰی یَجِیْئُ الْمَطَرُ عہ
نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابواب الکسوف

۶۳۲ حدیث عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ
حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم لوگ نبی

ولم یخرج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ بھذہ الامور الخمسۃ۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے ان پانچوں باتوں کا علم عطا فرما دیا تھا۔

علامہ صاوی سورہ لقمان کی تفسیر[1] میں لکھتے ہیں:
قال العلماء الحق انہ لم یخرج نبینا من الدنیا حتی اطلعہ اللہ علی تلک الخمس ولکنہ امر بکتمھا

علماء نے فرمایا حق یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک اللہ عزوجل نے انھیں ان پانچوں باتوں پر مطلع نہیں فرما دیا البتہ ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا تھا۔

۶۳۲ تشریحات تکمیل _ صفحہ ۱۴۳ پر یہ حدیث یوں ہے۔ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کے مرنے پر ان میں گہن نہیں لگتا۔ البتہ اللہ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اور صفحہ ۱۴۵ پر یہ زائد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ اس لئے فرمایا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے جن کا نام ابراہیم تھا وصال فرما گئے تھے تو لوگوں نے یہ کہا تھا۔ کسوف کے معنی ہیں حالت کا بدلنا۔ اور عرف میں گہن لگنے کے معنی ہیں فقہاء زیادہ تر سورج گہن کو کسوف اور چاند گہن کو خسوف کہتے ہیں۔ جوہری نے کہا کہ یہ زیادہ فصیح ہے مگر ایک کا دوسرے میں بھی استعمال احادیث میں وارد ہے۔ اس لئے افصح کہنا درست نہیں۔

نماز گہن ہمارے یہاں سورج گہن کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور جماعت سے پڑھنی مستحب ہے مگر جماعت کے لئے وہ تمام شرائط ضروری ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں۔ خطبے کے سوا۔ اگر وہ شرائط نہ پائے جاتے ہوں تو لوگ تنہا تنہا پڑھیں

[1] جلد ثالث ص ۱-۲۹۰

عہ باب لا یدری متی یجیئ المطر الا اللہ عزوجل ص ۱۴۱۔

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ سورج گہن لگا تو رسول اللہ صلے اللہ
صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ رِدَائَهُ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَا
تعالیٰ علیہ وسلم اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے (جلدی سے) اٹھے یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوئے
فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ حَتَّى انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
اور دو رکعت نماز پڑھی۔ یہاں تک کہ سورج کھل گیا اسکے بعد فرمایا کہ سورج اور چاند

خواہ گھر میں خواہ مسجد میں۔ شرائط جمعہ پائے جانے کے وقت بھی اگر لوگ تنہا تنہا پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔ چاند گہن کی نماز مستحب ہے اسمیں جماعت مشروع نہیں لوگ تنہا تنہا نماز پڑھیں۔ دو یا تین آدمی جماعت کر سکتے ہیں۔ گہن کی نماز کم از کم دو رکعت ہے۔ اور یہ بھی اور نمازوں کی طرح صرف ایک رکوع اور دو سجدے سے پڑھی جائے۔ یہی حضرت ابن عمر حضرت ابو بکرہ۔ حضرت سمرہ بن جندب حضرت عبداللہ بن عمر حضرت قبیصۃ الہلالی او رحضرت نعمان بن بشیر حضرت عبدالرحمن بن سمرہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہی روایت کیا ہے۔ دو رکعت سے زائد بھی پڑھ سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نماز اتنی لمبی کی جائے کہ جب تک گہن رہے نماز میں مشغول رہے اور اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی گہن رہے تو دوسرے اذکار و استغفار وغیرہ کرتے رہیں تا آنکہ گہن ختم ہو جائے۔ سورج گہن میں قراءت آہستہ ہوگی۔ چاند گہن میں بلند۔ اگر اوقات مکروہ میں گہن لگے تو نماز نہ پڑھیں۔ اذکار و استغفار میں مشغول رہیں۔

یہ گہن کب لگا تھا جس دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تھا اس دن یہ گہن لگا تھا، ان کی ولادت کے بارے میں اصحاب سیر متفق ہیں کہ ۸ھ کے ذوالحجہ میں ہوئی تھی۔ البتہ وصال کی تاریخ کے بارے میں کثیر اختلافات ہیں۔ ارباب سیر نے یہ اقوال ذکر کئے ہیں۔ ستر دن کے بعد سولہ مہینے آٹھ دن، سترہ مہینے آٹھ دن، ایک سال دس مہینے چھ دن، بخاری میں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سترہ مہینے یا اٹھارہ مہینے پر۔ مسند امام احمد میں ام المومنین اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت ہے کہ اٹھارہ ماہ پر وصال ہوا، عام طور پر اسی کو ترجیح دیجاتی ہے[1] کس مہینے میں انتقال ہوا اس پر بھی روایات متفق نہیں۔ ابن حزم نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے تین ماہ قبل۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ ذوالحجہ میں وصال ہوا۔ ایک اور قول صراحت کیساتھ یہ بھی ہے کہ رمضان میں۔ ایک قول ہے کہ ربیع الاول میں[2]۔ مدارج میں ہے[3]، محرم میں۔ تاریخ میں بھی یہی حال ہے۔ مدارج میں ہے کہ دس تاریخ تھی محرم کی یا ربیع الاول کی[4]۔

علامہ ابن حجر[5] اور علامہ عینی[6] دونوں نے یہ لکھا کہ جمہور اہل سیر نے کہا کہ ان کی وفات سنہ ۱۰ھ میں ہوئی۔ ربیع الاول یا رمضان یا ذوالحجہ میں اور اکثر کا قول یہ ہے کہ چاند کی دس تاریخ کو ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ چار کو اور ایک قول یہ ہے کہ چودہ کو۔

[1] زرقانی علی المواہب ثالث ص ۲۱۳ [2] ایضاً ص ۲۱۴ [3] ثانی ص ۵۸۱ [4] ایضاً [5] جلد ثانی ص ۴۳۸ [6] جلد سابع ص ۶۵

لَا یَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَاِذَا رَاَیْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا وَادْعُوْا حَتّٰی یَنْکَشِفَ مَا بِکُمْ عـله

کسی کی موت کیوجہ سے نہیں لگتا۔ اور جب اسے دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو یہاں تک کہ گہن دور ہو جائے۔

روایتوں میں بھی تاریخ کے بارے میں یہی تفصیل ہے۔ ـلـه
یہ قول کہ سنہ ۱۰ھ ذوالحجہ کی ان تاریخوں میں وصال ہوا۔ بالکلیہ ساقط الاعتبار ہے۔ اس لئے کہ سنہ ۱۰ھ کے ذوالحجہ کی ان تاریخوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے لئے مکے میں تھے یا راستے میں۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے وصال کے وقت ان کے پاس موجود تھے اور دفن میں شرکت فرمائی۔ اب رمضان، ربیع الاول اور محرم کا قول باقی رہ جاتا ہے۔ مگر حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک کے بارے میں جتنے اقوال ہیں ان میں کسی کیساتھ مطابقت نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اگر محرم میں وصال مانیں تو ان کی عمر مبارک گیارہ مہینے کی ہوتی ہے۔ ربیع الاول مانیں تو بارہ مہینے کی اور رمضان مانیں تو انیس مہینے کی ہوتی ہے۔ چونکہ ترجیح حضرت ام المومنین کے قول کو ہے کہ ان کی عمر اٹھارہ مہینے تھی۔ اور گنتی میں ذوالحجہ یا رمضان میں سے کسی کو پورا مہینہ نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیں تو ان دونوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ اقول یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ام المومنین کی بخاری کی روایت میں سترہ یا اٹھارہ شک کی بنا پر نہیں بلکہ انھوں نے اندازے سے ایک تخمینہ بتایا ہے۔ تو بات اور صاف ہو جاتی ہے۔ علامہ عینی[2] نے ایک جگہ اس پر جزم فرمایا ہے کہ ان کا وصال سہ شنبہ کے دن دس ربیع الاول سنہ ۱۰ھ میں ہوا ہے۔

ایک شبہ اور ازالہ سورج گہن کا سبب اہل ہیئت یہ بتاتے ہیں کہ چاند سورج اور زمین کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ صرف چاند کی اٹھائیس یا انتیس تاریخ کو ہو سکتا ہے۔ دوسری تاریخوں میں محال ہے اس لئے چاند کی دس یا چار یا چودہ کو سورج گہن ہونا محال ہے۔ اقول اسباب عادیہ کی بنا پر یہی صحیح ہے۔ مگر اللہ عزوجل اس پر قادر ہے کہ وہ سورج گہن سبب عادی کے بغیر لگا دے۔ بلکہ میرا گمان یہ ہے کہ اس گہن کے لگنے پر لوگوں کا جو گمان ہوا کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کیوجہ سے لگا ہے۔ اسی بنا پر تھا، کہ اٹھائیس یا انتیس کے بجائے دس کو لگا تھا۔ دس کو گہن لگنے کا کوئی سبب عادی نہیں تھا تو لوگوں نے وہ گمان کیا۔

نماز کسوف گزر چکا کہ یہ نماز بھی دوسری نمازوں کی طرح ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ ادا کی جائے گی۔ اس پر تفصیلی بحث علامہ عینی نے اس موقع پر فرمائی ہے۔ نیز امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اسے احادیث صحاح سے ثابت فرمایا ہے جس کی طرف تھوڑا سا ہم نے اشارہ بھی کر دیا ہے کہ آٹھ صحابہ کرام سے مروی ہے۔ خود اسی حدیث زیر بحث میں نسائی[3] میں یوں ہے۔ فصلی رکعتین کما تصلون۔ حضور نے دو رکعت نماز پڑھی جیسے تم اور نمازیں پڑھتے ہو۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سے زائد رکوع کیا ہوتا تو اس کو ضرور بیان فرماتے اور کما تصلون نہیں فرماتے۔

عه باب الصلوٰۃ فی کسوف الشمس ص ۱۴۱ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخوف اللہ عبادہ بالکسوف ص ۱۴۳ باب الصلوٰۃ فی کسوف القمر ص ۱۴۵۔ ثانی لباس باب من جر ازارہ من غیر خیلاء ص ۸۶۱ نسائی صلوٰۃ ثالث ص ۱۶۸، ـه۲ عمدۃ القاری سابع ص ۶۴ ـه۳ اول۔ باب الکسوف الامر بالدعاء فی الکسوف ص ۲۲۳

۶۳۳ حدیث

عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَّقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا ع۵

قیس بن حازم بجلی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند میں لوگوں میں سے کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جب اسے دیکھو تو اٹھو اور نماز پڑھو۔

۶۳۴ حدیث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا ع۶

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے خبر دیتے ہیں کہ سورج اور چاند میں کسی کے مرنے یا پیدا ہونے کی وجہ سے گہن نہیں لگتا۔ لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جب تم اسے دیکھو تو نماز پڑھو۔

۶۳۵ حدیث

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَسَفَتِ

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ

تشریحات ۶۳۳ - ۶۳۴

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ولا لحیاتہ زائد ہے اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو بدء الخلق میں ہے اس میں بھی ہے۔ چونکہ عرب کا اعتقاد یہ تھا کہ کسی عظیم بات کے ظہور کے وقت گہن لگتا ہے۔ اور عظیم بات جس طرح کسی کی موت ہو سکتی ہے اسی طرح کسی کی پیدائش بھی، اس لئے ولا لحیاتہ کا فرمانا موقع کے مناسب ہے۔

تشریحات ۶۳۵ - ۶۳۶

باب الجهر بالقراءة في الكسوف۔ میں اسی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خسوف کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کی۔ احناف۔ مالکیہ، شوافع سب اس کے قائل ہیں کہ سورج گہن کی نماز میں قرأت آہستہ پڑھی جائے گی۔ ہماری دلیل حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے[1]۔ انھوں نے کہا کہ میں نے سورج گہن میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حرف نہیں سنا۔ نیز بیہقی نے تین طریقے سے حضرت ابن عباس

ع۵ باب الصلوٰة فی کسوف الشمس ص ۱۴۲ / باب لا تنکسف الشمس لموت احد ولا لحیاتہ ص ۱۴۴ / بدء الخلق باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان ص ۴۵۵ مسلم نسائی ابن ماجہ خسوف۔ ع۶ باب الصلوٰة فی کسوف الشمس ص ۱۴۲ بدء الخلق باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان ص ۴۵۴ مسلم، نسائی۔ [1] ابو داؤد اول صلوٰة باب من قال اربع رکعات ص ۱۶۸ ترمذی اول صلوٰة باب کیف القراءة فی الکسوف ص ۷۳، نسائی کسوف باب ترک الجهر فیها بالقراءة ص ۲۲۲ ابن ماجہ باب ماجاء فی صلوٰة الکسوف ص ۹۱۔

الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں سورج میں گہن لگا جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ

تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج میں گہن لگا ہے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ

اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند میں کسی کی

لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ فَصَلُّوْا وَادْعُوا اللّٰهَ [ع۵]

موت یا پیدائش کی وجہ سے گہن نہیں لگتا ہے جب تم گہن دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو۔

حدیث ۶۳۶ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں سورج میں گہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ

نماز پڑھائی۔ حضور نے اس نماز میں قیام کیا تو لمبا قیام کیا پھر رکوع کیا تو رکوع بھی لمبا کیا اس کے بعد

ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ

پھر قیام کیا تو لمبا قیام کیا مگر پہلے والے قیام سے کم۔ اس کے بعد رکوع کیا تو رکوع کو طویل کیا مگر

باب صلوٰۃ الکسوف جماعۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابوداؤد میں[۲] رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ میں سورج گہن کی نماز میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑا تھا میں نے ایک حرف نہیں سنا۔

فاطال القیام حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی حدیث میں ہے کہ سورہ بقرہ کی مقدار قیام طویل فرمایا[۳]

ابوداؤد میں[۴] حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ دونوں رکعتوں میں کوئی لمبی سورۃ پڑھی نیز اسی میں ہے کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا، میں نے اندازہ لگایا تو یہ اندازہ ہوا کہ پہلی میں سورہ بقرہ اور دوسری میں سورہ آل عمران پڑھی ہوگی

ع۵ باب الصلوٰۃ فی کسوف الشمس ص ۱۴۲۔ باب الدعاء فی الکسوف ص ۱۴۵ ثانی الادب باب من سمی باسماء الانبیاء ص

۹۱۵ مسلم [۱] عمدۃ القاری سابع ص ۹۲ [۲] اولی باب القراءۃ فی الکسوف ص ۱۶۸ [۳] ایضا

وهو دون الركوع الاول ثم سجد فاطال السجود ثم فعل في الركعة

یہ پہلے والے رکوع سے کم تھا۔ اس کے بعد پھر سجدہ کیا تو سجدہ بھی طویل کیا اس کے بعد دوسری رکعت

الاخرى مثل ما فعل في الركعة الاولى ثم انصرف وقد تجلت

میں بھی اسی کے مثل عمل کیا جو پہلے میں کیا تھا پھر نماز سے فارغ ہوئے تو سورج کھل چکا تھا

الشمس فخطب الناس فحمد الله واثنى عليه ثم قال ان الشمس

اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا تو اللہ کی حمد کی اور ثنا کی اس کے بعد فرمایا سورج

والقمر آيتان من آيات الله لا ينخسفان لموت احد ولا لحياته

اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت اور پیدائش کی وجہ سے انہیں گہن نہیں لگتا

فاذا رأيتم ذلك فادعوا الله وكبروا وصلوا وتصدقوا ثم قال

جب گہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور تکبیر پڑھو اور نماز پڑھو اور صدقہ دو اس کے بعد فرمایا

يا امة محمد والله ما من احد اغير من الله ان يزني عبده او تزني امته

اے محمد کی امت! اللہ عزوجل سے بڑھکر کوئی غیرت مند نہیں کہ اسکا بندہ زنا کرے یا اسکی باندی زنا کرے

يا امة محمد والله لو تعلمون ما اعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا۔ ع۵

اے محمد کی امت! جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو ہنستے کم روتے زیادہ۔

فخطب الناس ہمارے یہاں گہن کی نماز میں خطبہ سنت نہیں اور اس وقت لوگوں کے عقیدے کی اصلاح کے لئے وہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ آج بھی عند الضرورت وعظ کیا جا سکتا ہے۔

فادعوا الله نماز سے قبل جب تک نمازی نہ آجائیں۔ دعا، تکبیر، تہلیل، تسبیح، تحمید میں مصروف رہیں۔ اسی طرح نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر معلوم ہو کہ ابھی گہن ہے تو دعا و ذکر میں مصروف رہے۔ چاہے تو مزید نماز پڑھے۔ گہن کے وقت صدقہ کرنا بھی مسنون ہے۔ حضرت اسماء کی ایک حدیث میں ہے کہ غلام آزاد کرنے کا بھی حکم دیا۔

ان یزنی عبدہ جس طرح اپنا کوئی عزیز قریب بدکاری میں مبتلا ہوتا ہے تو ہمیں غیرت آتی ہے اور سارے مرد و عورت اللہ عزوجل کے بندے ہیں جب اس کا کوئی بندہ یا بندی بدکاری میں مبتلا ہوتی ہے تو وہ بھی غیرت فرماتا ہے اور بندوں سے بہت زیادہ

ع۵ باب الصدقة في الكسوف ص ۱۴۳ باب خطبة الامام في الكسوف ص ۱۴۲ باب هل كسفت او خسفت ص ۱۴۳ باب لا تنكسف الشمس لموت احد ولا لحياته ص ۱۴۵ باب الجهر بالقراءة في الكسوف ص ۱۴۵ بدء الخلق باب صفة الشمس والقمر بحسبان ص ۴۵۵ مسلم، نسائی، ابوداؤد۔

حدیث ۶۳۷ وَكَانَ يُحَدِّثُ كَثِيرُ بْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ

اور کثیر بن عباس یہ بیان کرتے تھے کہ عبد اللہ بن عباس بھی

كَانَ يُحَدِّثُ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ

عروہ عن عائشہ کے مثل حدیث بیان کرتے تھے امام زہری کہتے ہیں

فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ اِنَّ اَخَاكَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِينَةِ لَمْ يَزِدْ عَلٰى

میں نے عروہ سے کہا جب مدینے میں سورج گہن لگا تھا تو آپ کے بھائی نے صبح کے مثل

رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ قَالَ اَجَلْ لِاَنَّهُ اَخْطَاَ السُّنَّةَ ع

دو رکعت پڑھی تھی اور کچھ اضافہ نہیں کیا تھا۔ تو انھوں نے کہا ہاں انھوں نے ایسا کیا تھا انھوں نے سنت کے خلاف کیا۔

تشریحات ۶۳۷ وکان یحدث امام زہری کا مقولہ ہے۔ اور اس کے پہلے والی حدیث کی سند میں مذکور حدثنی عروۃ پر معطوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے عروہ نے حضرت عائشہ سے حدیث مذکور روایت کی ہے اسی کے مثل کثیر بن عباس نے حضرت ابن عباس سے بھی حدیث روایت کی ہے۔ اس سے بظاہر یہ متبادر ہوتا ہے کہ پوری حدیث میں مماثلت ہے مثلاً جیسے اس حدیث میں قرأت بالجہر مذکور ہے ویسے ہی حضرت ابن عباس کی حدیث میں بھی قرأت بالجہر مذکور ہے۔ مگر مسلم[1] میں یہ حدیث مفصل یوں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صرف یہ حصہ ذکر فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو رکعت میں چار رکوع اور چار سجدے کئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مماثلت صرف اس بات میں ہے کہ ہر دو رکعت میں دو دو رکوع کئے۔

اخطا السنۃ کسی وقت حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شام جانے کے ارادے سے مدینہ طیبہ آئے اور سورج میں گہن لگا تو انھوں نے نماز کسوف پڑھائی تھی۔ جو نماز فجر کی طرح دو رکعت ایک ایک رکوع سے تھی۔ اسی کو امام زہری نے حضرت عروہ سے کہا تو انھوں نے جواب دیا۔ یہ صحیح ہے کہ انھوں نے نماز صبح کی طرح پڑھا۔ انھوں نے سنت کے خلاف کیا۔ اقول یہاں سب سے زیادہ غور طلب بات یہ ہے کہ انھوں نے یہ نماز اہل مدینہ کے مجمع عام میں پڑھائی جس میں کثیر صحابہ کرام شریک ہوئے ہوں گے۔ کسی نے نہ ان کو ٹوکا اور نہ بعد میں اس پر تنقید کی اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ ان کا عمل سنت کے مطابق تھا۔ سنت کے خلاف نہیں تھا۔ ورنہ لوگ ضرور ٹوکتے اور تنقید کرتے نیز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس پر اہل مدینہ کا اجماع ہو گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ایک مخصوص نماز تھی۔ اگر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس اس کی کوئی سند نہ ہوتی تو وہ ایسا ہرگز نہیں کرتے۔ صحابہ کرام سے دریافت کرتے۔ اپنی صوابدید پر وہ ایسا اقدام کبھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے یہ کہنا کہ انھوں نے سنت کے خلاف کیا صحیح نہیں، خصوصاً ایسی صورت میں کہ متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کسوف میں

ع باب خطبۃ الامام فی الکسوف ص ۱۴۲ باب الجہر بالقراءۃ فی الکسوف ص ۱۴۵ [1] اول کسوف باب اول ص ۲۹۶

۶۳۸ حدیث عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً جَاءَتْ تَسْاَلُهَا فَقَالَتْ اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِيْ قُبُوْرِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

عمرہ بنت عبد الرحمن نے ام المومنین حضرت عائشہ، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات سے روایت کیا کہ ایک یہودی عورت ان کی خدمت میں مانگنے کے لئے آئی تو کہا اللہ آپ کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے اس پر حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کیا لوگوں پر قبر میں عذاب ہوتا ہے تو حضور نے ارشاد فرمایا اس سے اللہ کی پناہ اس کے بعد ایک دن صبح کو سوار ہو کر کہیں تشریف لے گئے

بھی ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کیا تھا، تو عبد اللہ بن زبیر کے عمل کو خلاف سنت کہنا اور زیادہ ساقط ہو جاتا ہے۔

۶۳۸ تشریحات

فرکب۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ گہن لگنے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ گہن لگنے کے بعد چاشت کے وقت تشریف لائے اور نماز پڑھی۔ یہ نہیں بتایا کہ کہاں تشریف لے گئے تھے اور حضرت مغیرہ وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ گہن اس دن لگا تھا جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تھا حضرت ابراہیم کے وصال کی تفصیل جن احادیث میں ہے ان میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی حالت کے غیر ہونے کی اطلاع ملی تو حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر عوالی مدینہ ابو سیف کے گھر تشریف لے گئے اور تشریف لے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد ان کا وصال ہو گیا۔ اب اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ انکا وصال صبح ہی کے وقت ہوا۔ اور چاشت کے وقت تک ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ بھی ہو گئے تو حضرت ام المومنین کے علم میں یہ بات یقیناً رہی ہو گی کہ حضور کہاں تشریف لے گئے ہیں۔ پھر روایت میں اتنی اہم بات ام المومنین نے کیوں نہیں ذکر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد مبارک میں گہن ایک بار سے زائد لگا ہے نیز آگے حدیث آ رہی ہے کہ گہن کی نماز کے لئے اعلان عام ہوا تھا مگر حضرت اسماء کی روایت میں ہے کہ وہ مسجد میں آئیں اور لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا تو حضرت ام المومنین سے دریافت فرمایا، کیا بات ہے؟ منادی کے ذریعہ کیا جانے والا اعلان عام حضرت اسماء مدینے میں رہتے ہوئے نہ سنیں ممکن تو ہے مگر بہت مستبعد ہے۔ اس سے بھی متبادر ہوتا ہے کہ گہن کی نماز متعدد بار ہوئی۔ علاوہ ازیں حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور جلدی سے چادر کھینچتے ہوئے اٹھے۔ مسلم[1] میں حضرت اسماء کی حدیث میں ہے۔ کہ حضور اتنا گھبرا گئے کہ بجائے

[1] اول کسوف ص ۲۹۸

صلى الله تعالى عليه وسلم ذات غداة مركبا فخسفت الشمس فرجع

اور سورج میں گہن لگ گیا   حضور چاشت کے وقت لوٹے   تو   ازواج مطہرات

ضحى فمر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بين ظهراني الحجر

کے   حجروں   کے   درمیان   سے   گزرے

ثم قام يصلي وقام الناس وراءه فقام قياما طويلا ثم ساق مثل

پھر   کھڑے ہوکر   نماز پڑھنے لگے   اور   لوگ حضور کے پیچھے کھڑے ہوئے   حضور نے طویل

حديث عروة الى ان قال ، وانصرف فقال ماشاء الله ان يقول ثم امرهم

قیام فرمایا (پھر عمرہ نے عروہ کی حدیث کے مثل بیان کیا۔   آخر میں کہا   اور فارغ ہوکر جو اللہ نے چاہا کہا   پھر

ان يتعوذوا من عذاب القبر عه

لوگوں کو حکم دیا   کہ   عذاب قبر سے پناہ مانگا کریں۔

حدیث ۶۳۹ عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما انه قال لما

حضرت عبداللہ بن عمرو   رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا   رسول اللہ صلی اللہ

چادر کے اپنے اہل بیت میں سے کسی کا کرتا پہن لیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گہن لگنے کے وقت گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ نیز نسائی

میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نے ایک گہن میں زمزم کے سائبان میں نماز پڑھی۔ یہ

اس پر نص ہے کہ گہن کی نماز ایک بار مکہ معظمہ میں بھی پڑھی تھی۔ اور حدیث زیر بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت باہر تشریف لیگئے

تھے اور مسجد میں تشریف لاکر حجروں میں گئے بغیر نماز شروع کردی اس لئے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ نماز کسوف ایک بار سے زائد ہوئی

اور یہی علامہ ابن عبدالبر کی بھی تحقیق ہے اور علامہ عینی نے بھی اس کی تائید فرمائی ہے[۲]

اس سے ان تمام روایتوں میں تطبیق ہو جائے گی جو نماز کسوف کے بارے میں وارد ہیں۔ مثلاً یہی کہ عام روایتوں میں ہے

کہ دو ہی رکعت پڑھیں اور عام نمازوں کی طرح ہر رکعت میں ایک ہی رکوع کیا۔ اور بعض میں ہے کہ چھ رکعتیں پڑھیں ہر دو رکعت

کے بعد دریافت فرماتے تھے کہ گہن ہے کہ ختم ہوگیا۔ یا یہ کہ ہر دو رکعت میں دو یا دو سے زائد رکوع فرمایا۔ وغیرہ وغیرہ۔

فرجع ضحیٰ   ہمارے یہاں اس کا کوئی وقت مقرر نہیں جس وقت گہن لگے نماز پڑھیں۔ سوائے اوقات مکروہہ کے۔ اگر ان اوقات

میں گہن لگے تو   دعا و استغفار کریں۔

تشریحات ۶۳۹ اس حدیث میں۔ نودی۔ ہے مگر چونکہ عہد مبارک کی بات ہے اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے ندا ہوئی تھی جیسا کہ خود بخاری ہی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عه باب التعوذ من عذاب القبر في الكسوف ص ۱۴۳ باب صلوٰة الكسوف في المسجد ص ۱۴۴ باب الركعة الاولى في الكسوف

طول ص ۱۴۵ | مسلم نسائی۔ [۱] اول کسوف باب صلوٰة الكسوف ص ۲۱۷ [۲] عمدة القاری سابع ص ۶۴

كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِيَ اَنَّ الصَّلٰوةَ جَامِعَةً فَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ ثُمَّ جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَا سَجَدْتُّ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ اَطْوَلَ مِنْهَا ؏

جب سورج میں گہن لگا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ ندا دی گئی الصلوۃ جامعۃ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں دو رکوع کئے پھر کھڑے ہوئے اور دوسری رکعت میں دو رکوع کئے اسکے بعد بیٹھے اسکے بعد گہن ختم ہوا ابو سلمہ نے کہا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ میں نے کبھی اس سے زیادہ لمبا سجدہ نہیں کیا

۱۹۹ وَصَلّٰى لَهُمُ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ صُفَّةِ زَمْزَمَ ؏

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز کسوف زمزم کے سائبان میں پڑھائی۔

کی اس حدیث میں ہے جو ص ۱۴۵ پر مذکور ہے۔ علاوہ ازیں نسائی وغیرہ میں بھی حضرت ام المومنین سے صراحت کے ساتھ مروی ہے کہ حضور نے ایک صاحب کو حکم دیا کہ وہ پکار آئیں۔ نماز کسوف میں اذان و اقامت نہیں۔ مگر۔ الصلوۃ جامعۃ کیساتھ ندا کی اجازت ہے بلکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سنت ہے۔ نودی ان الصلوۃ جامعۃ۔ دو روایت ہے۔ اَنِ الصلوۃ جامعۃ اس طرح کہ ان حرف تفسیر اور الصلوۃ۔ مبتدا جامعۃٌ اس کی خبر۔ دوسرے یہ کہ ان الصلوۃ جامعۃ۔ ان حرف شبہ بالفعل الصلوۃ۔ اس کا اسم، حاضرۃٌ اس کی خبر محذوف اور جامعۃ حال۔

تشریح ۱۹۹ اس اثر کو امام شافعی اور سعید بن منصور نے موصولا ذکر کیا ہے۔ کہ طاؤس نے کہا کہ سورج میں گہن لگا تو ہمیں حضرت ابن عباس نے چھ رکوع دو رکعت میں پڑھایا۔ ابن جریج نے سلیمان سے جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ دو رکعت پڑھائی ہر رکعت میں چار رکوع تھے۔ اور ابن حزم نے صفوان بن عبد اللہ بن صفوان سے یہ روایت کی کہ دو رکعت پڑھی اور ہر رکعت میں دو دو رکوع تھے۔

۲۰۰ وَجَمَعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ ۵

ت اور علی بن عبد اللہ بن عباس نے لوگوں کو جمع کیا اور حضرت ابن عمر نے پڑھا۔

تشریح ۲۰۰ علی بن عبد اللہ بن عباس، سلاطین عباسیہ کے جد اعلیٰ ہیں۔ جس دن حضرت علی شہید ہوئے اسی دن یہ پیدا ہوئے اسی لئے ان کا نام علی اور کنیت ابو الحسن رکھی گئی۔ یہ ثقہ متدین عابد تابعی تھے۔ روزانہ ہزار سجدہ کرتے تھے۔ اسی وجہ

؏ باب طول السجود فی الکسوف ص ۱۴۳ باب النداء بالصلوۃ جامعۃ فی الکسوف ص ۱۴۲ مسلم۔ نسائی ؏۵ باب صلوۃ الکسوف جماعۃ ص ۱۴۳ ۵ ایضا۔

حدیث ٦٤٠

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

کے زمانے میں سورج گہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اسمیں

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ

سورہ بقرہ پڑھنے کی مقدار لمبا قیام فرمایا پھر لمبا رکوع کیا

ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ

اس کے بعد سر اٹھایا اور طویل قیام فرمایا یہ پہلے قیام سے کم تھا

ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا

پھر لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے والے رکوع سے کم تھا اس کے بعد سجدہ کیا پھر لمبا قیام

طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ

فرمایا اور یہ پہلے والے قیام سے کم تھا اس کے بعد لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے والے رکوع سے کم تھا

الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا

پھر سر اٹھایا اور لمبا قیام کیا اور یہ پہلے والے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا

سے ان کا بھی لقب سجاد ہے۔ شام بلقاء کے علاقے میں حمیمہ میں انتقال ہوا۔ سنہ وصال ۱۱۴ھ یا ۱۱۸ھ ہے۔ سلطنت عباسیہ کا

بانی سفاح ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی انھیں کا پوتا تھا۔

علی بن عبداللہ کے اثر کی سند کوئی نہیں ملی۔ البتہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے یوں روایت کیا ہے۔ عاصم

بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ گہن میں تیزی سے جماعت کے لئے مسجد جارہے ہیں۔ ان کی چپل ہاتھ میں ہے۔ علامہ

ابن حجر نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے۔ وصلی ابن عمس علی بن عبداللہ کے اثر کا حصہ ہو۔

تشریحات ٦٤٠ یہ حدیث کتاب الایمان میں گزرچکی ہے۔ وہاں اس کا صرف اخیر کا حصہ مذکور تھا۔ اُرِيتُ النَّارَ سے اخیر تک،

یہاں مفصل مذکور ہے۔ ابوداؤد[1] میں اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابن عساکر

اور مزی نے کہا یہ وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے مروی ہے۔

نحوا من قراءة سورة البقرة گزرچکا کہ اس نماز میں حضرت ابن عباس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے

[1] اول صلوٰۃ باب القراءۃ فی صلوٰۃ الکسوف ص ۱۶۸

طویلا وھو دون الرکوع الاول ثم سجد ثم انصرف وقد تجلت الشمس

اور یہ پہلے والے رکوع سے کم تھا پھر سجدہ کیا پھر نماز سے فارغ ہوگئے اور گہن ختم ہو چکا تھا

فقال ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ لا یخسفان لموت احد و

تو ارشاد فرمایا بیشک چاند اور سورج اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت یا پیدائش کی وجہ

لا لحیاتہ فاذا رأیتم ذلک فاذکروا اللہ قالوا یا رسول اللہ رأیناک

سے ان میں گہن نہیں لگتا جب تم اسے دیکھو تو اللہ کی یاد کرو. لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے

تناولت شیئا فی مقامک ثم رأیناک تکعکعت فقال انی رأیت الجنۃ و

حضور کو دیکھا کہ اپنی جگہ کھڑے کھڑے حضور نے کچھ لیا ہے پھر ہم نے دیکھا کہ حضور پیچھے ہٹ آئے تو فرمایا میں نے

تناولت عنقودا ولو اصبتہ لاکلتم منہ ما بقیت الدنیا وارأیت النار

جنت دیکھا چاہا کہ ایک گچھا لے لوں اگر میں اسے لے لئے ہوتا تو جب تک دنیا رہتی تم لوگ اسے کھاتے اور میں نے

فلم ار منظرا کالیوم قط افظع رأیت اکثر اھلھا النساء قالوا بم یا رسول

جہنم دیکھا اس سے زیادہ ہولناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا جہنمیوں میں میں نے زیادہ عورتوں کو دیکھا. لوگوں

اللہ قال بکفرھن قیل ایکفرن باللہ قال یکفرن العشیر و یکفرن

نے عرض کیا کیوں ؟ یا رسول اللہ تو فرمایا ان کے کفر کرنے کی وجہ سے عرض کیا گیا کیا عورتیں اللہ کے ساتھ کفر کرتی

الاحسان لو احسنت الی احداھن الدھر کلہ ثم رأت منک شیئا قالت

ہیں فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتیں اگر ان کے ساتھ زمانے بھر احسان کرو اور پھر کوئی ناگوار

اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس نماز میں قرأت بالجہر کی ہوتی تو وہ ضرور سنتے پھر وہ یہ ضرور بتلاتے. کہ کونسی سورۃ پڑھی اور کتنی پڑھی۔ اور وہ یہ نہ فرماتے کہ، سورہ بقرہ کے قریب قریب قرارت کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کسوف میں قرأت بالسر کی۔

بکفرھن کفر کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں، اور برأت و بیزاری ظاہر کرنے کے ہیں. یہاں مراد ناشکری ہے۔ چونکہ ناشکری کو احسان چھپانا اور محسن سے بیزاری لازم ہے۔ اس علاقے سے یہ ناشکری کے معنی میں ہے۔ کفر کے شرعی معنی۔ ضروریات دین میں سے کسی کا یا کل کا انکار کرنا ہے۔ چونکہ اسمیں اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیزاری ہوتی ہے اس لئے اسے کفر کہتے ہیں عرف عام میں کفر کا یہی معنی متعین ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام کو تعجب ہوا اور انھوں نے سوال کیا۔

مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ ۔ عه

بات دیکھیں گی تو کہیں گی میں نے تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی ہے۔

حدیث ۶۴۱ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَقَدْ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ ۔ عه

نے سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔

حدیث ۶۴۲ عَنْ اَبِی مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سورج میں گہن لگا تو

فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا يَخْشٰى اَنْ تَكُوْنَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھبرا کر اٹھے حضور کو اندیشہ ہوا کہ قیامت

السَّاعَةُ فَاَتَی الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی بِاَطْوَلِ قِيَامٍ وَّرُكُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ رَاَيْتُهُ قَطُّ

آگئی مسجد میں تشریف لائے اور اتنے لمبے قیام اور رکوع اور سجود کیساتھ نماز پڑھی کہ

يَفْعَلُهُ وَقَالَ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ الَّتِيْ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ

میں نے کبھی ایسا کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اور ارشاد فرمایا ان نشانیوں کو اللہ عزوجل بھیجتا ہے کسی کی موت یا

اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنْ يُّخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهٗ فَاِذَا رَاَيْتُمْ شَيْئًا مِّنْ

پیدائش کی وجہ سے ایسا نہیں ہوتا اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جب ان میں کچھ دیکھو تو

ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَدُعَائِهٖ وَاسْتِغْفَارِهٖ ۔ سه

اللہ کے ذکر اور دعا اور اس سے معافی مانگنے کی طرف بڑھو۔

عه باب الصلوٰة الکسوف جماعة ص ۲-۱۴۳ الایمان باب کفران العشیر ص ۹ الصلوٰة باب من صلی وقدامه تنور او نار ص ۶۲ الاذان باب رفع البصر الی الامام ص ۱۰۳ بدء الخلق باب صفة الشمس والقمر بحسبان ص ۴۵۴ ثانی نکاح باب کفران العشیر ص ۳-۷۸۲، عسه باب من احب العتاقة فی کسوف الشمس ص ۱۴۴ العتق باب ما یستحب من العتاقة فی الکسوف ص ۳۴۴ ۔ ابو داؤد استسقاء مسند امام احمد سادس ص ۳۴۵ سه باب الذکر فی الکسوف ص ۱۴۵ مسلم نسائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سجود القرآن

۶۴۳ حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَرَأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ بِمَکَّةَ فَسَجَدَ فِیْهَا وَسَجَدَ مَنْ مَّعَهٗ غَیْرَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکے میں سورہ نجم پڑھی اور اسمیں سجدہ کیا اور حضور کیساتھ جتنے لوگ تھے سب نے سجدہ کیا

۶۴۳ تشریحات

تفسیر میں ہے کہ پہلی سورت جسمیں سجدہ ہے، سورہ النجم نازل ہوئی حالانکہ یہ طے ہے کہ سب سے پہلے سورہ اقرأ نازل ہوئی ہے اس میں بھی سجدہ ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس کی توجیہ یہ فرمائی۔ کہ مراد یہ ہے کہ وہ سورہ جسمیں سجدہ ہے مکمل سب سے پہلے سورہ النجم نازل ہوئی ہے۔ اور سورہ اقرأ کی ابتدائی آیات تو ضرور سب سے پہلے نازل ہوئی ہیں مگر اس کے آخر کا حصہ بعد میں نازل ہوا ہے۔ جسمیں ابوجہل کی شرارتوں کا ذکر ہے اور اس کا رد ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ یہ اولیت اعلانی ہے۔ اس طرح کہ ابن مردویہ نے یوں روایت کیا ہے کہ پہلی وہ سورہ جس کا اعلان عام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا وہ النجم ہے۔ نیز اسی میں یہ ہے کہ سب سے پہلی سورہ جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین پر تلاوت فرمائی وہ النجم ہے

غیر شیخ تفسیر میں ہے کہ یہ امیہ بن خلف تھا، ایک قول یہ ہے کہ یہ عقبہ بن ربیعہ تھا۔ طبری میں ہے کہ یہ سعید بن عاص تھا مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس وقت قریش کے دو شخصوں کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس سے ان کا مقصود اپنی نام آوری تھی[1] نسائی میں مطلب بن ابو وداعہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ النجم پڑھی تو سجدہ کیا اور حضور کے ساتھ سب نے سجدہ کیا۔ میں نے اپنا سر اٹھالیا اور سجدہ کرنے پر راضی نہیں ہوا۔ ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف امیہ بن خلف کو دیکھا جو دیکھا تھا بیان فرمایا۔ ہو سکتا ہے کہ اور لوگوں نے بھی سجدہ نہ کیا ہو جنھیں یہ نہیں دیکھ سکے کیونکہ مجمع عام تھا اور یہ پستہ قد بزرگ تھے کھڑے ہو جانے پر بیٹھنے والوں کے برابر ہوتے تھے۔ اس لئے ان روایات میں تنافی نہیں۔ جس نے جو دیکھا وہ بیان کیا۔

مسائل ہمارے یہاں قرآن مجید میں چودہ جگہ سجدہ واجب ہے۔ تالی پر بھی اور سامع پر بھی خواہ وہ واقعی سن رہا ہو یا سننے والے کے حکم میں ہو۔ مثلاً مقتدی ہے اور امام نے آیت سجدہ تلاوت کی۔ یہ دور ہے قرأت نہیں سن رہا ہے۔ مگر اقتدا کی وجہ سے سامع کے حکم میں ہے۔ اس لئے اس پر بھی واجب ہے۔ امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نے اس پر حدیث سے استدلال فرمایا السجدۃ علی من سمعھا السجدۃ علی من تلاھا۔ جو سنے اس پر بھی سجدہ ہے اور جو تلاوت کرے اس پر بھی۔ اس پر یہ نقض کیا گیا کہ یہ

---

[1] فتح الباری ثانی ص ۴۵۶ [2] اول سجود القرآن باب السجود فی النجم ص ۱۵۲

شَیۡخٌ اَخَذَ کَفًّا مِّنۡ حَصًی اَوۡ تُرَابٍ فَرَفَعَہٗ اِلٰی جَبۡہَتِہٖ وَقَالَ یَکۡفِیۡنِیۡ ھٰذَا

علاوہ ایک بڈھے کے جس نے ایک مٹھی کنکری یا دھول لی اور اسے اپنی پیشانی تک اٹھایا اور کہا یہ مجھے کافی ہے

فَرَاَیۡتُہٗ بَعۡدُ قُتِلَ کَافِرًا۔ عہ

اس کے بعد میں نے اس کو دیکھا کہ کافر رہنے کی حالت میں قتل کیا گیا۔

حدیث ۶۴۴ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا قَالَ "ص" لَیۡسَ مِنۡ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ص حتمی سجدوں

حدیث غریب ہے ثابت نہیں۔ اقول۔ ہم مقدمہ میں بھی اور کئی جگہ اثناء بحث میں بھی بتا آئے ہیں کہ فقیہ کا کسی حدیث سے استدلال اس کے لائق استدلال ہونے کی دلیل ہے۔ اگرچہ کتب مصنفہ میں وہ نہ ملے۔ بخاری میں ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا السجود علی من استمع۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد مروی ہے۔ السجدۃ علی من سمعہا جو سنے اس پر سجدہ ہے۔ رہ گیا تالی پر وجوب یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔

علاوہ ازیں ہماری دلیل آیات سجود ہیں۔ جنہیں فاسجدوا۔ واسجد۔ صیغہ امر کے ساتھ حکم دیا گیا ہے۔ اور بعض آیات میں سجدہ نہ کرنے والوں پر زجر و توبیخ بھی کی گئی ہے۔ امر میں اصل وجوب ہے خصوصًا جب ترک پر زجر و توبیخ ہو۔ اسکا مقتضی تھا کہ سجدہ تلاوت فرض ہوتا مگر چونکہ اسمیں اس کا بھی احتمال تھا کہ نماز کا سجدہ مراد ہو۔ اس احتمال کی وجہ سے سجدہ تلاوت کا مراد ہونا قطعی نہ رہا اس لئے فرض نہیں کیا گیا۔ اور چونکہ ان آیات پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اس سے اس کو ترجیح حاصل ہو گئی کہ مراد سجدہ تلاوت ہے۔ مگر یہ ثبوت خبر احاد سے ہے اس لئے وجوب کا حکم دیا گیا ہے۔

آیات سجدہ ہمارے یہاں چودہ آیتیں ایسی ہیں جنہیں سجدہ تلاوت واجب ہے۔ اس سلسلے میں علامہ عینی نے گیارہ اقوال ذکر فرمائے ہیں۔ آج جن کے قائلین موجود ہیں وہ صرف چار ہیں۔ اول ہمارا مذہب۔ دوسرا امام شافعی کا اصح المذاہب یہ ہے کہ چودہ ہیں۔ انکے یہاں سورہ حج میں دو سجدے ہیں۔ سورہ ص میں سجدہ نہیں اور یہی امام احمد کا قول ہے۔ تیسرے پندرہ ہیں۔ چودہ وہ جو ہمارے یہاں ہیں اور سورہ حج کا دوسرا سجدہ۔ مدنی حضرات نے امام مالک کا یہی مذہب روایت کیا ہے۔ امام احمد سے بھی یہی ایک روایت ہے۔ چوتھے گیارہ۔ مفصل کے تین سجدے چھوڑ کر بقیہ سب یعنی باستثنائے سورہ نجم، سورہ انشقاق، سورہ اقرأ۔ امام مالک سے ظاہر روایت یہی ہے۔ اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے۔

ہمارے یہاں سورہ حج میں اٹھارہویں آیت پر سجدہ ہے۔ یعنی الم تر ان اللہ یسجد لہ۔ اور ستترویں یعنی یایہا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا۔ اسمیں رکوع کے ذکر نے یہ متعین کر دیا کہ اس سجدے سے نماز کا سجدہ مراد ہے جیسے رکوع سے بالاتفاق نماز کا رکوع مراد ہے ورنہ لازم کہ اس آیت پر رکوع بھی کریں، اور اس کے قائل نہ امام مالک ہیں نہ امام شافعی نہ کوئی اور امام۔

تشریحات ۶۴۴ ہمارے یہاں سورہ ص میں آیہ کریمہ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰہُ فَاسۡتَغۡفَرَ رَبَّہٗ وَخَرَّ رَاکِعًا وَّاَنَابَ ۞ اب داؤد نے سمجھا کہ ہم نے اسے آزمایا تھا تو معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا پر سجدہ واجب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

عہ باب فی سجود القرآن ص ۱۴۶۔ باب سجدۃ النجم ص ۱۴۶۔ باب مبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۴۳۔ ثانی معارف باب فضل جہل ص ۵۶

عَزَائِمِ السُّجُوْدِ وَقَدْ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْجُدُ فِیْھَا عہ

میں سے نہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

۲۰۱ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَسْجُدُ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ عہ

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بغیر وضو بھی سجدہ کرلیا کرتے تھے۔

کے یہاں واجب نہیں۔ البتہ نماز کے باہر مستحب ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اور ہماری دلیل کتاب[1] الانبیاء و کتاب التفسیر کی روایت ہے کہ امام مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت فرمایا، کیا آپ ص میں سجدہ کرتے ہیں تو انھوں نے وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمَانَ سے لیکر فَبِھُدَاھُمُ اقْتَدِہْ تک تلاوت کی۔ یعنی ابراہیم کی نسل سے داؤد اور سلیمان ہیں تم ان کی راہ پر چلو (انعام ۸۴ - ۹۰) پھر ابن عباس نے فرمایا۔ تمھارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ ان کی راہ چلیں۔ کتاب التفسیر میں ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسمیں سجدہ کیا۔ اس سے قبل والی حدیث میں یہ زائد ہے کہ ابن عباس اسمیں سجدہ کرتے تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہمارا شمار بھی فرض ہے کہ انکی پیروی کریں۔ نسائی[2] میں خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ص میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ فرمایا۔ داؤد نے توبہ کے لئے سجدہ کیا تھا، اور ہم شکر کے لئے کرتے ہیں۔ نیز ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر سورہ ص پڑھا اور منبر سے اتر کر سجدہ فرمایا۔ طبرانی[3] نے اوسط میں اور بیہقی[4] نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ص میں سجدہ کیا۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ص میں سجدہ کیا۔ نیز حضرت عمر حضرت عثمان حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس میں سجدہ کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ سورہ ص میں سجدہ ہے[5]

ایک اغلاق اس حدیث سے پہلے امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے کہ سورہ تنزیل السجدہ میں سجدہ۔ اس کے ضمن میں حضرت ابوہریرہ والی حدیث ۵۸۸ لائے ہیں جسمیں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعے کے دن فجر میں الم تنزیل اور ھل اتی پڑھتے تھے۔ اس پر علامہ عینی نے فرمایا کہ اسے باب سے کوئی مطابقت نہیں۔ اقول۔ سورہ الم تنزیل میں آیہ کریمہ یہ انما یومن بآیتنا الذین اذا ذکروا بھا۔ الآیۃ ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں جنھیں ہماری آیتیں جب یاد دلائی جاتی ہیں تو سجدے میں گرجاتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔ (۱۵)

غالباً امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اس سورہ میں سجدہ ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ سورہ پڑھا کرتے تھے تو سجدہ بھی کرتے تھے باب سے اتنی مناسبت کافی ہے، اگرچہ ہمارے یہاں بلکہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کے یہاں اس جگہ سجدہ نہیں۔

۲۰۱ تشریحات یہاں اکثر روایات یہی ہیں، البتہ اصیلی کی روایت علیٰ وضوء۔ ہے۔ غیر۔ کے حذف کے ساتھ مگر غیر وضوء والی روایت صحیح ہے۔ اس لئے کہ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا کہ حضرت سعید بن جبیر شہید مظلوم کہتے ہیں

عہ سجود القرآن باب سجدۃ ص ص ۱۴۶۔ الانبیاء باب واذکر عبدنا داؤد ذا الاید ص ۴۸۶ عہ باب سجود المسلمین والمشرکین ص ۱۴۶

[1] باب واذکر عبدنا داؤد ذا الاید ص ۴۸۶ ثانی سورہ ص ص ۷۰۹، [2] اول صلوۃ باب السجود فی ص ۱۵۲ [3] عمدۃ القاری سابع ص ۹۸ [4] ایضاً۔

حدیث ۶۴۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَہُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِکُوْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ والنجم میں سجدہ کیا تو حضور کے ساتھ مسلمانوں مشرکوں

کہ حضرت ابن عمر اپنی سواری سے اترتے اور پیشاب کرتے پھر سوار ہو کر آیت سجدہ پڑھتے، پھر سجدہ کرتے اور وضو نہیں کرتے۔

یہاں امام بخاری نے آیہ کریمہ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ ذکر فرمایا ہے، اس سے کیا مقصود ہے، یہ غور طلب ہے۔ اگر امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مشرکین نجس ہیں، اور انھوں نے سجدہ کیا تو ثابت کہ حالت نجاست میں سجدہ صحیح ہے۔ تو حالت حدث میں بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگا۔ اقول۔ اور یہ قریب قریب اجماع کے خلاف ہے سوائے ابن عمر اور شعبی کے پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ بلا وضو سجدہ تلاوت صحیح نہیں۔ ثانیا۔ مشرکین غسل جنابت نہیں جانتے تھے تو جنبی بھی تھے۔ تو کیا حالت جنابت میں سجدہ تلاوت درست ہے۔ ثالثاً سجدہ تلاوت عبادت ہے اور صحت عبادت کے لئے ایمان شرط پھر مشرکین کا یہ سجدہ کالعدم، پھر اس سے استدلال کیسے درست۔ مگر یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت جتنے مسلمان موجود تھے سب نے سجدہ کیا، اور ظاہر ہے کہ سب کے سب باوضو نہ رہے ہوں گے اسلئے کہ پہلے سے وہ سجدہ تلاوت کرنے یا نماز کے لئے جمع نہ تھے۔ تو ثابت کہ بلا وضو سجدہ درست ہے۔ لیکن یہ بالکل اتبداری بات ہے اسلئے اس میں کلام کی گنجائش ہے۔

تشریحات ۶۴۵ اس سلسلے میں تفسیر کی کتابوں میں ایک نہایت ہی لغو حکایت تحریر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں اور مشرکوں کے ملے جلے مجمع میں سورہ النجم کی تلاوت فرما رہے تھے، جب اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی پر پہنچے تو شیطان نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز کے مثل آواز بنا کر یہ پڑھ دیا تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی۔ حاضرین نے سمجھا کہ یہ حضور ہی کی تلاوت ہے، اس پر مشرکین بہت خوش ہو اور کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کی تعریف کرنے لگے ہیں اس لئے جب حضور نے سجدہ کیا تو مشرکین نے بھی سجدہ کیا۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقفہ وقفہ سے تلاوت کرتے تھے تاکہ سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں اور جو یاد کرنا چاہیں یاد کرلیں۔ اس لئے شیطان کو موقع مل گیا۔ یہ سب سے محفوظ روایت ہے ورنہ اس سے بھی زیادہ خطرناک روایتیں موجود ہیں مثلاً یہ کہ شیطان نے خود حضور کو یہ القا کیا اور حضور نے بھی تلاوت کی۔ پھر جبرئیل آئے اور عرض کیا تلاوت کیجئے تو حضور نے اس کلمہ کفر کی بھی تلاوت کی تو جبرئیل نے تصحیح کی کہ میں یوں نہیں لایا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْ اُمْنِیَّتِہٖ فَیَنْسَخُ اللّٰہُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ (الحج ۵۲)

تم سے پہلے والے ہر رسول اور ہر نبی کے پڑھنے میں شیطان نے اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ ملا دیا۔ اللہ شیطان کی ملاوٹ کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیتوں کو محکم کر دیتا ہے۔

امام قاضی عیاض اور علامہ عینی وغیرہ نے اس کی صحت کا شد ومد کے ساتھ انکار فرمایا اور اسے باطل محض قرار دیا۔ اس لئے کہ اس پر اجماع

وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ

جن وانس نے سجدہ کیا

ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبلیغ رسالت میں خطا وسہو بھی شرعاً محال ہے، چہ جائیکہ شیطان کی مداخلت۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے وعدہ الٰہی ہے کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ شیطان سے محفوظ نہ رکھے۔ وہ بھی تبلیغ احکام میں خود ارشاد فرمایا۔ ولکن اعانني الله عليه فاسلم۔ اللہ نے شیطان کے مقابلے میں میری مدد فرمائی تو میں اس سے سلامت رہتا ہوں۔ اور جب حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ شیطان خواب میں بھی حضور کی شبیہہ نہیں اختیار کر سکتا، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ بیداری میں وہ تلاوت وحی کے وقت شیطان آپ کی آواز کے مثل آواز پیدا کر کے وحی میں خلط ملط کر سکے۔

اقول۔ اس قصے کی تغلیط خود بعد کی آیتیں کر رہی ہیں۔ ارشاد ہے:

أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثَىٰ ۝ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ۝ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ۔

کیا تمہارے لئے بیٹا اور اللہ کے لئے صرف بیٹی۔ یہ بہت ہی بھونڈی تقسیم ہے۔ یہ صرف چند نام ہیں جنھیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری ہے۔ یہ لوگ صرف گمان اور خواہشات نفسانی کی پیروی کر رہے ہیں حالانکہ انکے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔

کیا یہ لات وعزیٰ اور مناۃ کی کھلم کھلا اس طرح دھجیاں بکھیرنے کے بعد بھی مشرکین اتنے بدھو تھے کہ وہ نہیں سمجھ پائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے معبودان باطل کو قلع قمع کرنے کے لئے تحریک چلا رہے ہیں۔ جس نے مکے کے ان مشرکین کو اتنا بڑا بدھو سمجھا اس سے بڑھکر بدھو کون؟ یہ آیات صاف صاف بتا رہی ہیں کہ لات ومناۃ کی کوئی بنیاد نہیں اور جب ان کی کوئی بنیاد ہی نہیں تو بارگاہ خداوندی میں ان کی شفاعت کا سوال ہی نہیں، انھیں معبود جاننا نفس کی پیروی ہے۔ ان کے بالمقابل ہدایت آچکی ہے۔ پھر اس کلمہ کفر کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے جس پر بھول کر مشرکین نے سجدہ کر لیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر مشرکین نے اس عداوت ومخالفت کے باوجود سجدہ کیسے کر لیا۔ **اقول۔** اس قسم کا سوال صرف یہیں نہیں پیدا ہوتا بلکہ سیکڑوں جگہ پیدا ہوتا ہے جسکو آج تک حل نہیں کیا جا سکا۔ عہد مبارک کی ہزاروں باتیں پردۂ خفا میں ہیں۔ ایک یہی نہیں۔ کیا جہاں جہاں اس قسم کے سوالات پیدا ہوں اور حل نہ ہو سکیں تو حل کے لئے فرضی قصہ بنا کر چسپاں کرنا دیانت ہے جس کی تکذیب قرآن مجید واحادیث اور امت کے مسلمہ اصول کر رہے ہوں۔ ہوئی ہوگی کوئی بات جس سے متاثر ہو کر مشرکین نے بھی سجدہ کر لیا، وہ بھی سب نے کہاں کیا، گزر گیا کچھ ایسے تھے جنھوں نے اس وقت بھی سجدہ نہیں کیا، رہ گئی سورہ حج کی آیت مذکورہ تو اس سے مراد یہ ہے کہ کتاب اللہ کے امت میں پھیلنے کے بعد شیطان اس میں کچھ ملا دیتا ہے اور لوگ اسے کلام الٰہی جاننے لگتے ہیں تو رسول کی حیات ظاہری میں اللہ عزوجل اس پر تنبیہ فرما کر اسے مٹا دیتا ہے اور اپنے ارشادات کو محفوظ کر دیتا ہے جیسا کہ مسلم[1] میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں دوپہر میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو ایک آیت میں اختلاف

ع۵ باب سجود المسلمين والمشركين ثانی تفسیر سورۃ والنجم ص ۷۲۱۔ ترمذی۔ [1] ثانی العلم ص ۳۳۹۔

حدیث ۶۴۶ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

عطاء بن یسار نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے

قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا ؏

کہیں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس والنجم پڑھا اور حضور نے اس میں سجدہ نہیں فرمایا۔

حدیث ۶۴۷ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَرَأَ

ابو سلمہ نے کہا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ

کرتے تھے۔ تو حضور ہم میں تشریف لائے اور غضب کے آثار چہرہ اقدس میں ظاہر تھے۔ ارشاد فرمایا تم سے پہلے والے کتاب اللہ میں اختلاف ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ مسند امام احمد میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سورۂ احقاف ایک شخص کو پڑھتے ہوئے سنا۔ اس نے کچھ پڑھا اور دوسرے شخص نے کچھ اور میں نے کچھ اور۔ ہم سب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ماجرا عرض کیا تو فرمایا۔ کتاب اللہ میں اختلاف مت کرو۔ تم سے پہلے والے کتاب اللہ میں اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ تم میں سب سے بڑا جو قاری ہو اس کی قرات اختیار کرو۔

تشریحات ۶۴۶ اس کے قبل والی روایت میں ہے۔ انہ سال۔ یعنی عطاء بن یسار نے حضرت زید سے سوال کیا۔ کیا سوال کیا مسئول عنہ محذوف ہے۔ مگر مسلم میں یہی حدیث مفصل ہے اسمیں مسئول عنہ مذکور ہے کہ انھوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے ساتھ قرأت کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ امام کے ساتھ قرأت نہیں۔ اور انھوں نے بتایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سورہ والنجم پڑھکر سنایا اور اسمیں سجدہ نہیں فرمایا۔ اخیر کا ارشاد بطور مزید اضافہ تھا۔

اس حدیث سے چار فریق نے استدلال کیا ہے۔ ایک وہ جو یہ کہتا ہے کہ سورہ والنجم میں سجدہ نہیں۔ دوسرے وہ فریق جو سجدہ تلاوت کو واجب نہیں جانتے۔ تیسرے وہ جو صرف تالی پر واجب جانتے ہیں اور سامع پر نہیں۔ چوتھے وہ جو کہتے ہیں کہ اگر تالی سجدہ کرے تو سامع بھی کرے ورنہ نہیں۔ ہمارے یہاں سجدہ تلاوت واجب ہے۔ سورہ والنجم میں بھی سجدہ ہے۔ تالی پر بھی اور سامع پر بھی خواہ تالی سجدہ کرے خواہ نہ کرے۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ فی الفور حضور نے سجدہ نہیں فرمایا۔ خواہ اس وجہ سے کہ وضو نہ رہا ہو خواہ اس وجہ سے کہ وہ وقت مکروہ رہا ہو۔ جبکہ دوسرے دلائل سے سجدہ تلاوت کا وجوب ثابت ہے۔ اور سورہ والنجم میں سجدہ ہونا حدیث صحیح سے ثابت۔ تو ان حضرات کے استدلالات ساقط۔ اور پہلے ہم ثابت کر آئے کہ سجدہ تلاوت سامع اور تالی دونوں پر ہے۔ اگر تالی سجدہ نہ کرے تو بھی سامع پر ہے۔

تشریحات ۶۴۷ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سورہ اذا السماء انشقت میں سجدہ ہے۔ یہی ہمارا اور امام شافعی اور امام احمد کا مسلک ہے۔ اس کے برخلاف ابو داود[۲] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مدینہ آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مفصل کی کسی سورہ میں سجدہ نہیں کیا۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے وجوہ ضعف کو علامہ عینی نے مفصل بیان فرمایا ہے۔ نیز اگر روایۃً ثابت بھی ہوتی تو معنًی فاسد ہے اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[۱] سجود القرآن باب من قرا السجدۃ ولم یسجد ص ۱۴۶، مسلم، ابو داود، ترمذی، نسائی۔ [۲] اول صلوٰۃ۔ باب من لم یر السجود فی المفصل ص ۱۹۹ [۱] اول ص ۲۱۵

إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ۔ فَسَجَدَ بِهَا فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَلَمْ أَرَكَ تَسْجُدُ قَالَ

انھوں نے سورہ اذا السماء انشقت پڑھی تو اس میں سجدہ کیا۔ میں نے عرض کیا اے ابو ہریرہ کیا میں نے آپ کو سجدہ کرتے

لَوْ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ لَمْ أَسْجُدْ عہ

نہیں دیکھا، تو فرمایا اگر میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے نہ دیکھا ہوتا تو سجدہ نہیں کرتا۔

۲۰۲ ت

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ لِتَمِيمِ بْنِ حَذْلَمٍ وَهُوَ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمیم حذلم سے فرمایا یہ نوعمر لڑکے

غُلَامٌ فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً فَقَالَ اسْجُدْ فَإِنَّكَ إِمَامُنَا فِيهَا۔ عہ

انھوں نے ان کے سامنے آیت سجدہ پڑھی کہ سجدہ کرو اس لئے کہ تم اس میں ہمارے امام ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے تین سال پہلے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے وہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سورہ اذا السماء انشقت اور سورہ اقرأ میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ لہ

۲۰۲ تشریحات

اس اثر کو سعید بن منصور نے موصولا روایت کیا ہے۔ یہاں یہ باب ہے۔ جو قاری کے سجدہ کرنے کی وجہ سے سجدہ کرے علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس باب میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر قاری سجدہ نہ کرے تو سامع بھی نہ کرے۔ وہ یہ اشارہ بطور مفہوم نکال رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے امام بخاری کا یہی مقصد ہو لیکن صحیح یہ ہے کہ سجدہ تلاوت سامع اور قاری دونوں پر ہے جیسا کہ گذر چکا۔ اس لئے کہ سجدہ تلاوت کا سبب، قاری کا سجدہ کرنا نہیں۔ اس کا تعلق آیت سجدہ کی تلاوت اور اس کے سننے سے ہے۔ سامع نے سنا ہے اسلئے اس پر مستقل سجدہ ہے امام کرے یا نہ کرے۔ رہ گیا حضرت ابن مسعود کا ارشاد یہ تمیم بن حذلم کی تعلیم کیلئے تھا وہ صاحبزادے تھے یہ نہیں جانتے تھے کہ سجدہ تلاوت بھی کوئی چیز ہے، تو انھیں تعلیم دی کہ یہ آیت سجدہ ہے اس پر سجدہ کرو۔ امام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ تمہاری تلاوت کی وجہ سے ہم پر سجدہ واجب ہوا ہے تو ہم اس میں تمہارے تابع ہوئے تم متبوع۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر تم سجدہ نہ کرو گے تو ہم پر بھی سجدہ نہیں اس لئے کہ گزر چکا کہ سامع پر مستقل سجدہ واجب ہے، قاری کرے یا نہ کرے۔

امام ابن ہمام نے فرمایا، اگر کسی جماعت کے سامنے کوئی آیت سجدہ تلاوت کرے تو سنت یہ ہے کہ سب لوگ صف باندھیں اور تالی کو امام بنائیں۔ البتہ یہ امام قوم کے آگے نہیں رہے گا اسلئے کہ حقیقت میں جماعت نہیں البتہ مستحب یہ ہے کہ امام سے پہلے سر نہ اٹھائیں۔ ۲

کشمیری صاحب کا خبط

فیض الباری میں ہے کہ اس موقع پر صف لگا کر سجدہ کرنے کو شیخ ابن ہمام نے مستحب لکھا ہے حالانکہ فتح القدیر میں یہ مسئلہ دو جگہ مذکور ہے، دونوں جگہ سنت لکھا ہے البتہ امام سے پہلے سر نہ اٹھانے کو مستحب لکھا ہے جسے کشمیری صاحب نے صف بندی کر کے سجدہ کرنے کے ساتھ فٹ کر دیا ہے۔ حضرت ابن مسعود کے اس ارشاد کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے

عہ سجود القرآن باب سجدۃ اذا السماء انشقت ص ۱۴۶ - مسلم - نسائی - ابو داود - ابن ماجہ - عہ سجود القرآن باب من سجد بسجود القاری ص ۱۴۱ - لہ طحاوی باب المفصل هل فیه سجود ام لا ص ۱۷۵ - ۲ فتح القدیر اول ص ۴۳۱ لکھنؤ

حدیث ۶۴۸ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ فَنَزْدَحِمُ حَتّٰى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا لِجَبْهَتِهِ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ ع۵

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آیت سجدہ پڑھتے اور ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضور سجدہ کرتے اور ہم بھی حضور کے ساتھ سجدہ کرتے۔ اتنی بھیڑ ہو جاتی کہ ہمیں کوئی جگہ پیشانی رکھنے کے لئے نہ ملتی کہ جس پر سجدہ کریں۔

۲۰۳ ت قِيلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ الرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا ع۶

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ ایک شخص آیت سجدہ سنتا ہے اور اسکے لئے بیٹھا نہیں تو فرمایا بتاؤ اگر وہ اسکے لئے بیٹھا ہوتا تو کیا ہوتا۔ (گویا وہ سجدہ تلاوت کو واجب نہیں جانتے تھے۔)

تشریحات ۶۴۸ اگر باب مذکور کا مطلب یہ لیا جائے کہ قاری سجدہ کرے تو سامع بھی کرے ورنہ نہیں، تو حدیث سے باب کی مطابقت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیت سجدہ کی تلاوت پر حضور نے بھی سجدہ کیا اور صحابہ نے بھی۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اگر قاری سجدہ نہ کرے تو سامع بھی نہ کرے۔ اس لئے باب کا مطلب یہی ہے کہ اگر بھیڑ اتنی ہو کہ سجدہ کرنے کی جگہ نہ ہو تو اپنے آگے والے کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سجدہ تلاوت خارج صلوٰۃ تلاوت پر بھی ہے اسلئے کہ کہیں مروی نہیں کہ صحابہ کرام نے عہد رسالت میں اتنی بھیڑ میں نماز پڑھی ہو کہ سجدے کی جگہ نہ ملے۔ ہوا یہ ہوگا کہ صحابہ کرام بیٹھے ہوں گے اور حضور نے آیت سجدہ تلاوت فرمائی اور سجدہ کیا تو صحابہ کرام جیسے بیٹھے تھے سجدے میں جھک گئے، اور چونکہ مل جل کر بیٹھے تھے اسلئے سجدہ کی جگہ نہ ملی۔

تشریحات ۲۰۳ اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہاں باب کا عنوان یہ ہے۔ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ عزوجل نے سجدہ واجب نہیں فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اثر سے باب ثابت نہیں ہوتا اسلئے کہ لوقعد لها کی جزاء محذوف ہے۔ غالبًا امام بخاری نے اس کی جزاء محذوف۔ لم يجب عليه السجدة۔ مانا ہے اسی لئے یہ اضافہ فرمایا۔ كانه لايوجبه۔ گویا وہ اسے واجب نہیں جانتے تھے۔ ہم کہتے ہیں اس کی جزا محذوف۔ مازاد شيئا۔ ہے، یعنی چلتے چلتے آیت سجدہ سن لی اس پر سجدہ تلاوت واجب ہو گیا۔ اور بیٹھ بھی جاتا تو یہی ہوتا کہ سجدہ تلاوت واجب تھا۔ واجب رہتا۔ مزید اور سجدہ واجب نہ ہوتا۔ اور سجدہ تلاوت علی الفور واجب نہیں کہ رک کر فوراً کرتا۔ کبھی کر لیگا۔ بیٹھتا تو بھی علی الفور واجب نہ ہوتا۔ پھر چلے جانے اور بیٹھنے میں کیا فرق۔

ع۵ سجود القرآن باب من سجد لسجود القاری ص ۱۴۶، دو طریقے سے باب من لم یجد موضعا للسجود من الزحام ص ۱۴۷ مسلم ابوداود۔ ع۶ سجود القرآن باب ان اللہ عزوجل لم یوجب السجود ص ۱۴۶ -

۲۰۴ وَقَالَ سَلْمَانُ مَا لِهٰذَا غَدَوْنَا ؏

ت اور حضرت سلمان نے کہا کہ ہم اس کے لئے نہیں آئے ہیں۔

۲۰۵ وَقَالَ عُثْمَانُ إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلَىٰ مَنِ اسْتَمَعَهَا ؏

ت اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سجدہ صرف اس شخص پر ہے جو بالقصد آیت سجدہ سنے۔

۲۰۶ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا تَسْجُدْ إِلَّا أَنْ تَكُونَ طَاهِرًا۔ فَإِذَا سَجَدْتَ وَأَنْتَ فِي حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَإِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ ؎

ت اور امام زہری نے فرمایا اگر تم پاک نہ ہو تو سجدہ مت کرنا۔ اگر مقیم ہو اور سجدہ کرو تو قبلہ کو منہ کرو اور جب سواری پر ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں جدھر بھی تمہارا منہ ہو۔

۲۰۷ وَكَانَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ لَا يَسْجُدُ لِسُجُودِ الْقَاصِّ۔ ؂

ت اور حضرت سائب بن یزید واعظ کے سجدہ کرنے پر سجدہ نہیں کرتے تھے۔

۲۰۴ تشریحات اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے سند متصل کیساتھ یوں ذکر کیا ہے کہ حضرت سلمان فارسی مسجد میں آئے اور مسجد میں کچھ لوگ قرآن مجید پڑھ رہے تھے، ان لوگوں نے آیت سجدہ پڑھا اور سجدہ کیا تو ان کے ساتھی نے کہا اے ابو عبداللہ کیا اچھا ہوتا کہ ہم ان کے پاس چلتے تو فرمایا ہم اس کے لئے نہیں آئے ہیں۔ اور امام عبدالرزاق نے یوں روایت کیا ہے کہ حضرت سلمان کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو بیٹھے تھے تو ان لوگوں نے آیت سجدہ پڑھی اور سب نے سجدہ کیا۔ ان سے گزارش کی گئی تو فرمایا ہم کے لئے نہیں آئے ہیں۔

اس سے علی سبیل البدلیت دو بات ثابت ہو رہی ہے۔ یا تو حضرت سلمان سجدہ تلاوت کو واجب نہیں جانتے تھے یا یہ کہ وہ سجدہ تلاوت صرف اس شخص پر واجب جانتے تھے جو بالقصد قرآن مجید سنے اور یہی دوسرا پہلو ظاہر ہے۔ اگرچہ اس تقدیر پر باب سے مناسبت نہیں رہ گئی۔

۲۰۵ تشریحات اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے سند متصل کے ساتھ یوں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک واعظ کے قریب سے گزرے تو اس نے آیت سجدہ پڑھی تاکہ حضرت عثمان بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں۔ تو حضرت عثمان نے فرمایا سجدہ صرف اس پر ہے جو بالقصد اسے سنے۔ پھر آگے بڑھ گئے۔

مناسبت باب یہ تینوں آثار اس پر دلالت نہیں کرتے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں جبکہ باب کا عنوان یہی ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جو بالقصد نہ سنے اس پر سجدہ نہیں بلکہ حضرت عثمان کے ارشاد سے بالقصد سننے والے پر سجدہ تلاوت کا وجوب صراحۃً ثابت ہوا سلئے کہ علی۔ وجوب پر نص ہے۔ یہ باب کے معارض ہے۔

۲۰۶ تشریحات اس تعلیق کو عبداللہ بن وہب نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ اس تعلیق کے پہلے جز کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ تلاوت کیلئے طہارت شرط ہے۔ یہ نہ سجدہ تلاوت کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور نہ عدم وجوب پر۔ باب دوسرے جز سے ثابت ہے۔ اسلئے کہ اس پر اجماع ہے کہ فرض واجب سواری پر اور بغیر استقبال قبلہ کے صحیح نہیں اور جب امام زہری نے سواری پر سجدہ تلاوت کی اجازت دی وہ بھی اس تعمیم کیساتھ کہ چاہے قبلہ کو منہ ہو چاہے نہ ہو۔ تو معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں۔

۲۰۷ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس موقع پر سجدہ نہ کرنا ہو سکتا ہے کہ اس بنا پر ہو کہ وہ آیت سجدہ سننے ہی نہ ہوں یا یہ کہ اسوقت نہ کرتے ہوں بعد میں کر لیتے ہوں۔

حدیث ۶۴۹ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّيْمِيِّ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهُدَيْرِ التَّيْمِيِّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ رَبِيعَةُ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ عَمَّا حَضَرَ رَبِيعَةُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَرَأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ بِسُورَةِ النَّحْلِ حَتّٰى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ حَتّٰى إِذَا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ قَرَأَ بِهَا حَتّٰى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا نَمُرُّ بِالسُّجُودِ فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ

ابو بکر بن ابی ملیکہ نے عثمان بن عبد الرحمن تیمی سے روایت کرتے ہوئے ربیعہ بن عبد اللہ بن ہدیر تیمی سے روایت کرتے ہوئے اس واقعے کی خبر دی جو اس وقت پیش آیا جب ربیعہ عمر بن خطاب کی مجلس میں حاضر تھے۔ ابو بکر نے کہا کہ ربیعہ اچھے لوگوں میں سے تھے۔ حضرت عمر نے منبر پر سورہ نحل پڑھی جب آیت سجدہ آئی تو منبر سے اترے اور سجدہ کیا اور سب لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ جب آئندہ والا جمعہ آیا تو اسے پھر پڑھا جب سجدہ کی آیت آئی تو فرمایا اے لوگو! ہم آیت سجدہ سے گزر جاتے ہیں جو سجدہ کرے تو ٹھیک کیا اور جو نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور حضرت عمر نے سجدہ نہیں کیا۔

ت ۲۰۸ وَزَادَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِنَّ اللّٰهَ لَمْ

اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے یہ زیادہ کیا

تشریحات ۶۴۹ عما حضر ربیعۃ میں ۔ عما حضر ۔ اخبرنی سے متعلق ہے۔ اور عن عثمان بن عبد الرحمن میں واو گیا، محذوف ہے، ما مصدریہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوئی۔ اخبرنی ابو بکر بن ابی ملیکۃ راویا عن عثمان بن عبد الرحمن عن قصۃ حضور ربیعۃ مجلس عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ یعنی ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مجلس کی خبر دی جس میں وہ حاضر تھے۔

فقد اصاب اصاب کا مفعول بہ، السنۃ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس نے فوراً سجدہ کر لیا اس نے سنت پر عمل کیا اور جس نے فوراً سجدہ نہیں کیا اس پر گناہ نہیں۔ سجدہ تلاوت فوراً واجب نہیں۔ یہی بتانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے جمعہ کو سجدہ نہیں کیا۔

تشریحات ۲۰۸ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ وزاد نافع الخ ابن جریج کا قول ہے جو سند مذکور کے ساتھ مصنف عبد الرزاق میں مروی ہے۔ اور ان اللہ لم یفرض الخ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد ہے۔ جیسا کہ کرمانی نے کہا۔ اور معلق ہے۔ جیسا کہ امام حمیدی اور امام مزی نے فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ع سجود القرآن باب ان اللہ عز وجل لم یوجب السجود ص ۱۴۷ ع ایضاً

يَفْرِضِ السُّجُوْدَ إِلَّا أَنْ نَّشَاءَ عه
حضرت عمر نے یہ بھی فرمایا، کہ اللہ نے سجدہ تلاوت فرض نہیں فرمایا ہے مگر یہ کہ ہم چاہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابواب تقصیر الصلوٰۃ

حدیث ۶۵۰ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَقْصُرُ فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انیس دن قیام فرمایا اور قصر کرتے رہے اسلئے ہم لوگ جب انیس دن کیلئے کہیں جاتے تو (رکے ہیں)

لم یفرض اسکا مطلب یہ ہے کہ سجدہ تلاوت اس وقت واجب ہوتا ہے جب ہم آیت سجدہ تلاوت کریں۔ اور آیت سجدہ کی تلاوت ہمارے اختیار میں ہے ہم چاہیں تلاوت کریں چاہیں تو نہ کریں۔ ایسا نہیں کہ اللہ عزوجل نے ہم پر یہ فرض فرمایا ہے کہ ہم آیت سجدہ ضرور تلاوت کریں اور پھر سجدہ کریں۔ اگر آیت سجدہ تلاوت نہ کریں تو گنہگار ہو جائیں۔ ایسا نہیں۔

تشریحات ۶۵۰ توضیح باب: یہاں باب کے دو عنوان ہیں۔ تقصیر الصلوٰۃ۔ اور کم یقیم حتی یقصر۔ پہلا عنوان واضح ہے دوسرا عنوان توضیح طلب ہے۔ امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اگر کہیں چند دن رہنے کا ارادہ ہو تو کتنے دنوں تک پڑھے قصر ہے اور کتنے دنوں کے بعد پوری نماز ہے۔ بظاہر یہ جملہ اس معنی کو ادا نہیں کرتا۔ اس لئے کہ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کتنے دن ٹھہرے یہاں تک کہ قصر کرے، بلکہ جملہ ہی مہمل ہو جاتا ہے اس لئے کہ حتی انتہائے غایت کیلئے آتا ہے اقامت قصر کا سبب نہیں اور نہ قصر اقامت کی غایت اسلئے شراح کو توجیہہ میں بڑی طرح ورزش کرنی پڑی۔ سب سے عمدہ توجیہ علامہ عینی کی ہے۔ کہ یہاں کم استفہامیہ ہے۔ معنی میں۔ ای عدد کے۔ اور حتی۔ تعلیل کے لئے ہے۔ حتی تین معنی کیلئے آتا ہے۔ انتہائے غایت اور یہی اکثر ہے۔ تعلیل کے لئے اور الا کے معنی میں استثناء کیلئے یقیم، یمکث کے معنی میں ہے۔ ترجمہ یہ ہوا کہ کتنے دن کہیں ٹھہرے تو قصر کرے۔ اس کا جواب محذوف ہے۔ مثلاً انیس دن یا پندرہ دن

تسعۃ عشر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتنے دن مکے میں رہے۔ اس بارے میں چار روایتیں ہیں۔ حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ دس دن۔ اسے اصحاب ستہ نے روایت کیا، ابوداؤد[1] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک حدیث میں ہے کہ سترہ دن انھیں کی دوسری حدیث میں ہے کہ پندرہ دن۔ جسے ابوداؤد[2]۔ نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد[3] ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عمران بن حصین کی ایک حدیث میں ہے کہ اٹھارہ دن۔ یہاں بخاری میں اور ابن ماجہ میں ہے کہ انیس دن۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب متی یتم المسافر ص ۱۷۳ [2] ایضا نسائی صلوٰۃ باب المقام الذی یقصر بمثلہ الصلوٰۃ ص ۲۱۲ ابن ماجہ صلوٰۃ باب کم یقصر الصلوٰۃ المسافر اذا اقام ببلدۃ ص ۷۶ [3] اول صلوٰۃ باب متی یتم المسافر ص ۱۷۳ [عه] سجود القرآن باب من رأی ان اللہ عزوجل لم یوجب السجود ص ۱۴۷

قَصَّرْنَا وَاِنْ زِدْنَا اَتْمَمْنَاهُ

قصر کرتے۔ اور اس سے زیادہ کیلئے جاتے تو پوری پڑھتے۔

تطبیق یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو دس دن کہا ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر دس دن قیام فرمایا اسی میں منیٰ میں قیام بھی داخل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار ذوالحجہ یکشنبہ کی صبح کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور چودہ ذوالحجہ کی صبح کو چہار شنبہ کو مدینے کے لئے چلے۔ اور بقیہ اختلافات فتح مکہ کے موقع پر قیام کے بارے میں ہے۔ ان روایتوں میں بیہقی نے یہ تطبیق دی ہے کہ مکہ معظمہ میں کل قیام سترہ دن تھا۔ جن لوگوں نے یوم خروج و یوم دخول کو لیا انھوں نے انیس کہا اور جن لوگوں نے ان میں سے ایک لیا انھوں نے اٹھارہ کہا اور جنھوں نے دونوں چھوڑ دیا سترہ کہا۔ اور پندرہ دن کی روایت ضعیف ہے۔ جیسا کہ امام نووی نے خلاصہ میں کہا ہے علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ روایت بھی صحیح ہے۔ اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بطریق ابن اسحاق اور نسائی نے بطریق عراک بن مالک روایت کیا اگر علامہ نووی نے ابن اسحاق کی وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے تو درست نہیں۔ اولاً ابن اسحاق ثقہ ہیں جیسا کہ گزر چکا۔ ثانیاً جب دوسرے طریقے سے مروی ہے جس میں کوئی طعن نہیں تو اسے ضعیف کہنا درست نہیں۔ اب توجیہ یہ ہے کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ اسلئے ترجیح سترہ ہی کی روایت کو ہوئی۔

وطن اقامت انسان کہیں جائے اور کچھ دن وہاں قیام کا ارادہ ہو تو اسے وطن اقامت کہتے ہیں۔ از روئے شرع کوئی جگہ کسی کی وطن اقامت کب ہوتی ہے۔ اسمیں بائیس اقوال ہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی آبادی میں پندرہ دن رہنے کا ارادہ ہو تو وہ جگہ وطن اقامت ہے۔ ابن ابی شیبہ[1] نے اپنے مصنف میں امام مجاہد سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب کہیں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرتے تو چار رکعت پڑھتے۔ امام طحاوی[2] نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا کہ ان حضرات نے فرمایا۔ جب تو کسی شہر میں آئے اور مسافر ہو اور تیرے جی میں یہ ہے کہ وہاں پندرہ دن ٹھہرے گا تو نماز پوری کر۔ اور اگر یہ معلوم نہیں کہ کب واپس ہوگا تو قصر کر۔ رہ گیا فتح مکہ کے موقع پر سترہ دن قیام کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قصر کرنا، ہو سکتا ہے کہ اس بنا پر ہو کہ ارادہ یہی رہا ہو کہ پندرہ دن سے کم میں وہاں سے کوچ فرمادیں گے مگر کسی وجہ سے قیام کی مدت بڑھ گئی۔ مکہ معظمہ ابھی فتح ہوا تھا۔ لوگوں کے جسم مغلوب ہو گئے تھے مگر دلوں میں اسلام جاں گزیں نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت بلال نے بام کعبہ پر چڑھ کر جب پہلی اذان دی تو عتاب بن اسید نے کہا خدا نے میرے باپ پر مہربانی کی (کہ اسے اٹھا لیا) تاکہ یہ (اذان نہ سنے) سنتا تو کڑھتا[3] ایک اور سردار نے کہا، اب جینا بیکار ہے[4]۔ ایسی صورت میں عین ممکن ہے کہ ایسی اطلاعات مل جاتی رہی ہوں کہ ان کے پیش نظر استحکام امن کے لئے لوٹنے کا ارادہ ہوتے ہوئے بھی مصلحتاً مدت بڑھا دی جاتی ہو۔ ایسی صورت میں جبکہ ارادہ ہو کہ پندرہ دن کے اندر اندر یہاں سے واپس ہونا ہے مگر کسی وجہ سے برسوں لگ گیا، تو قصر ہی کرے گا۔ امام شافعی کے یہاں یہ مدت چار دن ہے مگر یہ حجۃ الوداع کے واقعہ سے مرجوح ہے، کہ دس دن مکہ معظمہ میں قیام رہا مگر قصر فرمایا۔ اور یہ کہنا کہ چونکہ درمیان میں منیٰ اور عرفات تشریف لے گئے۔

ع تقصیر الصلوٰۃ باب ماجاء فی التقصیر ص ۱۴۷، ثانی المغازی باب مقام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمکۃ زمن الفتح ص ۶۱۵ ابوداود ترمذی ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔ [1] عمدۃ القاری سابع ص ۱۱۶ [2] فتح القدیر اول ص ۴۰۲ لکھنؤ۔

[3] سیرت ابن ہشام فتح مکہ [4] اصابہ

حدیث ۶۵۱ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ اِسْحٰقَ سَمِعْتُ اَنَسًا یَّقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ

یحیی بن اسحاق نے حدیث بیان کی کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ اِلٰی مَکَّۃَ فَکَانَ

فرماتے تھے کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینے سے مکے گئے

یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی رَجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ قُلْتُ اَقَمْتُمْ بِمَکَّۃَ

تو حضور دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ ہم مدینہ واپس ہوئے

شَیْئًا قَالَ اَقَمْنَا بِھَا عَشْرًا عہ

میں نے پوچھا کہ مکے میں آپ لوگوں نے کچھ قیام کیا تو فرمایا ہم وہاں دس دن ٹھہرے تھے

تو کہ معظمہ میں دس دن قیام کہاں رہا۔ اقول۔ مقدار مسافت سے کم سفر وطن اقامت کو باطل نہیں کرتا۔ جیسا کہ خود امام شافعی نے کتاب الام[1] میں تصریح فرمائی ہے۔ اور منیٰ بلکہ عرفہ بالاتفاق مسافت سفر کی دوری پر نہیں۔ اسی میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے دریافت کیا گیا کہ عرفہ تک جاتے میں قصر ہے۔ تو فرمایا نہیں[2]

چار رکعتیں کب فرض ہوئیں امام ضحاک نے اپنی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے۔ تحویل قبلہ سے پہلے ظہر، عصر، عشاء بھی دو دو رکعتیں تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی دو رکعت پڑھ چکے تھے کہ جبرئیل امین تحویل قبلہ کی آیت لیکر اترے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رخ کعبے کی طرف پھیرا اور اشارہ کیا کہ دو رکعت اور پڑھ لیں۔ اور حکم دیا کہ عصر اور عشاء بھی چار رکعتیں پڑھیں اور عرض کیا کہ پہلی مقدار آپ کی امت کے مسافروں اور غازیوں کیلئے ہے۔ اس کی تائید ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ارشاد سے بھی ہوئی ہے کہ فرمایا۔ اللہ عزوجل نے جب نماز فرض فرمائی تھی تو سفر اور حضر دونوں میں دو دو رکعت مقرر فرمائی تھی۔ سفر کی نماز اسی مقدار پر باقی رکھی گئی اور حضر کی نماز میں زیادتی کر دی گئی[3]

تشریحات ۶۵۱ مسلم میں شعبہ عن یحیی بن ابی اسحٰق کی روایت میں ہے۔ الی الحج۔ اس لئے متعین ہو گیا کہ حضرت انس کا یہ ارشاد حجۃ الوداع کے موقع کے لئے ہے۔ گزر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار ذوالحجہ یوم یکشنبہ کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور چودہ ذوالحجہ چہارشنبہ کو صبح کے وقت واپس ہوئے۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی آبادی میں چار دن سے زیادہ قیام کا ارادہ ہو تو نماز پوری پڑھے۔ یہ حدیث ان پر حجت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکے میں دس دن قیام فرمایا اور قصر کیا۔

عہ تقصیر الصلوٰۃ باب ما جاء فی التقصیر ص ۱۴۷ ثانی مغازی باب مقام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمکۃ زمن الفتح ص ۶۱۵ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ۔

[1] جلد اول ص ۱۶۶ [2] ایضا ص ۱۶۲ [3] بخاری اول صلوٰۃ باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء ص ۵۱ ۔

حدیث ۶۵۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا

ابوبکر اور عمر کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی اور عثمان کے ساتھ بھی ان کی

مِنْ إِمَارَتِهِ ثُمَّ أَتَمَّهَا عہ

خلافت کے ابتدائی ایام میں پھر انھوں نے پوری پڑھی۔

حدیث ۶۵۳ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حارثہ بن وہب نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پورے طور پر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنَ مَا كَانَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ عہ

امن کی حالت میں منیٰ میں دو رکعت پڑھائی۔

حدیث ۶۵۴ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ صَلَّى بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ

عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ ہمیں منیٰ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقِيلَ فِي ذٰلِكَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

تعالیٰ عنہ نے چار رکعتیں پڑھائیں۔ اسکا تذکرہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

تشریحات ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴

امام المتصدقین امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکم محرم ۲۴ھ کو مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور اٹھارہ ذوالحجہ ۳۵ھ کو شہید ہوئے۔ اور مدت خلافت بارہ دن کم بارہ سال ہے۔ اپنی خلافت کے ابتدائی چھ یا آٹھ سال تک منیٰ میں بھی قصر کرتے رہے پھر عرفات سے واپسی کے بعد ایام رمی میں منیٰ میں پوری پڑھنے لگے، اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر و دیگر صحابہ کرام کو اعتراض تھا۔ یہ لوگ جماعت سے پڑھتے تو چار پڑھتے اور تنہا پڑھتے تو دو۔ اس کی سب سے قوی توجیہ یہ ہے کہ حضرت عثمان حالت سفر میں قصر فرض نہیں جانتے تھے بلکہ رخصت اور اختیاری جانتے تھے۔ ابتداءً قصر کرتے رہے اس لئے کہ یہی سنت متوارثہ تھی۔ پھر یہ بتانے کے لئے کہ قصر کرنا عزیمت نہیں، رخصت ہے، پوری پڑھنی بھی جائز ہے۔ عرفات سے واپسی کے بعد پوری پڑھنے لگے، جن حضرات کو اعتراض تھا وہ اس بنا پر تھا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیخین کی روش کے خلاف تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک حالت سفر میں قصر عزیمت اور حتمی رہا ہو۔

اس کو ہم جلد ثانی صفحہ ۳۲۱ تا ۳۲۳ میں ثابت کر آئے ہیں کہ حالت سفر میں قصر عزیمت اور حتمی ہے	کی وغیرہ میں قصر ہے یا تمام

عہ تقصیر الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بمنی ص ۱۴۷، المناسک باب الصلوٰۃ بمنی ص ۲۲۵ مسلم، نسائی۔ عہ تقصیر الصلوٰۃ ابوداؤد، ترمذی، نسائی

باب الصلوٰۃ بمنی ص ۱۴۷، المناسک باب الصلوٰۃ بمنی ص ۲۲۵ مسلم

مَسْعُوْدٍ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کیا گیا تو انھوں نے اِنَّا لِلّٰہ پڑھا پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے منیٰ میں

بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ اَبِىْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ

دو رکعتیں پڑھیں اور حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں اور

مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَظِّىْ مِنْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ

عمر بن خطاب کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں۔ کاش ان چار رکعتوں کے بجائے میرا حصہ قبول کی ہوئی دو رکعتیں ہوتیں۔

حدیث ۶۵۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رخصت اور اختیاری نہیں۔ اس میں نہ منیٰ وعرفہ کی تخصیص ہے نہ کسی اور جگہ کی۔ اس لئے کہ قصر کا حکم کسی جگہ کی خصوصیت کیوجہ سے نہیں سفر کی بناء پر ہے۔ تو جہاں سفر ہے وہاں قصر ہے اور جہاں سفر نہیں وہاں قصر نہیں وہ کوئی بھی جگہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ منیٰ کے باشندے ایام حج میں پوری پڑھیں گے۔ اور جو مسافر نہیں اسے قصر جائز نہیں اسمیں بھی کوئی تخصیص نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں مسافر ہی تھے۔ اسی طرح حضرات شیخین بھی جب ادائیگی حج کے لئے حاضر ہوتے تو مسافر ہی ہوتے تھے۔ اس لئے یہ لوگ بالالتزام منیٰ وغیرہ میں قصر کرتے تھے۔ جو لوگ مکہ معظمہ میں بہ نیت حج حاضر ہوں اور مکہ معظمہ میں بشمول منیٰ و عرفات بلکہ قیام بعد حج کے بھی پندرہ دن سے کم قیام کا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ لوگ مکہ معظمہ میں بھی قصر کریں گے اور منیٰ وغیرہ میں بھی اور جو حضرات مکہ معظمہ میں پندرہ دن یا اس سے زائد قیام کا ارادہ رکھتے ہوں اگرچہ منیٰ وغیرہ اور بعد کے قیام کے ایام شامل کر کے وہ لوگ مکہ معظمہ میں بھی پوری نماز پڑھیں گے اور منیٰ عرفات مزدلفہ ہر جگہ۔

حجاج کے لئے ضروری تنبیہ آجکل مسلمانوں کی بدقسمتی سے حجاز مقدس پر نجدیوں کی حکومت ہے۔ نجدی عقائد کے اعتبار سے گمراہ بددین ہیں۔ بلکہ جمہور فقہاء کے طور پر کافر۔ ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں صرف یہی مسلمان ہیں۔ اس کے علاوہ ساری دنیا کے مسلمان کافر مشرک ہیں۔ جیسا کہ دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے۔ الشہاب الثاقب میں لکھا ہے۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ جو ساری دنیا کو تو بہت بڑی بات ہے کسی ایک مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث اور فقہ کی کثیر عبارتیں اس پر شاہد ہیں۔ اور نماز صحیح ہونے کے لئے ایمان شرط ہے۔ جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی، اس لئے مسلمانوں کو نجدی امام کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہیں پڑھنی چاہئے۔ علاوہ اس کے منیٰ اور عرفات میں نجدی امام مقیم ہوتے ہوئے قصر کرتا ہے۔ یوں بھی اس کی نماز صحیح نہیں۔ اسکے پیچھے نماز پڑھنی نہ پڑھنے کے برابر ہے بلکہ اس سے بدتر۔ مفضی الی الکفر ہے۔

تشریحات ۶۵۴ یلبون بالحج۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے علم کی بات بیان فرمائی۔ یہ جائز نہیں

عـه تقصیر الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بمنیٰ ص ۱۴۷، المناسک باب الصلوٰۃ بمنیٰ ص ۲۲۵ مسلم صلوٰۃ ابو داود۔ الحج۔ نسائی الحج

تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ لصبح رابعۃ یلبون بالحج فامرھم
(اور صحابہ) چوتھی (ذوالحجہ) کی صبح کو (مکے میں) آئے حج کی تلبیہ کہتے ہوئے۔ تو حضور نے انھیں حکم دیا

ان یجعلوھا عمرۃ الا من کان معہ ھدی ع٥
کہ اسے عمرہ کردیں مگر وہ لوگ جن کے ساتھ قربانی کے جانور ہیں۔

کہ جو لوگ میقات سے حج کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ آئیں وہ اسے عمرہ سے بدل دیں۔ اب یہ کہنا پڑے گا کہ یہ ان حضرات کیساتھ خاص تھا۔ قربانی کا جانور ساتھ لانے والے حضرات اس لئے مستثنیٰ کر دیئے گئے کہ انھیں اس کی اجازت نہیں کہ قربانی کرنے سے پہلے احرام کھولیں۔ ارشاد ہے۔ حتی یبلغ الھدی محلہ

سفر حجۃ الوداع ۲۶ ذوقعدہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے ظہر کی نماز پڑھ کر نکلے اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز پڑھی۔ رات وہاں گزاری۔ صبح کو احرام باندھا۔ یکشنبہ چار ذوالحجہ کی صبح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ صبح کی نماز ذوطویٰ میں پڑھی۔ آٹھ ذوالحجہ پنجشنبہ کو چاشت کے وقت منیٰ تشریف لے گئے۔ ۹ ذوالحجہ بروز جمعہ عرفات گئے۔ بعد مغرب مزدلفہ آئے۔ نماز فجر اور وقوف کے بعد سورج نکلنے سے کچھ پہلے مزدلفہ سے چلے اور چاشت کے وقت جمرۃ العقبہ کی رمی فرمائی پھر زوال سے پہلے مکہ معظمہ آئے طواف زیارت فرمایا اور اسی دن منیٰ واپس ہو گئے۔ تیرہ کو زوال سے قبل رمی کر کے ظہر کے وقت مکہ معظمہ تشریف لائے۔ اور محصب میں قیام فرمایا اور وہیں ظہر پڑھی اور رات بسر کی۔ اسی رات میں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تنعیم سے عمرہ کیا۔ یہ چودھویں شب تھی۔ صبح کو نماز فجر سے پہلے طواف وداع فرمایا اور مدینہ واپس ہوئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس سال ذوالحجہ کا چاند چہارشنبہ کا دن گزار کر پنجشنبہ کو رات میں ہوا تھا۔

یہ پوری تفصیل اس طرح معلوم ہوئی کہ یہ ثابت ہے کہ حجۃ الوداع جمعہ کو تھا اور اسے لازم ہے کہ رویت ہلال چہارشنبہ کو ہو اب چار ذوالحجہ کو لامحالہ یکشنبہ ہوگا اور چودہ کو چہارشنبہ۔

عمرے سے حج کی تبدیلی جمہور علماء کے نزدیک یہ جائز نہیں کہ میقات سے حج کا احرام باندھیں اور پھر اسے عمرے سے بدل دیں۔ البتہ امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری اسے جائز جانتے ہیں۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ جمہور یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ان صحابہ کرام کے ساتھ خاص ہے جو حجۃ الوداع میں شریک تھے۔ تخصیص کی دلیل ابوداؤد اور ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! حج کا فسخ کرنا ہمارے ساتھ خاص ہے یا ہمارے بعد والوں کے لئے بھی ہے۔ فرمایا۔ خاص تمہارے لئے[۲]۔ نیز ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوذر فرماتے تھے۔ حج فسخ کر کے عمرہ کرنا صرف ان حضرات کے لئے تھا جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا[۳]۔

ع٥ تقصیر الصلوٰۃ کم اقام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حجۃ ص ۱۴۷ مسلم، نسائی، حج

۱ بخاری جلد اول۔ تقصیر الصلوٰۃ باب یقصر اذا خرج من موضعہ ص ۱۴۸ ۲ مناسک باب الرجل یھل بالحج ثم یجعلھا عمرۃ ص ۲۵۱ ابن ماجہ مناسک باب من قال کان فسخ الحج لھم خاصۃ ص ۲۳۰ ۳ ابوداؤد اول مناسک باب الرجل یھل بالحج ثم یجعلھا

۲۰۹ ت سَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّفَرَ يَوْمًا وَلَيْلَةً عـه

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن اور رات کو سفر کہا۔

۲۱۰ ت وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقْصُرَانِ وَيُفْطِرَانِ فِي أَرْبَعَةِ بُرُدٍ عـه

اور ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم چار برید کے فاصلے پر جاتے تو قصر کرتے روزہ نہ رکھتے۔

۲۰۹ تشریحات یعنی ایک دن کا سفر بھی سفر ہے باعتبار لغت اور عرف سفر شرعی کا جز ہونے کی اعتبار سے۔

۲۱۰ تشریحات چار برید کی مقدار امام بخاری نے سولہ فرسخ بتائی ہے۔ اور فرسخ تین میل کا۔ تو سولہ فرسخ اڑتالیس میل ہوئے۔ اور ایک برید بارہ میل کا۔ یہ امام بخاری کا ارشاد ہے۔ اس میں اور اقوال بھی ہیں۔ ابن سیدہ نے کہا۔ کہ برید دو فرسخ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ دو منزلوں کی درمیانی جگہ کو برید کہتے ہیں۔ صاحب الجامع نے کہا۔ برید چند میل معروف و مشہور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چار فرسخ ہے، اور ایک فرسخ تین میل۔ الواعی میں ہے۔ راستے کے حصوں میں سے ایک حصہ جو بارہ میل ہوتا ہے یہی صحاح وغیرہ میں بھی ہے۔ ابن سیدہ نے کہا۔ فرسخ تین یا چھ میل ہے۔ میل حد نظر کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ میل گھوڑے کے دس جست کو کہتے ہیں، یہ دو سو ہاتھ کا ہوتا ہے۔ مُطرزی کی مُغرب میں ہے، تین سو سے لے کر چار سو ہاتھ تک ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جتنی دور تیر گرے وہ فاصلہ میل ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے فرمایا کہ سب سے صحیح قول یہ ہے کہ میل تین ہزار پانچسو ہاتھ کا یا چار ہزار ہاتھ ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اونٹ کے قدم سے ہزار قدم۔ ایک قول یہ ہے کہ اتنی دوری کو میل کہتے ہیں کہ جہاں اگر کوئی ہو تو معلوم ہو سکے کہ آ رہا ہے یا جا رہا ہے۔ مرد ہے کہ عورت۔ عیاض نے کہا کہ بارہ ہزار قدم۔ علامہ عینی[له] نے تحریر فرمایا کہ میل چھ ہزار ہاتھ ہے اور ہر ہاتھ چوبیس انگل، اور انگل متوسط چھ جو کی چوڑائی کے برابر۔ ان سب اقوال میں کسی ایک کو ترجیح دینے کی کوئی صورت نہیں اسلئے احناف نے مقدار مسافت کے لئے دوسرا معیار مقرر فرمایا جو ابھی آ رہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں متفق ہے کہ وہ چار برید پر قصر کرتے تھے مگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ نافع کہتے ہیں کہ سب سے کم وہ مسافت جس پر حضرت ابن عمر قصر کرتے تھے، وہ خیبر میں ان کی زمین تھی، اور خیبر مدینے سے اکیانوے میل ہے۔ امام وکیع کی روایت میں ہے کہ مدینے سے سویدا جاتے تو قصر کرتے۔ سویدا مدینے سے بہتر میل ہے۔ امام عبد الرزاق ہی نے سالم سے روایت کیا کہ ریم گئے تو قصر کیا۔ اور یہ تیس میل کی دوری پر ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا، اگر ایک گھنٹے کے لئے بھی سفر کروں تو قصر کروں گا۔ امام ثوری نے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا اگر ایک میل کیلئے بھی نکلوں تو قصر کروں گا۔ یہ سارے اختلافات اس بنیاد پر ہیں کہ سفر پر قصر کا حکم ہوا۔ اور اس کی مقدار شارع سے مروی نہیں۔ اب

عـه تقصیر الصلوٰۃ فی کم یقصر الصلوٰۃ ص ۱۴۷، عـه ایضاً۔ له عمدۃ القاری سابع ص ۱۱۹

حدیث ۶۵۶ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْاَۃُ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ ؏

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت تین دن کی مسافت پر محرم کے بغیر نہ جائے۔

مجتہد نے اپنی صوابدید سے اس کے بارے میں رائے قائم کی۔ ہمارا یہی مسلک اور اس کی تائید بھی آرہی ہے۔

تشریحات ۶۵۶ اس حدیث کی سند میں ہے حدثنا اسحٰق۔ ابوعلی جیانی نے کہا کہ جب امام بخاری حدثنا اسحٰق کہیں تو اس سے مراد تین حضرات ہوتے ہیں۔ اسحٰق بن راہویہ، ابونصر السوری، ابن منصور کوسج۔ علامہ کرمانی نے فرمایا، یہاں مراد اسحٰق بن راہویہ ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا، یہ صحیح ہے اس لئے کہ اسحٰق بن راہویہ کی مسند میں یہ حدیث اسی سند کے ساتھ مذکور ہے۔

مطابقت باب یہاں باب کا عنوان ہے۔ کتنی مسافت کے سفر پر قصر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس حدیث کو باب سے کوئی مطابقت نہیں۔ مگر مقدمے میں صفحہ پر ہم بتا آئے کہ امام بخاری ایسا بھی کرتے ہیں کہ اگر دو مختلف احکام کی علت مشترک ہو۔ اور اس علت میں ابہام ہو۔ اب اگران دو احکام میں سے کسی حکم کی علت کسی حدیث میں مصرح ہو تو امام بخاری باب میں وہ حکم ذکر کرتے ہیں جسکی علت بالتصریح کسی حدیث میں مذکور نہیں۔ اور اس کے تحت حدیث وہ لاتے ہیں جسمیں دوسرا حکم اور اس کی علت صراحۃً مذکور ہو۔ یہاں دو حکم ہے۔ ایک نماز میں قصر دوسرے عورت کا بغیر محرم کے سفر نہ کرنا۔ دونوں کی علت سفر شرعی ہے۔ اس حدیث میں دوسرے حکم کے ساتھ تین دن کے سفر کی قید ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ سفر شرعی کم از کم تین دن کی مسافت ہے۔ اس لئے ثابت کہ تین دن یا اس سے زائد مسافت کے سفر پر گھر سے نکلے تو قصر کریگا اور اگر تین دن سے کم کی مسافت کے قصد سے نکلے تو قصر نہیں۔

مقدار سفر میلوں سے احناف نے اسی حدیث کو بنیاد بنا کر یہ فرمایا کہ مسافت سفر اتنی دوری کا نام ہے جہاں آدمی تین دن میں پہنچے۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اس سے دن رات چلنا مراد نہیں بلکہ بھی مسافت کے لئے عادۃً جتنی دیر لوگ چلتے ہوں اتنی دیر روانہ چلنا مراد ہے وہ بھی پیدل یا اونٹ کی سواری معتدل رفتار سے۔ اس لئے کہ یہی متعاد ہے۔ ہدایہ میں ہے:

وعن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ التقدیر بالمراحل وھو قریب من الاول ولا معتبر بالفراسخ ھو الصحیح۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی یہ ہے کہ منزلوں سے اس کی تعیین ہے فرسخ کا اعتبار نہیں۔ یہی صحیح ہے۔

اس کے تحت امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا۔ یہ اس سے احتراز ہے جو لوگوں نے فرسخ سے اس کی مقدار مقرر کی تھی۔ کسی نے کہا اکیس فرسخ۔ کسی نے کہا اٹھارہ فرسخ۔ کسی نے کہا پندرہ فرسخ۔ جس نے جو مقدار بتائی اس بنا پر بتائی کہ اس نے اسی مقدار کو تین دن کی مسافت سمجھا۔ مراحل سے مسافت کی تعیین کو صحیح اس بنا پر کہا گیا کہ اگر راستہ دشوار گذار ہو مثلاً جنگل ہو پہاڑ ہو۔ تین دن میں فرسخ

؏ تقصیر الصلوٰۃ باب فی کم یقصر الصلوٰۃ ص ۱۴۷۔ مسلم۔

بھی نہ طے ہو پائے تو جتنی دوری پر تین دن چل لے مسافر ہو گیا۔[1]

اس سے ظاہر ہو گیا کہ احناف کا مذہب صحیح یہ ہے کہ تین منزل کی دوری پر جانے کا قصد ہو تو وہ مسافر ہے۔ مگر اب منزلیں ختم ہو گئیں۔ ہوائی جہاز پر سفر ہونے لگا اس لئے اس زمانے میں میلوں سے اس کی تعیین ضروری ہوئی۔ اعلیحضرت[2] امام احمد رضا قدس سرہ نے مختلف منازل کے فاصلوں کو سامنے رکھ کر حساب لگایا تو اوسطاً تین منزل کی مسافت ساڑھے ستاون میل ہوئی جو موجودہ اعشاریہ پیمانے سے بانوے کیلو میٹر ہے۔

کشمیری صاحب پر تعقب کشمیری صاحب[3] نے لکھا ہے۔ مسافت قصر مذہب میں تین دن اور رات کی مسافت ہے پھر لوگوں نے منازل سے اس کی مقدار معین کی۔ پھر اس میں اختلاف کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سولہ فرسخ ہے۔ اور ہر فرسخ تین میل کا تو اڑتالیس میل ہوئے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے کہ یہ اخیر کے لوگوں کا مذہب ہے۔

اس تین سطر کی عبارت میں کشمیری صاحب نے مندرجہ ذیل غلطیاں کیں ہیں۔

(۱) پہلے کہا کہ۔ اصل مذہب تین دن اور رات کی مسافت ہے۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ اعتبار دن و رات چلنے کا ہے۔ ایسا نہیں بلکہ دن میں چلنے کا ہے وہ بھی بقدر معتاد پورے دن نہیں۔

(۲) پھر کہا کہ۔ پھر لوگوں نے منازل سے اس کی مقدار معین کی۔ یہ بھی غلط۔ یہ خود امام مذہب امام اعظم کا قول ہے۔ جیسا کہ ہدایہ کی عبارت گزری۔

(۳) پھر کہا۔ کہ منازل کے بارے میں اختلاف کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سولہ فرسخ ہے۔ سولہ فرسخ کا کوئی قول نہیں، اکیس اٹھارہ۔ پندرہ کا قول ہے۔

(۴) پھر کہا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اوپر تین باتیں مذکور ہوئیں۔ تین منزل سولہ فرسخ ہے۔ ہر فرسخ تین میل کا۔ کل اڑتالیس میل ہوئے۔ معلوم نہیں یہ اشارہ کس کی طرف ہے۔ کسی کی طرف ہو ان تین باتوں میں سے کوئی بھی کسی حدیث میں نہیں۔ البتہ بخاری میں چار برید کی مقدار، اڑتالیس میل بتائی۔ مگر یہ حدیث نہیں امام بخاری کا ارشاد ہے۔

(۵) پھر کہا۔ اسی پر فتویٰ دیا گیا۔ یہ بھی غلط ہے۔ ابھی فتح القدیر سے گزرا کہ فرسخ کا اعتبار نہیں۔ عالمگیری[4] میں ہے۔

ولا معتبر بالفراسخ ھو الصحیح کذا فی الھدایہ۔ درمختار میں[5] ہے۔ ولا اعتبار بالفراسخ علی المذھب۔

اصل مذہب کے لحاظ سے فرسخ کا اعتبار نہیں، یہی صحیح ہے۔ اور قول مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت و خرق اجماع ہے۔ درمختار میں ہے الفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع۔ ہمارے فقہائے احناف ایسا بے کا فتویٰ کیسے دے سکتے ہیں۔ ہموار اور آسان راستے میں تو میل کی بات چل جائے گی۔ مگر پہاڑی جنگل اور دشوار گزار راستوں میں میل کی تعین کا مطلب ہوگا اصل مذہب سے عدول۔ اصل مذہب یہ ہے تین دن کی مسافت۔ بعض پہاڑی راستوں میں تین دن میں بیس میل بھی آدمی نہیں چل پائے گا۔ اگر آپ یہ کہتے کہ آج جب کہ پیدل کوئی نہیں چلتا سواریاں ایک سے ایک تیز رفتار ایجاد ہو گئی ہیں۔ تو ضرورۃً میلوں سے

---

[1] اول ص ۲۳۸ مطبوعہ لکھنؤ۔ [2] جد الممتار جلد اول [3] فیض الباری ثانی ص ۳۹۷

[4] اول ص ۱۲۷ مجیدی [5] اول نعمانیہ ص ۵۲۷ [6]

اس کی مقدار معین کرنا ضروری ہے اور وہ اتنے میل ہیں تو کچھ لگتی بات ہوتی۔

آپ نے لکھا۔ کہ فتویٰ اس پر ہے کہ سولہ فرسخ یعنی اڑتالیس میل ہے۔ حالانکہ شامی[1] میں ہے کہ کسی نے اکیس فرسخ کہا کسی نے اٹھارہ فرسخ کہا کسی نے پندرہ فرسخ ہے۔ اور فتویٰ ثانی قول پر ہے۔ اس لیے کہ یہ درمیانی بات ہے۔ مجتبیٰ میں ہے کہ ائمہ خوارزم کا فتویٰ تیسرے قول پر ہے۔

اقول:۔ مگر قول ثانی یا ثالث پر بھی فتویٰ دینا درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ طے ہے کہ فتویٰ اس پر ہے جو متون میں ہے۔ نیز صاحب ہدایہ کی تصحیح کے مقابلے میں فتویٰ دینا صحیح نہیں۔ اسی لئے عالمگیری اور در مختار میں اسی کو اختیار فرمایا جسے صاحب ہدایہ نے صحیح کہا ان حضرات کے فتوے کو ذکر بھی نہیں فرمایا۔ پھر فتویٰ ہے تو اٹھارہ یا پندرہ پر، سولہ کا کوئی قول ہی نہیں کہ اس پر کوئی فتویٰ دے۔ یہ قول آپ نے جی سے گڑھا اور خود تراشا کر اسی پر فتویٰ دیا گیا، جس سے دھوکہ ہو کہ فقہائے احناف نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔ اگر آپ کہتے کہ میں فتویٰ دیتا ہوں تو کم از کم فریب دہی تو نہ ہوتی۔

پھر آپ نے میل کی مقدار نہیں بتائی۔ آپ کے نیاز مند اس سے وہ میل سمجھیں گے جو انگریزوں نے مقرر کیا ہے، جو آجکل پوری دنیا میں رائج ہے یعنی سترہ سو ساٹھ گز، اور ہر گز تین فٹ کا، یعنی تقریباً دو ہاتھ کا۔ اور فقہاء نے چار ہزار ہاتھ کا ایک میل مانا ہے۔ یعنی دو ہزار گز کا۔ اور ہر ہاتھ چوبیس انگل اور ہر انگل چھ جو اور ہر جو خچر کے چھ بال کے برابر۔ اب جوڑیئے۔ آپ کے یہ اڑتالیس میل ساڑھے چون میل سے بھی زائد ہوئے۔ اب کشمیری صاحب کے نیاز مندوں کو سوچنا ہے کہ کشمیری صاحب نے اپنے جی سے ایک قول گڑھا پھر اس پر فتویٰ دیکر عوام مسلمین کو دھوکے میں ڈالا یا نہیں۔ اقول وباللہ التوفیق۔ ابھی گذرا کہ علامہ شامی نے فرمایا، کہ جو لوگ میلوں سے یہ مسافت متعین کرتے ہیں۔ وہ فتویٰ اس پر دیتے ہیں کہ یہ مسافت اٹھارہ فرسخ ہے۔ اور اٹھارہ فرسخ کا انگریزی میل سے اٹھاون میل سے بھی زائد ہوتا ہے۔ پھر اعلیٰحضرت قدس سرہ نے ساڑھے ستاون میل پر فتویٰ دیا۔ یہ بھی تو صحیح نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعلیٰحضرت نے ظاہر مذہب کو اختیار فرما کر تین منزل کی یہ مسافت بیان فرمائی ہے۔ جد الممتار میں لکھتے ہیں: المشہور المتعاد فی بلادنا ان کل مرحلۃ ۱۲ کوس۔ وقد جربت مرارا کثیرۃ بمواضع شہیرۃ ان المیل الرائج فی بلادنا لخمسۃ اثمان کوس المعتبر ههنا۔ فاذا ضربت الاکواس فی ۸ - وقسم الحاصل علی ۵ کانت امیالا فاذن امیال مرحلۃ واحدۃ - ۱۹ ۱/۵۔ وامیال مسیرۃ ثلاثۃ ایام ۵۷، ۳/۵ - اعنی ۵۷ - ۶ - ۳۶۳ - ۲۳۶۲ - ہمارے بلاد میں متعاد و معہود یہ ہے کہ ہر منزل بارہ۔ کوس۔ کی ہوتی ہے۔ میں نے بار بار بکثرت مشہور جگہوں میں آزمایا ہے کہ اس وقت ہمارے بلاد میں جو میل رائج ہے وہ ۵/۸ کوس ہے۔ جب کوسوں کو ۸ میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو ۵ پر تقسیم کریں تو حاصل قسمت میل ہوگا۔ اب ایک منزل ۱۹ ۱/۵ میل کی ہوئی۔ اور تین دن کی مسافت، ۵۷ ۳/۵ میل یعنی ۵۷ - ۶ میل۔

غیر محرم کے ساتھ حج اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت کو اپنے شوہر یا محرم کے بغیر تین دن یا اس سے زائد مسافت پر جانا جائز نہیں۔ یہ سفر عام ہے اس سے کہ حج کے لئے ہو یا اپنی نجی ضرورتوں کے لئے ہو۔ مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حج کیلئے شوہر اور محرم کے بغیر بھی جا سکتی ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں حج کا استثناء نہیں۔ تو یہ اپنے عموم کے لحاظ سے سفر حج کو بھی شامل ہے

علاوہ ازیں خاص حج کے بارے میں حدیث وارد ہے۔ بخاری[2] اور مسلم[3] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

[1] اول ص ۵۲۰ [2] عمرۃ باب حج المرأۃ ص ۲۵۰ [3] اول۔ الحج۔ باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ ص ۴۳۴

۶۵۷ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سُنا۔ کہ مرد و عورت تنہائی میں اکٹھے نہ ہوں۔ مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔ اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ اس پر ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میری عورت حج کرنے جارہی ہے اور میں نے فلاں فلاں غزوے میں نام لکھا دیا ہے۔ تو فرمایا۔ جا اپنی عورت کے ساتھ حج کر۔ اگر عورت کا شوہر یا محرم کے بغیر حج کرنے کے لئے جانا جائز ہوتا تو حضور یہ فرمادیتے، کوئی حرج نہیں تم غزوے میں جاؤ، اور وہ مسلمانوں کے ساتھ حج کرے۔

کشمیری صاحب پر تعقب کشمیری صاحب نے کہا۔ حنفیہ کی عام کتابوں میں ہے کہ عورت کا محرم کے بغیر سفر جائز نہیں اور میرے نزدیک جائز ہے۔ اعتماد اور امن کی شرط کے ساتھ، میں نے احادیث میں اس کی بہت سی نظیریں پائی ہیں۔ اور جو فقہ میں ہے وہ مسائل نقل سے ہے۔ اس پر ان کے تلمیذ بدر عالم صاحب میرٹھی نے لکھا۔ مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے۔ حضرت ابو العاص کو لکھا کہ سیدہ زینب کو ایک شخص کے ساتھ بھیجدیں جو ان کا محرم نہیں تھا۔ اور واقعہ افک میں حضرت عائشہ صدیقہ لشکر میں غیر محرم کے ساتھ واپس آئیں۔ اس پر یہ گذارشات ہیں:

(۱) کشمیری صاحب کے ارشاد کا سیاق بتارہا ہے کہ وہ یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ صرف احناف کا مذہب ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ علامہ نووی[1] نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ باتفاق علماء حرام ہے۔

(۲) حنفی ہونے کے دعویٰ کے بعد آپ کو یہ حق کہاں سے ملا۔ کہ ایک متفق علیہ مسئلے کے خلاف فتویٰ دیں۔ اعلان کر دیجئے کہ اب ہم مجتہد مطلق ہو گئے ہیں یا غیر مقلد ہو گئے۔ حنفیت کا لبادہ اوڑھ کر غیر مقلدیت کی روش اچھی نہیں۔

(۳) اگر آپ نے وہ نظائر پیش کر دیئے ہوتے تو ہم بھی دیکھتے کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ آپ کے تلمیذ نے غالباً آپ سے سن کر دو مثالیں دیں توان سے گذارش ہے کہ دونوں اس ارشاد سے مقدم ہیں۔ بخاری و مسلم کی حضرت ابن عباس والی حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ یا تو ۹ھ کا ہے یا سنہ ۱۰ھ حجۃ الوداع کا۔ کیا آپ کے نزدیک موخر مقدم کا ناسخ نہیں۔

(۴) علاوہ اس کے مواقع ضرورت ہمیشہ مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مکہ معظمہ سے آنا تھا۔ جو دارالحرب تھا۔ کیا کوئی عورت دارالحرب میں پھنسی ہو اور اسے نکلنے کا موقع نہ ملے تو دارالحرب ہی میں رہے گی اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نہ آتیں تو اسی میدان میں اکیلی رہتیں۔ یہ جب تک لشکر میں آنے اور کوئی محرم لے کر جاتے وہ میدان میں تنہا نہیں جسیں خطرات تھے۔ مواقع ضرورت سے عمومی احوال پر استدلال کرنا کس دین تا ہے و آپ کے نیاز کیش بتائیں۔

۶۵۷ **تشریحات** عورت کا محرم وہ مرد ہے جس سے اس کا نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو۔ اور اگر کسی عارض کی وجہ سے حرام ہو اور عارض دور ہونے کے بعد درست ہو جائے تو وہ محرم نہیں۔ مثلاً بہنوئی۔ دیور۔ شوہر کا چچا وغیرہ۔

[1] اول باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ ص ۴۳۴

تعالیٰ علیہ وسلم لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ

فرمایا جو عورت اللہ پر ایمان رکھتی ہو اسے جائز نہیں کر ایک دن اور رات

مَسِیْرَةَ یَوْمٍ وَّلَیْلَةٍ لَیْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ عہ

کی دوری پر محرم کے بغیر سفر کرے۔

۲۱۱ وَخَرَجَ عَلِیُّ بْنُ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَصَرَ وَهُوَ یَرَی

ت اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کوفے سے) نکلے اور ابھی گھروں کو دیکھ رہے تھے اور

الْبُیُوْتَ فَلَمَّا رَجَعَ قِیْلَ لَهُ هٰذِہِ الْکُوْفَةُ قَالَ لَا حَتّٰی نَدْخُلَهَا عہ

قصر کیا۔ اور جب لوٹے (اور قصر کیا)، تو ان سے عرض کیا گیا یہ کوفہ ہے تو فرمایا جبتک ہمیں داخل ہو لیں گے پوری نہیں پڑھیں گے۔

۶۵۸ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَلَّیْتُ الظُّهْرَ مَعَ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

اس حدیث کی بنا پر امام شعبی وغیرہ نے فرمایا کہ بغیر محرم کے عورت کو سفر کرنا مطلقاً جائز نہیں۔ مسافت تھوڑی ہو یا زیادہ۔ ہمارے یہاں ایک دن یا دو دن کی مسافت پر بغیر محرم کے بھی عورت سفر کر سکتی ہے۔ پہلی والی حدیث کہ تین دن کی مسافت پر عورت بغیر محرم سفر نہ کرے، حضرت ابن عمر سے مروی ہے۔ وہ متفق علیہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے بدرجہا بڑھ کر ہے اسلئے ہم نے اسے ترجیح دی۔

۲۱۱ اس تعلیق کو امام حاکم نے اور بیہقی نے موصولاً روایت کیا ہے۔ بیہقی میں مفصل یوں ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

تشریحات عنہ کے ساتھ ادھر یعنی شام کی طرف چلے تو دو رکعت پڑھی اور جب واپس ہوئے اور کوفہ نظر آنے لگا اور نماز کا وقت ہو گیا تو لوگوں نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین یہ کوفہ ہے۔ کیا نماز پوری پڑھیں گے؟ تو فرمایا نہیں۔ جبتک کوفے میں داخل نہ ہو جائیں۔ ابن ابی شیبہ نے اور امام عبد الرزاق نے حضرت علی ہی کے بارے میں روایت کیا ہے کہ بصرہ جانے کیلئے نکلے اور ایک چھپر دیکھی تو نماز پوری پڑھی۔ اور فرمایا اگر اس چھپر سے آگے بڑھ گیا ہوتا تو قصر کرتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان دونوں عمل سے معلوم ہوا کہ جبتک آبادی سے پورے طور پر باہر نہ ہو قصر نہ کرے۔ یونہیں جبتک آبادی میں داخل نہ ہو جائے قصر کرتا رہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قصر کیلئے مسافت سفر پوری کرنا ضروری نہیں۔ جب سفر شروع ہو گیا قصر کرے یہی ہمارا بلکہ امام مالک امام شافعی امام احمد کا مذہب ہے۔

۶۵۸ کتاب المناسک میں یہ زائد ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہیں رات بسر فرمائی اور وہیں صبح

تشریحات کی۔ جب اپنی سواری پر تشریف لے گئے اور وہ سیدھی ہو گئی تو تلبیہ پڑھا۔ اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں کہ آبادی میں رہتے ہوئے محض سفر کی نیت ہی کے بعد قصر نہیں جبتک آبادی سے باہر نہ ہو جائے نیز آبادی سے نکلنے کے بعد قصر لازم ہے۔ ایسا نہیں کہ مسافت سفر پوری ہونے کے بعد قصر کیا جائے۔ ذو الحلیفہ مدینہ طیبہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ جیسے ابیار علی بھی کہتے ہیں

عہ تقصیر الصلوۃ باب فی کم یقصر الصلوۃ ص ۱۴۸ مسلم۔ عہ تقصیر الصلوۃ باب یقصر اذا خرج من موضعہ ص ۱۴۷

رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ اَرْبَعًا وَّالْعَصْرَ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ رَکْعَتَیْنِ عـ

مدینے میں ظہر چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت۔

حدیث ۶۵۹ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتِ الصَّلٰوۃُ اَوَّلُ مَا فُرِضَتْ

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا شروع میں جب نماز فرض کی گئی تو

رَکْعَتَانِ وَاُقِرَّتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ وَاُتِمَّتْ صَلٰوۃُ الْحَضَرِ۔ قَالَ الزُّہْرِیُّ فَقُلْتُ

دو رکعتیں تھیں۔ سفر کی نماز برقرار رہی اور حضر کی پوری کردی گئی امام زہری نے کہا

یہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب نہیں۔ کوئی اور شخص علی نام کا تھا اس کی طرف نسبت ہے۔

جو لوگ قبل حج مدینہ طیبہ حاضر ہوتے ہیں انھیں غیر اختیاری طور پر یہ سعادت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مسجد ذوالحلیفہ سے حج یا عمرہ کا احرام باندھتے ہیں اور اس طرح اس مبارک مسجد میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہوجاتی ہے۔ اس خادم اور اس کے ہمراہیوں کو بھی یہ سعادت حاصل ہوئی نیز یہ بھی کہ ظہر مسجد نبوی میں ادا کی اور عصر مسجد ذوالحلیفہ میں۔ فالحمد علی ذلک۔ ہم جلد ثانی صـ۲۱ اور صـ۲۲۵ پر بتا آئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شنبہ کو بعد نماز ظہر مدینہ طیبہ سے حج کے لئے نکلے۔ تاریخ پچیس ذوقعدہ تھی یا چھبیس اور چار ذوالحجہ یا پانچ کو مکہ معظمہ پہنچے تھے۔ اگر چار کو پہنچے تھے تو یکشنبہ کا دن تھا اور اگر پانچ کو پہنچے تھے تو دوشنبہ کا دن تھا۔ سفر میں کل نو دن یا دس دن صرف ہوئے تھے۔ مسلم شریف میں تردید کے ساتھ ہے کہ چار کو یا پانچ کو پہنچے۔ اور بخاری میں بلا تردید یہ ہے کہ چار کو پہنچے۔ مسلم شریف میں جو تردید ہے وہ شک راوی بھی ہوسکتا ہے۔ اس لئے ترجیح بخاری کی روایت کو ہے۔ اب حاصل یہ نکلا کہ شنبہ کو مدینہ طیبہ سے نکلے اور یکشنبہ کی رات میں سرف پہنچے اور صبح کو نویں دن مکہ معظمہ جلوہ فرما ہوگئے۔ اگر مدینہ طیبہ سے پچیس ذوقعدہ کو چلے تھے۔ تو اس سال ذوالحجہ کا چاند بروز دوشنبہ انتیس کا تھا۔ اور اگر چھبیس کو چلے تھے تو رویت ہلال تیس ذوقعدہ ہوئی، اسلئے کہ یہ طے ہے کہ حجۃ الوداع جمعے کو تھا۔ اس حساب سے پہلی ذوالحجہ جمعرات کی ہوگی۔

تشریحات ۶۵۹ یہ حدیث جلد ثانی میں گزر چکی ہے۔ مگر قال الزہری۔ والا حصہ وہاں نہیں۔ یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ سفر میں صرف دو ہی رکعت فرض ہے۔ یہ روایت ہے جس پر لفظ فرضت اور اقرت ہے نص ہیں۔ حضرت امام زہری نے اس حدیث کا یہی مطلب سمجھا کہ حالت سفر میں قصر عزیمت ہے۔ اور چار رکعت پڑھنا جائز نہیں۔ ورنہ ان کو حضرت ام المومنین کے قصر نہ کرنے پر حیرت کیوں ہوتی۔ اور وہ حضرت عروہ سے دریافت کیوں کرتے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سفر میں قصر نہیں کرتی تھیں۔ پوری پڑھتی تھیں۔ اور وہ کچھ تاویل کرتی تھیں۔ وہ تاویل کیا تھی۔ نہ ام المومنین نے بتایا۔ نہ ہمیں معلوم ہوئی۔ ہمیں کیا ضرورت کہ اپنی طرف سے کوئی تاویل گڑھیں۔

کچھ لوگوں نے یہ تاویل گڑھی ہے کہ ام المومنین نے فرمایا۔ میں تمام مومنین کی ماں ہوں۔ اور بیٹے کا گھر ماں کا گھر ہے۔ تو ہر مسلمان کا گھر میرا گھر ہے۔ اس پر یہ کہا گیا کہ پھر ہر امتی کا گھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گھر ہوا۔ پھر حضور نے کیسے قصر کیا۔ پھر ام المومنین کا ماں

عـ ایضا ما سابق باب من بات بذی الحلیفۃ ص ۲۰۹ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی۔ عـہ تقصیر الصلوٰۃ باب یقصر اذا خرج من موضعہ ص ۱۴۸ صلوٰۃ باب کیف فرضت الصلوٰۃ ص ۵۱ بنیان الکعبۃ باب ص ۵۶۰ مسلم، ابوداؤد، نسائی، موطا امام مالک۔ دارمی۔

لعروۃ فما بال عائشۃ تتم قال تاولت ما تاول عثمان ؏

میں نے حضرت عروہ سے پوچھا پھر عائشہ کیوں پوری پڑھتی ہیں تو انھوں نے بتایا کہ تاویل کر لی جیسے حضرت عثمان نے تاویل کر لی تھی۔

حدیث ۶۶۰ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تعالیٰ علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر فی السفر یؤخر المغرب حتی یجمع

کو دیکھا کہ جب سفر میں چلنے کی جلدی ہوتی تو مغرب کو دیر میں پڑھتے یہاں تک کہ مغرب

بینہا وبین العشاء قال سالم وکان عبد اللہ بن عمر یفعلہ اذا اعجلہ

اور عشاء ساتھ پڑھتے۔ سالم نے کہا ابن عمر بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ جب سفر میں جلدی ہوتی

السیر وزاد اللیث حدثنی یونس عن ابن شہاب قال سالم کان ابن

اور لیث نے یہ زیادہ کیا کہ مجھ سے یونس نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے کہا

ہونا روحانی طور پر ہے۔ اور بیٹے کا گھر ماں کا گھر ہونا ظاہری احکام سے ہے۔ ظاہری احکام باطنی وجوہات سے ثابت نہیں ہوتے۔

تشریحات ۶۶۰ یہاں ایک حدیث مسند ہے اور تین تعلیقات ہیں۔ پہلی تعلیق کو چھوڑ کر ان سب کا حاصل ایک ہے۔ کہ سفر میں یہ جائز ہے کہ مغرب کو اتنی دیر میں پڑھا جائے کہ اس کا آخر وقت ہو جائے، اور اتنا وقت ہو کر نماز پڑھتے پڑھتے ختم ہو جائے۔ پھر چونکہ فوراً عشاء کا وقت ہو جائے گا تو عشاء پڑھے۔ یہ بظاہر دو نمازوں کا جمع ہے مگر حقیقت میں ہر نماز کو ان کے وقت پر پڑھنا ہے۔ یہاں تیسری تعلیق میں۔ فلما یلبث۔ اس پر قرینہ ہے۔ یہ تھوڑی دیر ٹھہرنا اس اطمینان کے لئے تھا کہ عشاء کا وقت ہونے میں شبہ نہ رہے۔ جیساکہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی کا عمل اور ارشاد دوسری احادیث میں یہ مروی ہے۔ کہ شفق غروب ہونے کے قریب ہوئی تو اترے اور مغرب پڑھی اور جب شفق ڈوب گئی تو عشاء پڑھی۔ ابوداؤد میں ہے[1] حتی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل فصلی المغرب ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلی العشاء ثم قال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا عجل بہ امر صنع مثل ما صنعت۔ یہاں تک کہ شفق ڈوبنے سے پہلے اترے اور مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا جب شفق ڈوب گئی تو عشاء پڑھا، پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو جیسے میں نے کیا ہے ویسے ہی کرتے تھے۔ ابوداؤد[2] ہی میں دوسرے طریقے سے ہے۔ حتی اذا کان عند ذھاب الشفق نزل فجمع بینہما۔ جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی تو اترے اور مغرب اور عشاء جمع کیں۔ نسائی[3] میں ہے۔ حتی اذا کان فی اخر الشفق نزل فصلی المغرب ثم اقام العشاء وقد تواری الشفق فصلی بنا ثم اقبل علینا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ف بخاری اول تقصیر الصلوٰۃ باب یقصر اذا خرج من موضعہ ص ۱۴۸۔ مسلم صلوٰۃ المسافرین ص ۲۴۲ دارمی۔

[1] اول، صلوٰۃ باب الجمع بین الصلوتین ص ۱۷۱۔ [2] ایضا۔ [3] اول باب الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء ص ۹۹

عُمَرَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ ○ قَالَ سَالِمٌ وَأَخَّرَ ابْنُ

سالم نے فرمایا کہ ابن عمر ایام حج میں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے مابین جمع فرماتے۔ کیا کہ

عُمَرَ الْمَغْرِبَ وَكَانَ اسْتُصْرِخَ عَلَى امْرَأَتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ

سالم نے کہا ابن عمر نے مغرب میں دیر کی۔ اور انہیں یہ خبر ملی تھی کہ ان کی زوجہ صفیہ بنت ابو عبید کی حالت

فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ سِرْ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ سِرْ حَتّٰى سَارَ

نازک ہے۔ تو میں نے عرض کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے تو فرمایا چلو پھر میں نے عرض کیا نماز پڑھ لیں تو فرمایا

مِيلَيْنِ أَوْ ثَلٰثَةً ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

چلے چلو یہاں تک کہ دو یا تین میل چلے پھر اترے اور نماز پڑھی پھر فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَأَيْتُ النَّبِيَّ

تعالیٰ علیہ وسلم کو جب چلنے میں جلدی ہوتی تو یونہی کیا کرتے تھے اور عبداللہ نے کہا میں نے دیکھا ہے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب چلنے میں جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز تین رکعت پڑھتے پھر

ثَلٰثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ

سلام پھیرتے پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے پھر عشاء کی اقامت کہلاتے اور اسے دو رکعت پڑھتے پھر

علیہ وسلم کان اذا اعجل به السیر صنع ھکذا۔ جب شفق کا اخیر حصہ رہا اتر کر مغرب پڑھی پھر عشاء کی تکبیر اس حال میں کہی کہ شفق ڈوب چکی تھی۔ اس وقت عشاء پڑھی پھر ہماری طرف منھ کرکے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے۔ نسائی[۱] اور امام ابو جعفر طحاوی[۲] نے یہ الفاظ روایت فرمائے ہیں۔ حتی اذا کان الشفق قرب ان یغیب نزل فصلی المغرب وغاب الشفق فصلی العشاء ثم اقبل علینا فقال ھکذا کنا نصنع مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی اتر کر مغرب پڑھی اور شفق ڈوب گئی تو عشاء پڑھی۔ پھر ہماری طرف منھ کرکے کہا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی کرتے تھے۔

یہ روایتیں اس پر حجت قاطع ہیں کہ جمع سے مراد یہ ہے کہ ایک نماز کو اس کے اخیر وقت میں پڑھا اور دوسری کو اس کے اول وقت میں۔ اور یہ جمع صوری ہے حقیقی نہیں۔ نیز ابو داؤد کی پہلی روایت جس میں یہ ہے ثم انتظر حتی غاب الشفق۔ مغرب پڑھ کر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی۔ تو عشاء پڑھی۔ یہ بخاری میں وارد لفظ قلما یلبث۔ تھوڑی دیر ٹھہرنے کی تفسیر ہے۔ یہ صیغہ اپنے اصلی معنی کے لحاظ سے اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہمیشہ یہی عادت تھی۔

---

[۱] نسائی [۲] شرح معانی الآثار اول باب الجمع بین الصلوتین کیف ھو ص ۸۰۔

بِسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ حَتّٰى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ۔ عه

سلام پھیرتے اور عشاء کے بعد نفل نہیں پڑھتے۔ جب رات میں اٹھتے تو پڑھتے۔

حدیث ۶۶۱ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا وَيُخْبِرُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی سواری پر (نفل) نماز پڑھتے تھے اور وتر بھی اور

اس کی مکمل بحث اور اس میں غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی کی قدم قدم پر ٹھوکریں دیکھنا ہو تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین" کا مطالعہ کریں۔ جو فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۲۸۱ لغایت ص ۲۱۴ میں مطبوع ہے۔ اس کے مطالعے سے حق پسندوں کی آنکھیں روشن ہوں گی دل مطمئن ہوں گے۔ احناف کے عمل بالحدیث کا اذعان کامل ہوگا۔ اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی حدیث دانی کے وہ جلوے نظر آئیں گے کہ کہنا پڑے گا یا یہ وقت کے بخاری و مسلم تھے۔ کاش کوئی جناب علی میاں ندوی کو ہدایت دے کہ وہ کم از کم اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کا یہی ایک رسالہ دیکھ لیں تو انھیں بھی اپنے والد کی طرح کہنا پڑے گا۔ فاق اقرانہ۔ اور جو انھوں نے قلیل البضاعۃ فی الحدیث۔ کی پھبتی کسی ہے اس سے توبہ کرنا پڑے گا۔ اگرچہ انھیں توبہ کی توفیق کہاں؟ ہم اس بحث کو اس سے زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ جسے مکمل بحث دیکھنی ہو تو وہ۔ حاجز البحرین کا ضرور مطالعہ کریں۔

صفیہ بنت ابی عبید یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زوجہ، مشہور کذاب، مختار بن ابی عبید ثقفی کی بہن تھیں۔ ان کے والد حضرت ابو عبید صحابی ہیں۔ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں شہید ہوئے۔ حضرت صفیہ کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ انھیں زمانہ اقدس بھی ملا۔ اور انھوں نے حضور سے سنا بھی ہے۔ یہی قسطلانی میں ہے کہ صحابیہ ثقفیہ ہیں، عابدہ بیبیوں میں تھیں۔ تقریب میں ہے۔ دار قطنی نے، عہد اقدس پانے کا انکار کیا ہے مگر اصابہ میں قرآن سے یہ تحقیق فرمائی کہ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ ملا۔ مگر کچھ سنا نہیں، یہ بیمار ہو گئیں، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خط لکھا کہ میرا دم واپسیں ہے۔ یہ خط پاکر حضرت ابن عمر تیزی سے چلے یہاں تک کہ ایک دن میں تین دن کی راہ طے فرمائی۔

تشریحات ۶۶۱ تا ۶۶۵ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سفر کی حالت میں نفل نماز سواری پر جائز ہے۔ بشرطیکہ سواری چل رہی ہو۔ اگر کھڑی ہو تو پر قدرت ہو تو ٹھیک پڑھے رکوع سجدے پر قدرت نہ ہو تو اشارے سے پڑھے۔ قبلہ کو منھ نہ ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اگر سواری جانور ہے اور کھڑی ہو تو سواری پر نہ پڑھے۔ اس میں بلا ضرورت جانور کو ایذا پہنچانا ہے۔ ہاں اگر موٹر ریل گاڑی وغیرہ غیر جاندار سواری ہو تو کھڑی رہنے کی حالت میں بھی اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ فرائض چلتی ہوئی سواری پر صحیح نہیں، اور نہ یہ جائز ہے کہ قیام پر قدرت ہوتے ہوئے اشارے سے پڑھے۔ نیز فرائض میں یہ بھی ضروری ہے کہ قبلے کی جانب رخ ہو۔ موٹر ریل گاڑی وغیرہ کھڑی ہوں تو فرائض بھی اس پر ہو جائیں گے۔ چلتی ہوئی ٹرین اور موٹر میں فرائض درست نہیں۔ اگرچہ کھڑے ہو کر رکوع اور سجدے کے ساتھ پڑھے۔ اس کی مفصل بحث گذر چکی۔ اور یہی حکم فجر کی سنت اور وتر کا ہے۔ ہمارے یہاں وتر واجب ہے اس لئے یہ بھی سواری پر اور اشارے سے اور قبلے کی جانب رخ کئے بغیر صحیح نہیں۔

عه تقصیر۔ یصلی المغرب ثلثا فی السفر ص ۱۴۸۔ ۵ه نزهة الخواطر جلد ثامن ص ۳۸

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَفْعَلُہٗ۔ عہ

بتاتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ کرتے تھے۔

حدیث ۶۶۲ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یُصَلِّیْ فِی السَّفَرِ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ اَیْنَمَا تَوَجَّہَتْ بِہٖ یُوْمِیْ وَذَکَرَ عَبْدُ اللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَفْعَلُہٗ۔ عہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر میں اپنی سواری پر (نفل) نماز اشارے سے پڑھتے تھے۔ سواری ان کا منہ کدھر بھی لے گئی ہو۔ اور عبداللہ نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے۔

حدیث ۶۶۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ اَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِیْعَۃَ اَخْبَرَہٗ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ عَلَی الرَّاحِلَۃِ یُسَبِّحُ یُوْمِیْ بِرَاْسِہٖ قِبَلَ اَیِّ وَجْہٍ تَوَجَّہَ وَلَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ ذٰلِکَ فِی الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ۔ سہ

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سواری پر سر کے اشارے سے نفل پڑھتے جدھر بھی رخ انور ہوتا۔ اور فرض نماز میں ایسا نہیں کرتے تھے۔

کا بھی ہے۔ اس لئے کہ اس کا تاکد اور سنن کے بہ نسبت زیادہ ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ۶۵۹ میں ہے کہ وہ سواری پر وتر پڑھتے تھے۔ ہماری دلیل وہ ہے جو امام طحاوی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے۔ اور جب وتر پڑھنا ہوتا تو زمین پر پڑھتے، فرماتے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہی کرتے تھے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ یزید بن سنان۔ امام نسائی کے شیخ ہیں، اور ابو عاصم نبیل امام بخاری کے۔ اور حنظلہ سے پوری جماعت نے روایت کیا ہے۔ نفل سواری پر پڑھتے پڑھتے وتر اتر کر زمین پر پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ سواری پر وتر صحیح نہیں۔ ابھی حدیث ۶۵۹ مذکور سے ظاہر کہ وتر بھی سواری پر پڑھتے تھے۔ تو وتر سواری پر صحیح ہے یا نہیں۔ اس میں تردد پیدا ہو گیا اور ظاہر ہے کہ عبادات میں احتیاط

عہ تقصیر الصلوٰۃ باب صلوٰۃ التطوع علی الدواب ص ۱۴۸ | باب ینزل للمکتوبۃ ص ۱۴۸ | الوتر باب الوتر علی الدابۃ ص ۱۳۶

عہ تقصیر الصلوٰۃ باب الایماء علی الدابۃ ص ۱۴۸ | باب من تطوع فی السفر فی غیر دبر الصلوٰت وقبلہا ص ۱۴۹۔

سہ تقصیر الصلوٰۃ باب ینزل للمکتوبۃ ص ۱۴۸ | باب التطوع علی الدابۃ ص ۱۴۸ | باب من تطوع فی السفر فی غیر دبر الصلوات وقبلہا ص ۱۴۹ | مسلم

حدیث ۶۶۴

حَدَّثَنِی جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشرق

یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ الْمَکْتُوْبَۃَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ ؏

کی جانب منھ ہوتے ہوئے اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے۔ اور جب فرض پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو اترتے اور قبلے کی جانب منھ کرکے نماز پڑھتے۔

حدیث ۶۶۵

اَخْبَرَنَا اَنَسُ بْنُ سِیْرِیْنَ قَالَ اسْتَقْبَلْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ

انس بن سیرین نے خبر دی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب

تَعَالٰی عَنْہُ حِیْنَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَلَقِیْنَاہُ بِعَیْنِ التَّمْرِ فَرَاَیْتُہٗ یُصَلِّیْ عَلٰی حِمَارٍ

شام سے آرہے تھے تو ہم نے ان کا استقبال کیا۔ ہم نے عین التمر میں ان سے ملاقات کی۔ میں نے انکو دیکھا کہ گدھے پر سوار

وَوَجْہُہٗ مِنْ ذَا الْجَانِبِ یَعْنِیْ عَنْ یَّسَارِ الْقِبْلَۃِ فَقُلْتُ رَاَیْتُکَ تُصَلِّیْ لِغَیْرِ الْقِبْلَۃِ

ہوتے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کا منھ اس طرف ہے یعنی قبلے کے بائیں۔ تو میں نے ان سے عرض کیا

فَقَالَ لَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُہٗ لَمْ اَفْعَلْہُ۔

میں آپ کو غیر قبلہ کی طرف منھ کرکے نماز پڑھتے دیکھ رہا ہوں تو فرمایا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کرتے

رَوَاہُ اِبْرَاہِیْمُ بْنُ طَہْمَانَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ

نہ دیکھا ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔ ابراہیم بن طہمان نے بطریق حجاج عن انس ابن سیرین عن انس بن مالک، اسے روایت کیا۔

پر عمل واجب۔ اس لئے ہم نے کہا کہ سواری پر وتر درست نہیں۔ نیز دونوں احادیث میں تعارض ہے اور عند التعارض کسی ایک کو ترجیح قیاس سے ہوتی ہے۔ چونکہ قیاس اس کا مقتضی ہے کہ جس طرح ابھی پر وتر درست ہو اس لئے ترجیح اسی کو ہے۔ تمام ۶۶۳ ہے کہ ہم پہلے ثابت کر آئے کہ وتر واجب ہے۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ فرائض کی طرح واجبات بھی سواری پر درست نہیں۔ نیز اسکا بھی احتمال ہے کہ صحت والی حدیث مقدم ہو اور عدم صحت ثابت کرنے والی مؤخر۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ معاملہ برعکس ہو۔ تو پہلی صورت میں صحت والی حدیث منسوخ ہوگی اور اس پر عمل جائز نہ ہوگا۔ تو سواری پر وتر کی صحت مشتبہ ہوگئی، اس لئے اس پر عمل نامناسب۔ اور زمین پر بلاشبہ بالاتفاق درست تو اس پر عمل ضروری ہوا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ۶۵۹ کی اس روایت میں جو باب ینزل للمکتوبۃ۔ میں ہے۔ یہ زائد ہے کہ حضرت ابن عمر رات کی نماز مسافرت کی حالت میں سواری پر پڑھتے مگر رات کی تخصیص نہیں دن کے نوافل بھی سفر کی حالت میں پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح بعض طرق میں سفر مذکور نہیں۔ یوں ہی بعض میں نفل کا ذکر نہیں۔ مگر دوسری روایتیں اس کی مخصص ہیں۔ مراد یہی ہے کہ سفر کی حالت میں صرف نفل کی سواری پر اجازت ہے۔

عین التمر	عین التمر۔ عراق کا مشہور مقام ہے جسے سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر

ﷺ تفہیم الصلوٰۃ۔ باب ینزل للمکتوبۃ ص ۱۴۸ | باب التطوع علی الدواب ص ۱۴۸۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ع

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

حدیث ۶۶۶

اَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَهٗ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَرَهٗ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ وَقَالَ تَعَالَى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ع

حفص بن عاصم نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (سفر میں نفل کے بارے میں) پوچھا تو فرمایا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہا مگر میں نے حضور کو سفر میں نفل پڑھتے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ عمل ہے۔

حدیث ۶۶۷

عَنْ عِيْسَى بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُوْلُ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ لَا يَزِيْدُ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَذٰلِكَ س

عیسیٰ بن حفص نے کہا کہ میرے والد نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہا حضور سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے اور نہ ابوبکر و عمر و عثمان پڑھتے تھے۔

ت ۲۱۲

وَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ لله

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں فجر کی سنتیں پڑھیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال ایرانیوں کو شکست دیکر فتح کیا تھا۔ اسی میں حمران حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام اور محمد بن سیرین کی والدہ سیرین قید کئے گئے تھے۔ یہ انبار کے قریب کوفے سے پچھم ہے۔

تشریحات ۶۶۶ ۶۶۷

اس سے مراد یہ ہے کہ اکثر احوال میں سنن و نوافل نہیں پڑھتے۔ ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز چاشت فتح مکہ کے موقع پر سفر کی حالت میں پڑھی تھی۔ یا مراد یہ ہے کہ فرائض کے ساتھ زمین پر نہیں پڑھتے تھے۔ ورنہ ابھی حدیث گذری کہ سواری پر پڑھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر کی حالت میں سنن موکدہ، موکدہ نہیں رہتے۔

تشریحات ۲۱۲

اس تعلیق کو امام مسلم[لے] نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں مذکور ہے جس میں وہ واقعہ مذکور ہے کہ سو جانے کی وجہ سے نماز فجر قضا ہوگئی تھی۔ نیز مسلم ہی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

ع تقصیر الصلوٰۃ۔ باب صلوٰۃ التطوع علی الحمار ص ۱۴۹، عہ تقصیر الصلوٰۃ باب من لم یتطوع فی السفر ص ۱۴۹۔ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ۔ سہ ایضاً۔ للعہ تقصیر الصلوٰۃ۔ باب من تطوع فی السفر فی غیر دبر الصلوٰۃ و قبلها۔ ص ۱۴۹
لہ اول المساجد باب قضاء الفائتۃ ص ۲۳۹ -

٢١٣ ت عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ سَيْرٍ وَّيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔ عه

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے ظہر اور عصر میں جمع فرماتے اور مغرب اور عشاء میں بھی۔

٦٦٨ حدیث حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ فِي السَّفَرِ يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ۔ عه

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں ان دونوں نمازوں مغرب اور عشاء میں جمع فرماتے۔

کی بھی حدیث میں ہے۔ ابو داؤد میں ہے۔ سب نے فجر کی سنت پڑھی پھر فجر پڑھی ۔ یہاں باب یہ ہے۔ نمازوں کے بعد اور پہلے کے سوا سفر میں نفل پڑھنا۔ یعنی فرض نمازوں سے پہلے اور بعد میں جو سنن رواتب ہیں ان کے علاوہ اور کوئی نماز سفر کی حالت میں پڑھنی۔ اب اس اثر کو باب سے کوئی مناسبت نہیں، اس لئے کہ سنت فجر سنن رواتب میں ہے اور فجر سے پہلے ہے۔ علامہ عینی وغیرہ نے فرمایا کہ باب کے اس جزر غیر دبر الصلوٰۃ کے مناسب ہے۔ یہ بعد میں نہیں، فیہ ما فیہ۔ اسی کے ضمن میں چاشت والی حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اسے ضرور باب سے مناسبت ہے۔ نیز حدیث ٦٦٤ اور ٦٦٥ بھی لائے ہیں۔ ان دونوں سے باب ثابت ہے۔ ہو سکتا ہے اس تعلیق کے ذکر سے امام بخاری کا منشا یہ ہو کہ بقیہ سنن رواتب تو معاف ہیں مگر فجر کی سنت معاف نہیں۔ اسے سفر میں بھی ضرور پڑھنا لازم ہے جیسا کہ احناف کا مسلک ہے۔

تشریح ٢١٣ گزر چکا کہ اس سے مراد جمع صوری ہے، حقیقی نہیں۔

٦٦٨ تشریحات اس حدیث پر عنوان یہ ہے۔ جب سفر میں مغرب اور عشا کو جمع کرے تو اذان اور اقامت کہے۔ پہلے حضرت ابن عمر والی حدیث ٦٥٨ لائے جس میں اقامت کی تصریح ہے کہ مغرب کی نماز کے لئے بھی اقامت کہی اور پھر عشاء کے لئے بھی۔ اس طرح اس حدیث سے باب کا ایک جز ثابت ہو گیا۔ مگر حضرت انس کی حدیث میں نہ اذان کا ذکر ہے نہ اقامت کا۔ علامہ کرمانی نے اس کی توجیہ یہ فرمائی کہ۔ الصلوتین۔ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ دونوں نمازیں اپنے تمام ارکان و شرائط و سنن کے ساتھ پڑھیں جنہیں اذان و اقامت دونوں داخل ہیں۔ یا یہ کہا جائے کہ حضرت انس کی حدیث کی تفسیر حضرت

عه تقصیر الصلوٰۃ۔ باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء ص ١٤٩ عه تقصیر الصلوٰۃ باب هل یؤذن او یقیم اذا جمع بین المغرب والعشاء ص ١٤٩ ۔ ١٥ اول صلوٰۃ باب فی من نام عن صلوٰۃ او نسیها ص ٦٢

۲۱۴ ت فِيْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عـه

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

۶۶۹ حدیث عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ اِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا فَاِذَا زَاغَتْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ عـه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر فرماتے پھر دونوں کو جمع فرماتے اور جب سورج ڈھل جاتا تو ظہر پڑھ کر سوار ہوتے۔

ابن عمر کی حدیث ہے۔

رہ گئی یہ بحث کہ جمع صوری میں اذان اور اقامت کہی جائے گی یا نہیں۔ مجھے اس کی کہیں تصریح نہیں ملی۔ مگر جب فقہا تصریح فرماتے ہیں کہ مسافر کو اذان و اقامت دونوں کو چھوڑنا مکروہ ہے حتی کہ تنہا ہو جب بھی۔ البتہ اگر تمام ساتھی موجود ہوں تو اذان نہ کہنا مکروہ نہیں مگر اقامت کا چھوڑنا اب بھی مکروہ ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ دونوں کے لئے اذان بھی کہے اور اقامت بھی، ورنہ کم از کم دونوں کے لئے اقامت ضرور کہے جیسا کہ اس حدیث میں تصریح ہے۔

۲۱۴ تشریحات اس تعلیق سے قبل متصل یہ باب ہے۔ ظہر کو عصر تک مؤخر کرے جبکہ سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرے — اس تعلیق کو امام احمد[1] نے اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ جس میں حسین بن عبداللہ بن عباس ہے۔ یوں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے تھے۔ ہم نے عرض کیا۔ ضرور بتائیے تو فرمایا۔ اگر منزل پر سورج ڈھل جاتا تو ظہر و عصر ایک ساتھ سوار ہونے سے پہلے پڑھ لیتے اور جب سورج منزل پر نہیں ڈھلتا تو روانہ ہو جاتے یہاں تک کہ جب عصر کا وقت آ جاتا تو اترتے اور ظہر و عصر ساتھ پڑھتے۔

اس حدیث کا ایک راوی حسین بن عبداللہ بہت ہی ضعیف ہے۔ ابن مدینی نے کہا، میں نے اس کی حدیث ترک کر دی — حضرت امام احمد نے فرمایا۔ اس کے پاس منکر اشیاء ہیں۔ ابن معین نے کہا ضعیف ہے۔ نسائی نے کہا۔ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان نے کہا سندیں بدل دیتا ہے اور مسانید کو مرفوع کر دیتا ہے۔ اس لئے یہ حدیث لائق احتجاج نہیں۔

۶۶۹ تشریحات امام شافعی اور امام احمد سفر میں جمع حقیقی کے جواز کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ان کے یہاں یہ تفصیل ہے۔ اگر پہلی نماز کے وقت منزل پر ہو تو افضل یہ ہے کہ پہلی ہی کے وقت میں دوسری کو بھی پڑھ لے۔ اور اگر پہلی نماز کے وقت میں سفر کر رہا ہو تو افضل یہ ہے کہ اس کو مؤخر کر دے۔ اور دوسری نماز کے وقت میں پڑھے مگر شرط یہ ہے کہ پہلی کے وقت میں —

عـه تقصیر الصلوٰۃ باب یوخر الظہر الی العصر اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس ص ۱۵۰ عـه ایضا ص ۱۵۰ دو جگہ

[1] مسند جلد اول ص ۳۰۷ ، [2] عمدۃ القاری سابع ص ۱۵۴۔

...کرے کہ اسے دوسری کے وقت میں پڑھونگا، اور دونوں کے وقت میں سفر ہی کر رہا ہو تو اسے اختیار ہے۔ خواہ پہلی کو موخر کرکے دوسری کے وقت میں پڑھے خواہ دوسری کو پہلی کے وقت میں پڑھے۔ ان کے یہاں جمع صرف ظہر و عصر اور مغرب و عشاء میں ہے۔ عشاء و فجر یا عصر و مغرب میں نہیں۔ جمع کے شرائط ان کے یہاں یہ ہیں۔ اگر عصر کو ظہر کے وقت میں یا عشاء کو مغرب کے وقت میں پڑھنا چاہتا ہے تو تین شرطیں ہیں۔ پہلی کو پہلے پڑھے اور پہلی سے فارغ ہونے سے پہلے پہلے جمع کی نیت کرلے دونوں کے مابین کسی منافی صلوۃ کا فصل نہ ہو۔ اور اگر ظہر کو عصر کے وقت میں یا مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھنا ہے تو یہ ضروری ہے کہ ظہر کا وقت نکلنے سے پہلے۔ یونہی مغرب کا وقت نکلنے سے پہلے جمع کی نیت کرکے۔[1]

جواب اس حدیث سے شوافع کا استدلال تام نہیں۔ نہ جمع تاخیر کا نہ جمع تقدیم کا۔ جمع تاخیر کا یوں نہیں کہ۔ یہ جو فرمایا کہ ظہر کو عصر تک موخر فرمایا۔ اولاً اس میں اس کا بھی احتمال ہے کہ مراد یہ ہے کہ عصر کے وقت کے قریب تک موخر فرمایا۔ اور قریب وقت کو عین وقت سے تعبیر کرنا دنیا کے ہر عرف میں شائع اور ذائع ہے۔ حدیث ابن عمر ۵ کے پیش نظر دفع تعارض کے لیے یہ احتمال مراد لینا لازم۔ ثانیاً یہ فرمایا کہ ظہر کو عصر تک مُؤخر فرمایا۔ یعنی ظہر کو اس وقت پڑھا کہ ظہر سے فارغ ہوتے ہی عصر کا وقت آگیا۔ اب یہ کہنا بالکل درست کہ ظہر کو عصر تک مُؤخر فرمایا۔ اور جمع تقدیم کا اس میں پتہ نہیں۔ صرف یہ مذکور ہے کہ اگر بعد زوال کوچ فرماتے تو ظہر پڑھکر سوار ہوتے۔ یہ کہاں مذکور ہے کہ عصر بھی پڑھتے۔ بلکہ مقام کا اقتضاء یہ تھا کہ اگر واقعی ظہر ہی کے وقت میں عصر بھی پڑھتے تو ضرور مذکور ہوتا۔ یہاں باعتبار ظاہر عدم ذکر، ذکر عدم متبادر ہے۔

دوسری کتب حدیث میں یہ ضرور ہے کہ بعد زوال کوچ فرماتے تو ظہر و عصر پڑھتے۔ امام حاکم نے اربعین میں اپنی سند کے ساتھ ابن شہاب زہری سے روایت کیا۔ اسمٰعیلی نے بتفرد اسحاق بن راہویہ، سے اور طبرانی نے اوسط میں اپنی سند کے ساتھ عبد اللہ بن الفضل سے روایت کیا ہے۔ اولاً یہ روایتیں ضعیف ساقط الاعتبار ہیں، جیسا کہ اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے حاجز البحرین میں بدلائل ثابت فرمایا۔ نیز غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل معیار میں امام حاکم اور طبرانی کو ضعیف مان چکے ہیں۔ ثانیاً غیر مقلدین کے اصول موضوعہ میں سے ہے کہ صحیحین کے مقابلے میں غیر صحیحین کی روایت مرجوح۔ پھر غیر مقلدین کا اس سے استدلال ان کے طور پر فاسد۔ ثالثاً۔ ان روایتوں میں یہ کہاں ہے کہ عصر کو ظہر کے وقت پڑھتے تھے۔ ظہر اور عصر پڑھ کر کوچ فرماتے تھے۔ اس کا صاف صریح مطلب یہ ہے کہ ظہر پڑھکر قیام فرماتے جب عصر کا وقت ہوجاتا تو عصر کو اس کے وقت میں پڑھ کر سوار ہوتے۔ اسی وجہ سے امام ابو داؤد نے فرمایا کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث قائم نہیں۔

مسک الختام جمع حقیقی، نص قرآنی کے معارض ہے۔ ارشاد ہے۔

(۱) اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ — بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔

جب ہر نماز کا وقت مقرر ہے تو ایک نماز بالقصد وقت گزار کر پڑھنا، یا وقت سے پہلے پڑھنا اس ارشاد کی خلاف ورزی ہے۔

(۲) حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی — تمام نمازوں کی محافظت کرو اور بیچ والی کی۔

---

[1] ردالمحتار اول باب الاوقات ص ۲۵۶

حدیث

٦٧٠ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَكَانَ مَبْسُورًا قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا فَقَالَ إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ عه

عبداللہ بن بریدہ نے کہا مجھ سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی اور یہ بواسیر کے مریض تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیٹھکر نماز پڑھنے والے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کھڑے ہوکر نماز پڑھنی افضل ہے اور جو بیٹھکر پڑھے اسے کھڑے ہوکر پڑھنے کا آدھا ثواب ہے اور جو سوکر پڑھے اسے بیٹھکر پڑھنے والے کا آدھا۔

محافظت کے معنی وقت پر ادا کرنا بھی ہے۔ بیضاوی میں ہے۔ ای بالاداء لوقتها ولمداومتها۔ ارشاد العقل السلیم میں ہے۔ ای داوموا علی ادائها لاوقاتها من غیر اخلال بشی۔ یعنی محافظت کے معنی یہ ہیں۔ کہ نماز کو ان کے وقتوں پر ادا کرو اور اس کی پابندی کرو۔

اس مضمون کی ایک ہی نہیں متعدد آیتیں ہیں۔

(۳) ثُمَّ خَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ پھر انکے پسماندہ وہ آئے جنھوں نے نماز ضائع کیں۔

اس کی تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمائی۔ اخروها عن مواقیتها وصلوها لغیر وقتها۔ یہ لوگ نماز کو ان کے وقتوں سے ہٹاتے ہیں اور غیر وقت پر پڑھتے ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب نے یہ تفسیر کی۔ هوان لا یصلی الظهر حتی اتی العصر۔ نماز ضائع کرنا یہ ہے کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا۔

جب جمع حقیقی، خواہ جمع تقدیم ہو یا جمع تاخیر، نصوص قرآنیہ کے معارض ہے۔ تو اس کا اثبات احادیث آحاد وہ بھی محتمل الدلالت سے کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص درست نہیں۔ نیز اس تقدیر پر احادیث میں تعارض لازم آئیگا۔ اور جمع صوری مراد لینے میں تعارض بھی ختم ہوتا ہے۔ اور احادیث میں مطابقت بھی ہو جاتی ہے اسلئے احناف نے جمع حقیقی کو ناجائز کہا اور اس باب میں وارد احادیث کو جمع صوری پر محمول فرمایا۔ ناظرین اس مسئلے کی تحقیق کے لئے حاجز البحرین کا ضرور مطالعہ کریں۔

٦٧٠-٢١٥-٦٧١ حضرت عطاء کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس حدیث سے متعلق دو خاص بحث ہے:۔

تشریحات

پہلی بحث:۔ یہ ہے کہ فرض نماز قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھکر پڑھنی درست ہے یا نہیں۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ درست نہیں۔ اس لئے کہ قیام فرض ہے۔ اور بلا عذر فرض کے چھوڑنے سے نماز فاسد ہوتی ہے۔ اور حدیث میں بیٹھکر یا لیٹ کر پڑھنے کی اجازت اس وقت ہے کہ قیام کی یا قعود کی استطاعت نہ ہو۔ نائما سے مراد لیٹ کر ہے۔ حقیقی سونا مراد نہیں۔ اگر کوئی واقعی سو رہا ہو، نیند میں ہو تو وہ نماز کیسے پڑھیگا۔

عه تقصیر الصلوٰۃ باب صلوٰۃ القاعد بالایماء ص ۱۵۰، ابوداؤد ترمذی، نسائی۔ له عمدة القاری ص ۱۶/۵ ۲ه اثرہ محی السنہ حاجز البحرین فتاوی رضویہ جلد دوم ص ۲۷۵۔

٢١٥ ت وَقَالَ عَطَاءٌ اِذَا لَمْ يَقْدِرْ عَلٰى اَنْ يَّتَحَوَّلَ اِلَى الْقِبْلَةِ صَلّٰى حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ عه

اور عطاء نے کہا۔ اگر قبلے کی جانب منہ کرنے پر قادر نہ ہو تو جدھر منہ ہو اسی طرف نماز پڑھے۔

حدیث ٦٧١ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ بِيْ بَوَاسِيْرُ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ عه

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے بواسیر تھی اس لئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کھڑے ہو کر پڑھو اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو بیٹھ کر اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو کروٹ پر۔

لیٹ کر نماز پڑھنے کی تین صورتیں ہیں۔ داہنی کروٹ پر لیٹے، یا بائیں کروٹ پر لیٹے اور منہ قبلے کو ہو یا چت لیٹے اور پاؤں قبلے کی جانب ہو۔ مریض کی جیسی حالت ہو اس کے مطابق کرے۔ اگر تینوں میں یکساں قدرت ہو تو افضل یہ ہے کہ چت لیٹ کر نماز پڑھے مگر گھٹنے کھڑے رکھے اس لئے کہ قبلے کی جانب پاؤں پھیلانا مکروہ ہے۔ رکوع سجدے کے لئے سر سے اشارہ کرے۔ رکوع کے لئے کم سجدے کے لئے زیادہ اور سر کے نیچے تکیہ رکھ لے اس سے منہ بھی قبلہ کی جانب ہو گا اور اشارے میں آسانی بھی ہو گی۔ اور اگر سر سے اشارہ بھی نہ کر سکے تو اس وقت نماز نہ پڑھے۔ اگر چھ سے زیادہ نمازوں کا وقت اسی طرح گزر گیا تو یہ نمازیں معاف ہیں۔ چھ سے کم میں افاقہ ہو اگرچہ اتنا ہی کہ سر کے اشارے سے پڑھ سکتا تھا تو قضا لازم۔ نفل نماز قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے، البتہ بیٹھنے پر قدرت ہوتے ہوئے لیٹ کر پڑھنے کی اجازت نہیں۔ وجہ فرق یہ ہے کہ بیٹھنا بھی نماز کے ارکان میں ہے، مگر لیٹنا نہیں۔ اور اگر مریض نہ خود قبلے کی طرف منہ کر سکتا ہے نہ دوسرا کرا سکتا ہے تو جدھر منہ ہو سکے اسی طرف منہ کر کے پڑھے۔

دوسری بحث: یہ ہے کہ یہ جو فرمایا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب آدھا ہے۔ تو اس سے فرائض مراد ہیں یا نوافل۔ قدرت کی حالت میں مراد ہے یا عذر کی حالت۔ امام نووی وغیرہ نے فرمایا اس سے مراد صرف نوافل ہیں، اور قدرت کی حالت بھی یعنی قیام پر قدرت ہوتے ہوئے جو نفل نماز بیٹھ کر پڑھے گا اسے آدھا ثواب ملے گا۔ لیکن جو شخص کھڑے ہو کر نفل پڑھنے کا عادی تھا۔ بوجہ عذر، بیماری، ضعف بیٹھ کر نماز پڑھے گا اسے پورا ثواب ملے گا۔ فرائض مراد نہیں۔ اس لئے کہ قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر فرائض درست ہی نہیں۔ پھر اس میں آدھے ثواب کا سوال ہی نہیں۔

مطابقت باب: یہاں تقصیر صلوٰۃ کے ابواب چل رہے ہیں۔ تقصیر کے شرعی معنی، بجائے چار کے دو رکعت پڑھنی ہے۔ مریض کیلئے یہ تخفیف نہیں۔ مگر قصر سفر میں ہوتا ہے۔ اور سفر میں کبھی ایسا سانحہ پیش آجاتا ہے کہ آدمی سواری سے اتر نہیں سکتا جیسے نیچے کیچڑ ہے جس پر سجدہ نہیں ہو پائے گا جس کی وجہ سے وہ سجدہ پر قادر نہیں، سواری پر اشارے سے نماز پڑھے۔ اتنی مناسبت بھی کافی ہے۔ یا یہ کہ تقصیر کے لغوی

عه تقصیر الصلوٰۃ باب صلوٰۃ القاعد بالایماء ص ۱۵۰ - عه باب اذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب ص ۱۵۰ ابوداود - ترمذی - ابن ماجہ۔

۲۱۶ ت وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ شَاءَ الْمَرِيضُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَاعِدًا وَرَكْعَتَيْنِ قَائِمًا

اور حضرت حسن بصری نے فرمایا مریض چاہے تو دو رکعت بیٹھکر پڑھے اور دو رکعت کھڑے ہوکر۔

۶۷۲ حدیث عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلٰوةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتَّى أَسَنَّ فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ نَحْوًا مِنْ ثَلٰثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً ثُمَّ رَكَعَ۔ عــہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے بتایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سن رسیدہ ہونے سے پہلے صلوۃ اللیل بیٹھکر پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا حضور کا جب سن مبارک زیادہ ہوگیا تو بیٹھکر پڑھتے رہتے جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہوتے اور تیس یا چالیس آیت کے قریب پڑھتے پھر رکوع کرتے۔

۶۷۳ حدیث عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

معنی مراد لیے جائیں۔ یعنی کمی کرنا چونکہ اشارے سے نماز پڑھنے میں یا بیٹھکر پڑھنے میں قیام بالکلیہ اور رکوع وسجدہ بروجہ مسنون چھوٹ جاتا ہے اس اعتبار سے کمی ہوئی۔ اسی حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ بیٹھنے والے کی نماز اشارے سے۔ حدیث میں اشارے کا کوئی ذکر نہیں صراحتہ ذکر نہیں مگر لزوماً ہے۔ اس لئے کہ لیٹ کر جب نماز پڑھیں گے تو اشارے ہی سے پڑھیں گے۔ رکوع سجدے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اسماعیلی اور خطابی نے کہا کہ نائما تصحیف ہے۔ یہ۔ بالایماء۔ تھا۔ مگر ایسا نہیں۔ کریمہ وغیرہ کے نسخوں میں یہ زائد ہے۔ ابو عبداللہ یعنی امام بخاری نے کہا۔ نائما کے معنی میرے نزدیک لیٹے والے کے ہیں۔ لوگوں نے نائما کے معنی حقیقی سمجھ لیا۔ حالانکہ اس کا مجازی معنی لیٹنا مراد ہے۔

۲۱۶ تشریح ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کے ہم معنی موصولا ذکر کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ مریض کی جو حالت ہو اسکے مطابق نماز پڑھے۔ الفاظ یہ ہیں۔ یصلی المریض علی الحالۃ اللتی ہو علیھا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر پوری نماز میں قیام پر قادر نہیں تو پوری نماز بیٹھکر پڑھے اور اگر کچھ حصے میں خواہ اول خواہ اوسط میں یا آخر میں قیام پر قدرت ہو تو اتنی دیر کھڑے ہوکر پڑھے۔ اسی کی فرع حضرت حسن کا ارشاد بھی ہے۔

۶۷۲، ۶۷۳ تشریحات یہ دونوں احادیث ایک ہی ہیں۔ ایک مختصر ہے دوسری مفصل پہلی میں یہ مضمون زائد ہے۔ کہ سن رسیدہ ہونے سے پہلے میں نے تہجد بیٹھکر پڑھتے نہیں دیکھا، بقیہ مضمون ایک ہی ہے۔ یہ حدیث اسکی دلیل ہے، کہ نماز کا کچھ حصہ بیٹھکر ادا کیا جائے اور کچھ حصہ کھڑے ہوکر یہی ہمارا مسلک ہے۔ ہمارے ائمہ نے فرمایا کہ اگر اتنی قدرت ہو کہ صرف تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر کہہ سکے تو فرض ہے کہ

عــہ تقصیر الصلوۃ۔ باب اذا صلی قاعدا ثم صح او وجد خفۃ تمم ما بقی ص ۱۵۰ عــہ تقصیر الصلوۃ باب اذا صلی قاعدا ثم صح او وجد خفۃ تمم ما بقی ص ۱۵۰۔ التہجد باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ ص ۱۵۳۔ ابوداؤد ترمذی، نسائی۔ مسلم۔

تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی جالسا فیقرأ وھو جالس فاذا بقی من قراءتہ

وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے قرآن مجید پڑھتے بیٹھے بیٹھے جب مقدار قراءت میں سے تیس یا چالیس

نحو من ثلثین او اربعین آیۃ قام فقرأھا وھو قائم ثم رکع ثم سجد یفعل

آیتوں کے قریب باقی رہتی تو کھڑے ہو جاتے اور انہیں کھڑے کھڑے پڑھتے پھر رکوع فرماتے پھر سجدہ

فی الرکعۃ الثانیۃ مثل ذالک، فاذا قضی صلوتہ نظر فان کنت یقظی تحدث

دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کرتے جب نماز پوری فرماتے تو دیکھتے اگر میں جاگتی رہتی تو مجھ سے

معی وان کنت نائما اضطجع۔ عـہ

بات کرتے اور اگر میں سو جاتی تو لیٹ جاتے۔

عـہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے۔ پھر بیٹھ جائے اور اگر قدرت کے باوجود تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر نہیں کہا تو نماز نہ ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب التہجد

حدیث ٦٧٤ عن طاؤس سمع ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال کان النبی

امام طاؤس سے روایت ہے کہ انہوں نے سنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا قام من اللیل یتھجد قال اللھم لک الحمد

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رات میں تہجد کے لئے اٹھتے تو کہتے اے اللہ تیرے لئے حمد ہے

تشریحات ٦٧٤ اللھم قیم السموات والارض۔ بعض نسخوں میں اللھم لک الحمد قیم الخ ابو الزبیر کی روایت مذکورہ میں انت قیام السموات والارض ہے۔ اس روایت میں۔ قیم سے پہلے انت محذوف مبتدا ہے جس کی خبر قیم السموات ہے قیّم۔ قیام۔ قیّوم کریم ہم معنی ہیں۔ البتہ لفظ قیوم۔ اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے۔ کسی مخلوق کو قیوم کہنا جائز نہیں۔ حتی کہ مجمع الانہر اور شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ کسی مخلوق کو قیوم کہنا کفر ہے۔ اگرچہ صحیح یہ ہے کہ کفر اس وقت ہے جبکہ خاص اس معنی کو لے کر غیر خدا پر اس کا اطلاق کریں۔ مگر ممنوع ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ قیوم کے معنی ہیں الذی لا یزول جس کے لئے زوال و فنا نہیں۔ قتادہ نے کہا القائم بنفسہ بتدبیر خلقہ المقیم لغیرہ کے معنی ہیں ۔۔۔ اپنی مخلوق کی تدبیر کے ساتھ قائم ہو اور دوسرے کو قائم کرنے والا ہو۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس کے معنی ہیں القائم بتدبیر

أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوٰتِ

تو آسمانوں اور زمین اور ان میں جتنے ہیں سب کو قائم رکھنے والا ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور

وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ

ان میں جتنے ہیں سب کا نور ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے تو آسمان و زمین اور جتنے ان میں ہیں ان سب پر تیری ہی حکومت

فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَ

ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تیری ملاقات حق ہے اور تیرا ارشاد حق ہے اور

الْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللّٰهُمَّ لَكَ

جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور تمام انبیاء حق ہیں اور محمد حق ہیں اور قیامت حق ہے اے اللہ تیری ہی تابع

أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ

فرمان ہوا اور تجھی پر ایمان لایا اور تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع ہوا اور تجھی سے میں نے انصاف چاہا

حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ

اور تجھی کو حاکم مانا تو مجھے بخش دے جو لغزشیں مجھ سے پہلے ہوئیں یا جو بعد میں ہوں گی اور جو میں نے چھپ کر کیا اور جن کو

الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ قَالَ سُفْيَانُ وَزَادَ عَبْدُ الْكَرِيمِ

میں نے علانیہ کیا تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے سوائے تیرے کوئی معبود نہیں اور تیرے علاوہ اور کوئی پرستش

الخلق المعطی جو مخلوق کی تدبیر پر ہمیشہ قائم ہو اور ہر چیز کا عطا کرنے والا ہو۔ قاموس میں اس کے معنی یہ بتائے۔ الذی لا ندلہ جس کا کوئی مثل نہ ہو۔ یہ قیوم کے شرعی معنی ہیں۔ جن کے لحاظ سے وہ باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ باعتبار لغت، یہ قیام سے مبالغے کا صیغہ ہے اصل میں قَیْوُمٌ تھا۔ سیّد کے قاعدے سے واو کو یاء سے بدلا اور یاء کو یاء میں ادغام کر دیا۔ لفظ قیّم۔ باری تعالیٰ کی صفت خاصہ نہیں اس کا اطلاق احادیث میں بھی مخلوق پر آیا ہے۔ ارشاد ہے۔ حتی یکون لخمسین امراۃ القیم الواحد[1] یہاں تک کہ پچاس عورت کیلئے ایک نگہبان ہوگا۔

انت الحق حق۔ مصدر ہے۔ معنی میں ثابت ہونے کے یہاں بمعنی مفعول ہے۔ یعنی وہ ہستی جو بلا شک و شبہہ موجود ہو یا جو بذاتہ موجود ہو اپنے وجود میں کسی کی محتاج نہ ہو۔ یا وہ موجود جو مسبوق بالعدم نہ ہو اور قابل زوال نہ ہو۔ پہلا معنی عام ہے۔ اور اس معنی کے اعتبار سے جنت دوزخ وغیرہ پر حق کا حمل ہوا۔ بعد والے دونوں معنی باری عزاسمہ کے ساتھ خاص ہیں۔

فاغفرلی مراد یہ ہے کہ وہ امور جو اگرچہ فی نفسہ گناہ نہیں مگر میری شان ارفع و اعلیٰ کے مناسب نہیں تھے مجھ سے سہواً صادر ہوئے، انھیں درگزر فرما۔ جیسا کہ فرمایا گیا حسنات الابرار سیئات المقربین خود ارشاد فرمایا انہ لیغان علی قلبی فاستغفر اللہ۔

---

[1] بخاری اول۔ العلم۔ باب رفع العلم وظہور الجہل ص ۱۸۔

ابوامیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ع ہ

کے لائق نہیں۔ اور تیری توفیق کے بغیر گناہوں سے کوئی بچ سکتا ہے اور نہ نیکیاں کر سکتا ہے۔

حدیث ۶۷۵ عن سالم عن ابیہ قال کان الرجل فی حیوۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رأی رؤیا قصھا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں جب کوئی شخص کوئی خواب دیکھتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

فتمنیت ان اری رؤیا فاقصھا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و

بیان کرتا۔ مجھے بھی تمنا ہوئی کہ کوئی خواب دیکھوں اور اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کردوں اور

کنت غلاما شابا وکنت انام فی المسجد علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

میں نوعمر جوان تھا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد میں سوتا تھا میں نے

اس لئے اہلسنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء کرام قبل نبوت بھی اور بعد نبوت بھی ہر قسم کے گناہوں سے خواہ صغائر ہوں خواہ کبائر معصوم ہیں۔

کتاب التوحید باب وجوہ یومئذ ناظرۃ الی ربھا ناضرۃ۔ میں۔ وما علنت۔ کے بعد یہ زائد ہے وانت تعلم اور تو جانتا ہے۔ کتاب الدعوات میں لا الہ الا انت ۔ اور لا الہ غیرک کے درمیان الٰہی کا اضافہ ہے۔

تشریحات ۶۷۵ تکمیل:۔ باب اذا تعار اللیل میں یہ زائد ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں خواب دیکھا کہ میرے ہاتھ میں قناویز (موٹا ریشم کا کپڑا) ہے۔ میں جنت میں جس جگہ جانا چاہتا ہوں مجھے اڑا لے جاتا ہے۔

ایفر نیں ہے کہ حفصہ نے صرف ایک خواب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا۔

کنت انام فی المسجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ابھی اپنے لئے گھر نہ بنایا تھا اگر کسی نے انکا تعاون نہیں کیا ان کا کوئی گھر نہیں تھا اس لئے وہ ابتداء میں مسجد میں سوتے تھے۔ ہو سکتا ہے وہ اعتکاف کی نیت کر لیتے ہوں۔ اس لئے کہ معتکف کے علاوہ کسی کو مسجد میں سونا جائز نہیں۔ بعض علماء نے اس مسافر کو بھی جس کا کوئی ٹھکانا نہ ہو، مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ جلد ثانی ص ۲۳۵ پر اسکی تفصیل گزر چکی ہے۔

مطویۃ اس کا ترجمہ عام طور سے یہ کیا گیا ہے کہ دوزخ کنوئیں کی طرح پیچدار ہے۔ مگر علامہ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں نے اس کے معنی مبنیۃ کبناء البیر کئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے کنوئیں کو پتھر یا اینٹ وغیرہ جوڑ کر باندھ دیتے ہیں کہ گرنے نہ پائے اسی طرح دوزخ بھی پختہ کنوئیں کی طرح تھی۔ ہ

عہ التہجد باب التہجد باللیل ص ۱۵۱ ثانی الدعوات۔ باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل ص ۹۳۵ و التوحید باب قول اللہ عزوجل وھو الذی خلق السموات والارض ص ۱۰۹۸ باب قول اللہ وجوہ یومئذ ناظرۃ الی ربھا ناظرۃ ص ۱۱۰۵ باب قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص ۱۱۱۹ ۔ مسلم۔ ابن ماجہ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي فَذَهَبَا بِي إِلَى النَّارِ فَإِذَا

خواب دیکھا گویا دو فرشتوں نے مجھے پکڑا اور جہنم کے پاس لے گئے میں نے جہنم دیکھا وہ کنوئیں کی طرح گہری تھی

هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ وَإِذَا فِيهَا أُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ

ہوئی ہے اور اس کے دو گوشے ہیں اور اس میں کچھ لوگ ہیں جنہیں میں پہچانتا ہوں

أَقُولُ أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ النَّارِ قَالَ فَلَقِيَنَا مَلَكٌ آخَرُ فَقَالَ لِي لَمْ تُرَعْ فَقَصَصْتُهَا

میں کہنے لگا جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس کے بعد ایک دوسرا فرشتہ ملا اور اس نے کہا مت ڈرو میں نے

عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

یہ حفصہ سے بیان کیا اور حفصہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بیان کیا تو فرمایا

نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا

عبد اللہ اچھا شخص ہے اگر رات میں نماز پڑھتا (سلام اے کیا؟) اس کے بعد رات میں بہت کم سوتے تھے۔

حدیث ٦٧٦ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُولُ اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

حضرت جندب بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علیل ہو گئے

قرنان قرن کے معنی سینگ یا سرے گوشے کے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جیسے کنوؤں کے اوپر دو ستون گاڑ کر دونوں کے بیچ میں لکڑی یا لوہا لگا دیتے ہیں جسمیں چرخی ہوتی ہے جس پر رسی ڈھکر پانی کھینچتے ہیں۔ اسی طرح دوزخ کے اردگرد بھی دو کھمبے تھے۔

خواب اور تعبیر میں مناسبت خواب کے دو جز ہیں۔ ایک یہ کہ جہنم دکھائی گئی اور پھر کہا گیا کہ ڈرو مت۔ دوسرا جز ان کے صالح ہونے کی دلیل ہے۔ اور پہلا جز اس کی کہ کمال صلاح تک پہنچنے میں کچھ کمی ہے۔ جس پر آمادہ کرنے کیلئے جہنم دکھائی گئی۔ اس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بتا دیا کہ وہ نماز تہجد نہیں پڑھتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہجد جہنم سے بچانے والا بھی ہے۔ اور درجات بلند کرنے والا بھی۔

تشریحات ٦٧٦ تفسیر سورہ والضحی میں ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا خیال ہے کہ آپ کے ساتھی نے دیر کر دی، اس حدیث کے راوی حضرت جندب بن عبد اللہ بن ابو سفیان بجلی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ ان کو کبھی باپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ابن عبد اللہ کہا جاتا ہے۔ کبھی دادا کی طرف منسوب کرکے ابن ابی سفیان۔ کتاب التفسیر میں جندب بن ابی سفیان کہا ہے۔ پہلی حدیث بطریق ابو نعیم سفیان بن عیینہ سے مروی ہے اور دوسری بطریق محمد بن کثیر سفیان بن عیینہ سے آخر تک دونوں کی سند ایک ہے۔ اسی طرح فقالت امراۃ من قریش سے اخیر تک دونوں کا متن بھی ایک ہے ابتدائی حصہ مختلف ہے۔ پہلی میں یہ ہے کہ ناسازی مزاج اقدس کی وجہ سے ایک دو رات تہجد نہیں پڑھا تو اس بدبخت قریشیہ نے وہ کہا۔ دوسری میں ہے کہ جبرئیل کی حاضری میں دیر ہوئی تو اس نے وہ طعنہ دیا۔

عن التہجد۔ باب فضل قیام اللیل ص ١٥١ باب فضل من تعار من اللیل فصلی ص ١٥٥ مساجد باب نوم الرجال فی المسجد ص ٦٣ مناقب باب مناقب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما ص ٥٢٩ مسلم۔ فضائل۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً اَوْ لَيْلَتَيْنِ ع۰ وَعَنْهُ قَالَ اِحْتَبَسَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ

علیہ وسلم) ایک دو رات تہجد نہیں پڑھا — اور انھیں سے مروی ہے کہ حضرت جبریل کچھ دن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اَبْطَاَ

کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوئے تو قریش کی ایک عورت نے کہا اس کے شیطان نے اس کے پاس آنا بند کر دیا

عَلَيْهِ شَيْطَانُهُ فَنَزَلَتْ وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ع۰

تو سورۂ والضحیٰ نازل ہوئی۔ قسم ہے چاشت کے وقت کی قسم رات کی جب تاریکی پھیلا دے تیرے رب نے تجھے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا۔

اشتکی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت کیا تھی۔ یہ کسی حدیث میں مذکور نہیں۔ البتہ ترمذی میں ہے کہ حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں غزوہ (یا) نماز میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا حضور کی کوئی انگلی زخمی ہوگئی تو حضور نے فرمایا۔ هل انت الا اصبع دميت وفي سبيل الله ما لقيت۔ تو کیا ہے ایک انگلی جو زخمی ہوئی اور راہ خدا میں تجھے کسی بڑی افتاد سے سابقہ نہیں پڑا۔ اور جبریل نے حاضری میں دیر کردی تو مشرکین نے کہا۔ محمد کو چھوڑ دیا گیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا ہے نہ تم کو دشمن بنایا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ سورہ والضحیٰ اول بعثت میں نازل ہوئی ہے۔ اور حضرت جندب بعد میں شرف صحبت سے بہرہ ور ہوئے ہیں جیسا کہ بغوی نے حضرت امام حموی معجم الصحابہ میں نقل کیا ہے۔ اب یا تو یہ کہا جائے کہ ترمذی کا یہ واقعہ اور ہے۔ اور اس حدیث میں جو مذکور ہے یہ اور واقعہ ہے۔ جس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس حدیث میں کہنے والی قریش کی کوئی عورت ہے۔ اور ترمذی میں ہے کہ مشرکین نے کہا۔ یا پھر یہ کہا جائے کہ اس آیت کا نزول مکرر ہوا ہے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ وحی کے رکنے کی وجہ سے جو قلق اور اضطراب تھا وہی اشتکی سے مراد ہو۔

فقالت امراة من قريش امام حاکم کی روایت میں ہے یہ ابولہب کی جورو حمالۃ الحطب ام جمیل عوراء بنت حرب بن امیہ حضرت ابوسفیان کی بہن ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی تفسیر میں اور ابوداؤد نے اعلام نبوت میں قاضی اسماعیل نے احکام میں روایت کیا کہ یہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا تھا۔ یہ روایت اگرچہ باعتبار سند صحیح ہے مگر بالکلیہ غلط ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ جیسی کامل الایمان خاتون ایسے کلمات کہہ سکتی ہیں جبکہ انھوں نے ابتداء نزول وحی ہی کے وقت جبکہ ان کو ابھی ایمان کی دعوت بھی نہیں دی گئی تھی۔ یہ عرض فرمایا تھا۔ کلا لا يخزيك الله ابدا۔ اور حضرت ورقہ سے سن چکی تھیں کہ غار حرا میں حاضر ہونے والے وہ ناموس اکبر ہیں جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ پر نازل ہوتے تھے۔ سنید بن داؤد نے کہا کہ یہ ام المومنین حضرت عائشہ تھیں۔ یہ دروغ کسی نفس کا گڑھا ہوا ہے۔ حضرت صدیقہ اس وقت یا تو پیدا ہی نہ ہوئی ہوں گی اور پیدا ہوئی ہوں گی تو بہت چھوٹی شیر خوار رہی ہوں گی۔ البتہ امکان ہے کہ جس نے یہ کہا تھا کہ تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا۔ یہ کوئی بدباطن اور تھی اور جس نے یہ عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ کے صاحب نے آپ کو چھوڑ دیا، کوئی مومنہ تھیں۔ پہلا قول استہزاء اور ایذا رسانی کے لئے کہا گیا ہے۔ اور دوسرا قول اظہار افسوس و ہمدردی کا جملہ ہے۔ پہلی نے یا محمد کہا اور دوسری نے یا رسول اللہ کہا۔ پہلی نے شیطانک کہا، اس نے صاحبک۔ اس نے کہا تھا۔ ترکک اور اس نے عرض کیا

ع۰ التہجد ترک القیام للمریض ص ۱۵۱ ثانی تفسیر سورہ والضحیٰ ص ۷۰۰، ۷۴۳ دو طریقے سے فضائل القرآن

ع۰ باب کیف نزول الوحی ص ۷۴۵، مسلم مغازی۔ ترمذی تفسیر۔ نسائی تفسیر۔

حدیث ٦٧٧

اَخْبَرَنِی عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ اَنَّ حُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین نے خبر دی کہ حضرت امام حسین بن علی نے خبر دی کہ حضرت علی بن

اَخْبَرَہٗ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَرَقَہٗ وَفَاطِمَۃَ بِنْتَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ایک رات ان کے اور فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تم دونوں

لَیْلَۃً فَقَالَ اَلَا تُصَلِّیَانِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْفُسُنَا بِیَدِ اللّٰہِ فَاِذَا شَاءَ اَنْ یَّبْعَثَنَا

نماز نہیں پڑھتے تو میں (حضرت علی) نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری جان اللہ کے قبضے میں ہے

بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِیْنَ قُلْتُ ذٰلِکَ وَلَمْ یَرْجِعْ اِلَیَّ شَیْئًا ثُمَّ سَمِعْتُہٗ وَہُوَ مُوَلٍّ یَّضْرِبُ

جب چاہتا ہے کہ ہمیں اٹھا دے تو ہم اٹھ جاتے ہیں۔ جب میں نے یہ عرض کیا تو حضور واپس ہو گئے اور مجھ سے کچھ نہیں فرمایا۔ پھر

فَخِذَہٗ وَہُوَ یَقُوْلُ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔ ع۵

جب رخ انور موڑ لیا تو میں نے سنا کہ اپنے زانوئے اقدس پر ہاتھ مار رہے تھے۔ اور یہ فرما رہے تھے کہ انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

ابطاک یعنی آنے میں دیر کی۔

کتنے دن وحی رکی اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ چالیس دن۔ فراء کی کتاب المعانی میں ہے کہ پندرہ دن۔ ابن جریج سے منقول ہے کہ بارہ دن ایک قول یہ ہے کہ بیس دن۔ ان اقوال اور پہلی روایت میں تعارض نہیں کہ فرمایا۔ وہ ایک رات تہجد نہیں پڑھا۔ ہو سکتا ہے کہ ابتدا رات تہجد پڑھتے رہے ہوں۔ جب تاخیر بہت ہوئی بے چینی اور گھبراہٹ زیادہ ہوئی، یا کوئی مرض لاحق ہو گیا تو وہ ایک رات تہجد نہ پڑھا ہو۔

تشریحات ٦٧٧ اس حدیث سے یہ مسائل معلوم ہوئے۔ تہجد فرض نہیں نفل ہے مگر اتنی اہم کہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر تحریض کے لئے رات میں حضرت امیر المومنین شیر خدا کے دولتکدہ پر تشریف لے گئے۔ اسمیں حضرت اسد اللہ کا فضل و کمال ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا واقعہ جسمیں ان کی کچھ خلاف شان بات تھی برملا بیان فرمایا۔ آیت کریمہ۔ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔ میں الانسان اپنے عموم پر ہے، اسمیں مومن کافر بھی داخل ہیں۔

حدیث ٦٧٨

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تشریحات ٦٧٨ یہاں یہ ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ــــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز چاشت نہیں پڑھی ــــــ اور

ع۵: تہجد باب تحریض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی قیام اللیل ص ۱۵۲، ثانی تفسیر سورہ کہف ص ۶۸۷، الاعتصام باب قولہ وکان الانسان اکثر شیء جدلا ص ۱۰۹۰، ابواب المشیئۃ والارادۃ ص ۱۱۱۲، مسلم صلوۃ، نسائی صلوۃ۔

تعالیٰ علیہ وسلم لیدع العمل وھو یحب ان یعمل بہ خشیۃ ان یعمل بہ الناس فیفرض			
کبھی عمل چھوڑ دیتے تھے	حالانکہ اسے کرنا پسند فرماتے تھے	اس اندیشے کی وجہ سے	کہ لوگ وہ عمل کریں گے
علیہم وما سبح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبحۃ الضحی قط وانی لاسبحہا			
تو ان پر فرض کر دیا جائیگا	اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز چاشت کبھی نہیں پڑھی		اور میں اسے پڑھتی ہوں۔
۶۷۹ سمعت المغیرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول ان کان النبی صلی اللہ تعالیٰ			
حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ	رضی اللہ تعالیٰ عنہ	فرماتے تھے	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

باب من لم یصل الضحی میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز چاشت پڑھتے نہیں دیکھا۔ اسی پر یہاں کی روایت بھی محمول ہے۔ اس لئے کہ مسلم[۱] میں انھیں سے مروی ہے کہ اگر سفر سے آتے تو پڑھتے۔ نیز انھیں سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز چاشت چار رکعت پڑھتے اور جو چاہتے زیادہ فرما دیتے۔ چونکہ نماز چاشت کا وقت وہ ہے کہ اس وقت حضور دولت خانے میں تشریف نہیں رکھتے تھے۔ عموماً باہر یا مسجد میں یا کسی صحابی کے گھر رہا کرتے تھے اور ام المومنین کے یہاں نو دن میں صرف ایکدن قیام رہتا اس لئے انھیں نماز چاشت پڑھتے ہوئے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر دوسروں سے سن کر علم ہوا کہ چار رکعت یا اس سے زائد پڑھتے تھے۔ یا مطلب یہ ہے کہ پابندی کے ساتھ اس طرح کہ کبھی قضا نہ ہو، نہیں پڑھتے تھے۔ جس پر حدیث میں اشارہ موجود ہے، فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک کام کو چھوڑ دیتے تھے۔ چھوڑنا عمل کے بعد ہی ہوگا۔

نماز چاشت کے رکعت ہے ابھی گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار رکعت پڑھتے اور جو چاہتے زیادہ فرماتے۔ حضرت ام ہانی کی حدیث میں ہے۔ کہ آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ کم از کم دو رکعتیں بھی آئی ہیں۔ حضرت ابو ذر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں دو ہی رکعت وارد ہے[۲]۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسے بدعت کہتے تھے۔ کبھی فرماتے اچھی بدعت ہے۔ کبھی فرماتے۔ ما ابتدع المسلمون بدعۃ افضل منہا[۳]۔ مسلمانوں نے اس سے افضل کوئی بدعت نہیں ایجاد کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی مستحب کام کیلئے کوئی مخصوص طریقہ اور وقت مقرر کر لینا ہے وہ بدعت مستحسنہ ہے حرام نہیں ہوتا۔ مستحب ہی رہتا ہے۔

تشریحات ۶۷۹ قدماہ او ساقاہ۔ یہ شک راوی ہے۔ دونوں میں منافات نہیں۔ زیادہ دیر کھڑے رہنے سے قدم میں بھی ورم آجاتا ہے اور پنڈلی میں بھی۔ ویسے خلاد کی روایت میں بلاشک قدماہ ہے۔

فیقال بزار میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تفصیل یہ ہے۔ اس پر یہ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! آپ یہ کرتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل کی طرف سے حضور کے بارے میں یہ آچکا ہے۔ اللہ نے آپ کی اگلی پچھلی ہر لغزش درگزر فرما دیا۔

افلا اکون مطلب یہ ہے کہ مجھ پر اللہ عزوجل کے جو بیشمار احسانات اور لامحدود انعامات ہیں ان کا شکر ادا کرنے کے لئے اتنی عبادت کرتا ہوں۔

---

[۱] التہجد باب تحریض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی قیام اللیل ص ۱۵۲ باب من لم یصل صلوۃ الضحی ورآہ واسعا ص ۱۵۷ مسلم ابو داؤد نسائی۔ [۱] اول۔ صلوۃ المسافرین باب استحباب صلوۃ الضحی ص ۲۴۸ [۲] ایضا ص ۲۴۹ [۳] مسلم اول صلوۃ المسافرین باب استحباب صلوۃ الضحی ص ۲۵۰۔ [۴] عمدۃ القاری سابع ص ۲۳۱۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُومُ أَوْ لَيُصَلِّي حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ أَوْ سَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهُ فَيَقُولُ أَفَلَا

تنی نماز پڑھتے تھے کہ حضور کے قدم یا حضور کی پنڈلیاں ورم کر آتی تھیں خدمت

أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا ؏

اقدس میں عرض کیا جاتا تو فرماتے کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

حدیث ۶۸۰ أَنَّ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! تمام نمازوں سے زیادہ اللہ عزوجل کو

لَهُ أَحَبُّ الصَّلٰوةِ إِلَى اللهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللهِ صِيَامُ دَاوٗدَ

محبوب داؤد کی نماز ہے اور سب روزوں سے زیادہ اللہ کو پسند حضرت داؤد کا روزہ ہے۔ آدھی رات تک اور تہائی رات

وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَيَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا

تک قیام کرتے اور چھٹے حصے میں سوتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔

حدیث ۶۸۱ سَمِعْتُ مَسْرُوقًا قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَيُّ الْعَمَلِ

امام مسروق نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا

تشریحات ۶۸۰ چونکہ انسان پر نماز اور روزے کے علاوہ دوسرے بھی فرائض عائد ہیں۔ مثلاً اہل وعیال کی پرورش، جہاد، حج وغیرہ۔ اور ہمیشہ رات بھر جاگنے سے اور مسلسل روزے رکھنے سے ان چیزوں میں خلل واقع ہوگا اور کمزوری کے باعث ان کی ادائیگی نہیں ہو پائے گی۔ اس لئے صلوۃ داؤد اور صوم داؤد زیادہ محبوب ہوا نیز یہ بھی حدیث آ رہی ہے کہ اللہ کے ساتھ اعمال زیادہ محبوب ہیں۔ بہ نسبت شروع کر کے چھوڑ دینے یا ناغے کے ساتھ کرنے سے۔ اور ہمیشہ رات بھر جاگنے یا مسلسل روزے رکھنے میں مداومت نہیں ہو پائے گی اس لئے صوم داؤد اور صلوۃ داؤد افضل ہے۔

تشریحات ۶۸۱، ۶۸۲ محمد بن ناصر نے کہا۔ مرغ کی عادت یہ ہے کہ وہ آدھی رات کو بولتا ہے۔ اب یہ حضرت ابن عباس کی حدیث کے معارض نہیں ہوگا جیسیں مذکور ہے کہ جب آدھی رات ہوگئی یا آدھی سے کچھ کم ہوئی یا کچھ زیادہ۔ ابن بطال نے کہا۔ جب تہائی رات رہ جاتی ہے جب بولتا ہے۔ تجربہ اسی کی شہادت دیتا ہے۔ اس تقدیر پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کا محمل یہ ہوگا کہ خاص اس رات اس وقت اٹھے اور ام المومنین کا ارشاد اکثر جو عادت کریمہ تھی اس کے مطابق ہے۔ دوسری حدیث میں ناغہ

ع التہجد باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللیل حتی ترم قدماہ ص ۱۵۳ ثانی تفسیر سورۃ الفتح ص ۷۱۶، الرقاق باب الصبر عن محارم اللہ ص ۹۵۸، مسلم نسائی ابن ماجہ ترمذی کلہم فی الصلوۃ مسند امام احمد جلد رابع ص ۲۵۱-۲۵۵ ع التہجد باب من نام عند السحر ص ۱۵۲، الانبیاء باب احب الصلوۃ الی اللہ صلوۃ داؤد ص ۴۸۶ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کلہم فی الصوم۔

كَانَ اَحَبَّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الدَّائِمُ قُلْتُ مَتٰى

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب تھا فرمایا جو ہمیشہ کیا جائے

كَانَ يَقُوْمُ قَالَتْ يَقُوْمُ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ۔ عہ

میں نے عرض کیا کب تہجد پڑھتے تھے فرمایا جب مرغ کی آواز سنتے۔

حدیث ۶۸۲ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا اَلْفَاهُ السَّحَرُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صبح

عِنْدِيْ اِلَّا نَائِمًا تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عہ

میرے یہاں ہمیشہ سونے کی حالت میں ہوئی۔

حدیث ۶۸۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک رات میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

سے پڑھتے۔ بنا ہے تاکہ دوسری احادیث کے معارض نہ ہو۔

تشریحات ۶۸۳ اس حدیث پر باب یہ ہے کہ تہجد میں نماز کو لمبی پڑھنا۔ باب سے حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تندرست قوی جوان تھے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیوانے اور اتباع کے شوقین۔ پھر حضور نے بیٹھنے کا ارادہ اسی وقت کیا ہوگا جبکہ وہ بہت تھک گئے ہوں گے اتنا کہ کھڑا رہنا دشوار ہو گیا ہوگا۔ یہ اسی وقت ہوگا جبکہ قیام بہت طویل ہو۔ احناف کے یہاں قیام کا طویل کرنا بہ نسبت رکوع یا سجود کی زیادتی کے افضل ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسی نماز افضل ہے تو ارشاد فرمایا طول القنوت۔ اور ابوداود میں حضرت عبد اللہ بن حبشی خثعمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ طول القیام۔ اس حدیث نے قنوت کے معنی کی توضیح کردی کہ اس سے مراد قیام ہی ہے۔

اعتذار اس کے بعد امام بخاری حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں جس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں تہجد کے لئے اٹھتے تو اپنا منہ مسواک سے صاف فرماتے۔ یہ حدیث جلد ثانی میں گزر چکی ہے۔ اس کا باب سے کوئی تعلق نہیں۔ ابن منیر نے کہا کہ امام بخاری کا مقصود اس سے حضرت حذیفہ کی اس حدیث کی یاد دہانی ہے جو امام مسلم نے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ حضور نے سورہ بقرہ شروع فرمادی۔ میں نے جی میں کہا کہ سو آیت پر رکوع فرمائیں گے۔ حضور آگے بڑھ گئے۔ میں نے کہا اس سورت کو ایک رکعت میں پڑھیں گے۔ حضور آگے بڑھ گئے پھر میں نے کہا اس پر رکوع فرمائیں گے۔ حضور آگے بڑھ گئے۔ پھر خود یہ فرمایا۔ تھوڑی سی تو حدیث تک۔ اس پر علامہ عینی نے فرمایا۔ ایک حدیث سے کسی اجنبی حدیث کی یاد دہانی عجیب تر ہے۔

عہ التہجد باب من نام عند السحر ص ۱۵۲ ثانی الرقاق باب القصد والمداومۃ للعمل ص ۹۵۷ مسلم ابوداؤد نسائی کلھم فی الصلوٰۃ۔

عہ التہجد باب من نام عند السحر ص ۱۵۲ مسلم ابوداؤد ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔

فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ قُلْنَا مَا هَمَمْتَ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَقْعُدَ

ساتھ نماز پڑھی۔ حضور اتنی دیر تک کھڑے رہے کہ میں نے ایک معیوب کام کا ارادہ کرلیا ہمنے پوچھا کیا ارادہ

وَاَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؏

کرلیا تھا تو فرمایا کہ میں نے قصد کرلیا کہ بیٹھ جاؤں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ دوں۔

حدیث ۶۸۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَعْنِيْ بِاللَّيْلِ ؏

تیرہ رکعت تھی یعنی رات میں

حدیث ۶۸۵ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ

امام مسروق نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَّتِسْعٌ وَّاِحْدٰى

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا

عَشْرَةَ سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ؎

سات اور نو اور گیارہ فجر کی دو رکعت کے علاوہ۔

مناسبت یوں پیدا کی جاسکتی ہے کہ اس حدیث میں تہجد کے لئے اٹھنا مذکور ہے۔ اور عادت کریمہ تھی کہ تہجد میں قیام طویل فرماتے تھے۔ اور طول قیام کے لئے طول صلوٰۃ لازم۔ مگر یہ ہر شخص پر ظاہر ہے کہ یہ تقریر بھی اثبات باب کیلئے کہاں تک کافی ہے۔

تشریحات ۶۸۴ تا ۶۸۶ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہجد کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس خصوص میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو مروی ہے۔ وہ یہ ہیں۔ تیرہ۔ ان کی عام روایتوں میں یہی ہے۔ کتاب العلم، باب السمر بالعلم اور کتاب الاذان باب من یقوم عن یمین الامام میں ہے کہ پانچ رکعتیں پڑھیں۔ کتاب التفسیر باب قولہ، ان فی خلق السموت والارض کی پہلی روایت میں ہے کہ گیارہ رکعتیں پڑھیں۔ ان میں سے تین وتر کی نکال دی جائیں تو تہجد کی دس۔ آٹھ۔ دو رکعتیں ہوتی ہیں۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ۶۸۳ میں یہاں یہ ہے۔ سات۔ نو۔ گیارہ۔ ان میں سے تین وتر کی رکعتیں نکال دی جائیں تو علی الترتیب چار۔ چھ۔ آٹھ رکعتیں تہجد کی ہوتی ہیں اور حدیث ۶۸۲ کا بھی حاصل یہی ہے کہ آٹھ ہیں لیکن اگر وتر کی ایک رکعت مانیں جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے تو اس حدیث سے بھی دس رکعت تہجد کی نماز ثابت ہوسکتی ہے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ام المومنین کی ان تمام احادیث کا حاصل یہ ہوا کہ کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ دس رکعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز پڑھی۔ صوفیاء کرام بارہ رکعت پڑھتے ہیں۔

؏ التہجد باب طول الصلوٰۃ فی قیام اللیل ص ۱۵۲۔ مسلم صلوٰۃ ترمذی شمائل۔ ابن ماجہ صلوٰۃ۔ ؏ التہجد۔ باب کیف صلوٰۃ اللیل ص ۱۵۳
مسند امام احمد اول ص ۳۳۸ ؎ ایضا

حدیث ۶۸۶ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ

امام قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِّنْهَا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے انھیں میں

الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ عه

وتر اور فجر کی دو رکعت سنت بھی ہوتیں۔

ت ۲۱۷ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَشَأَ قَامَ بِالْحَبَشِيَّةِ عه

حضرت ابن عباس نے فرمایا نَشَأَ کے معنی حبشی زبان میں قَامَ ہے۔

غالباً ان کی بنیاد اس پر ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں وتر کی صرف ایک رکعت ہے۔ ایک رکعت وتر وضع کرنے کے بعد بارہ رکعتیں تہجد کی ہوگئیں۔ تیرہ رکعتوں میں وتر بھی داخل ہے۔ اس پر حدیث ۶۸۶ اور موطا[1] کی یہ حدیث دلیل ہے کہ ام المومنین نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔ نیز مسند[2] امام احمد اور ابوداؤد[3] میں حضرت ام المومنین ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کبھی چار اور تین پڑھتے کبھی چھ اور تین، کبھی آٹھ اور تین کبھی دس اور تین۔ تیرہ سے زیادہ اور سات سے کم نہیں پڑھتے تھے۔

نسائی[4] میں حضرت ام المومنین ہی سے مروی ہے کہ نو رکعتیں پڑھتے تھے۔ جب عمر مبارک زیادہ ہوگئی تو سات رکعتیں پڑھنے لگے تھے۔ ابھی باب قیام رمضان میں آرہا ہے کہ فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان ہو یا دوسرا کوئی مہینہ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ ان سب کے ذکر سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ تہجد کی رکعات کے سلسلے میں روایات مختلف آئی ہیں۔ خود حضرت ام المومنین سے جو روایتیں آئی ہیں ان میں بھی اختلاف ہے۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ اس کی تعداد مقرر نہ تھی، مختلف احوال میں مختلف تعداد رہی۔ مرض، تکان، عمر وقت کے لحاظ سے تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہی۔ یہی بات رکعات کی تعداد میں اختلاف کی باعث بن گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔[5] سنت فجر کے علاوہ۔ ہو سکتا ہے بعض راویوں نے اسے جوڑ کر تیرہ کر دیا ہو۔

تشریح ۲۱۷ سورہ مزمل میں آیا ہے۔ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَّأَقْوَمُ قِيلًا "بیشک رات کا اٹھنا بہت زیادہ زبان و دل میں موافقت پیدا کرتا ہے اور بات بہت صحیح نکلنے والا ہے"۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نَاشِئَةٌ کا مادہ۔ نشأ ہے۔ جس کے معنی اٹھنے کے ہیں، اور یہ لفظ حبشہ میں بھی اٹھنے ہی کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ حبشیوں سے عرب نے لیا ہے۔ اور جو نشأ بمعنی قام ہے وہ حبشی الاصل ہے۔ اس لئے کہ صحیح یہ ہے کہ قرآن کریم کے تمام کلمات کریمہ عربی الاصل ہیں۔ کوئی کلمہ عجمی الاصل نہیں۔ اور جو چند کلمات کے بارے میں بعض

عه ایضا۔ عه التہجد۔ باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باللیل ص ۱۵۳۔ [1] باب صلوٰۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الوتر ص ۴۵۔ [2] فتح القدیر جلد رابع ص ۱۷۔ [3] اول باب فی الصلوٰۃ اللیل ص ۱۹۳ [4] اول قیام اللیل باب کیف الوتر بتسع

اسلاف نے فرمایا ہے کہ فلاں زبان کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان زبانوں میں بھی مستعمل ہیں۔ یہی جمہور امت کا مذہب ہے۔

قرآن مجید میں کوئی غیر عربی کلمہ نہیں۔ اس پر برہان قاطع یہ ہے کہ قرآن مجید نے اپنے منکرین کو چیلنج فرمایا کہ اگر تم اسے کلام الٰہی نہیں مانتے اور یہ کہتے ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا کلام ہے۔ تو تم لوگ بھی انھیں کی طرح عربی ہو۔ اس کی ایک چھوٹی سی سورہ کے مثل لاؤ۔ مگر وہ عاجز رہے اور نہ لا سکے۔ اب اگر قرآن مجید کے کچھ کلمات کو غیر عربی الاصل مان لیا جائے تو وہ کہہ سکتے تھے کہ اسمیں عجمی کلمات ہیں۔ ہم عجمی زبان سے واقف نہیں، اس لئے اس کے مثل کلام پر قادر نہیں۔ اس تعلیق کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور وطا کے معنی یہ بتائے مواطاۃ للقرآن۔ یعنی قرآن کا کان آنکھ دل کے موافق ہونا۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر مصحف سے دیکھ کر پڑھے گا تو نظر ہو کے گی نہیں۔ جو لکھا ہے اس کو صحیح دیکھے گی اور زبان اس کو صحیح صحیح ادا کرے گی۔ اگر بے دیکھے پڑھے گا تو بھی دماغ حاضر ہوگا، صحیح پڑھے گا۔ اور قرأت کان کو بھلی معلوم ہوگی، بغور سے گا، اور مضمون دل میں جمے گا۔ اس کے معانی دل میں اتریں گے۔ یہ امام بخاری کی تفسیر ہے۔ علامہ عینی نے سمرقندی کے حوالے سے اس کے معنی اثقل نقل فرمائے یعنی نفس پر بھاری ہے۔ علامہ ابن حجر نے بھی فرمایا کہ لغت میں وطا کے معنی ثقل کے ہیں۔ اس تعلیق کو عبد بن حمید نے امام مجاہد سے موصولا ذکر کیا ہے۔

لیواطئوا لیوافقوا۔ یہ سورہ برات کی آیت کریمہ یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔ (۳۷) ایک سال اسے حلال ٹھہرتے ہیں اور ایک سال اسے حرام تاکہ اللہ نے جتنے مہینوں کو حرام فرمایا ہے۔ اس کی تعداد پوری کریں اور اللہ نے جسے حرام فرمایا اسے حلال بنالیں۔ اس آیت میں لِیُوَاطِـُٔوْا کے معنی لِیُوَافِقُوْا کے ہیں۔ یعنی برابر بنالیں۔ اس تعلیق کو طبری نے حضرت ابن عباس سے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ البتہ طبری میں لیوافقوا کے بجائے لیتنا بھوا ہے

نماز تہجد کی فرضیت اور نسخ سورہ مزمل کے نزول کے بعد تہجد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی اور صحابہ پر بھی واجب و فرض تھی ارشاد ہے

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا۔

اپنے جسم پر کمبل لپیٹنے والے رات میں قیام کرو۔ مگر تھوڑی سی رات آدھی یا کچھ کم کرو یا زیادہ۔ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

سال بھر تک یہ حکم باقی رہا پھر اسی سورہ مبارکہ کی اخیر آیت سے فرضیت یا وجوب منسوخ ہوگیا۔ ارشاد ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ وَ اللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَیْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَ اٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔

تمھارا رب جانتا ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات قیام کرتے ہو اور تمھارے ساتھ والے بھی۔ اور اللہ رات دن کا اندازہ فرماتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ رات کا حساب نہ لگا پاؤگے۔ تو وہ اپنی مہربانی سے تم پر متوجہ ہوا اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو پڑھو۔ اسے معلوم ہے کہ تم میں کچھ لوگ بیمار ہوں گے اور کچھ زمین پر سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے، اور کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کریں گے۔ تو قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو۔

مسلم نے سعد بن ہشام بن عامر سے، روایت کیا ہے کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے [illegible] کے بارے میں سوال کیا تو ام المومنین نے فرمایا، کیا تو یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ نہیں پڑھتا۔ میں نے عرض کیا ہاں پڑھتا ہوں۔ تو فرمایا کہ
اللہ عزوجل نے اس سورہ کے شروع میں قیام لیل کو فرض فرمایا۔ اللہ کے نبی اور ان کے صحابہ نے ایک سال قیام فرمایا۔ اور اس کے اخیر کا حصہ بارہ مہینے
تک اللہ نے آسمان میں روک رکھا، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اس سورہ کے اخیر میں تخفیف نازل فرمائی۔ تو قیام لیل فرض کے بعد نفل ہوگیا۔ نسائی[1]
مسند امام احمد میں یہ زائد ہے[2]۔ کہ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ نے قیام کیا یہاں تک کہ ان کے قدم سوج گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر میں ہے۔ قُمِ اللَّیْلَ۔ رات کو قیام کرو یعنی پوری رات مگر کچھ کم۔ تو یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اور صحابہ پر شاق ہوا۔ اور وہ پوری رات قیام کرتے اور کچھ کم کی حد نہیں متعین کر سکے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے۔ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا
نازل فرمایا، یہ بھی ان پر سخت تھا۔ اب بھی پوری رات قیام کرتے اور ان کے قدم سوج گئے۔ اور یہ پنجگانہ نمازوں سے پہلے تھا۔ سال بھر وہ حضرات یہی
کرتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اسکا ناسخ نازل فرمایا۔ یعنی عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ۔ یعنی تم لوگ تہائی اور چوتھائی کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ جب نماز
پنجگانہ فرض کی گئی۔ تو قیام لیل کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ جیسے زکوٰۃ نے ہر صدقہ اور رمضان کے روزے نے ہر روزے کی فرضیت منسوخ کر دیا۔

علامہ ابن جوزی کی تفسیر میں ہے کہ اس اندیشے کی وجہ ہمیں تہائی اور آدھی رات کے قیام کا حکم ہوا اور اس کا اندازہ نہیں ہو پاتا تھا۔ لوگ
رات بھر قیام کرتے۔ یہ بہت شاق تھا تو اللہ عزوجل نے ایک سال کے بعد تہائی یا آدھی رات تک قیام کو اپنے اس ارشاد عَلِمَ اَنْ
لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَیْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم لوگ اندازہ نہیں کر پاؤ گے، تو اس نے تم پر مہربانی
فرمائی اب جتنا آسان ہو قرآن پڑھو۔ جتنی دیر ہو سکے نماز پڑھو۔ اگر اتنی دیر جتنی دیر میں بکری دوہ لی جاتی ہے۔ مگر قیام لیل اب بھی واجب رہا پھر
اس کے وجوب کو سال بھر بعد نماز پنجگانہ فرض کر کے منسوخ فرما دیا۔ تو وجوب اور تخفیف میں سال بھر کا فصل رہا۔ اور وجوب بالکلیہ منسوخ ہونے
میں دو سال کا۔

خلاصہ کلام

ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ سورہ مزمل میں تین ناسخ اور تین منسوخ ہیں، پہلے قُمِ اللَّیْلَ سے پوری رات کا قیام فرض ہوا پھر
نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا اَوْ زِدْ عَلَیْهِ سے پوری رات کا قیام منسوخ ہوا۔ اور کم از کم تہائی رات کا فرض رہا۔ پھر فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ
الْقُرْاٰنِ۔ سے تہائی رات کا قیام منسوخ ہوا اور بقدر وسعت فرض ہوا۔ پھر اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ سے قیام لیل کی فرضیت
امت کے حق میں بالکلیہ منسوخ ہو گئی۔ اور یہ نفل ہو گیا۔ هٰذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وعلمه جل مجده اتم واحكم
صحیح یہ ہے۔ نماز تہجد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نماز پنجگانہ کی فرضیت کے بعد بھی فرض رہی۔ حضرت[3] ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے یہ قول مروی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل ۷۹) اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو۔ خاص آپ کیلئے زیادہ ہے۔

علامہ[4] محمد بن عبد الباقی، زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں۔

الذی علیه الجمهور واكثر اصحاب الشافعی وغیرهم جمہور اور اکثر اصحاب شافعی وغیرہ کا مذہب یہ ہے۔

---

[1] اول مسافرین باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۵۶ ۔ [2] اول۔ الصلوٰۃ۔ باب قیام اللیل ص ۲۳۶ [3] سادس
ص ۴۰ [4] عمدۃ القاری سابع ص ۱۸۶ [5] اول ص ۲۳۶ -

حدیث ۶۸۷ عَنْ حُمَيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْتَهُ وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَهُ ع۵

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہینے میں روزہ نہ رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم لوگ گمان کرتے کہ اب اس مہینے میں روزہ نہ رکھیں گے اور روزہ رکھتے تو اتنا کہ ہم گمان کرتے کہ اب روزہ نہ چھوڑیں گے اور حضور کا یہ حال تھا کہ اگر رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے تو نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھتے اور سوتا ہوا دیکھنا چاہتے تو سوتا ہوا دیکھتے۔

حدیث ۶۸۸ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

انه لم ينسخ لقوله تعالى ومن الليل فتهجد به نافلة لك کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں منسوخ نہیں ہوا۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی وجہ سے اور رات کچھ حصے میں تہجد پڑھو۔ خاص آپ کیلئے زیادہ ہے یعنی آپکے فرائض میں زیادہ عبادت۔ ای عبادة زائدة فی فرائضك۔

تشریحات ۶۸۷ کتاب الصوم میں بطریق سلیمان ابن حبان احمر شروع میں یہ زائد ہے۔ کہ حمید نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزے کے بارے میں پوچھا۔ تو حضرت انس نے وہ ارشاد فرمایا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلسل پورے مہینے کا سوائے رمضان کے کسی مہینے روزے نہیں رکھتے اور نہ کوئی مہینہ روزے سے خالی رہتا۔ یہی قیام لیل کا حال تھا۔ نہ پوری رات قیام فرماتے اور نہ کوئی رات قیام سے خالی رہتی۔ اس کا وقت مقرر نہ تھا۔ اور وہ جو حدیث ۶۷۹ میں گزرا کہ ام المومنین نے فرمایا کہ جب مرغ کی آواز سنتے تو قیام لیل کے لئے اٹھتے۔ یہ اکثر احوال کے اعتبار سے ہے۔

تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ وَاَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ سلیمان اور ابو خالد احمر نے حمید سے روایت کرتے ہوئے اسکی متابعت کی۔

سلیمان سے مراد سلیمان بن بلال ابو ایوب ہیں۔ اور ابو خالد سے مراد سلیمان بن حبان احمر ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ حمید طویل سے اس حدیث کو محمد بن جعفر کے علاوہ سلیمان بن بلال ابو ایوب نے اور ابو خالد سلیمان بن حبان احمر نے بھی روایت کیا ہے۔ ان دونوں کی روایتیں کتاب الصوم باب مایذکر من صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مذکور ہیں۔ ابو ایوب سلیمان بن بلال کی روایت اس کے بالکل مطابق ہے۔ مگر ابو خالد سلیمان بن حبان احمر کی روایت کے الفاظ بدلے ہیں، اور مضمون بھی زائد ہے جو کتاب الصوم میں مذکور ہوگی۔

تشریحات ۶۸۸ یہاں باب کا عنوان یہ ہے۔ شیطان کا سر کی گدی پر گرہ لگانا جبکہ رات میں نماز نہ پڑھے۔ اور حدیث عام ہے خواہ کوئی نماز پڑھے خواہ نہ پڑھے۔ جب سوتا ہے تو شیطان گرہ لگاتا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ جب نماز پڑھنے سے گرہ کھل گئی تو گویا گی ہی نہیں، اس لئے باب کو حدیث سے مطابقت ہے۔ اول ہو سکتا ہے امام بخاری اس حدیث کو اپنے عموم پر نہ رکھتے ہوں۔ اور صرف ا کے

قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلٰثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ

فرمایا جب کوئی سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہ لگا دیتا ہے اور ہر گرہ کے وقت تھپکی دیتا ہے

عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ

ابھی لمبی رات باقی ہے سو جا۔ اب اگر وہ جاگ گیا اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی

عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقَدُهٗ فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا

ہے پھر اگر وضو کرے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر نماز پڑھے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے۔ تو وہ

طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ عہ

ہشاش بشاش خوش و خرم صبح کرتا ہے ورنہ وہ افسردہ سست رہتا ہے۔

حدیث ۶۸۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيْلَ مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰى اَصْبَحَ مَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ

ایک شخص کا تذکرہ ہوا اور یہ کہا گیا کہ صبح تک سوتا رہا نماز کے لیے نہیں اٹھا

فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنِهٖ عہ

تو فرمایا شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔

ساتھ خاص مانتے ہوں جو عشاء کی نماز پڑھے بغیر سوئے۔ اسی افادے کے لئے اب یہاں واؤ الوصل کی قید لگائی مگر تخصیص کی کوئی دلیل

نہیں۔ اس لئے بالفرض امام بخاری اسے خاص مانتے ہوں تو وہ صحیح نہیں۔

یعقد نصوص کو ظاہر معنی پر محمول کرنا ضروری ہے۔ جب تک ظاہر معنی سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو۔ اور یہاں اس پر کوئی دلیل نہیں

اس لئے ظاہر معنی مراد لینا ہی متعین۔ اگرچہ ہم اس گرہ کو محسوس نہ کریں۔ بلکہ اس کی تائید دوسری احادیث سے ہوتی ہے۔ مسند امام احمد میں حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے۔ تمہاری گدی پر رسی ہے جس میں تین گرہیں ہیں۔ نیز ابن ماجہ میں بھی ہے کہ فرمایا۔ تمہاری گدی پر

رات میں شیطان رسی سے تین گرہیں لگا دیتا ہے۔

تشریح ۶۸۹ صحیح یہی ہے کہ یہ اپنے معنی حقیقی پر ہے، یعنی جب شیطان دیکھ لیتا ہے کہ میرا کام کر دیا تو اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے، اس کی تذلیل و تحقیر کے لئے یا مقصد یہ ہے کہ پیشاب کر کے کان بند کر دیتا ہے کہ اذان نہیں سنتا کہ اٹھ کر نماز پڑھتا۔

اور یہ نماز فرض چھوڑنے والے کے لئے ہے۔

عہ التہجد باب عقد الشیطان علی قافیۃ الراس ص ۱۵۳ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص ۴۶۳ مسلم صلوۃ المسافرین، ابوداؤد، تطوع۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوات، مسند امام احمد ثانی ص ۲۴۳ عہ التہجد باب اذا نام ولم یصل بال الشیطان فی اذنہ ص ۱۵۳، بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص ۴۶۳ مسلم صلوۃ المسافرین، نسائی، ابن ماجہ صلوۃ۔ لہ ثانی ص ۲۵۳ لہ اقامۃ الصلوۃ باب فی قیام

حدیث

۶۹۰ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ینزل ربنا تبارک وتعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر یقول من یدعونی فاستجیب لہ من یسألنی فاعطیہ من یستغفرنی فاغفر لہ۔ ع۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات پہلے آسمان پر تجلی خاص فرماتا ہے جب آخری تہائی رات باقی رہتی ہے فرماتا ہے کون مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنوں گا کون مجھ سے کچھ مانگتا ہے میں اسے دوں گا کون مجھ سے مغفرت چاہتا ہے اسے بخش دوں گا۔

تشریحات

۶۹۰ مسند امام احمد میں یہ زائد ہے[1]۔ اسی وجہ سے آخری رات کی نماز اول رات سے افضل ہے۔ مسلم[2] میں یہ اور ہے۔ کون ایسی ذات کو قرض دیتا ہے جو نہ نادار ہے نہ ظالم۔ یہاں روایتیں تین طرح آئی ہیں۔ اول یہی جو اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رات کا اخیر تہائی حصہ باقی رہتا ہے تو اللہ عزوجل الخ امام ترمذی[3] نے اس کو اصح کہا۔ ثانی یہ کہ جب رات کا ایک تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ عزوجل الخ اسے بھی امام مسلم نے روایت فرمایا، اور دوسرے محدثین نے بھی۔ ثالث یہ ہے کہ جب آدھی رات رہ جاتی ہے یا آدھی رات گزر جاتی ہے۔ یہ اسماعیل بن جعفر حماد بن سلمہ ابن اسحاق کی روایت ہے۔ رابع تردید کے ساتھ کہ جب آدھی رات ہو جاتی ہے یا اخیر تہائی رات۔ یہ امام اوزاعی کی روایت ہے۔ خامس جب آدھی یا تہائی رات گزر جاتی ہے یہ محمد بن جعفر[4] کی روایت ہے۔ سادس یہ کہ جب آدھی یا دو تہائی رات گزر جاتی ہے اسے امام مسلم نے روایت کیا۔

تطبیق ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مختلف اوقات میں وحی ہوئی ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف روایات میں بیان فرمایا، راوی نے جو سنا بیان کر دیا۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ ہو سکتا ہے ابتداءً ثلث اول گزرتے ہی یہ تجلی خاص ہوتی ہو، اس کی وحی ہوئی تو اسے بیان فرما دیا۔ پھر آدھی رات گزرنے پر یہ تجلی خاص ہونے لگی اور اس کی وحی ہوئی تو اسے بیان فرمایا۔ پھر تہائی رات رہ جانے پر تجلی ہونے لگی اور اس کی وحی ہوئی تو اسے بیان فرمایا۔ یا ترتیب اس کے برعکس ہو۔ ان سب کا قدر مشترک یا ظاہر ہے کہ رات کی اخیر تہائی رات میں یہ تجلی خاص ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے کہ مسلم[5] کی بعض روایتوں میں ہے کہ صبح صادق تک یہ تجلی رہتی ہے۔

ینزل ربنا اللہ عزوجل نزول، عروج، حرکت اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے آنے سے منزہ ہے۔ اس لئے کہ یہ سب جسم کے لوازم سے ہیں۔ اور اللہ عزوجل جسم وجسمانیات سے پاک ہے۔ اس لئے کہ وہ قدیم واجب بالذات ہے۔ اقول یہ بھی متشابہات سے ہے جس میں مذہب سلم یہ ہے کہ اس کے حق ہونے پر ایمان رکھا جائے۔ اور معنی اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا جائے۔ بعض حضرات نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ یہاں امر یا ملک محذوف ہے۔ یعنی حکم الٰہی نازل ہوتا ہے۔ یا اللہ عزوجل کے حکم سے فرشتہ اترتا ہے۔ اس کی تائید ان احادیث سے بھی

ع۱ التہجد باب الدعاء والصلوۃ آخر اللیل ص ۱۵۳۔ ثانی الدعوات باب الدعاء نصف اللیل ص ۹۳۶۔ التوحید باب قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص ۱۱۱۔ مسلم صلوۃ المسافرین۔ ابو داؤد۔ سنت۔ ترمذی صلوۃ دعوات۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوۃ۔ دارمی صلوۃ۔ مسند امام احمد ثانی ص

۱ جلد ثانی ص ۲۶۳ ۲ اول صلوۃ المسافرین باب قیام اللیل ص ۲۵۰ ۳ اول صلوۃ باب فی نزول الرب تبارک وتعالیٰ الی السماء الدنیا کل لیلۃ ص ۵۹ ۴ یہ پوری تفصیل عمدۃ القاری جلد سابع ص ۱۹۷ سے ماخوذ ہے ۵ اول صلوۃ المسافرین باب صلوۃ اللیل ص ۲۵۸۔

۶۹۱ حدیث

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ

حضرت اسود نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا رات میں

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ اَوَّلَهُ وَيَقُوْمُ اٰخِرَهُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے تھے تو فرمایا رات کے اول میں سوتے اور آخر میں

فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى فِرَاشِهِ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ فَاِنْ كَانَتْ بِهِ حَاجَةٌ

اٹھ کر نماز پڑھتے پھر اپنے بچھونے پر تشریف لے جاتے جب مؤذن اذان کہتا تو تیزی سے اٹھتے

اِغْتَسَلَ وَاِلَّا تَوَضَّاَ وَخَرَجَ عم

اگر غسل کی حاجت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرماتے اور نماز کے لئے باہر تشریف لے جاتے۔

۶۹۲ حدیث

عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ

ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف نے خبر دی کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

وہ ہے جس میں یہ مذکور ہے۔ کہ پھر ایک فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ وہ ندا کرے، جیسا کہ دارقطنی نے بطریق اہل بیت اسد اللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا ہے۔ وجہ تائید یہ ہے کہ عام احادیث میں یہ مذکور ہے کہ اللہ عزوجل ندا فرماتا ہے۔ اور اس میں ہے کہ فرشتے کو ندا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ مامور کا فعل حقیقت میں ندا کرنا ہی ہوتا ہے، چونکہ اللہ کے حکم سے فرشتہ اترتا ہے اسلئے اس کی اسناد اللہ عزوجل کی طرف کر دی گئی ہے۔ دوسری یہ ہے کہ اس سے رحم وکرم کی خاص تجلی مراد ہے۔

تشریحات ۶۹۱

مسلم[2] میں یہ حدیث یوں ہے کہ ابن اسحاق نے کہا میں نے، اسود بن یزید سے اس حدیث کو پوچھا جو ام المومنین حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں بیان فرمایا ہے، تو انھوں نے بیان کیا کہ ام المومنین نے یہ فرمایا کہ رات کے اول میں سوتے اور اخیر میں نماز پڑھتے۔ پھر اگر اپنے اہل کی طرف حاجت ہوتی تو حاجت پوری کرتے پھر سوتے۔ جب ندائے اول یعنی اذان کا وقت ہوتا تو تیزی سے اٹھتے۔ بخدا! انھوں نے یہ فرمایا کہ اپنے جسم پر پانی بہاتے اور بخدا! انھوں نے یہ نہیں فرمایا کہ غسل کرتے۔ میں جانتا ہوں ان کی مراد کیا ہے۔ اور اگر جنب نہ ہوتے تو مرد کی طرح نماز کے لئے وضو فرماتے اور دو رکعت پڑھتے۔

اسماعیلی نے کہا۔ اس حدیث میں غلطی ہے۔ اسلئے کہ احادیث میں یہ ہے کہ حضور اگر جنب ہوتے اور سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو فرماتے، اور جو کوئی اس کے بارے میں پوچھتا تو اسے بھی یہ بتاتے۔

تشریحات ۶۹۲

فی رمضان ولا فی غیرہ۔ اس پر نص ہے کہ اس سے مراد تہجد ہے۔ اس پر پوری بحث گزر چکی۔ غیر مقلدین کا یہ کہنا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں بھی تہجد کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے ہمارے یہاں رمضان میں بھی تہجد کے علاوہ نماز تراویح بھی سنت ہے۔ اس کی دلیل حضرت عمر[3] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد کر فرمایا۔

---

[1] عمدۃ القاری سابع ص ۱۹۸۔ [2] اول صلوٰۃ

التہجد۔ باب من نام اول اللیل واحیی آخرہ ص ۱۵۴ ترمذی شمائل۔ نسائی۔

اول باب صلوٰۃ اللیل ص ۲۵۵۔ [3] بخاری اول الصوم باب فضل قیام رمضان ص ۲۶۹۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

سے رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا

فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَزِیْدُ فِیْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رمضان یا کسی اور مہینے میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں

رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَۃَ رَکْعَۃً یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِہِنَّ

کرتے تھے چار رکعت پڑھتے اسکی خوبی

وَطُوْلِہِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِہِنَّ وَطُوْلِہِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلٰثًا

اور درازی کو مت پوچھو پھر چار پڑھتے اس کی خوبی اور درازی کو مت پوچھو اسکے بعد تین رکعت (وتر)

قَالَتْ عَائِشَۃُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ یَا عَائِشَۃُ اِنَّ

پڑھتے۔ عائشہ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں تو فرمایا

عَیْنَیَّ تَنَامُ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ عہ

میری آنکھ سوتی ہے اور دل نہیں سوتا۔

والّتی تنامون عنہا افضل من الّتی — جس سے تم لوگ سوجاتے ہو اور نہیں پڑھتے اس سے

تقومون یرید آخر اللیل — افضل ہے جسے تم ادا کرتے ہو۔ یعنی آخری رات میں

الّتی۔ سے وقت مراد نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے نماز ہی مراد ہے۔ ایک نماز کو افضل اور دوسری کو مفضول کہنا اس کی دلیل ہے کہ یہ دونوں دو نمازیں ہیں۔ نیز اس کی دلیل یہ ہے کہ تہجد کی نماز کے لئے ضروری ہے کہ عشاء کے بعد سوئے پھر اٹھکر پڑھے۔ جیسا کہ طبرانی[1] نے کبیر اور اوسط میں حضرت حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا۔ تم یہ گمان کرتے ہو کہ جب رات میں صبح تک نماز پڑھتے رہو تو تم نے تہجد پڑھ لیا۔ ایسا نہیں انما التہجد بعد رقدۃ۔ تہجد سونے کے بعد ہی ہے۔ یہ خود تہجد کے معنی ہی سے ظاہر ہے۔ ابو عبیدہ کی کتاب المجاز میں ہے۔ فتہجد بہ۔ ای اسہر بصلوۃ یقال تہجدت ای سہرت وہجدت ای نمت۔ یعنی نماز پڑھتے ہوئے جاگو۔ تہجدت کے معنی ہیں میں جاگا اور ہجدت کے معنی ہیں میں سویا۔ ابن بنانی کی موعب میں صاحب العین سے ہے۔ ہجد القوم ہجودا ناموا۔ وتہجدوا ای استیقظوا للصلوۃ او لامر قال تعالٰی فتہجد بہ۔ ای انتبہ بعد النوم واقرأ القرآن۔ ہجد۔ کے معنی ہیں سویا۔ اور تہجد کے معنی ہیں نماز یا کسی بھی کام کے لئے جاگا۔ اللہ عز وجل نے فرمایا۔ فتہجد بہ۔ یعنی سونے کے بعد اٹھو اور قرآن پڑھو۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ مجرد میں اسکا معنی سونے کے ہیں اور باب تفعل میں سو کر جاگنے کے۔ یا یہ کہا جائے کہ یہ اضداد میں سے ہے۔ مگر مجرد میں سونے کے معنی میں شائع وذائع ہے۔ اور باب تفعل میں

عہ التہجد باب قیام النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ ص ۱۵۴ باب فضل قیام رمضان ص ۲۶۹ المناقب باب کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ ص ۵۰۴ مسلم صلوۃ المسافرین۔ ابو داؤد، ترمذی، نسائی۔ [1] عمدۃ القاری جلد سابع ص ۲۰۳۔

حدیث ٦٥٣ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ یَا بِلَالُ حَدِّثْنِیْ بِاَرْجٰی عَمَلٍ عَمِلْتَہٗ فِی الْاِسْلَامِ

نماز فجر کے وقت حضرت بلال سے فرمایا اے بلال مجھے بتاؤ تم نے اسلام میں کون سا ایسا عمل کیا ہے

فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَیْکَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّۃِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰی عِنْدِیْ

جس پر ثواب کی امید سب سے زیادہ ہو کیونکہ جنت میں میں نے تمہاری چپلوں کی آواز اپنے آگے سنی ہے انھوں نے

اَنِّیْ لَمْ اَتَطَھَّرْ طُھُوْرًا فِیْ سَاعَۃِ لَیْلٍ وَّنَھَارٍ اِلَّا صَلَّیْتُ بِذٰلِکَ الطُّھُوْرِ مَا کُتِبَ لِیْ

عرض کیا میں نے اس کے علاوہ اور کوئی ایسا عمل نہیں کیا ہے جس پر مجھے سب سے زیادہ ثواب کی امید ہو

اَنْ اُصَلِّیَ عہ

سوائے اس کے کہ میں دن رات میں جب بھی وضو کرتا تو اس وضو سے جتنی میرے مقدر میں ہوتی ہے نماز پڑھتا ہوں۔

سوکر اٹھنے کے معنی ہیں۔ اور سب کو معلوم ہے کہ تراویح عشاء کے بعد متصلاً پڑھی جاتی ہے۔ تراویح سے پہلے کوئی نہیں سوتا۔ اسلئے یہ کہنا کہ تراویح اصل میں نماز تہجد ہے، سراسر غلط ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وتر تین رکعتیں ہیں۔

تشریحات ٦٥٣ کسی امتی کا موت سے پہلے جنت میں جانا شرعاً ممکن نہیں۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے جنت میں چلے گئے اس لئے بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ خواب کا واقعہ ہے۔ بعض نے فرمایا یہ بطور تمثیل ہے۔ اقول اس عموم سے کہ جنت میں کوئی موت سے پہلے نہیں جا سکتا۔ حضرت آدم و حوا مستثنیٰ ہیں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی سعادت کی وجہ سے حضرت بلال بھی مستثنیٰ ہوں کیا بعید ہے۔

رہ گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو شب معراج جنت میں تشریف لے گئے۔ علامہ عینی نے اس موقع پر بہت ہی ایمان افروز بات کہی ہے۔ لکھتے ہیں:-

والنبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لما جاوز السموات السبع وبلغ الی سدرۃ المنتہی خرج من ان یکون من اہل ہذا العالم فلا یمتنع بعد ہذا دخولہ الجنۃ قبل الموت[2]

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ساتوں آسمانوں سے آگے تشریف لے گئے اور سدرۃ المنتہیٰ پہنچ گئے تو اس عالم والوں میں سے نہ رہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں کہ وہ جنت میں وصال سے پہلے تشریف لے جائیں۔

اقول: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خواب میں آئندہ پیش آنے والے واقعے کو اس طرح دکھایا جاتا ہے جیسے ہو گیا ہے۔ اس کی نظیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ مبارک خواب ہے کہ فرمایا۔ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک کنوئیں پر ہوں، اس سے پانی کھینچ رہا ہوں کہ ابوبکر

عہ التہجد باب فضل الطہور باللیل والنہار ص ۱۵۴ ۔ ثانی ۔ التوحید ۔ باب قول اللہ قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ص ۱۱۲۴ ۔
مسلم فضائل الصحابۃ ۔ نسائی ۔ مسند امام احمد جلد ثانی ۔ [2] عمدۃ القاری سابع ص ۲۰۷ ۔

۶۹۴ حدیث عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال دخل رسول اللہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاذا حبل ممدود بین الساریتین فقال

(مسجد میں) تشریف لائے تو دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہے دریافت فرمایا

ماھذا الحبل قالوا ھذا حبل لزینب فاذا فترت تعلقت فقال النبی

یہ کیسی رسی ہے تو لوگوں نے کہا یہ زینب کی رسی ہے جب تھک جاتی ہے تو اس سے لٹک جاتی ہے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا حلوہ لیصل احدکم نشاطہ فاذا

حکم دیا اسے کھول دو جب تک نشاط ہو نماز پڑھو جب تھک جاؤ

فتر فلیقعد عہ

تو بیٹھ جاؤ۔

اور عمر آئے۔ ابوبکر نے ڈول لیا۔ ایک یا دو ڈول نکالا۔ اور ان کے ڈول کھینچنے میں کچھ سستی ہے۔ اللہ انھیں معاف فرمائے۔ پھر ابوبکر کے ہاتھ سے ڈول عمر نے لیا، تو وہ بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے کسی ماہر تجربہ کار کو ان کی طرح کام کرتے نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو سیراب کر دیا۔

رہ گیا یہ سوال کہ جبکہ یہ ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔ پھر بلال کیسے پہنچ گئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت بلال خادم خاص تھے حیات مبارکہ میں آگے آگے چلتے تھے، اور کوئی عالیجاہ مخدوم کہیں بھی جاتا ہے تو اپنے خدم وحشم کے ساتھ جاتا ہے۔ خدم وحشم مخدوم کے تابع ہوتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جنت میں جائیں گے تو اسی شان سے جائیں گے کہ خادم خاص آگے آگے ہو۔ تابع حکم میں متبوع کے جزو ہے۔ اس کا داخلہ حقیقت میں متبوع کا داخلہ ہوتا ہے۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوال کا حاصل یہ ہوا کہ تمہارا وہ کون سا عمل ہے جس کے صلے میں تم جنت میں بھی اپنے اس خصوصی منصب پر فائز ہوگے۔ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنت [illegible] اعمال حسنہ کا صلہ ہے حالانکہ [illegible] دوسرا جواب یہ ہے کہ اعمال حسنہ موجب کرم ہیں اور ذریعے کا ذریعہ بھی ذریعہ ہے۔

۶۹۴ تشریح یہ زینب بنت جحش ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ جیسا کہ خطیب نے اپنے مبہمات میں ذکر کیا ہے اور علامہ کرمانی نے بھی یہی لکھا ہے۔ ابوداؤد[1] میں بطریق زیاد بن ایوب صرف زینب مذکور ہے بغیر نسبت کے۔ مگر بطریق ہارون بن عباد ازدی ہے کہ یہ ان کی بہن حمنہ بنت جحش تھیں۔ اور یہی مسند امام احمد[2] میں بھی ہے۔ اور اسی میں صفحہ ۱۰۱ پر صرف زینب بغیر نسبت کے ہے اور صفحہ ۲۰۴ پر فلانہ بغیر نام کے ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ شوق متعدد خواتین کو ہوا ہو۔

عہ التہجد باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ ص ۱۵۴۔ مسلم المسافرین۔ ابوداؤد صلوۃ۔ نسائی قیام اللیل۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوۃ۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۰۱۔ لہ بخاری ثانی الرؤیا۔ باب نزع الماء من البیر ص ۱۰۳۹۔ ۲ہ اول صلوۃ باب النعاس فی الصلوۃ ص ۱۸۷۔ ۳ہ جلد ثالث ص ۲۵۶، ۱۸۴۔

۶۹۵ حدیث حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ

اے عبد اللہ فلاں کے مثل نہ ہو جانا

يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ [ع]

جو رات میں قیام کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔

۶۹۶ حدیث سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ قُلْتُ

علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ تم رات بھر قیام کرتے ہو اور دن بھر

إِنِّي أَفْعَلُ ذٰلِكَ قَالَ فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ عَيْنُكَ وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ

روزہ رکھتے ہو کیا یہ صحیح ہے؟ میں نے عرض کیا حضور میں یہ کرتا ہوں تو فرمایا جب تم یہ کرو گے تو تمہاری آنکھ

وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا وَلِأَهْلِكَ حَقًّا فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ [ع]

کمزور ہو جائے گی اور تم تو کمزور ہو جاؤ گے، تمہاری ذات کا بھی حق ہے، تیرے اہل کا بھی حق ہے تو روزہ رکھو بھی اور نہ رکھو بھی اور نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی

۶۹۷ حدیث حَدَّثَنِي عُبَادَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

تشریحات ۶۹۵-۶۹۶ کتاب الصوم [illegible] مجھ سے [illegible] کہ تم ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور رات میں قیام کرتے ہو۔ تو میں نے عرض کیا۔ جی حضور۔ تو فرمایا۔ تم جب یہ کرو گے تو آنکھ کمزور ہو جائے گی اور جسم ناتواں ہو جائے گا۔ جس نے صوم دہر رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا۔ (ہر مہینے) تین دن کا روزہ صوم دہر ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا، تو صوم داؤد رکھو۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے۔ اور دشمن کا مقابلہ ہوتا تو منہ نہیں پھیرتے۔

تشریحات ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹ ہمارے یہاں فجر کی سنت، سنت مؤکدہ قریب واجب کے ہے۔ یہ بہ نسبت اور سنتوں کے زیادہ مؤکد ہے۔ حتیٰ کہ ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، فجر کی سنت مت چھوڑو اگرچہ تم کو دشمن کے گھوڑے روند ڈالیں۔ اس کو چاہیے ائمہ نے واجب اس وجہ سے

---

[۱] التہجد باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ ص ۱۵۴، مسلم الصوم، نسائی، ابن ماجہ صلوٰۃ۔ [۲] التہجد باب ص ۱۵۴، الصوم باب صوم داؤد علیہ السلام ص ۲۲۶، الانبیاء باب قول اللہ عزوجل آتینا داؤد زبورا ص ۴۸۵۔ مسلم صوم، ترمذی صوم، نسائی صوم، ابن ماجہ صوم۔ [۳] اول صلوٰۃ باب رکعتی الفجر ص ۱۲۹ ([illegible])

وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

کہ فرمایا جس کی رات میں آنکھ کھلی اور یہ پڑھا۔ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ

کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے

اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اَوْ دَعَا اُسْتُجِيْبَ

اور اللہ پاک ہے اور اللہ بہت بڑا ہے گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی طاقت اللہ ہی کی عطا سے ہے۔ اسکے بعد کہے۔ اللہ بخش دے

لَهٗ فَاِنْ تَوَضَّأَ قُبِلَتْ صَلٰوتُهٗ عہ

یا اور کوئی دعا کرے تو قبول ہوگی۔ پھر اگر وضو کرکے نماز پڑھے تو نماز بھی قبول ہوگی۔

حدیث ۶۹۸ اَخْبَرَنِي الْهَيْثَمُ بْنُ اَبِيْ سِنَانٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ہیثم بن ابی سنان نے خبر دی کہ انھوں نے سنا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی

عَنْهُ وَهُوَ يَقُصُّ فِيْ قَصَصِهٖ وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عنہ اپنے وعظ میں بیان کر رہے تھے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا تذکرہ کر رہے تھے

اِنَّ اَخًا لَكُمْ لَا يَقُوْلُ الرَّفَثَ يَعْنِيْ بِذٰلِكَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ رَوَاحَةَ — وَفِيْنَا

کہ فرمایا تمہارے بھائی (عبداللہ بن رواحہ) فحش بات (اشعار میں) نہیں کہتے۔ انھوں نے کہا

رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْ كِتَابَهٗ — اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِّنَ الْفَجْرِ سَاطِعٌ۔ اَرَانَا الْهُدٰى

اور ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔ جب مشہور و معروف فجر بلند ہوتی ہے۔ ہم کو گمراہی کے بعد

بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا۔ بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ۔ يَبِيْتُ يُجَافِيْ جَنْبَهٗ عَنْ

ہدایت دکھائی۔ ہمارے دل یہ یقین کر چکے ہیں کہ انھوں نے جو فرمایا صحیح ہے۔ رات میں اپنا پہلو اپنے بستر سے جدا

فِرَاشِهٖ۔ اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ عہ

رکھتے ہیں جب مشرکین بستر پر بھاری رہتے ہیں۔

نہیں فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حدیث مذکورہ میں اس کو بھی ذکر فرمایا۔ اور اسمیں کوئی نماز واجب نہیں اس لئے یہ بھی واجب نہیں۔

عہ التھجد۔ باب فضل من تعار من اللیل فصلی ص ۱۵۵۔ ابوداؤد ادب۔ ترمذی، دعوات، ابن ماجہ دعا۔

عہ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ باب ھجا المشرکین ص ۹۰۹

حدیث ۶۹۹

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت صلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم العشاء ثم صلى ثماني ركعات وركعتين جالسا وركعتين بين النداءين ولم يكن يدعهما ابدا عه

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشا پڑھتے پھر آٹھ رکعت پڑھتے۔ اور دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے اور دو رکعتیں دونوں ندا کے درمیان پڑھتے اور ان دونوں کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

حدیث ۷۰۰

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا صلى ركعتي الفجر اضطجع على شقه الايمن عه

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سنت پڑھ کر داہنی کروٹ لیٹ جایا کرتے تھے۔

حدیث ۷۰۱

عن عائشة رضي الله تعالى عنها ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذا صلى فان كنت مستيقظة حدثني والا اضطجع حتى يؤذن بالصلوة عه

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو اگر میں جاگتی رہتی تو مجھ سے بات کرتے ورنہ لیٹ جاتے یہاں تک کہ نماز کے لیے اذان ہوتی۔

تشریحات

۷۰۰ ۷۰۱ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فجر کی سنت کے بعد جب تک جماعت کا وقت نہ ہوتا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیٹا کرتے تھے۔ مگر یہ عمل دوامی نہیں تھا۔ مسند امام احمد میں ہے۔[1] ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھ کر کبھی کبھی لیٹ جایا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں خود امام بخاری کی ایک حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ کہ تہجد سے فارغ ہو کر لیٹے اور جب مؤذن آیا تو دو رکعت ہلکی پڑھی پھر باہر تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھی نیز مذکورہ دوسری حدیث سے بھی یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ عمل پابندی کے ساتھ نہ تھا۔ بلکہ جب ام المومنین جاگتی رہتیں تو بیٹھے ان سے باتیں کرتے۔ حدیث کے ظاہر سے یہی سمجھ میں آرہا ہے۔ اور یہی امام بخاری نے بھی سمجھا ہے۔ اسی لیے یہاں باب یہ قائم فرمایا جس نے گفتگو کی اور لیٹا نہیں۔ یہی ہمارا مذہب ہے کہ فجر کی سنت کے بعد لیٹنا واجب نہیں، اور نہ سنت موکدہ ہے۔ اگر کوئی تہجد کا عادی ہے تو وہ فجر کی سنت سے پہلے یا بعد میں لیٹ لے تاکہ تکان دور ہو جائے اور تازہ دم ہو کر انبساط کے ساتھ نماز فجر پڑھ سکے۔ صحابہ کرام میں حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسے بدعت کہتے تھے اور لوگوں کو سختی

عہ التہجد باب المداومۃ علی رکعتی الفجر ص ۱۵۵۔ ابوداود۔ نسائی۔ عہ التہجد باب الضجعۃ علی الشق الایمن بعد رکعتی الفجر ص ۱۵۵۔ مسلم۔ مسافرین۔ ابوداود۔ ترمذی۔

عہ التہجد باب من تحدث ولم یضطجع ص ۱۵۵ باب الحدیث بعد رکعتی الفجر ص ۱۵۶ مسلم۔ مسافرین۔ ابوداود۔

[1] جلد سادس ص ۱۲۱   ۵ہ اول الوتر باب اول ص ۱۳۵۔

۲۱۸ ت وَيُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ عَمَّارٍ وَأَبِي ذَرٍّ وَأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمْ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَعِكْرِمَةَ وَالزُّهْرِيِّ عه

نفل دو دو رکعت ہے۔ یہ حضرت عمار اور حضرت ابوذر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جابر بن زید اور عکرمہ اور زہری سے مروی ہے۔

۲۱۹ ت وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ مَا أَدْرَكْتُ فُقَهَاءَ أَرْضِنَا إِلَّا يُسَلِّمُونَ فِي كُلِّ اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ عه

اور یحییٰ بن سعید انصاری نے کہا میں نے اپنی سرزمین کے فقہاء میں سے کسی کو ایسا نہ پایا جو دن میں ہر دو رکعت پر سلام نہ پھیر دیتے ہوں۔

تشریحات

۲۱۸ ذالک کا اشارہ باب کی طرف ہے یعنی نفل دو دو رکعت ہے۔ باب کا اطلاق رات اور دن دونوں کی نوافل کو شامل ہے۔

چھ حضرات مذکور ہیں۔ ان میں سے تین پہلے والے صحابی ہیں اور تین بعد والے تابعی۔ حضرت عمار کی تعلیق کو طبرانی نے کبیر میں ان الفاظ میں روایت کیا۔ حضرت عمار نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے اور رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ مگر اس کے راویوں میں ربیع بن بدر ضعیف ہے۔ ہاں ابن ابی شیبہ نے حضرت عمار کے بارے میں روایت کیا کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور دو رکعت مختصر پڑھی۔ اسی طرح اسی میں حضرت ابوذر کے بارے میں بھی ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور ایک ستون کے پاس آئے اور دو رکعت پڑھی۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیق مفصل — باب ھل یصلی الامام بمن حضر میں گزر چکی ہے لہ جس کے آخر میں ہے۔ پھر حضور نے دو رکعتیں پڑھیں۔ رہ گئے جابر بن زید اور عکرمہ اور زہری۔ تو علامہ عینی نے فرمایا۔ ان میں سے صرف عکرمہ کے بارے میں ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں یہ روایت کیا ہے کہ وہ مسجد میں آئے اور دو رکعت پڑھی۔ ان تعلیقات سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے۔ صرف دو رکعت نماز پڑھنا صحیح ہے۔ اگر امام بخاری کا مقصد یہی ہے تو باب ثابت۔ لیکن اگر امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نفل نماز دو رکعت سے زائد پڑھنا درست نہیں۔ تو یہ ان تعلیقات سے ثابت نہیں۔

تشریح

۲۱۹ یحییٰ بن سعید انصاری۔ تابعین میں سے ہیں۔ یہ مدینے کے قاضی تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی اور ان سے کبار تابعین نے جن میں سب سے اقدم ابوجعفر منصور عراقی ہیں۔ ان کو ہاشمیہ کی قضا سپرد ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ بغداد کے بھی قاضی تھے۔ ۱۴۲ھ میں وصال فرمایا۔

ہماری سرزمین سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔ ان کے زمانے میں وہاں فقہاء یہ تھے۔ زہری، نافع، سعید بن مسیب، عبدالرحمن بن قاسم بن محمد ابوبکر صدیق، امام جعفر صادق، ربیعہ بن عبدالرحمن بن ہرمز وغیرہ۔ اس تعلیق میں بھی وہی تفصیل ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

عه التہجد، باب ماجاء فی التطوع مثنیٰ مثنیٰ ص ۱۵۵ ۔ عه التہجد۔ باب ماجاء فی التطوع مثنیٰ مثنیٰ ص ۱۵۵

لہ بخاری اول اذان باب ھل یصلی الامام بمن حضر ص ۹۲

حدیث ۷۰۲ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ

تمام کاموں میں استخارہ کی تعلیم دیتے تھے جیسے قرآن کی سورہ کی تعلیم دیتے تھے فرماتے تھے

مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ يَقُوْلُ اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ

جب کسی کام کا پختہ ارادہ کرلو تو دو رکعت نماز پڑھو فرض نہیں نفل

ثُمَّ لْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْاَلُكَ

پھر یہ عرض کرو اے اللہ میں تیرے علم سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قوت چاہتا ہوں اور

مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں اسلئے کہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں نہیں رکھتا تو جانتا ہے میں نہیں جانتا

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ

اور تو غیبوں کا جاننے والا ہے اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین میرے معاش اور میرے انجام میں بہتر ہے

اَمْرِيْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَ

یا فرمایا کہ ابھی یا آئندہ تو اسے میرے لئے مقدر فرما اور اسے میرے لئے آسان فرما پھر اس میں میرے لئے برکت عطا فرما

اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ قَالَ

اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین میرے معاش اور میرے انجام میں برا ہے یا فرمایا

تشریحات ۷۰۲ مسند امام احمد میں ہذا الامر کے بعد ہے کہ اپنی حاجت کا نام لے۔ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ ہو تو استخارہ کی نماز مستحب ہے۔ بشرطیکہ وہ عبادات نہ ہوں یا منہیات نہ ہوں۔ اس لئے کہ عبادات کی ادائیگی اور منہیات سے اجتناب مطلقا خیر ہے ہاں یہ جائز ہے کہ کسی عبادت غیر موقت کے وقت کے بارے میں استخارہ کیا جائے۔ مثلاً حج، جہاد کے بارے میں یہ کیا جائے کہ امسال کروں یا نہ کروں۔ یا کسی سرکش با اقتدار کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے بارے میں استخارہ کیا جائے۔ چھوٹا کام ہو یا بڑا سب کیلئے استخارہ مستحب ہے۔ کبھی کبھی چھوٹی چھوٹی باتیں بڑے حوادث و نقصانات کا سبب بن جاتی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ استخارہ متعدد بار کرے۔ ایک حدیث ضعیف میں سات بار کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو تین بار دعا فرماتے اس سے تین بار پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ نماز استخارہ کی پہلی رکعت میں قل یاایہا الکافرون اور دوسری میں قل ہو اللہ احد پڑھے، امام غزالی نے بھی احیاء العلوم میں یہ لکھا ہے، اگرچہ یہ تعیین کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ نماز استخارہ دو رکعت سے زائد بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

لہ مسلم ثانی الجهاد باب ما لقی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اذی المشرکین ص ۱۰۸

فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ
ابھی یا آئندہ تو اسے مجھ سے پھیر دے۔ اور مجھے اس سے پھیر دے اور بھلائی جہاں کہیں ہو میرے لئے مقدر فرما۔

حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ قَالَ وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ۔ عہ
پھر مجھے اس پر راضی کر دے۔ اور اپنی حاجت بیان کرے۔

حدیث ۷۰۳ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ تَعَاهُدًا مِنْهُ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ عہ
نفل پر فجر کی دو رکعتوں سے زیادہ سخت پابندی نہیں فرماتے تھے۔

حدیث ۷۰۴ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ
وسلم رات میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے پھر جب اذان سنتے تو

النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ سه
مختصر دو رکعتیں پڑھتے۔

کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ثم صل ما کتب اللہ لک پھر اللہ نے جتنا مقدر میں لکھا ہے اتنی نماز پڑھ۔ استخارہ کرنے کے بعد جس پر دل جمے وہ کرے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر خواب میں سپید یا سبز رنگ دیکھے تو کرے اور اگر سرخ یا سیاہ دیکھے تو نہ کرے۔

حدیث میں جو دعا آئی ہے اس میں ایک جگہ ان هذا الامر ہے۔ یہاں اپنی ضرورت ذکر کرے۔ آگے ہے فی عاقبۃ امری او قال عاجل امری وآجلہ۔ یہاں کسی راوی سے شک ہو گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فی عاقبۃ امری فرمایا تھا یا اس کی جگہ عاجل امری وآجلہ فرمایا تھا یہاں بہتر یہ ہے کہ دونوں پڑھے۔ یعنی فی عاقبۃ امری و عاجل امری وآجلہ۔

تشریح ۷۰۳ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فجر کی سنت کو نوافل میں شمار کیا۔ یہ دلیل ہے کہ یہ واجب نہیں، سنت ہے۔

تشریحات ۷۰۴ یہاں پر باب ہے ما یقرأ فی رکعتی الفجر۔ فجر کی دو رکعتوں میں کیا پڑھے؟ اس حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ما کبھی صفت کے بارے میں سوال کے لئے آتا ہے۔ اب باب کا مطلب یہ ہوا۔

عہ التہجد۔ باب صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ ص ۱۵۵۔ ثانی الدعوات۔ باب الدعاء عند الاستخارۃ ص ۹۴۴۔ التوحید باب قولہ ھو القادر ص ۱۰۹۹۔ ابوداؤد صلوٰۃ ترمذی وتر، نسائی نکاح۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ، مسند امام احمد جلد ثالث ص ۳۴۴۔
عہ التہجد باب تعاهد رکعتی الفجر ص ۱۵۶ ابوداؤد، نسائی، مسلم۔ سه التہجد باب ما یقرأ فی رکعتی الفجر ص ۱۵۶۔ ابوداؤد صلوٰۃ۔ نسائی۔ له بہار شریعت چہارم ص ۲۷۔

۷۰۵ حدیث
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى إِنِّي
نماز صبح سے پہلی والی دو رکعتیں مختصر پڑھتے تھے اتنی کہ میں کہتی ام القرآن
لَأَقُوْلُ هَلْ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ ؏
سورہ فاتحہ بھی پڑھی یا نہیں

۷۰۶ حدیث
عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَحَدَّثَتْنِي أُخْتِي حَفْصَةُ أَنَّ النَّبِيَّ
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ اور مجھ سے میری بہن
صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَكَانَتْ
ام المومنین حضرت حفصہ نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر طلوع
سَاعَةً لَا أَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا ؏
ہونے کے بعد دو مختصر رکعتیں پڑھتے تھے اور یہ وہ وقت تھا کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں جاتا نہیں تھا۔

۲۲۰ ت
وَقَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ
اور ابن ابی الزناد نے بروایت موسیٰ بن عقبہ عن نافع یہ کہا۔ عشاء کے بعد اپنے اہل میں

فجر کی رکعتوں میں قرأت کی صفت کیا ہے، طویل یا قصیر۔ ام المومنین نے فرمایا۔ خفیف یعنی مختصر دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ مختصر قرأت کرے۔ حضرت ابن مسعود حضرت ابن عمر حضرت انس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ کہ اس کی پہلی رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ پڑھا کرتے تھے۔ بعض اور آیتوں کا پڑھنا بھی مروی ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز تہجد دس رکعت بھی پڑھی ہے۔

تشریحات ۷۰۵، ۷۰۶
یہ باب الجمعہ میں گزری ہوئی حدیث نمبر ۵۸۶ کا حصہ ہے۔ ابتدائی حصہ یہ ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا میں نے ظہر سے پہلے ظہر کے بعد اور مغرب کے بعد اور عشاء کے بعد اور جمعے کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دو دو رکعتیں پڑھیں اس پر پورا کلام گزر چکا ہے ناظرین حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح ۲۲۰
اس تعلیق کی توجیہ میں شارحین کے تین قول ہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس حدیث کے ابتدائی حصے میں ایک جگہ ہے۔ وسجدتین بعد العشاء یہاں اخیر میں اسی روایت میں فی اهله زائد ہے۔ اس کا دو مطلب ہے ایک یہ کہ

؏ التهجد باب ما يقرأ في ركعتي الفجر ص ۱۵۶ مسلم صلوة المسافرين - ابوداؤد صلوة - ترمذي صلوة - نسائي افتتاح - قيام الليل، موطا امام مالك صلوة الليل - مسند امام احمد سادس ص ۴۰ - ۱۶۴ ؏ التهجد باب التطوع بعد المكتوبة ص ۱۵۷، باب الركعتين قبل الظهر ص ۱۵۷ - ٥ باب التطوع بعد المكتوبة ص ۱۵۶ -

۷۰۷ حدیث

عَنْ مُوَرِّقٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ اَتُصَلِّي الضُّحٰى قَالَ لَا۔ قُلْتُ فَعُمَرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَاَبُوْ بَكْرٍ قَالَ لَا قُلْتُ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِخَالُهُ۔ [۴۹]

مورق نے کہا میں نے حضرت ابن عمر سے نماز چاشت کے بارے میں پوچھا کہ آپ پڑھتے ہیں تو فرمایا نہیں میں نے پوچھا حضرت عمر پڑھتے تھے، فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا حضرت ابو بکر؟ تو فرمایا نہیں میں نے پوچھا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرمایا میں نہیں گمان کرتا کہ وہ پڑھتے ہوں گے۔

۷۰۸ حدیث

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثٍ لَا اَدَعُهُنَّ حَتّٰى اَمُوْتَ صَوْمِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے خلیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے میں ان کو مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا ہر مہینے میں تین دن کا روزہ

یہ تمام سنتیں اپنے اہل میں آکر پڑھتے تھے۔ اور یہی ظاہر۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ عشاء کے بعد والی دو رکعت اپنے اہل میں آکر پڑھتے تھے علامہ عینی نے فرمایا کہ اس حدیث کے ابتدائی جز کے اخیر میں ہے۔ فاما المغرب والعشاء ففی بیتہ۔ مغرب اور عشاء کی سنتیں گھر میں پڑھتے تھے۔ ففی بیتہ کے بعد ہے۔ بعد العشاء فی اہلہ، علامہ خطیب قسطلانی نے فرمایا۔ کہ ففی بیتہ کی جگہ فی اہلہ ہے۔

۷۰۷ تشریحات

یہاں عنوان ہے۔ سفر میں نماز چاشت۔ اور حدیث میں مطلقاً نفی مذکور ہے۔ سفر یا حضر کی تقیید نہیں۔ اس کے عموم سے سفر میں نفی پر استدلال ہو سکتا تھا کہ نہ سفر میں ہے نہ حضر میں۔ علامہ قسطلانی نے کہا کہ چونکہ نماز چاشت کے بارے میں روایات متعارض ہیں۔ امام بخاری نے ان سب میں تطبیق دینے کے لئے باب باندھا ہے کہ نفی کی روایات سفر پر محمول ہیں اور اثبات کی حضر پر۔ مگر اس کے بعد ہی حضرت ام ہانی کی حدیث آرہی ہے۔ جسمیں نماز چاشت کا ذکر ہے۔ اور وہ فتح مکہ کے موقع پر حالت سفر میں حضور نے پڑھی تھی۔ تطبیق کی صورت وہی ہے جو حدیث ۶۷۸ کے ضمن میں گزر چکی۔

۷۰۸ تشریحات

یہاں باب کا عنوان ہے۔ حضر میں نماز چاشت کا بیان۔ اس پر استدلال حدیث کے ان الفاظ سے ہو رہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں ان کو مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا۔ اس میں حضر بھی داخل ہے۔ ہر مہینے میں تین دن سے مراد، ایام بیض کے روزے ہیں۔ یعنی تیرہ چودہ پندرہ۔ یہاں بخاری کی روایت میں نماز چاشت کی رکعتیں مذکور نہیں مگر مسلم[۵۱] میں ورکعتی الضحی ہے۔ یعنی چاشت کی دو رکعتیں۔ نیز مسلم[۵۲] ہی میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار رکعت پڑھتے اور جو چاہتے زیادہ کرتے، حضرت ام[۵۳] ہانی کی حدیث میں آٹھ رکعتیں مذکور ہیں۔ سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا خاص حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے حکم فرمایا۔ کیونکہ سونے میں اس کا اندیشہ

---

۴۹ التہجد، باب صلوۃ الضحی فی السفر ص ۱۵۷۔ ۵۱ اول صلوۃ المسافرین باب استحباب صلوۃ الضحی ص ۲۵۰

۵۲ اول صلوۃ المسافرین باب صلوۃ الضحی ص ۲۴۹ ۵۳ نزہۃ القاری جلد دوم ص ۱۹۹ تا ۲۰۲۔

[illegible] شہر وصلوٰۃ الضحیٰ ونوم علیٰ وتر۔ ـــه

[illegible] نماز چاشت اور وتر پڑھ کر سونا۔

حدیث ۷۰۹ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہے کہ کہیں قضا نہ ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنھیں یہ اعتماد نہ ہو کہ اخیر شب میں اٹھ سکیں گے انھیں ضروری ہے کہ وتر سونے سے پہلے پڑھ
میں اور جنھیں اعتماد ہو کہ اٹھ سکیں گے انھیں افضل یہ ہے کہ رات میں تہجد کے بعد پڑھیں۔

کتاب الصوم میں امام بخاری نے اس حدیث پر یہ باب قائم فرمایا ہے۔ صیام بیض۔ تیرہ، چودہ، پندرہ کو ہے۔ اس حدیث میں کسی
ماہ کی تعیین نہیں۔ پھر اس سے ایام بیض کے روزے مراد لینا اور ایام بیض سے مذکورہ بالا تواریخ متعین کرنا کیسے درست ہے۔
یہ بار بار گزر چکا کہ امام بخاری کی عادت ہے کہ باب کے ضمن میں جو حدیث لاتے ہیں اس سے باب کی مطابقت نہیں ہوتی مگر وہی حدیث
کسی اور طریقے سے کہیں مذکور ہوتی ہے اس میں باب کے مناسب کلمات ہوتے ہیں چنانچہ اسی حدیث کو امام ابو محمد بن عبداللہ بن عطا ابراہیمی نے
ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ سونے سے پہلے وتر کی۔ اور دو
رکعت نماز چاشت پڑھنے کی اور ہر مہینے تین دن روزہ رکھنے کی، تیرہ، چودہ، پندرہ اور یہ بیض ہیں۔[1] یعنی روشن دن۔ اسلئے کہ دوسرے دنوں
کی طرح ان کے دنوں میں روشنی ہوتی ہی ہے۔ راتوں میں بھی رات بھر چاندنی رہتی ہے اسی لحاظ سے یہ ایام کی صفت ہیں۔[2] ایام سے مراد دن
اور رات دونوں کا مجموعہ ہے۔

ان ایام کے علاوہ اور بھی تین دن ہر مہینے روزے کے فضائل آئے ہیں۔ ان سب کو سامنے رکھتے ہوئے، اس سلسلے میں دس[3] اقوال ہیں۔
(۱) ہر مہینے میں غیر معین تین دن کے روزے۔ اور تعیین مکروہ ہے۔ یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے (۲) ہر مہینے تیرہ چودہ پندرہ کے روزے
یہ اکثر اہل علم کا قول ہے، اور یہی حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابن مسعود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے نیز اکثر تابعین اور
امام شافعی اور امام اعظم ان کے صاحبین امام احمد امام اسحٰق کا بھی (۳) بارہ تیرہ چودہ کے روزے (۴) ہر مہینے کے ابتدائی تین دنوں کے روزے
جنھیں ایام غر کہتے ہیں۔ یہ امام حسن بصری کا مذہب ہے۔ (۵) ہر مہینے کے پہلے شنبہ یکشنبہ دوشنبہ پھر اس کے بعد والے مہینے میں پہلے
سہ شنبہ چہارشنبہ پنجشنبہ کے روزے۔ یہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مذہب ہے۔ (۶) ہر مہینے کے آخری تین دن
کے روزے جنھیں ایام سود کہتے ہیں۔ یہ ابراہیم نخعی کا مختار ہے۔ (۷) پہلے دوشنبے پنجشنبے اور پھر دوسرے دوشنبے کے روزے (۸)
ہر مہینے کی پہلی، دسویں، بیسویں کے روزے، یہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے (۹) ہر مہینے کی پہلی، گیارہویں، بیسویں
کے روزے۔ یہ ابو اسحٰق بن شعبان مالکی کا مختار ہے۔ (۱۰) پہلے پنجشنبہ پھر اس کے بعد والے دوشنبہ پھر اس کے بعد والے دوشنبہ کے
روزے۔[3]

تشریحات ۷۰۹ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے۔ ام المومنین فرماتی ہیں
کہ چار رکعت۔ ترجیح اسی کو ہے۔ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ اکثر اقل کا منافی نہیں پھر اس کا بھی احتمال ہے کہ ظہر سے

عہ التہجد باب صلوٰۃ الضحیٰ فی الحضر ص ۱۵۷، الصوم۔ باب صیام البیض ثلث عشرۃ واربع عشرۃ وخمس عشرۃ ص ۲۶۶ مسلم نسائی صلوٰۃ
[1] عمدۃ القاری۔ الحادی عشر ص ۹ [2] فتح الباری۔ رابع ص ۱۹۶ [3] ایضاً ص ۱۹۸

كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ [ع۵]

ظہر سے پہلے چار اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں نہیں چھوڑتے تھے۔

حدیث ۷۱۰ سَمِعْتُ مَرْثَدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيَّ قَالَ أَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ

مرثد بن عبد اللہ یزنی نے کہا میں عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الْجُهَنِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقُلْتُ أَلَا أُعْجِبُكَ مِنْ أَبِي تَمِيمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ

کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا آپ کو ابو تمیم کی یہ بات تعجب میں نہیں ڈالتی کہ

قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں تو حضرت عقبہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [ہ ہ]

پہلے چار رکعت گھر کے اندر پڑھتے ہوں جیسا کہ مسند امام احمد[۱] اور ابو داؤد میں ہے کہ چار رکعت گھر میں پڑھتے تھے۔ جنھیں ام المومنین ملاحظہ فرماتی ہوں، اور دو رکعت مسجد میں تشریف لاکر پڑھتے ہوں جنھیں حضرت ابن عمر نے دیکھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دو رکعت تحیۃ المسجد ہو۔ پوری بحث ہو چکی ہے۔ اس حدیث پر باب ہے ظہر سے پہلے دو رکعت اور حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ظہر سے پہلے چار رکعت مذکور ہے۔ اس کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔

تشریحات ۷۱۰ مغرب سے قبل نفل ہے یا نہیں اس کی پوری بحث گزر چکی ہے جو لوگ اسے مشروع مانتے ہیں وہ بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہی پڑھے جو طہارت وضو وغیرہ کے ساتھ ہو تاکہ مغرب کی نماز اول وقت پڑھ سکے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کی نماز ہر موسم میں اول وقت پڑھنا مستحب ہے۔ احناف کے یہاں مغرب سے پہلے کوئی نفل نہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ امام طاؤس نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو نہیں دیکھا کہ اسے پڑھتا ہو۔[۲] نیز طبرانی[۳] نے مسند شامیین میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج سے دریافت کیا۔ آیا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو سب نے فرمایا، ہم نے نہیں دیکھا۔ ہاں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ایک بار میرے یہاں حضور نے پڑھا۔ جب میں نے پوچھا یہ کون سی نماز ہے تو فرمایا، عصر کے پہلے کی سنت نہیں پڑھ سکا تھا انھیں پڑھا ہے۔ نیز حضرت ابراہیم نخعی[۴] نے فرمایا کہ یہ نماز نہ حضور نے پڑھی ہے نہ ابو بکر نے نہ عمر نے نہ عثمان نے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ بدعت ہے۔ کوفے میں خیار صحابہ حضرت علی، حضرت ابن مسعود حضرت ابو مسعود حضرت عمار حضرت [illegible] رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔ ان میں سے کوئی مغرب سے پہلے یہ نماز نہیں پڑھتا تھا۔

اور یہ کہنا کہ بخاری کی روایت کو ان روایات پر ترجیح ہے۔ درست نہیں۔ جیسا کہ ہمارے علما نے دلائل قاہرہ سے اسے ثابت فرمایا خصوصاً امام ابن ہمام[۵] نے اس مسئلہ پر بحث فرماتے ہوئے لکھا ہے۔

[ع۵] التہجد باب الرکعتین قبل الظہر ص ۱۵۷، ابو داؤد۔ نسائی۔ [۱] فتح الباری ثالث ص ۴۸ [۲] ابو داؤد اول باب الصلوٰۃ قبل المغرب ص ۱۸۲ [۵] فتح القدیر اول ص ۳۸۸ لکھنؤ [۳] ایضاً عمدۃ القاری سابع ص ۲۳۶

تعالیٰ علیہ وسلم قلت فما یمنعک الآن قال الشغل ع۵
کے زمانے میں ہم سے پڑھتے تھے میں نے عرض کیا اب کیا چیز روکتی ہے تو فرمایا مشغولیت۔

اگر بخاری میں مروی حضرت انس کی یہ حدیث صحیح ہوتی کہ اذان ہوتے ہی لوگ تیزی سے ستونوں کی طرف بڑھتے۔ اتنی کثرت سے لوگ نماز پڑھتے کہ ایک اجنبی یہ خیال کرتا کہ جماعت ہو چکی ہے۔ تو حضرت ابن عمر اور عامہ صحابہ کرام حتی کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہاں تک کہ ازواج مطہرات سے بات پوشیدہ رہتی۔ اور حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم اس پر عمل نہ کرتے بلکہ عامہ صحابہ سے چھپ چھپے نیز دارقطنی اور بیہقی[1] نے حبان بن عبید اللہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب کے سوا ہر دو اذان یعنی اذان و اقامت کے مابین نماز ہے۔ ابن شاہین[2] نے کہا کہ اس حدیث سے قبل مغرب کی نماز منسوخ ہے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس لئے کہ اس کا ایک راوی حبان۔ کذاب ہے۔ مگر ان کا یہ کہنا اشتباہ کی بنا پر ہے۔ اس لئے کہ حبان دو ہیں۔ ایک ابن عبداللہ، دوسرے ابن عبید اللہ۔ کذاب ابن عبداللہ ہے۔ اور ابن عبید اللہ ثقہ ہیں۔ جیسا کہ علامہ بیہقی نے لکھا ہے۔

نیز بخاری کی حضرت انس والی حدیث سے بھی اس کا استحباب ثابت نہیں ہوتا، اس میں یہ ہے: قام ناس من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ صحابہ میں سے کچھ حضرات ستونوں کی طرف بڑھتے اور نماز پڑھتے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ تمام صحابہ نہیں پڑھتے تھے، کچھ حضرات پڑھتے تھے۔ آگے ہے: حتی یخرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ اذان کے بعد صحابہ کرام میں سے کچھ حضرات نے یہ سوچا کہ بیکار رہنے سے بہتر ہے کہ جب تک حضور باہر تشریف لائیں نماز ہی پڑھ لیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ نماز منجانب شرع مقرر نہیں تھی۔ ورنہ تمام صحابہ کرام پڑھتے جبکہ اس کا موقع تھا۔ جو لوگ پڑھتے تھے وہ وقت کو اہم عبادات میں مصروف کرنے کے لئے پڑھتے تھے۔ اور یہی ہم بھی کہتے ہیں کہ اس وقت نفل شروع نہیں۔ اگر کوئی مختصر پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں، جیسا کہ امام ابن ہمام[3] نے فرمایا ہے۔

قبل عصر عصر کے قبل بھی چار رکعت نفل مشروع ہے۔ امام احمد[4] نے اپنے مسند میں اور ترمذی[5] نے اپنی جامع میں ابوداؤد[6] نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھ لے۔ نیز امام ترمذی[7] اور امام نسائی[8] نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے مگر چونکہ یہ دونوں حدیثیں امام بخاری کی شرط پر نہیں اس لئے انہیں ذکر نہیں فرمایا۔

ع۵ التہجد باب الصلوۃ قبل المغرب ص ۱۵۸ مسند امام احمد رابع ص ۱۵۵

۱ فتح القدیر ص ۱۸۸ لکھنؤ ۲ عمدۃ القاری سابع ص ۲۴۶ ۳ فتح القدیر ص ۱۸۸ لکھنؤ

۴ جلد ثانی ص ۱۱۷ ۵ اول الصلوۃ باب ماجاء فی الاربع قبل العصر ص ۵۸

۶ اول صلوۃ باب الصلوۃ قبل العصر ص ۱۸۰ ۷ اول۔ صلوۃ، باب ماجاء فی الاربع قبل العصر ص ۵۸

۸ اول۔ باب الصلوۃ قبل العصر ص ۱۴۰۔

حدیث ۱۱۷

قَالَ مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا فِيهِمْ أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ

حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے یہ حدیث ان لوگوں کے سامنے بیان کی جن میں

صَاحِبُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَتِهِ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيهَا

حضرت ابوایوب انصاری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی موجود تھے اس غزوہ میں جس میں انھوں نے

وَيَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ بِأَرْضِ الرُّومِ فَأَنْكَرَهَا عَلَيَّ أَبُو أَيُّوبَ قَالَ وَاللهِ

وفات پائی تھی اور ان پر یزید بن معاویہ امیر تھا سرزمین روم میں۔ تو حضرت ابوایوب نے اس کا انکار فرمایا اور کہا

تشریحات ۱۱۷

یہ جلد ثانی صفحہ ۷۰۶-۱۵۴ پر گذری ہوئی حدیث ۲۹۴ کا تتمہ ہے۔ جیسے یہاں بھی امام بخاری نے پوری تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شک کی بنیاد یہ ہے۔ کہ اس کے آخر میں یہ ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے اسے جہنم پر حرام فرمایا ہے جس نے اللہ کی رضا کے لئے لاالہ الا اللہ کہا۔ اس سے بظاہر یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مومنین میں جو فساق و فجار ہیں وہ جہنم میں نہیں جائیں گے۔ یہ بہت سی آیات واحادیث کے خلاف ہے۔ اس لئے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار فرما دیا حضرت محمود بن ربیع نے یہ خیال کرکے کہ شاید مجھ سے سننے میں یا یاد رکھنے میں غلطی ہوگئی ہو۔ دوبارہ حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اطمینان فرما لیا کہ میں نے جو یاد رکھا تھا وہ صحیح ہے۔

وَيَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ عام طور پر مشہور ہے کہ یہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ تھا۔ اس کی وجہ سے ایک اشکال یہ پیدا ہوگیا کہ اس لشکر کا سپہ سالار یزید تھا یا کم از کم اس میں شریک ضرور تھا۔ اور خود بخاری کتاب الجہاد[1] میں یہ حدیث ہے۔ اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لہ۔ میری امت کا جو پہلا لشکر قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا اسے بخش دیا جائے گا۔ اس لشکر میں یزید شریک تھا اس لئے ثابت کہ وہ بخشا بخشایا ہے۔ حتیٰ کہ مہلب جیسے عظیم محدث بھی اس رو میں بہ گئے۔ اگرچہ مہلب کی اس نکتہ آفرینی کا جملہ محدثین نے رد کیا ہے، جو فتح الباری، عمدۃ القاری، قسطلانی وغیرہ دیکھنے والوں کو معلوم ہے۔ ہم نے اپنے مضامین میں اس پر بہت کچھ لکھا ہے۔ جو پاسبان کے مخصوص نمبر "کربلا کا مسافر" میں مقالات امجدی میں چھپ چکا ہے۔

حضرت علامہ الحاج مبین الدین امروہوی دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنے رسالہ مبارکہ شہید معظم میں اس پر بحث کا نیا رخ اختیار فرمایا ہے اسی کی روشنی میں ہم اب ایک نئے سرے سے اس بحث کو ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں

یہاں بنیادی طور پر دو باتیں غور طلب ہیں۔ اس حدیث میں قسطنطنیہ کا نام نہیں۔ مدینہ قیصر ہے یعنی قیصر کے شہر۔ مدینہ قیصر کا ترجمہ یا مطلب کسی لغت میں قسطنطنیہ نہیں۔ پھر محدثین نے اس سے قسطنطنیہ کیسے مراد لے لیا۔ یہ لاینحل معمہ ہے۔ قیصر کے حدود سلطنت کا کوئی بھی شہر مدینہ قیصر ہوسکتا ہے۔ اب آیئے دیکھئے کہ قیصر کے شہر پر پہلا حملہ کب ہوا۔

تاریخ و سیر کا ادنیٰ واقف کار جانتا ہے کہ قیصر کے شہر پر پہلا حملہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک ۸ھ جمادی الاولیٰ میں ہوا۔ جس کا نام غزوہ مُوتہ ہے۔ اب اس بشارت کے مستحق غزوہ موتہ کے شرکا ہیں۔ اور اگر "مدینہ قیصر"

---

[1] باب ما قیل فی قتال الروم ص ۴۱۰

مَا اَظُنُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتَ قَطُّ فَکَبُرَ ذٰلِکَ

میں یہ گمان نہیں کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا ہوگا جو تم نے کہا۔ یہ بات مجھ پر بہت

عَلَیَّ فَجَعَلْتُ لِلّٰہِ عَلَیَّ اِنْ سَلَّمَنِیْ حَتّٰی اَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِیْ اَنْ اَسْئَلَ عَنْھَا

گراں گزری اور میں نے اللہ کے لئے عہد کر لیا کہ اگر اللہ نے مجھے سلامت رکھا یہاں تک کہ میں اس جنگ سے

عِتْبَانَ بْنَ مَالِکٍ اِنْ وَجَدْتُّہٗ حَیًّا فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِہٖ فَقَفَلْتُ فَاَھْلَلْتُ بِحَجَّۃٍ اَوْ بِعُمْرَۃٍ

لوٹوں تو حضرت عتبان سے ان کی قوم کی مسجد میں پوچھونگا اگر ان کو زندہ پاؤں گا تو۔ میں لوٹا اور حج یا عمرے کا

سے اس کا دار السلطنت مراد لیا جائے تو جس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا اس وقت قیصر کا دار السلطنت حمص تھا۔ جو عہد فاروقی ۱۶ھ سنہ میں فتح ہوا۔ اب اس بشارت کے مورد ہنا حمص ہیں۔

دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ اگر کسی کو ضد ہو کہ مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہی ہے تو اگرچہ ضد کا کوئی علاج نہیں مگر حضرت امام عالیمقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے کہ خاص اس ضد کا علاج موجود ہے۔ حدیث کی یہ بشارت اس لشکر کے لئے جو سب سے پہلے مدینہ قیصر پر حملہ کرے گا اور جس لشکر میں یزید شریک تھا۔ وہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا پہلا لشکر نہیں تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یزید جس لشکر کا امیر تھا وہ ۵۰ سنہ ھ یا اس کے بعد ۵۲ سنہ ھ میں قسطنطنیہ پر گیا تھا۔ اس کے پہلے قسطنطنیہ پر چار بار حملہ ہو چکا تھا۔ پہلی بار ۳۲ سنہ ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں۔ حضرت معاویہ کی سربراہی میں حملہ ہوا تھا۔ البدایہ والنہایہ[1] میں ہے:

ثم دخلت سنة ثنتين وثلاثين وفيها غزا معاوية بلاد الروم حتى بلغ المضيق، مضيق قسطنطنية

۳۲ سنہ ھ میں معاویہ نے بلاد روم میں جنگ کی یہاں تک کہ قسطنطنیہ کی گھاٹی تک پہنچ گئے۔

دوسری بار ۴۳ سنہ ھ میں بسر بن ابی ارطاۃ[2] کی سرکردگی میں اور تیسری بار ۴۴ سنہ ھ میں، چوتھی بار ۴۶ سنہ ھ میں عبد الرحمن بن خالد بن ولید سیف اللہ کی سرکردگی میں، اسی میں ہے:

سنة ثلث واربعين فيها غزا بسر بن ابی ارطاة بلاد الروم فوقع فيها حتى بلغ مدينة قسطنطنيه

۴۳ سنہ ھ میں بسر بن ارطاۃ نے بلاد روم میں جنگ کی بڑھتے گئے یہاں تک کہ شہر قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔

سنة اربع واربعين فيها غزا عبد الرحمن بن خالد بن الوليد بلاد الروم ومعه المسلمون[3]

۴۴ سنہ ھ میں عبد الرحمن بن خالد نے بلاد روم میں جہاد کیا اور ان کے ساتھ بہت سے مسلمان تھے۔

سنة ست واربعين فيها شتى المسلمون ببلاد الروم مع اميرهم عبد الرحمن بن خالد ـ وقيل كان اميرهم غيره[4]

۴۶ سنہ ھ میں مسلمانوں نے اپنے امیر عبد الرحمن بن خالد کے ساتھ بلاد روم میں جہاد کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ امیر کوئی اور تھا۔

۴۳ سنہ ھ میں بسر بن ابو ارطاۃ نے جو جنگ کی اس کے بارے میں تصریح ہے کہ وہ قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔ بدایہ نہایہ میں مذکور نہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن سیف اللہ قسطنطنیہ تک پہنچے مگر بدایہ اور نہایہ سے بدرجہا راجح کتاب ابو داؤد[5] میں ہے کہ یہ قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچ گئے

[1] جلد سابع ص ۱۵۹ [2] ایضا ثامن ص ۲۲ [3] ایضا ص ۲۷ [4] ایضا ص ۳۰ [5] اول الجہاد باب فی قولہ عزوجل ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ص ۳۴۰۔

ثُمَّ سِرْتُ حَتّٰی قَدِمْتُ الْمَدِیْنَةَ فَاَتَیْتُ بَنِیْ سَالِمٍ فَاِذَا عِتْبَانُ شَیْخٌ اَعْمٰی

احرام باندھا اور مدینہ آیا پھر بنی سالم کے محلے میں آیا تو دیکھا کہ عتبان بوڑھے نابینا ہیں

یُصَلِّیْ لِقَوْمِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوةِ سَلَّمْتُ عَلَیْهِ وَاَخْبَرْتُهٗ مَنْ اَنَا ثُمَّ سَاَلْتُهٗ

اپنی قوم کو نماز پڑھا رہے ہیں جب انھوں نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے انھیں سلام کیا اور بتایا کہ میں کون ہوں، اور

اور اس کا محاصرہ کرلیا تھا۔ نیز یہ کہ اس میں سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے۔ ابو داؤد میں یہ تفصیل ہے۔ اسلم بن ابو عمران نے کہا، ہم مدینہ سے قسطنطنیہ پر جہاد کے لئے نکلے اور امیر لشکر عبد الرحمن بن خالد بن ولید تھے۔ اور رومی اپنی پیٹھ شہر پناہ سے چپکائے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے دشمن پر حملہ کیا تو لوگوں نے کہا۔ ٹھہر ٹھہر۔ لا الہ الا اللہ۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ اس پر ابو ایوب انصاری نے فرمایا۔ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب اللہ نے اپنے نبی کی مدد کی اور اسلام غالب ہوگیا تو ہم نے کہا کہ آ ہم اپنے کاروبار میں لگ جائیں۔ انھیں درست کریں۔ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ اپنے کام میں لگ جانا، جہاد چھوڑنا، اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ ابو عمران نے کہا ابو ایوب جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔[1]

ترمذی[2] میں تھوڑی زیادتی اور کچھ اختصار کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔ اس میں یہ ہے کہ مصر پر عقبہ بن عامر اور ایک جماعت پر فضالہ بن عبید تھے۔ سپہ سالار کون تھا۔ یہ ترمذی میں نہیں۔ طبری میں البتہ پوری تفصیل ہے۔ ابو داؤد والی سند کے ساتھ ہے کہ۔ اہل مصر پر عقبہ بن عامر تھے۔ اور پوری جماعت پر عبد الرحمن بن خالد۔ طبری ہی میں دوسری روایت ہے، کہ اہل مصر پر عقبہ بن عامر اور اہل شام پر فضالہ بن عبید تھے۔ ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ لشکر کے سپہ سالار حضرت عبد الرحمن بن سیف اللہ تھے۔ اور اہل مصر کے مجاہدین کے سردار حضرت عقبہ بن عامر اور اہل شام کے فضالہ بن عبید اس طرح ابو داؤد و ترمذی کی روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

ابو داؤد اور ترمذی میں سن مذکور نہیں۔ مگر چونکہ حضرت عبد الرحمن بن سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ۴۶ھ میں زہر دے کر مار ڈالا گیا تھا۔[3] تو ضروری ہے کہ یہ جہاد ۴۶ھ میں یا اس سے پہلے ہوا ہو۔ یزید پلید جس لشکر میں شریک ہوا۔ خواہ وہ سپہ سالار کی حیثیت سے رہا ہو خواہ کسی ٹولی کے سردار کی حیثیت سے خواہ عام فوجی کی حیثیت سے وہ قسطنطنیہ پر ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا اس کے بعد حملہ آور تھا بدایہ و نہایہ میں ہے۔

سنة تسع واربعین فیها غزا یزید بن معاویة بلاد الروم حتی بلغ قسطنطنیة۔[3]

۴۹ھ میں یزید بن معاویہ نے بلاد روم پر حملہ کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔

عمدۃ القاری[4] وغیرہ میں اسی حدیث کے تحت ہے کہ یہ جنگ ۵۰ھ میں یا اس کے بعد ہوئی تھی۔ خود بدایہ نہایہ میں ۵۲ھ کے واقعات میں ہے۔ کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال اسی سال یعنی ۵۲ھ میں ہوا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے ایک سال پہلے یا اس کے ایک سال بعد۔ بہر حال یزید جس لشکر میں شریک تھا وہ ۴۹ھ سے پہلے قسطنطنیہ پر نہیں گیا۔ اور ثابت ہو گیا کہ ۴۹ھ سے پہلے قسطنطنیہ پر کم از کم تین بار ورنہ چار بار حملہ ہو چکا ہے۔ پہلے ۳۲ھ میں حضرت معاویہ نے کیا۔ ۴۳ھ میں بسر بن ابو ارطاۃ

[1] ثانی تفسیر سورۃ بقرہ ص ۱۴۱ [2] بدایہ ونہایہ ثامن ۳۲ [3] ایضا ص ۳۲ [4] سابع ص ۲۳۹ -

عن ذٰلِكَ الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِيهِ كَمَا حَدَّثَنِيهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ع‍ه
اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو جیسے پہلے بیان کیا تھا ویسے ہی پھر بیان فرمایا۔

پھر اس حدیث میں حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولید نے کیا ۴۶ھ میں حضرت عبدالرحمن بن سیف اللہ یا کسی اور صاحب کی سرکردگی میں کیا ۵۲ھ میں حضرت ... اب اگر مان بھی لیا جائے کہ اس حدیث میں ۔ مدینہ قیصر ۔ سے مراد قسطنطنیہ ہی ہے تو اول جیش من امتی ۔ متعین کر رہا ہے کہ بس ہو۔ اس کے مصداق ۔ حضرت معاویہ یا ابو بسر بن ارطاۃ ۔ یا حضرت عبدالرحمن بن سیف اللہ ۔ اور ان کے ہمراہی ہیں ۔ جس لشکر میں یزید تھا وہ اس حدیث کا مصداق ہرگز نہیں ۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا یہ پہلا لشکر نہیں تھا بلکہ پانچواں یا چھٹا تھا ۔ اور بشارت صرف اس لشکر کے لئے ہے جو پہلی بار حملہ کریگا۔

ایک شبہے کا جواب

کوئی اگر یہ کہے کہ چونکہ اس حدیث میں پہلے جزیرہ قبرص (کریٹ) پر جہاد کا تذکرہ ہے ۔ اور مدینہ قیصر پر حملے کا ذکر بعد میں ہے ۔ نیز ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ عرض کیا کہ دعا فرمائیے کہ میں ان میں سے ہوں ۔ تو ارشاد فرمایا ۔ تو پہلے والے میں سے ۔ ان دونوں سے متبادر ہوتا ہے کہ مراد وہ حملہ ہے جو قبرص کے بعد ہو ۔ اقول ۔ اولاً یہ وہی کہہ سکتا ہے جو حدیث تو بہت اہم ہے عوام کے بھی کلام کے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتا ہو ۔ سب کو معلوم ہے تقدم فی الذکر تقدم فی الوقوع کو مستلزم نہیں ۔ اور نہ ترتیب فی الذکر ، ترتیب فی الوقوع کو مستلزم یعنی یہ ضروری نہیں کہ اگر چند واقعات مذکور ہوں تو جس ترتیب سے مذکور ہوں اسی ترتیب سے واقع بھی ہوں ۔ کہ جس کا ذکر پہلے ہو وہ پہلے واقع ہوا اور جس کا ذکر بعد میں ہو اس کا وقوع بعد میں ہو ۔ ایسا بہت ہوتا ہے ، کہ واقعات کے رونما ہونے کی ترتیب کچھ اور ہوتی ہے ۔ بیان کرنے والا اس کا لحاظ کئے بغیر پہلے رونما ہونے والے کو بعد میں اور بعد میں رونما ہونے والے کو پہلے ذکر کرتا ہے ۔ ثانیاً اگر یہ صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی یزید پرستوں کو مفید نہیں ۔ اس لئے کہ قبرص ۲۸ھ میں فتح ہو چکا تھا یہی صحیح اور یہی جمہور کا قول ہے ۔ ابو معشر نے کہا کہ قبرص ۳۳ھ میں فتح ہوا تھا ۔ اس تقدیر پر حضرت معاویہ کا ۳۲ھ والا جہاد اسمیں داخل نہ ہوگا ۔ مگر اس بشارت سے یزید پلید اب بھی خارج ہی رہا ، کیونکہ اس کے حملے سے پہلے ۴۳ھ میں ابو بسر بن ارطاۃ یا ۴۴ھ میں حضرت عبدالرحمن بن سیف اللہ اس شرف کو حاصل کر چکے تھے۔

ثم اقول وباللہ التوفیق ۔ یہ سطور لکھ چکا تو اس حدیث کے سلسلے میں ایک نیا رخ ذہن میں آگیا ۔ یہ حدیث بخاری اول ، باب قتال الروم صفحہ ۴۱۰ پر بطریق عمیر بن اسود عنسی حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے ۔ یہاں جو کلمات ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے ۔

عمیر بن اسود عنسی کہتے ہیں کہ وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، وہ حمص کے ساحل پر اپنی عمارت میں اترے ہوئے تھے ، ان کے ساتھ ام حرام بھی تھیں ۔ تو ام حرام نے ان سے یہ حدیث بیان کی ۔ کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے ، میری امت کے اس لشکر نے جو سمندر پر پہلا حملہ کرے گا ۔ واجب کر لیا ۔ ام حرام نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ میں ان میں ہوں ، فرمایا تو ان میں ہے ۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ میری امت کے اس لشکر کو جو سب سے پہلے ۔ قیصر کے شہر ۔ پر حملہ کرے گا اسے بخشدیا جائیگا ۔ (ام حرام کہتی ہیں) کہ پھر میں نے عرض کیا ، میں ان میں ہوں یا رسول اللہ ؟ تو فرمایا نہیں ۔

اس کے تحت علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں ۔[۴] اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۔ ام حرام ۔ سے اس سے زیادہ تام (کامل) روایت کیا ہے ۔ جو اوائل الجہاد باب الدعاء بالجہاد میں مذکور ہے ۔ بخاری جلد اول ص ۳۹۱ پر یہ حدیث

---

[۱] التہجد باب صلوۃ النوافل جماعۃ ص ۱۵۸ ، [۲] بدایہ ونہایہ سابع ص ۱۵۳ ، [۴] الجزء الرابع عشر ص ۱۹۸ ،

مفصل یوں مذکور ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ام حرام بنت ملحان کے یہاں تشریف لے جاتے تھے، وہ خدمت اقدس میں کھانا پیش کرتیں، اور ام حرام، عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زوجیت میں تھیں۔ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکے یہاں تشریف لے گئے انھوں نے ماحضر پیش کیا جسے حضور نے تناول فرمایا۔ اور حضور کے سر اقدس سے جوئیں تلاش کرنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے، پھر بیدار ہوئے، اور مسکرا رہے تھے، ام حرام نے بتایا کہ میں نے دریافت کیا کیوں مسکرائے یا رسول اللہ، فرمایا میری امت کے کچھ لوگ فی سبیل اللہ غازی مجھ پر پیش کئے گئے جو اس (سبز) سمندر کے بیچ میں سوار ہیں جو تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہ ہیں، یا تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کے مثل ہیں۔ اسحٰق سے شک ہوگیا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان میں کردے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی، اس کے بعد حضور نے سر اقدس رکھا اور پھر سو گئے پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے پھر عرض کیا حضور کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کئے گئے جو فی سبیل اللہ اس (سبز) سمندر کے بیچ میں جہاد کرنے جا رہے ہیں، وہ تخت پر بادشاہ ہیں یا تخت پر بادشاہوں کے مثل ہیں، اسحٰق نے شک کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان میں کردے۔ فرمایا تو پہلے والوں میں ہے۔ اس کے بعد ام حرام معاویہ بن ابوسفیان کے زمانے میں سمندر میں سوار ہوئیں۔ سمندر پار کرنے کے بعد اپنی سواری سے گر پڑیں اور وفات پاگئیں۔

اس تفصیل کے ساتھ امام بخاری نے اس حدیث کو مزید تین جگہ ذکر فرمایا ہے۔ کتاب الجہاد، باب غزوۃ المرأۃ فی البحر ص ۴۰۳۔ کتاب الاستیذان۔ باب من زار قوما فقال عندہم ص ۹۲۹۔ کتاب تعبیر الرویاء۔ باب الرویا فی النہار ص ۱۰۰۲-۳، علاوہ ازیں بقیہ صحاح ستہ کے علاوہ داری، موطا امام مالک، مسند امام احمد وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔

اس حدیث کے دونوں طریقوں میں سے ہر ایک طریقے میں کچھ باتیں زائد ہیں جو دوسرے میں نہیں۔ عمیر بن اسود کے طریقے میں یہ زائد ہے۔ اول جیش من امتی یغزون البحر اوجبوا۔ میری امت کا وہ پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے۔ جنت کا مستحق ہوگیا۔ مگر حضرت انس کی روایت میں نہ تو اول جیش۔ ہے۔ اور نہ تو۔ اوجبوا۔ ہے۔ اسی طرح عمیر کی روایت میں یہ زائد ہے اول جیش امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لهم۔ میری امت کے اس پہلے لشکر کو جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا بخش دیا گیا۔ مگر حضرت انس کی روایت میں یہ نہیں۔ اسی طرح حضرت انس کی روایت میں دونوں جگہ یہ تفصیل ہے۔ یرکبون ثبج هذا البحر۔ اس سمندر کے بیچ میں سوار ہوں گے۔ مگر یہ عمیر کی روایت میں نہیں۔ مگر یہ راویوں کا عام طریقہ ہے کہ روایت میں کبھی پوری حدیث ذکر کرتے ہیں اور کبھی اس میں اختصار کر دیتے ہیں جس کی نظیر اسی بخاری میں صدہا ہیں۔ اس اختصار کا مطلب یہ نہیں ہوتا یہ دو حدیثیں ہیں یا دو واقعے ہیں اسلئے یہاں اسکی گنجائش نہیں کہ یہ کہا جائے یہ دونوں دو حدیثیں ہیں یا دو واقعے ہیں۔ علامہ عینی کی تصریح گذر چکی کہ یہ دونوں ایک ہی حدیث ہیں۔ حضرت انس کی روایت زیادہ تام ہے۔ اب پوری حدیث یہ ہوئی کہ۔ میری امت کا وہ پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا وہ جنت کا مستحق ہوگا۔ اور میری امت کا وہ لشکر جو سب سے پہلے بحری سفر کر کے مدینہ قیصر پر حملہ کرے گا بخش دیا جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مغفرت کی بشارت کے لئے تین شرطیں ہیں۔ اول وہ بحری سفر کر کے حملہ کرے۔ دوسرے وہ مدینہ قیصر پر حملہ کرے تیسرے یہ پہلا لشکر ہو۔ جس حملہ آور لشکر میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں گی وہ مغفرت کا مستحق ہے۔ اگر ان تینوں میں سے ایک بھی مفقود ہو تو اس بشارت کا مستحق نہیں۔ یزید میں ان باتوں میں سے دو مفقود ہیں۔ نہ تو یہ جس لشکر میں شریک تھا وہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا پہلا لشکر تھا اور نہ اس نے بحری راستے سے حملہ کیا تھا۔ وہ باپ کے جبر و دباؤ سے خشکی کے راستے قسطنطنیہ گیا تھا، اس لئے یزید اس

۷۱۲ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا فرمایا

قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ۔ اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامِ وَمَسْجِدُ الرَّسُوْلِ

تین مسجدوں کے سوا کسی مسجد کے لئے کجاوہ نہ باندھا جائے یعنی سفر نہ کیا جائے۔ مسجد حرام مسجد رسول

بشارت کا کسی طرح مستحق نہیں۔ البتہ عقبہ بن عامر بحری راستے سے قسطنطنیہ گئے تھے وہ اس بشارت کے مستحق ہو سکتے ہیں، یزید پلید کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

۷۱۲ تشریحات

وہابی یہ کہتے ہیں کہ بزرگان دین کے مزارات، مشاہد، آثر کی زیارت کے لئے سفر کر کے جانا حرام ہے، اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ یہ استثنار مفرغ ہے۔ یعنی کلام غیر موجب میں مستثنیٰ منہ محذوف ہے، تو لازم ہے کہ مستثنیٰ اعم الاعم ہو۔ وہ یہاں موضع یا مکان ہوگا۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کہیں سفر کرنا جائز نہیں۔ اس عموم میں اولیاء عظام کے مزارات، مشاہد، آثر داخل ہیں۔ اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ محبوبان بارگاہ کے مزارات و مقابر و آثر پر سفر کر کے جانا جائز و مستحسن ہے۔ اقول اولاً اس حدیث کا مطلب یہ بتانا ظاہر البطلان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پھر کہیں کا کوئی سفر کسی بھی مقصد کے لئے جائز نہ ہوگا۔ مثلاً جہاد، طلب علم، تبلیغ دین، تجارت، سیاحت، وغیرہ کسی کے لئے سفر جائز نہ ہو، اور یہ امت کے اجماع سے باطل بلکہ خود وہابیوں کے عمل سے بھی۔ ثانیاً استثنار مفرغ میں مستثنیٰ کے اعم الاعم ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی قید ہی نہیں۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ مستثنیٰ منہ محذوف، مستثنیٰ کی جنس بلکہ نوع بلکہ صنف سے ہو۔ اور پوری صنف کو عام ہو۔ جیسے کہتے ہیں ما رأیت الا زیدا میں نے صرف زید کو دیکھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہو تا کہ قائل نے نہ زمین دیکھی نہ آسمان نہ دیوار بلکہ جانوروں کے دیکھنے کی بھی نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ انسانوں کے دیکھنے کی بھی نہیں ہوتی۔ مثلاً آپ کو کسی مخصوص طبقے کے افراد کی تلاش ہے، آپ نے کسی سے پوچھا ان میں سے کسی کو دیکھا ہے، اس نے کہا۔ ما رأیت الا زیدا میں نے صرف زید کو دیکھا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس طبقے کے افراد میں سے صرف زید کو دیکھا ہے۔ اس طبقے کے سیکڑوں انسانوں کو دیکھا ہو مگر ان میں سے صرف زید کو دیکھا ہو بقیہ کسی کو نہ دیکھا ہو تو کہے گا۔ اب یہاں مستثنیٰ منہ محذوف یہ ہوگا۔ اس طبقہ کے افراد۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ استثنار مفرغ میں مستثنیٰ منہ محذوف کا مستثنیٰ کی جنس بلکہ نوع صنف کا ہونا لازم ہے۔ یہاں مستثنیٰ مساجد ثلٰثہ مخصوصہ ہے تو مستثنیٰ منہ محذوف مسجد ہوگا۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ ان تینوں مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کا نماز پڑھنے کے لئے سفر جائز نہیں۔ اس لئے کہ ان کے علاوہ بقیہ مساجد میں نماز کا ثواب برابر ہے۔ جو ثواب محلے کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ہے۔ وہی ثواب دہلی کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ہے۔ پھر نماز کے لئے سفر کرنا بے سود ہے۔ ان تینوں مسجدوں میں نماز کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ اس لئے ان کی جانب سفر نفع بخش ہے۔ اس کی تائید حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے ہوتا ہے۔ جو مسند امام احمد[1] میں شہر بن حوشب سے مروی ہے کہ میں نے کوہ طور میں نماز پڑھنے کا ذکر کیا، تو حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سواری کا کجاوہ نہیں کسنا چاہئے سوائے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے

علامہ ابن جوزی نے فرمایا۔ شہر حسن الحدیث ہے۔ اگرچہ اس میں کچھ ضعف ہے۔

[1] جلد ثالث ص ۶۴۳۔

وَمَسْجِدُ الْاَقْصٰی ؂

اور مسجد اقصیٰ

بالفرض اگر اس حدیث میں مستثنیٰ، مکان یا موضع مان لیا جائے تو بھی اس سے بزرگان دین کے مزارات کے لئے سفر کرنے کا عدم جواز ثابت نہ ہوگا اس لئے کہ اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت سے مقصود صاحب مزار ہوتے ہیں عمارت نہیں ہوتی ہے۔

توضیح مزید: - مسند امام احمد کی اس حدیث کی روشنی میں ہم نے یہ قید بڑھائی کہ ۔ کسی مسجد کی جانب اس میں نماز پڑھ کر زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے سفر جائز نہیں۔ نیز اس لئے بھی کہ ان تین مساجد کا استثناء اسی وجہ سے ہے کہ ان میں نماز پڑھنے پر زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے تو مستثنیٰ منہ، مستثنیٰ کی صنف سے اسی وقت ہوگا کہ اس میں بھی یہ قید ملحوظ رہے۔ اس لئے کسی مسجد کی تعمیر کے لئے یا بنیاد رکھنے کے لئے یا کسی عالم یا شیخ کے پیچھے نماز پڑھنے کی نیت سے سفر جائز بلکہ مستحسن ہوگا۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے۔ من صلی خلف عالم تقی کانما صلی خلف نبی۔ جس نے کسی متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی تو گویا اس نے کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔ بنظر غور دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ حضرت ابو سعید کی مذکورہ بالا حدیث نے واضح کر دیا کہ حدیث (لاتشد الرحال، کا تعلق زیارت قبور وغیرہ کے سفر سے ہے ہی نہیں۔ یہ صرف مساجد کے ساتھ خاص ہے وہ بھی صرف نماز پڑھنے کی نیت سے سفر ہو تو۔ اگر کسی مسجد ہی کی جانب سفر ہو مگر نماز پڑھنے کے لئے نہ ہو اور مقاصد کے لئے تو اس کا بھی اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں۔ جب اس حدیث میں مستثنیٰ منہ مسجد ہے تو بقیہ سفر اپنے اصل اور مقصد کے لحاظ سے فرض یا واجب یا مستحب یا حرام ہوں گے مثلاً جب جہاد فرض ہو تو جہاد کے لئے سفر فرض، کسی واجب کی ادائگی کے لئے واجب، مستحب کیلئے مستحب، مباح کیلئے مباح، حرام کیلئے حرام، زیارت قبور سنت ہے تو بزرگان دین کے مزارات پر حاضری کیلئے سفر کم از کم مستحب ضرور ہوگا۔

ابن تیمیہ نے اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پر انوار کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا حرام ہے۔ اس پر اس عہد کے اور بعد کے بھی علماء اہل سنت نے شدید رد فرمایا۔ اس لئے کہ مزار پر انوار کی زیارت بالاجماع مسنون بلکہ قریب بواجب۔ اور یہ اعظم قربات سے ہے۔ آج کل ابن تیمیہ کے مقلدین ہندوستان کے دیو بندی اور غیر مقلدین اور نجد کے نجدیوں کا یہی مذہب ہے یہی نہیں کہ اسے حرام جانتے ہیں بلکہ شرک تک کہتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا، کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے تھان پر دور دور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا۔ اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، اور اس قسم کے کام کرنے اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدے کی توقع رکھنی شرک ہے ص ۳۴۔ یہاں کسی کی قبر کہا۔ اس کے عموم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پر انوار بھی ضرور داخل ہے۔ مگر اس کے پہلے ص ۱۰ پر تو صاف صاف یہ کہا۔ پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو، بچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو، پیغمبر کہنے کے بعد اب کیا شبہ رہ جاتا ہے کہ اس عموم میں مزار پر انوار بھی داخل ہے۔ اسکا صریح مطلب یہ ہوا کہ مزار پر انوار کی نیت سے سفر کرنا شرک ہے۔ یہی سارے دیو بندیوں اور غیر مقلدوں کا مذہب ہے۔

؂ التہجد باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۸، مسلم الحج ابو داؤد مناسک نسائی مساجد۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوۃ موطا امام مالک، جمعہ۔ مسند امام احمد جلد ثانی و سادس۔

حدیث ۱۴/۷

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تشریحات ۱۴/۷

مسند امام احمد[1] اور ابن ماجہ[2] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے۔ میری مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی ہزار نماز سے افضل ہے۔ سوائے مسجد حرام کے۔ اور مسجد حرام میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی لاکھ نماز سے افضل ہے۔

ابن ماجہ[3] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مروی ہے کہ فرمایا۔ مسجد اقصیٰ میں ایک نماز، پچاس ہزار نماز کے برابر ہے اور میری اس مسجد میں ایک نماز، پچاس ہزار نماز کے برابر اور مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

ابن ماجہ میں حضرت میمونہ مولاۃ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیت المقدس میں نماز کے بارے میں ہے۔ اس میں نماز پڑھو۔ ایک نماز دوسری مسجدوں کی ہزار نماز کے مثل ہے۔ بزار[4] میں ہے۔ مسجد حرام میں ایک نماز کی فضیلت دوسری مسجدوں کی ایک لاکھ نماز پر ہے اور میری مسجد میں ہزار نماز پر اور بیت المقدس میں پانچ سو پر۔ اسی کے مثل طبرانی[5] میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ میری اس مسجد میں ایک نماز دس ہزار نماز کے برابر ہے۔ اور مسجد حرام میں ایک نماز اس کی دس گنا۔ ایک لاکھ کے برابر۔

خلاصہ احادیث ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ تمام احادیث اس پر متفق ہیں کہ مسجد حرام میں ایک نماز لاکھ نماز کے مثل یا اس سے افضل ہے۔ مسجد نبوی کے بارے میں تین روایتیں ہیں ایک ہزار کے مثل یا اس سے افضل۔ دس ہزار کے مثل۔ پچاس ہزار کے مثل۔ اور مسجد اقصیٰ کے بارے میں بھی تین قسم کی روایات ہیں۔ پانچ سو۔ ایک ہزار۔ پچاس ہزار۔

تطبیق یہ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف وحی ہوئی۔ ابتداءً وحی یہ ہوئی کہ مسجد نبوی میں ایک نماز ہزار نماز کے مثل ہے۔ پھر وحی ہوئی کہ ہزار نماز سے افضل ہے۔ پھر وحی ہوئی کہ دس ہزار کے مثل ہے۔ پھر وحی ہوئی کہ پچاس ہزار کے برابر ہے۔ اور یہی حال مسجد اقصیٰ کے بارے میں بھی ہوا۔ ان مختلف وحی کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ منجانب اللہ۔ ان مساجد میں نماز کا ابتداءً وہی ثواب تھا۔ پھر اللہ عزوجل نے اس امت پر کرم کرتے ہوئے بڑھا دیا۔ پھر مزید کرم فرمایا اور زیادہ کر دیا۔ اس کی احادیث میں متعدد نظیریں ہیں جو مذکور ہو چکی ہیں۔ اور آئندہ موقع بموقع مذکور ہوں گی۔

مسجدی ہٰذا صحیح یہ ہے کہ عہد مبارک کے بعد مسجد اقدس میں جو اضافہ ہوا ہے وہ بھی اس فضیلت کی حامل ہے جیسا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کریم میں اضافہ فرمایا تو ارشاد فرمایا، یہ مسجد اگر عیدگاہ تک اور ایک روایت میں ہے کہ ذوالحلیفہ تک بڑھ جائے تو سب مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ بلکہ اس خصوص میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع بھی آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری اس مسجد میں کچھ زیادہ کیا جائے تو سب میری مسجد ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر صنعاء تک بڑھا دی جائے تو میری مسجد ہوگی[6]

---

[1] جلد ثالث ص ۳۴۰۔ ۳۴۳۔ ۳۹۷ [2] آخر کتاب الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ فی المسجد الحرام و مسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۲ [3] آخر کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی الصلوٰۃ فی المسجد الجامع ص ۱۰۳ [4] مرقاۃ اول باب المساجد فصل اول ص ۴۴۵ [5] ایضاً [6] عمدۃ القاری سابع ص ۲۵۶ [7] مرقاۃ اول۔ باب المساجد فصل اول ص ۴۴۴ ۔

وسلم قال صَلوٰۃٌ فِی مَسْجِدِیْ ھٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلوٰۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مسجدوں کی ہزار نماز سے بہتر ہے۔

مکہ افضل ہے یا مدینہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مکہ افضل ہے یا مدینہ۔ مسجد نبوی افضل ہے یا مسجد حرام۔ احناف اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مکہ معظمہ افضل ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اقول۔ اس حدیث سے مسجد حرام کے سوا مکہ معظمہ کے دوسرے حصوں کی افضلیت پر دلیل لانا درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ خاص ہے مسجد حرام کے ساتھ۔ ہاں حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ[۱] میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے۔ کہ ثواب کی یہ زیادتی پورے حرم میں ہے۔ نیز حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ یہ زیادتی صرف نماز کے ساتھ خاص نہیں، ہر طاعت پر یہ زیادتی ہے۔ اور فرمایا، مکہ معظمہ میں ایک روزہ لاکھ روزہ کے برابر ہے۔ اور ایک درہم کا صدقہ لاکھ کے برابر بلکہ ہر نیکی لاکھ کے برابر ہے۔ اس بارے میں ایک حدیث حسن بھی مروی ہے۔ کہ ارشاد فرمایا کہ حرم کی ایک نیکی لاکھ کے برابر ہے۔ علاوہ ازیں ابن ماجہ[۲] نے حضرت ابن عباس سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ فرمایا۔ جس نے مکے میں رمضان پایا اور روزہ رکھا اور جتنا میسر آیا قیام کیا تو اس کے لئے دوسری جگہوں کے رمضان کی بنسبت لاکھ رمضان کا ثواب لکھا جائے گا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ذکر فرمایا کہ حضرت ابن عباس حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور امام مجاہد امام احمد بن حنبل اور دوسرے حضرات کا مذہب یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک گناہ بھی لاکھ گناہ کے برابر ہے۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کے روبرو اس کے دربار میں اس کی حکم عدولی جتنی سنگین ہے اتنی بادشاہ کے دربار کے باہر سنگین نہیں۔

اور مکہ معظمہ کے جلال کا یہ عالم ہے کہ گناہ کے ارادے پر بھی گرفت ہے اگرچہ ارتکاب نہ کرے[۳]۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیۂ کریمہ وَمَنْ یُّرِدْ فِیْہِ بِاِلْحَادٍ نُّذِقْہُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ اور جو اس میں کجروی کا ارادہ کرے گا ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔" سے اخذ فرمایا ہے۔ اس تقدیر پر مکہ معظمہ کا مدینہ طیبہ سے افضل ہونا ظاہر۔ مگر اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔ مکہ معظمہ میں جس طرح ایک نیکی لاکھ نیکیاں ہیں۔ یوں ہی ایک گناہ لاکھ گناہ ہے۔ اور وہاں گناہ کے ارادے پر بھی گرفت ہے جس طرح نیکی کے ارادے پر ثواب ہے۔ مدینہ طیبہ میں نیکی کے ارادے پر ثواب اور گناہ کے ارادے پر کچھ نہیں۔ اور گناہ کرے تو ایک ہی گناہ اور نیکی کرے تو پچاس ہزار نیکیاں۔ عجب نہیں کہ حدیث میں خیر لھم، کا اشارہ اسی طرف ہو کہ ان کے حق میں مدینہ ہی بہتر ہے۔[۴]

جمہور کے استدلال کے دو جوابات حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ نے جذب القلوب اور اشعۃ اللمعات میں دیئے ہیں۔ اول یہ کہ افضلیت کثرت ثواب میں نہ منحصر نہ یہ بنیاد ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کثرت ثواب کے علاوہ دوسرے اسباب ایسے ہوں جو فضیلت کے مقتضی ہوں۔ ثواب کی یہ زیادتی مکہ معظمہ کے ساتھ خاص ہے مگر اس کا امکان ہے کہ دیگر کرامات برکات اللہ عز و جل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور اسلام اور اہل اسلام کی منفعت کے لحاظ سے مدینہ افضل ہو۔ جیسے ایام منیٰ، منیٰ میں یوم عرفہ، عرفات میں، شب مزدلفہ، مزدلفہ میں نماز پڑھنی، مسجد حرام میں پڑھنے سے افضل ہے۔ حالانکہ ان مقامات پر ان دنوں میں نماز پڑھنے پر اتنے ثواب کی بھی کوئی روایت نہیں، جو مسجد حرام میں پڑھنے پر آئی ہے۔ اسکی وجہ اتباع رسول ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرب ان برکات کا سبب بنے جو مکہ معظمہ میں حاصل نہ ہو سکیں۔ جس کی وجہ سے مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل ہو۔ اس کو یوں سمجھے

---

[۱] مرقاۃ اول باب المساجد فصل اول ص ۴۴۴ [۲] مناسک باب صوم شہر رمضان بمکۃ ص ۲۳۲، [۳] ایضاً ص ۴۴۶ [۴] الملفوظ حصہ دوم ص ۵۲ [۵] التہجد باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۹ مسلم الحج۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی الحج۔ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

کو پچاس ہزار اشرفیاں ایک لاکھ درہم سے گنتی میں نصف ہیں مگر قیمت میں اس سے زائد۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرب کی وجہ سے عبادات میں جو حضور تام خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے اس کی وجہ سے مدینہ طیبہ کی عبادات قیمت میں بڑھ جائیں کیا بعید ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اندرون کعبہ مسجد حرام سے افضل ہے تو چاہئے کہ اندرون کعبہ نماز، مسجد حرام سے افضل ہو حالانکہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کعبے کے اندر نماز فرض صحیح بھی ہے یا نہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ صحیح نہیں، پھر ثواب کی زیادتی کا کیا سوال۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضلیت کی بنیاد کثرت ثواب میں منحصر نہیں بلکہ دوسرے اسباب بھی افضلیت کے موجب ہیں۔ جن کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں قبول اور جود لا متناہی کا حصول زیادہ اور بارگاہ احدیت میں تقرب زیادہ ہوتا ہے۔

دوم۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پر انوار ان تمام مقامات سے افضل ہے جہاں اللہ عزوجل کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اس کا کرم متوجہ ہوتا ہے۔ یہ مہبط ملائکہ ہے۔ تو ہو سکتا ہے اس کی برکت سے طاعت میں وہ نورانیت اور اخلاص پیدا ہو جائے جو ثواب کی گنتی کی زیادتی پر فوقیت لے جائے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبیں ساؤں کے لئے شفاعت و استغفار فرماتے رہتے ہیں۔

دلیل دوم: مکہ معظمہ کی افضلیت پر دوسری دلیل یہ دی گئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرمانے لگے[1] تو حزورہ[عہ] پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے مکہ تو مجھے سارے شہروں سے زیادہ محبوب ہے اگر تیری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں نہ نکلتا۔ نیز ترمذی ابن ماجہ[2] دارمی[3] اور مسند امام احمد[4] میں حضرت عبداللہ بن عدی بن الحمراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا حضور حزورہ پر کھڑے ہو کر مکہ کے بارے میں فرماتے تھے۔ بخدا تو اللہ کی ساری زمینوں سے بہتر ہے اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اگر میں نہ نکالا جاتا تو نہ نکلتا۔ مسند امام احمد[5] میں حضرت ابوہریرہ سے بھی مروی ہے۔

اس کا جواب حضرت علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب[6] میں اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں یہ دیا کہ یہ ارشاد ہجرت کے وقت کا ہے، اس وقت تک مدینہ طیبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف نہیں ہوا تھا اس وقت تک مکہ پوری سرزمین سے افضل تھا مگر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہ شرف اسے حاصل ہوگیا۔

حضرت عمر اور ابن عمر اور بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور امام مالک اور اکثر اہل مدینہ کا متاخرین میں علامہ سمہودی علامہ سیوطی علامہ احمد خطیب قسطلانی اور حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل ہے اور مسجد نبوی مسجد حرام سے۔ موطاء امام مالک[7] میں ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عیاش مخزومی سے فرمایا، تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے بہتر ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ اللہ کا حرم ہے اسمیں اللہ کا گھر ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا میں اللہ کے حرم اور اس کے گھر کے بارے میں کچھ نہیں کہتا پھر فرمایا، تم کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے بہتر ہے۔ انھوں نے عرض کیا۔ وہ اللہ کا حرم ہے اسمیں اس کا گھر ہے حضرت عمر نے فرمایا، میں اللہ کے حرم اور اس کے گھر کے بارے میں کچھ نہیں کہتا اس کے بعد لوٹ گئے۔

عہ مسجد حرام کے قریب یا شہر میں ایک چھوٹے سے ٹیلے کا نام تھا اب یہ حصہ مسجد حرام میں داخل کر لیا گیا ہے جس طرف یہ ٹیلہ تھا باب الحزورہ بنا ہوا ہے یہ مغربی دروازوں میں باب الہجرت کے متصل ہے۔

[1] ثانی مناقب باب فی فضل مکۃ ص ۲۳۲ [2] مناسک باب فضل مکۃ ص ۲۳۱ [3] سیر ۶۶ [4] جلد رابع ص ۳۰۵ [5] ایضاً [6] اول باب ہجرت ص ۳۲۸ [7] ص ۳۱

دلائل مدینہ طیبہ کے مکہ مکرمہ سے افضل ہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں :۔

اول ۔ بخاری[۱] اور مسلم[۲] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کیلئے یہ دعا فرمائی ۔ اے اللہ مدینے میں مکہ کی دونی برکت عطا فرما۔

دوم :۔ بخاری ہی میں ام المومنین حضرت عائشہ[۳] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ مدینے کو ہمیں مکے کے مثل محبوب بنا دے یا اس سے بھی زیادہ ۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ دعا ضرور قبول ہوئی ۔ تو پہلی والی حدیث سے ثابت ہو گیا کہ مدینہ طیبہ میں مکہ معظمہ کی بہ نسبت دگنی دنیوی و دینی برکت ہے ۔ اس لئے کہ تخصیص بلا مخصص جائز نہیں ۔ لہذا ۔ البرکۃ ۔ اپنے عموم پر رہے گی جو دینی اور دنیوی دونوں کو عام ہے ، اور دینی برکتوں کا مکہ معظمہ سے دونی ہونا مستلزم ہے افضلیت کو۔ یونہی دوسری حدیث سے ثابت کہ مدینہ طیبہ کی محبت محبوب خدا نے مکہ معظمہ سے زیادہ مانگی جو ضرور ملی ۔ اور محبوب خدا کی محبت دلیل افضلیت ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ معظمہ کی فتح کے بعد بھی وہاں سکونت نہیں اختیار فرمائی ۔ فتح مکہ کے بعد جب حالات قابل اطمینان ہو گئے تو فوراً مراجعت فرمائی ۔ مدینہ طیبہ سے محبت کا عالم یہ تھا کہ جب سفر سے واپس ہوتے اور مدینہ طیبہ کے قریب ہوتے تو مدینے کی محبت میں سواری کو تیز کر دیتے اور ہذہ طابۃ[۴] فرماتے ۔

سوم ۔ امام مسلم[۵] نے حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مدینے کے دونوں سنگستانوں (شرقی غربی) کے درمیان درخت کاٹنے جانور مارنے کو حرام کرتا ہوں ۔ مدینہ طیبہ ان کے لئے بہتر ہے اگر یہ لوگ جانتے ۔

یہ حدیث مدینے کی افضلیت پر نص صریح ہے ۔ اس لئے کہ خیر کا مفضل علیہ مذکور نہیں جس سے عموم مستفاد ہوتا ہے اور اس کے عموم میں مکہ معظمہ بھی داخل ۔

چہارم :۔ حضرت ابو ہریرہ[۶] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ دین مدینے کی طرف سمٹ آئے گا جیسے سانپ اپنی بل میں سمٹ آتا ہے ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جیسے اللہ عزوجل نے مدینہ طیبہ کو یہ شرف عطا فرمایا کہ دین وہیں سے دنیا میں پھیلا ہے ۔ اسی طرح اخیر زمانے میں بھی اللہ عزوجل مدینہ طیبہ ہی کو یہ شرف عطا فرمائے گا کہ دین کا مرجع و ماوی ہوگا ۔ سارے ثواب و اکرام اور اعزاز دینی ، دین ہی پر موقوف ہیں ۔ جب دین نہ ہوگا تو کیسا ثواب اور کیسا اعزاز و اکرام ۔ تو جو مبارک شہر دین کا منبع بھی ہو ماوی بھی ہو وہ ضرور دوسرے تمام شہروں سے افضل ہوگا ۔

پنجم :۔ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ابدی قیام گاہ کے لئے مدینہ طیبہ کو پسند فرمایا ۔ اور ہر محب اپنے محبوب کو اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ رکھنا پسند کرتا ہے ، تو لازم کہ مدینہ طیبہ پورے عالم بالا و پست سے زیادہ اللہ عزوجل کو پسند ہو حتی کہ مکہ معظمہ سے بھی ۔ اور اللہ عزوجل کا کسی چیز کو سب سے زیادہ پسند کرنا یقیناً اس کی افضلیت کی دلیل ہے ۔ تو ثابت کہ مدینہ طیبہ کہ مکہ معظمہ سے بھی زیادہ افضل ہے ۔

---

[۱] بخاری اول فضائل مدینہ باب ص ۲۳۵ [۲] الحج باب فضل المدینہ ص ۴۴۲ [۳] اول فضائل مدینہ باب ص ۲۵۳
[۴] بخاری اول فضائل مدینہ باب المدینہ طابة ص ۲۵۲ باب ص ۲۵۳ [۵] اول الحج باب فضل المدینہ ص ۴۴۰
[۶] بخاری اول فضائل المدینہ ۔ باب الایمان یارز الی المدینة ص ۲۵۲ مسلم ایمان باب بیان ان الاسلام بدء غریبا ص ۸۴ ابن ماجہ مناسک باب فضل المدینة ص ۲۳۱ مسند امام احمد اول ص ۱۸۳ ۔

علامہ احمد خطیب قسطلانی قدس سرہ شافعی ہیں۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ مکہ افضل ہے۔ مگر انھوں نے یہ اختیار فرمایا کہ
مدینہ افضل ہے۔ اور اپنے امام کے اس مذہب کے ترک کا عذر یہ بیان فرمایا۔

هوى كل نفس حيث حل حبيبها۔ ہر جان کا میلان اسی طرف ہوتا ہے جہاں اس کا محبوب ہوتا ہے

مکی کو اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا:

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مدینہ طیبہ کی افضلیت کے اور بھی دلائل اس خادم کے ذہن میں ہیں۔ مگر ہم بھی اس مبارک شعر پر بات بڑھانے کے بجائے ختم کر دیتے
ہیں۔ لاعطر بعد العروس۔

افادہ جلیلہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کی افضلیت کی جو بحث ہے۔ اس سے مزار پر انوار اور کعبہ مقدسہ مستثنیٰ ہیں۔ محدث جلیل ابن
عساکر علامہ باجی اور امام قاضی عیاض قدست اسرارہم نے فرمایا۔ اس بارے میں تو اختلاف ہے کہ مکہ معظمہ افضل ہے یا مدینہ طیبہ، مگر
اس پر ساری امت کا اجماع ہے کہ مزار پر انوار کا وہ حصہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے ملا ہوا ہے۔ وہ کل
زمین سے افضل ہے، حتی کہ کعبے سے بھی۔[1] اسے امام نووی نے شرح مسلم[2] میں علامہ ابن حجر نے شرح بخاری[3] میں علامہ بدرالدین محمود عینی نے
عمدۃ القاری[4] میں۔ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب[5] میں۔ علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء[6] میں۔ حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ[7] میں
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب[8] میں علامہ محمد علاء الدین حصکفی نے درمختار میں علامہ محمد امین ابن عابدین شامی نے ردالمحتار[9]
میں اور دوسرے حضرات نے اپنی اپنی تصانیف میں نقل فرمایا ہے، اور برقرار رکھا۔ بلکہ ابن عقیل حنبلی نے یہاں تک فرمایا کہ۔ عرش۔ سے بھی
افضل ہے۔ حضرت شیخ[10] لکھتے ہیں۔ اگرچہ قوم کی کتابوں میں آسمانوں اور عرش کا ذکر صریح نہیں، لیکن یہ بات اس قبیل سے ہے کہ جس سے بھی
کہی جائے گی۔ اس پر توقف اور انکار کی مجال تنگ ہو جائے گی۔

اسی طرح یہ بھی متفق علیہ ہے کہ کعبہ مقدسہ مدینہ طیبہ حتی کہ مسجد نبوی سے بھی افضل ہے۔ سوائے مزار پر انوار کے۔ اسلئے کہ مزار پر انوار
کعبے سے بھی افضل ہے۔

زمین افضل ہے یا آسمان اسی ضمن میں یہ بحث بھی طے ہو جاتی ہے کہ زمین و آسمان میں کون افضل ہے۔ صحیح یہ ہے کہ زمین افضل ہے
جیسا کہ علامہ فاکہانی[11] نے تصریح کی ہے۔ اس لئے کہ زمین انبیاء کرام علیہم السلام کا مسکن اور مدفن ہے اور انبیاء کرام حیات حقیقی جسمانی
دنیوی کے ساتھ زندہ ہیں۔ تو ان کے مزارات مبارکہ ان کے اجسام مبارکہ وارواح طیبہ کے مخزن ہوئے۔ اور مکین کے شرف سے مکان
مشرف ہوتا ہے خصوصاً جبکہ زمین کا ایک حصہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پر انوار عرش سے بھی افضل ہے۔ اسی کو

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا:

خم ہو گئی ہے پشت فلک طعن زمیں سے سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

یہ بحث گزر چکی کہ ان تینوں مساجد میں نماز پر ثواب کی زیادتی فرائض کے ساتھ خاص ہے۔

---

[1] اولی الحیم باب فضل مدینہ ص ۲۴۶ [2] ثانی ص ۵۵ [3] سابع ص ۲۵۷ [4] علی المواہب اول ص ۳۲۴ [5] جلد اول ص ۲۲ [6] اول باب المساجد فصل اول ص ۴۴۷ [7] مرقاۃ اول [8] جذب القلوب ص ۱۸ [9] ثانی الحیم ص ۲۵۷
ص ۴۴۷ زرقانی علی المواہب ص ۳۲۴ [10] زرقانی علی المواہب ص ۳۲۴ - [11] ثانی الحیم ص ۲۵۷

حدیث ۷۱۴

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کَانَ لَا یُصَلِّیْ مِنَ الضُّحٰی اِلَّا فِیْ یَوْمَیْنِ یَوْمَ یَقْدِمُ بِمَکَّۃَ فَاِنَّہٗ کَانَ یَقْدِمُہَا ضُحًی فَیَطُوْفُ بِالْبَیْتِ ثُمَّ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ وَیَوْمَ یَاْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَاِنَّہٗ کَانَ یَاْتِیْہِ کُلَّ سَبْتٍ فَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ کَرِہَ اَنْ یَّخْرُجَ مِنْہُ حَتّٰی یُصَلِّیَ فِیْہِ قَالَ وَکَانَ یُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَزُوْرُہٗ رَاکِبًا وَّمَاشِیًا قَالَ وَکَانَ یَقُوْلُ اِنَّمَا اَصْنَعُ کَمَا رَاَیْتُ اَصْحَابِیْ یَصْنَعُوْنَ وَلَا اَمْنَعُ اَحَدًا اَنْ صَلّٰی فِیْ اَیِّ سَاعَۃٍ شَاءَ مِنْ لَیْلٍ اَوْ نَہَارٍ غَیْرَ اَنْ لَّا

نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما چاشت کے وقت صرف دو دن نماز پڑھتے جس دن مکہ آتے کہ ہمیشہ چاشت ہی کے وقت آتے تھے۔ پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتے اور جس دن مسجد قبا آتے وہاں ہر ہفتے کے دن آتے جب مسجد میں داخل ہو جاتے تو اسے ناپسند کرتے کہ بغیر نماز پڑھے مسجد سے نکلیں۔ نافع نے کہا اور ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کے لئے پیدل اور سواری پر جاتے۔ نافع نے کہا اور ابن عمر کہتے ہیں۔ میں وہی کرتا ہوں جو میں نے اپنے ساتھیوں کو کرتے ہوئے دیکھا ہے رات اور دن کے کسی بھی حصے میں نماز پڑھنے سے کسی کو منع نہیں کرتا

تشریحات ۷۱۴/۷۱۵

لفظ۔ قبار۔ میں اہل لغات نے دونوں قول اختیار کئے ہیں۔ مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ۔ یعنی۔ الف کے بعد ہمزہ بھی۔ اور بغیر ہمزہ کے بھی۔ جب ہمزہ کے ساتھ ہو اور یہ لفظ مذکر ہو اور الف ممدودہ الحاق کیلئے مانیں تو منصرف ہوگا اور اگر اس کو مونث مانیں تو الف تانیث کے لئے ہوگا۔ اور یہ غیر منصرف ہوگا۔ یہاں بخاری میں مذکر استعمال ہوا ہے۔ پہلی حدیث میں ہے۔ کان یاتیہ اس کے لئے مذکر کی ضمیر لائے ہیں۔ وفا الوفار میں ہے کہ اگر بقعہ کا نام مانیں تو مونث اور غیر منصرف۔ اور مکان کا نام مانیں تو مذکر اور منصرف۔ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی کی پیمائش کے مطابق اس کا فاصلہ باب جبرئیل سے سات ہزار دو سو ہاتھ سے کچھ زائد۔ اور ہاتھ چوبیس انگل اور ہر انگل چھ جو کے برابر۔ اور ایک میل ان کی تصریح کے بموجب تین ہزار پانسو ہاتھ کا۔ تو باب جبرئیل سے باب قبا کا فاصلہ اس حساب سے دو میل دو سو ہاتھ سے کچھ زائد ہوا۔ مشارق عیاض میں ہے کہ قبا تین میل ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ایک فرسخ اور فرسخ تین میل کا۔ دونوں کا حاصل ایک ہوا۔ یہ اختلاف میل کی مقدار کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ اس کی تفصیل باب تقصیر الصلوٰۃ میں گزر چکی۔ خود علامہ سمہودی نے جلد اول ص ۱۰۳ پر میل کی مقدار تین ہزار پانچسو ہاتھ بتائی اور جلد رابع ص ۲۸۵ پر صرف تین ہزار ہاتھ بتائی۔ مگر صحیح اول ہے۔ اس لئے کہ خود یہ لکھا وذلک میلان و خمسا سبع میل علی المعتمد۔ یہ حساب اسی وقت درست ہوگا۔ جبکہ میل ساڑھے تین ہزار ہاتھ کا مانیں۔ اسکے بعد والی روایت

يتحروا طلوع الشمس ولا غروبها عه

اپنی نماز سورج نکلنے اور ڈوبنے کے وقت بالقصد نہ پڑھو۔

حدیث ۱۵

عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال كان النبي صلى الله تعالى

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد قبا ر

اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے۔ ابن نمیر کی بطریق عبید اللہ عن نافع یہ زیادتی مذکور ہے ویصلی فیہ رکعتین۔

فضائل مسجد قبا شریف کے دفتر فضائل کا زریں ورق یہ ہے کہ ہجرت کے بعد اسلام کی یہ پہلی مسجد ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تعمیر اپنے دست مبارک سے فرمائی۔ نیز جلیل القدر سابقین اولین مہاجرین وانصار نے اپنے مقدس ہاتھوں سے بنایا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر کو دیکھا کہ پیٹ پر پتھر ڈھوتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی بنیاد رکھتے تھے۔ اگر یہ مسجد کہیں دور دراز اطراف میں ہوتی تو وہاں جانے کے لیے ہم اونٹوں کے جگر کو مارتے[1]

متعدد احادیث میں وارد ہے کہ مسجد قبا میں دو رکعت نماز عمرے کے برابر ہے۔ طبرانی کی ایک روایت میں چار رکعت وارد ہے۔ احادیث سے یہی ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر شنبے (سنیچر) کو مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے اور یہ بالالتزام تھا۔ مگر کچھ لوگوں نے۔ سبت سے ہفتہ مراد لیا ہے۔ یعنی ہر ہفتے میں کسی دن تشریف لے جاتے تھے، مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لیے کہ ابن حبان کی صحیح میں۔ کل یوم سبت آیا ہے یا دو شنبے اور ستائیسویں رمضان کی صبح کو بھی قبا جانے کی روایات آئی ہیں۔ ابن شیبہ نے شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر سے مرسلا روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو شنبے کو بھی تشریف لے جاتے تھے۔ عمرو بن شیبہ نے اخبار مدینے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستائیسویں رمضان کی صبح کو قبا جاتے تھے۔ اہل مدینہ کا آج بھی اسی پر عمل ہے۔ ابن خزیمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو شنبے اور پنجشنبے کو جایا کرتے تھے۔

نکتہ ہر سنیچر کو جانے کی حکمت شراح نے یہ بیان کی ہے کہ قبا میں جمعہ نہیں ہوتا تھا۔ وہاں سے لوگ مسجد نبوی میں جمعہ پڑھنے آتے تھے مگر کچھ لوگ نہیں آپاتے تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرم فرماتے ہوئے سنیچر کو خود تشریف لے جاتے تاکہ یہی لوگ جمال جہاں آرا کی زیارت سے مشرف ہولیں۔ دوسری حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ جمعے کا دن جمعے کی تیاری اور نماز جمعہ میں معروفیت کا تھا۔ اور سنیچر کا دن خالی تھا اس لیے وہاں تشریف لے جاتے۔

ایک حکمت یہ بھی بیان کی گئی ہے۔ چونکہ اہل قبا جمعہ پڑھنے مدینہ طیبہ آجاتے تھے۔ اور جمعے کو مسجد قبا خالی رہ جاتی، اسلئے سنیچر کو

عه باب فضل الصلوة في مسجد مكة والمدينة ص ۱۵۹ - [1] وفاء الوفاء ثالث ص ۸۰۴ [2] عمدة القاري سابع ص ۲۵۸ -
[3] وفاء الوفاء ثالث ص ۸۰۳ [4] ايضا ص [5] عمدة القاري سابع ص ۳۵۹ [6] وفاء الوفاء ثالث ص ۸۰۳ -

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ کُلَّ سَبْتٍ مَاشِیًا وَّرَاکِبًا وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ یَفْعَلُہٗ ؏

ہر شنبے کو پیدل اور سواری پر آتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

حدیث ۷۱۶ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدِنِ الْمَازِنِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت عبداللہ بن زید مازنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ ؏

میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

تشریف لیجاتے کہ اس تعطل کی مکافات ہوجائے۔ مگر اس پر عرض یہ ہے کہ کبھی اہل قبا جمعے کے لئے نہیں حاضر ہوتے کچھ لوگ وہیں نماز ظہر باجماعت پڑھتے تھے۔ اس لئے مسجد قبا کے تعطل کا سوال ہی نہیں۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ چونکہ اہل قبا جمعے کو حاضر خدمت ہوتے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی مکافات میں سنیچر کو ان کے یہاں تشریف لیجاتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد قبا کی زیارت سنت ہے۔ اور سنیچر کو ہونا بہتر۔ نیز معلوم ہوا کہ کسی کار خیر کے لئے دن کی تعیین اور اس پر پابندی سنت ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا فی ھذا الحدیث دلالۃ علی جواز تخصیص بعض الایام ببعض الاعمال الصالحۃ والمداومۃ علی ذلک۔[۱] اس حدیث میں اسپر دلالت ہے کہ بعض دنوں کو بعض اعمال صالحہ کے ساتھ خاص کرنا اور اس پر پابندی کرنا جائز ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اولیاء عظام کے مشاہد کی زیارت کے لئے جانا مستحسن ہے۔ مثلاً ان کے مولد و مسکن ان کی مسجد کی زیارت کیلئے۔

طبرانی نے کبیر میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ کہ جب اہل قبا نے مسجد بنانے کی درخواست کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی میری اونٹنی پر سوار ہو تو حضرت ابوبکر سوار ہوئے اونٹنی کو اٹھانا چاہا مگر نہ اٹھی۔ پھر حضرت عمر سوار ہوئے تو بھی اونٹنی نہ اٹھی پھر حضرت علی سوار ہوئے، انکے سوار ہوتے ہی اونٹنی اٹھ کھڑی ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ اسکی مہار ڈھیلی کردو۔ اسکی گردش کی جگہ بنیاد رکھو، یہ مامور ہے۔ اسکا ایک راوی یحییٰ ابن علی ضعیف ہے، صحیح یہ ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کی داغ بیل ڈالی تھی۔

تشریحات ۷۱۶/۷۱۷ اس پر اجماع ہے کہ حدیث میں بیتی سے مراد بیت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ اس لئے کہ دوسری اسی معنی کی حدیث میں بجائے بیتی کے قبری[۲] ہے۔ جمہور محدثین اس پر ہیں کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ مقدس حصہ بعینہ جنت میں جائے گا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ اتنا حصہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ وہاں آیا ہے جیسے حجر اسود۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس حصے میں عبادت کرنی دخول جنت کا سبب ہے۔ یہ بھی بعض شراح نے فرمایا کہ یہ فی الحال جنت کا حصہ ہے۔ مگر دنیا میں رہنے کی وجہ سے اس میں وہ خواص ولوازم نہیں جو جنت کے ہیں۔ مثلاً گرمی سردی نہ ہونا بھوکا پیاسا نہ ہونا وغیرہ۔

؏ ایضا مسلم اول۔ الحج ابوداود اول۔ مناسک نسائی اول الصلوۃ باب المساجد۔ موطا امام مالک۔ سفر مسند امام احمد ثانی۔ ؏ باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۳ مسلم۔ الحج باب فضل ما بین قبرہ ومنبرہ ص ۴۴۶ نسائی مساجد۔ موطا امام مالک۔ قبلہ۔ [۱] فتح الباری ثالث ص ۵۷، [۲] عمدۃ القاری سابع ص ۲۵۹ [۳] مسند امام احمد ثالث ص ۶۴۔

حدیث ۷۱۷ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ مِثْلَهُ وَزَادَ وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث بلفظہ مروی ہے انھوں نے اتنا زائد کہا کہ فرمایا، میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

حدیث ۷۱۸ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يُحَدِّثُ بِأَرْبَعٍ عَنِ

قزعہ مولی زیاد نے کہا میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا کہ وہ چار باتیں

منبری علی حوضی یہ بھی اپنے ظاہر پر ہے۔ یعنی بعینہٖ یہی مقدس منبر حوض کوثر پر نصب ہوگا۔ ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ منبر اقدس کی زیارت وہاں نماز و عبادت حوض کوثر سے سیراب ہونے کا خاص سبب ہے۔ حوض سے مراد حوض کوثر ہے۔ ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہاں آج یہ منبر اقدس ہے یہیں قیامت کے دن حوض کوثر رہے گا۔ اسلئے کہ ایک حدیث میں ہے کہ محشر سرزمین شام پر قائم ہوگا۔ ظاہر ہے کہ شام جیسے چھوٹے سے ملک میں تمام اولین و آخرین سما نہیں سکتے۔ اسلئے اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ محشر کا مرکزی مقام شام ہوگا۔ خلائق کا پھیلاؤ جہاں تک ہو اس تقدیر پر اس کا امکان ہے کہ حوض کوثر کی جائے وقوع مدینہ طیبہ ہو۔

مسائل اس حدیث سے مسجد نبوی کی یہ خاص فضیلت ثابت ہوئی کہ اسکا ایک حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اگرچہ ہر مسجد کو ریاض الجنۃ بعض احادیث میں فرمایا گیا ہے اسکے مطابق پوری مسجد نبوی شریف ریاض الجنت ہے۔ پھر بھی اس مخصوص حصے کو روضۃ من ریاض الجنۃ فرمانا یقیناً کسی خاص اہمیت اور خصوصیت کی بنا پر ہے۔ بعض ائمہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مسجد نبوی، مسجد حرام سے اور مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل ہے۔ اس لئے کہ ایک حدیث میں فرمایا لموضع سوط من الجنۃ خیر من الدنیا وما فیہا جنت کی ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ اور شرف جزء شرف کل کو مستلزم ہے اس حدیث سے ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظیم فضیلت ثابت ہوئی، وہ اسطرح کہ تمام ازواج مطہرات کے حجرات مقدسہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہی گھر تھے مگر اس حدیث میں خاص حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ کو بیتی فرمایا جس طرح کعبہ مقدسہ کو بیت اللہ کہنے میں اسکی برتری و عظمت کا اظہار ہے۔ اسیطرح حجرۂ عائشہ کو بیتی کہنے میں اسکی دیگر بیوت پر افضلیت اور برتری ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اور یہ مستلزم ہے حضرت ام المومنین کی عظمت و فضیلت کو۔ ام المطعون کی ایک حدیث میں بیتی اور دوسرے میں قبری۔ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ میں کہاں دفن ہونگا، اور یہ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے، نیز منبری علی حوضی میں بھی غیب کی خبر ہے۔

تشریحات ۷۱۸ باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ۔ کی ابتدا میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے اس حدیث کا اخیر حصہ مروی ہے۔ وہاں یہ زائد ہے کہ انھوں نے یعنی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں بارہ غزوے کئے تھے۔ یہاں یہ حدیث مفصل مذکور ہے۔ اس میں چار احکام مذکور ہیں۔ اول کوئی عورت شوہر یا محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔ دوم عید الفطر اور عید الاضحی کے روزے نہیں۔ سوم نماز فجر کے بعد سورج کے طلوع

عہ باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۳ فضائل المدینۃ ص ۲۵۳ ثانی الرقاق باب الحوض ص ۹۷۵ الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۹۰ مسلم الحج۔ ترمذی مناقب۔ موطا امام مالک قبلہ۔ مسند امام احمد ثانی ص ۲۳۶

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْجَبْنَنِي وَاٰنَقْنَنِي قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْاَةُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے تھے۔ یہ مجھے پسند آئیں اور انھوں نے مجھے خوش کر دیا

يَوْمَيْنِ اِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ

فرمایا کہ کوئی عورت دو دن کا سفر اسی وقت کرے کہ اس کے ساتھ اسکا شوہر یا کوئی محرم ہو۔ اور دو دن فطر اور قربانی کے

وَالْاَضْحٰى وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ

دن روزہ نہیں اور دو نمازوں کے بعد نماز نہیں۔ صبح کی نماز کے بعد یہاں تک کہ سورج نکل آئے

وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ

اور نہ عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔ تین مسجدوں کے علاوہ کہیں کے لئے کجاوہ نہ باندھا جائے

مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰى وَمَسْجِدِي عہ

مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور میری مسجد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب استعانة اليد فى الصلوة اذا كان من امر الصلوة

۲۲۱ ت وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْتَعِيْنُ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا آدمی نماز میں اپنے جسم کے جس حصے سے

ہونے تک اور نماز عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز نہیں۔ چہارم، تین مساجد۔ مسجد حرام۔ مسجد اقصیٰ۔ مسجد نبوی کے علاوہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سفر جائز نہیں۔ ان میں تین پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔ عیدین کے دن روزہ پر کلام کتاب الصوم میں مذکور ہوگا۔

لاتسافر المرأة يومين یہاں بخاری میں یہ ہے کہ عورت دو دن کا سفر شوہر یا محرم کے بغیر نہ کرے۔ مگر مسند امام احمد جلد ثالث کے ص۷ ص۵۳ ص۷۷ پر یہ ہے۔ کہ تین دن اور ص۴۵ پر فوق ثلثة ايام۔ یعنی تین دن سے زائد کا سفر نہ کرے۔ اسکی پوری بحث گزر چکی۔

تشریحات

۲۲۱/۲۲۲/۲۲۳ بعض نسخوں میں یہاں یہ ہے۔ ابواب العمل فى الصلوة ۔ یعنی نماز میں کام کا بیان۔ اس کے بعد۔ باب استعانة اليد الخ ہے۔ بعض میں اخیر میں یہ زائد ہے۔ كما وضع النبى صلى الله تعالى عليه وسلم يده على راس ابن عباس وفتل اذنه و اداره ۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ابن عباس کے سر پر رکھا اور ان کا کان اینٹھا اور انھیں گھمایا۔

عہ باب مسجد بيت المقدس ص ۱۵۹ باب فضل فى مسجد مكة والمدينة ص ۱۵۸ مناسك باب جزاء الصيد ص ۲۵۱ باب الصوم يوم النحر ص ۲۶۷ ۔ ترمذی صلوة ۔ ابن ماجه اقامة الصلوات باب ما جاء فى الصلوة فى مسجد بيت المقدس ص ۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۳۴ ۔

مِنْ جَسَدِهٖ بِمَا شَاءَ عه

چاہے مدد لے

۲۲۲ ت وَوَضَعَ اَبُوْ اِسْحٰقَ قَلَنْسُوَتَهٗ فِي الصَّلٰوةِ وَرَفَعَهَا عه

اور ابو اسحق نے نماز میں اپنی ٹوپی رکھی اور اٹھائی

۲۲۳ ت وَوَضَعَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَفَّهٗ عَلٰى رُصْغِهِ الْاَيْسَرِ اِلَّا

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ہتھیلی اپنے بائیں گٹے پر رکھتے مگر

اَنْ يَّحُكَّ جِلْدًا اَوْ يُصْلِحَ ثَوْبًا عه

جبکہ جسم کھجلانا ہوتا یا کپڑا درست کرنا ہوتا۔

مقصد باب نماز میں خشوع وخضوع کا حکم ہے — ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (مومنون — ۱)

ان ایمان والوں نے کامیابی حاصل کرلی جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

خشوع کے ایک معنی یہ بھی ہیں — وقار وسکون کے ساتھ رہنا۔ کوئی لغو وبیہودہ کام نہ کرنا۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں ڈاڑھی سے کھیل رہا ہے تو فرمایا۔ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضا ساکن رہتے۔ سورہ بقرہ کی یہ آیۃ کریمہ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ کی تفسیر جلالین میں ہے۔ الساكنين الى طاعة الله۔ بیشک نماز بھاری ہے مگر سکون کے ساتھ اللہ کی طاعت کرنیوالوں پر — معالم میں ہے — اشار الی ان اصل الخشوع السكون اس طرف اشارہ کیا کہ خشوع کے اصل معنی سکون کے ہیں۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نماز میں ادائے ارکان کے علاوہ کسی قسم کی حرکت یا کوئی کام جائز ہے یا نہیں — یہ باب قائم کر کے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ نماز کی تحسین وتکمیل کیلئے نماز میں کوئی بھی عمل کیا جاسکتا ہے، اور اگر اس عمل کا تعلق نماز سے نہیں تو ممنوع ہے۔

اس کی تائید کے لئے تین تعلیق اور حدیث ۱۰۰۰ بھی جو جلد اول صفحہ ۴۴۹ اور جلد ثانی صفحہ ۴۵ میں مذکور ہو چکی ہے۔ لائے ہیں۔ جس میں یہ مذکور ہے۔ کہ نماز تہجد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بائیں جانب اگر کھڑے ہو گئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا کان پکڑ کر داہنی طرف کر دیا۔

باب میں۔ ہاتھ سے کام لینے کی قید ہے۔ ابو اسحق سبیعی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر سے تو یہ ثابت ہے۔ اس لئے کہ ٹوپی کا رکھنا اور اٹھانا ہاتھ ہی سے ہوتا ہے۔ اسی طرح کھجلانا اور کپڑا درست کرنا۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر میں ہاتھ مذکور نہیں۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ ہاتھ جسم ہی کا جزء ہے۔ جب جسم کے کسی حصے سے کام لیا جا سکتا ہے تو ہاتھ سے بھی لیا جا سکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔ ان آثار میں جو مذکور ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بضرورت ایک یا دو بار کی اجازت ہے

عه عه سه ۵ باب استعانۃ الید فی الصلوۃ ص ۱۵۹

حدیث ۷۱۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا ؎

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کرتے حالانکہ حضور نماز میں ہوتے تو ہمارے سلام کا جواب دیتے۔ جب ہم نجاشی کے یہاں سے لوٹے اور حضور کو سلام کیا تو ہمارے سلام کا جواب نہیں دیا، اور فرمایا۔ نماز میں مشغولیت ہے۔

حدیث ۷۲۰ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ إِنْ كُنَّا لَنَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ

ابو عمرو شیبانی نے کہا کہ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم نماز کی حالت میں بات کیا کرتے تھے۔ ہم اپنے ساتھی

ایک رکن میں ایک ہی عمل، ایک ہی کام تین بار کرنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک رکن میں تین بار کہیں کھجلایا تو نماز فاسد ہو جائے گی کھجلانا نماز کے کام سے یوں ہے کہ کھجلی اٹھنے سے دل بٹتا ہے جو خشوع خضوع کے منافی ہے۔ کھجلانے سے سکون پیدا ہو جائے گا۔ تو اطمینان ہو جائے گا۔ ابو اسحٰق سبیعی کا نام عمرو بن عبداللہ ہے۔ یہ کبار تابعین اور ثقات میں سے ہیں۔ اڑتیس صحابہ کرام سے حدیثیں سنی ہیں۔ سیدنا امام اعظم کے مشائخ میں سے ہیں۔ ۹۶ سال کی عمر پائی۔ ۱۲۶ھ میں واصل بحق ہوئے۔

تشریحات ۷۱۹-۷۲۰ نجاشی۔ یہ حبشے کے بادشاہ کا لقب ہے۔ جیسے قیصر، روم کے۔ اور کسریٰ، ایران کے بادشاہ کا۔

زید بن ارقم۔ یہ انصاری صحابی ہیں۔ قبیلہ خزرج کے فرد ہیں۔ ۶۸ھ میں وصال فرمایا۔[۱] غزوہ احد میں کم عمر ہونے کی وجہ سے واپس کر دیئے گئے تھے۔ پہلا غزوہ جس میں انھوں نے شرکت کی، خندق یا مریسیع ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں شرکت کی۔ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں میں تھے۔ جنگ صفین میں ان کے ساتھ رہے۔ مختار بن عبید ثقفی کذاب کے ایام میں، کوفے میں وصال فرمایا۔[۲]

یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے، راس المنافقین عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ کہ اگر ہم مدینے لوٹے تو عزت والا ذلیل کو مدینے سے نکال دے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس سے پوچھا تو اس نے انکار کر دیا۔ اس پر سورہ منافقون نازل ہوئی جس میں ان کی تصدیق ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے زید اللہ نے تیری تصدیق فرمائی۔[۳] حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کے مکان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتداءً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے تک، خفیہ خفیہ اسلام کی تبلیغ فرماتے تھے۔ یہ مہاجرین اولین میں سے مخزومی صحابی ہیں۔ دس بزرگوں کے بعد

؎ مانہی من الکلام فی الصلوۃ ص ۱۶۰ باب لایرد السلام فی الصلوۃ ص ۱۶۲ باب ھجرۃ الحبشۃ ص ۵۴۷، مسلم صلوۃ ابوداؤد صلوۃ نسائی صلوۃ۔ [۱] عمدۃ القاری سابع ص ۲۶۔ [۲] اصابہ اول ص ۵۶۰۔ [۳] بخاری ثانی تفسیر سورۃ منافقون ص ۷۲۷۔

أَحَدُنَا صَاحِبَهُ بِحَاجَتِهِ حَتّٰى نَزَلَتْ ـ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلوٰةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ ـ ع۵

سے اپنی حاجت بیان کر دیا کرتے تھے۔ یہاں تک یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ تمام نمازوں کی نگہداشت کرو خصوصاً نماز وسطیٰ کی، اور اللہ کیلئے خاموشی کے ساتھ کھڑے رہو۔ تو ہمیں چپ رہنے کا حکم دیا گیا۔

ایمان قبول فرمایا تھا۔ بلکہ امام حاکم نے روایت کیا ہے کہ ساتویں مسلمان ہیں۔ ان کا یہ مقدس مکان صفا کے قریب تھا۔ زید بن ارقم ان کے صاحبزادے نہیں۔ حضرت ارقم بن ابی ارقم یہ بدر وغیرہ تمام مشاہد میں شریک رہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت معاویہ کے عہد ۵۵ھ میں پچاسی سے زائد کی عمر میں وصال فرمایا۔ وصیت کے بموجب حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔[1]

حبشہ کی طرف ہجرت

امام واقدی نے فرمایا۔ رجب ۵ھ نبوی میں حبشہ کی طرف پہلی ہجرت ہوئی تھی۔ اس ہجرت میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ ابن جریر نے کہا کہ دوسرے لوگوں نے کہا کہ بیاسی مرد تھے۔ ان کی عورتیں اور بچے ان کے علاوہ تھے جنہیں حضرت عثمان اور ان کی رفیقہ حیات سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود بھی تھے۔ کچھ دنوں کے بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے تو واپس آئے۔ مگر یہ خبر غلط تھی۔ واپسی پر مکے کے جفاکاروں کی ستم رانیاں پہلے سے بھی زیادہ ہونے لگیں تو دوبارہ پھر بہت سے لوگ حبشہ چلے گئے۔ اس مرتبہ پہلے کے بہ نسبت دونے مہاجر تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ بھی ہجرت فرمائی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو ان میں سے بہت حضرات مدینے آگئے انہیں میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں جب مدینہ واپس آیا تو حضور غزوہ بدر کی تیاری کر رہے تھے۔[2] بقیہ حضرات کو ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلوالیا۔ یہ لوگ غزوہ خیبر کے موقع پر واپس آئے۔

اب نظر بر احادیث میں اختلاف ہے کہ نماز میں سلام و کلام سے ممانعت کس منظر میں ہوئی جب حضرت عبد اللہ بن مسعود پہلی مرتبہ حبشہ سے واپس آئے تھے یا مدینہ طیبہ میں ہوئی جب یہ دوبارہ ہجرت کے بعد واپس ہوئے۔ صحیح یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں شروع شروع نماز میں سلام و کلام کی اجازت تھی۔ اور وہیں آیہ مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد ممانعت ہوئی اور حدیث اول میں حبشے سے واپسی سے مراد دوبارہ واپسی ہے۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

اوّل۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نماز میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کلام کرتے تھے۔ جب یہ آیہ مذکورہ نازل ہوئی تو ہمیں نماز میں بات کرنے سے روک دیا گیا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ انصاری ہیں، انہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع مدینے ہی میں ملا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ یہ حکم مدینے ہی میں ہوا۔ **دوم:** آیت مذکورہ سورہ بقرہ کی آیت ہے اور سورہ بقرہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ **سوم:** طبرانی نے حضرت

ع۵ باب ماینھی من الکلام فی الصلوۃ ص ۱۶۰، ثانی تفسیر سورہ بقرہ باب قولہ وقوموا للہ قانتین ص ۶۵۰۔ مسلم صلوۃ ابوداؤد صلوۃ۔ ترمذی صلوۃ تفسیر۔ نسائی صلوۃ۔ [1] اصابہ اول ص ۲۸۔

[2] عمدۃ القاری سابع ص ۲۶۸ [3] ایضا ص ۲۶۹۔

حدیث ۷۲۱ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّصْفِیْقُ لِلنِّسَاءِ وَالتَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ ؂

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا تالی عورتوں کے لئے ہے اور تسبیح مردوں کے لئے۔

ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ اگر کوئی نماز میں ایسے وقت شامل ہوتا کہ کچھ ہو چکی ہوتی تو جو صاحب اسکے پہلو میں ہوتے ان سے پوچھتا وہ بتا دیتے۔ یہاں تک کہ ایک دن معاذ آئے۔ الحدیث بطولہ۔ حضرت ابو امامہ اور حضرت معاذ دونو ں ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ اس سے ثابت کہ مدینہ میں بھی ابتداءً نماز میں کلام ممنوع نہیں تھا بعد میں ممنوع ہوا۔

شغلا مطلب یہ ہے کہ نماز میں تلاوت قرآن۔ تسبیح تکبیر اذکار میں مشغولیت ہے۔ سلام و کلام اسمیں مزاحم ہوگا۔ یا مراد یہ ہے کہ نماز میں نمازی اللہ عزوجل کی طرف توجہ اور حضور میں مشغول ہے۔ سلام و کلام اسمیں مخل ہوگا۔

والصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ وسطیٰ سے کیا مراد ہے۔ علامہ بدرالدین عینی قدس سرہ نے بیس اقوال ذکر فرمائے ہیں۔ اخیر میں فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ یہ نماز عصر ہے۔ احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے۔ بقیہ اقوال میں کچھ ضعیف ہیں کچھ مردود ہیں۔

امرنا بالسکوت ہمیں سکوت کا حکم دیا گیا۔ مسلم میں ہے۔ نھینا عن الکلام۔ اور بات کرنے سے ہمیں منع کر دیا گیا۔ السکوت اور الکلام۔ پر الف لام عہد خارجی کا ہے۔ مراد اس سے چپ رہنا اور وہ کلام ہے جو پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ یعنی دنیوی کلام۔ جیسا کہ ترمذی کی روایت میں ہے کہ اپنے پہلو والے سے بات کرتے۔ طبرانی کی حدیث گزری۔ کہ وہ پوچھتا کتنی نماز ہو چکی ہے۔

ہمارے یہاں کلام خواہ عمداً ہو خواہ سہواً، اختیار سے ہو یا بلا اختیار بہر حال مفسد نماز ہے۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔

باب ہجرت الحبشہ میں اس حدیث کے اخیر میں ہے۔ کہ سلیمان نے حضرت ابراہیم سے پوچھا کہ اگر کوئی آپ کو نماز کی حالت میں سلام کرے تو کیا کرتے ہیں تو انھوں نے فرمایا، اپنے جی میں جواب دے دیتا ہوں۔ یہ حضرت ابراہیم کا اجتہاد تھا۔ ورنہ یہ حدیث کے ارشاد ان فی الصلوٰۃ شغلا کے منافی ہے اور بے فائدہ بھی ہے۔

تشریحات ۷۲۱ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ۷۱۸ کی بعض روایتوں میں یہ آیا ہے فاخذ الناس بالتصفیح قال سھل ھل تدرون ما التصفیح ھو التصفیق۔ اس پر علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ تصفیح اور تصفیق ہم معنی ہیں۔ یہی جوہری خطابی ابو علی قالی اور بہت سے لوگوں نے کہا ہے۔ حتی کہ ابن حزم نے کہا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں مگر قاضی عیاض نے نقل فرمایا کہ تصفیح کے معنی ہیں، ایک ہاتھ کی پشت کو دوسرے پر مارنا۔ اور تصفیق کے معنی ہیں کہ ایک ہاتھ

؂ باب التصفیق للنساء ص ۱۶۰ مسلم الصلوٰۃ نسائی الصلوٰۃ ابن ماجۃ الصلوٰۃ ابوداؤد الصلوٰۃ ؂ ترمذی جلد اول۔ صلوٰۃ باب فی نسخ الکلام فی الصلوٰۃ ص ۵۴ ؂ اول الصلوٰۃ باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ ص ۲۰۴ —

حدیث ۷۲۲ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادَتْ اِمْرَأَةٌ اِبْنَهَا وَهُوَ فِيْ صَوْمَعَتِهِ قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ

فرمایا ایک عورت نے اپنے لڑکے کو پکارا اور وہ اپنے عبادت خانے میں تھا، اس کی ماں نے کہا

اَللّٰهُمَّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اَللّٰهُمَّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ قَالَتْ

اے جریج! جریج نے کہا اے اللہ میری ماں اور میری نماز۔ پھر آواز دی اے جریج، اس نے کہا اے اللہ میری ماں اور میری

يَا جُرَيْجُ قَالَ اَللّٰهُمَّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ قَالَتْ اَللّٰهُمَّ لَا يَمُوْتُ جُرَيْجٌ حَتّٰى يَنْظُرَ

نماز، اسکی ماں نے پھر پکارا، اس نے کہا اے اللہ میری ماں اور میری نماز، اب اس کی ماں نے کہا اے اللہ جریج

ی ہتھیلی کو دوسرے کی ہتھیلی پر مارنا، ایک قول یہ بھی ہے کہ ڈرانے اور تنبیہ کے لئے دو انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی پیٹھ پر مارنا تصفیح ہے۔

اور لہو و لعب کے لئے سب کو بجانا تصفیق ہے۔

عورتوں کو تسبیح کے بجائے تصفیق کا حکم اس لئے ہے کہ ان کی آواز بھی عورت ہے اور نماز میں غیر محرم بھی شریک رہتے ہیں۔ یہاں مراد یہی ہے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں بائیں کی پشت پر مارے۔ تالی کا معہود طریقہ کہ دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں بجائے۔ مراد نہیں۔ اور نہ نماز میں اس کی اجازت ہے۔ یہ لہو و لعب میں داخل ہے۔

تشریحات ۷۲۲ **تکمیل** ۔ مسلم شریف میں ہے۔ جریج نام کا ایک راہب تھا اپنے عبادت خانے میں اللہ عزوجل کی عبادت کرتا تھا۔ ایک دن اس کی ماں آئی اور اس نے کہا، اے جریج میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کر اسوقت وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے ماں کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اور یہ کہا۔ اے اللہ میری ماں اور میری نماز۔ اس نے نماز کو اختیار کیا۔ دو بار یہی ہوا اب اسکی ماں نے یہ دعا کی۔ اے اللہ یہ جریج میرا بیٹا ہے میں نے اس سے بات کرنی چاہی مگر اس نے نہیں کی۔ اے اللہ یہ اسوقت تک نہ مرے جبتک زانی عورتوں کا منھ نہ دیکھ لے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر اسکی ماں یہ بد دعا دیتی کہ اسے فتنے میں ڈال تو وہ فتنے میں پڑ جاتا۔ ایک بھیڑ کا چرواہا اس کے دیر میں پناہ لیا کرتا تھا۔ ایکدن ایک عورت بستی سے اپنی ضرورت کے لئے نکلی تو اس چرواہے نے اس سے ہمبستری کی، اسے حمل رہ گیا، اس نے ایک بچہ جنا۔ اس سے پوچھا گیا، یہ کیا ہے؟ اس عورت نے بتایا، کہ اس دیر والے کا ہے۔ اب بستی والے کلہاڑیاں پھاوڑے لے کر آئے اور اسے پکارا، اس وقت وہ نماز پڑھ رہا تھا، اس لئے نہیں بولا۔ اب یہ لوگ اس کے عبادت خانے کو گرانے لگے۔ اس نے جب یہ دیکھا تو اترا۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک آوارہ عورت جو اتنی حسین تھی کہ اس کے حسن کی مثال دیجاتی تھی اس نے کہا اگر تم لوگ چاہو تو جریج کو فتنے میں ڈالدوں، وہ جریج کے سامنے آئی مگر انھوں نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اس کے بعد ایک چرواہے کے پاس آئی اور اس سے بدکاری کروایا جس سے بچہ پیدا ہوا، پوچھنے پر اس نے جریج کو بدنام کیا۔ اس پر ان لوگوں نے جریج کو اتارا اور اسے مارنے لگے اور اس کے عبادت خانے کو ڈھا دیا۔ اس نے پوچھا معاملہ کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا تو نے اس بدکار عورت سے زنا کیا ہے، اور تیرے نطفے سے اسے لڑکا ہوا ہے۔ جریج نے کہا، لڑکا کہاں ہے؟ لوگ

لہ بخاری، المظالم، باب اذا ھدم حائطا، ص ۳۳۰، مسلم، ثانی، بر الوالدین، ص ۳۱۳۔

فِی وُجُوْهِ الْمَيَامِيْسِ وَكَانَتْ تَأْوِيْ إِلٰى صَوْمَعَتِهٖ رَاعِيَةٌ تَرْعَى الْغَنَمَ فَوَلَدَتْ

جب تک زانیہ کا منہ نہ دیکھ لے نہ مرے، بکریاں چرانے والی ایک عورت اسکے عبادت خانے میں پناہ لیتی تھی، اس نے ایک

فَقِيْلَ لَهَا مِمَّنْ هٰذَا الْوَلَدُ قَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهٖ قَالَ

لڑکا جنا۔ اس سے پوچھا گیا یہ لڑکا کس کا ہے؟ تو اس نے بتایا جریج کا ہے یہ اپنے عبادت خانے سے اترا تھا۔

جُرَيْجٌ أَيْنَ هٰذِهِ الَّتِيْ تَزْعَمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِيْ قَالَ يَا بَابُوْسُ مَنْ أَبُوْكَ

جریج نے کہا کہاں ہے وہ جو گمان کرتی ہے کہ اس کا لڑکا مجھ سے ہے جریج نے اس لڑکے سے پوچھا بابوس

قَالَ رَاعِي الْغَنَمِ ع‍ه

تیرا باپ کون ہے؟ تو اس نے کہا بکریوں کا چرواہا۔

لڑکے کو لائے۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھوں گا۔ نماز سے فارغ ہو کر لڑکے کے پاس آیا۔ اس کے پیٹ میں کونچا دیا اور پوچھا اے بچے تیرا باپ کون ہے؟ بچے نے کہا، فلاں چرواہا۔ اب لوگ جریج پر ٹوٹ پڑے اسے بوسہ دینے لگے اس کو چھونے لگے۔ اور کہا ہم تیرے عبادت خانے کو سونے کا بنا دیں گے۔ اس نے کہا، نہیں۔ جیسا پہلے تھا ویسا ہی مٹی کا بنا دو۔ لوگوں نے بنا دیا۔

میامیس ۔ مؤمسۃ کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں علانیہ زنا کرانے والی۔ یا بابوس ۔ یا حرف ندا ہے۔ بابوس کے بارے میں قزاز نے کہا۔ اس کے معنی چھوٹے بچے کے ہیں۔ یہ لفظ عربی ہے یا عجمی۔ دونوں قول ہیں۔ داؤدی نے کہا کہ یہ اس لڑکے کا نام تھا۔ ابن بطال نے کہا۔ کہ اس کے معنی دودھ پینے والے کے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگلی شریعتوں میں نماز کے اندر کلام جائز تھا۔ اسی لئے جریج کی ماں کی بد دعا سے لگی۔ جیسا کہ ہماری شریعت میں بھی ابتداء جائز تھا۔ آیۂ کریمہ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ کے نازل ہونے کے بعد ممنوع ہوا۔ یہ باعتبار ظاہر کے ہے ورنہ یہ ممکن ہے کہ نماز نفل رہی ہو اور ان کی والدہ کو اس کا علم نہ رہا ہو کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور ایک والدین، دادا، دادی بلائیں تو وہ کیا کرے۔ ہمارے یہاں مختار یہ ہے کہ اگر کسی بڑی مصیبت پڑنے پر بلا رہے ہوں تو فوراً نماز توڑ دے اگرچہ فرض ہو۔ مثلاً آگ لگ گئی کوئی انھیں جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے۔ اور اگر معمولی تکلیف پر بلا رہے ہوں تو توڑنا جائز نہیں۔ اور اگر نفل نماز میں ہے اور انھیں معلوم ہو کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو معمولی تکلیف پر نہ توڑے۔ اور اگر یہ معلوم نہیں کہ نماز پڑھ رہا ہے تو توڑ دے اگرچہ معمولی طور پر بلائیں۔ توضیح میں ہے کہ ہمارے اصحاب نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ اگر حضور کسی کو بلائیں اور وہ نماز پڑھ رہا ہے تو اس پر واجب ہے کہ فوراً جواب دے اور اس کی نماز باطل بھی نہ ہوگی۔ اس کا مفصل بیان اپنی جگہ آئے گا۔ قدرے ذوالیدین کی حدیث میں گزر چکا ہے۔

● اس حدیث سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔ یعنی جس طرح وطی حلال

لہ الدر المختار، رد المحتار اول اخیر مکروہات ص ۴۳۰ ۔ ۲ عمدۃ القاری سابع ص ۲۸۶

ع‍ہ باب اذا دعت الام ولدہا فی الصلوٰۃ ص ۱۶۰ ۔ المظالم ۔ اذا ھدم حائطا فلیبن مثلہ ص ۳۳۴ ۔ مسلم بر الوالدین و دعاء الوالدۃ علی الولد

زانی پر مزنیہ کے اصول و فروع اور مزنیہ پر زانی کے اصول و فروع حرام ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح زنا سے بھی۔ وہ اس طرح کہ اس حدیث میں زانی کو باپ کہا گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جیسے حلال وطی سے نسب ثابت ہوتا ہے ویسے ہی حرام سے بھی۔ اور نسب ہی حرمت مصاہرت کی بنیاد ہے۔ اور باپ ہونا حرمت نکاح کو مستلزم۔ وہ اس طرح کہ اگر یہ بجائے بچے کے بچی ہوتی تو زانی چونکہ اس کا باپ ہے۔ اس پر حرام ہوتی۔ مگر یہ استدلال درست نہیں۔ اسے باپ مجازاً کہا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کس کے نطفے سے ہے۔ اسی لئے باپ کے دوسرے احکام جاری نہیں ہوتے۔ مثلاً ایک دوسرے کی میراث پانا۔ یا ہو سکتا ہے ان کی شریعت میں یہ حکم رہا ہو کہ زانی سے نسب مانا جاتا ہو۔ اگرچہ ہمارے یہاں زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔ جس کی دلیل کتب فقہ و اصول فقہ میں مذکور ہے۔ مگر اس حدیث سے ثابت نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کی کرامت حق ہے۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ ماں باپ کی دعا اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ استاذی حافظ ملت قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ماں باپ کی دعا اولاد کے حق میں ایسی ہے جیسے نبی کی دعا امتی کے حق میں۔

لیث بن سعد نے یزید بن حوسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر جریج عالم فقیہ ہوتا تو جانتا کہ ماں کا جواب دینا اللہ کی عبادت سے افضل ہے [۱]

طفولیت میں کلام کرنیوالے

عادۃً بچے جس عمر میں کلام نہیں کرتے اس عمر میں کلام کرنے والے یہ حضرات ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یہ بچہ۔ اور اس عورت کا بچہ جس نے ایک شخص کو سج دھج کے ساتھ ایک عمدہ گھوڑے پر دیکھا۔ تو کہا اے اللہ میرے بچے کو اسکے مثل کر۔ تو بچے نے اس کی چھاتی چھوڑ کر کہا کہ اے اللہ اس جیسا مجھے مت کرنا۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم [۲] میں ہے۔ اس کے علاوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ شاہد یوسف علیہ السلام بھی بچہ تھا۔ مشہور امام تفسیر حضرت ضحاک نے بھی بچپنے میں کلام کیا تھا۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اور اصحاب اُخدود نے جب عورت کو آگ کی خندق میں ڈالنا چاہا اور وہ جھجکی تو اس کی گود کے بچے نے کہا اے ماں صبر کر تو حق پر ہے [۳]

کشمیری صاحب پر تعقب

فیض الباری میں ہے۔ اگر نفل نماز پڑھ رہا ہے تو نماز توڑ کر ماں کو جواب دے [۴]۔ اقول۔ ابھی در مختار اور رد المحتار کے حوالے سے گزرا کہ نفل نماز میں بھی یہ تفصیل ہے کہ ماں کے علم میں ہو کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ اور کسی بڑی مصیبت کے لئے نہیں بلا رہی ہے تو نماز توڑنا جائز نہیں۔ ہاں اگر ماں کے علم میں نہ ہو کہ نماز پڑھ رہا ہے تو نماز توڑ کر ماں کو جواب دے۔ پھر آگے ہے۔ کہ نہ کہا جائے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ماں کے بلانے پر نماز توڑ دینی واجب ہے خواہ فرض ہو خواہ نفل۔ اس لئے کہ یہ ماں کے پکارنے پر دلالت کرتی ہے۔ میں کہونگا۔ کہ باب دعا باب تشریع کا غیر ہے۔ تو ایسی دعا کا بھی قبول ہو جانا ممکن ہے۔ جسے قبول نہ ہونا چاہئے۔ جیسا مسند میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے لئے فرمایا۔ اللہ تیرا ہاتھ کاٹ دے۔ اور باہر تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو ان کا ہاتھ ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ دعا فرمائی تو ٹھیک ہو گیا۔

اقول۔ یہ حدیث مسند کے جلد ششم صفحہ ۵۲ پر ہے۔ اس میں قد اعوجت یدا ہا نہیں۔ پوری حدیث یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[۱] عمدۃ القاری ص ۲۸۲ [۲] بخاری اول ذکر بنی اسرائیل ص ۴۹۳ مسلم ثانی بر الوالدین ص ۳۱۳ [۳] مسلم قصۃ اصحاب الاخدود ص ۴۱۵ [۴] جلد ثانی ص ۴۳۷

۷۲۳ حدیث حَدَّثَنِی مُعَیْقِیبُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
حضرت معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
قَالَ فِی الرَّجُلِ یُسَوِّی التُّرَابَ حَیْثُ یَسْجُدُ قَالَ اِنْ کُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَۃٌ عہ
اس شخص کے بارے میں فرمایا جو سجدہ کرنے کی جگہ کی مٹی برابر کرتا تھا۔ اگر تجھے کرنا ہی ہے تو صرف ایک بار۔

تعالیٰ علیہ وسلم ایک قیدی کو ام المومنین کے حوالے کرکے باہر تشریف لے گئے۔ یہ غافل ہوگئیں اور قیدی بھاگ گیا۔ دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے۔ اور پوچھا قیدی کیا ہوا۔ عرض کیا۔ میں غافل ہوگئی اور وہ بھاگ گیا۔ فرمایا تیرا کیا حال ہے۔ اللہ تیرا ہاتھ کاٹے۔ اور باہر تشریف لے گئے۔ لوگوں کو بتایا لوگ تلاش کرکے اسے لائے۔ اب پھر حضور اندر تشریف لائے تو دیکھا کہ یہ دونوں ہاتھ الٹ پلٹ رہی ہیں پوچھا پاگل ہوگئی ہو؟ عرض کیا حضور نے بددعا کردی تھی، اسی کا نتیجہ ہے۔ دیکھتی ہوں کون سا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اب حضور نے اللہ کی حمد کی اور ثنا کی اور ہاتھوں کو اٹھایا۔ اور عرض کیا، اے اللہ میں بشر ہوں جیسے اور انسانوں کو غصہ آتا ہے میں بھی غضب فرماتا ہوں۔ جس مسلمان مرد وعورت کے لئے بددعا کردوں اسے اس کی ظاہری اور باطنی پاکیزگی کے لئے سبب بنا۔

شاہ صاحب قبلہ سے دو غلطیاں ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ حدیث۔ اعوجت یداھا۔ نہیں۔ وانا اقلب یدی۔ ہے۔ دوسرے یہ کہ قیدی حوالہ فرمایا۔ اس کی نگہداشت ضروری تھی۔ اس سے ام المومنین نے غفلت برتی۔ یہ غضب کا بہرحال سبب ہے۔ پھر یہ مسئلہ عدم الاجابۃ کے قبیل سے کیسے ہوگیا۔ ہاں یہ بات ضرور ثابت ہوئی کہ کبھی کبھی حالت غضب میں بطور عتاب انبیاء کرام و اولیاء عظام سے ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جو بظاہر دعاء بد کے ہوتے ہیں ان کا مقصد بددعا نہیں ہوتا۔ مگر پھر بھی ان کلمات کا ظاہر مدلول واقع ہوجاتا ہے۔ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد بددعا ہرگز نہیں تھا۔ اور جریج کی ماں کا مقصد بددعا تھا بلکہ اظہار خفگی تھا۔ مگر جو منہ سے نکلا ویسا ہی ہوگیا۔ اس سے محبوبان بارگاہ الٰہی میں عظمت ظاہر ہوئی۔

۷۲۳ تشریحات امام بخاری نے اس حدیث پر باب کا عنوان یہ قائم فرمایا ہے۔ نماز میں کنکری برابر کرنا — اور حدیث میں کنکری کا لفظ نہیں۔ تراب دھول مذکور ہے۔ اس کی ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ مسلم میں اسی حدیث کے ایک طریقے میں ہے۔ یسوی یعنی الحصی دوسرے طریقے میں۔ یسوی التراب۔ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حصی کنکری۔ تراب دھول۔ دونوں کا حکم ایک ہے۔ کہ صرف ایک مرتبہ برابر کرنے کی اجازت ہے۔ اس پر بار بار عرض گزر چکی کہ باب امام بخاری باندھیں اور مطابقت پیدا کی جائے مسلم کی حدیث سے — مطابقت کی صحیح تقریر یہ ہے کہ حدیث میں اگرچہ تراب مذکور ہے۔ امام بخاری نے باب میں حصی ذکر کرکے یہ افادہ فرمایا۔ کہ دونوں کا حکم ایک ہے۔ اس لئے کہ دونوں کا اثر نماز پر یکساں ہے۔

عہ باب مسح الحصی فی الصلوۃ ص ۱۶۱ مسلم الصلوۃ ابوداؤد الصلوۃ، ترمذی الصلوۃ، نسائی الصلوۃ ابن ماجۃ الصلوۃ۔

۲۲۴ وَقَالَ قَتَادَةُ إِنْ أُخِذَ ثَوْبُهُ يَتْبَعُ السَّارِقَ وَيَدَعُ الصَّلٰوةَ عــه

ت اور قتادہ نے فرمایا۔ اگر نمازی کا کپڑا کوئی لے کر بھاگے تو چور کا پیچھا کرے اور نماز چھوڑ دے۔

۲۲۵ وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو نَفَخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سُجُوْدِهٖ فِي كُسُوْفٍ۔ عــه

ت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز کے سجدے میں پھونک ماری۔

۲۲۴ تشریحات اس اثر کو امام عبدالرزاق نے موصولاً باختلاف الفاظ روایت کیا ہے۔ اخیر میں یہ زائد ہے۔ اگر روکے کو کنوئیں پر دیکھے اور اندیشہ ہو کر کنوئیں میں گر پڑے گا۔ تو نماز توڑ دے۔ یہاں باب یہ ہے کہ اگر نماز کی حالت میں چوپایا بھاگے تو کیا کرے۔ اس کے تحت حدیث لائے ہیں۔ جسمیں مذکور ہے کہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کے گھوڑے کی لگام ان کے ہاتھ میں تھی۔ گھوڑا چھڑا کر بھاگا جا رہا تھا اور یہ پیچھے پیچھے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ صحیح ہو تو نماز توڑنا جائز ہے۔ مال سے اہم جان ہے اگر جان جانے یا عضو کے کاٹے جانے یا ضرب شدید یا لمبی قید کا اندیشہ ہو تو بھی اجازت ہے۔ تھوڑے سے مال کے لئے نماز توڑنا جائز نہیں۔ زیادہ ہو تو جازت ہے۔ اگر ایک درہم[1] یا اس سے زائد قیمت کا ہو تو زیادہ ہے ورنہ تھوڑا۔

۲۲۵ تشریحات اس تعلیق کو امام ابو داؤد[2]۔ امام نسائی[3] اور امام احمد[4] اور امام حاکم نے المستدرک میں موصولاً روایت کیا ہے۔ ابوداؤد میں یہ ہے۔ پھر آخر سجدے میں پھونک ماری اور اُف اُف کیا۔ مسند امام احمد اور نسائی میں یوں ہے۔ آخری رکعت کے دوسرے سجدے میں رونے لگے اور پھونکنے لگے اور یہ عرض کرنے لگے۔ اے رب کیا تو نے یہ وعدہ نہیں فرمایا ہے جب تک میں ان میں ہوں ان پر عذاب نہیں فرمائے گا۔ اور کیا تو نے اس کا وعدہ نہیں فرمایا ہے کہ میں ان پر عذاب نہیں فرماؤنگا جبتک یہ استغفار کرتے رہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ کہ جنت میرے سامنے لائی گئی میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ کہ اس کے پھلوں میں سے لے لوں۔ اور جہنم میرے سامنے لائی گئی تو میں اسے پھونکنے لگا۔ اس ڈر سے کہ کہیں تم پر چھا نہ جائے۔ امام بخاری نے اسے صیغہ تمریض سے اس لئے ذکر کیا کہ یہ عطاء بن سائب عن ابیہ مروی ہے۔ ان کی حدیث کے قابل احتجاج ہونے میں اختلاف ہے۔ اور آخر عمر میں انھیں اختلاط بھی ہو گیا تھا۔ لیکن امام ابن خزیمہ نے سفیان ثوری سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ اور سفیان ثوری نے اختلاط سے پہلے عطاء سے حدیث سنی ہے۔ عطاء کے باپ سائب کی عجلی اور ابن حبان نے توثیق کی ہے۔ ابو داؤد میں پھونک مارنے کی تفسیر یہ ہے کہ اُف اُف کہا۔ اُف کلام اس وقت ہوگا جب فا کو مشدد پڑھیں۔ اور اگر فا کو ساکن پڑھیں تو کلام نہ ہوگا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ جو شخص پھونک مار رہا ہو وہ اسے تشدید کیساتھ نہیں ادا کرتا۔ بلکہ شاید ہی اسے اپنے مخرج سے کما حقہ نکالتا ہو اس طرح کہ دونوں ہونٹ مل جاتے ہوں۔ غالباً علامہ عینی یہ افادہ فرمانا

عــه باب اذا انفلتت الدابۃ فی الصلوٰۃ ص ۱۶۱ — عــه مایجوز من البصاق والنفخ فی الصلوٰۃ ص ۱۶۲ [1] الدر المختار وردالمحتار اول مکروہات ص ۴۴۰ [2] اول صلوٰۃ۔ باب من قال یرکع رکعتین ص ۱۶۹ [3] اول صلوٰۃ الکسوف ص ۲۱۸ —

[4] مسند امام احمد ثانی ص ۱۸۸ —

جانتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو اُف اُف فرمایا۔ یہ نماز میں کلام کرنا نہ ہوا۔ اسی لئے امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر نماز میں اُف اُح آہ نکل جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ مگر اس میں تفصیل ہے۔ اگر درد یا مصیبت کیوجہ سے اف تف آہ اوہ نکلا تو نماز فاسد ہوگی۔ اور اگر جنت یا دوزخ کے ذکر سے یہ الفاظ نکلے تو نماز نہ گئی۔ اسی طرح اللہ عزوجل کی عظمت اس کے جلال وکبریائی کے تصور سے نکلے تو بھی فاسد نہ ہوگی۔ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہن اقدس سے جو اف نکلا یہ دوزخ دیکھ کر نکلا تھا۔ اس لئے اس سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور یہ وہ نفخ نہیں جس سے ممانعت آئی ہے۔ ترمذی میں ہے۔[1] افلح نے نماز میں پھونک ماری، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ترب وجھک۔ تیرا چہرہ خاک آلود ہو۔

ایک باب کی تنقیح امام بخاری نے ایک باب قائم کیا۔ مردوں میں سے کوئی نماز میں تالی بجائے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگر وہ نہ جانتا ہو۔ اس کے ثبوت کے لئے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ نہ جانتا ہو یہ مذکور نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ یہ جانتا ہو کہ نماز میں تالی بجانا مفسد صلوٰۃ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ یہ جانتا ہے کہ نماز میں تالی بجانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور بجائے تو فاسد ہو جائے گی۔ علامہ عینی اور علامہ قسطلانی نے، جاھلا کی توجیہ یہ کی کہ قصداً نہ ہو اس سے متبادر ہوا کہ عمداً ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ مختار یہ ہے کہ اگر امام کو لقمہ دینے کے لئے تالی بجائے گا تو نماز فاسد نہ ہوگی خواہ قصداً ہو یا بلا قصد۔ حضرت سہل بن سعد کی حدیث میں یہی ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبر کو یہ بتانے کے لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ تالیاں بجائی تھیں۔ اور حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ صحابہ کرام نے بلا قصد تالی بجایا تھا بلکہ ظاہر حدیث یہی ہے کہ انھوں نے قصداً تالی بجایا تھا۔ اس لئے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو لقمہ دینے کیلئے تالی بجانے سے نماز فاسد نہ ہوئی۔ اور اگر کوئی لہو ولعب کے لئے تالی بجائے تو ضرور نماز فاسد ہو جائے گی خواہ قصداً بجائے خواہ بلا قصد۔ گزر چکا کہ یہاں تالی بجانے سے مراد یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں کی پشت پر مارے۔

ایک اور باب کی تنقیح اس کے بعد باب ہے جب مصلی سے کہا جائے۔ آگے بڑھو یا انتظار کرو۔ اور اس نے انتظار کیا تو کوئی حرج نہیں اس میں یہ تصریح نہیں کہ نماز کی حالت میں کہا جائے یا نماز شروع کرنے سے پہلے کہا جائے۔ چونکہ اس کے پہلے جو باب ہیں ان میں یہی بحث ہے کہ نماز کی حالت میں یہ افعال جائز ہیں یا نہیں۔ اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہاں بھی یہی مراد ہے۔ اس کو ثابت کرنے کے لئے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ۲۵۰ لائے ہیں۔ جسمیں یہ مذکور ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ تہبند چھوٹا ہونے کی وجہ سے گردنوں پر باندھے رہتے۔ تو عورتوں سے کہا گیا کہ وہ اپنے سروں کو اس وقت تک نہ اٹھائیں جبتک مرد سیدھے نہ بیٹھ جائیں۔ اس حدیث میں فقیل۔ ہے فاء کے ساتھ جو تعقیب کے لئے آتا ہے۔ اس کے پہلے۔ کانوا یصلون۔ ہے۔ اس سے یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ نماز کی حالت میں مردوں سے یہ کہا گیا۔ اس طرح باب کے ساتھ مطابقت ہو جاتی ہے۔ **اقول**۔ یہ کہنا کہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کی حالت میں یہ کہا گیا۔ قطعی نہیں۔ ایک اور احتمال بھی ہے جو پہلے والے سے بھی زیادہ ظاہر ہے۔ کہ کانوا یصلون صحابہ کرام کی عام عادت کا بیان ہے کہ جن کے پاس تہبند چھوٹے تھے وہ اسے گردنوں پر باندھ کر نمازیں عام طور پر پڑھا کرتے تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھی گئی تو کسی بھی موقع پر نماز کے باہر عورتوں سے وہ کہا گیا۔

---

[1] اول الصلوٰۃ باب کراھیۃ النفخ فی الصلوٰۃ ص ۵۰

۷۲۴ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ نُهِیَ عَنِ الْخَصْرِ فِی الصَّلٰوةِ ع

حدیث

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور ہشام

وَقَالَ هِشَامٌ وَاَبُوْ هِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اور ابو ہلال نے ابن سیرین اور وہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

اسی طرح امام بخاری نے اس کا التزام نہیں فرمایا ہے کہ مسلسل ایک روش کی پوری پوری پابندی کریں کہ اس کے پہلے والے ابواب سے یہ استدلال کیا جائے کہ نماز کی حالت میں یہ کرنے کا بیان ہے۔ جیسا کہ کتاب الوضوء میں دیکھ لیں کہ درمیان میں استنجا کے ابواب داخل کر دیئے ہیں۔ اس تقریر پر باب اور حدیث میں مطابقت بھی ہو جاتی ہے اور کوئی خلجان نہیں رہتا۔

کشمیری صاحب پر تعقب فیض الباری میں ہے۔ حدیث، خارج صلوٰۃ مسئلہ کی تعلیم کے بارے میں ہے۔ اور ترجمہ درمیان نماز اصلاح کے بیان میں ہے۔ کہاں یہ کہاں وہ۔ مگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے ترجمے کو حدیث سے کسی قسم کے استنباط سے لیا ہو۔ اقول۔ اس کی بنیاد ایک تو یہی ہے کہ نماز میں کچھ کرنے کے بیان کا سلسلہ چل رہا ہے۔ تو یہاں بھی وہی مراد ہے۔ یا یہ کہ حضرت نے للمصلی سے یہ سمجھا ہے کہ مصلی کسی کو اسی وقت سمجھا جائیگا جب تک وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کے پہلے یا بعد اس کو مصلی کہنا غلط ہے۔

تشریحات ۷۲۴ اس حدیث کے الفاظ مختلف آئے ہیں۔ خود بخاری ہی میں بعد والی حدیث میں، مختصراً ہے۔ کشمیہنی سے ابوذر کی روایت میں مختصراً اور نسائی کی روایت میں تخصراً اور ابوداؤد کی ایک روایت میں نہی عن الاختصار اور بیہقی کی ایک روایت میں نہی عن التخصر آیا ہے۔ ترمذی نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ کوئی اپنا ہاتھ اپنے کوکھ پر نماز میں رکھے۔ ابوداؤد نے بھی یہی تفسیر کی ہے فی الصلوٰۃ کے حذف کے ساتھ امام ترمذی نے جو تفسیر کی ہے وہی حضرت محمد بن سیرین نے نقل کی ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ نیز ہشام بن حسان ابو عبداللہ قردوسی نے بھی یہی تفسیر کی ہے، جیسا کہ بیہقی نے اپنے سنن میں ان سے روایت کیا ہے[۱]۔ اور یہی صحیح ہے۔ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا کروہ تحریمی ہے۔ کراہت کی اصل وجہ یہود کے ساتھ تشبہ ہے۔ جیسا کہ بخاری[۲] میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ وہ کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ جانتی تھیں۔ فرماتی تھیں کہ یہود ایسا کرتے ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے یہ زائد کیا۔ یعنی نماز میں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ۔ یہ جہنمیوں کی راحت ہے۔ یہ بھی خود ام المومنین حضرت صدیقہ ہی سے مروی ہے۔ جیسا کہ ابن ابی شیبہ ہی میں ہے۔ کہ انھوں نے ایک شخص کو کوکھ پر ہاتھ رکھے دیکھا تو فرمایا۔ جہنمی جہنم میں ایسے ہی رہیں گے۔ بلکہ بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا جہنمیوں کی راحت ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ابلیس جب اتارا گیا تو کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے موقوفاً روایت کیا نیز یہ طریقہ اترانے والے اور متکبرین کا ہے۔ نیز فاحشہ عورتیں ناچتے وقت زیادہ تر اسی ہیئت پر رہتی ہیں[۳]۔

ع۵ باب الخصر فی الصلوٰۃ ص ۱۶۳، مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی کلھم فی الصلوٰۃ۔

[۱] جلد ثانی ص ۲۸۸، [۲] عمدۃ القاری سابع ص ۲۹۷ [۳] اول الانبیاء باب ذکر بنی اسرائیل ص ۴۹۱

[۳] عمدۃ القاری سابع ص ۲۹۷۔

۲۲۶ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِنِّيْ لَأُجَهِّزُ جَيْشِيْ وَأَنَا فِي الصَّلٰوةِ عه

ت اور حضرت عمر نے فرمایا میں لشکر کو نماز میں درست کرتا ہوں

۷۳۵ حدیث قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ النَّاسُ أَكْثَرَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے بکثرت روایت کیا ہے

فَلَقِيْتُ رَجُلًا فَقُلْتُ بِمَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ

تو میں ایک صاحب سے ملاقات کی اور پوچھا کل رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عتمہ یعنی عشا میں کیا

فِي الْعَتَمَةِ فَقَالَ لَا أَدْرِيْ فَقُلْتُ أَلَمْ تَشْهَدْهَا قَالَ بَلٰى قُلْتُ لٰكِنْ أَنَا أَدْرِيْ قَرَأَ

پڑھا تھا تو انھوں نے فرمایا میں نہیں جانتا اب میں نے کہا کہ اس میں حاضر نہیں تھے انھوں نے فرمایا حاضر تو تھا

سُوْرَةَ كَذَا وَكَذَا عه

میں نے کہا میں جانتا ہوں یہ سورۃ پڑھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۷۳۶ حدیث قَالَ سَعْدٌ وَرَأَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ

سعد نے کہا میں نے عروہ بن زبیر کو دیکھ کر انھوں نے مغرب کی دو رکعت پڑھی اور

۲۲۶ تشریحات اس تعلیق کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ چونکہ لشکر کی ترتیب و درستگی جہاد کے لئے ہے، جو دینی بات ہے۔ اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۷۳۵ تشریحات اکثر ابو ھریرۃ سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث بکثرت بیان کرنا ہے، جیسا کہ مدخل میں ہے، اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ راوی کو یقین ہو کہ مجھے صحیح یاد ہے۔ اس کی مکمل بحث گزشتہ صفحات میں ہو چکی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جتنی زیادہ احادیث مروی ہیں کسی اور صحابی سے نہیں۔ ان کی مرویات جو شمار میں آئی ہیں وہ پانچ ہزار تین سو چوہتر ہیں۔ ۵۳۷۴

۷۳۶ تشریحات یہ سعد بن ابراہیم اس حدیث کے راوی ہیں۔ اس کے قبل والی حدیث کے ساتھ جو سند مذکور ہے اسی سے یہ بھی مروی ہے۔ غالباً حضرت عروہ نے ھکذا فعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذوالیدین والی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو بخاری میں ابھی اس سے پہلے مذکور ہے۔ اور نزہۃ القاری جلد ثانی ص ۴۵۷، ص ۴۵۸ پر گذر چکی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا تھا۔ سلام پھیر کر ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر قبلہ کی طرف پیٹھ اور صحابہ کرام کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ ذوالیدین نے جب بتایا تو دوسرے حضرات سے دریافت فرمایا اور دو رکعت پوری

عه باب تفکر الرجل الشی فی الصلوٰۃ ص ۱۶۳ عه باب تفکر الرجل الشی فی الصلوٰۃ ص ۱۶۳

سَلَّمَ وَتَکَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰی مَا بَقِیَ وَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ وَقَالَ ھٰکَذَا فَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ع

سلام پھیر دیا اور بات کی اس کے بعد باقیہ پڑھی اور دو سجدہ کیا اور کہا ایسے ہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

وہاں پھر سجدہ سہو کیا۔ اس سے حضرت عروہ نے یہ سمجھا کہ نماز کی اصلاح کے لئے کلام نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اور انھوں نے اس کے مطابق عمل کیا۔ مگر ہم جلد ثانی ص۳۹ پر بتا آئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کلام نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اور ابھی چند ورق پہلے تلویح سے گزرا نیز علامہ نووی[1] نے بھی لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب نہ ہمارے یہاں نماز کو باطل کرتا ہے اور نہ کسی اور کے یہاں۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ اس لئے حضرت عروہ کا اس حدیث کے مطابق عمل درست نہیں۔ عروہ کا یہ کہنا کہ ھکذا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ارسال ہے مگر یہ ثقہ ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ ثقہ کی حدیث مرسل حجت ہے۔ اس کا امکان ہے انھوں نے حدیث مذکور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی ہو۔ اس لئے کہ ان کے دوسرے رفقاء جیسے سعید بن مسیب، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

اشکال ہم نے جلد ثانی ص۴۵۹ پر علامہ عینی وغیرہ کی متابعت میں یہ لکھا ہے کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین ایک ہی صاحب ہیں جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے ہیں۔ مگر مسلم شریف[2] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ذوالیدین والی اس حدیث میں ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔ بینا انا اصلی مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الحدیث۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ یہ اس پر نص ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نماز میں شریک تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہ ۷ھ میں غزوہ خیبر کے موقع پر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔ اب ثابت ہوا کہ یہ واقعہ ۷ھ کے بعد کا ہے۔ اس وقت ذوالشمالین موجود تھے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ ذوالیدین اور ہیں اور ذوالشمالین اور۔ مگر ج۲ ص۴۵۹ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو طریقے سے ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو رکعت پر سلام پھیرا۔ تو ذوالشمالین نے عرض کیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ ذوالیدین کیا کہہ رہا ہے۔ امام طحاوی[3] نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ذوالشمالین اور ذوالیدین ایک ہی بزرگ ہیں۔ اس تقدیر پر احناف کی طرف سے یہ بھی جواب ہوگا کہ یہ منسوخ ہے مگر اب دو شبہے وارد ہوتے ہیں۔ کہ جب ذوالیدین اور ذوالشمالین ایک ہی بزرگ ہیں اور وہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے۔ تو مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی یہ کیسے مروی ہے کہ بینا انا اصلی مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحدیث۔ دوسرے یہ کہ نسخ کا

---

[1] باب اذا سلم فی رکعتین او فی ثلث فسجد سجدتین ص ۱۶۳، [2] شرح مسلم ص ۲۱۳ [3] اول الصلوٰۃ باب من ترک الرکعتین او نحوھما فلیتم ص ۲۱۴، [3] اول الصلوٰۃ باب ما یفعل من سلم من ثنتین ناسیا و تکلم ص ۲-۱۸۲، [4] شرح معانی الآثار باب الکلام فی الصلوٰۃ لما یحدث فیھا من السھو ص ۲۱۵،

۲۲۶ وَسَلَّمَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَالْحَسَنُ وَلَمْ یَتَشَھَّدْ وَقَالَ قَتَادَۃُ لَا یَتَشَھَّدُ۔

ت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن بصری نے سلام پھیرا تشہد نہیں پڑھا اور قتادہ نے کہا تشہد نہ پڑھے۔

۲۲۷ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ عَلْقَمَۃَ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ فِیْ سَجْدَتَیِ السَّھْوِ تَشَھُّدٌ قَالَ لَا

حدیث سلمہ بن علقمہ نے کہا میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا سجدہ سہو میں تشہد ہے فرمایا!

دعویٰ غلط ہوگیا۔ یہ وہ اشکال ہے کہ علامہ ابن نجیم کو کہنا پڑا لعل عنہ جوابا شافیاً [1] میں اس کا کوئی شافی جواب نہیں جانتا۔ واللہ التوفیق۔ ہوسکتا ہے یہ دونوں دو بزرگ ہوں۔ ان میں سے ایک صاحب کو صرف ذوالشمالین کہا جاتا ہو ان کی شہادت غزوہ بدر میں ہوگئی۔ اس حدیث میں یہ مراد نہیں۔ دوسرے وہ صاحب جنھیں ذوالیدین بھی کہا جاتا ہو اور ذوالشمالین بھی۔ یہ بعد تک باحیات رہے ہوں۔ اور اس حدیث میں یہی مراد ہوں۔ رہ گئی نسخ کی بات تو ہم اسے منسوخ نہیں مانتے بلکہ اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے مانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک بار ایسا ہی سہو ہوا جیساکہ ذوالیدین کی حدیث میں مذکور ہے تو انھوں نے سجدہ سہو نہیں فرمایا بلکہ دوبارہ نماز پڑھی۔ اور یہ نماز باجماعت میں صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا تھا مگر کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ حالانکہ ذوالیدین والے قصے کے وقت حضرت عمر موجود تھے اور اس کا ظن غالب ہے کہ اور بھی ایسے حضرات اس وقت موجود رہے ہوں جو ذوالیدین والی حدیث کے واقعے میں بھی شریک تھے۔ مگر کسی نے نہیں ٹوکا۔ اسکی وجہ صرف یہی ہوسکتی ہے کہ کلام کا مفسد نماز نہ ہونا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

۲۲۶ تشریحات یہاں امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے۔ جو سجدہ سہو میں تشہد نہ پڑھے۔ اس کے ثبوت میں تین تعلیقیں اور ذوالیدین والی حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اخیر میں امام ابن سیرین کا ارشاد پیش فرمایا۔ امام بخاری نے جن الفاظ میں تعلیقات ذکر کی ہیں، ان سے تو ضرور باب ثابت ہے مگر حضرت انس اور امام حسن بصری کا جو ارشاد امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر فرمایا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں، حضرت انس کے اثر کے الفاظ یہ ہیں۔ حضرت انس دوسری رکعت میں بیٹھے رہے۔ لوگوں نے تسبیح پڑھی تو کھڑے ہوئے اور چار رکعتیں پوری فرمائیں پھر سلام پھیر کر سجدہ سہو کیا اسکے بعد قوم کی طرف منھ کرکے فرمایا ایسے ہی کیا کرو۔ انھیں حضرت قتادہ سے یہ روایت ہے کہ حضرت انس اور امام حسن بصری نے سلام کے بعد سجدہ سہو کیا اور سلام نہیں پھیرا۔ امام بخاری نے یہ تفصیل نہیں ذکر کی ہے۔ کہ سجدہ سہو سے پہلے تشہد نہ پڑھے یا سجدہ سہو کے بعد نہ پڑھے۔ ان تعلیقات سے اگر ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد نہیں پڑھا اور ذوالیدین والی حدیث سے بھی زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہوتا ہے رہ گیا سجدہ سہو سے پہلے تشہد نہ پڑھنا تو ثابت نہیں بلکہ یہ طے ہے کہ دو رکعت کے بعد قعدہ اخیرہ جب کیا ہوگا تو ضرور تشہد پڑھا ہوگا۔ رہ گئے قتادہ تو ان سے مصنف عبدالرزاق میں یہ منقول ہے۔ کہ سجدہ سہو میں تشہد بھی پڑھا اور سلام بھی پھیرا۔

۲۲۷ تشریحات یعنی ذوالیدین والی جو روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں تشہد مذکور نہیں، لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ عدم ذکر، ذکر عدم نہیں۔ اور روایت میں حذف واختصار کی عام عادت سب کو معلوم ہے۔ اس لئے اس حدیث میں تشہد مذکور نہ ہونے سے یہ دلیل لانا کہ سجدہ سہو میں تشہد نہیں۔ درست نہیں۔ جبکہ دوسری حدیث میں صراحت کے ساتھ سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھے

عہ باب من لم یتشہد فی سجدتی السہو ص ۱۶۴ — [1] البحر الرائق ثانی ص ۳ — [2] شرح معانی الآثار اول باب الکلام فی الصلوٰۃ لما یحدث ص ۲۱۷۔

لَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عہ

ابو ہریرہ کی حدیث میں نہیں ہے۔

حدیث ۷۲۸ عَنْ کُرَیْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَۃَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ

کریب سے روایت ہے کہ ابن عباس اور مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمن بن ازہر نے انھیں

اَزْھَرَ اَرْسَلُوْہُ اِلٰی عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَیْھَا السَّلَامَ مِنَّا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجا اور کہا ان کی خدمت میں ہم سب کا سلام عرض کرنا اور

جَمِیْعًا وَّسَلْھَا عَنِ الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَّھَا اِنَّا اُخْبِرْنَا اَنَّکِ

ان سے دریافت کرنا کہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ اور عرض کرنا ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ انھیں

تُصَلِّیْنَھُمَا وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْھُمَا وَقَالَ

پڑھتی ہیں اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے منع فرمایا ہے اور

اور سلام کا ذکر موجود ہے۔ ابو داؤد[۱]، ترمذی[۲] میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں نماز پڑھائی اور سہو ہو گیا، تو دو سجدہ فرمایا پھر تشہد پڑھا پھر سلام پھیرا۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ امام حاکم نے فرمایا شیخین کی شرط پر ہے، اسے ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ اور اس کی تصحیح کی۔ نیز ابو داؤد[۳] میں عبید اللہ بن عبد اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سجدے کے بعد تشہد پڑھ پھر سلام پھیر۔ بیہقی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سجدہ سہو میں تشہد پڑھنے کی روایت کی ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ان دونوں احادیث کی اسناد میں ضعف ہے۔ مگر یہ تینوں احادیث درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہیں۔ علائی نے کہا یہ بعید نہیں۔ ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن مسعود سے بھی یہ مروی ہے[۴]۔ علاوہ ازیں امام طحاوی[۵] نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھے اور سلام پھیرے۔ نیز طبرانی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہ مروی ہے۔

تشریحات ۷۲۸ اس حدیث پر بقدر ضرورت بحث گذر چکی ہے[۶]۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد: کنت اضرب الناس مع عمر بن الخطاب عنھا۔ اس کا ترجمہ عام طور پر یہ کیا جاتا ہے کہ میں حضرت عمر کے ساتھ اس کے پڑھنے پر لوگوں کو مارتا تھا، اس ترجمہ کو صحیح تو کیا جا سکتا ہے۔ لیکن عن کا صحیح مدلول۔ محاورت واعراض ہے۔ اسی لئے شیخ نور الحق محدث دہلوی قدس سرہ نے۔ تیسیر القاری۔ میں یہ ترجمہ فرمایا۔ بودم من کہ دفع کردم مردم را با عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[۱] باب من لم یتشہد فی سجدتی السہو ص ۱۴۶ [۲] اول۔ الصلوۃ۔ باب سجدتی السہو فیہما التشہد والتسلیم ص ۱۴۹، اول الصلوۃ باب فی التشہد فی سجدتی السہو ص ۵۲ [۳] اول الصلوۃ باب یتم علی اکبر ظنہ ص ۱۴۷ [۴] فتح الباری ثالث ص ۹، [۵] شرح معانی الآثار باب الرجل یشک فی صلوتہ ص ۲۱۰۔ [۶]

ابن عباس وكنت اضرب الناس مع عمر بن الخطاب عنها. قال كريب

ابن عباس نے کہا اور میں حضرت عمر کے ساتھ لوگوں کو اس سے روکتا تھا۔ کریب نے کہا

فدخلت على عائشة رضى الله تعالىٰ عنها فبلغتها ما ارسلوني فقالت سل

اب میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان لوگوں کا پیغام انھیں پہنچادیا۔ تو انھوں نے فرمایا

امّ سلمة فخرجت اليهم فاخبرتهم بقولها فردّوني الى امّ سلمة بمثل

ام سلمہ سے پوچھو۔ میں ان لوگوں کے پاس واپس آیا ان کے ارشاد کو بتایا اب ان لوگوں نے مجھے حضرت ام سلمہ کی خدمت

ما ارسلوني به الى عائشة فقالت امّ سلمة، سمعت النبىّ صلى الله تعالىٰ عليه

میں وہی پیغام دے کر بھیجا جو حضرت عائشہ کی خدمت میں بھیجا تھا، حضرت ام سلمہ نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وسلم ينهى عنها. ثمّ رأيته يصليهما حين صلى العصر ثمّ دخل علىّ

سے سنا تھا۔ کہ ان سے منع فرمایا تھا پھر میں نے دیکھا کہ عصر کے بعد انھیں پڑھ رہے ہیں پھر میرے یہاں تشریف لائے

وعندى نسوة من بنى حرام من الانصار فارسلت اليه الجارية فقلت

اور میرے پاس انصار کے قبیلے بنی حرام کی کچھ عورتیں تھیں میں نے لونڈی کو حضور کے پاس بھیجا میں نے لونڈی کو سکھایا

ازگزاردن ایں دو رکعت ــ اس کی موید دوسری روایت میں[1] ہے۔ جسمیں واصرف الناس۔ صاد اور فاء کے ساتھ ہے۔ اسی لئے میں نے یہاں یہ ترجمہ کیا ہے۔ میں حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ لوگوں کو اس سے روکتا تھا۔ ہاں ابوالوقت[2] کے ایک نسخے میں۔ علیھا۔ ہے۔ اس نسخے کا یہ ترجمہ درست ہے۔

فارسلت اليه الجارية مغازی میں۔ الجاریۃ۔ کی جگہ۔ الخادم۔ ہے۔ اس لئے میں نے اس کا ترجمہ لونڈی کیا ہے۔ جو دونوں پر صادق ہے۔ حضرت علامہ ابن حجر نے قیاس فرمایا کہ ہو سکتا ہے۔ اس سے مراد، حضرت ام سلمہ کی صاحبزادی زینب ہوں جو ان کے سابق شوہر حضرت ابو سلمہ سے تھیں۔ اگرچہ یہ صرف قیاس ہی ہے۔ کسی روایت سے ثابت نہیں۔

يا بنت ابى امية اس سے ام المومنین حضرت ام سلمہ مراد ہیں۔ یہ ان کے والد کی کنیت ہے۔ ان کا نام حذیفہ یا سہیل بن مغیرہ مخزومی تھا۔

اتانى آت مغازی میں ہے۔ میری خدمت میں عبد القیس کے کچھ لوگ مسلمان ہو کر حاضر ہوئے اور یہاں بھی۔ ابوالوقت کے نسخے میں۔ آت کے بجائے۔ ناس۔ ہے۔ اسی نسخے کو علامہ ابن حجر اور علامہ عینی علامہ قسطلانی نے لیا ہے۔ اب۔ فشغلونی۔ جمع کے ساتھ بلا تردد صحیح ہے۔

توجیہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت موکدہ کی قضا ہے۔ نیز یہ کہ نماز عصر کے بعد قضا پڑھنے کی اجازت ہے۔ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ۔ سنن موکدہ کی قضا نہیں۔ اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ اس کی دلیل اسی حدیث کی دوسری روایت[3] ہے۔ کہ حضرت ام سلمہ نے دریافت کیا کیا ہم لوگ بھی اس کی قضا پڑھیں۔ ارشاد فرمایا۔ نہیں۔ رہ گیا عصر کے بعد قضا پڑھنا۔

---

[1] عمدۃ القاری سابع ص ۳۱۶ [2] ارشاد الساری ثانی ص ۳۰۵ [3] عمدۃ القاری سابع ص ۳۱۷

قُومِی بِجَنْبِہٖ قُولِی لَہٗ تَقُولُ لَکَ اُمُّ سَلَمَۃَ یَارَسُولَ اللّٰہِ سَمِعْتُکَ تَنْھٰی عَنْ

حضور کے پہلو میں کھڑی ہو جا اور کہہ حضور سے ام سلمہ کہتی ہے یارسول اللہ میں نے حضور ہی سے سنا ہے کہ

ھَاتَیْنِ وَاَرَاکَ تُصَلِّیْھِمَا فَاِنْ اَشَارَ بِیَدِہٖ فَاسْتَاْخِرِی عَنْہُ فَفَعَلَتِ الْجَارِیَۃُ

حضور ان دونوں رکعتوں سے منع فرماتے ہیں اور میں دیکھ رہی ہوں کہ حضور انھیں پڑھ رہے ہیں اگر حضور

فَاَشَارَ بِیَدِہٖ فَاسْتَاْخَرَتْ عَنْہُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ یَا ابْنَۃَ اَبِی اُمَیَّۃَ سَاَلْتِ

ہاتھ سے اشارہ فرمائیں تو پیچھے ہٹ آنا۔ اس لونڈی نے ایسے ہی کیا تو حضور نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا وہ

عَنِ الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَاِنَّہٗ اَتَانِی اُنَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَیْسِ فَشَغَلُونِی عَنِ

پیچھے ہٹ آئی۔ جب حضور نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا اے ابو امیہ کی بیٹی تو نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا ہے۔ ہوا یہ کہ

الرَّکْعَتَیْنِ اللَّتَیْنِ بَعْدَ الظُّھْرِ فَھُمَا ھَاتَانِ ع

عبد القیس کے کچھ افراد میری خدمت میں حاضر ہوئے اور مجھے مشغول کر لیا۔ میں ظہر کے بعد والی دو رکعتوں کو نہیں پڑھ سکا تھا یہ وہی دونوں ہیں۔

احناف کے یہاں عصر کے بعد جب تک آفتاب میں زردی نہ آجائے یعنی غروب سے بیس منٹ پہلے تک قضا پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ آفتاب میں زردی آجانے کے بعد غروب تک قضا کی بھی اجازت نہیں۔

تم تسوید الجزء الثالث من نزھۃ القاری باتمام شھر ربیع الاول وقد مضی من ھجرۃ النبویۃ علی صاحبھا افضل السلام وازکی التحیۃ اربع عشر سنۃ بعد الالف ومن المیلادیۃ تسع وعشر سنۃ بعد الالف وکان شھر نومبر وکان مضی منہ ثلثۃ وعشرون یوما لیلۃ یوم الاثنین۔

فالحمد للہ علی الانتھاء کما لہ الحمد علی الابتداء والصلوۃ والسلام علی اول خلقہ وجودا و اٰخر انبیائہ بعثا۔ وعلی آلہ وصحبہ واولیائہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الجنائز

جنائز جنازہ کی جمع ہے۔ جیم کے فتحے کے ساتھ وہ میت جو چارپائی پر لاد کر دفن کے لئے لے جائی جاتی ہو۔ جیم کے کسرے کے ساتھ۔ وہ چارپائی جس پر مردہ دفن کے لئے لے جایا جاتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ معاملہ برعکس ہے۔ اگر چارپائی پر مردہ نہ ہو تو اسے عربی میں سریر اور نعش کہتے ہیں۔ جنازہ کے اصل معنی چھپانے کے ہیں۔ بولتے ہیں جنز یجنز اذا استتر۔

۲۲۸ ت قِيلَ لِوَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَلَيْسَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ إِلَّا لَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَإِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ

وہب بن منبہ سے کہا گیا کیا لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی نہیں۔ فرمایا ہے۔ لیکن ہر کنجی کے دندانے ہوتے ہیں اگر دندانے والی کنجی لائے گا تو تیرے لئے کھولی جائے گی ورنہ نہیں۔

۲۲۸ تشریحات

حضرت وہب بن منبہ کی اس حدیث مقطوع کا مضمون، ایک حدیث مرفوع میں بھی آیا ہے جسے بیہقی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب انھیں یمن بھیجا تو فرمایا۔ اہل کتاب تمھارے پاس آئیں گے اور پوچھیں گے، جنت کی کنجی کیا ہے، تو انھیں بتا دینا، لا الہ الا اللہ کی گواہی ہے۔ لیکن یہ کنجی بے دندانے کے ہے۔ اگر دندانے والی کنجی لاؤ گے تو کھلے گی ورنہ نہیں کھلے گی۔

دندانے سے مراد طاعات کی ادائیگی اور معاصی سے اجتناب ہے۔ اور مراد دخول اوّلی ہے۔ یعنی جو مومن ہوگا۔ اور کبائر کا مرتکب ہوگا وہ اپنے معاصی کی سزا بھگتے بغیر جنت میں نہیں جائے گا۔ لیکن جو مومن معاصی کا مرتکب نہ ہوگا۔ وہ جہنم میں گئے بغیر جنت میں جائے گا۔

اقول: اس راقم الحروف کے ذہن میں آتا ہے کہ خطاب اہل کتاب سے ہے۔ اہل کتاب موحد تھے، لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتے تھے مگر وہ جنت کے نہ دخول اوّلی کے مستحق ہیں نہ ثانوی کے۔ اس لئے کہ وہ نہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رسول مانتے تھے نہ اسلام کو حق مانتے تھے نہ قرآن کو کتاب اللہ۔ اگر صرف اتنا ہی جواب دے کر چھوڑ دیا جاتا کہ جنت کی کنجی لا الہ الا اللہ کی گواہی ہے تو انھیں چار آنکھیں ہو جاتیں۔ کہ بقول مسلمانوں کے ہم بھی جنتی ہیں۔ ان کے وسوسے کو دور کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ

عہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی الجنائز ص ۱۶۵، لہ عمدۃ القاری ثامن ص ۳

حدیث ۷۲۹ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَانِیْ اٰتٍ مِّنْ رَّبِّیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَوْ قَالَ بَشَّرَنِیْ اَنَّہٗ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِیْ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ فَقُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ عہ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پروردگار کی بارگاہ سے میری خدمت میں ایک آنے والے آئے اور مجھے یہ خبر دی یا یہ فرمایا کہ مجھے بشارت دی کہ میری امت میں سے جو اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا اگرچہ وہ زنا کرے چوری کرے۔ فرمایا اگرچہ وہ زنا کرے چوری کرے۔

حدیث ۷۳۰ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

کنجی کے دندانے ہیں۔ بے دندانے کی کنجی بیکار ہے۔ اب ان دندانوں کی تفسیر میں کہا جا سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی اور اسلام کی حقانیت کی اور قرآن کریم کے کتاب اللہ ہونے کی تصدیق ہے۔ قابل غور یہ ہے کہ دندانے کنجی کی ماہیت میں داخل ہیں۔

تشریحات ۷۲۹۔۷۳۰۔ آتٍ من ربی۔ یہ جبریل امین تھے۔ جیسا کہ دوسرے ابواب کی روایتوں میں تصریح ہے۔ خواب میں حاضر ہوئے تھے۔ یا بیداری میں۔ کتاب اللباس کی روایت میں تصریح ہے کہ خواب میں آئے تھے۔ دوسرے ابواب کی روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیداری میں حاضر ہوئے تھے۔ اس روایت میں وان زنی وان سرق ایک بار ہے۔ دوسری روایتوں میں تین بار۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ علی رغم انف ابی ذر۔

توجیہات اول۔ اللہ عزوجل کی ذات یا صفات یا عبادت یا تینوں میں یا دو میں کسی کو شریک کرنے کو شرک کہتے ہیں یہ کفر کی خاص قسم اور سب سے بدتر ہے۔ اس لئے شرک نہ کرنے سے کفر کی دوسری قسموں کی نفی نہیں ہوتی۔ اور جہنم میں ابد الآباد تک اس کا سبب ہر کفر ہے۔ اگرچہ شرک نہ ہو۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ ان احادیث میں شرک سے کفر مراد ہے۔ جیسے آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ (النساء ۴۸۔۱۱۶) اللہ شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا اس کے علاوہ جسے چاہے گا بخش دیگا۔ شرک سے تعبیر اس وجہ سے ہے کہ قرآن کے مخاطب اول مشرکین عرب تھے۔ وہ جب شرک

عہ الجنائز باب ما جاء فی الجنائز ص ۱۶۵ الاستقراض باب اداء الدیون ص ۳۲۱ بدء الخلق باب ذکر الملائکہ ص ۴۵۷ ثانی الاستیذان باب من اجاب بلبیک وسعدیک ص ۹۲۷ الرقاق باب المکثرون ھم المقلون ص ۹۵۳ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما احب ان لی مثل احد ذھبا ص ۹۵۳ التوحید باب کلام الرب مع جبریل ص ۱۱۱۵ مسلم الایمان نسائی فی الیوم واللیلۃ۔ ترمذی۔ سلہ ثانی باب الثیاب البیض ص ۸۶۷

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ یُشْرِکُ بِاللّٰہِ دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ اَنَا مَنْ
جو مشرک ہو کر مرے گا جہنم میں جائے گا اور میں کہتا ہوں

مَّاتَ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ ۵ع
جو اس حال میں مرے کہ مشرک نہ ہو وہ جنت میں جائے گا۔

چھوڑتے تو مومن مخلص ہو جاتے گویا ترک شرک کو ایمان لازم تھا تو بطور عموم مجاز مراد ایمان ہے۔

ثانی کتاب اللباس میں لایشرک باللہ شیا کی جگہ قال لاالٰہ الا اللہ ہے۔ دونوں کا حاصل ایک ہی ہے ایک دوسرے کو لازم ہیں۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ صرف اقرار توحید نجات کے لئے کافی ہے۔ حالانکہ صرف توحید کا اقرار اور تصدیق ایمان کے لئے کافی نہیں۔ رسالت کی تصدیق اور اقرار بھی جزء ایمان ہے۔ بلکہ تمام ضروریات کی تصدیق اور اقرار بھی۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ لاالٰہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا علم اور نام ہے۔ جیسے، الحمد، سورہ فاتحہ کا۔ قل ہو اللہ، سورہ اخلاص کا۔ کلمہ طیبہ کا علم۔ صرف لاالٰہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے کہ یہ خالص کفر ہے۔ اس لئے کہ اس کے معنی ہیں۔ کوئی معبود نہیں، اس لئے لاالٰہ الا اللہ پورا نام ہوا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جس نے پورا کلمہ طیبہ پڑھا۔ اور اسے پڑھنے کو لازم ہے جمیع ما جاء به الرسول کی تصدیق۔ تو اس کا حاصل یہ ہوا کہ جس نے مذہب اسلام کو حق مان لیا یا یہ کہ، لاالٰہ الا اللہ اس مخصوص ترکیب اور عربی کلمات کے ساتھ پڑھنا اسلام کا شعار ہے۔ توحید کے دوسرے دعویدار اگرچہ اقرار توحید کرتے ہیں مگر اس اقرار کے الفاظ دوسری زبان کے ہوتے ہیں اور ترکیب اور ہوتی ہے۔ تو اب لاالٰہ الا اللہ کہنا دلیل ہے اسلام قبول کرنے کی۔ تو حدیث کا معنی یہ ہوا کہ جو مسلمان ہونے کی حالت میں مرا وہ جنت میں جائے گا۔

ثالث گزر چکا کہ جنت میں داخل ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ جنت میں ضرور داخل ہو گا اگرچہ اپنے اعمال بد کی سزا بھگتنے کے بعد یا مراد یہ ہے کہ یہ کلمہ پڑھنا جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔ جس نے اسے پڑھا جنت کا مستحق ہو گیا۔ اگرچہ کچھ تاخیر کے ساتھ جائے یا مراد یہ ہے کہ جس نے موت کے وقت اخلاص کے ساتھ اس کو پڑھا وہ جنت میں جائے گا۔ اس لئے کہ اخلاص کے ساتھ جب پڑھیگا تو اعمال سیئہ پر ندامت اور توبہ بھی ضرور کرے گا۔ جس کی وجہ سے وہ جنت میں جائے گا۔

قلت حضرت ابوذر والی حدیث میں ہے۔ قلت وان زنی وان سرق میں نے کہا اگرچہ زنا کرے اگرچہ چوری کرے۔ اس میں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہو کہ حضور نے جبرئیل امین سے ارشاد فرمایا ہو۔ دوسرے یہ کہ حضرت ابوذر کی گزارش ہو۔ اس حدیث کے یہاں جو کلمات ہیں وہ دونوں احتمال رکھتے ہیں۔ مگر دوسری روایتوں میں تصریح ہے۔ قال ابوذر یارسول اللہ وان زنی وان سرق اور ایک روایت میں یہ زائد ہے۔ علی رغم انف ابی ذر اس سے متعین ہے کہ یہ حضرت ابوذر ہی کا مقولہ ہے۔

وقلت انا کتاب التفسیر[۱] میں حضرت ابن مسعود ہی سے یوں روایت ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بات کہی اور میں نے دوسری بات کہی۔ اور یہی کتاب الایمان[۲] میں بھی ہے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ صحیحین کی روایات اس پر متفق ہیں کہ مرفوع اور

ع۵ الجنائز باب ما جاء فی الجنائز ص ۱۶۵ ۔ ۱ سورہ بقرہ باب قولہ تعالیٰ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا ص ۶۴۶ ۔
۲ باب اذا قال واللہ لا اکلم الیوم فصلی ص ۹۸۸ ۔

۷۳۱ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اور موقوف وعدہ ہے۔ مگر امام حمیدی نے جمع بین الصحیحین اور مغلطائی نے اس کی شرح میں اور جن لوگوں نے اس سے لیا۔ یہ کہا ہے کہ وکیع اور ابن نمیر کی روایت بالعکس ہے۔ یعنی مرفوع وعدہ ہے اور موقوف وعید ہے۔ حدیث یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا وہ جنت میں جائے گا اور میں نے کہا جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے وہ جہنم میں جائے گا۔ امام نووی نے فرمایا کہ صحیح مسلم کے بعض اصول معتمدہ میں ایسا پایا گیا ہے۔ جمع بین الصحیحین کے علاوہ ابو عوانہ کی کتاب المخرج علی صحیح مسلم میں بھی یہی ہے۔ اس کے دونوں حصے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد ہیں۔ جیسا کہ مسلم شریف ہی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں جملے حضور سے سنے تھے۔ ایک وقت ایک حصہ یاد آیا تو اسے حضور کی طرف نسبت کر کے بیان کیا اور دوسرا اپنے استنباط سے اضافہ کیا اور دوسرے وقت دوسرا یاد آیا اسے حضور کا ارشاد بتایا، اور ایک کو اپنا استنباط بتایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مطابقت باب وہب بن منبہ کے اثر اور ان احادیث پر امام بخاری نے باب کے دو عنوان قائم کئے ہیں۔ ایک یہ کہ جنائز کے بارے میں جو کچھ آیا ہے۔ دوسرے یہ۔ اور جس کا آخر کلام لا الٰہ الا اللہ ہو۔ بظاہر اس اثر اور احادیث کو باب کے کسی جز سے تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ اقول۔ دونوں حدیثوں کے باب کے دوسرے جز سے مناسبت یہ ہے کہ فرمایا۔ من مات من امتی لا یشرک باللہ شیئا اس میں لا یشرک الخ حال ہے۔ حال اور ذوالحال کے عامل میں اقتران بالزمان لازم ہے۔ کسی نے کہا۔ میرے پاس زید ہنستا ہوا آیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنے کے وقت ہنس رہا تھا۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص مرتے وقت شرک سے ملوث نہ ہو۔ لا الٰہ الا اللہ کہتا ہوا مرے وہ جنت میں جائیگا۔ پوری عبارت یوں ہوئی جس کا آخر کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا وہ شرک سے ملوث نہ ہوگا اس لئے وہ جنت میں جائے گا۔

۷۳۱ تشریحات ابرار القسم۔ اور ایک روایت میں ہے وابرار المقسم یعنی قسم کھانے والے کی بات پوری کرنا۔ ابرار حنث کی ضد ہے۔ اس کے معنی سچا کرنا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر تم سے کوئی یہ کہے۔ خدا کی قسم تم کو یہ کرنا ہوگا۔ اور وہ کام جائز اور تمہاری وسعت میں ہو تو ضرور کر دو۔

تشمیت کے معنی دعائے خیر کرنا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہے۔ حریر، نرم ریشم کے کپڑے کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی قسم کا ہو۔ دیباج کے معنی۔ دیبا باریک ریشم کا مخصوص قسم کا کپڑا۔ قسی۔ سوت اور ریشم سے مخلوط ایک خاص کپڑا جو مصر سے آتا تھا۔ سمندر کے کنارے تنیس کے قریب ایک شہر قس تھا وہاں تیار ہوتا تھا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ بحر دمیاط کے ساحل پر قس، تنیس اور فرما شہر تھے، جہاں سے عمدہ قسم کے کپڑے پوری دنیا میں جاتے تھے۔ استبرق۔ ریشم کا دبیز کپڑا۔

توجیہ حدیث میں مذکور ہے کہ سات چیزوں سے منع فرمایا، اور مذکور یہاں چھ ہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ بخاری سے سہو ہوا یا ان کے کسی شیخ سے ہوا۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ امام بخاری کے شیخ ابو الولید سے سہو ہوا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ بخاری کے ناقلین سے چھوٹ گیا ہو۔ علامہ عینی نے فرمایا، امام بخاری یا ان کے شیخ کی طرف سہو کی نسبت سے بہتر یہ ہے کہ ناسخین کی غلطی مانی جائے اس لئے کہ

لہ شرح مسلم اول ص ۶۶ سلہ الایمان باب الدلیل من یشرکہ باللہ دخل الجنۃ ص ۶۶

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَّنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ ۔ اَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَعِيَادَةِ

ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ جنازوں کے پیچھے چلنے

الْمَرِيْضِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِیْ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَ

اور بیمار پرسی اور دعوت قبول کرنے اور مظلوم کی مدد کرنے اور قسم پوری کرنے اور سلام اور

کتاب اللباس میں ساتویں کا ذکر ہے۔ یعنی میثرۃ الحمراء۔ سرخ رنگ کے زین پوش سے۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل معلوم ہوئے۔ جنازے کے ساتھ جانا اور نماز و دفن میں شریک ہونا۔ جنازے کے ساتھ جاکر نماز پڑھ کر واپس آنے پر ایک قیراط ثواب ہے۔ اور دفن تک شریک رہنے پر دو قیراط اور تلقین تک رہنے پر تین قیراط[1]۔ جو شخص نماز جنازہ پڑھ لے اسے اولیا میت کی اجازت کے بغیر واپس نہیں ہونا چاہئے[2]۔ ہمارے یہاں جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے۔ یہ اسی حدیث سے ثابت۔ اس لئے کہ۔ اتباع۔ کے معنی پیچھے چلنے کے ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد کے یہاں آگے چلنا افضل ہے۔ بیمار کی عیادت مزاج پرسی سنت ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ واجب ہے۔ وجوب کی دلیل اس کے بعد والی حدیث ہے۔ بیمار پرسی کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا ہاتھ بیمار کی پیشانی یا ہاتھ پر رکھے اور پوچھے وہ کیسا ہے[3]۔ اس کے سر کے پاس بیٹھے اور ہوسکے تو دعا رصحت کرے تسلی و تشفی دے۔ دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ یہاں تک کہ فرمایا جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ یہ اس وقت ہے جبکہ وہاں کوئی حرام کام نہ ہو۔ اگر کوئی ناجائز کام ہو۔ اور اس کو اطمینان ہو کہ میں جاؤنگا تو وہ کام بند ہو جائے گا۔ یا میں منع کروں گا تو وہ لوگ اس حرام سے باز آجائیں گے تو ضرور جائے ورنہ جانا جائز نہیں۔ جسے قدرت ہو اس پر مظلوم کی مدد واجب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ مظلوم کی مدد تو کرونگا یہ ارشاد فرمائیں ظالم کی کیسے مدد کروں؟ فرمایا۔ اسے ظلم سے روک دے یہ اس کی مدد ہے[4]۔ کسی کی قسم پوری کرنا بھی مکارم اخلاق سے ہے جبکہ وہ جائز ہو اور اسے پوری کرنے پر قادر ہو۔ نیز اس کا پوری کرنا مصلحت کے خلاف نہ ہو۔ جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے۔ کہ ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ایک خواب بیان کیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ اجازت دیجئے کہ میں اسکی تعبیر بیان کردوں۔ فرمایا۔ بیان کرو۔ حضرت ابوبکر نے تعبیر عرض کی اور پوچھا۔ یا رسول اللہ فرمائیے۔ میں نے صحیح تعبیر دی ہے یا غلط۔ فرمایا۔ کچھ صحیح ہے کچھ غلط عرض کیا۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ میں قسم دیتا ہوں کہ بتائیے میں نے کیا غلطی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم نہ دو[5]۔

رد السلام سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ اگر کسی جماعت کو سلام کیا جائے تو اس میں سے ایک کا جواب دینا کافی ہے۔ اگرچہ وہ بچہ ہو اگر وہ سمجھوال ہے تو۔ سلام کرنا سنت ہے۔ مگر سلام کہنے میں زیادہ ثواب ہے۔ اگر مرد کسی عورت کو سلام کرے تو عورت پر بھی سلام کا جواب دینا واجب ہے مگر وہ آہستہ جواب دے اور اگر عورت مرد کو سلام کرے تو مرد بھی آہستہ جواب دے۔ اسی طرح چھینک کا بھی جواب دینا واجب ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری ثامن ص ۷ بحوالہ داؤدی [2] عالمگیری اول ص ۵۰ [3] مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۶۰-
[4] بخاری اول مظالم باب اعن اخاک ظالما او مظلوما ص ۳۳۱ - [5] ترمذی۔ ثانی۔ الرویاء۔ باب رویاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۳ -

وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَنَهَانَا عَنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَخَاتَمِ الذَّهَبِ وَالْحَرِيرِ

چھینک کا جواب دینے کا حکم دیا اور چاندی کے برتن استعمال کرنے سونے کی انگوٹھی اور حریر

وَالدِّيبَاجِ وَالْقَسِّيِّ وَالْإِسْتَبْرَقِ ؏

اور دیبا قسی اور استبرق پہننے سے منع فرمایا ہے۔

تشمیت العاطس جب کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہیے کہ الحمد للہ کہے۔ بہتر یہ ہے کہ، الحمد للہ رب العالمین کہے۔ اب سننے والے پر جواب دینا واجب۔ اس کے جواب میں سننے والا کہے یرحمک اللہ۔ اس پر چھینکنے والا کہے یغفر اللہ لنا ولکم۔ یا یہ کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ ایک مجلس میں اگر بار بار چھینک آئے تو پہلی بار جواب دینا واجب ہے اور دوبارہ مستحب۔ اس کے بعد نہیں۔

جن سے منع فرمایا وہ سات چیزیں جن سے منع فرمایا، یہ ہیں۔ چاندی کا برتن، مرد کو بھی ناجائز ہے اور عورت کو بھی۔ حتی کہ چاندی کا آئینہ عورت کو بھی استعمال کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح سونے کے برتن بھی، زیب و زینت کے لئے رکھ سکتے ہیں۔ سونے چاندی کے صرف زیور عورتوں کو استعمال کرنا جائز ہے۔

سونے کی انگوٹھی مردوں کو حرام عورتوں کو جائز۔ بعض لوگوں نے سونے کی انگوٹھی مردوں کے لئے جائز کہی ہے۔ ان کی دلیل حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ لوگوں نے ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی اور پوچھا تو فرمایا کہ ایک موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا اور مجھے یہ انگوٹھی عنایت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔ البس ما کساک اللہ ورسولہ پہن جسے اللہ اور اس کے رسول نے تجھے پہنایا۔ تم لوگ کیسے مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اسے اتار دوں جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پہن جسے اللہ اور اس کے رسول نے تجھے پہنایا ؎۱

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جائز فرما دی تھی۔ اور یہ طے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ جو چیز چاہیں جسے چاہیں جائز فرما دیں۔ اس کے دلائل قاہرہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی کتاب مستطاب، الامن والعلی، میں اور اس خادم کے مجموعہ مضامین، مقالات امجدی، میں ملاحظہ کریں۔

چاندی کی ایک انگوٹھی وہ بھی ایک نگ کی وہ بھی جو ساڑھے چار ماشے سے کم کی ہو تو مردوں کے لئے جائز ہے۔ پورے ساڑھے چار ماشے کی یا اس سے زائد کی یا دو نگوں کی یا کئی انگوٹھیاں پہننا مردوں کو حرام ہیں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں پیتل کی انگوٹھی دیکھی تو فرمایا۔ کیا بات ہے کہ میں تجھ سے بتوں کی بو پا رہا ہوں انھوں نے اسے پھینک دیا۔ دوبارہ آئے تو لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے تو فرمایا۔ کیا بات ہے کہ میں تجھ پر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں۔

؏ الجنائز باب الامر باتباع الجنائز ص ۱۶۶ مظالم باب نصر المظلوم ص ۳۳۱ ثانی النکاح باب حق اجابۃ الولیمۃ ص ۷۷۷ الاشربۃ باب آنیۃ الفضۃ ص ۸۴۲ الطب باب وجوب عیادۃ المریض ص ۸۴۳ اللباس۔ باب لبس القسی ص ۸۶۸ باب خواتیم الذہب ص ۸۷۱ الادب۔ باب تشمیت العاطس ص ۹۱۹۔ الاستیذان۔ باب افشاء السلام ص ۹۲۱۔ الایمان والنذور۔ باب قول اللہ تعالیٰ واقسموا باللہ جہد ایمانہم ص ۹۸۴۔ مسلم اطعمہ۔ ترمذی الاستیذان، نسائی جنائز الایمان والنذور۔ الزینۃ۔ ابن ماجہ الکفارات۔ ؎۱ مسند امام احمد جلد رابع ص ۲۹۴ شرح معانی الآثار ثانی الکراہیۃ باب التختم بالذہب ص ۳۵۰۔

حدیث ۷۳۲ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے مسلمان کا مسلمان پر پانچ حق ہے

انھوں نے اسے بھی پھینک دیا۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ تو ارشاد فرمایا۔ چاندی کی۔ اور ایک مثقال پوری مت کر[۱]۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے جو موجودہ اعشاریہ اوزان سے ۵ء۴ گرام ہوا۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت لکھتے ہیں۔ پوشیدن دو انگشتری و زیادہ بر آں مکروہ است یعنی دو یا دو سے زیادہ انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔

بادشاہ، قاضی، مفتی جسے انگوٹھی کی ضرورت ہو اسے پہننا سنت ہے۔ جسے ضرورت نہیں اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ نہ پہنے۔

عن الحریر ریشمی کپڑا جس کا تانا بانا دونوں ریشم ہو یا بانا ریشم تانا سوت، اون وغیرہ ہو۔ اس کا پہننا مردوں کو حرام ہے عورتوں کے لئے حلال۔ اور جس کا بانا سوت وغیرہ ہو اور تانا ریشم ہو وہ مردوں کو بھی جائز۔ ریشم سے یہاں مراد وہ ریشم ہے جو کیڑے سے پیدا ہوتا ہے۔ آجکل جو سلک کے بہت قسم کے کپڑے نکلے ہیں۔ یہ اس ریشم سے نہیں بنتے بلکہ وہ کسی درخت کی چھال یا گوند وغیرہ کے دھاگے سے بنتے ہیں۔ وہ مرد و عورت دونوں کو جائز ہیں۔ دیبا۔ استبرق۔ قسی، یہ سب ریشمی کپڑوں کی قسمیں ہیں۔ یہ سب حریر میں داخل ہیں۔ مگر ان کے نام علحدہ تھے۔ اس لئے ان کو تخصیص بعد تعمیم کے طور پر علحدہ ذکر فرمایا۔

المیثرۃ الحمراء زین پر جو گدا رکھتے ہیں اسے المیثرہ کہتے ہیں۔ یہ مختلف قسم کے ہوتے تھے۔ درندوں کی کھال کے، ریشمی یہ دونوں ممنوع ہیں۔ یوں ہی سوت یا اون کا ہو اور وہ سرخ ہو تو بھی ممنوع ہے۔

ایک اشکال کا جواب ان میں بعض باتوں سے عورتیں مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً جنازے کے ساتھ جانے اور سونے کی انگوٹھی اور ریشمی لباس کے پہننے کی ممانعت سے۔ اور حکم عام ہے تخصیص نہیں۔ جواب یہ ہے کہ عورتوں کا استثنا دوسری احادیث سے معلوم ہوا۔ حدیث سے حدیث کی تخصیص بالاتفاق درست ہے۔

تشریحات ۷۳۲ پہلے میں سات ہیں۔ اسمیں پانچ۔ مگر کم زیادہ کی نفی نہیں کرتا۔ اس لئے کوئی حرج نہیں۔ حصر نہ اس حدیث میں مقصود ہے نہ اس میں۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پانچوں واجب ہیں۔ حق المسلم علی المسلم کا یہی مفاد ہے۔ مگر گزر چکا کہ ایسا نہیں۔ ان میں سے کچھ واجب ہیں کچھ سنت کچھ مستحب۔ اور اس صیغے سے ارشاد زیادتی ترغیب کیلئے ہے۔ جیسے فرمایا حق على المسلم ان يغتسل كل جمعة۔ مراد یہ ہے کہ اسلامی اخوت کا مقتضی یہی ہے۔ ہم نے کہا اسی میں حصر نہیں اسلئے کہ دوسری احادیث میں زائد اور چیزیں بھی وارد ہیں۔ مثلاً مسلم کی ایک حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ یہ چیزیں زائد ہیں جب ملاقات کرے تو اسے سلام کر۔ اور جب تجھ سے مشورہ طلب کرے تو خیر خواہی کر۔

عہ باب الامر باتباع الجنائز ص ۱۶۶۔ نسائی عمل الیوم واللیلۃ ۔ [۱] ابو داؤد۔ ثانی۔ الخاتم۔ باب فی خاتم الحدید ص ۲۲۴۔ نسائی ثانی۔ الزینۃ باب مقدار ما یجعل فی الخاتم من الفضۃ ص ۲۸۰۔ [۲] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۵۶۳۔ [۳] ثانی السلام باب حق المسلم علی المسلم ص ۲۱۳۔

المسلم خمس رد السلام وعيادة المريض واتباع الجنائز واجابة الدعوة

سلام کا جواب دینا بیمار پرسی کرنا اور جنازے کے ساتھ جانا اور دعوت قبول کرنا

وتشميت العاطس عه

اور چھینک کا جواب دینا۔

٧٣٢ حدیث اخبرني ابو سلمة ان عائشة زوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

ابوسلمہ نے خبر دی کہ انھیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اخبرته قالت اقبل ابو بكر على فرسه من مسكنه بالسنح حتى نزل

کی رفیقہ حیات نے خبر دی فرمایا کہ ابوبکر اپنے گھوڑے پر اپنے سنح والے گھر سے آئے اتر کر

فدخل المسجد فلم يكلم الناس حتى دخل على عائشة فتيمم النبي

مسجد میں گئے اور کسی سے نہیں بولے عائشہ کے پاس آئے اور نبی

صلى الله تعالى عليه وسلم وهو مسجى ببرد حبرة فكشف عن

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قصد کیا اور حضور حبرہ کی چادر سے ڈھکے ہوئے تھے انھوں

وجهه ثم اكب عليه فقبله ثم بكى فقال بابي انت يا نبي الله

نے حضور کے چہرے سے چادر ہٹایا پھر جھکے اور حضور کا بوسہ لیا اس کے بعد روتے پھر کہا اے اللہ کے نبی

تشریحات ٧٣٢ تکمیل۔ کتاب المناقب میں شروع میں یہ زائد ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور ابوبکر سنح میں تھے۔ اسماعیل نے کہا یعنی عالیہ میں مدینہ طیبہ کے بالائی حصے میں۔ عمر کھڑے ہوگئے اور یہ کہنے لگے۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا ہے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ حضرت عمر نے کہا۔ بخدا میرے دل میں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں آتی تھی۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ حضور کو اٹھائے گا اور حضور کچھ لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔ کہ ابوبکر آئے۔ الخ۔ اخیر میں۔ آیت کریمہ وما محمد الا رسول سے پہلے انك ميت وانهم ميتون۔ کا اضافہ ہے۔ آخر میں ہے کہ روتے روتے لوگوں کی گھگی بندھ گئی۔ المغازی میں اخیر میں ہے کہ امام زہری نے کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ بخدا ابوبکر کو اس کی تلاوت کرتے سنا تو وہشت زدہ ہوگیا۔ اور میرے پاؤں نے مجھے اٹھائے رکھنے سے جواب دے دیا اور میں زمین پر گر پڑا۔ جب میں نے ابوبکر کو یہ کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔

بالسنح مدینہ طیبہ کے بالائی حصے میں جسے عوالی کہتے ہیں ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے جہاں بنی حارث بن خزرج رہتے تھے۔ انھیں میں حضرت صدیق اکبر نے شادی کر لی تھی۔ اور وہاں ان کا ایک مکان تھا۔

عه باب الامر باتباع الجنائز ص ١٦٦ نسائی عمل اليوم والليلة۔

لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ عَلَیْکَ مَوْتَتَیْنِ اَمَّا الْمَوْتَۃُ الَّتِیْ کُتِبَ اللّٰہُ عَلَیْکَ فَقَدْ مُتَّھَا

میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اللہ عزوجل آپ پر دو موت جمع نہیں فرمائے گا، جو موت اللہ نے آپ کیلئے لکھی تھی وہ آپ پر آچکی

قَالَ اَبُوْ سَلَمَۃَ فَاَخْبَرَنِیْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ اَبَا بَکْرٍ

ابو سلمہ نے کہا ابن عباس نے مجھے خبر دی کہ ابو بکر باہر نکلے اور عمر لوگوں سے کلام

خَرَجَ وَعُمَرُ یُکَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اِجْلِسْ فَاَبٰی فَقَالَ اِجْلِسْ فَاَبٰی فَتَشَھَّدَ

کر رہے تھے ابو بکر نے ان سے فرمایا بیٹھ جاؤ مگر وہ نہ مانے پھر فرمایا بیٹھ جاؤ اب بھی وہ نہ مانے

اَبُوْبَکْرٍ فَمَالَ اِلَیْہِ النَّاسُ وَتَرَکُوْا عُمَرَ فَقَالَ اَمَّا بَعْدُ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ

تو ابو بکر نے کلمہ شہادت پڑھا اب لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور عمر کو چھوڑ دیا اس کے بعد ابو بکر نے شہادت کے بعد

یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّ اللّٰہَ

کہا کہنا یہ ہے، کہ جو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا تو وہ سن لے وہ دنیا سے تشریف لے گئے

حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہٖ

اور جو اللہ عزوجل کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا

مُسَجًّی ہو اس سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد میت کو ڈھنک دینا چاہیے۔ یہاں تک کہ علماء نے فرمایا کہ سوائے غسل دینے والوں اور خاص اعزہ کے اور کوئی نہ دیکھے **حِبَرَۃ** ۔ ایک قسم کی مخطط قیمتی چادر ہے۔ داؤدی نے کہا کہ سبز رنگ کے کپڑے کو کہتے ہیں۔

قَبَّلَ میت پر جھکنا اور اسے بوسہ دینا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو حضور تشریف لے گئے اور ان کے اوپر جھکے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور روئے اشک آنسو رخساروں پر بہتے تھے [۱] نسائی میں تصریح ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضور کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تھا [۲]

لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ عَلَیْکَ مَوْتَتَیْنِ وصال کے بعد کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر زندہ ہوں گے اور کچھ لوگوں کو سزا دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گزر چکا اس کے ازالے کے لئے حضرت صدیق اکبر نے ارشاد فرمایا کہ حضور پر دو موت جمع نہیں فرمائے گا۔ مغازی کی روایت میں ہے دو موت کا مزہ نہیں چکھائے گا۔ [۲] یعنی اب حضور دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔ کہ دوبارہ موت کا مزہ چکھنا پڑے۔ اس سے ظاہر کہ مراد یہ ہے کہ اس دنیا میں دوبارہ نہ آپ زندہ ہو کر تشریف لائیں گے نہ دوبارہ اس دنیا میں موت آئے گی۔ مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں دوبارہ آپ پر موت نہیں آئے گی۔ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام اپنے مزارات میں دنیوی جسمانی حیات کیساتھ زندہ ہیں۔ مسند امام احمد [۳]، نسائی [۴]، ابن ماجہ [۵] اور دارمی میں حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[۱] ترمذی اول الجنائز باب تقبیل المیت ص ۱۱۸ [۲] اول الجنائز باب تقبیل المیت ص ۲۶۰ [۳] جلد رابع ص ۸ [۴] اول جمعہ باب اکثار الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الجمعہ ص ۲۰۴ [۵] اقامۃ الصلوٰۃ باب فضل یوم الجمعۃ ص ۷۷، الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ ص ۱۱۹۔

الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی

محمد رسول ہی ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں کیا اگر وہ وصال فرما جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو

عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْئًا وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰکِرِیْنَ۔ وَاللّٰهِ لَکَاَنَّ النَّاسَ

تم لوگ اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاؤ گے اور جو بھی اپنی ایڑی پر پلٹے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔ اور شکر کرنے والوں

لَمْ یَکُوْنُوْا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ حَتّٰی تَلَاهَا اَبُوْبَکْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ

کو اللہ جلد انعام دیگا۔ بخدا گویا لوگ جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ نے اس آیت کو نازل فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ ابو بکر نے

فَمَا یَسْمَعُ بَشَرٌ اِلَّا یَتْلُوْهَا۔ عہ

تلاوت کی تو لوگوں نے ان سے سن کر اسے یاد کر لیا۔ اب ہر شخص سے سنا جاتا کہ وہ اس کی تلاوت کر رہا ہے۔

ان اللہ قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء
ورواہ ابن ماجہ عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فنبی اللہ حی یرزق۔

بیشک اللہ عزوجل نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ اللہ کا نبی زندہ ہے اسے روزی دی جاتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ سلوک اقرب السبل فی التوجہ الی سید الرسل[لہ] میں فرماتے ہیں۔

باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در میان علماء امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت بحقیقت حیات بلاشائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی است وبر احوال امت حاضر وناظر وطالبان حقیقت ومتوجہان آنحضرت را مفیض ومربی است۔

اتنے اختلافات وکثرت مذاہب کے باوجود جو علماء امت کے مابین ہیں کسی ایک شخص کا اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جسمیں مجاز کا شائبہ اور تاویل کا توہم نہیں اور امت کے حالات پر حاضر و ناظر ہیں اور طالبان حقیقت اور متوجہان آنحضرت کو فیض عطا فرمانے والے اور تربیت کرنیوالے ہیں

مسائل یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام سے مطلقاً اعلم تھے۔ سب سے زیادہ صائب الرائے اور سب سے زیادہ باتدبیر اور وقت کے تقاضے کے مطابق مناسب تر اقدام کرنے میں سب سے زیادہ ماہر تھے اور سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ساحر البیان خطیب تھے۔ غور کریں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔ اس کا صدمہ حضرت صدیق اکبر کو کتنا ہوا ہوگا۔ صدمہ اور اتنے عظیم صدمے کے وقت جذبات کا تقاضا تو یہ تھا کہ بیٹھ کے رو جائے مگر وہ وقت ایسا تھا کہ اگر دیگر حضرات کی طرح حضرت صدیق اکبر بھی رونے دھونے میں رہتے تو دین کا خدا حافظ تھا۔ منافقین شر انگیزی کے لئے آمادہ بیٹھے تھے۔ دیہاتی اعراب

عہ باب الدخول علی المیت بعد الموت ص ۱۶۶ المناقب باب فضل ابی بکر ص ۵۱۷ ثانی المغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ووفاتہ ص ۶۴۲ نسائی جنائز۔ ابن ماجہ جنائز۔ لہ وحاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۶۱ -

حدیث ٧٣٢ حَدَّثَنِی خَارِجَۃُ بْنُ زَیْدِ بْنِ الْاَنْصَارِیُّ اَنَّ اُمَّ الْعَلَاءِ اِمْرَاَۃٌ مِّنْ نِّسَاءِ

خارجہ بن زید انصاری نے خبر دی کہ ام العلاء نے جو ایک انصاری عورت تھیں جنھوں نے

کی طرف سے اطمینان نہ تھا۔ اگر لوگوں کی صحیح رہنمائی نہ کی جاتی تو کیا ہوتا اس کے تصور سے روح کانپ جاتی ہے اس وقت رونے، پاؤں توڑ کے بیٹھنے کا وقت نہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں اب واپس نہ آئیں گے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ ان کے لائے ہوئے دین و مذہب کو باقی رکھا جائے۔ اسے مضبوط و مستحکم کیا جائے۔ اور اس کی ترقی و اشاعت کی کوشش کی جائے اسے حضرت صدیق اکبر نے محسوس کیا اور اپنے سینے پر پتھر کی سل رکھکر بلا دریغ آگے بڑھے۔ اپنی ذمہ داری کا احساس فرمایا اور اسے کما حقہ ادا فرمایا۔ منبر رسول خالی تھا انتظار کر رہا تھا کہ رسول کے بعد جسے اس پر خطبہ دینے کا حق ہے، آئے اور رسول کی نیابت کا حق ادا کرے اور جو حقدار تھا وہ اس پر کھڑا ہو اور حسرت زدہ، شکستہ خاطر، الم رسیدہ امت کو صبر و تلقین بھی دے اور انھیں صحیح راہ پر چلائے۔ اس فرض کو صدیق اکبر نے جس خوبی سے ادا فرمایا اس کا دنیا کو اعتراف ہے۔ سب سے بڑا عظیم فائدہ ہے جو وقت پر صحیح رہنمائی کرے۔

یہ دونوں آیتیں کس صحابی کو معلوم نہ تھیں، جو مضمون انھوں نے ارشاد فرمایا وہ سارے صحابہ کا ایمان تھا مگر وقتی غم و اندوہ نے پردہ ڈال رکھا تھا۔ یہ حضرت صدیق اکبر کا ظرف تھا کہ سب سے زیادہ غمگین و ملول ہوتے ہوئے بھی ان پر کوئی حجاب نہ پڑا اور انھیں وہ سب نظر آگیا جس کی اسوقت ضرورت تھی۔ قرآن مجید حفظ رکھنا یہ ایک کمال ہے مگر اس سے برمحل استشہاد اور استنباط وہ کمال ہے جہاں تک سب کی رسائی نہیں۔ صدیق اکبر کا یہ خطبہ وہ خطبہ ہے جس کا مثل پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔ اختصار کے ساتھ فصاحت، بلاغت، سلاست، حکمت، موعظت، زور بیان، قوت استدلال، تاثیر۔ وہ کون سی خوبی ہے جو اس خطبے میں نہیں اور وہ بھی اپنے اوج کمال پر۔ اس کا ثمرہ ہوا کہ صحابہ کرام کی آنکھوں سے پردے ہٹ گئے۔ اور انھیں راہ مل گئی —— یہ حدیث اس کی بھی دلیل ہے کہ صحابہ کرام کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وقعت سب سے زیادہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ جب منبر پر کھڑے ہوئے تو سب لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے حتی کہ حضرت عمر کو چھوڑ دیا۔ نیز یہ حدیث ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھی فضل و کمال کی دلیل ہے کہ اس عالم میں بھی انھوں نے اتنے اہم واقع کی جزئیات تک محفوظ رکھیں۔

تشریحات ٧٣٢ چونکہ کتاب الجنائز کے بہ نسبت کتاب الشہادات کی روایت زیادہ مکمل تھی اس لئے ہم نے اسی کو لیا ہے یہ مدینہ طیبہ کے ابتدائی دور کی بات ہے۔ مدینہ طیبہ میں منافقین بکثرت تھے جو بظاہر مومن مخلص بنے ہوئے تھے جن کا پتہ عام حضرات کو نہیں تھا۔ خصوصاً عورتوں کو۔ حضرت ام العلاء نے عثمان بن مظعون کے اعمال صالحہ کو دیکھکر وہ کہا تھا۔ اگر اسکو رد کا نہ جاتا تو رواج پڑنے کا اندیشہ تھا۔ جو بھی مرتا خواہ وہ حقیقت میں منافق ہی کیوں نہ ہوتا۔ جس سے لوگ واقف نہ ہوتے مرنے کے ظاہری حالات کی بنا پر اس قسم کی گواہی دینے لگتے۔ اس کی روک تھام کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ ارشاد فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ عوام کو یہ مناسب نہیں کہ ہر مرنے والے کے بارے میں اس کے قطعی طور پر جنتی ہونے کی شہادت دیں۔ ہاں وہ کہیں جو میں کہتا ہوں۔ کہ اس کے لئے خیر کی امید ہے۔ اور یہ بات صرف عوام کے لئے ہے۔ رہ گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وہ جس کے بارے میں جو چاہیں ارشاد فرمائیں۔ انھیں سب کا ظاہری و باطنی حال معلوم ہے اور اس کا انجام بھی۔ جیسا کہ حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ خبر دی کہ جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کیلئے

طَارَ لَهُمْ سَهْمُهُ فِي السُّكْنٰى حِيْنَ اَقْرَعَتِ الْاَنْصَارُ سُكْنَى الْمُهَاجِرِيْنَ

قرعہ اندازی کی تو عثمان بن مظعون ان کے حصے میں آئے اور وہ ہمارے یہاں رہنے لگے۔ پھر بیمار پڑ گئے ہم نے

قَالَتْ اُمُّ الْعَلَاءِ فَسَكَنَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ فَاشْتَكٰى فَمَرَّضْنَاهُ حَتّٰى

ان کی تیمارداری کی۔ جب ان کی وفات ہوگئی۔ اور ہم نے

اِذَا تُوُفِّيَ وَجَعَلْنَاهُ فِي ثِيَابِهِ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ان کو ان کے کپڑے میں کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے

کے بارے میں بخاری[1] ہی میں ہے۔ یہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ ان کی والدہ حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی ورنہ میں کیا کروں گی حضور ملاحظہ فرمائیں گے۔ ارشاد فرمایا۔ تیرا بیٹا فردوس اعلیٰ میں ہے۔ اس کے بعد حدیث آرہی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد کے لئے فرمایا جو غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے کہ جبتک تم نے ان کو اٹھایا نہیں تھا فرشتے اپنے پروں سے سایہ کئے ہوئے رہے، بلکہ تمام شرکاء بدر کے لئے ارشاد فرمایا۔ اللہ عزوجل نے ان کی جانب خصوصی توجہ فرما کے ارشاد فرمادیا: تمہارا جو جی چاہے کرو میں نے تمہارے لئے جنت واجب کردی ہے یا یہ فرمایا کہ میں نے تم کو بخش دیا[2]۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ام العلاء نے یہ جسارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور کی تھی۔ یہ مناسب نہ تھا اس لئے تنبیہ فرمائی۔

مایفعل بہ شہادات کی روایت میں مایفعل بہ ہے۔ الرویا کی روایت میں، مایفعل بی ولا بکم۔ اور جنائز کی روایت میں مایفعل بی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اس کے باوجود کہ میں رسول اللہ ہوں۔ یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ عام شراح نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا بھی اور صحابہ کرام کا بھی انجام سورہ فتح میں بتادیا گیا جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حدیبیہ سے لوٹتے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ روئے زمین پر جو کچھ ہے ان سب سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو اللہ عزوجل نے آپ کو بتادیا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کریگا۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ــــ فَوْزًا عَظِيْمًا۔ تک۔ اللہ عزوجل نے آپ کو اس لئے فتح مبین عطا فرمائی کہ مومن مردوں اور عورتوں کو ان جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

اس توجیہ پر حضرت شیخ نور الحق بن حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ، تیسیر القاری[3] میں فرماتے ہیں۔ پوشیدہ

[1] اول الجهاد باب من اتاه سهم غرب ص ۳۹۴ ثانی المغازی باب فضل من شهد بدرا ص ۵۶۸ [2] بخاری۔ مغازی۔ باب فضل من شهد بدرا ص ۵۶۷ [3] اول ص ۴۱۶۔

وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ

تو میں نے کہا اے ابو السائب تمہیں اللہ کی رحمت ہو آپ کے بارے میں میری گواہی یہ ہے کہ ضرور

أَكْرَمَكَ اللهُ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيكِ

اللہ نے آپ کو عزت دی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے کیسے معلوم ہوا

أَنَّ اللهَ أَكْرَمَهُ فَقُلْتُ لَا أَدْرِي بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ

کہ اللہ نے اسے عزت دی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان

اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا عُثْمَانُ فَقَدْ جَاءَهُ وَاللهِ الْيَقِينُ

میں نہیں جانتی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم عثمان کو موت آگئی اور

وَإِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ وَاللهِ لَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللهِ مَا يُفْعَلُ بِهِ قَالَتْ

میں اس کے لئے بھلائی کی امید کرتا ہوں۔ بخدا میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ انکے ساتھ کیا کیا جائے گا

ہے کہ یہ توجیہ مسلمانوں کا عقیدہ تمند دل قبول نہیں کریگا کہ سورہ فتح کے نازل ہونے تک ان اکرام روزافزوں اور ترقیات بے نہایت کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی عاقبت کے بالخیر ہونے میں متردد تھے۔ اقول وباللہ التوفیق۔ مولیٰ عزوجل حضرت فقیہ نورالحق قدس سرہ کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیطرف سے جزاء خیر دے۔ اس توجیہ کے صحیح نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں ابتداء اسلام ہی میں سورہ والضحیٰ نازل ہوئی جسمیں صاف صاف ارشاد ہے:۔

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔ بلا شبہہ آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے اور بہت جلد آپ کو آپ کا پروردگار اتنا دیگا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

مکہ معظمہ ہی میں سورہ بنی اسرائیل نازل ہوئی جسمیں فرمایا گیا۔ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا۔ عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ مکہ معظمہ ہی میں سورہ کوثر نازل ہوئی جسمیں فرمایا:۔ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ۔ ہم نے آپ کو کوثر عطا فرما دیا۔ اب اس کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے کہ یہ کہا جائے کہ ہجرت کے بعد دو سال تک حضور کو اپنے انجام کے بالخیر ہونے میں تردد تھا۔ صحیح توجیہ یہ ہے۔

صحیح توجیہ مایفعل بی کی روایت صحیح نہیں۔ داودی نے کہا کہ یہ وہم ہے۔ صحیح مایفعل بہ ہے۔ خود امام بخاری نے اسکے بعد دوسری تعلیق ذکر فرمائی۔ وقال نافع بن زید عن عقیل مایفعل بہ۔ اس سے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ لیث سے محفوظ یہی ہے۔ اور یہی درست ہے۔ مایفعل بی۔ درست نہیں۔ جیسا کہ علامہ عینی علامہ ابن حجر عسقلانی علامہ احمد خطیب قسطلانی نے تصریح فرمائی ہے۔ امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر[1] میں لکھتے ہیں۔ ہر نبی کو اس کا یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ اور نبی ہونے کیوجہ سے گناہوں سے معصوم ہے۔ پھر اس کی کیا گنجائش کہ وہ اپنی عاقبت کے بارے میں متردد ہو۔ نیز اللہ عزوجل نے اولیاء امت کے بارے میں فرمایا:۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے، پھر ثابت قدم رہے۔ انپر خوف نہ

[1] تفسیر سورہ احقاف جلد ۲۸ ص ۸

فواللہ لا ازکی بعدہ ابدا فاحزننی ذلک قالت فنمت فاریت

ام العلاء نے کہا اللہ کی قسم اب میں کسی کی صفائی نہیں بیان کروں گی اس نے مجھکو غمگین کر دیا

لعثمان عینا تجری فجئت الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ام العلاء نے کہا پھر میں سوئی تو مجھے عثمان کے لئے ایک چشمہ دکھایا گیا جو بہتا ہے اب میں رسول اللہ

فاخبرتہ فقال ذلک عملہ ع

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور خواب بیان کیا تو فرمایا یہ اس کا عمل ہے۔

ولاھم یحزنون ○ اولٰئک اصحاب الجنۃ نہ ان کو غم ہے۔ وہ جنت والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

خٰلدین فیھا ط (احقاف ۱۳-۱۴)

انبیاء کرام اولیاء، امت سے بدرجہا افضل ہیں۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو سید الاتقیا قدوۃ الانبیاء والاولیاء ہیں اپنی عاقبت کے بارے میں مطمئن نہ ہوں یہ کسی عقلمند کو باور ہو سکتا ہے۔ نیز ارشاد فرمایا:

واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (انعام ۱۲۴) اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت رکھے۔

اس سے بارگاہ الوہیت میں انتہائی قرب اور اعلیٰ کمالات پر فائز ہونا مراد ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک نبی اپنے بارے میں یہ بھی نہ جانے کہ وہ مغفور ہے یا معذب، اس لئے یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا انجام نہ معلوم تھا۔ سخت جرأت اور بے باکی ہے۔

توضیح مزید اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ جب بالفعل یہ کی روایت صحیح ہے تو ماننا تو لازم آتا ہے کہ اسوقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون کے انجام سے واقف نہ تھے۔ اقول باللہ التوفیق۔ اس کو صحیح ماننے کی صورت میں قرآن مجید کی نص صریح سے تعارض لازم آتا نیز خود اسی حدیث میں بھی۔ ابھی سورہ احقاف کی آیت گزری۔ کہ فرمایا۔ جن لوگوں نے یہ کہا، اللہ ہمارا رب ہے اور اس پر ثابت قدم رہے، نہ انھیں کوئی خوف ہے نہ غم۔ یہ لوگ جنت والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہی مضمون سورہ حم السجدہ کی تیسویں آیت میں بھی ہے۔ سورہ احقاف اور حم السجدہ دونوں سورتیں مکی ہیں۔ ان سے ثابت کہ مکہ معظمہ ہی میں ہر مومن مخلص کے لئے بتایا جا چکا تھا کہ وہ یقیناً جنتی ہے۔ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان واخلاص اور استقامت ہر شبہے سے بالاتر ہے، یہ ان سابقین اولین میں سے ہیں جو تیرہ حضرات کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ حبشہ کی بھی ہجرت کی اور مدینہ طیبہ کی بھی اور اسلام لانے کے جرم میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیلیں۔ ایک بار لبید مشہور شاعر نے حرم میں یہ شعر پڑھا ۔

ع الشھادات باب القرعۃ فی المشکلات ص ۳۶۹ الجنائز باب الدخول علی المیت بعد الموت ص ۱۶۷، باب مقدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المدینۃ ص ۵۵۹ ثانی الرویا باب العین الجاریۃ فی المنام ص ۱۰۳۹، مسند امام احمد جلد سادس ص ۴۳۶ نسائی الرویا۔

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل ۔ سنو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ حضرت عثمان نے خوش ہو کر داد دی۔ مگر جب اس نے دوسرا مصرعہ پڑھا۔ کل نعیم لا محالۃ زائل ۔ ہر نعمت یقیناً زائل ہے۔ تو ضبط نہ ہو سکا، فرمایا تم جھوٹے ہو، جنت کی نعمت کبھی زائل نہ ہوگی۔ پورے مجمعے میں آگ لگ گئی۔ لوگوں نے لبید سے اس شعر کو دوبارہ پڑھنے کی فرمائش کی لبید نے دوبارہ پڑھا تو پھر حضرت عثمان نے پہلے مصرعہ کی تصدیق کی اور دوسرے کی تکذیب۔ اب ولید بن مغیرہ کے اشتعال دلانے پر ایک شخص نے اس زور سے انھیں تھپڑ مارا کہ ایک آنکھ زرد پڑ گئی۔ کچھ لوگوں نے اس پر ملامت کی تو فرمایا میری دوسری آنکھ بھی اس کی متمنی ہے۔ ان سب پر مستزاد یہ کہ یہ اصحاب بدر سے ہیں۔ اور تصریح ہے کہ اللہ عزوجل نے اصحاب بدر سے فرمادیا ہے، تم جو چاہو کرو جنت تمہارے لئے واجب ہے۔ پھر یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت حضرت عثمان کے انجام سے واقف نہ تھے کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ پھر اسی حدیث میں ہے فرمایا۔ وانی لارجو لہ الخیر میں بلاشبہہ یقینی طور پر اس کے لئے خیر کی امید رکھتا ہوں۔ اور یہ طے ہے کہ اللہ اور رسول کے ارشادات میں۔ ترجی۔ بھی تحقیق کے لئے ہے۔ تو اب یہ ترجی بھی تحقیق ہوئی۔ تو اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا۔ یقیناً بلاشبہہ ضرور ان کے لئے خیر ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا انجام نہیں جانتے تھے، تو خود اس حدیث ہی میں تعارض ہوا۔ اب صلاء عام ہے آئیں اور ان دونوں تعارض کو وہ بدعقیدہ لوگ دور کریں جو کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ اپنا انجام جانتے تھے نہ کسی اور کا

اقول وباللہ التوفیق۔ درایت کے ایک معنی یہ آتے ہیں۔ قرائن و علامات وغیرہ دیکھ کر کوئی حکم لگانا۔ قاموس میں ہے۔ دریتہ علمتہ ای بضرب من الحیلہ ۔ کسی حیلے سے میں نے اس کو جانا۔ یہاں یہی مراد ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت ام العلاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عثمان کے ظاہری حالات دیکھ کر وہ کہا تھا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اس سے منع فرمایا اور مزید تاکید کے لئے فرمادیا کہ ان کے ظاہر حالات سے اندازہ کر کے میں بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کا انجام کیا ہوگا ہاں بحیثیت رسول اپنی غیب دان قوت سے مجھے معلوم ہے کہ ان کا انجام بلاشبہہ یقیناً بخیر ہے۔ اس میں حکمت وہ تھی جو شروع تشریحات میں ہم بتا آئے۔ کہ مدینہ طیبہ میں منافقین بھی تھے جو کلمہ شہادت بھی پڑھتے نمازیں بھی پڑھتے روزے رکھتے جہاد میں شریک ہوتے۔ اگر ظاہر حالت دیکھ کر کسی کو اس کی اجازت دیدی جاتی کہ وہ یہ فیصلہ دیدے کہ یہ جنتی اور مرحوم و مغفور بخشا بخشایا ہوا ہے۔ تو منافقین کے بارے میں بھی لوگ ایسا ہی کہنے لگتے۔ اس کی پیش بندی کے لئے اس سے منع کر دیا گیا کہ عوام کو یہ جائز نہیں کہ کسی کے ظاہر حال کی بنا پر اس کے جنتی ہونے کا حکم لگائیں۔ یہ بات ایسی ہے کہ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے بغیر نہیں جانی جا سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

ایک دریدہ دہنی کا رد تقویۃ الایمان[۲] میں، اسماعیل دہلوی صاحب نے اسی حدیث کے تحت لکھا۔ جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں۔ اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو نہ ولی کو۔ نہ اپنا نہ دوسرے کا۔

مسلمان ظلم ملاحظہ کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل و کمال کو گھٹانے اور تحقیر کی نیت سے اس جملے

---

۱ اسد الغابہ جلد ثالث ص ۲، ۳۸۵ - ۲ تقویۃ الایمان ص ۲۲

کو بھی دلیل بنایا جسے علماء نے لکھا ہے کہ یہ محفوظ نہیں۔ درست نہیں۔ یہ وہم ہے۔ پھر سارے علماء متفق ہیں کہ یہ ارشاد ابتدا کا ہے۔ بعد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے بھی انجام بخیر ہونے اور صحابہ کرام کے انجام بخیر ہونے کو بتادیا گیا مگر اب کے علی الرغم یہ وہی گا رہا ہے۔ اگر تقویۃ الایمان کی یہ بات صحیح مان لی جائے تو ان تمام احادیث و آیات کا انکار لازم آئے گا جن میں فرمایا گیا کہ اللہ نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی۔ آپ کے غلاموں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ انھیں زمین میں خلافت عطا فرمائے گا۔ زمین کا وارث بنائے گا۔ اور فرمایا میری امت ایران، شام، فلسطین فتح کرے گی۔ مجھے زمین کے تمام مشارق و مغارب دکھائے گئے، میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا۔ جہاں تک مجھے دکھایا گیا ہے۔ میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ سب سے پہلے میں جنت میں جاؤں گا اور میرے ساتھ ستر ہزار میرے امتی ہوں گے تقویۃ الایمان کے مصنف کو احادیث کے دفتر میں صرف یہی حدیث نظر آئی اور یہ کثیر در کثیر آیات و احادیث نظر نہ آئیں۔ بات یہی ہے کہ تقویۃ الایمان، محبوبان بارگاہ کی عظمت و منزلت گھٹانے کی نیت سے لکھی گئی ہے۔

کشمیری صاحب پر تعقب

کشمیری صاحب کو یہ ہمت تو نہ ہوئی کہ اپنے امام کی بیہودہ بات لکھ سکیں۔ بمجبوری یہ لکھ پڑا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ تو جانتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا، مگر اجمالی طور پر جانتے تھے۔ تفصیل معلوم نہ تھی، اس لئے حضور کو سکون نصیب نہ ہوا ہمیشہ مضطرب غمگین آخرت کے معاملے میں متفکر غمزدہ رہتے تھے [1]

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ بات اس شخص کی ہے جسے اس کے نیاز مند چودھویں صدی کا سب سے بڑا محدث مفسر مانتے ہیں۔ اے شارحین حدیث کے ارشادات نظر نہ آئے تو کم شکایت کی بات ہے۔ اسے سورہ کوثر، سورہ والضحیٰ، سورہ فتح بھی نظر نہ آئی، احادیث کے وہ ارشادات نہیں دکھائی دیئے کہ فرمایا۔ انا سید ولد آدم یوم القیمۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم ومن سواہ الا تحت لوائی۔ اول شافع واول مشفع یوم القیمۃ ولا فخر وانا اول من یحرک حلق الجنۃ فیفتح اللہ لی فید خلنیھا ومعی فقراء المومنین ولا فخر وانا اکرم الاولین والآخرین علی اللہ ولا فخر [2] اور فرمایا۔ انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدھم اذا وفدوا وانا خطیبھم اذا انصتوا۔ وانا مستشفعھم اذا حبسوا وانا مبشرھم اذا ایسوا والکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی وانا اکرم ولد آدم علی ربی یطوف علیّ الف خادم کانھم بیض مکنون او لولو منثور [3] میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہونگا اور یہ فخر نہیں۔ اور لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا، اور یہ فخر نہیں آدم اور تمام انبیاء میرے لواء کے نیچے ہوں گے اور یہ فخر نہیں۔ میں پہلا شفاعت کرنیوالا ہونگا۔ پہلا وہ شخص ہونگا جسکی شفاعت قبول ہوگی۔ اور یہ فخر نہیں۔ میں پہلا شخص ہونگا جو جنت کی زنجیر ہلاؤنگا۔ تو میرے لئے جنت کھولی جائے گی تو میں اسمیں داخل ہونگا۔ اور میرے ساتھ فقراء مومن ہوں گے۔ اور یہ فخر نہیں۔ اور میں اللہ کے حضور سب اولین آخرین سے زیادہ معزز ہوں۔ اور یہ فخر نہیں جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میں اٹھونگا۔ اور جب خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو میں انکا قائد ہونگا

[1] فیض الباری ثانی ص ۴۵۵ [2] مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۱۳ بحوالہ ترمذی و دارمی

۷۳۵ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ

حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جب (غزوہ احد میں)

أَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ أَبْكِي وَيَنْهَوْنِي وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میرے والد شہید کر دیئے گئے تو میں ان کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر روتا تھا۔ اور لوگ مجھے منع کرتے تھے

لَا يَنْهَانِي فَجَعَلَتْ عَمَّتِي فَاطِمَةُ تَبْكِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع نہیں فرماتے تھے۔ پھر میری پھوپھی فاطمہ رونے لگیں تو نبی صلی اللہ تعالیٰ

اور جب سب چپ ہوں گے تو میں ان کا ترجمان ہونگا اور جب سب رو کے جائیں گے تو میں ان کا شفیع ہوں گا۔ اور جب سب مایوس ہوں گے تو میں انھیں بشارت دونگا۔ عزت اور سب کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اور لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں اپنے رب کے حضور تمام اولاد آدم سے زیادہ معزز ہوں۔ میرے ارد گرد ہزار خادم ہوں گے۔ گویا وہ چھپائے ہوئے انڈے ہیں یا بکھرے ہوئے موتی۔ جس کو ذرا بھی عقل ہوگی، ایمان ہوگا وہ کبھی یہ کہہ سکتا ہے کہ جس ذات گرامی صفات کے یہ ارشادات ہیں وہ اپنے انجام کے بارے میں متفکر غمزدہ اور بے قرار ہوگا۔ مگر وہابیت کے زہر سے اللہ بچائے۔

ایمان کی بات تو وہ ہے جو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمائی ہے۔[۱]

دراں روز ظاہر گردد کہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نائب مالک یوم الدین ست روز روز اوست و حکم حکم اوست بحکم رب العالمین۔	اس دن ظاہر ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مالک یوم الدین کے نائب ہیں، دن انکا دن ہے اور حکم انکا حکم ہے۔ رب العالمین کے حکم سے۔

تشریحات ۷۳۵ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔ مشرکین نے ان کی ناک اور کان کاٹ کر صورت بگاڑ دی تھی۔ یہ غزوہ ۳ھ شوال میں ہوا تھا۔ تاریخ کے بارے میں شدید اختلاف ہے ۱۱، ۱۷، ۱۸، ۱۹۔ امام مالک نے فرمایا کہ نصف شوال میں۔ انھیں کا ایک قول ہے کہ ہجرت کے اکتیس مہینے کی ابتدا میں اس کا حاصل بھی ۳ھ کے شوال کا قریب قریب نصف ہے۔ البتہ اتنا طے ہے کہ بدھ کے دن قریش نے احد کے مقابل عینین کے دامن میں پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ جمعے کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں پہنچے تھے۔ سنیچر کو معرکہ ہوا تھا۔

کتاب الجہاد کی روایت میں ہے کہ میرے والد کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا اور حضور کے سامنے رکھا گیا، ان کی صورت بگاڑ دی گئی تھی۔ میں ان کے چہرے سے کپڑا ہٹانے لگا تو میری قوم نے مجھے منع کیا کہ میں نے ایک عورت کی چیخ سنی، تو کہا گیا کہ عمرو کی بیٹی یا عمرو کی بہن ہے۔ عمرو حضرت جابر کے دادا کا نام تھا۔ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ حضرت جابر کی پھوپھی تھیں۔ یا ان کے والد کی۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت جابر کی پھوپھی ان کے والد کی حقیقی بہن تھیں۔ رو دیا مت رو یہ شک راوی نہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ رونے یا نہ رونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

[۱] مدارج النبوۃ منقول، از الامن والعلی ص ۶۱

وسلم تبکین او لا تبکین فما زالت الملائکۃ تظلہ باجنحتہا حتی رفعتموہ

علیہ وسلم نے فرمایا، روؤ یا مت روؤ۔ فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایہ کئے رہے یہاں تک کہ تم نے انھیں اٹھا لیا۔

حدیث ۷۳۶

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تعالیٰ علیہ وسلم نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیہ وخرج الی

علیہ وسلم نے نجاشی کے مرنے کی اسی دن خبر دی جس دن وہ فوت ہوئے اور عید گاہ

انھیں یہ اعزاز بہر حال ملا ہے کہ فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایہ کئے ہوئے رہے۔

تشریحات ۷۳۶ باب الصفوف علی الجنازۃ۔ میں ہے کہ حضور آگے بڑھے اور لوگوں نے حضور کے پیچھے صف لگائی۔ اور کتاب المناقب میں ہے کہ نجاشی صاحب حبشہ مر گیا۔ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔ انکا نام اصحمہ تھا۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ان کا نام صحمہ مذکور ہے۔ نجاشی۔ نون کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ ہے۔ حبشہ کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے واپسی کے بعد محرم سنہ ۶ھ میں حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدست دعوت اسلام کا والا نامہ بھیجا تھا۔ والا نامہ جب پہنچا تو اس نے اسے لیا آنکھوں سے لگایا اور اپنے تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھا۔ اور جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ اور غزوہ تبوک سے واپسی پر سنہ ۹ھ کے رجب میں وفات پائی۔ مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت بطریق یوسف بن حماد المعنی ہے۔ اسمیں یہ ہے کہ جس نجاشی کو مفاوضہ عالیہ ارسال فرمایا تھا یہ وہ نہیں جس پر نماز جنازہ پڑھی تھی۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ شاید یہ بعض راویوں کا وہم ہے۔ **اقول**۔ ہو سکتا ہے مفاوضہ عالیہ جنھیں مرحمت فرمایا تھا ان کا وصال ہو گیا ہو۔ اور جو ان کے جانشین ہوئے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

الی المصلی ابن ماجہ میں بطریق عبد الاعلی عن معمر، یہ ہے کہ بقیع میں نماز پڑھی۔ علامہ ابن حجر نے یہ توجیہ کی کہ ابن ماجہ میں بقیع سے، بقیع بطحان مراد ہے جہاں عید گاہ تھی، بقیع غرقد نہیں۔ اس لئے کہ البقیع کے معنی میدان کے ہیں۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ بقیع میں کوئی جگہ نماز جنازہ کے لئے متعین ہو۔ وہ مراد ہو۔ اب مصلی اپنے لغوی معنی پر ہوگا۔ عید گاہ کے معنی میں نہیں۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی کے مرنے کا اعلان کرنا مستحسن ہے۔ جبکہ مقصود یہ ہو کہ لوگ زیادہ سے زیادہ جنازے اور دفن میں شریک ہوں۔ میت کے لئے دعائے خیر اور استغفار کریں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ ممنوع ہے۔ خواہ جنازہ مسجد میں ہو خواہ نہ ہو۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجاشی کے

۴؎ باب الدخول علی المیت بعد الموت ص ۱۶۶ باب ص ۱۷۳ الجہاد باب فضل قول اللہ ولا تحسبن الذین قتلوا الآیۃ ص ۳۹۵۔ ثانی۔ المغازی۔ باب من قتل من المسلمین یوم احد ص ۵۸۴۔ مسلم۔ الفضائل۔ نسائی۔ جنائز۔ مناقب۔

۱؎ بخاری الجنائز باب الصفوف علی الجنازۃ ص ۱۷۶ ۲؎ عمدۃ القاری ثامن ص ۱۹ ۳؎ ثانی الجہاد باب کتب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی ملوک الکفار ص ۹۹۔

الْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ اَرْبَعًا۔ عه

تشریف لے گئے اور صحابہ کی صف لگائی اور چار تکبیریں پڑھیں۔

موت کی خبر مسجد میں دی۔ مگر وہاں نماز نہ پڑھی۔ عیدگاہ میں جاکر پڑھی۔ نیز ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے مسجد میں میت پر نماز پڑھی اس کیلئے کچھ نہیں۔ ابوداؤد[1] میں۔ فلا شئی لہ ہے۔ ابن ماجہ[2] میں۔ فلیس لہ شئی۔ ہے۔ مصنف[3] ابن ابی شیبہ میں ہے۔ فلا صلوٰۃ لہ۔ اس حدیث پر جو جرحیں کی گئی ہیں۔ ان کے تحقیقی جواب علامہ عینی[4] نے دئیے ہیں۔ نماز جنازہ صف لگاکر پڑھی جائے۔ ترمذی میں مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر تین صفوں نے نماز پڑھی اس کیلئے واجب ہے یعنی جنت یا مغفرت۔ نسائی[5] میں ابوالملیح نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر ایک امت نماز پڑھے گی اس میت کی شفاعت کرادے گی۔ لوگوں نے ابوالملیح سے پوچھا۔ امت کتنی ہوتی ہے تو بتایا کہ چالیس آدمی۔ اسی[6] میں ام المومنین حضرت صدیقہ سے مروی ہے کہ امت سے مراد سو آدمی ہیں۔

غائبانہ نماز جنازہ

امام شافعی امام احمد بن حنبل نے اس سے اور اس کے بعد آنے والی حدیث سے استدلال فرمایا کہ غائبانہ نماز جنازہ صحیح ہے۔ مگر امام نووی نے فرمایا کہ اگر میت اسی شہر میں ہو تو جائز نہیں۔ امام رافعی نے فرمایا کہ یہ ضروری ہے کہ میت اور نمازیوں کے درمیان دو سو سے تین سو ہاتھ کا فاصلہ نہ ہو۔

ہمارے یہاں نماز غائبانہ جائز نہیں۔ نماز جنازہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ میت کا کل یا اکثر جسم سر کے ساتھ نمازی کے سامنے موجود ہو۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی کمال رحمت و شفقت و عنایت کی بنا پر مسلمانوں کے نماز جنازہ میں شرکت کا بہت زیادہ اہتمام تھا۔ اگر رات میں یا دوپہر میں کوئی مرتا۔ اس خیال سے کہ رات کی تاریکی اور دھوپ کی وجہ سے تکلیف ہوگی۔ آرام میں خلل ہوگا، صحابہ کرام اطلاع نہ دیتے۔ اور دفن کر دیتے تو فرماتے۔ ایسا نہ کرو اپنے جنازے کیلئے بلالیا کرو[7]۔ میری نماز مردے کے لئے رحمت[8] ہے۔ یہ قبریں تاریکی سے بھری ہیں۔ میں اپنی نماز سے انھیں روشن فرما دیتا ہوں[9]۔ اس کے باوجود زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دوسری جگہوں میں وفات پائی۔ شہید ہوئے۔ مگر کسی حدیث میں وارد نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ کیا وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت کے محتاج نہ تھے۔ کیا ان پر رحمت عالم کی شفقت نہ تھی۔ کیا ان کی قبور اپنی نماز سے پرنور فرمانا چاہتے تھے کیا جو مدینہ طیبہ میں فوت ہوتے انھیں کی قبریں اس مبارک روشنی کی محتاج تھیں اور وہی لوگ قابل شفقت تھے اور جگہ فوت ہونے والے نہیں۔ مقتضی ہوتے ہوئے کوئی فعل نہ کرنا۔ اس کی دلیل ہے کہ وہ مشروع نہیں۔ یہی وجہ ہے مدینہ طیبہ

---

[1] ثانی الجنائز باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد ص ۹۸ [2] الجنائز باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد ص ۱۱۰، [3] عمدۃ القاری ثامن ص ۲۰ [4] اول الجنائز باب کیف الصلوٰۃ علی المیت والشفاعۃ لہ ص ۱۲۲ [5] اول الجنائز باب فضل من صلی علیہ ص ۲۸۳ [6] ایضا [7] بخاری اول الجنائز باب الاذن بالجنائز ص ۱۶۷ ابن ماجہ الجنائز باب فی الصلوٰۃ علی القبر ص ۱۱۱ [8] ابن ماجہ ایضا [9] فتاویٰ رضویہ جلد چہارم بحوالہ ابن حبان ص ۶۹۔

عہ باب الرجل ینعی الی اهل المیت بنفسہ ص ۱۶۷ باب الصفوف علی الجنازۃ ص ۱۷۶، باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ بالمصلی والمسجد ص ۱۷۷

باب التکبیر علی الجنازۃ اربعا ص ۱۷۸، المناقب باب موت النجاشی ص ۵۴۵ و مسلم الجنائز ... ترمذی جنائز نسائی الجنائز ...

کے علاوہ دوسری جگہوں کے مسلمانوں نے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ وصال کے وقت پورا عرب مسلمان تھا۔ مگر کسی نے حضور کی نماز غائبانہ نہ پڑھی۔ اسی طرح خلفائے راشدین کی بھی۔ کون احمق ہوگا، کہ وہ اس کی تمنا رکھتا ہو گا کہ خاتم الانبیاء رحمت ہر دوسرا کی نماز جنازہ پڑھ کر سعادت حاصل کرے۔ اگر نماز جنازہ غائبانہ مشروع ہوتی تو صحابہ کرام باز رہتے۔ خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں ہزارہا ہزار صحابہ تابعین جہادوں میں شہید ہوئے۔ کیا کہیں مروی ہے کہ خلفائے راشدین نے کبھی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی۔ اگر مشروع ہوتی تو کیوں نہیں پڑھتے۔

مخالف کے استدلال کا جواب

صرف تین واقعے ایسے ہیں جن سے غائبانہ نماز جنازہ کے مشروع ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ ایک یہی حضرت اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ کا۔ دوسرے حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی کا۔ تیسرے غزوہ موتہ کے امراء کا۔ یہ تینوں بظاہر غائبانہ نماز تھی مگر حقیقت میں تینوں کے واقعے میں جنازے روئے انور کے سامنے تھے۔

حضرت نجاشی کے جنازے کے بارے میں صحیح ابن حبان میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح ہے۔

فصلینا خلفه ونحن لانری الا ان الجنازة قدامنا۔ ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم دیکھتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے ہے۔

پھر یہ کہ حضرت نجاشی کے نماز جنازہ پڑھنے میں مصالح تھے وہ حبشہ میں فوت ہوئے۔ وہاں ان کی نماز جنازہ نہ ہوئی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس دور افتادہ غلام پر نماز جنازہ پڑھی نیز کچھ لوگوں کو ان کے مسلمان ہونے میں شک تھا۔ اعلان عام کے ساتھ عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھ کر یہ بتانا مقصود تھا کہ وہ مومن مخلص تھے۔

بھوپالی صاحب پر تعقب

شوہر ریاست بھوپال نواب صدیق حسن نے عون الباری میں اس حدیث کے تحت لکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے۔ اگرچہ جنازہ غیر جہت قبلہ میں ہو اور نمازی قبلہ رو ہو۔ اس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ تعقب فرمایا۔ یہ اس مدعی اجتہاد کی گونا تقلید ہے۔ نجاشی کا جنازہ حبشے میں تھا۔ اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانب جنوب ہے۔ اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے۔ تو جنازہ غیر جہت قبلہ میں کب تھا۔ ان مجتہد صاحب کا جہل قابل تماشا ہے۔ جن کو سمت قبلہ تک معلوم نہیں۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے جنازہ پر نماز ان کی غیر سمت پڑھنے کا ادعا۔ دوسرا جہل۔ حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانب حبشہ نماز پڑھی رواہ الطبرانی عن حذیفۃ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[س]

دوسرا واقعہ

حضرت معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے۔ تبوک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کا ایک راوی نوح بن عمرو سکسکی ہے۔ ابن حبان نے اسے حدیث کا چور بتایا۔ ایک سخت ضعیف شخص اسے حضرت انس سے روایت کرتا تھا

لہ عمدۃ القاری ثامن ص ۲۴

اس نے اسے بقیہ بن ولید کے سر باندھا۔ یہ حدیث طبقات ابن سعد میں حضرت انس سے دو اور طریقوں سے مروی ہے۔ ایک میں محبوب بن ہلال مزنی اور دوسرے میں علاء بن یزید ثقفی ہے۔ یہ دونوں ضعیف ناقابل احتجاج ہیں۔ علاء کے بارے میں امام بخاری نے فرمایا کہ یہ حدیثیں گڑھا کرتا تھا۔ ابن حبان نے کہا یہ حدیث اسی کی گڑھی ہوئی ہے۔ اس سے چرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی۔ علامہ عبد البر نے فرمایا۔ اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں۔ در بارۂ احکام اصلا حجت نہیں۔ صحابہ میں کوئی صاحب معاویہ بن معاویہ نام کے معلوم نہیں۔[1] ابن حبان نے بھی کہا کہ اس نام کے صحابہ میں کوئی صاحب مجھے یاد نہیں۔

تاہم یا فرض کیجئے کہ یہ حدیث اپنی کثرت طرق سے ضعیف نہ رہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اختیار فرمایا یا بفرض غلط، صحیح لذاتہ سہی۔ پھر بھی نہ ہمیں مضر نہ مخالف کو مفید۔ خود اسی میں تصریح ہے کہ جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نظر انور کے سامنے کر دیا گیا۔ تو یہ نماز حاضر پر ہوئی نہ کہ غائب پر۔ طبرانی کی حدیث ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ جبرئیل نے عرض کیا۔ کیا حضور یہ پسند کرتے ہیں کہ میں حضور کے لئے زمین لپیٹ دوں۔ آخر کے الفاظ یہ ہیں فرمایا۔ ضرور۔ تو انھوں نے اپنے پر زمین پر مارے۔

فرفع له سريره فصلى عليه۔ وخلفه صفان من الملائكة كل صف سبعون الفا۔

اب تو معاویہ کی چارپائی حضور کے سامنے ہو گئی۔ اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی اور پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں۔ ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔

ابو احمد حاکم کے یہاں یہ الفاظ ہیں۔ جبرئیل امین نے اپنا داہنا بازو پہاڑوں پر رکھا۔ وہ پست ہو گئے۔ اور بایاں بازو زمین پر رکھا وہ برابر ہو گئیں۔ یہاں تک کہ مدینہ ہمیں نظر آنے لگا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جبرئیل اور فرشتوں نے ان پر نماز پڑھی۔

حضرت انس کی حدیث کے الفاظ بطریق محبوب یہ ہیں۔ جبرئیل امین نے عرض کیا۔ کیا حضور ان پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ پس جبرئیل نے زمین پر اپنا پر مارا۔ کوئی درخت کوئی ٹیلہ نہ رہا جو پست نہ ہو گیا ہو۔ اور ان کا جنازہ حضور کے سامنے لایا گیا۔ یہاں تک کہ نظر انور کے سامنے ہو گیا۔ اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی۔ بطریق علاء کے الفاظ یہ ہیں جبرئیل نے عرض کیا حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں فرمایا ضرور جبرئیل نے ایسا کیا تب حضور نے ان پر نماز پڑھی۔[2] دونوں احادیث کا سیاق بتا رہا ہے کہ اگر غائبانہ نماز جنازہ درست ہوتی تو پھر زمین لپیٹ کر جنازہ سامنے کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

واقعہ سوم امام واقدی نے مغازی میں، عاصم بن عمر اور عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت کی۔ جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ عزوجل نے حضور کے لئے پردے اٹھا دیئے۔ کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں حضور نے فرمایا۔ زید بن حارثہ نے

---

[1] اصابہ جلد ثالث ص ۳۳۴ [2] فتاویٰ رضویہ جلد چہارم رسالہ۔ الہادی الحاجب۔

علم اٹھایا۔ وہ لڑتا رہا یہاں تک کہ وہ شہید ہوا۔ حضور نے اپنی صلاۃ اور دعا سے نوازا۔ اور صحابہ سے فرمایا اس کے لئے استغفار کرو۔ وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا۔ حضور نے ارشاد فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے علم لیا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا۔ انھیں بھی اپنی صلاۃ اور دعا سے نوازا۔ اور ارشاد فرمایا اس کے لئے استغفار کرو۔ وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا اور اسمیں اپنے پروں سے جہاں چاہتا ہے اڑتا پھرتا ہے۔ اس پر گذارش ہے۔ **اولاً** یہ دونوں طریقوں سے مرسل ہے۔ عاصم بن عمر، قتادہ بن نعمان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اوساط تابعین میں سے ہیں۔ اور عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صغار تابعین سے ہیں۔ حدیث مرسل شوافع اور غیر مقلدین کے یہاں قابل احتجاج۔ ثانیاً امام واقدی کو شوافع اور غیر مقلدین سخت مجروح اور ناقابل اعتبار مانتے۔ پھر ان کی روایت ان کے نزدیک قابل احتجاج کیسے ہوئی۔ تعجب ہے۔ یہاں اپنے اصول کو خیرباد کہدیا۔ ثالثاً عبداللہ بن ابی بکر کے تلمیذ، امام واقدی کے شیخ عبدالجبار بن عمارہ، مجہول ہیں۔ تو یہ مرسل نامعتضد ہوئی۔ رابعاً الفاظ حدیث یہ ہیں۔ **فصلی علیہ ودعا لہ** اس کی کیا دلیل کہ یہاں صلوۃ بمعنی نماز جنازہ متعین۔ اس کا احتمال بھی ہے کہ صلاۃ بمعنی مطلق دعا ہے اور یہ عطف تفسیری ہے۔ تعمیم بعد تخصیص نہیں۔ بلکہ حدیث کا سیاق اسی کی تائید کر رہا ہے کیونکہ مذکور ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں حضرات کی شہادت کے وقت ممبر پر تشریف فرما تھے۔ کہیں مذکور نہیں کہ منبر سے اتر کر نماز پڑھی پھر منبر پر تشریف لے گئے۔ پھر صحابہ کرام سے نماز پڑھنے کو نہیں فرمایا۔ اور نہ کہیں مذکور کہ صحابہ نے نماز پڑھی۔ اگر یہ نماز جنازہ تھی تو صحابہ نے کیوں نہیں پڑھی۔ بلکہ نماز غائبانہ جائز ماننے والوں کے طور پر یہاں صلاۃ بمعنی دعا متعین کیونکہ وہ شہداء پر نماز غائب نہیں مانتے۔ جیسے شہداء احد پر وارد صلاۃ کو بمعنی دعا۔ امام نووی، علامہ قسطلانی، علامہ سیوطی قدس اللہ اسرارہم مانتے ہیں۔ حالانکہ **فصلی علی احد صلاتہ علی المیت**[۱] مذکور ہے۔

شوکانی صاحب پر رد

وہابیہ کے بعض جاہلان بیخرد جیسے شوکانی صاحب نیل الاوطار، یہاں اپنی شان اجتہاد دکھانے کو یوں گلفشانی کرتے ہیں کہ صلوۃ بمعنی نماز حقیقت شرعیہ ہے اور حقیقت سے بلا دلیل عدول جائز نہیں۔ سبحان اللہ۔ دعوی اجتہاد اور اتنی بھی خبر نہیں کہ صلاۃ بمعنی ارکان مخصوص۔ حقیقت شرعیہ ہے نہ بمعنی نماز جنازہ نماز جنازہ میں رکوع سجود قعود بالاجماع نہیں۔ اور قرأت ہمارے یہاں نہیں۔ اسی لئے علماء نے فرمایا کہ نماز جنازہ صلوۃ مطلقاً نہیں۔ اور تحقیق یہ کہ دعاء مطلق اور صلوۃ مطلقہ کے درمیان برزخ ہے۔ اسی لئے علامہ بدرالدین محمود عینی نے فرمایا کہ نماز جنازہ پر صلاۃ کا اطلاق مجازاً ہے۔

اس کی مکمل محقق بحث دیکھنی ہو تو اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ الہادی الحاجب عن صلوۃ الجنازۃ علی الغائب کا مطالعہ کریں۔ ہم نے اسی کی چند سطروں کا اقتباس درج کر دیا ہے جو بحمدہ تبارک وتعالیٰ کافی شافی ہے۔

تکبیرات

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں۔ اخیر میں اسی پر عمل در آمد برقرار رہا۔ نماز جنازہ میں دیگر نمازوں کی طرح ہمارے یہاں دو سلام ہے۔ مگر جمہور کے یہاں ایک۔ اس حدیث میں سلام مذکور

[۱] ابوداؤد ثانی الجنائز باب الصلوۃ علی القبر بعد حین ص ۱۰۳ ،

حدیث ۷۳۷

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ الرَّایَۃَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَھَا جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَھَا عَبْدُ اللہِ بْنُ رَوَاحَۃَ فَاُصِیْبَ وَاِنَّ عَیْنَیْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ علم زید نے لیا اور وہ شہید کر دیئے گئے پھر جعفر نے لیا اور وہ بھی شہید کر دیئے گئے پھر عبد اللہ بن رواحہ نے لیا اور وہ بھی شہید کر دیئے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نہیں، مگر سعید بن مسیب کی حدیث جو ابن جلیب عن مطرف عن، لک مروی ہے۔ اس میں ہے۔

تشریحات ۷۳۷ مناقب مغازی کی روایت میں ابتدائی کلمات یہ ہیں کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زید، جعفر عبد اللہ بن رواحہ کی خبر آنے سے پہلے ہی ان کے بارے میں بتا دیا کہ یہ لوگ شہید کر دیئے گئے۔ اخیر میں یہ ہے کہ پھر علم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا۔ اللہ نے اس کے ہاتھ فتح عطا فرمائی۔ الجہاد میں، درمیان میں یہ بھی یاد ہے یہ فرمایا کہ انھیں ہمارے پاس رہنے میں خوشی نہیں۔ یعنی شہادت کے بعد انھیں جو اعزاز واکرام ملا ہے اس کے بعد بہ نسبت یہاں کے وہیں خوش ہیں۔

غزوہ موتہ بیت المقدس سے دو منزل کے فاصلے پر بلقا کے ادھر موتہ نامی ایک مقام ہے۔ یہاں یہ جنگ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ہوئی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ بصریٰ کے حاکم یا قیصر کے پاس ایک مفاوضہ عالیہ ارسال فرمایا تھا۔ انھیں شرحبیل بن عمرو نے شہید کر دیا تھا۔ یہ اگرچہ عربی نژاد تھا مگر قیصر کے ماتحت اس علاقے کا حکمراں تھا۔ اس دور میں بھی قاصدوں کا قتل کرنا بہت بڑا جرم تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرحبیل بن عمرو کی تادیب کے لئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں تین ہزار کی فوج ترتیب دیکر بھیجا، ہدایت فرمادی اگر زید شہید ہو جائیں تو علم جعفر بن ابی طالب لیلیں اور وہ شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ لے لیں۔ اسے ایک یہودی نے سنا تو کہا۔ اگر یہ نبی ہیں تو تم تینوں اس جنگ میں مارے جاؤگے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ہم نے جعفر بن ابی طالب کو شہیدوں میں تلاش کیا تو دیکھا کہ ان کے جسم پر نیزے اور تیر کے نوے زخم تھے سب سامنے تھے پیچھے ایک بھی نہ تھا۔ جب داہنا ہاتھ کٹا تو علم بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ یہ بھی کٹ گیا تو دونوں کٹے ہوئے ہاتھ سے علم تھاما۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں ایک یمنی تلوار رہ گئی۔

زید بن حارثہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے آزاد کردہ غلام تھے حضور نے ان کو اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا۔ اور انھیں زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ جب آیہ کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝ نازل ہوئی۔ تو بند ہوا۔ ان کے والد انھیں لینے کے لئے آئے۔ مگر حضور کو چھوڑ کر نہیں گئے۔ یہ حضور

وَسَلَّمَ لَتَذْرِفَانِ ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ ؏

کی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں تھے (اور فرمایا)، پھر علم خالد بن ولید نے بغیر حکم کے لیا۔ انھیں فتح نصیب ہوئی۔

حدیث ۷۳۸ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَاتَ إِنْسَانٌ كَانَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ایک صاحب وفات کر گئے۔

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَمَاتَ بِاللَّيْلِ فَدَفَنُوهُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تھے وہ رات میں فوت ہو گئے

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنے پیارے تھے کہ اپنی پھوپھی کی صاحبزادی حضرت زینب سے پہلے ان کا نکاح کیا تھا۔ صحابہ کرام میں یہ فخر صرف انھیں کو حاصل ہے کہ قرآن کریم میں ان کا نام مذکور ہے۔ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔

جعفر بن ابی طالب یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ہیں۔ پہلے حبشہ ہجرت کی وہاں امیر المہاجرین رہے۔ پھر غزوۂ خیبر کے موقع پر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ یہ قبیلہ خزرج کے ممتاز فرد اور لیلۃ العقبہ کے نقباء میں تھے۔ بہت خوش گو شاعر بھی تھے۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

اگر حضور نہ ہوتے تو نہ ہم ہدایت پاتے نہ صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔ انھیں کا ہے

حضرت خالد بن ولید دنیا کے مانے ہوئے سپہ سالار جنھوں نے کسی معرکے میں کبھی شکست نہیں کھائی جنھیں خود رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیف اللہ فرمایا۔ جنکی شمشیر خارا شگاف نے روم جیسی عظیم طاقت کے پرزے اڑا دیئے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے نیز اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص یہ دیکھے کہ مسلمانوں کا اجتماعی یا انفرادی نقصان ہو رہا ہے اور اس میں صلاحیت ہے کہ وہ اس کام کو سر انجام دے تو نقصان نہ ہوگا تو اسے از خود بغیر کسی کی دعوت و سپردگی کے وہ کام انجام دینا چاہئے۔ بلکہ یہ ایک حد تک واجب ہے۔ یہ حدیث بخاری میں مختصر ہے۔ کتب سیر میں مفصل ہے۔ اسی سے شوافع اور آجکل کے غیر مقلدین غائبانہ نماز جنازہ کے جواز پر دلیل لاتے ہیں۔ اس کا جواب پہلے گزر چکا۔

تشریحات ۷۳۸ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہا گیا ہے کہ یہ صاحب طلحہ بن براء بن عمیر بلوی انصار کرام کے حلیف تھے۔ جیسا کہ طبرانی نے حصین بن رجوح انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ طلحہ بن براء بیمار ہوئے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

؏ باب الرجل ینعی الی اہل المیت ص ۱۶۷ الجہاد باب من تامر فی الحرب من غیر امرۃ ص ۴۳۱ المناقب باب علامات النبوۃ ص ۵۱۲
باب خالد بن الولید ص ۵۳۱۔ ثانی المغازی۔ باب غزوۃ موتہ ص ۶۱۱ نسائی الجنائز۔

لَيْلًا فَلَمَّا اَصْبَحَ اَخْبَرُوْهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ اَنْ تُعْلِمُوْنِيْ قَالُوْا

اور لوگوں نے رات ہی میں دفن کر دیا جب صبح ہوئی تو حضور کو باخبر کیا۔ فرمایا تمھیں کس چیز نے مجھے

كَانَ اللَّيْلُ فَكَرِهْنَا وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ اَنْ نَشُقَّ عَلَيْكَ فَاَتٰى قَبْرَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ

بتانے سے روکا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ رات تھی اور اندھیرا تھا ہمنے یہ پسند نہیں کیا کہ حضور کو مشقت میں ڈالیں تو حضور انکی قبر پر آئے اور نماز جنازہ

ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ طلحہ مرنے والے ہیں۔ مجھے خبر کرنا اور جلدی کرنا۔ ابھی حضور بنی سالم بن عوف میں نہیں پہنچے ہوں گے کہ وہ وفات پا گئے۔ اور جب رات ہو گئی تو طلحہ نے اپنے گھر والوں سے کہدیا تھا کہ جب میں مرجاؤں تو دفن کر دینا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مت بلانا۔ اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ حضور کو یہودیوں سے کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔ صبح کے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا گیا۔ تو تشریف لائے اور ان کی قبر پر کھڑے ہوئے اور لوگوں نے بھی صف بندی کی۔ پھر حضور نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ اے اللہ طلحہ سے اس طرح ملاقات کر کہ وہ بھی ہنستا ہوا ہو اور تو بھی۔ یعنی تو اس سے خوش ہو۔ ابو داؤد[1] میں بھی یہ حدیث اختصار کے ساتھ مذکور ہے۔

ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث میں۔ انسان سے مراد یہی حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔

جب مردے کو نماز جنازہ پڑھ کے دفن کیا گیا ہو تو اس کی قبر پر نماز جنازہ جائز نہیں۔ اور جہاں مذکور ہے اس سے مراد صلوٰۃ بمعنی دعا ہے۔ جیسا کہ ابھی طبرانی کی حدیث گذری جسمیں تشریح ہے کہ صف بندی بھی ہوئی مگر حضور نے نماز جنازہ نہیں پڑھی بلکہ صرف دعا مانگی۔ طبرانی کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں فرمایا کہ نماز جنازہ کے بعد بھی قبر پر نماز پڑھنا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ دوسرے کو جائز نہیں۔ اور تخصیص کی دلیل وہ حدیث ہے کہ فرمایا۔ یہ قبریں تاریکی سے پُر رہتی ہیں میں اپنی نماز سے انھیں روشن فرما دیتا ہوں۔ جیسا کہ ابن حبان کی روایت گزر چکی۔ ظاہر ہے کہ اگر قبر پر نماز جائز ہوتی تو امت خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پر انوار پر اور صحابہ کرام اور اسلاف کے مزارات پر ضرور نماز پڑھتی۔ اس فضل سے کیوں محروم رہتی۔ ہاں اگر کسی کی نماز جنازہ نہ ہوئی ہو تو جب تک اس کا ظن غالب نہ ہو کہ میت پھول پھٹ گئی ہوگی پڑھ سکتے ہیں امام ابو یوسف نے تین دن تک اجازت دی ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ یہ میت اور موسم اور زمین کے لحاظ سے کم و بیش ہو سکتا ہے۔

ع۵ باب الاذن بالجنازة ص ۱۶۷ باب ما قیل فی اولاد المسلمین ص ۱۸۴ مسلم الجنائز۔ ابو داؤد الجنائز۔ ترمذی الجنائز۔ نسائی الجنائز۔ ابن ماجہ الجنائز۔

[1] ثانی۔ الجنائز باب تعجیل الجنائز ص ۹۴

حدیث ۷۳۹

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ یُتَوَفّٰی لَہٗ ثَلٰثَۃٌ لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ بِفَضْلِ رَحْمَتِہٖ اِیَّاھُمْ ؏

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو اللہ اسے اپنی رحمت بے غایت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

تشریحات ۷۳۹

چھوٹے بچوں کی جدائی کا داغ ایسا ہے جس سے شاید ہی کوئی بچا ہو۔ یہ زخم ایسا سنگین ہے کہ زندگی بھر مندمل نہیں ہوتا اس لئے اس سلسلے میں ۳۹ صحابۂ کرام سے احادیث مروی ہیں۔ ان سب کے مضمون متقارب ہیں۔ علامہ بدرالدین محمود عینی قدس سرہٗ نے ان سب احادیث کو بیان فرمایا ہے۔

امام بخاری نے یہاں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث بھی ذکر فرمائی ہے۔ جو جلد اول ص ۳۹۲ پر گزر چکی ہے۔ جس میں فرمایا کہ جس عورت کے تین بچے آگے چلے جائیں تو وہ اسے جنت میں داخل کریں گے۔ ایک بیوی نے عرض کیا اور دو؟ یا رسول اللہ تو فرمایا اور دو بھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ زائد ہے۔ جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔ ان دونوں حدیثوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ حضرت ابوسعید کی حدیث میں مخاطب عورتیں ہیں جس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ ثواب انھیں کے لئے ہے۔ مگر اس تخصیص کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نے ختم کر دیا۔ کہ فرمایا۔ ما من الناس من مسلم کسی بھی مسلمان کے تین بچے۔ حضرت انس کی حدیث میں تین مذکور ہیں۔ مگر حضرت ابوسعید کی حدیث میں تین کی تحدید نہیں۔ دو کے لئے بھی یہی ارشاد ہے۔ حضرت ابوسعید کی حدیث میں ولد مذکور ہے۔ جو بالغ اولاد کو بھی شامل ہے۔ اس تعمیم کو حضرت انس کی حدیث نے ختم کر دیا۔ کہ فرمایا۔ لم یبلغوا الحنث۔ جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔ دو کی بھی تخصیص نہیں۔ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو تین نابالغ بچے کو آگے بھیج دے، وہ اس کے لئے مضبوط قلعے ہونے۔ اس پر حضرت ابوذر نے عرض کیا، میں دو بھیج چکا ہوں تو فرمایا، اور دو بھی۔ اب اُبَیّ بن کعب سید القراء نے عرض کیا میں ایک بھیج چکا ہوں تو فرمایا، ایک بھی۔ اسی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جس کے دو بچے پیشرو ہو چکے ہوں گے۔ وہ اسے جنت میں داخل کریں گے۔ اس پر حضرت عائشہ نے عرض کیا، اور آپ کی امت میں سے جس کے ایک گیا ہو تو۔ فرمایا۔ اے خیر کی توفیق یافتہ جس کے ایک ہوں وہ بھی۔ پھر عرض کیا، اور جس کے ایک بھی نہ ہوں تو فرمایا۔ میں اپنی امت کا پیشرو ہوں

؏ باب فضل من مات لہ ولد ص ۱۶۷ نسائی الجنائز ابن ماجۃ الجنائز۔

؎ اول الجنائز باب فی ثواب من قدم ولدا ص ۱۲۶ ابن ماجۃ الجنائز باب ماجاء فی ثواب من اصیب بولدہ ص ۱۱۶

حدیث ۷۴۰

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَیَلِجَ النَّارَ اِلَّا
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں ہوسکتا کہ کسی مسلمان کے تین بچے
تَحِلَّةَ الْقَسَمِ عہ
مریں اور وہ جہنم میں جائے۔ مگر قسم پوری ہونے کیلئے۔

اور محمد جیسا پیشرو ہرگز نہ پائیں گے۔ ۱

بلکہ ابن ماجہ میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ ناتمام گرا ہوا بچہ اپنے نال سے اپنی ماں کو گھسیٹ کر جنت میں لے جائیگا، اگر وہ روکی گئی تو۔ نیز اسی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کچے بچے کے ماں باپ اگر جہنم میں جائیں گے تو یہ اپنے رب سے جھگڑا کریگا تو اس سے کہا جائیگا، اے اپنے رب سے جھگڑنے والے کچے بچے اپنے والدین کو جنت میں داخل کر تو یہ اپنی نال سے انھیں گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گا۔ ۲

تشریحات ۷۴۰

حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث اور حضرت ابوسعید کی حدیث میں لم یبلغوا الحنث کی قید نہیں۔ اس لئے بعض علماء نے فرمایا کہ بالغ اولاد کو بھی شامل ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ جب دوسری احادیث میں یہ قید ہے تو وہ ضرور ملحوظ ہوگی۔ اس کے پہلی والی حدیث کے آخر اور کتاب العلم میں خود حضرت ابوہریرہ کا ارشاد مذکور ہے، لم یبلغوا الحنث۔ جو بچہ جنون کی حالت میں بالغ ہوا اور اسی حال میں مرگیا وہ بھی اس میں داخل ہے۔ رہ گئے پوتے اور نواسے، تو اس پر اتفاق ہے کہ نواسے اور نواسیاں داخل نہیں۔ اس لئے کہ ولد کا اطلاق ان پر نہیں ہوتا۔ رہ گئے پوتے پوتیاں تو ان میں کلام ہے۔ نسائی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث بطریق حفص بن عبید اللہ مروی ہے۔ اس میں یہ ہے:۔ من احتسب ثلثة من صلبه دخل الجنة۔ جو اپنی صلب کی تین اولاد کے مرنے پر ثواب کی امید رکھے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اسی طرح عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی حدیث میں ہے:۔ من سلف بین یدیه ثلثة من صلبه فی الاسلام۔ جو اسلام میں تین اپنی صلب کی اولاد کو آگے بھیجدے۔ ان احادیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ پوتے پوتیاں ان میں داخل نہیں۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی داخل ہیں اس تقدیر پر من صلبه کی قید اولاد بنات کے اخراج کے لئے ہوگی۔ بخاری کی حضرت انس والی حدیث نیز اور کثیر احادیث میں من مسلم فی الاسلام۔ مومن مومنہ وغیرہ کی قید سے معلوم ہوا کہ یہ ثواب صرف اس کے لئے ہے۔ جس کے اسلام کی حالت میں بچے

عہ باب فضل من مات له ولد فاحتسب ص ۱۶۷ مسلم ادب ابن ماجہ الجنائز۔ ۱ اول الجنائز باب فی ثواب من قدم ولدا ص ۱۲۶ ۲ الجنائز باب ماجاء فیمن اصیب بسقط ص ۱۱۶ ۳ اول الجنائز باب من احتسب ثلثة من صلبه ص ۲۶۳ ۴ عمدۃ القاری تا من بحوالہ طبرانی ص ۲۸۔

حدیث ۷۴۱ حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

ثابت بنانی نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

فوت ہوئے ہوں۔ اور اگر قبل اسلام ہوئے ہوں تو نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں جائیں گے۔ حتی کہ وہ کچا بچہ بھی۔ کفار کے بچوں کے بارے میں صحیح مذہب توقف ہے۔ جس کی بحث اپنے موقع پر آئے گی۔

تحلۃ القسم سے مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔

وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا۔

اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر جہنم پر نہ ہو۔ یہ تمہارے رب پر (اس کی) لازم کردہ طے شدہ بات ہے۔ پھر ہم (ڈرنے والوں کو ہم نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرتا ہوا چھوڑ دیں گے۔

سورہ مریم (۷۱ - ۷۲)

تحلۃ القسم۔۔۔ قسم پوری ہونے سے مراد یہی ہے۔ یہاں حقیقی قسم مراد نہیں مگر جیسے قسم کھانے والا قسم کھا کر اپنے اوپر وہ بات لازم کر لیتا ہے جو اس پر لازم نہیں ہوتی۔ اسی طرح اللہ عزوجل نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ہر شخص کو جہنم پر گزارے گا۔ حالانکہ اس پر کچھ لازم نہیں۔ اس لئے اسے "تحلۃ القسم" سے تعبیر کیا۔ یا تحلۃ القسم سے مراد تھوڑی دیر ہے۔ جتنی دیر میں قسم پوری ہوتی ہے۔ وہ محض ایک آن ہے۔ کسی نے قسم کھائی۔ میں آج فلاں کے گھر جاؤں گا تو جس آن گھر کے اندر داخل ہوا قسم پوری ہو گئی۔ اگرچہ گھر میں جاتے ہی فوراً واپس ہو جائے، چند سکنڈ بھی نہ ٹھہرے۔ مراد یہ ہے کہ ایک آن کے لئے۔ یہاں جہنم میں ورود سے کیا مراد ہے۔ اس میں صحیح اور راجح امام حسن بصری اور حضرت قتادہ کا قول ہے کہ پل صراط پر گزرنا مراد ہے۔ جس کی پوری تفصیل ع۱۲۴ھ پر گزر چکی۔ اس کی دلیل حضرت عبد الرحمن بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جسے طبرانی نے کبیر میں روایت کیا کہ فرمایا کہ جس کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں وہ جہنم میں ہرگز نہیں جائیگا مگر جیسے راہ چلتا انسان۔ مراد یہ ہے کہ۔ صرف گزر ہو گا۔ کچھ بزرگوں نے فرمایا کہ اس سے مراد جہنم میں داخل ہونا ہے۔ ان حضرات کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد امام حاکم نے روایت کیا ہے کہ فرمایا۔ الورود۔ داخل ہونا ہے۔ کوئی بھی ایسا نہیں خواہ نیک ہو خواہ بد ہو جو جہنم میں نہ داخل ہو۔ اس وقت جہنم مومنین پر ٹھنڈی اور سلامت ہو جائے گی۔ ترمذی میں امام سدی سے ہے کہ میں نے ہمدانی سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگ جہنم میں جائیں گے پھر اس سے اپنے اپنے اعمال کے مطابق نکلیں گے پہلی جماعت بجلی کی لپک کی طرح، پھر ہوا کی طرح، پھر گھوڑے کی دوڑ کی طرح، پھر سوار کی طرح پھر دوڑتے ہوئے، پھر چلتے ہوئے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ شعبہ نے بھی اسے سدی سے روایت کیا مگر اسے مرفوع نہیں کیا۔

تشریحات ۷۴۱ **عند القبر** مسلم کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قبر اس کے بچے کی تھی۔ اس میں ہے تبکی علی صبی لھا

لہ عمدۃ القاری ثامن ص ۳۲ ۲ہ مسند جلد ثالث ص ۳۲۹ ۳ہ ثانی التفسیر سورۃ مریم ص ۱۳۵ ۴ہ جلد ثالث ص ۲۸۱

تعالیٰ عنہ یقول لامرأۃ من اھلہ تعرفین فلانۃ قالت نعم قال فان

سنا اپنی ایک اہلیہ سے فرماتے تھے تم فلانہ کو پہچانتی ہو انھوں نے عرض کیا ہاں

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر بھا وھی تبکی عند قبر فقال

فرمایا بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے اور یہ ایک قبر کے پاس رو رہی تھی

اتقی اللہ واصبری فقالت الیک عنی فانک خلو من مصیبتی قال

تو فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر کر تو اس نے کہا میرے پاس سے جاؤ تم پر میری مصیبت نہیں پڑی ہے

یحیی بن کثیر کی مرسل میں جسے عبد الرزاق نے روایت کیا۔ اس کی تصریح ہے۔ اس میں ہے۔ قد اصیب بولدھا غالباً اس عورت کا رونا نوحہ زور زور سے یا چیخ چیخ کر تھا۔ یحیی بن کثیر کے مرسل میں ہے۔ لتسمع فیھا ما یکرہ فوقف علیھا بغیر آواز کے رونے کی اجازت ہے۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ اگر بغیر آواز کے روتی ہوتیں تو منع نہ فرماتے۔

الیک عنی الیک اسم مصدر ہے معنی میں تنح کے ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے ما تبالی بمصیبتی تمہیں میری مصیبت کی کیا پرواہ۔ مسند ابو یعلی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں۔ انا الحری الثکلی ولو کنت مصابا عذرتنی۔ میں وہ عورت ہوں جس کا بچہ مرگیا ہے۔ اگر تمھیں میری مصیبت پہنچی ہوتی تو مجھے معذور رکھتے۔

فمر بھا رجل طبرانی کی اوسط میں بطریق عطیہ حضرت انس ہی سے ہے۔ کہ یہ صاحب فضل بن عباس تھے۔ مسند ابو یعلی میں ہے کہ انھوں نے اس سے پوچھا۔ کیا تو انھیں پہچانتی ہے؟ تو اس نے کہا نہیں۔ مسلم میں ہے کہ جب اس نے یہ جان لیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تو شرمندگی اور ہیبت کی وجہ سے اس پر موت جیسی حالت طاری ہوگئی۔

فلم تجد بوابا عام حالات میں کوئی دربان نہیں رہتا تھا مگر کبھی کبھی خاص حالات میں رہا کرتا تھا جیسا کہ حدیث ایلاء میں بتصریح مذکور ہے۔

اول صدمہ جنائز کی روایت میں ہے۔ انما الصبر عند الصدمۃ الاولی۔ صدمہ کے معنی کسی چیز سے ٹکرا گئے کے ہیں۔ چونکہ مصیبت سے بھی دل کو ایک دھچکا لگتا ہے۔ اس لئے مصیبت کے اثر کو صدمہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہاں صبر سے مراد صبر کامل ہے۔ جس پر ثواب مرتب ہوتا ہے ورنہ مصیبت خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو رفتہ رفتہ صبر آ ہی جاتا ہے۔ کسی مصیبت پر اجر، صبر جمیل اور حسن نیت ہی پر ہے۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو بھی زیارت قبور کی اجازت ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عورت سے یہ نہیں فرمایا کہ تو قبر پر کیوں آئی۔ رونے پر منع فرمایا۔ اگر عورتوں کو زیارت قبور منع ہوتی تو یہ بھی ضرور فرماتے کہ تو یہاں کیوں آئی۔ صحیح یہی ہے کہ ابتداءً مرد اور عورتوں دونوں کو منع فرمادیا تھا۔ اور الا فزوروھا سے دونوں کو اجازت مل گئی۔ البتہ اس زمانے میں عورتوں کو زیارت قبور سے بالکلیہ روک دینا ضروری ہے۔ اگر چہ کسی مزار

فَجَاوَزَهَا وَمَضٰى فَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ فَقَالَ مَا قَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
حضور نے اسے چھوڑ دیا اور تشریف لے گئے اس کے بعد اس عورت پر ایک صاحب

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا عَرَفْتُهٗ قَالَ اِنَّهٗ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
گزرے اور پوچھا تم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تو اس عورت نے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَاءَتْ اِلٰى بَابِهٖ فَلَمْ تَجِدْ عَلَيْهِ بَوَّابًا فَقَالَتْ
جواب دیا میں نے انھیں نہیں پہچانا اس مرد نے کہا وہ رسول اللہ تھے اب وہ عورت

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا عَرَفْتُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضور کے دروازے پر آئی وہاں انھوں نے دربان نہیں پایا اور عرض کیا یا رسول اللہ بخدا

اِنَّ الصَّبْرَ عِنْدَ اَوَّلِ صَدْمَةٍ عہ
میں نے حضور کو پہچانا نہیں اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک صبر صدمے کی ابتدا کے وقت ہے۔

پھر رونا دھونا آہ و زاری کریں گی اور محبوبان بارگاہ کے مزارات پر یا تو تعظیم میں غلو کریں گی یا پھر بے ادبی کر بیٹھیں گی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ[1] میں فرمایا:

قبور اقرباء پر خصوصًا بحالِ قربِ عہدِ ممات۔ تجدیدِ حزن لازم نساء ہے۔ اور مزارات اولیاء کرام حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراطِ ناجائز تو سبیل اطلاق منع ہے۔ لہٰذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا۔ اقول۔ مگر اب بات اس سے آگے بڑھ چکی ہے۔ خصوصًا اعراس میں مردوں کے ساتھ عام مجمعوں میں دھکے کھاتی پھرتی ہیں۔ بے پردہ انتہائی بے باکی بے حیائی کے ساتھ گھومتی پھرتی ہیں۔ منہ کے علاوہ پورے جسم پر لفافہ لپیٹے دو کانوں پر سودا سلف کرتی پھرتی ہیں۔ ایسی صورت میں کبھی بھی ان کو عرسوں میں جانے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن اس خصوص میں عورتوں سے زیادہ ان کے مردوں کے شوق کو دخل ہے۔ جو مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر اپنی مستورات کی نمائش پر فخر کرتے ہیں۔ اسی بنا پر اکبر الہ آبادی نے کہا ہے۔

خدا کے فضل سے بیوی میاں دونوں مہذب ہیں
انھیں غصہ نہیں آتا انھیں پردہ نہیں آتا

عرسوں ہی کی بات نہیں رہی اب تو مسلمان عورتوں میں یہ رواج پڑ گیا ہے کہ وہ برقعے کے نام سے کالا لفافہ جسم پر منڈھے چہرہ کھولے عام طور پر رہتی ہیں۔ غالبًا اس کالے لفافے کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ یہ اعلان کریں کہ ہم مسلمان عورتیں ہیں۔ جو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف بے پردہ رہنے لگی ہیں۔

عہ ثانی الاحکام باب لم یکن له بواب ص ۱۰۵۹ اول الجنائز باب قول الرجل للمرأة عند القبر اصبری ص ۱۶۷ باب زیارة القبور ص ۱۷۱ باب الصبر عند الصدمة الاولیٰ ص ۱۷۳ مسلم الجنائز ابو داؤد الجنائز ترمذی الجنائز نسائی الجنائز۔

[1] جلد چہارم ص ۱۶۵۔

۲۲۸ وَحَنَّطَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِبْنًا لِسَعِيْدِ ابْنِ زَيْدٍ وَحَمَلَهٗ وَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ ؎

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت سعید بن زید کے ایک لڑکے کو خوشبو لگائی اور اسے اٹھایا اور اس پر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

۲۲۹ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْمُسْلِمُ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَّلَا مَيِّتًا

ت اور مسلمان نجس نہیں ہوتا ہے نہ زندگی میں نہ مرنے کے بعد۔

۲۳۰ وَقَالَ سَعْدٌ لَوْ كَانَ نَجِسًا مَا مَسِسْتُهٗ ؎

ت اگر ناپاک ہوتا تو میں اسے نہیں چھوتا۔

تشریحات ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰

پہلے اثر کو امام مالک نے موطا میں سند متصل کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔ اور دوسرے کو عطاء اور تیسرے اثر کو حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

توضیح باب

ان تعلیقات پر امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے — مردے کو پانی اور بیری سے غسل دینا اور وضو کرانا اس باب میں چار مسائل مذکور ہیں۔ اول۔ میت پاک ہے یا ناپاک۔ دوم۔ میت کا غسل واجب ہے یا سنت۔ سوم وضو کا کیا حکم ہے۔ چہارم خالص پانی سے نہلانا کافی ہے یا بیری کا پانی واجب ہے۔ پہلا مسئلہ بعد والی تعلیقوں سے صراحۃً ثابت ہو رہا ہے اور پہلی تعلیق سے لزوما۔ وہ اس طرح کہ مردہ اگر ناپاک ہوتا تو غسل سے بھی پاک نہ ہوتا۔ جیسے اور جانداروں کو مرنے کے بعد لاکھ نہلائیے پاک نہ ہوں گے۔ پھر حضرت ابن عمر حنوط کیوں ملتے۔ اس لئے کہ نجس کو چھونا جائز نہیں۔

اقول وباللہ التوفیق۔ اس پر امت کا اجماع ہے جیسا کہ امام نووی نے تصریح کی ہے کہ میت کو غسل دینا کفن پہنانا اس پر نماز جنازہ پڑھنا اسے دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر ناپاک نہیں تو غسل کی کیا حاجت۔

ہمارے ائمہ احناف نے اس قدر پر اتفاق کے بعد اس میں اختلاف کیا۔ کہ یہ نجاست حقیقی ہے یا حکمی۔ جمہور کا قول ہے کہ یہ حقیقی ہے۔ بدائع میں اسے اظہر فرمایا۔ کافی میں فرمایا یہی صحیح ہے۔ فتح القدیر میں فرمایا یہی اقیس ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے۔ موت سے دم مسفوح جو ناپاک ہے۔ جسم میں رہ گیا۔ اس نے مردے کو نجس کر دیا۔ اسی وجہ سے اگر مسلمان مردہ کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہے کل پانی نکالا جائے گا۔ اس کے منہ سے بہا ہوا پانی ناپاک ہے۔ اس پر یہ وارد ہوا کہ پھر غسل سے پاک نہ ہونا چاہئے۔ جیسے اور حیوانات پاک نہیں ہوتے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مسلمان کو کرامۃً غسل سے پاک مانا گیا۔ اس پر یہ گزارش ہے کہ ... کی کیا ضرورت تھی کہ پہلے اسے مردار کی طرح ناپاک مانا پھر غسل سے پاک۔ مقتضائے کرامت یہ تھا کہ اسے مردار کی طرح ناپاک نہ مانتے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ المومن لا ینجس۔ مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ اور

؎ التعلیقۃ۔ باب غسل المیت ووضوئہ بالماء والسدر ص ۱۶۷ ؎ باب ما لا یجب فیہ الوضوء ص ۹ ۔ ؎ رواہ الستۃ عن ابی ہریرۃ واحمد ومسلم وابو داؤد والترمذی عن حذیفۃ والنسائی عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۲۳۱ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَأْسَ اَنْ يُنْقَضَ شَعْرُ الْمَرْأَةِ عہ

ت اور امام ابن سیرین نے فرمایا۔ عورت کا بال کھولنے میں کوئی حرج نہیں۔

۲۳۲ وَقَالَ الْحَسَنُ الْخِرْقَةُ الْخَامِسَةُ يُشَدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرِكَيْنِ تَحْتَ الدِّرْعِ عہ

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا۔ کفن کا پانچواں کپڑا وہ ہے جس سے ران اور سرین کرتے کے نیچے باندھا جائے۔

امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ زیادہ کیا۔ لاحیا ولا میتا۔ نہ زندہ ناپاک ہوتا ہے نہ مردہ۔ حلیہ میں ہے کہ امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے مردے کو نجس مت جانو۔ اس لئے کہ مومن نہ زندہ نجس ہوتا ہے نہ مردہ۔ اور کہا کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ ضیاء الدین نے اپنی کتاب میں کہا یہ میرے نزدیک صحیح کی شرط پر ہے۔

دوسرے مشائخ نے فرمایا۔ مردے کی نجاست حکمی ہے۔ موت سے غفلت اور استرخاء مفاصل پیدا ہوا جو حدث ہے جیسے نیند اگرچہ بالعرض۔ اس لئے غسل واجب ہوا۔ زندے میں بھی قیاس یہی تھا کہ حدث سے غسل واجب ہوتا۔ مگر حدث بار بار ہوتا ہے اس سے غسل کرنے میں حرج تھا اور مردے میں حرج نہیں۔ علامہ ابن نجیم نے بحر میں افادہ فرمایا کہ یہ اصح ہے اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ دلیل افادہ فرمائی کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں میت کیلئے تیمم کافی ہے اور تیمم صرف نجاست حکمیہ کے لئے مطہر ہے نہ کہ نجاست حقیقیہ کے لئے۔ ارشاد ہے:

اَوْ جَاءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔ — یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے آیا ہو یا عورتوں کو چھوئے ہوئے ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی لو۔

مائدہ (۶)

اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ جلد اول کے حاشیہ میں فرمایا۔ کہ حدیث اس کی نفی کرتی ہے کہ موت سے مردہ نجس ہوتا ہے۔ اسلئے وہ قول محققین علامہ شامی، علامہ ابن نجیم نے جو فرمایا اسی کو ترجیح دی۔ واجب ہے کہ میت کا غسل حدث کی وجہ سے ہے۔ رہ گیا وہ حکم کہ قلیل پانی میں گرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ یہ اس پر متفرع ہے کہ اسکی نجاست حقیقی ہے اور ہم بھی اس پر احتیاطاً عمل کرتے ہیں۔ اقول وباللہ التوفیق اسی سے بحمدہ تعالیٰ۔ ان المومنین لا ینجس۔ سے استدلال کا جواب بھی واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں نجاست سے مراد نجاست حقیقیہ ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت جنبی تھے تو اس حدیث میں نجاست حکمیہ کی نفی کسی طرح درست نہیں۔ دوم اس سے ظاہر ہو گیا کہ میت کا غسل واجب ہے۔ سوم وضو مسنون ہے چہارم بیری کے پانی سے غسل دینا بھی مسنون ہے تیسرا اور چوتھا مسئلہ اس حدیث سے ثابت ہے جو اس باب میں مذکور ہے۔

تشریحات ۲۳۱، ۲۳۲ پہلی تعلیق کو سعید بن منصور نے سند متصل کیساتھ روایت کیا۔ علامہ ابن حجر نے دوسری تعلیق کے لئے فرمایا کہ اسے ابن ابی شیبہ نے موصول کیا اس پر علامہ بدر الدین عینی نے فرمایا کہ انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ کس سے اور کہاں سے

عہ باب نقض شعر المرأۃ ص ۱۶۸ عہ باب کیف الاشعار ص ۱۶۸۔ لہ باب الانجاس ص ۲۴۵
لہ احسن التعمیم ص ۶۱۱۔

۷۴۲ اَنَّ اَیُّوْبَ اَخْبَرَہٗ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سِیْرِیْنَ یَقُوْلُ جَاءَتْ اُمُّ عَطِیَّۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اِمْرَاَۃٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنَ اللَّاتِیْ بَایَعْنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدِمَتِ الْبَصْرَۃَ تُبَادِرُ اِبْنًا لَّہَا فَلَمْ تُدْرِکْہُ

حدیث محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک انصاری خاتون جنھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی بصرہ اپنے ایک لڑکے کو تلاش کرنے آئیں۔ جو انھیں ملا نہیں۔ انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

موصول کیا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں پھر فرمایا کہ جوزقی نے بطریق ابراہیم بن حبیب بن شہید ہشام بن حسان عن حفصہ عن ام عطیہ روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ ہم نے زینب کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا۔ دوان کو وہ خمار اوڑھایا جو زندگی میں اوڑھتی تھیں رہ گیا وہ پانچواں کپڑا جسے امام حسن بصری نے فرمایا وہ اصل میں سینہ بند ہے۔ جو میت کے بغل سے لے کر کم از کم گھٹنے تک ہوتا ہے

مطابقت یہاں باب ہے۔ اشعار کیسے ہے۔ اس کے تحت جو حدیث لائے ہیں اس کے اخیر میں حضرت ایوب کا قول ہے۔ کہ اشعار کے معنی یہ ہیں کہ اس تہبند کو ان کے جسم پر لپیٹ دو۔ امام حسن بصری کے قول کا یہ مطلب ہے کہ پانچواں کپڑا جسم پر کرتے کے نیچے لپٹا جائے صرف جسم پر لپیٹنے میں مناسبت ہے۔

ہمارے یہاں بھی عورت کو کفن میں پانچ کپڑے دینا مسنون ہے، کرتا، ازار، لفافہ، سینہ بند، خمار۔ البتہ ہمارے یہاں افضل یہ ہے کہ سینہ بند لفافے کے بھی اوپر ہو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ازار اور لفافے کے درمیان رہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ کرتے کے اوپر اور ازار کے نیچے ہو۔[۱]

تشریحات ۷۴۲ یہ حدیث جلد اول کتاب الاذان ص ۵۰۲، ۸۴۹ پر گزر چکی ہے گر وہاں اس کا صرف چھوٹا سا حصہ مذکور تھا، اس لئے یہاں اس کا جو سب سے زیادہ مفصل متن تھا اس کو درج کر دیا۔

یہ صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جیسا کہ مسلم میں تصریح ہے۔[۲]

من اللاتی بایعن اس بیعت کی تفصیل مسلم میں یوں ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ۔ جب مومن عورتیں آپ کے پاس آئیں اور اس بات پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی اور نیکی میں تمہاری نافرمانی نہیں کریں گی۔ ان سے جن باتوں پر بیعت لی تھی اس میں یہ تھا کہ نوحہ نہیں کریں گی۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مگر آل فلاں پر۔ اس لئے کہ انھوں نے زمانہ جاہلیت میں میرے ساتھ نوحہ کیا تھا تو فرمایا مگر آل فلاں پر۔ ام عطیہ نے کہا۔ اس بیعت کو پانچ عورتوں کے علاوہ اور کسی نے پوری نہیں کی ان پانچ میں ام سلیم بھی تھیں۔[۳]

---

[۱] ردالمحتار اول ص ۵۸۰ [۲] مسلم اول الجنائز باب فی غسل المیت تلاثا الخ ص ۳۰۵ [۳] اول الجنائز فصل فی نھی النساء عن النیاحۃ ص ۳۰۴۔

مُحَمَّدٌ ثَنَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ
ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم ان کی ایک صاحبزادی
نَغْسِلُ اِبْنَتَهٗ فَقَالَ اِغْسِلْنَهَا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ
کو غسل دے رہی تھیں تو فرمایا اسے تین یا پانچ بار اگر ضرورت سمجھو تو اس سے بھی زیادہ
رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا فَاِذَا
مرتبہ پانی اور بیری سے غسل دو اور اخیر میں کافور ملالو اور جب
فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اَلْقٰى اِلَيْنَا حَقْوَهٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا
فارغ ہو جاؤ مجھے خبر دینا انھوں نے کہا جب ہم غسل دے چکیں تو حضور نے اپنا تہبند ہماری طرف

تبادر ابنا لها تیزی سے آئی تھیں۔ اپنے ایک بیٹے کے لئے جو گھر سے چلے گئے تھے مگر وہ جب بصرہ آئیں تو نہیں ملے۔ یا تو وہ کہیں چلے گئے یا ان کا وصال ہو گیا۔

او اکثر ذلک ہشام بن حسان کی جو روایت حضرت ابن سیرین کی بہن حفصہ سے ہے۔ اس میں یہ ہے۔ اسے طاق بار غسل دو۔ تین یا پانچ بار۔ ایوب عن حفصہ کی روایت میں یہ ہے۔ ثلثا او خمسا او سبعا۔ تین یا پانچ یا سات بار۔ سات بار سے زائد عام روایت میں نہیں۔ البتہ ابو داؤد کی ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ سات بار یا اس سے بھی زیادہ اگر تم اس کی ضرورت سمجھو۔[1]

ان رائیتن ذلک یعنی اگر تین سے زائد پانچ یا سات مرتبہ دھونے کی حاجت تم سمجھو تو وہ عدد پورا کرو۔ یعنی اگر تین سے کما حقہ غسل نہ ہو سکے تو پانچ بار دھوؤ اور اگر اس سے بھی کما حقہ غسل نہ ہو تو سات مرتبہ اور اگر اس سے اچھی طرح غسل نہ ہو سکے تو اور عدد بڑھا دو۔

میت کو ایک بار غسل دینا فرض ہے۔ اور تین بار سنت ہے۔ اور بوقت ضرورت اس سے زائد میں بھی حرج نہیں۔ حتی کہ سات مرتبہ سے بھی زائد میں حرج نہیں۔ بلا ضرورت تین بار سے زائد غسل دینا مکروہ ہے۔ اس میں پانی کی فضول خرچی ہے۔[2]

اشعرنها اشعار کے معنی ہیں۔ کپڑے کو بدن سے متصل بلا کسی حائل کپڑے کے لپیٹنا۔ حفصہ کی روایت میں یہ زائد ہے کہ ہم نے کنگھی سے ان کے بال کے تین حصے کئے۔ دوسری روایت میں انھیں سے یوں ہے کہ عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بال کے تین حصے کئے۔ اسے کھولا پھر دھویا۔ پھر تین حصے کئے۔ یہ اس لئے کیا کہ پانی بال کی جڑوں میں پہونچ جائے۔ ہمارے یہاں میت کے بال کو کنگھی کرنا نہیں چاہیے کہ یہ زینت ہے۔ اور میت کی زینت کے کیا معنی۔ اور عورت کے بالوں کو دو حصے کر کے سینے پر ڈال دیا جائیگا۔

لا ادری ای بناته یہ حدیث کے راوی، ایوب کا قول ہے۔ گزر چکا کہ مسلم میں ہے کہ یہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ

[1] ثانی الجنائز باب کیف غسل المیت ص ۹۳، [2] رد المحتار اول ص ۵۷۵۔

إِيَّاهُ وَلَمْ تَزِدْ عَلَى ذٰلِكَ وَلَا أَدْرِي أَيُّ بَنَاتِهِ وَزَعَمَ أَنَّ الْإِشْعَارَ الْفُفْنَهَا

پھینک دیا۔ اور فرمایا اسے جسم پر لپیٹ دینا انھوں نے اس سے زیادہ نہیں بیان کیا۔ اور میں نہیں جانتا کہ یہ کونسی صاحبزادی تھیں

فِيهِ وَكَذٰلِكَ كَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَأْمُرُ بِالْمَرْأَةِ أَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤْزَرَ عه

اور گمان کیا کہ اشعار کا مطلب ہے کہ لپیٹ دو اور ابن سیرین یہی حکم دیتے تھے کہ عورت کو کپڑے میں لپیٹا جائے۔ تہبند نہ باندھا جائے۔

۲۳۳ قَالَ وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ نَاصِيَتُهَا وَقَرْنَيْهَا۔ عـــه

ت تین حصے یہ تھے سر کے اگلے حصے کے بال اور سر کے دونوں کناروں کے بال۔

تعالیٰ عنہا تھیں۔ مسلم کی روایت حفصہ ہی سے ہے مگر وہ عاصم احول سے ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ جیسا کہ ابو داؤد[له] میں لیلیٰ بنت قائف ثقفیہ سے مروی ہے کہ ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل دیا تھا سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازار دیا پھر کرتا پھر لفافہ پھر وہ ایک اور کپڑے میں لپیٹ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دروازے کے پاس بیٹھے تھے۔ حضور کے پاس ان کے کفن تھے جنھیں یکے بعد دیگرے عطا فرماتے تھے مگر یہ خود حدیث کی راویہ حضرت حفصہ ہی نے تصریح کردی کہ یہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ تو اب دوسری روایتوں کی بنا پر اس حدیث کی مراد کی تعیین درست نہیں۔ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ الگ ہے۔ دونوں میں واقعات کی تفصیل الگ الگ مذکور ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ واقعہ حضرت سیدہ ام کلثوم کا اس لئے نہیں ہو سکتا کہ ان کا وصال غزوہ بدر کے موقع پر ہوا تھا جبکہ حضور ابھی واپس نہیں ہوئے تھے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ اور بالکل صحیح فرمایا کہ اس موقع پر حضرت سیدہ رقیہ کا وصال ہوا تھا۔ حضرت سیدہ ام کلثوم کا تو ابھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔ حضرت ام کلثوم کا وصال سنہ ۹ھ میں ہوا ہے۔ حضرت سیدہ زینب کا ۸ سنہ ھ میں اور حضرت سیدہ رقیہ کا سنہ ۲ھ میں۔ بعض حضرات نے یہ کہا چونکہ ام عطیہ ہی نے سیدہ ام کلثوم کو بھی غسل دیا تھا اسلئے یہ سیدہ ام کلثوم ہی ہیں۔ گویا ان کے خیال میں ایک خاتون دو میت کو غسل نہیں دے سکتیں۔ بعض بزرگوں نے ابو داؤد والی حدیث کو ضعیف بتا کر مسلم کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ نہ دونوں میں تعارض ہے نہ ترجیح کی حاجت۔ اور واقعات عامہ میں وہ ضعف جو انھوں نے بتایا ہے قابل احتجاج ہونے سے روایت کو ساقط نہیں کرتا۔ وہ ضعف میں یہ بتایا کہ اس کے ایک راوی نوح بن کلیم مجہول ہیں۔ اور ایسے راوی ہیں جو مشہور نہیں۔ اور محمد بن اسحاق میں۔ گزر چکا کہ محمد بن اسحٰق ثقہ ہیں اور جہالت راوی یہاں مضر نہیں۔

بعض روایتوں میں یہ زائد ہے کہ آخر میں کافور ملائیں۔ اور اخیر میں ہے کہ ہم نے ان کی تین چوٹیاں بنائیں۔ اور انھیں پیچھے

عه باب کیف الاشعار ص ۱۶۸، الوضوء باب التیمن فی الوضوء والغسل ص ۲۸ الجنائز باب غسل المیت والوضوء باب ما یستحب ان یغسل وترا باب یبدأ بمیامن المیت ص ۱۶۷ باب مواضع الوضوء۔ باب هل تکفن المیت فی ازار الرجل باب یجعل الکافور فی الاخیرۃ باب نقض شعر المرأۃ باب هل یجعل شعر المرأۃ ثلثۃ قرون باب یلقی شعر المرأۃ خلفها ثلثۃ قرون ص ۱۶۸ مسلم۔ نسائی۔ ابو داؤد۔ ترمذی کلهم فی الجنائز۔ له ثانی الجنائز باب فی کفن المرأۃ ص ۹۴

حدیث ۷۴۴

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ سُحُوْلِيَّةٍ مِّنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ عه

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تین یمنی سفید کپڑے میں کفن دیا گیا جو سحول کے بنے ہوئے روئی کے تھے ان میں نہ کرتا تھا اور نہ عمامہ۔

کر دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حضرت ام عطیہ کا اپنا فعل ہے۔ روایت کے کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہو یا اسے ملاحظہ فرمایا ہو۔

ت ۷۴۳ (تشریحات) اس اثر کو اسماعیلی نے متصل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مسائل اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے لباس سے تبرک حاصل کرنا مستحسن ہے۔ میت کو طاق بار غسل دینا اور کم از کم تین بار سنت ہے۔ میت کے غسل میں وضو مسنون ہے البتہ اس میں نہ تو پہلے گٹے تک ہاتھ دھویا جائے گا اور نہ کلی کرائی جائے گی اور نہ ناک میں پانی ڈالا جائے گا۔ البتہ اس میں حرج نہیں کہ کوئی باریک کپڑا انگلی میں لپیٹ کر دانتوں اور ناک میں پھیر دیا جائے۔ اس میں سر کا مسح ہے۔ بیری یا اس قسم کی کوئی بھی چیز پانی میں ابال کر غسل دیا جائے جس میں میل خوب صاف ہو جائے۔ اگر یہ نہ ملے تو صابون سے۔ اخیر میں کافور ملا ہوا پانی استعمال کیا جائے۔

تشریحات ۷۴۴ یمانی۔ یمن کی طرف منسوب ہے۔ اس کی اصل یمنیۃ تھی۔ یائے نسبت کو حذف کر کے الف زیادہ کر دیا۔ سحولیۃ سحول۔ یمن میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں یہ کپڑے بنتے تھے۔

اس سلسلے میں روایتیں مختلف آئی ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا اس سلسلے کی تمام روایتوں سے صحیح یہی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مردوں کو کفن میں تین کپڑے دینا یہ مسنون ہیں۔ امام شافعی امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ تین کپڑے، ازار، چادر، لفافہ ہے۔ کرتا نہیں۔ ہمارے یہاں بھی تین ہی کپڑے مسنون ہیں مگر یہ تین کپڑے۔ کرتا، ازار، چادر ہیں ایک چادر میت کے قد کے برابر، یہ ازار ہے۔ دوسری اتنی بڑی کہ دونوں طرف اتنی بڑھی ہوئی ہو کہ اسے باندھا جا سکے اور پکڑ کر اٹھایا جا سکے، یہ لفافہ ہے۔ کرتا گلے سے لے کر گھٹنوں کے نیچے اور ٹخنوں کے اوپر تک۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے جسے ابن عدی نے کامل میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ کرتا، ازار، لفافہ۔ کفن میں عمامہ نہیں ہمارے بعض مشائخ نے اسے مکروہ فرمایا۔ کیونکہ کفن جفت ہو جائے گا جو جفت ہے۔ مگر بعض مشائخ نے اسے علماء و مشائخ کے لئے مستحسن بتایا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ

عہ باب الثیاب البیض للکفن۔ باب الکفن بغیر قمیص۔ باب الکفن بغیر عمامۃ ص ۱۶۹۔ مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ۔ سلہ عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۰

۷۴۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک صاحب عرفہ میں وقوف کئے ہوئے

بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَوْقَصَتْهُ قَالَ النَّبِيُّ

تھے کہ اپنی سواری سے گر پڑے جس نے ان کی گردن توڑ دی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوهُ فِي

فرمایا اسے پانی اور بیری سے نہلا دو اور دو کپڑوں میں کفن دو

ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا ع۵

اور اسے خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانکو یہ قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

۷۴۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن

عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے صاحبزادے واقد کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا۔ کرتا عمامہ اور تین لفافے اور عمامے کو ٹھوڑی کے نیچے سے لپیٹا۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرد کے کفن میں تین سے زائد کپڑے دیا جا سکتا ہے۔

تشریحات ۷۴۴ موت سے ہر عبادت ختم ہو جاتی ہے اس لئے کہ عبادت بنیتِ تقرب کے ساتھ مخصوص افعال کی ادائیگی کا نام ہے۔ اور موت کے بعد نہ نیت ہے نہ کسی فعل کی ادائیگی حدیث میں ہے کہ فرمایا جب انسان مرگیا تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے موت سے احرام ختم ہو جاتا ہے۔ لہذا حالت احرام میں مرنے والے کے غسل و کفن میں ممنوعات احرام کی پابندی نہیں رہتی اسی لئے ان صاحب کو بیری سے غسل دینے کا حکم دیا حالانکہ حالت احرام میں بیری کے پانی سے غسل ممنوع ہے۔ اسی وجہ سے محرم مرجائے تو اسے خوشبو بھی لگائیں گے۔ اور عام مردوں کی طرح اس کا سر بھی ڈھانکیں گے۔ اور ان صاحب کے لئے ممانعت ان پر خاص شفقت کی بنا پر تھی۔ دو کپڑوں میں کفن دینے کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اس وقت ان کے بدن پر صرف دو ہی کپڑے تھے۔ ہو سکتا ہے اس سے زائد کپڑے نہ رہے ہوں۔ کتاب العمرہ کی روایت میں ہے کہ اسے اس کے دونوں کپڑوں میں کفناؤ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عذر کی وجہ سے تین کپڑوں سے کم کفن دینے میں حرج نہیں۔ البتہ بلا عذر مکروہ۔ دو کپڑے کفن کفایت ہے۔ اور ایک کفن ضرورت۔

تشریحات ۷۴۵ عبد اللہ بن ابی بن سلول۔ تمام منافقین کا سربراہ تھا۔ جنگ بُعاث کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ آمد سے پہلے انصار کرام نے طے کر لیا تھا کہ اسے مدینہ طیبہ کا بادشاہ بنائیں گے۔ ابھی

ع۵ باب الکفن فی ثوبین۔ باب الحنوط للمیت باب کیف یکفن المحرم ص ۱۶۹ العمرۃ۔ باب المحرم یموت بعرفۃ۔ باب سنۃ المحرم اذا مات ص ۲۴۹ مسلم۔ ابوداود۔ نسائی۔ ابن عدۃ [illegible] ص ۵۰

أُبَيٍّ لَمَّا تُوُفِّيَ جَاءَ ابْنُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

ابی (راس المنافقین) جب مرگیا تو اس کے فرزند نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

أَعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ فَأَعْطَاهُ

اور عرض کیا مجھے اپنا کرتا عنایت فرمائیں تاکہ اس میں اسے کفن دوں۔ اور اس پر نماز پڑھ دیں اور اس کیلئے

قَمِيصَهُ فَقَالَ آذِنِّي أُصَلِّي عَلَيْهِ فَآذَنَهُ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ جَذَبَهُ

بخشش کی دعا فرمائیں۔ حضور نے انھیں اپنا کرتا عنایت فرمایا ارشاد فرمایا مجھے اطلاع دینا اس پر نماز

اس پر عمل درآمد نہ ہو سکا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ اور یہ منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچ سکا۔ اپنی اس ناکامی پر اسے جو رنج تھا اس کی بنا پر وہ ہمیشہ کڑھتا تھا جس کا اظہار متعدد موقعوں پر کیا جو جستہ جستہ اپنے موقع پر آئے گا۔ سلول اس کی ماں کا اور اُبی صیغہ تصغیر کے ساتھ اس کے باپ کا نام ہے۔ ان کے صاحبزادے انتہائی مخلص اور جاں نثار صحابی تھے۔ ایک موقع پر تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت نہ دیں گے اسکو مدینے میں داخل نہ ہونے دوں گا۔ ان کا نام قبل اسلام حباب تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ ابن ابی ابن سلول ۹ سنہ میں بیس دن بیمار رہ کر مرا۔ اخیر شوال میں بیمار ہوا اور ابتدائی ذوقعدہ میں مرا۔ ایام مرض میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ تو اس نے یہ خواہش کی تھی کہ مجھے کفن کے لئے کرتا عنایت فرمائیں اور نماز جنازہ پڑھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمالیا۔ اسی وعدے کی وجہ سے اسے قمیص مبارک بھی عطا فرمائی اور نماز جنازہ بھی پڑھی۔ نیز جنگ بدر میں حضرت عباس کو اس نے اپنا کرتا دیا تھا اس کی تلافی بھی مقصود تھی۔ اس عنایت کا یہ اثر ہوا کہ بنو خزرج کے ہزار افراد مشرف باسلام ہو گئے[1] تفسیر کی روایات میں ہے کہ آپ اس پر نماز پڑھیں گے حالانکہ یہ منافق ہے۔ آگے یہ زائد ہے کہ میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔

اشکال اللہ عزوجل کا یہ ارشاد، اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ توبہ (۸۰)
اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بخشش چاہیں اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ اس بارے میں صریح ہے کہ منافقین کی مغفرت نہیں ہوگی اگرچہ کتنی ہی بار ان کے لئے استغفار کیا جائے اگرچہ حضور ہی کیوں نہ استغفار کریں۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مجھے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا ہے۔ کیسے درست ہے۔ جبکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کریم کے معانی کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تلقی المخاطب المتکلم بغیر ما ارادہ لمصلحۃ کے قبیل سے ہے۔ یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ متکلم کی مراد کے علاوہ مخاطب کسی مصلحت کی بنا پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ کلام کا مطلب یہ ہے۔ اس بنا پر کہ یہ دوسرا مطلب اسے پسند ہے اور اسے امید ہے کہ اسے متکلم مان لے گا۔

[1] عمدۃ القاری ثامن ص ۵۴

عُمَرُ فَقَالَ اَلَیْسَ اللّٰهُ نَهَاكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ فَقَالَ اَنَا
پڑھا دوں گا۔ انھوں نے اطلاع دی۔ جب حضور نے اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہی تو عمر نے حضور کا دامن پکڑ لیا
بَیْنَ خِیَرَتَیْنِ قَالَ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ
اور عرض کیا۔ حضور! کیا اللہ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا تو ارشاد فرمایا مجھے دو باتوں
لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ فَصَلّٰی عَلَیْهِ فَنَزَلَتْ۔ وَلَا
میں سے ایک کا اختیار دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا ان کی بخشش چاہو یا نہ چاہو اگر ستر مرتبہ بخشش چاہو تو
تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ع۵
بھی اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ حضور نے اس پر نماز پڑھی اسکے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ منافقین میں سے اگر کوئی مر جائے تو اس پر کبھی نماز مت
پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے مگر خلق خدا پر حضور کو جو شفقت و رحمت ہے۔ اس کی بنا پر چاہتے تھے کہ میرے ستر بار سے زائد استغفار کرنا قبول ہو جائے۔ اسی لئے یہاں سبعین کے لفظ کو تو شق کے لئے تھا تحدید پر محمول کر کے فرمایا کہ میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا جیساکہ کتاب التفسیر کی روایات میں ہے۔ اللہ عز وجل نے یہ آیہ کریمہ نازل فرما کر ظاہر فرما دیا کہ ان کی مغفرت کا نہ ہونا قطعی ہے۔ اس میں تبدیلی نہیں۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ۔ (توبہ ۸۵) ان میں سے کوئی مرے تو اس کے جنازے پر نماز پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرا کرتا اسے اللہ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچائے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس کی وجہ سے اس کے قبیلے والے مسلمان ہو جائیں گے لہ

توضیح باب

یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ سلے ہوئے کپڑے میں کفن دینا یا بغیر سلے ہوئے میں اور یکف کو دو طرح یاد رکھا گیا ہے۔ یکف اور لا یکف۔ صیغہ مجہول کے ساتھ۔ یہ کف سے ہے جس کے معنی کپڑے کے کنارے کو سینے کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ایسا کرتا جس کے دونوں کنارے سلے ہوئے ہوں۔ یا نہ سلے ہوئے ہوں۔ ایک روایت۔ یَکُفُّ ہے۔ صیغہ معروف کے ساتھ۔ یہ کفٌّ سے ہے۔ جس کے معنی روکنے کے ہیں۔ اسی سے ہے۔ کف ثوب نماز میں مکروہ ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوا کہ کرتے میں کفن دینا روکے یا نہ روکے۔ یعنی سرکنے سے۔ سلا ہوا ہوگا تو سرکنے سے روکے گا۔ بے سلا ہوا ہوگا تو نہ روکے گا تو اسکا بھی حاصل وہی ہوا۔ حضرت شیخ نور الحق بن حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اس کی توجیہ یہ فرمائی۔ عذاب سے روکے یا نہ روکے۔ مطلب یہ بیان فرمایا کہ صلحاء

ع۵ باب کفن فی القمیص الذی یکف او لا یکف ص ۱۶۹ ثانی تفسیر۔ سورۃ البرأۃ باب قولہ استغفر لہم او لا تستغفر لہم ص ۶۷۳ باب قولہ ولا تصل علی احد منہم مات ابدا ص ۶۷۴ اللباس باب لبس القمیص ص ۸۶۲ مسلم اللباس۔ التوبہ۔ ترمذی تفسیر۔ الجنائز۔ ابن ماجہ الجنائز۔ لہ عمدۃ القاری ثامن ص ۵۵ لہ تیسیر القاری خامس ص ۴۲۲۔

۲۳۴ بَابُ الْكَفَنِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ وَبِهٖ قَالَ عَطَاءٌ وَالزُّهْرِيُّ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَقَتَادَةُ ع۱

ت کفن پورے مال سے ہے۔ اور یہی عطا اور زہری اور عمرو بن دینار اور قتادہ نے کہا۔

ت وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ الْحَنُوطُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ ع۲

۲۳۵ اور عمرو بن دینار نے فرمایا کہ میت کو خوشبو بھی پورے مال سے دی جائے۔

ت وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ يُبْدَأُ بِالْكَفَنِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ ع۳

۲۳۶ اور ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ سب سے پہلے کفن دیا جائے پھر دَین پھر وصیت۔

۲۳۷ وَقَالَ سُفْيَانُ أَجْرُ الْقَبْرِ وَالْغَسْلِ هُوَ مِنَ الْكَفَنِ ع۴

ت اور سفیان ثوری نے فرمایا قبر اور غسل کی اجرت کفن سے ہے۔

ے کرتے کو کفن بنانا خواہ مردے کو عذاب سے روکے یا نہ روکے۔

مسائل:- اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کفن میں کرتا دینا جائز ہے۔ خواہ اس کے کنارے سلے ہوئے ہوں خواہ بغیر سلے ہوئے۔ البتہ بلا سلا ہوا دینا بہتر ہے۔ کسی کافر کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ کفر ہے اسلئے کہ نماز جنازہ اصل میں استغفار ہے اور کافر کیلئے استغفار کا مطلب ہے اس ارشاد ربانی کی تکذیب اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ۔ اللہ عز وجل شرک کو نہیں بخشے گا۔ نیز نماز جنازہ پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ میت کو مسلمان جانا۔ اور کافر کو مسلمان جاننا کفر بلکہ اس کے کافر ہونے میں شک بھی کفر ہے۔ رہ گیا غسل کفن دفن تو اگر اس کافر کے متعلقین ہیں تو انھیں دیدیا جائے۔ اگر کوئی نہ ہو تو بلا رعایت سنت اس کے جسم پر پانی بہا کر کسی کپڑے میں لپیٹ کر اس نیت سے کسی گڑھے میں داب دیا جائے کہ اس کی بدبو سے ایذا نہ ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے آثار سے برکت حاصل کرنا سنت ہے۔ تبرک کیلئے سوال جائز ہے اگرچہ مسائل مالیہ ناجائز ہو۔ اس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین فضیلت ثابت ہوئی۔ ایک تو کفار و منافقین پر شدت، دوسرے قرآن مجید کے معنی کو صحیح سمجھنے کی استعداد۔ تیسرے ان کی رائے کے مطابق قرآن کا نازل ہونا۔

تشریح ۲۳۴ یعنی میت کے ترکے میں سے سب سے پہلے کفن دیا جائے گا۔ پھر جو بچے گا اس سے دَین پھر وصیت پھر ورثہ پر تقسیم ہوگا اور اگر ترکہ اتنا ہی ہے کہ اس سے صرف کفن ہی دیا جا سکے تو سب کفن ہی میں صرف کریں گے۔

تشریحات ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷ ان سب تعلیقات کا حاصل یہ ہوا کہ میت کے ترکے سے سب سے پہلے اس کے کفن دفن غسل خوشبو وغیرہ کا بطریق مسنون انتظام کیا جائے۔ اس کے بعد بچے تو دین ادا کی جائے اس سے بچے تو وصیت پوری کی جائے اس سے بچے تو وارثین پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور اگر اتنا مال ہو جو تجہیز و

ع۱ باب الکفن من جمیع المال ص ۱۷۰ ع۲ ایضا ع۳ ایضا ع۴ ایضا باب الکفن من جمیع المال ص ۱۷۰

۷۴۶ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ

حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کھانا لایا گیا

صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَهُوَ خَيْرٌ

روزے سے تھے تو فرمایا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (احد میں) شہید ہوئے اور وہ

مِنِّيْ كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ اِنْ غُطِّيَ رَاْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا

مجھ سے بہتر تھے انھیں ایک چادر میں کفن دیا گیا اگر ان کا سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پیر ڈھانکا جاتا تو

رَاْسُهٗ وَاُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا

سر کھل جاتا میں گمان کرتا ہوں کہ انھوں نے یہ بھی فرمایا اور حمزہ (احد میں) شہید کیے گئے اور وہ مجھے

بُسِطَ اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا وَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا

بہتر تھے۔ پھر ہمارے لیے دنیا کشادہ کر دی گئی جتنی کشادہ کی گئی یا یہ فرمایا ہمیں دنیا میں سے دیا گیا جو دیا

تکفین ہی میں سب صرف ہو جائے تو اسی میں صرف کیا جائے گا۔ پہلی تعلیق میں حضرت عطا کے قول کو دارمی نے اور زہری قتادہ اور عمرو بن دینار کے قول کو عبدالرزاق نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے نیز دوسری تعلیق کو بھی عبدالرزاق نے اور تیسری تعلیق کو دارمی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریحات ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸ اَيْنَعَتْ۔ اس کا مادہ ینع ہے۔ یہ باب افعال سے ہے۔ اس کا مصدر ایناع ہے۔ پھل کا پک جانا۔ يَهْدِبُهَا۔ کا مصدر هدب ہے۔ چننے کے معنی میں پہلی حدیث کو امام بخاری نے یہاں دو طریقے سے تخریج کی ہے۔ پہلے احمد بن مکی سے پھر محمد بن مقاتل سے۔ پہلے پر باب کا عنوان یہ ہے۔ کفن پورے مال سے ہے۔ اس میں یہ زائد ہے۔ فلم يوجد ما يكفن فيه الا بردة انھیں کفنانے کے لیے سوائے ایک چھوٹی سی چادر کے اور کچھ نہیں پایا گیا۔ یعنی ان کے متروکہ مال سے جیسا کہ مغازی میں حضرت خباب کی حدیث میں ہے۔ فلم يترك الا نمرة۔ تو انھوں نے ایک خط دار کمبل کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا تھا یہی ان کا کل سرمایہ تھا جس سے کفن دیا گیا۔ اسی سے باب ثابت ہے۔

پھر اسی حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔ جبکہ صرف ایک کپڑا پایا جائے۔ اس کے تحت بطریق محمد بن مقاتل تخریج فرمائی۔ اس میں باب کے مناسب یہ جملہ ہے۔ کفن فی بردة۔ ایک چھوٹی سی چادر میں کفنائے گئے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس سے زائد کپڑا میسر ہوتا تو ضرور اسے کفن میں دیا جاتا۔ تو ثابت کہ صرف ایک ہی کپڑا تھا۔ اسی سے ثابت ہوا کہ کفن ضرورت ایک کپڑا ہے۔

حضرت خباب والی حدیث پر یہ عنوان ہے۔ جب صرف اتنا کفن پائے جو یا تو سر کو چھپائے یا قدموں کو تو سر چھپا دیا جائے۔ یہ حدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے پہلے طریقے میں۔ شک کے ساتھ ہے۔ اور حمزہ شہید ہوئے یا کوئی اور صاحب جن کے لیے بھی سوائے ایک چادر کے اور کچھ نہیں ملا۔ مگر دوسرے طریقے میں ملا

عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ ـ عه

مجھے ڈر ہے کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ جلدی نہ دے دیا گیا ہو۔ پھر رونے لگے یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔

حدیث حَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٧٤٧ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللهِ فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ

اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہجرت کی تو ہمارا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہو گیا۔ ہم میں سے بہت فوت ہو گئے اور

أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ

اپنے اجر میں سے کچھ نہیں کھایا انھیں میں مصعب بن عمیر بھی ہیں اور ہم میں وہ ہیں جن کا پھل پک گیا

فَهُوَ يَهْدِبُهَا قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهُ بِهِ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غَطَّيْنَا

اور وہ چن چن کر کھا رہے ہیں۔ یہ احد کے دن شہید ہوئے تو ہمیں انھیں کفنانے کے لئے سوائے ایک چھوٹی سی چادر کے

تردید حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے مگر بعد والا جملہ نہیں۔ البتہ اس روایت میں اراد ہے یعنی ابراہیم یہ کہہ رہے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ یہ کہا۔ اور حمزہ شہید کئے گئے۔ یہ تردید یا شک اس میں نہیں کہ حضرت حمزہ احد میں شہید ہوئے کہ نہیں۔ وہ تو قطعی ہے۔ تردید یا شک اس میں ہے کہ انھوں نے حضرت حمزہ کا نام لیا تھا یا کسی اور کا۔ اور دوسرے طریقے کا مطلب یہ ہے کہ ابراہیم راوی کا یہ گمان ہے کہ حضرت حمزہ ہی کا نام لیا تھا غزوہ احد کے مظلوم شہداء کی مفلسی و تنگدستی کی انتہا یہ ہے کہ سب کو ایک ایک کپڑا بھی نہ ملا۔ اور ایک ایک کپڑے میں دو دو حضرات لپیٹے گئے الخ

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باپ کا نام عوف اور ماں کا نام شفا یہ دونوں بنی زہرہ کے فرد ہیں۔ ان کا نسب نبوی سے کلاب بن مرہ پر جا کر مل جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ قصی اور ان کے جد اعلیٰ زہرہ کلاب کے فرزند تھے۔ قبل اسلام یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوستوں میں تھے۔ انھیں کی طرح پاکباز سلیم الطبع بزرگ تھے۔ شراب نوشی سے توبہ کر لی تھی اور جب آفتاب اسلام طلوع ہوا تو حضرت صدیق اکبر کی رہنمائی کے بموجب اس وقت حلقہ بگوش اسلام ہوئے جبکہ ابھی حضور نے دار ارقم میں ارشاد و تبلیغ کی خفیہ مجلس قائم نہیں فرمائی تھی اور چند نفوس ہی اس دولت سے مالا مال ہوئے تھے۔ یہ ان دس منتخب سابقین اولین بزرگوں میں ہیں جنھیں نام بنام زندگی ہی میں جنت کا مژدہ ملا جنھیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ شریف لے گئے تو یہ بھی ہجرت کر کے مدینہ حاضر ہوئے۔ تمام غزوات میں ساتھ رہے۔ جنگ احد میں اس بے جگری سے لڑے کہ بیس سے زائد زخم لگے۔ اور پاؤں میں ایسے کاری زخم لگے کہ زندگی بھر لنگڑا کر چلتے تھے۔ بہت ہی صاحب الرائے بزرگ تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد

عہ باب اذا لم یوجد الا ثوب واحد باب الکفن من جمیع المال ص ۱۷۰، ثانی المغازی باب غزوۃ احد ص ۵۷۹
عہ بخاری ثانی المغازی باب من قتل من المسلمین یوم احد ص ۵۸۴

بِهَا رَاسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاسُهُ فَامَرَنَا
کچھ نہیں ملا جب ہم اس سے ان کا سر ڈھانکتے تو پاؤں نکل جاتے اور جب ان کے پاؤں ڈھانکتے تو ان کا
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُغَطِّيَ رَاسَهُ وَاَنْ نَجْعَلَ
سر باہر آجاتا۔ تو ہمیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے سر کو ڈھانک دیں
عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ ع۵
اور ان کے پاؤں پر اذخر ڈال دیں۔

جن چھ بزرگوں کو خلیفۃ المسلمین چننے کا حق دیا تھا ان میں ایک یہ بھی تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اس اہم کام کو بہت ہی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاروبار خلافت کے سرانجام دینے کے لئے جو مجلس شوریٰ منعقد کی تھی اس کے ایک اہم رکن یہ بھی تھے۔ جنگ قادسیہ کے موقع پر جب ایرانیوں نے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت اکٹھی کرکے یورش کی تھی۔ تو انھیں کی نگاہ حق بین حضرت سعد بن وقاص پر سپہ سالاری کے لئے پڑی تھی۔ حضرت ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بچھتر سال کی عمر پاکر ۳۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔ حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ حضرت علی نے جنازے پر کھڑے ہو کر کہا، اے ابن عوف جاتو نے دنیا کا صاف پانی پایا اور گدلا چھوڑا۔ حضرت سعد بن وقاص جنازہ اٹھانے والوں میں شامل تھے۔ یہ کہتے جاتے۔ واجبلاہ۔ ہائے یہ پہاڑ بھی چل بسا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی کنیت ابو محمد اور والد کا نام عمیر والدہ کا خناس بنت مالک ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب پر جاکر شجرہ نبوی سے مل جاتا ہے۔ ان کے مورث اعلیٰ عبد الدار اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ عبد مناف بھائی ہیں۔ یہ انتہائی حسین و جمیل بزرگ تھے اور ظاہری شکل و شباہت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت کچھ ملتی جلتی تھی۔ ماں باپ کے بہت ہی چہیتے اور پیارے تھے۔ انھوں نے بہت ہی ناز و نعمت سے پالا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ پوشاک سے سجے اور عمدہ سے عمدہ خوشبو سے معطر رہتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ان کا تذکرہ فرماتے تو ارشاد فرماتے میں نے مکے میں مصعب سے زیادہ حسین و خوش پوشاک پروردہ نعمت نہیں دیکھا مگر اس ناز و نعمت میں پلے ہوئے پیکر جمیل نے شراب توحید ایسی پی کر سرشاری کا عالم سن چکے تھے کہ شہادت کے بعد جسم پر صرف ایک چھوٹی سی کملی رہ گئی تھی۔

عجب چیز ہے لذت آشنائی دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

ظاہری حسن و جمال کے ساتھ ساتھ باطنی حسن بھی فطرت میں ودیعت تھا اسی کا نتیجہ ہے کہ جب حضور دار ارقم میں

ع۵ باب اذا لم یجد کفنا الا ما یواری راسہ ص ۱۷۰ باب ہجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۵۱، ۵۵۶، ۵۵۷ ثانی المغازی باب غزوۃ احد ص ۵۷۹ باب من قتل من المسلمین یوم احد ص ۵۸۴ الرقاق باب فضل الفقر ص ۹۵۵

تشریف فرما تھے کہ یہ دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ ابتداءً اسلام کو چھپایا مگر ایک دن عثمان بن طلحہ نے نماز پڑھتے دیکھ لیا تو ان کے ماں باپ کو خبر کردی اس جرم میں گھر کے اندر قید کر دیئے گئے۔ جب حبشہ کی طرف ہجرت شروع ہوئی تو موقع پاکر ایک دن حبشہ چلے گئے۔ کچھ دن کے بعد مکہ واپس ہوئے تو وہ ظاہری حسن و جمال و رعنائی رخصت تھی۔ ماں باپ نے دیکھا تو ترس آگیا اور گھر پناہ ملی۔

جب انصار کرام نے بیعت عقبہ اولیٰ کی اور ایک مبلغ کی درخواست پیش کی تو نگاہ انتخاب ان پر پڑی اور یہ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور سال بھر میں وہ انقلاب برپا کر دیا کہ سال آئندہ عازمین حج میں بہتر افراد حلقہ بگوش اسلام تھے۔ جنگ بدر اور جنگ احد میں لشکر نبوی کے علمبردار تھے۔ جنگ احد میں حق جاں نثاری ادا کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ جنگ احد میں جب صحابہ کرام انتشار عام کے شکار تھے۔ یہ بڑی پامردی سے لوائے اسلام لیے اپنی جگہ ڈٹے رہے۔ ابن قمیئہ نے بڑھ کر تلوار سے داہنا ہاتھ قلم کر دیا۔ تو بائیں ہاتھ میں علم لے لیا۔ اور آیۂ کریمہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ کی تلاوت کی۔ اس نے اسے بھی قلم کر دیا۔ تو دونوں بازوؤں سے تھام کر سینے سے چمٹا کر علم اسلام بلند کئے رہے۔ اس ظالم نے جھنجھلا کر سینے پر ایسا نیزہ مارا کہ اس کی انی سینے ہی میں رہ گئی اور یہ داعی توحید آیت مذکورہ کی تلاوت کرتے ہوئے واصل بحق ہو گئے۔ اب علم بڑھ کر ان کے بھائی ابوالروم بن عمیر نے اٹھا لیا۔ جو اخیر دم تک لئے رہے۔ جنگ کے خاتمے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی مبارک لاش کے قریب کھڑے ہو کر یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (الآیہ سورہ محمد) — مومنین میں بہت سے ایسے ہیں جنھوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا۔

پھر ان سے مخاطب ہو کر فرمایا، میں نے تم کو مکے میں دیکھا تھا تم سے زیادہ حسین اور خوش پوشاک کوئی جوان نہ تھا اور آج دیکھ رہا ہوں کہ تمھارے بال الجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔ اللہ کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن ضرور اللہ عز و جل کے حضور حاضر ہوگے۔ شہادت کے وقت عمر مبارک چالیس سال سے کچھ زائد تھی۔

خوشا رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن — خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ یہ قبیلہ تمیم کے چشم و چراغ تھے۔ غلام بنا کر مکے کے بازار میں بیچے گئے۔ ان کا اسلام لانے والوں میں چھٹا نمبر ہے اسی لئے یہ سادس الاسلام کہلاتے تھے۔ ان کا مکہ میں کوئی حامی و مددگار نہ تھا اسلئے ان پر ایسے مظالم ڈھائے گئے کہ جنھیں سنکر کلیجہ کانپ جاتا ہے۔ ستمگر انھیں دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھکر چڑھ جاتے اور اس وقت تک نہ چھوڑتے جبتک انگارے زخم کے پانی سے بجھ نہ جاتے۔ رحمت عالم ان کو تسلی دیتے۔ ان کے ظالم آقا کو یہ بھی برداشت نہ ہوا اس نے لوہا تپا کر ان کے سر کو داغا۔ ان مصائب نے بھی انہیں

حدیث ۷۴۸ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ اَنَّ امْرَأَةً جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نبی صلی اللہ تعالیٰ
تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ فِيهَا حَاشِيَتُهَا تَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ
علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بنی ہوئی حاشیہ دار بردہ لائیں

کوئی تزلزل نہیں پیدا کیا۔ جبل استقامت بنے ہوئے سب کچھ برداشت کرتے رہے۔ ایک بار خدمت اقدس میں عرض کیا۔ دعا فرمائیں کہ اللہ عزوجل مجھے اس عذاب سے نجات دے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ خباب کی مدد کر۔ ان کا عاص بن وائل کے اوپر قرض تھا۔ یہ تقاضا کرتے تو وہ یہ کہتا کہ میں اس وقت تک نہ دوں گا جب تک محمد کا ساتھ نہ چھوڑو گے۔ تیرہ سال تک مسلسل یہ آلام و مصائب برداشت کرتے رہے۔ پھر مدینہ طیبہ ہجرت کی اور تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا اتنا احترام کرتے کہ اپنی سواری پر بٹھاتے اور فرماتے کہ اس سواری پر بیٹھنے کے لائق تمہارے سوا صرف ایک اور شخص ہے اور وہ بلال ہے۔ یہ فرماتے کہ بلال کیسے مستحق ہو گا اس کے بہت سے حامی تھے میرا کوئی مددگار نہ تھا۔ مجھ پہ یہ یہ گذری۔

کوفے میں علیل ہوئے اور زمانہ دراز تک بیمار رہے۔ مرض کی درازی سے گھبرا کر فرمایا کرتے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موت کی دعا مانگنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں موت کی دعا مانگتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین سے واپس ہو رہے تھے کہ وصال کی خبر ملی اور جنازے کی نماز پڑھائی۔ وصیت کے مطابق کوفے سے باہر سپرد خاک کئے گئے۔ اس تقدیر پر ان کا سن وصال ۳۷ھ ہے۔ ایک روایت ہے کہ عہد فاروقی میں ۱۹ھ میں وفات پائی۔

تشریحات ۷۴۸ کتاب اللباس میں یہ زائد ہے کہ اسے پہن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور کچھ دیر بیٹھے پھر اسے اتار کر تہ کر کے انھیں دے دیا۔ کتاب الادب میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو لوگوں نے ان سے کہا۔ اور جواب میں انھوں نے کہا میں برکت کے لئے رہا ہوں۔ کتاب اللباس میں ہے کہ جب حضرت سہل نے پوچھا۔ بردہ کیا ہے تو لوگوں نے کہا۔ وہ چادر جسمیں حاشیہ ہو۔ اور کتاب الادب میں ہے لوگوں نے کہا شملہ۔ تو فرمایا۔ وہ شملہ جسمیں حاشیہ بنا ہوا ہو۔

بردہ۔ خط دار کمبل۔ شملہ وہ کمبل جو جسم پر لپیٹا جائے۔ بردہ عام ہے اور شملہ خاص مگر ایک کا دوسرے پر اطلاق ہوتا ہے۔ فلاں۔ کون صاحب تھے۔ محب طبری نے کہا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف تھے۔ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن وقاص تھے۔ اسی کی ایک روایت میں ہے کہ ایک اعرابی تھے۔ مگر اس کی سند میں زمعہ بن صالح ہے جو ضعیف ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اپنی زندگی میں کفن تیار کر کے رکھ سکتے ہیں۔ اس سے موت یاد آتی رہے گی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

قالوا الشملة قال نعم قالت نسجتها بيدي فجئت لأكسوكها فأخذها

تم لوگ جانتے ہو، بردہ کیا چیز ہے۔ لوگوں نے بتایا چادر۔ انھوں نے فرمایا ہاں۔ اس نے عرض کیا اسے

النبي صلى الله تعالى عليه وسلم محتاجا إليها فخرج إلينا وإنها إزاره

میں نے اپنے ہاتھ سے بنا ہے اور اس لئے لائی ہوں کہ حضور کو پہناؤں۔ اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لے لیا

فحسنها فلان فقال اكسنيها ما أحسنها فقال القوم ما أحسنت لبسها

حضور کو اس وقت اس کی ضرورت تھی۔ کاشانۂ اقدس سے ہماری طرف تشریف لائے اور وہ اس چادر

النبي صلى الله تعالى عليه وسلم محتاجا إليها ثم سألته وعلمت أنه لا يرد

کو تہبند پہنے ہوئے تھے۔ فلاں صاحب نے کہا بہت اچھی ہے اور عرض کیا مجھے عنایت فرمادیں بہت عمدہ ہے۔ لوگوں نے کہا تو نے اچھا

قال إني والله ما سألته لألبسه وإنما سألته لتكون كفني قال سهل فكانت

کام نہیں کیا۔ اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حال میں پہنا تھا کہ اس کی ضرورت تھی۔ پھر تو نے مانگ لیا اور تجھے

كفنه عہ

معلوم ہے کہ حضور کسی کو محروم نہیں فرماتے۔ انھوں نے کہا بخدا میں نے اسلئے نہیں مانگا تھا کہ اسے پہنوں۔ میں نے اسلئے مانگا ہے کہ میرا کفن ہو۔

حضرت سہل نے فرمایا۔ یہ مبارک چادر ان کی کفن ہوئی۔

افضل المؤمنين إيمانا أكثرهم للموت ذكرا وأحسنهم استعدادا۔

مومنین میں ایمان کے اعتبار سے افضل وہ ہے جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرتا ہو اور اس کی سب سے اچھی تیاری کرتا ہو۔

اور اس کا جواز صحابہ کرام کے سکوت سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی نے ان پر انکار نہیں فرمایا۔ البتہ قبر کھود کر رکھنا ممنوع ہے۔ کیا معلوم کہاں موت آئے۔ کفن تو جہاں جائے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے پھر بھی بہت سے صالحین سے منقول ہے کہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی قبریں تیار کر لی تھیں۔ کسی نے اپنی زندگی میں قبر کھود کر [illegible] میں یہ کہا تھا کہ یہ صحابہ کرام سے منقول نہیں۔ تو علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا۔ صحابہ کرام سے کسی چیز کا واقع نہ ہونا اس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں اسلئے کہ جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ خصوصاً جبکہ اس فعل کو صلحاء اخیار کی ایک جماعت نے کیا ہو۔ اقول وباللہ التوفیق یہاں یہ قید لگانی ضروری ہے کہ اس فعل کا کوئی مقتضی نہ ہو جب عدم فعل دلیل عدم جواز نہیں۔ اور مقتضی ہوتے ہوئے صحابہ کرام کا کوئی فعل نہ کرنا اس کے مشروع نہ ہونے کی دلیل ہے۔ جیسا کہ اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے الهادی الحاجب میں اس کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ نیز ثابت ہوا کہ صالحین کے آثار سے برکت حاصل کرنا صحابہ کی سنت ہے۔ نیز یہ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سائل کو محروم نہیں فرماتے تھے اگرچہ خود تکلیف اٹھانی پڑے۔

عہ باب من استعد الكفن في زمن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ص ۱۷۰ ثانی اللباس باب البردة والحبرة والشملة ص ۸۶۲-۵

(۱) باب حسن الخلق والسخاء [illegible] نسائی زینت ابن ماجہ لباس۔ مسند امام احمد ج ۵ ص ۳۳۳

۷۷۹ عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّھَا قَالَتْ نُھِیْنَا عَنْ

حدیث حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہمیں جنازہ کے ساتھ

اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ یُعْزَمْ عَلَیْنَا ع ۵

جانے سے منع کیا گیا اور قطعی طور پر نہیں منع کیا گیا۔

تشریحات ۷۷۹

ایک لمبی حدیث کا جزء ہے جلد ثانی میں ص ۲۳۴ پر گذر چکی ہے۔ مگر وہاں جنازے کے ساتھ عورتوں کے جانے کی تشریح نہیں کی گئی ہے اس لیے اسے پھر تحریر کیا ہے۔ حدیث کے ظاہر سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ ممانعت کراہت تنزیہی کی حد تک ہے۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا۔ میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ امام بخاری نے۔ باب میں نہ جواز کی تصریح کی ہے نہ حرمت کی۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ اس سلسلے میں احادیث مختلف آئی ہیں۔ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ استاذ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جنازے میں تھے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت کو دیکھا۔ تو اس پر چیخے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو اے عمر اس لیے کہ آنکھ رو رہی ہے اور جان پر مصیبت آن پڑی ہے۔ جدائی کا زمانہ قریب ہے۔ اس حدیث سے اجازت نکلتی ہے مگر یہ حدیث متعدد وجوہ سے مجروح ہے۔ اس لیے قابل استناد نہیں۔ اس کے برخلاف امام حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے ایک صاحب کو دفن کیا۔ جب ہم لوٹے اور حضور اپنے دروازے کے برابر پہنچے تو سامنے ایک خاتون کو دیکھا۔ ہمارا گمان یہ نہیں تھا کہ حضور نے انھیں پہچان لیا ہے۔ انھیں دیکھ کر حضور نے فرمایا اے فاطمہ کہاں سے آتی ہو۔ انھوں نے عرض کیا۔ اہل میت کے یہاں سے۔ میں نے ان کی میت کے لئے رحمت کی دعا کی۔ اور انھیں تسلی دی۔ فرمایا شاید تم قبر تک گئی تھیں۔ عرض کیا معاذ اللہ میں ان کے ساتھ قبر تک جاتی حالانکہ میں حضور سے سن چکی ہوں کہ اس بارے میں حضور کیا فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا اگر تم ان کے ساتھ قبر تک جاتیں تو اس وقت تک جنت نہ دیکھتیں جب تک تمہارے باپ کے دادا نہ دیکھتے۔ امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث شیخین امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر ہے۔ اس سے ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

امام مالک نے فرمایا کہ جنازے کے ساتھ عورتوں کو جانا بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ جوان عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔ عبدری نے امام مالک سے یہ نقل فرمایا۔ کہ اگر میت عورت کی اولاد یا شوہر یا ایسا رشتہ دار ہے جس سے ملاقات کے لئے زندگی میں جاتی تھی تو جا سکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے۔ البتہ حرام نہیں۔ امام نووی شافعی نے فرمایا کہ بدعت ہے۔ یہ سب اس دور کے لئے تھا۔ اور اب جبکہ مسجدوں میں جماعت کے لئے جانا ممنوع ہے تو جنازے کے ساتھ

ع ۵ باب اتباع النساء الجنازۃ ص ۱۷۰۔ الحیض باب الطیب للمرأۃ عند غسلھا من المحیض ص ۴۵ ثانی الطلاق باب القسط للحادۃ باب تلبس الحائض لباس العصب ص ۸۰۴۔ لہ عمدۃ القاری ثامن ص ۶۴ ۵ ایضاً۔

حدیث ۷۵۰ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ تُوُفِّيَ ابْنٌ لِأُمِّ عَطِيَّةَ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ
حضرت محمد بن سیرین نے فرمایا ام عطیہ کے ایک صاحبزادے فوت ہو گئے پس جب
الثَّالِثُ دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَتَمَسَّحَتْ بِهِ وَقَالَتْ نُهِينَا أَنْ نُحِدَّ أَكْثَرَ
تیسرا دن ہوا تو انھوں نے پیلے رنگ کی خوشبو منگا کر ملے اور فرمایا کہ شوہر کے علاوہ کسی
مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا لِزَوْجٍ ؏ہ
اور کا تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث ۷۵۱ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَتْ لَمَّا جَاءَ
زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب شام سے

جانے کی کیسے اجازت ہوگی اسی لئے غنیہ میں فرمایا۔ یہ مت پوچھ کہ یہ جائز ہے یا ناجائز، یہ پوچھ کہ اس عورت پر کتنی لعنت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور کتنی فرشتوں کی طرف سے اور کتنی صاحب قبر کی طرف سے۔

تشریحات

۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲ تُحِدُّ کا مصدر الاحداد ہے۔ اس کا مصدر ثلاثی مجرد سے حَدٌّ حِدَادٌ ہے۔ نصر ینصر اور ضرب یضرب۔ دونوں سے آتا ہے۔ اس کا معنی کسی مرنے والے پر غمگین ہونا اور زینت چھوڑ دینا ہے۔ صفرہ پیلا رنگ۔ اس کا اکثر استعمال پیلے رنگ کی خوشبو کے معنی میں ہے۔ کتاب الطلاق میں بصفرۃ کے بجائے بطیب ہے اور محمد بن یوسف سے جو روایت ہے اس میں یہ ہے بطیب فیہ صفرۃ خلوق او غیرہ فدھنت منہ جاریۃ۔ یعنی خوشبو منگائی جس میں صفرہ خلوق یا اور کچھ تھا۔ لونڈی کو حکم دیا۔ اس نے اس میں سے کچھ لے کر تیل ملایا۔ پھر ام المومنین نے اسے لے کر اپنے رخساروں اور کلائیوں پر ملا۔ تیسری حدیث میں وہاں یہ زائد ہے کہ ام المومنین حضرت زینب نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا۔ خلوق اس عہد کی ایک مشہور خوشبو ہے جسے زعفران وغیرہ ملا کر بناتے تھے۔

نعی ابی سفیان نَعْيٌ۔ نَعِيٌّ۔ موت کی خبر۔ یہ ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ کے والد ماجد ہیں۔ یہ حدیث اس پر نص ہے کہ حضرت ابو سفیان کا وصال شام میں ہوا تھا۔ اگرچہ تمام اہل سیر اس پر متفق ہیں کہ ان کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا حتی کہ خود علامہ بدرالدین عینی نے بھی حدیث ہرقل کے تحت یہی لکھا۔ اسی کی پیروی کرتے ہوئے جلد اول میں میں نے یہی لکھا۔ مگر یہاں علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ۔ بالشام ۔ کہنے میں نظر ہے۔ یہ اضافہ حضرت سفیان بن عیینہ کی روایت میں ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ یہ وہم ہے اس روایت میں ابن چھوٹ گیا ہے اس لئے کہ شام میں یزید بن ابی سفیان کا وصال ہوا تھا۔ علامہ عینی نے اس کا حسب عادت بہت شد و مد کے ساتھ رد فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ سفیان بن عیینہ کی شان یہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اگر مالک اور سفیان نہ ہوتے تو حجاز کا علم چلا جاتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ علامہ عینی کی تحقیق یہی ہے کہ ان کا وصال شام میں ہوا۔

؏ہ باب احد المرأۃ علی غیر زوجہا ص ۱۷۰ ثانی الطلاق باب الکحل للحادۃ ص ۸۰۳

نعی ابی سفیان من الشام دعت ام حبیبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بصفرۃ

ابو سفیان کے وفات کی خبر آئی تو ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فی الیوم الثالث فمسحت عارضیھا وذراعیھا وقالت ان کنت عن ھذا

تیسرے دن پیلے رنگ کی خوشبو منگائی اور اسے اپنے دونوں رخساروں اور بازووں پر ملا اور فرمایا

لغنیۃ لولا سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول لا یحل

میں اس سے مستغنی ہوں۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ

لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاخر ان تحد علی میت فوق ثلث الا علی

جو عورت اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتی ہو اسے یہ جائز نہیں کہ شوہر کے علاوہ کسی اور پر تین دن

زوج فانھا تحد علیہ اربعۃ اشھر وعشرا ؏

سے زیادہ سوگ منائے۔ اِن شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ منائے۔

حدیث ۷۵۲ عن زینب بنت ابی سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھما انھا اخبرتہ

حضرت زینب بنت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں رسول اللہ

اور ابن ابی شیبہ دارمی اور مسند امام احمد کی روایت میں جو آیا ہے کہ ان کے بھائی یا کسی قریبی رشتہ دار کی موت کی خبر آئی تو ام المومنین نے خوشبو لگائی۔ اس کی توجیہ خود علامہ ابن حجر نے یہ فرمائی کہ ہو سکتا ہے۔ دونوں کے وصال کی خبر ایسا کیا ہو۔ اقول وباللہ التوفیق۔ مگر تیسری حدیث سے اس پر اشکال ہے اس لئے کہ اس میں ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعے کے بعد ہے ثم دخلت علی زینب بنت جحش، اور کتاب الطلاق میں فد خلت ہے۔ ثم تراخی کے لئے ہے اور فا تعقیب کے لئے ہے۔ دونوں کی دلالت ترتیب پر ہے۔ اب ماحصل یہ نکلا کہ زینب بنت ابو سلمہ کہہ رہی ہیں کہ ام المومنین ام حبیبہ کے بعد میں ام المومنین حضرت زینب کے یہاں گئی، ام المومنین حضرت زینب کا وصال ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں ہو گیا تھا۔ تو ماننا پڑے گا کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ کا واقعہ ۲۰ھ یا ۲۱ھ سے پہلے کا ہے۔ اور حضرت ابو سفیان کا وصال ۳۲ھ میں ہوا ہے۔ علامہ عینی نے یہ جواب دیا کہ ثم اور فا ترتیب کے لئے ہے اس میں اختلاف ہے۔ اور اگر ترتیب کے لئے ہے بھی تو یہاں ترتیب ذکر کرنے میں ہے نہ کہ واقع ہونے میں۔ اگرچہ حدیث کا سیاق اس کے خلاف ہے مگر امام بخاری کی عظمت شان کے لحاظ سے اسے قبول ہی کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اخوھا ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تین بھائی تھے۔ عبید اللہ۔ یہ حبشہ میں نصرانی ہو کر

؏ باب احداد المرأۃ علی غیر زوجھا ص ۱۷۰۔ ثانی الطلاق باب والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا یتربصن ص ۸۰۴ مسلم الطلاق۔

قالت دخلت علی ام حبیبۃ زوج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقالت

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رفیقہ حیات ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے یہاں گئی تو انھوں

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لا یحل لامرأۃ

نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے

تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تحد علی میت فوق ثلاث الا علی زوج

دن پر ایمان رکھتی ہو اسے جائز نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے ہاں شوہر پر چار

اربعۃ اشہر وعشرا ثم دخلت علی زینب بنت جحش حین توفی

مہینے دس دن سوگ منائے اس کے بعد ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے یہاں گئی جبکہ ان کے

ہوا۔ دوسرے عبداللہ۔ یہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ اس وقت ام المومنین حبشہ میں تھیں اور ابھی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔ تیسرے ابو حمد۔ جن کا نام عبد۔ یا عبداللہ تھا۔ یہ ام المومنین کے بعد تک باحیات رہے۔ عبیداللہ کا انتقال ۵ھ یا ۶ھ میں ہوا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حیات ظاہری کے ساتھ جلوہ فرما تھے۔ پھر ام المومنین کے اس ارشاد کا کوئی محل نہیں۔ مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہیں۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جلوہ فرما تھے تو خوشبو کی کیوں حاجت نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے۔ یہ فوت ہونے والا ام المومنین کا کوئی سوتیلا بھائی ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

مسائل عورت پر اپنے شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن فرض ہے۔ مگر یہ غیر حاملہ کے لئے ہے۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ اگر شوہر کی وفات کے بعد فوراً ہی بچہ پیدا ہو جائے تو عدت پوری ہو گئی۔ ارشاد ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ (سورہ طلاق ۱)

اور حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔

اور تم میں جو لوگ فوت ہوں اور بیبیاں چھوڑیں تو وہ بیبیاں چار مہینے دس دن اپنے کو روکے رکھیں۔

یہ دونوں آیتیں جزئی طور پر متعارض ہیں، اگر کوئی مر گیا اور اس کی زوجہ حاملہ ہو تو سورہ بقرہ کی آیت کے مطابق اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔ اور سورہ طلاق کے مطابق وضع حمل ہے۔ یہ چند منٹ میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور چار مہینے دس دن سے زائد میں بھی۔ مگر چونکہ سورہ طلاق بعد میں نازل ہوئی ہے اس لئے یہ اس صورت خاص میں اس کی ناسخ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ سورہ نساء قصریٰ سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام بخاری[1] نے حضرت زینب بنت ابی سلمہ اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت فرمایا کہ

[1] کتاب الطلاق باب واولات الاحمال اجلہن ان یضعن حملہن ص ۸۰۲

أَخُوهَا فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ بِهِ ثُمَّ قَالَتْ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ
بھائی فوت ہوئے تھے تو انھوں نے خوشبو منگائی اور اسے ملا اور فرمایا مجھے خوشبو کی حاجت نہیں سوائے

أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ
اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا جو عورت اللہ اور قیامت پر ایمان

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ
رکھتی ہو اسے جائز نہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے البتہ

وَعَشْرًا عه
شوہر کا چار مہینے دس دن منائے۔

سبیعہ اسلمیہ کے ان کے شوہر کی وفات کے چند رات بعد بچہ پیدا ہوا۔ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نکاح کی اجازت طلب کی تو اجازت مرحمت فرمادی۔

شوہر کے علاوہ اور کسی میت پر سوگ واجب نہیں۔ تین دن تک منانے کی اجازت ہے۔ اور یہی حال مطلقہ کی عدت کا بھی ہے۔ یعنی۔ آیہ کریمہ۔ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ۔ اور جن عورتوں کو طلاق دیدیا گیا ہے وہ اپنے آپ کو تین حیض روکے رکھیں۔ کے عموم سے غیر مدخولہ، حاملہ آئسہ صغیرہ خاص ہیں۔ غیر مدخولہ پر عدت نہیں۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور آئسہ صغیرہ کی عدت تین مہینہ ہے۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا نام رملہ ہے۔ یہ حضرت ابوسفیان کی صاحبزادی اور حضرت معاویہ کی بہن تھیں۔ یہ قدیم الاسلام خاتون ہیں۔ پہلے ان کا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا تھا۔ یہ پہلے اسلام لایا اور حضرت ام حبیبہ کے ساتھ ہجرت کرکے حبشہ گیا۔ اور وہاں جاکر نصرانی ہوگیا۔ ۵ھ یا ۶ھ میں مرگیا اس کی موت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمائش پر نجاشی شاہ حبشہ نے ان کا نکاح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کردیا۔ چار سو دینار یا چار ہزار درہم مہر مقرر ہوا جسے نجاشی نے خود ادا کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجکر مدینہ طیبہ بلوالیا۔ اسوقت تک غیر محرم کے ساتھ عورت کو سفر کرنے کی ممانعت نہ تھی ان کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ جب حضرت ابوسفیان فتح مکہ سے پہلے صلح حدیبیہ کی تجدید کے لئے مدینہ طیبہ آئے اور ان کے گھر گئے چاہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھ جاؤں تو انھوں نے بستر سمیٹ لیا۔ حضرت ابوسفیان نے پوچھا۔ بیٹی کیا بات ہے، میں اس بستر کے لائق نہیں یا یہ بستر میرے لائق نہیں۔ اس پر ام المومنین نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر ہے تم مشرک ہو تمہیں اس پر کیسے بیٹھنے دوں۔ ۴۴ھ میں وصال ہوا۔ جنت البقیع میں بقیہ ازواج مطہرات کے ساتھ آرام فرما ہیں۔

عه باب احداد المرأة على غير زوجها ص ۷۰۳، الثاني باب تحد المتوفى عنها زوجها اربعة اشهر وعشرا ص ۸۰۳
مسلم الطلاق، ابوداؤد الطلاق۔ نسائی الطلاق۔

باب کی توضیح

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب باندھا باب قول النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
یعذب المیت الخ۔ یعنی نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان۔ میت پر اس کے بعض اہل کے
رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ جبکہ میت پر چلانا اس کی عادت ہو۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی وجہ سے۔ اپنے آپ
کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ۔ اور نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اس کے بارے میں
سوال کیا جائے گا جنھیں تمہاری نگہبانی میں دیا گیا ہے۔ اور اگر میت پر چیخنا اس کا طریقہ نہیں تو وہ ایسے ہے جیسے حضرت
عائشہ نے فرمایا۔ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ اور وہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ عزوجل کا
ارشاد ہے۔ اور بوجھ سے لدی ہوئی کوئی جان بوجھ بٹانے کے لئے کسی کو بلائے تو وہ اس بوجھ میں سے کچھ نہ اٹھائے گی
اور اس کا بیان کہ چلائے بغیر رونے کی اجازت ہے۔
اور نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو بھی کسی کو ظلماً قتل کرے گا تو پہلے آدم کے بیٹے قابیل پر اس خون کا حصہ رہے گا۔
اس لئے کہ اسی نے سب سے پہلے قتل ایجاد کیا۔

اس میں بعض بعینہ حدیث کا جز ہے۔ ایک حدیث کے بعد وہ حدیث یہیں مذکور ہے۔ پھر بعد میں امام بخاری نے
یہ افادہ فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: ان المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ۔ بےشک میت کو
اس کے اہل کے اس پر رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میت پر رونا مرنے والے کی عادت ہو۔ اسکی
تائید میں پہلے سورہ تحریم کی یہ آیت پیش فرمائی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ — اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس
نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۔ (۶) — آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ اپنے ماں باپ کو جو کچھ کرتے ہوئے دیکھتا ہے وہی کرتا ہے جب ماں باپ
کی عادت نوحہ کرنے کی ہوگی تو ان کی دیکھا دیکھی اس کے اہل بھی نوحہ کریں گے۔ تو ماں باپ اہل و عیال کے نوحہ کرنے کے
سبب ہوئے۔ اگر ان کی عادت نہ ہوتی تو اس کے اہل و عیال نوحہ نہ کرتے۔ تو نوحہ کرکے وہ بھی جہنم کے مستحق ہوئے اور ان سے
سیکھ کر اہل و عیال بھی۔ نوحہ کرنے والوں نے نہ اپنے آپ کو جہنم سے بچایا نہ اپنے اہل و عیال کو بچایا۔ اب ثابت کہ جس
کی عادت نوحہ کرنے کی ہو اس پر مرنے کے بعد نوحہ کرنے والوں کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ دوسرا استدلال اس حدیث سے ہے
کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اس کے بارے میں سوال ہوگا جسکی نگہبانی
اس کے ذمے ہے۔

اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جب کوئی گناہ میں مبتلا ہو اور اسے دیکھ کر اس کے اہل و عیال گناہ کریں تو
اس سے مواخذہ ہوگا۔ اب اگر کوئی نوحہ کرنے کا عادی ہو اور اس سے سیکھ کر اس کے اہل و عیال نوحہ کریں تو وہ ضرور عذاب
کا مستحق ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا۔ اور اگر اس کی نوحہ کرنے کی عادت نہیں تو وہ ایسا ہے جیسے ام المومنین حضرت

حدیث ۷۵۲

حَدَّثَنِیْ اُسَامَۃُ بْنُ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اَرْسَلَتْ بِنْتُ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْہِ اَنَّ اِبْنًا لِّیْ قُبِضَ فَأْتِنَا فَاَرْسَلَ

کی صاحبزادی نے حضور کے پاس خبر بھیجا کہ حضور میرے یہاں تشریف لائیں میرا ایک بیٹا

عائشہ نے فرمایا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَۃٌ اِلٰی حِمْلِہَا لَا یُحْمَلْ مِنْہُ شَیْءٌ

کسی پر دوسرے کا گناہ نہیں لادا جائے گا، اور ایسا ہے جیسا کہ فرمایا اگر بوجھ سے لدا ہوا کوئی اپنا بوجھ بٹانے کیلئے کسی کو بلائے تو وہ اس کے بوجھ سے کچھ نہیں اٹھائے گا۔

سورہ فاطر - ۱۸

پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ منجانب اللہ ایسا نہ ہوگا کہ کسی کے گناہ پر دوسرے سے مواخذہ ہو۔ اور دوسری آیت کا یہ ہے کہ اگر کوئی گناہوں سے گراں بار کسی کو بلائے کہ میرا کچھ گناہ اپنے ذمہ لے لو تو کوئی تیار نہیں ہوگا اگرچہ قریبی رشتہ دار ہو۔ تو پھر پسماندگان کے نوحہ کرنے پر میت پر عذاب ہونے کا سوال ہی نہیں۔ پھر امام بخاری نے فرمایا۔

کہ چیخے چلائے بغیر میت پر رونے کی اجازت ہے۔ یہ باب کا دوسرا جز ہے۔ اس مضمون کی طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت قرظہ بن کعب اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کی ہے کہ ان دونوں نے فرمایا کہ مصیبت کے وقت بغیر آواز کے رونے کی ہمیں رخصت دی گئی ہے۔ مگر چونکہ یہ امام بخاری کی شرط پر نہیں اس لئے اسے اپنی صحیح میں درج نہیں فرمایا۔ اور اسے باب کا عنوان قرار دیا۔[1]

اس کے بعد امام بخاری نے یہ حدیث ذکر فرمائی۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا کَانَ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ کِفْلٌ مِّنْ دَمِہَا وَذٰلِکَ لِاَنَّہٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ۔

کوئی بھی ظلماً قتل کیا جائے گا تو آدم کے پہلے بیٹے قابیل پر اس خون کا حصہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

یہ حدیث امام بخاری نے کتاب الانبیاء، باب خلق آدم اور کتاب الدیات باب من احیاھا اور کتاب الاعتصام اثم من دعا الی ضلالۃ میں موصولاً ذکر فرمایا ہے۔ یہاں اس کی تائید میں لائے ہیں کہ میت پر نوحہ کرنے سے عذاب اس وقت ہوگا جبکہ میت کی عادت نوحہ کرنے کی ہو۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ جس طرح گناہ کے موجد پر بعد کے سب عمل کرنے والوں کا وبال ہے۔ کیونکہ بعد والوں نے اسی سے سیکھا ہے۔ اسی طرح جب میت سے سیکھ کر اس کے گھر والے نوحہ کر رہے ہیں تو میت پر عذاب ہوگا۔

تشریحات ۷۵۲

بنت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور یہ صاحبزادے تھے جن کا نام علی تھا نہ کہ حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اس لئے کہ حضرت امامہ حضور اقدس

[1] عمدۃ القاری ثامن ص ۷۱

تُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهُ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِاَجَلٍ
حضور نے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں بیشک اللہ ہی کا
مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَاْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهٗ
ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کی بارگاہ میں میعاد مقرر ہے اسے چاہیے کہ صبر کرے
سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ
اور ثواب کی امید رکھے پھر ان کی صاجزادی نے حضور کے پاس کہلایا کہ وہ حضور کو قسم دیتی ہے کہ ضرور تشریف لائیں

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تک زندہ رہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح فرمایا۔ اور اہل تاریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صرف دو ہی بچے ہوئے ایک حضرت امامہ دوسرے حضرت علی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ یہ حضرت علی اتنے بڑے ہوئے تھے کہ قریب بلوغ پہنچ چکے تھے۔ انھیں فتح مکہ کے موقع پر حضور نے اپنے ساتھ ہی سواری پر بٹھایا تھا۔ اتنے بڑے بچے کو صبی یعنی لڑکا نہیں کہا جاتا۔ علامہ عینی نے فرمایا ابن سیدہ نے کہا پیدائش کے وقت سے جب تک جوان ہو جائے۔ صبی کہا جاتا ہے اور یہی ہمارے عرف میں لڑکے بچے کا حال ہے۔ اس لئے جن روایتوں میں بنت کا لفظ آیا ہے وہ کسی راوی کا وہم ہے حضرت علامہ ابن حجر کا رجحان یہ ہے کہ حضرت امامہ تھیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے اس مرض سے صحتیاب ہو گئیں کیونکہ بہت سی حدیثوں میں ان کے نام کی تصریح بھی آئی ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمد بن حنبل[1] میں اسی سند کے ساتھ اور معجم طبرانی میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

قبض یہ معنی ہیں اس کے ہے کہ قریب ہے کہ اس کی روح قبض کر لی جائے۔ اس لئے کہ کتاب القدر میں ہے: ان ابنها يجود بنفسه۔ کہ ان کے صاجزادے دم توڑ رہے ہیں۔ کتاب التوحید میں ہے کہ ان کے صاجزادے دم توڑ رہے ہیں۔ پھر اسی حدیث کا آخر حصہ اس کی دلیل ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے فوت نہیں ہوئے تھے۔

فرفع اليه کتاب الایمان میں ہے۔ اور انھیں اپنی گود میں بٹھایا۔

ونفسه تتقعقع اس کا مصدر تقعقع ہے۔ اس کے معنی مضطرب ہونا بیقرار ہونا متحرک ہونا۔ سوکھی چیز کی حرکت سے جو آواز نکلے۔ مراد یہ ہے کہ ان کی سانس اکھڑ چکی تھی۔ وہ دم توڑ رہے تھے۔

یہ حدیث صحاح ستہ کے علاوہ اور متعدد کتب حدیث میں مذکور ہے۔ کہیں ابنہ ہے کہیں بنتہ ہے کہیں ابنہ ہے۔ خود بخاری کتاب المرضی میں ابنتی ہے۔ اگرچہ یہیں ایک نسخہ ابنی قد حضر بھی ہے۔ مگر کسی میں انجام مذکور نہیں۔ اسی لئے علامہ ابن حجر نے یہ نکتہ پیدا فرمایا کہ یہ مریض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے صحتیاب ہو گیا۔ اس لئے وہ اسے

[1] مسند امام احمد ص ۲۰۴ [2] فتح الباری ثالث ص ۱۲۵۔

فَرُفِعَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ

اب حضور اٹھے اور حضور کے ساتھ سعد بن عبادہ معاذ بن جبل اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت

قَالَ حَسِبْتُهُ أَنَّهُ قَالَ كَأَنَّهَا شَنٌّ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اور بہت سے لوگ تھے جب حضور وہاں پہنچے تو وہ بچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے

مَا هٰذَا قَالَ هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ

پیش کیا گیا اور حضور نے اسے گود میں لے لیا۔ وہ دم توڑ رہا تھا گویا وہ مشک ہے۔ اسکے اثر سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ ع۵

علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اسپر سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا ہے۔ فرمایا یہ شفقت ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمایا ہے

اور اللہ اپنے بندوں میں سے رحم کرنیوالوں ہی پر رحم فرماتا ہے۔

ترجیح دیتے ہیں کہ یہ حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھیں۔ جبکہ بعض روایتوں میں صراحۃً انکا نام مذکور ہے۔

مگر حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ وہ مریض بچے نہیں۔ اس لئے علامہ عینی اسے راجح قرار رہے ہیں کہ وہ حضرت علی بن ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

کانہا شن شن پرانی سوکھی مشک کو کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ صاحبزادے بالکل سوکھ گئے تھے جیسے پرانا سوکھا خشک ہو۔ ضعف نقاہت سے صرف ہڈی چمڑا رہ گیا تھا۔ کتاب التوحید کی روایت میں ہے کانہا فی شن۔ گویا وہ مشک میں تھے۔ یعنی بدن سوکھے مشک کی طرح ہو گیا تھا۔ اور سانس یوں چل رہی تھی جیسے سوکھے مشک میں کنکری ڈال کر ہلائیں اور آواز ہو۔ جس کو ہمارے عرف میں کہتے ہیں کہ سانس اکھڑ چکی ہے۔

ففاضت عیناہ یعنی بچے کا یہ حال دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ازراہ شفقت یارائے ضبط نہ رہا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعجب ہوا اس لئے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صبر وضبط کو بارہا ملاحظہ فرما چکے تھے۔ غزوہ احد کی اس قیامت خیز گھڑی میں زخمی ہونے کے باوجود زبان سے اف تک نکلی غزوہ خندق کی اس شدت میں جسے قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ دل حلقوم تک آ گئے تھے۔ پہاڑ سے بھی زیادہ استقامت تھی۔ اور آج بچے کا یہ حال ملاحظہ فرما کر رو رہے ہیں۔ یا تعجب اس پر ہوا کہ میت پر رونے سے منع فرمایا ہے۔ پھر آنسو کیوں بہ رہے ہیں۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ شفقت کا مقتضیٰ ہے جو اختیاری نہیں۔ فطری ہے۔ اور یہ ممنوع نہیں۔ بلکہ محمود ہے۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل اپنے انھیں بندوں پر مہربانی فرماتا ہے جو خود دوسروں پر مہربان ہوتے ہیں۔

ع۵ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اهله ص ۱۷۱ ثانی المرضیٰ باب عیادۃ الصبیان ص ۸۴۴ القدر باب قوله وکان امر اللہ قدرا مقدورا ص ۹۷۶ الایمان والنذور باب قول اللہ تعالیٰ واقسموا باللہ جهد ایمانهم ص ۹۸۴ التوحید باب قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ص ۱۰۹۷ باب ماجاء فی قول اللہ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین ص ۱۱۰۸ مسلم الجنائز نسائی الجنائز ابو داؤد الجنائز ابن ماجه الجنائز۔

حدیث ۷۵۴ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ قَالَ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ قَالَ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی کی قبر پر ہم حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی قبر پر بیٹھے تھے میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیمار پرسی واجب نہیں ہے، سنت ہے۔ نیز یہ کہ میت کی تجہیز و تکفین واجب عین نہیں، کفایہ ہے۔ چھوٹے بچوں کی بیمار پرسی بھی مسنون ہے۔ اپنے بڑے کو یا چھوٹے کو کسی مسنون بلکہ مستحب بلکہ مباح کام کیلئے قسم دلانا جائز ہے۔ اور ایسی قسم کا پورا کرنا مستحب ہے۔ کوئی بزرگ کہیں جائیں تو ان کے اصحاب و تلامذہ کو ساتھ جانا چاہئے اگر کوئی حرج نہ ہو۔ چھوٹے بچوں کو گود میں لینا سنت ہے۔ کسی میت پر رونے میں حرج نہیں جبکہ بطور جزع فزع اور چیخ چلا کر نہ ہو بلکہ محمود ہے۔

تشریحات ۷۵۴ یہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جن کا وصال سنہ ۹ھ میں ہوا تھا حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ان کا وصال اس وقت ہوا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر میں تشریف فرما تھے۔ واپسی سے پہلے ہی دفن ہو چکی تھیں۔

جالس علی القبر مراد یہ ہے کہ قبر کے کنارے بیٹھے تھے۔ یہ مراد نہیں کہ قبر کے اوپر بیٹھے تھے۔ اس لئے کہ ابھی حضرت سیدہ ام کلثوم دفن بھی نہیں ہوئی تھیں، نیز خود فرمایا۔ کہ کوئی انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے جلا دے پھر وہ کھال تک پہونچ جائے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ کسی قبر پر بیٹھے۔[1]

عینیہ تدمعان اس سے ثابت ہوا کہ بے جزع فزع بے آواز کے رونا ممنوع نہیں محمود ہے۔ اس حصے سے باب کے دونوں جز ثابت ہو گئے۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہرا حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر مبارک کے کنارے رونے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہاتھ یا کپڑے سے ان کے آنسو پونچھنے لگے۔

لم یقارف اس کے معنی لم یقارب کے ہیں۔ اس کا مفعول محذوف المرأۃ ہے۔ یہی جمہور شراح کی توجیہ ہے مگر خطابی نے فرمایا کہ الذنب ہے۔ اور یہی اس حدیث کے ایک راوی فلیح کا بھی قول ہے۔ مگر یہ بعید ہے۔ اس لئے کہ اس تقدیر پر لازم آئے گا کہ سوائے حضرت ابو طلحہ کے تمام حاضرین نے اس رات گناہ کا ارتکاب کیا تھا۔ لہٰذا پہلی ہی توجیہ راجح ہوئی۔ اس کی تائید ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جسے امام بخاری نے تاریخ اوسط میں اور امام حاکم نے ذکر کیا ہے کہ فرمایا

[1] مسلم اول۔ الجنائز۔ فصل فی النھی عن الجلوس علی القبر ص ۳۱۲

رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَنَا فَقَالَ فَانْزِلْ قَالَ فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا

فرمایا تم میں کوئی شخص ایسا ہے جو آج رات عورت کے قریب نہیں گیا ہے تو ابوطلحہ نے عرض کیا میں۔ تو فرمایا اس کی قبر میں اترو تو وہ ان کی قبر میں اترے

حدیث ۷۵۵ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتْ بِنْتٌ لِعُثْمَانَ بِمَكَّةَ

عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے کہا عثمان کی ایک صاحبزادی کا مکہ میں

وَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا

وصال ہوا اور ہم لوگ آئے تاکہ ان کے جنازے میں شرکت کریں۔ اور وہاں ابن عمر اور ابن عباس بھی موجود

قبر میں ایسا کوئی نہ اترے جو آج رات اپنے اہل کے قریب گیا ہو۔ تو حضرت عثمان ہٹ گئے۔ اس ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ اس رات حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی باندی سے قربت کرلی تھی۔ یہ ان پر تعریض تھی۔ لیکن ان کی طرف سے یہ معذرت کی جاسکتی ہے کہ انہیں کیا معلوم تھا کہ آج ہی حضرت سیدہ ام کلثوم کا وصال ہو جائے گا۔ اور ان کی علالت طویلہ کی وجہ سے وہ مجبور رہے ہوں۔ بیوی کے مرنے سے نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرت عثمان بھی اجنبی ہوگئے تھے۔ اب ان کی اور حضرت ابوطلحہ کی حیثیت برابر ہوگئی تھی چونکہ میت کفن میں لپٹی ہوتی ہے۔ اس لئے اسے قبر میں اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہوسکتا ہے اس وقت حضرت سیدہ ام کلثوم کے محارم میں سے کوئی موجود نہ رہا ہو۔ ایسی صورت میں کوئی بھی عورت کو قبر میں اتار سکتا ہے۔ البتہ صلحاء اتقیاء کو ترجیح ہے۔ حضرت ابوطلحہ کے صالح اور متقی ہونے میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں۔ وہ قبر کھودنے کے ماہر تھے۔ نیز ان کی وجہ ترجیح یہ ہوسکتی ہے کہ وہ قبر کو اچھی طرح تیار کرسکتے تھے۔

تشریحات ۷۵۵

یہ صاحبزادی ام ابان بنت عثمان تھیں۔ جیسا کہ مسلم میں ہے[۱]

حضرت صہیب بن سنان

ان کی کنیت ابو یحیی ہے۔ یہ موصل کے قریب دجلہ کے کنارے یا دجلہ و فرات کے دوآبے میں ایک گاؤں کے باشندے تھے۔ ان کے والد کسریٰ کی طرف سے ابلہ کے حاکم تھے۔ ان کے بچپنے میں رومیوں نے حملہ کیا اور مال و متاع کے ساتھ انہیں بھی اٹھالے گئے۔ ان کی نشو و نما رومیوں میں ہوئی جب جوان ہوگئے تو بنی کلب رومیوں سے خرید کر مکہ لائے اور عبداللہ بن الجدعان کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس نے ان کو آزاد کر دیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہ خود بھاگ کر مکے آئے اور عبداللہ کے حلیف بن گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دار ارقم میں تشریف فرما تھے کہ تیسویں نمبر پر یہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ یہ سب سے آخر میں ہجرت کرنے والوں میں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی قبا میں حضرت کلثوم بن ھدم کے گھر تھے کہ یہ بھی پہونچ گئے۔ سب لوگ کھجوریں کھا رہے تھے۔ یہ بھوکے تھے۔ کھجوروں پر ٹوٹ پڑے۔ ان کی ایک آنکھ میں آشوب تھا۔ کھجوریں آشوب میں مضر ہیں۔ حضرت صہیب خوش طبع تھے۔ حضرت عمر نے پھر اعرض کیا۔ یا رسول اللہ ملاحظہ فرمائیں صہیب کی آنکھیں دکھ رہی ہیں اور کھجوریں کھا رہے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ صہیب اس حال میں کھجوریں کھا رہے ہو۔ عرض کیا۔ جو آنکھ دکھ رہی ہے

---

[۱] باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان المیت یعذب۔ بعض بکاء اھلہ ص ۱۷۱ باب من یدخل قبر المرأۃ ص ۱۷۰۔ ترمذی النسائی الجنائز فصل ان المیت یعذب ببکاء اھلہ ص ۳۰۲۔

أَوْ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى أَحَدِهِمَا ثُمَّ جَاءَ الْآخَرُ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ

فر میں دونوں کے بیچ میں بیٹھا تھا یا یہ کہ میں ایک کے پاس بیٹھا کہ دوسرے صاحب آئے اور

بْنُ عُمَرَ لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ أَلَا تَنْهَى عَنِ الْبُكَاءِ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

میرے پہلو میں بیٹھ گئے عبد اللہ بن عمر نے عمرو بن عثمان سے فرمایا تم عورتوں کو رونے سے کیوں نہیں منع

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ

کرتے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کو اس کے گھر والوں کے اس پر رونے سے

عَبَّاسٍ قَدْ كَانَ عُمَرُ يَقُولُ بَعْضَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ قَالَ صَدَرْتُ مَعَ

عذاب دیا جاتا ہے۔ اس پر ابن عباس نے کہا عمر بھی ایسا ہی کچھ کہا کرتے تھے۔ اس کے بعد حدیث بیان

عُمَرَ مِنْ مَكَّةَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ

کی فرمایا کہ حضرت عمر کے ساتھ میں مکے سے لوٹ رہا تھا جب ہم بیدا پر پہنچے تو ایک قافلہ ایک ببول

اس طرف سے نہیں کھا رہا ہوں جو اچھی ہے اس طرف سے کھا رہا ہوں۔ حضور ہنس پڑے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ اسی وجہ سے وصیت فرمائی تھی کہ جب تک شوریٰ کسی خلیفہ کا انتخاب نہ کرے۔ صہیب نماز پڑھائیں گے۔ اور امور خلافت کو انجام دیں۔ چنانچہ تین دن تک یہ اس منصب پر فائز رہے۔ ۳۸ھ میں جب عمر مبارک ۷۲ سال کی ہوئی تو مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ اور دنیائے اسلام کی سب سے متبرک قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ صہیب روم کا پہلا پھل ہے۔

توجیہ حدیث

یہ حدیث مشکل ترین احادیث میں شمار کی جاتی ہے۔ اس حدیث میں متعدد اشکال ہیں۔ پہلا حضرت ابن عمر کی روایت ہے۔ کہ میت پر اس کے اہل کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ اس حدیث میں چار عموم ہیں۔ میت عام ہے اس سے کہ کافر ہو یا مسلمان۔ اس کے رونے کی عادت ہو یا نہ ہو۔ اس نے رونے کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ دوسرا عموم عذاب میں ہے۔ جسمانی ہو یا روحانی۔ تیسرا عموم رونے میں ہے۔ یہ رونا اختیاری ہو یا غیر اختیاری۔ آواز سے ہو یا بلا آواز۔ جزع فزع وغیرہ کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر۔

اور حضرت ابن عباس سے حضرت عمر کی جو حدیث مروی ہے۔ اس میں بکاء کی بعض بکاء کے ساتھ تخصیص ہے اور یہ تخصیص مبہم ہے۔ وہ بعض رونا کیا ہے۔ یہ ظاہر نہیں۔ اس اشکال کو امام بخاری نے دو طرح عنوان ہی میں حل فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ حضرت ابن عمر کے حدیث کا عموم حضرت ابن عباس کی حدیث سے خاص ہے۔ یعنی یہ اس کی مخصص ہے۔ اس میں بھی مراد بعض ہی بکاء ہے۔ پھر اس کے ابہام کو دو طرح واضح فرمایا۔ ایک یہ کہ میت پر عذاب اس وقت ہوگا جب میت کی خود بھی نوحہ کرنے کی عادت ہو۔ یہ تخصیص میت میں ہوئی پھر اس کے واسطے سے رونے والوں میں پھر رونے میں۔ دوسرے یہ کہ اس سے مراد آواز کے ساتھ بے صبری جزع فزع کے ساتھ رونا ہے۔ اب یہ رونے میں ہوئی۔ ہر ایک کو امام بخاری نے

اذهب فانظر من هؤلاء الركب قال فنظرت فاذا صهيب فاخبرته

کے درخت کے نیچے ٹھہرا ہوا تھا مجھ سے فرمایا جاؤ دیکھو یہ کون لوگ ہیں میں نے نگاہ کی تو وہ صہیب

فقال ادعه لي فرجعت الى صهيب فقلت ارتحل فالحق امير المؤمنين

تھے میں نے عمر کو خبر کی تو فرمایا انھیں بلاؤ میں لوٹ کر صہیب کے پاس گیا اور میں نے کہا امیر المؤمنین

فلما اصيب عمر دخل صهيب يبكي يقول وااخاه واصاحباه فقال

سے ملو اس کے بعد جب حضرت عمر کو زخمی کیا گیا تو صہیب ان کے پاس آ کر رونے لگے ہائے بھائی ہائے دوست

له عمر يا صهيب اتبكي علي وقد قال رسول الله صلى الله تعالى عليه

اس پر حضرت عمر نے ان سے فرمایا! اے صہیب تم مجھ پر روتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وسلم ان الميت يعذب ببعض بكاء اهله عليه قال ابن عباس

فرمایا ہے مردہ اپنے اہل خانہ کے بعض کے رونے پر مبتلائے عذاب کیا جاتا ہے ابن عباس نے کہا

فلما مات عمر ذكرت ذلك لعائشة فقالت يرحم الله عمر والله

جب حضرت عمر کا وصال ہوگیا تو میں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے یہ ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا! اللہ

ما حدث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله ليعذب

عمر پر رحم فرمائے بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے اللہ مومن پر اس کے اہل کے رونے

المؤمن ببكاء اهله عليه ولكن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

سے عذاب فرماتا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا بیشک اللہ کافر پر عذاب

قال ان الله ليزيد الكافر عذابا ببكاء اهله عليه وقالت حسبكم

بڑھا دیتا ہے اس کے اہل کے رونے سے اور ام المومنین نے فرمایا

قرآن مجید اور حدیث سے مبرہن فرمایا، جیسا کہ مفصل گزرا۔

ابن عمر کی حدیث کی تیسری تخصیص حضرت ام المومنین کی حدیث سے ہوئی کہ میت سے مراد کافر ہے۔ چوتھی توجیہ یہ ہے۔ میت پر عذاب اس وقت ہوتا ہے جب اس نے نوحہ کرنے کی وصیت کی ہو۔ پانچویں توجیہ یہ ہے کہ جب وہ نوحہ کرنے کو پسند کرتا ہو۔ چھٹی توجیہ یہ ہے کہ یہ عذاب یہ ہے کہ اس سے کہا جائے گا کیا تو ایسا تھا۔ کیا تو ایسا تھا۔ یہ تخصیص عذاب میں ہے۔ یعنی روحانی عذاب ہوگا۔ جیسا کہ اسی مضمون کی حدیث آگے آ رہی ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے۔ اللہ مومن میت کے اہل کے رونے سے عذاب فرماتا ہے اشکال یہ ہے کہ حضرت عمر کی حدیث میں۔ مومن نہیں۔ میت ہے۔

الْقُرْآنُ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِنْدَ ذٰلِكَ	
تمہیں قرآن کافی ہے۔ کسی کا بوجھ دوسرے پر نہیں لادا جائیگا۔ اس وقت ابن عباس نے کہا اور	
وَاللّٰهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ وَاللّٰهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ شَيْئًا	
اللہ ہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا اس پر ابن عمر کچھ نہیں بولے۔	

اور میت کا لفظ کافر کو بھی شامل پھر اس شدت سے ام المومنین کے انکار کی کیا وجہ۔ حل یہ ہے کہ حضرت صہیب حضرت عمر پر روئے تھے۔ جس پر حضرت عمر نے وہ حدیث بیان فرمائی۔ اس سے ام المومنین نے یہ سمجھا کہ حضرت عمر اس ارشاد کو مومن کے حق میں سمجھے ہوئے ہیں۔ اس کو ام المومنین فرما رہی ہیں کہ ان کا یہ سمجھنا درست نہیں۔ اس ارشاد سے مراد صرف کافر ہے۔ مومن نہیں۔

تیسرا اشکال یہ ہے کہ ام المومنین نے اپنے مدعیٰ پر آیہ کریمہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ کوئی دوسرے کے بوجھ کو نہیں اٹھائیگا۔ سے استدلال فرمایا۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو حق ہے کہ ایک مومن پر دوسرے مومن کا گناہ نہیں لادا جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ایک کافر پر دوسرے کافر کا گناہ لادا جائے گا۔ جس کی بنا پر کافر پر اس کے اہل کے رونے سے عذاب ہوگا۔ ظاہر آیت یہی بتا رہی ہے کہ اس میں مومن کی تخصیص نہیں۔ کافر کا بھی یہی حال ہے اور یہی مقتضائے عدل ہے۔ یہ اشکال علامہ کرمانی کا ہے۔ علامہ عینی نے یہ جواب ارشاد فرمایا۔ کہ چونکہ کافروں کی عادت تھی کہ وہ نوحہ کرنے کی وصیت کر جاتے تھے۔ جیسا کہ اہل جاہلیت کے اشعار سے ظاہر ہے۔ طرفہ بن عبد کہتا ہے:۔

اذا مت فانعني بما انا اهله ۔۔۔ وشقي علی الجيب يا ام معبد

میں جب مرجاؤں تو اے ام معبد میرے کمالات بیان کرکے رونا اور گریبان پھاڑنا۔

اس لئے کافر پر عذاب ہوتا ہے اور مومن پر نہیں۔ اس جواب کا ماحصل یہ ہوا کہ یہ آیت کریمہ ام المومنین نے اپنے مدعیٰ کے پہلے جز پر پیش فرمایا۔ کہ ایک کا گناہ دوسرے پر لادا نہیں جاتا۔ اور مومن نوحہ کرنے کی وصیت بھی نہیں کرتا پھر اس پر اہل خانہ کے نوحہ کرنے سے کیوں عذاب ہوگا۔ کافر پر ہوگا اس لئے کہ وہ وصیت کر جاتا ہے۔

اس کا ایک جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ اس عذاب سے مراد یہ ہے کہ اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو ایسا ہی تھا۔ کیا تو ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ حضرت مغیرہ اور حضرت ابن عمر کی حدیث ابھی آرہی ہے۔ یہ عذاب بھی کم نہیں۔ اس کی مثال وہ ہے جو قرآن کریم میں ابوجہل کے بارے میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن جہنم میں اس سے کہا جائے گا۔ ذُقْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ۔ چکھ تو تو بڑا عزت والا باہت شریف ہے۔ زیادتی عذاب سے مراد مقررہ عذاب پر مزید عذاب یہ طعن ہے۔

اوقال	یہ شک ابن جریج سے ہے۔ مسلم میں ہے۔ کہ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمر کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ اما بان

ع۵ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ ص ۱۷۲، مسلم الجنائز، نسائی الجنائز۔

۷۵۶ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ لَمَّا اُصِیْبَ عُمَرُ جَعَلَ صُھَیْبٌ

حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب حضرت عمر زخمی کر دئے گئے تو حضرت

یَقُوْلُ وَاَخَاہُ فَقَالَ عُمَرُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صہیب کہنے لگے ہائے بھائی اس پر حضرت عمر نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ اِنَّ الْمَیِّتَ لَیُعَذَّبُ بِبُکَاءِ الْحَیِّ ع

نے فرمایا بےشک زندہ کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

بنت عثمان کے جنازے کا ہم لوگ انتظار کر رہے تھے۔ اور وہیں عمرو بن عثمان بھی تھے۔ اتنے میں ابن عباس آئے انھیں ایک رہبر لایا تھا۔ (ان کی آنکھیں سفید ہوگئی تھیں) اور ابن عمر کی جگہ بتائی تو وہ آئے اور میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اب میں دونوں کے درمیان ہوگیا۔ کہ گھر میں سے آواز آئی تو ابن عمر نے وہ فرمایا۔

بیداء کے معنی میدان کے ہیں یہاں وہ میدان مراد ہے جو مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہے۔

فلما اُصیب یہ ملاقات حضرت فاروق اعظم کے آخری حج میں ہوئی تھی۔ جیسا کہ ایوب کی روایت میں ہے جب ہم مدینہ آگئے تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت عمر کو زخمی کر دیا گیا۔

قال ابن عباس اللہ ہی وہ ہے جس نے ہنسایا اور رلایا یعنی آنسو پر خود رونے والا اختیار نہیں رکھتا، پھر میت پر دوسر کے رونے سے کیوں عذاب ہوگا۔

ما قال ابن عمر شیئا یعنی حضرت ابن عباس کی یہ حدیث سن کر ابن عمر کچھ نہیں بولے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر کا سکوت اس لئے تھا کہ انھوں نے اسے قبول کر لیا۔ لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ انھوں نے بحث و تکرار سے بچنے کیلئے سکوت فرمایا خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ ایک حدیث مرفوع بیان کر چکے ہیں۔

اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ اپنی بیان فرمودہ حدیث کی تاویل سوچ رہے ہوں۔ اور فوراً تاویل ذہن میں نہ آئی ہو۔ اسلئے سکوت فرمایا۔

۷۵۶ تشریحات دونوں حدیثوں کے ایک حصے کا مضمون تقریباً ایک ہی ہے۔ یہاں یہ۔ کیا تم نہیں جانتے۔ زائد ہے۔ اور وہاں بکاء مقید ہے۔ بعض کے ساتھ۔ اور یہاں مطلق ہے۔ وہاں اھل ہے۔ یہاں الحی ہے اس حدیث میں دو عموم ہوا۔ ایک بکاء میں اور ایک باکی رونے والے میں۔ مگر گزشتہ حدیث کی تشریح میں گزر چکا کہ جن احادیث میں ببعض بکاء۔ نہیں ہے۔ ان میں مراد یہی ہے اور چونکہ میت پر زیادہ اہل وعیال ہی روتے ہیں اسلئے اہل فرمایا۔ ورنہ اہل کی تخصیص نہیں کوئی بھی روئے۔ اس کا اثر وہی ہوگا جو اہل وعیال کے رونے کا ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ الحی کے معنی قبیلہ ہو۔ اب دونوں کا مضمون ایک ہوگیا مگر پہلا راجح ہے ایک تو میت کا تقابل اس کا مقتضی ہے دوسرے حضرت صہیب حضرت عمر کے قبیلے سے نہیں تھے۔

حدیث ۷۵۷ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ
عمرہ بنت عبدالرحمن نے خبر دی کہ انھوں نے حضرت عائشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
کی اہلیہ سے سنا کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يَبْكِيْ عَلَيْهَا أَهْلُهَا فَقَالَ إِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ
ایک یہودی عورت پر گزرے جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے تو فرمایا یہ سب اس پر روتے
عَلَيْهَا وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا۔
ہیں اور اس کی قبر میں اس پر عذاب ہو رہا ہے۔

ت ۲۳۸ وَقَالَ عُمَرُ دَعْهُنَّ يَبْكِيْنَ عَلٰى أَبِيْ سُلَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعٌ
اور حضرت عمر نے فرمایا انھیں چھوڑ دو ابو سلیمان پر روئیں جب تک سر پر

تشریحات ۷۵۷ یہ ایک حدیث کا آخر جزء ہے جسے امام مالک نے موطا میں ذکر فرمایا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ذکر کیا گیا کہ عبداللہ بن عمر یہ کہتے ہیں کہ میت کو زندہ کے رونے سے عذاب دیا جائے گا۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا۔ ابو عبدالرحمن کو اللہ معاف فرمائے وہ جھوٹ ہرگز نہیں بولے ہیں گر وہ یا تو بھول گئے یا چوک گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک یہودی عورت پر گزرے۔ الخ حدیث ان المیت لیعذب ببکاء اہلہ۔ کی تاویل یہ بھی ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ ای عند بکاء اہلہ علیہ ۔ با ظرف کے لئے معنی میں عند کے ہے۔ جیسے مطرنا بنوء کذا۔ ای عند نوء کذا۔ فلاں نچھتر کے وقت بارش ہوئی۔

تشریحات ۲۳۸ اس تعلیق کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے ۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا۔ تو بنی مغیرہ کی عورتوں نے اکٹھی ہو کر ان پر رونا شروع کر دیا تو حضرت عمر سے کہا گیا کہ کسی کو بھیجکر انھیں منع فرما دیں۔ تو حضرت عمر نے فرمایا۔ یہ ابو سلیمان پر آنسو بہاتی ہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں جب تک سر پر خاک نہ ڈالیں اور چلائیں نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ بے آواز کے میت پر رونا ممنوع نہیں البتہ آواز کے ساتھ چلاکر رونا منع ہے۔ اسی سے باب سے مناسبت ہے۔

توضیح باب یہاں باب کے کلمات یہ ہیں۔ ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت ۔ یہاں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ ما موصولہ ہے۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ میت پر جو نوحہ کرنا مکروہ ہے اس کا بیان۔ دوسرے یہ کہ یہ ما مصدریہ ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ میت پر نوحہ کے مکروہ ہونے کا بیان۔ دونوں تقدیر پر من بیانیہ ہے۔ تبعیضیہ کا ہونا دونوں تقدیر میں سے کسی پر درست نہیں۔ اس لئے کہ نیاحت کے معنی آواز سے رونے کے ہیں۔ اور یہ قطعاً جائز نہیں یہاں مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی

ف۵۷ ایضاً ف۲۳۸ الجنائز باب النہی البکاء علی المیت ص ۸۸

وَلَقْلَقَةٌ وَالنَّقْعُ التُّرَابُ عَلَى الرَّاسِ وَاللَّقْلَقَةُ الصَّوْتُ. ع۵

ڈھول نہ ڈالیں اور آواز نہ نکالیں اور نقع کے معنی سر پر ڈھول ڈالنا اور لقلقہ کے معنی آواز ہیں۔

حدیث ۷۵۸ عَنِ الْمُغِيْرَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى أَحَدٍ مَنْ

سنا مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کے مثل نہیں جو مجھ پر قصدًا

كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے اور میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

ہے جو نا جائز ہے۔

کشمیری صاحب پر تعقب کشمیری صاحب نے فیض الباری میں فرمایا۔ یہاں من تبعیضیہ ہے۔ اور بعض نوحہ جائز ہے جیسا کہ حضرت جابر کے والد ماجد پر ان کی پھوپھی روئیں اور حضور نے منع نہیں فرمایا اقول وباللہ التوفیق۔ حضرت کو باں حافظہ وہمہ دانی یہ خبر ہی نہیں کہ اس وقت نوحہ کرنا ممنوع ہی نہیں تھا۔ مسند امام احمد ابن ماجہ میں ہے۔ غزوہ احد سے واپسی کے بعد بنو عبد الاشہل کی خواتین اپنے شہداء پر بین کرنے لگیں تو حضور نے فرمایا۔ اما حمزۃ فلا بواکی لہ۔ حمزہ کے لئے رونے والیاں نہیں۔ انصار کرام کو خبر ہوئی تو ان کی خواتین کا شانۂ اقدس میں جمع ہو کر بین کرنے لگیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوگئے تھے۔ چیخنے چلانے کی آواز سنکر آنکھ کھل گئی۔ دریافت فرمایا، یہ کیا ہے عرض کیا گیا۔ انصار کی عورتیں حمزہ پر رو رہی ہیں۔ فرمایا۔ ان سے کہدو جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر نہ روئیں۔ کیا حدیث منسوخ پر عمل جائز ہے۔

تشریحات ۷۵۸، ۲۳۹۱ وقال آدم۔ سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسی سند کے ساتھ آدم بن ایاس نے شعبہ سے المیت یعذب فی قبرہ بما نیح علیہ کے بجائے المیت یعذب ببکاء الحی علیہ روایت کیا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا اس سند کیساتھ بکاء الحی تنہا آدم نے روایت کیا ہے۔ دوسرے رواۃ بما نیح علیہ روایت کرتے ہیں۔

بما نیح علیہ اس میں با سببیہ ہے۔ اور ما مصدریہ۔ معنی یہ ہوئے۔ اس پر نوحہ کرنے کی وجہ سے۔ اب آدم بن ایاس کی روایت اور یہ دونوں ہم معنی ہوں گی۔ علامہ عینی نے فرمایا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بما نیح۔ حال ہو۔ اور۔ ما موصولہ۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ یعذب متلبسا بالذی نیح علیہ۔ یعنی جن الفاظ سے نوحہ کیا جائے گا انھیں سے عذاب دیا جائے گا۔ اس طرح کہ اس سے کہا جائے گا کیا تو ایسا تھا کیا تو ایسا تھا۔ جیسا کہ ابن ماجہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میت کو سختی کے ساتھ جھنجھوڑا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تو ایسا ہے، تو ایسا ہے؟

ع۵ باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت ص ۱۷۳ لہ جلد ثانی ص ۹۲ ۵ الجنائز باب البکاء علی المیت ص ۱۱۵
الجنائز باب المیت یعذب بما نیح علیہ ص ۱۱۵۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ نِیْحَ عَلَیْہِ یُعَذَّبُ بِمَا نِیْحَ عَلَیْہِ عہ

علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جس پر نوحہ کیا جائیگا اس کو نوحہ کے سبب عذاب دیا جائیگا۔

حدیث ۷۵۹ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عبد اللہ بن عمر نے اپنے والد ماجد حضرت عمر سے اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ الْمَیِّتُ یُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِہٖ بِمَا نِیْحَ عَلَیْہِ عہ

سے روایت کیا فرماتے میت کو اس کی قبر میں اس پر نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔

ت ۲۳۹ وَقَالَ آدَمُ عَنْ شُعْبَۃَ۔ اَلْمَیِّتُ یُعَذَّبُ بِبُکَاءِ الْحَیِّ عَلَیْہِ سہ

اور آدم نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے کہا میت کو زندہ کے اس پر رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔

حدیث ۷۶۰ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی

فرمایا جو گالوں پر تھپیڑ مارے اور گریبانوں کو پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی طرح پکارے

مسائل ان تمام احادیث کا حاصل یہ نکلا کہ میت کی دائمی جدائی کے اثر سے اگر بے اختیار آنسو نکل پڑیں یا حالت اضطرار میں کچھ آواز نکل جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ محمود ہے لیکن بالقصد چیخ چیخ کر چلا کر رونا، سر پیٹنا، چہرے پر تھپڑ مارنا، سینہ پیٹنا، گریبان پھاڑنا، سر پر خاک ڈالنا حرام و ممنوع ہے۔ یہی نوحہ اور بین ہے۔ اگر میت کی خود نوحہ کرنے کی عادت ہو یا وہ وصیت کر گیا ہو تو نوحہ کرنے کی وجہ سے اس پر عذاب ہوگا۔

تشریحات ۷۶۰ لیس منا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے طریقے پر چلنے والوں میں سے نہیں۔ اس لئے کہ اہلسنت کا اس پر اجماع ہے کہ گناہ سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔ یہ ارشاد ان افعال کی قباحت و شناعت کو بتانے کے لئے تغلیظاً فرمایا۔

دعوی الجاهلية جاہلیت سے مراد زمانہ فترت ہے۔ یعنی وہ زمانہ جس میں کوئی رسول تشریف نہ لایا ہو۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے درمیان کی مدت ہے جو تقریباً پانچسو برس ہے۔

دعوی جاہلیت سے مراد عام ہے۔ ہر وہ نداء اور قول جو اسلام کے خلاف اس عہد میں رائج ہو سب دعوی جاہلیت ہے۔ جیسے ذرا ذرا سی بات پر اپنے قبیلے کو پکارنا۔ اور مرنے والے کے ایسے اوصاف بیان کر کے چیخنا چلانا جو اس میں نہ ہوں۔ جیسے واجبلاہ، واعضداہ، واسنداہ۔ وغیرہ وغیرہ

عہ باب مایکرہ من النیاحۃ ص ۱۷۲ مسلم الجنائز۔ ترمذی الجنائز۔ عہ باب ما یکرہ من النیاحۃ ص ۱۷۲
مسلم الجنائز نسائی الجنائز ابن ماجہ الجنائز۔ مسند امام احمد سہ باب ما یکرہ من النیاحۃ ص ۱۷۲

الجاہلیۃ عہ

وہ ہم میں سے نہیں۔

حدیث ۷۶۱

عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعودنی عام حجۃ الوداع من وجع اشتدبی فقلت انی قد بلغ بی من الوجع وانا ذومال ولا یرثنی الا ابنۃ لی افاتصدق بثلثی مالی قال لا فقلت فالشطر فقال لا ثم قال الثلث والثلث کبیر او کثیر انک ان تذر ورثتک

عامر بن سعد بن وقاص نے اپنے والد ماجد حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے سال میری بیمار پرسی کیلئے آئے میری اس بیماری میں جو سخت ہو گئی تھی میں نے عرض کیا بیماری نے مجھے اس حد کو پہنچا دیا ہے اور میں مالدار ہوں اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے۔ کیا میں اپنے مال کی دو تہائی صدقہ کردوں فرمایا نہیں تو میں نے عرض کیا آدھا تو فرمایا نہیں۔ پھر حضور نے خود ہی فرمایا۔ تہائی اور تہائی بڑا ہے یا یہ فرمایا بہت ہے

تشریحات ۷۶۱

اس حدیث کا یہ جز۔ انک لن تنفق ۔ الی فی امرأتک ۔ پہلی جلد کتاب الایمان میں صد[۳۴۴] پر گزر چکا ہے۔

الثلث کثیر اس سے ثابت ہوا کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نافذ نہیں۔ اگر کوئی تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کر جائے تو بھی صرف تہائی ہی موصی لہ یعنی وہ پائے گا جس کے لئے وصیت کی گئی ہے۔ ہاں اگر وارث عاقل بالغ ہوں اور سب راضی ہوں تو نافذ ہوگی۔ اور اگر سب نابالغ ہوں یا سب مجنوں ہوں۔ یا کچھ نابالغ اور کچھ مجنوں تو نافذ نہ ہوگی اگرچہ سب راضی ہوں۔ اگر کچھ بالغ ہیں کچھ نابالغ یا کچھ مجنوں اور کچھ عاقل یا سب عاقل بالغ ہیں مگر کچھ راضی ہیں اور کچھ راضی نہیں تو جتنے عاقل بالغ راضی ہوں ان کے حصے میں نافذ اور جو لوگ راضی نہیں یا نابالغ یا مجنوں ہیں، ان کے حصے میں نافذ نہیں۔

انک ان تذر عام طور پر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ وارثین کے لئے مال چھوڑنے میں ثواب نہیں۔ یا بال بچوں کی پرورش میں ثواب نہیں۔ یہ حدیث ان کا رد ہے۔ اسمیں صراحت کے ساتھ ارشاد ہے کہ پسماندگان کے لئے مال چھوڑا جائے اسمیں زیادہ ثواب ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ کل مال مسجد وغیرہ میں دیدیا جائے اور وارثین کو بھک منگا چھوڑا جائے۔ اسی طرح اہل وعیال کی پرورش میں صرف کرنا بھی موجب اجر وثواب ہے۔

اخلف بعد اصحابی اس سوال کا مقصد یہ تھا کہ کیا اسی مرض میں میری موت مقدر ہے کیا میں یہیں دفن ہونگا یہ سوال اس لئے کیا تھا کہ یہ چیز ان کو پسند نہ تھی کہ ہجرت کے بعد مکے ہی میں دفن ہوں۔ جیسا کہ دوسری روایتوں میں ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں اسی سرزمین میں نہ مروں جہاں سے ہجرت کر چکا ہوں۔ حضور دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عہ باب لیس منا من شق الجیوب ص ۱۷۲، باب لیس منا من ضرب الخدود ص ۱۷۲، باب ما ینھی من الویل ص ۱۷۳، مناقب قریش باب ما ینھی من دعوی الجاہلیۃ ص ۴۹۹۔ مسلم الایمان۔ ترمذی الجنائز۔ نسائی الجنائز، ابن ماجہ الجنائز۔

أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ

ترا اپنے وارثین کو مالدار چھوڑ دو یہ بہتر ہے اس سے کہ ان کو تنگدست چھوڑو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے

تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِيْ

پھریں اور تو جو بھی اللہ کی رضا کے لئے خرچ کریگا اس پر ثواب پائیگا یہاں تک کہ جو لقمہ اپنی بیوی کے منھ

امْرَأَتِكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِيْ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ

میں ڈالیگا اس پر بھی ثواب ملے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اپنے اصحاب کے چلے جانے کے بعد مکے میں

فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً ثُمَّ لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ

پیچھے رہ جاؤں گا فرمایا تم ہرگز پیچھے نہیں رہو گے اس کے بعد تم جو بھی نیک عمل کروگے اس کے ذریعہ تم

حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَّيُضَرَّ بِكَ آخَرُوْنَ اللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِيْ

اپنے درجے اور مرتبے کو بلند کروگے اس کے بعد تم زندہ رہوگے یہاں تک کہ تم سے کچھ قوموں کو نفع پہنچے گا

هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ وَلٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ

اور دوسروں کو نقصان۔ اے اللہ میرے صحابہ کی ہجرت پوری فرمانا اور انھیں ایڑیوں کے بل مت پلٹانا۔ لیکن

نے فرمایا۔ ایسا نہ ہوگا۔ تم اس مرض سے شفا پاؤگے اور اس کے بعد زندہ رہوگے اور اعمال صالحہ کروگے جس سے تمھارا درجہ اور بلند ہوگا۔ تم سے ایک قوم کو فائدہ پہنچے گا اور ایک کو نقصان پہنچے گا۔ کتاب المرضی میں ان کی دوسری صاحبزادی سے جن کا بھی نام عائشہ ہی ہے، مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پیشانی پر رکھا پھر حضرت سعد کے چہرے اور پیٹ پر ملا اور یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ سعد کو شفا عطا فرما اور ان کی ہجرت کو پوری فرما۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ دست مبارک کی ٹھنڈک میں ہمیشہ محسوس کرتا ہوں حتی کہ اس وقت بھی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی اور غیب کی خبر بھی پوری ہوئی۔ اس واقعے کے بعد حضرت سعد پینتالیس یا سینتالیس سال زندہ رہے۔ یہ واقعہ ۱۰ھ کا ہے۔ اور ان کا وصال ۵۵ھ یا ۵۸ھ میں ہوا۔ اللہ عز وجل نے انھیں کے ہاتھ ایران فتح فرمایا جس سے ایرانیوں کو نقصان پہنچا اور مسلمانوں کو نفع عظیم پہنچا۔ نیز جب یہ عراق کے والی تھے تو کچھ بدنصیب مرتد ہوگئے۔ یہ پکڑ کر ان کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ انھوں نے ان کو توبہ کا حکم دیا۔ کچھ نے توبہ کی انھوں نے دارین کا خیر حاصل کیا۔ کچھ اڑے رہے جنھیں قتل کرا دیا۔ یہ بھی ایک قوم کو نفع پہنچانا اور ایک قوم کو نقصان پہنچانا ہے۔

سعد بن خولہ یہ اپنے اصل کے اعتبار سے عجمی تھے اور یمن کے باشندے تھے۔ بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے اس لئے بعض لوگوں نے ان کو بنی عامر کا فرد کہہ دیا ہے۔ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ پہلے حبشہ ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ، بدر، احد، خندق، صلح حدیبیہ کے مشاہد میں شریک رہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ اللہ کی

يَرْثِىْ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ ؏

قابل رحم سعد بن خولہ ہیں ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دکھ کا اظہار فرما رہے تھے کہ وہ مکے میں فوت ہوئے۔

۲۴۰ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَجِعَ

ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت ابو موسیٰ

رضا کے لئے جس پیارے وطن کو ترک کیا تھا۔ وہاں پیوند خاک ہونا مہاجرین اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند نہ تھا۔ اسی لئے فرمایا لیکن قابل رحم سعد بن خولہ ہے۔

یرثی لہ رثیتہ جب بغیر صلہ کے ہو تو اس کے معنی ہیں۔ موت کے بعد کسی کی مدح بیان کی۔ اور جب لام کے صلے کے ساتھ بولا جائے۔ رثیت لہ۔ تو اس کے معنی مرنے والے پر غمگین ہوا۔ یہاں یہی معنی مراد ہے۔ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ معظمہ میں فوت ہونے پر اظہار غم فرما رہے ہیں۔ یہ مراثی ممنوعہ میں داخل نہیں۔ ممنوع وہ مرثیہ ہے جو تجدید حزن وغم کیلئے ہو۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مراثی سے منع فرمایا ہے اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح کہا۔ یرثی لہ۔ سے آخر تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں۔ یہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صرف ایک صاحبزادی حضرت عائشہ تھیں۔ یہ صحابیہ ہیں۔ اس کے بعد اور اولاد ہوئی۔ جن میں عامر اور عمر و شقی بھی ہے۔ جو کربلا میں یزیدی فوج کا سپہ سالار تھا۔ حضرت سعد کے سترہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں ہوئیں جنھیں دو کے نام عائشہ ہیں۔ ایک صحابیہ ہیں جن کا نام اس حدیث میں ذکر ہے۔ دوسری تابعیہ ہیں جن سے امام مالک روایت کرتے ہیں اور جن سے کتاب وصایا میں حدیث مذکور کا کچھ حصہ مروی ہے۔

تشریح ۲۴۰ امام بخاری نے اس حدیث کی سند کو یوں بیان فرمایا ہے۔ قال الحکم۔ یہ حکم بن موسیٰ ابو صالح قنطری ہیں۔ ان کا وصال ۲۳۲ھ میں ہوا ہے۔ امام بخاری نے اگرچہ ان کا زمانہ پایا ہے مگر ان سے حدیث نہیں سنی ہے اسی لئے قال الحکم کہا۔ حدثنی یا عن الحکم نہیں کہا اس لئے کہ جن لوگوں نے امام بخاری کے شیوخ کو جمع کیا ہے انھوں نے حکم کو نہیں ذکر کیا ہے۔ یہ علامہ ابن حجر کی رائے ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ امام بخاری نے ان حکم سے حدیث سنی ہے اسکی دلیل ابو الوقت کی روایت ہے جس میں حدثنی الحکم۔ ہے۔ نیز دار قطنی نے حکم اور قاسم بن مخیمرہ کو ان لوگوں میں ذکر کیا ہے جن کی حدیث امام بخاری نے لی ہے۔ ابن تین نے کہا کہ اسے بطریق مسند اس لئے نہیں ذکر کیا کہ وہ قاسم بن مخیمرہ کی حدیث کی

؏ باب رثاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد بن خولہ ص ۱۷۳ الوصایا ان یترک ورثتہ اغنیاء ص ۳۸۳ باب الوصیۃ بالثلث ص ۳۸۴ ہجرۃ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہم امض لاصحابی ہجرتہم ص ۵۶۰ ثانی المغازی باب حجۃ الوداع ص ۶۳۲-۳ النفقات باب فضل النفقۃ علی الاہل ص ۸۰۶ المرضی باب وضع الید علی المریض ص ۸۴۵ باب قول المریض انی وجع ص ۸۴۶ الدعوات باب الدعاء برفع الوباء ص ۹۴۳ الفرائض باب میراث البنات ص ۹۹۷ اول الایمان باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ ص ۱۳ مسلم الوصایا ابو داؤد الوصایا۔ ترمذی الوصایا۔ ابن ماجہ الوصایا۔ للموطا الوصایا۔ دارمی الوصایا۔ مسند امام احمد۔ لہ مسند امام احمد جلد رابع ص ۳۵۶-۴۱۳ ابن ماجہ الجنائز باب فی البکاء علی المیت ص ۱۱۵۔

أَبُو مُوسَى وَجَعًا فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حِجْرِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ فَلَمْ

سخت بیمار ہوئے یہاں تک کہ ان پر غشی طاری ہو گئی اور ان کا سر ان کی ایک اہلیہ کی گود میں تھا۔

يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ

انھیں اتنی طاقت نہ تھی کہ کچھ کہہ سکیں جب افاقہ ہوا تو فرمایا میں بیزار ہوں اس سے جس سے

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیزار ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصیبت پر چیخنے والی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيءٌ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ عه

اور سر مونڈنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بیزار ہیں۔

حدیث ۷۶۲ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جب زید بن حارثہ

جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ

اور جعفر اور ابن رواحہ کے شہید ہونے کی خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس

تخریج نہیں کرتے۔ اور بعض لوگوں (علامہ ابن حجر) نے کہا کہ یہی حال حکم کا بھی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مصیبت پر چیخنا چلانا۔ سر منڈانا۔ کپڑے پھاڑنا حرام ہے۔ اسی کے حکم میں منھ نوچنا، بال نوچنا بکھیرنا، سینہ پیٹنا وغیرہ وغیرہ ہیں۔

تشریحات ۷۶۲ ان حضرات کی شہادت غزوہ موتہ میں ہوئی تھی جو ۸ھ کے جمادی الاولیٰ میں ہوا تھا۔ حضرت زید بن حارثہ بن شرحبیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن امرئ القیس کلبی قضاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنو قضاعہ کے چشم و چراغ تھے۔ یہ یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ ابھی بہت کمسن تھے کہ ان کی والدہ، سعدیٰ بنت ثعلب اپنے میکے بنی معن میں گئیں جو بنی طے کی شاخ تھی۔ اتفاق کی بات بنو قیس نے اس پر حملہ کیا اور غارت گری میں حضرت زید کو بھی اٹھا لائے اور بازار حباشہ میں حکیم بن حزام کے ہاتھ چار سو درہم میں بیچ ڈالا انھوں نے اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پیش کیا۔ ام المومنین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نذر کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنا متبنّٰی بنا لیا تھا۔ اسی وجہ سے عرب کے دستور کے مطابق زید بن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے جاتے تھے۔ جب آیۃ کریمہ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ انھیں ان کے باپ کے نام کے ساتھ پکارو۔ نازل ہوئی تو حِبّ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لقب سے یاد کئے جانے لگے۔ ایک دفعہ ان کے والد تلاش کرتے کرتے مکہ معظمہ پہنچے اور انھیں پالیا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے بچے کو واپس مانگا۔ حضور نے فرمایا۔ ان سے پوچھ لو اگر یہ جانا

عه باب ما ينهى من الحلق عند المصيبة ص ۱۷۳-

وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ

آئی تو ایسے بیٹھے کہ حضور کا اندرونی غم ظاہر ہو رہا تھا اور میں دروازے کے سوراخ سے دیکھ رہی

شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَأَمَرَهُ

تھی اتنے میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ جعفر کی عورتیں رو رہی ہیں

أَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِعْنَهُ فَقَالَ انْهَهُنَّ فَأَتَاهُ

حضور نے حکم دیا کہ انھیں روک دے وہ گیا پھر دوبارہ آیا (اور کہا) انھوں نے بات

الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللّٰهِ غَلَبْنَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ

نہیں مانی تو فرمایا انھیں منع کر دے پھر وہ تیسری مرتبہ حاضر ہوا اور کہا بخدا وہ ہم پر غالب آگئیں تو اے

چاہیں تو لے جاؤ۔ حضرت زید نے باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور حضور کی غلامی قبول فرمائی۔

حضور نے ان کا نکاح حضرت ام ایمن سے کر دیا تھا۔ جن سے حضرت اسامہ حِبِّ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ان کی تین اولادیں ہوئیں۔ اسامہ۔ زید بن زید۔ رقیہ۔ یہ دونوں صغر سن میں وفات پا گئے، صرف حضرت اسامہ زندہ رہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس سال بڑے تھے یہ بھی سابقین اولین میں سے ہیں۔ پہلے حبشہ ہجرت کی پھر غزوہ خیبر کے موقع پر مدینہ طیبہ آگئے۔ غزوۂ موتہ میں اس بہادری سے لڑے کہ دونوں بازو کٹ گئے مگر علم گرنے نہیں دیا۔ اللہ عزوجل نے ان کو کٹے ہوئے بازوؤں کے عوض دو بازو عطا فرمائے جس سے وہ فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کو ذوالجناحین اور جعفر طیار کہا جاتا ہے۔ اس بہادری سے لڑے تھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ لڑائی ختم ہونے کے بعد دیکھا گیا تو نوے سے زائد زخم لگے تھے۔ سب سامنے تھا پیٹھ پر ایک بھی نہ تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہتر زخم بیان کرنے والے واعظین سے درخواست ہے کہ وہ اسلام پر اس فدا ہونے والے کے نوے سے زائد زخموں کو بھی کبھی بیان کر دیا کریں۔

ان کی بیبیوں میں صرف حضرت اسماء بنت عمیس کا حال معلوم ہے ان کے بطن سے تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔ عبداللہ، محمد۔ عوف۔ ان میں سے نسل، صرف حضرت عبداللہ سے چلی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بنی خزرج کے ممتاز افراد اور انصار کرام کے سابقین اولین میں سے ہیں۔ لیلۃ العقبہ کے نقبا میں یہ بھی ہیں۔ بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ یہاں تک کہ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ ان سے حضرت انس بن مالک حضرت اسامہ حضرت

۵ بخاری ثانی المغازی۔ باب غزوۂ موتہ ص ۶۱۱

التراب فقلت ارغم اللہ انفک لم تفعل ما امرک رسول اللہ صلی

یا رسول اللہ! ام المومنین کا گمان ہے کہ فرمایا ان کے منہ میں دھول ڈال دو۔ تو میں نے اس شخص سے کہا اللہ تیری ناک خاک آلود کرے۔ رسول

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم تترک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من العناء

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حکم دیا تو نے نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوفت پہنچانے سے بھی باز نہیں آیا۔

ابن عباس نے روایت کی ہے۔ جب کہیں لشکر اسلام جاتا تو یہ سب سے پہلے جاتے اور سب سے آخر میں لوٹتے۔ جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۔ (شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں) تو یہ بہت دلگیر ہوئے اور کہا میں انھیں میں سے ہوں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرے۔ عرب کے ممتاز شعراء میں تھے۔ ایمان سے مشرف ہونے کے بعد صرف نعت سے متشغل رہ گیا:

اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

انھیں کے مدحیہ قصیدے کا پہلا شعر ہے۔

ان نساء جعفر اس وقت حضرت جعفر کے عقد میں صرف حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں یہاں مراد یہ ہے کہ حضرت اسماء اور دوسری رشتہ دار عورتیں روتی تھیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ رونا آواز سے ہو جو ممنوع ہے اور حرام ہے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمانے کا حکم دیا۔ ان عورتوں نے رونا بند نہیں کیا کیونکہ مصیبت سخت تھی۔ اس لئے صبر نہ کر سکیں۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ آواز سے نہیں رو رہی تھیں مگر اس کا اندیشہ تھا کہ کہیں آواز سے نہ رونے لگیں اس لئے منع فرمایا۔ یہ ممانعت مکروہ تنزیہی تھی۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی اور کو نہیں بھیجا۔

لم تفعل لم فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ اب اس کا ترجمہ یہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حکم دیا وہ تو نے نہیں کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلا یہ حکم دیا تھا کہ انھیں رونے سے منع کر دو۔ وہ انھوں نے کیا۔ اور منہ میں دھول ڈال دو۔ یہ دوسرا حکم ابھی دیا ہی تھا کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ تو نے نہیں کیا۔ ابھی دوسرے حکم پر عمل کرنے کا موقع ہی کہاں ملا تھا کہ یہ فرمانا درست ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ام المومنین نے قرینے سے جان لیا تھا کہ وہ یہ کریں گے نہیں۔ اور اس پر انھیں یقین تھا۔ اس لئے اس کو صیغہ ماضی سے تعبیر فرمایا مگر کتاب الجنائز کی دوسری روایت اور مغازی کی روایت میں ہے وما انت بفاعل۔ تم یہ نہیں کرو گے۔ اس روایت پر کوئی اشکال نہیں۔ اور لم تفعل کی روایت کسی راوی کا تصرف ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ لم تفعل سے مراد یہ ہے کہ تو ان کو چپ نہیں کرا سکا تو منع کرنا نہ کرنے کے برابر ہے۔ اس لئے فرمایا تو نے نہیں کیا۔

فاحث تو ان کے منہ میں دھول بھر دو۔ بعض شراح نے اسے حقیقی معنی پر محمول کیا ہے۔ کہ واقعی یہی مطلب تھا

۵۵ باب من جلس عند المصیبۃ یعرف فیہ الحزن ص ۱۷۳ باب ما ینھی من النوح والبکاء ص ۱۷۴ ثانی المغازی باب غزوۃ موتہ ص ۶۱۱ مسلم الجنائز ابو داؤد الجنائز نسائی الجنائز۔

۲۴۱ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ اَلْجَزَعُ اَلْقَوْلُ السَّيِّئُ وَالظَّنُّ السَّيِّئُ عه

ت اور محمد بن کعب قرظی نے فرمایا ناپسندیدہ بات کہنا اور بدگمانی جزع ہے۔

۷۶۳ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

حدیث اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے خبر دی کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اشْتَكٰى ابْنٌ لِاَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ فَمَاتَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ

یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ابو طلحہ کے ایک صاحبزادے بیمار ہوئے اور مر گئے اور ابو طلحہ

خَارِجٌ فَلَمَّا رَأَتِ امْرَأَتُهٗ اَنَّهٗ قَدْ مَاتَ هَيَّأَتْ شَيْئًا وَّنَحَّتْهُ فِيْ جَانِبِ الْبَيْتِ

باہر تھے جب ان کی اہلیہ نے دیکھا کہ بچہ مر گیا تو کچھ کھانا تیار کیا اور بچے کو گھر کے ایک کنارے

کہ ان کے منھ میں ڈھول بھر دو تاکہ رو نہ سکیں۔ مگر یہ مناسب نہیں۔ مصیبت زدہ کی غمخواری لازم ہے یا انھیں اور اذیت پہنچانا اس لئے ظاہر یہی ہے کہ یہ زجر و توبیخ کے لئے ہے۔

مسائل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے وقت اس طرح بیٹھنا کہ غم ظاہر ہو سنت ہے۔ طریقہ سنت اعتدال ہے مصیبت کے باوجود ہنسنا خوش و خرم رہنا سنگدلی اور قساوت ہے۔ اور چیخنا چلانا بے صبری دکھانا تنگ ظرفی ہے اور دونوں کے مابین رہنا کہ چہرے سے غم ظاہر ہو آنسو بہہ رہے ہو یہ اعتدال ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو یہ جائز ہے کہ پردے میں رہ کر اجنبی مردوں کو بضرورت دیکھیں۔ اور اگر وہ کوئی قابل اعتراض کام کر رہے ہوں اور کوئی منع نہ کرے تو پردے میں رہ کر منع کر سکتی ہے۔ کسی خبر کی تاکید کے لئے قسم کھانا جائز ہے۔

تشریح ۲۴۱ قول سئی۔ ناپسندیدہ بات وہ جس سے غم برانگیختہ ہو۔ اور ظن سوء بدگمانی یہ ہے کہ اس سے مایوس ہو جائے کہ اس کا بدل نہیں مل سکتا یا مصیبت پر جو ثواب کا وعدہ ہے اسے مستبعد جانے۔

تشریحات ۷۶۳ اِبْنٌ لِاَبِيْ طَلْحَةَ۔ یہ صاحبزادے ابو عمیر تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جاتے تو ان سے فرماتے۔ اے ابو عمیر، نغیر کیا ہوا۔ اس وقت وہ دودھ پیتے بچے تھے۔ ایک چھوٹی چڑیا ان سے بہت مانوس تھی۔ ان کے ساتھ کھیلتی تھی۔

هیات شیئا اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ چونکہ اس دن حضرت ابو طلحہ روزے سے تھے۔ تو ان کے لئے کھانا پکایا اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بچے کو نہلایا۔ حنوط لگایا کفن پہنایا جیسا کہ عمارہ بن زاذان عن ثابت کی روایت میں ہے۔

قد هدأ نفسه هَدَأَ۔ کا معنی۔ سکن۔ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بیماری سے سانس میں جو اضطراب تھا وہ جاتا رہا۔ ام سلیم کی مراد یہ تھی کہ موت سے سانس ختم ہو گئی۔ مگر ابو طلحہ نے یہ سمجھا کہ مرض دور ہو گیا اور بچہ سو گیا یہ توریہ ہے۔ کہ ایسی بات کہی جائے جس کے دو معنی ہوں۔ یہ بوقت ضرورت جائز ہے۔

عه باب من لم یظهر حزنه عند المصیبة ص ۱۷۳

فلما جاء ابو طلحة قال كيف الغلام قالت قد هدأت نفسه وارجو

میں دہ کر دیا۔ جب ابو طلحہ آئے تو پوچھا بچہ کیسا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ سکون کے ساتھ ہے

ان يكون قد استراح وظن ابو طلحة انها صادقة قال فبات

اور مجھے امید ہے کہ وہ آرام پا گیا۔ اور ابو طلحہ نے یہ سمجھا کہ یہ سچ کہہ رہی ہے اور

فلما اصبح اغتسل فلما اراد ان يخرج اعلمته انه قد مات فصلى

وہ سوئے جب صبح ہوئی غسل کیا۔ جب باہر جانے کا ارادہ کیا تو ان کی اہلیہ نے انھیں بتایا کہ وہ فوت

مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ثم اخبر النبي صلى الله تعالى

ہو گیا ہے اب ابو طلحہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عليه وسلم بما كان منها فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم کو بتایا جو ان کی بیوی کی طرف سے پیش آیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وسلم لعل الله ان يبارك لهما في ليلتهما قال سفين فقال

اللہ عزوجل تم دونوں کو اس رات میں برکت دیگا۔ سفیان نے کہا

رجل من الانصار فرأيت تسعة اولاد كلهم قد قرأ القرآن عه

انصار کے ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ ان کے نو بیٹے دیکھے۔ سب قرآن پڑھے ہوئے تھے۔

فبات اس سے مراد یہ ہے کہ ابو طلحہ نے ام سلیم کے ساتھ ہمبستری بھی کی۔ جس کی جانب اغتسل سے اشارہ ہے کتاب العقیقہ میں ہے۔ ام سلیم نے ان کے سامنے کھانا رکھا اور انھوں نے کھایا۔ اور ان سے ہمبستری کی۔ دوسری روایتوں میں ہے، پھر بہترین بناؤ سنگھار کیا۔ ایسا کہ اس سے پہلے نہیں کرتی تھیں۔ پھر خوشبو لگی پھر ابو طلحہ کے سامنے آئیں اور انھوں نے ہمبستری کی۔

لعل الله علامہ عینی نے لکھا ہے له

لعل للترجي الا اذا وردت عن الله ورسوله و اولياءه فان معناه التحقيق۔

لعل ترجی کیلئے ہے۔ مگر جب اللہ اور اس کے رسول یا اسکے اولیاء فرمائیں تو تحقیق کے لئے ہے۔

چنانچہ یہ ارشاد حرف بہ حرف پورا ہوا۔ کتاب العقیقہ کی ایک روایت میں یہ ہے۔ کہ پھر ام سلیم کے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبد اللہ رکھا گیا۔ حضرت ابو طلحہ نے ان سے کہا۔ بچے کو حفاظت سے رکھو، اسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا ہے۔ پھر حضرت انس کے ذریعہ اس بچے کو خدمت اقدس میں بھیجا۔ حضور نے دریافت فرمایا۔ تیرے ساتھ کچھ ہے۔ انھوں نے

عه باب من لم يظهر حزنه عند المصيبة ص ۱۷۳-۲ ثاني العقيقة باب تسمية المولود غداة يولد ص ۸۲۲ الادب باب المعاريض مندوحة عن الكذب ص ۹۱۷ مسلم الادب فضائل الصحابه۔ مسند امام احمد جلد ثالث له عمدة القاري ثامن ص ۹۰

حدیث ۷۶۴

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَبِیْ سَیْفِ الْقَیْنِ وَکَانَ ظِئْرًا لِاِبْرَاھِیْمَ فَاَخَذَ

ساتھ ابو سیف لوہار کے گھر گئے حضرت ابراہیم انھیں کے گھر پرورش پا رہے تھے رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِبْرَاھِیْمَ فَقَبَّلَہٗ وَشَمَّہٗ ثُمَّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو لیا انھیں بوسہ دیا اور سونگھا اس کے بعد

دَخَلْنَا عَلَیْہِ بَعْدَ ذٰلِکَ وَاِبْرَاھِیْمُ یَجُوْدُ بِنَفْسِہٖ فَجَعَلَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ

ہم لوگ پھر گئے تو ابراہیم آخری سانس لے رہے تھے اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عرض کیا، چند کھجوریں ہیں۔ حضور نے ان کھجوروں کو لے کر خوب اچھی طرح چبایا اور پھر بچے کے تالو میں چپکا دیا۔ اور ان کا نام عبد اللہ رکھا

قال رجل من الانصار بیہقی کی دلائل النبوۃ وغیرہ میں ہے۔ کہ یہ صاحب عبایہ بن رفاعہ تھے۔ یہ نو اولاد حضرت عبد اللہ

کے نسل کی تھیں۔ سب بلا واسطہ ان کی اولاد نہ تھیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عزیمت یہی ہے کہ مصیبت پر غم کا اظہار نہ کیا جائے۔ اور راضی بہ قضائے الٰہی رہا جائے۔ رضا بالقضا کا درجہ صبر سے اونچا ہے۔ یہی عزیمت ہے۔ اور اظہار غم رخصت۔ ایک تو یہ ہے کہ انسان فطرۃً اتنا سنگدل ہے کہ اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یہ مذموم ہے۔ اور محمود یہ ہے کہ اللہ عز وجل کے ساتھ بندے کا تعلق اتنا مضبوط ہو کہ اس تصور سے کہ ہر مصیبت اس کی عطا ہے۔ انسان مطمئن رہے جیسا کہ حضرت نظام الحق والدین محبوب الٰہی نے فرمایا

چوں درد بلاء تست بر جانم بادا

تشریحات ۷۶۴

حضرت ابراہیم کب پیدا ہوئے۔ کب وصال فرمایا۔ اس پر تفصیلی بحث کتاب الکسوف میں ہو چکی ہے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ جنھیں شاہ نجاشی نے نذر کیا تھا۔ یہ جب پیدا ہوئے تو انصار کرام کی خواتین اس کی خواہشمند ہوئیں کہ دودھ پلانے کی خدمت انھیں سپرد کی جائے مگر قرعہ فال حضرت ام بردہ بنت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام نکلا۔ انھیں کے شوہر ابو سیف لوہار تھے۔ ان کا نام اوس بن براء تھا۔ یہ دونوں بنی نجار کے فرد تھے۔ جنھیں حضور کے جد کریم حضرت عبد المطلب کا ننہال تھا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو قبطیوں سے جزیہ معاف فرما دیتا [1]

اس بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی گئی یا نہیں صحیح یہ ہے کہ پڑھی گئی۔ امام عطار نے بواسطہ ابن عجلان حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر چار تکبیریں پڑھیں۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ دفن کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[1] عمدۃ القاری سابع ص ۱۰۳۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ

وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا آپ یا رسول اللہ! تو فرمایا

وَاَنْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ یَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّہَا رَحْمَۃٌ ثُمَّ اَتْبَعَہَا بِاُخْرٰی

اے ابن عوف یہ شفقت ہے پھر اس کے بعد دوبارہ آنسو نکلے

فَقَالَ اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا

تو حضور نے فرمایا بیشک آنکھ روتی ہے دل غمزدہ ہے مگر زبان پر وہی ہے جسے ہمارا پروردگار

وَاِنَّا بِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاہِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ ؏

پسند فرماتا ہے اور ہم اے ابراہیم تیری جدائی سے غمگین ہیں۔

۷۶۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اشْتَکٰی سَعْدُ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا سعد بن عبادہ اپنی ایک

بْنُ عُبَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شَکْوٰی لَہٗ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

بیماری میں مبتلا ہوئے تو ان کے پاس نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہٗ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّسَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ

اور حضور کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن وقاص اور

نے فرمایا کہ کوئی ایک مشک لائے۔ ایک انصاری نے حکم کی تعمیل کی۔ انھیں سے فرمایا۔ ابراہیم کی قبر پر چھڑک دے۔ جب دفن میں حضور شریک تھے تو پھر یہ کیسے سمجھ میں آسکتا ہے کہ نماز جنازہ نہ پڑھی ہوگی جبکہ نماز جنازہ اس سے پہلے شروع ہو چکی تھی۔ جنت البقیع میں سب سے پہلے حضرت عثمان بن مظعون دفن ہوئے۔ ان کے بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان بن مظعون کے دفن کے وقت ہی حضور نے فرمایا ایک پتھر لاؤ کہ نشان کے لئے گاڑ دوں میرے اہل سے جو مریگا اسکے قریب دفن کروں گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مصیبت پر آنسو بہانا اور ایسے کلمات کہنا جن سے اندرونی غم ظاہر ہو اور وہ ناشائستہ نہ ہوں سنت ہے۔ اولاد کو گود میں لینا ان کا بوسہ لینا سونگھنا سنت ہے۔ اور اسی کے حکم میں اظہار محبت کے اور طریقے ہیں:

تشریحات ۷۶۵ یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ کہ ان المیت یعذب ببکاء اہلہ علیہ۔ میں رونے سے چلا کر بلند آواز سے رونا مراد ہے جو ممنوع ہے۔ اور صرف آنسو بہانا یا کلمات خیر کہنا سنت ہے۔

عہ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا بك لمحزونون ص ۱۷۴۔

لہ مگر یہ صحیح نہیں۔ اس درمیان بہت سے لوگ جنت البقیع میں دفن ہوئے ہیں۔ منہ

وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَیْہِ فَوَجَدَہٗ
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے جب ان کے پاس پہنچے تو انھیں اپنے لوگوں کے

فِیْ غَاشِیَۃِ اَھْلِہٖ فَقَالَ قَدْ قَضٰی فَقَالُوْا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَبَکَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
جھرمٹ میں پایا دریافت فرمایا قضا کر گئے؟ تو لوگوں نے عرض کیا، نہیں یا رسول اللہ! اس پر نبی صلی اللہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَی الْقَوْمُ بُکَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
تعالیٰ علیہ وسلم رو پڑے۔ جب لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رونے کو دیکھا

بَکَوْا فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَیْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ
تو سب رونے لگے اس پر ارشاد فرمایا کیا تم لوگ نہیں سنتے آنکھ کے آنسو، دل کے غم پر اللہ ہرگز

وَلٰکِنْ یُعَذِّبُ بِھٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی لِسَانِہٖ اَوْ یَرْحَمُ وَاِنَّ الْمَیِّتَ یُعَذَّبُ بِبُکَاءِ
عذاب نہیں فرماتا ہاں اس پر عذاب فرماتا ہے اور زبان کی طرف اشارہ فرمایا یا رحم فرماتا ہے اور بیشک

اَھْلِہٖ عَلَیْہِ وَکَانَ عُمَرُ یَضْرِبُ فِیْہِ بِالْعَصَا وَیَرْمِیْ بِالْحِجَارَۃِ وَیَحْثِیْ
میت کے اہل کے رونے سے اس پر عذاب ہوتا ہے اور حضرت عمر اس بارے میں

بِالتُّرَابِ ؏۵
ڈنڈے سے مارتے پتھر پھینکتے اور مٹی ڈالتے۔

حدیث ۷۶۶ عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ اَخَذَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ
حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم عورتوں سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَیْعَۃِ اَنْ لَّا نَنُوْحَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا
وسلم نے بیعت کے وقت یہ عہد لیا تھا۔ کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔

یعذب بھذا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی چیخے گا یا زمانہ جاہلیت کی طرح بین کریگا تو عذاب کا مستحق ہے، اور اگر اچھی بات کہے گا، کلمات صبر و شکر ادا کریگا تو اس پر رحم ہوگا۔ یا مراد یہ ہے کہ چیخنے چلانے پر بھی اللہ عزوجل کو اختیار ہے۔ چاہے عذاب دے چاہے رحم فرمائے۔

تشریحات ۷۶۶ ام سلیم بنت ملحان۔ حضرت انس کی والدہ، حضرت ابوطلحہ انصاری کی زوجہ ہیں اور ام العلاء بنت حارث بن خارجہ انصاریہ، حضرت زید بن ثابت کی زوجہ۔

ع۵ باب البکاء عند المریض ص ۱۷۳ مسلم الجنائز

اِمْرَأَةٌ غَيْرُ خَمْسِ نِسْوَةٍ أُمُّ سُلَيْمٍ وَأُمُّ الْعَلَاءِ وَابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ امْرَأَةُ

پانچ عورتوں کے سوا ہم میں سے کسی نے اس کو پورا نہیں کیا ام سلیم اور ام العلاء اور ابوسبرہ کی صاحبزادی

مُعَاذٍ وَامْرَأَتَانِ أَوِ ابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ وَامْرَأَةُ مُعَاذٍ وَامْرَأَةٌ أُخْرَى عه

معاذ کی اہلیہ اور دو عورتیں یا یہ کہا ابوسبرہ کی صاحبزادی اور معاذ کی اہلیہ اور ایک اور عورت نے۔

حدیث ۷۶۶

عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ جَنَازَةً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَاشِيًا

فرمایا جب تم میں سے کوئی جنازہ دیکھے اگر وہ اس کے ساتھ جانا نہ چاہتا ہو تو کھڑا ہو جائے

مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتَّى يُخَلِّفَهَا أَوْ تُخَلِّفَهُ أَوْ تُوضَعَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُخَلِّفَهُ عه

یہاں تک کہ یہ جنازے کو پیچھے چھوڑ دے یا جنازہ اسے پیچھے چھوڑ دے یا پیچھے چھوڑنے سے پہلے زمین پر رکھ دیا جائے۔

اوابنۃ ابی سبرۃ یہ شک کسی راوی سے ہوا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ۔ او۔ سے پہلے جو کچھ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانچ عورتیں یہ ہیں۔ ام سلیم، ام العلاء، ابنۃ ابی سبرۃ، حضرت معاذ کی زوجہ اور دو اور دوسری عورتیں۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ ان پانچ میں سے تین کا نام حضرت ام عطیہ نے لیا اور دو کا نہیں۔ او وابنۃ ابی سبرۃ حضرت معاذ کی زوجہ ہیں اور۔ او۔ کے بعد کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ ان پانچ میں سے چار کو ذکر کیا ام سلیم، ام العلاء، ابنۃ ابی سبرۃ اور حضرت معاذ کی اہلیہ صرف ایک کا نام نہیں لیا نیز یہ بھی

تشریحات ۷۶۷

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ ان سابق الاسلام بزرگوں میں ہیں جنھوں نے اس وقت دولت ایمان حاصل کیا جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار ارقم میں تشریف رکھتے تھے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کے حلیف تھے۔ ان کے والد خطاب نے ان کو متبنّٰی بنا لیا تھا۔ اسی لیے یہ۔ عامر بن خطاب کہے جاتے تھے۔ جب آیہ کریمہ۔ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ۔ انھیں ان کے باپ کی طرف نسبت کرکے پکارو۔ نازل ہوئی تو عامر بن ربیعہ کے نام سے پکارے جانے لگے انھوں نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ آگئے۔ ان کی زوجہ لیلیٰ بنت ابی حثمہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ مدینہ طیبہ ہجرت کرنے والی پہلی خاتون ہیں۔ تمام غزوات میں ہم رکاب رسالت رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ شام کے سفر میں ساتھ رکھا۔ حج کے سفر میں ساتھ رکھتے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جب سورش بپا ہوئی تو گوشہ نشین ہو گئے۔ گوشہ نشینی ہی کی حالت میں حضرت عثمان کی شہادت کے چند دنوں بعد واصل بحق ہو گئے۔

عه باب ما ینھی عن النوح والبکاء ص ۱۷۵، مسلم الجنائز، نسائی الجنائز۔

عه باب متی یقعد اذا قام للجنازۃ ص ۱۷۵، مسلم الجنائز نسائی الجنائز۔

حدیث ٧٦٨ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْجَنَازَۃَ فَقُوْمُوْا فَمَنْ تَبِعَھَا فَلَا

وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور

یَقْعُدْ حَتّٰی تُوْضَعَ ؏

جو جنازہ کے ساتھ جائے تو جب تک کہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے، نہ بیٹھے۔

حدیث ٧٦٩ عَنْ سَعِیْدِنِ الْمَقْبُرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ

سعید مقبری اپنے باپ کیسان سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جنازے کو دیکھکر بیٹھے رہنا ممنوع ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ کھڑے ہو جانا واجب ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ مسلم[1] میں ابو داؤد[2] میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنازے کے لئے کھڑے ہوتے تھے اس کے بعد پھر بیٹھے رہے (یعنی جنازہ دیکھکر کھڑے نہ ہوتے) ابن حبان کی صحیح میں ہے۔ کہ حضرت علی نے فرمایا۔ ہمیں جنازے کیلئے کھڑے ہونے کا حکم دیتے تھے۔ اس کے بعد پھر بیٹھے رہنے اور بیٹھنے کا حکم دیا۔ حازمی نے کہا کہ میرے پاس سے جنازہ گزرا تو میں کھڑا ہو گیا تو حضرت علی نے فرمایا۔ تمہیں یہ فتویٰ کس نے دیا ہے۔ میں نے عرض کیا، ابو موسیٰ اشعری نے۔ تو حضرت علی نے فرمایا۔ صرف ایک بار حضور جنازے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ جب یہ منسوخ ہو گیا تو منع فرما دیا[3]۔ احناف اور شوافع اور حنابلہ کا مذہب یہی ہے کہ جنازے کیلئے کھڑا ہونا ضروری نہیں۔

تشریحات ٧٦٨، ٧٦٩ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے دو باتیں مستفاد ہوئیں۔ ایک یہ کہ جنازے کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔ اس کے بارے میں گزر چکا کہ یہ حکم منسوخ ہے۔ دوسری یہ کہ جو لوگ جنازے کے ساتھ جائیں وہ لوگ اس وقت تک نہ بیٹھیں جب تک جنازہ زمین پر رکھ دیا جائے۔ اور سعید مقبری والی حدیث سے صرف دوسری بات ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ حکم باقی ہے۔ حتی توضع۔ میں دو احتمال ہے زمین پر رکھا جائے یا لحد میں۔ صحیح یہی ہے کہ مراد زمین پر رکھنا ہے۔ امام ابو داؤد[4] نے حضرت ابو سعید خدری کی حدیث روایت کرنے کے بعد فرمایا۔ اس حدیث کو سہل بن بیضا نے اپنے والد کے توسط سے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا حتی توضع بالارض اور ابو معاویہ نے سہل ہی سے یہ روایت کی۔ حتی توضع فی اللحد۔ اور سفیان ثوری ابو معاویہ سے احفظ ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ سفیان ہی کی روایت کو ترجیح ہے۔ اقول حضرت سفیان ثوری ابو معاویہ

؏ باب متی یقعد اذا قام للجنازۃ ص ١٧٥۔

[1] للجنازۃ ص ٩٧۔ [2] اول الجنائز فصل فی استحباب القیام للجنازۃ ص ٣١٠ [3] ثانی الجنائز باب القیام للجنازۃ [4] عمدۃ القاری ثامن ص١١ [5] ثانی الجنائز باب القیام للجنازۃ ص ٩٦۔

كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فَأَخَذَ أَبُو هُرَيْرَةَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَجَلَسَ قَبْلَ أَنْ
ہم ایک جنازے میں تھے تو ابو ہریرہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا اور دونوں بیٹھ گئے
تُوضَعَ فَجَاءَ أَبُو سَعِيدٍ فَأَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَقَالَ قُمْ فَوَاللّٰهِ
اور ابھی جنازہ زمین پر رکھا نہیں گیا تھا اتنے میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لَقَدْ عَلِمَ هٰذَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنْ
آگئے اور مروان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کھڑا ہو بخدا انھیں معلوم
ذٰلِكَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ صَدَقَ ؏
ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تو حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا انھوں نے سچ کہا۔

۷۰۰ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ
حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمارے قریب سے ایک جنازہ

افقہ بھی ہیں۔ اس لئے بھی ترجیح ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹھنا اس کی دلیل ہے کہ یہ نہی تنزیہہ کیلئے تھی۔ خصوصًا ایسی صورت میں کہ انھیں یہ حدیث معلوم تھی۔

۷۰۰،۷۷۱،۲۴۲،۲۴۳ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سفیان بن عیینہ سے سند موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

تشریحات

سہل بن حنیف اوسی انصاری صحابی ہیں ان سے چالیس حدیثیں مروی ہیں۔ قیس بن سعد بن عبادہ مشہور انصاری صحابی حضرت سعد بن عبادہ کے خلف الرشید صحابی بن صحابی جواد بن جواد کریم بن کریم بزرگ ہیں۔ افاضل صحابہ اور عقلاء عرب میں سے ہیں اور دنیا کے مشہور بہادروں میں۔ قد آوروں میں ایک دفعہ ایک عورت نے آکر عرض کیا کہ میرے گھر کے چوہے لاٹھی کے سہارے چلتے ہیں۔ فرمایا میں ایسا کر دوں گا کہ شیر کی طرح کود یں گے، پھر اس کے گھر کو بھر دیا۔ بہت حسین وجمیل تھے مگر ان کے داڑھی میں ایک بال بھی نہ تھا۔ انصار کہتے تھے اگر داڑھی کہیں ملتی تو ہم اپنے مال سے ان کے لئے خرید دیتے۔ سنہ ۶۰ھ میں وصال ہوا۔ عبد الرحمٰن قاسم بن ابی لیلیٰ۔ ابو لیلیٰ کا نام یسار تھا۔ یسار بن ابی لیلیٰ حضرت فاروق اعظم کے عہد میں پیدا ہوئے۔ ۸۱ھ میں اور ۸۳ھ میں واصل بحق ہوئے۔ انکے صاحبزادے محمد بن عبد الرحمٰن تھے، انھیں بھی ابن ابی لیلیٰ کہا جاتا ہے یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاصر اور کوفے کے قاضی تھے۔ جلیل القدر تابعی محدث فقیہ صاحب مذہب تھے۔ محدثین جب ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں تو ان کے باپ عبد الرحمٰن مراد ہوتے ہیں۔ اور جب فقہا ابن ابی لیلیٰ بولتے ہیں تو محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ قاضی کوفہ مراد ہوتے ہیں۔

قیام کا راز اس حدیث میں ہے کہ فرمایا کیا یہ جان نہیں۔ اور حضرت جابر ہی کی ایک حدیث میں ہے۔ موت گھبراہٹ

؏ باب من تبع جنازۃ فلا یقعد حتی توضع ص ۱۷۵۔ ۱؎ حیات الحیوان ۲ ۔ ۲؎ نسائی اول الجنائز باب القیام للجنازۃ

فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ

گزرا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے لئے کھڑے ہوگئے اور ہم بھی کھڑے ہوگئے اور ہم نے

إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ قَالَ فَإِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوا عہ

عرض کیا یا رسول اللہ یہ یہودی کا جنازہ ہے تو فرمایا جب جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔

حدیث ۷۷۱ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلٰى قَالَ كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ

عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ

وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرُّوْا

عنہم قادسیہ میں بیٹھے تھے کہ کچھ لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے تو دونوں کھڑے

عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيْلَ لَهُمَا إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَيْ مِنْ أَهْلِ

ہوگئے ان سے عرض کیا گیا کہ یہ یہاں کا کاشتکار یعنی ذمی ہے تو ان دونوں حضرات

الذِّمَّةِ فَقَالَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ

نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب سے ایک جنازہ گزرا تو کھڑے ہوگئے

فَقَامَ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ أَلَيْسَتْ نَفْسًا عہ

عرض کیا گیا یہ یہودی کا جنازہ ہے تو فرمایا کیا یہ جان نہیں

۷۷۲ وَقَالَ زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى قَالَ كَانَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ وَّ

اور زکریا نے شعبی سے وہ ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا

کی چیز ہے۔ ان دونوں کا ماحصل ایک ہے۔ کہ اس میں بھی جان تھی جس پر موت آئی۔ یہ تصور گھبرانے والا ہے۔ جنازہ دیکھ کر موت یاد آگئی۔ دوسری احادیث میں ہے کہ جنازے کے ساتھ جو فرشتے ہیں ان کے لئے کھڑے ہو یعنی ہر میت کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں۔ مومن کے ساتھ رحمت کے اور کافر کے ساتھ عذاب کے۔ بعض احادیث میں ہے کہ جو روح قبض کرتا ہے اس کے لئے کھڑے ہو۔ لے نسائی میں سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لئے کھڑے ہوئے کہ یہ ناپسند فرمایا کہ سر اقدس سے یہودی کا جنازہ بلند ہو۔ لے طحاوی میں ان سے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ کھڑے ہونے کا سبب یہ بیان فرمایا۔ اس کی بدبو نے مجھے ایذا پہنچائی

عہ باب من قام لجنازۃ یہودی ص ۱۷۵ مسلم الجنائز ابو داؤد الجنائز النسائی الجنائز۔ عہ باب من قام لجنازۃ یہودی ص ۱۷۵ مسلم الجنائز نسائی الجنائز۔ لے عمدۃ القاری ثامن ص ۱۰۸ لے اول الجنائز باب القیام للجنازۃ هل الشراح ص ۲۷۲ لے شرح معانی الآثار اول۔ الجنائز باب الجنازۃ مرت بالقوم ایقوموں ام لا ص ۲۳۵

قَیْسٌ یَقُوْمَانِ لِلْجَنَازَۃِ[۵]

حضرت ابو مسعود اور قیس جنازے کیلئے کھڑے ہوتے تھے

اہل الارض اس کی تفسیر اہلِ ذمہ سے کی — اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام نے ممالک فتح کر کے اراضی وہاں کے مقامی باشندوں کو خراج پر دیدی تھی خود کاشتکاری نہیں کرتے تھے، اسی لئے اس زمانے کے کاشتکار کافر ہی تھے۔

تشریحات

۱۲۷۷ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سفیان بن عیینہ سے سندِ موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔



[۱] باب من قام لجنازۃ یہودی ص ۱۷۵ [۲] حیات الحیوان ص [۳] نسائی اول الجنائز باب القیام لجنازۃ اہل الشرک ص ۲۷۲ — [۴] اول الجنائز باب القیام لجنازۃ اہل الشرک ص ۲۷۲ [۳] عمدۃ القاری ثامن ص ۱۰۸ [۴] اول الجنائز باب الجنازۃ تمر بالقوم أیقوم ام لا؟ ص ۲۳۵

[۵] شرح معانی الآثار اول — الجنائز، باب الجنازۃ تمر بالقوم أیقوم ام لا؟ ص ۲۳۵

حدیث ۷۷۲

عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ
سعید مقبری نے اپنے والد (کیسان) سے روایت کیا کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت چارپائی

وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً
رکھ دی جاتی ہے اور لوگ اسے اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ نیک ہوتی ہے تو کہتی ہے۔ مجھے

قَالَتْ قَدِّمُوْنِیْ وَاِنْ كَانَتْ غَیْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ یَا وَیْلَهَا اَیْنَ تَذْهَبُوْنَ
آگے لے چلو۔ اور اگر نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے ہائے اسے کہاں لے جاتے ہو۔ اس کی آواز

بِهَا یَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهٗ لَصَعِقَ ع ه
کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے۔ اور اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔

تشریحات ۷۷۲

الجنازہ۔ گذر چکا کہ اس کا اطلاق میت اور چارپائی دونوں پر ہوتا ہے۔ یہاں میت کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب میت چارپائی پر رکھ دی جاتی ہے۔ جیسا کہ ابو ذئب کی روایت میں ہے جو حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے۔ ولو سمعہ کی ضمیر مفعول کا مرجع غیر صالح میت کا قول ہے۔ جس پر قالت دلالت کر رہا ہے۔ علی اعناقھم سے مراد کندھے ہیں۔ گردن پر جنازہ اٹھانے کا سوال ہی نہیں۔ مراد یہ ہے کہ یہ اتنے بھیانک انداز سے چیختا ہے کہ انسان اس کی تاب نہیں لاسکتا۔ سن لے تو بیہوش ہو جائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد بھی ہر میت میں خواہ وہ مومن ہو خواہ کافر حیات ہوتی ہے جس سے وہ ادراک کرتا ہے حتی کہ بولتا اور چیختا ہے۔ آنے والے خطرات کا احساس رکھتا ہے۔

باب سے مطابقت

یہاں باب یہ ہے۔ جنازے کو مرد اٹھائیں نہ عورتیں۔ حدیث میں یہ ہے۔ واحتملھا الرجال۔ یہ اگرچہ اخبار ہے مگر شارع علیہ السلام کا قول ہے اور شارع علیہ السلام کا قول جہاں تک ممکن ہو تشریع پر حمل کرنا ضروری ہے۔ اب اس سے ثابت ہو گیا کہ مشروع یہی ہے کہ مرد جنازہ اٹھائیں۔ عورتوں کے لئے جنازہ اٹھانا مشروع نہیں۔

گذر چکا کہ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا ہی منع ہے۔ پھر جنازہ اٹھانے کا سوال ہی نہیں۔ اس سلسلے میں اس سے زیادہ صریح حدیث مروی ہے۔ مگر وہ امام بخاری کی شرط پر نہیں۔ اس لئے اسے ذکر نہیں فرمایا۔ ابو یعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جنازے میں عورتوں کو ملاحظہ فرمایا۔ تو ارشاد فرمایا کیا یہ جنازے کو اٹھائیں گی۔ لوگوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ پھر فرمایا۔ کیا یہ دفن کریں گی۔ عرض کیا گیا نہیں۔ تو فرمایا لوٹ جائیں۔ مان ورات غیر ماجورات۔ گناہ بٹورتے ہوئے نہ کہ ثواب حاصل کرتے ہوئے۔

ع ه باب حمل الرجال الجنازة دون النساء ص ۱۷۵ باب قول المیت وھو علی الجنازہ ـــ ل، ص ۱۷۶ باب کلام المیت مع الجنازة ۱۷۶
ملکہ نسائی الجنائز مسند امام احمد جلد ثالث ص ۳۱/۵۸ لہ نسائی اول الجنائز باب السرعۃ بالجنازۃ ص ۲۰۷ ۲ لہ فتح الباری جلد ثالث ص ۱۸۲

ت ۲۴۴

وَقَالَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اَنْتُمْ مُشَیِّعُوْنَ فَامْشُوْا بَیْنَ یَدَیْہَا وَخَلْفَہَا وَعَنْ یَمِیْنِہَا وَشِمَالِہَا وَقَالَ غَیْرُہٗ قَرِیْبًا۔ ع

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ تم بہت کر رخصت کرنے والے ہو تو اس کے آگے پیچھے داہنے بائیں چلو اور ایک دوسرے صاحب نے کہا۔ جنازے کے قریب چلو۔

حدیث ۷۷۲

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَۃِ فَاِنْ تَکُ صَالِحَۃً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَہَا وَاِنْ تَکُ سِوٰی ذٰلِکَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَہٗ عَنْ رِقَابِکُمْ۔ ع

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ جنازے کو تیزی سے لے چلو، اگر وہ نیک ہے تو خیر ہے جسے آگے کر رہے ہو۔ اور اگر اس کے سوا ہے تو شر کو اپنی گردنوں سے اتاروگے۔

کشمیری صاحب پر تعقب

کشمیری صاحب نے لکھا ہے کہ میت قدموني غسل کے وقت کہتی ہے۔ سبحان اللہ احادیث میں صاف تصریح ہے۔ واحتملها الرجال علی اعناقهم فان کانت۔ اور مرد اپنی گردنوں پر اٹھالیتے ہیں تو میت اگر نیک ہے الخ فا تعقیب کے لئے ہے جس کی دلالت اس پر صریح ہے کہ اٹھانے کے بعد کہتی ہے۔ کیا اٹھانے کی حالت میں غسل دیا جاتا ہے۔ غالبًا قبلہ کو نسائی[له] کی اس حدیث سے دھوکہ ہوا جو ابن ابی ذئب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ جس میں یہ ہے۔ فاذا وضع الرجل الصالح علی سریرہ قال قدموني۔ مگر یہ خیال نہ آیا کہ اگر اس حدیث کو اپنے ظاہر پر حمل کریں گے تو حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے تعارض لازم آئے گا جو دفع نہ ہو سکے گا اور جب حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو اپنے ظاہر پر رکھیں گے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آسانی سے تاویل ہو سکے گی جس سے تعارض اٹھ جائے گا۔ نیز ہر شخص سوچے کہ قدموني کہنا غسل کے وقت زیادہ مناسب ہے۔ یا کندھوں پر اٹھانے کے وقت۔

تشریحات ۲۴۴

اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ اور امام عبد الرزاق نے موصولًا روایت کیا ہے۔ یہاں باب یہ ہے کہ جنازے کو تیزی سے چلنا، ظاہر ہے کہ اس اثر کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ ابن منیر نے یوں مناسبت پیدا کی کہ ساتھ والوں کے لئے کوئی جہت اس لئے متعین نہیں کی کہ جنازہ تیزی کے ساتھ لے جایا جائے۔ اگر ساتھ والوں کے لئے جہت متعین کر دی جائے گی تو ان کا لحاظ ضروری ہوگا۔ اور دوڑ نے والے کمزور بھی ہیں۔ تیز رو بھی ہیں سست رو بھی۔ ساتھیوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا تاکہ جنازہ کو تیز لے چلنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ لیکن اگر ساتھیوں کے لئے پیچھے کی جہت متعین کر دی جائے تو جنازے کے لے چلنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔ اس لئے مناسبت کی یہ تقریر تام نہیں۔ گذر چکا کہ افضل جنازے کے پیچھے چلنا ہے۔ دوسرے صاحب کا قول تو تیز لے چلنے کے منافی ہے۔ جب ساتھیوں پر یہ پابندی لگا دی کہ جنازے کے قریب رہیں تو کمزور، سست رفتار قریب کیسے رہ پائیں گے۔ اس لئے زیادہ مناسب یہی ہے کہ یہ کہا جائے

ع۵ باب السرعة بالجنازة ص ۱۷۵، له اول الجنائز، باب السرعة بالجنازة ص ۲۷۰

ع۶ باب السرعة بالجنازة ص ۱۷۶ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ کلهم فی الجنائز

حدیث ۷۷۴

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ اَوِ الثَّالِثِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

حدیث ۷۷۵

اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تُوُفِّيَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِّنَ الْحَبَشِ فَهَلُمُّوْا فَصَلُّوْا

مجھے عطا نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج حبشے کا ایک نیک شخص وفات پا گیا ہے آؤ اس پر نماز پڑھیں۔

کہ یہ تعلیق اس لئے لائے ہیں کہ آئندہ اس باب میں آنے والی حدیث میں تیز چلنے سے مراد معتدل رفتار سے چلنا ہے، تاکہ کمزور سست رفتار بھی ساتھ رہ سکیں۔

تشریحات ۷۷۳

اسرعوا بالجنازۃ۔ جنازہ تیز لے چلنے سے مراد ہے، متوسط رفتار۔ جیسا کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ہم جنازے میں اس رفتار سے چلتے جو رمل کے قریب ہوتی۔ اس سے واضح وہ حدیث ہے جسے امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ ان کے والد ماجد نے یہ وصیت کی تھی کہ جب تم مجھے چارپائی پر اٹھانا تو دونوں چالوں کے درمیان چلنا اور جنازے کے پیچھے رہنا۔ اس لئے کہ اس کا اگلا حصہ فرشتوں کے لئے ہے، اور پچھلا بنی آدم کے لئے۔ نیز ابو داؤد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنازے کے ساتھ چلنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ دوڑنے سے کم۔ اور اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ تجہیز و تکفین میں جلدی کرو۔ جیسا کہ ابو داؤد میں حضرت حصین بن وحوح سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جلدی کرو کیونکہ یہ مناسب نہیں کہ مسلمان کی لاش اس کے اہل کے سامنے روکی رہے۔ نیز طبرانی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اسے روکو مت جلدی کرو۔ اس تقدیر پر تضعونه عن رقابکم کے معنی مجازی ہوں گے۔ یعنی جو ذمہ داری تھی اسے پوری کرو گے۔

تشریحات ۷۷۴، ۷۷۵

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس دن نجاشی کا وصال ہوا تھا اسی دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی وفات کی خبر دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔

توضیح باب

یہاں ایک باب کا عنوان ہے سنۃ الصلوۃ علی الجنازۃ۔ جنازے پر نماز کا طریقہ۔ یعنی مشروع طریقہ۔ مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازے میں کیا شرائط و ارکان مقرر فرمائے ہیں۔ انکے شرائط

ع باب من صف صفین او ثلثۃ ص۱۷۶ عمدۃ الحدیث ص۵۴۶ [۱] نسائی اول الجنائز، باب السرعۃ بالجنازۃ ص۲۷۱ مسند امام احمد خامس ص۳۶۵ [۲] عمدۃ القاری ثامن ص۱۱۳ [۳] ثانی الجنائز، باب الاسراع بالجنازۃ ص۹۷ [۴] ثالث الجنائز باب تعجیل الجنازۃ ص۴۵۲ [۵] عمدۃ القاری ثامن ص۱۱۳

عَلَيْهِ قَالَ فَصَفَفْنَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ صُفُوفٌ

ہم نے صف لگائی اور نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور ہم کئی

وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي ۔ عه

صف میں تھے اور میں دوسری صف میں تھا

ت ۲۴۵

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُصَلِّي إِلَّا طَاهِرًا وَلَا يُصَلِّي عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ

اور حضرت ابن عمر بغیر طہارت کے نہیں پڑھتے تھے اور طلوع آفتاب اور غروب

وَلَا عِنْدَ غُرُوبِهَا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ۔ عه

کے وقت بھی نہیں پڑھتے تھے اور ہاتھوں کو اٹھاتے تھے

ہیں طہارت ، ستر عورت ، استقبال قبلہ ، نیت ، میت کے کل یا اکثر جسم کا آگے ہونا ، اس کا پاک ہونا ، ارکان میں تکبیریں ہیں ، اس میں کلام جائز نہیں ۔ امام بخاری نے پہلے تین حدیث کے اجزاء نقل فرمائے ۔ جن میں اس کی تعبیر صلی ہے یا صلوا ہے ۔ پھر فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے اسے نماز فرمایا ۔ حالانکہ اس میں رکوع سجدہ نہیں ۔ پھر بھی یہ نماز اس لئے ہے کہ اس میں نماز کے احکام وارکان ہیں ۔ اس میں کلام جائز نہیں ۔ اس میں تکبیر ہے تسلیم ہے ۔

تشریحات ۲۴۵ یہ تعلیق اس کے ثبوت میں لائے کہ نماز جنازہ نماز ہے ۔ اس لئے کہ جیسے اور نماز بغیر طہارت صحیح نہیں ، اور آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت جائز نہیں ۔ ویسے ہی یہ بھی ہے ۔ جیسے اور نمازوں میں رفع یدین ہے ویسے ہی اس میں بھی ہے ۔ اس تعلیق کے تین جزء ہیں ۔ پہلے جزء کو امام مالک نے موطا میں ذکر فرمایا ۔ اور دوسرے جزء کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ۔ اور تیسرے جزء کو امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے ۔

احناف کے یہاں صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین ہے ۔ باقی تکبیروں میں نہیں ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہر تکبیر میں رفع یدین ہے ۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ترمذی[له] نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازے پر تکبیر پڑھی ۔ اور پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھایا ۔ پھر داہنے کو بائیں پر رکھا ۔ دار قطنی میں یہ زائد ہے **ثم لا یعود** پھر دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھاتے ۔ دار قطنی ہی میں حضرت ابن عباس سے بھی اسی کے مثل مروی ہے ۔ مبسوط میں ہے کہ حضرت ابن عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہم نے فرمایا ۔ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کہیں ہاتھ نہ اٹھایا جائے ۔ ابن حزم نے حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر سے بھی یہی نقل کیا ۔ اور یہ بھی کہا کہ تکبیر تحریمہ کے سوا اور کسی تکبیر میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ۔ اور نہ اجماع ہے ۔ ابن منذر نے پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانے پر اجماع نقل کیا ہے ۔

نماز جنازہ میں دوبار سلام ہے بیہقی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالے عنہ کے بارے میں روایت کیا کہ نماز جنازہ میں دائیں بائیں سلام پھیرا ۔ اور فارغ ہوئے تو فرمایا ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عه باب الصفوف على الجنازة ص۱۷۶ باب هجرة الحبشة ص۵۴۷ مسلم الجنائز ، نسائی الجنائز

عه باب سنة الصلوٰة على الجنازة ص۱۷۶ له اول الجنائز ، باب رفع اليدين على الجنازة ص۱۷۶

ت ٢٤٦ وقال الحسن ادركت الناس واحقهم على جنائزهم من رضوه

اور امام حسن بصری نے فرمایا میں نے لوگوں کو اسی طریقے پر پایا کہ نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے

بفرائضهم. واذا احدث يوم العيد او عند الجنازة يطلب الماء ولا

زیادہ مستحق وہ شخص ہے جسے لوگوں نے اپنے فرائض کی امامت کے لئے پسند کیا ہو، اور نماز عید اور نماز جنازہ میں وضو ٹوٹ جائے

يتيمم واذا انتهى الى الجنازة وهم يصلون يدخل معهم بتكبيرة عه

تو پانی تلاش کرے اور تیمم نہ کرے اور جب جنازے تک اس وقت پہنچے کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو تکبیر کہہ کے شامل ہو جائے۔

علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ میں اس پر زیادتی نہ کروں گا۔ معرفہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ تین باتیں وہ ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے تھے، لوگوں نے چھوڑ دی ہیں۔ ان میں ایک نماز جنازہ میں اور نمازوں کی طرح دو سلام ہے۔

تشریحات ٢٤٦ حضرت حسن بصری نے چار مسائل بیان فرمائے۔ اوّل یہ کہ نماز جنازہ کی امامت کا حق اسے ہے جو فرائض کا امام ہو۔ اور یہی اس وقت کے صحابہ و تابعین کا عمل تھا، چونکہ نماز کی امامت کا حق سب سے پہلے سلطان اسلام یا اس کے نائب کا ہے۔ اس لئے نماز جنازہ کا بھی سب سے زیادہ استحقاق والی ہی کو ہے۔ یہی احناف کا مذہب ہے۔ اس پر نص صریح حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ ارشاد ہے جو انہوں سعید بن العاص اموی حاکم مدینہ سے فرمایا۔ جبکہ وہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھا۔ آگے بڑھو اگر یہی طریقہ نہ ہوتا تو تجھے آگے بڑھنے نہیں دیتا۔[1] یہ ارشاد صحابۂ کرام اور تابعین عظام کی موجودگی میں ہوا۔ اور کسی نے انکار نہیں کیا۔

دوسرا تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ نماز عیدین اور نماز جنازہ میں اگر حدث ہو جائے، تو بقیہ نماز تیمم کرکے نہ پڑھے بلکہ پانی تلاش کرکے وضو کرکے پھر پڑھے۔ ہمارے یہاں یہ ہے کہ اگر اسے اس کا اندیشہ ہو کہ اگر وضو کرے گا تو امام فارغ ہو جائے گا تو تیمم کرکے نماز پڑھے۔ خواہ جب آیا تو وضو نہ تھا۔ یا اثنائے نماز میں وضو ٹوٹا ہو[2] اس لئے کہ نماز عیدین اور نماز جنازہ کی نہ قضا ہے نہ بدل، حضرت امام حسن بصری کا یہ ارشاد اس پر محمول ہے کہ اسے ظن غالب ہو کہ امام کے فارغ ہونے کے پہلے پہلے نماز میں شامل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ سعید بن منصور نے انہیں کا یہ قول ذکر فرمایا ہے کہ اس صورت میں اگر نماز جنازہ فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم کرے[3]۔ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص اس وقت پہونچا کہ نماز جنازہ ہو رہی تھی تو وہ بلا تاخیر تکبیر کہہ کر شامل ہو جائے۔ اس کا انتظار نہ کرے کہ جب امام تکبیر کہے تو شامل ہو۔ ہمارے یہاں تفصیل ہے۔ اگر ایسے وقت آیا کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا ابھی دوسری تکبیر نہیں کہی تھی۔ تو تکبیر کہہ کے فوراً شامل ہو جائے، دوسری تکبیر کا انتظار نہ کرے۔ اور اگر دوسری یا تیسری تکبیر کے بعد آیا تو فوراً شامل نہ ہو، انتظار کرے جب امام تکبیر کہے تو اس وقت شامل ہو۔ امام حسن بصری کے اخیر والے دونوں ارشاد کو امام ابن ابی شیبہ نے ذکر فرمایا۔

عه باب سنة الصلوة على الجنازة ص١٧٦ — [1] عمدة القاری ثامن ص١٢٤ — [2] بہار شریعت جلد دوم ص١٢٣

[3] عمدة القاری ثامن ص١٢٤

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ أَرْبَعًا عه

اور امام سعید بن مسیب نے فرمایا رات ہو یا دن سفر ہو یا حضر چار تکبیریں کہے۔

ت ۲۴۷ وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ التَّكْبِيرَةُ الْوَاحِدَةُ اسْتِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ عه

اور حضرت انس نے فرمایا ایک تکبیر نماز شروع کرنے کی ہے۔

ت ۲۴۸ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ إِذَا صَلَّيْتَ فَقَدْ قَضَيْتَ الَّذِي عَلَيْكَ

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تو نے نماز جنازہ پڑھ لی تو میت کا جو حق تم پر تھا وہ ادا کر چکے۔

ت ۲۴۹ وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ مَا عَلِمْنَا عَلَى الْجَنَازَةِ إِذْنًا وَلٰكِنْ مَنْ صَلّٰى

ت ۲۵۰ ثُمَّ رَجَعَ فَلَهُ قِيرَاطٌ۔ سه

اور حمید بن ہلال نے کہا۔ جنازے پر ہم اجازت نہیں جانتے ہاں جو نماز پڑھ کر لوٹا اس کے لئے ایک قیراط ہے۔

تشریحات ۲۴۷ ۲۴۸ ان دونوں اثر کا حاصل ایک ہی ہے کہ نماز جنازہ میں کل چار تکبیریں ہیں ان میں ایک یعنی پہلی تکبیر تحریمہ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو امام سعید بن منصور نے تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

تشریحات ۲۴۹ یہاں باب ہے جنازے کے ساتھ چلنے کی فضیلت کا بیان، مطابقت یہ ہے کہ کسی کا حق ادا کرنا ثواب کا کام ہے۔ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جنازے کے ساتھ جانا ضروری ہے۔ **اقول** غالباً امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جس نے نماز جنازہ میں شرکت کرلی وہ حکماً جنازے کے ساتھ گیا۔

تشریحات ۲۵۰ حمید بن ہلال تابعی ہیں۔ ان کے ارشاد کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ نماز جنازہ میت کا حق ہے۔ جو حصول ثواب کیلئے پڑھی جاتی ہے۔ اولیائے میت کا حق نہیں کہ لوٹنا ان کی اجازت پر موقوف ہو۔ نماز پڑھ کر جس کا جی چاہے چلا جائے کوئی حرج نہیں۔ حضرت زید بن ثابت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم صحابہ کرام میں سے اور عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد امام حسن بصری، قتادہ، ابو قلابہ کا یہی عمل تھا کہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد لوٹ آتے اجازت نہیں لیتے تھے۔ اس کے برخلاف حضرت عمر حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت مسور بن مخرمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور امام نخعی اجازت لئے بغیر واپس نہ ہوتے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اجازت لئے بغیر واپس ہونا پسندیدہ بات نہیں۔ مگر یہ کہ دفن میں دیر ہو، ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ بغیر اجازت واپس نہ ہو اس لئے کہ جس طرح نماز جنازہ میت کا حق ہے اسی طرح دفن بھی حق ہے۔ اور یہ اس سے اہم اور بہ نسبت اس کے کچھ مشقت کا طالب ہے۔ اگر سب چھوڑ کر چلے جائیں تو دفن کون کرے گا۔ اس سلسلے میں احادیث بھی وارد ہیں۔ اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر استحباب کے اثبات کے لئے کافی ہیں۔ امام بزار نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عه باب سنة على الجنازة ص۱۷۶ عه ايضاً

سه باب فضل اتباع الجنازة ص۱۷۶ سه ايضاً

حدیث ۷۷۶

سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُولُ حُدِّثَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهٗ قِيرَاطٌ فَقَالَ اَكْثَرَ اَبُو هُرَيْرَةَ عَلَيْنَا فَصَدَّقَتْ يَعْنِي عَائِشَةُ اَبَا هُرَيْرَةَ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهٗ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيطَ كَثِيرَةٍ عه

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما سے یہ حدیث بیان کی گئی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ کہتے ہیں کہ جو جنازے کے پیچھے گیا اس کے لئے ایک قیراط ہے تو انہوں نے کہا۔ ابوہریرہ کثرت سے حدیث بیان کرنے کے عادی ہیں اس کی اطلاع جب ام المومنین حضرت عائشہ کو ہوئی تو انہوں نے ابوہریرہ کی تصدیق کی اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے تو ابن عمر نے کہا ہم بہت سے قیراط ضائع کر دیے

حدیث ۷۷۷

اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَهٗ قِيرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا جو جنازے پر حاضر ہوا یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھی تو اس کے لئے ایک قیراط ہے اور جو دفن کے وقت

نے فرمایا۔ دو امیر ہیں حالانکہ امیر نہیں۔ وہ عورت جو قوم کے ساتھ حج کرے اور اسے حیض آجائے۔ اور وہ مرد جو جنازے کے ساتھ جائے اور نماز پڑھے تو اسے یہ حق نہیں کہ اہل جنازہ کی اجازت حاصل کئے بغیر لوٹے۔ امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو جنازے کے ساتھ گیا اور اسے کاندھے سے اتارا۔ اور اس پر مٹی ڈال دی اور بیٹھا یہاں تک کہ اسے اجازت دی گئی تو دو قیراط لیکر لوٹا۔ امام عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ ارشاد روایت کیا۔ دو امیر ہیں اور امیر نہیں۔ وہ شخص جو جنازے کے ساتھ رہے اور اس پر نماز پڑھے تو اسے میت کے ولی کی اجازت کے بغیر لوٹنا نہیں چاہئے لہ

تشریحات ۷۷۶، ۷۷۷

ترمذی میں بہ حدیث بطریق ابو سلمہ یوں ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص جنازے پر صرف نماز پڑھے اس کے لئے ایک قیراط ہے۔ اور جو جنازے کے ساتھ رہے یہاں تک کہ دفن کر دیا جائے اس کے لئے دو قیراط ــــ ان میں ایک، یا یہ فرمایا۔ ان دونوں میں سے چھوٹا اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔ راوی نے کہا۔ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے اس کو ذکر کیا تو انہوں نے حضرت عائشہ کے پاس آدمی بھیجا کہ ان سے دریافت کرے تو ام المومنین نے فرمایا کہ ابوہریرہ نے سچ کہا، اس پر حضرت ابن عمر نے کہا ہم نے بہت سے قیراط ضائع کر دیئے۔

قیراط اصل میں قِرَّاط تھا، اسلئے کہ اس کی جمع قراریط آتی ہے۔ واحد میں راء کو خلافِ قیاس یاء سے بدل دیا۔ جیسے دینار میں نون کو یاء سے بدلا۔ کیونکہ دینار اصل میں دنّار تھا اس لئے اس کی جمع دنانیر آتی ہے۔

قیراط کے یہ معانی ہیں۔ انگلی کا پیچ، دانگ کا آدھا، درہم کے چھٹے حصے کے برابر ایک سکہ ہوتا تھا۔ دینار کا بیسواں حصہ، ایک

عہ باب فضل اتباع الجنائز ص۱۷۷ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کلهم فی الجنائز لہ عمدۃ القاری ثامن ص۱۳۶

حَتّٰی یُدْفَنَ کَانَ لَهٗ قِیْرَاطَانِ قِیْلَ مَا الْقِیْرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَیْنِ الْعَظِیْمَیْنِ

تک موجود رہا اس کے لیے دو قیراط ہے عرض کیا گیا قیراط کیا ہیں فرمایا دو بڑے پہاڑوں کے برابر۔

حدیث ۷۷۸

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ الْیَهُوْدَ جَاءُوْا اِلَی

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں یہودی

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِّنْهُمْ وَامْرَاَةٍ زَنَیَا فَقَالَ لَهُمْ

ایک مرد اور ایک عورت کو لائے جنہوں نے زنا کیا تھا۔ ان سے حضور نے فرمایا تم میں جو زنا کرتا ہے اس کے ساتھ کیا

کَیْفَ تَفْعَلُوْنَ بِمَنْ زَنٰی مِنْکُمْ قَالُوْا نُحَمِّمُهُمَا وَنَضْرِبُهُمَا فَقَالَ لَا تَجِدُوْنَ

کرتے ہو، یہودیوں نے کہا ہم اس کا منہ کالا کرتے ہیں اور مارتے ہیں۔ تو فرمایا توریت میں تم رجم نہیں پاتے۔ انہوں نے کہا ہم

فِی التَّوْرَاةِ الرَّجْمَ فَقَالُوْا لَا نَجِدُ فِیْهَا شَیْئًا فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ

اس میں کچھ نہیں پاتے تو ان سے حضرت عبد اللہ بن سلام نے کہا

کَذَبْتُمْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ فَوَضَعَ مِدْرَاسُهَا

تم جھوٹ بولے توریت لاؤ اور اسے پڑھو اگر تم لوگ سچے ہو۔ (توریت لائی گئی) تو توریت کے معلم نے اپنی

الَّذِیْ یُدَرِّسُهَا مِنْهُمْ کَفَّهٗ عَلٰی اٰیَةِ الرَّجْمِ فَطَفِقَ یَقْرَاُ مَا دُوْنَ یَدِهٖ

ہتھیلی آیت رجم پر رکھدی اور اس کے قریب اور اس کے علاوہ اور

وَمَا وَرَاءَهَا وَلَا یَقْرَاُ اٰیَةَ الرَّجْمِ فَنَزَعَ یَدَهٗ عَنْ اٰیَةِ الرَّجْمِ فَقَالَ مَا

جگہ سے پڑھنے لگا اور آیت رجم نہیں پڑھتا تو انہوں نے اس کا ہاتھ آیت رجم سے ہٹایا اور کہا یہ کیا ہے؟

دینار ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے، کسی چیز کے چوبیس حصے میں سے ایک حصہ، کسی چیز کا ٹکڑا، جز، حصہ، یہاں حدیث میں حصہ ہی مراد ہے۔ مثل احد، یا مثل الجبلین العظیمین بطور تمثیل ہے۔ مراد یہ ہے کہ بہت زیادہ ثواب ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حقیقی معنی مراد ہو۔

اکثر ابو ہریرہ

یعنی بہت زیادہ ثواب ذکر کر دیا۔ یا یہ کہ روایت بکثرت کی، جو مجبور المعقول ہے۔ کہیں انہیں اشتباہ تو نہیں ہوا۔ چونکہ بخاری کی اس روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نہیں کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس لئے حضرت ابن عمر نے وہ کہا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سنا تو فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری سے مجھے میدان میں درخت بٹھانا، اور بازار میں خرید و فروخت نہیں روکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میری طلب صرف ایک لقمے کی تھی جو کھلا دیتے اور ارشاد کی تھی جو سکھا دیتے۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ ابو ہریرہ ہم سے زیادہ خدمت اقدس میں حاضر رہتے۔ اور ہم سے زیادہ حدیث کے جاننے والے تھے۔ [1]

فرطت ضیعت من امر اللہ۔ یہ امام بخاری کا قول ہے۔ اس حدیث میں بھی فرطت آیا ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی ایک جگہ فرمایا۔ یٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (زمر/۵۶) ہائے افسوس جو تقصیر میں نے اللہ کے حق میں کی۔ امام بخاری نے جب

۱؎ عمدۃ القاری جلد ثامن ص ۱۲۸ ۲؎ ایضا

هٰذِهٖ فَلَمَّا رَاٰۤ اَوْ ذٰلِكَ قَالُوْا هِيَ اٰيَةُ الرَّجْمِ فَاَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيْبً

جب یہودیوں نے اسے دیکھا تو کہا یہ آیت رجم ہے انہیں ان دونوں کے بارے میں حکم دیا اور

مِنْ حَيْثُ مَوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ فَرَاَيْتُ صَاحِبَهَا يَحْنِيْ عَلَيْهَا

انہیں مسجد کے پاس جنازی کی جگہ کے قریب سنگسار کیا گیا میں نے اس عورت کے یار کو دیکھا

وَيَقِيْهَا الْحِجَارَةَ عه

اس پر جھکا پڑتا اور اسے پتھر سے بچاتا۔

عادت اس کی تعبیر فرمادی کہ فَرَّطْتُ ضَيَّعْتُ کے معنی میں ہے۔ یعنی میں نے ضائع کیا۔

تشریحات ۸۷۷

یہ حدیث کتاب الجنائز میں مختصر تھی۔ اس لئے ہم نے کتاب التفسیر کی روایت یہاں درج کی ہے۔ یہاں باب یہ ہے۔ عیدگاہ اور مسجد میں نماز جنازہ۔ حسب عادت امام بخاری نے یہاں اپنا کوئی موقف نہیں ظاہر فرمایا۔ اس باب میں دو حدیثیں لائے ہیں۔ ایک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ جس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں صف لگائی اور نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی۔ اور ایک حدیث مذکور۔ مگر دونوں میں سے کسی میں مسجد میں نماز پڑھنے کا تذکرہ نہیں۔ پہلی میں عیدگاہ میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ دوسری میں یہ بھی نہیں۔ صرف یہ ہے کہ مسجد کے پاس جنازے کی جگہ۔ اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ اس حدیث کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے یہاں مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا منع ہے خواہ جنازہ مسجد میں ہو خواہ نہ ہو۔ ہماری دلیل ابوداؤد[1] اور ابن ماجہ[2] کی یہ حدیث ہے۔ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من صلّی علی جنازة فی المسجد فلا شئ له وفی ابن ماجة فلیس له شئ۔ جس نے مسجد میں جنازے پر نماز پڑھی اس کے لئے کچھ نہیں یعنی اس کے لئے کوئی ثواب نہیں۔ علامہ نووی نے فرمایا۔ ابوداؤد کے صحیح نسخے میں فلا شئ علیہ ہے۔ مگر علامہ زیلعی نے فرمایا کہ صحیح نسخہ فلا شئ لہ ہے۔ اس کی تائید ابن ماجہ کی روایت سے ہوتی ہے جس میں فلیس لہ شئ ہے۔ اس میں کتابت کی غلطی کا احتمال نہیں۔ نیز ابن ابی شیبہ میں فلا صلوٰۃ لہ ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی صالح مولی التوأمہ پر یہ جرح کی گئی ہے کہ اخیر عمر میں حافظ کمزور ہو جانے کی وجہ سے ان سے خلط ہو جاتا تھا۔ لیکن اس حدیث کو صالح سے ابن ابی ذئب نے روایت کیا ہے۔ اور انہوں نے اس اختلاط کا عارضہ ہونے سے پہلے سنا ہے۔ تفصیل، الجوہر النقی جلد اول ص۲۷ میں ہے۔ اس لئے یہ حدیث کم از کم حسن ضرور ہے۔ امام محمد نے مؤطا میں یہ استدلال فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ مسجد کے پہلو میں تھی۔ اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں تھا تو مسجد کے باہر نماز جنازہ کے لئے جگہ بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ نیز نجاشی کی نماز جنازہ عیدگاہ جا کر پڑھی۔ جبکہ ان کا جنازہ مدینہ طیبہ میں نہیں تھا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دو بار مسجد میں نماز جنازہ پڑھی ہے۔ اس کی کوئی خاص وجہ رہی ہوگی۔ ہو سکتا ہے حضور اعتکاف میں رہے ہوں۔ مزاج ناساز رہا ہو، وغیرہ وغیرہ۔

عه ثانی تفسیر باب قوله تعالیٰ فأتوا بالتوراة ان كنتم صادقين ص۶۵۴، اول الجنائز، باب الصلوٰة على الجنائز بالمصلى والمسجد ص۱۷۷ مناقب باب قول الله تعالیٰ يعرفونه كما يعرفون ابناءهم ص۵۱۳ ثانی الاعتصام باب ما ذكر النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ص۱۰۹۲ التوحيد باب ما يجوز من تفسير التوراة ص۱۱۲۵ مسلم حدود، ابوداؤد حدود، دارمی حدود، موطا حدود، مسند امام احمد جلد ثانی ص۱۵ [1] ثانی باب الصلوٰة على الجنازة فی المسجد ص۹۸ [2] الجنائز باب الصلوٰة على الجنازة فی المسجد ص۱۱۰

ت ۲۵۱	وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى الْقَبْرِ سَنَةً
	اور جب حضرت حسن بن حسن حضرت علی کے پوتے رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وصال ہوگیا تو ان کی اہلیہ نے ان کی
	ثُمَّ رُفِعَتْ فَسَمِعُوْا صَائِحًا يَقُوْلُ أَلَا هَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا فَأَجَابَهُ
	قبر پر قبہ تانا جو ایک سال تک رہا پھر اٹھالیا تو لوگوں نے سنا کوئی بلند آواز سے کہتا ہے، تو کیا انہوں نے گم کی تھی اسے پایا

یہ واقعہ اول، اول کا ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے اس کے بعد سورۂ نور نازل ہوئی جس میں زانی اور زانیہ کی سزا سو کوڑے نازل ہوئی۔ خواہ وہ محصن ہو خواہ غیر محصن، اب آیت رجم سے محصن کے حق میں کوڑے کی سزا منسوخ ہوگئی۔ رجم مقرر ہوئی۔ محصن ہونے کے لئے یہ شرطیں ہیں۔ آزاد، عاقل، بالغ ہونا، اور نکاح صحیح کے ساتھ کسی عورت سے ہمبستر ہونا اگرچہ ایک بار سہی۔

تشریحات ۲۵۱ امام حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں، کربلا میں اپنے عم کرم کے ساتھ تھے۔ عورتوں بچوں کے ساتھ گرفتار ہوئے۔ خانوادۂ اہل بیت میں بہت ممتاز فرد ہیں۔ حجاج کے مظالم سے تنگ آکر عبدالملک بن مروان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی، اور حجاج کی تعدی سے بچایا۔ ایک دفعہ ایک رافضی نے ان سے کہا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ فرمایا ضرور فرمایا ہے۔ اگر اس سے خلافت مراد ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو خطبہ دیتے اور فرماتے۔ اے لوگو! میرے بعد یہ تمہارے کاموں کا والی اور یہی تم پر قائم ہوگا۔ اس کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو۔ بخدا اگر اللہ اور اس کے رسول نے علی کو خلافت کے لئے منتخب کیا تھا اور علی نے چھوڑ دیا۔ تو یہ پہلے وہ ہیں، جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو چھوڑا۔ ان کی والدہ کا نام خولہ بنت منظور فزاری ہے۔ ۹۹ھ میں وصال فرمایا۔ ان کی اہلیہ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا، حضرت امام حسین شہید کربلا کی صاحبزادی ہیں۔ یہ بھی کربلا میں موجود تھیں۔ امام حسن مثنیٰ کے وصال کے بعد ان کا عقد حضرت عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا۔ جن سے محمد دیباج پیدا ہوئے۔ یہ فاطمہ صغریٰ کے ساتھ مشہور ہیں صحیح یہ ہے کہ ان کی ملاقات ان کی دادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نہیں۔

قبہ گول خیمے کو کہتے ہیں۔ یہاں خاص بات یہ ہے کہ سنہ ۹۹ھ میں یہ ہوا۔ یہ زمانہ صحابہ کرام کا آخر تھا۔ اور تابعین کا دور اوسط تھا۔ سال بھر تک امام حسن مثنیٰ کے مزار پر قبہ رہا مگر کسی نے منع نہیں کیا۔ اور نہ کوئی ایسی روایت ملتی ہے کہ کسی صحابی یا تابعی نے اس پر اعتراض کیا ہو۔ اس سے ظاہر ہوا کہ غرض صحیح کے لئے مزارات پر قبے بنانے جائز ہیں۔ یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ اور اسی پر جمہور امت کا عمل ہے۔ لَا يُرْفَعُ عَلَيْهِ بِنَاءٌ سے اس کی حرمت پر استدلال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس سے مراد قبر پر ایسی عمارت بنانا ہے جیسے یہود و نصاریٰ ستون نما سمادی بناتے ہیں۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ علیٰ کے حقیقی معنی استعلاء کے ہیں۔ اور استعلاء اس وقت ہوگا جبکہ میت کے محاذی اوپر عمارت بنائیں۔ اور اگر ارد گرد بنائیں گے تو استعلاء نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں بہت سے احکام زمانہ کے اختلاف سے بدل جاتے ہیں جیسے ارشاد ہے۔ وابنوا المساجد واتخذوها جُمًّا۔ مسجدوں کو منڈی بناؤ۔ یعنی اس میں منارے نہ بناؤ۔ مگر عہد تابعین ہی سے اس کے برخلاف مساجد میں منارے بننے لگے تھے۔ وجہ یہی ہوئی کہ عہد صحابہ تک شعائر دین کی عظمت شعائر دین کی وجہ سے دلوں میں بھرپور تھی۔ نیز عام مکانات بھی بہت معمولی اور سادے ہوتے تھے۔ جب فتوحات ہوئیں اور دولت کی کثرت ہوئی اور مکانات عالیشان

آخر بل يئسوا فانقلبوا ع

تو دو سکر نے جواب دیا نہیں بلکہ مایوس ہوئے اور لوٹ گئے ۔

بنے گئے ۔ اب اگر مسجدیں اسی طرح سنڈی اور معمولی حیثیت کی رہیں تو عام نگاہوں میں ان کی وقعت نہ ہوتی ۔ غیر بنتے کہ مسلمانوں کی عبادت گاہ ایسی معمولی ، تو مساجد کی عمارتیں عالیشان سے عالیشان بنے لگیں ، مینارے گنبد بننے لگے ۔ اس سے مقصود شعائر دین کی دلوں میں عظمت بٹھانا ہے ۔ اسی طرح عہد سابق میں ہر مسلمان ، مسلمان کی قبر کا احترام کرتا تھا ۔ اور علماء صلحاء مشائخ کے مزارات کی ان کے شایان شان عظمت دلوں میں تھی ۔ مگر اب جبکہ بصیرت باطنی کا فقدان ہے اور ظاہری شان و شوکت ہی عظمت کا نشان بن چکا ہے ۔ علمائے کرام نے علماء و مشائخ کے مزارات پر قبے بنانے کی اجازت دیدی ہے ۔ بلکہ اسے مستحسن بتایا ہے ۔ علامہ فتنی نے مجمع بحار الانوار میں ۔ اور ملا علی قاری نے فرمایا ۔ حتیٰ کہ مولوی اعزاز علی مفتی دار العلوم دیوبند نے بھی شرح نقایہ ملا علی کے حاشیے میں بھی ذرا تغیر کے ساتھ لکھا ۔[له]

قد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشهورين ليزورهم الناس وليستريحون بالجلوس فيه ۔

مشائخ اور علماء مشہورین کے مزارات پر عمارات بنانے کو علماء سلف نے جائز بتایا تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں ۔

نیز اس میں بہت سے فوائد ہیں ۔ زائرین باطمینان وحضور قلب تلاوت ذکر اذکار کریں گے ۔ جس سے دونوں کو فائدہ ہوگا ، بارش ، دھوپ سردی سے محفوظ رہیں گے قبے سے لوگ پہچان جائیں گے کہ یہ کسی محبوب بارگاہ کا مزار ہے ، تو حاضر ہوں گے اور فیض حاصل کریں گے ۔ یہی وجہ ہے کہ تمام متاخرین نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے ۔ حتیٰ کہ علامہ علاء الدین حصکفی نے در مختار[له] میں فرمایا ۔

ولا يرفع عليه بناء وقيل لا باس به وهو المختار

قبر پر عمارت نہ بنائے ایک قول یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ، اور یہی مختار ہے ۔

اور علامہ محمد امین بن عابدین شامی نے رد المحتار[له] میں فرمایا ۔

وفی الاحکام عن جامع الفتاوی وقيل لا يكره اذا كان الميت من المشائخ والعلماء والسادات ۔

احکام میں جامع فتاوی سے ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں جبکہ میت مشائخ اور علماء اور سادات سے ہو ۔

طحطاوی[له] علی المراقی میں در مختار کا قول نقل کر کے برقرار رکھا ۔ یہ دلیل ہے کہ ان کا بھی مختار یہی ہے ۔

عه باب ما یکره من اتخاذ المسجد علی القبور ص ۱۴۴
له ص ۱۳۹ ، له ج ۳ اول ص ۶۰۰ ، له ج ۴ ص ۳۴۰ ،

حدیث ۷۷۹

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ أَنِّي أَخْشٰى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا ؏

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اپنی اس بیماری میں جس میں وصال فرمایا، ارشاد فرمایا اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ ام المومنین نے فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضور کا مزار ظاہر کر دیتی مگر مجھے اندیشہ ہے کہ مسجد نہ بنا لیا جائے

تشریحات ۷۷۹

یہود و نصاریٰ انبیائے کرام کے مزارات ہی کو مسجد بناتے اور اس پر سجدہ کرتے۔ اس لئے ان پر لعنت فرمائی۔ لیکن انبیائے کرام یا اولیائے عظام کے مزارات کے قریب مسجد بنانا بالاجماع جائز ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا لیکن اگر کوئی کسی صالح کی قبر کے جوار میں مسجد بنائے اس طرح پر کہ قبر مسجد سے خارج ہو اور مقصود ان کے قرب سے برکت حاصل کرنا ہو اور قبر کی طرف منہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ اس میں نفع کی امید ہے۔ کشمیری صاحب نے فیض الباری میں اسے نقل کر کے برقرار رکھا یہ دلیل ہے کہ وہ اس سے متفق ہیں۔

لابرز قبرہ

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مزار اقدس اور اپنی قیام گاہ کے درمیان دیوار بنا دی تھی۔ اسی کو فرما رہی ہیں۔ ولید بن عبد الملک کے عہد میں جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی کی جدید تعمیر کی تو حجرہ مبارکہ کے ارد گرد پانچ پہل کی دیوار قائم کر کے حجرہ مبارکہ کو محفوظ کر دیا۔ شمالی دیوار کو مثلث کر دیا۔ اس طرح تاکہ اس کا توہم بھی نہ ہو سکے کہ حجرہ مبارکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جا رہی ہے۔

قادیانی دجال کا رد

قادیانی دجال نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصال ہو چکا ہے۔ وہ زندہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے ہیں۔ بلکہ اس لئے یہ بکواس بھی کی ہے کہ کشمیر میں ان کا مزار ہے کشمیر سری نگر میں ایک قبر یوز آسف کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دجال کہتا ہے کہ یہ لفظ مسیح کا محرف ہے۔ اور یہ حقیقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر یوں نہیں کہ اگر ان کی قبر ہوتی تو بیت المقدس کی طرف ہوتی نہ کہ کشمیر کی طرف۔ نیز اس حدیث میں تصریح ہے کہ نصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبور کو مسجد بنا لیا۔ اور اس پر کوئی مسجد نہیں۔ نہ اس پر کوئی سجدہ کرتا ہے۔ یہ دجال یوں بہکاتا ہے کہ نصاریٰ کے نبی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اگر ان کا وصال نہیں ہوا تو ان کی قبر کو نصاریٰ نے مسجد کیسے بنایا۔ اس لعین نے یہ نہیں دیکھا کہ، حدیث میں قبور انبیاء ھم صیغہ جمع کے ساتھ ہے۔ اس سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۶۳۹، مسلم مساجد، مسند امام احمد جلد سادس ص ۸۰۔

؏ باب ما یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور ص ۱۷۷ باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۸۶

ت ۲۵۲	وَقَالَ حُمَيْدٌ صَلَّى بِنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فَكَبَّرَ ثَلٰثًا ثُمَّ اور حمید نے کہا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں جنازے کی نماز پڑھائی
	سَلَّمَ فَقِيْلَ لَهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ عـه اور تین تکبیر پر سلام پھیر دیا۔ ان سے کہا گیا تو پھر قبلہ کو منہ کیا اور چوتھی تکبیر کہی پھر سلام پھیرا۔
ت ۲۵۳	عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی
	صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَعَبْدُ الصَّمَدِ کی نماز جنازہ پڑھی تو چار تکبیر کہی۔ یزید بن ہارون اور عبد الصمد نے سلیم سے
	عَنْ سَلِيْمٍ أَصْحَمَةَ عـه روایت کرتے ہوئے کہا۔ اصحمہ۔
ت ۲۵۴	وَقَالَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ اور امام حسن بصری نے فرمایا بچے کی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھے اور یہ دعا پڑھے

کیسے مراد ہوں گے۔ بات یہ ہے کہ جیسے ہم اس کے مکلف ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تمام انبیائے سابقین پر ایمان لائیں۔ اسی طرح نصاریٰ بھی اس کے مکلف تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ ساتھ تمام انبیائے کرام پر ایمان لائیں ــــ اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علاوہ دوسرے انبیائے کرام کو ان کا نبی کہا گیا ــــ ورنہ انبیاء ہم فرمانا درست نہ ہوتا۔

تشریحات ۲۵۲ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے بطریق معمر عن قتادہ ذکر کیا ہے۔ یہ حمید، حمید الطویل کے ساتھ مشہور ہیں۔ تابعی رواۃ حدیث میں ہیں۔ یہی ہمارا مذہب بھی ہے کہ جنازے میں چار تکبیریں ہیں۔ بعض روایتوں میں جو آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جنازے میں تین ہی تکبیریں ہیں، یا انہوں نے جنازے کی نماز پڑھائی اور اس میں تین ہی تکبیر کہی۔ اس سے مراد تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور تکبیریں ہیں۔ جیسا گذر چکا کہ فرمایا۔ چوتھی تکبیر، تکبیر افتتاح ہے۔

تشریحات ۲۵۳ حضرت نجاشی کے نام میں روایتیں مختلف آئی ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں یزید ہی سے مروی ہے۔ صحمہ، ص کے حذف کے ساتھ۔ اسماعیل نے بیان کیا کہ عبد الصمد کی روایت میں اصخمہ خا معجمہ کے ساتھ ہے۔ اس لئے امام بخاری نے محمد بن سنان کی روایت کے بعد یزید بن ہارون اور عبد الصمد کی روایت بھی ذکر فرمائی۔ کہ یہی صحیح ہے۔ ان کا نام اصحمہ تھا۔ اس کا معنی عربی میں، عطیہ ہے۔

عـه باب التکبیر علی الجنازۃ اربعا ص۱۷۷۔ عـه باب التکبیر علی الجنازۃ اربعا ص۱۷۷۔ باب الصفوف علی الجنازۃ ص۱۷۶، المناقب باب موت النجاشی ص۵۴۷۔

لنا فرطا وسلفا واجرا ع۵

اللّٰھم اجعلہ لنا فرطا وسلفا واجرا

حدیث ۷۸۰

عَنْ طَلْحَۃَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰی جَنَازَۃٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَقَالَ لِتَعْلَمُوْا أَنَّھَا سُنَّۃٌ۔ ع۶

طلحہ بن عبد اللہ بن عوف نے کہا۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے جنازے کی نماز پڑھی۔ تو انہوں نے سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا۔ (میں نے اس لئے پڑھا) کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔

حدیث ۷۸۱

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ۔ اَلْعَبْدُ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتُوُلِّیَ وَذَھَبَ اَصْحَابُہٗ حَتّٰی اَنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ اَتَاہُ مَلَکَانِ فَاَقْعَدَاہُ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ۔ فَیَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنَّہٗ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ فَیُقَالُ انْظُرْ اِلٰی مَقْعَدِکَ مِنَ النَّارِ اَبْدَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّۃِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندہ جب اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے لوگ منہ پھیر کر جانے لگتے ہیں ابھی اتنے قریب ہوتے ہیں کہ وہ ان کے جوتوں کی چاپ سنتا رہتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ اور اسے بٹھاتے ہیں۔ اور دونوں اس سے پوچھتے ہیں (اس مرد محمد کے بارے میں کیا کہتا تھا تو وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس پر اس سے کہا جائے گا جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھ اللہ نے اس کے بدلے جنت میں تیرا ٹھکانا بنا دیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تشریحات ۲۵۴

اس تعلیق کو امام ابو نصر عبد الوہاب بن خفاف نے کتاب الجنائز میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ فرط: اسے کہتے ہیں جو قافلے سے آگے بڑھ کر منزل پر ضروری سامان مہیا کرے۔ سلف: اسے کہتے ہیں جو پہلے گھر پہونچ کر سامان مہیا کرے۔

نماز جنازے میں سورۂ فاتحہ

نماز جنازے میں سورۂ فاتحہ کے بارے میں صحابۂ کرام کا عمل مختلف ہے۔ حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن عمر حضرت ابوہریرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس سے انکار کرتے تھے۔ موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے۔ یہی ہمارا مذہب ہے کہ نماز جنازے میں قرآن مجید کی قرأت واجب نہیں۔ اگر بہ نیت دعا پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں۔ جن صحابۂ کرام سے سورۂ فاتحہ پڑھنا مروی ہے اس کا محمل یہی ہے کہ وہ دعا اور ثنا کی نیت سے پڑھتے تھے۔

نماز جنازہ کی دعائیں

نماز جنازہ کے لئے کوئی دعا معین نہیں۔ احادیث میں کثیر دعائیں آئی ہیں۔ جو چاہے پڑھے۔ ان سب کو اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے المنۃ الممتازۃ میں جمع فرما دیا ہے۔ جو فتاویٰ رضویہ جلد چہارم

ع۵ باب قراۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ ص ۱۷۸، ع۶ ایضا۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی کلھم فی الجنائز ع۷ ص ۹۰

وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ

وہ دونوں کو دیکھے گا۔ لیکن کافر یا منافق تو وہ یہ کہے گا میں نہیں جانتا جو لوگ کہتے تھے میں بھی وہی کہتا تھا

مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ

تو اس سے کہا جائے گا تو نے نہ اپنی عقل سے جانا نہ بتانے سے مانا اس کے بعد لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے

ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ ؏

دونوں کانوں کے درمیان مارا جائے گا جس سے وہ چیخے گا اتنے زور سے کہ انسان اور جن کے علاوہ آس پاس کی سبھی چیزیں سنیں گی۔

میں چھپ چکا ہے۔ ان سب دعاؤں کو حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے بہار شریعت حصہ چہارم میں درج فرما دیا ہے۔

تشریحات ۲۸۱ **حیاتِ موتی:** یہ حدیث اس کی دلیل ہے، کہ مردہ کو خواہ وہ مومن ہو یا کافر مرنے کے بعد بھی زندگی ملتی ہے۔ جو حیاتِ برزخی ہے۔ یہ دنیوی حیات سے قوی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ قبر کے باہر کی بھی باتیں دیکھتا اور آوازیں سنتا ہے، سمجھتا ہے۔ آرام و تکلیف محسوس کرتا ہے۔ دنیا کی باتیں یاد رکھتا ہے۔ جواب دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ مومن صالح آزاد ہوتا ہے اور فاسق و کافر مقید۔ اس کی پوری تفصیل اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ "حیات الموات" میں مطالعہ کریں۔ سماع موتیٰ میں ہمارا موقف اتنا قوی ہے کہ مخالفین کے امام وقت کشمیری صاحب کو بھی کہنا پڑا۔

والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر وفی حدیث صححہ ابو عمر وان احد اذا سلم علی المیت فانہ یرد علیہ ویعرفہ ان کان یعرفہ فی الدنیا (بالمعنیٰ) واخرجہ ابن کثیر ایضا وتردد فیہ فالانکار فی غیر محلہ سیما اذا لم ینقل من ائمتنا رحمہم اللہ تعالیٰ فلا بد بالتزام السماع فی الجملۃ ؎۱

مُردوں کے سننے کے بارے میں احادیث تواتر کی حد تک ہو چکی ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے جسے ابو عمر و نے صحیح کہا کہ جب میت پر کوئی سلام کرتا ہے تو وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ اگر اسے دنیا میں پہچانتا تھا تو پہچان لیتا ہے۔ ابن کثیر نے بھی اس کی تخریج کی اور تردد ظاہر کیا۔ سماع موتیٰ سے انکار بے محل ہے خصوصاً جبکہ ہمارے ائمہ سے انکار منقول نہیں تو فی الجملہ سماع کا التزام ضروری ہے۔

یہ تو عام اموات کے بارے میں ہے۔ اپنے طبقہ کے مُردوں کے بارے میں تو اتنا کچھ ہے کہ تقویۃ الایمان کی رُو سے شرک ہے۔ ارواح ثلثہ میں ہے ———— ایک صاحب کشف حضرت حافظ (ضامن) صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ بعد فاتحہ کہنے لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں۔ بڑے دل لگی باز ہیں۔ جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ فاتحہ کسی مردہ پر پڑھو۔ یہاں زندہ پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو۔ یہ کیا بات ہے جب لوگوں نے بتلایا کہ یہ شہید ہیں ؎۲ ———— اسی میں دیوبند کے ایک مدرس مولوی یعقوب کے بارے میں ان کے بیٹے کی زبانی یہ کہانی درج ہے ———— ایک مرتبہ نانوتہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی۔ سو جو شخص مولانا (یعقوب) کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا۔ بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم۔ کئی مرتبہ مٹی ڈال چکا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پر جا کر کہا کہ آپ کی تو کرامت

؏ باب المیت یسمع خفق النعال ص۱۷۸، مسلم صفۃ النار ابو داؤد السنۃ باب فی المسئلۃ فی القبر۔ نسائی الجنائز۔

؎۱ فیض الباری ثانی ص۴۶۷، ؎۲ ارواح ثلثہ ص۳۲۳

حدیث ۸۲۷

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰی مُوْسٰی فَلَمَّا جَاءَهٗ صَكَّهٗ فَفَقَأَ عَیْنَهٗ فَرَجَعَ اِلٰی رَبِّهٖ فَقَالَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ملک الموت بھیجے گئے تو حضرت موسیٰ نے انہیں ایسا طمانچہ مارا کہ ان کی آنکھ پھوٹ گئی وہ اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ گئے اور عرض کیا کہ تو نے ایسے بندے

ہوئی۔ اور ہماری مصیبت ہو گئی۔ یاد رکھو کہ اگر ابکے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی بڑے رہو لوگ جو نہ پہلے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی۔ ویسے ہی یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا۔[1] ———— فاعتبروا یا اولی الابصار

سوال نکیرین ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ منکر نکیر دونوں سوال کریں گے تاکہ مردے پر ہیبت ہو۔ اور سوال و جواب عربی ہی میں ہو گا۔ جیسا کہ مرقاۃ میں حضرت ملا علی قاری نے فرمایا۔ قبر میں جاکر عربی ہو جائیں گے اگرچہ عجمی رہے ہوں۔ مگر اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ قدس سرہ سے نقل فرمایا کہ سُریانی زبان میں ہوں گے۔ اب یہ کہنا ضروری ہو گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخاطب سُریانی نہیں جانتے تھے۔ اس لئے ان کو عربی زبان میں فرمایا۔

لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ یعنی تجھے اللہ عزوجل نے عقل دی تھی۔ اس سے کام لیکر تو نے نہیں جانا کہ تیرا رب کون ہے، اور یہ کون ہیں' جبکہ اللہ عزوجل کی ربوبیت اور ان کی رسالت کی حقانیت کے دلائل و براہین آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ عقل سے نہیں جانا تھا تو اسلام کے مبلغین علماء و مشائخ سے سنکر ان کی پیروی کرنی چاہئے تھی۔ وہ بھی تو نے نہیں کیا یہ کہ تو نے قرآن کی تلاوت نہیں کی جس سے تجھ پر حق واضح ہو جاتا۔

تَلَیْتَ کے بارے میں خطابی نے فرمایا کہ یہ صحیح نہیں۔ اِئْتَلَیْتَ ہے۔ باب افتعال سے اس کا مادہ اَلْوٌ ہے۔ معنی میں طاقت کے یعنی اس کی تجھے استطاعت نہ ہوئی۔ مگر علامہ عینی وغیرہ عام محدثین فرماتے ہیں کہ محدثین کے سر غلط روایت کیوں منسوب کی جائے۔ یہ اصل میں تَلَوْتَ تھا۔ دَرَیْتَ کی مشاکلت کے لئے واؤ کو یاء سے بدل دیا۔ اس کی نظیر عشایا غدایا، مازورات ماجورات ہے۔ حدیث میں ہے۔ اِرْجِعْنَ مَازُوْرَاتٍ غَیْرَ مَاجُوْرَاتٍ۔

اِلَّا الثَّقَلَیْنِ ثقلین سے مراد جن و انس ہیں۔ یعنی انسان جن کے علاوہ قریب کی تمام چیزیں اس کی چیخ و پکار سنیں گے۔ مثلاً فرشتے حیوانات، یہ اللہ کا فضل ہے کہ انسان اور جن اس کو نہیں سنتے۔ ورنہ معیشت تباہ ہو جاتی، اور پھر ایمان، ایمان بالغیب نہ رہتا۔

تشریحات ۸۲۷

اشکال، ظاہر ہے کہ حضرت ملک الموت اللہ عزوجل کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں روح قبض کرنے کے لئے آئے تھے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو یہ کیسے جائز تھا کہ انہیں مارتے اور روح قبض نہ کرنے دیتے۔ پھر اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس پر کوئی باز پرس نہیں فرمائی۔ اسی لئے کچھ بدمذہب اور جہمیہ اس حدیث کی صحت سے انکار کرتے ہیں۔

---

[1] ارواح ثلاثہ ص ۳۲۳۔

لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَيْنَهٗ وَقَالَ ارْجِعْ فَقُلْ لَهٗ يَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى

کے پاس بھیجا تھا جو موت نہیں چاہتے اب اللہ نے پھر ان کی آنکھ درست فرمادی اور فرمایا جاؤ اور ان سے عرض کرو۔ اپنا ہاتھ بیل کی

مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهٗ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهٖ يَدُهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ أَيْ رَبِّ ثُمَّ

پیٹھ پر رکھیں ان کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے ہر بال کے عوض ایک سال زندگی ملے گی۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے پروردگار

جواب: یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح مقدسہ بغیر ان کی اجازت کے ملک الموت قبض نہیں کرتے۔ یہاں ملک الموت انسانی شکل میں آئے اور بلا اذن لئے روح قبض کرنی چاہی۔ نیز انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اختیار دیا جاتا ہے وہ چاہیں تو دنیا میں رہیں چاہیں تو رفیق اعلیٰ میں رہیں۔ ابھی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اس بارے میں سوال ہی نہیں ہوا تھا۔ اس لئے انہیں جلال آگیا۔ ان کا جلال تو مشہور ہی ہے۔ جب غضب طاری ہوتا تو کلاہ مبارک مشتعل ہو جاتی۔ سر مبارک سے گرم بھاپ اور شعلے نکلنے لگتے۔ شب معراج رب تبارک و تعالیٰ سے تیز تیز باتیں کرتے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنی تو حضرت جبرئیل امین سے فرمایا۔ یوں اپنے رب سے کلام فرماتے ہیں۔ تو جبرئیل امین نے عرض کیا۔ ان کا رب ان کے مزاج کی حدت کو جانتا ہے۔ توریت لیکر جب طور سے بنی اسرائیل میں واپس تشریف لائے ـــــ اور بنی اسرائیل کو گوسالہ پوجتے دیکھا تو ایسا جلال آیا کہ الواح توراۃ چھوڑ دیں۔ حضرت ہارون کے سر اقدس کے بال پکڑ کر کھینچنے لگے۔ اور جب عذر خواہی کے لئے ستر افراد کو لیکر حاضر بارگاہ ہوئے اور زلزلے میں گرفتار ہوئے تو عرض کیا۔

أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ ۔ اعراف ۔ ۱۵۵

کیا ہم میں کے چند بے عقلوں نے جو کیا ہے اس پر ہم کو ہلاک فرمائے گا یہ تیری ہی آزمائش ہے۔

پھر اس کی کیا شکایت کہ آداب نبوت کی خلاف ورزی پر حضرت ملک الموت کے ساتھ وہ کیا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ محبوبان بارگاہ کے ساتھ اس کا معاملہ کیا ہے۔ اسے ہم کیا جانیں، خاص بات یہ ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا وقت موعود آپہنچا تھا تو پھر اتنی مہلت کیسے ملی۔ اور خود اللہ عز وجل حضرات انبیاء کرام کے وصال کے بارے میں جو سنت الٰہیہ تھی اس کے بغیر ملک الموت کو کیوں بھیجا اس رمز کو وہی سمجھ سکتا ہے جسے محبوب و محب کے ناز و نیاز کی چاشنی ملی ہو۔

رمیۃ بحجر کی مقدار ارض مقدس سے قریب فرمادے۔ اس میں دو احتمالات ہیں۔ ایک یہ کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف فرما تھے وہاں سے پتھر پھینکنے کی مقدار ارض مقدس سے قریب فرمادے۔ دوسرا یہ کہ مجھے وہاں پہونچا دے جہاں سے ارض مقدس اتنے فاصلے پر ہو۔ یہاں یہ سوال ہے کہ ارض مقدس میں جانے کا سوال کیوں نہیں فرمایا۔ علماء نے فرمایا کہ پھر ان کی قبر معلوم ہو جاتی اور یہود اس کی پرستش کرنے لگتے۔ میرا ذوق یہ ہے کہ اس وقت وہاں جبارین کا تسلط تھا۔ اگر وہاں انہیں کوئی دفن کرتا تو اس کا اندیشہ تھا کہ بے حرمتی کرتے۔

وصال اور مزار مبارک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال اس زمانے میں ہوا ہے جب بنی اسرائیل میدان تیہ میں پھنسے ہوئے تھے۔ وصال مبارک کی کیفیت کے بارے میں دو روایتیں ہیں[1] ایک یہ کہ تشریف

[1] قسطلانی ثانی ص ۳۵۷

مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْآنَ فَسَأَلَ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يُّدْنِيَهٗ مِنَ الْاَرْضِ

پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔ فرمایا موت تو عرض کیا ایسا ہے تو ابھی، اور اللہ سے سوال کیا کہ ایک پتھر پھینکنے بھر ارض مقدس سے انہیں

الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ كُنْتُ

قریب فرما دے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں وہاں ہوتا تو ان کا

ثَمَّ لَاَرَيْتُكُمْ قَبْرَهٗ اِلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ ؎۵

مزار راستے کے کنارے سرخ ریت کے ٹیلے کے پاس تم کو دکھاتا۔

لئے جا رہے تھے۔ دیکھا کہ کچھ فرشتے ایک بہترین قبر کھود رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کس کے لئے کھود رہے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا، کیا آپ اس میں دفن ہونا پسند فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ہاں۔ فرشتوں نے کہا تو اس میں لیٹ جائیے اور اپنے رب کی طرف توجہ کیجئے حضرت موسیٰ لیٹ گئے اور ہلکی سی سانس لی اور روح پرواز کر گئی۔ دوسری روایت یہ ہے حضرت ملک الموت جنت سے ایک سیب لائے اسے سونگھا اور روح اعلیٰ علیین میں چلی گئی۔

علامہ محمود بدر الدین عینی نے مزار مبارک کے بارے میں سات اقوال نقل فرمائے ہیں۔ اول تیہ میں، اور حضرت ہارون علیہ السلام کا بھی مزار وہیں ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ دوم بیت المقدس میں باب لُدّ پر۔ ابن جریر طبری نے کہا یہی صحیح ہے۔ سوم حافظ ابوالقاسم نے تاریخ دمشق میں لکھا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ ان کا مزار پاک دمشق میں مسجد قدم کے قریب عالیہ عویلہ دو محلوں کے درمیان ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خواب میں یہ دیکھا بھی گیا ہے۔ مگر ان کا اپنا فیصلہ ہے کہ تیہ میں ہے۔ چہارم بصریٰ اور بلقا کے مابین مآب کے میدان میں ہے۔ پنجم دمشق میں ہے۔ حافظ ابوالقاسم نے اسے کعب احبار سے نقل کیا۔ ششم امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں ذکر فرمایا کہ ان کا مزار پاک مدینہ طیبہ اور بیت المقدس کے درمیان مدین میں ہے۔ ہفتم اریحا میں ایک قبر ہے۔ جو سرخ ٹیلے اور راستے کے قریب ہے۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ حضرت موسیٰ کا مزار پاک ہے، یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔
راجح یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا مزار پاک تیہ میں ہے۔ یہی حضرت ابن عباس، وہب ابن منبہ اور عام علماء کا قول ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اس حدیث میں ارض مقدس سے مراد بیت المقدس ہے۔ جیسا کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے حاشیہ بخاری میں فرمایا قرینہ بھی اسی کو چاہتا ہے۔ اس لئے کہ بیت المقدس سے جابرین کو نکالنے کے لئے مصر سے چلے تھے۔ مگر بنی اسرائیل نے بزدلی کی جس کے نتیجے میں تیہ میں پھنس گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا۔ تو یہ بات سامنے کی ہے کہ دل میں اس ارض مقدس کی تڑپ رہی ہوگی۔ تو آخر وقت میں یہی تمنا فرمائی کہ قربت نصیب ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مقامات متبرکہ میں دفن ہونا بہتر ہے۔ خواہ وہ انبیائے کرام کا مدفن ہو یا اولیائے عظام و مشائخ علام کا یا کسی اور دینی وجہ سے متبرک ہو۔ تاکہ وہاں جس رحمت کا نزول ہوتا ہے اس سے اس کو بھی حصہ ملے۔ صحیح یہ ہے کہ دفن کے بعد میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کرنا ممنوع ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء کرام کی جسمانی قوت بھی رسل ملائکہ کی ملکوتی قوت

؎۵ باب من احب الدفن فی الارض المقدسۃ ص ۱۷۸ الانبیاء باب وفاۃ موسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۸۳۔ مسلم الانبیاء۔ نسائی الجنائز۔

حدیث ۷۸۳

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ مِنْ قَتْلٰی اُحُدٍ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ یَقُوْلُ اَیُّہُمْ اَکْثَرُ اَخْذًا بِالْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِیْرَ لَہٗ اِلٰی اَحَدِہِمَا قَدَّمَہٗ فِی اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَہِیْدٌ عَلٰی ہٰؤُلَاءِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَمَرَ بِدَفْنِہِمْ فِیْ دِمَائِہِمْ وَلَمْ یُغَسَّلُوْا وَلَمْ یُصَلَّ عَلَیْہِمْ ؏

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہدائے احد میں سے دو دو حضرات کو ایک کپڑے میں جمع فرماتے۔ پھر ارشاد فرماتے ان میں قرآن کسے زیادہ یاد ہے جب کسی کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اسے لحد میں پہلے رکھتے۔ اور فرمایا میں قیامت کے دن ان کا گواہ ہوں اور انہیں خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا نہ انہیں غسل دیا گیا اور نہ ان پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔

حدیث ۷۸۴

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

سے بڑھ کر ہے۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ محبوبانِ بارگاہ کو مافوق الفطری قوت حاصل ہے۔

دجال قادیانی کا رد یہ دجال حیات مسیح پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ اتنی لمبی عمر انسان کو طبعی محال ہے۔ غور کیجئے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دنیا میں رہنا مزید قبول فرما لیتے تو ان کی عمر مبارک کتنی ہوتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد مبارک چالیس ہاتھ تھا تو دست مبارک اسی تناسب سے کشادہ وسیع ہوگا۔ جب وہ بیل کی پیٹھ پر دست مبارک رکھتے تو کتنے بال اس کے نیچے آتے۔ علی سبیل التنزل یہی مان لیجئے کہ ان کا دست مبارک عام انسانوں اتنا تھا تو بھی کبھی کسی بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر گنیں کتنے بال آتے ہیں۔ مشہور ہے ایک معتدل انسان کے سر میں ایک لاکھ چوبیس ہزار بال ہوتے ہیں۔ بیل کا بال انسان کے بال سے باریک ہوتا ہے۔ خود حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک ساڑھے نو سو سال سے زائد ہوئی۔

تشریحات ۷۸۳ اس غزوے میں ستر شہداء تھے۔ اور بقیہ مجاہدین یا زخمی تھے، یا تھک کر چور ہو چکے تھے۔ یا غم واندوہ سے نڈھال ہو چکے تھے۔ اس لئے انصار کرام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ہمیں زخم اور مشقت پہونچی ہے۔ ارشاد فرمایا قبر کھودو اور چوڑی بناؤ، دو دو تین ایک قبر میں رکھو۔ اسی پر عمل ہوا۔ عند الضرورت آج بھی یہ جائز ہے۔ البتہ دو میت کے درمیان کچھ مٹی رکھ دینی چاہئے۔ اسی طرح جب کفن کے لئے کپڑے نہ ہوں تو چند مُردوں کو ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کیا جاسکتا ہے

؏ باب الصلوٰۃ علی الشہید ص ۱۷۹، باب دفن الرجلین والثلثۃ فی قبر واحد باب من لم یر غسل الشہداء باب من یقدم فی اللحد ص ۱۷۹۔ ثانی مغازی باب من قتل من المسلمین یوم اُحُد ص ۵۸۴۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کلہم فی الجنائز

خرج یوما فصلی علی اہل احد صلاتہ علی المیت ثم انصرف الی المنبر

ایک دن تشریف لے گئے اور اہل احد پر نماز جنازہ کی طرح نماز پڑھی پھر منبر کی طرف واپس ہوئے

فقال انی فرط لکم وانا شہید علیکم وانی واللہ لانظر الی حوضی الآن و

اور فرمایا میں تمہارا میر سامان ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں اور میں بخدا اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں اور

انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض وانی واللہ ما

مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں یا زمین کی سب کنجیاں دی گئی ہیں اور بخدا مجھے یہ اندیشہ

اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیہا عہ

نہیں کہ تم لوگ میرے بعد شرک کرو گے لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ ان خزانوں کو دوسروں سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش کرو گے۔

تشریحات ۷۸۴

علامہ عینی نے فرمایا۔ یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ شہداء کی بھی نماز جنازہ ہے۔ ہمارے یہاں جب تک اس کا ظن غالب نہ حاصل ہو کہ میت پھٹ گئی ہوگی۔ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ اور شہدائے احد کے اجسام جوں کے توں تھے۔ اس لئے اتنی طویل مدت پر بھی نماز پڑھنی درست تھی۔ یہ نماز وصال سے چند دن پہلے پڑھی تھی۔ سات سال پانچ ماہ بعد۔ اقول مگر اس حدیث سے استدلال اس وقت درست ہوگا۔ جبکہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ شہداء احد پر دفن کے وقت نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تھی، اس لئے کہ نماز جنازہ کی تکرار ہمارے یہاں جائز نہیں۔ اس سے تخصیص کے لئے کہنا پڑے گا۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شہداء احد پر خصوصی کرم تھا۔ پھر اس سے استدلال درست نہ ہوگا۔ صحیح استدلال وہی ہے جو امام طحاوی اور خود علامہ عینی نے فرمایا ہے کہ دوسری متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔ جیسا کہ خود علامہ عینی نے اس سلسلے میں تین احادیث ذکر کی ہیں۔ ایک حضرت عبداللہ بن عباس کی، دوسری حضرت عبداللہ بن زبیر کی، تیسری ابو مالک غفاری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی۔ ابن ماجہ، طحاوی، بزار، مستدرک للحاکم، معجم طبرانی، بیہقی میں، ابن ہشام نے اپنی سیر میں، دار قطنی نے، ابو داؤد نے مراسیل میں، انکی تخریج کی ہے کہ سات سات یا دس دس شہداء لائے جاتے اور حضور ان پر نماز پڑھتے۔ اور حضرت حمزہ شروع سے اخیر تک اسی طرح رکھے رہے۔ یعنی اور شہداء پر ایک ایک بار نماز پڑھی اور حضرت حمزہ پر سات بار یا دس بار پڑھی۔ چونکہ اصل یہی ہے کہ ہر مسلمان کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ جب تک کسی دلیل سے کسی نوع کے لئے سقوط کا حکم نہ ہو، اصل کے اعتبار سے باقی رہے گی۔ اور شہداء سے نماز جنازہ کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ باقی رہے گی۔ علاوہ ازیں خود حضرت جابر سے بھی ایک روایت آئی ہے کہ شہداء احد کی نماز جنازہ حضور نے پڑھی۔ جیسا کہ اکلیل میں ابن عقیل سے روایت ہے [1] بخاری کی حضرت جابر والی حدیث کا مطلب ہے کہ ان کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی۔ یہ احتمال ہے کہ ان کے علم میں یہ بات نہ آئی ہو۔ جب وہ اپنے والد کو مدینہ لے جانے کے لئے روانہ کرنے کے لئے شہر چلے گئے ہوں اس اثناء میں نماز پڑھی ہو۔ اور یہ بات ان کے علم میں نہ آسکی۔

عہ باب الصلوۃ علی الشہید ص ۱۷۹ علامات النبوۃ ص ۵۰۸ ثانی مغازی باب احد یحبنا ص ۵۸۵ کتاب الحوض باب قول اللہ انا اعطینٰک الکوثر ص ۹۷۵، مسلم فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو داؤد الجنائز، نسائی الجنائز۔ [1] عمدۃ القاری ثامن ص ۱۵۵

ت ۲۵۵ قَالَ جَابِرٌ فَكُفِّنَ أَبِي وَعَمِّي فِي نَمِرَةٍ وَاحِدَةٍ ؏

حضرت جابر نے کہا میرے والد اور چچا ایک کمبل میں کفنائے گئے۔

حدیث ۷۸۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَرَّمَ اللّٰهُ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مکہ کو حرم بنایا۔ میرے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوا اور میرے بعد کسی کے لئے حلال نہ ہوگا میرے لئے تھوڑی دیر کے لئے حلال کیا گیا اس کی گھاس نہ صاف کی جائے اس کا درخت نہ کاٹا جائے اس کا شکار نہ بھڑکایا جائے اس میں گری ہوئی چیز نہ اٹھائی جائے مگر تشہیر کرنے والا اس پر عباس نے کہا سوائے اذخر کے یہ ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے لئے ہے

شبلی صاحب پر تعقب شبلی صاحب نے سیرۃ النبی جلد اول میں لکھا ہے۔ ان شہدا پر نماز جنازہ بھی اس وقت نہیں پڑھی گئی۔[1] بخاری ثانی میں ہے۔ غزوہ احد کے بیان میں گزر چکا کہ شہداء احد کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی گئی تھی۔[2] اس پر خود ان کے تلمیذ سلیمان ندوی صاحب نے جلد اول کے حاشیے میں تنبیہ کر دی ہے۔ اس لئے ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

تشریحات ۲۵۵ حضرت جابر کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے ساتھ حضرت عمرو بن جموح بن زید بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما مدفون تھے یہ حضرت جابر کے چچا زید کے صاحبزادے تھے، چچا نہ تھے۔ انہیں ان کی تعظیم و تکریم کے لئے چچا کہدیا۔ جیسا کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ احتراماً ہر اپنے سے بڑے کو چچا کہدیتے تھے۔ امام واقدی اور ان کے تلمیذ ابن سعد نے فرمایا کہ یہ دونوں دو کپڑوں میں کفنائے گئے تھے۔ اب تطبیق یہ ہے کہ ایک کمبل کو پھاڑ کر دونوں کو کفن دیا گیا۔

تشریحات ۷۸۵ یہ خطبہ فتح مکہ کے موقع پر دیا۔ مغازی کی روایات میں اس کی تصریح ہے۔ وہیں یہ بھی ہے کہ اللہ عز و جل نے جس دن آسمان و زمین پیدا فرمایا۔ اسی دن مکہ کو حرم بنایا۔

الا لمعرف یعنی حرم میں کوئی پڑی ہوئی چیز ملے تو اسے وہی اٹھائے جو اس کی تشہیر کرے تاکہ جس کی ہو وہ لیجائے دوسری روایتوں میں لمنشد ہے۔ انشاد کے معنی آواز بلند کرنا ہے۔ اس کے معنی بھی وہی ہیں۔ کہیں کوئی پڑی ہوئی چیز ملے تو اسے وہی اٹھائے جو اس کی سال بھر تک تشہیر کرے۔ سال پورا ہونے پر بھی پتہ نہ چلے تو صدقہ کر دے۔ یہ حکم ہر جگہ کا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے لئے خاص اس لئے یہ فرمایا کہ وہاں اس کا امکان بہت زیادہ ہے کہ گری پڑی چیزیں رہ جائیں غالباً اس وقت یہ عادت رہی ہوگی کہ لوگ اسے اٹھا کر رکھ لیتے ہوں اس لئے اسے بھی خصوصیت کے ساتھ بیان فرمایا۔

لصاغتنا صاغۃ۔ صائغ کی جمع ہے بسنار، بعض روایتوں میں لقیننا ہے۔ یعنی ہمارے لوہار کے لئے، بعض روایتوں میں لسقف بیوتنا ہے۔ یعنی ہمارے گھروں کی چھت کے لئے ہے۔ حضرت عباس کی عرض داشت کا مطلب یہ تھا کہ

---

[1] جلد اول صفحہ ۳۸۹ [2] جلد ثانی صفحہ ۱۷۷ ؏ باب من یقدم فی اللحد صفحہ ۱۷۹

إِلَّا الْإِذْخِرَ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقُبُورِنَا

اذخر یا ماسوائے اذخر کے، حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ حضرت عباس نے کہا تھا کہ وہ ہماری قبروں اور ہمارے گھروں

وَبُيُوتِنَا وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوتِهِمْ ع

کے لئے ہے اور مجاہد نے طاؤس سے روایت کرتے ہوئے ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت عباس نے کہا تھا کہ وہ ہمارے لوہاروں اور ہمارے گھروں کے لئے ہے

حدیث ۷۸۶

قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَتَى

عمرو بن دینار نے کہا میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ حُفْرَتَهُ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لائے جب وہ اپنے گڑھے میں ڈالا جا چکا تھا تو حکم دیا

فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ فَوَضَعَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَنَفَثَ فِيهِ مِنْ رِيقِهِ وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ

وہ نکالا گیا، اسے اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور اسے اپنا کرتا پہنایا۔

فَاللَّهُ أَعْلَمُ وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيصًا. وَقَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ أَبُو هَارُونَ وَكَانَ

اللہ خوب جانتا ہے اور اس نے حضرت عباس کو کرتا پہنایا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَانِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ

دو کرتے پہنے ہوئے تھے عبداللہ بن ابی کے فرزند نے حضور سے عرض کیا کہ یا رسول

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلْبِسْ أَبِي قَمِيصَكَ الَّذِي يَلِي جِلْدَكَ قَالَ سُفْيَانُ فَيَرَوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

باپ کو وہ کرتا پہنائیں جو حضور کے جسم سے متصل ہے سفیان نے کہا لوگوں کا گمان یہ ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْبَسَ عَبْدَ اللَّهِ قَمِيصَهُ مُكَافَأَةً لِمَا صَنَعَ. ع

نے عبداللہ کو اپنا کرتا اس کے بدلے میں پہنایا تھا جو اس نے حضرت عباس کے ساتھ کیا تھا۔

اذخر ہماری بھٹیوں، ہمارے مکانات کی چھتوں اور قبروں میں کام آتی ہے۔ اگر اس کا کاٹنا ممنوع رہے گا تو اہل مکہ کو سخت دشواری رہے گی۔ اس لئے اس کا استثنا فرما دیں۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ جس چیز کو چاہیں حلال فرما دیں، جس چیز کو چاہیں حرام فرما دیں، اور جس حکم میں چاہیں تغیر فرما دیں۔ تفصیل کے لئے منبہ اللبیب کا مطالعہ کریں۔ یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ مکہ معظمہ بذریعہ جنگ فتح ہوا ہے۔ حرم میں جو درخت اور گھاس خودرو ہوں ان کا کاٹنا اور اکھاڑنا جائز نہیں۔

ع الاذخر والحشیش فی القبور ص۱۸۰ الحج باب فضل الحرم ص۲۱۶ الجہاد باب اثم الغادر للبر والفاجر ص۴۵۳، البیوع ما قیل فی الصواغ ص۲۸۱، اللقطۃ باب کیف تعرف لقطۃ مکۃ ص۳۲۸، ثانی المغازی غزوۃ الفتح باب ص۶۱۵، مسلم الحج ابوداؤد مناسک نسائی المناسک مسند امام احمد جلد اول ص۲۵۳ ع باب ہل یخرج المیت من القبر واللحد ص۱۸۰، باب الکفن فی القمیص الذی یکف ص۱۶۹، الجہاد باب کسوۃ الاساری ص۴۲۲، ثانی اللباس باب لبس القمیص ص۸۶۲، مسلم توبہ، نسائی الجنائز۔

حدیث ۷۸۷

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا حَضَرَ اُحُدٌ دَعَانِي اَبِي مِنَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب احد کا دن آیا تو مجھے میرے والد نے رات میں بلایا اور

اللَّيْلِ فَقَالَ مَا اُرَانِي اِلَّا مَقْتُولًا فِي اَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى

فرمایا میرا ظن غالب ہے کہ میں صحابہ کرام میں سب سے پہلے قتل کیا جاؤں گا اور میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّي لَا اَتْرُكُ بَعْدِي اَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُولِ

علیہ وسلم کے سوا تم سے زیادہ پیارا کسی کو نہیں چھوڑ رہا ہوں اور مجھ پر

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِاَخَوَاتِكَ

قرض ہے اسے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا

خَيْرًا فَاَصْبَحْنَا فَكَانَ اَوَّلَ قَتِيلٍ وَدَفَنْتُ مَعَهُ آخَرَ فِي قَبْرِهِ ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِي

سلوک کرنا صبح ہوئی تو سب سے پہلے وہی شہید ہوئے اور میں نے ان کے ساتھ ایک اور صاحب کو دفن کر دیا تھا پھر مجھے گوارا

اَنْ اَتْرُكَهُ مَعَ آخَرَ فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ فَاِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً غَيْرَ اُذُنِهِ

نہ ہوا کہ ان کے ساتھ دوسرے کو رہنے دوں تو میں نے چھ مہینے کے بعد نکالا تو وہ ویسے ہی تھے جیسے میں نے دفن کیا تھا سوائے کان کے۔

ہمارے یہاں جانوروں کو چرانا بھی جائز نہیں۔ کانٹے اکھاڑنے چرانے پر اس کی قیمت واجب ہے۔ اور جو درخت لگائے جائیں اور جو سبزیاں بوئی جائیں وہ مستثنیٰ ہیں۔

قال ابوهريرة اس حدیث میں صرف لصاغتنا و قبورنا تھا۔ تکمیل کے لئے امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث بطریق مجاہد عن طاؤس کو تعلیقاً ذکر فرمایا پہلے میں لبیوتنا زائد ہے اور دوسری میں لصاغتنا کی جگہ لقینہم ہے۔

تشریح ۷۸۶ اس حدیث پر مفصل بحث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کے ضمن میں ہو چکی ہے۔

تشریحات ۷۸۷ اس کے متصل والی روایت میں ہے۔ میں نے اپنے والد کو علیحدہ قبر میں کر دیا۔ حضرت جابر کے والد ماجد کو یہ گمان اس بنا پر تھا کہ انہوں نے خواب میں حضرت مبشر بن عبد المنذر کو دیکھا۔ یہ بدر میں شہید ہوئے تھے کہ وہ کہہ رہے ہیں۔ تم انہیں دنوں میں ہمارے پاس آنے والے ہو۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خواب بیان فرمایا۔ تو فرمایا۔ یہ شہادت ہے۔ گذر چکا کہ یہ دوسرے صاحب حضرت عمرو بن جموح بن زید بن حرام حضرت جابر کے چچازاد بھائی تھے۔ یہ حضرت جابر کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کے دوست بھی تھے، اور ان کے بہنوئی بھی تھے۔ ان دونوں کو ایک قبر میں دفن کرنے کا حکم خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ چھ ماہ بعد شہداء کے جسموں کا جوں کا توں رہنا اسلام کی حقانیت کی دلیل قاطع ہے۔

مدینہ طیبہ کی تمام تواریخ وفاء الوفا، جذب القلوب وغیرہ نیز کتب حدیث و سیر میں مذکور ہے کہ جب حضرت معاویہ نے مدینہ میں پانی لانے کے لئے نہر نکالی اور اس کے لئے کھدائی ہوئی تو حضرت جابر کے والد ماجد کی قبر کھل گئی تو اس وقت بھی تر و تازہ تھے۔ پاؤں کے

ع۵ باب هل يخرج الميت من القبر ص۱۸۰، ابو داؤد بادنیٰ تغیر۔

ت ۲۵۶	وَقَالَ الْحَسَنُ وَشُرَيْحٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَقَتَادَةُ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا فَالْوَلَدُ مَعَ الْمُسْلِمِ اور حسن بصری اور شریح اور ابراہیم نخعی اور قتادہ نے کہا ماں باپ میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو نابالغ بچہ مسلمان کے ساتھ ہے
ت ۲۵۷	وَقَالَ الْإِسْلَامُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى۔ عہ اسلام خود بلند ہوتا ہے اسے بلند نہیں کیا جاتا۔

ایک زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ جب زخم سے ہاتھ ہٹایا گیا تو خون بہنے لگا۔ پھر جب ہاتھ زخم پر رکھ دیا گیا تو زخم سے خون نکلنا بند ہو گیا۔ ان کے کفن اور پیروں پر جو گھاس ڈالی گئی تھی جوں کی توں تھی۔ کھودتے وقت پھاوڑا حضرت حمزہ کے پاؤں پر لگا تو اس سے خون بہہ نکلا۔ اسی طرح دوسرے شہدا ابھی تر و تازہ تھے۔ یہ چالیس سال کے بعد کا واقعہ ہے۔ پھر چھ سال کے بعد سیلاب سے قبریں کھلیں تو بھی شہداء تر و تازہ تھے۔

تشریحات ۲۵۶ امام حسن بصری اور قاضی شریح کے اثر کو بیہقی نے اور حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت قتادہ کے اثر کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں موصولاً روایت کیا ہے۔ یہاں باب کے دو جز ہیں۔ نابالغ بچہ مسلمان ہو جائے اور مر جائے تو کیا اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے؟ دوسرا جز یہ ہے۔ اور کیا نابالغ بچے پر اسلام پیش کیا جائے گا؟ کافر کا بچہ اگر سمجھ وال ہے اور اسلام لائے تو اس کا اسلام معتبر ہے۔ ایسی صورت میں اگر مر جائے تو اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے گی۔ یوں ہی ماں باپ میں سے کوئی مسلمان ہو گیا ہو تو اس بچے کی بھی نماز جنازہ ہے اگرچہ وہ ناسمجھ ہے۔ اب اس تعلیق کو باب کے پہلے جز سے بھی مناسبت ہو گئی۔ اور دوسرے جز سے یوں مطابقت ہے کہ جب ماں باپ میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے سے بچہ مسلمان ہے تو اس پر اسلام پیش کرنے کی حاجت نہیں۔

تشریحات ۲۵۷ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جسے دار قطنی نے حضرت عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ایک روایت[1] میں ہے کہ جب حضرت عائذ بن عمرو اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو صحابہ نے خوش ہو کر کہا۔ یہ عائذ بن عمرو اور ابو سفیان۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ عائذ بن عمرو اور ابو سفیان ہیں۔ اسلام ان سے بھی زیادہ معزز ہے۔ اسلام بلند ہوتا ہے، بلند نہیں کیا جاتا۔ علامہ ابن حجر[2] نے فرمایا کہ واو عاطفہ سے ظاہر ہے کہ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ ابن حزم کے محلی میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ یہودی یا نصرانی عورت مسلمان ہو تو ان کے شوہروں اور ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ اس لئے کہ اسلام بلند رہتا ہے۔ اس پر کوئی چیز بلند نہیں ہوتی۔ اس تعلیق کو باب سے صرف اتنی مناسبت ہے کہ نابالغ بچہ ماں باپ میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے سے مسلمان ہو گیا۔ اس میں اس کے قصد و اختیار کو، کوئی دخل نہیں۔ یہ اسلام کے از خود بلند ہونے کی دلیل ہے کہ اس پر خود بخود بغیر اس کے قصد و ارادے کے غلبہ کر لیا۔

عہ باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه ص۱۸۰

[1] فتح الباری جلد ثالث ص۱۷۵ [2] ایضاً

حدیث ۷۸۸

أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جماعت کے ہمراہ ابن صیاد کی جانب چلے

قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدَهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ وَقَدْ
یہاں تک کہ بنی مغالہ کے ٹیلوں کے پاس ابن صیاد کو بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا پایا

قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اور ابن صیاد بالغ ہونے کے قریب تھا اسے خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر ہاتھ رکھا پھر ابن صیاد سے

تشریحات ۷۸۸

ابن صیاد یہودیوں میں یا یہودیوں کے حلیف بنی النجار میں صیاد نام کے ایک شخص کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ جس کا نام صافی یا عبد اللہ تھا۔ اس میں کچھ عجیب و غریب باتیں تھیں۔ مثلاً وہ پیدا ہوا تو اس طرح رد دیا جیسے ایک بچے کا بچہ رو رہا ہے۔ آئندہ کی باتیں بتاتا جن میں کچھ کبھی صحیح نکلتیں۔ مسند امام احمد میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت کے ایک بچہ پیدا ہوا۔ جس کی ایک آنکھ غائب تھی اور دوسری ابھری ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ کہیں یہی دجال نہ ہو۔ مسند امام احمد میں حضرت ابو بکرہ کی حدیث میں ہے دجال کے ماں باپ کو تیس سال تک اولاد نہ ہوگی۔ پھر ایک کانا لڑکا ہوگا بہت زیادہ ضرر رساں اور بہت کم نفع بخش۔ اس کی آنکھیں سوئیں گی اور دل جاگتا رہے گا۔ اور دجال کے ماں باپ کا یہ حلیہ بیان فرمایا اس کا باپ لمبا لمبا ہوگا، اس کی ناک چونچ کی طرح ہوگی اور اس کی ماں موٹی ہوگی۔ اس کے پستان لمبے ہوں گے۔ یہود میں اس قسم کے ایک لڑکے کی پیدائش کے بارے میں ہم نے سنا تو میں اور زبیر بن عوام گئے۔ اور دیکھا تو اس کے ماں باپ ویسے ہی تھے۔ نیز اسی میں اور بزار میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی ماں کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ اس سے پوچھو۔ بچہ کتنے دن پیٹ میں رہا۔ تو اس کی ماں نے بتایا کہ بارہ مہینے۔ اور جب پیدا ہوا تو ہم اس کے قریب سے گذرے وہ دھوپ میں چادر میں لپٹا پڑا تھا۔ اس نے ہم سے پوچھا تم لوگ کس پھیر میں ہو ہم نے کہا تو نے سن لیا۔ اس نے کہا آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا ہے۔

دجال کی بعض علامتیں ابن صیاد میں تھیں اس لئے اس کی تفتیش کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے صحابۂ کرام میں بہت سے حضرات کو یقین تھا کہ یہی دجال ہے۔ جو آخر زمانے میں ظاہر ہوگا۔ ابو داؤد میں ہے کہ یہ واقعۂ حرہ میں غائب ہو گیا۔ اسی میں ہے کہ حضرت ابن عمر حضرت جابر حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یقین تھا کہ یہی دجال ہے۔

مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں اور عمار اور ابن صیاد حج کے ارادے سے کہ چلے ایک منزل پر لوگ منتشر ہو گئے میں اور ابن صیاد اکیلے رہ گئے۔ اس کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا تھا اس کی وجہ سے مجھے سخت وحشت ہوئی۔ اس نے اپنا سامان لا کر میرے پاس رکھنا چاہا تو میں نے کہا گرمی بہت ہے اس درخت کے سائے میں رکھو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ ہمارے سامنے بکریوں کا ایک ریوڑ آیا وہ گیا اور دودھ لایا مجھ سے کہا لو پی لو۔ میں نے کہا گرمی سخت ہے اور دودھ گرم ہے۔ حالانکہ میں اس کے ہاتھ

ﻟﻪ ثانی ملاحم باب ابن صیاد ص۳۳۶   ﻟﻪ ثانی الفتن باب ذکر ابن صیاد ص۲۹۸

بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ
فرمایا کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو اس نے حضور کی جانب دیکھا

فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأُمِّيِّيْنَ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیوں کے رسول ہیں۔ پھر ابن صیاد نے کہا کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ

وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَرَفَضَهٗ وَقَالَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرُسُلِهٖ فَقَالَ لَهٗ
میں اللہ کا رسول ہوں تو حضور نے اسے چھوڑ دیا اور فرمایا میں اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لایا

مَاذَا تَرٰى قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَأْتِيْنِيْ صَادِقٌ وَّكَاذِبٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
پھر اس سے فرمایا تو کیا دیکھتا ہے ابن صیاد نے کہا میرے پاس سچا بھی آتا ہے اور جھوٹا بھی، تو نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا

بے جا نہیں چاہتا تھا۔ اب اس نے کہا اے ابو سعید! تیرے بارے میں جو کہا جاتا ہے اس کی وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ کسی درخت میں رسی
ٹکا کر گلا گھونٹ لوں۔ اے گروہ انصار لوگوں پر رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی حدیث پوشیدہ ہو تو ہو مگر تم پر پوشیدہ نہیں۔
کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ (مسیح دجال) کافر ہے اور میں مسلمان ہوں، کیا یہ نہیں فرمایا ہے کہ وہ بانجھ
ہے اور میں نے مدینے میں اپنی اولاد چھوڑی ہے۔ کیا یہ نہیں فرمایا کہ وہ مدینے اور مکے میں داخل نہیں ہوگا۔ اور میں مدینے سے آرہا ہوں
اور مکہ جا رہا ہوں۔ حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ میں اس سے معذرت کرنے والا ہی تھا کہ اس نے کہا میں اسے (دجال) کو پہچانتا ہوں، اور
یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کا مولد کہاں ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ اس کے پہلے والی روایت میں ہے کہ میں اسکے
ماں باپ کو پہچانتا ہوں۔ اس سے کہا گیا۔ کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تو وہ شخص ہو تو اس نے کہا۔ اگر یہ بات مجھ پر پیش کی جائے تو ناپسند نہ
کروں گا۔ اس پر حضرت ابو سعید نے کہا تیرے لئے پورے دن بربادی ہو۔
سیف نے کتاب الفتوح میں لکھا ہے کہ جب نعمان نے سوس کا محاصرہ کیا اور اس کا فتح کرنا مشکل ہوگیا۔ تو سوس کے پادریوں نے
کہا۔ اے اہل عرب ہمارے اگلے علماء نے کہا ہے کہ اسے صرف دجال فتح کرے گا۔ اگر تم میں دجال ہے تو تم لوگ فتح کر پاؤگے ورنہ نہیں،
ابن صیاد اس لشکر میں تھا وہ دروازے پر غصہ ہو کر آیا اور اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار کر کہا کھل۔ تو زنجیریں ٹوٹ گئیں اور تالے ٹوٹ
گئے اور دروازہ کھل گیا، مسلمان اندر داخل ہوگئے۔
بعد کے علماء میں بھی یہ اختلاف رہا۔ ابن تین نے کہا اصح یہ ہے کہ یہ دجال نہیں۔ علامہ قرطبی ابن تین سے متفق نہیں۔ ابن جریر وغیرہ
نے اسے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ عمارہ حضرت امام مالک کے شیخ اسی کے فرزند تھے۔
ابن صیاد۔ اس بارے میں تین روایتیں ہیں۔ صیاد، صائد، ساند، الامیین، اُمی کا جمع ہے۔ اس میں تین احتمال ہیں یا یہ اُمۃ العرب
سے ہے، یا اُم القریٰ سے ہے، جو مکہ معظمہ کا نام ہے۔ یا اُم سے ہے۔ یعنی جو لکھنے پڑھنے کے اعتبار سے اسی حالت پر ہے جیسے ماں نے
جنا ہے۔ اُمی اس زمانے میں اہل عرب کو کہا جاتا تھا۔

مَاذَا تَرٰى یعنی خواب میں کیا دیکھتا ہے۔ جو دیکھتا ہے وہ سچ ہوتا ہے یا جھوٹ، یا مراد مطلقاً دیکھتا ہے یعنی پوشیدہ باتیں،
اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ سچ بھی ہوتی ہیں اور جھوٹ بھی۔ آنے والا سچا ہوتا ہے جو سچی خبر دیتا ہے۔ اور جھوٹا بھی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِطَ عَلَيْكَ الْاَمْرُ ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تجھ پر معاملہ خلط ملط ہے اس کے بعد نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اس سے فرمایا

اِنِّيْ قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيْئًا فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ فَقَالَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ

میں نے تیرے لئے ایک بات دل میں رکھی ہے (وہ کیا ہے) تو ابن صیاد نے کہا وہ دُخ ہے اس پر فرمایا دور ہو تو اپنی بساط سے

قَدْرَكَ فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَضْرِبْ عُنُقَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

آگے ہرگز نہیں بڑھ پائے گا حضرت عمر نے عرض کیا اجازت دیجئے میں اس کی گردن اڑا دوں تو نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْ هُوَ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ

نے فرمایا اگر یہ وہی ہے تو تم اس پر قابو نہیں پاؤ گے اور اگر وہ نہیں تو اس کے قتل میں کوئی خاص فائدہ

لَكَ فِيْ قَتْلِهِ وَقَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ ثُمَّ انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

نہیں اور سالم نے کہا میں نے حضرت ابن عمر سے سنا فرماتے تھے اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اِلَى النَّخْلِ الَّتِيْ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ وَهُوَ يَخْتِلُ اَنْ

اور ابی ابن کعب کھجوروں کی طرف چلے جن میں ابن صیاد رہتا تھا حضور یہ چاہتے تھے کہ کسی حیلے سے ابن صیاد کی کچھ باتیں سنیں قبل

آتا ہے۔ جس کی باتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔

خلط علیك الامر یعنی تیرا شیطان تیرے پاس آکر جھوٹ ملا کر تجھے بتاتا ہے اور تجھے جھوٹ اور سچ میں امتیاز نہیں ہو پاتا۔

قد خبئت لك خبیئا حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے آیۂ کریمہ۔ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ۔ دل میں رکھا تھا۔ اس نے بتایا دُخ۔ اس سے صحابۂ کرام پر ظاہر ہو گیا کہ یہ کذاب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹے مدعی نبوت کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کے لئے اس سے معجزہ طلب کیا جا سکتا ہے۔

اخسأ فلن تعدو قدرك یعنی تو کاہن ہے۔ تو صرف کاہن ہے اس سے زیادہ تیری حیثیت نہیں۔ مگر یہاں سوال یہ ہے کہ وہ اس آیۂ کریمہ میں سے ایک ہی لفظ کو کیسے جان گیا۔ علامہ عینی نے یہ جواب ارشاد فرمایا۔ ہو سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے پہلے صحابۂ کرام کو بتا دیا ہو۔ اسے اس کے شیطان نے کچھ سن لیا ہو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کے اس قول سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دل میں آیت مذکور رکھا تھا۔ یہی ظاہر ہے۔ اسلئے کہ پہلے سے بتا دینے سے صحابۂ کرام کو اطمینان کلی ہو گیا۔ یا یہ کہ روزانہ کے امور کے لئے اللہ عز وجل فرشتوں کو حکم دیتا ہے پھر فرشتے اسے ایک دوسرے سے کہتے ہیں شیاطین ان میں سے استراق سمع کر کے کچھ سن لیتے ہیں۔ اسی طرح اس کے شیطان نے صرف دخان سنا ہو اور اسے بتا دیا ہو۔

اقول۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں میں فطری طور پر اس کی قوت ہوتی ہے کہ وہ تھوڑی بہت پوشیدہ باتیں جان لیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ابن صیاد میں بھی یہ قوت رہی ہو۔ اس کی وجہ سے اس نے اتنا جان لیا۔

وقال سالم یہ حدیث سابق کا تتمہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس واقعے کے بعد پھر کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ابی ابن

لِيَسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

اس سے کچھ حضور کو دیکھے — نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے — اس کو دیکھا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْزَةٌ أَوْ زَمْرَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ

کہ وہ اپنی چادر میں لیٹا ہوا ہے — اس میں گنگناہٹ ہے — ابن صیاد کی ماں نے نبی

صَيَّادٍ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیا — کہ کھجور کے درختوں میں چھپے ہوئے آرہے ہیں — تو اس نے ابن صیاد

کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گئے تو یہ واقعہ پیش آیا۔ یہ اطلاع ملی ہوگی کہ ابن صیاد لیٹے لیٹے کچھ بڑبڑاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاہا کہ اسے سنوں کیا بکتا ہے۔ اور صحابہ کرام کو بتادوں جس سے ان کو حق الیقین حاصل ہو جائے کہ یہ کاہن ہی ہے۔ مگر اس کی ماں کی مداخلت کی وجہ سے اسے سن نہ سکے۔ اور جو مقصد تھا وہ پورا نہ ہوا۔

قال شعیب فیھا رمزۃ۔ میں چار روایتیں ہیں۔ رمزۃ۔ زمرۃ۔ زمزمۃ۔ رمرمۃ۔ ان سب کے معنی قریب قریب ہیں منہ سے ایسی آواز نکالنی جو سننے والے کی سمجھ میں نہ آئے۔ بڑبڑانا، گنگنانا۔

قادیانی کا رد قادیانی دجال نے اس حدیث کے اس جزء سے۔ اگر یہ وہی ہے تو تم اس پر قدرت نہ پاؤ گے سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دجال کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ اس لعین نے اِنْ یَّکُنْہُ میں اِنْ کو شک کے لئے سمجھ لیا ہے۔ اس دجال کو یہ معلوم نہیں کہ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے قرآن مجید میں فرمایا۔ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ۔ فرمادو اگر رحمٰن کے کوئی بیٹا ہے تو میں سب سے پہلے اس کی پرستش کرنے والا ہوں۔ ظاہر ہے آپ کے دیکھئے یہاں بھی اِنْ شک کے لئے ہے۔ اس جاہل کو کیا پتہ کبھی موقع اور حال کا مقتضی یہ ہوتا ہے کہ ایک یقینی اور قطعی بات کو شرط وجزا کے ساتھ بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور یہ اسلوب زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ اور شک وتردد کو بالکلیہ قطع کر دیتا ہے۔ مثلاً نصاریٰ کا اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ اس کے رد کے لئے ایک طریقہ یہ ہے کہ فرمایا گیا۔ مسیح اللہ کے بیٹے نہیں۔ مگر آیت مذکورہ میں رد جتنا مؤثر اور قوی ہے وہ ظاہر ہے۔ اسی طرح یہاں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے قتل کر دینا چاہتے تھے۔ اس سے روکنے کے لئے اتنا ارشاد کافی تھا کہ قتل مت کرو۔ مگر حدیث کے جملہ مذکورہ میں ممانعت جس قوت کے ساتھ ہے وہ سب پر ظاہر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعیت کے ساتھ یہ جانتے تھے کہ یہ دجال نہیں۔ اس کی دلیل کتاب الجہاد[1] کی یہ حدیث ہے جو اسی حدیث کا تتمہ ہے ــــ حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا کی ایسی جس کے وہ لائق ہے۔ اس کے بعد دجال کا تذکرہ فرمایا۔ اور فرمایا میں تم لوگوں کو اس سے ڈراتا ہوں اور ہر نبی نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا۔ نوح نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا۔ لیکن میں ایک ایسی بات بتاتا ہوں کہ کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ تم لوگ جانتے ہو کہ وہ کانا ہے۔ اور اس سے اللہ عزوجل منزہ ہے۔

اقول وباللہ التوفیق۔ بعض اسرار ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں کسی پر ظاہر کرنے کی من جانب اللہ اجازت نہیں ہوتی۔ اگرچہ انبیاء کرام

[1] باب کیف یعرض الاسلام علی الصبی ص ۴۳۰

إِبْنُ صَيَّادٍ يَا صَافِ وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ هٰذَا مُحَمَّدٌ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ

سے کہا اے صاف! یہ ابن صیاد کا نام ہے یہ محمد تو ابن صیاد کود پڑا

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ وَقَالَ شُعَيْبٌ زَمْزَمَةٌ

اس کا باری نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا اگر اسے چھوڑ دیتی تو کھل جاتا اور شعیب نے کہا زمزمہ

فَرَفَصَهُ وَقَالَ إِسْحٰقُ الْكَلْبِيُّ وَعُقَيْلٌ رَمْرَمَةٌ وَقَالَ مَعْمَرٌ رَمْزَةٌ عـہ

زمزمہ اور اسحق کلبی اور عقیل نے کہا رمرمہ اور معمر نے کہا رمزۃ۔

اسے جانتے ہیں۔ جیسے قیام قیامت کا علم، تصریح گذرچکی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو اس کا علم تھا مگر اس کے چھپانے کے مامور تھے۔ اسی طرح ابن صیاد کے بارے میں کوئی واضح فیصلہ نہیں فرمایا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم اس کی حقیقت سے واقف نہ تھے۔ ہوسکتا ہے یہ بھی انہیں رموز خاصہ میں سے ہو جس کے اظہار کی اجازت نہ ہو۔

اشکال اور جواب ابن صیاد نے دعوائے نبوت کیا جس کی وجہ سے وہ واجب القتل تھا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم کو اسے قتل کرنے سے کیوں روک دیا؟ اس کے علماء نے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ یہودی تھا، اور یہ واقعہ مدینہ طیبہ تشریف آوری کے بالکل ابتدا کا ہے اس وقت یہود سے معاہدہ تھا۔ اسے قتل کرنا اس معاہدے کی خلاف ورزی تھی۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ وہ نابالغ تھا اس لئے چھوڑ دیا۔

اقول وباللہ التوفیق۔ امور دو قسم کے ہیں۔ تشریعی اور تکوینی، امت شریعت کے مطابق عمل کرنے کی مکلف ہے۔ اگرچہ معلوم ہو کر کامیابی نہ ہوگی۔ مگر انبیاء کرام کو یہ حق ہے کہ شریعت کے خلاف اور تکوینی کے بموجب عمل فرمائیں اور عمل کرنے کا حکم دیں۔ جیسے ذوالخویصرہ تمیمی نے شان اقدس میں گستاخی کی اور یہ کہدیا۔ اِعْدِلْ یَا مُحَمَّدُ اور گستاخ رسول کی سزا شریعت میں قتل ہے اسی کے بموجب حضرت عمر یا حضرت خالد نے اسے قتل کرنے کی اجازت چاہی تو فرمایا۔ رہنے دو۔ اس کی نسل سے ایسے لوگ نکلیں گے۔ جن کی نمازوں کے آگے تم اپنی نمازوں کو۔ ان کے روزوں کو آگے اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے ٹیٹوؤں سے آگے نہیں بڑھے گا، دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے۔ حکم شریعت کا مقتضی یہی تھا کہ ذوالخویصرہ کو قتل کردیا جائے مگر منجانب اللہ یہ مقدر تھا کہ یہ زندہ رہے اور اس کی نسل سے یہ گمراہ پیدا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے تکوین کے مطابق عمل کا حکم دیا۔ اسی طرح ابن صیاد واجب القتل تھا۔ مگر منجانب اللہ یہ مقدر تھا کہ یہ زندہ رہے۔ اس امر تکوینی کے مطابق حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم کو قتل کرنے سے روک دیا۔

مطابقت باب سے مطابقت حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہے کہ فرمایا۔ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

عـہ اذا اسلم الصبی ثم مات ھل یصلی علیہ ص ۱۸۰، الشھادات باب شھادۃ المختبی ص ۳۵۹، الجھاد باب ما یجوز من الاحتیال والخدعۃ ص ۴۲۵، الجھاد باب کیف یعرض الاسلام علی الصبی ص ۴۳۹/۳۰، ثانی الادب باب قول الرجل للرجل اخسأ ص ۹۱۳، القدر باب یحول بین المرء وقلبہ ص ۹۷۹۔ مسلم ابوداؤد ملاحم، مسند امام احمد ثانی ص ۱۴۸۔

حدیث ۷۸۹

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ غُلَامٌ یَهُوْدِیٌّ یَخْدُمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَاْسِہٖ فَقَالَ لَہٗ اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰی اَبِیْہِ وَهُوَ عِنْدَہٗ فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ عه

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک یہودی بچہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا تو اس کی عیادت کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھے اور اس سے فرمایا مسلمان ہو جا تو اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور وہ بھی اس کے پاس تھا اس کے باپ نے کہا ابو القاسم کی بات مان لے اس لئے وہ مسلمان ہو گیا اب نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے اس اللہ کا شکر جس نے اسے جہنم سے نجات دی۔

حدیث ۷۹۰

قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ كُنْتُ اَنَا وَاُمِّیْ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ اَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ وَاُمِّیْ مِنَ النِّسَاءِ عه

عبید اللہ نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ میں اور میری ماں مستضعفین میں سے تھے میں بچوں میں اور میری ماں عورتوں میں۔

تشریحات ۷۸۹

ان بچے کا نام عبد القدوس تھا۔ اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں کہ بچوں کا اسلام معتبر ہے۔ دوسرے یہ کہ کفار کے بچے اپنے ماں باپ کے ساتھ جہنم میں رہیں گے۔ مگر یہ قطعی نہیں، اس کی بحث آگے آ رہی ہے۔

تشریحات ۷۹۰

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ ماجدہ کا نام لبابہ بنت الحارث تھا۔ اور کنیت ام الفضل۔ یہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن تھیں۔ یہ قدیم الاسلام خاتون ہیں۔ ابن سعد نے کہا ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد خواتین میں انہیں کا نمبر ہے۔ حضرت ابن عباس ہجرت سے تین سال قبل اس وقت پیدا ہوئے تھے جبکہ کفار مکہ نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تمام بنی ہاشم کو شعب ابو طالب میں محصور کر رکھا تھا۔ حضرت ابن عباس نے آغوش توحید میں ہوش سنبھالا۔ ابتداء ہوش ہی سے مسلمان رہے۔ ۸ھ میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہجرت کر کے مع اہل عیال مدینہ طیبہ آئے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت عباس غزوۂ بدر کے بعد ہی اسلام قبول فرما چکے تھے۔ مسند امام احمد میں ہے[له] کہ جب بدر میں حضرت عباس گرفتار ہوئے اور حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فدیہ طلب فرمایا۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ میں پہلے سے مسلمان ہوں۔ یہ لوگ جبریہ مجھے لائے ہیں۔ فرمایا آپ جو کہتے ہیں حق ہے تو اللہ آپ کو اجر دے گا۔ ظاہر حال یہ ہے کہ آپ ہم سے لڑنے

عه اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه ص۱۸۰، ثانی المرضی باب عیادة المشرك ص۸۴۵: ابوداؤد، الجنائز، نسائی، سیر۔

عه باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه ص۱۸۱، ثانی تفسیر سورة النساء باب قوله وما لكم لا تقاتلون فی سبیل الله والمستضعفین ص۶۶۰۔ له جلد اول ص۳۵۳۔

حدیث ۷۹۱

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ يُصَلَّى عَلَى كُلِّ مَوْلُودٍ مُتَوَفًّى وَإِنْ كَانَ مِنْ
حضرت ابن شہاب زہری نے فرمایا ہر فوت شدہ بچے پر نماز پڑھی جائے گی اگرچہ وہ زانیہ کا

أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ يَدَّعِي أَبَوَاهُ الْإِسْلَامَ أَوْ أَبُوهُ
ہو اس وجہ سے کہ وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہے اس کے والدین اسلام کا دعوی کرتے ہوں یا صرف اس کا باپ

خَاصَّةً وَإِنْ كَانَتْ أُمُّهُ عَلَى غَيْرِ الْإِسْلَامِ إِذَا اسْتَهَلَّ صَارِخًا صُلِّيَ عَلَيْهِ
کرتا ہو اگرچہ اس کی ماں اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب پر ہو جبکہ پیدائش کے وقت آواز کے ساتھ رودے تو اس پر نماز پڑھی

آپ مجھے فدیہ دیجئے۔ تو عرض کیا، میرے پاس مال نہیں۔ ارشاد فرمایا آپ کا وہ مال کہاں ہے جو گھر سے چلتے وقت ام الفضل کے پاس رکھ آئے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میرے اور ام الفضل کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں۔ کئی بار ہجرت کی اجازت چاہی مگر مصلحتاً اجازت نہیں ملی۔ انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فتح مکہ سے پہلے کیا تھا۔ ہجرت کر کے مدینہ آرہے تھے کہ راستے میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لے۔ حضور نے انہیں بھی ساتھ لے لیا۔ اور فرمایا آپ آخری مہاجر ہیں۔

مستضعفین سے مراد وہ مسلمان ہیں، جو مکہ معظمہ میں بوجہ مجبوری رہ گئے تھے، ہجرت نہ کرسکے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما کا مطلب یہ ہے کہ میں اس وقت بالغ نہیں تھا۔ اور صرف والدہ مسلمان تھیں، مگر میں بھی مسلمانوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نابالغ بچہ خَیْرُ الْاَبَوَیْنِ دِیْنًا کے تابع ہے۔ اگر اس کے ماں باپ میں کوئی مسلمان ہو تو مسلمان مانا جائے گا۔ اس طرح اس باب کے دوسرے جزء سے مطابقت ہوگئی۔ اور اس کا یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ میں نابالغ تھا، اور بہر حال اس وقت میرا اسلام معتبر تھا۔ تو اسے باب کے پہلے جزء سے مطابقت ہوگئی۔

تشریحات ۷۹۱ اس میں دو باتیں مذکور ہیں۔ ایک حضرت ابن شہاب زہری کا ارشاد، اس ارشاد میں دو فتوے ہیں۔ اول نابالغ بچے کے ماں باپ دونوں یا صرف باپ مسلمان ہو تو وہ بچہ مسلمان ہے۔ کافر اس وقت مانا جائے گا جبکہ ماں باپ دونوں کافر ہوں۔ ہمارے یہاں اس میں اور توسیع ہے۔ اگر باپ اہل کتاب ہو اور ماں مشرکہ یا بر عکس ہو تو بچہ اہل کتاب ہوگا۔ یعنی بچہ خَیْرُ الْاَبَوَیْنِ دِیْنًا کے تابع ہوگا۔ ماں باپ میں جس کا دین بہتر ہوگا، بچہ اس دین کا مانا جائے گا۔ دوم نومولود مسلمان کا بچہ اگر پیدائش کے بعد آواز سے رودے تو اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے گی ورنہ نہیں۔ یہی ہمارا بھی مذہب ہے کہ جسم کے اکثر حصے کے باہر آنے کے بعد بچہ زندہ تھا تو اس کے جنازے کی نماز ہے ورنہ نہیں۔ آواز سے رونا زندگی کی علامت ہے۔ اور اکثر یہی ہوتا ہے، اس لئے اسے ذکر کیا۔ زندگی کی خاص علامت نبض کی اور دل کی حرکت ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نبض محسوس نہیں ہوتی مگر دل حرکت کرتا ہے جسے تھرمامیٹر سے بآسانی سنا جاسکتا ہے۔ اگر پیدائش کے بعد کوئی بچہ نہ چیخے مگر اس کی نبض چل رہی ہے یا دل حرکت کر رہا ہے تو وہ زندہ ہے، اس کو بطریق مسنون غسل دیا جائے، بطریق مسنون کفن پہنایا جائے، اور نماز جنازہ پڑھی جائے، عوام اس سے بہت غافل ہیں۔ اس پر پوری توجہ دینی ضروری ہے۔ بچہ خواہ زندہ پیدا ہو خواہ مردہ اس کا نام رکھا جائے۔

بغیۃ حضرت ابن شہاب زہری کے ارشاد میں بِغَیَّۃٍ آیا ہے۔ غَیَّۃ۔ غَوَایَۃٌ سے ہے۔ جس کے معنی گمراہی کے ہیں۔ جس کا

وَلَا يُصَلّٰى عَلٰى مَنْ لَا يَسْتَهِلُّ مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ سِقْطٌ فَاِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ
جائے گی۔ اور اگر نہ روئے تو اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی اس لئے کہ وہ کچا بچہ ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابوہریرہ
رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا
رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر
مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ
پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا

مطلب یہ ہوا کہ گمراہ عورت کا بچہ یعنی کافرہ کا، مگر عرف میں اس کا اطلاق زانیہ پر بھی ہوتا ہے۔ ولد الزنا کو ولد الغیہ، اور ثابت النسب کو ولد الرشدہ کہتے ہیں۔ اب اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زانیہ کا بیٹا۔ شارحین نے دونوں احتمال لئے ہیں۔ مگر ولد زنا کا کوئی باپ نہیں ہوتا۔ اس لئے اس احتمال پر یہ اشکال ہے۔ کہ پھر آگے یہ ابناد درست نہیں ہوگا۔ اگر اس کے ماں باپ یا صرف باپ مسلمان ہوا اس لئے یہاں پہلا احتمال متعین ہے کہ یہ کافرہ کے معنی میں ہو۔ مگر اس پر یہ اشکال ہے کہ یہ کہنا صحیح نہ ہوا کہ ماں باپ دونوں مسلمان ہوں۔ سند الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا۔ امام زہری اور امام مالک کا یہی مذہب ہے کہ ولد الزنا اسلام کے معاملے میں اس کا تابع ہے جس نے اس کی ماں سے زنا کیا ہے۔ اب متعین ہو گیا کہ غیۃ، زانیۃ کے معنی میں ہے۔ آگے کی عبارت اسی پر نص ہے کہ کافرہ مراد لینا صحیح نہیں۔ اسی لئے میں نے ترجمہ صرف زانیہ کیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام زہری نے اپنے فتوے کے ثبوت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ ذکر فرمایا ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ان کے نزدیک حدیث میں فطرت سے مراد دینِ اسلام ہے۔

حدیث منقطع حجت ہے امام زہری کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات نہیں۔ ان کی ولادت تقریباً ۵۲ھ میں ہوئی۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ۵۹ھ میں وصال ہوا۔ اس لئے یہ حدیث منقطع ہے۔ مگر امام زہری نے اس سے استدلال فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ثقہ کی روایت کردہ حدیث منقطع حجت ہے۔

علی الفطرۃ فطرۃ کے معنی خلقت کے ہیں۔ یہ وزن بیانِ نوع کے لئے ہے جیسے جلسۃ جلسۃ الـ[illegible] اس سے مراد مخصوص نوع کی خلقت ہے۔ یہ کیا ہے؟ اس بارے میں علامہ عینی نے سات اقوال [illegible] ہے ہیں۔ سب سے پہلے اس قول کو ذکر فرمایا کہ اس حدیث میں فطرت سے مراد طبیعت سلیمہ خالیہ، سادہ مراد لینا زیادہ ظاہر ہے۔ جو [illegible] کے ارتفاع کے وقت خود بخود اسلام قبول کرلے۔ غالباً جو علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں فطرت سے مراد اسلام ہے ان کی مراد بھی یہی ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اسلام اور ایمان شعور تام چاہتا ہے اور نومولود بچے میں شعور کہاں، نیز لازم کہ کم از کم جو بچے سن شعور کو نہ پہنچے ہوں وہ قطعی طور پر مسلمان ہوں اور ان کی نماز جنازہ لازم ہو اگرچہ ان کے ماں باپ دونوں کافر ہوں، پھر ان کا جنتی ہونا بھی یقینی ہو۔ اس میں توقف کی کوئی راہ نہ ہو۔

کما تُنتج البھیمۃ صیغہ مجہول کے ساتھ۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے چوپائے کا بچہ صحیح وسلامت پیدا ہوتا ہے، اگر اس کے اعضاء پر کوئی آفت نہ آئے تو وہ پورا کام کریں گے۔ مگر آفت آنے کے بعد بیکار یا عیب دار ہو جاتے ہیں ویسے

يُنْتِجُونَهُ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ
مجوسی بنادیتے ہیں جیسا کہ چوپایہ صحیح و سالم بچہ جنتا ہے کیا تم ان میں کوئی کن کٹا دیکھتے ہو

ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا
پھر ابو ہریرہ یہ آیت تلاوت فرماتے۔ اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔
الآیۃ روم ۳۰

یعنی انسان کے بچے پر خارجی آفت نہ آئے تو اس کی فطرت صحیح کام کرے گی، اور وہ مسلمان ہوگا۔ مگر اس کے ماں باپ اپنی محبت شفقت احسان سے اثر ڈال کر یہودی، نصرانی، مجوسی بنا دیتے ہیں۔

يقول ابو هريرة یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اضافہ ہے۔ اس حدیث کے مضمون پر قرآن مجید سے استشہاد فرمارہے ہیں۔ اس آیت میں فطرت سے دین اسلام مراد ہونا متعین ہے۔ اس لئے کہ پوری آیت یہ ہے

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ۔ (روم ۳۰)

تو اپنے آپ کو دین کے لئے یکسو ہو کر مستعد رکھ جو اللہ کی ڈالی ہوئی بنا ہے جس پر لوگوں کو پیدا فرمایا، اللہ کی تخلیق کو بدلنا نہیں، یہی سیدھا دین ہے۔

پہلے فرمایا فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا۔ اور اسی کو فطرت فرمایا، بعد میں ارشاد ہوا ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ اس میں اشارہ خلق اللہ کی طرف ہے۔ اور اس سے مراد فطرت ہے۔ تو متعین کہ آیت میں فطرت سے مراد دین اسلام ہے۔ جب اس آیت میں فطرت سے مراد دین اسلام ہے، اور یہیں یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ نے لوگوں کو اسی پر پیدا فرمایا ہے۔ تو اس سے لازم کہ حدیث میں بھی على الفطرة سے دین اسلام ہی مراد ہو۔ یہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استشہاد کی بنیاد ہے۔ الملفوظ میں ہے۔ جو رکوع و سجود میں تعدیل نہ کرے اس کی نمازیں قبول نہ ہوں گی ——— حدیث میں ہے ——— لَوْ مِتَّ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ۔ ای غیر دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ——— یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے ——— غير الفطرة۔ کے بعد ہے —— التي فطر الله محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ——— یعنی اگر تو اسی پر مرا تو اس فطرت کے غیر پر مرے گا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ اس سے ثابت کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد فطرۃ سے، دین اسلام ہے۔ اسی لئے اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کی تفسیر فرمائی ——— ای غیر دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

شرح فقہ اکبر[۳] میں فرمایا کہ فطرۃ سے مراد وہ میثاق ہے جو عالم ارواح میں ساری مخلوقات سے اقرار ربوبیت کا لیا گیا تھا۔ سب اسی پر پیدا کئے جاتے ہیں۔ بعد میں جو کافر ہوتا ہے وہ بدل دیتا ہے، اور جو مومن رہ جاتا ہے وہ اس پر ثابت رہتا ہے۔

ع باب اذا اسلم الصبی فمات هل يصلى عليه ص ۱۸۱، ثانی تفسیر سورۂ روم باب قوله لا تبديل لخلق الله ص ۷۰۳، القدر باب والله اعلم بما كانوا عاملين ص ۹۷۶، مسلم قدر، مسند امام احمد ثانی ص ۲۷۵،۳۱۵ [illegible]، ۱ ملفوظ حصہ اول ص ۱۲ ۲ بخاری اول الاذان باب اذا لم يتم الركوع ص ۱۰۹، نسائی اول السهو باب تطفيف الصلوٰة مسند امام احمد جلد خامس ص ۳۸۴ ۳ ص ۵۲۰

حدیث ٧٩٢

أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

سعید بن مسیب نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آپہونچا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو وہاں ابوجہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابو امیہ بن مغیرہ کو موجود پایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم

تشریحات ٧٩٣

باب قصہ ابی طالب میں یہ زائد ہے۔ اور آیۂ کریمہ۔ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ بھی اسی موقع پر نازل ہوئی
یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے اسلئے کہ حضرت مسیب بن حزن رضی اللہ تعالٰے عنہما اس واقعے کے وقت موجود نہیں تھے اور ان کا نام نہیں لیا جن سے یہ واقعہ سُنا تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ انہوں نے یا تو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے سُنا ہوگا یا کسی صحابی سے، ہو سکتا ہے عبد اللہ بن ابو امیہ ہی سے سنا ہو اس لئے کہ یہ بعد میں مشرف باسلام ہو گئے تھے۔ اور صحابہ بلا استثنا ثقہ ہیں۔ اس لئے مراسیلِ صحابہ بالاجماع مقبول ہیں۔

مطابقت باب

یہاں باب یہ ہے کہ جب مشرک نے موت کے وقت لا الٰہ الا اللہ کہا۔ اس کا جواب امام بخاری نے نہیں دیا۔ کیونکہ اس میں تفصیل بھی ہے اور اختلاف بھی، ہمارے یہاں راجح یہ ہے کہ غرغرہ سے پہلے پہلے ایمان معتبر ہے اگرچہ مریض کو موت کا پورا یقین ہو لے اور یہ خود اس حدیث سے مستفاد، کہ ابو طالب کا حال یہی تھا کہ وہ ان کا آخری وقت تھا۔ انہیں بھی اور دوسروں کو بھی موت کا یقین تھا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ابو طالب پر اسلام پیش فرمایا۔ اگر قبول کر لیتے تو ضرور مسلمان بلکہ صحابی ہو جاتے۔

ابو طالب

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ اور ابو طالب حقیقی بھائی ایک ماں کے بطن سے تھے اسی وجہ سے حضرت عبد المطلب نے وفات کے وقت حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انہیں سپرد فرمایا۔ انہوں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش اور حمایت میں مرتے دم تک کوئی کمی نہیں کی۔ اسی لئے ان کے انتقال سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو شدید صدمہ ہوا۔ اتفاق سے اسی سال تین دن آگے پیچھے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی وصال ہوا تھا۔ اس لئے یہ غم بالائے غم ہو گیا۔ اس سال کا نام عام الحزن خود حضور نے رکھا۔ ان دونوں کا انتقال [illegible] میں ہوا ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا وصال رمضان میں ہوا ہے[2]

اترغبُ عن مِلّۃِ عبدِ المطلب

جو علما، یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء کرام اور امہاتِ عظام میں کچھ مشرک بھی تھے۔ ان کے طور پر کوئی اشکال نہیں۔ لیکن جو علماء یہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے لیکر حضرت عبد اللہ اور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک تمام آباء کرام و امہات عظام کم از کم ناجی مُوحِد تھے۔ ان میں کوئی مُشرک نہیں تھا۔ اور یہی صحیح ہے، جیسا کہ اس خادم نے اشرف السیر حصہ اول میں اسے ثابت کیا ہے

[1] درمختار عن البزازیہ ص٥٧١
[2] طبقات ابن سعد۔

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي طَالِبٍ أَيْ عَمِّ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ
نے ابو طالب سے کہا اے چچا لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے میں اللہ کے حضور اس کی گواہی دوں گا

بِهَا عِنْدَ اللهِ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ
اس پر ابوجہل اور عبد اللہ بن ابو امیہ نے کہا اے ابو طالب تم عبد المطلب کی ملت سے

مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَ
پھر جاؤ گے؟ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم اس پر کلمۂ توحید مسلسل پیش فرماتے رہے اور

يَعُودَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ بِهِ هُوَ عَلَى مِلَّةِ
وہ دونوں وہی لوٹاتے رہے۔ یہاں تک کہ ابو طالب نے جو آخر بات کہی وہ یہ تھی کہ وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے

اور اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس موضوع پر ایک خاص رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام شمول الاسلام لآباء الرسول الکرام ہے۔ بز خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی نے سات رسالے لکھے ہیں۔ شمول الاسلام میں ان علما کے اسماء شمار فرمائے ہیں جن کا یہ مذہب ہے۔ اس تقدیر پر حضرت عبد المطلب موحد اور ناجی ہیں۔ ان کی ملت پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ابو طالب موحد تھے۔ اور موحد ہی ہو کر مرے گئے پھر ان کی نجات میں شبہے کی کیا گنجائش۔

اقول وباللہ التوفیق۔ حضرت عبد المطلب زمانۂ فترت میں تھے۔ یعنی اس زمانے میں جب کوئی نبی اور رسول نہیں تھا۔ اس عہد میں نجات کے لئے توحید اور شرک سے اجتناب کافی تھا۔ لیکن جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اب صرف توحید کافی نہیں، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن جتنا نازل ہو چکا تھا ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ابو طالب نے حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے سے انکار کیا، اس لئے وہ ناجی نہیں۔ گذر چکا کہ لا الہ الا اللہ پورے کلمۂ طیبہ کا علم ہے۔ اور اسے قبول اسلام لازم ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد، کہ لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے، کا مطلب پورے کلمۂ طیبہ کا کہنا، اور اسلام کا قبول کرنا ہے۔

فانزل اللہ تعالیٰ امام واحدی نے کہا کہ ابو اسحاق زجاج نے کہا کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی [۲] یہ آیت سورہ توبہ کی ہے، اور سورہ توبہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اب یہ ماننا پڑے گا کہ یہ آیت گی ہے۔ اگرچہ اس اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس آیۂ کریمہ کے شانِ نزول میں اور بھی روایات ہیں۔ لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ یہ آیت مکرر نازل ہوئی۔

اشکال اور جواب اس آیت میں ہے کہ نبی اور مومنین کے شایان شان یہ نہیں کہ مشرکین کے لئے بخشش طلب کریں، اور ابھی گذرا کہ برہنائے مذہب صحیح ابو طالب مشرک تو نہیں تھے مگر کافر ضرور تھے۔ جواب ظاہر ہے کہ اس آیت میں مشرک سے مراد کافر ہے۔ اس لئے کہ جیسے مشرک کے لئے دعائے مغفرت ممنوع ہے ویسے ہی کافر کے لئے بھی، اور قرآن کے عرف میں مشرک بمعنی کافر شائع ذائع ہے۔

---

[۱] اسد الغابہ ثم کتاب ھذا مٹ

[۲] عمدۃ القاری جلد ثامن ملت ۱۸۱ ..

عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
اور لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا — تو حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا وَاللّٰہِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ مَالَمْ اُنْہَ عَنْہُ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْہِ مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ الآیۃ[ع۵]
بخدا میں ضرور آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا جب تک روکا نہ جاؤں تو یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی نبی اور
مسلمانوں کے شایان نہیں کہ مشرکین کے لئے بخشش طلب کریں اگرچہ وہ انکے قرابداری کیوں نہ ہوں جبکہ ان پر ظاہر ہو چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔ توبہ ۱۱۳

ابوطالب کا حکم

اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ ابوطالب کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ اور یہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ البتہ ابن اسحٰق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے روایت کی ہے کہ مرتے وقت ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ حضرت عباس نے جو اس وقت ایمان سے مشرف نہ تھے کان لگا کر سنا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے کہا۔ اے برادر زادے جس کلمے کے پڑھنے کے لئے تم نے ان سے کہا تھا وہ پڑھ رہے ہیں[لہ]

اس کے برخلاف خود حضرت عباس ہی کی روایت اسی بخاری کے باب قصۂ ابی طالب میں ہے کہ حضرت عباس نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ابوطالب کو آپ نے کیا فائدہ پہونچایا وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے۔ آپ کے دشمنوں سے عداوت رکھتے تھے۔ فرمایا وہ صرف ٹخنے تک دوزخ میں ہیں۔ جس سے اس کا دماغ کھولتا ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔ یہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالے عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود حضرت عباس کو ابوطالب کے مومن ہونے کی خبر نہ تھی۔ ورنہ وہ یہ سوال کیوں کرتے۔ اس لئے ابن اسحٰق کی یہ روایت قابل قبول نہیں۔ بلکہ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ صحیح نہیں ضعیف ہے۔ اور بر تقدیر صحت، انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے انکار کے بعد اس وقت کلمۂ طیبہ پڑھا جبکہ ہونٹوں کی قوت جواب دے چکی تھی۔ ہو سکتا ہے یہ یاس کی حالت رہی ہو اس وقت کا ایمان معتبر نہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

فَلَمْ یَکُ یَنْفَعُھُمْ اِیْمَانُھُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا۔ غافر ۸۳
جب ہمارا عذاب دیکھ چکے تو ان کے ایمان نے انہیں کوئی نفع نہیں پہونچایا

اور فرمایا۔

وَلَیْسَتِ التَّوْبَۃُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْاٰنَ
النساء ۱۸
ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں جو (عمر بھر) برائیاں کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان کی موت آپہونچی تو کہا میں اب توبہ کرتا ہوں۔

اس آیت میں سیئات، کفر اور معاصی دونوں کو عام ہے۔ جیسا کہ تفسیر رازی، قرطبی، بیضاوی، کشاف میں تصریح ہے[لہ]۔ در مختار میں ہے۔ المختار قبول توبۃ الیاس لا ایمانہ۔ مختار یہ ہے کہ زندگی سے مایوس کی توبہ مقبول ہے۔ ایمان مقبول نہیں۔ اس کے تحت شامی میں ہے۔ اما ایمان الیاس فلا یقبل اتفاقا۔ اس پر اتفاق ہے کہ زندگی سے مایوس کا ایمان قبول نہیں۔

ع۵ باب اذا قال المشرک عند الموت لا الٰہ الا اللہ ص۱۸۱، بنیان الکعبۃ۔ قصۂ ابی طالب ص۵۴۸، ثانی تفسیر سورۃ البراءۃ، ص۶۷۵، مسلم ایمان، نسائی جنائز، مسند امام احمد جلد خامس ص۴۳۳، لہ سیرت ابن ہشام ثانی ص۲۷، لہ رد المحتار اول ص۵۰۔

ت ۲۵۸	وَاَوْصٰی بُرَیْدَۃُ الْاَسْلَمِیُّ اَنْ یُّجْعَلَ فِیْ قَبْرِہٖ جَرِیْدَانِ عہ
	اور حضرت بُریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھی جائیں۔

ت ۲۵۹	وَرَاٰی ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا فُسْطَاطًا عَلٰی قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ
	اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر خیمہ دیکھا

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب ابوطالب مرگئے تو حضرت علی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ کے بڑے گمراہ چچا مرگئے۔ فرمایا جاؤ اسے چھپادو۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا وہ مشرک مرے ہیں۔ فرمایا۔ جاؤ، چھپاؤ۔ اور میں جب انہیں دفن کرکے واپس لوٹا تو فرمایا۔ نہالو لہ

شبلی صاحب پر تعقب

اس موضوع پر شبلی صاحب رقمطراز ہیں۔ لیکن محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت چنداں قابل حجت نہیں کہ اخیر راوی مُسیب ہیں جو فتح مکہ میں اسلام لائے، اور ابوطالب کے وقت موجود نہ تھے۔

اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ روایت مُرسل ہے ابن اسحٰق کے سلسلۂ روایت میں عباس بن عبداللہ بن معبد اور حضرت ابن عباس ہیں یہ دونوں ثقہ ہیں۔ لیکن بیچ کا راوی یہاں بھی رہ گیا ہے۔ اسی بنا پر دونوں روایتوں کے درجۂ استناد میں چنداں فرق نہیں سے

اقول وباللہ التوفیق۔ علامہ کو معلوم ہونا چاہئے کہ تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کی مرسل حدیث حجت ہے۔ اور بقول آپ کے ابن اسحٰق کی روایت میں اگر کوئی چھوٹا ہے تو عباس بن عبداللہ بن معبد اور حضرت ابن عباس کے درمیان۔ اور عباس بن عبداللہ تابعی ہیں۔ اور تابعی سے جو روایت منقطع ہو۔ اس کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے جمہور محدثین اسے حجت نہیں مانتے۔ پھر سعید بن مُسیب والا سقم اس میں بھی ہے کہ راوی حضرت ابن عباس ہیں جو عبدالمطلب کی وفات کے وقت موجود نہیں تھے۔ تو بقول آپ کے ایک سقم میں دونوں شریک، اور ابن اسحٰق کی روایت میں مزید انقطاع پھر چنداں تفاوت کیوں نہیں ؟ -

ویسے آپ کو دھوکہ لگا۔ ابن اسحٰق کی روایت میں انقطاع نہیں بیچ کا راوی مجہول ہے۔ اس کا نام مذکور نہیں۔ صرف اتنا ہے، انہوں نے بعض اپنے خاندان والوں سے روایت کی جہالت راوی بھی موجب طعن تو بھی ایک سقم زائد رہا۔ علاوہ ازیں آپ نے خود مقدمہ میں ابن اسحٰق کے بارے میں لکھا ——— ان کے ثقہ غیر ثقہ ہونے کی نسبت محدثین کا اختلاف ہے ——— امام مالک ان کے سخت مخالف ہیں سے ——— اور امام بخاری کا اعلیٰ درجے کا ثقہ ہونا اتفاقی ہے۔ پھر دونوں کی روایت میں چنداں فرق کیوں نہیں ؟ -

تشریحات ۲۵۸

اس تعلیق کو ابن سعد نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے ——— اکثر روایت فی خلبرہ ہے۔ مگر مستملی کی روایت علی خبرہ ہے۔ اس پر پوری بحث جلد ثانی ص ۱۰۴ تا ۱۸۱ میں ہوچکی ہے۔

عہ باب الجرید علی القبر ۱۸۱ لہ ابوداؤد ثانی الجنائز۔ باب الرجل یموت لہ قرابۃ مشرک ص ۱۰۲، نسائی، اول الجنائز۔ باب مواراۃ المشرک ص ۲۸۳ ، ۲ہ سیرۃ النبی اول ص ۲۳۸ سہ ایضاً ص ۲۳ ۔

قَالَ انْزِعْهُ يَا غُلَامُ فَإِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ. عہ

تو فرمایا اے لڑکے اسے اکھاڑ دے اس پر اس کا عمل سایہ کئے ہوئے ہے۔

ت ۲۶۰ وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ رَأَيْتُنِي وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ وَ

اور خارجہ بن زید نے کہا میں نے اپنے آپ کو دیکھا اور ہم حضرت عثمان کے زمانے میں جوان تھے ہم میں سب سے

إِنَّ أَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِي يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ حَتَّى يُجَاوِزَهُ. عہ

لمبی چھلانگ لگانے والا وہ ہوتا جو عثمان بن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔

ت ۲۶۱ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ أَخَذَ بِيَدِي خَارِجَةُ فَأَجْلَسَنِي عَلَى قَبْرٍ وَ

اور عثمان بن حکیم نے کہا خارجہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک قبر پر بٹھایا اور اپنے چچا یزید

أَخْبَرَنِي عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ إِنَّمَا كُرِهَ ذٰلِكَ لِمَنْ أَحْدَثَ عَلَيْهِ. سہ

بن ثابت سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ انہوں نے کہا ہے قبر پر اسے بیٹھنا مکروہ ہے جو اس پر بول و براز کرے۔

تشریحات ۲۵۹ اس اثر کو ابن سعد نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ یہ صاحبزادے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے۔ ابن سعد ہی میں ہے کہ جب ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خیمہ اکھاڑنے کو کہا تو اس غلام نے عرض کیا۔ میری مالکہ ماریں گی۔ اسی میں بطریق عون ہے۔ لوگ ذو طویٰ میں جب حضرت عبدالرحمٰن کے دفن سے فارغ ہو گئے تو حضرت ام المومنین تشریف لائیں اور ان کی قبر پر خیمہ تنوایا اور ایک شخص کو وہاں مقرر فرمایا، اور چلی گئیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اسے جائز جانتی تھیں۔ ہو سکتا ہے حضرت ام المومنین نے یہ خیمہ اس لئے تنوایا ہو کہ اس میں لوگ آرام کے ساتھ ان کے لئے دعا و استغفار کریں۔ اس نیت سے قبر پر خیمہ اور عمارتیں بنانا بلاشبہہ جائز ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔ حضرت ابن عمر اس سے آگاہ نہ رہے ہوں گے۔ اس لئے اکھاڑنے کا حکم دیا علامہ عینی نے بعض شارحین سے نقل فرمایا کہ قبر پر خیمہ کسی غرض صحیح کے لئے ہو مثلاً دھوپ سے بچنے کے لئے تو جائز ہے۔ اور نیت پر ریا کرنے کی نیت سے ہو تو ممنوع ہے۔

تشریحات ۲۶۰ اس تعلیق کو امام بخاری نے تاریخ صغیر میں موصولاً ذکر فرمایا ہے۔ خارجہ بن زید انصاری، ثقات تابعی، اور فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔

تشریحات ۲۶۱ اسے مُسَدَّد نے مسند کبیر میں موصول کیا۔ اس میں یہ تفصیل ہے کہ عثمان بن حکیم نے حضرت خارجہ سے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے۔ مجھے انگارے پر بٹھایا جائے کہ وہ میرے گوشت کو جلا کر مجھ تک پہونچ جائے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں قبر پر بیٹھوں، تو خارجہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور قبر پر بٹھایا۔

عہ باب الجرید علی القبر ص۱۸۱۔ عہ سہ باب الجرید علی القبر ص۱۸۲۔

ت ۲۶۲	وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَجْلِسُ عَلَى الْقُبُورِ ؏
	اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما قبر پر بیٹھتے تھے۔

تشریحات ۲۶۲ اس اثر کو امام طحاوی نے سند متصل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

توضیح باب:۔ ان تعلیقات پر یہ باب ہے۔ قبر پر کھجور کی شاخ رکھنا۔ جائز ہے یا نہیں۔ اس کے ضمن میں پانچ آثار اور حدیث ۱۵۹ لائے ہیں۔ جو جلد ثانی میں گزر چکی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالی علیہ وسلم دو ایسی قبروں سے گزرے جن پر عذاب ہو رہا تھا تو کھجور کی شاخ منگا کر دونوں پر رکھا اور فرمایا جب تک یہ سوکھیں گی نہیں ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ حضرت بریدہ کی وصیت اور حدیث سے ثابت ہوگیا کہ قبر پر کھجور کی شاخ رکھنا جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر بقیہ آثار کا باب سے کیا تعلق۔

امام بخاری کا مقصود اس باب سے صرف کھجور کی شاخ کے رکھنے کے جواز تک منحصر نہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ قبر پر مٹی کے علاوہ اور کوئی وزنی چیز رکھنی جائز ہے یا نہیں۔ کھجور کی شاخ رکھنے اور حضرت خارجہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما کے عمل سے ثابت ہوگیا کہ جائز ہے۔ اسی طرح اسے پھلانگنا بھی جائز ہے البتہ قبر پر بول و براز کرنا ممنوع ہے۔ اور خیمہ تاننا بھی جبکہ اس سے کوئی غرض صحیح وابستہ نہ ہو۔ اس کو دوسری عبارت میں یوں ادا کیجئے کہ باب کا مقصد یہ ہے کہ قبر کے اوپر کیا جائز ہے، کیا ناجائز۔

قبر پر بیٹھنا ناجائز ہے رہ گیا یہ کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے یا نہیں، تو احناف کا مذہب مختار یہ ہے کہ ناجائز ہے۔ مسلم شریف[۱]، ابو داؤد شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے کو جلا کر کھال تک پہونچ جائے اس سے بہتر ہے کہ کسی قبر پر بیٹھے۔

نیز امام مسلم[۲]، ابو داؤد[۳]، اور امام ترمذی[۴]، امام طحاوی[۵] نے حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، قبر کی طرف نماز نہ پڑھو، اور نہ اس پر بیٹھو، امام احمد[۶] اور امام طحاوی[۷] نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ قبر سے اتر آ، نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے، اور نہ وہ تجھے ایذا دے۔ فتح القدیر[۸] میں ہے کہ قبر پر بیٹھنا اور اسے روندنا مکروہ ہے۔ رد المحتار[۹] میں ہے کہ خزانۃ الفتاوی میں ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ قبر کو روندا نہ جائے مگر بضرورت، اور دور سے زیارت کی جائے، نہ قبر پر بیٹھا جائے، اگر ایسا کیا تو مکروہ ہے۔ اور حلیہ سے نقل فرمایا کہ نوادر تحفہ بدائع محیط وغیرہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہ نے قبر کو روندنے سے، اس پر بیٹھنے اس پر سونے اور قضائے حاجت سے منع فرمایا ہے۔ در مختار میں ہے کہ قبرستان کے نئے راستے پر چلنا مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر اپنے عزیز کی قبر تک قبر کو روندے بغیر نہ جا سکے، نہ جائے۔

؏ باب الجرید علی القبر ص ۱۸۲۔ [۱] اول فصل النہی عن الجلوس علی القبر ص ۳۱۲، ابو داؤد ثانی الجنائز باب فی کراہیۃ القعود علی القبر ص ۱۰۴۔ [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] اول الجنائز باب فی کراہیۃ الوطی علی القبور ص ۱۲۵۔ [۵] شرح معانی الآثار، اول الجنائز باب الجلوس علی القبر ص ۲۴۹۔ [۶] عمدۃ القاری ثامن ص ۱۵۳ [۷] شرح معانی الآثار اول الجنائز باب الجلوس علی القبر ص ۲۳۸ [۸] ثانی الجنائز ص ۱۰۲، [۹] اول الجنائز ص ۶۰۶۔

حدیث ۷۰۳

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا فِیْ جَنَازَۃٍ فِیْ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ

حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا بقیع غرقد میں ہم ایک جنازے میں تھے کہ نبی

فَاَتَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَہٗ وَمَعَہٗ مِخْصَرَۃٌ

صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور بیٹھے اور ہم حضور کے ارد گرد بیٹھے اور حضور کے ساتھ

فَنَکَّسَ فَجَعَلَ یَنْکُتُ بِمِخْصَرَتِہٖ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ مَا مِنْ نَّفْسٍ

ایک چھڑی تھی حضور نے اپنا سر مبارک جھکا لیا اور اپنی چھڑی سے زمین کریدنے لگے پھر فرمایا تم میں سے ہر شخص یا فرمایا ہر مخلوق

مَنْفُوْسَۃٍ اِلَّا کُتِبَ مَکَانُہَا مِنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَاِلَّا قَدْ کُتِبَتْ شَقِیَّۃً اَوْ سَعِیْدَۃً

کی جگہ جنت اور دوزخ میں لکھی جاچکی ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ بدبخت ہے یا نیک بخت

فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا نَتَّکِلُ عَلٰی کِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَمَنْ کَانَ

اس پر ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر کیوں نہ اپنے نوشتہ پر بھروسہ کرلیں اور عمل چھوڑ دیں۔ جو سعادت مند

مِنَّا مِنْ اَہْلِ السَّعَادَۃِ فَسَیَصِیْرُ اِلٰی عَمَلِ اَہْلِ السَّعَادَۃِ وَاَمَّا مَنْ کَانَ مِنَّا

ہوگا وہ نیک بختوں جیسا عمل کرنے لگے گا اور جو بدبخت ہوگا وہ بدبختوں

مِنْ اَہْلِ الشَّقَاوَۃِ فَسَیَصِیْرُ اِلٰی عَمَلِ اَہْلِ الشَّقَاوَۃِ قَالَ اَمَّا اَہْلُ السَّعَادَۃِ

جیسا عمل کرے گا فرمایا کہ نیک بختوں کو

فَیُیَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ السَّعَادَۃِ وَاَمَّا اَہْلُ الشَّقَاوَۃِ فَیُیَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَۃِ ثُمَّ

نیک بختوں کے عمل کرنے کی توفیق دی جائے گی اور بدبختوں کو بدبختوں کے عمل میسر ہوں گے پھر حضور نے یہ آیہ کریمہ

قَرَأَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی۔ الآیۃ عہ

تلاوت فرمائی لیکن وہ جس نے اللہ کی راہ میں دیا اور پرہیزگاری اختیار کیا اور سب سے اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم اسے آسانی مہیا کریں گے اور وہ جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا رہا اور سب سے اچھی بات کو جھٹلایا ہم اسے بہت جلد دشواری مہیا کریں گے۔

کشمیری صاحب پر تعقب

فیض الباری میں ہے کہ قبر پر بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالے علیہ کے نزدیک جیسا کہ فتح میں ہے۔ اقول حافظ بناشد والی بات یہاں بھی ہے۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ فتح القدیر میں مکروہ تحریمی ہونے کی تصریح ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ فتح القدیر میں صرف مکروہ لکھا ہے۔ تحریمی یا تنزیہی کی تشریح نہیں۔ پھر یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ امام ابن ہمام کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ عند الاطلاق کراہت سے تحریم مراد ہوتی ہے اور امام ابن ہمام نے مطلقاً مکروہ فرمایا ہے تو اس سے کراہت تحریم متبادر ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مطلق کراہت سے تنزیہ بھی مراد ہوتی ہے

عہ باب موعظۃ المحدث عند القبر ص ۱۸۲ ثانی تفسیر سورۃ اللیل مسلسل پا ع باب علی، الادب باب الرجل ینکت الشی بیدہ فی الارض ص ۹۱۸، القدر باب قولہ وکان امر اللہ قدرا مقدورا ص ۹۷۷، مسلم قدر ابوداؤد السنۃ ترمذی قدر نسائی تفسیر ابن ماجہ السنۃ

حدیث ٧٩٤

عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ اَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَ
ابو قلابہ سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

كَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَۃِ حَدَّثَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ
جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں ان سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ حَلَفَ عَلٰی مِلَّۃٍ غَیْرِ الْاِسْلَامِ فَھُوَ كَمَا قَالَ وَلَیْسَ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ نَذْرٌ فِیْمَا
جو اسلام کے علاوہ کسی دین پر ہونے کی جھوٹی قسم کھائے وہ ویسا ہی ہے جیسا کہا اور آدمی جس کا مالک نہیں اس میں نذر

لَا یَمْلِكُ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَہٗ بِشَیْءٍ فِی الدُّنْیَا عُذِّبَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ لَعَنَ
نہیں، اور جو جس چیز سے اپنے کو قتل کرے گا اسی سے قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور مومن پر لعنت

مُؤْمِنًا فَھُوَ كَقَتْلِہٖ وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَھُوَ كَقَتْلِہٖ . ع
کرنا اس کے قتل کے مثل ہے اور کسی مومن کو کافر کہنا اس کے مار ڈالنے کے مثل ہے۔

تشریحات ٧٩٣

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مسئلہ تقدیر حق ہے بندے دنیا میں آنے کے بعد جو اعتقاد رکھنے والے تھے، جو عمل کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ اپنے علم قدیم ازلی سے اسے جانتا تھا۔ اسی کے مطابق لکھ دیا۔ اس کی پوری تفصیل حدیث جبرئیل جلد اول میں گزر چکی ہے۔ ناظرین اسے دیکھ لیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر کے پاس وعظ و نصیحت دینی باتیں مستحسن ہیں۔ اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ موت اور قبر و نشر و حشر امور آخرت کی باتیں کی جائیں۔

للیسریٰ اس آیت میں یُسریٰ سے جنت اور عُسریٰ سے دوزخ مراد ہے۔ جیسا کہ جلالین میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم مومن متقی کو ایسے اعمال کی توفیق دیں گے جو حصول جنت کے ذریعے ہیں۔ اور کافر بخیل بدکار کو ایسے اعمال بد کی جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔

تشریحات ٧٩٤

پہلی حدیث کتاب الادب کی روایت زیادہ مفصل اور جامع تھی۔ اس لئے ہم نے اسی کو یہاں لیا۔ یہاں کاذباً متعمداً زائد ہے۔ من حلف علی ملۃ غیر الاسلام کا مطلب یہ ہے کہ وہ یوں قسم کھائے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا ہندو ہوں۔ اس حدیث کے ظاہر سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اگر وہ واقعی جھوٹا ہے تو یہودی یا نصرانی ہو جائے گا۔ اور یہی بہت سے علماء کا مذہب ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر حالف یعنی قسم کھانے والے کا یہ اعتقاد ہو کہ اگر وہ جھوٹا ہے یا آئندہ اس قسم کے بعد قسم توڑے گا تو کافر ہو جائے گا۔ تو جھوٹی قسم کھانے یا آئندہ قسم توڑنے پر وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس کا اعتقاد یہ ہے کافر نہ ہوگا تو کافر نہیں۔ ۱

ع ثانی الادب باب ما ینہی من السباب واللعن ص ٨٩٣، باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل ص ٩٠١، الایمان والنذور باب من حلف بملۃ سوی الاسلام ص ٩٨٣، اول الجنائز باب ما جاء فی قاتل النفس ص ١٨٢، مسلم ایمان، ترمذی نذور، نسائی ایمان، ابن ماجہ کفارات، مسند امام احمد رابع ص ٣٣۔ ۱ درمختار ثالث وردالمحتار ص ٥٥۔

حدیث ۷۹۵ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْ يَخْنُقُ نَفْسَهٗ يَخْنُقُهَا فِی النَّارِ وَالَّذِیْ يَطْعَنُهَا يَطْعَنُهَا
جو اپنا گلا گھونٹ کر مرے گا وہ جہنم میں بھی اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جو اپنے کو نیزہ بھونک کر مرے گا وہ جہنم
فِی النَّارِ ؏
میں بھی اپنے آپ کو نیزہ بھونکتا رہے گا ۔

لیس علی ابن آدم اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی یہ منت مانے کہ اگر میرا بھائی پردیس سے آجائے تو زید کا گھر مسجد پر وقف ہے یہ منت لغو ہے، یعنی اس چیز کی منت مانی جو دوسرے کے ملک میں ہو لغو ہے ۔ لیکن اگر یہ منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو ہزار روپے خیرات کروں گا ۔ تو یہ منت صحیح ہے ۔ اگرچہ اس وقت اس کی ملک میں ہزار روپے نہ ہوں ۔ اس لئے کہ اس کا امکان ہے کہ وہ آئندہ ہزار روپے کا مالک ہو جائے ۔

من لعن مومناً لعنت کے معنی اللہ کی رحمت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہونے کے ہیں ۔ مومن کتنا ہی گنہگار ہو وہ کبھی نہ کبھی نجات پاکر جنت میں جائے گا ۔ اس لئے کسی مومن پر لعنت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہے یہ گویا اُسے قتل کرنا ہے ۔ جیسے مقتول ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیوی زندگی سے محروم ہو جاتا ہے ۔

ومن قذف مومناً کسی پر زنا کا الزام لگانا اس کی عزت و آبرو برباد کرنا ہے ۔ اور جس کی عزت و آبرو برباد ہو جائے وہ بظاہر زندہ تو رہتا ہے مگر مردے کے مثل اس کا کوئی وقار نہیں ہوتا ۔ اس لئے کسی پر زنا جیسی بے حیائی کا الزام اس نے قتل کے مثل ہے ۔

تشریحات ۷۹۵ کتاب الطب میں یہ حدیث بطریق ذکوان مزید تفصیل کے ساتھ یوں ہے ۔ جو اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر مار ڈالے تو وہ جہنم کی آگ میں اپنے کو گراتا رہے گا ہمیشہ ہمیش ، جو زہر چاٹ کر اپنے کو قتل کرے گا تو جہنم کی آگ میں اس کے ہاتھ میں وہ زہر رہے گا جسے ہمیشہ ہمیش چاٹتا رہے گا ، اور جو شخص اپنے آپ کو لوہے سے ہلاک کرے گا تو یہ لوہا اس کے ہاتھ میں رہے گا جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش اسے اپنے پیٹ میں بھونکتا رہے گا ۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ خودکشی کرنے والا جس طرح اپنے کو ہلاک کرے گا اسی طرح جہنم میں وہ خود اپنے آپ کو سزا دیتا رہے گا ۔ خودکشی حرام اور سخت حرام ہے ۔ حتی کہ اس حدیث میں فرمایا کہ وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں رہے گا ۔ اگرچہ بر بنائے تحقیق یہ مدت کی درازی کو بتانے کے لئے فرمایا ہے ۔ آدمی کسی وجہ سے گھبرا کر خودکشی کر لیتا ہے مگر جب موت کے دہنے میں پکڑ جاتا ہے تو ہزار جان سے آرزو کرتا ہے کہ کسی طرح بچ جاتا تو پھر یہ اقدام نہ کرتا ۔ یہ دنیا کا سخت عذاب ہے ۔ اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے ۔

مطابقت: ان احادیث پر باب یہ ہے ۔ قاتل نفس کے بارے میں جو آیا ہے ۔ قاتل نفس شامل ہے اسے بھی جو اپنے آپ کو خود

؏ باب ماجاء فی قاتل النفس ص ۱۸۲ ، ثانی الطب باب شرب السم ص ۸۶۰ ۔

حدیث ۷۹۶

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ بْنِ سَلُوْلَ دُعِيَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُصَلِّيْ عَلَى ابْنِ اُبَيٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا اُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهٗ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخِّرْ عَنِّيْ يَا عُمَرُ فَلَمَّا اَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ اِنِّيْ خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ اَعْلَمُ اَنِّيْ اِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِيْنَ يُغْفَرْ لَهٗ لَزِدْتُ عَلَيْهَا قَالَ

حضرت ابن عباس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالے عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، جب عبداللہ بن اُبی بن سلول مرا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو بلایا گیا کہ اس کے جنازے کی نماز پڑھیں پس جب رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو میں حضور کی طرف تیزی سے بڑھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ابن اُبی کی نماز جنازہ پڑھیں گے حالانکہ اس نے فلاں فلاں دن ایسے ایسے کہا ہے اور میں اس کے قول کو گنانے لگا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا اے عمر رہنے دو جب میں نے بار بار عرض کیا تو فرمایا مجھے اختیار دیا گیا تو میں نے ایک صورت اختیار کرلی اگر میں جانتا کہ اگر ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا تو اسے بخش دیا جائے گا تو میں زیادہ

قتل کرے یا کسی دوسرے کو قتل کرے۔ حدیث میں صرف پہلی قسم کا بیان ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ من کل الوجوہ مطابقت ضروری نہیں ایک جزء سے مطابقت ہے یہی کافی ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ حدیث میں اپنے آپ کو قتل کرنے والے کا حکم صراحۃً مذکور ہے، اسی سے دوسرے کو قتل کرنے والے کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔ اس لئے کہ خودکشی سے بڑھ کر دوسرے کو قتل کرنا ہے تو اس کا یہ حکم بدرجۂ اولیٰ ہوگا ———— **اقول** مگر یہاں ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کتاب الجنائز میں اس کے ذکر کی کیا حاجت، یہاں تو یہ مذکور ہونا چاہیے کہ اس کو غسل و کفن بطریق مسنون دیا جائے گا، نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟۔ اس حدیث سے ان امور کا دور سے بھی کسی طرح تعلق نہیں۔

تشریحات ۷۹۶ یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما کی روایت سے گذر چکی ہے۔ اور اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے، یہاں چند کلمات کی تشریح ضروری ہے

اِنِّیْ خُیِّرْتُ یہ مطلب یہ ہے کہ منافقین کے بارے میں فرمایا گیا۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ ۸۰۔

ان کے لئے بخشش چاہو یا نہ چاہو اگر تم ستر بار بھی ان کی بخشش چاہو گے تو اللہ عزوجل ہرگز نہیں بخشے گا اور یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا۔ اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ یَمْکُثْ اِلَّا یَسِیْرًا

کہ آپ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی پھر واپس ہوئے تھوڑی دیر کے بعد سورہ

حَتّٰی نَزَلَتِ الْاٰیَتَانِ مِنْ بَرَآءَۃٍ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَاتَ اَبَدًا اِلٰی قَوْلِہٖ

برات کی دو آیتیں نازل ہوئیں ... ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ ان کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھیں۔ اللہ عز و جل

وَھُمْ فٰسِقُوْنَ وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ

کے ارشاد وھم فاسقون تک اور نہ اس کی قبر پر تشریف رکھیں انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نافرمان ہوتے ہی

فٰسِقُوْنَ، قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

مرے۔ حضرت عمر نے کہا اس کے بعد اس دن رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے حضور اپنی جرأت پر مجھے تعجب ہوا۔ اور

وَسَلَّمَ یَوْمَئِذٍ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ عہ

اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔

اگرچہ اس آیت کا مفاد ممانعت ہے، مگر چونکہ صراحۃً ممانعت کا صیغہ نہیں، اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی شان رحمۃ للعٰلمین کے مقتضیٰ کے مطابق انسانوں پر جو کمال رحمت و شفقت تھی اس کی بنا پر اس کی نماز جنازہ پڑھی ——— اس سے اسے تو کوئی فائدہ نہ ہوا مگر اس شان کریمی کے نتیجے میں اس کی قوم کے ہزار افراد مشرف باسلام ہوئے۔

حَتّٰی نَزَلَتِ الْاٰیَتَانِ ان دو آیتوں سے ایک تو وہی مراد ہے جو متن میں مذکور ہے۔ یعنی لَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ، الآیۃ ——— دوسری کون سی آیت ہے معلوم نہ ہو سکی۔ علامہ عینی نے فرمایا، اس سے مراد اس کے پہلے والی آیہ کریمہ۔ اِسْتَغْفِرْ لَھُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ۔ مراد ہے۔

اقول۔ مگر حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ پہلے ہی نازل ہو چکی تھی۔ اسی سے تو حضور نے یہ استدلال فرمایا تھا کہ مجھے اختیار دیا گیا ہے ——— خود علامہ عینی نے بھی اپنی خُیِّرْتُ کے تحت اس آیت کو ذکر فرمایا ہے ——— پھر یہ کہنا کیسے درست ہے؟ کہ دوسری آیت یہ ہے ——— اب یا تو آیتان سے اس آیت کے دونوں مضمون کو مراد لیا جائے۔ ایک نماز جنازہ نہ پڑھنا، دوسرے قبر پر کھڑا نہ ہونا ——— یا یہ کہا جائے۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے فرمایا ——— کہ پہلی آیت کے اخیر کا حصہ یعنی ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ آخر آیت تک پہلے نہیں نازل ہوا تھا، بعد میں نازل ہوا۔ اور الآیتان سے یہ، اور لَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ۔ مراد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تَعَجَّبْتُ یہ خوشی کا اظہار ہے اس لئے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور جرأت بظاہر اچھی بات نہیں۔ مگر اللہ عز و جل نے میری تائید فرما دی۔ ترمذی میں اتنا زائد ہے کہ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی منافق کی نہ نماز جنازہ پڑھائی، اور نہ کسی منافق کی قبر پر کھڑے ہوئے۔

عہ ما یکرہ من الصلوٰۃ علی المنافقین ص ۱۸۲، ثانی تفسیر سورۃ البراءۃ ص ۶۷۳، ترمذی تفسیر، نسائی، مسند امام احمد جلد اول ص ۱۶

حدیث ۷۵۷

سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ لوگ ایک جنازے کو لیکر گزر رہے تھے

فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ

تو لوگوں نے اس کی اچھائی بیان کی تو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہو گئی

مَرُّوْا بِاُخْرٰى فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دوسرا جنازہ لیکر گزرے تو لوگوں نے اس کی برائی بیان کی تو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا واجب

وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَا وَجَبَتْ قَالَ هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا

ہو گئی اس پر عمر بن خطاب نے فرمایا کیا واجب ہو گئی فرمایا ایک کی اچھائی بیان کی تو اس کے لئے

فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْاَرْضِ

جنت واجب ہو گئی، اور ایک کی تم نے برائی بیان کیا تو اس کے لئے دوزخ واجب ہو گئی تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو

حدیث ۷۵۸

عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ فَجَلَسْتُ

ابو الاسود نے کہا میں مدینہ آیا اور وہاں بیماری پھیلی ہوئی تھی میں

اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَاُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ

حضرت عمر بن خطاب کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک جنازہ لیکر لوگ گزرے تو اس کی تعریف کی گئی تو عمر نے فرمایا

عُمَرُ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِاُخْرٰى فَاُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ

واجب ہو گئی تو دوسرا گزرا تو لوگوں نے اس کی تعریف کی تو فرمایا واجب ہو گئی پھر تیسرا گزرا

بِالثَّالِثَةِ فَاُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ اَبُو الْاَسْوَدِ فَقُلْتُ وَ

تو اس کی برائی کی گئی تو فرمایا واجب ہو گئی میں نے پوچھا

مَا وَجَبَتْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کیا چیز واجب ہو گئی اے امیر المومنین فرمایا میں نے وہی کہا ہے جو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

کافر کی نماز جنازہ

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کافر کی نماز جنازہ پڑھنا یا اس کے لئے دعاء مغفرت کرنی جائز نہیں۔ بلکہ ہمارے مذہب مختار کفر ہے۔ رد المحتار میں ہے۔ وقد علمت ان الصحیح خلافہ فالدعاء به کفر لعدم جوازه عقلا ولا شرعا ولتکذیبه النصوص القطعیة [۱]

تشریحات ۷۵۷، ۷۵۸

ترمذی کی روایت میں اختصار ہے۔ اس میں بجائے چار کے تین ہے۔ بخاری کتاب الشہادات میں شروع میں یہ ہے کہ میں مدینہ آیا۔ اور وہاں بیماری پھیلی ہوئی تھی وہاں کے باشندے بہت تیزی سے مر رہے تھے۔

فاثنی علی صاحبها خیرا۔ اکثر اصول میں خیرا، شرا، نصب کے ساتھ ہے۔ اور روئے قواعد یہ درست نہیں۔ اس لئے کہ

[۱] باب ثناء الناس علی المیت ص ۱۸۳، الشہادات باب تعدیل کم یجوز ص ۳۶۰، ترمذی الجنائز، نسائی الجنائز [۲] جلد اول ص ۲۵۱

أيما مسلم شهد له أربعة بخير أدخله الله الجنة فقلنا وثلثة قال وثلثة

جس مسلم کی بھلائی کی چار آدمی گواہی دیں اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا تو ہم نے عرض کیا اور تین تو فرمایا اور تین

فقلنا واثنان قال واثنان، ثم لم نسئله عن الواحد۔

پھر ہم نے عرض کیا اور دو تو فرمایا اور دو اس کے بعد ہم نے ایک کے بارے میں نہیں پوچھا۔

حدیث ۷۹۹ عن البراء بن عازب رضی الله تعالی عنهما عن النبي صلی الله

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

تعالی علیه وسلم قال إذا أقعد المؤمن في قبره أتي ثم شهد أن لا

علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے بھیجے جاتے ہیں اس کے

إله إلا الله وأن محمدا رسول الله فذلك قوله يثبت الله الذين آمنوا

بعد وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں یہی اللہ عزوجل کا قول ہے کہ اللہ ایمان والوں کو قول

بالقول الثابت في الحيوة الدنيا وفي الآخرة وزاد شعبة نزلت في عذاب القبر۔ [1]

ثابت پر ثابت رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ شعبہ نے یہ زیادہ کیا ہے یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔

بہ انتی کا مفعول بلا تسمیہ فاعلہ ہے۔ شراح کو اس توجیہ میں بہت عرق ریزی کرنی پڑی۔ ابن بطال نے کہا کہ جار مجرور کو مفعول اول کا اور خبر کو مفعول ثانی کا قائم مقام کر دیا گیا ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ یہ منصوب بنزع خافض ہے اصل یہ تھا: بخیر۔

ادخله الله الجنة اللہ عزوجل کا اس امت پر یہ کرم خاص ہے کہ اپنے بندوں کے منہ سے نکلی ہوئی بات کو قبول فرما لیتا ہے حتیٰ کہ ایک حدیث میں ہے۔ جسے امام ابویعلی موصلی نے روایت کیا ہے کہ اگر مسلمان کسی مرنے والے کے بارے میں ایسی ثنا کریں جو اس میں نہ ہو تو بھی مغفرت فرما دیتا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ کبھی بندے کو عوام کی جانب سے تعریف، پردہ پوشی اور محبت ملتی ہے تو محافظ فرشتے یہ کہتے ہیں۔ اے رب تو بھی جانتا ہے اور ہم بھی اس کے خلاف جانتے ہیں جو لوگ کہتے ہیں۔ تو فرماتا ہے کہ گواہ ہو جاؤ کہ یہ لوگ جو نہیں جانتے اسے میں نے بخش دیا اور ان کی شہادت قبول کر لی۔

تشریحات ۷۹۹ **عذاب قبر** عذاب قبر حق ہے۔ اس پر اہلسنت کا اجماع ہے۔ البتہ روافض اور معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ عذاب قبر خبر آحاد سے تو ثابت ہے مگر قرآن مجید سے ثابت نہیں۔ اسلئے امام بخاری نے پہلے قرآن مجید کی تین ایسی آیتیں ذکر فرمائیں جن سے عذاب قبر ثابت ہے پھر احادیث لائے۔ پہلی آیت سورۂ انعام کی ہے۔ ارشاد ہے۔

ولو ترى إذ الظلمون في غمرات الموت والملئكة باسطوا أيديهم أخرجوا أنفسكم اليوم تجزون عذاب الهون۔ ۹۳

اور کاش تم ظالموں کو اس وقت دیکھو جب وہ موت کی سختی میں ہوں اور فرشتے ان کی طرف ہاتھوں کو بڑھائے ہوئے ہوں (اور کہتے ہوں) نکالو اپنی جانوں کو آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔

---

[1] باب ما جاء فی عذاب القبر ص ۱۸۳ ، ثانی، تفسیر سورۂ ابراہیم باب قولہ یثبت اللہ الذین آمنوا ص ۶۸۲ مسلم صفۃ النار، ابوداؤد ثانی سنۃ، ترمذی ثانی تفسیر، نسائی اول جنائز، ابن ماجہ زہد۔ ا ۔ عمدۃ القاری ثامن ص ۱۹۷۔

استدلال آیت کے اس جزء سے۔ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ۔ آج تم لوگوں کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ آج سے معلوم ہوا کہ موت کے بعد ہی سے عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ اور عذاب قبر سے مراد یہی ہے کہ موت کے بعد اور قیامت سے پہلے عالم برزخ میں عذاب ہوتا ہے۔ اس لئے جو لوگ مدفون نہ ہوں جلا دیئے جائیں، درندے کھالیں ان پر بھی عذاب ہوتا ہے اگرچہ ہم محسوس نہ کریں۔

دوسری آیت سورہ توبہ کی یہ ہے۔ فرمایا۔

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ۔ آیت (۱۰۱)

بہت جلد ہم انھیں دو مرتبہ عذاب دیں گے اس کے بعد وہ بڑے عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔

یطے ہے کہ عذاب عظیم سے جہنم مراد ہے۔ اس کے پہلے دو مرتبہ عذاب سے مراد ایک مرتبہ دنیا میں ذلیل اور رسوا کرنا ہے اور دوبارہ عذاب قبر ہے۔

طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعے کے دن خطبہ دیا اور فرمایا اے فلاں نکل جا تو منافق ہے، اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔ اس طرح تمام منافقین کو مسجد سے نکال دیا۔ اور انھیں ذلیل کیا۔ ادھر سے منافقین مسجد سے نکل رہے تھے ادھر سے حضرت عمر آرہے تھے انھیں دیکھا تو سمجھے کہ نماز ہو چکی ہے۔ یہ نماز سے فارغ ہو کر نکل رہے ہیں نماز قضا ہونے کے احساس پر حیا آئی اور چھپ گئے اور منافقین نے حضرت عمر کو دیکھا تو مارے شرم کے چھپ گئے۔ پھر حضرت عمر مسجد میں آئے تو دیکھا کہ ابھی نماز نہیں ہوئی ہے ایک صاحب نے حضرت عمر سے کہا آپ کو بشارت ہو اللہ نے منافقین کو رسوا کیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ مسجد سے ذلیل کر کے نکالا جانا پہلا عذاب تھا۔ اور دوسرا عذاب قبر ہے یہی حضرت امام سفیان ثوری اور حضرت امام سدی نے بھی فرمایا ہے۔

تیسری آیت سورہ مومن کی ہے۔ ارشاد ہے:

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْءُ الْعَذَابِ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (۴۵ - ۴۶)

اور فرعون کے متبعین کو برے عذاب آگ نے گھیر لیا جس سے صبح و شام جلائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت ہوگی حکم ہوگا کہ فرعون کے تابعداروں کو سخت ترین عذاب میں ڈھکیل دو۔

اس آیت میں واضح طور پر عذاب قبر کا بیان ہے۔ اس طرح کہ اشد العذاب سے جہنم کا عذاب مراد ہے جو قیامت کے دن ہوگا۔ اس کے پہلے جو عذاب ہے وہ عذاب قبر ہے۔ ہم نے يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا کا ترجمہ یہ کیا جس سے جلائے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ علامہ بدرالدین عینی نے فرمایا۔

وعرضهم عليها احراقهم بها يقال عرض الاسارى على السيف اذا قتلتهم به

آگ پر پیش کرنے کا معنی آگ سے جلانا ہے کہا جاتا ہے عرض الاسارى على السيف جب تو انھیں تلوار سے قتل کرے

۸۰۰ — حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ

حدیث نافع نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انھیں خبر دی کہ

اِطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَىٰ أَهْلِ الْقَلِيبِ فَقَالَ وَجَدْتُمْ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل قلیب پر جھانکے اور فرمایا تم نے

مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا فَقِيلَ لَهُ تَدْعُو أَمْوَاتًا قَالَ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ

تمہارے پروردگار نے جو وعدہ فرمایا تھا کیا تم نے اس کو حق پایا تو حضور سے عرض

يُثَبِّتُ اللّٰهُ اس آیہ کریمہ میں قول ثابت سے مراد تمہاوتین کی تصدیق اور اس کا اقرار ہے کہ اللہ عزوجل دنیا میں بھی مومنوں کو اس پر قائم رکھتا ہے اور آخرت یعنی قبر میں بھی۔ اس آیت میں آخرت سے قبر مراد ہے اس لیے کہ آخرت کی منزلوں میں سے قبر پہلی منزل ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ کافر کا کفر پر ثبات قبر ہی تک محدود ہے۔ قیامت کے دن تو بھی توحید رسالت کی حقانیت تسلیم کریں گے۔

نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ اس آیت کا عذاب قبر سے تعلق یہ ہے کہ جزء میں ہے وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظَّالِمِينَ۔ اور ظالموں کو اللہ گمراہ کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ نکیرین کے سوالات کے جوابات نہیں دے پائیں گے اور عذاب قبر میں مبتلا ہوں گے یعنی اس آیت میں عذاب قبر کا سبب مذکور ہے۔ سبب سے مسبب کا تعلق سب کو معلوم ہے۔

۸۰۱،۸۰۰ امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کے تینوں کو کتاب المغازی میں ایک ہی سند کے ساتھ اکٹھے ایک متن میں جمع فرما دیا ہے۔

تشریحات

قلیب بغیر من کا کنواں۔ پرانا کنواں۔ مغازی میں حضرت ابوطلحہ کی حدیث میں یہ ہے۔ فی طی من اطواء بدر خبیث مخبث بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے گھنونے کنوئیں میں۔ طی۔ اس کنوئیں کو کہتے ہیں جس کا من بندھا ہو تطبیق یہ ہے کہ وہ پہلے من دالا تھا پھر ڈھ گیا تھا۔ ستر مقتولین میں سے چوبیس کو جو ہوسا و قریش تھے اس ایک کنوئیں میں پھنکوایا تھا اور بقیہ کو دوسری جگہوں میں پھنکوایا امام واقدی نے فرمایا۔ یہ قلیب جس نے کھدوایا تھا اس کا نام۔ نار۔ تھا۔ لہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قلیب کی منگھر پر کھڑے ہوئے اور ان میں سے عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ امیہ بن خلف اور ابوجہل کا نام لے کر پکارا اور وہ فرمایا ٢ء امیہ بن خلف اگرچہ قلیب میں نہیں تھا مگر اس کو بھی آواز دی ہو سکتا ہے قریب ہی دبا دیا گیا ہو۔

فقیل لہ یہ عرض کرنے والے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیساکہ بخاری ہی میں مغازی کی اس حدیث میں ہے جو حضرت ابوطلحہ سے اور مسلم اور نسائی کی اس حدیث میں جو خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

لہ زرقانی علی المواهب اول ص ۴۳۱ ٢ء مسلم۔ ثانی۔ الجنۃ باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار ص ۳۸۷۔ نسائی۔ اول۔ الجنائز۔ باب ارواح المومنین ص ۲۹۳۔

وَلٰكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ عـ

کیا گیا حضور مردوں کو بلاتے ہیں فرمایا تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں مگر وہ جواب نہیں دیتے۔

۸۰۱ حدیث عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ

اِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ الْاٰنَ اَنَّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے یہ لوگ اسوقت یہ ضرور جان لیں گے کہ جو میں فرماتا تھا

مَا كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى عـ

وہ حق ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا تم مردوں کو سنا نہیں سکتے۔

فائدہ جلیلہ مسند امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ! حضور انھیں تین دن کے بعد پکارتے ہیں۔ کیا یہ سنتے ہیں۔ حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ تمھارے سنائے مردے نہیں سنتے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ علامہ زرقانی نے یہ روایت مسلم کی بتائی ہے۔

آیت کریمہ انك لا تسمع الموتی۔ سے سماع موتی کی نفی پر دلیل لانے والوں کی شورش کو یہ حدیث جڑ سے کاٹ دیتی ہے۔ غور کریں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظاہر الفاظ پر نظر کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے تلاوت فرمائی اسکے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے یہ اس پر نص ہے کہ اس آیت کا سماع موتی سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ تفصیل کے ساتھ بحث آرہی ہے کہ موتی سے مراد کفار ہیں۔ یا لا تسمع سے مراد نفی سماع ہے۔

تعارض و تطبیق حضرت ابن عمر اور حضرت ام المومنین کی حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے۔ اس واقعے کے وقت ان دونوں میں کوئی موجود نہ تھا اس لئے علامہ سہیلی کا یہ کہنا کہ چونکہ حضرت ام المومنین موقع پر موجود نہیں تھیں اس لئے حضرت ابن عمر کی روایت کو ترجیح ہے جو واقعے کے وقت موجود تھے صحیح نہیں کیونکہ حضرت ام المومنین نے کسی صحابی ہی سے سنا ہوگا۔ صحابی کی حدیث مرسل بالاتفاق مقبول ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں جملے ارشاد فرمائے جس نے حضرت ابن عمر کو بتایا اس نے اخیر کا چھوڑ دیا۔ جس نے ام المومنین کو سنایا اس نے اول چھوڑ دیا۔ اور بنظر دقیق ان دونوں روایتوں میں تعارض نہیں۔ علم سماع کے منافی نہیں۔ بلکہ ثبوت علم کو ثبوت حیات لازم اور حیات کو سماع لازم۔ اس واسطے سے علم کو سماع اور سماع کو علم لازم جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت دوسرے اور صحابہ سے بھی مروی ہے مثلاً حضرت عمر، حضرت ابو طلحہ

عـ باب ما جاء فی عذاب القبر ص ۱۸۳۔ ثانی۔ المغازی۔ باب قتل ابی جهل ص ۵۶۷۔ م۔ احمد۔ حاکم۔ نسائی جنائز۔ مسند امام احمد ثانی ص ۳۱۔ عـ باب ما جاء فی عذاب القبر ص ۱۸۳۔ ثانی المغازی باب قتل ابی جهل ص ۵۶۷ مسلم جلد ثانی ص ۳۸۷ ۔ عـ اول ص ۲۳۳

حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت عبداللہ بن سیلان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اس حدیث سے سماع موتی کا ثبوت صراحۃً ہو رہا ہے اور یہی اہلسنت کا مذہب ہے البتہ معتزلہ اور اس

سماع موتی

زمانے میں معتزلہ کے مقلد غیر مقلد اس کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا استدلال حضرت ام المومنین کا ارشاد مذکور ہے۔ لیکن ام المومنین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو ارشاد نقل فرمایا ہے وہ خود مردوں کے لئے حیات برزخی پر نص ہے۔ اس لئے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے اَنَّھُمْ لَیَعْلَمُوْنَ الْاٰنَ اَنَّ مَاکُنْتُ اَقُوْلُ لَھُمْ حَقٌّ " اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ وہ اس وقت جانتے ہیں کہ میں جو کہتا تھا وہ ضرور حق ہے۔ اور علم حیات ہی کی فرع ہے اس لئے اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ کسی قسم کی حیات نہیں رکھتے تھے تو جانتے کیسے تھے۔ اور حیات ہی پر سماع بھی متفرع۔ جب حیات ہے تو سننا لازم۔ علاوہ ازیں حدیث گزر چکی کہ مردہ دفن سے فارغ ہو کر واپس ہونے والوں کے جوتوں کی چاپ سنتے ہیں۔ نکیرین آکر جو سوالات کرتے ہیں انھیں سنتے ہیں۔ اس کے بعد جو کچھ کہتے ہیں وہ سنتے ہیں۔ اگر سماع موتی کا انکار کیا جائے تو لازم کہ نکیرین کے سوالات لغو ہیں۔

آیت کریمہ کا جواب

آیت کریمہ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی کا جواب تمام شراح حدیث نے یہ دیا ہے کہ موتی سے مراد کفار ہیں۔ اس پر اس آیت کا سیاق برہان قاطع ہے۔ یہ آیت قرآن مجید میں دو جگہ ہے۔ سورہ نمل اور سورہ روم میں [illegible] ہے۔ ارشاد ہے۔

اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ○ وَمَا اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (۸۰-۸۱) سورہ نمل

بے شک تمہارا پیغام تمہارے سنائے نہ مردے سنتے ہیں اور نہ بہرے جب وہ منہ موڑ کر بھاگ لیں۔ اور نہ اندھوں کو منزل تک پہنچا سکتے ہو۔ تمہارے سنائے وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور بات مانتے ہیں۔

یہاں من یومن بایتنا سے تقابل متعین کر رہا ہے کہ اس سے قبل مذکور، موتی۔ مردے۔ صم۔ بہرے۔ عمی۔ اندھے۔ سے مراد کفار ہیں۔ اسی طرح دوسری آیت میں۔ ان تسمع۔ سے مراد سماع قبول ہے۔ یعنی کسی بات کو سنکر مان لینا۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہارا پیغام سنکر قبول صرف وہی لوگ کرتے ہیں جن کے لئے ایمان مقدر ہے۔ اور جنھیں حق بات ماننے کا جذبہ ہے تو اس کا مقابل۔ لا تسمع۔ سے مراد قبول نہ کرنا ہی متعین ہے نہ کہ حاسہ یعنی کان سے بطریق معہود سننا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ اس آیت کا سماع موتی سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

روح البیان میں ہے:۔

هذه الاٰية واردة فی حق الکفار وقطع الطمع للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی هدایتهم فان کونهم کالموتی موجب لقطع الطمع وانما

یہ آیت کافروں کے بارے میں ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس خواہش کو دور کرنے کیلئے کہ وہ ایمان اور ہدایت قبول کرلیں اس لئے کہ کافروں کا

شبههم بالموتی لعدم انتفاعهم بما یتلی علیهم من الایات والمراد المطبوعون علی قلوبهم فلا یخرج ما فیها من الکفر ولا یدخل مالم یکن فیها من الایمان۔

مردوں کے مثل ہونا اس خواہش کو ختم ہونے کا موجب ہے ان کو مردوں سے اس لئے تشبیہ دی کہ یہاں آیتوں سے جوان پر تلاوت کی جارہی ہے نفع نہیں حاصل کرتے۔ مراد یہ ہے کہ ان کے دلوں پر مہر کردی گئی ہے تو اندر کا کفر نہ باہر نکل سکتا ہے نہ ایمان اندر جاسکتا ہے۔

اس مضمون کی سورہ فاطر میں بھی ایک آیت ہے۔ فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ (۲۲)

بیشک اللہ جسے چاہے سُنائے اور تمھارے سُنائے وہ نہیں سُنتے جو قبروں میں ہیں۔

اس آیت میں بھی، من فی القبور سے مراد کفار ہیں اور عدم اسماع سے مراد منوا لینا ہے۔ یہاں بھی اس کے اوپر کی آیات قرینہ ہیں۔ ارشاد ہے:۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۔ وَمَنْ تَزَکّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفْسِهٖ وَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ۔ وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۔ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۞ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ ۔

(آیت ۱۸ تا ۲۳)

اے محبوب تمھارا ڈرانا انھیں کو نفع بخش ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جو پاک وصاف ہوا وہ اپنے ہی بھلے کے لئے ہوا۔ اور سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اندھا اور بینا، تاریکی اور روشنی سایہ اور تیز دھوپ برابر نہیں۔ زندے اور مردے برابر نہیں۔ اللہ جسے چاہے سنائے۔ اور تم انھیں نہیں سنا سکتے ہو جو قبر میں ہیں۔ اور تم اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے ہو۔

ہر ذی فہم خود فیصلہ کرلے کہ کیا ابتدائی آیت اور آخری آیت کے ہوتے ہوئے اس کی کوئی گنجائش ہے کہ من فی القبور سے قبر میں مدفون مردے مراد ہوں؟ اور یہ کہ اگر من فی القبور سے مردے مراد ہوں تو یہ کلام کتنا بے تکا ہوگا۔ اول میں ایمان سے بہرہ ور ہونے والے سعادت مندوں اور اس سے محروم ہونے والے بدنصیبوں کا ذکر ہے اور اخیر میں ان انت الانذیر فرماکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ وہ ایمان قبول نہیں کرتے تو تم رنجیدہ خاطر کیوں ہو تم نے اپنا کام کردیا، تمھارا منصب ارشاد و تبلیغ ہے وہ تم نے پورا کردیا۔ دل میں ایمان پیدا کرنا یہ میرا کام ہے۔ تم دل پر غبار نہ لاؤ۔ بیچ میں سماع موتی اور عدم سماع موتی کا کیا تک ہے اب یہ کہنا کہ من فی القبور سے مردے مراد ہیں۔ حقیقت میں قرآن مجید میں دھبہ لگانا ہے۔ اسی لئے جلالین[۱] میں فرمایا۔

وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ الْمُؤْمِنُوْنَ مردے اور زندے برابر نہیں یعنی مومنین اور کفار

والکفار وماانت بمسمع من فی القبور ای الکفار شبھھم بالموتی فلا یجیبون۔

اور تمھارے سنائے وہ نہیں سنیں گے جو قبروں میں ہیں یعنی کفار، انھیں مردوں کے مشابہ بنایا۔ اس لئے وہ قبول نہیں کریں گے۔

اور اگر بالفرض کسی صاحب کو ضد ہو کہ ان آیات میں۔ موتی۔ اور من فی القبور۔ اپنے حقیقی معنی میں ہے اور مراد قبر میں پڑے، ہوئے مردے ہیں تو یہ آیۂ کریمہ

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ

اے مسلمانوں تم نے انھیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا

اور آیہ کریمہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اور جب تم نے (خاک) پھینکی تھی تو تم نے نہیں پھینکی تھی ہاں اللہ نے پھینکی تھی۔ کے قبیل سے ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ جو مردہ اجسام تمھارا کلام سن رہے ہیں یہ تم نے انھیں نہیں سنایا بلکہ اللہ نے سنایا۔ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ۔ یہ اسی کی قدرت سے ہوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش وحواس درست ہو گئے اور وہ سننے لگے۔

حضرت ام المومنین کا مذہب

بعد موت میت کو ادراک ہوتا ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں حضرت ام المومنین کا مذہب اسی حدیث سے ثابت کہ وہ ادراک اور علم کی قائل ہیں، صاف صاف۔ ہے کہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے بیشک یہ اسوقت ضرور جانتے ہیں کہ جو میں کہتا تھا حق ہے وہ بھی ایسا عظیم ادراک کہ ان کافروں نے دنیا میں جو کچھ سنا تھا وہ اب بھی ان کو یاد ہے۔

علاوہ ازیں مشکوۃ میں بحوالہ امام احمد، حاکم مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ اس مکان عرش آستان میں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دفن ہیں۔ میں بے لحاظ ستر وحجاب خصوصی چلی جاتی اور جی میں کہتی یہاں کون ہیں۔ میرے شوہر یا میرے باپ۔ جب سے عمر دفن ہوئے خدا کی قسم میں بغیر پورا بدن چھپائے نہ گئی۔ عمر سے حیا کی وجہ سے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ میت کو کچھ نظر نہیں آتا تو اس حیا کے کیا معنی۔ اور جب نظر آنا ثابت تو سننا بدرجہ اولیٰ ثابت، اس لئے کہ جب حضرت ام المومنین دفن کے بعد: دیکھنے کی قائل ہیں اور اسے لازم کہ ادراک مانتی ہیں اور وہ ایسا ادراک جو قبر کے باہر امور دنیویہ کا ہے تو سننے سے انکار کی کوئی گنجائش نہ رہی اس لئے کہ اگر درمیان میں کوئی دبیز چیز حائل ہو تو دیکھنا ناممکن مگر سننا ثابت۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں یہ حدیث روایت فرمائی کہ حضرت ام المومنین نے ملاحظہ فرمایا کہ نہلاتے وقت ایک عورت کے سر میں عورتیں زور زور سے کنگھی کر رہی ہیں تو فرمایا یوں اپنی میت کے پیشانی کے بال کھینچتی ہو۔ یہ فرمانا اسی بنا پر تھا کہ اس سے میت کو تکلیف ہوتی ہے اور تکلیف کا احساس بھی ادراک وعلم ہے۔ یہ بات کس کے عقل میں آئے گی کہ خود ام المومنین دیکھنا نہیں مانتیں اور سماع کا انکار کریں۔ اسی لئے مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے حیات الموات میں فرمایا کہ ام المومنین کی مراد یہ ہے کہ یہ اجسام نہیں سنتے۔ اس لئے کہ حقیقت میں مردہ جسم ہی ہیں قبروں میں جسم ہی ہیں۔ رہ گئی روح وہ زندہ ہے اور وہ قبر میں مدفون

۸۰۲ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمْ

حدیث حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ

مدینے سے باہر تشریف لے گئے اور سورج ڈوب چکا تھا تو ایک آواز سنی اس پر فرمایا

فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا ؏

یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

۸۰۳ حَدَّثَتْنِي بِنْتُ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ

حدیث حضرت خالد بن سعید بن عاص کی صاحبزادی نے حدیث بیان کی کہ انھوں نے

نہیں۔ وہ سنتی ہے دیکھتی ہے۔ راحت و تکلیف محسوس کرتی ہے علم و ادراک رکھتی ہے۔ جو اس موضوع پر کما حقہ اطلاع چاہتا ہو وہ رسالہ مبارکہ ضرور مطالعہ کرے۔ جو علیحدہ بھی چھپا ہے اور فتاوی رضویہ جلد چہارم میں بھی چھپا ہے۔

تشریحات ۸۰۲ يَهُودُ اصل میں یہودیین تھا۔ یا کو تخفیفاً حذف کر دیا۔ جیسے زنجیین اور زنج۔ از نجبین اور ازنج اسی لحاظ سے اس پر الف لام کا لانا درست ہے ورنہ اصل میں یہ معرفہ مؤنث ہے علم للقبیلۃ جیسا کہ جوہری نے کہا۔ طبرانی میں یہ حدیث یوں ہے حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ سورج ڈوبنے کے بعد میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا اور میرے ساتھ پانی کا کوزہ تھا۔ حضور نے قضاء حاجت فرمائی اور وضو بنایا پھر فرمایا جو میں سنتا ہوں وہ تم سن رہے ہو؟ میں نے عرض کیا اللہ اور رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا میں ان یہودیوں کی آوازیں سن رہا ہوں جنھیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

تشریحات ۸۰۳ کتاب الدعوت میں یہ زائد ہے راوی حدیث موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ میں نے ام خالد سے سنا۔ ان کے علاوہ اور کسی سے یہ نہیں سنا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہو۔ ام خالد نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی راوی۔ بنت خالد۔ کی کنیت ام خالد ہے یہ صحابیہ ہیں، یہ حبشہ میں پیدا ہوئیں ان سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کر لیا تھا جن سے خالد اور عمر پیدا ہوئے۔ ان کے والد حضرت خالد بن سعید بن العاص بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں بعض روایات کے مطابق ان کا نمبر پانچواں ہے۔ ان کے اسلام لانے کا سبب ایک خواب ہوا۔ انھوں نے دیکھا کہ وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہیں جس کے نیچے آگ ہے۔ ان کے باپ سعید بن عاص نے چاہا کہ انھیں اس میں پھینک دے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کمر پکڑ لی۔ صبح کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور کہا۔ میں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ

؏ باب التعوذ من عذاب القبر ص ۹۴۲۔ مسلم فی صفۃ اھل النار۔ نسائی الجنائز۔

عنہما انہا سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو یتعوذ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔
من عذاب القبر عه

۸۰۴ حدیث
عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدعو اللہم انی اعوذبک من
تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں
عذاب القبر ومن عذاب النار ومن فتنۃ المحیا والممات ومن
قبر کے عذاب سے جہنم کے عذاب سے زندگی اور موت کے فتنے سے
فتنۃ المسیح الدجال عه
اور مسیح دجال کے فتنے سے۔

علیہ وسلم) کی پیروی کروں گا۔ وہ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے باپ کو جب یہ خبر ملی تو اس نے ان کو کھانا دینا بند کر دیا۔ اور بھائیوں کو حکم دے دیا کہ ان سے بات نہ کریں۔ یہ اپنی اہلیہ بنت خالد بن اسعد خزاعیہ کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ پھر غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت جعفر بن ابی طالب وغیرہ کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس آئے انکے مشاہد میں پہلا عمرۃ القضاء ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اجنادین یا مرج الصفر میں شہید ہوئے۔ ان کی صاحبزادی ام خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا سب سے پہلے تسمیہ میرے والد نے لکھا۔ یہ ساری تفصیلات اصابہ جلد اول سے لی گئی ہیں۔ یہ بنی امیہ میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے دو بھائی ابان، عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔

عذاب قبر سے پناہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باجماع امت معصوم ہیں دنیا و آخرت کے ہر عذاب سے مامون بلکہ دوسروں کو بچانے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عذاب قبر سے پناہ مانگنا امت کی تعلیم و ترغیب کے لئے تھا۔

تشریح ۸۰۴ یہی حدیث تھوڑے سے تغیر کے ساتھ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مروی ہے جو گزر چکی وہیں مفصل کلام ہو چکا ہے۔

عه باب التعوذ من عذاب القبر ص ۱۸۳۔ ثانی۔ الدعوات۔ باب التعوذ من عذاب القبر ص ۹۴۲۔ نسائی الجنائز جلد ثالث ص ۲۸۶۔ عه باب ما جاء فی عذاب القبر ص ۱۸۴۔ مسلم۔ الصلوٰۃ

حدیث ۸۰۵

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَیْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ اِنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ فَیُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُکَ حَتّٰی یَبْعَثَکَ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عه

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی مرجاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانا صبح و شام پیش کیا جاتا ہے اگر جنتی ہے تو جنتیوں میں سے اور اگر جہنمی ہے تو جہنمیوں میں سے اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے یہ اس وقت تک ہوتا رہے گا کہ اللہ قیامت کے دن اسے قبر سے اٹھائے۔

حدیث ۸۰۶

عَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهٗ سَمِعَ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ اِبْرَاهِیْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّةِ عه

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ جب حضرت ابراہیم کا وصال ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے لئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔

تشریحات ۸۰۵ قبر میں دن رات صبح و شام نہیں۔ مراد یہ ہے کہ دنیا کے صبح و شام کے وقت روزانہ دو بار دکھایا جائے گا۔ یہ بھی عذاب کی انتہائی سنگین صورت ہے جو قبر میں ہوگا۔

تشریحات ۸۰۶ گزر چکا کہ تقریباً اٹھارہ ماہ کے تھے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال فرما گئے۔ چونکہ ایام رضاعت پورے نہیں ہوئے تھے۔ اللہ عزوجل نے انھیں یہ اعزاز عطا فرمایا کہ جنت میں انھیں دودھ پلانے والی دایہ عطا فرمایا، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی نابالغ اولاد جو فوت ہو جائیں وہ جنت میں ہیں۔ اس کے پہلے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں کہ جس کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث

عه باب المیت یعرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ص ۱۸۴۔ مسلم صفۃ اھل النار نسائی۔ الجنائز۔
عه باب ما قیل فی اولاد المسلمین ص ۱۸۴۔ بدء الخلق باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ ص ۴۶۱۔ ثانی۔ الادب۔ باب من سمی باسماء الانبیاء ص ۹۱۴۔ ابن ماجہ۔ الجنائز [illegible]

حدیث ۸۰۷

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَوْلَادِ الْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ، اَللّٰہُ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا گیا

اِذْ خَلَقَھُمْ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ ؏
تو فرمایا اللہ نے جب ان کو پیدا کیا تھا تو وہ خوب جانتا تھا کہ یہ کیا کریں گے۔

جیسی ہے یہ بچے اس کے لئے جہنم سے آڑ ہو جائیں گے۔ ان دونوں احادیث سے بھی ثابت کہ مسلمانوں کے نابالغ بچے جنت میں رہیں گے۔

تشریحات ۸۰۷ جو نابالغ بچے مر جاتے ہیں وہ کہاں رہیں گے۔ یہ بہت ہی معرکۃ الآراء مسئلہ ہے جو ہمیشہ سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔ اس بارے میں نو اقوال ہیں۔ اول۔ وہ اللہ عزوجل کی مشیت پر ہیں وہ جو چاہے ان سے معاملہ کرے۔ یہ حماد بن سلمہ۔ حماد بن زید۔ عبد اللہ بن مبارک اور اسحٰق کا مذہب ہے۔ بیہقی نے خاص کفار کے بچوں کے بارے میں امام شافعی کا بھی یہی مذہب نقل کیا ہے۔ امام مالک سے اس بارے میں کوئی صریح قول منقول نہیں۔ مگر ان کے اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں رہیں گے۔ اور کافروں کے بچے مشیت ایزدی میں ہیں۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے کہ فرمایا۔ اللّٰہ اعلم بما کانوا عاملین۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔ ثانی۔ وہ اپنے ماں باپ کے تابع ہیں۔ مسلمانوں کے بچے ان کے ساتھ جنت میں اور کافروں کے بچے جہنم میں۔ اسکی تائید بعض احادیث ضعاف سے بھی ہوتی ہے۔ یہ خوارج کے فرقہ ازارقہ کا مذہب ہے۔ ثالث۔ وہ جنت اور دوزخ کے درمیان رہیں گے۔ کیوں کہ انھوں نے کوئی ایسا اعتقاد نہیں رکھا اور نہ کوئی ایسا عمل کیا جس کی جزا میں جنت یا دوزخ میں جائیں۔ رابع وہ جنتیوں کے خادم ہوں گے۔ اس بارے میں حضرت انس اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث ضعیف بھی مروی ہے۔ خامس۔ وہ مٹی ہو جائیں گے۔ یہ ثمامہ بن اشرس سے منقول ہے۔ سادس۔ جہنم میں رہیں گے سابع قیامت کے دن ان کا امتحان لیا جائے گا، ان کے لئے آگ بلند کی جائے گی اور اس میں جانے کا حکم ہوگا۔ جو اطاعت کریں گے اور اس میں داخل ہوں گے ان پر وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی ہو جائے گی۔ اور جو سرکشی کریں گے وہ عذاب دئے جائینگے

ثامن۔ توقف۔ تاسع۔ امساک۔ یہ دونوں مذہب قریب ہیں۔

یہ بیان مذاہب تھا۔ مگر علامہ نووی نے فرمایا۔ معتمد علمائے امت کا اس پر اجماع ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں رہینگے اور کفار کے بچوں کے بارے میں تین مذہب ہیں۔ اکثر کا مذہب یہ ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے، اور ایک گروہ نے توقف کیا۔ اور صحیح مذہب یہ ہے کہ وہ بھی جنت میں جائیں گے۔ یہی محققین کا مذہب ہے۔ اس کی دلیل ابھی آنے والی حدیث ہے۔

؏ باب ما قیل فی اولاد المشرکین ص ۱۸۵ - ثانی - القدر - باب اللّٰہ اعلم بما کانوا عاملین ص ۹۷۶ - مسلم القدر - ابو داؤد - سنن نسائی الجنائز - ؎ شرح مسلم جلد ثانی ص ۳۳۷ -

حدیث ۸۰۸ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَاٰى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ فَاِنْ رَاٰى اَحَدٌ قَصَّهَا فَيَقُوْلُ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَسَاَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَاٰى مِنْكُمْ رُؤْيَا قُلْنَا لَا قَالَ لٰكِنِّيْ رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ فَاَخَذَا بِيَدِيْ فَاَخْرَجَانِيْ اِلٰى اَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَاِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهٖ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز پڑھ کے فارغ ہوتے تو اپنا رخ انور ہماری طرف کرکے متوجہ ہوتے اور فرماتے۔ آج رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ اب اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو بیان کرتا۔ اس پر جو اللہ چاہتا فرماتے حضور نے ایک دن ہم سے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے ہم نے عرض کیا ہیں تو فرمایا لیکن میں نے آج رات دو شخصوں کو دیکھا کہ میرے پاس آئے اور میرے دونوں

امام بخاری نے یہاں باب کا عنوان یہ رکھا ہے۔ مشرکین کی اولاد کے بارے میں کیا کہا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مذہب بھی توقف ہے۔ مگر اس کے تحت جو احادیث لائے ہیں ان میں سے دو سے توقف ثابت ہوتا ہے۔ اور دو سے یہ کہ وہ جنت میں جائیں گے۔ حضرت ابن عباس کی حدیث زیر بحث و حضرت ابوہریرہ کی حدیث اول سے توقف ثابت ہوتا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث دوم کل مولود یولد علی الفطرۃ اور حضرت سمرہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جنت میں رہیں گے۔ یہ اس جانب مشعر ہے کہ ان کا مذہب بھی توقف ہی ہے۔

تشریحات ۸۰۸ تکمیل یہ حدیث یہاں کے علاوہ دو جگہ اور ہے۔ ابواب جنائز میں اختصار کے ساتھ ہے۔ البتہ کتاب التعبیر میں اس سے بھی زیادہ تفصیل اور زیادتی کے ساتھ ہے البتہ کچھ تقدیم و تاخیر ہے۔ وہاں عالم بے عمل کا قصہ پہلے ہے اور جھوٹے کا بعد میں اور یہ زیادتی ہے۔ کہ اس کے منہ اور آنکھ کو بھی جبڑے کی طرح چیرتا ہے۔ اور زانیوں کے بارے میں یہ ہے۔ تنور کے مثل ایک عمارت کے پاس آئے۔ اس میں شور و شغب تھا۔ اس میں جھانک کر دیکھا تو ننگے مرد، عورت تھے۔ جب انھیں آگ کی لپٹ پہنچتی تو چیختے۔ اور سود خوار کے بارے میں ہے۔ کہ ہم ایک ندی کے پاس آئے۔ جو خون کی طرح سرخ تھی۔ اس میں ایک شخص تیر رہا ہے۔ وہ تیرتا ہوا نہر کے کنارے والے کے پاس آتا ہے جس نے بہت پتھر جمع کر رکھے ہیں تو یہ اس کا منھ کھول کر اس میں پتھر ڈال دیتا ہے۔ اور خازن نار کے بارے میں ہے کہ ہم ایک ایسے خوفناک صورت والے مرد کے پاس آئے کہ تم نے زیادہ سے زیادہ جو خوفناک صورت والا دیکھا ہوگا اس سے بھی زیادہ خوفناک تھا۔ آگے ہے۔ پھر ہم ایک گھنے باغ میں گئے جس کے بیچ میں

قال بعض اصحابنا عن موسی کلوب من حدید یدخلہ فی شدقہ
ہاتھوں کو پکڑا۔ اور ارض مقدس تک لے گئے وہاں ایک شخص بیٹھا تھا اور ایک شخص کھڑا تھا کے
حتی یبلغ قفاہ ثم یفعل بشدقہ الاخر مثل ذالک ویلتئم
ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا تھا جسے اس کے جبڑے میں داخل کر کے گدی تک لے جاتا پھر اسکے دوسرے
شدقہ ھذا فیعود فیصنع مثلہ فقلت ما ھذا قالا انطلق فا
جبڑے کے ساتھ یہی کرتا اور اس کا پہلا والا جبڑا بھر جاتا پھر لوٹتا اور ویسے ہی کرتا میں نے پوچھا یہ کیا ہے
نطلقنا حتی اتینا علی رجل مضطجع علی قفاہ ورجل قائم
تو ان دونوں نے کہا چلئے۔ ہم چلے یہاں تک کہ چت لیٹے ہوئے ایک شخص کے پاس پہنچے ایک شخص اسکے
علی رأسہ بفھر او صخرۃ فیشدخ بھا رأسہ فاذا ضربہ
سر پر لوہے کا موسل یا پتھر لئے کھڑا ہے اور اس سے اس کے سر کو مارتا ہے۔ جب مارتا تو پتھر لڑھک
تدھدہ الحجر فانطلق الیہ لیاخذہ فلا یرجع الی ھذا حتی
جاتا یہ شخص جاکر اس پتھر کو لے آتا۔ وہ جب تک لوٹتا اس کا سر ٹھیک ہو جاتا اور اسکا سر ویسے ہی ہو
یلتئم رأسہ وعاد رأسہ کما ھو فعاد الیہ فضربہ قلت من ھذا
جاتا جیسا پہلے تھا۔ وہ شخص پلٹ کر پھر اسے مارتا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ ان دونوں نے کہا تشریف
قالا انطلق فانطلقنا الی نقب مثل التنور اعلاہ ضیق واسفلہ
لے چلئے اب ہم تنور کے مثل ایک سوراخ پر پہنچے اس کے اوپر کا حصہ تنگ ہے اور نیچے کا

ایک اتنے دراز قد شخص ہیں کہ ان کا سر فضا میں اتنا اونچا ہے کہ میں اسے دیکھ نہیں سکا اس کے بعد ہے۔ ہم ایسے بڑے باغ کے پاس پہنچے کہ اس سے بڑا اور اچھا باغ میں نے نہیں دیکھا۔ اوپر چڑھے تو ایک ایسے شہر میں پہنچے جو سونے اور چاندی کے اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔ دروازہ کھلوا کر اندر گئے تو ہم کو ایسے لوگ ملے۔ کہ ان کا آدھا دھڑ خوبصورت سے خوبصورت ہے اور آدھا بدصورت سے بدصورت۔ میرے دونوں ساتھیوں نے ان لوگوں سے کہا۔ جاؤ اس نہر میں جاؤ۔ ایک چوڑی نہر بہ رہی تھی اس کا پانی سفید براق تھا۔ اس نہر میں وہ لوگ گئے۔ اور نکلے تو ان کی بدصورتی جاتی رہی اور حسین تر ہو گئے۔ مجھے ان دونوں نے بتایا کہ یہ جنت عدن ہے۔ اور آپ کی یہ جگہ ہے۔ میں نے اوپر نظر اٹھائی تو دیکھا کہ تہ بہ تہ جمے ہوئے بادل کی طرح ایک محل ہے۔ ان دونوں نے کہا یہ آپ کی جگہ ہے۔ آخر میں یہ زائد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ارد گرد وہ بچے ہیں جو فطرت پر مرے ہیں۔ کچھ مسلمانوں نے عرض کیا یا رسول اللہ؟ اور مشرکین کی اولاد بھی تو فرمایا اور مشرکین کی اولاد بھی۔

وَاسِعٍ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارٌ فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوا حَتَّى كَادُوا يَخْرُجُونَ
چوڑا ہے اس کے نیچے آگ بھڑک رہی ہے پس جب وہ اوپر قریب ہوتے اتنا کہ معلوم ہوتا

فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوا فِيهَا وَفِيهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا
کہ نکل پڑیں گے تو آگ ٹھنڈی ہو جاتی جب آگ دھیمی پڑ جاتی تو پھر اس میں لوٹ جاتے

قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ
اس میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو ان دونوں صاحبوں نے کہا آگے چلیں

وَعَلَى وَسَطِ النَّهَرِ۔ قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ
ہم چلے یہاں تک کہ ایک خون کی ندی پر آئے اس میں ایک شخص کھڑا ہے اور ندی کے بیچ میں

جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ وَعَلَى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ
یا ندی کے کنارے بھی ایک شخص کھڑا ہے جس کے آگے پتھر ہیں

فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَاهُ الرَّجُلُ
جو شخص ندی میں ہے وہ آگے آتا ہے جب چاہتا ہے کہ نکل جائے وہ شخص پتھر سے

بِحَجَرٍ فِي فِيهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي
اس کے منہ پر مارتا ہے تو اسے وہیں لوٹا دیتا ہے جہاں تھا جب کبھی وہ آتا ہے کہ نکل جائے

فِيهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا
اس کے منہ پر وہ شخص دوسرا پتھر مارتا ہے تو جہاں تھا وہیں لوٹ جاتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے

حَتَّى أَتَيْنَا إِلَى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فِيهَا شَجَرَةٌ عَظِيمَةٌ وَفِي أَصْلِهَا
تو ان دونوں نے کہا چلئے۔ پھر ہم چلے یہاں تک کہ ایک ہرے بھرے باغ تک پہنچے جس میں

ارض مقدسہ اس سے بیت المقدس مراد ہے۔ مسند امام احمد کی روایت میں یہ ہے۔ ایک کھلی ہوئی سرزمین پر لے گئے۔ ظاہر ہے کہ دونوں میں منافات نہیں۔

اثبات باب حدیث کا یہ حصہ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس لوگوں کے بچے تھے۔ اس کی دلیل ہے کہ نابالغ بچے جنت میں جائیں گے۔ اس کے عموم میں کفار کے بچے بھی داخل ہیں بلکہ تعبیر الرؤیا، کی روایت اس پر نص ہے کہ کفار کے بچے بھی جنت ہی میں رہیں گے۔

اقول وباللہ التوفیق — اس کے معارض دوسری احادیث ہیں۔ مثلاً اسی باب کی پہلی حدیث — کہ فرمایا — اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے —

شَیْخٌ وَّصِبْیَانٌ وَّاِذَا رَجُلٌ قَرِیْبٌ مِّنَ الشَّجَرَةِ بَیْنَ یَدَیْهِ نَارٌ

ایک بڑے درخت کی جڑ میں ایک بزرگ ہیں اور کچھ بچے ہیں اور اس درخت کے قریب ایک شخص

یُوْقِدُهَا فَصَعِدَا بِیْ فِی الشَّجَرَةِ فَاَدْخَلَانِیْ دَارًا لَّمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ

ہے جس کے آگے آگ ہے جسے بھڑکا رہا ہے۔ وہ دونوں مجھے لے کر اس درخت پر چڑھے اور مجھے ایسے

وَاَفْضَلَ مِنْهَا فِیْهَا رِجَالٌ شُیُوْخٌ وَّشَبَابٌ وَّنِسَاءٌ وَّصِبْیَانٌ ثُمَّ

گھر میں لے گئے کہ اس سے اچھا عمدہ کوئی گھر میں نے نہیں دیکھا تھا اس میں کچھ بوڑھے کچھ جوان مرد

اَخْرَجَانِیْ مِنْهَا فَصَعِدَا بِیَ الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِیْ دَارًا هِیَ اَحْسَنُ وَ

ہیں اور کچھ عورتیں اور بچے ہیں پھر مجھے اس گھر سے باہر لائے اور اس درخت پر لے کر چڑھے اور مجھے

اَفْضَلُ فِیْهَا شُیُوْخٌ وَّشَبَابٌ قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِی اللَّیْلَةَ فَاَخْبِرَانِیْ عَمَّا

ایک گھر کے اندر لے گئے جو اس سے بھی اچھا اور عمدہ تھا اس میں کچھ بوڑھے کچھ جوان تھے۔ میں نے کہا تم

رَاَیْتُ قَالَا نَعَمْ اَمَّا الَّذِیْ رَاَیْتَهٗ یُشَقُّ شِدْقُهٗ فَكَذَّابٌ یُّحَدِّثُ

دونوں نے مجھے رات بھر گھمایا اب جو کچھ میں نے دیکھا ہے اسے بتاؤ۔ دونوں نے کہا ضرور۔ وہ جس کا جبڑا چیرا

بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَیُصْنَعُ بِهٖ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

جاتا تھا جھوٹا ہے جو جھوٹ بولتا ہے اور اس سے نقل کر کے دور دور پہنچ جاتا ہے اسکے ساتھ قیامت تک یہی

وَالَّذِیْ یُشْدَخُ رَاْسُهٗ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَنَامَ عَنْهُ

کیا جائے گا۔ اور جسکے سر کو کچلا جاتا تھا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا اس سے غافل ہو کر رات

بِاللَّیْلِ وَلَمْ یَعْمَلْ فِیْهِ بِالنَّهَارِ یُفْعَلُ بِهٖ اِلٰى یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَالَّذِیْ رَاَیْتَهٗ

کو سویا اور دن میں اس پر عمل نہیں کیا۔ اسکے ساتھ قیامت تک یہی کیا جائے گا۔ اور جنھیں غار میں دیکھا زانی ہیں

فِی النَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ وَالَّذِیْ رَاَیْتَهٗ فِی النَّهْرِ اٰكِلُوا الرِّبَاءِ وَالشَّیْخُ

اور جنھیں ندی میں دیکھا سود خوار ہیں اور اس درخت کی جڑ میں جو بزرگ تھے وہ ابراہیم ہیں اور انکے

الَّذِیْ فِیْ اَصْلِ الشَّجَرَةِ اِبْرَاهِیْمُ وَالصِّبْیَانُ حَوْلَهٗ فَاَوْلَادُ النَّاسِ

اردگرد لوگوں کے بچے ہیں

نیز مشکوٰۃ کی یہ حدیث کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے ان دو بچوں کے بارے میں دریافت کیا[1]

[1] اول ص ۲۳۔ مسند امام احمد۔ اول ص ۱۳۴

وَالَّذِیْ یُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُ الْاُوْلٰی الَّتِیْ دَخَلْتَ

اور جو آگ بھڑکا رہے ہیں مالک جہنم کے خازن ہیں اور وہ پہلا گھر جس میں تشریف لے گئے

دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ وَاَنَا جِبْرَئِیْلُ وَهٰذَا

تھے عام مسلمانوں کا گھر ہے۔ اور یہ شہداء کا۔ اور میں جبرئیل ہوں اور یہ

مِیْکَائِیْلُ فَارْفَعْ رَأْسَكَ فَرَفَعْتُ رَأْسِیْ فَاِذَا فَوْقِیْ مِثْلُ السَّحَابِ

میکائیل ہیں۔ اپنے سرکو اٹھائیے، میں نے اپنے سرکو اٹھایا تو میرے اوپر بادل کے مانند ہے

قَالَا ذٰلِكَ مَنْزِلُكَ فَقُلْتُ دَعَانِیْ اَدْخُلْ مَنْزِلِیْ قَالَا اِنَّهٗ بَقِیَ

انھوں نے بتایا یہ آپ کی جگہ ہے اب میں نے کہا مجھے چھوڑ دو میں اپنے گھر میں جاؤں تو کہا آپ کی عمر ابھی باقی

لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ اَتَیْتَ مَنْزِلَكَ ؏

ہے جسے پوری نہیں فرمایا ہے۔ جب اسے پوری فرمائیں گے تو اپنے گھر تشریف لے جائیں گے۔

جو پہلے شوہر سے تھے تو فرمایا جہنم میں۔ میں دریافت فرمایا کہ حضور سے جو بچے تھے وہ، تو فرمایا جنت میں۔ پھر ارشاد فرمایا مومنین اور ان کی اولاد جنت میں ہیں۔ اور مشرکین اور ان کی اولاد جہنم میں پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ۔ سورہ طور۔ آیت ۲۱۔ ایمان والوں کی اولاد ان کے تابع ہے۔ نیز ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مومنین کی اولاد کہاں ہوں گی تو فرمایا اپنے آباء کے ساتھ میں نے عرض کیا بغیر عمل کے فرمایا، اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔ پھر میں نے پوچھا اور مشرکین کی اولاد تو فرمایا اپنے آباء کے ساتھ میں نے عرض کیا بغیر عمل کے تو فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔

نیز ابھی حدیث گذری ہے کہ یہودی بچہ جب مسلمان ہوگیا تو فرمایا اس اللہ کا شکر ہے جس نے اسے جہنم سے بچایا۔ اس سے ثابت کہ اگر مسلمان نہ ہوتا تو جہنم میں جاتا۔

مذہب احناف

جب دلائل متعارض ہیں اور ترجیح کی کوئی صورت نہیں تو حق وہی ہے جو احناف کہتے ہیں کہ توقف کرنا چاہیے۔ امام ابوالبرکات نسفی نے کافی میں فرمایا۔ کہ توقف کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے تمام بچوں کے بارے میں ایک حکم نہیں لگا سکتے۔ ان میں کچھ نجات پائیں گے اور کچھ عذاب یہی امام مالک کا مذہب ہے جیسا کہ علامہ عبدالبر نے تمہید میں ذکر فرمایا ہے۔ اور امام شافعی کا بھی۔ اور امام احمد سے دو قول مروی ہے۔ البتہ ابن قیم نے ۔ شفاء العلیل ۔ میں یہ اختیار کیا کہ نجات پائیں گے۔ آجکل کے نجدیوں نے بھی اسی کی تقلید کی ہے۔ مشہور یہ کیا جاتا ہے کہ ابن تیمیہ کا بھی یہی مذہب ہے مگر اس کے فتاوی میں توقف ہے۔

؏ باب ۰۰۰۰۰۰ ص ۱۸۵۔ البیوع۔ باب اکل الربوا وشاهده ص ۲۷۹۔ الجهاد۔ باب درجات المجاهدین ص ۳۹۱۔ بدء الخلق باب اذا قال احدكم آمین ص ۴۵۷۔ ذکر الانبیاء باب قول اللہ عزوجل، واتخذ اللہ ابراهیم خلیلا ص ۴۷۳۔ صلوۃ اللیل باب عقد الشیطان علی قافیة الرأس ص ۱۵۳۔ الادب باب قول اللہ، واتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ص ۹۰۰ تعبیر الرؤیا۔ باب تعبیر الرؤیا بعد صلوۃ الصبح ص ۱۰۴۳۔ ف منجه تجارات مسند امام احمد خامس ص ۱۴۔ لہ مشکوۃ اول ص ۳۲ ابوداؤد ثانی السنة باب ذراری المشرکین ص ۲۹۲

حدیث ۸۰۹ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں ابوبکر کے پاس گئی تو

فَقَالَ فِيْ كَمْ كَفَّنْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فِيْ ثَلٰثَةِ

انھوں نے پوچھا. نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا تھا۔ میں نے بتایا کہ تین سفید

أَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ وَقَالَ لَهَا فِيْ

سحولی کپڑے میں جسمیں (سلا ہوا) کرتا اور عمامہ نہ تھا اور انھوں نے ام المومنین سے پوچھا کس

أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ

دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات ہوئی تھی ام المومنین نے بتایا دوشنبے کو

قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قَالَتْ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ قَالَ أَرْجُوْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ اللَّيْلِ

انھوں نے پوچھا یہ کونسا دن ہے انھوں نے عرض کیا دوشنبہ تو فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ میری وفات

فَنَظَرَ إِلٰى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيْهِ بِهٖ رَدْعٌ مِّنْ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ

اس وقت اور رات کے درمیان ہے پھر اپنے اس کپڑے کو دیکھا جو ان کے بدن پر تھے جسمیں بیماری کے دن

تشریحات ۸۰۹ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سہ شنبہ کی رات میں عشاء اور مغرب کے درمیان ۱۳ھ میں ۶۳ سال کے ہو کر واصل بحق ہوئے، رات ہی میں صبح صادق سے پہلے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں بر بنا ر قول صحیح اس طرح دفن ہیں کہ ان کا روئے انور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینے کے مقابل ہے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے سینے کے مقابل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں حجرہ مبارکہ کی شرقی دیوار سے متصل تھا۔ یہاں تک کہ جب ولید بن عبد الملک کے عہد حکومت میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے حجرہ مبارکہ کی دیوار گرا کر بنیاد کھدوائی تو ان کا پاؤں کھل گیا تھا جیسا کہ بخاری میں ابھی آرہا ہے۔

مرض وصال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال کس مرض میں ہوا۔ اس بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں۔ اول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی کے صدمے سے گھلتے گھلتے قویٰ نے جواب دیدیا۔ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے جیسا کہ سیف بن عمر نے کہا ہے۔ ابن سعد نے امام زہری سے نقل کیا کہ کھانے میں ایک سال کا میعادی زہر ملا کر کسی نے بھیجا تھا۔ اسے حضرت صدیق اکبر اور حارث بن کلدہ نے کھایا۔ اس کے بعد دونوں بیمار رہے اور ایک سال پر ایک دن دونوں نے انتقال کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک دن ٹھنڈک تھی غسل فرمایا جس کے اثر سے بخار آیا پندرہ دن علیل رہ کر وصال فرمایا۔ ان اقوال میں تعارض نہیں ہو سکتا ہے۔ تینوں اسباب جمع ہو گئے ہوں۔

ان الحی احق بالجدید یہ صدیق اکبر کی تواضع تھی ورنہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ مردوں کو اچھا کفن دو

اِغسِلُوا ثَوبِی ھٰذا وَزِیدُوا عَلَیهِ ثَوبَینِ فَکَفِّنُونِی فِیھِمَا قُلتُ اِنَّ

گے اور رہے تھے۔ جس پر زعفران کا دھبہ تھا تو فرمایا کہ میرے اس کپڑے کو دھولینا اور دو اور کپڑے بڑھا کر

ھٰذا خَلَقٌ قَالَ اِنَّ الحَیَّ اَحَقُّ بِالجَدِیدِ مِنَ المَیِّتِ اِنَّمَا ھُوَ لِلمُھلَۃِ

ان میں مجھے کفنانا۔ میں نے کہا یہ پرانا ہے تو فرمایا زندہ بہ نسبت مردے کے نئے کا زیادہ حقدار ہے۔ یہ پرانا

فَلَم یَتَوَفَّ حَتّٰی اَمسٰی مِن لَیلَۃِ الثُّلٰثَاءِ وَدُفِنَ قَبلَ اَن یُّصبِحَ

کپڑا اہلت ڈالے کیلئے ہے مگر اس دن وفات نہ ہوئی یہانتک کہ سہ شنبہ کی رات آگئی تو وفات ہوئی اور صبح سے پہلے پہلے دفن کر دیے گئے۔ ؎

حدیث ۸۱۰

عَن عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنھَا - اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے نبی صلی

اللہُ تَعَالٰی عَلَیهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّی اُفتُلِتَت نَفسُھَا وَاَظُنُّھَا لَو تَکَلَّمَت

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا میری ماں اچانک انتقال کر گئیں میں گمان کرتا ہوں کہ اگر اس وقت

اور ایک روایت ؎ میں ہے کہ یہ فرمایا۔ مجھے اسی کپڑے میں کفنانا میں اس میں نماز پڑھتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس لباس میں عبادت کی جائے وہ بھی متبرک ہو جاتا ہے۔ اور اسے کفن بنانا صحابہ کی سنت ہے۔ علامہ عینی نے ایک احتمال یہ نکالا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ کپڑا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہو۔

للمھلۃ انما ھو للمھلۃ۔ مُہلۃ کے کئی معنی آتے ہیں۔ پیپ اور پانی جو جسم سے نکلے۔ پگھلایا ہوا سیسہ۔ تیل کا سیاہ تلچھٹ۔ قطران کی ایک قسم معنی مشہور۔ یہاں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ ضمیر کا مرجع۔ جدید۔ ہو۔ اب معنی یہ ہونگے کہ نیا کپڑا اس کے لئے ہے کہ جسے مہلت ہے۔ یعنی زندہ رہنا ہے دوسرے یہ کہ اس کا مرجع کفن ہو۔ جس پر۔ کفنونی۔ دلالت کر رہا ہے اور مُہلۃ کے معنی پیپ کے ہوں۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ کفن اس پانی اور پیپ میں آلودہ ہونے کے لئے ہے جو میت کے جسم سے نکلے گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دوشنبے کے دن موت اچھی ہے۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال اسی دن ہوا ہے۔ اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ جس دن اور جس وقت اللہ عز و جل کا کوئی محبوب بندہ واصل بحق ہوا ہو وہ دن اور وہ وقت موت کے لئے اچھا ہے۔ اسی طرح جس دن جس وقت جس چیز کو صلحا سے نسبت ہو وہ متبرک ہے۔

تشریحات ۸۱۰ یہ صاحب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسا کہ دوسری احادیث میں مذکور ہے ؎ یہ حدیث ایصال ثواب کی اصل ہے جس پر تفصیلی بحث اثبات ایصال ثواب ؎ میں ہو چکی ہے اور آئندہ اس پر کلام ہوگا۔

؎ باب موت یوم الاثنین ص ۱۸۶ ؎ عمدۃ القاری ثامن ص ۲۳۰ بحوالہ ابن سعد ؎ یہ رسالہ دائرۃ البرکات سے شائع ہو چکا ہے۔

تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ عہ

بول پاتیں تو صدقہ کرتیں۔ اگر میں انکی طرف سے صدقہ کروں تو انھیں ثواب ملے گا۔ فرمایا ضرور ملے گا۔

۸۱۱ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَتَعَذَّرُ فِيْ مَرَضِهِ أَيْنَ أَنَا الْيَوْمَ أَيْنَ أَنَا غَدًا

مرض وصال میں عائشہ کی باری میں دیر کا احساس کرکے اس طرح کونت کو ظاہر فرماتے تھے

اپنے

اِسْتِبْطَاءً لِيَوْمِ عَائِشَةَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمِيْ قَبَضَهُ اللّٰهُ بَيْنَ سَحْرِيْ وَ

آج میں کہاں ہوں کل میں کہاں رہوں گا جب میری باری کا دن ہوا تو اللہ نے انھیں اس حال

نَحْرِيْ وَدُفِنَ فِيْ بَيْتِيْ عہ

میں اٹھا یا کہ میرے سینے اور گلے کے مابین تھے۔ اور میرے گھر میں دفن ہوئے۔

۸۱۲ عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ

حدیث سفیان تمار سے مروی ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

۸۱۱ یہ حدیث اختصار و تفصیل کے ساتھ بخاری میں۔ جہاد، فضائل صحابہ۔ مغازی، نکاح، میں بھی ہے

تشریحات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی معلوم ہونے کے بعد ازواج مطہرات نے اس کی اجازت دیدی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے جس کی قدرے تفصیل گذر چکی ہے بقیہ آئندہ آئے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کے ساتھ کتنی محبت تھی، اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت کا اندازہ لگائیں کہ وہ محبوب خدا کی محبوب ہیں اس لئے جو بدنصیب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عداوت رکھے حقیقت میں وہ محبوب خدا کا دشمن ہے۔ حضرت شیر خدا نے فرمایا تیرے دشمن تین ہیں۔ براہ راست تیرا دشمن۔ تیرے دوست کا دشمن، اور تیرے دشمن کا دوست۔

۸۱۲ سفیان تمار کبار تابعین میں سے ہیں۔ صحابہ کرام کا زمانہ پایا مگر کسی صحابی سے روایت نہیں کیا۔ یہ سفیان بن

تشریح دینار عصفری کوفے کے باشندے تھے۔ امام بخاری نے ان کا صرف یہی ایک قول ذکر فرمایا ہے۔ ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔

عہ باب ما یستحب لمن توفی فجاءۃ ان یتصدقوا عنہ ص ۳۸۶

عہ باب موت الفجاءۃ والبغتۃ ص ۱۸۶۔ الوصایا۔ باب ما

مسلم۔ زکوۃ۔ وصیۃ۔ ابن ماجۃ وصایا مسند امام احمد جلد سادس ص ۵۱

عہ باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۸۶ مسلم فضائل الصحابۃ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا عہ

علیہ وسلم کے قبر انور کو دیکھا ہے کہ وہ کوہان نما ہے۔

۸۱۳ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ

حدیث حضرت عروہ سے روایت ہے کہ ولید بن عبد الملک کے زمانے میں

فِيْ زَمَانِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ اَخَذُوْا فِيْ بِنَائِهِ فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ

جب حجرہ عائشہ کی دیوار (شرقی) گر گئی لوگوں نے اس کی تعمیر شروع کی تو ایک قدم ظاہر

فَفَزِعُوْا وَظَنُّوْا اَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا

ہوا اس پر لوگ گھبرا گئے اور لوگوں نے گمان یہ کیا کہ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدم ہے

وَجَدُوْا اَحَدًا يَعْلَمُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا وَاللّٰهِ مَا هِيَ

کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو یہ جانتا ہو۔ یہاں تک کہ عروہ نے کہا بخدا یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

تکمیل۔ امام ابن ابی شیبہ نے یہ زیادہ کیا ہے۔ ابو بکر اور عمر کی قبریں بھی مسنّم یعنی کوہان نما ہیں۔ حضرت امام ابراہیم نخعی نے فرمایا جس شخص نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صاحبین کی قبریں دیکھی ہیں اس نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ سب مسنّم زمین سے ابھری ہوئی ہیں۔ ان پر سفید سنگ مرمر ہے۔ امام شعبی نے فرمایا میں نے خود شہداء احد کی قبریں مسنم دیکھی ہیں۔ اور حضرت عمر اور حضرت ابن عباس کی قبریں بھی ایسی ہی یعنی کوہان نما بنائی گئی تھیں۔ ان سب سے ثابت ہوا کہ قبر کو کوہان نما مسنم بنانا چاہیے نہ کہ ہموار چبوترے کے مثل۔

تشریحات ۸۱۳ ولید مشہور اموی سفاک عبد الملک کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ عبد الملک کی وصیت کے مطابق اسکے مرنے کے بعد ۸۶ھ میں تخت نشین ہوا اور ۹۶ھ وسط جمادی الآخرہ میں مرگیا۔ اسی کے عہد میں اسپین ترکستان کا اکثر حصہ اور سندھ فتح ہوا تھا۔ اس کے یادگار کارناموں میں دمشق کی جامع اموی ہے۔ اور مسجد نبوی کی توسیع جب مسلمانوں کی کثرت ہوئی اور مسجد اقدس تنگ ہوگئی تو اس نے ازواج مطہرات سے حجرات مبارکہ خریدے اور والی مدینہ حضرت عمر بن عبد العزیز کو حکم دیا کہ حجرات مبارکہ ڈھا کر مسجد میں شامل کر لیے جائیں۔ اسی موقع پر جب حجرۂ عائشہ کی پورب والی دیوار ڈھا کر بنیاد کھودی جانے لگی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم پاک ظاہر ہوگیا۔ جگہ کی تنگی کیوجہ سے انکی لحد مبارک کا کچھ حصہ پوربی دیوار کے اندر آگیا تھا۔ حجرہ مبارکہ کی تعمیر کے بعد حجرہ مبارکہ کے چاروں طرف ایک پنچ پہل احاطہ بنوا دیا جسکا شمالی حصہ مثلث نما ہے۔

پھر متوکل عباسی شہنشاہ نے اس پر سنگ مرمر چڑھایا۔ اس کے بعد ۵۴۸ھ میں عباسی شہنشاہ مقتفی نے اس کی تجدید کی اور اس کے اردگرد صندل اور آبنوس کی چھت تک بلند جالیاں لگا دیں۔

عہ باب فی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۸۶

قدم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ما هي الا قدم عمر عه

قدم نہیں یہ عمر کا قدم ہے

۸۱۴ عن هشام عن ابيه عن عائشة رضي الله تعالى عنها انها

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ

اوصت عبد الله بن الزبير لا تدفني معهم وادفني مع صواحبي

عنہما کو یہ وصیت کی کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ مت دفن کرنا دوسری ازواج کے ساتھ

بالبقيع لا ازكى به ابدا عه

بقیع میں دفن کرنا میں یہاں دفن ہو کر ہرگز اپنا تقدس ظاہر کرنا نہیں چاہتی

۸۱۵ عن عمرو بن ميمون الاودي قال رأيت عمر بن الخطاب

حدیث عمرو بن میمون نے کہا میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا

قال يا عبد الله بن عمر اذهب الى ام المؤمنين عائشة فقل يقرء

انھوں نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا اے عبداللہ بن عمر ام المومنین حضرت عائشہ کی

۸۱۴ **تشریح** اس کے بعد حدیث آرہی ہے کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلے یہی ارادہ تھا کہ اسی حجرے میں دفن کی جائیں مگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وہاں دفن ہو گئے تو ارادہ بدل دیا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت ام المومنین کی غیرت نے اسے پسند نہ کیا ہو۔ حجرۂ مبارکہ میں اب بھی ایک قبر کی جگہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعید بن مسیب نے فرمایا ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے۔ [لہ]

۸۱۵ **تشریحات** یہ ایک لمبی حدیث کا جز ہے جو مناقب عثمان میں مفصل آئے گی۔ معلوم نہیں وہاں تک شرح لکھنے کی توفیق ہو یا نہ ہو اس لئے جو حصہ یہاں مذکور ہے اسے تحریر کر دیا۔ کتاب الاعتصام میں حضرت عروہ کی حدیث میں ہے کہ بہت سے صحابہ نے حجرہ مبارکہ میں دفن ہونے کی اجازت چاہی مگر کسی کو اجازت نہیں ملی۔ جب حضرت فاروق اعظم کا پیغام پہنچا تو بلا توقف اجازت مرحمت فرمادی اور وہ ارشاد فرمایا جو حدیث میں مذکور ہے، کہ انھیں اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ام المومنین کے قلب میں حضرت عمر کی کتنی عظمت تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حضرت عمر ام المومنین کا کتنا ادب ملحوظ فرماتے تھے۔ ان کے قلب نازک پر ادنیٰ سا دباؤ بھی ڈالنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اسی لئے یہ بھی وصیت فرمادی کہ غسل و کفن کے بعد در اقدس پر حاضر ہو کر دوبارہ اجازت

ص ۱۸۶

عہ باب ما جاء في قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ص ۱۸۶

عہ باب قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ص ۱۸۶ - ثاني - الاعتصام - باب ما ذكر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

لہ عمدۃ القاری ثامن ص ۲۲۵ -

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامَ ثُمَّ سَلْهَا اَنْ اُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ

خدمت میں جاؤ۔ اور ان سے عرض کرو عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتا ہے۔ اس کے بعد ان سے

قَالَتْ كُنْتُ اُرِيْدُهٗ لِنَفْسِيْ فَلَاُوْثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِيْ فَلَمَّا اَقْبَلَ

سوال کرو (کہ میں چاہتا ہوں) کہ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جاؤں (حضرت ابن عمر نے

قَالَ لَهٗ مَا لَدَيْكَ قَالَ اَذِنَتْ لَكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ مَا كَانَ شَيْءٌ

ایسا ہی کیا) تو ام المومنین نے فرمایا اس جگہ اپنے لئے ارادہ رکھتی تھی آج انھیں اپنے اوپر ترجیح

اَهَمَّ اِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعِ فَاِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُوْنِيْ ثُمَّ سَلِّمُوْا ثُمَّ

دیتی ہوں جب وہ واپس آئے تو حضرت عمر نے پوچھا تیرے پاس

قُلْ يَسْتَاْذِنُكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاِنْ اَذِنَتْ لِيْ فَادْفِنُوْنِيْ وَاِلَّا

کیا خبر ہے؟ عرض کیا ام المومنین نے آپ کو اجازت دے دی۔ تو فرمایا اس آرامگاہ سے زیادہ

کی درخواست پیش کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حیات ظاہری میں رعب ودباؤ محسوس کرکے اجازت دی ہو۔ یہ اپنے حجرے میں دفن کی اجازت حضرت ام المومنین کا اتنا بڑا ایثار ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔

فمن استخلفوا فهو الخليفة اس سے ظاہر ہوگیا کہ خلیفہ وقت اپنے بعد خلیفہ کے تقرر کے لئے چند افراد کی کمیٹی بنادے اور وہ کسی کو خلیفہ مقرر کردیں تو اس کی خلافت برحق ہے۔ اور اگر کسی کو نامزد کردے تو وہ بھی خلیفہ برحق ہے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاروق اعظم کو نامزد کردیا۔ اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو انتخاب کا حق صرف ارباب حل وعقد اصحاب دین ودیانت عقل وفراست کو ہے۔ جیسے صدیق اکبر کا ہوا تھا۔

یزید کی نامزدگی صحیح نہیں تھی آجکل وہابیوں کے مختلف طبقات کے افراد اسکا بہت زور وشور سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یزید خلیفہ برحق تھا۔ اس لئے سیدنا امام حسین کا خروج یقیناً بغاوت تھا اسلئے کہ جب سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سپرد فرمادی۔ تو وہ خلیفہ برحق ہوگئے پھر جب انھوں نے یزید کو اپنا ولیعہد بنادیا تو وہ بلاشبہہ خلیفہ برحق ہوگیا۔

اس پر علماء نے بہت کچھ لکھا ہے، اس خادم نے بھی اس پر، مقالات امجدی، میں سیر حاصل بحث کی ہے، جسے تفصیل کا شوق ہو وہ اس کا مطالعہ کرے۔ یہاں ایک اہم نکتے کی طرف ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ کو غیر مشروط طور پر خلافت نہیں سپرد فرمائی تھی۔ کہ انھیں یہ حق حاصل ہوتا کہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کریں۔ اس صلحنامے کی سب سے اہم اور بنیادی شرط یہ تھی۔ کہ تمھارے بعد خلافت کا حق مجھے ہوگا۔ اور میں خلیفہ ہوں گا۔ اس شرط کی رو سے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی زندگی بھر خلافت کا حق تھا، اپنے

فَرُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ

میرے نزدیک کوئی چیز اہم نہ تھی۔ جب میری روح قبض کرلی جائے تو مجھے اٹھاکر (در دولت پرلے جانا)

النَّفَرِ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ

پھر سب لوگ سلام عرض کرنا۔ اس کے بعد اے عبداللہ تم عرض کرنا عمر بن خطاب آپ سے اجازت طلب

رَاضٍ فَمَنِ اسْتَخْلَفُوا بَعْدِي فَهُوَ الْخَلِيفَةُ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا فَسَمّٰى

کرتا ہے اگر پھر اجازت مرحمت فرمائیں تو وہاں مجھے دفن کرنا ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں لوٹا دینا

عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَّطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَّسَعْدَ

میں خلافت کا زیادہ حقدار اس گروہ سے زیادہ کسی کو نہیں جانتا جن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ وَّوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَبْشِرْ يَا

راضی رہتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔ میرے بعد یہ لوگ جسے خلیفہ بنادیں وہ خلیفہ ہے۔

أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بِبُشْرَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كَانَ لَكَ مِنَ الْقَدَمِ

اس کی بات سننا اور اطاعت کرنا اور عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد

بعد کسی کو خلیفہ منتخب کرنے کا حق ہی حاصل نہیں تھا اسلئے کہ وہ خلیفہ مطلق نہ تھے۔ ان کی خلافت مشروط و محدود تھی۔ اسلئے ان کا یزید کو ولیعہد بنانا صحیح نہ تھا۔ اور اسی سے وہ کسی طرح خلیفہ نہ ہوا۔ اس لئے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یزید کے خلاف جدوجہد بغاوت نہیں تھی بلکہ خلافت علی منہاج النبوت کے احیاء کی سعی جمیل تھی۔

ثم الشہادۃ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت اور اپنے رسول کے شہر میں وفات عطا فرما۔ اس وقت اسلام کی شان و شوکت اوج ثریا سے ہمکنار تھی۔ غازیان اسلام ہند و چین، افریقہ کی سرحدیں پار کر چلے تھے۔ مدینہ طیبہ میں کسی جہاد کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، بظاہر اس دعا کا قبول ہونا متعذر تھا۔ مگر دنیا نے دیکھا کہ ایک اللہ کے محبوب بندے کی دعا کس طرح قبول ہوئی۔

واقعہ شہادت

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ناپسند فرماتے تھے کہ مدینہ طیبہ میں عجمی غلام رہیں مگر حضرت عباس کا اصرار تھا کہ کوئی حرج نہیں۔ غالباً یہ اس بناء پر تھا کہ اہل عرب عموماً صنعت و حرفت سے ناآشنا تھے۔ اور عجمی اس کے ماہر تھے۔ حضرت عباس کا مقصود یہ رہا ہوگا کہ ان سے اہل عرب سیکھ لیں اور تمدن میں ترقی ہو۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا۔ ابولولؤ فیروز نام تھا۔ ایک دن وہ راستے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا۔ اور درخواست کی کہ میرے اوپر میرے آقا نے ایک دینار یومیہ مقرر کر رکھا ہے، حضرت عمر

فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ الشَّهَادَةُ

بن ابی وقاص کا نام لیا۔ اور امیر المومنین کی خدمت میں انصار کا ایک جوان حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اے

بَعْدَ هٰذَا كُلِّهِ فَقَالَ لَيْتَنِي يَا ابْنَ أَخِي وَذٰلِكَ كَفَافٌ لَا عَلَيَّ وَلَا

امیر المومنین آپ کو اللہ عزوجل کی جانب سے بشارت ہو آپ قدیم الاسلام ہیں یا اسلام میں آپ کا جو مرتبہ ہے

لِيَ أُوصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ خَيْرًا

وہ جانتے ہیں پھر خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے عدل کیا پھر ان سب کے بعد شہادت نصیب ہوئی امیر نے فرمایا کاش

أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَأَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ وَأُوصِيهِ

اے بھتیجے یہ سب برابر سرابر ہوتا نہ مجھ پر عذاب ہو اور نہ ثواب ملے۔ اپنے بعد والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے

بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ أَنْ يَقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ

بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کہ ان کا حق پہچانے اور ان کی عزت کی حفاظت کرے اور انصار کے لئے اچھائی کی وصیت

نے فرمایا۔ یہ کچھ زیادہ نہیں تو بڑھئی بھی ہے لوہار بھی ہے نقاش بھی ہے۔ پھر اس سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تو ایسی چکی بنانا جانتا ہے جو ہوا سے چلے۔ اس نے کہا میں آپ کے لئے ایسی چکی بناؤں گا جس کا غلغلہ پوری دنیا میں ہوگا حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ یہ مجھے دھمکی دے رہا ہے۔ یہ سہ شنبہ کا واقعہ ہے۔ دوسرے دن چہار شنبہ کو ابولؤلؤ دودھارا زہر آلود خنجر لئے ہوئے مسجد میں چھپا رہا۔ جب نماز فجر کی جماعت کا وقت ہوا تو فاروق اعظم نماز کے لئے مسجد آئے اور الصلوۃ الصلوۃ کہتے ہوئے مصلی پر کھڑے ہوئے کہ پیچھے سے ابولؤلؤ نے آکر خنجر سے حملہ کر دیا۔ تین یا چھ زخم لگائے۔ ایک اتنا کاری تھا کہ ناف پار کر گیا تھا۔ حضرت عمر یہ فرماتے ہوئے۔ مجھے کتنے نے مار ڈالا مجھے کتے نے مار ڈالا گر پڑے۔ ابولؤلؤ دو طرفہ خنجر چلاتا ہوا بھاگا، تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا جنمیں چھ واصل بحق ہو گئے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نے اس پر چادر پھینک کر اسے دلوچ لیا۔ جب اس نے دیکھا اب پھنس گیا ہوں تو اسی خنجر سے خودکشی کر لی حضرت عمر نے عبد الرحمن بن عوف کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور لوگ حضرت عمر کو اٹھا کر گھر لائے۔ گھر آکر دریافت فرمایا کہ مجھے کس نے قتل کیا ہے۔ جب بتایا گیا کہ ابولؤلؤ نے، تو اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا کہ کسی مسلمان کا ہاتھ ان کے خون سے رنگین نہ ہوا۔ پھر طبیب کو بلایا۔ طبیب نے نبیذ پلائی جو بعینہ زخم سے باہر نکل آئی چونکہ نبیذ کا رنگ بھی سرخ ہوتا ہے اس لئے صحیح تشخیص نہ ہو سکی کہ نبیذ ہی نکلی ہے یا خون۔ پھر دودھ پلایا گیا۔ یہ بھی زخم سے باہر آگیا تو طبیب نے عرض کر دیا کہ اب امید زیست نہیں، جو کچھ کرنا ہے کر لیجئے، اس کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لئے شوری مقرر فرمائی۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے حجرہ مبارکہ میں دفن ہونے کی اجازت طلب فرمایا۔ تین دن کے بعد وصال فرمایا اور یکشنبہ کو دفن ہوئے۔ تاریخ وصال کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ۲۶ ذوالحجہ کو زخمی ہوئے اور یکم محرم کو دفن ہوئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ۲۸ ذوالحجہ بروز دوشنبہ واصل بحق ہوئے۔ یہ حادثہ ۲۳ھ کا ہے۔ عمر مبارک

وَيُعْفَى عَنْ مُسِيئِهِمْ وَأُوصِيهِ بِذِمَّةِ اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ أَنْ يُوفِيَ

کرتا ہوں جنھوں نے دار الہجرت کو مسکن بنایا اور پکے دل سے ایمان قبول کیا کہ انکے احسان کرنے والے کے احسان

لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوا

کو قبول کرے اور لغزش کرنیوالوں کی لغزش سے درگزر کرے اور اللہ و رسول کے ذمے کی وصیت کرتا ہوں کہ انکے ساتھ کئے

فَوْقَ طَاقَتِهِمْ ع۵

گئے عہد کو پورا کرے۔ اور انکی حفاظت میں لڑے اور انھیں انکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے۔

تریسٹھ سال ہوئی۔ مدت خلافت دس سال، چھ مہینے کچھ دن ہے۔ اگر ۲۸ ذوالحجہ کو وصال ہوا تو چھ دن اور پہلی محرم کو ہوا تو دس یا گیارہ دن۔

لیتنی یہ ارشاد یا تو از راہ تواضع تھا یا اس بنا پر تھا کہ ایمان خوف و رجا کے مابین ہے ورنہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشارت کے بعد تشبیہ اور تشکک کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

بالمهاجرين الاولين مہاجرین اولین کے بارے میں تین قول ہیں، ایک یہ کہ وہ حضرات ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے خواہ حقیقۃً خواہ حکماً۔ یہ تفصیل ہم نے اس لئے کی کہ شرکاء بدر کی مجموعی تعداد تین سو تیرہ ہے مگر میدان کارزار میں تین سو پانچ حضرات ہی تھے۔ اسی مہاجرین اور بقیہ انصار کرام، آٹھ حضرات جنگ میں شریک نہ ہوئے مگر انھیں بدر کے مال غنیمت سے حصہ ملا۔ اور بالاتفاق وہ اصحاب بدر میں سے ہیں۔ ایک حضرت ذوالنورین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کے لئے مدینہ طیبہ روک دیا تھا۔ دوسرے اور تیسرے حضرت طلحہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو قریش کے کاروان تجارت کے تجسس میں بھیجے گئے تھے اور پانچ انصار کرام ہیں ان کے اسماء گرامی معلوم نہ ہو سکے۔ دوسرے یہ کہ مہاجرین اولین وہ حضرات ہیں جنھوں نے دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی ہو۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ جن حضرات نے تحویل قبلہ کے پہلے ہجرت فرمائی۔ تیسرے وہ حضرات جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے ہوں، جن کی تعداد چودہ سو ہے۔

الذين تبوؤا الدار والايمان الدار۔ سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔ امام حسن بصری نے فرمایا، مدینہ طیبہ کے ناموں میں سے ایک۔ الایمان۔ بھی ہے۔ اور اگر یہاں ایمان کے معنی شرعی مراد لیا جائے تو اس کا عامل محذوف ہے۔ یعنی۔ اجابوا الی الایمان۔ جنھوں نے صدق دل سے ایمان قبول کیا۔ انصار کرام اصل میں یمن کے باشندے تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ عمرو بن عامر نے جب سد مآرب۔ کی تباہی کے آثار دیکھے تو وہاں سے ترک سکونت کرکے باشارۂ غیبی مدینہ طیبہ آکر بس گئے۔ انھیں کی نسل میں حارثہ یا ثعلبۃ العنقاء ہے۔ اوس۔ خزرج، اسی کے فرزند ہیں جن سے انصار کرام ہیں۔

ع۵ باب قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۸۶، مناقب عثمان، باب قصة والبيعة والاتفاق علی عثمان ص ۵۲۴

۸۱۶ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا ع۵

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں کو برا مت کہو۔ کیونکہ انھوں نے جو کچھ آگے بھیجا تھا اس کا بدلہ پا چکے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ محبوبان بارگاہ کے قریب دفن ہونے کی تمنا صحابہ کرام کی سنت ہے۔ تاکہ ان پر نازل ہونے والی رحمتوں اور زائرین کی دعائے خیر سے انھیں بھی نفع ہو۔

تشریحات ۸۱۶ الاموات پر الف لام عہد کا ہے۔ اس سے مراد مسلمان مردے ہیں۔ جو فاسق معلن نہ ہوں اسکی دلیل ابوداؤد[۱] اور ترمذی[۲] کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ــــ اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم۔ اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو اور انکی برائیوں سے منہ بند رکھو۔ فاسق معلن کے بارے میں عمدۃ القاری[۳] میں محدث ابن بطال کا یہ قول مذکور ہے وان کان فاسقا معلنا فلا غیبة له فکذلك المیت ۔ فاسق معلن کے فسق کو بیان کرنا غیبت نہیں۔ اسی طرح فاسق معلن میت کا بھی جیسا کہ حدیث میں فرمایا اذکروا الفاسق بما فیه متی یحذرہ الناس ۔ فاسق کے فسق کو بیان کرو ورنہ لوگ اس سے کیسے بچیں گے۔ نیز اس حدیث میں۔ الاموات ــ سے صرف مسلمان مراد ہونا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث سے بھی ظاہر جسے امام بخاری نے اس باب کے بعد، باب ذکر شرار الموتی۔ کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے۔ جسمیں ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ ابولہب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا ــ تیرے لئے دن بھر بربادی ہو۔ تو سورہ تبت یدا، نازل ہوئی جس کی پہلی آیت یہ ہے۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہوگیا۔ یہاں دوسرے نسخے میں علیه لعنة اللّٰه ہے۔ اسی کو علامہ عینی نے لیا ہے۔ اور ایک نسخے میں لعنه اللّٰه ہے۔ اسے سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے لیا ہے۔ اسی سے باب کی مطابقت ہے۔ کہ ابولہب کے مرنے کے بعد حضرت ابن عباس اس پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ نیز یہ بتاتا ہے کہ ابولہب ہی کے بارے میں سورہ تبت یدا نازل ہوئی ہے۔ اس میں بھی اس کی ہجو اور برائی ... ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ کفار کی برائی بیان کرنی جائز ہے اگرچہ وہ مر گئے ہوں۔ البتہ اگر مرنے والے کفار کے اہل و عیال مسلمان ہوں اور ان کے کافر ماں باپ اصول کی برائی کرنے سے انھیں ایذا پہنچے تو اس سے بچنا ضروری ہے۔ کہ اب یہ ایذاء مسلم ہے اور ایذار مسلم جائز نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس ہی سے امام احمد اور امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ کسی انصاری نے حضرت عباس کے کسی ایسے رشتہ دار کو جو کہ عہد جاہلیت میں مر چکے تھے برا کہا تو مشتعل ہوکر حضرت عباس نے اس انصاری کو پتھر مار دیا۔ اس پر انصار بھڑک گئے کہنے لگے ہم

ع۵ الجنائز۔ باب ما ینھی من سب الاموات ص ۱۸۷ ـ نسائی، جنائز۔ [۱] ثانی ـ الادب ـ باب فی النھی عن سب الموتی ص ۳۱۵ [۲] اول ـ الجنائز ـ باب آخر ص ۱۲۱ [۳] جلد ثامن ص ۲۳۰ ـ

انتقام لیں گے یہاں تک کہ ہتھیار لگا کر آگئے۔ اس کی اطلاع جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو منبر پر تشریف لے گئے اور انصار سے فرمایا۔ عباس مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ ہمارے مردوں کو برا کہو کر ہمارے زندوں کو اذیت پہنچاؤ۔ انصار نے عرض کیا ہم حضور کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ایک دفعہ ابولہب کی صاحبزادی حضرت سُبیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کسی نے بنت حطب النار کہدیا۔ انھوں نے خدمت اقدس میں شکایت کی تو جلال آگیا ارشاد فرمایا مابال اقوام یوذوننی فی قرابتی من اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میری قرابت کیوجہ سے مجھے ایذا دیتے ہیں۔ جسنے مجھے ایذا دی اُسنے اللہ کو ایذا دی۔

ان سب کے باوجود ضرورت شرعیہ کے وقت مسلمانوں کے معائب بقدر ضرورت بیان کرنا کبھی جائز کبھی واجب کبھی فرض ہے اگرچہ وہ مرچکا ہو۔ مثلاً راویان احادیث پر جرح، گواہوں پر جرح وغیرہ وغیرہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ کے لغوی معنی یہ ہیں۔ پاک کرنا۔ درست کرنا۔ بڑھنا۔ مدح۔ شریعت میں زکوٰۃ کے معنی یہ ہیں۔ مال کے ایک حصے کا جو شرع نے مقرر فرمایا ہے اللہ کے لئے کسی مسلمان فقیر وغیرہ کو مالک کر دینا بشرطیکہ وہ فقیر ہاشمی نہ ہو۔ زکوٰۃ فرض ہے اور اس کی فرضیت قطعی اجماعی ہے۔ جو اس کا منکر ہو کافر ہے اور جو نہ دے مستحق قتل ہے۔ اور تاخیر کرنیوالا فاسق، مردود الشہادۃ ہے۔ اگر کسی بستی والے یا کوئی جماعت زکوٰۃ نہ دے تو سلطان اسلام کو اس سے قتال کا حکم ہے۔ یہ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ اکثر کا قول یہ ہے کہ زکوٰۃ ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئی ہے[1]

زکوٰۃ ہر مسلمان مرد و عورت عاقل بالغ پر فرض ہے جو ایسے مال نامی کا مالک ہو جو بقدر نصاب ہو اور اس پر پورا سال گزر چکا ہو اور حوائج اصلیہ سے فاضل ہو۔ مال نامی تین چیزیں ہیں۔ سونا چاندی خواہ ان کی سلیں ہوں یا زیور، برتن یا سکے اگرچہ رکھے ہوئے ہوں۔ مال تجارت۔ کچھ بھی ہو۔ چرائی کے جانور۔

فرضیت کے دلائل

اس کا فرض ہونا قرآن مجید کی کثیر آیتوں سے ثابت ہے۔ یہاں امام بخاری نے صرف ایک آیت۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ ذکر فرمائی ہے یہ آیت چھ سورتوں میں مذکور ہے۔ سورہ بقرہ میں تین جگہ آیت ۴۳۔ آیت ۸۳۔ آیت ۱۱۰۔ سورۃ نساء آیت ۷۷۔ سورہ نور آیت ۵۶۔ سورہ مزمل۔ آیت ۲۰۔ سورہ حج آیت ۷۷۔ اور سورہ مجادلہ آیت ۱۳۔ میں۔ یہاں ابتداء میں واؤ کے بجائے

---

[1] عمدۃ القاری ثامن ص ۲۳۰ [2] عمدۃ القاری ثامن ص ۲۵۵

حدیث ۸۱۷

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ اُدْعُہُمْ اِلٰی شَہَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَاِنْ ہُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْہُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن بھیجتے وقت ان سے ارشاد فرمایا (پہلے) ان کو اس کی دعوت دو کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں پس اگر وہ اسے قبول کرلیں

فا ہے۔ فاقیموا الصلوۃ۔ اب یہ حقیقت میں آٹھ آیتیں ہوگئیں ان سب میں۔ آتوا الزکوٰۃ۔ میں امر ہے جو وجوب کے لئے ہے۔ جس سے فرضیت قطعی طور پر ثابت۔ مزید براں اس کی فرضیت کی دلیل میں چھ احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ اول حدیث ہرقل۔ جو مفصل جلد اول میں گزر چکی ہے۔ اس میں ہے۔ یامرنا بالصلوۃ والزکوۃ والصلۃ والعفاف حضرت ابو سفیان نے ہرقل کو بتایا۔ کہ یہ (نبی) ہمیں نماز زکوٰۃ صلہ رحمی اور پاکدامنی کا حکم کرتے ہیں۔ یہ بھی فرضیت پر قطعی ہے۔ دوم حدیث معاذ۔ جس میں نص صریح ہے۔ افترض علیھم صدقۃ فی اموالھم۔ اللہ عزوجل نے ان کے مال میں صدقہ فرض فرمایا۔ جو ان کے مالداروں سے لیا جائے اور ان کے فقیروں پر تقسیم کیا جائے۔ سوم یہ حدیث کہ ایک صاحب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ تو فرمایا۔ اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کر۔ اور نماز قائم کر اور زکوٰۃ دے۔ اور صلہ رحمی کر۔ چہارم حدیث اعرابی جو قریب قریب اسی مضمون کی ہے۔ پنجم۔ حدیث عبد القیس۔ ششم۔ مانعین زکوٰۃ کی حدیث۔ انھیں چھ احادیث پر انحصار نہیں۔ اس کی فرضیت کی کثیر احادیث ہیں۔ جن میں کچھ بہار شریعت حصہ پنجم کے شروع میں درج ہیں۔

تشریحات ۸۱۷

زکوٰۃ ہی میں صفحہ ۲۰۳ اور مغازی میں یہ زائد ہے۔

فایاک وکرائم الاموال واتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینہ وبین اللہ الحجاب۔

زکوٰۃ میں عمدہ مال لینے سے بچو اور مظلوم کی دعا سے ڈرو اسلئے کہ اسکے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

مغازی میں غزوہ خیبر کا حصہ ہے۔

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ربیع الآخر ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یمن بھیجا تھا۔ یمن پر پانچ حضرات کا تقرر ہوا تھا۔ جندل پر حضرت معاذ کا۔ زبید عدن ساحل پر حضرت ابو موسیٰ کا۔ خالد بن سعید کا صنعا پر۔ مہاجر بن امیہ کا کندہ پر اور زیاد بن لبید کا حضرموت پر۔ حضرت معاذ کا والی اور قاضی کے عہدے پر تقرر ہوا تھا اور انھیں کے ذمہ یہ بھی تھا کہ عاملین سے زکوٰۃ وصول کریں۔

اَنَّ اللّٰہَ اِفْتَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّ لَیْلَۃٍ فَاِنْ

تو انھیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ اگر یہ بھی مان لیں تو

ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰالِکَ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ اِفْتَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً

انھیں بتاؤ کہ اللہ نے ان کے اموال میں صدقہ فرض فرمایا ہے جو ان کے

فِیْ اَمْوَالِھِمْ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِھِمْ وَتُرَدُّ فِیْ فُقَرَائِھِمْ عه

مالداروں سے لیا جائے اور ان کے محتاجوں پر لوٹا دیا جائے۔

یمن میں نصرانی بھی تھے۔ اس کی طرف دوسری روایتوں میں اشارہ بھی ہے کہ فرمایا۔

تم عنقریب ایسے لوگوں کی پاس جاؤگے جو اہل کتاب ہیں۔

مسائل (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کفار کو قتال سے پہلے اسلام کی دعوت دینی چاہیے (۲) مومن ہونے کے لئے زبان سے اقرار ضروری ہے (۳) بعض حضرات نے حدیث کے اس جزء سے کہ زکوۃ ان کے مالداروں سے لی جائے اور ان کے محتاجوں پر تقسیم کی جائے۔ یہ استدلال کیا ہے کہ ایک جگہ کی زکوۃ دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب تھا۔ خراسان سے زکوۃ آئی تو انھوں نے اسے خراسان لوٹا دیا۔ مگر اس پر امت کا اجماع ہے کہ دوسری جگہ کے فقراء کو اگر زکوۃ دیدی جائے تو ادا ہو جائے گی۔ اس حدیث میں فقرائھم میں ضمیر کا مرجع مسلمین ہیں۔ یا یہ کہ یہ ارشاد بطور استحباب خاص ان لوگوں کے لئے اس بنا پر تھا کہ وہاں کے فقراء زیادہ ضرورت مند رہے ہوں گے (۴) علامہ طیبی وغیرہ نے توخذ من اغنیائھم سے استدلال کیا کہ نابالغ بھی اگر مالک نصاب ہے تو اس پر زکوۃ واجب ہے، ہمارے یہاں واجب نہیں کیونکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رفع القلم عن ثلثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یفیق له

تین شخص مرفوع القلم ہیں، سونے والا جبتک جاگ نہ جائے۔ بچہ جبتک بالغ نہ ہو جائے اور پاگل جب تک صحتمند نہ ہو جائے۔

ترمذی وغیرہ میں جو یہ حدیث ہے کہ فرمایا جو کسی یتیم کا ولی ہوا سے چاہیے کہ تجارت کرے کہ اس کا مال صدقہ یا

عه الزکوۃ - باب وجوب الزکوۃ ص ۱۸۷ باب لا توخذ کرائم اموال الناس ص ۱۹۶ - باب اخذ الصدقۃ من الاغنیاء و ترد الی الفقراء ص ۲۰۲ - المظالم الاتقاء والحذر عن دعوۃ المظلوم ص ۳۳۱ - ثانی المغازی - باب بعث ابی موسی و معاذ الی الیمن ص ۶۲۳ - التوحید - باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امتہ الی توحید اللہ ص ۱۰۹۲ - مسلم - ایمان - ابوداؤد، زکوۃ - ترمذی - زکوۃ - نسائی زکوۃ - دارمی زکوۃ - ابن ماجہ زکوۃ -

له ابن ماجہ - الطلاق - باب طلاق المعتوہ ص ۱۴۱ - مسند امام احمد جلد سادس ص ۱۰۰ -

حدیث ۸۱۸ عن ابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلا قال للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخبرنی عن عمل یدخلنی الجنۃ قال مالہ مالہ وقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارب مالہ تعبد اللہ لا تشرک بہ شیئا وتقیم الصلوۃ وتؤتی الزکوۃ

حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ فرمایا۔ تو لوگوں نے کہا اسے کیا ہوگیا اسے کیا ہوگیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے سوال کی حاجت ہے۔ اللہ کی عبادت کر اس حال میں کہ اسکا کسی کو شریک مت

زکوۃ نہ کھائے، ضعیف ہے۔ (۵) یہ حدیث اس پر نص ہے کہ زکوۃ کی ادائگی صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کریم میں مذکور آٹھوں اصناف کو دیا جائے۔ کسی ایک صنف کو دینا کافی ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں صرف فقرا میں تقسیم کرنے کو فرمایا (۶) کسی پر ظلم حرام وگناہ ہونے کے ساتھ ظالم کی تباہی کا بھی باعث ہے اسلئے کہ مظلوم کی آہ رائگاں نہیں جاتی اگرچہ مظلوم فاسق وفاجر حتی کہ کافر ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے دعوۃ المظلوم مستجابۃ وان کان فاجرا ففجورہ علی نفسہ ۱؎ مظلوم کی دعا مقبول ہے اگرچہ فاجر ہے تو اسکا فجور اسکی ذات پر ہے۔ حدیث مذکور بعض طرق سے مسند امام احمد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس میں وان کان کافرا ۲؎ زائد ہے۔ واضح ہو کہ چوری ڈاکہ ردت کی سزا دینا ظلم نہیں بحکم شریعت تادیبی کاروائی ہے۔ بلاجرم ناحق ستانا یا شریعت کی مقرر کردہ سزا سے زائد دینا ظلم ہے۔

تشریحات ۸۱۸ ابن قتیبہ نے کہا کہ یہ عرض کرنے والے خود حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔ کتاب الادب کی روایت میں ہے کہ آخر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دے۔ راوی کہتے ہیں گویا حضور سواری پر تھے۔ یعنی سائل نے یہ سوال ایسے وقت کیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سواری پر تھے۔ کہیں جانے کا قصد تھا یا کہیں جا رہے تھے اثناء راہ میں سائل نے سواری کی نکیل پکڑ کر روک دی اور وہ سوال کیا۔ اسی وجہ سے لوگوں کو تعجب ہوا اور بول پڑے اسے کیا ہوگیا ہے اسے کیا ہوگیا ہے۔ اور حضور نے فرمایا ضرورت مند ہے پوچھنے دو۔ حضرت سیدنا ابوایوب جیسے سراپا ادب واخلاص سے یہ حرکت مستبعد ہے یہ شان کسی اعرابی ہی کی ہوسکتی ہے۔ اسلئے حضرت علامہ ابن حجر کی یہ رائے زیادہ وقیع ہے کہ یہ اور اس کے بعد والی حدیث ایک ہی ہے۔ اب باب کا اثبات بھی واضح ہو جائے گا اس لئے اس میں تؤدی الزکوۃ المفروضۃ ہے۔ اسکی تائید مسلم کی روایت سے ہوتی ہے کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں تھے کہ ایک اعرابی

۱؎ عمدۃ القاری سادس ص ۲۳۸ ۲؎ ایضا

حدیث ۸۱۹ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا اَتَی النَّبِیَّ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نبی صلی اللہ
صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهٗ دَخَلْتُ
تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ
الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ
جسے کروں تو جنت میں داخل ہوجاؤں۔ فرمایا اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اسکا شریک نہ
وَتُؤَدِّی الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ
ٹھہرا اور فرض نماز قائم کر اور فرض زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کا روزہ رکھ۔ ان اعرابی نے عرض
لَا اَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
کیا قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے اس پر کچھ زیادہ نہ کرونگا۔ جب وہ چلے گئے تو
سَرَّهٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا عـہ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہو اس دیہاتی کو دیکھے۔

حدیث ۸۲۰ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

۲ وَتَصِلُ الرَّحِمَ عـہ
کر اور نماز قائم رکھنا زکوٰۃ دیتے رہنا اور صلہ رحمی کرتے رہنا۔

نے راستہ روکا اونٹنی کی نکیل تھام لی اور وہ سوال کیا۔

تشریحات ۸۱۹ جلد اول ص ۳۰۳ پر اسی مضمون کی حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزر چکی توجیہات وہاں دیکھ لیں۔ صرف دو باتیں معروض ہیں۔ عقلاً عادۃً یہ ممکن تھا کہ یہ شخص اسکی خلاف ورزی کرتا۔ معاذاللہ مرتد بھی ہو سکتا تھا اسکے باوجود اسے جنتی کہنا یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیب داں ہونے کی دلیل ہے نیز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ قدرت تھی کہ یہ معلوم کریں کہ کس کا خاتمہ بالخیر ہوگا اور کس کا نہیں۔

تشریحات ۸۲۰ کفر من کفر من العرب۔ مرتدین کی دو قسمیں تھیں۔ ایک وہ جو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے تابع ہو گئے۔ دوسرے وہ جو کسی دین کے پابند نہ تھے۔ دہریے ملحد ہو گئے۔

عـہ الزکوٰۃ باب وجوب الزکوٰۃ ص ۱۸۷۔ ثانی۔ الادب۔ باب فضل صلۃ الرحم ص ۸۸۵ مسلم ایمان۔ نسائی صلوٰۃ وعلم۔
عـہ ایضاً مسلم۔ ایمان۔ مسند امام احمد ثانی ص ۳۴۲۔

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ وَّكَفَرَ مَنْ كَفَرَ
وسلم کا وصال ہوگیا اور ابو بکر خلیفہ ہوئے اور اہل عرب میں سے
مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ
کچھ نے کفر کیا تو عمر نے فرمایا آپ ان لوگوں سے کیسے لڑیں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ
رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے
النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ
یہاں تک کہ وہ کلمہ طیبہ پڑھ لیں جس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا
مِنِّيْ مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ فَقَالَ وَاللهِ
اس نے اپنا مال اپنی جان محفوظ کرلی مگر اسلام کے حق کی وجہ سے اور اسکا حساب اللہ پر ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے یہی دونوں مراد ہیں۔ رہ گئے مانعین زکوٰۃ، ان پر اس عہد میں حکم کفر درست نہیں تھا۔ اس لئے کہ وہ عام اعراب دیہاتی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے انھیں زکوٰۃ کی فرضیت کا علم نہ تھا۔ پھر کچھ ایسے بھی تھے جنھیں ان کے رؤسا نے بہکا کر زکوٰۃ وصول کرکے خود ہی تقسیم کرلیا تھا۔ یہ خلیفہ اسلام کو زکوٰۃ دینے سے منکر تھے۔ ان کو باغی کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اسی لئے ان سے قتال کے بارے میں ابتداء میں اختلاف ہوا۔ آج جبکہ زکوٰۃ کی فرضیت ہر عام وخاص کو معلوم ہے اگر کوئی زکوٰۃ فرض ہونے سے انکار کرے گا تو ضرور کافر ہوجائے گا۔

اس کی اطلاع جب مدینہ پہنچی تو بالاتفاق حضرت ابوبکر نے ان سب سے لڑنے کا فیصلہ کرلیا۔

اب یہاں دو سوال پیدا ہوگیا۔ اول یہ کہ حالات قتال کے قطعاً مساعد نہ تھے۔ مدینہ طیبہ اور اطراف میں منافقین اپنے پھیلے پڑے تھے۔ ذرا سی غفلت اور کمزوری پر ان سے اندرونی خلفشار کا اندیشہ قوی تھا۔ دوسرے یہ کہ وصال کے قبل خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شام کی جانب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ فرمایا تھا جو جرف پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ مزاج اقدس کی بہت زیادہ ناسازی اور پھر وصال کی خبر سنکر رک گیا تھا۔ حضرت صدیق اکبر نے باوجود فہمائش کے اس لشکر کو روکا نہیں بلکہ روکنے کے لئے اصرار کرنے پر یہ فرمایا جس لشکر کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا ہے اور جس جھنڈے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھولا ہے، ابو قحافہ کے بیٹے کی مجال نہیں کہ اسے روکے اور وہ جھنڈا باندھے خواہ کچھ بھی ہوجائے۔

لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ فَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ ـ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ اَبِيْ بَكْرٍ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ

ابوبکر نے کہا جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا اس سے ضرور ضرور لڑوں گا زکوۃ حق مال ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر بکری کا چھوٹا سا بچہ بھی زکوۃ میں دیتے تھے اگر اس کے بھی دینے سے انکار کریں گے تو ان سے اس پر ضرور لڑوں گا۔ اب حضرت عمر نے کہا بخدا اللہ نے ابوبکر کے سینے کو قتال کیلئے کھولدیا تھا اب میں نے پہچانا کہ یہی حق ہے۔

ایسی صورت میں جبکہ اندرونی دسیسہ کاروں سے اندیشہ ہے۔ اور چیدہ چیدہ افراد ایک مہم پر جا چکے ہیں ان مرتدین سے قتال کامیاب ہوگا یا نہیں یہ ایک بہت بنیادی سوال تھا مگر دوسری طرف اس سے بھی اہم سوال یہ تھا کہ اگر سستی برتی جاتی اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو کیا ہوتا؟ جب یہ منظم ہوجاتے توت پکڑ جاتے اور پھر انہیں دیکھ کر اور مذبذبین ایسا کر دیتے تو اس سے جو نتیجہ نکلتا وہ اسلام کی بربادی تباہی ہوتی۔ اسی لئے جانشین رسول نے اسلام کی بقاء و تحفظ کے لئے اعلان جہاد فرما دیا۔

فقال عمر حضرت فاروق اعظم کو تردد صرف مانعین زکوۃ سے جہاد کرنے میں تھا۔ بحث و تمحیص کے بعد حضرت فاروق اعظم کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ حق وہی ہے جو صدیق اکبر کہتے ہیں۔ اس طرح باتفاق صحابہ ان تینوں قسم کے لوگوں سے جہاد شروع ہوا۔ اللہ عزوجل نے اپنے دین کی مدد فرمائی اور سارے مرتدین کا قلع قمع ہوگیا۔ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی مارے گئے اور مانعین زکوۃ راہ راست پر آگئے اور پورا عرب اسلام خالص سے مالا مال ہوگیا۔ اسی سے متاثر ہوکر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا:

لقد قام ابو بکر یوم الردۃ مقام نبی من الانبیاء یوم ردت ابوبکر نے ایک نبی کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔

اصابت رائے بروقت ضروری اقدام اور اعلی کامیابی کی اس سے بہتر نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے اس وقت کے حالات کے پیش نظر انسان اپنے تدبیر پر بھروسہ کرکے اتنا اہم اقدام کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ جبتک کہ منجانب اللہ وہ مؤید نہ ہو ــ زکوۃ کی فرضیت حضرت صدیق اکبر کی اس ارشاد سے ثابت ہے کہ۔ جو نماز وزکوۃ کے مابین فرق کرے گا اس سے لڑوں گا۔

لومنعونی عناقا عناق۔ بکری کے سال بھر سے کم عمر کے بچے کو کہتے ہیں اور بعض روایتوں میں عقالا ہے یعنی جانور باندھنے کی رسی یہ برسبیل مبالغہ ہے مطلب یہ ہے کہ کوئی حقیر چیز بھی زکوۃ میں دیتے تھے اب نہ دیں گے تو ان سے جہاد کروں گا۔

عه الزکوۃ۔ باب وجوب الزکوۃ ص ۱۸۸۔ ثانی۔ استتابۃ المعاندین والمرتدین۔ باب قتل من ابی قبول الفرائض ص ۱۰۲۳۔ الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ص ۱۰۸۱۔ مسلم۔ الایمان۔ ابوداؤد۔ الزکوۃ۔ ترمذی الایمان۔ نسائی

٨٢١ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأْتِي الْإِبِلُ عَلٰى صَاحِبِهَا عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ إِذَا هُوَ لَمْ يُعْطِ فِيْهَا حَقَّهَا تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَأْتِي الْغَنَمُ عَلٰى صَاحِبِهَا عَلٰى

حدیث عبد الرحمٰن بن ہرمز اعرج نے حدیث بیان کی کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب اونٹ میں سے اس کا حق نہ دیا جائے تو قیامت کے دن جیسا تھا اس سے بہتر ہوکر اپنے مالک کے پاس آئے گا اور اسے اپنے پاؤں سے کچلے گا اور

تشریحات ٨٢١ مسلم شریف میں یہ حدیث پوری تفصیل کے ساتھ یوں مذکور ہے، کہ فرمایا سونے اور چاندی کا مالک جو اس کا حق ادا نہیں کرے گا قیامت کے دن اس سے سونے اور چاندی کی چادر بنائی جائے گی اور اسے جہنم کی آگ سے تپا کر اس کی پیشانی اور کروٹ اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ یہ چادر جب ٹھنڈی ہو جائے گی، تو پھر تپائی جائے گی اور پھر داغا جائے گا اسی طرح اس دن میں جو پچاس ہزار برس کا ہوگا، دن بھر یہی کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ بندوں کا فیصلہ ہوگا۔ اب یہ شخص اپنا راستہ دیکھے گا، یا جنت کا یا دوزخ کا۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ اور اونٹ تو فرمایا۔ جو اونٹ کا مالک اونٹ کا حق ادا نہ کرے اور اونٹ کا حق یہ بھی ہے کہ جس دن پانی پر اترے اسی دن دودھا جائے تو یہ اونٹ بہت تندرست ہو کر آئیں گے اور اس کے مالک کو برابر میدان میں لٹایا جائے گا وہ اونٹ اسے روندیں گے اور منھ سے کاٹیں گے۔ جب پچھلی جماعت گزر جائے گی تو پھر اگلی آئے گی اور اس دن جو پچاس ہزار سال کا ہوگا دن بھر یہی ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ عز وجل بندوں کا فیصلہ فرما دیگا، اب وہ اپنی راہ دیکھے گا، خواہ جنت کی خواہ جہنم کی اور گائے بکری کے بارے میں بھی فرمایا، اگر ان کا حق ادا نہ کیا تو ان کے مالک کو ہموار میدان میں لٹایا جائے گا اور وہ سب گائیں اور بکریاں آئیں گی نہ ان میں کوئی مڑے ہوئے سینگ کی ہوگی نہ بے سینگ کی نہ ٹوٹے ہوئے سینگ کی۔ یہ سب سینگوں سے اپنے مالک کو ماریں گی اور کھروں سے کچلیں گی۔ جب ایک جماعت گزرے گی تو دوسری آئے گی۔ اس دن جو پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ دن بھر یہی ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ عز وجل بندوں کے مابین فیصلہ فرما دیگا۔ اب یہ اپنا راستہ دیکھے گا، جنت کا یا دوزخ کا۔

ان تحلب علی الماء عرب کی عادت تھی جب چوپائے پانی پینے کیلئے تالاب یا چشمے یا کنوئیں پر جاتے تو انھیں دوہتے اس موقع پر محتاج تنگدست جمع ہو جاتے کہ انھیں بھی کچھ دودھ مل جائے۔ اور کچھ ایسے بھی تھے جو جانور وہاں نہیں دوہتے تا کہ کسی کو کچھ دینا نہ پڑے۔ اسی پر یہ فرمایا۔ یہ ارشاد مکارم اخلاق سے ہے۔

لا املک لک شیئا یہ ارشاد یا اس بنا پر ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں شفاعت سے روک دیا گیا ہے۔ یا یہ

خَيْرِ مَا كَانَتْ إِذَا لَمْ يُعْطِ فِيْهَا حَقَّهَا تَطَأُهُ بِأَظْلَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُوْنِهَا

اور جب بکری میں اس کا حق نہ دیا جائے تو وہ قیامت کے دن جیسی تھی اس سے بہتر ہو کر

قَالَ وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ قَالَ وَلَا يَأْتِي أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اپنے مالک کے پاس آئے گی اور اسے اپنے پاؤں سے کچلے گی اور اپنے سینگوں سے مارے گی۔

بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلَى رَقَبَتِهٖ لَهَا يُعَارٌ فَيَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ

فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ اسے پانی پر دوہا جائے فرمایا تم میں کوئی قیامت کے دن اپنی گردن

لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ وَلَا يَأْتِي بِبَعِيْرٍ يَحْمِلُهٗ عَلَى رَقَبَتِهٖ لَهٗ رُغَاءٌ فَيَقُوْلُ

پر بکری لادے نہ آئے جو بول رہی ہو اور کہے یا محمد (فریاد ہے) اور میں کہوں میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے

يَا مُحَمَّدُ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ ع

پہنچا دیا تھا اور کوئی اپنی گردن پر اونٹ لادے نہ آئے جو بول رہا ہو اور کہے محمد (فریاد ہے) اور میں کہوں میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا میں نے پہنچا دیا تھا

حدیث ۸۲۲

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ

جسے اللہ نے مال دیا پھر اس نے اس کی زکوۃ نہ دی تو اس کا یہ مال قیامت کے دن گنجا سانپ بنا دیا جائے گا

مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ

جس کے سر پر دو چتیاں ہوں گی یہ سانپ قیامت کے دن اس کے گلے میں لپٹ جائے گا پھر اس کے

ارشاد زجر و توبیخ کے لئے ہے۔ یہ افادہ مقصود ہے کہ ایسے لوگوں کی میں کوئی امداد نہیں کروں گا۔ جب کہ سب کچھ میں نے بتا دیا تھا۔

تشریحات ۸۲۲

اقرع کے معنی گنجے کے ہیں۔ ہر سانپ گنجا ہوتا ہے کسی سانپ کے سر پر بال نہیں ہوتا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ زیادہ مدت تک زہر جمع رہنے سے اس کے سر سے کھال کی ایک آدھ تہ جھڑ جاتی ہے زبیبتان۔ زبیب کے معنی اصل میں جھاگ کے ہیں۔ یہاں مراد سیاہ نکتہ ہے جسے چتی کہتے ہیں یہ چتیاں یا تو دونوں آنکھوں کے اوپر ہوتی ہیں یا سر پر یا منہ کے دونوں کناروں پر یا حلق کے نیچے کچھ گوشت لٹکتا ہے وہ مراد ہے۔ ظاہر پہلا دو معنی ہے۔ چتی دار یہ سانپ سب سے زیادہ زہریلا ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

عــہ الزکوۃ باب اثم مانع الزکوۃ ص ۱۸۸ ۔ مسلم زکوۃ ابو داؤد نسائی کلاھما مختصر فی الزکوۃ۔

يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا مَالُكَ أَنَا
دونوں جبڑوں کو بھوڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں

كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ الْآيَةَ بِمَا آتَاهُمُ
میں تیرا خزانہ ہوں اس کے بعد حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی اللہ عزوجل نے فرمایا جو

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ
اس مال میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے وہ اسے ہرگز اپنے

مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عه
لئے اچھا خیال نہ کریں بلکہ یہ انکے لئے برا ہے جس مال میں بخل کیا جائے وہ قیامت میں انکے گلے کا طوق بنایا جائیگا۔

حدیث ۸۲۳ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ
خالد بن اسلم نے کہا ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے ساتھ نکلے

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ أَخْبِرْنِيْ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى
تو ایک دیہاتی نے کہا مجھے اللہ کے اس ارشاد کا مطلب بتائیے۔ جو لوگ سونے اور چاندی کو

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ مَنْ
جمع رکھتے ہیں۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا جس نے انھیں جمع کیا

كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهَا فَوَيْلٌ لَّهٗ إِنَّمَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ أَنْ
اور اس کی زکوۃ نہ دی اس کے لئے ہلاکت ہے یہ زکوۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے تھا

تُنْزَلَ الزَّكٰوةُ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللّٰهُ طُهْرًا لِّلْأَمْوَالِ عه
جب زکوۃ نازل ہوگئی تو اللہ نے اسے مالوں کو پاک کرنیوالا بنا دیا۔

تشریحات ۸۲۳ سورہ توبہ میں فرمایا گیا۔ آیت ۳۴
وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ۔

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔

عه الزکوۃ باب اثم مانع الزکوۃ ص ۱۸۸ ثانی تفسیر سورہ ال عمران باب قولہ ولا تحسبن الذین یبخلون ص ۶۵۵ نسائی زکوۃ۔ عه الزکوۃ باب ما ادی زکوتہ فلیس بکنز ص ۱۸۸ ثانی تفسیر سورہ توبہ باب قولہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ص ۲۷۲ نسائی زکوۃ۔

۸۲۴ **حدیث** اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِیْدٍ یَّقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
یحیٰی بن عمارہ نے کہا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے
لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَّلَا فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ
ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ اوقیہ سے کم میں صدقہ نہیں اور نہ پانچ اونٹ سے
صَدَقَةٌ وَّلَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ عہ
کم میں اور نہ پانچ وسق سے کم ہیں۔

اس آیت کا صریح مطلب یہ ہے کہ سونا چاندی جمع نہ کیا جائے جو آئے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جائے۔ اس لئے ان اعرابی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کا مطلب پوچھا۔ انھوں نے ارشاد فرمایا۔ زکوۃ کے مشروع ہونے سے پہلے یہی حکم تھا۔ مگر زکوۃ کے حکم کے بعد بقدر زکوۃ مال دے دینے کے بعد جو بچے اس کا جمع کرنا ممنوع نہیں۔ اور اب بھی زکوۃ نہ دینے کی صورت میں یہی وعید ہے۔

تشریحات ۸۲۴ ص ۱۹۶ پر تھوڑی سی تفصیل ہے کہ پانچ وسق سے کم کھجور میں اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں اور پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ نہیں۔ اواق۔ اوقیہ کی جمع ہے۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اس طرح چاندی کی نصاب دو سو درہم ہوئی۔ اور ایک درہم تین ماشے ا½ رتی کا۔ اس طرح چاندی کی نصاب ۵۲½ تولے ہوئی۔ انگریزوں کے عہد میں جو چاندی کا روپیہ چلتا تھا وہ سوا گیارہ ماشے کا تھا۔ ان روپیوں سے نصاب چھپن روپے بھر ہوئی۔ سونے کی نصاب بیس مثقال ہے۔ اس پر اجماع ہے۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشے کا۔ اس طرح سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے ہوئی۔ موجودہ رائج اعشاریہ وزن سے چاندی کی نصاب ۶۴۲ گرام ۹۶ ملی گرام ہے۔ اور سونے کی ۹۱ گرام ۲۸۰ ملی گرام۔ اونٹ کی نصاب پانچ اونٹ ہے۔ یہ متفق علیہ ہے غلے کی نصاب پانچ وسق ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ایک اونٹ کے بوجھ کو وسق کہتے ہیں۔ مگر مختار یہ ہے۔ ساٹھ صاع کا ایک وسق ہے۔ اس طرح غلے کی نصاب تین سو صاع ہوئی۔ اس سے کم پیداوار میں عشر نہیں۔ یہی امام شافعی، امام ابو یوسف امام محمد کا مذہب ہے۔ مگر امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ زمین کی پیداوار کی کوئی نصاب نہیں۔ تھوڑی پیداوار ہو یا زیادہ سب میں عشر واجب ہے۔ ان کی دلیل خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ ص ۲۰۱ والی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے کہ فرمایا:

فیما سقت السماء والعیون اوکان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر۔

جسے بارش یا چشمے سینچیں یا بے سینچے پیداوار ہو جائے اس میں عشر ہے اور جو چھڑک کر سینچی جائے اس میں

عہ الزکوۃ باب ما ادی زکوتہ فلیس بکنز۔ باب زکوۃ الورق ص ۱۹۴ باب لیس فیما دون خمس ذود صدقۃ ص ۱۹۶ باب لیس فیما دون خمس اوسق صدقۃ ص ۲۰۱ مسلم زکوۃ ابو داود زکوۃ۔ ترمذی زکوۃ۔ نسائی زکوۃ۔ ابن ماجۃ زکوۃ۔

۸۲۵ عَنْ زَیْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ فَاِذَا اَنَا بِاَبِیْ ذَرٍّ

حدیث زید بن وہب نے کہا میں ربذہ سے گزرا تو میری ملاقات ابوذر سے ہوئی

قُلْتُ لَهٗ مَا اَنْزَلَكَ مَنْزِلَكَ هٰذَا قَالَ كُنْتُ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفْتُ اَنَا وَ

میں نے ان سے کہا کس چیز نے آپ کو اس جگہ پہنچایا تو انھوں نے فرمایا میں شام میں تھا

مُعَاوِیَةُ فِی الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ

مجھ میں اور معاویہ میں اس آیت کے بارے میں اختلاف ہوا جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں

سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ مُعَاوِیَةُ نَزَلَتْ فِیْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَقُلْتُ نَزَلَتْ فِیْنَا

اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی بشارت دو معاویہ نے کہا یہ

اس حدیث میں کلمہ ما عام ہے قلیل وکثیر سب پر صادق ہے اور عبادات میں احتیاط پر عمل واجب۔ اس لئے زمین کی پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ سب میں عشر واجب۔ مفصل بحث عشر کے بیان میں اس حدیث کے تحت آرہی ہے۔

مطابقت باب یہاں باب یہ ہے جس مال کی زکوٰۃ دیدی جائے وہ کنز نہیں۔ یعنی وہ کنز نہیں جس پر وعید آئی ہے۔ جب یہ نص وارد ہوگئی کہ پانچ اوقیے سے کم چاندی اور پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ تو ثابت اس سے کم جمع کرنا بلاشبہہ جائز یا زکوٰۃ دیدینے کے بعد یہ مقدار بھی جمع کرنا بلاکراہت جائز جس طرح زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد پانچ اوقیے چاندی بلکہ انتالیس درہم مزید رکھنا درست۔ اسی طرح زکوٰۃ دینے کے بعد پانچ بلکہ نو اونٹ تک رکھنا درست تو اگر اس مقدار سے زیادہ بھی ہو اور زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ تو اس کا جمع کرنا بلاکراہت درست ہوگا اور یہ وہ کنز نہ ہوگا جو ممنوع ہے۔

تشریحات ۸۲۵ جلد اول میں گزر چکا کہ ربذہ مدینہ سے تین منزل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے زکوٰۃ کے اونٹوں کی چراگاہ بنادی تھی۔ مسند ابویعلی میں انھیں زید بن وہب سے مروی ہے کہ خود حضرت ابوذر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوذر جب مدینے کی آبادی کوہ سلع تک پہنچ جائے تو تم شام چلے جانا۔ اسی ہدایت کے بموجب جب مدینہ طیبہ کی آبادی کوہ سلع تک پہنچ گئی تو یہ شام دمشق چلے گئے، وہاں اسوقت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی تھے۔ حضرت ابوذر کا مذہب یہ تھا کہ جتنی آمدنی ہو حاجت سے جو بچے سب کا صدقہ کرنا فرض ہے۔ حاجت سے زائد جمع کرنا حرام ہے۔ آدمی بہت پر جوش اور جری تھے۔ اپنے اس مسلک کی علانیہ تبلیغ فرماتے تھے۔ اس سے وہاں ایک خلفشار مچا ہوا تھا۔ چونکہ سابقین اولین میں سے اور بہت معزز صحابی تھے۔ اس لئے عوام کا رجحان ان کی طرف زیادہ تھا۔ آخر حضرت معاویہ سے زور دار گفتگو ہوئی۔ حضرت ابوذر نے آیت کریمہ مذکورہ تلاوت فرمائی۔ انکا اجتہاد یہ تھا کہ اس آیت میں ولا ینفقونها سے مراد بقدر حاجت سے جو زائد ہو سب کا سب خرچ کرنا ہے۔ صرف بقدر زکوٰۃ صرف کرنا مراد نہیں۔ اور معاویہ

وفيهم فكان بيني وبينه في ذلك فكتب الى عثمان يشكوني فكتب

اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ ہمارے اور ان کے دونوں کے بارے میں نازل

الی عثمان ان اقدم المدينة فقدمتها فكثر علی الناس حتی كانهم

ہوئی ہے اور اس سلسلے میں میرے اور ان کے درمیان کچھ تکرار ہو گئی انھوں نے حضرت عثمان کے

لم يروني قبل ذلك فذكرت ذلك لعثمان فقال لی ان شئت

پاس میری شکایت لکھی اس پر حضرت عثمان نے مجھے لکھا کہ تم مدینے آجاؤ میں مدینے آگیا لوگ

تنحيت فكنت قريبا فذلك الذی انزلنی هذا المنزل ولو امروا

میرے پاس بکثرت جمع ہو گئے گویا اس سے پہلے مجھے انھوں نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ میں نے حضرت عثمان سے اسکا

علی حبشيا لسمعت واطعت۔ ع٥ [illegible]

تذکرہ کیا تو فرمایا اگر تم چاہو تو کہیں قریب پاس میں گوشہ نشین ہو جاؤ۔ اسی وجہ سے میں یہاں ہوں اور اگر لوگ حبشی کو میرا سردار بنا دیں تو اسکا بھی

کا خیال تھا کہ یہ یہود و نصاری احبار و رہبان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے کہ آیت کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الاٰيَة۔

بہت سے احبار و رہبان لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں۔ اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں۔

حالانکہ دونوں حضرات سے خطا ہوئی۔ نہ یہ آیت کریمہ اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے اور نہ ینفقونہا سے کل مال مراد ہے۔ بلکہ یہ آیت کریمہ عام ہے۔ اور ینفقونہا سے زکوۃ ادا کرنا مراد ہے۔ کل مال کا صرف کرنا نہیں۔ اس پر اجماع ہے اور یہ آیات و احادیث سے بھی ثابت ہے۔ ارشاد ہے۔

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا

اور ہاتھ ایک دم مت پھیلا دے۔ پھر ملامت خوردہ حسرت زدہ ہو کر بیٹھا ہے۔

فكثر علی الناس حضرت ابوذر مشہور صحابی تھے اور انکا مذہب پوری امت سے الگ تھا۔ اس لئے لوگ جوق در جوق آتے ان سے طرح طرح کے سوال کرتے جس سے گھبرا کر حضرت عثمان کی خدمت میں شکایت کی۔ حضرت عثمان نے دو باتیں پیش کیں۔ آپ چاہیں تو میرے گھر رہیں اونٹنیاں دروازے پر حاضر کی جائیں گی۔ یعنی نہ کہیں جائیں نہ کسی سے ملیں جلیں یا چاہیں تو مدینے کے قریب کہیں بود و باش اختیار کر لیں۔ حضرت ابوذر نے دوسری صورت اختیار کر لی اور ربذہ جا کر فروکش ہو گئے۔ یہ بہتان ہے کہ حضرت عثمان نے انھیں جلا وطن کرکے ربذہ بھیجا تھا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جب انکے گھر رہنا پسند نہ فرمایا تو ربذہ رہنے کی رائے دی ہو جسے حضرت ابوذر نے قبول فرمائی۔

الفضة ص ٦٧٢ الزكوة باب ما ادی زكوة فليس بكنز ص ١٨٩ ثانی تفسير باب قوله والذين يكنزون الذهب وا ٥ نسائی تفسير۔

۸۲۶ اَنَّ الْاَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰى مَلَأٍ مِّنْ

حدیث احنف بن قیس نے کہا میں قریش کی ایک جماعت کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک صاحب

قُرَيْشٍ فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعْرِ وَالثِّيَابِ وَالْهَيْئَةِ حَتّٰى قَامَ

آئے جن کے بال پراگندہ، کپڑے کھردرے، ہیئت

عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بَشِّرِ الْكَانِزِيْنَ بِرَضْفٍ يُّحْمٰى عَلَيْهِ فِيْ

اوران کے سامنے کھڑے ہوئے اور سلام کیا پھر فرمایا جوڑ جوڑ کر مال جمع کرنے والوں کو خوشخبری ہو کہ ایک

نَارِ جَهَنَّمَ ثُمَّ يُوْضَعُ عَلٰى حَلَمَةِ ثَدْيِ اَحَدِهِمْ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ

پتھر جہنم کی آگ پر تپایا جائے گا پھر انکے پستان کی گھنڈی پر رکھا جائے گا جو پار کر کے

نُغْضِ كَتِفِهٖ وَيُوْضَعُ عَلٰى نُغْضِ كَتِفِهٖ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيِهٖ

اس کے مونڈھے کی پتلی ہڈی سے باہر ہو جائے گا اور اسکی شانے کی پتلی ہڈی پر رکھا جائے گا جسے چھید کر

يَتَزَلْزَلُ ثُمَّ وَلّٰى فَجَلَسَ اِلٰى سَارِيَةٍ وَّتَبِعْتُهٗ وَجَلَسْتُ اِلَيْهِ وَاَنَا

اسکی پستان کی گھنڈی کے پار ہو جائے گا وہ پھر ہلتا رہے گا پھر وہ واپس ہو گئے اور ایک

لَا اَدْرِيْ مَنْ هُوَ فَقُلْتُ لَهٗ لَا اُرَى الْقَوْمَ اِلَّا قَدْ كَرِهُوا الَّذِيْ

کھمبے کے پاس بیٹھ گئے میں انکے پیچھے ہو لیا اور انکے پاس بیٹھا اور میں نہیں جانتا تھا یہ کون

۸۲۶ تشریحات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اپنی شان ارفع و اعلیٰ کے مطابق تھا۔ جو اللہ عزوجل پر توکل دنیا سے بے رغبتی خلق خدا پر رحمت، اور سخاوت کا مظہر تھا۔ یہ حکم تشریعی نہیں تھا۔ جس کے خلاف عمل پر مواخذہ ہو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے ذوق کے مطابق حکم تشریعی سمجھا۔ اور جو لوگ اس پر عمل پیرا نہ تھے۔ ان پر ناراض رہتے تھے۔ تین دینار بچانے کی حکمت علامہ قرطبی نے یہ بتائی کہ ایک اپنے اہل کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے لئے ایک قرض کے لئے۔ یہ انکا ذوق ہے۔ ہو سکتا ہے اس ارشاد کا وقت جن کا نان نفقہ حضور پر واجب تھا وہ تین دینار یومیہ رہا ہو۔ یا کسی کا قرض کچھ رہا ہو۔ ورنہ حدیث گزر چکی کہ یہ بھی پسند نہیں فرمایا کہ سونے کا ایک ٹکڑا گھر میں رات بھر رہے۔

مطابقت باب حضرت ابوذر والی دونوں حدیثیں بظاہر باب کے معارض ہیں۔ مگر بنظر غائر یہ مناسبت ہے کہ حضرت امام بخاری اس بات کی ضرورت کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ آیت مذکورہ کو سامنے رکھکر حضرت ابوذر کی طرح اور کوئی بھی اس کے ظاہر سے یہ اخذ کر سکتا ہے کہ حاجت سے زائد مال جمع کرنا جائز نہیں تو ضرورت ہوئی کہ آیت مذکورہ کی صحیح تفسیر پیش کر دی جائے کہ اسمیں ینفقونہا ۔ سے مراد زکوٰۃ ہے

قُلْتُ قَالَ اِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا قَالَ لِيْ خَلِيْلِيْ قَالَ قُلْتُ وَمَنْ خَلِيْلُكَ قَالَ

بزرگ ہیں۔ میں نے ان سے کہا میرا اندازہ ہے کہ لوگوں نے آپ کی بات کو ناپسند کیا۔ تو فرمایا یہ لوگ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَتُبْصِرُ اُحُدًا

نہیں سمجھتے مجھ سے میرے خلیل نے فرمایا۔ میں نے پوچھا خلیل سے آپ کی کیا مراد ہے تو بتایا کہ رسول اللہ

قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَى الشَّمْسِ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ وَاَنَا اُرٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اے ابوذر اُحد دیکھتا ہے؟ یہ سنکر میں نے سورج دیکھا کہ کتنا دن رہ گیا ہے۔ میں یہ سمجھ رہا تھا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرْسِلُنِيْ فِيْ حَاجَةٍ لَهٗ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کسی کام سے مجھے بھیجیں گے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں دیکھتا ہوں

اُحِبُّ اَنَّ لِيْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا اُنْفِقُهٗ كُلَّهٗ اِلَّا ثَلٰثَةَ دَنَانِيْرَ وَاِنَّ هٰؤُلَاءِ

فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس احد کے برابر سونا ہو مگر یہ کہ کل کا کل بانٹ دوں سوائے تین دینار

لَا يَعْقِلُوْنَ اِنَّمَا يَجْمَعُوْنَ الدُّنْيَا وَلَا وَاللّٰهِ لَا اَسْاَلُهُمْ دُنْيَا وَلَا اَسْتَفْتِيْهِمْ

کے۔ اور یہ لوگ سمجھتے نہیں۔ دنیا جمع کرتے ہیں۔ بخدا ان سے دنیا کا کوئی سوال نہیں کروں گا اور

عَنْ دِيْنٍ حَتّٰى اَلْقَى اللّٰهَ ع۵

نہ دین کے بارے میں کچھ پوچھوں گا یہاں تک کہ اللہ سے ملوں۔

۸۲۷ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

نیز اشارے میں خود ان احادیث سے بھی یہ تخصیص سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت ابوذر کی رائے کو صحابہ کرام میں سے کسی نے حتی کہ حضرت عثمان غنی نے بھی تسلیم نہیں کیا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ان سب حضرات کا مذہب یہی ہے کہ اس آیت میں۔ ینفقونہا۔ سے مراد زکوۃ ہے۔

تشریحات ۸۲۷۔ عِدْل۔ عین کے کسرے کے ساتھ کسی چیز کا دوسری چیز کے ساتھ قیمت میں برابر ہونا۔ اور عین کے فتحے کے ساتھ اپنی ہم جنس کے ساتھ برابر ہونا۔ فَلُوّ۔ گھوڑے کا بچہ جب دودھ پینا چھوڑ دے۔ اس کی جمع اَفْلَاءُ ہے جیسے عدو کی اعداء۔

بیمینہ اللہ عزوجل اعضاء و جوارح، جسم و جسمانیت سے منزہ ہے۔ یہاں بطور تمثیل حسن قبول کی تعبیر ہے۔

ع۵ زکوۃ باب ما ادی زکوتہ فلیس بکنز ص ۱۸۹ مسلم زکوۃ۔

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا

جو شخص پاک کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کرے تو اللہ اسے اپنے داہنے ہاتھ میں لیتا ہے

يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَا

اور اللہ صرف پاک ہی قبول فرماتا ہے پھر اس کو بڑھاتا ہے جیسے تم لوگ

حِبِهٖ كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ عہ

اپنے بچھڑے کو پالتے ہو کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

حدیث ۸۲۸ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا فَاِنَّهٗ يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِيْ

سے سنا کہ فرمایا لوگو صدقہ کرو اسلئے کہ تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان صدقہ لے کر

الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهٖ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ

گھومے گا مگر ایسے کو نہیں پائے گا جو اسے لے وہ کہے گا اگر کل لائے ہوتے

بِهَا بِالْاَمْسِ لَقَبِلْتُهَا فَاَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهَا عہ

تو لے لیتا آج مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔

حدیث ۸۲۹ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ہم اور آپ پسندیدہ چیزیں داہنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اسے حسن قبول عطا فرماتا ہے۔

تشریحات ۸۲۸ حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک زوجہ ام کلثوم بنت جرول خزاعیہ تھی جس کے بطن سے عبید اللہ بن عمر ہیں۔ حضرت فاروق اعظم مسلمان ہو گئے مگر یہ کفر پر اڑی رہی۔ اسلئے دونوں میں تفریق ہو گئی۔ پھر اسکا نکاح وہب سے ہوا اور حارثہ پیدا ہوئے۔ اس حدیث میں یہ غیب کی خبر ہے ایک وقت وہ آئیگا کہ مال کی اتنی کثرت ہوگی کوئی زکوٰۃ لینے کو آمادہ نہ ہوگا۔

تشریحات ۸۲۹ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ یہ قرب قیامت میں ہوگا۔ صحابہ میں جو واقعات زکوٰۃ قبول نہ کرنے کے ہوئے ہیں، وہ مال کی فراوانی کی وجہ سے نہیں بلکہ صحابہ کرام کی خودداری، زہد و قناعت کی وجہ سے رونما ہوئے۔

عہ الزکوٰۃ باب الصدقۃ من کسب طیب ص ۱۸۹ مسلم زکوٰۃ

عہ الزکوٰۃ باب الصدقۃ قبل الرد ص ۱۹۰ باب الصدقۃ بالیمین ص ۱۹۱ ثانی الفتن باب ص ۱۰۵۳ -

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضَ حَتّٰى
قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ مال کی بہتات ہو جائے گی اور وہ بہنے لگے گا
يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَّقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَحَتّٰى يَعْرِضَهُ فَيَقُولَ الَّذِي
یہاں تک کہ مال والے کو یہ فکر رہے گی کہ اس کا صدقہ کون قبول کرے گا یہاں تک کہ
يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا اَرَبَ لِي ؏
وہ کسی کو دینا چاہے تو وہ یہ کہے گا مجھے کوئی ضرورت نہیں۔

حدیث ۸۳۰ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ كُنْتُ
حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ
عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا يَشْكُو
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ دو شخص آئے ان میں سے ایک نے
الْعَيْلَةَ وَالْاٰخَرُ يَشْكُو قَطْعَ السَّبِيلِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
تنگدستی کی شکایت کی اور دوسرے نے ڈاکہ کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا قَطْعُ السَّبِيلِ فَاِنَّهُ لَا يَاْتِي عَلَيْكَ اِلَّا قَلِيلٌ حَتّٰى تَخْرُجَ
نے فرمایا ڈاکہ؟ تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ وقت آئے گا کہ قافلہ بغیر محافظ
الْعِيرُ اِلٰى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيرٍ اَمَّا الْعَيْلَةُ فَاِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُومُ حَتّٰى يَطُوفَ
کے مکہ جائے گا۔ اور تنگ دستی تو قیامت قائم نہ ہوگی (جبتک اتنی دولت کی فراوانی
اَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَّقْبَلُهَا مِنْهُ ثُمَّ لَيَقِفَنَّ اَحَدُكُمْ بَيْنَ
نہ ہو جائے) کہ تم صدقہ لے کر گھومو گے اور کوئی لینے والا نہ پاؤ گے۔ اس کے بعد تم اللہ کے
يَدَيِ اللّٰهِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ وَلَا تَرْجُمَانٌ يُّتَرْجِمُ لَهُ ثُمَّ
حضور کھڑے ہوگے اس طرح کہ درمیان میں کوئی حجاب اور ترجمان نہ ہوگا جو ترجمانی کرے

تشریحات ۸۳۰ یہ حدیث المناقب علامات النبوۃ میں کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ مذکور ہے۔ غیب کی پہلی خبر حرف بحرف پوری ہوئی۔ عہد صحابہ ہی میں راستے بالکل محفوظ ہو گئے اور آج جس کا جی چاہے خود مشاہدہ کر لے۔ دوسری خبر بھی ان شاء اللہ تعالیٰ حرف بحرف پوری ہوگی۔

؏ الزکوٰۃ باب الصدقۃ قبل الرد ص ۱۹۰ ثانی فتن باب ص ۱۰۵۴۔ مسلم زکوٰۃ۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۳۱۳

لَيَقُولَنَّ لَهُ أَلَمْ أُوتِكَ مَالًا فَيَقُولَنَّ بَلَى ثُمَّ لَيَقُولَنَّ أَلَمْ أُرْسِلْ إِلَيْكَ

اللہ عزوجل بندے سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تھا۔ بندہ عرض کریگا ضرور دیا تھا۔

رَسُولًا فَيَقُولَنَّ بَلَى فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ ثُمَّ يَنْظُرُ

پھر فرمائیگا کیا تیرے پاس رسول نہیں بھیجا تھا۔ بندہ عرض کریگا ضرور بھیجا تھا۔ اب داہنے دیکھے

عَنْ شِمَالِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ فَلْيَتَّقِيَنَّ أَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ

گا تو آگ ہی آگ دکھائی دیگی۔ پھر بائیں نظر گھمائے گا تو صرف آگ ہی آگ نظر آئے گی۔ تم آگ سے

تَمْرَةٍ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ عه

بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر اور اگر یہ بھی نہ ملے تو اچھی بات کہہ کر۔

حدیث ۸۳۱ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيهِ

ہیں کہ فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انسان سونے کا صدقہ لے کر گھومتا پھرے گا اور

بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ وَيُرَى

کسی کو نہیں پائیگا جو اسے لے۔ اور ایک مرد کی ماتحت اور پناہ میں چالیس عورتیں

الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ

رہیں گی مردوں کی کمی اور عورتوں کی زیادتی کی وجہ سے

وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ عه

تشریحات ۸۳۱ من الذھب۔ سونے کی تخصیص نہیں زکوۃ کی کوئی بھی چیز کوئی قبول نہیں کریگا۔ سونا سب سے عمدہ مال ہے۔ جب اس کا قبول کرنے والا نہیں ملے گا تو اس سے کمتر درجے کے اموال کو بدرجۂ اولیٰ کوئی نہیں لے گا۔

اربعون امراۃ کتاب العلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے پچاس عورتوں کا نگراں ایک مرد ہوگا۔ اقل اکثر کا نافی نہیں۔ یہ بھی ہوگا وہ بھی ہوگا۔

عه الزکوۃ باب الصدقۃ قبل الرد ص ۱۹۰ ثانی الرقاق باب من نوقش بالحساب عذب ص ۵۶۸

عه الزکوۃ باب الصدقۃ قبل الرد ص ۱۹۰ مسلم زکوۃ، نسائی زکوۃ

حدیث ٨٣٢

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اٰیَۃُ الصَّدَقَۃِ كُنَّا نُحَامِلُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَیْءٍ كَثِیْرٍ فَقَالُوْا مُرَاءٍ وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنْ صَاعِ ھٰذَا فَنَزَلَتْ وَالَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَھُمْ عہ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب صدقہ کی آیت اتری تو ہم بار برداری کرتے تھے ایک صاحب آئے اور بہت زیادہ صدقہ کیا تو منافقین نے کہا یہ ریاکار ہے اور ایک صاحب آئے اور ایک صاع صدقہ کیا تو منافقین نے کہا بیشک اللہ اس کے صاع سے غنی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی اور جو لوگ صدقہ کے بارے میں دل کھول کر خیرات کرنیوالے اور مزدوری کرکے بوری مزدوری خیرات کرنیوالے پر طعن کرتے ہیں اور انکا مذاق

حدیث ٨٣٣

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرَنَا بِالصَّدَقَۃِ انْطَلَقَ اَحَدُنَا اِلَی السُّوْقِ فَیُحَامِلُ فَیُصِیْبُ الْمُدَّ وَاِنَّ لِبَعْضِھِمُ الْیَوْمَ لَمِاءَۃَ اَلْفٍ عہ

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ہمیں صدقہ کا حکم دیا تو ہم بازار جاتے اور بار برداری کرتے ایک مد ملتا اسے خیرات کرتے اور آج کچھ لوگوں کے پاس ایک لاکھ ہے

تشریحات ٨٣٢، ٨٣٣ تفسیر میں ہے کہ ابو عقیل آئے نصف صاع لائے اور ایک اور دوسرے صاحب اس سے زائد لائے تو منافقین نے وہ کہا۔

اٰیۃ الصدقۃ اس سے مراد آیت کریمہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَكِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ۔ توبہ آیت (١٠٣) انکے مالوں سے صدقہ لے کر انکو پاک وصاف کرو اور انکے لئے دعاء خیر کرو۔

فتصدق بشی کثیر یہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ چار ہزار یا آٹھ ہزار پیش فرمایا۔ واحدی کی اسباب نزول میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ کی ترغیب دی تو حضرت عبد الرحمٰن

عہ الزکوۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ ص ١٩٠ ثانی تفسیر سورۃ البراءۃ باب قولہ والذین یلمزون المطوعین ص ٦٧٣ مسلم زکوۃ نسائی زکوۃ ابن ماجہ زھد۔

عہ الزکوۃ ایضاً ١٩٠ تفسیر سورۃ البراءۃ ص ٦٧٣

حدیث ۸۳۴ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتْ اِمْرَأَةٌ مَّعَهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت سوال کرنے کیلئے آئی

اِبْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا

اس کے ساتھ دو بچیاں تھیں اس نے میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہیں پایا میں نے وہ کھجور

بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار ہزار نقد کل اثاثے کا آدھا لائے۔ اور حضرت عاصم بن عدی بن عجلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو وسق کھجور لائے۔ تو منافقین نے طعن کیا اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ ابن جریر نے خود حضرت ابو عقیل سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

بت آجر الجرير على ظهري على صاعين من تمر فانقلبت باحدهما الى اهلي يبلغون به وجئت بالآخر اتقرب الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم واتيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فاخبرته قال انثره على الصدقة قال فسخر القوم وقال لقد كان الله غنيا عن صدقة هذا المسكين فانزل الله تعالى الذين يلمزون المطوعين الآية

کھجور کی شاخوں کا گھٹا اپنی پیٹھ پر دو صاع کھجور کے عوض میں نے ڈھویا تھا۔ ایک صاع گھر والوں کو دیدیا کہ وہ اس سے اپنی حاجت پوری کرلیں اور دوسرا صاع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر لایا کہ اسکے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تقرب حاصل کروں۔ حضور نے فرمایا یہ صدقہ پر ڈالدے۔ اس پر ایک قوم نے مذاق اڑایا بیشک اللہ اس مسکین کے صدقے سے غنی ہے تو اللہ نے

یہ آیت نازل فرمائی۔ جو لوگ دل کھول کر صدقہ کرنے والوں الخ۔

یہاں غور طلب بات حضرت ابو عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ہے:

اتقرب الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تقرب حاصل کروں وہابی صحابی رسول کے اس ارشاد کو دیکھیں جو کہتے ہیں کہ کسی محبوب بارگاہ کے تقرب کیلئے کوئی عمل خیر کرنا شرک ہے مسلمانوں کو شرک بنانے کے شوق میں انھیں کچھ نظر نہیں آتا۔ اللہ عزوجل کی ذات یا صفات یا عبادت یا ان سب میں یا ان میں سے بعض میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے۔ کسی نبی یا ولی کا تقرب حاصل کرنے کیلئے کچھ کرنا، نہ اللہ عزوجل کی ذات میں کسی کو شریک کرنا ہے نہ اسکی صفت میں نہ عبادت میں۔ پھر یہ شرک کیسے ہے۔

فقالوا یہ طعن کرنیوالے معتب بن قشیر اور عبد الرحمن بن نبتل منافق تھے۔

وان لبعضهم لمائة الف دونوں جگہ حضرت ابو مسعود انصاری ہی مراد ہیں جیسا کہ تفسیر میں کانہ یعرض نفسہ ے۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ایک وقت وہ تھا کہ مزدوری کرتا تھا اور آج کثرت فتوحات کیوجہ سے ایک لاکھ کا مالک ہوں۔

تشریحات ۸۳۴ اس حدیث سے دو فائدے حاصل ہوئے، ایک یہ کہ ضرورتمند سائل کو حتی المقدور واپس نہیں کرنا چاہئے۔ جتنی توفیق ہو مدد کرنی چاہئے اگرچہ وہ مقدار میں بہت کم ہو۔ دوسرے یہ کہ بچوں کی پرورش ان کی دل جوئی خصوصاً بچیوں کی، بہترین نیکی ہے۔

فقسمتها بين ابنتيها ولم تاكل منها ثم قامت فخرجت و دخل
اسے دیدی اس نے اسے دونوں بچیوں میں تقسیم کر دیا اور اس میں سے اس نے کچھ نہیں کھایا

النبي صلى الله تعالى عليه وسلم علينا فاخبرته فقال النبي صلى الله
پھر اٹھی اور چلی گئی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے حضور کو یہ

تعالى عليه وسلم من ابتلى من هذه البنات بشئ كن له سترا من النار
واقعہ بتایا تو فرمایا جوان بچیوں سے آزمایا جائے تو یہ بچیاں اس کے لئے جہنم سے آڑ ہوں گی۔

حدیث ۸۳۵ حدثنا ابو هريرة رضي الله تعالى عنه قال جاء رجل الى النبي
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ

صلى الله تعالى عليه وسلم فقال يارسول الله اي الصدقة اعظم اجرا
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کونسا صدقہ ثواب میں سب سے

قال ان تصدق وانت صحيح شحيح تخشى الفقر وتامل الغنى ولا
زیادہ ہے فرمایا وہ صدقہ جو تو تندرستی اور مال کی حرص محتاجی کے اندیشے اور مالداری کی آرزو

تمهل حتى اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان كذا ولفلان كذا وقد
کی حالت میں کرے اور اتنا نہ ٹھہر کہ جب جان حلق تک آجائے تو کہے کہ

كان لفلان عه
اتنا فلاں کا اور اتنا فلاں کا حالانکہ وہ فلاں (وارث) کا ہو گیا۔

تشریحات ۸۳۵ جب تندرست ہوتا ہے اور یہ امید ہوتی ہے کہ ابھی زندہ رہے گا تو مال کو جمع رکھنے کی حرص ہوتی ہے کہ معلوم نہیں آئندہ کیا صورت حال ہو۔ ایسے وقت صدقہ کرنا نفس پر شاق ہوتا ہے۔ اس لئے اس وقت صدقہ کرنا موت کے وقت صدقہ کرنے کی بہ نسبت زیادہ افضل ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مرنے کے وقت جو غلام آزاد کرے وہ ایسا ہے جیسے جب پیٹ بھر جائے تو ہدیہ کرے۔ شہنشاہ ہشام بن عبدالملک کی بیوی رقیہ نے مرتے وقت اپنے سب غلام آزاد کر دیے، یہ خبر جب میمون بن مہران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو فرمایا۔ یہ لوگ مالوں میں دوبار اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ پہلے بخل کرتے ہیں پھر جب دوسرے کا ہو جاتا ہے تو اسراف کرتے ہیں۔

۸۳۶ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّنَا اَسْرَعُ

تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض ازواج نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا ہم میں سب سے

بِكَ لُحُوْقًا قَالَ اَطْوَلُكُنَّ یَدًا۔ فَاَخَذُوْا قَصَبَةً یَذْرَعُوْنَهَا فَكَانَتْ

جلد آپ سے کون ملے گی فرمایا جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہے وہ چھڑی لے کر ہاتھ ناپنے

وقد کان لفلان اس میں فلاں سے مراد وارث ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرض الموت میں مورث کے مال میں وارث کا حق ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے تہائی سے زائد وصیت نافذ نہیں۔ اور وارث کے لئے وصیت باطل ہے مگر یہ کہ وارث اسے نافذ کر دیں۔

تشریحات ۸۳۶ بعض ازواج النبی ابن حبان کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج جمع ہوئیں اور ان میں کوئی رہ نہیں گئی تھیں۔ ایُّنا۔ سیبویہ نے کہا کہ ای تانیث میں کل کی طرح ہے یعنی مؤنث کے لئے تا کے ساتھ استعمال کرنا فصیح نہیں۔ مگر یہ سیبویہ کی ذاتی رائے ہے۔ دونوں طرح فصیح ہے۔ نسائی کی روایت میں ایتنا ہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ بغیر تا کے زیادہ فصیح ہے۔

یہ سوال کرنے والی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ جیسا کہ صحیح ابن حبان میں بطریق یحیی بن حماد اسی سند کے ساتھ ہے۔ فقلت۔

اطولکن یدا ید کی مناسبت سے طولاکن چاہئے تھا۔ مگر اضافت کے وقت افعل التفضیل میں مطابقت لازم نہیں۔

یذرعونھا یہ بعض رواۃ کا تصرف ہے۔ یذرعنھا جمع مؤنث کا صیغہ چاہئے تھا۔

اشکال حدیث کے ظاہر سیاق سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ۔ وکانت اسرعنا لحوقا میں کانت کی ضمیر مستتر کا مرجع حضرت سودہ ہوں۔ اس لئے کہ اور کوئی زوجہ مذکور نہیں تو حدیث کا مفاد یہ ہوا کہ ام المومنین حضرت سودہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے واصل بحق ہوئیں۔ حالانکہ اہل سیر کا اجماع ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا۔ اور صدقہ میں یہی ممتاز بھی تھیں۔ اسی وجہ سے ان کو ام المساکین بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا وصال سنہ ۲۰ھ اخیر خلافت فاروق اعظم میں ہوا۔ اور ام المومنین حضرت سودہ کا وصال حضرت معاویہ کے عہد شوال سنہ ۵۴ھ میں ہوا۔ خود امام بخاری نے تاریخ صغیر میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے جنازے کی نماز پڑھی۔ اور ازواج نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سب سے پہلے حضور سے

سَوْدَةُ اَطْوَلُهُنَّ يَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ اِنَّمَا كَانَتْ طُوْلُ يَدِهَا الصَّدَقَةَ
تھیں تو سودہ کا ہاتھ سب سے لمبا نکلا پھر ہم نے بعد میں جانا کہ ان کے ہاتھ کو صدقے نے

وَكَانَتْ اَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ تُحِبُّ
لمبا کر دیا تھا اور یہ ہم سے پہلے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملیں۔

الصَّدَقَةَ [ع۵]
اور وہ صدقہ پسند کرتی تھیں۔

یہی ملیں مسلم[۱] میں عائشہ بنت طلحہ سے خود ام المومنین حضرت صدیقہ کا یہ ارشاد مروی ہے۔ زینب ہم سب میں لمبے ہاتھ والی تھی۔ وہ کام کرتی تھیں اور صدقہ کرتی تھیں۔ امام حاکم نے مستدرک میں بطریق عمرہ ام المومنین حضرت صدیقہ سے روایت کیا وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہم جب اکٹھی ہوتیں تو دیوار پر ہاتھ رکھ کر ناپتیں یہاں تک کہ زینب بنت جحش کا انتقال ہوا تو ہم نے جانا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لمبا ہاتھ ہونے سے صدقہ کرنا مراد لیا ہے، اور یہی یونس بن بکیر نے زیادۃ المغازی میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بھی روایت کیا ہے۔ اسی بنا پر علامہ ابن جوزی نے امام بخاری پر طعن کیا ہے اور شراح پر بھی حتی کہ علامہ خطابی نے اس حدیث کے تحت یہ لکھا تھا۔ کہ ام المومنین حضرت سودہ کا سب سے پہلے وصال نبوت کی نشانیوں میں سے ہے، تو ان کو بھی نہیں چھوڑا۔

جواب اولاً یہ قطعی نہیں کہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش ام المومنین حضرت سودہ سے پہلے واصل بانبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئیں۔ بہت سے محدثین نے تصریح کی ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ کا وصال ان سے پہلے حضرت فاروق اعظم کے اخیر عہد خلافت میں ہوا ہے۔ امام بخاری نے تاریخ صغیر میں۔ امام بیہقی نے دلائل میں امام احمد نے[۲] اپنی مسند میں امام ابن سعد نے عفان سے یہی روایت کیا۔ امام مسلم نے خود ام المومنین حضرت صدیقہ سے جو روایت کیا ہے اسمیں تصریح ہے۔ فکانت سودۃ اسرعھن لحوقا فکانت اطولھن یدا فکان ذالک من کثرۃ الصدقۃ۔ سودہ سب سے پہلے حضور سے لاحق ہوئیں اور وہ سب سے لمبے ہاتھ والی تھیں اور یہ صدقہ کی کثرت کی وجہ سے تھا۔ علامہ ذہبی نے تاریخ کبیر میں اس پر جزم فرمایا۔ ابن سید الناس نے فرمایا یہی مشہور ہے۔ ہو سکتا ہے امام بخاری کا مختار یہی ہو۔ پھر طعن کسی طرح درست نہیں۔ اصحاب سیر کا اجماع ایسا قطعی نہیں کہ اس سے انکار کی گنجائش نہ ہو۔

ثانیاً۔ حضرت امام بخاری کبھی کبھی اپنی روایات میں ایسے دقیق رموز رکھتے ہیں جن کی طرف آسانی سے ذہن کی رسائی نہیں ہوتی۔ ابن رشید نے یہاں ایک بہت ہی اہم بات کہی ہے۔ ام المومنین نے پہلے فرمایا کہ ہاتھ ناپنے لگیں

ع۵ الزکوٰۃ باب ص ۱۹۱ نسائی زکوٰۃ۔ [۱] ثانی فضائل الصحابہ باب فضائل زینب ام المومنین ص ۲۹۱
[۲] جلد سادس ص ۱۲۱ [۳] اول زکوٰۃ باب فضل الصدقۃ ص ۳۵۲

۸۳۶ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

توام المومنین سودہ کا ہاتھ سب سے لمبا تھا۔ پھر فرماتی ہیں کہ فعلمنا بعد انما کانت طول یدہا الصدقۃ۔
پھر بعد میں ہم نے جانا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سب سے پہلے لاحق ہونے والی کے ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ ہے۔
یعنی پہلے ہم نے طول ید کے حقیقی معنی سمجھا۔ جب ان خوش نصیب خاتون کا وصال ہوا تو ہم نے جانا کہ طول ید سے مراد معنی مجازی
صدقہ ہے۔ تو ظاہر ہوگیا کہ یہ ام المومنین حضرت سودہ نہیں۔ ورنہ معنی حقیقی سے عدول کی کوئی وجہ نہ تھی۔ واقعی ان کا سب
سے لمبا ہاتھ تھا۔ یہ کوئی اور ہیں جن کا ہاتھ واقعی لمبا نہیں تھا مگر وہ صدقہ میں تمام ازواج مطہرات سے ممتاز ہیں۔
ہیں۔ باخبر سامع جانتا ہے کہ وہ ام المساکین حضرت زینب تھیں۔ جو صدقہ میں بھی مشہور و معروف تھیں۔ وہ کون
پہلے واصل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئیں۔ اور کبھی کبھی جب سیاق سے مرجع کا متعین ہونا معلوم ہو یا مشہور ہو تو
مرجع کے ذکر کے بغیر ضمیر لاتے ہیں جیسا کہ آیت کریمہ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔ میں ہے۔ اب انما کانت طول یدہا
الصدقۃ میں یدہا کی ضمیر اور بعد میں دو جگہ مذکور کانت کی ضمائر کا مرجع معہود فی الذہن حضرت زینب ہیں۔
علامہ ابن حجر نے اس توجیہ کو پسند فرمایا۔ علامہ عینی نے رد فرمایا۔ اس خادم کا رجحان یہ ہے کہ یہ توجیہ وجیہ قابل قبول ہے۔
نسائی کی روایت پر خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے زہر الربی میں کلام فرمایا اور آخر میں یہ توجیہ
کی۔ روایت میں تقدیم و تاخیر اور حذف ہوگیا۔ اصل عبارت یہ تھی:۔

فاخذن یذرعنها فکانت سودة اطولهن یدًا وکانت اسرعهن لحوقا زینب وکان ذلك من کثرة الصدقة۔

ازواج مطہرات ہاتھ ناپنے لگیں اور سودہ ان میں سب سے لمبے ہاتھ والی تھیں اور سب سے پہلے حضور سے لاحق ہونے والی زینب ہیں۔ اور یہ صدقہ کی کثرت کی وجہ سے تھا۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ کون کب مرے گا نیز یہ کہ ازواج مطہرات
کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ کون کب مرے گا۔ ازواج مطہرات
کے عقیدے کے مطابق ہر اہل سنت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

تشریحات ۸۳۷ قال الرجل۔ ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ مسند امام احمد میں ابن لہیعہ کے طریقے سے ہے کہ وہ
بنی اسرائیل میں سے تھے۔
تصدق علی سارق۔ یہ تینوں جگہ تعجب اور انکار کے لئے ہے۔ لوگوں کو یہ پسند نہ آیا کہ چور یا زانیہ یا مالدار کو
صدقہ دیا جائے۔ اس پر لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں۔
اللهم لك الحمد۔ یہ اظہار شکر کے لئے بھی ہو سکتا ہے کہ چوری وغیرہ کو دیا اس سے بدتر کو نہ دیا۔ اظہار تعجب کیلئے
بھی ہو سکتا ہے کہ میں تو صدقہ مستحق کو دینا چاہتا تھا۔ رات کی تاریکی میں کیا ہو گیا جیسے اس قسم کے مواقع پر سبحان اللہ
بھی کہتے ہیں۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَۃٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِہٖ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے کہا میں صدقہ کرونگا وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور اسے ایک

فَوَضَعَھَا فِیْ یَدِ سَارِقٍ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰی سَارِقٍ فَقَالَ اللّٰھُمَّ

چور کے ہاتھ میں دیدیا۔ صبح کو لوگوں میں چرچا ہوا (رات) چور کو صدقہ دیا گیا۔ اس شخص نے کہا

لَکَ الْحَمْدُ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَۃٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِہٖ فَوَضَعَھَا فِیْ یَدِ زَانِیَۃٍ

اے اللہ تیرے لئے حمد ہے۔ میں صدقہ کرونگا پھر وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک زانیہ کو دیدیا صبح کو

فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَۃَ عَلٰی زَانِیَۃٍ فَقَالَ اللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ

لوگوں نے چرچا کیا کہ آج رات کو ایک زانیہ کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ زانیہ کو صدقہ

عَلٰی زَانِیَۃٍ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَۃٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِہٖ فَوَضَعَھَا فِیْ یَدِ غَنِیٍّ

دینے پر تیرے لئے حمد ہے۔ میں صدقہ کرونگا پھر وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک مالدار کو دیدیا

فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰی غَنِیٍّ فَقَالَ اللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی سَارِقٍ

صبح کو چرچا ہوا مالدار کو صدقہ دیا گیا اس نے کہا اے اللہ تیرے لئے حمد ہے چور اور

وَّعَلٰی زَانِیَۃٍ وَّعَلٰی غَنِیٍّ فَاُتِیَ فَقِیْلَ اَمَّا صَدَقَتُکَ عَلٰی سَارِقٍ فَلَعَلَّہٗ اَنْ

زانیہ اور مالدار کو صدقہ دینے پر تو اس کے پاس ایک آنیوالا آیا اور اس نے کہا چور کو صدقہ

یَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِہٖ وَاَمَّا الزَّانِیَۃُ فَلَعَلَّھَا اَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاھَا

دینے کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ چوری چھوڑ دے اور زانیہ کو صدقہ دینے سے یہ ہے کہ وہ زنا سے آئندہ

وَاَمَّا الْغَنِیُّ فَلَعَلَّہٗ یَعْتَبِرُ فَیُنْفِقُ مِمَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عہ

بچے گی اور مالدار کو دینے سے یہ ہے کہ وہ عبرت حاصل کریگا اللہ عزوجل کے دئے ہوئے میں سے خرچ کریگا۔

فاتی فقیل اسے اس پر دکھ تھا کہ اس کا صدقہ غیر مستحق کو ملا۔ تو خواب میں اسے تسلی دی گئی اور حسن نیت کی بدولت قبول ہونے کی بشارت اور اس کا فائدہ بتایا گیا۔ جیسا کہ مستخرج ابی نعیم اور طبرانی کی مسند الشامیین میں ہے۔ ان دونوں نیز مسلم میں ہے کہ تیرا صدقہ قبول کرلیا گیا۔ اور اس کا فائدہ یہ ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حسن نیت پر امید قبول ہے۔ اس لئے کہ یہ شخص یہی چاہتا تھا کہ کسی مستحق کو صدقہ دے مگر لاعلمی سے غیر مستحق کو دے بیٹھا پھر بھی قبول ہوا۔ اخلاص اور حسن نیت مدار قبول ہے۔ ثابت ہوا کہ لاعلمی میں

عہ الزکوۃ باب الصدقۃ علی غنی وھو لایعلم ص ۱۹۱ مسلم زکوۃ۔ نسائی زکوۃ۔

۸۳۸ حدیث

أَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيدَ حَدَّثَهُ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَبِي وَجَدِّي وَخَطَبَ عَلَيَّ فَأَنْكَحَنِي وَخَاصَمْتُ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبِي يَزِيدُ أَخْرَجَ دَنَانِيرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ

حضرت معن بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے اور میرے والد اور دادا نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی اور حضور نے میری منگنی کی اور نکاح کر دیا اور حضور کی بارگاہ میں اپنے والد کے خلاف استغاثہ کیا۔ میرے والد یزید نے کچھ دینار صدقہ

اگر غیر مستحق کو زکوٰۃ دیدیا یہ جانتے ہوئے کہ یہ مستحق ہے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ معلوم ہونے کے بعد اعادہ واجب نہیں، جیساکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے۔ البتہ مستحب ہے کہ اعادہ کرے۔

۸۳۸ تشریحات معن بن یزید بن اخنس بن حبیب سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ بیٹے، باپ، دادا، تینوں صحابی ہیں، ایک قول یہ ہے کہ تینوں بزرگ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت معن فتح دمشق میں بھی شریک تھے۔ حضرت معاویہ کے حامیوں میں تھے۔ جملہ لڑائیوں میں ان کے ساتھ رہے۔ ضحاک خارجی کے ساتھ مرج راہط میں جو خونی معرکہ ۵۴ھ میں پیش آیا تھا اس میں شہید ہوئے۔

وخطب علی خطب اور انکح کی ضمیروں کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اس لئے کہ قریب ترین مذکور کو مرجع بنانا راجح ہے نیز حضرت معن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے گوناگوں تعلقات بیان کر رہے ہیں۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ میرے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہ تعلقات تھے۔ میں نے اور میرے باپ دادا نے حضور کی بیعت کی حضور نے میری منگنی بھی کی اور نکاح بھی کیا۔ میں حضور کی خدمت میں معاملہ بھی لے گیا۔

مسائل جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صدقہ واجبہ مثلاً زکوٰۃ صدقہ فطر بیٹے کو دینے سے ادا نہ ہوگی اور اس حدیث میں مراد صدقہ نافلہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر بیٹا مقروض یا غازی ہو تو اسے باپ کی زکوٰۃ وغیرہ لینا جائز ہے، اور اس حدیث کا محمل یہی ہے۔ رہ گئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو انکا مذہب واضح نہیں۔ انھوں نے اس حدیث پر باب یہ باندھا ہے۔ اپنے بیٹے کو صدقہ دے اور یہ نہ جانے کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔ حکم کیا ہے واضح نہیں فرمایا۔ تائید میں حدیث مذکور لانے سے متبادر یہی ہے کہ۔ ان کے نزدیک یہ درست ہے۔ اگر ان کی صدقہ سے مراد عام ہے خواہ واجبہ ہو یا نافلہ۔ تو اسمیں کلام ہے جبکہ بعد میں معلوم ہو جائے کہ یہ بیٹا ہے۔ کہ اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ اور اگر بمدت العمر یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ بیٹے کو زکوٰۃ دی ہے۔ تو پھر یہ کہنا ہی صحیح نہیں۔ کہ بیٹے کو زکوٰۃ دی۔ اور اگر صدقہ نافلہ مراد ہے تو صحیح ہے۔ اور اگر امام بخاری کا مسلک امام شافعی کے مطابق تھا تو غارماً او غازیاً کا اضافہ لازم تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ باپ یا باپ کا وکیل بیٹے کو صدقہ عطیہ دے تو باپ اسے واپس نہیں لے سکتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوگا۔ حضرت یزید نے اپنے وکیل کو مطلق اختیار

فی المسجد فجئت فاخذتها فاتیته بها فقال واللہ ما ایاک اردت
کے لیے نکالے تھے اور ایک شخص کے پاس مسجد میں رکھ دیا تھا میں آیا اور ان دیناروں کو لے لیا اور
فخاصمته الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال لک ما نویت
لیکر والد کے پاس آیا تو انھوں نے کہا بخدا میں تجھے نہیں دینا چاہتا تھا تو ان کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
یا یزید ولک ما اخذت یا معن ع
علیہ وسلم کی خدمت میں استغاثہ کیا تو حضور نے فرمایا اے یزید تجھے تیری نیت کا اجر ہے اور معن جو تو نے لیا وہ تیرا ہے۔

۸۳۹ حدیث عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت قال النبی صلی اللہ تعالیٰ
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
علیہ وسلم اذا انفقت المرأة من طعام بیتها غیر مفسدة کان لها
نے فرمایا جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے کسی کو دے بشرطیکہ نقصان کی نیت نہ ہو تو

دیا تھا کہ جسے چاہیں یہ صدقہ دیں۔ اس اطلاق میں بیٹا بھی داخل تھا۔ اور جب انھوں نے بیٹے کو دیدیا تو ادا ہوگیا۔ حضرت یزید کو واپس لینے کا حق نہ رہا۔

۸۳۹ تشریحات اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ تقریباً تمام بلاد میں یہ دستور ہے کہ عورتیں سائلین اور حاجتمندوں کو پکے ہوئے کھانے میں سے تھوڑا بہت دیتی ہیں اور شوہر گھر کے مالک اس کو برا بھی نہیں مانتے۔ یہ عادۃً اجازت ہے۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ شوہر کی اجازت سے عورت کچھ صدقہ کردے تو جائز ہے اسے بھی ثواب ملے گا اور اس کے شوہر کو بھی۔ رہ گیا شوہر کی بلا اجازت تو دینا جائز نہیں۔ اجازت عام ہے خواہ صریح ہو خواہ متعارف عمل سے معلوم ہو۔ اس میں کھانے کی بھی تخصیص نہیں۔ کپڑا نقد سب کو عام ہے۔

مطابقت یہاں باب یہ ہے۔ جس نے خادم کو صدقہ کا حکم دیا۔ اپنے ہاتھ سے نہیں دیا۔ مطابقت ولخازن مثل ذلک۔ سے ہے۔ اس لئے کہ خادم کے معنی ہیں جو دوسرے کا کام کرے۔ خواہ وہ اس کا مملوک ہو یا اجیر ہو یا بطور تبرع کام کرتا ہو۔ مال کی حفاظت بھی ایک کام ہے اس لحاظ سے خادم اس کو بھی شامل ہے۔

فائدہ اس باب کا فائدہ یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے عباس بن مدی سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں۔ دو کام ایسے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں خود انجام دیتے کسی اہل سے نہیں لیتے۔ مسکین کو اپنے ہاتھ سے دیتے اور طہارت کا پانی خود رکھتے۔ ابن جوزی کی ترغیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طہارت کے لئے پانی اور صدقہ دینا کسی اور کو سپرد نہیں کرتے تھے۔ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ شاید کسی دوسرے کے ہاتھ صدقہ دلانا ممنوع ہے۔ یہ باب باندھ کر امام

ع الزکوۃ باب اذا تصدق علی ابنه وهو لا يشعر ص ۱۹۱

أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ

اسے دینے کا ثواب ملیگا اور اس کے شوہر کو کمانے کا اور خازن کو بھی اس کے برابر

لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا عہ

ملے گا اور بعض کا ثواب بعض کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔

حدیث ۸۴۰ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَابْدَأْ

روایت کیا کہ فرمایا۔ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد محتاجی نہ پیدا ہو جائے اور سب سے پہلے

بِمَنْ تَعُولُ عہ

اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو۔

حدیث ۸۴۱ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَأْ

کرتے ہیں کہ فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور پہلے اپنے اہل وعیال پر خرچ

بِمَنْ تَعُولُ وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ

کرو۔ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد محتاجی نہ ہو۔ جو صدقہ لینے سے بچے گا اللہ اسے

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ افادہ فرمایا۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ اپنے خادم یا کسی اور کے ہاتھ سے صدقہ دلایا جائے۔ اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس دوسرے کو بھی ثواب ملے گا، اگرچہ اپنے ہاتھ سے دینا اس لئے زیادہ بہتر ہے کہ اس میں مسکین کی دلداری زیادہ ہے۔

تشریحات ۸۴۱،۸۴۰ عن ظھر غنی۔ یعنی وہ صدقہ سب سے بہتر ہے کہ انسان اس کا محتاج نہ ہو۔ محتاج ہونے کی کئی صورتیں ہیں۔ وہ مقروض ہے تو اس پر واجب ہے کہ پہلے قرض ادا کرے خود اپنی ذات کے لئے اسے حاجت ہے یا اپنے اہل وعیال کے لئے حاجت ہے۔ وہ صدقہ پسند نہیں کہ اس کے ذمے قرض رہے یا نان ونفقہ کی حاجت ہے

عہ الزکوۃ باب من امر خادمہ بالصدقۃ ص ۱۹۲ باب اجر الخادم اذا تصدق بامر صاحبہ ص ۱۹۳ باب اجر المرأۃ اذا تصدقت او اطعمت من بیت زوجہا۔ تین طریقے سے۔ البیوع باب قول اللہ انفقوا من طیبات ما کسبتم ص ۲۷۷۔ مسلم زکوۃ ابوداؤد زکوۃ۔ نسائی عشرۃ النساء۔ ترمذی زکوۃ۔ ابن ماجہ تجارات۔ عہ الزکوۃ باب لاصدقۃ الا عن ظھر غنی ص ۱۹۲۔

يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ عه

بچالیگا اور جو غنی رہنا چاہے اسے غنی کر دیگا۔

حدیث ۸۴۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ وَالْمَسْأَلَةَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ عه

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر تشریف رکھتے ہوئے فرمایا اور صدقہ، سوال سے بچنے اور بھیک مانگنے کا تذکرہ فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا بھیک مانگنے والا۔

حدیث ۸۴۳ حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ اَبِيْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

اور صدقہ کر کے مقروض رہ جائے۔ خود بھوکا رہے یا خود اس کے اہل و عیال بھوکے رہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں صدقہ نفل ہوگا اور قرض کی ادائیگی یا اپنا اور اپنے اہل و عیال کا نان و نفقہ واجب اور واجب کی ادائیگی مقدم ہے۔ اسی کو حضرت حکیم بن حزام کی حدیث میں واضح فرمایا کہ اپنی آمدنی سب سے پہلے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔ یہ عقلمندی نہیں کہ خود وہ اور اس کے اہل و عیال بھوکے مریں اور دوسروں کو کھلایا جائے۔ ہاں اگر کسی کا معاملہ اللہ عزوجل کے ساتھ اتنا مضبوط ہو کہ اپنی اور اہل و عیال کی حاجت کے باوجود اللہ عزوجل کے ساتھ رابطہ ویسا ہی رہے تو اسے اجازت ہے۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ اپنا کل مال صدقہ کر دیا تھا۔ جیسا کہ بہت سے صحابہ کرام خود بھوکے رہ کے دوسروں کو کھلاتے تھے۔ مگر جو کمزور دل کا ہو کر بھوک سے جزع فزع کرنے لگے جیسا کہ عام لوگ ہوتے ہیں تو یہ پسندیدہ نہیں۔

الید العلیا ید علیا سے دینے والا ہاتھ مراد ہے اور سفلی سے لینے والا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں تصریح ہے یہاں مزید اور اقوال بھی ہیں۔ علیا جو صدقہ لینے سے اجتناب کرے۔ علیا اللہ عزوجل کا ید قدرت ہے وسطی دینے والے کا سفلی لینے والے کا۔ سفلی سے مراد صدقہ نہ دینے والا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں ید بمعنی نعمت ہے مطلب یہ ہے کہ زیادہ دینا بہ نسبت کم کے بہتر ہے۔

عه باب لا صدقۃ الا عن ظہر غنی ص ۱۹۲ مسلم زکوٰۃ ابوداؤد زکوٰۃ نسائی زکوٰۃ
عه الزکوٰۃ باب لا صدقۃ الا عن ظہر غنی ص ۱۹۲

تعالیٰ علیہ وسلم اذا جاءہ السائل او طلبت الیہ حاجۃ قال اشفعوا

خدمت میں جب کوئی سائل آتا یا حضور کی خدمت میں کوئی حاجت پیش کی جاتی۔ تو فرماتے

توجروا ویقضی اللہ علی لسان نبیہ ما شاء عہ

سفارش کرو اجر پاؤ گے اور اللہ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

حدیث ۸۴۴ عن اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال لی النبی صلی اللہ

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تعالیٰ علیہ وسلم لا توکی فیوکی علیک عہ

نے فرمایا راہ خدا میں خرچ کرنے سے مت رک ورنہ رزق روک دیا جائے گا۔

وحدثنا عثمان بن ابی شیبۃ عن عبدۃ قال لا تحصی فیحصی اللہ علیک۔

عثمان بن ابی شیبہ نے عبدہ ہی سے ان الفاظ میں روایت کی۔ گن مت ورنہ اللہ بھی گن کر دیگا۔

تشریح ۸۴۳ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اچھے کام کی سفارش پر اجر ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ سفارش سے بھی اپنے بھائیوں کی مدد کریں۔

تشریحات ۸۴۴ کتاب الھبۃ میں تھوڑی تفصیل و اختلاف لفظ کے ساتھ یوں ہے۔ حضرت اسماء نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی مال نہیں۔ جو زبیر نے دیا ہے۔ کیا مجھے صدقہ کرنے کی اجازت ہے۔ فرمایا۔ صدقہ کر باندھ کر مت رکھ ورنہ تیرے لئے باندھ دیا جائے گا۔ عبید اللہ بن سعید کی روایت میں ہے۔ خرچ کر گن گن کر مت رکھ ورنہ اللہ گن گن کر دیگا۔ اور باندھ کر مت رکھ ورنہ اللہ تیرے اوپر بندش کر دیگا۔ تین جملے وارد ہیں ـــ لا توکی فیوکی علیک ـ لا تحصی فیحصی اللہ علیک ـ لا توعی فیوعی اللہ علیک۔ سب کا حاصل معنی ایک ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ راہ خدا میں خرچ کرنے سے ہاتھ مت روک اللہ تیرے اوپر رزق کھلا رکھے گا۔ یعنی صدقہ کرنے سے مال بڑھتا ہے اسمیں برکت ہوتی ہے اور بخل سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ توکی کا مادہ وکار ہے۔ وہ دھاگہ جس سے مشک کا منھ باندھتے ہیں۔ لفظی ترجمہ یہ ہوا۔ برتن کا منھ باندھ کر مت رکھ۔ توعی کا مادہ وعاء ہے جس کے معنی برتن کے ہیں۔ ترجمہ یہ ہوا کہ برتن میں محفوظ مت رکھ۔ کہ اسمیں سے کچھ نہ نکال۔ احصاء کے معنی ہیں کسی چیز کی مقدار جاننا۔ گن کر یا تول کر یا وزن کرکے۔ مطلب یہ ہوا کہ صدقہ دے اور گن مت کہ کتنا دیا کتنا رہ گیا۔ اس سے برکت جاتی رہتی ہے۔ فیوکی، فیحصی، فیوعی کی اسناد اللہ عز وجل کی طرف بطور مشاکلہ ہے۔ اسی جگہ اس کے بعد والی روایت میں یہ زائد ہے۔ ارضخی ما استطعت۔ تمسے جتنا ہوسکے دو۔

عہ الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ ص ۱۹۳ ثانی الادب باب من یشفع شفاعۃ حسنۃ ص ۸۹۱ التوحید باب فی المشیئۃ والارادۃ ص ۱۱۱۳ مسلم الادب ابوداؤد الادب الترمذی العلم نسائی زکوٰۃ عہ الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ ص ۱۹۲۔ الھبۃ باب ھبۃ المرأۃ بغیر زوجھا ص ۳۵۳۔ دو طریق سے۔ مسلم زکوٰۃ نسائی زکوٰۃ۔ عشرۃ النساء

حدیث ٨٤٥ عَنْ حَكِيمِ ابْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول

اللہِ أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَتَاقَةٍ

اللہ کچھ کام میں جاہلیت میں بہ نیت عبادت کرتا تھا مثلا صدقہ، غلام آزاد کرنا صلہ رحمی کرنا

أَوْ صِلَةِ رَحِمٍ فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَجْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

کیا ان میں میرے لئے ثواب ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے کی ہوئی نیکیوں

تشریحات ٨٤٥

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا کے صاحبزادے تھے۔ عام فیل سے تیرہ سال قبل پیدا ہوئے۔ فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔ جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے۔ ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ ۵۴ھ میں مدینہ طیبہ میں واصل بحق ہوئے۔ بہت مخیر اور سخی انسان تھے۔ زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کئے اور سو اونٹ کا بوجھ صدقہ کیا۔ مسلمان ہونے کے بعد حج کیا۔ تو سو اونٹ ہمراہ تھے۔ عرفہ میں وقوف کے وقت سو غلام تھے جنکے گلوں میں چاندی کی تختیوں پر لکھا تھا۔ یہ عتقاء اللہ ہیں۔ اور ایک ہزار بکریوں کی حج کے موقع پر قربانی کی۔ اپنا مکان ایک بار حضرت معاویہ کے ہاتھ ساٹھ ہزار میں بیچا اور کل کا کل صدقہ کر دیا۔

اتحنث جلد اول میں حدیث ٣ کے تحت اس کی تحقیق گزر چکی ہے۔ کتاب البیوع اور کتاب الادب کی بعض روایتوں میں اتحنث تا کے ساتھ ہے مگر یہ کسی راوی کا تسامح ہے۔ صحیح اتحنث تاء کے ساتھ ہے اس کا مادہ حنث ہے۔ باب تفعل میں تعبد کے معنی میں آتا ہے۔

اسلمت ما سلف من خیر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کافر اگر کفر پر مرے تو اس کے اعمال حسنہ پر کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ ارشاد ہے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً (غاشیہ آیت ٣-٤)

لیکن جو اسلام سے مشرف ہوا اور اسلام پر مرا اسے زمانہ کفر کی نیکیوں کا ثواب ملے گا یا نہیں اسمیں اختلاف ہے۔ ابن بطال اور دوسرے محققین یہ کہتے ہیں کہ ان اعمال خیر کا ثواب ملے گا۔ ان کی دلیل حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے۔ کہ فرمایا۔ کہ کافر جب مسلمان ہو جاتا ہے اور اس کا اسلام سچا ہوتا ہے تو اللہ اس کی ہر نیکی کو لکھتا ہے جو پہلے گذر چکی ہے اور ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ اور مسلمان ہونے کے بعد ہر نیکی دس گنے سے لے کر سات سو تک لکھتا ہے۔ اور ایک گناہ کو ایک ہی لکھتا ہے۔ اور چاہے تو معاف کر دیتا ہے۔ اس حدیث کو دار قطنی نے، غریب حدیث مالک میں نو طریقے سے روایت کیا ہے۔ نیز یہ حدیث باب بھی اپنے ظاہر معنی کے لحاظ سے اس کی مؤید ہے مگر امام قاضی عیاض وغیرہ دوسرے ائمہ محققین فرماتے ہیں کہ زمانہ کفر کے اعمال خیر پر اسے اجر نہیں ملے گا، اور اصول کے یہی مطابق ہے۔ اسلئے کہ نیکی کو نیکی ہونے کیلئے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ۔ عہ

کی بدولت تمہیں اسلام نصیب ہوا ہے۔

حدیث ۸۴۶ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِيْنُ الَّذِيْ يُنْفِذُ وَرُبَّمَا

روایت کیا کہ فرمایا وہ مسلمان امانتدار خازن جسے کسی کو کچھ دینے کا حکم دیا گیا ہو

قَالَ يُعْطِيْ مَا اُمِرَ بِهٖ كَامِلًا مُّوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهٖ نَفْسُهٗ فَيَدْفَعُهٗ اِلَى

پورا خوشدلی سے اسے دیتا ہے جسے دینے کا حکم دیا گیا ہے صدقہ کرنے

الَّذِيْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ عہ

والوں میں سے ایک ہے۔

حدیث ۸۴۷ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

نیت طاعت ضروری ہے، اور کافر نیت کا اہل نہیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ بعض خصوصیات کی وجہ سے کسی خاص کافر کو کچھ اجر ملے جیسے ابو طالب اور ابو لہب کے عذاب میں تخفیف ہوئی۔ ہوسکتا ہے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی اس باب میں یہ خصوصیت ہو کہ وہ زمانہ کفر کے افعال خیر پر اجر پائیں۔ زمانہ کفر میں انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت خدمت کی ہے۔ شعب ابی طالب میں محصوری کے ایام میں غلہ بھیجا تھا ایک دفعہ بہت عمدہ حلہ خرید کر ہدیۃً لائے اور نذر کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں کافر کا ہدیہ نہیں قبول کرتا۔ قیمت لے کر دو تو لونگا۔ مجبوراً قیمت لی۔ ہوسکتا ہے کہ انھیں بھی عہد جاہلیت کے افعال خیر پر کچھ اجر ملے۔ امام قاضی عیاض نے اس حدیث کی توجیہ یہ کی ہے کہ انھیں افعال خیر کی برکت سے اللہ نے تجھے ایمان کی دولت نصیب فرمائی۔

تشریحات ۸۴۷/۸۴۶ راہ خدا میں خرچ کرنے والے کیلئے عوض سے مراد دنیا میں بھی عوض ملنا مراد ہے اور آخرت میں بھی اسی طرح بخیل کے مال کی بربادی سے دنیا میں بربادی بھی مراد ہوسکتی ہے اور آخرت میں بھی۔ خرچ

عہ من تصدق فی الشرک ثم اسلم ص ۱۹۳ البیوع باب شری المملوک من الحربی ص ۱۹۵ العتق باب عتق المشرک ص ۳۴۴ ثانی الادب باب من وصل رحمہ فی الشرک ص ۸۸۶ مسلم ایمان مسند امام احمد جلد ثالث ص ۴۰۲

عہ الزکوۃ باب اجر الخادم اذا تصدق بامر صاحبہ ص ۱۹۳ الاجارات باب استیجار الرجل الصالح ص ۳۰۰ الوکالۃ باب وکالۃ الامین فی الخزانۃ ص ۳۱۱ مسلم ابو داود نسائی فی الزکوۃ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا روزانہ صبح کو دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ

فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ

خرچ کرنیوالے کو اس کا عوض دے اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ بخیل کے مال کو برباد

أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا عه

کردے۔

حدیث ۸۴۸ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا

نے فرمایا بخیل اور خیرات کرنے والے کی مثال ان دو انسانوں کی ہے جو لوہے

جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ ثُدِيِّهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا

کے جبتے پہنے ہوئے ہیں۔ چھاتیوں سے ہنسلی تک۔ خرچ کرنیوالا جب خرچ کرتا ہے تو وہ

کرنا عام ہے۔ فرائض واجبات، مستحبات سب میں خرچ کرنا مراد ہے۔ البتہ از روئے قواعد بخیل سے یہاں مراد فرائض وواجبات میں خرچ نہ کرنے والا ہے۔ مگر یہ کہ وہ فطری بخیل کنجوس ہو کہ کما حقہ آل اولاد اور اپنی ذات اور عند الضرورت رشتہ داروں پر خرچ نہ کرتا ہو۔ مثلاً اس کے رشتہ دار فقر وبھوک کے رہتے ہیں یہ خبر گیری نہیں کرتا۔

تشریحات ۸۴۸ ثُدِيِّهِمَا۔ ثَدْيٌ کی جمع ہے۔ یہ اصل میں ثُدُوْیٌ تھا۔ سید کے قاعدے سے واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کر دیا ہے اور یاء کی مناسبت کیلئے دال کے ضمہ کو کسرے سے بدل دیا۔ تَرَاقِي۔ تَرْقُوَة۔ کی جمع ہے۔ سینے کے اوپر ٹیڑھی ہڈی کو کہتے ہیں جسے ہنسلی کہا جاتا ہے۔ حنظلہ نے امام طاؤس سے جو روایت کی ہے اسمیں الجبتان کے بجائے الجنتان ہے۔ جُنَّة کا تثنیہ۔ زرہ کے معنی میں۔ بعض شراح نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔ کیونکہ آگے۔ من حدید اور کل حلقة۔ آرہا ہے کڑی زرہ میں ہوتی ہے۔ کرتے میں نہیں۔ مگر اس خادم کی رائے یہ ہے۔ الجبتان والی روایت بھی صحیح ہے زرہ کی تعبیر یہی ہوگی کہ کرتا جسمیں کڑیاں ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فیاض اور سخی کا ہاتھ کشادہ ہوتا ہے۔ اسے کوئی چیز روک نہیں سکتی اور بخیل کنجوس کا ہاتھ ایسے ہوتا ہے جیسے کسی چیز میں جکڑا ہوا ہو۔

عه الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ عز وجل فاما من اعطی واتقی ص ۱۹۳ مسلم زکوٰۃ نسائی عشرۃ النساء۔ الملائکۃ

يُنْفِقُ اِلَّا سَبَغَتْ اَوْ وَفَرَتْ عَلٰى جِلْدِهٖ حَتّٰى تُخْفِيَ بَنَانَهٗ وَتَعْفُوَ

کرتا اس کے پورے جسم پر بڑھ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی انگلیوں کو چھپا لیتا ہے اور

اَثَرَهٗ وَاَمَّا الْبَخِيْلُ فَلَا يُرِيْدُ اَنْ يُّنْفِقَ شَيْئًا اِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ

نشان قدم مٹانے لگتا ہے اور بخیل جب کچھ خرچ کرنا چاہتا ہے تو

مَكَانَهَا فَهُوَ يُوَسِّعُهَا فَلَا تَتَّسِعُ عه

ہر کڑی اپنی جگہ چپک جاتی ہے وہ پھیلانا چاہتا ہے مگر پھیل نہیں پاتی۔

۸۴۹ **حدیث** حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَقَالُوْا يَا نَبِيَّ

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ ہے لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی

اللّٰهِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَقَالَ يَعْمَلُ بِيَدِهٖ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوْا

جو کچھ نہ پائے تو کیا کرے فرمایا اپنے ہاتھ سے کام کرے اپنے کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے

فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ

لوگوں نے عرض کیا جو اس کی بھی استطاعت نہ رکھے تو فرمایا محتاج مظلوم کی مدد کرے

فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهَا لَهٗ صَدَقَةٌ عه

لوگوں نے عرض کیا یہ بھی میسر نہ ہو تو فرمایا۔ اچھا کام کرے اور برائی سے بچے یہی اسکے لئے صدقہ ہے۔

۸۴۹ **تشریحات** یہاں علیٰ عام ہے۔ بطور وجوب واستحباب دونوں کو شامل ہے۔ صدقے سے مراد مطلقاً ثواب کا کام ہے۔ جس طرح صدقہ سے دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہوتا ہے اسی طرح مظلوم ومجبور کی مدد سے اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ تیسری صورت میں شر سے بچے گا تو کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ بھی ایک طرح کا فائدہ پہنچانا ہے

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خلق خدا پر شفقت انسان کا کمال ہے۔ یہ شفقت مال دے کر ہو یا کسی اور طرح نفع پہنچا کر خواہ دینی نفع پہنچا کر خواہ دنیوی۔ فرائض کا ثواب نوافل سے زیادہ ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے[۱]۔ کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

مَا تَقَرَّبَ اِلَىَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَىَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ — بندہ جن جن چیزوں سے میرا تقرب چاہتا ہے ان میں سب سے زیادہ مجھے پسند فرائض ہیں۔

عه الزکوٰۃ باب مثل المتصدق والبخیل ص ۱۹۴۔ الجہاد باب ماقیل فی درع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۴۰۹ مسلم زکوٰۃ۔ نسائی زکوٰۃ۔ عه الزکوٰۃ باب علی کل مسلم صدقۃ ص ۱۹۴ مسلم زکوٰۃ۔ نسائی زکوٰۃ

حدیث ۸۵۰

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ بُعِثَ اِلٰى نُسَيْبَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ بِشَاةٍ فَاَرْسَلَتْ اِلٰى عَائِشَةَ مِنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقَالَتْ لَا اِلَّا مَا اَرْسَلَتْ بِهٖ نُسَيْبَةُ مِنْ ذٰلِكَ الشَّاةِ فَقَالَ هَاتِ فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا۔ ع۵

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا نسیبہ انصاریہ کے پاس ایک بکری بھیجی گئی تھی انھوں نے اس میں سے کچھ عائشہ کے پاس بھیجا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا تمہارے پاس کچھ ہے تو فرمایا نہیں سوائے اس کے جو نسیبہ نے اس بکری سے بھیجا ہے تو فرمایا لاؤ وہ اپنی جگہ پہنچ چکی۔

امام الحرمین نے بعض علما سے نقل کیا کہ فرائض کا ثواب نوافل سے ستر درجے زیادہ ہے۔ فرائض کے چھوڑنے پر گناہ اور نوافل کے چھوڑنے پر گناہ نہیں۔ جو صدقہ پر قادر ہو اسے صدقہ کرنا افضل ہے۔ اپنی کمائی کا پہلا مصرف اپنی ذات ہے۔

تشریحات ۸۵۰ یہ بکری صدقہ یعنی زکوٰۃ کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی تھی۔ جیسا کہ کتاب الہبہ میں تصریح ہے۔ ام عطیہ ہی کا نام نسیبہ ہے۔ ام عطیہ نے اس بکری کو لے لیا۔ زکوٰۃ ادا ہو گئی اور وہ اس کی مالک ہو گئیں انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیا۔ یہ ہدیہ ہوا۔ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔ فقد بلغت محلها کا مطلب یہی ہے، کہ مستحق نے لے لیا زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ اب وہ مالک ہے جسے چاہے دے۔ دوسرے کے لیے ہدیہ اور عطیہ ہوگا۔ جیسا کہ حضرت بریرہ والی حدیث میں گزر چکا کہ فرمایا۔

هو عليها صدقة وهو لنا هدية وہ بریرہ کیلئے صدقہ ہے اور بریرہ نے ہمیں دیا تو یہ اسکی طرف سے ہدیہ ہے

حیلہ شرعیہ کی یہ حدیث بھی اصل ہے۔ ضرورت شرعیہ کے وقت اہل علم کا حیلہ کرنے کی اجازت ہے۔

حیلہ شرعیہ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھوکے تھے۔ اس لئے امت کی تعلیم اور آسانی کے لئے اس پر عمل فرمایا۔ بلا ضرورت شرعیہ زکوٰۃ و فطرے کی رقم مستحقین کے علاوہ میں صرف کرنا سخت مذموم ہے خصوصا غیر دینی کاموں میں۔ خصوصا جب خود اپنے ہی اوپر یا مال داروں پر خرچ ہو۔ دین کی بقا دینی مدارس سے ہے اور دینی مدارس کی بقا زکوٰۃ اور فطرے پر ہے۔ میرے ابتدائی ایام تعلیم میں دینی مدارس کا حال بہت ابتر تھا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ مدرسین کی تنخواہ بیس پچیس روپئے تھی مگر مدارس وہ بھی نہیں دے پاتے تھے۔ سال دو سال کی تنخواہیں چڑھ جاتی تھیں۔ دینی مدارس کا چلانا جوئے شیر لانے کے مرادف تھا۔ تو علما نے بدرجہ مجبوری حیلہ شرعیہ کر کے زکوٰۃ اور فطرے کی رقم مدارس میں صرف کرنے کی اجازت دی۔ اور آج اسی کی بدولت سب سے آسان کام مدرسہ قائم کرنا اور چلانا

ع۵ الزکوٰۃ باب قدر کم یعطی من الزکوٰۃ ص ۱۹۴ باب اذا تحولت الصدقۃ ص ۲۰۲ الھبۃ باب قبول الھدیۃ ...

۲۶۳ ت وَقَالَ طَاؤُسٌ قَالَ مُعَاذٌ لِأَهْلِ الْيَمَنِ اِيْتُوْنِيْ بِعَرْضٍ ثِيَابٍ

اور طاؤس نے کہا کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن والوں سے فرمایا

خَمِيْصٍ أَوْ لَبِيْسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيْرِ وَالذُّرَةِ أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ

مجھے زکوٰۃ میں جو اور باجرے کے عوض چادر اور پہنے ہوئے کپڑے دو یہ تمہارے لئے

وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ عہ

آسان ہے اور مدینے میں صحابہ کے لئے بہتر ہے۔

۸۵۱ حدیث أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ الَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ حضرت ابو بکر

وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کیلئے وہ لکھا جس کا اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا اور

ہو گیا ہے۔

لیکن کچھ دنوں سے عوام میں یہ رجحان ہو چلا ہے کہ دنیوی مدارس اور سوسائٹیاں چلانے کے لئے زکوٰۃ اور فطرے کی رقم وصول کرنے لگے ہیں۔ اس کی اجازت کسی طرح شریعت نہیں دے سکتی۔ یہ شرعی ضرورت نہیں بلکہ دنیوی مدارس میں تو زکوٰۃ خود زکوٰۃ دینے والوں کے بچوں پر صرف ہوتی ہے۔ یہ کوئی پسندیدہ بات نہیں بلکہ بہت سے نا خدا ترس حیلہ کر کے زکوٰۃ کی رقم خود رکھ لیتے ہیں۔ کیا زکوٰۃ اسی لئے مشروع ہوئی تھی۔ کیا زکوٰۃ کا منشا یہی ہے کہ کلیۃً زکوٰۃ کی ادائیگی سے فرار ہیں۔ کیا یہ اصحاب سبت کے فعل سے مشابہ نہیں۔ انھوں نے یہی تو کیا تھا۔

تشریحات ۲۶۳ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں سند متصل سے تھوڑے تغیر کے ساتھ ذکر فرمایا ہے عرض۔ نقد، حیوانات زمین کے علاوہ اور سامان جیسے کپڑا برتن وغیرہ۔ خمیص۔ یہ اصل میں خمیس سین کے ساتھ ہے۔ پانچ ہاتھ کی چادر تھان۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں سین ہی ہے۔ یہ ایک قسم کا مخصوص کپڑا ہے جسے خمیس نامی کسی بادشاہ نے ایجاد کیا تھا۔ لبیس پہنا ہوا کپڑا۔ مطلب یہ ہے کہ غلے کی زکوٰۃ یعنی عشر میں بجائے غلے کے اس کی قیمت کا کپڑا دو۔ یہ تمہیں آسان ہے کہ تمہارے یہاں تیار ہوتا ہے اور مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام کیلئے زیادہ بہتر ہے کہ وہاں کپڑے کی کمی تھی۔ یہ تعلیق احناف کی دلیل ہے کہ زکوٰۃ اور عشر میں قیمت لینی جائز ہے۔ اور یہی امام بخاری کا بھی مذہب ہے۔ یہ تعلیق اگرچہ مرسل ہے۔ مگر مرسل ہمارے اور جمہور کے یہاں حجت ہے۔ اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر دوسری جگہ کے مسلمان زیادہ ضرورتمند ہوں تو ایک جگہ کی زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل کی جا سکتی ہے۔

عہ الزکوٰۃ باب العرض فی الزکوٰۃ ص ۱۹۴

لَبُوْنٍ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ
جس کی زکوٰۃ بنت مخاض تک پہنچے اور اس کے پاس نہ ہو اور بنت لبون ہو تو اس سے
شَاتَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلٰى وَجْهِهَا وَعِنْدَهٗ
قبول کی جائے۔ اور زکوٰۃ کا محصل اسے بیس درہم یا دو بکریاں دے۔ اور اگر اس کے پاس
ابْنُ لَبُوْنٍ فَاِنَّهٗ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهٗ شَيْءٌ ؏
بنت مخاض نہیں جیسا کہ واجب ہے اور اسکے پاس ابن لبون ہے تو بھی لے لیا جائے۔ اور اسکے ساتھ کچھ نہیں۔

تشریحات ۸۵۱ بنت مخاض۔ اونٹنی کی مادہ بچی جو پورے ایک سال کی ہوگئی ہو۔ دوسرا شروع ہو چکا ہو۔ مخاض کے معنی دردِزہ کے ہیں۔ جب اونٹنی کا بچہ سال بھر کا ہو جاتا ہے تو حاملہ ہونے کے لائق ہو جاتی ہے۔ گویا اب وہ دردِزہ کے لائق ہوگئی۔ اس لئے اس کی بچی کو بنت مخاض کہتے ہیں۔ بچہ ہو تو ابن مخاض۔ بنت لبون۔ اونٹنی کی وہ بچی جو پورے دو سال کی ہوگئی ہو تیسرے میں قدم رکھا ہو۔ اونٹنی عام طور پر سال بھر حاملہ رہ کر بچہ دیتی ہے۔ جب ایک بچہ دو سال کا ہوگیا تو اس کی ماں دودھ والی ہوگئی۔ لبون معنی دودھ والی۔ حقّہ۔ پورے تین سال کی بچی جو چوتھے میں قدم رکھے چونکہ اس عمر میں جفتی کے لائق ہو جاتی ہے نیز بوجھ ڈھونے کے لائق، اس لئے اس کو حقہ کہتے ہیں۔ اس کا مادہ حق ہے۔ جذعہ وہ بچی جو پورے چار سال کی ہوگئی ہو اور پانچواں شروع ہو چکا ہو۔ اور پورے پانچ سال کا ہو جاتا ہے تو ثنی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے دو دانت جو رباعی کہلاتے ہیں جھڑ جاتے ہیں۔ اور جب پورے چھ سال کا ہو جاتا ہے تو نر کو رباعی اور مادہ کو رباعیہ کہتے ہیں۔ اور جب پورے سات سال کا ہو جاتا ہے تو اسے سدیس اور سدس کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اب رباعی کے بغل والے دانت جھڑ جاتے ہیں۔ اور جب پورے آٹھ سال کا ہو جاتا ہے اور اس کے کیلے یعنی نوکیلے دانت نکل آتے ہیں۔ تو اس کو بازل کہتے ہیں یعنی جس کے کیلے نکل آئے اور جب وہ پورے نو سال کا ہو جاتا ہے تو اسے مخلف کہتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی خاص نام نہیں۔ یہ ایک لمبی حدیث کا جز ہے جسے امام بخاری نے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اپنی اس کتاب میں دس جگہ ذکر فرمایا ہے جو حاشیے میں مذکور ہے۔ زکوٰۃ سے متعلق جو احکامات ہیں انھیں یہیں متفرق ابواب میں ذکر فرما دیا ہے البتہ اس کا ابتدائی حصہ جس کا زکوٰۃ سے تعلق نہیں بلکہ جس سے اس والا نامے کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے وہ کتاب الجہاد اور کتاب اللباس میں مذکور ہے۔ ابتدائی جزیہ ہے :

؏ باب العرض فی الزکوٰۃ ص ۱۹۴ باب لا یجمع بین متفرق ص ۱۹۵ باب ماکان من خلیطین ص ۱۹۵۔ باب من بلغت عندہ صدقۃ بنت مخاض ولیست عندہ ص ۱۹۵ باب زکوٰۃ الغنم ص ۱۹۵ باب لا یوخذ فی الصدقۃ ھرمۃ ص ۱۹۶ الشرکۃ باب ماکان من خلیطین ص ۳۳۸ الجہاد باب ماذکر فی درع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۴۳۸ ثانی اللباس باب ہل یجعل نقش الخاتم ثلثۃ اسطر ص ۸۷۳ الحیل باب فی الزکوٰۃ لا یفرق بین مجتمع ص ۱۰۲۹۔ ابو داؤد زکوٰۃ نسائی زکوٰۃ ابن ماجہ زکوٰۃ

۲۶۳ ت
لَا یُجْمَعُ بَیْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا یُفَرَّقُ بَیْنَ مُجْتَمِعٍ وَیُذْکَرُ عَنْ
متفرق کے درمیان نہ جمع کیا جائے اور نہ مجتمع کے درمیان تفریق کی جائے
سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عه
سالم عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت کی گئی۔

حدیث ۸۵۲
حَدَّثَنِیْ ثُمَامَۃُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَہٗ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انھوں نے انھیں یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین بھیجا اور ان کو ایک والا نامہ لکھ کر دیا۔ جس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مہر سے مہر فرمایا۔ اور اس مبارک مہر کا نقش تین سطر تھا محمد۔ ایک سطر۔ رسول۔ ایک سطر۔ اور اللہ۔ ایک سطر۔ اس ترتیب سے۔ محمد رسول اللہ

مسائل

اس حدیث سے ثابت ہو کہ زکوٰۃ میں جو جانور واجب ہے وہ نہ ہو تو اس سے بڑا لے اور دونوں کی قیمت میں جو تفاوت ہو وہ واپس کرے۔ یا اس سے چھوٹا لے اور جو کمی ہو اسکی قیمت لے۔ اس حدیث میں بنت مخاض کی جگہ بنت لبون لینے پر بیس درہم یا دو بکریاں واپس کرنے کو تحریر فرمایا ہے۔ یہ تقدیر شرعی نہیں بلکہ اس عہد پاک میں بنت مخاض اور بنت لبون کی قیمتوں میں جو تفاوت تھا اس کے لحاظ سے وہ مقدار تحریر فرمائی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ زکوٰۃ میں شے واجب کی قیمت کا دینا درست ہے۔ اس لئے کہ تصریح ہے کہ جب بنت مخاض واجب ہے اور وہ موجود نہ ہو تو ابن لبون لیلے۔ اور کچھ نہ لوٹائے یہ اسی بنا پر ہے کہ اس عہد میں ایک بنت مخاض اور ایک ابن لبون کی قیمتیں برابر تھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ احادیث کا لکھنا جائز ہے۔ ثابت ہوا کہ کوئی شیخ حدیث لکھ کر کسی کو دیدے اور پڑھ کر نہ سنائے اور لینے والا شیخ کو پڑھ کر نہ سنائے تو بھی اس کی روایت درست ہے۔

تشریحات

۲۶۳ اس تعلیق کو امام احمد[۱] امام ترمذی[۲] امام ابوداؤد[۳] امام ابن ماجہ[۴] اور امام حاکم نے موصولاً روایت کیا ہے۔ اس کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ کے حساب کی تفصیل لکھی تھی مگر اس پر عمل کا موقع نہ ملا کہ وصال ہوگیا۔ اسے اپنی تلوار کے ساتھ رکھدیا تھا۔ اس پر ابو بکر نے عمل کیا۔ پھر عمر نے زندگی بھر عمل کیا۔ اس میں یہ تھا۔ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری۔ درمیان کی تفصیل ابھی آرہی ہے۔ اخیر میں یہ حصہ تھا۔ اس کے ایک راوی سفیان بن حسین ہیں۔ جو زہری سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی زہری کی روایت ضعیف ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے اسے صیغہ مجہول سے تحریر کیا ہے جو صیغہ تمریض ہے۔ عمدۃ القاری میں ہے۔ کہ ترمذی نے کتاب العلل میں ذکر کیا ہے کہ میں نے محمد یعنی امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ یہ محفوظ ہوگی اور سفیان بن حسین صدوق یعنی بہت سچے ہیں۔ اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ یہاں حدیث انس کے لئے بطور

عه الزکوٰۃ باب لا یجمع بین متفرق ص ۱۹۵ [۱] مسند امام احمد جلد اول ص ۱۵ [۲] الزکوٰۃ باب فی زکوٰۃ الابل والغنم ص ۷۹ [۳] اول زکوٰۃ باب فی زکوٰۃ السائمۃ ص ۲۲۰ [۴] زکوٰۃ باب صدقۃ الغنم ص ۱۳۱

كُتب له الّتي فرض رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا يجمع بين متفرق ولا يفرق بين مجتمع خشية الصدقة ع٥

عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی جو مقدار لکھی تھی اس کو ان کے لئے لکھا (اسمیں یہ بھی تھا) زکوٰۃ کی ڈر سے متفرق کو جمع نہ کیا جائے اور نہ جمع کو متفرق کیا جائے۔

شاہد اسے ذکر کیا ہے۔

لا یجمع بین متفرق اس کی توجیہ میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ امام مالک نے فرمایا۔ اسکی صورت یہ ہے کہ تین شخصوں کی چالیس چالیس بکریاں ہیں۔ اسمیں تین بکریاں واجب ہیں۔ یہ جائز نہیں کہ ان سب کو کوئی یہ کہے کہ سب میری ہیں۔ اس صورت میں صرف ایک بکری واجب ہوگی۔ یا دو شریک ہیں جنکی دو سو بکریاں ہیں مجموعے پر تین بکریاں واجب ہیں۔ اور اگر الگ کرلیں تو ہر ایک پر ایک بکری یعنی مجموعے پر دو بکریاں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، یہ مالک اور عامل دونوں سے خطاب ہے۔ مالک کو یہ جائز نہیں کہ متفرق مال کو اکٹھا یا اکٹھے مال کو اسطرح متفرق کرے کہ زکوٰۃ کی مقدار گھٹ جائے اور محصل کو یہ جائز نہیں کہ ایسا اس لئے کرے کہ زکوٰۃ کی مقدار بڑھ جائے حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ دو آدمیوں میں چالیس بکری مشترک ہے اس صورت میں کسی پر زکوٰۃ نہیں۔ اب عامل کو جائز نہیں کہ دونوں کو ملا کر ایک بکری وصول کرے۔ اسی طرح کسی ایک کی ایکسو اکیس بکریاں ہیں۔ اسمیں صرف دو بکریاں ہیں لیکن اگر ان کو متفرق کر دیا جائے تو تین بکریاں واجب ہوں گی یہ جائز نہیں۔

امام ابو یوسف نے اس کی صورت یہ بتائی کہ کسی شخص کی اسی بکریاں ہیں جنمیں ایک بکری واجب ہے اور عامل کو یہ بتائے کہ ہم تین یا زائد بھائیوں میں مشترک ہیں۔ اب کچھ واجب نہ ہوگا۔ یا بھائیوں کے مابین چالیس بکریاں مشترک ہیں۔ اور عامل کہے۔ نہیں یہ سب ایک شخص کی ہیں اور زبردستی ایک بکری لے لے۔ حاصل یہ کہ یہ ایک قاعدہ ارشاد فرمایا ہے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہے۔ خشیۃ الصدقۃ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ خطاب مالک سے ہے کہ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے ایسا نہ کرے۔ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے جمع کی مثال یہ ہے کہ دو بھائیوں کی چالیس چالیس بکریاں ہیں۔ اب دو بکریاں واجب ہیں۔ ان کو ملا دے تو صرف ایک بکری واجب ہوگی۔ اور تفریق کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کی چالیس بکریاں ہیں۔ اسمیں ایک بکری واجب ہے۔ وہ عامل کو یہ بتائے کہ ان میں بیس میری اور بیس میری بیوی کی ہیں۔ اب کچھ واجب نہ ہوگا۔ اور ایک صورت اس سے بھی واضح یہ ہے کہ مثلاً مختلف جانور ہیں مگر ان میں کوئی نصاب تک نہیں پہنچتا مگر ایک جانور کو دوسرے کے ساتھ ملا دیں تو نصاب پورا ہو جاتا ہے مثلاً کسی کے پاس چار اونٹ اور آٹھ بکریاں ہیں۔ ان میں سے کسی کا نصاب کامل نہیں۔ مگر دونوں کو ملا دیں تو اونٹ کا نصاب پورا ہو جاتا ہے اسلئے کہ اونٹ کے نصاب میں خمس کی کمی ہے اور بکری کا خمس نصاب آٹھ ہے مگر ایسا کرنے کی اجازت نہیں لہ

ع٥ الزکوٰۃ باب لا یجمع بین متفرق ص ۱۹۵۔ لہ بہار شریعت پنجم بحوالہ در مختار وغیرہ ص ۳۱ - ۳۰

۲۶۵ وَقَالَ طَاؤُسٌ وَّعَطَاءٌ اِذَا عَلِمَ الْخَلِيْطَانِ اَمْوَالَهُمَا فَلَا
ت اور جب دو شریک کے اموال معلوم و متعین ہوں تو
يُجْمَعُ مَالُهُمَا عه
جمع نہیں کیے جائیں گے۔

۲۶۶ وَقَالَ سُفْيَانُ لَا تَجِبُ حَتّٰى يَتِمَّ لِهٰذَا اَرْبَعُوْنَ شَاةً وَلِهٰذَا
ت اور سفیان ثوری نے کہا ان پر زکوۃ اس وقت تک واجب نہ ہوگی جب تک اِسکے
اَرْبَعُوْنَ شَاةً عه
لئے بھی اور اُس کے لئے بھی چالیس چالیس بکریاں نہ ہو جائیں۔

تشریحات ۲۶۵-۲۶۶ پہلی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں موصولا ذکر کیا ہے۔ اور دوسری تعلیق کو امام عبد الرزاق نے خلیط کا مادہ خلط ہے۔ اس کے معنی شریک کے ہیں۔ ہمارے یہاں اس سے مراد شریک فی الملک ہے۔ خواہ یہ شرکت ارث کیوجہ سے ہو یا ہبہ کی وجہ سے یا شرا یا کسب وغیرہ کی وجہ سے یا شرکت عقد ہو خواہ عنان ہو یا مفاوضہ ہو۔ مبسوط میں ہے۔ ہاں شرکت میں زکوۃ اس وقت ہے جبکہ کسی ایک شریک یا دونوں کا جتنا حصہ ہو وہ بقدر نصاب ہو۔ مثلا اسّی بکریاں دو شخصوں میں برابر برابر مشترک ہیں۔ تو دونوں پر ایک ایک بکری زکوۃ واجب ہے۔ اور اگر ایسا ہے کہ ایک حصہ دو تہائی ہو اور ایک کا ایک تہائی۔ تو جس کا دو تہائی ہے اس پر ایک بکری واجب ہے۔ اور دوسرے پر کچھ نہیں۔

امام نووی نے فرمایا کہ یہاں یہ شرکت ملک کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ خواہ شرکت فی الملک ہو بطریق شیوع یا اعیان میں ہو یا اوصاف میں ہو یا شرکت جوار ہو یعنی وہ سب ایک جگہ رہتے ہوں، اس کی نو شرطیں ہیں۔

(۱) یہ شرکت ان لوگوں کے مابین ہو جن پر زکوۃ واجب ہو (۲) شرکت کے بعد مال بقدر نصاب ہو (۳) شرکت کے بعد ان پر سال پورا ہو چکا ہو (۴) (۵) (۶) یہ جانور آرام کی جگہ۔ چراگاہ۔ پانی پینے کی جگہ میں ایک دوسرے سے متمیز نہ ہوں۔ (۷) (۸) (۹) ان سب کا چرواہا۔ اور نر۔ اور دودھ دوہنے کا برتن مشترک ہو۔ دوسرے علماء کے بھی اس طرح کے تھوڑے تغیر و تبدل کمی یا زیادتی کے ساتھ اقوال ہیں۔ ان کی دلیل حدیث باب ہے۔ اس بنیاد پر کہ لفظ خلیط مذکورہ بالا مفہوم پر صادق ہے۔ اس قول کی بنا پر اگر چند آدمیوں کے جانور مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ اکٹھے رہتے ہوں۔ تو مجموعے پر زکوۃ ہے۔ اور زکوۃ کی جو بھی مقدار ہے وہ سب شرکا میں مشترک ہوگی۔ مثلا چالیس بکریاں دو یا زائد آدمیوں کی اکٹھے مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ رہتی ہوں اگرچہ ہر ایک کی بکریاں متعین ہوں تو بھی ایک بکری زکوۃ میں دینا واجب ہے۔ اور یہ سب شرکا میں بقدر حصہ رسدی تقسیم ہوگی۔ ہمارے یہاں کسی پر زکوۃ

عه الزکوۃ باب ما کان من خلیطین ص ۱۹۵ عه ایضا

۸۵۳ حَدَّثَنِی ثُمَامَۃُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَہٗ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ کَتَبَ لَہُ الَّتِی

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ

فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا کَانَ مِنْ خَلِیْطَیْنِ

عنہ نے ان کے لئے وہ لکھا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی مقدار مقرر فرمائی تھی۔

فَاِنَّھُمَا یَتَرَاجَعَانِ بَیْنَھُمَا بِالسَّوِیَّۃِ ۔ عہ

اس میں یہ بھی تھا، اور جو زکوٰۃ دو شریکوں پر واجب ہو وہ دونوں برابر برابر بانٹ لیں گے۔

۸۵۴ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے

سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْھِجْرَۃِ فَقَالَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہجرت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا تیرے لئے

وَیْحَکَ اِنَّ شَاْنَھَا شَدِیْدٌ فَھَلْ لَکَ مِنْ اِبِلٍ تُؤَدِّیْ صَدَقَتَھَا قَالَ

خرابی ہو بیشک ہجرت کا معاملہ سخت ہے کیا تیرے پاس اونٹ ہیں جنکی زکوٰۃ تو دیتا ہے

واجب نہیں۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ خلیط کا یہ معنی لے کر زکوٰۃ واجب کرنا دوسری صحیح احادیث کے معارض ہے، حدیث گذر چکی۔ کہ پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ قول مذکور پر پانچ اونٹ سے کم پر بھی زکوٰۃ واجب ہونا لازم آتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کے تین اور دوسرے کے دو اونٹ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ اکٹھے رہتے ہوں تو اس قول پر زکوٰۃ واجب ہے۔ یہ تین اور دو اونٹ پر زکوٰۃ واجب کرنا ہوا، جو حدیث مذکور کے معارض ہے۔ احادیث میں دفع تعارض کے لئے خلیط سے شریک فی الملک مراد لینا ضروری ہوا۔ امام طاؤس امام عطاء اور امام سفیان کا قول ہمارے مذہب کے مطابق ہے۔

بالسویۃ یہ حکم اس صورت کے ساتھ خاص ہے جبکہ شرکت برابر برابر ہو۔

تشریحات ۸۵۴ سال عن الھجرۃ۔ اس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ آنا چاہتے تھے۔

ویحک یہ کلمہ اصل میں زجر و توبیخ کے لئے ہے۔ اس کا ترجمہ خرابی ہو تیرے لئے ہو گا مگر کبھی کبھی ترحم و شفقت کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے حدیث میں۔ ویح لعمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ میں ہے۔ یہاں بھی ترحم ہی کے لئے ہے۔

عہ الزکوٰۃ۔ باب ما کان من خلیطین ص ۱۹۵

نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ الْبِحَارِ فَاِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا

اس نے عرض کیا ہاں فرمایا دریاؤں کے پار رہ کر عمل کر اللہ تیرے عمل سے کچھ ضائع نہیں فرمائیگا۔

حدیث ۸۵۵ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهٗ فَرِيْضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ

تعالیٰ عنہ نے ان کے لئے زکوۃ کی وہ مقدار لکھی جس کا اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَةُ

تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا جس کی زکوۃ جذعہ تک پہنچے اور اس کے پاس جذعہ

ان شانہا شدید ظاہر ہے یہ قصہ فتح مکہ کے پہلے کا ہے۔ ورنہ فرما دیتے کہ اب ہجرت نہیں۔ نیز قبل فتح مکہ بھی ہجرت صرف مکہ معظمہ سے کرنی فرض تھی۔ اور بلاد سے فرض نہ تھی۔ انہیں ہجرت سے اس لئے منع فرمایا کہ ان کے بارے میں نور نبوت سے معلوم کر لیا تھا کہ یہ اس کا تحمل نہ کر پائیں گے جیسا کہ ایک اعرابی کا قصہ مشہور ہے کہ ہجرت پر بیعت کر کے مدینہ آئے اور جب انہیں بخار آگیا تو بیعت توڑ دی۔

من وراء البحار یہ عرب ہی کے باشندے تھے۔ اس لئے کہ اعرابی عرب کے دیہاتی کو کہتے ہیں۔ سمندر پار کے باشندے نہیں تھے۔ پھر یہ ارشاد کیسے درست ہوا۔ بعض شارحین نے یہ توجیہ کی ہے کہ بحار اور بحر کبھی کبھی شہر کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے آیت کریمہ ظهر الفساد فى البر والبحر۔ سورہ روم آیت ۴۱۔ میں ایک قول یہ ہے کہ بر سے دیہات اور بحر سے شہر مراد ہے۔ خود حدیث میں مدینہ طیبہ پر بحیرہ کا اطلاق آیا ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

لقد اصلح اهل هذا البحيرة ان يتوجوه[1] اس شہر والوں نے طے کیا تھا کہ اسکے سر پر تاج باندھ دیں گے۔

مگر بظاہر یہ ہے کہ یہ ارشاد بطور مبالغہ علی سبیل الفرض ہے۔ یعنی مدینے سے کتنی ہی دور رہ کر عمل کرو گے اگرچہ سمندر پار رہ کر۔ ثواب پورا ملے گا۔

کتاب الهبة میں اور باب هجرة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ زائد ہے۔ ان میں کچھ دوسروں کو دیتا بھی ہے تو اس نے کہا۔ ہاں فرمایا کیا گھاٹ پر جانے کے دن اسے دوہتا ہے۔ اس نے عرض کی ہاں۔

تشریحات ۸۵۵ سیاق سے ظاہر ہے کہ اس کے بعد حدیث ۸۵۶ یعنی ومن بلغت صدقة بنت مخاض[؟] اس کا معطوف علیہ۔ من بلغت عنده صدقة الجذعة الخ ہے۔ اس حدیث کا حاصل

۸۵۵ الزکوة باب زکوة الابل ص ۱۹۵ الهبة باب فضل المنيحة ص ۳۵۸ باب هجرة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۵۸ ثانی الادب باب فی قول الرجل ویلک ص ۹۱۱ مسلم الامارة ابو داؤد الجهاد نسائی بيعة۔ مسند امام احمد ثالث ۶۴

[1] بخاری ثانی تفسیر سورۂ آل عمران باب قوله ولتسمعن من الذين اوتوا الكتاب ص ۶۵۶

الْجَذَعَةُ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ
ہو اور اس کے پاس حقہ ہو تو اس سے حقہ قبول کر لیا جائے گا اور اس کے ساتھ میسر ہوں تو
الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا وَمَنْ
دو بکریاں ورنہ بیس درہم بھی لیا جائے۔ اور جس کی زکوۃ حقہ تک پہنچے اور اس کے پاس
بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ
حقہ نہ ہو اور اس کے پاس جذعہ ہو تو اس سے جذعہ لے لیا جائے۔ اور محصل مالک کو بیس درہم
فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ
یا دو بکریاں دے۔ اور جس کی زکوۃ حقہ تک پہنچے اور اس کے پاس صرف بنت لبون ہو
شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا
تو اسے قبول کرے اور وہ یعنی مالک دو بکریاں
بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ
یا بیس درہم دے۔ اور جس کی زکوۃ بنت لبون تک پہنچے اور

وہی ہے جو حدیث ۸۵۱ میں ہم لکھ آئے ہیں۔ کہ جو جانور واجب ہے وہ نہ ہو تو اس سے بڑا یا چھوٹا لے لے۔ دونوں کی قیمت میں جو تفاوت ہو وہ محصل دیدے یا مالک سے لے لے۔

مطابقت باب اس حدیث پر باب کا عنوان یہ ہے جس کا صدقہ بنت مخاض تک پہنچے اور وہ اس کے پاس نہ ہو تو وہ کیا کرے، مگر اس باب میں جتنی حدیث مذکور ہے اس میں یہ جزئیہ مذکور نہیں اسی وجہ سے ابن بطال نے امام بخاری پر غفلت کا الزام لگایا مگر یہ بے جا ہے۔ امام بخاری کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ باب کے تحت کسی طویل حدیث کا ایک جز ذکر فرماتے ہیں۔ جو باب سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا مگر اس حدیث کے دوسرے اجزاء باب کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہاں بھی یہی قصہ ہے۔ اسی حدیث کا جز حدیث ۸۵۱ ہے جسمیں یہ جزئیہ صراحۃً مذکور ہے۔ ویسے علامہ ابن حجر وغیرہ نے اتنے حصے سے بھی مطابقت ثابت کر دی ہے۔ جو درست بھی ہے کہ اس حدیث میں مذکورہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ جو جانور واجب ہو وہ مالک کے پاس نہ ہو تو اس سے ایک سال بڑا لے لے۔ اور دو بکریاں یا بیس درہم واپس کر دے۔ یا ایک سال چھوٹا لے لے اور مالک سے دو بکریاں یا بیس درہم لے لے۔ اس سے یہ کلیہ معلوم ہوا کہ جو واجب ہے وہ نہ ہو تو اس سے ایک سال بڑا لے کر دو بکریاں یا بیس درہم واپس کر دے یا اس سے ایک سال چھوٹا لے لے اور ساتھ ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم بھی لے لے۔ اس کے مطابق باب کا حکم معلوم ہو گیا کہ جب بنت مخاض واجب ہے اور وہ نہیں تو بنت لبون لے لے اور دو بکریاں یا بیس

دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ
اس کے پاس حقہ ہو تو یہی قبول کیا جائے

مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ ۔ وَمَنْ
اور محصل مالک کو بیس درہم یا دو بکریاں دے۔ اور جس کی زکوۃ

بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ
بنت لبون تک پہنچے اور اس کے پاس نہ ہو اور اسکے پاس بنت مخاض

فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِيْ مَعَهَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ
ہو تو یہی لے لی جائے اور مالک بیس درہم یا دو بکریاں دے۔

۸۵۶ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ

درہم واپس کردے۔ اس کلیے سے ان صورتوں کا بھی حکم معلوم ہوگیا۔ جو اس حدیث میں مذکور نہیں۔ مگر واقع ہو سکتی ہیں۔ مثلاً اسی صورت میں جبکہ بنت مخاض واجب ہے اور وہ موجود نہیں۔ اور بنت لبون بھی نہیں بلکہ حقہ ہے تو کیا کرے۔ اس قاعدے سے معلوم ہوگیا کہ ایک سال کے سن کے تفاوت پر بیس درہم یا دو بکریاں واپس کرنا ہے تو جب دو سال کا تفاوت ہے تو چالیس درہم یا چار بکریاں واپس کرے۔ یوں ہی اس کے برعکس میں اتنا مزید لے۔ اور فائدہ اس وجہ سے حاصل ہوا کہ وہ حدیث نہیں ذکر کی جسمیں یہ حکم صراحۃً مذکور ہے۔ وہ حدیث ذکر فرما دیتے تو نہ کسی کو مزید غور کی حاجت تھی نہ کوئی غور کرتا اور نہ یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہوتا اقول وباللہ التوفیق۔ یہ حدیث ذکر فرما دیتے تو بھی جنھیں نصوص میں غور کرنے کی عادت ہے وہ غور کرکے یہ قاعدہ استخراج کر لیتے۔ اگر حدیث مذکور ذکر نہ کرنے سے یہ شبہہ پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔ لیکن حدیث ذکر کر دینے سے یہ فائدہ ہوتا کہ دوسرا حل بھی معلوم ہو جاتا کہ وہ شئی واجب کی قیمت لے لے۔ اس لئے کہ حدیث میں یہ بھی ہے اگر اس صورت میں ابن لبون ہو اور لے تو نہ کچھ دینا ہے اور نہ کچھ لینا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی حل کی صورت ہے کہ قیمت لیلے خواہ اسی قیمت کا جانور یا نقد۔ اس لئے باب سے مطابقت کی وہی صورت بہتر ہے جو علامہ عینی نے بیان فرمایا جو ہم پہلے لکھ آئے۔

تشریحات ۸۵۶ یہ حدیث باب زکوۃ میں اصل عظیم ہے۔ اسی پر اس کی ساری تفصیلات مبنی ہیں اس حدیث سے چند بنیادی باتیں معلوم ہوئیں۔ اول ہر قسم کے اموال زکوۃ کی ایک نصاب ہے کہ اس سے

ع۸ الزکوۃ باب من بلغت عنده صدقة بنت مخاض ولیست عنده ص ۱۹۵

حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ كَتَبَ لَهُ هٰذَا الْكِتَابَ

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو جب بحرین بھیجا تھا

لَمَّا وَجَّهَهُ اِلَی الْبَحْرَيْنِ

تو یہ تحریر دیا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِیْ فَرَضَ

یہ زکوٰۃ کی وہ مقدار ہے جو رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمُسْلِمِيْنَ وَالَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر مقرر فرمائی اور جس کا اللہ نے

کم پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ جب بقدر نصاب مال ہو تو زکوٰۃ واجب ہے۔ اونٹ کی نصاب پانچ اور بکری کی چالیس اور چاندی کی دو سو درہم ہے۔ اس سے زیادہ ہونے کی صورت میں دو نصابوں کے درمیان معاف ہے۔ اونٹوں کی زکوٰۃ میں جہاں اونٹ کا بچہ واجب ہے اس سے مراد مادہ ہے۔ اگر نر دیگا تو قیمت میں جو تفاوت ہو وہ بھی دے۔ اور جہاں بکری واجب ہے وہاں اختیار ہے خواہ نر دے خواہ مادہ۔ اور یہی حکم بھیڑوں کا ہے۔ بکری میں بھیڑ اور دنبہ بھی داخل ہیں۔

لما وجهه الی البحرین ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت انس کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بحرین بھیجا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بارے میں مشورہ فرمایا تو انھوں نے تائید کی اور کہا۔ وہ ہوشیار ہیں اور لکھنا جانتے ہیں۔

بحرین بصرہ کے قریب ایک چھوٹا سا ملک ہے جس کا صدر مقام ہجر تھا۔ یہ بحر ہند اور خلیج فارس کے مابین ہے اسی لئے اس کو بحرین کہتے ہیں

بسم اللہ :۔ ماوردی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی والا نامے کا جز ہے۔ اس حدیث کی تعمیل میں کہ فرمایا۔ جو اہم کام، بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ ناقص ہے۔ اس والا نامے کی ابتدا میں۔ حمد۔ نہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ۔ ابتدا بالحمد واجب نہیں۔ اور حدیث استحباب پر محمول ہے۔

فریضۃ الصدقۃ :۔ صدقہ بمعنی زکوٰۃ ہے۔ احناف پر علامہ ابن حجر نے یہ بے جا الزام لگایا ہے کہ وہ صدقہ کا اطلاق زکوٰۃ پر درست نہیں مانتے۔ احناف اس سے مطلقاً انکار نہیں کرتے کہ صدقہ بمعنی زکوٰۃ بھی آتا ہے۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ ہر جگہ صدقہ بمعنی زکوٰۃ نہیں۔ بلکہ صدقہ عام ہے فرض واجب نفل کو۔ جہاں قرینہ جسکا مقتضی ہو وہ مراد ہوگا۔

فرض ا فرض[1] کے معنی کسی سخت چیز کو کاٹ کاٹ کر ٹکڑے کرنا ہے۔ پھر اس کا استعمال تقدیر یعنی مقدار مقرر کرنے

[1] فتح الباری ثالث ص ۲۵۰

بِهٖ رَسُوْلَهٗ فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ

اپنے رسول کو حکم دیا ہے۔ جس مسلمان سے اس کے مطابق مانگا جائے وہ دے

سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ ۔ فِىْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الْاِبِلِ فَمَا دُوْنَهَا

اور جس سے اس سے زیادہ مانگا جائے وہ نہ دے۔ چوبیس اور اس سے کم اونٹ میں ہر پانچ

مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ اِلٰى خَمْسٍ

اونٹ پر ایک بکری ہے۔ پھر جب پچیس سے لے کر پینتیس تک ہو جائے تو ان میں ایک بنت

وَّثَلَاثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ اُنْثٰى فَاِذَا بَلَغَتْ سِتَّةً وَّثَلٰثِيْنَ اِلٰى

مخاض مادہ ہے۔ پھر جب چھتیس سے لے کر پینتالیس تک پہنچ جائے تو ان میں ایک

خَمْسٍ وَّاَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ اُنْثٰى ۔ فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّاَرْبَعِيْنَ

مادہ بنت لبون ہے۔ پھر جب چھیالیس سے لے کر ساٹھ تک پہنچ جائے

کے معنی میں ہونے لگا ہے۔ پھر الزام میں مستعمل ہونے لگا۔ یعنی کسی چیز کا کسی پر لازم کرنا۔

مفردات امام راغب میں ہے۔ قرآن مجید میں جہاں فرض علی فلان آیا ہے۔ اس کے معنی واجب اور لازم کرنے کے ہیں اور جہاں فرض لہ آیا ہے تو اس معنی میں ہے کہ یہ اس پر حرام نہیں مباح ہے۔ فرض علیك القرآن کے معنی ہیں کہ قرآن پر عمل کرنا واجب ہے۔

یہاں فرض۔ اوجب۔ یعنی واجب فرمایا۔ کے بھی معنی میں ہو سکتا ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں۔ اور قدّر کے معنی میں بھی۔ یعنی مقدار مقرر فرمائی۔ اور بیّن و فصّل کے بھی معنی ہیں۔ یعنی بیان فرمایا تفصیل ذکر فرمائی۔

فی اربع وعشرین فما دونها من الغنم فی اربع وعشرین۔ یہ مبتدا محذوف الواجب کی خبر ہے۔ الواجب میں جو الف لام الذی کے معنی میں ہے۔ من الغنم اس کا بیان ہے۔ یعنی چوبیس اور اس سے کم اونٹ میں بکری واجب ہے۔ اکثر نسخوں میں من آیا ہے۔ مگر ابن السکن کے نسخے میں من نہیں۔ اور یہ زیادہ واضح ہے۔ من کل خمس شاۃ۔ یہ اس اجمال کی تفصیل ہے۔ امام ابن ہمام نے فرمایا کہ اونٹ کی زکوۃ کو سب سے پہلے ذکر فرمایا اس لئے کہ یہ عرب کا سب سے اہم اور قیمتی مال تھا۔

فی سائمتها یہ دلیل ہے کہ زکوۃ صرف چرائی کے جانوروں پر ہے۔ یعنی وہ جو سال کے اکثر حصے میں چرائی پر گذر کرتے ہوں۔ جن جانوروں کو چھ مہینے چارہ دیتے ہوں، چھ مہینے چرائی پر رکھتے ہوں۔ وہ سائمہ نہیں۔ یہ بھی قید ضروری ہے کہ ان جانوروں سے مقصود نسل یا دودھ حاصل کرنا ہو۔ یا فربہ کرنا۔ ان جانوروں سے اور کوئی

الی ستین ففیھا حقۃ طروقۃ الجمل۔ فاذا بلغت واحدۃ و

تو ان میں ایک حقہ ہے۔ جو نر کی جفتی کے لائق ہو۔ پھر جب اکسٹھ سے لے کر پچھتر تک پہنچ

ستین الی خمس وسبعین ففیھا جذعۃ فاذا بلغت یعنی ستا و

جائے تو ان میں ایک جذعہ ہے پھر جب چھہتر سے لے کر نوے تک پہنچ جائے

سبعین الی تسعین ففیھا بنتا لبون۔ فاذا بلغت احدی وتسعین

تو ان میں دو بنت لبون ہے پھر جب اکانوے سے لے کر ایک سو بیس تک

الی عشرین ومائۃ ففیھا حقتان طروقتا الجمل۔ فاذا زادت علی

پہنچ جائے تو ان میں جفتی کے لائق دو مادہ حقے ہیں۔ اور جب ایک سو بیس سے

عشرین ومائۃ ففی کل اربعین بنت لبون وفی کل خمسین حقۃ ومن

زیادہ ہو جائیں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ

غرض نہ ہو۔ مثلا سواری کرنا۔ بوجھ ڈھونا، ہل وغیرہ میں لگانا۔ اور اگر جانوروں سے مقصود کام لینا ہو تو ان پر زکوۃ نہیں اگرچہ سال بھر تک چرائی پر رہتے ہوں۔ ابوداود[1] میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے ولیس علی العوامل شئ کام کرنے والی گایوں پر کچھ نہیں۔ اسی طرح اگر مقصود تجارت ہو تو ان پر سائمہ کی زکوۃ نہیں۔ البتہ مال تجارت کی زکوۃ ہے۔ یعنی بازار بھاؤ سے جو ان کی قیمت ہو اس کا چالیسواں حصہ۔ یہاں حدیث میں یہ قید صرف بکری کے ساتھ مذکور ہے مگر حقیقت میں اونٹ گائے میں بھی یہ شرط ملحوظ ہے۔ ابوداود[2] میں بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

فی کل سائمۃ ابل من الاربعین بنت لبون۔ ہر چرنے والے چالیس اونٹوں پر ایک بنت لبون ہے۔

یعنی ستا وسبعین علامہ کرمانی نے فرمایا۔ [illegible] ستا وسبعین مکتوب نہیں تھا۔ یا کسی راوی نے چھوڑ دیا تھا۔ اس بنا پر کہ یہ ظاہر تھا۔ پھر کسی اور راوی نے توضیح کے لیے اس کا اضافہ کر دیا۔

فاذا زادت علی مائۃ وعشرین اونٹ کی زکوۃ پر ایک سو بیس تک پر اتفاق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زکوۃ کے جتنے مکتوب مروی ہیں سب یہاں تک متفق ہیں۔ اس کے بعد اختلاف ہے۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اس کے بعد ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقہ۔ اس کے بعد ہر چالیس اور پچاس پر حساب دائر ہوگا۔ یعنی اگر چالیس اونٹ زائد ہوں گے تو مزید ایک بنت لبون اور اگر پچاس زائد ہوں گے تو مزید ایک اور حقہ۔ امام شافعی کی دلیل یہی حدیث ہے، کہ فرمایا فاذا زادت علی عشرین ومائۃ ففی کل اربعین بنت لبون وفی کل خمسین حقۃ۔ جب ایک سو بیس سے زائد ہوں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس

[1] اول زکوۃ باب زکوۃ السائمۃ ص ۲۲۱ [2] ایضا

لَمْ یَکُنْ مَعَہٗ اِلَّا اَرْبَعٌ مِنَ الْاِبِلِ فَلَیْسَ فِیْھَا صَدَقَۃٌ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ
اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں مگر یہ کہ مالک چاہے
رَبُّھَا فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الْاِبِلِ فَفِیْھَا شَاۃٌ۔ وَفِیْ صَدَقَۃِ الْغَنَمِ
تو دیدے۔ جب پانچ اونٹ ہو جائیں تو ایک بکری ہے۔ اور چرنے والی بکری
فِیْ سَائِمَتِھَا اِذَا کَانَتْ اَرْبَعِیْنَ اِلٰی عِشْرِیْنَ وَمِائَۃٍ شَاۃٌ۔ فَاِذَا زَادَتْ
اگر چالیس ہوں تو ان میں ایکسو بیس تک ایک بکری ہے۔ اور جب ایک سو بیس سے
عَلٰی عِشْرِیْنَ وَمِائَۃٍ اِلٰی مِائَتَیْنِ شَاتَانِ۔ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰی مِائَتَیْنِ
زیادہ ہوں تو دو سو تک دو بکریاں۔ پھر جب دو سو سے زائد ہو کر تین سو ہو
اِلٰی ثَلٰثِ مِائَۃٍ فَفِیْھَا ثَلٰثُ شِیَاہٍ۔ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰی ثَلٰثِمِائَۃٍ فَفِیْ کُلِّ
جائیں تو تین بکریاں پھر جب تین سو سے بڑھ جائیں تو ہر سو میں ایک بکری

میں ایک حقہ۔ مگر ہمارا مذہب یہ ہے کہ۔ ایک سو بیس کے بعد ہر پانچ اونٹ پر مزید ایک بکری۔ ایک سو پینتالیس تک۔ یعنی دو حقے کے ساتھ۔ مثلاً ایک سو پچیس ہوں تو دو حقے اور ایک بکری۔ ایک سو تیس ہوں تو دو حقے اور دو بکریاں علیٰ ہذا القیاس۔ پھر ایک سو پچاس میں تین حقے۔ اب اگر اس سے زائد ہوں تو جیسے حساب چلا تھا وہ کریں۔ یعنی اب ہر پانچ پر ایک بکری۔ چوبیس تک پھر پچیس میں بنت مخاض۔ چھتیس میں بنت لبون پینتالیس تک میں۔ اور چھیالیس سے ساٹھ تک میں ایک حقہ۔ الخ۔ یہاں تک کہ ایک سو پچاس میں تین حقے اور ایک بنت لبون۔ پھر ایک سو چھیانوے سے دو سو تک میں چار حقے یا پانچ بنت لبون۔ دو سو کے بعد پھر اسی طریقے سے حساب ہوگا۔ جو ایک سو پچاس کے بعد جاری ہوا ہے۔

ہماری دلیل وہ حدیث ہے[1] جسے امام ابو داؤد نے مراسیل میں اور امام اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اور امام طحاوی نے مشکل الآثار میں۔ حماد بن سلمہ سے روایت کیا۔ انھوں نے کہا میں نے قیس بن سعد سے کہا۔ وہ محمد بن حزم کا صحیفہ لائے اور مجھے ایک صحیفہ دیا اور یہ بتایا کہ یہ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے منقول ہے۔ یہ وہ صحیفہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے دادا کے لئے لکھا تھا۔ اس کو پڑھا تو اس میں اونٹوں کی زکوٰۃ کی مقدار لکھی تھی۔ انھوں نے شروع سے پڑھا۔ یہاں تک کہ اونٹ ایک سو بیس تک پہنچ جائیں اور جب اس سے زائد ہوں تو ابتدائی مقدار کی طرف لوٹیں یعنی ایک سو پچیس سے کم میں ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری۔

ہمارا مذہب اس حدیث کے معارض نہیں۔ اس حدیث میں۔ ایک سو بیس اور ایکسو ساٹھ کی درمیانی

[1] عمدۃ القاری تاسع ص ۲۰

مِائَةٍ شَاةٌ - فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ

اور جب چرنے والی بکری چالیس سے ایک بھی کم ہو تو ان میں کچھ نہیں مگر یہ کہ

شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا - وَفِي الرِّقَةِ رُبُعُ

مالک بخوشی کچھ دیدے۔ اور چاندی میں ربع عشر یعنی چالیسواں حصہ ہے۔ اور اگر چاندی

الْعُشْرِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا[ع]

ایک سو نوے درہم ہو تو اس میں کچھ نہیں مگر یہ کہ مالک بخوشی کچھ دیدے۔

"

مقدار کا حکم مذکور نہیں۔ اور ابن حزم والی حدیث میں مذکور ہے تو یہ ایک زیادتی ہے جو ثقہ کی ہے۔ اسلئے مقبول ہے۔ ہمارا عمل دونوں حدیثوں پر ہے۔ اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن حزم والی حدیث پر عمل ترک فرمایا۔ رہ گئیں وہ جرحیں جو عمرو بن حزم کی اس حدیث پر کی گئی ہیں۔ ان سب کے جوابات علامہ عینی نے دیئے ہیں۔ جسے شوق ہو مطالعہ کرے۔

لطیفہ امام بیہقی اور علامہ ابن جوزی نے عمرو بن حزم کی حدیث پر یہ جرح کی یہ منقطع ہے۔ اور حدیث زیر بحث کی سند یہ ہے۔ حدثنی محمد بن عبد الله بن المثنى الانصاری قال حدثنی ابی قال حدثنی ثمامة بن عبد الله بن انس رضی الله تعالى عنه۔ اس پر امام دار قطنی نے۔ تتبع على الصحيحين۔ میں لکھا ہے۔ ثمامہ بن عبد اللہ نے حضرت انس سے یہ حدیث نہیں سنی ہے۔ اور نہ عبد اللہ بن مثنی نے ثمامہ سے سنی ہے۔ منقدسی کی اطراف میں ہے کہ امام ابن معین سے پوچھا گیا۔ صدقات کے بارے میں ثمامہ بن عبد اللہ بن انس کی حدیث کیسی ہے۔ تو فرمایا۔ صحیح نہیں اور کچھ نہیں۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں عبد اللہ بن مثنی ہے۔ ساجی نے کہا کہ یہ ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا میں اس کی حدیث کی روایت نہیں کرتا۔ ابن جوزی نے اسے ضعفاء میں شمار کیا[له] فیہ ما فیہ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

وفی الرقة اصل میں ورق تھا۔ وعد۔ عدۃ کے قاعدے سے واو حذف کرکے آخر میں ھا بڑھا دیا۔ اس کے معنی، الفضة المضروبة۔ ہے۔ یعنی چاندی کا سکہ۔

الا تسعین ومائة گزرچکا کہ چاندی کی نصاب پانچ اوقیہ یعنی دو سو درہم ہے۔ اگر اس سے کم ہو تو زکوۃ واجب نہیں۔ یہ اسی کا بیان ہے۔ اور ایک سو نوے بطور تمثیل ہے۔ چونکہ سو کی تجزی دہائیوں میں کی جاتی ہے۔ سو کے پیچھے نوے ہی ہے۔ اسی لئے اس کو ذکر فرمایا۔

ع۵ الزکوۃ باب زکوۃ الغنم ص ۱۹۵

له عمدة القاری تاسع ص ۳۱

۸۵۷ حَدَّثَنِیْ ثُمَامَةُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کَتَبَ لَهُ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا یُخْرَجُ فِی الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَّلَا تَیْسٌ اِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فرمان میں لکھا جس کا اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ زکوٰۃ میں بوڑھا اور عیبی اور بوک نہ نکالا جائے مگر یہ کہ محصل چاہے

تشریحات ۸۵۷ احادیث ۱۴۵۱، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷ اور یہ سب ایک ہی حدیث کے اجزاء ہیں۔ ان کی ترتیب مشکوٰۃ میں یہ ہے۔ حدیث ۱۴۵۴ هذه فریضة الصدقة سے لیکر ومن بلغت صدقته بنت لبون ولیست عنده سے او شاتین تک۔ ابتدائی حصہ ہے۔ اس کے بعد حدیث ۱۴۵۳ ومن بلغت صدقة بنت مخاض ولیست عنده سے ولیس معه شیئ۔ تک ہے۔ پھر اس کے بعد حدیث ۱۴۵۴ کا بقیہ حصہ۔ وفی صدقة الغنم سائمتها۔ سے۔ الا ان یشاء ربها۔ تک ہے۔ پھر یہ حدیث ۱۴۵۵ ولا یخرج۔ ما شاء المصدق۔ تک ہے۔ پھر حدیث ۱۴۵۰ ولا یجمع بین متفرق ہے۔ پھر حدیث ۱۴۵۱ وما کان من خلیطین۔ ہے۔ اس کے بعد حدیث ۱۴۵۴ کا بقیہ حصہ۔ وفی الرقة اخیر تک ہے۔

اس حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ زکوٰۃ میں عیبی اور از کار رفتہ بوڑھا۔ اور وہ نر جس سے جفتی کرائی جاتی ہو، نہیں لیا جائیگا۔ ھرمة۔ وہ بوڑھا جانور جس کے دانت گر گئے ہوں۔ جو عمر کی آخری منزل میں ہو۔ ذات عوار عیبی۔ یعنی اسمیں ایسا عیب جس کی وجہ سے بیع میں واپس کرنیکا اختیار ہو۔ یا ایسا کہ اس کی وجہ سے قربانی صحیح نہ ہو۔ عوار۔ عین کے کسرے کے ساتھ۔ کانا پن۔ ذات عوار۔ کانا۔ تیس۔ بکرا جس سے جفتی کا کام لیا جاتا ہو۔ مصدق۔ دال کے فتحے کے ساتھ اسم مفعول یعنی جس سے صدقہ لیا جائے۔ دال کے کسرے کے ساتھ۔ اسم فاعل یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والا۔

جس طرح زکوٰۃ میں عمدہ جانور لینا ممنوع ہے اسی طرح عیبی بھی لینا ممنوع ہے بلکہ بے عیب متوسط درجے کا لیا جائے گا۔

علامہ طیبی نے فرمایا کہ۔ الا ما شاء المصدق۔ میں استثناء منقطع ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ بہت بوڑھی اور عیبی اور بوک نہ دے وہی دے جو مصدق چاہے، اور ظاہر ہے بحکم حدیث وہ متوسط درجے کا بے عیب جانور چاہے گا۔ ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ مثلاً کل جانور عیبی ہیں تو عیبی لے گا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ عیبی نہ دے مگر جبکہ مصدق چاہے۔ اور وہ کب چاہے گا۔ جب سب جانور عیبی ہوں گے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ استثناء

۸۵۸ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنْتَھَیْتُ اِلَیْہِ یَعْنِی النَّبِیَّ

حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اَوْ وَالَّذِیْ لَا اِلٰہَ

میں حاضر ہوا تو فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یا قسم ہے

غَیْرُہٗ اَوْ کَمَا حَلَفَ مَا مِنْ رَجُلٍ تَکُوْنُ لَہٗ اِبِلٌ اَوْ بَقَرٌ اَوْ غَنَمٌ لَا یُؤَدِّیْ حَقَّھَا اِلَّا

اس ذات کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں یا جیسے بھی قسم کھائی ہو۔ جس کسی کے پاس

اُتِیَ بِھَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْظَمَ مَا تَکُوْنُ وَاَسْمَنَہٗ تَطَؤُہٗ بِاَخْفَافِھَا وَتَنْطَحُہٗ

اونٹ یا گائے یا بکری ہو اور اس کا حق ادا نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن وہ جانور اور زیادہ فربہ

بِقُرُوْنِھَا کُلَّمَا جَازَتْ عَلَیْہِ اُخْرٰھَا رُدَّتْ عَلَیْہِ اُوْلٰھَا حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ۔ ع

لایا جائیگا۔ اور وہ اپنے مالک کو اپنی کھروں سے روندے گا اور اپنی سینگوں سے ماریگا جب پچھلی جماعت

آگے بڑھ جائے گی تو پہلی والی آئیگی دیگا تار ایسا ہی ہوتا رہیگا یہانتک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔

صرف تیس سے ہو۔ مطلب یہ ہوا۔ لوگ فقراء و مساکین کے کام کا نہیں۔ وہ بدبودار ہوتا ہے کھایا نہیں جاتا۔ فقراء اسے لیکر کیا کریں گے۔ مگر کبھی اس کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً صدقہ کے مویشیوں کو جفتی کرانی ہے۔ تو اگر مصدق کوئی مصلحت اور فائدہ اس کے لینے میں جانے تو لے سکتا ہے۔

تشریحات ۸۵۸ انتھیت ۔ اس کے قائل حضرت ابوذر ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت ابوذر کہہ رہے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اوکما حلف یعنی یہ تو طے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم کھائی۔ الفاظ کیا تھے یہ راوی یاد نہ رکھ سکے۔

لایؤدی حقھا حق سے مراد زکوٰۃ ہے۔ جیسا کہ مسلم اور ترمذی کی روایت میں حقھا کے بجائے زکوٰتھا کی تصریح ہے۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ گائے میں بھی زکوٰۃ ہے البتہ اس کی تفصیل بخاری میں مذکور نہیں۔ یا تو اس وجہ سے کہ امام بخاری کو ایسی کوئی حدیث نہیں ملی یا اس وجہ سے کہ وہ ان کے نزدیک صحیح نہ تھی۔ زکوٰۃ صرف تین قسم کے جانوروں پر واجب ہے۔ اونٹ، گائے، اور بکری، گائے میں بھینس بھی داخل ہے۔ دونوں ایک نوع ہیں۔ جیسا کہ علامہ دمیری نے حیات الحیوان میں تصریح کی ہے۔ اور بکری بھیڑ دنبہ زکوٰۃ کے معاملے میں ایک حکم میں ہیں۔

ع الزکوٰۃ باب زکوٰۃ البقر ص ۱۹۶ مسلم زکوٰۃ۔ ترمذی زکوٰۃ۔ نسائی زکوٰۃ، ابن ماجہ زکوٰۃ۔

۸۵۹ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ مدینے میں

مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ

تمام انصار سے زیادہ مالدار تھے ان کے پاس سب سے زیادہ کھجوروں کے

بِالْمَدِیْنَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ وَّكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهٖ اِلَیْهِ بَیْرُحَاءَ وَكَانَتْ

باغات تھے اور تمام مالوں میں انھیں سب سے زیادہ محبوب 'بیرحاء' تھا اور یہ مسجد کے

مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

سامنے تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں جاتے تھے

یَدْخُلُهَا وَیَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِیْهَا طَیِّبٍ۔ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا اُنْزِلَتْ

اسمیں بہت عمدہ پانی تھا اسے پیتے تھے۔ حضرت انس نے فرمایا۔ جب اور

تشریحات ۸۵۹ بیرحاء۔ میں مختلف لغات مروی ہیں۔ باجی نے کہا۔ کہ سب سے فصیح بار کو فتحہ یا کو سکون راء کو فتحہ بغیر مد ہے۔ اسی پر صغانی نے بھی جزم کیا۔ اور کہا کہ یہ فیعل کے وزن پر۔ براح سے بنا ہے۔ یہ کھجوروں کا ایک عظیم الشان باغ تھا۔ جسمیں ایک کنواں بھی تھا۔ باغ تو دست برد زمانہ سے ختم ہوگیا البتہ یہ مبارک کنواں اب بھی باقی ہے۔ باب مجیدی کے سامنے اتر جانب تھوڑے فاصلے پر ہے۔ حضرت انس کے اس ارشاد مستقبلۃ المسجد سے مراد یہی ہے کہ مسجد کے سامنے تھوڑے فاصلے پر ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لفظ۔ بِیْرُ حَاء۔ ہے ترکیب اضافی کے ساتھ۔ یعنی یہ ایک کنواں ہے جس کا نام حاء تھا۔ یہاں بخاری کے ایک نسخے میں بھی یہی ہے۔ ہو سکتا ہے اس باغ میں جو کنواں تھا۔ اس کا نام حاء رہا ہو اور اسی کے نام پر پورے باغ کا نام رکھدیا گیا ہو۔ ورنہ یہ حقیقت میں ایک باغ تھا۔ جیسا کہ خود بخاری ہی میں کتاب الاشربہ کی ایک روایت میں خود حضرت انس کا قول مذکور ہے۔ وکانت حدیقة وہ ایک باغ تھا۔ خود اس روایت کا یہ لفظ۔ من ماء فیہا طیب۔ حضور اس عمدہ پانی کو پیتے تھے جو اس میں تھا۔ اس جانب مشعر ہے۔ حضرت ابوطلحہ نے یہ باغ اپنے بنی عم حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیا تھا[1]۔ حضرت حسان اور حضرت ابوطلحہ کا نسب تیسری پیڑھی حرام بن عمرو پر مل جاتا ہے اور حضرت ابی بن کعب کا چھٹی پیڑھی عمرو بن مالک بن نجار پر ملتا تھا۔ حضرت ابوطلحہ کا نسب نامہ یہ ہے۔ ان کا نام زید تھا۔ زید بن سہل بن الاسود بن حرام بن عمرو بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار۔ اور حضرت حسان کا یہ ہے۔ حسان بن ثابت المنذر بن حرام بن عمرو۔ اور حضرت اُبی کا یہ ہے۔ ابی بن کعب

[1] بخاری اول۔ الوصایا۔ باب اذا وقف او اوصی لاقاربہ ص ۳۸۵

هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ

یہ آیت نازل ہوئی تم لوگ کبھی بھی نیکی نہیں حاصل کر سکو گے جبتک اپنی پسندیدہ چیزوں

اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ

میں سے خرچ نہ کرو۔ تو ابو طلحہ اٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

اور عرض کیا یا رسول اللہ! بیشک اللہ تعالی فرماتا ہے۔ تم لوگ کبھی بھی نیکی نہیں حاصل کر پاؤ گے

وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِىْ اِلَىَّ بَيْرُحٰى وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ اَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا

جبتک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے کچھ خرچ نہ کرو گے۔ اور اپنے اموال میں مجھے سب سے زیادہ

عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ

پسندیدہ بیرحاء ہے اور وہ اللہ کے لئے صدقہ ہے میں امید کرتا ہوں کہ مجھے اس کا ثواب ملیگا

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا

اور اللہ کے حضور ذخیرہ ہوگا۔ یا رسول اللہ جہاں اللہ آپ کے جی میں ڈالے وہاں اسے صرف کیجئے

قُلْتَ وَاِنِّىْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِى الْاَقْرَبِيْنَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَفْعَلُ

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا شاباش یہ نفع دینے والا مال ہے یہ نفع دینے والا مال ہے اور تم نے جو کچھ کہا میں نے

بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار۔

مسائل یہ آیہ کریمہ صدقات نافلہ کے بارے میں ہے۔ یہی تحقیق ہے۔ ویسے ایک قول یہ ہے کہ ابتداء میں یہی حکم تھا۔ زکوۃ سے منسوخ ہوگیا۔ مگر یہ اس وقت صحیح ہوگا کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ زکوۃ مدینے میں فرض ہوئی اسلئے کہ سورہ آل عمران مدنی ہے۔

مطابقت باب یہاں باب یہ ہے۔ اقارب پر زکوۃ۔ یعنی اقارب کو زکوۃ دینا۔ جائز ہے یا نہیں۔ بظاہر حضرت امام بخاری کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ معدودے چند اقارب کو چھوڑ کر مطابقت کی تقریر جو زین بن المنیر نے کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا۔ صدقہ نافلہ اقارب کو دینے سے دونا ثواب ہے۔ تو صدقہ واجبہ میں بھی یہی ہوگا۔ اور حدیث میں صدقہ واجبہ کا ذکر نہ ہونا مضر نہیں۔ اس لئے کہ مقصود دونوں سے ثواب ہے۔ جب صدقہ نافلہ اقارب کو دینے سے ثواب میں کمی نہیں آتی تو صدقہ واجبہ میں کمی آنے کی کوئی وجہ نہیں جبکہ وہ صدقہ واجبہ کے مستحق ہوں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مطلق وقف صحیح ہے اگرچہ اس کی سبیل نہ بیان کرے۔ بعد میں متعین کرے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ خواہ نافلہ ہو خواہ واجبہ اگر اپنے اقارب ضرورتمند ہوں تو

يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ وَقَالَ يَحْيَى

سن لیا اور میں یہ مناسب جانتا ہوں کہ اسے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیدو۔ ابو طلحہ نے عرض کیا ایسا ہی کرتا ہوں اب ابو طلحہ نے اسے

بْنُ يَحْيَى وَإِسْمٰعِيلُ عَنْ مَالِكٍ رَايِحٌ بِالْيَاءِ عه

قریبی رشتہ دار اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ یحییٰ بن یحییٰ اور اسمٰعیل نے امام مالک ہی سے رابح کے بجائے رایح روایت کیا ہے۔

حدیث ۸۶۰ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مسلمان پر اس کے گھوڑے

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَغُلَامِهِ صَدَقَةٌ عه

اور غلام میں زکوٰۃ نہیں

ان کو دینا افضل ہے۔

وقال یحیی بن یحیی یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری اور اسماعیل بن اویس نے حضرت امام مالک ہی سے مالٌ رابح کے بجائے۔ مال رایح۔ یار کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری کی روایت کتاب الوکالۃ میں اور اسماعیل بن ابی اویس کی روایت تفسیر میں ہے۔ عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی کی روایت کتاب الاشربہ میں نسک کے ساتھ رابح اور رایح۔ رابح کی روایت واضح ہے۔ حتیٰ کہ اسماعیلی نے یہ دعویٰ کیا کہ۔ رایح۔ یار تحتانیہ کے ساتھ غلط ہے اس کے باوجود شارحین نے اس کی توجیہ کی ہے۔

ابن بطال نے کہا یہ معنی ہیں کہ اس کی مسافت قریب ہے اور بہترین مالوں میں سے ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا ثواب صبح و شام ملے گا۔

تشریحات ۸۶۰ گھوڑے اگر سواری اور بوجھ ڈھونے کیلئے ہیں تو ان میں بالاجماع زکوٰۃ نہیں اور اگر تجارت کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ ہے۔ اسی طرح غلام بھی اگر تجارت کیلئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ ہے۔ گھوڑے اگر چرائی پر ہوں اور توالد و تناسل کیلئے تو جمہور ائمہ کے نزدیک زکوٰۃ نہیں۔ حتیٰ کہ امام ابو یوسف اور امام محمد بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور یہی ہمارے یہاں مفتی بہ ہے۔ ان حضرات کی دلیل حدیث زیر بحث ہے۔ جیسا کہ قاضی خاں[ے] میں ہے۔ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہیں زکوٰۃ ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری[ے] امام مسلم[ے] امام طحاوی[ے] اور بزار[ے] نے انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

عه الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الاقارب ص ۱۹۷ الوکالۃ باب اذا قال الرجل لوکیلہ ضعہا حیث اراک اللہ ص ۳۱۱ باب الوصایا باب اذا وقف واوصی لاقاربہ ص ۳۸۵۔ باب من تصدق الی وکیلہ ص ۳۸۶ ثانی تفسیر باب قولہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا ص ۶۵۴ الاشربہ باب استعذاب الماء ص ۸۳۹ مسلم زکوٰۃ۔ نسائی تفسیر۔

عه الزکوٰۃ باب لیس علی المسلم فی فرسہ صدقۃ باب لیس علی المسلم فی عبدہ صدقۃ ص ۱۹۷ مسلم زکوٰۃ، ابو داود زکوٰۃ ترمذی نسائی زکوٰۃ ابن ماجہ زکوٰۃ۔ لہ اول زکوٰۃ فصل فی الخیل۔ لہ ثانی تفسیر سورہ زلزال ص ۷۴۱ مساقاۃ باب شرب الناس والدواب من الانہار ص ۳۱۹ لہ اول الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ ص ۳۱۹ لہ شرح معانی الآثار اول زکوٰۃ باب الخیل ہل فیہا صدقۃ ام لا ص ۲۶۰ لہ عمدۃ القاری تاسع ص ۳۶۔

٨٦١ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ

والفظ للاول۔

الخیل لرجل اجر ولرجل ستر وعلی رجل وزر (الی ان قال) ورجل ربطہا تغنیا وتعففا ثم لم ینس حق اللہ فی رقابہا وظہورہا فہی لذلک ستر۔

گھوڑا کسی کے لئے اجر ہے کسی کے لئے پردہ ہے اور کسی پر وبال ہے۔ اور جس نے گھوڑے کو غنا اور تعفف کیلئے باندھا پھر اس کی ذات اور اس کی پیٹھ میں جو اللہ کا حق ہے نہ بھولا اس کیلئے پردہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑے میں بھی اللہ کا حق ہے اور یہ صرف زکوٰۃ ہی ہے۔ اسی لئے اس حق کے ادا کرنے پر۔ ستر۔ کو مرتب فرمایا۔ یعنی وہ جہنم سے آڑ ہوگا۔ اس لئے کہ کلام شارع سے یہی متبادر ہے۔ نیز ستر کا یہ معنی کہ اس سے نعمت کا ظہور ہو۔ وہ اگر حق ادا کرے جب بھی حاصل ہے۔ علاوہ ازیں امام طحاوی[۱] امام دار قطنی[۲] اسماعیل بن اسحٰق قاضی اور ابو عمرو نے تمہید میں حضرت سائب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ گھوڑوں کی قیمت لگاتے اور اس کی زکوٰۃ حضرت عمر بن خطاب کو دیتے۔ نیز ابو بکر بن شیبہ[۳] نے سائب بن اخت نمرہ سے روایت کیا کہ وہ گھوڑے کے صدقات حضرت عمر بن خطاب کے پاس لاتے تھے۔ اسے بقی بن مخلد نے اپنی مسند میں بھی ذکر کیا۔ علامہ ابو عمرو نے فرمایا۔ یہ حدیث کہ حضرت عمر گھوڑوں کی زکوٰۃ لیتے تھے۔ صحیح ہے۔ نیز انھوں نے ہی روایت کیا کہ حضرت عمر نے یعلی بن مرہ سے فرمایا۔ ہر چالیس میں ایک ایک بکری لے اور گھوڑے میں کچھ لے ہر گھوڑے میں ایک دینار لے۔ امام عبد الرزاق[۴] نے بطریق ابن جریج ابن شہاب زہری سے روایت کیا کہ حضرت عثمان گھوڑے کی زکوٰۃ لیتے تھے۔

حدیث زیر بحث میں مراد وہ گھوڑا ہے جو جہاد یا سواری یا بوجھ ڈھونے کیلئے ہو۔ اس میں بالاتفاق زکوٰۃ نہیں کیونکہ یہ حوائج اصلیہ میں سے ہے۔

اور ترمذی میں جو آیا ہے کہ فرمایا میں نے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ معاف فرما دی چاندی کی زکوٰۃ ادا کرو۔ اس سے بھی جہاد یا سواری کا گھوڑا مراد ہے۔

تشریحات ٨٦١ کتاب الرقاق میں ابتدائی حصہ یہ ہے۔ سب سے زیادہ تمہارے اوپر جس چیز کا مجھے اندیشہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تمہارے لئے زمین کی برکتیں نکالے گا۔ عرض کیا گیا۔ زمین کی برکات کیا ہیں۔ تو فرمایا۔ دنیا کی تر و تازگی۔ کتاب الجہاد میں یہ زائد ہے۔ جب ان صاحب نے سوال کیا، کیا خیر شر لائے گا۔

---

[۱] شرح معانی الآثار اول الزکوٰۃ باب الخیل هل فیها صدقۃ ص ۲۶۰ [۲] عمدۃ القاری تاسع ص ۳۷
[۳] ایضاً [۴] فتح القدیر ثانی ص ۱۳۸

تعالیٰ عنہ یحدث ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلس ذات

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن منبر پر رونق افروز ہوئے

یوم علی المنبر وجلسنا حولہ فقال انا مما اخاف علیکم من

اور ہم حضور کے اردگرد بیٹھے تو فرمایا میرے بعد تم لوگوں پر اس کا اندیشہ ہے

بعدی ما یفتح علیکم من زھرۃ الدنیا وزینتہا فقال رجل یا

کہ تم پر دنیا کی تروتازگی اور زینت کھولدی جائے گی۔ اس پر ایک شخص نے کہا یا

رسول اللہ او یاتی الخیر بالشر فسکت النبی صلی اللہ تعالیٰ

رسول اللہ کیا خیر شر لائے گا۔ یہ سن کر حضور خاموش رہے اس سے

علیہ وسلم فقیل لہ ما شانک تکلم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

کہا گیا تیرا کیا حال ہے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات کرتا ہے اور

تو ہم نے کہا کہ حضور کی جانب وحی کی جارہی ہے اور لوگ خاموش ہو گئے۔ گویا ان کے سروں پر چڑیاں ہیں۔ فراز نے کہا کہ امام بخاری نے اس حدیث میں حسب عادت اختصار اور حذف سے کام لیا ہے۔ انہ ینزل علیہ کے بعد۔ الوحی۔ محذوف ہے۔ اسی طرح۔ ان مما ینبت الربیع یقتل او یلم۔ میں یقتل سے پہلے۔ ما۔ اور یقتل کے بعد حبطا محذوف ہے۔ اس لئے کہ یقتل مفعول بہ ہے اور فعل مضارع مفعول بہ نہیں ہو سکتا۔ لامحالہ۔ ما۔ محذوف ماننا پڑے گا۔ اسی طرح گھاس خود قاتل نہیں۔ زیادہ مقدار میں چرلینا کہ بدہضمی ہو جائے، قاتل ہے۔ حبطا کے معنی پیٹ پھولنا ہے۔ یہ ایک قسم کی بیماری ہے۔ جو مویشیوں کو ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ درس دیا ہے کہ مال فی نفسہ خیر اور اچھی چیز ہے بشرطیکہ حلال ذریعہ سے حاصل کیا جائے اور اس میں جو حقوق اللہ و حقوق العباد ہیں ادا کیا جائے اور اگر مال ایسے ذریعے سے حاصل کیا جائے جو حرام ہو یا اس سے متعلق حقوق واجبہ ادا نہ کئے جائیں تو بوجہ خارجی خبث کے شر ہے۔

جیسے گھاس ہر قسم کی اگتی ہے۔ کچھ چارے کے لئے کچھ دوسرے کاموں کے لئے اور کچھ گھاس جانور کو مضر ہے۔ اللہ عزوجل نے چوپایوں کو یہ تمیز عطا فرمائی ہے کہ وہ سونگھ کر معلوم کر لیتے ہیں کہ کون چارے کے کام کی ہے، کون نہیں۔ اور کتنی ہضم ہوگی۔ جو جانور اس خداداد قوت ممیزہ سے کام لے کر چگتا ہے وہ توانا و تندرست رہتا ہے۔ اور جو اندھا دھند ہر سبزے پر منہ مارتا ہے یا دہ مقدار ہضم سے زیادہ چگ لیتا ہے وہ یا تو مر جاتا ہے

وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ فَرُئِينَا اَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّ

وہ تجھ سے بات نہیں کرتے اب ہم کو دکھایا گیا کہ حضور پر وحی اتر رہی ہے حضور

حَضَاءَ وَقَالَ اَيْنَ السَّائِلُ وَكَاَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ اِنَّهُ لَا يَاْتِي الْخَيْرُ

نے پسینہ پونچھا اور فرمایا سائل کہاں ہے اور گویا حضور نے اس کی تعریف

بِالشَّرِّ وَاِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ اَوْ يُلِمُّ اِلَّا اٰكِلَةَ الْخَضِرِ

کی اب فرمایا خیر شر نہیں لاتا دیکھو بہار جو گھاس اگاتی ہے وہ مار ڈالتی ہے

اَكَلَتْ حَتّٰى اِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ

یا بیمار ڈال دیتی ہے سوائے اس جانور کے جو سبزہ کھائے اور جب اس کی کوکھیں بھر

فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ وَرَتَعَتْ وَاِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَنِعْمَ

جائیں تو سورج کی طرف منھ کرلے لید کرے اور پیشاب کرے اور چرے۔ بے شک یہ مال

صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا اَعْطٰى مِنْهُ الْمِسْكِيْنَ وَالْيَتِيْمَ وَابْنَ السَّبِيْلِ

سرسبز اور میٹھا ہے۔ اچھا مسلمان وہ ہے جو اس میں سے مسکین اور یتیم اور

اَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهُ مَنْ يَّاْخُذُهُ

مسافر کو دے۔ یا جیسا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور جو مال ناحق

یا بیمار پڑجاتا ہے۔

اسی طرح اللہ عزوجل نے مال پیدا فرمایا، اور انسان کی زندگی کی بنیاد اس پر رکھی۔ اپنے فضل وکرم سے انسان کو عقل دی تمیز دی۔ پھر رسول بھیجکر حرام و حلال بتا دیا اور مال سے متعلق جملہ حقوق بیان فرمادیا۔ جو شخص خداداد قوت کاسبہ سے کام لے کر بطریق حلال مال حاصل کرتا ہے۔ پھر اس کے حقوق ادا کرتا ہے وہ دارین میں کامیاب ہے۔ اور جو نہ حلال کی پرواہ کرے نہ حرام کی اور اس سے متعلق حقوق بھی ادا نہیں کرتا وہ دونوں جگہ خائب وخاسر ہے۔

ویکون علیھم شھیدا۔ جو ناحق مال حاصل کرتا ہے۔ یہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دیگا یا تو اسے گویائی ملے گی اور وہ کلام کرے گا ورنہ اتنا تو ظاہر ہی ہے کہ کراماً کاتبین نے جو لکھا ہے وہ پیش ہوگا اس میں سب کچھ مندرج ہے۔

فائدہ :۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ غنیٰ فقر سے افضل ہے۔ غالباً ان کا

بِغَیرِ حَقِّہٖ کَالَّذِی یَاکُلُ وَلَا یَشبَعُ وَ یَکُونُ شَھِیدًا عَلَیہِ یَومَ الْقِیٰمَۃِ ع ۵

لیتا ہے وہ ایسا ہے کہ کھاتا ہے مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور مال اس کے خلاف قیامت کے دن گواہ ہوگا۔

حدیث ۸۶۲ عَنْ زَینَبَ امْرَاَۃِ عَبدِ اللّٰہِ قَالَتْ کُنتُ فِی الْمَسجِدِ فَرَاَیتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِیِّکُنَّ وَکَانَتْ زَینَبُ تُنفِقُ عَلٰی عَبدِ اللّٰہِ وَاَیتَامٍ فِی حَجرِھَا فَقَالَت

حضرت عبد اللہ بن مسعود کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں مسجد میں تھی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا اور حضور نے ارشاد فرمایا اے عورتو! صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیوروں سے اور زینب اپنے (شوہر)

استدلال حدیث کے اس جز سے ہے۔ ان ھذا المال خضرۃ حلوۃ فنعم صاحب المسلم بیشک یہ مال سرسبز شیریں ہے۔ بالدار مسلمان اچھا ہے۔ مگر علامہ مہلب فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فقر غنی سے افضل ہے۔ ان کا استدلال غالباً حدیث کے ابتدائی ارشاد سے ہے کہ فرمایا۔ مما اخاف علیکم من بعدی ما یفتح اللہ علیکم من زھرۃ الدنیا وزینتھا اپنے بعد میں تم لوگوں کے لئے جس چیز سے اندیشہ محسوس کرتا ہوں وہ دنیا کی تروتازگی اور زینت ہے جو تم پر کشادہ کردی جائے گی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اندیشہ کسی افضل چیز سے نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تشریحات ۸۶۲ یہاں یہ حدیث عمرو بن حارث ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی خود حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کر رہے ہیں اور قریب قریب یہی مضمون ایک صفحہ پہلے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باب الزکوٰۃ علی الاقارب میں ایک حدیث میں مذکور ہے۔ وہاں یہ ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو وعظ فرمایا، عورتوں پر گزرے تو فرمایا۔ اے عورتو! صدقہ کرو۔ میں نے جہنم میں تم کو سب سے زیادہ دیکھا ہے۔ مثل حدیث

ع ۵ الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی الیتٰمی ص ۱۹۷ کتاب الجمعۃ باب استقبال الناس الامام ص ۱۲۵ صرف جزء اول الجہاد باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ ص ۳۹۸ ثانی الرقاق باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا ص ۹۵۱۔ مسلم زھد۔ نسائی زکوٰۃ۔ ابن ماجہ فتن مسند امام احمد جلد ثالث ص ۷

لِعَبْدِ اللّٰهِ سَلْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُجْزِيْ عَنِّيْ
عبداللہ اور کچھ یتیموں پر خرچ کرتی تھیں جو ان کی پرورش میں تھے اب زینب
اَنْ اُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَيْتَامٍ فِيْ حَجْرِيْ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ سَلِيْ
نے عبداللہ سے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھو کیا صدقے کی
اَنْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ اِلٰى رَسُوْلِ
جگہ یہ کافی ہے کہ تم پر اور ان یتیموں پر جو میری پرورش میں ہیں خرچ کرتی ہوں۔ تو
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ
انھوں نے کہا تمھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھو۔ اب میں رسول اللہ

ص۲۱۶ اِحْدٰی کُنَّ تک[1] اس کے بعد ہے۔

پھر حضور واپس ہوئے جب اپنے دولت خانے تشریف لائے تو ابن مسعود کی بیوی زینب حاضر ہوئیں اور اجازت طلب کرنے لگیں۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! یہ زینب ہیں۔ تو فرمایا۔ زینبوں میں سے کون سی۔ عرض کیا گیا۔ ابن مسعود کی زوجہ۔ فرمایا۔ ہاں اسے اجازت ہے۔ تو اسے اجازت دی گئی۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! حضور نے صدقہ کا حکم دیا ہے، اور میرے پاس زیور ہے۔ میں نے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا۔ تو ابن مسعود نے گمان کیا کہ وہ اور اس کا بچہ سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابن مسعود نے سچ کہا۔ تیرا شوہر اور تیرا بچہ اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں اور یہی سند الحفاظ علامہ ابن حجر کی رائے ہے مگر اس پر یہ اشکال ہے کہ جب ایکبار دریافت کر لیا تھا تو دوبارہ پوچھنے کی حاجت کیا تھی۔ اصل میں روایت بالمعنی اور روایات میں اختصار کی وجہ سے دونوں دو واقعے معلوم ہوتے ہیں لیکن اس کا بھی امکان ہے کہ دونوں دو واقعے ہوں۔ پہلے صرف شوہر اور اپنے بچے پر خرچ کرتی تھیں تو اس کو دریافت کیا۔ پھر جب کچھ یتیموں کی پرورش کرنے لگیں تو شبہہ ہوا کہ شاید یہ کافی نہ ہو تو دریافت کیا۔

زینب امرأۃ عبداللہ ان کا نام رائطہ تھا۔ جیسا کہ امام طحاوی۔ کلاباذی اور ابن طاہر وغیرہ نے ذکر کیا ہے: توضیح میں ہے کہ اس کو اس سے ترجیح حاصل ہے کہ امام قاضی یوسف سے کتاب الزکوۃ میں خود ان کے بھائی عبداللہ بن عبداللہ ثقفی سے اور مسند امام احمد میں عبیداللہ بن عبداللہ عتبہ کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ یہ صناع تھیں چیزیں بنا کر بیچتیں اور گھر کا خرچ چلاتی تھیں۔[2] دوسری بیوی حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری کی زوجہ تھیں ان کا نام بھی زینب ہی تھا جیسا کہ نسائی اور مسند ابوداؤد طیالسی میں ہے۔ عمدۃ القاری میں مسند طیالسی کے حوالے سے ہے کہ یہ یتیم ان کے بھتیجے اور بھانجے

[1] یہ حدیث نزہۃ القاری جلد ثانی ص۲۳۳ پر مذکور ہے [2] اول الزکوۃ باب الصدقۃ علی الاقارب ص ۲۶۱

عَلَى الْبَابِ حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِيْ فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا سَلِ النَّبِيَّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب چلی تو دروازے پر ایک انصاری بیوی کو پایا وہ بھی یہی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَجْزِيْ عَنِّيْ اَنْ اَتَصَدَّقَ عَلٰى زَوْجِيْ وَ

دریافت کرنا چاہتی تھیں اتنے میں بلال ہمارے قریب سے گزرے تو ہم نے ان سے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

اَيْتَامٍ لِّيْ فِيْ حِجْرِيْ وَقُلْنَا لَا تُخْبِرْ بِنَا فَدَخَلَ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ مَنْ هُمَا

علیہ وسلم سے دریافت کرو کیا یہ کافی ہے کہ اپنے شوہر اور اپنی پرورش میں رہنے والے یتیموں پر صدقہ

قَالَ زَيْنَبُ فَقَالَ اَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ امْرَاَةُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ لَهَا

کرتی ہوں اور ہم نے یہ بھی کہا کہ ہمیں بتانا مت وہ اندر گئے اور حضور سے پوچھا۔ حضور نے دریافت

تھے۔ نسائی میں علقمہ کی روایت میں ہے کہ ان دونوں عورتوں میں سے ایک کے پاس فاضل مال تھا اور اسکی پرورش میں اس کے یتیم بھتیجے تھے۔ اور دوسری کے پاس بھی فاضل مال تھا اور شوہر خفیف الید یعنی تنگدست تھے۔ مگر نسائی کا جو نسخہ مجتبائی دہلی کا چھپا ہوا میرے پاس موجود ہے اس میں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود کی زوجہ کے بارے میں یہ ہے۔ اور عبداللہ خفیف ذات الید تھے۔ تو اس نے ان سے کہا اس کی گنجائش ہے کہ میں اپنا صدقہ تجھ پر اور اپنے یتیم بھتیجوں پر صرف کردوں۔ ہو سکتا ہے علامہ عینی کے پاس جو نسخہ ہو اس میں یہی عبارت ہو۔

تصدقن ولو من حليكن	صحیح اور راجح یہی ہے کہ یہ صدقہ نافلہ تھا۔ اس پر قرینہ حضرت

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔ کہ فرمایا۔ زوجك وولدك احق من تصدقت به عليهم۔ تیرا شوہر اور تیرا بچہ سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اس لئے کہ اس پر اجماع ہے کہ بچے کو زکوۃ دینا درست نہیں۔ اگرچہ اس استدلال میں کچھ کلام ہے اس لئے کہ بیٹے کا نفقہ ماں پر واجب نہیں مگر جبکہ باپ کمانے پر قادر نہ ہو۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمانے پر قادر تھے۔ یہ صدقہ تطوع تھا۔ اس پر قوی دلیل شرح معانی الآثار کی روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں۔ وَاللّٰهِ لَقَدْ شَغَلْتَنِيْ اَنْتَ وَوَلَدُكَ عَنِ الصَّدَقَةِ فَمَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَتَصَدَّقَ مَعَكُمْ بِشَيْءٍ۔ بخدا تم نے اور تمہارے بچے نے مجھے صدقہ سے روک رکھا ہے۔ تم لوگوں کے ہوتے ہوئے میں صدقہ کی استطاعت نہیں رکھتی۔ اخیر میں ہے کہ خدمت اقدس میں عرض کیا۔ انی امرأة ذات صنع ابيع منها وليس لولدی ولا لزوجی شیئ فشغلونی فلا اتصدق۔ میں ہنر مند عورت ہوں کچھ بنا کر بیچتی ہوں۔ اور میرے بچے اور میرے شوہر کے پاس کچھ نہیں۔ ان لوگوں نے صدقے سے مجھے روک رکھا ہے۔ جب ان کے پاس کچھ بچتا ہی نہ تھا تو اس پر

له اول الزكوة باب المرأة هل يجوز لها ان تعطى زوجها من زكوة مالها ام لا ص ٢٥٩

أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ عه

فرمایا وہ دونوں کون ہیں انھوں نے بتایا زینب فرمایا کون زینب؟ بلال نے بتایا کہ عبد اللہ کی زوجہ تو فرمایا اسکے لئے دو اجر ہیں صلہ رحمی کا اور صدقہ کا۔

حدیث ۸۶۳ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے

حولان حول کیسے ہوگا۔ اور زکوٰۃ کیسے واجب ہوگی۔ رہ گئی وہ حدیث جسمیں زیور کا ذکر ہے۔ اولاً یہ متفق علیہ نہیں۔ کہ زیور میں زکوٰۃ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں زیور میں زکوٰۃ نہیں۔ اور جو واجب مانتے ہیں وہ بھی صرف چالیسواں حصہ کل زیور زکوٰۃ میں نہیں دیا جاتا اور یہ تو کل صدقہ کرنے چلی تھیں جیسا کہ شرح معانی الآثار میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی زوجہ گھر آئیں اور اپنا زیور لیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے پوچھا۔ کہاں لے جا رہی ہو تو انھوں نے بتایا کہ اس کے ذریعہ اللہ اور اس کے رسول کا تقرب حاصل کروں گی اس امید پر کہ اللہ مجھے اہل نار میں سے نہ کرے۔ تو حضرت ابن مسعود نے کہا تیرے لئے خرابی ہو۔ اسے لا۔ اور مجھ پر اور میرے بچے پر صدقہ کر دے۔ بقیہ مضمون وہی ہے جو اس حدیث میں ہے۔

اور جب یہ صدقہ نافلہ تھا تو اس سے یہ استدلال ساقط ہوگیا کہ بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا کم از کم اس کا احتمال ضرور ہے کہ یہ صدقہ نافلہ ہو۔ اور جب احتمال نکل آئے تو استدلال تام نہ ہوا۔

لا تخبر بنا سوال یہ ہے کہ جب ان بیویوں نے منع کر دیا تھا کہ ہمارا نام نہ بتانا۔ تو حضرت بلال نے کیوں بتا دیا۔ وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ تو حضرت بلال پر واجب ہوگیا کہ بتا دیں۔ یہ اس کا وجوب ان کے منع کرنے سے زیادہ موکد ہے۔ اور جب ایک وقت دو فرض عائد ہوں تو جو اہم ہو اس کی ادائیگی مقدم ہے۔

امراۃ عبد اللہ سائلہ دو صاحبہ تھیں صرف ایک کی تعیین حضرت بلال نے کی۔ اسکا سبب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ان سے عمر میں فضل میں بڑھی ہوئی ہوں۔ یا یہ کہ حضرت بلال سے انھوں نے ہی کہا ہو ـــــ اس حدیث سے ظاہر ہوگیا کہ رشتہ داروں پر الاقرب فالاقرب کی ترتیب سے صدقہ کرنا دونے اجر کا موجب ہے۔ صدقہ کا بھی اور صلہ رحمی کا بھی۔

تشریح ۸۶۳ انما ھم بنی۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سابق شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ام المومنین حضرت ام سلمہ کے بطن سے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں

غہ الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الزوج والایتام فی الحجر ص ۱۹۸ مسلم الزکوٰۃ۔ ترمذی زکوٰۃ۔ نسائی زکوٰۃ۔ ابن ماجہ زکوٰۃ لہ اول الزکوٰۃ باب المرأۃ ھل یجوز لہا ان تعطی زوجہا من زکوٰۃ مالہا ام لا ص ۲۵۹

عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِيْ اَجْرٌ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰى بَنِيْ اَبِيْ سَلَمَةَ

عرض کیا یارسول اللہ کیا میرے لئے کچھ ثواب ہے۔ کہ میں ابوسلمہ کے بچوں پر خرچ کرتی

اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ اَنْفِقِيْ عَلَيْهِمْ فَلَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ

ہوں وہ میرے ہی بیٹے ہیں۔ فرمایا ان پر خرچ کر۔ ان پر جو بھی خرچ کرے گی اس کا ثواب تم کو لے گا۔

۲۴۷ وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُعْتِقُ مِنْ زَكٰوةِ مَالِهٖ وَيُعْطِيْ فِي الْحَجِّ

ت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول ذکر کیا جاتا ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ سے غلام آزاد کرے اور حج میں دے۔

نفیس۔ عمر۔ محمد۔ زینب۔ دُرّہ۔ انھیں کے بارے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا تھا۔

تشریحات ۲۴۷ اس اثر کو امام ابوبکر بن شیبہ نے امام مجاہد سے روایت کیا ہے۔ مصارف زکوٰۃ کی آیۂ کریمہ میں یہ بھی ہے۔

وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔ اور گردن چھڑانے اور جس پر تاوان ہو اور اللہ کے راستے میں اور مسافر کے لئے ہے۔

وفی الرقاب رقاب۔ رقبۃ کی جمع ہے جس کے لغوی معنی گردن کے ہیں۔ اور عرف میں اس کے معنی غلام کے ہیں۔ اس سے مراد مکاتب ہے۔ یعنی وہ غلام جس کے مالک نے مال کی ایک مقدار مقرر کر کے کہہ دیا ہو کہ اتنا مال ادا کر دے تو تو آزاد ہے۔ اور غلام نے اسے قبول بھی کر لیا ہو۔ امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں حضرت امام حسن بصری اور امام ابن شہاب زہری اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے روایت کیا کہ اس آیت میں رقاب سے مراد مکاتب ہیں رہ گئے وہ لونڈی اور غلام جو مکاتب نہیں ان کو زکوٰۃ کے پیسوں سے خرید کر آزاد کرنا۔ یا غلام کو دینا کہ مالک کو یہ روپے دیکر آزادی حاصل کرلے۔ جائز نہیں۔ اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ پہلی صورت میں جب اس نے خریدا ہے تو خریداری کے بعد اس کا مالک ہوگا اور اس کی قیمت زکوٰۃ سے ادا کی ہو۔ تو ایسا ہو گیا کہ زکوٰۃ کے پیسے سے اپنے لئے کوئی سامان خریدا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ زکوٰۃ مستحق زکوٰۃ کو دینا نہ ہوا بلکہ اپنی ذات پر صرف کرنا ہوا۔ دوسری صورت میں اس نے زکوٰۃ غلام کو دی تو غلام کے قبضہ کرتے ہی اس کے آقا کی ملک ہو گئی اس لئے کہ غلام کسی چیز کے مالک ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ اس کی تمام آمدنی اس کے آقا کی ملک ہے تو لازم آیا کہ زکوٰۃ غنی کو دی اور یہ جائز نہیں۔ اور حضرت ابن عباس کا جو فتوی امام بخاری نے نقل فرمایا وہ ضعیف ہے[۵]

عہ الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الزوج والایتام فی الحجر ص ۱۹۸ ثانی النفقات باب علی الوارث مثل ذلک ص ۱۰۹ مسلم زکوٰۃ۔ [۱] فتح القدیر ثانی ص ۲۰۴ [۲] عمدۃ القاری تاسع ص ۴۵۔
عمدہ باب قول اللہ تعالیٰ وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ ص ۱۹۸

۲۶۸ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنِ اشْتَرَى أَبَاهُ مِنَ الزَّكٰوةِ جَازَ وَيُعْطِي فِي الْمُجَاهِدِينَ وَالَّذِي لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ تَلَا إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ فِي أَيِّهَا أَعْطَيْتَ أَجْزَأَتْ عه

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا اگر اپنے باپ کو زکوٰۃ کے مال سے خریدے تو جائز ہے اور مجاہدین کو دے اور اسے جس نے حج نہیں کیا ہے پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی صدقات صرف فقراء و مساکین کے لئے ہے اور ان کے لئے ہے جو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مقرر ہیں اور جنکی تالیف قلب مقصود ہے اور گردن چھڑانے میں اور تاوان والے کیلئے ہے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کیلئے ہے یہ بجانب اللہ مقرر کردہ ہے۔ اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو دیدیا جائے کافی ہے۔

۲۶۹ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي لَاسٍ حَمَلَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى

ت اور حضرت ابو لاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں

فی الحج اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی حج کیلئے جانا چاہتا ہے۔ مگر اس کے پاس زاد راہ نہیں یا کچھ کمی ہے تو اسے بھی زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ یہ بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

تشریحات ۲۶۸ اس تعلیق کے صرف جزء اول کو امام ابو بکر بن شیبہ نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں حسن بصری سے سوال ہوا کہ کسی نے اپنے باپ کو زکوٰۃ کے مال سے خریدا اور اسے آزاد کر دیا تو فرمایا کہ اس نے بہترین رقاب خریدا۔ مگر احناف کا مذہب ہے کہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ دلیل گزر چکی۔ ہمارے اوپر تابعی کا قول حجت نہیں۔ امام اعظم نے فرمایا۔ یناز عوننا و ننازعھم۔ وہ ہم سے اختلاف کرتے ہیں اور ہم ان سے وجہ یہ ہے کہ حضرت امام بھی تابعی ہیں۔ حتی کہ باپ اگر مکاتب ہو تو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ باپ غلام ہے اور بیٹا ذی استطاعت ہے۔ تو اسے خود ہی باپ کو آزاد کرانا چاہئے۔

ان آٹھ مصارف زکوٰۃ میں سے۔ مؤلفہ قلوب۔ بالاجماع ساقط ہیں۔ کہ اب انھیں دینے کی حاجت نہ رہی اللہ عزوجل نے اسلام کو شوکت و قوت عطا کر دی۔

تشریحات ۲۶۹ اس تعلیق کو طبرانی امام احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ابو لاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خزاعی یا حارثی صحابی ہیں۔ ان سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں ان کے نام میں اختلاف ہے

عه الزکوٰۃ۔ باب قول اللہ عزوجل وفی الرقاب ص ۱۹۸

ابل الصدقۃ۔ ع

نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سواری کیلئے زکوۃ کے اونٹ دیئے۔

حدیث ۸۶۴ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَۃٍ فَقِیْلَ مَنَعَ اِبْنُ جَمِیْلٍ وَخَالِدُ
صدقہ کا حکم دیا تو عرض کیا گیا کہ ابن جمیل اور خالد بن ولید اور عباس بن عبد المطلب
بْنُ وَلِیْدٍ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
نے دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن جمیل کو یہی غرا

کسی نے زیادہ بتایا کسی نے عبد اللہ بن عتمہ کسی نے محمد بن اسود۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اونٹ انھیں حج کرنے کے لئے عطا فرمایا تھا۔ لہ

تشریحات ۸۶۴ امر رسول اللہ۔ مسند امام احمد، مسلم اور ابو داؤد میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ نسائی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ مگر محفوظ یہ ہے کہ یہ مسند ابو ہریرہ ہے۔ رُواۃ میں حضرت عمر نہیں۔

بصدقۃ جمہور محدثین نے فرمایا کہ یہ صدقہ واجبہ تھا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوۃ وصول کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تھا۔ اسی لئے ان تینوں کے نہ دینے کی شکایت عرض کی۔ ابن جمیل پر غضب فرمایا۔ اور حضرت خالد اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے معذرت بیان فرمائی۔ مگر بعض علما نے فرمایا۔ یہ صدقہ نافلہ تھا۔ جیسا کہ امام عبد الرزاق کی روایت میں ہے۔ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ندب الناس الی الصدقۃ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کرنے پر ابھارا تھا۔ ابن قصار نے کہا یہی زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام سے مستبعد ہے کہ زکوۃ دینے سے انکار کریں۔

اقول وباللہ التوفیق امام عبد الرزاق کی روایت بھی صدقہ نافلہ پر نص نہیں ہے۔ اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ زکوۃ دینے کی ترغیب فرمائی ہو علاوہ ازیں بخاری کی اس روایت کے بموجب یہ تصریح ہے امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ کا حکم دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم دینے کے بعد یہ صدقہ بھی واجب ہوگیا۔ نیز مسند امام احمد اور مسلم کی روایت سے کہ اس میں یہ ہے۔ بعث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الصدقۃ۔ صدقہ وصول کرنے کے لئے حضرت عمر کو بھیجا۔

لہ عمدۃ القاری تاسع ص ۴۶

عہ الزکوۃ باب قول اللہ عز وجل وفی الرقاب ص ۱۹۸

وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

لگر وہ محتاج تھا تو اللہ اور اس کے رسول نے اسے مالدار کر دیا۔ اور خالد پر تم لوگ ظلم کرتے ہو

وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ

اس نے اپنی زرہیں اور ہتھیار وغیرہ اللہ کے راستے میں روک رکھی ہیں اور عباس بن

فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

عبدالمطلب، تو یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ہیں یہ ان پر صدقہ ہے اور

اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا عہ

اس کے ساتھ اس کے برابر اور بھی۔

صدقہ واجبہ ہی متبادر ہے۔

فقیل منع ابن جمیل یہ عرض کرنے والے حضرت عمر فاروق ہی تھے۔ ابن جمیل بہت ہی مفلس قلاش تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے لئے فراخی رزق کی دعا کی۔ اس کی برکت سے دن بدن اس کے اموال میں برکت ہوتی گئی۔ جب تک اس کے مدینہ طیبہ والے گھر کے صحن میں اس کے جانور آجاتے مدینہ طیبہ رہا اور جماعت وجمعہ میں حاضر ہوتا رہا۔ جب اس کے صحن میں گنجائش نہ رہی تو دیہات میں رہنے لگا۔ جماعت میں حاضری چھوڑ دی، ابتداءً جمعہ میں حاضر ہوتا رہا پھر جمعہ کی بھی حاضری چھوڑ دی اور زکوٰۃ کے محصل کو جواب دیا کہ یہ جزیہ ہے میں نہیں دونگا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی تعرض نہ کیا اور یہی خلفائے راشدین کا بھی عمل رہا۔

اماخالد اَعْتُدُہٗ۔ یہ عَتَدٌ کی جمع ہے۔ اپنی ضروریات کے لئے انسان جو سامان جمع رکھے جیسے جانور، ہتھیار وغیرہ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی گھوڑے کے ہیں۔ اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ خالد کی زرہیں گھوڑے اونٹ ہتھیار جہاد کے لئے ہیں جو حوائج اصلیہ سے ہیں۔ اس لئے ان پر زکوٰۃ فرض نہیں زکوٰۃ اس مال پر فرض ہے جو حوائج اصلیہ سے فاضل ہو۔

اماعباس یہاں دو اشکال ہیں۔ بنی ہاشم کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔ نیز اپنی زکوٰۃ خود اپنے لینے سے ادا ہوگی محدثین نے فھی علیہ صدقۃ ومثلھا معھا کی مختلف تاویلیں کی ہیں۔ اس خادم کے نزدیک صحیح تاویل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے مستثنیٰ کردیں اور جو چاہیں واجب فرما دیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اختیار کے بموجب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس صدقے سے مستثنیٰ فرما دیا۔ یہی نہیں بلکہ انھیں عطا فرما دیا بلکہ اس کے برابر اور بھی۔

عہ الزکوٰۃ باب قول اللہ عزوجل وفی الرقاب ص ۱۹۸ مسلم زکوٰۃ، ابو داؤد زکوٰۃ، نسائی زکوٰۃ: مسند امام احمد جلد ثانی ص ۳۲۲

٢٧٠ قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ هِیَ عَلَیْهِ وَمِثْلُهَا مَعَهَا ؏ ٥

ت اور امام مغازی محمد بن اسحٰق نے ابو الزناد سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ یہ ان پر ہے اور اس کے ساتھ اس کے برابر بھی

اس کی نظیر وہ واقعہ ہے۔ کہ ایک صاحب[1] پر روزے کا کفارہ واجب ہو گیا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور معذرت پیش کی کہ میں نہ غلام آزاد کر سکتا ہوں۔ مسلسل ساٹھ روزے بھی نہیں رکھ سکتا اور نہ ساٹھ مسکین کو کھانا کھلا سکتا ہوں۔ اسی اثنار میں ایک زنبیل آئی۔ وہ انھیں عطا فرما دی اور حکم دیا اسے صدقہ کر دو، تو انھوں نے عرض کیا۔ کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر۔ فرمایا۔ ہاں، عرض کیا۔ مدینے کے دونوں سنگستانوں کے درمیان کوئی گھر میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج نہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب ہنسے اور فرمایا اپنے اہل کو کھلا دے۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حوائج ضروریہ پر زکوٰۃ نہیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ مجاہد کیلئے جہاد کے اسلحے سواری وغیرہ حوائج ضروری میں سے ہیں۔ حدیث کے اس حصے سے کہ فرمایا فاغناہ اللہ ورسولہ۔ ابن جمیل کو اللہ اور رسول نے غنی کر دیا۔ ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کی عطا دین سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی جسے چاہیں غنی بنا دیں۔ فصدقتہ علیہ۔ سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جسے چاہیں جس فرض سے چاہیں سبکدوش فرما دیں۔

تشریحات ٢٧٠ یہاں روایتیں مختلف ہیں۔ ایک بطریق شعیب وعبد الرحمٰن بن ابی الزناد اس کے الفاظ وہی ہیں جو مذکور ہوئے۔ یعنی فھی علیہ صدقۃ ومثلھا معھا۔ دوسری امام المغازی محمد بن اسحاق کی وہ یہ ہے فھی علیہ ومثلھا معھا۔ وہ تو ان پر واجب ہے اور اس کے ساتھ اس کے مثل۔ اس کے ہم معنی بطریق ابن جریج بھی مروی ہے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے فھی علی ومثلھا معھا۔ عباس پر جو صدقہ واجب ہے وہ میرے ذمے ہے اور اس کے ساتھ اس کے مثل بھی۔

پہلی روایت یعنی فھی علیہ صدقۃ۔ کا ظاہر مطلب وہی ہے جو ہم نے بیان کیا شارحین نے دوسری تاویل یہ کی ہے کہ جو صدقہ ان پر واجب ہے وہ تو ان کے ذمے ہے ہی اس کے ساتھ اس کے مثل اور بھی ہے یعنی وہ یہ صدقہ تو دیں گے ہی اس کے برابر اور بھی دیں گے اس لئے کہ وہ بخیل نہیں۔

دوسری روایت یعنی ھی علیہ میں بھی دونوں احتمال جاری ہو سکتے ہیں۔ تیسری روایت یعنی فھی علی اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے از راہ کرم اپنے چچا کے ذمے جو زکوٰۃ واجب تھی اپنے ذمے لے لی۔ وہ بھی ان کی تساہلی کی مکافات میں دو نی۔

امام محمد بن اسحٰق امام بخاری نے امام المغازی محمد بن اسحٰق کا قول صیغہ تحقیق قال کے ساتھ ذکر کر کے اسے اپنی

---

٥ الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ فی الرقاب ص ١٩٨ ۔ [1] بخاری اول الصوم باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن لہ شیئ ص ٦ - ٢٩٥

۸۶۵ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ اُنَاسًا

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں

مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَ

نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا تو انھیں عطا فرمایا پھر سوال کیا تو

اَعْطَاھُمْ ثُمَّ سَاَلُوْہُ فَاَعْطَاھُمْ حَتّٰی نَفِدَ مَا عِنْدَہٗ فَقَالَ مَا یَکُوْنُ

پھر عطا فرمایا یہاں تک کہ حضور کے پاس جو کچھ تھا سب ختم ہو گیا تو فرمایا میرے

عِنْدِیْ مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَہٗ عَنْکُمْ وَمَنْ یَّسْتَعْفِفْ یُعِفَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ

پاس کچھ بھی مال ہوگا تو تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا اور جو مانگنے سے بچے گا اسے اللہ بچائے گا

یَّسْتَغْنِ یُغْنِہِ اللّٰہُ وَمَنْ یَّتَصَبَّرْ یُصَبِّرْہُ اللّٰہُ وَمَا اُعْطِیَ اَحَدٌ

اور جو مستغنی رہے گا اللہ اسے غنی کر دیگا اور جو صبر اختیار کرے گا اللہ اسے صبر دیگا اور کسی کو

عَطَاءً خَیْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ۔ عہ

کوئی بخشش صبر سے بہتر اور وسیع تر نہیں ملی۔

۸۶۶ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

اس صحیح میں لیا یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔ اس سے دیوبندیوں اور ان لوگوں کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے جو مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی عداوت میں انھیں ضعیف کہتے ہیں۔ جلد ثالث باب الاذان میں یہ بحث مفصل گزر چکی ہے۔

تشریحات ۸۶۵ کتاب الرقاق میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ یوں ہے۔ ان میں سے جس کسی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ مانگا تو اسے عطا فرمایا۔ یہاں کی بھی روایت کے یہی معنی ہیں البتہ یہ مزید ہے کہ ان انصار کرام نے ایک بار سوال کیا اور انھیں دیا۔ پھر دوبارہ سوال کیا تو بھی عطا فرمایا۔ اخیر کے الفاظ یہ ہیں۔ صبر سے بہتر اور وسیع تر بہتری کسی کو کبھی نہیں دی گئی۔

عہ الزکوٰۃ۔ باب الاستعفاف عن المسئلۃ ص ۱۹۸ ثانی الرقاق باب الصبر عن محارم اللہ ص ۹۵۸
مسلم الزکوٰۃ ابو داؤد الزکوٰۃ نسائی الزکوٰۃ الرقاق۔

تعالٰی علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ لأن یاخذ احدکم
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ
حبلہ فیحتطب علی ظہرہ خیر لہ من ان یاتی رجلا فیسالہ
تمھارا اپنی رسی لے کر اپنی پیٹھ پر لکڑیاں ڈھو کر لانا اس سے بہتر ہے کہ کسی کے پاس
اعطاہ او منعہ عہ
جائے اور اس سے سوال کرے وہ دے یا منع کر دے۔

حدیث ۸۶۷ عن الزبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی
حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لأن یاخذ احدکم حبلہ فیاتی
سے روایت کیا کہ فرمایا کہ تم اپنی رسی لو اور اپنی پیٹھ پر لکڑی کا گٹھر لاد کر لاؤ اور
بحزمۃ حطب علی ظہرہ فیبیعہا فیکف اللہ بہا وجہہ خیر لہ
اسے بیچو جس کی بدولت اللہ اس کی آبرو بچالے بہتر ہے اس سے کہ
من ان یسأل الناس اعطوہ او منعوہ عسو
لوگوں سے مانگے اسے دیں یا نہ دیں

حدیث ۸۶۸ عن عروۃ بن الزبیر و سعید بن المسیب ان حکیم بن
حضرت عروہ اور حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت

تشریح ۸۶۷ خودداری اعزاز نفس انسان کا بہت بڑا کمال ہے۔ ان دونوں احادیث میں اس کی بلیغ ترین طریقے سے تعلیم دی گئی ہے۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر چن کر لانا پیٹھ یا سر پر لاد کر بیچنا بظاہر ذلت کا کام ہے مگر سوال اس سے زیادہ ذلیل کام ہے۔ یہی صورت میں کوئی یہ طعن نہیں دے سکتا کہ تم بھیک منگے تھے کہ میں یا میرے باپ نے تمھیں یہ دیا یہ دیا۔

تشریحات ۸۶۸ رزأ کے معنی حاصل کرنا۔ کم کرنا ہے۔ لا ارزا کا معنی یہ ہے۔ میں کسی کا مال لے کر اس کے مال کو کم نہیں کروں گا یعنی قبول نہ کروں گا۔

عہ الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسئلۃ ص ۱۹۹ البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ ص ۲۷۸
المساقاۃ باب بیع الحطب والکلاء ص ۳۱۹ نسائی زکوٰۃ۔
عسو الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسئلۃ ص ۱۹۹، البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ ص ۲۷۸۔ المساقات باب بیع الحطب

حِزَامٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِي

حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَاَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَاَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ يَا حَكِيمُ اِنَّ هٰذَا

سے مانگا تو مجھے عطا فرمایا پھر مانگا تو پھر دیا اس کے بعد پھر مانگا تو دیا اسکے بعد فرمایا

الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَمَنْ

اے حکیم بیشک یہ مال سر سبز اور میٹھا ہے جو اسے سیر چشمی کے ساتھ لے تو مبارک ہے اور جو

اَخَذَهُ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا

لالچ کے ساتھ لے اسے مبارک نہیں یہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں

يَشْبَعُ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى قَالَ حَكِيمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ

ہوتا۔ اوپر کا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے۔ حکیم نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

اللّٰهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَأُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ

قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ جبتک جیتا رہونگا کسی کا دیا

الدُّنْيَا فَكَانَ اَبُو بَكْرٍ يَدْعُو حَكِيمًا اِلَى الْعَطَاءِ فَيَاْبٰى اَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُ

قبول نہ کرونگا۔ ابو بکر حکیم کو دینے کے لئے بلاتے وہ اسے قبول کرنے سے انکار کردیتے

ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَاَبٰى اَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالَ عُمَرُ

پھر عمر نے بلایا کہ انہیں کچھ دیں تو انکار کر دیا اس پر عمر نے کہا

اِنِّي اُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى حَكِيمٍ اَنِّي اَعْرِضُ عَلَيْهِ

اے مسلمانوں کی جماعت میں حکیم پر تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ مال غنیمت سے انکا جو حق

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان سے سوال عار نہیں۔ سائل جب مانگنے میں غلو کرے تو اسے منع کر دینا چاہئے۔ کسی نے ضرورت کے وقت سوال کیا تو اس کی ضرورت پوری کرنے کے بعد ایسے نصیحت نہ کرے ورنہ وہ نصیحت کو اس پر محمول کریگا کہ یہ دینا نہیں چاہتا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی تھی کہ بغیر لالچ کے جو مال ملے وہ لے لیا جائے۔ مگر حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عطا قبول نہ کی۔ یہ انکی اعلیٰ کمال درجے کی بے نیازی

حَقَّهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْئِ فَيَابٰى اَنْ يَّاْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيْمٌ اَحَدًا

ہے میں ان پر پیش کرتا ہوں وہ لینے سے انکار کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ

کے بعد حکیم نے کسی کا کچھ دیا نہیں لیا یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے۔

۸۶۹ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ

عُمَرَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ

تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے کچھ دیتے تو میں عرض کرتا

فَاَقُوْلُ اَعْطِهِ مَنْ هُوَ اَفْقَرُ اِلَيْهِ مِنِّيْ فَقَالَ خُذْهُ اِذَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا

اسے عطا فرمائیں جو مجھ سے بھی زیادہ ضرورتمند ہے تو فرمایا۔ لے لو۔ اس مال میں سے اگر

الْمَالِ شَيْئٌ وَّاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ

کچھ تمہارے پاس اس طرح آئے کہ تم اس کا لالچ نہ رکھو اور نہ مانگو تو لے لو۔ اور جو اس طرح نہ آئے تو اس کے پیچھے نہ پڑو۔

تھی۔ اس کی برکت یہ ہوئی کہ جب ان کا وصال ہوا تو سب سے زیادہ مالدار تھے۔

تشریح ۸۶۹ کتاب الاحکام میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں یوں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے کچھ دیا کرتے تھے تو میں عرض کرتا تھا کہ جو اس کا مجھ سے زیادہ حاجتمند ہو اسے عطا فرمائیں یہاں تک کہ ایک بار مجھے کچھ مال عطا فرمایا۔ تو بعد میں میں نے وہی عرض کیا تو فرمایا۔ لے لو اپنے پاس رکھو اور صدقہ کرو۔ جب یہ مال تیرے پاس آئے۔ الخ

مشائخ عظام کا ارشاد ہے۔ طمع مت کر۔ منع مت کر۔ جمع مت کر۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر لالچ اور سوال کے اگر کوئی کچھ دے تو یہ زہد کے منافی نہیں۔ مشائخ عظام کا دونوں طریقوں پر عمل رہا۔ بعض نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقے کو اپنایا اور بعض نے اس حدیث پر عمل فرمایا۔ بعض نے دونوں طریقوں پر اس طرح کہ سلاطین حکام کی نذر رد کردی اور مخلصین فقراء کی قبول کی۔ میں نے سیدی سندی حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ کبھی کبھی رؤساء کی نذریں

عہ الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسئلۃ ص ۱۹۹ الوصایا باب تاویل قولہ من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین ص ۳۸۴ الجہاد باب ماکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعطی المؤلفۃ قلوبھم ص ۴۴۴ ثانی الرقاق باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھذا المال حلوۃ خضرۃ ص ۹۵۳ مسلم زکوٰۃ، ترمذی زھد نسائی زکوٰۃ۔ رقاق۔ عہ الزکوٰۃ باب من اعطاہ اللہ شیئا من غیر مسئلۃ ص ۱۹۹ ثانی الاحکام باب رزق الحاکم والعاملین علیھا ص ۱۰۶۱ مسلم نسائی زکوٰۃ۔

٨٧٠ **حدیث** سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَيْسَ فِي وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ وَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُوْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْاُذُنِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اسْتَغَاثُوْا

حمزہ بن عبداللہ بن عمر نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انسان لوگوں سے بھیک مانگتا رہیگا یہاں تک کہ قیامت کے دن آئے گا اور اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہیں رہے گا اور کہا قیامت کے دن سورج نزدیک ہوگا یہاں تک کہ پسینہ آدھے کان تک پہنچ جائیگا لوگ اسی حالت میں ہونگے

باوجود اصرار کے رد کردیں اور فقراء کی قلیل نذر حتی کہ چار آنے تک قبول فرمائی۔

تشریحات ٨٧٠ مُزْعَةُ لَحْمٍ۔ اس کے معنی ٹکڑے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مزعت اللحم قطعۃ قطعۃ قطعۃ۔ میں نے گوشت کو بوٹی بوٹی کردیا۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اس کے چہرے پر بالکل گوشت نہ ہوگا صرف ہڈی ہوگی سورج کے قریب ہونے کی وجہ سے سخت اذیت ہوگی اور یہ بلاضرورت سوال کرنے کی

حتی یبلغ العرق الخ مسلم میں اس کی تفصیل یہ ہے۔ سورج قریب کیا جائے گا یہاں تک کہ ایک میل کے فاصلے پر ہوگا۔ اس حدیث کے راوی سلیم بن عامر تابعی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اس میل سے میل مسافت مراد ہے یا سرمے کی سلائی۔ اپنے اعمال کے مطابق لوگ پسینے میں ہوں گے۔ پسینہ کسی کے ٹخنوں تک ہوگا کسی کے گھٹنوں تک کسی کے کمر تک کسی کے سینے تک کسی کے گلے تک اور کافر کے تو منہ تک چڑھ کر مثل لگام ہو جائے گا۔ جس میں وہ ڈبکیاں کھائے گا۔

استغاثوا بآدم یہاں اختصار ہے، کتاب الرقاق میں یہ تفصیل ہے کہ حضرت آدم پھر حضرت نوح پھر حضرت ابراہیم پھر حضرت موسیٰ پھر حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس آئیں گے پھر اگلی رہنمائی پر شفیع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وغیر ذلک من التفاصیل۔

وزاد عبد اللہ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ حصہ تعلیق ہو کیونکہ امام بخاری نے صرف زاد عبد اللہ کہا ہے زادنی نہیں کہا۔ یہ عبد اللہ بن صالح امام لیث بن سعد کے کاتب ہیں۔ امام ابو عبد اللہ حاکم نے کہا کہ امام

لہ ثانی باب فی یوم القیمۃ ص ٤٨٤

لہ ثانی باب صفۃ الجنۃ والنار ص ٩٧١

بِآدَمَ ثُمَّ بِمُوسَىٰ ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور حضرت آدم پھر حضرت موسیٰ پھر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد چاہیں گے۔ تو

وَزَادَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ کہ مخلوق کا فیصلہ کیا جائے یہاں تک کہ جنت

فَيَشْفَعُ لِيُقْضَىٰ بَيْنَ الْخَلْقِ فَيَمْشِي حَتَّىٰ يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْبَابِ فَيَوْمَئِذٍ

کے دروازے کی زنجیر پکڑلیں گے اس دن اللہ انہیں مقام محمود پر فائز فرمائے گا

يَبْعَثُهُ اللّٰهُ تَعَالَىٰ مَقَامًا مَحْمُودًا يَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ ؏

کہ اس مجمع کے تمام لوگ ان کی حمد کریں گے۔

حدیث ۸۷۱ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

بخاری نے عبداللہ بن صالح کاتب لیث کی کوئی حدیث صحیح تام مستقل اپنی صحیح میں نہیں درج کی ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ایسا نہیں ان کی تمام مستقل حدیث لی ہے۔ مگر بوجہ تدلیس۔ نسبت چھوڑ کر صرف عبداللہ کہکر۔ انکے بارے میں کلام ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ یہ مستقیم الحدیث ہے

فیشفع لیقضی | قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ قیامت کا ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہوگا آدھے دن تک لوگ حیران و پریشان رہیں گے۔ پھر باہمی مشورے سے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہونگے۔ اور بالآخر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونگے۔ اور حضور بارگاہ اقدس میں عرض معروض کرکے حساب شروع کرائیں گے۔ یہ شفاعت عظمیٰ ہے، جو تمام اہل محشر کیلئے ہوگی حتی کہ کافر کے لئے بھی۔ جس سے متاثر ہوکر تمام اہل محشر آپ کی مدح وثنا کریں گے یہی مقام محمود ہے۔

مطابقت باب | یہاں باب کا عنوان ہے۔ جو لوگوں سے مال زیادہ حاصل کرنے کیلئے سوال کرے۔ ظاہر ہے کہ عندالضرورۃ سوال کرنا جائز اور مباح ہے اس پر سزا کا کوئی سوال ہی نہیں۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ وعید ان لوگوں کیلئے ہے جو بلا ضرورت سوال کرتے ہیں۔ یعنی انکے پاس بقدر ضرورت مال ہے پھر بھی مانگتے ہیں تو یہ مانگنا مال زیادہ کرنے کے لئے ہے۔

تشریحات ۸۷۱ لیس المسکین۔ اس سے مراد پیشہ ور بھک منگے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقی مسکین بھک منگا بھکاری نہیں۔ اسلئے کہ وہ مانگ مانگ کر مال جمع کرتا ہے۔ حقیقی مسکین وہ ہے جس کے پاس

؏ الزکوٰۃ باب من سأل الناس تکثرا ص ۱۹۹ مسلم زکوٰۃ، نسائی زکوٰۃ

تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ
روایت کرتے ہیں کہ فرمایا مسکین وہ نہیں جسے لقمے دو لقمے در بدر پھرائیں۔ ہاں
الَّذِیْ تَرُدُّهُ الْاُکْلَةُ وَالْاُکْلَتَانِ وَلٰکِنِ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ لَیْسَ لَهٗ غِنًی وَ
مسکین وہ ہے جسے احتیاج ہو اور شرم کرے
یَسْتَحْیِیْ اَوْلَا یَسْاَلُ النَّاسَ اِلْحَافًا ٥
اور لوگوں سے لپٹ کر مانگے نہیں

۸۷۲ حَدَّثَنِیْ کَاتِبُ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ کَتَبَ مُعَاوِیَةُ اِلَی الْمُغِیْرَةِ بْنِ
حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاتب نے کہا کہ معاویہ نے مغیرہ بن
شُعْبَةَ اَنِ اکْتُبْ اِلَیَّ بِشَیْءٍ سَمِعْتَهٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
شعبہ کو لکھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو سنا ہے کچھ میرے پاس لکھو

کچھ بھی نہیں پھر بھی کسی سے سوال نہیں کرتا، یا بقدر ضرورت سوال کرتا بھی ہے تو ان بھکاریوں کی طرح ضد اور اصرار کے ساتھ نہیں کہ جب تک کچھ نہ ملے پیچھا نہ چھوڑیں۔

۸۷۲ **تشریحات** قیل وقال۔ بظاہر یہ دونوں فعل ماضی ہیں اول مجہول ثانی معروف۔ مصدر بھی ہو سکتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ قال قولا و قیلا و قالا۔ اور اسم بھی ہو سکتا ہے۔ ابن السکیت نے اسی کو ترجیح دی۔ اس سے مراد لایعنی غیر مفید باتیں کرنا ہے یا جن باتوں کا صحیح ہونا متیقن نہ ہو انہیں پھیلانا مراد ہے۔

واضاعة المال مال کے ضائع کرنے کی بے شمار صورتیں ہیں۔ اس کی حفاظت نہ کرنا۔ مال بڑھانے کی کوشش نہ کرنا، جو موجود ہے اسی کو بیٹھے بیٹھے کھانا۔ فضول خرچی کرنا۔ معاصی میں صرف کرنا۔ حیثیت سے زیادہ داد و دہش پیش کرنا۔ قابل انتفاع چیزوں کو پھینک دینا۔ وغیرہ وغیرہ۔

وکثرة السؤال یہ عام ہے ہر قسم کے سوال کو مال کا سوال کرنا ہو یا علمی۔ علمی سوال کی دو صورتیں ہیں اول وہ باتیں جن پر اعتقاد رکھنا یا عمل کرنا فرض یا واجب یا سنت یا مستحب ہے یا ممنوع ہے۔ ان کے بارے میں سوال بھی فرض یا واجب یا سنت یا مستحب ہوگا۔ دوسرے وہ باتیں جن کے جاننے کے ہم مکلف نہیں جیسے حضرت آدم نے جنت میں سب سے پہلے کیا کھایا تھا۔ دنیا میں آکر سب سے پہلے کیا کھایا۔ حضرت حوا سے ملاقات ہوئی تو پہلی گفتگو کیا ہوئی۔ حضرت اسماعیل کے فدیے کا گوشت کیا ہوا۔ ذوالقرنین نبی

ع۸ الزکوٰۃ باب قول اللہ لایسئلون الناس الحافا ص ۱۹۹ ابوداؤد۔ زکوٰۃ نسائی زکوٰۃ۔ مسند امام احمد ج ۴ ص ۲۵۷

فَكَتَبَ إِلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

تو انھوں نے لکھا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا کر فرماتے تھے

إِنَّ اللهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ ؏

اللہ عز و جل کو تین باتیں ناپسند ہیں۔ قیل وقال اور مال کا ضائع کرنا اور بکثرت سوال کرنا۔

حدیث ۸۷۳ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ

یعقوب بن ابراہیم اپنے باپ ابراہیم سے وہ صالح سے وہ اسماعیل بن محمد بن

أَبِي يُحَدِّثُ هٰذَا فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

سعد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں (اسماعیل بن محمد) نے کہا میں نے اپنے باپ (محمد) سے سنا

تھے یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ ممنوع ہیں۔ اور اسی کثرت سوال میں داخل ہیں۔

اسی طرح انسان کے نجی وکاروباری تفاصیل کے غیر ضروری سوالات بھی اسی قبیل سے ہیں۔ واضح ہو کہ کبھی کبھی سوال واجب ہوتا ہے مثلاً کھانے کو کچھ نہیں اور جان جانے کا اندیشہ ہے تو جان بچانے کے لئے سوال واجب ہے، کیونکہ جان بچانی فرض ہے۔

تشریحات ۸۷۳ یہ جلد اول ص ۲۸۲ پر گزری ہوئی حدیث نمبر ۲۶ کا درمیانی جز ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک گروہ کو دیا اور ایک ایسے شخص کو کچھ نہیں دیا جو میرے نزدیک سب سے اچھا تھا۔ میں نے تین بار خدمت میں عرض کیا تو فرمایا۔ ایک کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرا مجھے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ اس اندیشے کی وجہ سے کہ کہیں اللہ اسے منہ کے بل جہنم میں نہ ڈالدے۔ یعنی کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ابھی ایمان انکے دلوں میں راسخ نہیں ہوتا تو انھیں تالیف قلب کے لئے دیتا ہوں۔ تاکہ وہ سچے مومن ہوجائیں۔ اور جسے نہیں دیتا وہ راسخ الایمان ہوتا ہے۔ اسے کچھ دیا جائے یا کچھ نہ دیا جائے وہ بہر حال ثابت قدم رہے گا۔

شبہہ وجواب محمد بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں حالانکہ محمد بن سعد نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں ہے۔ اس بنا پر یہ روایت مرسل ہوئی علامہ عینی نے یہ جواب دیا کہ اس روایت میں ھٰذا کا اشارہ اس کے پہلے مذکور حدیث سعد کی طرف ہے جمیں تصریح ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک گروہ کو دیا۔ اب یہ مرسل نہ رہی متصل ہوگئی۔

ع۵ الزکوٰۃ باب قول اللہ لا یسئلون الناس الحافا ص ۱۹۹

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ فَجَمَعَ بَيْنَ عُنُقِيْ وَكَتِفِيْ ثُمَّ قَالَ اَقْبِلْ

وہ یہ حدیث بیان کرتے تھے اپنی اس حدیث میں یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَيْ سَعْدُ اِنِّيْ لَاُعْطِي الرَّجُلَ عہ

نے اپنے دست مبارک سے میری گردن اور شانے کے درمیان مارا پھر فرمایا اے سعد توجہ دے میں ایک شخص کو دیتا ہوں۔

قال ابوعبد اللہ فکُبْکِبوا قُلبوا — مکبّا اکبّ الرجل اذا کان فعلہ غیر واقع علی احد فاذا وقع الفعل قلت کبّہ اللہ لوجھہ وکببتہٗ انا عے

ابوعبد اللہ نے کہا۔ فکبکبوا کے معنی قلبوا کے ہیں۔ مکبّا (اکبّ) سے ہے۔ اکبّ الرجل اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ اسکا فعل کسی پر واقع نہ ہو جب واقع ہو تو تم یہ کہو گے کبّہ اللہ لوجھہ وکببتہ انا۔

تشریحات حدیث میں آیا تھا۔ ان یکبّہ اللہ فی النار علی وجھہ۔ کہیں اللہ اسے اوندھے منہ جہنم میں نہ ڈال دے۔ حسب عادت امام بخاری قدس سرہ اس کے مناسب قرآن مجید میں وارد شدہ الفاظ کی تفسیر کی ہے ایک کبکبوا ہے سورہ شعراء آیت ۹۴ میں فرمایا۔ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ۔ تو جہنم میں وہ اور تمام گمراہ اوندھے منہ ڈال دیئے گئے۔ دوسرے مکبّا ہے۔ سورہ ملک آیت ۲۲ میں فرمایا۔ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ کیا جو اوندھا منہ کے بل چلے زیادہ راہ پر ہے یا جو سیدھا راہ راست پر چلے۔ کَبَّ۔ ان چند افعال میں سے ہے جو مجرد میں متعدی ہیں اور باب افعال میں لازم۔ کبکبوا۔ مجرد ہے، اس کے معنی ہیں۔ منہ کے بل جہنم میں ڈالے گئے۔ مکبّا۔ باب افعال کا اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں اوندھے ہوکر۔

امام بخاری نے جب اس کا فعل کسی پر واقع نہ ہو۔ سے۔ لازم کی تعبیر کی ہے۔ اور جب کسی پر واقع ہو۔ سے متعدی کی۔

کَبَّ اَكَبَّ کے مثل چند یہ افعال بھی ہیں۔ حَجَمَ۔ اَحْجَمَ۔ نَسَلَ۔ اَنْسَلَ۔ مَرٰی۔ اَمْرٰی نَزَفَ۔ اَنْزَفَ۔ نَشَقَ۔ اَنْشَقَ۔ قَشَعَ۔ اَقْشَعَ۔

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ هُوَ اَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ قَدْ اَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ سے

ابوعبد اللہ امام بخاری نے کہا۔ صالح بن کیسان زہری سے عمر میں بڑے ہیں۔ انھوں نے ابن عمر کو پایا یعنی سماع حدیث کی۔

تشریح :- امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صالح بن کیسان امام زہری سے عمر میں بڑے ہیں۔ صالح بن کیسان نے حضرت ابن عمر سے حدیث سنی ہے بخلاف امام زہری کے کہ انکے بارے میں جمہور کا قول یہ ہے کہ

عہ الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ لا یسئلون الناس الحافا ص ۲۰۰ عے الزکوٰۃ باب لا یسئلون الناس الحافا ص ۲۰۰

سے باب الزکوٰۃ لا یسئلون الناس الحافا ص ۲۰۰۔

حدیث ٨٧٤ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ

علیہ وسلم نے فرمایا وہ مسکین نہیں جو لوگوں پر گھومتا رہتا ہے لقمہ دو لقمہ ایک دو

تَرُدُّہُ اللُّقْمَۃُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَۃُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰکِنِ الْمِسْکِیْنُ

کھجوریں اسے دروازے دروازے پھراتی ہیں ہاں مسکین وہ ہے

الَّذِیْ لَایَجِدُ غِنًی یُّغْنِیْہِ وَلَا یُفْطَنُ بِہٖ فَیُتَصَدَّقَ عَلَیْہِ وَلَا

جو اپنی حاجت بھر نہیں پاتا اور اسے جانا بھی نہیں جاتا

یَقُوْمُ فَیَسْأَلَ النَّاسَ ؎٥

کہ اسے کچھ دیا جائے اور لوگوں سے مانگتا بھی نہیں

حدیث ٨٧٥ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

انھوں نے حضرت ابن عمر سے حدیث نہیں سُنی۔ امام احمد امام ابن مدینی امام ابن معین کا بھی یہی قول ہے امام زہری سے دو حدیثیں براہ راست حضرت ابن عمر سے مروی ہیں۔ مگر دو میں دوں کی روایت میں درمیان میں سالم ہیں۔ امام زہری کی پیدائش ۵۰ھ یا اس کے بعد کی ہے۔ اور سن ایکسو تیس یا چوبیس میں ان کا وصال ہوا ہے۔ اور صالح بن کیسان کا وصال سن ایکسو چالیس یا اس سے کچھ پہلے ہوا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وصال ٧٣ھ میں ہوا ہے۔

تشریحات ٨٧٦ اس حدیث کا یہ جز فلما اشرف علی المدینۃ فقال ھذہ طابۃ سے آخر تک کو مغازی میں اور طابۃ تک فضائل مدینہ میں۔ اور۔ خیر دور الانصار۔ سے فی کل دور الانصار خیر تک مناقب میں ذکر فرمایا ہے۔

تبوک مدینہ طیبہ سے شمال کی جانب چودہ منزل پر ایک جگہ کا نام ہے۔ یہاں سے دمشق گیارہ منزل کے فاصلے پر ہے۔ یہ غیر منصرف ہے۔ ابن قتیبہ کا گمان ہے کہ یہ تفعل کے وزن پر بوک سے فعل مضارع ہے۔ اس کے معنی۔ زمین کے دراڑ میں تیر وغیرہ ڈال کر پانی نکالنا ہے۔ یہاں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہنچے

؎٥ ایضا۔ ثانی تفسیر سورہ بقرہ۔ باب قول اللہ لایسألون الناس الحافا ص ٦٥١۔ ابوداود زکوۃ نسائی زکوۃ دارمی زکوۃ موطا امام مالک صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مسند امام احمد ج ٢ ص ٢٦١۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ ثُمَّ يَغْدُوْ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کوئی صبح کو رسی لے کر پہاڑ پر جائے اور

اِلَى الْجَبَلِ فَيَحْتَطِبَ فَيَبِيْعَ وَيَاْكُلَ وَيَتَصَدَّقَ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ

لکڑی جمع کرے پھر اسے بیچے اور کھائے صدقہ کرے

يَّسْاَلَ النَّاسَ عه

یہ اس کے لئے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے۔

حدیث ۸۷۶ عَنْ اَبِیْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نبی صلے اللہ

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ فَلَمَّا جَاءَ

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کے لئے نکلے۔ جب حضور وادی القریٰ پہنچے تو

وَادِيَ الْقُرٰى اِذَا امْرَاَةٌ فِيْ حَدِيْقَةٍ لَّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

ایک عورت ملی جو اپنے باغ میں تھی نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تو دیکھا کہ لوگ ایک دراڑ میں سے پیالے سے پانی نکال رہے ہیں۔ تو فرمایا۔ ایسے ہی کرتے رہو گے۔ اس وجہ سے اس کا نام غزوہ تبوک پڑا۔ یہ رجب سنہ ۹ھ میں ہوا تھا۔ بیس دن وہاں قیام رہا۔ رمضان یا شوال کے آخر میں واپسی ہوئی۔ وادی القریٰ۔ حجاز کے قدیمی شہروں میں سے ہے۔

اخرصوا:۔ خرص۔ اندازے سے کسی چیز کی مقدار بتانا۔ سلاطین وملوک کی عادت تھی کہ جب کھجور انگور وغیرہ کے پھل ظاہر ہو جاتے تو کسی ماہر کو بھیجتے جو یہ اندازہ لگاتا کہ تیار ہونے پر یہ پھل کتنے ہوں گے۔ پھر پھل اترنے کے بعد اسی کے مطابق اس سے عشر وصول کرتے اس میں یہ فائدہ تھا کہ خرص کے بعد مالک کو اس میں پھل کھانا بیچنا جائز ہو جاتا۔ اور بیت المال کا نقصان بھی نہیں ہوتا خرص کے مطابق عمل لازم ہے یا نہیں اور خرص جائز ہے یا نہیں۔ اس بارے میں ائمہ میں کئی اختلافات ہیں ہمارے یہاں یہ منسوخ ہے۔ جیسا کہ امام طحاوی نے فرمایا ہماری دلیل حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ فرمایا لہ نهى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن الخرص وقال ارأيتم ان هلك الثمر۔ ايحب احدكم ان ياكل مال اخيه بالباطل۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خرص سے منع فرمایا۔ اور فرمایا بتاؤ اگر پھل ہلاک ہو جائے۔ کیا تم پسند

عه الزکوۃ باب قول الله تعالیٰ لا یسئلون الناس الحافا ص ۲۰۰ باب کسب الرجل وعمله ص ۲۷۸ المساقاۃ باب بیع الحطب والکلاء ص ۳۱۹ نسائی زکوۃ۔

لہ شرح معانی الآثار اول زکوۃ باب الخرص ص ۳۶۷ ۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِہٖ اُخْرُصُوْا وَخَرَصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

اور رسول اللہ صلی اللہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا اس کی کھجوروں کا اندازہ لگاؤ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشَرَۃَ اَوْسُقٍ فَقَالَ لَھَا اَحْصِی مَا یَخْرُجُ

تعالیٰ علیہ وسلم نے دس وسق کا اندازہ لگایا اور اس عورت سے کہا اس سے جو نکلے

مِنْھَا فَلَمَّا اَتَیْنَا تَبُوْکَ قَالَ اَمَا اِنَّھَا سَتَھُبُّ اللَّیْلَۃَ رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ

اس کا حساب رکھنا ہم جب تبوک پہنچے تو فرمایا سنو آج رات میں سخت آندھی آئے گی

وَلَا یَقُوْمَنَّ اَحَدٌ وَمَنْ کَانَ مَعَہٗ بَعِیْرٌ فَلْیَعْقِلْہُ فَعَقَلْنَاھَا وَھَبَّتْ

کوئی کھڑا نہ ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو وہ اس کی عقال باندھ دے۔ ہم نے باندھ دیا

رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَاَلْقَتْہُ بِجَبَلَیْ طَیِّئٍ ۔ وَاَھْدٰی مَلِکُ

اور سخت آندھی آئی اور ایک شخص کھڑا ہوگیا تو اسے طے کے پہاڑوں میں پھینک دیا۔

کرتے ہو کہ اپنے بھائی کا مال باطل طریقے پر کھاؤ۔ ممانعت کا صریح مفاد یہ ہے کہ پہلے اجازت تھی پھر ممانعت ہوگئی۔ یہ دلیل نسخ ہے۔ اور نسخ پر عمل ناجائز۔ اسی لئے علامہ عینی نے اسے مکروہ بتایا۔ اور یہی امام طحاوی[۱] نے بھی فرمایا۔

تنقیح مسئلہ یہ ہے کہ جو لوگ خرص کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ حکومت کے مقرر کردہ خارص نے جو مقدار بتا دی اسی کے مطابق عشر وصول کرنا لازم ہے۔ اور ہمارے یہاں ایسا کرنا منع ہے۔ اس کی مؤید اور بھی حدیثیں ہیں۔ سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم تخمینہ لگالو تو اسی کے مطابق لو اور ایک تہائی چھوڑ دو۔ اور اگر ایک تہائی نہ چھوڑ سکو تو چوتھائی چھوڑ دو[۲] اگر تخمینے کے مطابق لینا واجب ہوتا تو تہائی چوتھائی چھوڑنے کا کیا مطلب۔ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیبر تخمینہ لگانے کے لئے اس لئے بھیجتے تھے کہ یہودی بددیانت قوم ہے اس لئے خاص ان کے لئے بطور احتیاط بھیجتے تھے۔ اور بخاری کی حدیث زیر بحث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ عمل دائمی اور وجوبی تھا۔ اس کا احتمال ہے کہ یہ وقتی رہا ہو۔ پھر یہاں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اندازہ لگایا تھا جسمیں غلطی کا احتمال ہی نہیں۔ جیسا کہ واقع ہوا۔ دوسروں کے تخمینے میں یہ بات کہاں یہ حکم اجماعی مسئلے کے خلاف ہے۔ عشر اسی میں واجب ہے جو پیداوار ہو۔ پیداوار سے مراد ایسی پیداوار جو قابل انتفاع ہو۔ پھلوں کے ظاہر ہونے کے بعد تجربہ شاہد ہے کہ کتنے پھل ضائع ہو جاتے ہیں پھر موسم کے

---

[۱] شرح معانی الآثار اول زکوٰۃ باب الخرص ص ۲۶۶۔ [۲] ایضاً صفحہ ۲۶۷

اَیْلَةَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَیْضَاءَ وَکَسَاهُ بُرْدًا

اور ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سفید خچر نذر کی اور حضور

وَکَتَبَ لَهٗ بِبَحْرِهِمْ ۔ فَلَمَّا اَتٰی وَادِیَ الْقُرٰی قَالَ لِلْمَرْاَةِ کَمْ جَاءَتْ

نے اسے چادر عطا فرمائی اور ان کے لئے انکا سمندر لکھ دیا پھر جب وادی القری واپس

حَدِیْقَتُكِ قَالَتْ عَشَرَةَ اَوْسُقٍ خَرْصَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

تشریف لائے تو اس عورت سے پوچھا تیرے باغ میں کتنی کھجوریں آئیں تو اس نے بتایا

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ مُتَعَجِّلٌ

کہ دس وسق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اندازے کے مطابق اب نبی صلی اللہ

اِلَی الْمَدِیْنَةِ فَمَنْ اَرَادَ مِنْکُمْ اَنْ یَّتَعَجَّلَ مَعِیْ فَلْیَتَعَجَّلْ فَلَمَّا

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں مدینہ جلد پہنچنا چاہتا ہوں تم میں سے جو میرے ساتھ جلد مدینہ پہنچنا چاہے

(قَالَ ابْنُ بَکَّارٍ کَلِمَةً مَعْنَاهُ) اَشْرَفَ عَلَی الْمَدِیْنَةِ قَالَ هٰذِهٖ طَابَةٌ

تو تیز چلے۔ جب مدینہ نظر آنے لگا تو فرمایا یہ طابہ ہے

بدلنے سے اس کی مقدار میں کافی فرق ہو جاتا ہے۔ اندازہ لگایا کہ دس من کھجوریں اتریں گی۔ مگر موسم ناموافق ہوگیا تو کم آسکتی ہیں۔ سازگار رہو گیا تو زیادہ بھی۔ پہلی صورت میں تخمینے کے مطابق لینے میں حق سے زیادہ لینا ہوا جو ناجائز اور دوسری صورت میں حق سے کم لیا یہ بھی حق اللہ میں خیانت۔
اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس اندیشے کی بنا پر کہ کاشتکار چوری نہ کریں۔ ان پر دھونس کے لئے تخمینہ لگوا لیا جائے تو کوئی حرج بھی نہیں۔ احناف مکروہ اسے کہتے ہیں کہ تخمینے کے مطابق ہی وصول کیا جائے۔

مستنبط ۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب دانی کی دلیل ہے۔ یہ اور اس قسم کی متعدد احادیث دلیل ہیں کہ سورہ لقمان کی آخر آیہ کریمہ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۔ میں علم سے علم ذاتی قدیم واجب غیر متناہی بالفعل مراد ہے۔

فلیعقلہ :۔ مغازی امام ابن اسحٰق میں ہے۔ کہ یہ بھی فرمایا۔ کوئی باہر نکلے تو کسی کو ساتھ ضرور لے لے۔ بنی ساعدہ کے دو صاحب باہر نکلے۔ ایک صاحب قضاء حاجت کے لئے نکلے تو وہیں گلا گھٹ گیا دوسرے صاحب کا اونٹ بدک گیا۔ تو اس کے پیچھے نکلے تو آندھی نے اڑا کر انھیں اجا اور سلمیٰ بنی طی کے دونوں پہاڑوں کے درمیان ڈال دیا۔ جن کا گلا گھٹ گیا تھا انھیں خدمت اقدس میں لوگ لائے ان کو شفا حاصل ہوگئی اور دوسرے صاحب جب حضور تبوک سے واپس ہوئے تو مدینہ طیبہ لوٹے۔

فَلَمَّا رَأٰى أُحُدًا قَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ

اور جب احد کو دیکھا تو فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں

دُوْرِ الْأَنْصَارِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ دُوْرُ بَنِي النَّجَّارِ ثُمَّ دُوْرُ بَنِي عَبْدِ

کیا تمھیں میں انصار کے سب سے بہتر گھر کو نہ بتا دوں لوگوں نے عرض کیا ضرور بتائیے تو فرمایا بنی نجار

الْأَشْهَلِ ثُمَّ دُوْرُ بَنِي سَاعِدَةَ أَوْ دُوْرُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ

کے گھر ہیں پھر بنی عبد الاشہل کے پھر بنی ساعدہ کے یا بنی حارث بن خزرج کے گھر اور

وَفِي كُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ يَعْنِي خَيْرًا - قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كُلُّ بُسْتَانٍ

انصار کے ہر گھر میں خیر ہے ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا جس باغ

عَلَيْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِيْقَةٌ وَمَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ حَائِطٌ لَا يُقَالُ حَدِيْقَةٌ

کے ارد گرد دیوار ہو وہ حدیقہ ہے، اور دیوار نہ ہو تو اسے حدیقہ نہیں کہیں گے۔

وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي عَمْرٌو ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ

اور سلیمان بن بلال نے کہا مجھ سے عمرو نے حدیث بیان کی کہ فرمایا - پھر بنی حارث بن

ملک ایلہ ایلہ مکہ معظمہ اور مصر کے درمیان نصف مسافت پر ایک شہر ہے جو سمندر کے کنارے ہے قرآن کریم میں جو مذکور ہے وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اس سے یہی ایلہ مراد ہے۔ اس وقت اس کا بادشاہ یوحنا تھا۔ اس نے خدمت اقدس میں سفید خچر پیش کیا جس کا نام دُلدُل تھا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے چادر عطا فرمائی۔ اور اس کا ملک اسکے لئے برقرار رکھا۔ چونکہ اس کا ملک سمندر کے کنارے تھا اس لئے بحرھم سے تعبیر فرمایا۔

هذا جبل يحبنا یہ اپنے اصلی معنی پر ہے۔ ہر مخلوق میں یک گونہ حیات ہے اور شعور بھی ہے اور اسی کی بدولت وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اللہ عزوجل کو جانتی اور مانتی ہے۔ یہ قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا (پ ۲۲) ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش کی تو ان سبھی اسکے اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے۔

اگر پہاڑوں میں حیات وشعور ادراک نہیں تو پھر امانت کے تحمل سے انکار اور ڈرنے کا سبب کیا تھا انھیں کیا پتہ چلا کہ یہ امانت کیا چیز ہے۔

مشہور حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر فاروق اعظم عثمان غنی احد پر

اَلْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنِيْ سَاعِدَةَ ـ وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ
خزرج کے گھر پھر بنی ساعدہ کے اور سلیمان بن بلال نے کہا سعد بن سعید عمارہ
عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
بن غزیہ سے وہ عباس بن ابوحمید ساعدی سے وہ اپنے باپ سے وہ نبی صلی اللہ
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ عه
تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اُحد ایسا پہاڑ ہے جو ہمسے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔
٢٧١ ت وَلَمْ يَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِي الْعَسَلِ شَيْئًا
اور عمر بن عبدالعزیز شہد میں کچھ واجب نہیں جانتے تھے۔

چڑھے۔ وہ ہلنے لگا۔ فرمایا۔ ساکن ہوجا۔ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ یہ بھی اسکی دلیل ہے کہ اُحد میں حیات ہے شعور وادراک ہے، اور محبت کا جذبہ بھی ہے۔

اسلئے اس میں کوئی قباحت نہیں کہ یہاں حقیقی معنی مراد ہو یعنی اُحد پہاڑ واقعی ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ سے احد کے محبت کرنے کی وجہ ظاہر ہے مگر اُحد سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیوں محبت کرتے تھے۔ یہ سربستہ راز ہے۔ بظاہر اسلئے بھی ہو سکتا ہے کہ یوم احد اسی پر چڑھ کر دشمن کو بے قابو فرمایا تھا۔ اور اسی کے دامن میں ان وفا شعاروں کے مزارات ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو اسلام پر قربان کر دیا مگر محبوب خدا پر آنچ نہیں آنے دی۔

یہ حدیث جو بطریق وہیب مروی ہے۔ اس میں یہ شک ہے کہ عبد الاشہل کے بعد دور بنی ساعدہ کہا تھا کہ بنی الحارث بن الخزرج۔ مگر جو بطریق سلیمان بن بلال ہے۔ اس میں بلا شک پہلے۔ دور بنی الحارث بن الخزرج ہے۔ اور آخر میں۔ دور بنی ساعدہ ہے اور یہی کتاب المناقب کی روایت میں بھی ہے وہاں یہ زائد ہے۔ ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ اس کے بعد ہم حضرت سعد بن عبادہ سے ملے تو ان سے ابواسید نے کہا کہ اللہ کے نبی نے انصار کے گھروں کو ایک کو دوسرے سے بہتر بتایا اور ہمیں آخر میں کر دیا۔ یہ سنکر سعد نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ اور عرض کیا۔ انصار کے گھروں کو ایک دوسرے سے بہتر بتایا گیا اور ہمیں آخر میں کر دیا گیا۔ تو ارشاد فرمایا۔ کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تم بہترین گھروں میں سے ہو۔

تشریحات

یہاں باب یہ ہے۔ عشر ان چیزوں میں ہے جو بارش اور نہر جاری سے سینچی جائیں۔ اور شہد کسی بھی پانی سے سینچا نہیں جاتا۔ باب سے مناسبت یہ ہے۔ کہ باب سے سمجھ میں آیا کہ جو چیزیں

عه الزکوة باب خرص التمرة ص ٢٠٠ فضائل المدينة ص ٢٥٢ المناقب باب فضل دور الانصار ص ٥٣٥۔
ثانی مغازی باب غزوة تبوك ص ٦٣٥ مسلم فضائل ابوداؤد امارة ـ مسند امام احمد خامس ص ٤٢٤ ـ

۸۷۷ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُیُوْنُ اَوْ کَانَ عَثَرِیًّا الْعُشْرُ

سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ جسے بارش اور چشمے سینچیں یا وہ نمناک ہو تو اس میں عشر

وَمَا سُقِیَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ ع۵

ہے۔ اور جو پانی چھڑک کر پہنچی جائے اس میں نصف عشر ہے۔ بیسواں حصہ۔

ان دونوں پانیوں سے سینچی نہ جائیں ان میں عشر نہیں۔ شہد بھی اسی میں داخل ہے۔ چونکہ شہد میں عشر کا وجوب اور عدم وجوب مختلف فیہ ہے۔ اور غالباً امام بخاری کا مسلک ہے کہ اسمیں عشر نہیں۔ اس لئے اسکو ذکر فرمایا بقیہ چیزوں میں عشر نہ ہونا متفق علیہ ہے۔ اس لئے اس سے تعرض نہ فرمایا۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک شہد میں عشر ہے۔ خواہ تھوڑی ہو خواہ زیادہ۔ عشری زمین میں پیدا ہو یا خراجی یا ایسی زمین میں جو نہ عشری ہو نہ خراجی۔ ہماری تائید میں بکثرت احادیث ہیں جو عمدۃ القاری اور فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہیں۔

عبرت خود امام بخاری اور ان کے مقلدین، زمانۂ حال کے غیر مقلدین، احناف کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ حدیث چھوڑ کر اقوال رجال کو مذہب بنائے ہوئے ہیں۔ منصف حضرات ملاحظ فرمائیں کہ بہت سے مسائل کی طرح یہاں بھی حدیث صحیح کے خلاف ایک تابعی کے قول کو امام بخاری مذہب بنائے ہوئے ہیں

تشریحات ۸۷۷ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ زمین کی پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ اس میں عُشر ہے عشر واجب ہونے کے لئے نصاب شرط نہیں اس لئے کہ اسمیں کلمہ ما عام ہے جو قلیل وکثیر سب کو شامل ہے۔

امام بخاری کی تنقید ہمارے اس استدلال پر امام بخاری نے یہ تنقید کی ہے کہ اگرچہ یہ حدیث عام ہے مگر حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں۔ اس کی مخصص ہے۔ اس لئے کہ یہ ثقہ کی زیادتی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔

جواب علامہ بدر الدین محمود عینی نے یہ جواب دیا۔ کہ عام سے کسی خاص کی تخصیص اس وقت ہوتی ہے جبکہ یہ معلوم ہو کہ خاص بعد میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ورنہ نہیں۔ مثلاً زید نے اپنے غلام سے کہا۔ فلاں کو جتنا چاہو دیدو۔ پھر حکم دیا کہ دس روپئے دینا۔ تو اب غلام کو دس سے زیادہ دینا جائز نہیں۔ اور اگر پہلے کہا تھا کہ دس دیدو پھر کہا جو جی چاہے دیدو تو اس سے زیادہ دینا جائز ہے۔ اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ پہلے کون سا جملہ کہا تھا اور بعد میں کون تو توقف لازم اور زید سے دوبارہ پوچھنا لازم۔ شرائع میں شارع سے دریافت اب ممکن نہیں

ع۵ الزکوٰۃ باب العشر فیما یسقی بماء السماء ص ۲۰۱ ابو داود، ترمذی، نسائی ابن ماجہ زکوٰۃ۔

حدیث ۸۷۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کھجور اترنے کے وقت رسول اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُؤْتٰی بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ فَیَجِیْئُ هٰذَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوریں لائی جاتیں یہ اپنی کھجوریں لاتا اور یہ اپنی

بِتَمْرِهٖ وَهٰذَا مِنْ تَمْرِهٖ حَتّٰی یَصِیْرَ عِنْدَهٗ کَوْمًا مِّنْ تَمْرٍ فَجَعَلَ الْحَسَنُ

یہاں تک کہ بارگاہ اقدس میں کھجوروں کا ڈھیر لگ جاتا ایک بار حسن و حسین

وَالْحُسَیْنُ یَلْعَبَانِ بِذٰلِکَ التَّمْرِ فَاَخَذَ اَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَجَعَلَهٗ فِیْ فِیْهِ

ان کھجوروں سے کھیلنے لگے ان میں سے ایک صاحب نے ایک کھجور لی اور اپنے منہ میں

فَنَظَرَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْرَجَهَا مِنْ

کرلی اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھ لیا تو اس کھجور کو ان کے منہ سے نکالا اور

فِیْهِ فَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ لَا یَاْکُلُوْنَ الصَّدَقَةَ عہ

فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ آل محمد صدقہ نہیں کھاتے

اس لئے دوسری دلیل کی طرف رجوع لازم اور دوسری دلیل اول کی مؤید۔ اس لئے ہم نے اول کو اختیار کیا باب عبادت میں یہی مناسب ہے۔ کہ اسی میں احتیاط ہے۔ اس پر مفصل کلام گزر چکا ہے۔

تشریحات ۸۷۸ اس حدیث کا آخری جز اسی کتاب الزکوٰۃ باب ما یذکر فی الصدقۃ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کتاب الجہاد میں بھی ہے۔ یہاں ابہام ہے یہ مذکور نہیں کہ ان دونوں صاحبوں میں سے کس نے کھجور منہ میں ڈالی تھی۔ مگر ان دونوں جگہوں میں تصریح ہے کہ یہ سبط اکبر سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ان دونوں جگہوں میں یہ زائد ہے۔ کخ کخ۔ اس میں چھ لغات ہیں۔ کاف کو فتحہ اور کسرہ خاء ساکن اور مکسور بلا تنوین اور با تنوین۔ یہ وہ کلمہ ہے جو بچوں کو نامناسب باتوں سے روکنے کے لئے بولتے ہیں۔ جیسے اردو میں کسی گندی چیز یا مضر چیز کے کھانے پر، تھو تھو، کہتے ہیں یا عام غلط حرکتوں پر، ہاں ہاں، کہتے ہیں۔ بعض روایتوں میں یہ ہے۔ ان کے منہ میں انگلی ڈال کر یہ کھجور نکال کر پھینک دی۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ زکوٰۃ اور اس کے مثل تمام صدقات واجبہ جیسے صدقۂ فطر کفارات، نذور، آل رسول کو لینا جائز نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ زکوٰۃ سلطان یا اسکے

عہ الزکوٰۃ باب اخذ صدقۃ التمر عند صرام النخل ص ۲۰۱ باب ما یذکر فی الصدقۃ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۰۲ الجہاد باب من تکلم بالفارسیۃ ص ۴۳۲ مسلم الجہاد۔ نسائی صغیر

لہ شرح معانی الآثار اول۔ الزکوٰۃ ص ۱۲۱۔ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم ص ۲۵۲

حدیث ۸۷۹ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَقُوْلُ نَہَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الثَّمَرِ حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُہَا وَکَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِہَا قَالَ حَتّٰی تَذْہَبَ عَاھَتُہٗ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت تک کھجور کے بیچنے سے منع فرمایا جب تک اس کی صلاح نہ ظاہر ہو جائے اور جب صلاح کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے کہ اسکے تباہ ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔

حدیث ۸۸۰ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ نَہَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُہَا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت تک پھلوں کے بیچنے سے منع فرمایا جبتک اس کی صلاح ظاہر نہ ہو جائے۔

حدیث ۸۸۱ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

نائب کے یہاں لاکر جمع کردی جائے اور وہ مستحقین پر تقسیم کرے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ پھلوں کی زکوٰۃ اسوقت لیجائے جب پھل درخت سے اُتر جائیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ بچے اگرچہ غیر مکلف ہیں مگر انھیں بھی ممنوعات کے ارتکاب سے روکا جائے اور یہ بھی بتا دیا جائے کہ یہ چیز کیوں ممنوع ہے۔

تشریحات ۸۷۹ صلاحہا۔ صلاح کے معنی لائق ہونا۔ درست ہونا۔ فساد کا زائل ہونا یہاں اخیر معنی مراد ہے جیسا کہ خود حضرت ابن عمر کی حدیث کے اخیر میں اس کی تفسیر ہے۔ کہ اس کے تباہ و برباد ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔ عرب میں عام طور پر دو ہی پھل پائے جاتے تھے۔ کھجور اور انگور۔ ان دونوں میں یہ بات اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ وہ سرخ ہو جائیں۔ اسی لئے حضرت انس کی حدیث میں حتی یبدو صلاحہا کے بجائے حتی تزھی فرمایا ہے۔ دوسرے پھلوں میں سرخ یا رنگین ہونا اس کی حد نہیں۔ بعض پھل پکنے کے بعد بھی ہرے ہی رہتے ہیں۔ یبدو صلاحہا سے مراد یہ ہے کہ کھانے کے لائق ہو جائیں۔

توضیح باب یہاں باب کا عنوان ہے۔ جس نے اپنے پھلوں یا کھجوروں کے درخت یا کھیتی کو اس وقت بیچا جب اسمیں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا۔ اور زکوٰۃ کسی اور چیز سے ادا کی۔ یا اپنے پھلوں

عہ زکوۃ باب من باع ثمارہ او نخلہ الی آخرہ ص ۱۹۷۔

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تَزْهِيَ قَالَ حَتَّى تَحْمَارَّ

تعالیٰ علیہ وسلم نے جبتک کہ رنگین نہ ہو جائیں پھلوں کے بیچنے سے منع فرمایا۔ فرمایا جبتک سرخ نہ ہو جائیں

حدیث ۸۸۲ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث بیان کرتے تھے کہ عمر بن

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَوَجَدَهُ يُبَاعُ

خطاب نے ایک گھوڑے کو اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیا پھر اسے اس حال میں

فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْمَرَهُ

پایا کہ بیچا جائے تو انھوں نے خریدنے کا ارادہ کر لیا۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

کو ایسے وقت بیچا کہ ابھی اس میں صدقہ واجب نہیں ہوا تھا۔ اس قول میں نخل سے مراد کھجور کے وہ درخت ہیں جن پر کھجوریں ہوں اسی طرح زمین سے مراد وہ زمین ہے جس میں کھیتی ہو۔ اس لئے کہ صرف زمین پر اور درخت پر بالاجماع زکوٰۃ واجب نہیں۔

اس باب میں صرف سوال ہے اور جواب محذوف ہے۔ جو۔ جائز۔ ہے۔ یعنی یہ جائز ہے اس پر قرینہ امام بخاری کا استدلال ہے۔ یہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تعریض ہے۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ پھلوں کے قابل انتفاع ہونے کے بعد زکوٰۃ ادا کئے بغیر پھلوں کی بیع جائز نہیں۔

امام بخاری کا استدلال امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھلوں کے بیچنے کی ممانعت کی غایت قابل انتفاع ہونے کو قرار دیا ہے تو اس سے ظاہر کہ قابل انتفاع ہونے کے بعد بیچنا مطلقاً جائز ہے۔ خواہ اس کی زکوٰۃ دی گئی ہو خواہ نہ دی گئی ہو۔ اس میں زکوٰۃ واجب ہو خواہ نہ واجب ہو۔ امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اباحت کے خلاف حکم دیا۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ جب پھل میں زکوٰۃ واجب ہو گئی تو کل پیداوار بائع کی ملک نہ رہی اس میں مساکین کا حق ثابت ہو گیا۔ تو بیچنے کا مطلب یہ ہوا کہ بائع نے اس چیز کو بھی بیچا جو اس کی ملک نہیں۔

ہمارا مذہب احناف کا مذہب یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور مشتری کو اختیار ہے خواہ بیع نافذ کرے خواہ فسخ کر دے۔ عشر کل پیداوار سے لیا جائے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ محصل اس کے عوض اس کی قیمت میں دوسری چیز لیلے۔ اس طرح امام بخاری کا مذہب ہمارے مذہب کے مطابق ہے۔

فَقَالَ لَا تَعُدْ فِیْ صَدَقَتِكَ فَبِذٰلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَتْرُكُ اَنْ
خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا تو فرمایا اپنے صدقہ کو مت لوٹا اسی وجہ سے
يَبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهٖ اِلَّا جَعَلَهٗ صَدَقَةً ؏
حضرت ابن عمر صدقہ کی ہوئی چیز خریدتے تو اسے دوبارہ پھر صدقہ کر دیتے۔

حدیث ۸۸۳ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ حَمَلْتُ
اسلم نے کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ فرماتے تھے میں نے
عَلٰى فَرَسٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِىْ كَانَ عِنْدَهٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ
فی سبیل اللہ ایک شخص کو سواری کے لئے گھوڑا دیا اس نے اسے برباد کر ڈالا تو میں نے
اَشْتَرِيَهٗ وَظَنَنْتُ اَنْ يَّبِيْعَهٗ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
چاہا کہ اسے خرید لوں اور میرا گمان تھا کہ وہ سستا بیچ دیگا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تشریحات ۸۸۳ کتاب الھبۃ میں یوں ہے۔ فان العائد فی صدقتہ کالکلب یعود فی قیئہ۔ صدقہ واپس لینے والا کتے کے مثل ہے جو قے کرکے پھر کھاتا ہے۔ اور کتاب الجہاد میں صدقتہ کے بجائے ھبتہ ہے۔

فی سبیل اللہ مراد یہ ہے کہ کسی کو دیا کہ وہ اس پر کسی کار خیر کے لئے سفر کرے۔ مثلاً حج کرے، یا جہاد کرے۔

فاضاعہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے پیٹ بھر چارہ نہ دیا اور اس کی خدمت نہیں کی۔ جس کی وجہ سے وہ کمزور ہوگیا۔ سواری کے لائق نہ رہا۔

فوجدہ یباع اس کا ترجمہ عام مترجمین نے یہ کیا ہے۔ تو دیکھا کہ وہ بیچا جارہا ہے۔ مگر یہ ترجمہ حضرت اسلم والی حدیث کے معارض ہے۔ اس لئے میں نے یہ ترجمہ کیا۔ اسے اس حال میں پایا کہ بیچا جائے۔ یعنی جسے دیا تھا وہ اسے پیٹ بھر چارہ بھی نہیں دے سکتا تھا۔ اس لئے وہ اسے بیچنا چاہتا تھا۔

لا تعد فی صدقتک صدقہ کا لوٹانا تو یہ ہے کہ بعینہ وہی چیز بلا عوض واپس لی جائے اور یہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیمت دیکر واپس لینا چاہتے تھے۔ یہ حقیقت میں لوٹانا نہ ہوا۔ مگر جیسا کہ حضرت اسلم والی حدیث میں تصریح ہے۔ کہ خود حضرت عمر کا اندازہ تھا کہ وہ بہت کم قیمت پر بیچ دیگا تو یہ حکم میں لوٹانے کے ہوگیا۔ اس لئے منع ہے۔ اور یہ ممانعت کراہت کی حد تک ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ صدقہ کرنیوالے کو کم قیمت پر دیگا تو حقیقۃً بعض صدقہ کا لوٹانا پایا گیا۔

؏ الزکوٰۃ باب ھل یشتری صدقتہ ص ۲۰۱ باب العجائل والحملان فی سبیل اللہ ص ۳۱۷ الجہاد باب اذا حمل فرسا فراھا تباع ص ۴۳۱، نسائی زکوٰۃ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ وَاِنْ اَعْطَاكَهُ

وسلم سے سوال کیا۔ تو فرمایا اسے مت خرید اور اپنا صدقہ مت لوٹا۔ اگرچہ وہ

بِدِرْهَمٍ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ عه

تجھے ایک درہم میں دے۔ کیونکہ صدقہ لوٹانے والا ایسا ہے جیسے قے لوٹانے والا۔

حدیث ۸۸۴

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَجَدَ النَّبِيُّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً مَيِّتَةً اُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُوْنَةَ

وسلم نے ایک مردہ بکری دیکھی جو صدقہ سے ام المومنین حضرت میمونہ کی باندی

صدقہ پر جب فقیر قبضہ کرلے تو صدقہ دینے والے کو لوٹانے کا حق نہیں دیا۔ اگر ہبہ میں جب موانع رجوع نہ پائے جائیں تو لوٹا سکتا ہے۔ اگرچہ مکروہ ہے۔ موانع رد چھ چیزیں ہیں۔ زیادہ متصلہ۔ جیسے زمین ہبہ کی تھی اس میں مکان بنالیا۔ درخت بو دیا۔ واہب یا موہوب لہ دونوں یا کسی ایک کی موت۔ ہبہ کا عوض لے چکا ہو۔ شی موہوب موہوب لہ کی ملک سے نکل گئی ہو۔ ہبہ کے وقت عاقدین میں رشتہ زوجیت قائم تھا اگرچہ بعد میں ختم ہوگیا ہو۔ عاقدین میں نسبی قرابت ہو۔ یعنی ایک دوسرے کے ذو رحم محرم ہوں۔

تشریحات ۸۸۴

توضیح باب۔ یہاں باب یہ ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج کے موالی کو صدقہ دینا۔ حسب عادت امام بخاری نے حکم بیان نہیں فرمایا۔ مگر اس کے ضمن میں جو حدیثیں لائے ہیں۔ ان سے یہی ظاہر ہے کہ جائز ہے۔ اس لئے کہ پہلی حدیث میں ہے کہ۔ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آزاد کردہ باندی کو صدقے کی بکری اور دوسری حدیث میں ہے کہ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باندی حضرت بریرہ کو صدقے کا گوشت دیا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ یہ دلیل جواز ہے۔

مگر ان دونوں احادیث میں اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ صدقہ، صدقہ نافلہ رہا ہوگا۔ بنا بریں علیہ اس باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ ازواج مطہرات اور ان کے موالی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں۔ ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ خلال نے بطریق ابن ابی ملیکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔ انا آل محمد لا تحل لنا الصدقة۔ ہم آل محمد ہیں، ہمیں صدقہ حلال نہیں۔ ابن ابی شیبہ نے انھیں کے طریقے سے روایت کیا کہ خالد بن سعید بن العاص نے ام المومنین حضرت

عه الزکوٰۃ باب ھل یشتری صدقتہ ص ۲۰۱ الھبۃ باب لا یحل لاحد ان یرجع فی صد[قتہ] ۔۔ وھبتہ ص ۳۵۷ باب اذا حمل رجلا علی فرس فھو کا لعمریٰ ص ۵۹ الجہاد باب الحمائل والجعائل فی سبیل اللہ ص ۴۰۷ باب اذا حمل فرسا فرآھا تباع ص ۴۲۱ مسلم فرائض نسائی زکوٰۃ۔ ابن ماجہ احکام۔

مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ
کو دی گئی تھی تو فرمایا اس کی کھال سے کیوں نہ نفع حاصل کیا لوگوں

بِجِلْدِهَا قَالُوْا إِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا
نے عرض کیا یہ مردار ہے فرمایا اس کا صرف کھانا حرام ہے۔

عائشہ کی خدمت میں صدقہ میں سے کچھ بھیجا تو فرمایا۔ ہم آل محمد ہیں ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں[۱]۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ جسے صدقہ لینا جائز نہیں اس کے موالی کے لئے بھی جائز نہیں۔ اہلسنت کے اصول کے یہی مطابق بھی ہے۔ اس لئے کہ ازواج مطہرات اہل بیت اور آل نبی بلا شبہ ہیں۔ اور نص صریح ہے۔ کہ ارشاد فرمایا انا لاتحل لنا الصدقة وان موالی القوم منهم۔ ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں اور ہر قوم کے موالی انھیں میں سے ہیں۔ اب ضرور ہوا کہ ان دونوں حدیثوں میں صدقہ کو صدقہ نافلہ پر محمول کیا جائے

انتفعتم بجلدها اس کی کھال سے نفع کیوں نہیں اٹھایا۔ اس میں قبل دباغت کی قید نہیں اس لئے اس کے عموم سے اور اس حدیث کے اخیر جملے انما حرم اکلها سے دلیل لاتے ہوئے کچھ لوگوں نے فرمایا کہ مردار کی کھال سے دباغت کے بغیر بھی انتفاع جائز ہے۔ جیسا کہ امام ابن شہاب امام لیث بن سعد کا قول مشہور یہی ہے۔ مگر ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے۔ کہ دباغت کے بغیر کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں حتی کہ بیچنا بھی۔ یہی امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی مذہب ہے۔ ہماری دلیل یہ حدیث[۲] ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ایک بکری گھسیٹتے لئے جارہے ہیں تو فرمایا، اگر اس کی کھال لے لیتے تو اچھا ہوتا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یہ مردہ ہے۔ فرمایا، اس کو پانی اور سلم کے پتے پاک کردیں گے۔ اس زمانے کا دستور تھا کہ سلم کے پتے پانی میں ڈال کر کچی کھال پکاتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبل دباغت ناپاک ہے۔ اور ناپاک سے انتفاع بالاتفاق حرام اور بعد دباغت پاک اور اس سے انتفاع جائز۔ اور یہی توجیہ ان احادیث کی بھی ہے جن میں مردار کی کھال یا پٹھے یا کسی چیز سے نفع حاصل کرنے کو منع فرمایا ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا دبغ الاهاب فقد طهر۔ جب کچی کھال کی دباغت کرلی جائے تو وہ پاک ہوگئی اور ایک حدیث مرفوع میں[۳] ہے۔

---

[۱] الزکوٰۃ باب الصدقة علی موالی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۰۲ البیوع باب جلود المیتة قبل ان تدبغ ص ۲۹۶ ثانی الذبائح باب جلود المیتة ص ۸۳۰ مسلم الطهارة۔ ابوداؤد اللباس نسائی ذبائح [۱] عمدۃ القاری تاسع ص ۸۷ [۲] نسائی ثانی الفرع باب جلود المیتة ص ۹۰ ابوداؤد ثانی اللباس باب اهب المیتة ص ۲۱۳ [۳] مسلم اول حیض باب طهور جلود المیتة بالدباغ ص ۱۵۹ ابوداؤد ثانی اللباس باب فی اهب المیتة ص ۲۱۳ [۴] عمدۃ القاری تاسع ص ۸۸

۸۸۵ **حدیث** عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ وَاُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَقُلْتُ هٰذَا مَا تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰی بَرِیْرَةَ فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِیَّةٌ ؏

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا تو میں نے عرض کیا یہ بریرہ پر صدقہ کیا ہوا ہے۔ تو فرمایا اسکے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔

استمتعوا بجلود المیتة اذا دبغت ترابا کان او رمادا او ملحا او ما کان بعد ان یزید صلاحه۔

مردار کی کھال سے نفع حاصل کرو جبکہ اسکی دباغت ہو جائے۔ مٹی سے ہو یا راکھ سے یا نمک سے یا کسی چیز سے بھی ہو جو اسکی اصلاح زیادہ کرے۔

یہ سب احادیث اس کی دلیل ہیں کہ قبل دباغت مردار کی کھال ناپاک ہے۔ اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ اور دباغت کے بعد وہ پاک ہے اس سے انتفاع جائز ہے۔ اخیر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ دباغت کے لئے پکانا لازم نہیں۔ کسی طرح اس کی خلقی رطوبت دور کر دی جائے۔ دباغت ہو گئی۔ مثلا دھوپ میں سکھا دیا۔

ان احادیث سے ان حضرات کا بھی قول باطل ہو گیا جو بعد دباغت بھی مردار کی کھال سے نفع حاصل کرنے کو نا جائز کہتے ہیں۔

ہمارے یہاں انسان اور سانپ اور خنزیر کے علاوہ ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ انسان کی کھال اس وجہ سے کہ انسان مکرم و محترم ہے اگر دباغت سے اس کی کھال کو قابل انتفاع ہونے کا فتوی دیدیا جائے تو انسان کا ناموس خطرے میں پڑ جائے گا۔ سانپ کی کھال اتنی سخت ہوتی ہے کہ وہ دباغت قبول ہی نہیں کرتی اور خنزیر نجس العین ہے۔ اس کی کھال کے پاک ہونے کا سوال ہی نہیں۔

۸۸۵ **تشریحات** یہ ایک حدیث کا جز ہے۔ اس کا ابتدائی حصہ جلد ثانی ص۴۴۴ پر گزر چکا ہے۔ کتاب الطلاق میں بالاختصار یہ حدیث یوں ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ بریرہ کی ذات سے تین سنتیں معلوم ہوئیں۔ پہلی یہ کہ وہ آزاد کی گئیں تو انھیں اپنے شوہر کے بارے میں اختیار دیا گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ولاء اس کے لئے ہے جس نے آزاد کیا۔

؏ الزکوٰۃ باب الصدقة علی موالی ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۰۲ هبه باب قبول الهدیة ص ۳۵۰ ثانی الطلاق باب لا یکون بیع الامة طلاقا ص ۷۹۵ باب ص ۷۹۶ الاطعمه باب الادم ص ۸۱۶ نسائی زکوٰۃ فرائض۔

۸۸۶ **حدیث** عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَحْمٍ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَىٰ بَرِيرَةَ فَقَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ عه

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں صدقے کا گوشت پیش کیا گیا۔ جو بریرہ پر صدقہ کیا گیا تھا تو فرمایا وہ بریرہ پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر تشریف لائے۔ اور ہانڈی گوشت سے ابل رہی تھی تو حضور کی خدمت میں روٹی اور گھر کے سالنوں میں سے کوئی سالن پیش کیا گیا تو فرمایا کیا میں نے ہانڈی نہیں دیکھی ہے جس میں گوشت ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ضرور لیکن یہ گوشت صدقہ کا ہے جو بریرہ کو دیا گیا ہے اور حضور صدقہ نہیں کھاتے۔ تو فرمایا۔ اس پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے ھدیہ ہے۔

۸۸۶ **تشریحات** حیلہ شرعیہ کی یہی اصل ہے۔ عند الضرورۃ زکوۃ فطرے اور دوسرے صدقات واجبہ کسی مستحق کو دے کر مالک بنا دیں اور وہ اس پر قبضہ بھی کرلے۔ پھر وہ کسی دینی کام کے لئے یا کسی بھی کار خیر کے لئے دیدے۔ آج دین کی بقا دینی مدارس کی وجہ سے ہے اور دینی مدارس کی بقا زکوۃ اور فطرے کی رقوم سے ہے۔ مسلمان ایسا بے حس ہوگیا ہے کہ دینی مدارس کے لئے بمشکل عطیہ دیتا ہے۔ اس لئے علماء نے حیلہ کے بعد زکوۃ اور فطرے کی رقوم مدرسوں میں صرف کرنے کی اجازت دیدی۔ اگر یہ نہ ہو تو دینی مدارس بند ہو جائیں۔ اب کچھ علماء دشمن دین سے آزاد منش افراد نے زکوۃ و فطرے کی رقوم کو ہندی انگریزی حساب جغرافیہ اقلیدس دنیوی تعلیمات دینے والے اسکولوں میں بلکہ ہسپتالوں میں صرف کرنا شروع کر دیا ہے اس کی کسی طرح اجازت نہیں ہو سکتی۔ اولاً حیلہ کی اجازت ضرورت شرعیہ کے وقت ہے اور اسکولوں ہسپتالوں میں صرف کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ گورنمنٹ کے اسکول بکثرت قائم ہیں اور بوقت ضرورت قائم کرائے جا سکتے ہیں۔ ہسپتال بھی بہت ہیں، ڈاکٹروں کی کمی نہیں۔ اگر واقعی کوئی مریض مستحق زکوۃ ہے تو اسے نقد دیا جا سکتا ہے۔ ثانیاً زکوۃ اور فطرے کے مصارف کار خیر ہیں اور دینی مدارس بھی کار خیر ہیں بخلاف دنیوی مدارس کے کہ وہ محض دنیوی ہیں۔ دینی مدارس میں صرف کرنا زکوۃ و فطرے کے مصارف سے قریب تر ہے بخلاف دنیوی اسکولوں کے کہ اس میں اور زکوۃ کے مصارف میں کوئی لگاؤ نہیں۔

ظاہر یہی ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو صدقہ کا گوشت دیا گیا تھا وہ صدقہ نافلہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدقہ نافلہ بھی نہیں تناول فرماتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عه الزکوۃ باب اذا تحولت الصدقۃ ص ۲۰۲۔ الھبۃ باب قبول الھدیۃ ص ۳۵۰۔ مسلم۔ ابو داود۔ الزکوۃ نسائی العمرٰی

حدیث ۸۸۷

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ فُلَانٍ فَاَتَاهُ اَبِیْ بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی قوم اپنا صدقہ لے کر آتی تو فرماتے اے اللہ آل فلاں پر رحمت نازل فرما۔ میرے والد اپنا صدقہ لیکر آئے تو فرمایا اے اللہ آل ابی اوفیٰ پر رحمت نازل فرما۔

ت ۲۸۲

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا لَیْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ هُوَ شَیْءٌ دَسَرَهُ الْبَحْرُ عـه

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے فرمایا عنبر رکاز نہیں یہ ایک چیز ہے جسے سمندر نے پھینکی ہے۔

قبل اسلام صدقہ لیکر آئے تو واپس فرمادیا۔ ظاہر ہے کہ ان پر زکوۃ فرض نہیں تھی۔ تو یہ صدقہ نافلہ تھا۔

صدقہ اور ہدیہ | جو چیز کسی محتاج کو صرف ثواب کی نیت سے دیجائے وہ صدقہ ہے اور جو چیز کسی کو رشتہ یا دوستی کی بنا پر دیجائے ہدیہ ہے

علامہ عینی نے فرمایا فقیر کو جو کچھ دیا جائے صدقہ ہے اگرچہ ہدیہ کہکر دیا جائے اور مالدار کو جو کچھ دیا جائے ہدیہ ہے اگرچہ صدقہ کہکر دیا جائے۔

تشریحات ۸۸۷

صَلِّ۔ الصلوٰۃ۔ کا امر ہے۔ خطابی نے کہا۔ کہ صلوٰۃ کے لغوی معنی دعا کے ہیں۔ اور یہی یہاں متعین ہے۔ لفظ صلوٰۃ ہی کی تخصیص نہیں کوئی بھی دعائے خیر کی جاسکتی ہے۔ مثلاً جزاک اللہ، آجرک اللہ، اللہم اغفرلہ وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک صاحب نے بہت عمدہ اونٹنی زکوۃ میں دی تو یہ دعا کی۔ اے اللہ اس میں برکت دے اور اس کے اونٹوں میں بھی۔ اور یہ دعا مستحب ہے واجب نہیں۔ اسی لئے خلفائے راشدین نے محصلین زکوۃ کو دعا کرنے کا حکم نہیں دیا اگر واجب ہوتی تو ضرور ہدایت فرماتے۔ بلکہ خود حضور نے بھی تلقین نہیں فرمائی۔ اب رہا آیہ کریمہ وَصَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔ اور ان کے لئے دعا کرو بیشک تمہاری دعا ان کے لئے اطمینان بخش ہے۔ میں صَلِّ امر وجوب کے لئے نہیں استحباب کے لئے ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مدنی سلمی صحابی ہیں۔ بیعت رضوان میں شریک ہوئے کوفے کے ساکنین صحابہ کرام میں سب کے بعد وفات پائی ۸۶ھ میں واصل بحق ہوئے۔ وصال کیوقت ستر سال کی عمر مبارک تھی۔ یہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جن کی زیارت سے سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مشرف ہوئے۔ باپ بیٹے دونوں صحابی ہیں۔

عـه الزکوۃ باب صلوۃ الامام ودعائہ لصاحب الصدقۃ ص ۲۰۳ ثانی المغازی غزوۃ الحدیبیۃ ص ۵۹۹ الدعوات باب قول اللہ تعالیٰ وصل علیہم ص ۹۳۷ مسلم الزکوۃ ابوداؤد الزکوۃ نسائی الزکوۃ ابن ماجہ الزکوۃ عـه الزکوۃ ما یستخرج من البحر ص ۲۰۳

ت ۲۷۰ وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ عسه

اور امام حسن بصری نے فرمایا عنبر اور موتی میں خمس ہے۔

حدیث ۸۸۸ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ

ہیں کہ فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دوسرے سے ہزار دینار قرض

تشریحات ۲۷۰-۲۷۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو بیہقی نے اور امام عبد الرزاق نے مصنف میں موصولاً ذکر کیا ہے۔ اور امام حسن بصری کے اثر کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے۔ سمندر سے جو کچھ نکلتا ہے جیسے موتی مونگا عنبر اس میں زکوٰۃ نہیں۔ یہی حضرت ابن عباس حضرت عمر بن عبد العزیز، امام عطاء، امام اعظم امام مالک امام شافعی وغیرہ کا مذہب ہے۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت یہی ہے۔ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ اس کے بعد والے ارشاد سے ظاہر ہے۔ اور یہی امام ابو یوسف کا بھی مذہب ہے۔

تشریحات ۸۸۸ تکمیل۔ کتاب الکفالۃ میں یہ حدیث مفصل یوں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ کیا۔ کہ اس نے بنی اسرائیل کے کسی شخص سے ہزار دینار قرض مانگا اس نے کہا گواہوں کو لاؤ جنھیں گواہ بنا دوں تو اس نے کہا اللہ کافی گواہ ہے۔ پھر اس نے کہا کوئی کفیل (ضامن لاؤ) تو اس نے کہا۔ اللہ کافی کفیل ہے۔ تو اس نے کہا تو نے سچ کہا۔ اور اسے میعاد معین تک کے لئے دیدیا۔ وہ قرض لے کر سمندر میں چلا گیا۔ اور اپنی حاجت پوری کی اس کے بعد سواری (کشتی) تلاش کی جس پر سوار ہو کر جلد اور مقررہ میعاد پر ادا کرے۔ تو اس نے کوئی سواری نہیں پائی۔ تو ایک لکڑی لیا اسمیں سوراخ کیا اور اس سوراخ میں ہزار دینار اور ایک خط قرضخواہ کے نام رکھدیا۔ اور سوراخ کا منہ اچھی طرح بند کر کے وہ لکڑی سمندر کے پاس لایا۔ اور کہا۔ اے اللہ تو جانتا ہے میں نے فلاں سے ہزار دینار قرض مانگا تو اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہا اللہ کافی ضامن ہے وہ اس پر راضی ہو گیا پھر اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو میں نے کہا اللہ کافی گواہ ہے وہ اس پر راضی ہو گیا۔ (اور مجھے قرض دیدیا) میں نے کوشش کی کہ سواری مل جائے جس کے ذریعہ میں اس کا حق اسے پہنچا دوں تو نہیں ملی اور میں اسے تیرے سپرد کرتا ہوں اس کے بعد اسے سمندر میں پھینک دیا وہ سمندر کے اندر چلی گئی۔ اس کے بعد یہ شخص لوٹ آیا۔ اور اسی کوشش میں رہا، سواری تلاش کرتا رہا کہ اپنے وطن لوٹے۔ اب قرضخواہ نکلا یہ دیکھنے کیلئے

اَنْ يُّسْلِفَهٗ اَلْفَ دِيْنَارٍ فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا

مانگا تو اس کو دیدیا وہ سمندر میں سفر کے ارادے سے نکلا مگر اس نے کوئی سواری نہیں پائی

فَاَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَاَدْخَلَ فِيْهَا اَلْفَ دِيْنَارٍ فَرَمٰى بِهَا فِي الْبَحْرِ

تو ایک لکڑی لی اور اسمیں سوراخ کیا اسمیں ہزار دینار رکھا اور اس لکڑی کو سمندر میں پھینک

فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ اَسْلَفَهٗ فَاِذَا بِالْخَشَبَةِ فَاَخَذَهَا لِاَهْلِهٖ

دیا اتفاق کی بات کہ جس شخص نے قرض دیا تھا وہ نکلا اور لکڑی دیکھی تو اسے اپنے

حَطَبًا فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ ع۵

کے ایندھن کے لئے لے لیا۔ جب اسے چیرا تو مال پایا۔

کہ شاید کوئی سواری اس کا مال لے کر آئی ہو۔ اتفاق کی بات کہ اس نے وہ لکڑی دیکھی جسمیں وہ مال تھا اس نے اسے لے لیا کہ اس کے اہل کے لئے ایندھن ہو جب اسے چیرا تو اس میں مال اور وہ خط پایا۔ پھر قرضدار آیا۔ اور ہزار دینار لایا اور کہا میں برابر کوشش کرتا رہا کہ سواری مل جائے تو تیرا مال تجھ تک پہنچا دوں مگر کوئی سواری نہیں ملی۔ جو لایا ہوں اسے قبول کر لے۔ قرضخواہ نے کہا۔ کیا تو نے میرے پاس کچھ بھیجا تھا۔ قرضدار نے کہا۔ کیا میں نے تجھے نہیں بتایا کہ تیرے پاس آنے سے پہلے میں نے کوئی سواری نہیں پائی۔ قرضخواہ نے کہا۔ بیشک اللہ نے مجھ تک پہنچا دیا جو تو نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ یہ شخص ہزار دینار کے ساتھ خوشی خوشی واپس ہوا

مطابقت باب | یہاں باب یہ ہے۔ سمندر سے جو چیز نکالی جائے۔ یعنی اس میں خمس ہے یا نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اسمیں خمس نہیں اور یہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سمندر سے نکالی گئی چیزوں میں خمس نہیں۔ لکڑی اگرچہ سمندر میں نہیں پیدا ہوتی مگر کنارے کے خود رو درخت کبھی گر کر سمندر میں آ جاتے ہیں جو کسی کی ملک نہیں ہوتے ہیں وہ جوف سمندر میں پیدا ہونے والی چیز والے کے حکم میں داخل ہیں۔ جو حکم ان چیزوں کا ہے وہی ان درختوں کا بھی ہے۔

حسن نیت، ایفاء وعدہ توکل علی اللہ کے اچھے ثمرات دنیا میں بھی ملتے ہیں۔ اس کی یہ حدیث بہترین مثال ہے۔ اللہ عزوجل اپنے اوپر بھروسہ کرنے والوں کی جان و مال کو ضائع نہیں فرماتا۔

بالالف دینار: ۔ کتاب الکفالۃ کی حدیث کے آخر میں ہے۔ انصرف بالالف دینار راشدا۔ ہزار دینار کے ساتھ خوشی خوشی واپس ہوا۔ الالف دینار کی طرف مضاف ہے۔ اور مضاف پر الف لام کالانا درست نہیں مگر کوفیوں کے نزدیک۔

مسائل: ۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ سمندر میں پیدا ہونے والی چیزیں جسے ملیں وہ اس کی ہیں

ع۵ الزکوٰۃ باب ما یستخرج من البحر ص ۲۰۳ البیوع باب التجارۃ فی البحر ص ۲۷۷ الکفالۃ باب الکفالۃ فی القرض والدیون ص ۳۰۶ الاستقراض باب اذا اقرضہ الی اجل مسمی ص ۳۲۴ اللقطۃ باب اذا وجد خشبۃ فی البحر ص ۳۲۸ الشروط باب الشروط فی القرض ص ۳۸۱ ثانی الاستیذان باب بمن یبدأ فی الکتاب ص ۹۲۶ نسائی اللقطۃ

۲۷۴ وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ الرِّكَازُ دِفْنُ الْجَاهِلِيَّةِ فِي قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ الْخُمُسُ وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ عه

ت اور مالک اور ابن ادریس نے کہا۔ رکاز جاہلیت کا دفینہ ہے اس کے تھوڑے اور کثیر میں خمس ہے اور معدن رکاز نہیں۔

۲۷۵ وَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةً عه

ت اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے معدن میں ہر دو سو سے پانچ لیا۔

اور اسمیں خمس نہیں۔ کیونکہ یہ صاحب لکڑی ایندھن بنانے کے لئے لائے تھے اور اس کا خمس ادا نہیں کیا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر کوئی تنبیہ ذکر نہیں فرمائی۔ رہ گیا یہ شبہہ کہ یہ لکڑی ڈھنڈانے باہر سے لے کر سمندر میں پھینکا تھا، تو یہ توچیرنے کے بعد خط دیکھنے کے بعد علم میں آیا جسوقت لائے تھے اسوقت تو یہی سمجھ کے لائے تھے کہ یہ لکڑی سمندر کے ارد گرد یا بیچ سمندر کے کسی ٹاپو سے سمندر میں آگئی ہے۔ اس لئے ہمارا استدلال تام ہے۔ رہ گئیں وہ چیزیں جو سمندر کی پیداوار نہیں مگر سمندر میں ہیں جیسے سونا چاندی سکے کپڑے وغیرہ ان میں بھی خمس نہیں۔ اور جب مالک نہ معلوم ہو تو پانیوالے کی ملک ہیں۔

تشریحات ۲۷۴ اس تعلیق کو موصولاً امام ابو عبید نے کتاب الاموال میں ذکر کیا ہے۔ ابن ادریس سے کون صاحب مراد ہیں اسمیں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عبد اللہ بن ادریس اودی ہیں۔ امام فربری کے راویوں میں ایک بزرگ ابو زید مروزی ہیں۔ انھوں نے اسپر جزم فرمایا کہ یہ حضرت امام شافعی ہیں۔ امام بیہقی اور جمہور ائمہ نے ان کی متابعت کی۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام شافعی کا مذکورہ بالا ارشاد ملتا ہے جیسا کہ امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں نقل فرمایا ہے۔ اودی کا نہیں ملتا ہے۔ حضرت امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے۔ جسے ابن منذر نے نقل کیا اور اختیار بھی کیا۔ مگر قول جدید یہ ہے کہ جب تک بقدر نصاب نہ ہو اس میں کچھ واجب نہیں۔ اس تعلیق میں قلیل سے مراد یہ ہے کہ مقدار نصاب سے کم ہو اور کثیر سے مراد یہ ہے کہ بقدر نصاب ہو یا اس سے زائد۔ معدن رکاز نہیں کا مطلب صرف یہ ہے کہ معدن میں خمس واجب نہیں بلکہ ربع عشر یعنی چالیسواں حصہ واجب ہے۔ شریعت کے اصول میں سے ہے کہ جسمیں محنت کم ہے واجب کی مقدار زیادہ ہے۔ اور محنت اگر زیادہ ہے تو واجب کم۔ معدن اور رکاز دو الگ الگ چیزیں ہیں اس پر یہ حضرات اس باب میں مذکور حدیث سے دلیل لائے ہیں کہ ارشاد ہوا۔ معدن میں ہلاک ہو جانے کا تاوان نہیں اور رکاز میں خمس ہے۔ اس استدلال پر مفصل کلام ابھی آرہا ہے۔

تشریحات ۲۷۵ اس اثر کو امام ابو عبید نے کتاب الاموال میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے امام بیہقی نے بطریق سعید بن ابی عروبہ قتادہ سے روایت کیا کہ عمر بن عبد العزیز نے معدن کو بمنزلہ رکاز قرار

عه ابو عبید باب فی الرکاز الخمس ص ۲۰۳ عه الزکوٰۃ باب فی الرکاز الخمس ص ۲۰۳

۱۴۸۶ وَقَالَ الْحَسَنُ مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ فَفِيهِ
اور امام حسن بصری نے فرمایا دار الحرب میں جو دفینہ ملے اس میں خمس ہے

ت

الْخُمُسُ وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضِ السِّلْمِ فَفِيهِ الزَّكٰوةُ وَإِنْ وَجَدْتَ
اور اگر کوئی دار الصلح میں ملے تو اس میں زکوٰۃ ہے اور اگر دشمن کی سرزمین میں

لُقَطَةً فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرِّفْهَا فَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيهَا الْخُمُسُ
لقطہ پائے تو اس کی تشہیر کر۔ پس اگر دشمن کا ہو تو اس میں خمس ہے۔

بعض الناس

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دِفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ لِأَنَّهُ
اور بعض الناس نے کہا معدن رکاز ہے جاہلیت کے دفینے کے مثل

دیا کہ اس میں سے بھی خمس لیا جائے پھر بعد میں دوسری تحریر بھیجی کہ اس میں زکوٰۃ ہے۔ نیز کہا کہ عبد اللہ بن ابو بکر سے روایت ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے معادن میں ہر دو سو درہم میں پانچ درہم لئے اور زیادت بھی۔ (ف)

اس تعلیق کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ بیان کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

تشریحات جب دشمن کی زمین میں خزانہ پایا جائے تو اس میں خمس ہے اور اگر عرب میں پایا جائے تو اس میں زکوٰۃ ہے۔ دفینے کے بارے میں یہ فرق سوائے امام حسن بصری کے اور کسی سے منقول نہیں اور لقطے کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کا احتمال ہو کہ یہ مسلمان کی بھی چیز ہو سکتی ہے۔ مثلاً لشکر دار الحرب میں ہے۔ یا کوئی قافلہ امان لیکر دار الحرب میں گیا ہے۔ اور اگر اس کا احتمال نہ ہو تو تشہیر کی حاجت نہیں۔

تشریحات امام بخاری کی بعض الناس سے کیا مراد تھی یہ دی جا رہی ہیں۔ علامہ ابن تین وغیرہ کا گمان یہ ہے کہ اس سے امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا بعض حنفیہ مراد ہیں۔ یہاں جس مسئلہ پر تعریض کی ہے وہ صرف حضرت امام اعظم ہی کا مذہب نہیں۔ امام سفیان ثوری اور امام اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ مگر امام بخاری نے اپنی تاریخ میں جس بے ڈھنگے انداز میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ اس سے علامہ موصوف کے قیاس کی تائید ہوتی ہے مگر تتبع سے معلوم ہوا کہ ہر جگہ ایسا نہیں۔ کہیں اس سے عیسیٰ بن ابان مراد ہیں۔ کہیں امام شافعی۔ اور نہ ہر جگہ ان کا مقصود تعریض ہی ہے۔ کہیں کہیں وہ خود متردد ہیں اور کہیں وہی ان کا بھی مختار ہے۔

توضیح امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ معدن سونے چاندی وغیرہ کی کان کو کہتے ہیں اور رکاز کفار کے دفینے کو۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابھی مذکور ہو گی کہ فرمایا المعدن جبار وفی الرکاز الخمس کان

الزکوٰۃ - باب فی الرکاز الخمس ص ۲۰۳

يُقَالُ أَرْكَزَ الْمَعْدِنُ إِذَا أَخْرَجَ مِنْهُ شَيْئٌ - قِيلَ لَهُ فَقَدْ يُقَالُ لِمَنْ
کیونکہ جب معدن سے کچھ نکالا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے ارکز المعدن اس سے کہا گیا جب کسی کو کچھ
وُهِبَ لَهُ الشَّيْئُ وَرَبِحَ رِبْحًا كَثِيرًا أَوْكَثُرَ ثَمَرُهُ أَرْكَزْتَ - ثُمَّ
ہبہ کیا جائے اور اسے بہت نفع ہوا اور اس کا پھل بہت ہو تو اسے بھی کہا جاتا ہے ارکزت - پھر

میں ہلاک ہونے کا تاوان نہیں اور رکاز میں خمس ہے۔ اس حدیث میں رکاز معدن پر معطوف ہے اور عطف تغایر چاہتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ معدن اور ہے اور رکاز شئی دیگر ہے۔ علامہ محمود بدر الدین عینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس استدلال کا یہ جواب دیا۔ کہ پوری حدیث یوں ہے۔ العجماء جبار والبیر جبار والمعدن جبار وفی الرکاز الخمس۔ چوپایہ کسی کو مار ڈالے تو تاوان نہیں۔ کنوئیں میں گر کر کوئی مرجائے تو تاوان نہیں، کان میں کوئی مرجائے تو تاوان نہیں اور رکاز میں خمس ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے والمعدن جبار۔ تک ایک الگ حکم فرمایا۔ اور۔ وفی الرکاز الخمس۔ میں دوسرا حکم۔ احکام کا تغایر صحت عطف کے لئے کافی ہے۔ اب اگر یہ فرماتے۔ وفیہ الخمس۔ تو التباس کا احتمال تھا۔ کہ شاید ضمیر بیر کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس التباس کو دور کرنے کے لئے وفی الرکاز الخمس فرمایا۔ اقول۔ اگر علامہ عینی کی یہ توجیہ نہ مانی جائے تو احادیث میں تعارض لازم آئے گا، جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

اور ہمارے یہاں۔ رکاز۔ معدن کان اور دفینے دونوں کو عام ہے۔ معدن صرف کان کو کہتے ہیں۔ اور کنز صرف دفینے کو۔ رکاز دونوں کو۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام محمد محرر مذہب حنفیہ نے اپنے موطا میں ذکر فرمائی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رکاز میں خمس ہے۔ عرض کیا گیا۔ رکاز کیا ہے تو فرمایا وہ مال جسے زمین میں اللہ تعالیٰ نے اس دن پیدا فرمایا جس دن زمین و آسمان کو پیدا فرمایا۔ ان کانوں میں خمس ہے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں بطریق امام ابو یوسف تھوڑے اختصار کے ساتھ۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے نیز امام بیہقی نے اسی میں بطریق حبان بن علی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رکاز میں خمس ہے عرض کیا گیا۔ رکاز کیا چیز ہے تو فرمایا۔ وہ سونا جسے اللہ نے زمین میں پیدا فرمایا۔ اس سے بھی واضح وہ حدیث ہے جسے امام بیہقی نے کتاب العلل میں بطریق ابو صالح انھیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رکاز وہ ہے جو زمین میں پیدا ہو۔ امام حمید بن زنجویہ نسائی نے کتاب الاموال میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ انھوں نے معدن کو رکاز قرار دیا اور اس میں خمس واجب کیا۔ امام بیہقی ہی نے مکحول سے روایت کیا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معدن کو بمنزلہ رکاز قرار دیا کہ انہیں

ل زکوٰۃ باب الرکاز ص ۱۴۸

ناقضة قال لا بأس ان یکتمه ولا یؤدی الخمس ع۵

اس کے خلاف کہا کہ اسمیں کوئی حرج نہیں کہ اسے چھپائے اور خمس ادا نہ کرے۔

خمس ہے۔

پہلی تعریض

احناف کے ان دلائل سے صرف نظر کرتے ہوئے حضرت امام بخاری نے اس مسئلہ پر تعریض کرنے کے لئے اپنے جی سے احناف کی طرف ایک دلیل منسوب کی اور اس پر تنقید فرمادی وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض الناس نے کہا۔ معدن رکاز ہے۔ جاہلیت کے دفینے کے مثل اس لئے کہ کہا جاتا ہے۔ ارکز المعدن۔ جب اس سے کچھ نکلے۔ اس طبع زاد دلیل کو امام بخاری یوں رد کرتے ہیں کہ جب کسی کو کچھ ہبہ کیا جائے یا کسی کو بہت نفع ہو یا کسی کے باغ میں پھل بہت آئیں تو اس سے کہا جاتا ہے۔ ارکزت۔ تو لازم کہ ان چیزوں کو بھی۔ رکاز کہا جائے اور ہبہ میں اور نفع میں اور پھل میں بھی خمس ہو۔ حالانکہ ہبہ اور نفع میں نہ خمس ہے نہ زکوۃ جبکہ وہ نصاب سے کم ہو۔ یا جب تک کہ ان پر سال پورا نہ ہو اور پھل میں عشر ہے۔

علامہ بدرالدین محمود عینی رضی اللہ تعالی عنہ نے اس پر بھرپور گرفت کی ہے اور کچھ جلال بھی آگیا ہے۔ جس کے لئے وہ معذور بھی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ معدن کو رکاز کہنے والوں میں سے کسی نے بھی یہ دلیل نہیں دی اور اہل عرب میں سے کسی کا یہ مقولہ نہیں۔ البتہ جب کسی کان میں سونا ملتا ہے تو ضرور اہل عرب بولتے ہیں۔ ارکز الرجل۔ اس شخص نے سونا پایا۔ ارکز المعدن۔ نہیں بولتے۔ کہ لازم آئے کہ ہبہ اور نفع پانے والے اور جس کے باغ میں پھل زیادہ آئے اسے بھی ارکزت کہا جائے۔ اس لئے کہ رکاز کے معنی سونے کے ٹکڑے کے ہیں۔ باب افعال میں جاکر صیرورت کا افادہ ہوا۔ یعنی صاحب ماخذ ہونا جیسے کہتے ہیں اغدّ البعیر یعنی اونٹ کو غدہ کی بیماری ہوئی۔ اونٹ غدہ والا ہوا۔ جب رکاز کے معنی سونے کے ٹکڑے کے ہیں۔ تو جسے سونا ملے اسے ارکز الرجل کہنا درست ہے مگر ہبہ پانے والے کو زیادہ نفع حاصل کرنے والے کو جس کے باغ میں پھل بہت آیا ہو اسے ارکز الرجل نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ رکاز کے معنی ہبہ یا نفع یا پھل کے نہیں۔ امام بخاری سے یہاں لغزش اس لئے ہوئی کہ انھوں نے ارکز کے معنی پر غور نہیں فرمایا۔

دوسری تعریض

دوسری تعریض یہ فرمائی کہ اس کے بعد اس بعض الناس نے اس کے خلاف قول کیا اور کہا اس میں کوئی حرج نہیں کہ اسے یعنی دفینے کو چھپالے اور خمس نہ دے۔ یعنی اس بعض الناس نے پہلے یہ کہا کہ معدن میں خمس ہے اور معدن رکاز ہے۔ پھر کہا کہ اسے یہ جائز ہے کہ رکاز کو خواہ معدن ہو یا دفینہ

ع۵ الزکوٰۃ۔ باب فی الرکاز الخمس ص ۲۰۳

حدیث ۸۸۹ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْعَجْمَاءُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِی الرِّکَازِ الْخُمُسُ عہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جانور سے گھائل کا تاوان نہیں کنوئیں میں گرنے والے کا تاوان نہیں کان میں گھائل اور ہلاک ہونے والے کا تاوان نہیں اور رکاز میں خمس ہے۔

زکوٰۃ کے محصل سے چھپالے اور سب اپنے پاس رکھ لے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ بھی حضرت امام اعظم کے قول کو کما حقہٗ نہ سمجھنے کی وجہ سے امام بخاری نے فرمایا ہے۔ امام طحاوی نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ یہ جائز ہے کہ کان اور دفینے کا خمس از خود اس کے مستحقین کو ادا کردے یا وہ خود محتاج ہو تو اپنے صرف میں لائے۔ اس کے عوض جو بیت المال میں اس کا حق ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ محصل خمس لے جاکر بیت المال میں جمع کریگا اور بیت المال پر قبضہ حکام کا ہے۔ حضرت امام اعظم کے عہد کے اموی اور عباسی حکام بیت المال کو اپنی ذاتی ملک سمجھتے تھے۔ مستحقین کے بجائے اپنے خوشامدی شاعروں درباریوں کو دیتے تھے۔ ایسی صورت میں جس نے دفینہ پایا وہ از خود مستحقین میں تقسیم کردے یا خود ضرورتمند ہے تو رکھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ یہ کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ خمس حکام کی ذاتی ملک نہیں بلکہ انکے پاس امانت ہے۔ اس کے مستحق فقراء و مساکین ہیں۔ جب یہ معلوم ہے کہ حق حقدار کو نہیں ملے گا، تو حقدار تک پہنچانا مناسب اقدام ہے۔

تشریحات ۸۸۹ **عجماء**۔ کے معنی چوپائے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چوپایہ کسی کو گھائل کردے یا مار ڈالے تو اس چوپائے کے مالک سے نہ قصاص لیا جائے گا نہ دیت۔ اس میں تفصیل ہے جو فقہ کی کتابوں میں مفصل مذکور ہے۔ اسی طرح کنوئیں میں یا کان میں کوئی گر کر مر جائے یا کنواں اور کان کی کھدائی میں کوئی دب کے مرجائے تو بھی کنوئیں اور کان کے مالک پر قصاص یا دیت وغیرہ کچھ نہیں۔

وفی الرکاز الخمس مسلمان یا ذمی کو اپنے مکان یا دوکان میں کان ملی تو وہ اس کی ملک ہے اور اسمیں نہ خمس ہے نہ زکوٰۃ۔ اور اگر افتادہ غیر مملوکہ زمین یا جنگل یا پہاڑ میں ملی تو اسمیں خمس ہے۔ اس کے لئے کوئی نصاب نہیں۔ تھوڑا ہو یا زیادہ بہر حال خمس واجب ہے۔ خمس صرف سونا چاندی تانبا پیتل سیسہ وغیرہ دھاتوں میں ہے۔ جواہر مثلاً لعل یاقوت فیروزہ عقیق اور موتی چونا سرمہ

عہ الزکوٰۃ باب فی الرکاز الخمس ص ۲۰۳ المساقاۃ باب من حفر بیرا فی ملکہ لم یضمن ص ۳۱۷ الدیات باب المعدن جبار والبیر جبار باب العجماء جبار ص ۱۰۲۱ مسلم حدود۔ ابوداود دیات۔ ترمذی زکوٰۃ احکام ابن ماجہ دیات۔ دارمی زکوٰۃ دیات موطا امام مالک عقول۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۲۸

حدیث ۸۹۰ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ اسْتَعْمَلَ

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْأَسْدِ عَلَىٰ صَدَقَاتِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی اسد کے ایک شخص کو بنی سلیم کے صدقات وصول کرنے کے لئے

بَنِي سُلَيْمٍ يُدْعَىٰ ابْنُ اللُّتْبِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهُ عہ

عامل بنایا جن کو ابن لتبیہ کہا جاتا تھا جب وہ واپس آئے تو ان سے حساب لیا۔

حدیث ۸۹۱ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ غَدَوْتُ إِلَىٰ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی میں صبح کے

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهُ

وقت عبداللہ بن ابوطلحہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

فَوَافَيْتُهُ فِي يَدِهِ الْمِيسَمُ يَسِمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ عہ

ہوا تو میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس حال میں پایا کہ دست مبارک میں میسم تھا جس سے صدقے کے اونٹوں کو داغ رہے تھے

اور پھٹکری نمک جیسے دھات والی چیزوں میں نہیں۔

جس دفینے میں اسلامی علامتیں پائی جائیں وہ لقطے کے حکم میں ہے۔ اور جس میں کافروں کی علامتیں ہوں مثلاً اس میں بت وغیرہ کی تصویریں ہوں تو اس میں سے خمس لیا جائے گا۔ خواہ اپنی زمین میں ملے یا دوسرے کی یا غیر مملوکہ زمین میں ملے۔

تشریح ۸۹۰ یہ ایک طویل حدیث کا ابتدائی حصہ ہے جس کا کچھ جز کتاب الجمعہ میں گزر چکا ہے اور پوری حدیث کتاب الہبہ میں آئے گی۔

تشریح ۸۹۱ علامت کیلئے اہل عرب اونٹوں پر داغتے تھے یا کان کا کچھ حصہ کاٹ دیتے یا پھاڑ دیتے تھے۔ چونکہ کان کو کاٹنا یا پھاڑنا مثلہ کرنا ہے۔ اس لئے اسلام نے اس سے روک دیا۔ بضرورت داغنے کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے

عہ الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ والعاملین علیہا ص ۲۰۳ ثانی الحیل باب احتیال العامل لیھدی لہ ص

عہ الزکوٰۃ باب وسم الامام ابل الصدقۃ بیدہ ص ۲۰۳ مسلم اللباس۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب فرض صدقۃ الفطر

صدقۂ فطر واجب ہے، حدیث میں اس کے لیے فرض کا لفظ آیا ہے، مگر خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی نیز فرض کے فقہی معنی بعد کی اصطلاح ہے۔ اس کے لغوی معنی مقرر کرنے کے ہیں۔ حدیث میں یہی مراد ہے۔

صدقۂ فطر روزوں کے اتمام کا شکرانہ ہے۔ اور روزوں میں بتقاضائے بشریت جو کوتاہی ہو گئی ہو اس کا کفارہ، صدقۂ فطر ہر ایسے آزاد مسلمان پر واجب ہے جو مالک نصاب ہو اور یہ نصاب دین اور حوائج اصلیہ سے فارغ ہو، اس کے لیے مال نامی اور حولان حول شرط نہیں۔ اس کے وجوب کا سبب یوم فطر کی صبح صادق ہے۔ اس لیے جو شخص صبح صادق ہونے سے پہلے مرگیا، یا غنی تھا فقیر ہوگیا تو اس پر واجب نہیں، یا صبح صادق طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر غنی ہوگیا تو ان پر واجب نہیں، اور اگر کوئی صبح صادق ہونے کے بعد مرا یا صبح صادق سے پہلے بچہ پیدا ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا فقیر غنی ہوگیا تو واجب ہے۔

جس پر صدقۂ فطر واجب ہے اس پر اپنی طرف سے دینا واجب ہے اور اپنی ان نابالغ اور مجنون اولاد کی طرف سے بھی جو خود مالک نصاب نہ ہوں، اور اگر نابالغ یا مجنون مالک نصاب ہیں تو ان کا ولی ان کے مال سے ادا کرے۔ بہتر یہ ہے کہ عید کے دن صبح صادق طلوع ہونے کے بعد اور عید گاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دے۔ اور اس کے پہلے اور بعد میں بھی ادا کر سکتے ہیں۔ اس کے مصارف بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں، اس کی ادائگی کے لیے بھی تملیک فقیر شرط ہے، جو مالک نصاب نہ ہو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں۔ لیکن اگر ادا کردے تو ثواب کا بہر حال مستحق ہے۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

لاصدقۃ الا عن ظہر غنیً والید العلیا خیر من ید السفلیٰ وابدأ بمن تعول،

مالداری کے بغیر صدقہ نہیں۔ پہلے ان پر خرچ کر جو تیری پرورش میں ہے۔

غنی اور مالداری کا معیار شریعت نے نصاب کو رکھا ہے، علاوہ ازیں جو مالک نصاب نہ ہو، اس پر صدقۂ فطر واجب کرنے میں حرج بھی ہے۔

ترجمہ وَرَأَى اَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءٌ وَّابْنُ سِيْرِيْنَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيْضَةً۔ [عہ]

ابو العالیہ، عطاء اور ابن سیرین کی رائے یہ ہے کہ صدقۂ فطر فرض ہے۔

تشریح ابو العالیہ اور ابن سیرین کے اثر کو امام ابو بکر بن شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ اور امام عطاء کے اثر کو امام عبد الرزاق نے۔ ان حضرات کی اگر فرض سے مراد فقہی فرض ہے تو یہ صحیح نہیں۔ فرضیت کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی درکار ہے۔ اور صدقۂ فطر کا ثبوت خبر احاد سے ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے کوئی دلیل قطعی نہیں، نیز یہ تینوں حضرات

عہ باب فرض صدقۃ الفطر ص ۲۰۴، [۱] ثانی ص ۲۳۰، [۲] بخاری اول وصایا باب تاویل قولہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین تعلیقا ص ۳۸۴،

حدیث ۸۹۲

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقۂ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ عَلَی الْعَبْدِ
فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو مقرر فرمایا۔ غلام اور آزاد اور مرد اور عورت اور چھوٹے اور
وَالْحُرِّ وَالذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی وَالصَّغِیْرِ وَالْکَبِیْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَمَرَ بِھَا
بڑے مسلمان پر۔ اور یہ حکم دیا کہ لوگوں کے نماز کے لیے جانے سے پہلے
اَنْ تُؤَدّٰی قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔ [عہ]
ادا کر دیا جائے۔

حدیث ۸۹۳

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا نُعْطِیْھَا فِیْ
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم

تابعین میں سے ہیں۔ ان کے عہد میں احکام کی فرض و واجب وغیرہ کی طرف تقسیم ہوئی تھی۔ اور نہ ان کے اصطلاحی معنی مقرر ہوئے تھے۔ اس لیے یہ متعین ہے کہ ان کی مراد فریضہ سے لغوی معنی ہے یعنی من جانب شرع مقرر کردہ وظیفہ۔

تشریحات ۸۹۲

باب صدقۃ الفطر من التمر کے تحت جو روایت ہے۔ اس کے اخیر میں ہے۔ عبد اللہ (ابن عمر) نے فرمایا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس کے برابر دو مُد گیہوں کر دیا۔

علی العبد اس سے مراد یہ ہے کہ غلام اور باندی کی طرف سے ان کا مالک ادا کرے۔ کیونکہ غلام اور باندی اگر کچھ کمائیں بھی تو وہ آقا کی ملک ہو جاتا ہے ان کی ملک نہیں ہوتا۔ پھر وہ کہاں سے ادا کریں گے۔ مُدبَّر اور اُمِّ وَلَد کا صدقۂ فطر بھی ان کے مالک پر واجب ہے۔ البتہ مکاتب کا نہ اپنی طرف سے واجب نہیں۔ یونہی تجارت کے غلام اور باندی کی طرف سے بھی نہیں۔

علی الصغیر اگر نابالغ خود مالک نصاب ہے۔ تو اس کا ولی اس کے مال سے ادا کرے۔ اسی طرح مجنون کی طرف سے بھی۔ اور اگر مالک نصاب نہیں۔ تو ان کا صدقۂ فطر ان کے والد کے ذمے ہے۔

ان تودی یہ افضلیت کا بیان ہے۔ ورنہ تقدیم و تاخیر جائز ہے۔ جیسا کہ ابھی آ رہا ہے۔ اس میں فائدہ یہ ہے کہ وہ فقراء جن کے پاس کچھ نہیں، وہ آج عید کے دن بھوکے نہ رہیں۔

عہ باب فرض صدقۃ الفطر ص ۲۰۴۔ بخاری مزید پانچ طریقے سے۔ مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔

زَمَانِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَوْصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ

ایک صاع طعام یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع منقی صدقۂ فطر دیتے

صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ اَوْصَاعًا مِّنْ زَبِیْبٍ فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِیَۃُ وَجَاءَتِ

تھے. جب معاویہ کا زمانہ آیا، اور گیہوں آیا تو انھوں نے کہا، میرا خیال ہے

السَّمْرَاءُ قَالَ اُرٰی مُدًّا مِّنْ ھٰذَا یَعْدِلُ مُدَّیْنِ.

کہ یہ (گیہوں) ایک مُد دو مُد کے برابر ہے،

تشریحات ۸۹۳

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، کہ اس حدیث میں طعام سے مراد، گیہوں ہے، اس لیے کہ عرف میں طعام گیہوں ہی کو کہتے ہیں، حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک کا یہی عرف تھا، مگر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد رسالت کی بات کرتے ہیں، اس زمانے کا عرف یہ تھا کہ طعام جو اور کھجور کو کہتے تھے، مسند امام احمد اور مسلم میں حضرت معمر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد موجود ہے، فرماتے ہیں۔

طعامنا یومئذ الشعیر — عہد رسالت میں ہمارا طعام جو تھا،

ترمذی میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا

طعامھم بالمدینۃ التمر والشعیر، — عہد نبوی میں اہل مدینہ کا طعام کھجور اور جو تھا،

علاوہ ازیں خود اسی بخاری میں اسی باب میں ہے، کہ خود حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،

وکان طعامنا الشعیر والزبیب والاقط والتمر — اور ہمارا طعام جو، منقی، پنیر اور کھجور تھا،

اس روایت نے واضح کر دیا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد طعام سے گیہوں نہیں، بلکہ تمام وہ غذائیں ہیں، جو مدینہ طیبہ میں اس وقت رائج تھیں، گیہوں اس عہد میں اس مبارک شہر میں بہت نایاب تھا،

نیز صحیح ابن خزیمہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے،

لم تکن الصدقۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا التمر والزبیب والشعیر ولم تکن الحنطۃ. — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں صدقۂ فطر صرف کھجور، منقی اور جو تھا، گیہوں نہ تھا۔

پھر اگر اس حدیث میں طعام سے گیہوں مراد لیں گے، تو دو لاینحل اشکال وارد ہوں گے، ایک یہ کہ اس حدیث کے اخیر حصے

۱؎ جلد سادس ص ۴۰، ۲؎ ثانی باب الربوٰ ص ۲۷، ۳؎ ثانی تفسیر سورۂ نساء ص ۱۲۸، ۴؎ فتاویٰ رضویہ اول ص ۴۵، ۱۴۴،
۵؎ اول زکوٰۃ باب زکوٰۃ الفطر ص ۲۰۸، ابوداؤد اول زکوٰۃ کم یودی فی صدقۃ الفطر ص ۲۲۸، ع باب صاع من زبیب ۲۰۴، یہیں مزید جس اور طریقے سے مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ زکوٰۃ۔

حدیث ۸۹۴

فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُعْطِي التَّمْرَ فَاَعْوَزَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنَ التَّمْرِ فَاَعْطٰى شَعِيْرًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِي عَنِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ حَتّٰى اِنْ كَانَ لَيُعْطِي عَنْ بَنِيَّ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِيْهَا الَّذِيْنَ يَقْبَلُوْنَهَا وَكَانُوْا يُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ اَوْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھجور دیتے تھے۔ ایک سال اہل مدینہ کھجور سے محروم ہوگئے۔ تو انھوں نے جو دیا اور حضرت ابن عمر ہر چھوٹے اور بڑے کی طرف سے دیتے تھے۔ حتیٰ کہ میرے بچوں کی طرف سے بھی دیتے تھے۔ اور انھیں کو دیتے تھے جو اسے قبول کرتے اور عید سے ایک دو دن پہلے دیدیتے تھے۔ اور ابو

سے تعارض لازم آئے گا کہ انھوں نے فرمایا، جب معاویہ کا دور آیا اور گیہوں آیا، تو انھوں نے یہ کہا میرا خیال ہے کہ یہ ایک مد ان کے دو مد کے برابر ہے، دوسرے یہ کہ لازم آئے گا کہ گیہوں سے صدقۂ فطر کی جو مقدار عہد نبوی میں رائج تھی، حضرت امیر معاویہ نے اسے گھٹا کر آدھی کر دی، اور ستم یہ کہ تمام صحابۂ کرام اس پر خاموش رہے، بلکہ اسے اختیار فرمالیا۔

اس لیے ماننا پڑے گا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد، اس حدیث میں طعام سے گیہوں نہیں، بلکہ دوسری اور کوئی چیز ہے، جو اس وقت اہل مدینہ کی غذا تھی۔

ہمارے یہاں گیہوں سے صدقۂ فطر کی مقدار نصف صاع ہے، اس لیے کہ اس پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے، جیسا کہ مسلم میں خود حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد اسی حدیث میں یہ ہے۔

فاخذ الناس بذالك۔ سب لوگوں نے اسے اختیار کرلیا۔

رہ گیا حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس سے اختلاف، تو ایک دو صاحبان کا اختلاف اجماع میں حارج نہیں۔ عمدۃ القاری میں ہے کہ حضرات خلفائے اربعہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ گیہوں نصف صاع ہے۔ ان کے علاوہ اجلہ صحابہ مثلاً حضرت ابن مسعود، حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن زبیر، حضرت ابن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی یہی ثابت ہے۔

۲۷۸ ت

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوْكِيْنَ لِلتِّجَارَةِ يُزَكّٰى فِي التِّجَارَةِ وَيُزَكّٰى فِي الْفِطْرِ۔[۲]

اور امام زہری نے تجارت کے غلاموں کے بارے میں فرمایا تجارت کی بھی زکوٰۃ دے اور صدقۂ فطر بھی دے۔

تشریح

اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ تجارت کے غلام اور کنیز پر دو صدقے ہیں، ایک زکوٰۃ دوسرے صدقۂ فطر، احناف کے یہاں صرف زکوٰۃ ہے، صدقۂ فطر واجب نہیں، اس لیے کہ صدقۂ فطر مالک نصاب پر ان لوگوں کی طرف سے واجب ہوتا ہے جو اس کے عیال میں ہوں، اور ظاہر ہے کہ تجارت کے غلام اور کنیز اس کے عیال نہیں۔

---

[۱] اول زکوٰۃ باب زکوٰۃ الفطر ص ۱۸۰ ابوداؤد اول زکوٰۃ باب کم یودی فی صدقۃ الفطر ص ۲۲۸، عمدۃ الناری زکوٰۃ باب صدقۃ الفطر علی المملوک وا خرہ ص ۳۰۵، [۲] جلد تاسع ص ۱۱۳

يَوْمَيْنِ ـ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ بَنِيْ يَعْنِيْ بَنِيْ نَافِعٍ قَالَ كَانُوْا يُعْطُوْنَ لِيُجْمَعَ لَا لِلْفُقَرَاءِ

عبد اللہ امام بخاری نے فرمایا ہے۔ بنی سے مراد نافع کے بیٹے ہیں، عید سے ایک دو دن پہلے دینے کا مطلب یہ ہے کہ اکٹھا کر لیتے، یہ نہیں کہ فقرا کو دے دیتے۔

حدیث ۸۹۵

قَالَ اَبُوْعَمْرٍو وَرَاٰى عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَابْنُ عُمَرَ وَجَابِرٌ وَعَائِشَةُ وَطَاؤُسٌ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيْرِيْنَ اَنْ يُزَكّٰى مَالُ الْيَتِيْمِ،

ابو عمرو نے کہا کہ حضرت عمر حضرت علی، حضرت ابن عمر حضرت جابر، حضرت عائشہ اور طاؤس اور عطاء اور ابن سیرین یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب جانتے تھے،

ت ۲۷۹

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ يُزَكّٰى مَالُ الْمَجْنُوْنِ،

اور امام زہری نے فرمایا، مجنون کے مال کی زکوٰۃ دیدی جائے۔

تشریحات ۸۹۴

باپ پر اپنی بالغ اولاد کی طرف سے صدقہ دینا واجب نہیں، اور نہ پوتے اور پوتیوں کی طرف سے واجب ہے۔ لیکن اگر کوئی دے دے تو ادا ہو جائے گا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس عمل سے یہ ثابت ہو گیا کہ صدقۂ فطر عید کے پہلے ادا کر دینا درست ہے، اور اسی پر قیاس کر کے یہ بھی درست ہے کہ بعد میں ادا کیا جائے، اور امام بخاری کی تاویل یوں صحیح نہیں کہ صریح لفظ یعطون ہے۔ اعطاء کے معنی ہیں کسی اور کو دینا، جمع کرنا دینا نہیں،

تشریح ۸۹۵-۲۷۹

یتیم اور مجنون اگر مالک نصاب ہوں، تو ان کے ولی پر واجب ہے، کہ ان کے مال سے ان کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرے، یتیم اگر مالک نصاب نہیں تو اس کے ولی پر اس کی طرف سے صدقۂ فطر دینا واجب نہیں، مجنون اگر مالک نصاب نہیں تو اس کے باپ پر اس کی طرف سے بھی صدقۂ فطر دینا واجب ہے، یزکی سے مراد یہاں صدقۂ فطر ہے۔ زکوٰۃ مراد نہیں، کیونکہ زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے بالغ عاقل ہونا شرط ہے، جیسا کہ تمام فرائض وواجبات کے لیے ہے، صدقۂ فطر کے لیے چونکہ احادیث میں تصریح ہے کہ یہ صغیر و کبیر سب پر ہے۔ اس لیے اس کے لیے عاقل بالغ ہونے کی شرط نہیں۔

عہ باب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوک ص ۲۰۵ ـ عہ باب صدقۃ الفطر علی الصغیر والکبیر ص ۲۰۵ ـ سہ ایضاً،

سہ ہدایہ ج ص ۱۱۳،

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو

تحفظِ عقائدِ اہلِ سنّت

مع

ایمانی آیات

بجواب

شیطانی خرافات

مرتب

مولانا علامہ محمد ظہیر الدین قادری مدظلہ العالی

ناشر فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

خوشخبری

اکیسویں صدی کے مسلمانوں کیلئے روح پرور علمی اور ایمانی تحفہ

کیوں نہ آنکھوں سے لگائیں عاشقانِ مصطفےٰ　　نزہۃ القاری ہے اُن کو جاں سے پیاری واہ واہ

نُزہۃُ القاری شرح صحیح البخاری

کا مکمل سیٹ پانچ جلدوں میں

ہم فقیہ اعظم ہند مولانا علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی سابق صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ (انڈیا) کی رُوح کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اس وقت کی اُردو زبان کی سب سے مقبول اور متداول شرح بخاری شریف پانچ جلدوں میں مکمل کردی ہے

مختصر تعارف نزہۃ القاری

- مقدمہ میں امام بخاری، صحیح بخاری، امام اعظم ابوحنیفہ، تصانیف امام اعظم، فقہ کی حقیقت پر تفصیلی گفتگو کرنے کے علاوہ شبہات کے جوابات بھی دیے ہیں۔
- مسلک اہل سُنّت وجماعت اور مذہب حنفی کا مدلل اور معقول انداز میں بیان اور مخالفین کے شبہات کا عالمانہ جائزہ
- بوقت ضرورت احادیث کے پس منظر کا بیان
- حل لغات
- زیادہ طوالت سے بچنے کے لیے مکرر احادیث کو ایک بار لیا گیا ہے
- تکمیل کا عنوان قائم کرکے مختلف روایات کے الفاظ مبارکہ کا ترجمہ ایک جگہ جمع کردیا گیا ہے۔
- تراجم ابواب کا ذکر نہیں کیا ورنہ احادیث کو بار بار لانا ضروری ہوتا، البتہ اہم ابواب پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور احکام متوجہ کا عنوان قائم کرکے ابواب کے فوائد ذکر کردیے گئے ہیں۔
- احادیث کے راوی تمام صحابہ کرام کے حالات بیان کیے ہیں، بعض تابعین کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔
- ہر حدیث پر نمبر لگا دیا گیا ہے اور حدیث کے اہم مضمون کو سامنے رکھ کر ایک عنوان قائم کر دیا ہے۔
- یہ حوالہ بھی دیا گیا ہے کہ حدیث بخاری شریف اور صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں کہاں کہاں مذکور ہے؟

مختصر یہ کہ نزہۃ القاری میں وہ سب کچھ ہے جس کی طلبا، علما، اساتذہ حدیث، وکلا، جج صاحبان اور علم قارئین کو ضرورت ہے۔

فرید بک سٹال

۳۸- اُردو بازار لاہور (رجسٹرڈ) پاکستان

اکیسویں صدی کے مسلمانوں کیلئے روح پرور علمی اور ایمانی تحفہ

۵ جلد

نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری

ہم فقیہ اعظم ہند مولانا علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی سابق صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ (انڈیا) کی روح کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اس وقت کی اردو زبان کی سب سے مقبول اور متداول شرح بخاری شریف پانچ جلدوں میں مکمل کر دی ہے

مختصر تعارف

- مقدمہ میں امام بخاری، صحیح بخاری، امام اعظم ابو حنیفہ، تصانیف امام اعظم، فقہ کی حقیقت پر تفصیلی گفتگو کرنے کے علاوہ شبہات کے جوابات بھی دیے ہیں۔
- مسلک اہل سنت و جماعت اور مذہب حنفی کا مدلل او[illegible] میں بیان اور مخالفین کے شبہات کا عالمانہ جائزہ
- بوقت ضرورت احادیث کے پس منظر کا بیان
- زیادہ طوالت سے بچنے کے لیے مکرر احادیث کو ایک
- تکمیل کا عنوان قائم کر کے مختلف روایات کے الفاظ مبارکہ [illegible] ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔
- تراجم ابواب کا ذکر نہیں کیا ورنہ احادیث کو بار بار لانا ضروری [illegible]تا، البتہ اہم ابواب پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور احکام مستخرجہ کا عنوان قائم کر کے ابواب کے فوائد ذکر کر دیے گئے ہیں۔
- احادیث کے راوی تمام صحابہ کرام کے حالات بیان کئے ہیں، بعض تابعین کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔
- ہر حدیث پر نمبر لگا دیا گیا ہے اور حدیث کے اہم مضمون کو سامنے رکھ کر ایک عنوان قائم کر دیا ہے۔
- یہ حوالہ بھی دیا گیا ہے کہ حدیث بخاری شریف اور صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں کہاں کہاں مذکور ہے؟
- مختصر یہ کہ نزھۃ القاری میں وہ سب کچھ ہے جس کی طلبا، علما، اساتذہ حدیث، وکلا، جج صاحبان اور عام قارئین کو ضرورت ہے۔

SANAI 07-Y2K